رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تار کا پتہ: تبلیغ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہُدیٰ، از مشرقِ رحمت برار
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

پیغامِ صلح

لاہور — پاکستان

ہفت روزہ

مدیر: دوست محمد

مدیر معاون: بشیر احمد سوز ایم اے

• سالانہ چندہ: ۸ روپے
• بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
ایک سو روپے پیشگی آنے پر پرچہ تا زندگی جاری ہو سکتا ہے!

جلد ۵۸ ○ یوم چہار شنبہ، مورخہ ۶ ذیقعد ۱۳۹۰ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۷۱ء ○ شمارہ ۱

سُورۃ الفاتحہ کی تفسیر نویسی میں

”کوئی تیرا مقابلہ نہیں کر سکیگا“ (الہام مسیح موعودؑ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۵ جنوری ۱۹۰۱ء۔ آج رات کو الہام ہوا منعہ مانع من السماء یعنی اس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ خدا نے مخالفین سے سلب طاقت اور سلب علم کر لیا ہے۔ اگرچہ ضمیر واحد مذکر غائب ایک شخص یعنی مہر شاہ کی طرف ہے لیکن خدا نے ہمیں سمجھایا ہے۔ کہ اس شخص کے وجود میں تمام مخالفین کا وجود شامل کر کے ایک ہی کا حکم رکھا ہے تاکہ اعلےٰ سے اعلےٰ اور اعظم سے اعظم معجزہ ثابت ہو کہ تمام مخالفین ایک وجود یا کئی جان ایک قالب بن کر اس تفسیر کے مقابلہ میں لکھنا چاہیں تو ہرگز نہ لکھ سکیں گے۔

فرمایا انسان کا کام انسان کر سکتا ہے۔ ہمارے مخالف انسان ہیں۔ اور عالم اور مولوی کہلاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جو کام ہم نے کیا وہ نہیں کر سکتے یہی ایک معجزہ ہے۔ نبی اگر ایک سونٹا پھینک دے اور کہے کہ میرے سوا کوئی اس کو اُٹھا نہ سکے گا تو یہ بھی ایک معجزہ ہے چہ جائیکہ تفسیر نویسی تو ایک علمی معجزہ ہے۔

فرمایا یہ تفسیر رمضان شریف میں شروع ہوئی، جیسا کہ قرآن شریف رمضان میں شروع ہوا تھا اور امید ہے کہ دو عیدوں کے درمیان ختم ہو جائیگی۔ جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے کسی کے متعلق کہا ہے ؎

روزِ ہمایوں و سالِ سعید
بتاریخ فرخ میانِ دو عید

بحرِ حکمت کے موتی

بہتر کھانا وہی ہے جو ہاتھ کی مشقت سے کھایا جائے

عن المقدام رض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اکل احد طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدہ و ان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہ۔

ترجمہ:—

حضرت مقدام رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کوئی شخص اس سے بہتر کھانا نہیں کھاتا جو اپنے ہاتھ کی مشقت سے کھائے اور داؤد نبی علیہ السلام اپنے ہاتھ کی مشقت سے کھایا کرتے تھے۔

نوٹ از حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ:۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے محنت اور مزدوری اور ہر قسم کی مشقت کو کس قدر باعزت سمجھا ہے۔ جو لوگ دوسروں کی نذر و نیاز پر گذارہ کرتے ہیں ان کو یقیناً ایسا رزق کبھی میسر نہیں آتا۔ اپنے ہاتھ سے کمانے میں انسان میں خودداری پیدا ہوتی ہے اور وہ کلمۂ حق کہہ سکتا ہے لیکن جو شخص دوسروں کا دست نگر ہے اس میں کبھی کوئی خوبی پیدا نہیں ہو سکتی۔ پیر اور مُلّاں اسی لئے اخلاقاً گر گئے ہیں۔ اور اس قابل نہیں کہ عوام الناس کو کوئی ہدایت کر سکیں۔“ فضل الباری کتاب البیوع

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
دل میں برکت دوں گا۔

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
... خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔

۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔

۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابل احترام ہیں۔

۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

۵۔ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں۔

۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مؤرخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ

بشیر احمد سوز ایم اے

اجلاس اوّل

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ۵۷ ویں سالانہ جلسہ کے تیسرے دن کا پہلا اجلاس ۹ بجے صبح مکرم میاں فاروق احمد شیخ کی صدارت میں جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ محترم حافظ خدا بخش صاحب متعلم ادارہ تعلیم القرآن اور محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب امام و خطیب جامع احمدیہ کو ہ مری نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ بعد ازاں محمد احسان متعلم مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور اور عبدالعلی صاحب از درہند نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام ترنم سے پڑھ کر سنایا۔

مردِ مومن اور مردِ حق آگاہ

اس کے بعد مکرم پروفیسر غلام محمد خادم صاحب نے مردِ مومن اور مردِ حق آگاہ کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کا نزول اس وقت شروع ہوا جبکہ عرب میں فصاحت و بلاغت اور شعر و شاعری کے عروج کا زمانہ تھا۔ بے شک شعر ایک موزون کلام ہوتا ہے۔ لیکن اس کی چاشنی، اس کا لطف اور اس کی تاثیر وقتی اور عارضی ہوتی ہے اسلئے دائمی صداقتوں کے لئے اور احکامات شریعت کے لئے اشعار مناسب نہیں۔ اس لئے انبیاء کرامؑ کی پاک وحی پیرایہ شاعری سے بالکل پاک ہوتی ہے مکرم پروفیسر صاحب موصوف نے کہا کہ مومن اگر شعر کہتا ہے تو اس میں دین و دنیا کی اصلاح مدنظر ہوتی ہے آپ نے مومن مرد کی قرآنی صفات پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان صفات کی روشنی میں جب ہم حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صرف وہی اس معیار پر بخوبی پورے اترتے ہیں ان کی ساری زندگی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہ اس زمانہ میں کامل مردِ مومن ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ اس زمانہ کی سب سے بڑی شخصیت ہیں، دوست و دشمن نے آپ کی مطہر زندگی اور آپ کے جہاد فی الاسلام کی شہادت دی ہے مکرم پروفیسر صاحب موصوف نے علامہ اقبال کے مردِ مومن پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ علامہ اقبال کے تصور میں مردِ کامل آنحضرت صلعم ہی تھے، لیکن اُمتِ محمدیہ کا جو فرد بھی آنحضرت صلعم کا کامل پیرو ہوگا اور فنا فی الرسول ہوگا اس میں وہ سب صفات پائی جائیں گی۔

آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں آنحضرت صلعم کی کامل پیروی سے ایک مردِ مومن پیدا ہوا جس میں آنحضور صلعم کی تجلی تھی۔ انہوں نے دنیائے اسلام میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا اور اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت تیار کی جس کے افراد اپنی سیرت و کردار اور علم و قلم اور دولت و سرمایہ سے اکنافِ عالم میں قرآن و سنت کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں اور یہ جماعت تاریخ اسلام کے باب تبلیغ و خدمتِ دین میں منفرد جماعت ہے۔ پروفیسر صاحب کی تقریر کا مکمل متن اخبار کی قریبی اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کیا جائے گا۔

پاکستان کے لئے سب سے اچھا دستور

پروفیسر صاحب کے بعد محترم مرزا مسعود بیگ صاحب نے "پاکستانی مسلمانوں کے لئے سب سے اچھا دستور" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان کے مسلمان تئیس سال سے دستور کی تلاش میں ہیں ان کی مثال ایک ایسے صحرا نورد کی سی ہے جو کسی چیز کو ڈھونڈ رہا ہو اور وہ چیز اس کے قریب ہی پڑی ہو لیکن وہ اسے دیکھ نہ سکتا ہو، ایسی ہی حالت پاکستانی مسلمانوں کی ہے جس دستور کی انہیں تلاش ہے وہ ان کے پاس بنا بنایا موجود ہے یہ دستور چودہ سو سال پہلے مرتب کیا گیا تھا۔ اور وہ موجودہ زمانہ کے لئے ویسا ہی کامل و مکمل ہے جیسا چودہ سو سال پہلے تھا، اس ضمن میں مقرر موصوف نے قائدِ اعظم علیہ الرحمۃ کی تقاریر کے چند اقتباسات پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں قرآن و سنت کے اصولوں کو نافذ و جاری کیا جا سکے۔ اور یہ کہ ہماری نجات قانون عطا کرنے والے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں ہے۔ اور ہمیں چاہئے کہ اسلامی جمہوریت کی بنیادیں نئے اسلامی تصورات اور اسلامی اصولوں پر استوار کریں۔

مکرم مرزا صاحب موصوف کی تقریر ٹیپ کر لی گئی ہے اور پیغام صلح کی کسی آئندہ اشاعت میں اس کا مکمل متن ہدیہ قارئین کرام کیا جائے گا۔

انجمن کی سالانہ کارروائی کا جائزہ

بعد ازاں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے انجمن کی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے جہاد فی الاسلام کا مکمل جائزہ پیش کیا یہ جائزہ اسی اشاعت میں دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے۔

جائزہ پیش کرنے کے بعد انجمن کے مختلف شعبہ جات کی کارروائی کی الگ الگ تفصیلات اس رپورٹ میں با تصویر بیان کی گئی ہیں یہ رپورٹ ۲۲×۱۸ سائز کی کتاب میں ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے، ضرورت مند اصحاب دفتر انجمن سے طلب کر سکتے ہیں۔

جنوبی امریکہ کے دورہ کے تاثرات ــــ صاحب صدر کی تقریر

صدر جلسہ: الحاج میاں فاروق احمد شیخ صاحب نے خود حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہمراہ کئے گئے جنوبی امریکہ کے اس دورہ کے حالات و تاثرات بیان فرماتے ہوئے وہاں کی جماعتہائے احمدیہ کی خدماتِ دینیہ اور تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں کے ایمان افروز واقعات پر روشنی ڈالی۔ اور ان میں مزید ترقی و اضافہ کے پیش نظر اپنی تجاویز پیش کیں۔ انہوں نے کہا کہ بلاد غیر خصوصاً ان علاقوں میں جہاں حالیہ دورہ کیا گیا ہے جماعتی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے بہت سے مواقع ہیں وہاں کے ذہن نہ صرف آپ کی مساعی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں بلکہ ان کو آگے پیش کرنے کے لئے بھی مستعد ہیں اس سلسلہ میں انجمن کو اپنے پروگرام کو وسیع تر بنیادوں اور پائدار منصوبوں کے تحت بروئے کار لانا چاہیئے۔ آپ کی مکمل تقریر ریکارڈ ہو چکی ہے کسی آئندہ اشاعت میں

ارشادات حضرت امیرِ قوم ایدہ اللہ

اس کے بعد حضرت الحاج امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام صرف مٹے مسائل کا دین نہیں ہے بلکہ یہ دنیا جہان کی اصلاح کے لئے، دنیا جہان کے اندر عدل قائم کرنے کے لئے اور دلوں کے اندر محبت پیدا کرنے کے لئے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام نے عالمِ انسانیت کی عزت و تکریم اور اس کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں، آپ نے ملّت کی موجودہ صورتِ حال پر افسوس ظاہر فرمایا کہ مسلمان دُنیا جہان کو اپنا بنانے کے لئے عالمگیر اخوت پیدا کرنے کا داعی تھا لیکن یہ خود دوسرے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے اور اس طرح اُمتِ محمدیہ میں افتراق و انشقاق کا باعث ہے اس سے اسلام کے مفادات و مقاصد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

آپ نے فرمایا اُمتِ مسلمہ میں ایک دوسرے کو کافر قرار دینا بڑی بے دینی اور یہ ایک غیر مؤمنانہ حرکت ہے۔ اس فعل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھتا ہے اور خدا ناراض ہوتا ہے۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ قرآن کریم مشرق و مغرب کے لوگوں کو اکٹھا کرنا چاہتا ہے اور ہمارے پیغمبر دنیا جہان کے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانا چاہتے ہیں، لہذا مسلمانو تم بھی اپنے دل کو چوڑا کرو۔ اپنے اندر وحدت کا رنگ اختیار کرو۔ وحدت سے طاقت پیدا ہوتی ہے اور اس وحدت اور طاقت کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسلام قبول کریں گے۔

آپ نے جماعت احمدیہ کے اعتقادات اور اس کی تبلیغی و اشاعتی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تاریخ اسلام کے تبلیغی باب میں اس جماعت کی خدمات بڑی روشن ہیں، یہ ایک ہی جماعت ہے جو اُمتِ محمدیہ میں اتحاد و اتفاق اور باہمی محبت و مؤدت کا پیغام دیتی ہے اور کلمہ طیبہ پر دنیا جہان کے مسلمانوں کو اکٹھا کرنا چاہتی ہے اس جماعت کی اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کی راہ میں مالی قربانیاں ... [illegible] کی علمی و قلمی خدمات بے نظیر ہیں ... [illegible] نے یورپ، امریکہ اور افریقہ میں اسلام کا پیغام پہنچایا ہے۔ قرآن و سنت پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت و تقسیم کی ہے۔ اس کی مساعی سے یورپ کے پڑھے لکھے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے علم اور قلم اور مال سے اس جماعت کے ہاتھ مضبوط کریں اور اس کے ساتھ ہو کر اشاعت اسلام کی ربانی اور آسمانی خدمات انجام دیں۔

حضرت مولینا موصوف نے اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے مالی قربانیوں کے لئے اپیل فرمائی۔ اس اپیل پر خواتین و احباب نے لبیک کہا اور مالی عطیات کے ذریعہ انجمن کی امداد و اعانت کھلے دل سے فرمائی جس سے ان کے عطیات کی میزان ہزاروں تک پہنچ گئی فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ اس خطاب کا مکمل متن پیغام صلح کی آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

(باقی بر صفحہ ۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۶ جنوری ۱۹۷۱ء

قرآن کریم صفاتِ کمالیہ حق تعالےٰ کا ایک نہایت مصفّا آئینہ ہے

حضرت مسیح موعودؑ پر ایک ناپاک الزام کی تردید ان کے اپنے قلم سے

پاکستان کی حالیہ انتخابی سرگرمیوں کے سلسلہ میں بعض لوگوں نے پیپلز پارٹی کے خلاف عوام کو مشتعل کرنے کے لئے یہ اشتہار شائع کیا کہ مرزا صاحبؑ نے لکھا ہے کہ قرآن گالیوں سے بھرا ہوا ہے ایسے شخص کی جماعت کے ساتھ بھٹو کا رابطہ خلافِ اسلام ہے، اس الزام کے ثبوت میں ازالہ اوہام صفحہ ۲۶،۲۵ کا حوالہ دیا گیا اور کوئی عبارت نقل نہیں کی گئی، ہم عوام کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے حضرتؑ کی اصل عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں، یہ عبارت ازالہ اوہام طبع اول کے صفحہ ۱۲ سے شروع ہوتی ہے جس میں بعض مولویوں کی نکتہ چینیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جلّشانہٗ اور اس کے رسولِ کریم کی بے ادبی کی اور پُر دشنام تالیفات شائع کر دیں، قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سب و شتم سے یاد مت کرو تا کہ وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالےٰ کی نسبت سب و شتم کی زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ برخلاف طریق ماموریہ کے سب و شتم سے کام لیا گیا۔

اما الجواب: پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں، اور درحقیقت سب و شتم میں داخل ہیں، میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جا سکے، بڑے دھوکا کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں، اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کے کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب و شتم اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر یک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصّہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہو گی کیا خدا تعالےٰ کا کفارِ مکّہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ **انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم** **معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق** گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدا تعالےٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شر البریہ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ **معترض کے خیال کے رُو سے** دشنام دہی میں داخل نہیں ہو گا، کیا خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں **واغلظ علیہم** نہیں فرمایا کیا مومنوں کی علامات **اشداء علی الکفار** نہیں رکھا گیا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۲ تا ۱۴)

اس کے یہودیوں کی نسبت حضرت مسیح علیہ السلام اور انجیل کی تلخ کلامی کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

"اس سوال کا جواب ہمارے سیّد و مولیٰ مادر و پدرم برا و فدا باد حضرت خاتم المرسلین سیّد الاوّلین والآخرین پہلے سے دے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں، پلید ہیں، شر البریہ ہیں، سفہا ہیں، اور ذرّیت شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النار اور حصب جہنم ہیں تو ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا، میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی، تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شر البریہ کہا اور ان کے قابلِ تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذرّیتِ شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آ جا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں، اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں، میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے رُک نہیں سکتا، اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رُکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں، بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں، یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذّت ہے کہ اس کی راہ میں دُکھ اٹھاؤں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابو طالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں تیری اس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا تو اور ہی رنگ میں اور اور ہی شان میں ہے، جا اپنے کام میں لگا رہ، جب تک میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا اب حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے اعتراض کا خود اپنی زبان مبارک سے جواب دیا درحقیقت وہی جواب ہر ایک معترض کے ساکت کرنے کے لئے کافی و وافی ہے کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شے ہے، ہر ایک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سن کر افروختہ ہو تو ہوا کرے، ہمارے علماء جو اس جگہ **لا تسبوا** کی آیت پیش کرتے ہیں، میں حیران ہوں کہ اس آیت کو ہمارے مقصد اور مدعا سے کیا تعلق ہے اس آیت کریمہ میں تو صرف دشنام دہی سے منع فرمایا گیا ہے نہ یہ کہ اظہار حق سے روکا گیا ہو۔"

(صفحہ ۱۶ تا ۲۱)

اس کے بعد صفحہ ۲۵ کے حاشیہ پر یہ تحریر فرمایا

"قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے **اولٰئک علیہم لعنت اللہ والملائکۃ والناس اجمعین خالدین فیہا** ۔ الجزو ۲ ۔ ۴۹ ۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے، لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے **ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا** ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے برخلاف ہے، لیکن خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابو لہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر رکھا اور ابو جہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی

رہیں استعمال کئے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے فلا تطع المکذبین ودّوا لو تدھن فیدھنون ولا تطع کل حلاف مھین ھمّاز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذالک زنیم سنسمہ علی الخرطوم۔ دیکھو سورۃ القلم الجزو نمبر ۲۹۔ یعنے تو ان مکذبوں کے کہنے پر مت چل جو دل اس بات کے آرزومند ہیں کہ ہمارے معبودوں کو برا مت کہو اور ہمارے مذہب کی ہجو مت کرو تو پھر ہم بھی تمہارے مذہب کی نسبت ہاں میں ہاں ملاتے رہیں گے ان کی چرب زبانی کا خیال مت کر اور یہ شخص جو مداہنہ کا خواستگار ہے جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ضعیف الرائے اور ذلیل آدمی ہے دوسروں کے عیب ڈھونڈھنے والا اور سخن چینی سے لوگوں میں تفرقہ ڈالنے والا اور نیکی کی راہوں سے روکنے والا زناکار اور بایں ہمہ نہایت درجہ کا بدخلق اور ان سب عیبوں کے بعد ولدالزنا بھی ہے جو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے (اسے خدائے قادر مطلق ہماری قوم کے بعض لمبی ناک والوں کی ناک پر بھی استرہ رکھ) اب کیوں مولوی صاحب کیا آپ کے نزدیک ان جامع لفظوں سے کوئی گالی باہر رہ گئی ہے اور اس جگہ ایک عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ ولید مغیرہ نے نرمی اختیار کر کے چاہا کہ ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے اس کے جواب میں اس کے تمام پردے کھولے گئے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنین سے مداہنہ کی امید مت رکھو۔" (صفحہ ۲۵ تا ۳۰)

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحبؒ کے نزدیک قرآن کریم میں کفار کی نسبت جو سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس کو گالی نہیں کہہ سکتے، بلکہ یہ کفار کے متعلق امر واقعہ کا اظہار ہے گالی اور سب وشتم بقول حضرت مرزا صاحبؒ اس مفہوم کا نام ہے "جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے" کفار کے متعلق قرآن کریم نے جو سخت اور تلخ الفاظ استعمال کئے ہیں حضرت مرزا صاحب نے اسے گالی نہیں بلکہ ان کے حالات کے عین مطابق امر واقعہ کا اظہار قرار دیا ہے اس لئے یہ الزام سراسر باطل ہے کہ آپ نے قرآن کریم کو گالیوں سے پر کہا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مرزا صاحبؒ کی قرآن کریم کے متعلق دوسری تحریرات کو دیکھا جائے تو ان سے پتہ لگتا ہے کہ آپ قرآن کریم کے عاشق زار اور اس کی عظمت و کمالات کے معترف تھے جس کی شہادت ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کے اس بیان سے ملتی ہے، جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کرنے والے تو اس امت میں بے شمار ہیں، لیکن قرآن کریم کی ثنا کرنے والے حضرت مرزا صاحبؒ ہی ہیں، جن کے عشق قرآن کا ثبوت ان کی تحریرات سے ملتا ہے۔

حضرت مرزا صاحبؒ کی ایسی تحریرات بے شمار ہیں، جن میں انہوں نے قرآن کریم کی عظمت و بزرگی کا ذکر بڑے شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ ذیل میں ہم ان میں سے دو تین تحریرات بطور مثال پیش کرتے ہیں:

(۱) "سچ تو یہ ہے کہ کلام الٰہی نے مسلمانوں کو دوسرے معجزات سے بکلی بے نیاز کر دیا ہے وہ نہ صرف اعجاز بلکہ اپنی برکات و تنویرات کی رو سے اعجاز آفرین بھی ہے، فی الحقیقت قرآن شریف اپنی ذات میں ایسی صفات کمالیہ رکھتا ہے جو اس کو خارجیہ معجزات کی کچھ بھی حاجت نہیں، خارجیہ معجزات سے اس میں کچھ زیادتی نہیں ہوتی اور نہ ہونے سے کچھ نقص عائد حال نہیں ہوتا، اس کا یار حسن معجزات خارجیہ کے زیور سے رونق پذیر نہیں بلکہ وہ اپنی ذات میں آپ ہی ہزارہا معجزات عجیبہ و غریبہ کا جامع ہے جن کو ہر ایک زمانہ کے لوگ دیکھ سکتے ہیں نہ یہ کہ گزشتہ کا حوالہ دیا جائے وہ ایسا ملیح الحسن محبوب ہے کہ ہر ایک چیز اس سے ملکہ آرائش پکڑتی ہے اور وہ اپنی آرائش میں کسی کی آمیزش کا محتاج نہیں ؎

ہمہ خوبانِ عالم بزیورہا آراستند
تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیورہا بیارائی

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۳)

(۲) "قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے، کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو، کوئی فکر ایسے برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی اس نے پیش نہ کی ہو، کوئی تقریر ایسا قوی اثر دل پر نہیں ڈال سکتی جیسے قوی اور پُربرکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے وہ بلاشبہ صفات کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفا آئینہ ہے، جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارج عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔ (سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۲۲ - ۲۴)

(۳) "قرآن شریف ایسا علوم و معارف و کمالات ظاہری و باطنی پر حاوی ہے کہ صریح حد بشریت سے بڑھا ہوا ہے اور بہ بداہت معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر اس نے حسن و دقائق کو ایک سیدے مثل بلاغت و فصاحت میں بیان کیا ہے اور پھر بالالتزام ایسے بلیغ و فصیح بیان کے تمام دینی صداقتوں پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو گیا ہے حقیقت میں یہ ایسا کام ہے جس کو معجزہ کہنا چاہیئے کیونکہ یہ انسانی طاقتوں سے ماورا اور بشری قوتوں سے بالاتر ہے۔" (شحنہ حق صفحہ ۱۶)

(۴) سچ اور واقعی امر تو یہ ہے کہ قرآن کی یہ تعلیم بھی منجملہ معجزات کے ایک معجزہ ہے کیونکہ جس خوبی اور اعتدال اور حکیمانہ شان سے اس تعلیم نے اس عقیدہ کو حل کر دیا کہ کیوں انسانیت میں قوی جذبات خیر و شر کے پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ عالم رؤیا میں بھی ان کے انوار یا ظلمتیں صاف اور صریح طور پر محسوس ہوتی ہیں۔ اس طرز محکم اور حقانی سے کسی اور کتاب نے بیان نہیں کیا اور زیادہ تر اعجاز کی صورت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بجز اس طریق کے ماننے کے اور کوئی بھی طریق بن نہیں پڑتا۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۸۳)

اس قسم کے بیانات حضرت مرزا صاحبؒ کی ہر کتاب اور ہر تقریر میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں، کہ ان کو جمع کرنے سے ایک مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم کی ایسی تعریف و توصیف لکھنے والا اس بات کا قائل ہے کہ یہ پاک کتاب گالیوں سے بھری ہوئی ہے پھر ان لوگوں سے کیا کہا جائے جو بغض و تعصب سے اندھے ہو کر اور سیاق و سباق کو چھوڑ کر کسی تحریر کا غلط مفہوم پیش کرنے سے نہیں جھجکتے، کاش ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو اور وہ خدا سے ڈر کر ایسی ناروا حرکات سے باز آ جائیں۔

* خرطوم [illegible]

اخبار و افکار

فتح یا موت ـــ کس کی؟

لائل پور کے ہفت روزہ لولاک (مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۰ء) میں مولانا منظور احمد چنیوٹی کا ایک مکتوب بعنوان "میری فتح مرزائیت کی موت ہے" شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے الیکشن میں اپنے مدمقابل کا ذکر کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

"یہ درست ہے کہ میرے مدمقابل کوئی مرزائی نہیں ہے لیکن حقیقت یہی کہ میرے مدمقابل پوری امت مرزائیت ہے، میری فتح مرزائیت کی شکست اور خدانخواستہ میری شکست مرزائیت کی فتح ہے۔ میری فتح و شکست ختم نبوت کے وقار کا مسئلہ ہے۔"

الیکشن کا فیصلہ مولانا کے سامنے ہے کیا ہم دریافت کر سکتے ہیں کہ فتح کس کی ہوئی اور شکست کس کی؟ ختم نبوت کا وقار تو بفضلہ تعالیٰ قائم ہے مولانا کے وقار کا مسئلہ البتہ قابل غور ہے۔

کافر جو کہتے تھے......

ایک سابقہ اشاعت میں ہم نے مکفر مولویوں کی احمدیوں کے خلاف پیہم کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے انتخابات میں ان کی شکست کے پیش نظر حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہامی شعر نقل کیا تھا ؎

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے گرفتار ہو گئے

ایک دوست کا کہنا ہے کہ اس شعر کی ایک دوسری قرأت بھی ہے ؎

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے نگونسار ہو گئے

موجودہ حالت تو صرف مکفرین کے نگونسار ہونے کی ہے، گرفتاری کی نوبت ابھی نہیں آئی، اس کے لئے آئندہ صورت حال کی انتظار کیجئے، جو عنقریب پیش آنے والی ہے۔

درخواست دُعا

ـــ میری اہلیہ گوجرانوالہ میں کافی عرصہ سے بیمار ہیں، کچھ افاقہ ضرور ہے۔ لیکن صحت نہیں، احباب سے صحت کاملہ عاجلہ کی درخواست ہے۔

خاکسار- غلام حسین مؤذن جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

ـــ گیا (بھارت) سے والدہ صاحبہ داؤد الرحمٰن اپنی صحت کے لئے دُعا کی خواستگار ہیں۔

ـــ احباب لاہور میں سے ...... شیخ غلام رسول صاحب اور قاضی سمیع اللہ صاحب بیمار ہیں انکی صحت کے لئے بھی دُعا کی جائے۔

سلطنت و حکومت قوم کی ہوتی ہے نہ کہ خلیفہ یا بادشاہ کی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی

خلفائے راشدینؓ کا جمہوری طرزِ حکومت۔ شخصی خلافت یا ملوکیت کی خرابیاں

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم۔ ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک فاعف عنھم واستغفرلھم وشاورھم فی الامر۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ ان اللہ یحب المتوکلین ——— (اٰل عمرانؔ: ۱۵۸) ———

خطبہ جمعہ

مؤرخہ یکم جنوری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیرِ قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

غلطی کرنیوالوں کی معافی کا حکم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں سے کچھ خطا ہو گئی۔ اس پر اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان کو معاف کر دیجئے گا۔ یہ بناوٹی معافی نہیں تھی۔ حضور صلعم نے فرمایا "وما انا من المتکلفین"۔ میں بناوٹ کی باتیں نہیں کیا کرتا۔ اور مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ بناوٹ کی باتیں کریں۔ مقصد کچھ اور ہو اور بیان کچھ اور کیا جائے۔ آپؐ رسول اللہ ہیں۔ بادشاہِ وقت ہیں۔ محبوبِ خدا بھی ہیں قوم آپؐ پر فدا ہے۔ باوجود اس کے فرمایا لو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک اگر آپؐ کی زبان میں تیزی ہو، کلام میں کرختگی ہو، تو قوم تتر بتر ہو جائے۔ اللہ تعالے نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیڈرشپ ... دیا ہے۔

وحی الٰہی اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہوتی تھی

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلعم کا جو خیال ہوتا تھا اس کے مطابق وحی اُترتی تھی اور اسے آپؐ اپنے الفاظ میں بیان کر دیتے تھے۔ قرآن کریم کی یہ آیات بتا رہی ہیں کہ آپؐ اپنے خیال سے یہ بات نہیں کہہ رہے کہ اگر تو سخت دل اور تلخ گو ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔ اس لئے جن لوگوں سے غلطی صادر ہوئی ہے انہیں معاف کر دیجئے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ واستغفر لھم اور جنابِ الٰہی سے ان کے لئے مغفرت طلب کیجئے۔

معاملاتِ سلطنت میں مشورہ کا حکم

اس سے بڑھ کر ایک اور حکم دیا ——— وشاورھم فی الامر۔ معاملاتِ سلطنت میں قوم سے مشورہ کر لیا کریں۔ یہ غور طلب امر ہے کہ ایک طرف قوم کو حکم دیا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ خدا کی اطاعت کے ساتھ رسولؐ کی بھی اطاعت ضروری ہے اور دوسری طرف قوم سے مشورہ کا حکم دیا جاتا ہے۔ جس شخص کا یہ مقام ہو کہ اللہ تعالے کی اطاعت کے ساتھ اس کی اطاعت بھی ضروری ہے اسے قوم سے مشورہ لینے کی کیا حاجت ہے، یہ اس لئے کہ امورِ سلطنت میں قوم کو تربیت حاصل ہو۔

سلطنت قوم کی ہوتی ہے نہ کہ کسی ایک فرد کی۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے حکم کے رو سے خدا اور رسولؐ میں فرق نظر نہیں آتا۔ اس مقام و مرتبہ اور اس عظمت و شوکت کے ہوتے ہوئے فرمایا کہ معاملاتِ سلطنت میں قوم سے مشورہ کیا کریں اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ سلطنت کے امور آخر قوم نے سر انجام دینے ہیں اور حقیقت میں سلطنت قوم کی ہوتی ہے جیساکہ دوسری جگہ اسی بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے فرمایا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا یعنی یاد رکھو خدا کی یہ عظیم الشان نعمت ہے کہ خدا نے تم میں پیغمبر و ہادی مبعوث کئے اور تم کو بادشاہ بنایا۔

اس آیت کے اندر دو نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے سب سے عظیم المرتبہ نعمت یہ ہے کہ ہم تم میں وقتاً فوقتاً تمہاری رشد و ہدایت کے لئے نبی و رسول مبعوث کرتے رہے ہیں۔ تاکہ تمہارے قلوب کو روحانی خوراک میسر آئے اور دوسری نعمت یہ ہے وجعلکم ملوکا۔ تم میں سے کسی ایک فرد کو نہیں بلکہ ساری قوم کو ہم نے بادشاہ بنایا ہے اس میں فرمایا ہے کہ بادشاہت قوم کی ہوتی ہے شریعت انبیاء و رسل لاتے ہیں۔ لیکن امورِ سلطنت قوم کے مشورہ سے سر انجام پانے چاہئیں اس سے قوم کے اخلاق کی آبیاری اور اس کے شعور کی تربیت ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم بادشاہ ہیں، سیاہ و سفید کے مالک ہیں محبوبِ خدا ہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالے فرماتا ہے وشاورھم فی الامر قوم سے مشورہ ضروری ہے۔ جب مشورہ لیا جائے تو قوم سمجھتی ہے کہ یہ سلطنت ہماری ہے۔ اس حالت میں قوم کے افراد دل و جان سے سلطنت کے امور میں دلچسپی لیتے ہیں۔

قوم سے حضور صلعم کا پہلا مشورہ

حضرتؐ نے اس حکمِ خداوندی کی تعمیل میں پہلی دفعہ مشورہ جنگِ بدر کے موقعہ پر کیا۔ یہ نہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہو کہ ہم حکم دیتے ہیں بلکہ آپؐ مشورہ کرتے ہیں تاکہ قوم کا ارادہ اور آمادگی معلوم ہو اور وہ دل و جان سے جنگ میں شامل ہوں۔ اگر آپؐ حکم دیتے تو بھی قوم کی قوم سب جمع ہو جاتی لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ مہاجرین اور انصار جمع ہو جائیں اور آپس میں مشورہ کریں، چنانچہ سب نے مل کر عرض کی کہ ہم جنگ کے لئے بالکل تیار ہیں۔ مہاجرین نے جب میدان میں اُترنے کی تڑپ دکھائی تو اس کے بعد حضورؐ نے انصار سے مشورہ لینا ضروری سمجھا۔ آپؐ مشورے کی یہ طرز اختیار نہیں کرتے کہ چند اشخاص سے تائیدِ امر حاصل ہو جانے پر فیصلہ صادر فرما دیتے۔ مشورے کا یہ طریق صحیح نہیں بلکہ یہ بے ایمانی ہے۔ حضور صلعم مہاجر اور انصار ہر دو سے مشورہ لیتے ہیں اور جب دونوں کے خیال کی ہم آہنگی اور دونوں کی رائے کی یک جہتی دیکھتے ہیں تو اس پر عمل کرتے ہیں۔

موجودہ گدی نشینوں کا طریق مشورہ

یہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کا طریق، لیکن آج پیروں، گدی نشینوں اور خلیفوں نے اس تعلیم کو بگاڑ دیا ہے، اور وہ اپنا ارادہ قوم پر مسلط کرتے ہیں، انہیں اُسوۂ رسولؐ بھول جاتا ہے۔

لیڈر کے ساتھ قوم کا دلی تعاون ضروری ہے

حضرت نبی کریم صلعم جب مشورہ کرتے ہیں تو قوم کہتی ہے حضورؐ! ہم آپؐ کے حکم کی فرمانبرداری کے لئے تیار ہیں۔ آپؐ حکم کریں تو ہم سمندر میں بھی چھلانگ لگا دیں گے۔ جب تک کسی لیڈر کے ساتھ قوم کا دلی تعاون نہ ہو اس وقت تک برکت نازل نہیں ہوتی۔

کمزوری کے باوجود مسلمانوں کی فتح اور قیدیوں کے متعلق مشورہ

لیکن جس قوم کے اندر مرنے مارنے کا ارادہ ہو وہ کمزوری اور کمی کے باوجود فتح پاتی ہے۔ اس جنگ میں قریش کے بڑے بڑے آدمی مارے گئے۔ اور بہت سے قیدی بنا لئے گئے۔ پہلا

اختتام جنگ پر بھی آپؐ قوم سے مشورہ طلب کرتے ہیں کہ ان قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے حضرت عمر فاروقؓ کا اپنا مزاج تھا وہ کہنے لگے کہ عباسؓ قیدی ہو کر آئے ہیں جو حمزہؓ کے اور آپؐ کے چچا ہیں۔ حمزہؓ انھیں اور اپنے چچا کو قتل کر دیں۔ علیؓ انھیں اور اپنے چچازاد بھائی عقیلؓ کو ذبح کر ڈالیں۔ اس پر کسی نے بدظنی نہیں کی کہ عمرؓ منافق ہیں اور قوم کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی اس رائے کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کا مزاج اور قسم کا تھا، انہوں نے کہا کہ یہ لوگ جو قیدی ہو کر آئے ہیں ہماری ہی قوم کا ایک حصہ ہیں انہیں معاف کر دیجئے، کل یہ مسلمان ہو کر ہمارے دست و بازو بنیں گے۔ غرض حضور اکرم صلعم نے جنگ کی ابتداء میں بھی قوم سے مشورہ لیا، اور جنگ کی انتہا پر بھی مشورہ لیا، مشورہ میں برکت ہوتی ہے۔

مسلمانوں کو امورِ سلطنت میں مشورہ کا حکم

جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشورہ کرنے کا حکم ہے وہاں مسلمانوں کو بھی حکم ہے امرھم شوریٰ بینھم کہ حکم الٰہی شاورھم فی الامر کی تعمیل کرتے ہوئے حضورؐ نے قوم کی تربیت فرمائی

عرب کے ماحول کے خلاف جمہوری طرزِ حکومت کی بنیاد

اس زمانہ میں جمہوری طرزِ حکومت کسی کے خیال میں بھی نہ آسکتی تھی۔ عرب کے اردگرد کا ماحول پارلیمنٹری حکومت کے بالکل خلاف تھا۔ مصر میں فرعون کی حکومت تھی (فرعون وہاں کے بادشاہ کا خطاب تھا) ایران میں بادشاہ کو سجدے کئے جاتے تھے، شام میں ملوکیت و شہنشاہیت تھی، چاروں طرف فرعونیت ہی فرعونیت تھی یہ ماحول تو اس امر کا متقاضی تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا بنا دیا جاتا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماحول اور اس قوم سے متاثر نہیں ہوئے۔ اس ماحول کے بالکل برخلاف حضور اکرم صلعم جمہوری حکومت قائم کرتے ہیں اسلام نے مسلمانوں کو رہبانیت نہیں سکھائی۔ وہ لوگ جو دنیا چھوڑ جاتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھ جاتے ہیں ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ حضور اکرم صلعم بادشاہِ وقت ہیں خزائن کے مالک ہیں۔ سلطنت و حکومت حضورؐ نے زورِ بازو سے حاصل کی ہے۔ جنگ میں خود زخمی ہوتے ہیں۔ اس راہ میں حمزہؓ اور جعفرؓ کو شہید کروا دیتے ہیں۔ علیؓ کو خطرناک زخم آتے ہیں۔ تختِ حکومت بڑی قربانیوں کے بعد آپؐ کو ملتا ہے، لیکن فرماتے ہیں کہ حکومت قوم کی ہے، اور امورِ سلطنت قوم کے مشورہ سے انجام پائیں گے۔ حضرت صلعم یہ نہیں کرتے کہ دو تین جاگیریں اپنے اعزہ و اقارب میں بانٹ دیں نہ علیؓ کے لئے جاگیر ہے نہ فاطمہؓ کے لئے حکومت میں حصہ ہے اور نہ حسنؓ و حسینؓ کے لئے کوئی وراثت مخصوص ہے، بلکہ سلطنت کا مالک ساری قوم کو بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا۔ ہم نے تم میں سے بعض کو نبی بنایا ہے۔ وہ تمہارے قلب و نظر کی تہذیب و تربیت کرتے ہیں۔ و جعلکم ملوکا اور تم کو بادشاہ بنایا ہے

مطلق العنان بادشاہوں کا طریقِ زندگی

یہ اس وقت فرمایا جب عرب کے اردگرد بسنے چاروں طرف مطلق العنان بادشاہ تھے۔ ان کی تعظیم کی جاتی تھی، ان کا جاہ و جلال تھا۔ وہ سلطنت کے خزانے اپنی ذات پر صرف کر دیتے تھے۔ اس زمانہ میں بھی انگلستان کی ملکہ الزبتھ کے لئے بڑا لمبا چوڑا محل ہے۔ اس کے سیر کرنے کے لئے سواریاں ہیں۔ ہر طرح کی ورزش کرنے کے سامان ہیں۔ ملکہ اس محل میں میلوں سیر کرتی ہے موسم گرما میں تیرنے کے لئے تالاب ہے۔ طرح طرح کی سواریاں ہیں، ہزاروں خدام ہیں، باڈی گارڈ ہیں کئی لاکھ یا کروڑ کا بجٹ ہے۔

پہلا شخص جس نے جمہوریت کی بنیاد رکھی

اس کے خلاف حضرت نبی کریم صلعم اپنی ذات پر کچھ خرچ نہیں کرتے کیونکہ خزانہ قوم کا ہے۔ عالم انسانیت کی تاریخ میں پہلا شخص جس نے جمہوریت کی بنیاد رکھی وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپؐ نے اپنے ماحول اور بادشاہوں کے طرزِ حکومت کے خلاف اس وقت پارلیمنٹری حکومت قائم کی جب کسی کو اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

یورپ کی اور اسلامی پارلیمنٹری حکومت میں فرق

ان کو دیکھ کر یورپ کی رعایا نے بھی جمہوریت حاصل کرنا چاہی۔ اس کے لئے بڑی بڑی لڑائیاں لڑی گئیں اور بڑی تباہیاں ہوئیں۔ بڑے بڑے قیمتی آدمی مارے گئے۔ بالآخر مجبور ہو کر بادشاہوں نے پارلیمنٹری حکومت اختیار کی کتنا بڑا فرق ہے حضور صلعم کی قائم کردہ پارلیمنٹری حکومت میں اور یورپ کی پارلیمنٹری حکومت میں، حضور نے اپنے ارادے سے ہی پارلیمنٹری طرزِ حکومت قائم کی تھی اس میں رعایا کی خواہش کا کوئی دخل نہ تھا، مگر یورپ کے بادشاہوں نے رعایا کی درخواست پر بھی کان نہ دھرا۔ بلکہ رعایا کو بادشاہ کے خلاف جنگیں کرنی پڑیں۔

جمہوری طرزِ حکومت کے فوائد

یہ بہت بڑی نعمت ہے جو حضورؐ نے انسانیت کو عطا کی۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں رحمۃ للعالمین فرمایا ہے مشورہ سے قوم کے ذہن بالغ ہوتے ہیں۔ قوم میں اعتماد اور بھروسہ پرورش پاتا ہے۔ انگلستان کی یونیورسٹی کا پڑھا لکھا شخص اپنے آپ کو قوم کا ایک ذمہ دار شہری تصور کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ قوم کے اندر بڑے بڑے لیڈر ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے ناظم و نامور لوگوں نے جنم لیا ہے۔ یہ سب پارلیمنٹری حکومت کی خصوصیتیں ہیں۔ اس قسم کی حکومت میں کئی غریب آدمی اونچے اونچے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ اس نافع الناس سلطنت کے قائم کرنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور اکرم صلعم کا احسان اقوام عالم پر ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا طریق کار۔

صحابہ کرامؓ نے بھی اس اسوہ حسنہ پر عمل کیا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے یہ قیمتی اعلان کیا۔ ولیت امرکم ولست بخیرکم اطیعونی ما اطعت اللہ و رسولہ۔ اللہ اکبر! یہ کیا کلچر ہے۔ قوم ایک شخص کو بادشاہ بناتی ہے، اور وہ کہتا ہے بھئی! تم نے مجھے اپنا بادشاہ تو بنا لیا ہے لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ جب تک قرآن و سنت کے مطابق کام کرتا رہوں تو تم میرا ہاتھ بٹاؤ اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم مجھے سیدھا کر دو۔

پھر حضرت عمرؓ جیسے عظیم الشان انسان جب خلافت پر متمکن ہوتے ہیں تو انہوں نے بھی یہ اعلان کیا من وجد منی عوجا فلیقومہ سنو لوگو! اگر کوئی شخص مجھ میں کوئی کجروی اور ٹیڑھاپن پائے تو اس کا فرض ہے کہ اسے دور کر دے۔ اس طرح حاکم و محکوم کے درمیان توازن پیدا کر دیا گیا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ قوم خلیفہ اور حاکم سے اس کے اعمال کے متعلق باز پرس کر سکتی ہے اور اگر وہ غلط روش اختیار کرے تو قوم کے سامنے جوابدہ ہے۔

خلافت اور ملوکیت

لیکن جب خلافتِ راشدہؓ کی جگہ ملوکیت پیدا ہوئی تو آپ کو پتہ ہے کہ ذاتی خواہشات و مفادات کی پرورش ہونے لگی، حکومت شخصی بن گئی، سلطنت کا روپیہ نام نہاد خلیفہ پر صرف ہونے لگا۔ جو بھی خلیفے بعد میں ہوتے رہے۔ انہوں نے اپنی جائیدادیں بنالیں۔ اور حضور نبی کریم صلعم اور خلفاء راشدینؓ کے طریق خلافت کو چھوڑ دیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شخصی حکومت کی تمام خرابیاں عود کر آئیں۔ یہ خلافت، خلافتِ رسول نہیں ہے **ایسا خلیفہ نام کا خلیفہ ہوتا ہے حقیقتاً وہ خلیفہ نہیں وہ قوم کے اموال کا مالک بن بیٹھتا ہے اس کے لئے سواریاں ہوتی ہیں اس کی زمین باغ اور جائیداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس کے لئے خدام اور باڈی گارڈ ہوتے ہیں، خلفائے راشدینؓ کی خلافت بےنفسی کی خلافت تھی اور یہ خلیفے اپنے نفس کے غلام ہیں**

خلفائے راشدینؓ رضائے الٰہی کے حصول اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرنا اپنا فرض گردانتے تھے۔ انہوں نے اپنی شان و شوکت کے بڑھانے کا کبھی خیال نہیں کیا۔ انہوں نے قوم کے اموال پر قبضہ نہیں کیا یہ ہے قرآن کریم کی تعلیم جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی جس پر حضور اکرمؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے عمل کر کے دکھایا اور اس کی برکات دنیا میں پھیلانے کا موجب بنے۔ معلوم ہوا کہ سلطنت و حکومت قوم کی ہوتی ہے نہ کہ بادشاہ یا نام نہاد خلیفہ کی۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ لوگ ان حالات کو دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتے ہیں۔ اور دسا

> قارئین کرام ہفت روزہ پیغام صلح کا سالِ نو کا چندہ پیشگی روانہ فرما کر مشکور فرمائیں۔

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ احمدیت میں

ایک قلیل و بے سروسامان مگر حق پرست جماعت کا غلبہ کثیر گروہوں پر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی سالانہ کارگذاریوں کا جائزہ

جو ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری نے ۲۶ر دسمبر ۱۹۷۰ء کو انجمن کے جلسہ سالانہ میں پیش کیا

حضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمد للہ! آج ہم پھر یہاں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ستاونویں سالانہ اجلاس کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و تشکر کے جذبات سے ہماری گردنیں خم ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے یہ توفیق بخشی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

حضرات! یہ دور جیسے کہ آپ کو علم ہے دین اسلام کے لئے نشأۃ ثانیہ کا دور ہے جس میں صدیوں کے زوال و انحطاط کے بعد پھر سے اس کا ابھرنا اور غلبہ پانا مشیت ایزدی سے مقدر ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس دور کے بارے میں الٰہی نوشتوں پیشن گوئیاں موجود ہیں۔ جو اب ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔ ہمارے قلوب اس نورِ یقین سے بکلی لبریز ہیں۔ کہ یہ یقیناً وہی موعود ایام ہیں جن میں دین اسلام کا ایک مرتبہ پھر پہلا سا عروج و غلبہ ہونے والا ہے۔ بلکہ بقول مسٹر محمد مارماڈیوک پکھتال اور لارڈ ہیڈلے اس کے آثار بالخصوص مغربی دنیا میں بھی نظر آ رہے ہیں۔ یہ فتح و غلبہ کا یقین کم و بیش ہر مسلمان کے قلب میں موجود ہے۔ مگر جس روشنی اور وضاحت سے احمدیوں کے قلوب اس نورِ ایمان سے منور ہیں وہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ اور دوست دشمن اس امر کے لئے رطب اللسان ہیں کہ اس زمانہ میں مغرب و مشرق، یورپ و امریکہ، چہار اطراف عالم میں احمدی ہی سب سے بڑے کامیاب مبلغ اسلام ہیں۔ اس کی وجوہ بھی ظاہر ہیں۔

عروج اسلام کا یہ یقین احمدی قلوب میں آسمان سے پیدا شدہ ہے۔ نیز جس طریق کار سے [illegible] مقدر ہے۔ اس کے کاری حربے بھی صرف احمدیوں کے پاس موجود ہیں۔ اس یقین کا نفوذ اور ان حربوں کا استعمال اب دیگر مسلمان جماعتوں میں تدریجاً ہو رہا ہے۔ چنانچہ چند ایک شواہد پیش ہیں:—

آج علم و سائنس اور مادیت کے دور میں مذاہب کی بنیادیں ہی ہل گئی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات سے دنیا اگر قولاً نہیں تو فعلاً منکر ہو چکی ہے اور ملت اسلامیہ بھی اس سے شدید متاثر ہوئی ہے۔ دین کی بنیادوں پر سے اس کھوئے ہوئے ایمان کو دوبارہ اسی شخص سے روحانی تعلق کے ذریعے پیدا کرنا ممکن ہے جس نے خدا سے کامل مکالمہ مخاطبہ کے ذریعے اس کے وجود اور صفات پر اپنی ذاتی شہادت پیش کی ہو۔ اور وہ منکرین پر اپنے خدائی نشانات کے ذریعے اتمام حجت کر چکا ہو۔ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات پر از روئے شواہد و بیّنات یقین پر قائم ہونے والا اس زمانہ میں بجز احمدیوں کے اور کون ہو سکتا ہے کہ جن کے نزدیک اس زمانہ میں حضرت خاتم النبیینؐ کے کے ایک کامل متبع سے خدا تعالیٰ ہم کلام ہوا۔ پس جو اصحاب زندہ خدا کی زندہ شہادت پر یقین لے آئے ہیں۔ انہی کے قلوب میں خدا کے انکار کی بجائے ایمان زندہ ہے وہی لوگ عملی زندگی میں ان ہتھیاروں کو کامیابی سے استعمال کر سکتے ہیں جن کے کارگر ہونے کا آسمانی یقین ان کے قلوب میں موجود ہے۔ اسی لئے ایک دنیا شاہد ہے کہ جس طرح احمدیوں نے تبلیغ اسلام کے میدان میں عظیم کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئیں۔

عروج اسلام کا حتمی یقین

موجودہ دور میں نشأۃ ثانیہ پر یقین پیدا کرنے کے لئے دو بنیادی امور پر قائم ہونا ضروری ہے۔ اوّلاً یہ کہ حقیقی مفہوم میں اسلام پر دین کامل ہو چکا ہے قرآن کریم کے بعد نہ کسی نئی ہدایت کی ضرورت ہے اور نہ ہی حضرت خاتم الانبیاء صلعم کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کی ضرورت ہے۔ دین اسلام اپنے اصلی روپ میں وہی ہے جو آنحضرت صلعم پر نازل ہو چکا۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کی اعتقادی و عملی اصلاح اور زمانے کے بدلے ہوئے تقاضوں کے باعث جہادِ زمانہ میں تبدیلی متقاضی ہے کہ اس اُمت میں حضرت نبی کریم صلعم کے کامل متبعین خدا تعالیٰ سے مامور و مجدد ہو کر مبعوث ہوا کریں تاکہ نئے تقاضوں میں نئے ایمان و یقین نئے جوش و ولولہ کو پیدا کر سکیں۔ چنانچہ انہی دو بنیادی امور پر احمدی قائم ہیں۔ یعنے یہ کہ دین اسلام، کتاب اللہ، حضور رسالتمآب صلعم سب وہی ہیں جو پہلے تھے مگر موجودہ دور میں مسلمانوں میں نئے تقاضوں کے تحت نئے ایمان و یقین، اور نئے جوش عمل، نئے اندازِ فکر اور نئے ہتھیاروں کی حاجت درپیش ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کو اس زمانہ کا مامور و مجدد بنا کر اپنی جانب سے مبعوث کیا ہے۔ شومئی قسمت! کہ اگر مسلمانوں میں سے ایک بڑا طبقہ مجدد وقت کو قبول نہیں کر سکا تو خود مجدد کے اپنے پیروؤں کے ایک گروہ نے بھی ایسے معتقدات اور روش کو اختیار کر لیا ہے کہ جس سے یہ شبہ پیدا ہو جانا قدرتی امر ہے کہ احمدیوں نے کوئی نیا دین، نیا نبی یا نئی اُمت بنا لئے ہیں۔ حالانکہ دونوں بنیادی اصول لازم و ملزوم ہیں، دین کی تکمیل اور ختم وحی نبوت کے معنے یہ نہیں کہ اب حفاظت و اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ کی ہمکلامی یا وحی ولایت بند ہے بلکہ برعکس اس کے خود تکمیل و حفاظت دین کا صحیح تقاضا یہی ہے کہ مجدد و مامور مبعوث ہوں۔ دوسری طرف تجدید و اصلاح کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ دین اسلام نامکمل ہے یا یہ کہ اُمتِ مُسلمہ کی قیادت و تنظیم کے لئے کسی ایسے نئے نبی یا روحانی قائد کی حاجت ہے جو حضرت ختم رسالتمآب صلعم سے الگ ہو کر اپنی خود مختارانہ حیثیت قائم کرنے والا یا الگ اُمت بنانے والا ہو۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مجدد زمانؑ کے پیروؤں کا ایک گروہ کیسے اجرائے نبوت اور تکفیرِ کلمہ گویاں ایسی خطرناک تعلیمات کا قائل ہو گیا؟ اس کا سارا باعث یہ عقیدہ ہوا کہ غیر مامور خلیفہ یا امیر جماعت کو مامورانہ حیثیت دے دی گئی اور خود جماعت کا منتخب کردہ "خلیفہ" "معصوم عن الخطاء و غیر مسئول آمر مطلق بنا لیا گیا ہے۔ نیز تنظیم جماعت کا اساسی اصول یہ قرار دیا گیا ہے کہ خلیفہ پر سچے اعتراض کرنے والا بھی جہنمی ہے۔ بیعت خلافت نہ کرنے والے اصحاب پر منافقت اور ابلیس ہونے اور خارج از جماعت کے فتوے لگا کر ان کو بائیکاٹ کا مستحق قرار دیا گیا اور ان پر ہر قسم کے ظلم و جور روا رکھے جاتے ہیں۔ جو شخص بھی تاریخ احمدیہ پر غور کرے گا اس پر یہ امر بکلی واضح ہو جائے گا کہ اگر یہ گمراہ کن مسلک اختیار نہ کیا جاتا کہ غیر مامور خلیفہ جماعت کے سامنے جواب دہ نہیں ہے تو ان غلط معتقدات و اعمال کی نوبت ہی نہ آتی جس کو بالآخر "خلیفہ" کو منیر عدالت میں رجوع کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ اسی طرح خلیفہ ثانی" نے جب یہ وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد طریق انتخاب اسلامی جمہوریت کی بجائے عیسائیوں کے پوپ کی مانند ہو تو اس سراسر باطل اصول کو بھی جماعت قطعاً قبول نہ کرتی اگر اس میں صحیح آزادئ فکر و نظر برقرار ہوتی!

جماعتِ احمدیہ لاہور کے عقائد اور اصولِ تنظیم ہی صحیح ثابت ہوئے

خدا تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ حضرت مجدد وقتؑ کی جماعت کا ایک حصہ نہ صرف تعلیم اور تنظیم کے باطل اصولوں کو قبول کرنے سے محفوظ رہا بلکہ ان کے برخلاف اس نے علمِ جہاد بلند کیا۔ نصف صدی کے حوادث نے آج ان امورِ حقہ کی صداقت ثابت کر دی ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا اگر اپنی تعلیم کی غلطی کا اعتراف خود خلیفہ نے عدالت میں برملا کیا تو ربوہ کی تنظیم کی غلطی پر موجودہ ملکی انتخابات نے مہرِ صداقت ثبت کر دی ہے۔ ان تازہ انتخابات سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا ہے کہ اس نئی مملکتِ اسلامیہ میں جہاں ایک طرف تکفیر کا نعرہ بلند کرنے والے ناکام ہیں وہاں اسی طرح دوسری طرف دولت و اقتدار یا اسلام کا نام لے کر آمرانہ قیادت کرنے والے بھی عوام کو ناقابلِ قبول ہیں۔ قوتِ اخوتِ عوام نے ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی مساوات کی رُوح بیداری کی انگڑائیاں لے رہی ہے اور وہ نہ تو تکفیر کا انتشار انگیز عقیدہ کسی قیمت یا کسی کے کہنے پر تسلیم کرے گی۔ اور نہ ہی غیر مسئول و خود غرضانہ مطلق العنان قیادت برداشت کرے گی۔ یہ تاریخی موڑ حقیقتاً اسلامی اتحاد اور صحیح اسلامی تنظیم کی طرف ایک بڑھتا ہوا اقدام ہے اور یہی وہ تعلیم و تلقین اور مسلک و روش ہے جو آپ کی جماعت لاہور کا نہ صرف طرۂ امتیاز رہا ہے بلکہ جسے آپ کی جماعت نے حضرت مجددِ وقتؑ کی سچی پیروی میں بطور ماٹو اختیار کیا ہوا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے آثار

حضرت مجددِ زمان مسیحِ دوراں علیہ السلام کی صداقت اور آپؑ کے منجانب اللہ صادق انسان ہونے کے ثبوت بھی ہماری موجودہ ملکی سیاست میں موجود ہیں۔ اس بارے میں نہایت مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد، تجھے خوشخبری ہو کہ عنقریب محمدیوں کا قدم ایک بلند مینار پر قائم ہونے والا ہے۔ چنانچہ اس مژدۂ الٰہی کے مطابق پاکستان کی سلطنت معرضِ وجود میں آئی۔ پھر دوسرا الہام یہ ہے:

چوں دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

جب نئی سلطنت کی بنا ڈالی جائے تو یاد رکھو کہ برائے نام مسلمان کہلانے والوں کو سچا مسلمان بنانے کا فریضہ اختیار کرنا نہایت ضروری و لازم ہے۔ اب صحیح طریق پر پہلا قدم یہی ہونا لازم ہے **کہ ہر کلمہ گو کو دائرہ اخوت کا فرد سمجھا جائے اور کسی کلمہ گو کو فروعی اختلافات کی بناء پر اسلام سے خارج اور کافر قرار نہ دیا جائے پس حالیہ انتخابات نے اس الہامِ الٰہی کے مطابق قومی اتحاد کی طرف بھی یہ زبردست قدم اُٹھا لیا ہے۔ اور تمام** کفر باز جماعتوں کو عوام نے رد کر دیا ہے یہ امر بھی حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتلا دیا گیا تھا۔ جیسے یہ الہام ہوا:-

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ؛ کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے

(اسلام کا نام لے کر مسلمانوں کو کافر بنانے والے جملہ قائدین اب عوام کے نزدیک قابلِ قبول نہیں رہے۔ نیز وہ تمام سابقہ لیڈر جو دولت یا حکومت یا اسلام کے نام کے بل بوتے پر عوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ناقابلِ اعتماد قرار دیئے گئے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ پاکستانی افواج نے جو قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں ان کا ذکر بھی حضرت اقدسؑ کے الہامات میں ان الفاظ میں بار بار آیا ہے۔ انی مع الافواج اتیک بغتۃ (میں افواج کے ساتھ اچانک آؤں گا) صحیح اسلامی حکومت یا خلافت کا خلاصہ بھی انہی دو امور میں مرتکز ہو کر رہ جاتا ہے۔ قومی اتحاد کا نقطۂ نگاہ کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے نیز اقتدار حکومت کا سچا اہل وہ ہے جو عوام کی بہبود و بھلائی کا نظام قائم کرنے والا ہے نہ کہ وہ جو مطلق العنان اور آمرانہ جبر و استبداد کا نظام قائم کرنے والا اور طالب جاہ و حشم اور سیم و زر کا جمع کرنے والا ہو۔ خلافت راشدہ کے دور میں ہمیں یہ دونوں امور نمایاں نظر آتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نہ صرف خلفاء کو معصوم عن الخطاء تسلیم نہ کرایا بلکہ یہ اصول خود قولاً و عملاً قائم کیا کہ خلیفۂ وقت، قوم کے سامنے جوابدہ ہے اور اس کی اطاعت اسی وقت تک واجب ہے جب تک وہ خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہو۔ اگر وہ فرمودۂ خدا اور رسولؐ کی اتباع سے انحراف کر کے جبر و استبداد سے مسلمانوں کی صحیح آزادی سلب کر لے تو اسے راہِ راست پر لانے کی سعی کی جائے .... اور اس کی اطاعت ہرگز نہ کی جائے۔

نوشتۂ دیوار اور مامورِ وقتؑ کی صداقت و فراست۔

آج ان تازہ ترین حالات میں جہاں ہماری جماعت احمدیہ لاہور کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور شکر و حمد کے سجدات بجا لانے کی ضرورت ہے کہ اس نے اپنی کمال قدرت **سے ایسے واقعات پیدا کر دیئے جس سے اس جماعت کے موقف و مسلک کی سچائی** ثابت ہو گئی وہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ وہ اصحاب ان واقعات سے درسِ عبرت حاصل کریں جو قیادت کا لبادہ اوڑھ کر حقیقتاً **اپنی نفسانی اغراض کی تکمیل اور مطلق آمریت و استبداد کی راہیں قائم اور تلاش کرتے ہیں۔ یہ اصحاب چاہے دنیاوی لیڈروں** کی شکل میں قوم کے سامنے آئیں یا چاہے یہ علماء اور پیروں کی خاندانی گدی نشینوں کی صورت میں ظاہر ہوں، اب رفتار زمانہ کو پہچان کر خدا کے حضور توبہ کریں اور صرف قوم کی سچی و صحیح خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر میدانِ عمل میں آئیں۔ بقول شاعر ؎

سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

خدا تعالیٰ نے بھی اپنی پاک کتاب میں یہی اصول ہمارے سامنے رکھا ہے مثلاً فرمایا ہے:

كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء توتي اكلها كل حين باذن ربها ...... ومثل كلمة خبيثة كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار۔

پاک تعلیم اور پاک ارادے خدا تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول اور مستقل و دائمی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ ثمرور ہوتے ہیں۔ مگر اس کے **برخلاف نفسانی اغراض پر مبنی باطل تنظیمیں آئے دن تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور رد کر دی جاتی ہیں۔**

میں آپ لوگوں کو مبارک باد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ نے حضرت مجدد وقتؑ کی الوہیت کی اتباع میں اتحاد و تنظیم قوم کے جن صحیح اصولوں کے احیاء پر اپنی قوت و طاقت خرچ کی ہے وہی خدا کی نگاہ میں مقبول ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس سال کی سالانہ رپورٹ کے مفصل مطالعہ سے بھی آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہماری قلیل جماعت کس طرح ہر میدان میں ترقی کے راستہ پر گامزن ہے **یقیناً اگر ہماری جماعت آئندہ بھی اتحاد اور جمہوریت اسلامی کے اصولوں پر** قائم و دائم رہی، اور تکفیر و آمرانہ قیادت کے نظام کے خلاف مصروفِ جہاد رہی تو وہ وقت دور نہیں جب خدا تعالیٰ کی باتیں بھی واقعات کے رنگ میں پوری ہوتی ہم دیکھ لیں گے یعنی: **كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله**

اکثر مرتبہ قلیل گروہ کثیر گروہ پر غالب آ جایا کرتا ہے۔ نیز اس الہام کو کہ "میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا، اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

پورا ہوتا بھی دیکھ لیں۔ اس وقت یہ امر بھی عیاں ہو جائے گا کہ نشاۂ ثانیہ اسلامیہ کے بارے میں قدرتِ ثانیہ کی مستحق کون سی جماعت ہے جو انتہائی بے سر و سامانی کے عالم میں ۱۹۱۴ء میں قائم ہوئی وہ یہی جماعت ہے جس نے مغرب میں تبلیغ اسلام اور ترویج علوم قرآن کی ابتداء کی۔ وہ یہی واحد جماعت ہے کہ جس نے **باوجود شدید مخالفت کے اتحادِ کلمہ گویاں، ختمِ نبوت اور آزادیٔ ضمیر اور جمہوری نظام کے قیام کے اُصولوں کو اپنائے رکھا ہے۔**

کیا ایسی عدیم المثال جماعت خدا کے نزدیک ناکام ہو جانے والی ہے؟ ہرگز نہیں ــــ!

خدا تعالیٰ دُنیا کو اپنی دوسری یہی قدرت دکھانا چاہتا ہے کہ کس طرح ایک قلیل و بے سر و سامان مگر حق پرست جماعت کثیر گروہوں پر غلبہ پاتی ہے۔

واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ط

پیغامِ صلح کے متعلق خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان

پیغامِ احمدیت

کتاب "قادیانی مذہب" کے اعتراضات پر تبصرہ

فصل ساتویں قسط نمبر ۱

(۳۷) معلومات کی وسعت (۱)

فصل ساتویں ۔ صفحہ ۳۶۹

خلاصہ اعتراض

"تاریخ کو دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا تھا"

پیغام صلح صـ ۱۹

تاریخ سے اتنی ناواقفیت ۔ سب کو معلوم ہے آنحضرت کی ولادت سے قبل ہی حضرتؐ کے والد رحلت فرما چکے تھے۔

"آپ کے والد ماجد کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکم مادر میں تھے کہ ان کی وفات ہو گئی اور بعض آپؐ کے تولد سے ... بتاتے ہیں ۔ لیکن پہلا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے ۔ دوسرے قول کے مطابق آپ کے والد ماجد آپ کی پیدائش کے سات ماہ بعد فوت ہو گئے"

(زادالمعاد مصنفہ علامہ حافظ ابن قیم مترجمہ سید رئیس احمد جعفری ۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۔ حصہ اول صـ ۶۲)

معلوم ہوا کہ مسئلہ زیر بحث میں دو اقوال ہیں اگر حضرت اقدسؑ نے دوسرے قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد آپ کی پیدائش کے بعد فوت ہوئے تھے تو کونسا غضب ہو گیا۔

(۳۷) معلومات کی وسعت (۲)

فصل ساتویں ۔ صفحہ ۳۷۰

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

"تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے"

(حقیقۃ المعرفت صـ ۲۸۶)

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل اولاد بھی گیارہ نہ تھی ۔ مرزا صاحب کی تاریخ سب سے جدا معلوم ہوتی ہے (برنی)

زرقانی میں لکھا ہے کہ رسول کریم صلعم کے "صاحبزادوں کی تعداد میں سخت اختلاف ہے ۔ مجموعی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے جن میں قاسم اور ابراہیم پر تمام راویوں کا اتفاق ہے" (زرقانی صـ ۲۲۱ بحوالہ سیرت النبی تالیف علامہ شبلی نعمانی حصہ اول جلد دوم صـ ۳۳۷ تاریخ اشاعت ۱۹۲۰ء)

"مواہب لدنیہ نے دار قطنی سے نقل کیا ہے ۔ کہ طیب وطاہر عبداللہ کے سوا ہیں ۔ اس بنا پر صاحبزادگان کی تعداد پانچ ہو جاتی ہے اور کل تعداد نو ہوتی ہے ۔ اور بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ طیب و مطیب ایک حمل سے اور طیب و طاہر دوسرے حمل سے متولد ہوئے ۔ اس قول کو صاحب صفوۃ نے بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے کل تعداد گیارہ بن جاتی ہے ۔ بعض سے منقول ہے کہ حضور اکرمؐ کی بعثت سے قبل ایک فرزند رسول متولد ہوا تھا اور اس کا نام عبد مناف رکھا گیا تھا ۔ اس طرح تعداد بارہ ہو جاتی ہے ۔ بجز عبد مناف کے سب کے سب عہد اسلام میں پیدا ہوئے اور ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ کے سوا سب کے سب فرزندان عہد اسلام سے پہلے پیدا ہوئے اور سب نے شیر خوارگی کے زمانہ میں وفات پائی"

(بحوالہ مدارج النبوت (اردو) حصہ دوم صفحہ ۷۷۱ ۔ مؤلفہ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔ ترجمہ الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی ۱)

یہ عین ممکن ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کسی تاریخ میں آٹھ سے زیادہ لڑکوں کا ذکر بھی پڑھا ہو جس کی طرف اپنی تحریر میں اشارہ فرمایا ہے ۔ گفتگو کا مقصود بہرحال یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے سب لڑکے ابتدائی عمر میں فوت ہو گئے تھے چاہے وہ چار ہوں یا آٹھ یا اس سے زیادہ ۔ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں درج ہے :۔

"SEVERAL SONS ALL OF WHOM DIED IN INFANCY"

"یعنی متعدد بیٹے جو سب کے سب ابتدائی عمر میں فوت ہو گئے"

(صفحہ ۳۹۱ کالم ۲ ایڈیشن ۱۹۵۳ء)

برنی صاحب کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم کی کل اولاد بھی گیارہ نہ تھی تو ۱۲ کے متعلق زرقانی اور سیرت النبی کے مؤلف کا بیان سنیئے :۔

"اس بارہ میں تمام اقوال جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی بارہ اولاد تھی" (سیرت النبی از شبلی نعمانی صـ ۲۳۷)

(۳۷) معلومات کی وسعت (۳)

فصل ساتویں ۔ صـ ۳۷۰

چائے کی پیالی

"کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوکر چائے کی پیالی لایا جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے اوپر گر پڑی آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا" (ملفوظات احمدیہ جلد اول صـ ۲۴۶ مرتبہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور)

حضرت امام حسین کے زمانہ میں عرب میں ضرور چائے کا رواج ہو گا اور حضرت امام حسین بھی ضرور اس کے عادی ہوں گے! (برنی)

برنی صاحب چائے کے لفظ پر گرفت فرماتے ہیں حالانکہ اصل مراد گرم مشروب ہے وہ چائے ہو یا قہوہ یا اور کوئی پینے کی چیز ۔ خود چائے اور قہوہ کی سینکڑوں ہزاروں قسمیں ہیں ۔ ہم الائچی کی چائے، پودینہ کی چائے، سونف کی چائے ایسے الفاظ اکثر استعمال کرتے ہیں غرضیکہ جس جڑی بوٹی کو بھی چائے کے معروف طریقہ سے تیار کیا جائے اسے چائے کا نام دیا جا سکتا ہے ۔ انگریزی لفظ "ٹی" TEA بھی اسی وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے (ملاحظہ ہو آکسفورڈ انگلش ڈکشنری بڑا ایڈیشن) قہوہ کے پودہ کے پتوں سے جو مشروب تیار کیا جائے اسے "کافی ٹی" (قہوہ چائے) کہتے ہیں (آکسفورڈ انگلش ڈکشنری بڑا ایڈیشن صـ ۵۹۰ کالم ۲) خیال رہے کہ یہ کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری کا حوالہ نہیں بلکہ اس سے بڑے ایڈیشن کا ہے جو کسی لائبریری میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چائے کا پینا چند صدیوں سے شروع نہیں ہوا جیسا عام لوگوں کا خیال ہے چینی روایات میں ۲۷۳۷ سال قبل مسیح بھی اس کا ذکر موجود ہے ۔ اور ساڑھے تین سو سال بعد از مسیح تو چینی زبان کی لغات میں اس کا تذکرہ موجود ہے ۔ انگلستان میں سنہ ۱۶۵۰ء میں چائے کا رواج شروع ہوا لیکن عرب آٹھ سو سال قبل یعنی سنہ ۸۵۰ء بعد از مسیح چائے سے آشنا تھے ۔ (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) اور اس سے قبل بھی اگر وہ کسی پودے کی پتیوں کو چائے کی طرح اُبال کر بطور مشروب استعمال کرتے ہوں تو چائے تعجب نہیں[1] ۔ بہرحال اگر حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی تقریر میں چائے کا لفظ استعمال فرمایا تھا تو انہی وسیع معنوں میں جن میں یہ لفظ ہر گرم مشروب کے لئے استعمال ہو سکتا ہے ملفوظات احمدیہ میں حضرت اقدسؑ کے ارشادات مختلف ڈائریوں سے نقل کئے گئے ہیں اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ خود حضورؑ نے کونسا لفظ استعمال فرمایا تھا ۔ اگر چائے کا لفظ بھی استعمال کیا ہو تو وسعت معانی کے لحاظ سے اس پر اعتراض کرنا خود اپنے علم کی وسعت کی کمی کا اعتراف ہے ۔

معلومات کی وسعت (۴)

فصل ساتویں ۔ صـ ۳۷۰-۳۷۱

"یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد ہی میں باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں اور پھر بعد اس کے ۱۴ر جون سنہ ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا ہوا اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنے ماہ صفر اور ہفتہ کے

[1] قبل از اسلام جاہلی دور کی شاعری میں بھی چائے کا لفظ استعمال ہوا ہے ۔ معلوم ہوا کہ برنی صاحب اپنے "توہمات" کو علمی تحقیق کا نام دے رہے ہیں۔

دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنے چہار شنبہ اور دن کے گھنٹوں میں سے دوپہر کے بعد چوتھا گھنٹہ لیا" (تریاق القلوب ص۴۱ مصنفہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب)

"وہ چوتھا لڑکا جس کا ان کتابوں میں چار مرتبہ وعدہ دیا گیا تھا صفر ۱۳۱۷ھ کی چوتھی تاریخ میں بروز چہار شنبہ پیدا ہو گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔"
(ایضاً ص۴۳)

سخن سازی کا جذبہ دیکھئے کہ ماہ صفر جو اسلامی مہینوں میں سے دوسرا مہینہ ہے اور چہار شنبہ جو ہفتہ میں پانچواں دن ہے چوتھے لڑکے سے ملانے کے لئے چوتھا مہینہ اور چوتھا دن بن گیا اس کی وجہ شاید یہی ہو کہ مرزا صاحب کے نزدیک ایسے قصے کچھ قابل شمار نہیں ہوتے ورنہ بات نہیں بنتی۔ (للمؤلف برقی)

تبصرہ کرنے سے پیشتر مندرجہ بالا حوالہ جات میں جو مبارک احمد صاحب کا قبل از ولادت بولنا درج ہے اس کا سیاق و سباق سے مطلب سمجھ لیا جائے تو بہتر ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ اپنی ایک کشفی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ کی طرف سے اسی لڑکے کی مجھ میں روح بولی اور الہام کے طور پر یہ کلام اس کا میں نے سنا اِنِّی اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ یعنے اب میرا وقت آگیا اور میں اب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھوں سے زمین پر گروں گا پھر اسی کی طرف جاؤں گا۔ اور اسی لڑکے نے اسی طرح پیدائش سے پہلے یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں بطور الہام یہ کلام مجھ سے کیا اور مخاطب بھائی تھے کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کی میعاد ہے"
(تریاق القلوب ص۴۱)

معلوم ہوا کہ یہ کلام براہ راست مبارک احمد صاحب کی طرف سے نہیں تھا بلکہ الہام الٰہی میں حکایتاً ان کی طرف منسوب ہوا تھا۔

برقی صاحب کے ان حوالہ جات پر دو مزید اعتراضات ہیں۔ اوّل یہ کہ ماہ صفر کو جو اسلامی مہینوں میں دوسرا مہینہ ہے چوتھا مہینہ کہا گیا ہے، اور دوم یہ کہ چہار شنبہ جو ہفتہ میں پانچواں دن ہے اسے چوتھا دن قرار دیا گیا ہے۔

تریاق القلوب ص۴۳ پر حضرت مرزا صاحبؑ جب مبارک احمد صاحب کی ولادت کا ذکر فرماتے ہیں تو وہ صفر کی چوتھی تاریخ کو تاریخ پیدائش بیان فرماتے ہیں:۔

"پسر چہارم کی پیشگوئی کو ۱۴ جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴ صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چہار شنبہ پورا کر دیا"

آگے چل کر پھر فرماتے ہیں:۔

"وہ چوتھا لڑکا .... صفر ۱۳۱۷ھ کی چوتھی تاریخ میں بروز چہار شنبہ پیدا ہو گیا"

ملحقہ عبارت میں اس امر کی پھر تکرار کی گئی ہے:۔

"عجیب بات ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔ اس کی نسبت چار پیشگوئیاں ہوئیں۔ یہ چار صفر ۱۳۱۷ھ کو پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش کا دن چوتھا دن تھا یعنی بدھ۔ یہ دوپہر کے بعد چوتھے گھنٹہ میں پیدا ہوا۔ یہ خود چوتھا تھا۔"
(تریاق القلوب ص۴۳)

ان تین مقامات پر آپ نے تاریخ چار صفر کا بار بار ذکر کیا ہے چار پیشگوئیوں کے پورے ہونے کا ذکر بھی ہے لیکن ان میں "اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ" شامل نہیں۔ معلوم ہوا کہ صفحہ ۴۱ پر ماہ صفر کو جو چوتھا مہینہ لکھا گیا ہے وہ کتابت کی غلطی ہے۔ اس صفحہ کی عبارت اس طرح ہونی چاہیئے تھی:۔

اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں یعنی ماہ صفر میں سے چوتھا دن لیا ...... الخ

ہم نے اسے کتابت کی غلطی اس لئے کہا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے خود ہی یہ اصول بیان کیا ہے کہ ایک عبارت جہاں ایک سے زیادہ مقامات پر آئے اسے دوسری جگہ پر بھی دیکھ لیا جائے۔ مطبوعہ کتابوں میں کتابت کی غلطیوں کا ہو جانا تعجب کی بات نہیں۔ اپنی کتب کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ

"بوجہ عجلت نظر ثانی ان میں نہیں کی جا سکی۔ اور بوقت غور سے نہیں پڑھے گئے اس لئے کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں پس میری کتابوں کے دیکھنے کا طریق یہ ہے کہ ایک عبارت جہاں ایک سے زیادہ مقامات میں آئے دوسری جگہ پر دیکھ لیں۔"

باقی رہا چہار شنبہ جسے برقی صاحب ہفتہ میں پانچواں دن قرار دے رہے ہیں لیکن عرب اتوار کو پہلا دن سمجھتے ہیں جسے وہ یوم الاحد کہتے ہیں (ملاحظہ ہو ڈکشنری آف اسلام ص۲۰ مؤلفہ ٹامس پیٹرک ہیوجز) اس لحاظ سے بدھ کا دن یَوْمُ الْاَرْبِعَہ ہے اس لئے حضرت مرزا صاحبؑ نے اسے ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن قرار دیا ہے۔

(۳۸) سچا جھوٹ

فصل ساتویں ص۳۷

خلاصہ اعتراض:۔

اخبار الفضل ۲۹ مئی ۱۹۲۲ء سے ایک حوالہ درج کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے جو رسول مقبول صلعم کے گیارہ بیٹوں کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق مخالفین یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ مرزا صاحبؑ کا جھوٹ ہے حالانکہ کسی طرح اس پر جھوٹ کی تعریف صادق نہیں آتی۔

اس سلسلہ میں اوپر اعتراض نمبر ۳۷ معلومات کی وسعت ۲ پر تبصرہ ملاحظہ ہو۔

(۳۹) جھوٹا مسیح

فصل ساتویں ص۳۷

"میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہ ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کر دوں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتے اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا ہے جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیئے تھا تو پھر سچا ہوں اگر کچھ نہ ہوا اور مر گیا تو سب لوگ گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں"

(اخبار بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء منقول از مہدی ۲ ص۴۳ مؤلفہ حکیم محمد حسین صاحب)

تجدید دین اور احیاء اسلام کا کام دنیا میں صرف اس طریق سے ہو گا جس کی نشاندہی حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں کی ہے جب تک مسلمان اپنے غلط عقائد اور غلط رسم و رواج پر جمے رہیں گے اسلام کی عظمت اقوام عالم کے دل میں قائم نہیں ہو گی۔

حیات مسیحؑ کا عقیدہ اسلام کی تبلیغ میں سب سے بڑی روک ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح اپنی طبعی وفات پا کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا، تو سمجھئے کہ اس کے ساتھ ہی عیسیٰ پرستی کا ستون بھی ٹوٹ ہو گیا۔ ایک عیسائی مصنف کے قول کے مطابق عیسائیت کا دل اس جسم سے علیحدہ کر دیا گیا۔ (بحوالہ مسلم ورلڈ) جب جسم سے دل ہی نکل گیا تو پھر جسم کے اعضاء کی حرکات ہی بند ہو گئیں۔

الغرض جس کام کی بنیاد حضرت مرزا صاحبؑ نے رکھی ہے وہ پھل اور پھول رہا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ اقوام عالم اسلام کے جھنڈے تلے پناہ لیں گی اور وہی وقت حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کا آپ گواہ ہو گا۔

نوٹ: الحمد للہ اس قسط کے ساتھ ساتویں فصل کے تمام اہم اعتراضات پر ہمارا تبصرہ ختم ہوا۔ جو اعتراضات سادہ گئے ہیں ان پر تبصرہ پیغام احمدیت کے کتابی شکل میں چھپنے پر ملاحظہ ہو۔

بقیہ رپورٹ جلسہ سالانہ از صـ ۲

دوسرا اجلاس ½۲ بجے بعد دوپہر زیر صدارت الحاج میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی، ستارہ خدمت شروع ہوا ۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب امام وخطیب جامع احمدیہ کوہ مری اور طارق محمود نواسہ حافظ محمد ادریس صاحب گجرات نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور محترم مرزا احمد سلیم صاحب نے کلام امام ـــــ ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ـــــ ترنم سے سنایا ۔

حامد ندیم باجوہ نے ایک نظم ترنم سے پڑھی ۔ بعد ازاں ان تین احباب نے جو حال ہی میں جماعت ربوہ سے علیحدہ ہو کر جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوئے ہیں مقام مجددیت، مسئلہ کفر و اسلام اور مسئلہ خلافت پر باری باری تقاریر کیں ۔ ان حضرات کا تعارف کراتے ہوئے صاحب صدر نے فرمایا کہ

جماعت ربوہ سے آنے والے تین اصحاب کا تعارف

گجرات شہر سے جانب شمال نو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں فتح پور واقع ہے اس گاؤں میں احمدیت کی آواز سنہ ۱۸۹۳ء میں پہنچی اور سب سے پہلے حضرت سید محمود شاہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اس طرح انہیں تین سو تیرہ اصحاب امام میں شمولیت کا فخر حاصل ہوا، ان کے بعد ایک نوجوان حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے بیعت کی اور وہ مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ۔ یہ نوجوان عربی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے ۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بیمار ہو گئے اور ڈاکٹروں نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا ۔ گاؤں میں آکر انہوں نے تبلیغ شروع کر دی تو اُن کی تبلیغ سے ایک نوجوان مرزا محمد حسین صاحب نے احمدیت کو قبول کیا، پھر انہوں نے دیوانہ وار تبلیغ شروع کر دی، اور بالآخر اپنی زندگی خدمت اسلام کی خاطر وقف کر دی، اور تقسیم ملک سے قبل ضلع سہارنپور اور بعد میں ضلع جہلم میں مختلف مقامات پر فریضہ تبلیغ سرانجام دیتے رہے ۔ آپ نے اپنے تینوں بچوں کو بھی خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیا اور ان تینوں نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی بعد ازاں تبلیغ اسلام کے لئے پاکستان کے مختلف اضلاع میں کام کرنے لگے ۔

جولائی سنہ ۱۹۷۰ء کے وسط میں تینوں بھائیوں کو تار دے کر بلایا گیا انہیں معلوم نہ تھا کہ انہیں کیوں بلایا گیا ہے ۔ آخر معلوم ہوا کہ ان تینوں پر کمیشن بٹھایا گیا ہے ۔ جب یہ کمیشن کے روبرو پیش ہوئے تو ان کے تمام سوالات کی تان اس بات پر ٹوٹتی تھی کہ کسی طرح ان کا تعلق مرزا رفیع احمد صاحب سے ثابت کیا جائے مگر کمیشن اس مہم میں بری طرح ناکام ہوا ۔ آخر مرزا محمد شفیق جو ان بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہے اس کو وقف سے فارغ کر کے اخراج از جماعت کی سزا دی گئی اور دونوں بڑے بھائیوں سے ایک تحریر پر دستخط لے گئے کہ آپ اپنے چھوٹے بھائی سے کوئی سروکار نہ رکھیں گے ۔

یکم اگست سنہ ۱۹۷۰ء کو تعلیم القرآن کلاس کا میاں ناصر احمد صاحب نے افتتاح کرنا تھا اس کلاس کا انچارج مرزا احمد سلیم صاحب اختر کو میاں ناصر احمد صاحب کی منظوری سے مقرر کیا گیا افتتاح سے قبل مرزا محمد لطیف صاحب کے بارے میں اعلان ہوا کہ وہ فوراً اپنے دفتر اصلاح و ارشاد میں پہنچ جائیں ۔ اس کے بعد مرزا احمد سلیم صاحب اختر کو کہا کہ آپ دفتر سے باہر چلے جائیں پھر دوسرا پیغام یہ تھا کہ آپ اس احاطہ سے باہر چلے جائیں، وہ اپنے دفتر چلے گئے، میاں ناصر احمد صاحب نے افتتاحی تقریر میں کہا کہ یہ تینوں بھائی مربی تھے ان میں سے چھوٹا میرے دورہ افریقہ کے دوران یہ دعا کرتا رہا ہے کہ میرا جہاز CRASH ہو جائے دوسرے دو ویسے تو نہیں مگر دل میں اس سے ہمدردی رکھتے ہیں ۔

افتتاح کے بعد محتسب صاحب نے انہیں کہا کہ "حضور نے آپ دونوں بھائیوں کو وقف سے فارغ کر دیا ہے اور آپ لوگ شام سے پہلے پہلے ربوہ چھوڑ دیں یہ وہاں سے چلے گئے اور اس کے بعد میاں صاحب کو خطوط لکھتے رہے کہ آپ کا یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے اور جس نے آپ کو یہ خبر دی ہے ہم اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہیں مگر وہاں ان سب کے جواب میں سکوت مرگ طاری رہا ۔

سب سے پہلا اعلان ان کے بارے میں یہ ہوا کہ چونکہ ان دونوں بھائیوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو ملامت نہیں کی اس لئے ان کو مقاطعہ، اخراج از ربوہ اور وقف سے فراغت کی سزا دی جاتی ہے، کچھ عرصہ بعد دوسرا اعلان یہ ہوا کہ ان کے منافقانہ رویہ کی وجہ سے یہ سزا دی گئی ہے، جب ان کے گاؤں کے پریذیڈنٹ نے ربوہ چٹھی لکھی کہ ان کو سزا کیوں دی گئی ہے تو جواب آیا کہ بعض بدعنوانیوں کی وجہ سے یہ سزا دی گئی ہے چوتھا اعلان جو الفضل میں جلی قلم سے شائع ہوتا رہا یہ تھا کہ ان کے غیر مخلصانہ رویہ کی وجہ سے سزا دی گئی ہے ۔

آخر محترم مولوی عبدالمنان عمر صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ آپ *

* فکر مند نہ ہوں میں آپ کی ملازمت کے لئے کوشش کروں گا ۔ ان تینوں بھائیوں نے اُن سے کہا کہ ہم جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہم نے ان کی ملازمت کرنی ہے مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ بے شک نہ کریں اسی دوران میں حضرت امیر قوم مولینا عبدالمنان صاحب عمر مولینا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری اور حافظ شیر محمد صاحب خوشاب ۔ سے ان کی گفتگو ہوتی رہی اور ان کی تسلی ہو گئی کہ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد بالکل صحیح اور درست ہیں ۔ اس کے بعد انہوں نے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی"

اس تعارف کے بعد تینوں حضرات نے یکے بعد دیگرے مذکورہ بالا موضوعات پر تقاریر فرمائیں جو آئندہ پرچوں میں درج ہوں گی ۔

اسلام کا نظام حیات
مولینا عبدالمنان عمر صاحب کی تقریر

پروگرام کے مطابق مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب از سانفرانسسکو کی ریکارڈ شدہ تقریر سنائی جانی تھی لیکن ٹیپ وقت پر وصول نہ ہونے کے سبب یہ تقریر سنائی نہ جا سکی اور مکرم الحاج مولینا عبدالمنان صاحب عمر ایم اے نے "اسلام کا نظام حیات" کے موضوع پر تقریر فرمائی، آپ نے فرمایا کہ اسلام کے نظام حیات کا دائرہ عمل بہت وسیع ہے اور تخلیق اور زندگی کا آغاز قدیم العہد سے چلا آرہا ہے، خود اس دنیا کا آغاز بھی لامحدود زمانہ سے ہے دنیا میں ایک آدم نہیں بلکہ لاکھوں آدم گزر چکے ہیں اور ہر آدم کے درمیان لاکھوں برس کا فاصلہ ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام نے نظام حیات کے سلسلہ میں پہلا تصور یہ دیا ہے کہ زندگی کا آغاز بہت قدیم سے ہے بلکہ اپنی نوع میں ہمیشہ سے ہے ۔ اور دوسرا تصور یہ ہے کہ جس طرح یہ سلسلہ حیات ازل سے ہے وہاں یہ بھی درست ہے کہ یہ ابد تک ہے نہ اس کا کوئی آغاز ہے نہ اس کا کوئی اختتام ہے ۔ مکرم مولینا نے کہا کہ قرآن کریم کے مطابق مرنے کے بعد انسانی زندگی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ حیات نو میں منتقل ہو جاتی ہے، اور اس کے تین دور ہیں ۔ ایک عالم برزخ جس میں انسان پوری طرح بیدار تو نہیں ہوتا لیکن اس میں احساسات کا فقدان بھی نہیں ہوتا ۔ دوسرا حشر و نشر کا دور ہے ۔ اور تیسرا جنت اور جہنم کا ہے آپ نے فرمایا کہ جہنم دائمی نہیں ۔ ایک وقت آئے گا کہ جہنمی جہنم سے نکال دیئے جائیں گے ۔ لیکن جنت ابدی اور غیر منقطع ہے ۔ اسلام کے نظام حیات،   کے دوسرے پہلو پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مکرم مولینا نے فرمایا کہ حیات کا تکمیلی کارنامہ ہمیں انسان اور پھر انسان کامل میں ملتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اسلامی نظام حیات کا محوری نقطہ انسان کی ذات ہے اور اس ڈھانچے کے اندر اللہ تعالےٰ نے جس حد تک ہمارے ماحول کا تعلق ہے اور زندگی کی تکمیل کا تعلق ہے، ارتقائی مدارج رکھے ہیں اور ہر منزل کے حدود و قیود اور حقوق و فرائض قائم کئے ہیں، آپ نے انسان کی بنیادی ضرورتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہر حکومت اور ہر سوسائٹی کا فرض ہے کہ اپنے افراد کی ضرورتوں کو بااحسن وجوہ پورا کرنے کا بندوبست   کرے اور جو معاشرہ یا حکومت اس سے کوتاہی کرتی ہے وہ مجرم ہے سوسائٹی کا فرض ہے کہ اس سے بازپرس کرے ۔

آپ نے کہا کہ اسلام میں حیات کے اعلےٰ مقام کو اچھی طرح مدنظر رکھا گیا ہے اور فرد کے حقوق اور واجبات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں کو درجہ بدرجہ ترقی دے کر مرتبہ کمال تک پہنچانے کا بندوبست کیا گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ آج کا انسان خوشگوار مستقبل سے ناامید ہے اور اس کی نگاہ ایک ایسے نظام کی تلاش میں ہے جو سراپا صحیح سالم درست اور پُرامن ہو ۔ لیکن میں ناامید نہیں ۔ میں اپنے یقین کی پوری توانائی سے ایک خوش آئند مستقبل کو دیکھ رہا ہوں ۔ مجھے اسلام کے نظام حیات کی شکل میں ایسا مستقبل نہ صرف ممکن نظر آتا ہے بلکہ میں اسے اللہ تعالےٰ کی تقدیر مبرم سمجھتا ہوں اور ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے عدل و انصاف اور رحم و محبت کا یہ عالمگیر ادارہ پُرامن اور درخشاں مستقبل کا ضامن ہے مولینا نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام جس نظام حیات کی طرف دعوت دیتا ہے اس میں رنگ و نسل، زبان و ملک کا کوئی امتیاز نہیں ۔ اس میں یہ حقیقت کارفرما ہے کہ ملک خدا کا ہے ۔ بندے خدا کے ہیں، زمین و آسمان خدا کے ہیں اور دنیا میں حکومت بھی خدا کی ہی قائم ہونی چاہیئے، اور اس نظام حیات کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے ایک جماعت کا قیام ضروری ہے ۔ جب تک ایک ایسی قربانی کرنے والی جماعت نہ ہوگی جس کا کام **یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف** ہو ۔ اس وقت تک انسانیت اعلےٰ مدارج کی طرف نہیں بڑھ سکتی اور اسلامی نظام حیات منصۂ شہود پر نہیں آسکتا ۔ یہ وہ جماعت ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے ۔

اس سیشن کی آخری تقریر مولانا عبدالحی صاحب ودیارتھی کی تھی جو ٹیپ ریکارڈ کر لی گئی ہے اور آئندہ اشاعت میں درج ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ ۔

(باقی ـــ باقی)

ہفت روزہ پیغام صلح ۔ مورخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱

الیکٹرک پریس ... لاہور میں باہتمام ... چھپوا کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۵۳۷۳۷ — تار کا پتہ "تبلیغ"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آں خدا انور مہدی از مشرق رحمت برآر — گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

پیغام صلح لاہور

ہفت روزہ

مدیر: دوست محمد
مدیر معاون: بشیر احمد سہسوری

• سالانہ چندہ: ۸ روپے
• بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
ایک سو روپے پیشگی
آنے پر پرچہ تا زندگی
جاری ہو سکتا ہے۔

جلد ۵۸ ○ یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ ذیقعد ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۷۱ء ○ شمارہ ۲

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

قرض کی وصولی میں تنگدست اور مالدار کے ساتھ سلوک

عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلقت الملئکۃ روح رجل ممن کان قبلکم قالوا اعملت من الخیر شیئاً قال کنت آمر فتیانی ان ینظروا ویتجاوزوا عن الموسر قال قال فتجاوزوا عنہ (وفی روایۃ) کنت اُیسّر علی الموسر وانظر المعسر (وفی روایۃ) أنظر الموسر واتجاوز عن المعسر (وفی روایۃ) فاقبل من الموسر واتجاوز عن المعسر۔

ترجمہ:—

حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہا نبی صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ ایک شخص کی روح سے ملے جو ان میں سے تھا جو تم سے پہلے گذرے انہوں نے کہا کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے، کہا میں اپنے نوکروں کو حکم دیتا تھا کہ مالدار کو بھی مہلت دیں اور اس سے درگذر کریں کہا تو فرمایا (فرشتوں نے) کہ اس سے درگذر کی) اور ایک روایت میں ہے کہ میں مالدار پر آسانی کرتا تھا، اور تنگدست کو مہلت دیا کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں مالدار کو مہلت دیتا تھا اور تنگدست کو معاف کر دیتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مالدار کا (وعدہ) قبول کر لیتا تھا اور تنگدست کو معاف کر دیتا تھا۔

ایمانی قوت سے انسان راہ حق میں پیش آنے والی تکالیف پر غالب آسکتا ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات گرامی

ہر ایک قدم جو صدق اور تلاش حق کے لئے اٹھایا جاوے اس کے لئے بہت بڑا ثواب اجر ملتا ہے۔ مگر عالم ثواب مخفی عالم ہے جس کو دنیادار کی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔

بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ باوجود اشکالا ہونے کے نہاں در نہاں ہے اور الغیب بھی اس کا نام ہے۔ اسی طرح پر ایمان بالغیب بھی ایک حصہ جو کہ مخفی ہوتا ہے، مگر عامل کی عملی حالت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس [illegible] بالغیب بہت کمزور حالت میں ہے۔ اگر خدا پر ایمان ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں حق کی تلاش اور پیاس نہیں پائی جاتی جو ایمان کا خاصہ ہے۔

خدا کی راہ میں سختی کا برداشت کرنا مصائب اور مشکلات کے جھیلنے کے لئے تیار ہو جانا ایمانی قوت سے ہوتا ہے۔ ایمان ایک قوت ہے جو بڑی ہمت اور جرأت انسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں نظر آتا ہے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو وہ کونسی بات تھی جو ان کو امید دلاتی تھی کہ اس طرح پر ایک بیکس ناتوان انسان کے ساتھ رہنے سے ہم کو ثواب ملے گا۔ ظاہری آنکھ تو اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ اس ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے جس کا نتیجہ صریح یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ چکنا چور کر ڈالے گا۔ اسی طرح پر ہم ہلاک ہو جائیں گے اور وہ آنکھ بھی تھی جس نے ان مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا اور اس راہ میں مر جانا ان کی نظر میں ایک راحت اور سرور کا موجب تھا۔ انہوں نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں در نہاں اور بہت ہی دور تھا وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوت تھی جو ان ساری تکلیفوں اور دکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی۔ آخر اسی ایمان ہی غالب آیا اور اس نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جس پر ہنستے تھے۔ اور جس کو ناتواں اور بیکس سمجھتے تھے اس ایمان کے ذریعہ ان کو کہاں پہنچا دیا۔ وہ ثواب اور اجر جو پہلے مخفی تھا پھر ایسا کھلا کہ اس کو دنیا نے دیکھا اور محسوس کیا۔ کہ ہاں یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ ایمان کی بدولت کی نہ تھکی۔ نہ ماندہ ہوئی۔ بلکہ قوت ایمانی کی تحریک سے بڑے بڑے عظیم الشان کام کر[illegible]

مکتوب مفتوح

بخدمت مولانا مودودی صاحب

منجانب ملک الٰہی بخش صاحب راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۶ سی سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
مورخہ ۲۱

محترم جناب مولانا مودودی صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی جماعت کے مولوی فتح محمد صاحب امیر جماعت راولپنڈی کی انتخابی مہم کے سلسلہ میں "تنظیم دعوت و فکر" راولپنڈی نے ان کے لئے جو اشتہارات دوٹران میں انعقاد انتخاب سے پہلے تقسیم کئے تھے ان میں ایک اشتہار بعنوان "اپنا فرض ادا کیجئے" بھی تھا جس میں سوشلزم کے متعلق قائد اعظم اور علامہ اقبال کے نظریات سے عوام کو روشناس کرانے کے لئے ان کے بعض اقوال نقل کئے ہیں۔ اس اشتہار کے آخری صفحہ پر "کیا چاہتے ہیں" کے تحت سوشلزم کے خلاف چار فقرات لکھ کر ان کے آخر میں لکھا ہے "ہمیں اسلام اور صرف (خالص) اسلام چاہیئے" اور صرف ۔ پر علامہ موصوف کے بعض شعر نقل کئے ہیں۔ ان میں ایک مصرعہ یہ ہے:۔

"قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں"

اس کے بعد خود قرآن کریم کا یہ فرمان درج کیا گیا ہے:۔

"لوگ قرآن میں کیوں غور نہیں کرتے
کہ ان کے دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں"

پھر آخر میں چار ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے بظاہر تو وہ انکار کرتے ہیں لیکن غالباً لاشعوری طور پر خود ہی ان سب باتوں پر محکم ایمان رکھتے اور ان کا پرچار کرتے ہیں بلکہ خود امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی صاحب نے تو احادیث پیش کر کے ان کو حق ثابت کیا ہے۔ جب یہ اشتہار مجھے پہنچا تو میں نے مولوی فتح محمد صاحب کو لکھا کہ چونکہ یہ اشتہار آپ کی تائید میں شائع ہوا ہے اور آپ عالم فاضل بھی ہیں اس لئے اگر ان کی وضاحت اشتہار کی شکل میں کر دیں تو آپ کے حق میں زیادہ ووٹ ملنے کی توقع ہے۔ اور وہ چار باتیں جن کا انکار تو کیا جاتا ہے لیکن آپ کا عقیدہ ان کے برعکس ہے ہو بہو درج ذیل کر کے ہر ایک کے سامنے وضاحت طلب امور بھی درج کر دیئے ہیں:۔

. . . .

پہلی بات

"ہم نہ خدا کے سوا کسی کو شریک کرتے ہیں۔"

آپ حضرت مسیحؑ کو دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ مانتے ہیں۔ جہاں وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے نہ سوتے ہیں نہ اونگھتے ہیں بلکہ الآن کما کان اپنے جسم کو بغیر کسی تغیر کے زندہ ہیں۔ اور یہ صفات ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہیں۔ اگر یہ صفات ایک انسان میں بھی پائی جائیں تو کیا یہ شرک فی الصفات نہیں؟ اگر ہے تو پھر ممبران "تنظیم دعوت و فکر" مشرک کیوں نہ ہوئے؟ اور وہ عالم ہو کر قرآن میں غوطہ زن کیوں نہیں ہوتے؟ اور کیوں مندرجہ ذیل واضح قرآنی آیات پر تدبر نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں؟ کیونکہ رسولوں کے بارہ میں ذات باری کا فرمان ہے:۔

(ا) وما جعلناھم جسداً لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین (انبیاء)
(ہم نے رسولوں کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ نہ کھانا کھاتے ہوں۔ اور ایک ہی حال میں رہ سکتے ہوں۔)

(ب) ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔
(مائدہ)

(حضرت مسیح ابن مریم اللہ کا رسول ہے یقیناً اس سے پہلے رسول گذر چکے) لہٰذا حضرت مسیحؑ بھی جو رسول ہیں فوت ہو چکے ہیں۔ یہاں قد خلت سے مراد وفات پانا ہے۔

(ج) قال فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون (اعراف) فرمایا اے ذریت آدم! تم اسی زمین میں زندہ رہو گے اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے) قیامت کے دن۔

ان آیات کے رو سے حضرت مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں لہٰذا وہ دوبارہ نہیں آئیں گے کیا آپ کو ان قرآنی آیات پر غور کرنے یا ان میں غوطہ زن ہونے کی ضرورت نہیں؟ تاکہ شرک سے پورے طور پر اجتناب کر سکیں۔

دوسری بات

"نہ اپنے رسول کی رسالت میں کسی کو شریک کرتے ہیں۔"

ممبران "تنظیم دعوت و فکر" مسیحؑ کو اس لئے آسمان پر زندہ مانتے ہیں کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں نازل ہو کر اسلام کی حمایت اور اشاعت کریں گے اور یہودیوں کو بقول مولانا مودودی صاحب تباہ اور نصرانیوں کو مسلمان کریں گے۔ اور یہ رسالت محمدیہ کا کام ہے۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ کے متعلق تو قرآن میں ہے رسولاً الیٰ بنی اسرائیل۔ اور جعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل (۵۹-۴۳) یعنی حضرت مسیحؑ صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے مقرر کر کے مبعوث ہوئے تھے۔ تو ان احکامات قرآنی کے ہوتے ہوئے وہ مسلمانوں کی طرف کیونکر مبعوث ہو سکتے ہیں۔ کیا ممبران جماعت اسلامی قرآن کریم کی آیات مندرجہ بالا پر خود غور نہیں کرتے؟

تیسری بات

"نہ قرآن کے ضابطہ ہدایت میں کسی دوسرے کی رہنمائی کو شامل کرتے ہیں"

اگر ممبران تنظیم اور جماعت اسلامی کے موجودہ عقیدہ کے مطابق حضرت مسیحؑ جو آسمان پر زندہ ہیں کہ دوبارہ آ جائیں تو کیا وہ قرآنی ضابطہ ہدایت کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کی رہنمائی میں شامل نہ ہوں گے۔ کیا پھر آپ کا یہ انکار اور عقیدہ باطل نہ ہو جائے گا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کیا ذیل کا شعر آپ کے حسب حال نہ ہو گا؂

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفون یثرب را نداند ایں فضیلت را

کیا اس شعر کے مطابق حضرت مسیحؑ کو جسد عنصری کے ساتھ زندہ بر آسمان مان کر ممبران جماعت اسلامی اور تنظیم مذکور، حامل قرآن رحمۃ للعالمین افضل الاولین والآخرین پر ان کی فضیلت ثابت نہیں کرتے؟ جو تکمیل اور تائید دین اسلام کے لئے مسیحؑ کے دوبارہ نزول پر ایمان رکھتے ہوں کیونکہ قرآن کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المومنین الذین یعملون الصالحات ان لھم اجراً کبیراً (۹-۱۷)

(یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو زیادہ مضبوط ہے اور ان مومنوں کو جو اچھے کام کرتے ہیں خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے) اس آیت میں قرآن اور توریت کی تعلیم کا مقابلہ کیا ہے کہ قرآن کی تعلیم زیادہ مضبوط یعنی کامل اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور توریت کی الہٰی ت وقتی اور قومی تعلیم تھی جس پر حضرت مسیحؑ عمل کرتے تھے بلکہ یہ کل دنیا کے لئے ہے جو ہمیشہ نافذ العمل رہے گی۔

. . . .

چوتھی بات

"اور نہ اپنے دین کامل میں کوئی خلا پاتے ہیں جسے پُر کرنے کے لئے کہیں سے بھیک مانگی جائے"

اگر ممبران "تنظیم دعوت و فکر" راولپنڈی معہ مولوی فتح محمد صاحب جو حلقہ راولپنڈی سے جماعت اسلامی کے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے اور جماعت اسلامی پاکستان کا حضرت مسیحؑ کے متعلق یہ محکم ایمان ہے کہ وہ دو ہزار سال سے آسمان پر اس لئے زندہ ہیں کہ اس دنیا میں دوبارہ آ کر اسلام اور مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ اور یہودیوں کو تباہ اور نصرانیوں کو مسلمان اور مسلمانوں کو تمام اقوام عالم پر غالب اور حکمران بنا دیں گے تو اس دین میں جسے قرآنی آیت الیوم اکملت لکم دینکم کے مطابق مکمل کیا جا چکا ہے کس خلا کو پُر کرنے کے لئے حضرت مسیحؑ کو دوبارہ لانے کی بھیک مانگتے ہیں۔ کیا اگر حضرت مسیحؑ دوبارہ آ جائیں تو وہ اپنے متعلق قرآنی ارشاد "رسولاً الیٰ بنی اسرائیل یا جعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل" نہیں پڑھیں گے؟ تو کیا وہ رسول ہو کر باری تعالیٰ کے ان ارشادات کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کریں گے۔ یا ان آیات کو منسوخ کرنے اور خارج از قرآن کرنے کے احکام لے کر آئیں گے؟ کیونکہ قرآن کریم میں ہمارے رسول کریم صلعم کا اپنے متعلق تو یہ درج ہے مذکور رہے انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ میں کل عالم کے لئے رسول ہوں۔ اور ان کے متعلق خود ذات باری کا یہ فرمان ہے وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً۔ یعنی ہم نے آپؐ کو تمام اقوام عالم کے لئے بشیر اور نذیر کر کے بھیجا ہے۔ اس لئے حق یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے کسی سابقہ رسول اور نبی کو لانا ضروری ہے بلکہ ناگزیر ہے تو وہی رسول دوبارہ آنے کا حق رکھتا ہے جس کو بار اقوام عالم کے لئے بھیجا گیا تھا نہ حضرت مسیحؑ جو پہلی مرتبہ ایک خاص قوم کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے۔ حضرت مسیحؑ کا دوبارہ آنا تو اس لئے بھی محال ہے۔ کہ:

۱۔ پہلی بار وہ صرف بنی اسرائیل کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے آئے تھے اب مسلمانوں یا تمام عالم کی رہنمائی کیلئے کیونکر آ سکتے ہیں۔

۲۔ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ کامل ضابطہ ہدایت نازل ہو چکا ہے جو تمام دنیا کے انسانوں کی روحانی، اخلاقی۔ اقتصادی اور سیاسی اور تربیت کے لئے ضروری تھا۔ لہٰذا کسی نئے یا پرانے نبی کی ضرورت نہیں رہی۔

۳۔ حدیث نبویؐ میں ہے۔ لا نبی بعدی

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۷۱ء

نیا مشغلہ

کچھ عرصہ سے پاکستان میں ہڑتالوں، دھاندلیوں اور مار دھاڑ کا سلسلہ اس طرح سے جاری ہے کہ گویا ہمارے عوام کے لئے اور کوئی کام ہی باقی نہیں رہا۔ انتخابات کے سلسلہ میں مختلف افراد اور ان کی پارٹیوں کے حامیوں نے ایک دوسرے کے خلاف جو اودھم مچا رکھا تھا، اور اب تک شکست خوردہ پارٹیوں کی طرف سے جیتنے والوں کے خلاف جو پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ کسی مہذب قوم کا کردار ہے، دوسرے ممالک میں بھی انتخابات ہوتے ہیں لیکن اس قسم کی دھاندلیاں وہاں نظر نہیں آتیں۔ اس کے علاوہ دوسرا شغل ہڑتالوں وغیرہ کا ہے جو ہر سرکاری و غیر سرکاری ادارہ کی طرف سے کسی نہ کسی غرض کے پیش نظر ہوتی رہتی ہیں اور اس سلسلہ میں متعلقہ اداروں کے مالی و اقتصادی نقصانات کے علاوہ ان کے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہونے سے پبلک کو جو تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں وہ اور بھی افسوسناک ہیں، اگر یہ ادارے اپنے کارکنوں کی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے باہمی افہام و تفہیم سے ان کے جائز مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش کریں تو شاید ہڑتالوں کی نوبت نہ آئے۔

اس کے علاوہ ایک اور افسوسناک امر جو کچھ عرصہ سے دیکھنے میں آ رہا ہے، وہ کالجوں کے طلباء کا ذرا ذرا سی بات پر بلا سوچے سمجھے برافروختہ ہو کر اودھم مچانا اور حکام اور پبلک کو پریشان کرنا ہے، اس قسم کے کئی واقعات آئے دن دیکھنے میں آتے ہیں، اور ایک ایسا ہی واقعہ حال میں پیش آ رہا ہے، جو کسی سیاسی لیڈر (کہا جاتا ہے کہ مودودی صاحب) کے ایماء پر ایک پانچ سال پہلے کی امریکہ سے شائع شدہ کسی یہودی مصنف کی کتاب کی مذمت کے سلسلہ میں پیدا ہوا ہے۔ اور اس مذمت میں اس حد تک شدت کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ برطانوی حکومت کو اس کتاب کی اشاعت کا ذمہ دار گردانتے ہوئے برٹش قونصل خانہ کو آگ لگا دی گئی۔ دکانوں سے شراب کی بوتلیں اٹھا کر باہر پھینک دی گئیں، پولیس اور حکام پر پتھراؤ کیا گیا اور کیا جا رہا ہے یہ سب کالجوں کے طلباء کے کرتوت ہیں جن کے ساتھ جمعیت العلماء کے بعض مولوی بھی مل کر اسے مذہبی حیثیت دے رہے ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ یہ افعال و کردار کونسے مذہب میں روا رکھے گئے ہیں اور اسلام ان کا کہاں تک حامی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلعم کے خلاف نازیبا الفاظ کا استعمال جو اس کتاب میں کیا گیا ہے، نہایت تکلیف دہ اور ایک مسلمان کی غیرت کو بھڑکانے کا موجب ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس کے ازالہ کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ اس کے خلاف شور و غوغا اور مار دھاڑ کی جائے؟ کیا ان دھاندلیوں سے اس کے مصنف یا ناشر کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے یا پہنچا ہے، برخلاف اس کے نقصان اگر ہوا تو پاکستان ہی کا ہوا جس کی عمارات کو جلایا گیا یا دوکانوں کو لوٹا گیا اور توڑ پھوڑ کی گئی۔ اور اس سے بڑھ کر نقصان اسلام کا ہوا، جس کے حامیوں کی ان حرکات سے کتاب مذکور کے ناشر و مصنف اور دوسرے لوگوں پر یہ ثابت کر دیا کہ اس کے ناپاک خیالات کا کوئی جواب مسلمانوں کے پاس موجود نہیں اسی لئے وہ ایک چڑچڑے آدمی کی طرح غصہ میں آ کر گالیاں دیتے اور خود اپنی املاک کو برباد کر رہے ہیں۔ اول تو وہ کتاب جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا آج سے پانچ سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے اور اس کا کوئی نسخہ پاکستان میں نہیں آیا، معلوم نہیں کس ذریعہ سے کس کو اس کا علم ہوا اور اس نے اپنے مفاد کے لئے اسے سیاسی سٹنٹ بنا کر طلباء کو اکسایا، لیکن اگر اس کتاب کے مندرجات سے فی الواقعہ دلوں کو دکھ پہنچا ہے تو اس کے اظہار کا یہ طریق تو نہیں کہ غصہ میں آ کر خود اپنے آپ کو پیٹنا اور مار دھاڑ کرنا شروع کر دیا جائے، مناسب یہ تھا کہ معقولیت کے ساتھ ان باتوں کا جواب دیا جاتا جو اس کتاب میں درج ہیں اور مصنف کی غلط بیانی کو معقول دلائل کے ساتھ واضح کیا جاتا تاکہ اس کے قارئین کے دلوں میں پیدا ہونے والے وساوس اور شبہات کا ازالہ ہوسکتا، اس صحیح طریق کو چھوڑ کر اپنے آپ کو پیٹنا اور مار دھاڑ کرنا کہاں کی دانشمندی ہے افسوس کہ کوئی صحیح المزاج شخص ایسا نہیں کہ ان لوگوں کو سمجھائے کہ جو طریق تم نے اختیار کیا ہے وہ اسلام کی حمایت کی بجائے اس کی بدنامی کا موجب ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے لیڈروں میں سے جو جو اٹھتا ہے وہ مظاہرین کے ہم آواز ہو کر ان کو

پاکستان ہی للکارتا ہے، کہ ایسا ناپاک لٹریچر بند کیا جائے۔ خود صدر پاکستان نے بھی کتاب کی مذمت پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اس بارہ میں جو فسادات ہوا کئے ہیں انہیں برداشت نہیں کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ بجا، لیکن اس بات کی طرف بھی توجہ کرنا ضروری ہے کہ اسلام اور رسول کریم صلعم کے بارہ میں جو ناپاک لٹریچر یورپ اور امریکہ سے شائع ہوا ہے اس کا مناسب اور مدلل جواب لکھ کر انہی ممالک میں پہنچایا جائے تاکہ وہاں کی رائے عامہ بالخصوص محققین تعلیمات اسلام اور رسول کریم صلعم کے متعلق صحیح معلومات حاصل کر سکیں اور ان کی طرف سے آئندہ کے لئے غلط اور ناپاک خیالات کی اشاعت کا سدباب ہوسکے، اس بارہ میں اگر حکومت کے قائم کردہ ادارہ تحقیقات اسلامی سے کام لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ جو لوگ ایسے لٹریچر کو ایک سیاسی سٹنٹ کے طور پر پیش کر کے طلباء اور دوسرے لوگوں کو اکساتے اور فساد پیدا کرتے ہیں انہیں قرار واقعی سزا دی جائے، اور ہنگامہ کرنے والوں کو سمجھایا جائے کہ اسلام کو حقیقتاً بدنام کرنے والے یہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ جاننے والوں کو بھی ایسے ناپاک لٹریچر کا پتہ دیا اور اسے پھیلایا اور وہ ملک میں فساد برپا کر کے مخالفین اسلام کے ناپاک خیالات اور اعتراضات کو پختہ کرنے کا موجب ہو رہے ہیں۔

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے اعزاز میں استقبالیہ

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے اعزاز میں ان کے بلاد غیر کے کامیاب تبلیغی دورہ سے بامراد مراجعت وطن کے موقعہ پر ایک استقبالیہ تقریب کے انعقاد کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن یہ تقریب بوجہ چند ملتوی کرنا پڑی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تقریب ۱۶ جنوری ۱۹۷۱ء بروز ہفتہ ۲½ بجے بعد دوپہر احمدیہ ہال احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ مقامی جماعت کی خواتین و احباب کے علاوہ بیرون لاہور کے احباب کو بھی اس تقریب میں شمولیت کی دعوت ہے، محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان، محترم الحاج میاں فاروق احمد شیخ صاحب بھی اجتماع سے خطاب فرمائیں گے۔ تقریب کی تواضع پر تکلف چائے سے کی جائے گی۔ مفصل پروگرام آئندہ اشاعت میں ملاحظہ ہو۔

خاکسار — ڈاکٹر مبارک احمد شیخ — آنریری جنرل سیکرٹری
مقامی جماعت احمدیہ ۱۵ احمدیہ مارکیٹ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ٹرینیڈاڈ کا سالانہ جلسہ

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ٹرینیڈاڈ نے اطلاع دی ہے کہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو ٹرینیڈاڈ کی مختلف جماعتوں نے پہلی دفعہ اپنا سالانہ جلسہ منعقد کیا۔ جلسہ کی تفصیلات بعد میں شائع کی جائیں گی۔

بیش و کم

ابو ارشد

نہ اب سر رہِ دیں میں خم دیکھتے ہیں
فقط مال و جاں کا ہی غم دیکھتے ہیں
جدھر بھی نظر بھر کے ہم دیکھتے ہیں
تماشہ یہی بیش و کم دیکھتے ہیں

قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے

نبی کریم صلعم کا اپنوں اور غیروں کے متعلق عدل و انصاف

حضرت مجدد وقت کی فصیح و بلیغ تحریرات قرآن کریم کی تائید میں

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۸ رجنوری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

افغیر اللہ ابتغی حکماً و ہو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلاً ۔ والذین اتینٰہم الکتٰب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق فلا تکونن من الممترین ۔ وتمت کلمت ربک صدقاً وعدلاً ۔ لا مبدل لکلمٰتہ ۔ وھو السمیع العلیم ——— (الانعام: ۱۱۵ تا ۱۱۶) ———

قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے

اس آیت کریمہ میں مشرکین کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ رسول کریم صلعم سے کہتے تھے کہ آپ بھی اہل کتاب ہیں اور یہودی اور عیسائی بھی اہل کتاب ہیں آؤ ان سے فیصلہ کرالیں۔ ان کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ ان لوگوں کو کہدیجئے افغیر اللہ ابتغی حکماً کیا میں اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی اور کو حکم بنالوں حالانکہ وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلاً۔ اس نے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے یہ واضح کتاب نازل کی ہے۔

اللہ تعالےٰ کے کلام کے ہوتے ہوئے اور کسی کو حکم کس طرح بنایا جائے۔ یہ کتاب اس خدا کی طرف سے ہے جس نے مخلوق کی ربوبیت و پرورش کے سامان کئے ہیں۔ اور روحانی تربیت کے لئے سب سے بڑا سامان یہ ہے کہ اس نے قرآن کریم کو نازل فرمایا۔ مفصلاً۔ جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ دینے والی کتاب ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کو حکم و عدل مقرر کرنا ٹھیک نہیں۔

تورات و انجیل میں رسول کریم صلعم کے متعلق پیشگوئیاں

والذین اتینٰہم الکتاب ....
یعلمون انہ منزل من ربک ....
بالحق۔ یہ جو یہودیوں اور نصرانیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے پاس تو توریت و انجیل ہے۔ اور ان کو علم ہے کہ حضور نبی کریم صلعم کے بارے میں پیشگوئی ہے اور انجیل شریف میں بھی حضرت عیسےٰ کی طرف سے یہ بشارت دی گئی ہے کہ میرے بعد روح حق آنے والی ہے جو ساری باتیں تمہیں بتائے گا۔ یہ الیوم اکملت لکم دینکم کی طرف اشارہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ رسول کریم صلعم کے ذریعہ وہ ساری باتیں آگئیں جن کے متعلق حضرت عیسےٰ نے پیشگوئی کی تھی، توریت و انجیل کی انہی پیشگوئیوں کے متعلق فرمایا والذین اتینٰہم الکتاب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق۔ جن کے پاس آسمانی کتاب ہے وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالےٰ کا کلام ہے جو حکمت و حق سے بھرا ہوا ہے اور حق و باطل میں تمیز کرنے والا ہے پھر یہ لوگ کس طرح سے منکر ہوسکتے ہیں کہ کسی اور کو حکم مقرر کر دیں۔ فلا تکونن من الممترین۔ پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

تمام قوموں کے غلط نظریات کا ذکر قرآن کریم میں

وتمت کلمت ربک صدقاً و عدلاً۔ پہلے تو یہ فرمایا کہ یہ کتاب مفصل ہے یعنے حق و باطل کے درمیان فیصلہ دینے والی ہے۔ اس میں تمام قوموں کے غلط نظریات کا ذکر موجود ہے اور ان کا علاج و تصحیح مذکور ہے اور پھر یہ بھی بتایا کہ تمام قوموں کے پاس انبیاء و رسل آئے۔ اور ان پر حکمت کی باتیں نازل ہوئیں۔ لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے ان کو بدل دیا۔ انہوں نے توحید الٰہی کے بجائے (ایک اللہ اور دوسرا شیطان) دو خدا یزدان اور اہرمن بنا لئے۔ ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے ایک نبی کو خدا بنالیا۔ ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے ایک فرشتے کو خدا بنالیا۔ ان میں بت پرست بھی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم میں بھی غلط اعتقادات پیدا کرنے والے لوگ موجود تھے۔ ان سب کے غلط عقائد کے متعلق قرآن کریم نے حقیقت بیان فرمائی ہے۔ اس لئے یہ مفصل ہے اور واضح کتاب ہے۔ ان معنی میں بھی یہ مفصل ہے کہ اس کی تعلیمات عالمگیر ہیں۔

---

۲۴ مبعوث ہونے والے ہیں اور قرآن کریم ایسی کتاب نازل ہونے والی ہے تورات میں بھی حضور نبی کریم صلعم

حضور نبی کریم صلعم کا عدل و انصاف

اور فرمایا تمت کلمت ربک صدقاً و عدلاً کلام الٰہی میں صدق اور حق و حکمت ہے اور وہ عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ہو کر دکھایا کہ عدل کا مقام کیا ہے۔ آپؐ نے اپنوں اور غیروں میں عدل و انصاف قائم کرکے دکھایا۔ اسی طرح آپؐ کی قوم کے حاکموں نے عدل و انصاف کا احترام کرکے اس کے تقاضوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔ اگر عدل و انصاف کے تاریخی فیصلے دیکھنے ہوں تو وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور اصحاب رسول صلعم کی حیات طیبہ میں ملتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ طعمہ نامی ایک شخص انصاری ہے۔ انصار نے حضورؐ کے ساتھ اور آپؐ کے ساتھی مہاجرین کے ساتھ ہر طرح کا حسن سلوک کیا تھا۔ انصاریوں نے انہیں معیشت کے سامان پیش کئے۔ انہوں نے اپنی لڑکیاں پیش کر دیں کہ مہاجر بھائیوں کے گھر آباد ہوں۔ یہ انصاری، حضور اکرم صلعم اور آپؐ کے ساتھی مہاجرین کے محسن ہیں۔ اس محسن قوم کا ایک فرد طعمہ ہے۔ ایک دفعہ طعمہ [illegible] اور ایک یہودی کا مقدمہ چوری کے سلسلہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ طعمہ پر یہودیوں نے یہ الزام لگایا کہ اس نے کسی کی زرہ چرائی تھی اور چوری کے الزام سے بچنے کے لئے اسے یہودی کے گھر میں ڈال دیا۔ حضور نبی کریم صلعم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہودی بے ایمان کافر ہے اور ہمارا دشمن ہے۔ اس لئے چوری بھی [illegible] آپؐ مقدمہ کی تفتیش فرماتے ہیں۔ وہ [illegible] مقدمہ میں انصاری قوم آپؐ کے پاس طعمہ کی سفارش لے کر آتی ہے کہ حضورؐ آپؐ [illegible] اگر طعمہ چور ثابت ہو گیا تو ہم بدنام ہو جائیں گے لیکن قوم کی یہ سفارش عدل و انصاف [illegible] سد راہ نہ بنی۔ یہودی کو بری کر دیا گیا اور طعمہ کو مجرم قرار دیا گیا۔

بین الاقوامی عدل و انصاف میں انگریزوں کی ناکامی

ایک دفعہ ایک انگریز چیف جسٹس [illegible] ہیرسن کے ہاں میں ایک معاملہ میں گیا [illegible] کی عادت تھی کہ جس طرح ایک پہاڑی [illegible] گرتا ہے اس طرح وہ باتیں کیا کرتا تھا [illegible] کسی دوسرے کو بات نہیں کرنے دیتا تھا [illegible] ملتے ہی انہیں کہا کہ میں آج باتیں سننے [illegible] نہیں بلکہ سنانے کے لئے آیا ہوں۔ وہ [illegible] کر حیران رہ گیا کہ مجھے روک دینے والا کون [illegible] میں نے کہا کہ انگریز جج کے متعلق میرا یقین [illegible] ہندوستانیوں کے باہمی مقدمات میں [illegible] درجہ کا جج ہوتا ہے اور اس کے فیصلے صحیح ہیں۔ لیکن جب کبھی وہ کسی انگریز اور ہندوستانی کے درمیان فیصلہ کرتا ہے تو ہمیشہ [illegible]

کرتا ہے (He is always a Janissary) وہ متشدد رہ گیا۔ میں نے اس ملاقات میں طعمہ کے اس مقدمہ کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو چودہ سو سال پیشتر بادشاہ ہوئے اور انہوں نے عدل و انصاف کی زریں مثالیں قائم کر کے دکھا دیں۔ یہود آپ کے خطرناک دشمن تھے۔ لیکن جب اپنی قوم اور دوسری قوم کے درمیان فیصلہ کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ یہودی کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں۔ پس چودہ سو سال پہلے جس نے عدل و انصاف قائم کیا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

خلفائے راشدین کا عدل و انصاف

یہی رنگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والوں نے بھی دکھایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ ان میں موجود تھا۔ عمرو بن عاص نے مصر فتح کیا تو ان کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ عموماً حاکموں کے فرزند تو شہزادے ہوتے ہیں وہ بگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ عمرو بن عاص کا صاحبزادہ بھی ایسا ہی تھا۔ اس نے بر بازار ایک قبطی عیسائی کو مارا۔ اس کی شکایت مدینہ پہنچی تو دربار خلافت سے حکم ہوا کہ گورنر صاحب اور ان کے صاحبزادہ دونوں کو مدینہ میں طلب کیا جائے۔ چنانچہ یہ دونوں حکم کی تعمیل میں مدینہ پہنچے ہیں اور ایک قبطی عیسائی کے مقابل پر مسلمان گورنر کو ان الفاظ میں تنبیہ کی جاتی ہے متیٰ کم تعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا۔ کب سے تم نے ان لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے جن کی ماؤں نے ان کو احرار جنا تھا۔

پرسٹیج (وقار) کا سوال اسلام نے ختم کر دیا

انگریز قوم اپنے حاکموں کا پرسٹیج قائم کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ لارڈ ویول مصر میں کمانڈر مقرر ہوا جب وہ وہاں فیل ہو گیا تو پرسٹیج (وقار) کے سوال پر اسے برصغیر پاک و ہند کا وائسرائے بنا دیا گیا۔ اور جب یہاں بھی فیل ہو گیا تو اسے کسی اور جگہ تعینات کر دیا گیا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرسٹیج کو ختم کر کے رکھ دیا۔ قرآن کریم میں بھی PRESTIGE کا لفظ آیا ہے۔ فرمایا اخذته العزة بالاثم۔ پرسٹیج کا سوال انسان سے اپنی عزت قائم رکھنے کے لئے گناہ کرواتا ہے لیکن اسلامی تاریخ میں پرسٹیج کا سوال اٹھا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ایک میں گورنر کو سرزنش کی گئی۔ یہ حاکم مصر سے منزل بمنزل چل کر مدینہ میں حاضر ہوا اور اس کا یہ حال کیا گیا۔ اس طرح اسلام نے عدل کرتے وقت پرسٹیج کا سوال ختم کر دیا۔

قرآن کریم میں راستی اور عدل

قرآن کریم میں قوموں کے غلط عقائد کا ذکر و تردید موجود ہے۔ ان کی نیکیوں کا حال بھی درج ہے۔ ان کی عادات بابر بھی تبصرہ ہے۔ جو سچائی ہے اس کی تصدیق کی ہے۔ اور جو غلط ہے اس کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اس لئے سارا قرآن کریم راستی ہی راستی اور عدل ہی عدل ہے۔ قرآن کریم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنوں اور غیروں کے درمیان عدل ہی عدل قائم کیا ہے۔

ازواج مطہرات رض کے بارہ میں حضرت نبی کریم صلعم کا عدل و انصاف

اپنوں اور غیروں کے بارہ میں جو عدل انصاف کی باتیں بیان کی ایک ایمان افروز اور بڑی پیاری تاریخ ہے۔ اپنوں کے متعلق انصاف کے بارے میں میں ایک بات بتاتا ہوں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے شادی کی تو آپ ہمیشہ ان کے مداح رہے۔ حضرت خدیجہ رض ایک باکمال عورت تھیں۔ وہ حضور نبی کریم صلعم کے لئے ایک نہایت لائق خاتون ثابت ہوئیں۔ مصائب و مشکلات میں جبکہ آپ کا کوئی مونس و غمخوار نہ تھا اس وقت وہ آپ کے لئے تسلی کا موجب ہوئیں۔ حضرت خدیجہ رض کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رض کو حضور کی رفیقہ حیات بننے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ رض کو اونچا مقام حاصل تھا۔ وہ علم و عرفان کی دولت سے بہرہ ور تھیں۔ علاوہ ازیں وہ صدیق اکبر رض کی صاحبزادی تھیں اس لئے حضور صلعم کے دل میں ان کی بہت قدر تھی۔ مگر حضرت خدیجہ رض کی یاد کو کبھی فراموش نہ کرتے تھے بلکہ حضور کے پاس جب کبھی اچھی اچھی چیزیں آتیں تو آپ حضرت خدیجہ رض کی سہیلیوں کو یہ اشیاء بطور تحائف بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عائشہ رض نے رہ نہ سکیں اور کہا کہ ایک نوجوان عورت آپ کے گھر کی رونق ہے۔ لیکن بوڑھی عورت کی یاد آپ کے دل سے نہیں نکلی۔ اس پر آپ نے فرمایا میں نے خدیجہ رض کے ساتھ اس وقت شادی کی جبکہ میں بالکل مفلس تھا۔ وہ میرے لئے اس وقت سہارے کا موجب ہوئی جبکہ میرے لئے کوئی جائے پناہ بھی نہ تھا اور میرے پاس دولت نہ تھی اس وقت خدیجہ رض نے میرے اوپر دولت صرف کی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے معاملہ میں انصاف کا لمبا چوڑا ذکر فرمایا تو حضرت عائشہ رض شرمندہ ہوئیں کہ میں نے کیا بات کہہ دی۔ یہ تھا حضور کا اخلاص اور یہ تھا عدل و انصاف۔

حضور نے فرمایا وما انا من المتکلفین میں تکلف نہیں برتتا۔ آپ نے دین حق کے اظہار میں کبھی تکلف نہیں کیا کہ چھوڑو جی! اس بوڑھی کا ذکر کیا کرتے ہو۔ بلکہ جو کچھ سچ تھا وہ بیان کر دیا۔ یہ دنیا جہان سے حسین و جمیل ہے۔ اس نے برعکس ایک مری ہوئی خاتون سے وفا ہے۔

جھاڑو دینے والی عورت حضور صلعم کی دعا

یہ تو ایک عظیم الشان خاتون کا ذکر ہے ایک خادمہ مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ ایک روز وہ نظر نہ آئیں۔ فرمایا خیر تو ہے وہ بی بی آج نہیں آئی۔ آپ کو بتلایا گیا کہ وہ رات کو فوت ہو گئی تھیں۔ اور یہ سوچ کر آپ کو بے آرام نہ کیا جائے اسے رات کو ہی دفن کر دیا گیا تھا۔ آپ رنجیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا دلونی علی قبرها۔ مجھے اس کی قبر پر لے چلو میں اس کے لئے دعا کروں گا۔ گویا کہ صدیق اکبر کے لئے دعا ہے تو ایک جھاڑو دینے والی عورت کے لئے بھی دعا ہے۔ اس کو کہتے ہیں صدق اور عدل۔

قرآن کریم میں صدق و عدل کی تلقین

صدق و عدل کی قرآن کریم میں اکثر تلقین کی گئی ہے اور حضور نبی کریم صلعم کے عمل میں صدق و عدل موجود ہے۔ اور آپ کی قوم نے تعلق عدل و انصاف اور صدق کی نادر مثالیں قائم کیں۔ یہ سب قرآن کریم کے کمالات ہیں۔ قرآن کریم کے سامنے ہندو، سکھ، مسلم، عیسائی سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ المخلوق عیال الله ساری کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے خدا کا پیارا وہ ہے جو خدا کی مخلوق کے لئے زیادہ نفع رساں ہے۔ یہ تعلیم عالمگیر ہے۔ سارے دنیا جہان کے لئے بابرکت ہے اور نفع رساں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کلمات بدل نہیں سکتیں

فرمایا لا مبدل لکلمته۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات ایسی نہیں کہ کبھی ان کو تبدیل کر دینے کی حاجت پیش آئے۔ سورج کو اللہ تعالیٰ نے دائمی بنایا ہے۔ اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم نے سراجاً منیراً فرمایا ہے۔ آپ کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ اور قرآن کریم کو نور فرمایا ہے۔ اس کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے بارے میں اپنے علم کی بنا پر فرمایا ہے لا مبدل لکلمته۔ یہ دائمی حقائق ہیں ان کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ آج تک اس سے بہتر تعلیم کوئی نہیں پیش کی گئی۔ یورپ کے لوگوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ قرآن کریم جیسی تعلیم دنیا کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

نبی کریم صلعم اور مسلمانوں کیلئے انعام

یہاں ان آیات میں ایک جملہ میں تو یہ فرمایا وهو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا۔ کہ یہ کتاب مفصل ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا وتمت کلمت ربك تیرے رب کے کلمات مکمل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں وہ تمام کی تمام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر آئیں۔ جنگوں میں آپ فتح یاب ہوئے اور حاکم ہو گئے۔

آپ کی قوم کو خدا تعالیٰ نے بادشاہ بنا دیا۔ اس قوم میں کتنے علماء پیدا ہوئے سپین میں علماء پیدا ہوئے، مصر اور عراق کے اندر علماء پیدا ہوئے، ہندوستان میں علماء پیدا ہوئے۔ اور ہر صدی میں اللہ تعالیٰ کے مقبول و مقرب بندے اور مجدد و محدث پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ پھر امت میں لاجواب مصنف پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ ساز بادشاہ پیدا ہوئے، اور بڑے لائق و فائق سائنسدان پیدا ہوئے۔ کوئی نعمت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو نہ دی ہو۔ فرمایا وهو السمیع العلیم۔ ہم تمہارے دکھ درد سے واقف ہیں اور تمہاری دعاؤں کو سنتے اور دشمنوں کے اعتراضات کو جانتے ہیں۔ دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

حضرت مرزا صاحب رح کی فصیح و بلیغ عربی تحریرات کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا

اس زمانہ میں ایک شخص نے دعوےٰ کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف عربی زبان میں بیان کرو۔ تمہارے بیان کردہ معارف کا اور زبان کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے گا۔ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی برصفحہ کالم ۲)

اسلام کی فتح مندیوں اور اس کے ادیانِ عالم پر غلبہ کا شاندار مستقبل

احمدیہ تحریک کی ترقی و توسیع سے وابستہ ہے

"میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کے الہامِ الٰہی کی صداقت کا ایمان افروز نظارہ

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ گذشتہ سال شمالی امریکہ اور جزائر غرب الہند کی جماعت ہائے احمدیہ کی مشترکہ احمدیہ کانفرنس ٹرینیڈاڈ میں منعقد ہوئی جس میں شمولیت کے لئے مرکز سے حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تشریف لے گئے تھے۔ اس کانفرنس کی رپورٹ اخبار ہذا کی مختلف اشاعتوں میں درج ہوتی رہی ہے۔ یہ کانفرنس ہر سال ہوتی رہے گی۔ امید ہے کہ مرکز سے بھی علماء حضرات نمائندگی فرمایا کریں گے۔ اس روئیداد سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی و تعلیمی مساعی کو بارور کیا ہے۔ کس طرح بلاد غیر میں تحریک ہذا کے اغراض و مقاصد کی تکمیل ہو رہی ہے اور کس طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے الہام "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کی صداقت جماعت احمدیہ لاہور کے بڑھتے ہوئے اقدامات اور توسیع پذیر اثرات سے دنیا کے پرلے کناروں تک محیط ہوتی چلی جا رہی ہے۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے ہاتھ پر ان اطراف میں دو سو افراد نے بیعت کر کے سلسلہ میں شمولیت اختیار کی۔ وہاں پر جماعتوں کو منظم کیا جا رہا ہے۔ درجنوں مساجد جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اثر کام کر رہی ہیں اور وہاں کے احباب خدمتِ دین کی راہ میں بیش از بیش ایثار و قربانی سے کام لے رہے ہیں۔ جماعتی پروگرام ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبار و رسائل میں مشتہر ہوتے ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کا ایک ہفتہ وار اخبار دی گارڈین تیس ہزار کی تعداد میں شائع ہو رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سلسلہ عالیہ کی بلادِ غیر میں یہ ایمان افروز کامیابیاں "مغرب سے سورج طلوع ہوگا" کا وقت قریب تر لا رہی ہیں۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ مغرب کی تاریکی دور ہو کر وہاں اسلام کی روشنی پھیل جائے گی۔ یہ سب کچھ توفیق الٰہی اور اسی کے فضل و کرم سے ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔

متذکرہ احمدیہ کانفرنس کے موقعہ پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے آنریری جنرل سیکرٹری جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے شرکاء کانفرنس کی خدمت میں ایک مبارکبادی کا پیغام ارسال کیا تھا جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔ (بشیر احمد سوز)

محترم بہنو اور بھائیو!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

ٹرینیڈاڈ، سرینام اور برٹش گیانا ہر سہ ممالک کی مشترکہ تیسری احمدیہ کانفرنس کے اس سعید موقعہ پر میں آپ کی خدمت میں اپنی پُرخلوص مبارکباد عرض کرنے کا پُرمسرت فریضہ ادا کر رہا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ سب پر اپنی برکات و افضال کی بارش نازل کرے، خاکسار اس کانفرنس کی جنرل سیکرٹری محترمہ زرینہ یوسف کی خدمت میں اظہارِ تشکر کرتا ہے کہ محترمہ موصوفہ نے خاکسار کو مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اس پُرمسرت تقریب پر آپ کی خدمت محترم میں پیغام تہنیت پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔ میں آپ کی اجازت سے لاہور احمدیہ تحریک اور علاقہ ہائے جنوبی امریکہ کی احمدی جماعتوں کے درمیان ابتدائی تعلقات کے سلسلہ میں اختصار و اجمال کے ساتھ کچھ ذکر کرتا ہوں۔ مرکزی انجمن لاہور نے پہلے پہل ۱۹۲۶ء میں محترم ایف کے خان درانی کو علاقہ ٹرینیڈاڈ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ درانی صاحب نے یہاں تحریک ہذا کی تخم ریزی کی۔ یہ بیج پھوٹا اور پودا نمودار ہوا۔ پھر یہ تحریک آہستہ آہستہ موجبِ کشش ہوئی۔ ایک نوجوان حاجی امیر علی صاحب وہاں سے اسلامیات کی تعلیمات کے لئے لاہور آئے۔ اور یہاں رہ کر اسلام و دیگر مذاہب کا مطالعہ کیا۔ محترم موصوف نے مراجعت وطن کے بعد تبلیغ و اشاعت دین کے میدان میں کچھ عرصہ تک بڑی مفید و مؤثر خدمات انجام دیں۔ تاہم بعض ناسازگار حالات کے سبب وہاں پر جماعتی ترقی دور سے رک گئی۔ بعد ازاں مرکز کے بعض فاضل علماء نے بھی ان علاقوں کا دورہ فرمایا اس ضمن میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی علوم ڈاکٹر وزیر احمد ترابی صاحب مرحوم اور محترم مولانا بشیر احمد منور صاحب کے اسماء گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ محترم الحاج عبدالکریم جاکو صاحب اور یہاں کے دوسرے احباب و خواتین گاہے گاہے لاہور تشریف لاتی رہی ہیں۔

۱۹۶۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی پچاس سالہ گولڈن جوبلی کی تقریب پر ٹرینیڈاڈ سے مکرم عزیز احمد صاحب جو آج اس کانفرنس کے صدر ہیں، لاہور تشریف لائے تھے۔ مکرم موصوف نے ٹرینیڈاڈ میں ایک مبلغ اسلام بھیجنے کی ضرورت و اہمیت پر بڑا اصرار زور دیا۔ چنانچہ آپ کے پُرخلوص مطالبہ پر مرکز نے محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے کی خدمات تفویض کر دیں اور شیخ صاحب ممدوح کو ٹرینیڈاڈ بھجوا دیا۔ آپ انجمن کے ایک لائق فائق اور سرگرم و مستعد کارکن ہیں۔ شیخ صاحب نے چند سال آپ کے درمیان گذارے ہیں، انہوں نے جس جان سوزی، جگر کاوی اور انتھک محنت سے اپنے فرائض کو نبھایا ہے اس کے مبارک نتائج آج آپ کے سامنے ہیں۔ اور آج جو آپ کے ہاں احمدیہ تحریک نے ایک مشترکہ کانفرنس کے انعقاد کا پروگرام بنایا ہے۔ ان علاقوں میں مختلف جگہوں پر جو احمدی جماعتیں قائم ہو گئیں اور اس طرح اس تحریک نے جو ایک مضبوط، منظم اور فزوں تر صورت اختیار کر لی ہے وہ شیخ صاحب موصوف کی مساعی کے ہی شیریں پھل ہیں۔ ان کی ہی تحریک و ترغیب سے ٹرینیڈاڈ کے نوجوان مسٹر مصطفےٰ کمال ہینڈل لاہور آئے ہوئے ہیں۔ اور انجمن ہذا کے ادارہ تعلیم القرآن میں اسلامیات کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، نوجوان موصوف انشاء اللہ تعالیٰ ایک سچے اور حقیقی مبلغ اسلام ثابت ہوں گے۔

آپ کی دعوت پر امیر قوم حضرت الحاج مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ آج اس کانفرنس میں آپ حضرات کی رہنمائی کی خاطر اور آپ کو بہ نفسِ نفیس پیش کرنے کے لئے تشریف فرما ہیں۔ اس کانفرنس کے مباحث میں شرکت کے لئے حضرت ممدوح ایدہ اللہ کی معیت میں محترم شیخ فاروق احمد معہ اہلیہ صاحبہ آپ کے درمیان بیٹھے ہیں۔ محترم میاں صاحب تحریک ہذا کے ایک معزز و ممتاز اور مستعد و مخلص رکن ہیں۔

یہ مسرت آفرین حالات ان ممالک میں تحریک احمدیہ کے عظیم اور خوش آئند مستقبل کے لئے نیک فال ہیں۔ رحیم و کریم خدا آپ پر ہزاروں ہزار برکات نازل فرمائے۔ اور آپ کو اپنی جناب سے خاص تائید و توفیق عطا فرمائے تاکہ شمالی و جنوبی امریکہ کے ہر دو براعظموں میں جہاں تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مارتی ہوئی انسانیت کو روحانی روشنی کی اشد ضرورت ہے۔ دینِ اسلام کی روشنی پھیلا سکیں۔ آپ کی خدمت میں ایک امریکی مصنف مسٹر ایبٹ کی تازہ تصنیف۔ "اسلام اینڈ پاکستان" سے احمدیہ تحریک کی عظیم الشان اور حیرت انگیز ظفریابیوں اور فتح مندیوں کے متعلق ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں۔

احمدیہ تحریک نے مسلم قلوب میں اسلام پر سچا ایمان پیدا کر دیا ہے

"جماعت احمدیہ نے دیگر ادیان کے بارے میں جس قدر دلائل پیش کئے ہیں، زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کے شدید ترین مخالفوں نے انہیں بہ تمام و کمال قبول کر لیا ہے۔ اپنے تبلیغی جوش اور عیسائیت کے خلاف پے درپے اور کثیر الاشاعت حملوں سے اس جماعت نے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط

ایمان پیدا کر دیا ہے اس جماعت نے مسلمانوں کے قلوب میں یہ ایمان و یقین

پیدا کر دیا ہے کہ یورپ کی موجودہ ترقی اور قوت کا سرچشمہ عیسائیت ہرگز نہیں اور دنیا کا سچا دین

صرف اسلام ہے

اس تحریک کی بنیادی خصوصیت یہی ہے۔ مگر یہ امر کس قدر تعجب انگیز ہے کہ جس تحریک کی ہر دو

شاخوں نے دوسرے مذاہب کے مقابل دین اسلام کی حفاظت و توسیع کے میدان میں سب سے زیادہ کام کیا ہے پاک و ہند کے مسلمان سب سے زیادہ ان کا عقیدہ کے خلاف صف آراء ہیں۔"
(دیاچہ ص۱۵)

بقول مسٹرایٹ اگر یہ حقیقت ہے کہ احمدیہ تحریک نے مسلمانوں کے قلوب و اذہان میں یہ ایمان و یقین پیدا کر دیا ہے کہ دنیا جہان کا سچا اور حقیقی دین صرف اور صرف اسلام ہے اور صداقت و حقانیت اسلام کے بارے میں احمدیہ تحریک کے پیش کردہ دلائل و براہین کو اگر اس سلسلہ کے شدید ترین مخالفوں نے بھی آہستہ آہستہ بہ تمام کمال مان لیا اور قبول کر لیا ہے تو پھر اس امر میں کسی ادنیٰ شک و شبہ کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ کہ اسلام کی فتح مندیوں اور غلبہ کا شاندار مستقبل بجائے خود اسی تحریک کی ترقی و توسیع سے ہی وابستہ ہے۔ دعوت و تبلیغ اسلام اور فروغ تحریک احمدیہ کا دوہرا کام غیر منفک طور پر ایک دوسرے سے متعلق ہے۔ احمدیہ تحریک کی افزائش و فروغ میں اشاعت اسلام کا راز مضمر ہے۔ یہ امر منطق اور تجربہ ہر دو لحاظ سے درست اور صحیح ہے۔ از روئے منطق یہ ظاہر ہے کہ دورِ حاضر میں

اسلام کی اخلاقی و روحانی قدروں کی نشاۃ ثانیہ اور اسلام کے ابدی اصولوں کی عظمت و فضیلت پر ایمان راسخ اور یقین کامل صرف اسی صورت میں پیدا کیا جا سکتا ہے کہ بانیٔ تحریک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی متحرک و مؤثر شخصیت اور آپ کی ماموریت حیثیت

سے تعلق قائم کیا جائے۔ حضرت اقدس محض ایک ذرخیز دماغ اور ہمت آفرین شخصیت کے ہی مالک نہ تھے بلکہ آپ کی تعلیمات انسان کو اسلام کے خلاف ہر قسم کے ہونے والے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد و مسلح کرتی ہیں۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے میدان جہاد

میں آج حضرت مجدد وقت کی ہی ایک فوج ہے جو لادینیت اور مادہ پرستی

کی اسلام دشمن قوتوں اور مہیب طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے علمی، اخلاقی اور روحانی طور پر مسلح اور منظم ہے۔ **ہمارے اپنے نصف صدی کے ذاتی تجربہ نے بھی اس امر کی کامل صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ عیسائیت کے دجالی فریب** کو تار تار کرنے اس کے جارحانہ حملوں کو توڑنے اور اپنے دین کی مدافعت کرنے میں صرف اور صرف احمدی ہی علمی و قلمی ہتھیار ہی کارگر ہیں جیسے کہ مسٹر ایٹ کے متذکرہ بالا اقتباس میں بھی اسی امر کا اعتراف موجود ہے اور یہ کہ اس تحریک کی ترقی و توسیع اشاعت اسلام کی حرکت کو تیز تر کرنے کی موجب ہے۔

یہ امر بہ تمام ذہن نشین رہے۔ کہ تحریک احمدیہ نہ تو کسی مفہوم کے لحاظ سے کوئی مذہب ہے اور نہ معروف معنوں میں ہی یہ الگ کوئی فرقہ ہے۔ بلکہ یہ تو صحیح معنوں میں قرآن کریم کی ابدی و غیر متغیر تعلیمات اور سنت رسول صلعم کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے احیاء وقت کی ایک آسمانی تحریک ہے اگر کوئی شخص اپنے آپ کو احمدی ظاہر کر کے اس تحریک کے حقیقی معتقدات و نظریات کے برخلاف یہ ایمان رکھتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری ہے اور دوسرے مسلمانوں کو خارج از دائرہ اسلام قرار دے کر اخوت اسلامیہ کے شیرازے کو تار تار کرتا ہے، تو وہ بانی تحریک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حقیقی پیرو ہرگز نہیں ہے۔ لاہور احمدیہ جماعت کے یہ معتقدات و نظریات ــــ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ انبیاء و رسل کے آخری فرد ہیں اور آپ پر وحی نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا۔ ہر فرد جو کلمہ ــــ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مقر ہو وہ اخوت اسلامیہ میں شامل ہے۔ اسے کسی طور کافر قرار دے کر خارج از اسلام نہیں کیا جا سکتا ــــ یہی حضرت بانی سلسلہ اور آپ کی جماعت کے اصلی اور حقیقی معتقدات و نظریات ہیں۔

لاہور احمدیہ تحریک کی پرخلوص خدمت و تعاون کے تحت علم اسلام کو مضبوطی سے تھامے رکھنے اور اسے بلند کرنے کا جو جوش و ولولہ اور عزم و ہمت آپ میں پایا جاتا ہے، اور اس

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۶)

کے دشمن حضور اکرم صلعم کی ظاہری حیات میں تھے تو حضرت مرزا صاحبؒ کے دور میں بھی ان کے دشمن موجود تھے۔ ان میں بڑے بڑے عالم و فاضل مصنف و مقرر موجود تھے۔ مصر میں موجود تھے انگلستان میں اور جرمنی میں موجود تھے لیکن کوئی بھی قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی کتاب نہ لکھ سکا اور آج تک یہ چیلنج موجود ہے کہ اس کتاب کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضور نبی کریم صلعم کے غلام کو بھی یہی فخر حاصل ہے انہوں نے اعلان کیا کہ میں عربی زبان میں قرآن کریم کے مطالب بیان کروں تو میری تحریر کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کسی سے نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت مسلمانوں میں علماء و فضلاء موجود تھے اور ہیں۔ کلکتہ، لکھنو، دلی میں عربی عالم موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی حضرت صاحبؒ کے چیلنج کا مقابلہ نہ کر سکا۔ حالانکہ ہندوستان میں بڑے پڑھے لکھے عربی کے علماء فضلاء موجود تھے۔ مولانا شبلی مرحوم کے بھائی عبدالحمید صاحب عربی کے ماہر تھے۔ انہوں نے قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی سورتوں کی عربی میں تفسیر لکھی۔ باوجود اس لیاقت و قابلیت کے وہ حضرت مرزا صاحبؒ کے مقابلہ میں نہ آئے یہ بہت بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت مرزا صاحبؒ کو تائید و توفیق الٰہی حاصل تھی۔ حضرت صاحبؒ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو انسان حیران ہو جاتا ہے کہ وہ دین اسلام کی تائید و حمایت میں مؤثر تحریر و نثر میں قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے تھے۔ اور صفحوں کے صفحے لکھتے چلے جاتے اور اگر نظم لکھتے تو بہت فصیحوں کے سمجھے

قرآن کریم اور حدیث کے مطالعہ سے مستفید ہونا چاہئیے۔

مسلمانوں کو چاہئیے کہ قرآن کریم کے

راہ میں جو فزوں تر ترقی نت نئے روز ہو رہی ہے، اس پر مبارک باد کا جو پُر خلوص دلی پیغام پیش کر رہا ہوں وہ قدرے طویل ہو گیا ہے۔ اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ آپ تمام خواتین و احباب کو جنسکی دعا گو کی عظیم اخلاقی و روحانی دولت سے مالا مال کرے، یقین کامل کی قوت عطا فرمائے۔ اور اپنے محبوب دین اسلام کی صحیح اور حقیقی خدمت کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کی توفیق و ہمت بخشے۔ آمین

پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ دیں۔ خصوصاً ہماری جماعت کو اس طرف بہت توجہ دینی چاہئیے جیسا کہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میں ترکہ اور وراثت کے طور پر تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ اگر تم مضبوطی سے اسے تھامے رکھو گے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ دو چیزیں ہیں قرآن کریم اور میری سنت۔ یہ دونوں چیزیں ہمارے لئے رہنمائی کا موجب ہیں۔ واجب ہے کہ ہم ان حیات افروز تعلیمات کے حصول کے لئے عربی سیکھنے کی طرف متوجہ ہوں اور قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطالعہ سے مستفید ہوں۔

پیغام احمدیت

محترم شیخ محمد طفیل صاحب کے مضمون "پیغام احمدیت" کی قسط ۹ کا آخری حصہ درج ہونے سے رہ گیا تھا جو حسب ذیل ہے۔ قارئین مذکورہ قسط کے آخر میں اس کا اضافہ کر لیں۔
ایڈیٹر

مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق حضرت مرزا صاحبؒ کا جو اقتباس برقی صاحب نے پیش کیا ہے اس میں تو صاف انجام آتھم کے عہد مستحکم کا ذکر ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے اس لئے ان سے بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

گو مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا نام انجام آتھم کے مولویوں کی لسٹ میں موجود نہیں لیکن جب آپ نے منقولی بحث و مباحثہ سے کنارہ کر لیا تو کسی مولوی صاحب کا آ کر اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کرنا ممکن نہیں تھا۔ ویسے بھی حضرت مرزا صاحبؒ ایک تقریر سے فارغ ہوئے تھے اور پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے (اگلے روز آپ کی وفات ہو گئی) اس لئے آپ نے مولانا محمد احسن صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب سے نرمی اور ہم آہنگی سے مسائل مختلف فیہ پر گفتگو کر لیں۔ برقی صاحب عادت سے مجبور ہو کر بیچ بیچ میں اقتباس کے ہمراہ اس قسم کے فقرے چست کئے جاتے ہیں:-

گریز نمایاں ہو گیا
عذر کی بناوٹ صاف ظاہر ہے
پہلو کی کمزوری ظاہر ہے۔ وغیرہ

اس ستم آفرینی کی کیا کیا شکایت کی جائے برقی صاحب اپنی دیرینہ عادت سے مجبور ہیں

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
(مینیجر)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جلسہ سالانہ کی مختصر روئیداد

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

— بشیر احمد ورائچ ایم اے

لاہور ۲۷ دسمبر ۱۹۷۰ء بروز اتوار احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ۵۷ ویں سالانہ جلسہ کا آخری اجلاس مکرم جناب حاجی غلام ربانی خان صاحب ایڈووکیٹ وزیر ماسہرہ کی صدارت میں بوقت ۹ بجے صبح منعقد ہوا جس کے بعد دو پہر تک جاری رہا۔ سب سے پہلے محترم عبدالحی صاحب از دیندار اور مولوی عبدالرحمن صاحب امام و خطیب جامع احمدیہ کراچی نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ ناظر ابراہیم صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام ترنم سے پڑھ کر حاضرین جلسہ کو محظوظ فرمایا۔ جس کے بعد چوہدری سید احمد صاحب (زیدہ لاہور) نے اپنا منظوم کلام پڑھ کر سنایا۔ جس میں علمائے کرام، جماعت (ربوہ) حالیہ انتخابات اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا خاکہ پیش کیا گیا تھا۔

اسلامی آئین کے خدوخال — شیخ انعام الحق صاحب کی تقریر

مکرم جناب شیخ انعام الحق صاحب ایڈووکیٹ کراچی نے "اسلامی آئین کے خدوخال" پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں اسلامی آئین کو مرتب کرنا عالم اسلام کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے۔ ۲۳ برس گذر جانے کے باوجود ابھی تک ہم موجودہ زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر صحیح اسلامی آئین کی تدوین کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے پیش نظر اسلامی آئین میں تین نمایاں پہلو یعنی سماجی، سیاسی اور اقتصادی ہونے چاہئیں اور ان کو اسلام کے اصولوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق مرتب کرنا چاہئیے۔ شیخ صاحب موصوف نے ان تینوں پہلوؤں پر اپنے خیالات کا اظہار تفصیلاً کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے پاس اسلامی تاریخ اور فلسفہ حیات میں ایسے اصول تو یقیناً موجود ہیں جو ایک صحیح اسلامی سماجی نظام کی نشاندہی کرتے ہیں لیکن وہ ادارے موجود نہیں جن کی تدوین کرنا ہمارے آئین کا اولین فریضہ ہے۔ آپ نے کہا کہ تو میں عظیم اسی وقت بنتی ہیں جب ان کے افراد کے ضمیر یا نفس میں انقلاب آتا ہے اور آئینی اداروں کو چلانے کے لئے عظیم اخلاقی قدروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم اسلامی اخلاقی اقدار کے بغیر ایک اعلیٰ قوم نہیں بن سکتے اور نہ ہی خاطر خواہ سیاسی یا اقتصادی ترقی کر سکتے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ عوام کو اسلامی زندگی اختیار کرنے کے لئے حکومت کی مشینری کی ضرورت نہیں ہے بلکہ فرد اور معاشرے کو اسلامی زندگی اختیار کرنا ضروری ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کرتے تھے، پھر دوسروں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔

اسلام کے اقتصادی پہلو پر بحث کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ جب تک کہ ہم ایک واضح اسلامی اقتصادی نظام پیدا نہیں کرتے جو اسلام کے سماجی اصولوں کی روشنی میں مرتب کیا جائے اس وقت تک اسلام اس زمانہ میں [illegible]۔ ہمیں اسلامی اقتصادی نظام کی تیاری کے سلسلہ میں یہ خیال رکھنا چاہئیے کہ یہ اسلامی سماجی اصولوں کے مطابق ہو اور ہماری آزادی اور جمہوریت کو مجروح نہ کرے۔

آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں کہا کہ اسلامی اصولوں پر مبنی اقتصادی نظام ہی سرمایہ داری اور اشتراکیت کا بہترین امتزاج پیش کرتا ہے اور یہ بات تو یقینی ہے کہ اسلام کے سماجی اصول یعنی مساوات، آزادی اور سماجی انصاف کو کبھی شکست نہیں ہوگی۔ اگر ہم اسلام کا اقتصادی نظام جاری کر دیں تو ہم دنیا کو اس وقت دو مختلف نظاموں یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری کی خرابیوں کا علاج اسی نظام میں ہے اور یہ پاکستان کی طرف سے دنیا کے لئے سب سے بڑا پیغام امن ہوگا۔ آپ کی تقریر کا مکمل متن ماہنامہ روشنی اسلام کے قریبی شمارہ میں ہدیۂ قارئین کرام کیا جائے گا۔

جنوبی امریکہ میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں — شیخ محمد طفیل صاحب کی تقریر

جناب شیخ انعام الحق صاحب کے بعد محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان نے جو انجمن کے جلسہ سالانہ پر انگلستان سے تشریف لائے ہیں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے آج سے تین سال پہلے اس موقعہ پر آپ کے سامنے حاضر ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ اور اتنے عرصہ کے بعد آج پھر آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ الحمدللہ اس طویل عرصہ میں آپ کی پُرخلوص دعائیں مجھے شامل حال رہیں اور مجھے اپنی استعداد کے مطابق خدمت دین کا بیش از بیش موقعہ ملا اور میری علمی اور عملی کوتاہیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیاب کیا۔ اس کے لئے میں اللہ تعالیٰ کا شکرگذار اور آپ کا ممنون ہوں۔

محترم شیخ صاحب موصوف نے اپنا ایک ملک مساعی کا ذکر کرتے ہوئے ٹرینیڈاڈ ریڈیو پروگرام کا ذکر [illegible] ہندوستانی اور پاکستانی [illegible] کو ستاپاتوں میں وہاں کی جماعتوں کی تبلیغ دین متین کے سلسلہ میں دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ [illegible] ٹرینیڈاڈ کی لڑکیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم اسلام سے متعلق بڑی ہی نہایت خوش الحانی سے پڑھی ہوئی سنائی گئی۔

شیخ صاحب موصوف نے [illegible] ٹرینیڈاڈ مسلم ایسوسی ایشن اور گیانا احمدیہ انجمن کی طرف سے ریڈیو پروگرام ہوتے ہیں جن میں اسلامی تعلیمات کے علاوہ منظوم کلام بھی ترنم سے پڑھا جاتا اور مل کر گایا جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف اردو زبان سے تعلق پیدا ہوتا ہے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے منظوم کلام سے بھی دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔

مکرم شیخ صاحب موصوف نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے موجودہ دور کے نشر و اشاعت کے تمام تر ذرائع سے کام لینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹرینیڈاڈ اور گیانا وغیرہ میں ان ذرائع سے حتی المقدور کام لیا جا رہا ہے۔ اور اس کا اثر یہ ہے کہ نہ صرف بچے بچیاں اور نوجوان ان پروگراموں میں حصہ لیتا اور مختلف مجالس میں اپنے دینی و قومی جوش و خروش کا اظہار کرتا ہے بلکہ وہ اپنے والدین اور اعزہ و اقارب کو بھی کھینچ کر ان تقاریب میں لے آتے ہیں۔ اور اب ہر بڑا چھوٹا ان تقاریب میں نہ صرف حصہ دار ہے بلکہ اپنے آپ کو ذمہ دار تصور کرتا ہے۔

آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حالیہ پاکستانی انتخابات کے موقعہ پر مختلف مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی طرف سے یہ بات بڑی وضاحت سے پیش کی گئی کہ "اسلام خطرے میں ہے" حالانکہ اسلام کبھی خطرے میں نہیں رہا۔ نہ اس کے لئے کبھی اور کہیں کوئی خطرہ موجود ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرات علمائے کرام کے اپنے مفادات و مقاصد خطرے میں ہوتے ہیں تو انہیں اسلام خطرے میں نظر آنے لگتا ہے، بقول کسے ؎

جو دیکھا مرا کام خطرے میں ہے
تو بولا کہ اسلام خطرے میں ہے

مکرم شیخ صاحب نے مولانا الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب" کا ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک شعر ہے ؎

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے

یہ الہام علمائے کرام پاکستان کی موجودہ صورت حال پر کس طرح صادق آتا ہے، وہ ظاہر و باہر ہے۔ حالیہ انتخابات نے ان کے ضمیر کو کھول کے رکھ دیا ہے۔ بحیثیت لیڈران میں سے بہت سے ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور ان کی سیاسی، مذہبی حیثیت جاتی رہی ہے۔

برنی صاحب نے اس شعر کا عنوان رکھا تھا "خیالی کرشمہ"۔ واقعات نے ثابت کیا ہے کہ یہ دراصل خیالی نہیں بلکہ خدا کی قدرت کا کرشمہ تھا جو عملاً ظہور میں آیا۔

شیخ محمد طفیل صاحب موصوف نے حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے حالیہ دورہ جنوبی امریکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سفر میں جو ایمان افروز اور روح پرور مناظر دیکھنے کا موقعہ ملا ہے اس کا یقین ان لوگوں کو ہی آ سکتا ہے جنہوں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آپ نے سرینام کے متعلق بیان فرمایا کہ وہاں ڈچ زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ موجود ہے۔ اس علاقہ کے بعض حصوں میں احمدی حضرات کی کثرت ہے اگرچہ وہاں بھی ملاں حضرات اپنی تخریبی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور احمدیوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ ان حالات میں ہماری جماعت کو بڑے تسلسل اور باقاعدگی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

برٹش گیانا کا ذکر کرتے ہوئے محترم شیخ صاحب نے فرمایا کہ ۱۹۶۶ء میں ہماری وہاں دو جماعتیں تھیں۔ اب آٹھ مساجد ہماری اپنی ہیں اور چار مساجد سے تعلقات بڑے خوشگوار ہیں جو ہمیں ان مساجد میں مختلف تقاریب منعقد کرنے اور اپنی تقاریب میں ہمیں شمولیت کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔ اس علاقہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے وہاں کی جماعت کام کر رہی ہے

ریڈیو پروگرام کے پروگرام Presenting Islam to the nation کے عنوان کے تحت پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا بھر میں صرف یہی ایک ملک ہے جہاں جماعت کے پروگرام ریڈیو پر باقاعدہ نشر کئے جاتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ وہاں سے ایک انگریزی اخبار اسلامک گارڈین جماعت کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا جاتا ہے۔ اخبار میں اکابرین جماعت احمدیہ۔ حضرت مسیح موعودؑ، حضرت مولانا نورالدینؓ، حضرت مولانا محمد علیؒ، حضرت خواجہ کمال الدینؒ اور حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کی خدمات اسلام کا ذکر کیا جاتا ہے اور سلسلہ کے لٹریچر کے اقتباسات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ ایک بڑا موثر ذریعہ تبلیغ ہے (یہی وہ مقام ہے جہاں پہلی دفعہ امریکن کنونشن ۱۹۶۸ء میں منعقد ہوئی تھی)

محترم شیخ صاحب نے علاقہ ٹرینیڈاڈ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے وہاں تعلیم و تبلیغ اسلام کا بیشتر موقعہ ملا ہے اور میں نے مختلف طریقوں سے وہاں کام کیا ہے۔ میرے سامنے یہ امر تھا کہ جب تک تمام افراد کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں شامل نہ کیا جائے اس وقت تک کامیابی ممکن نہیں چنانچہ میں نے پہلے پہل نوجوانوں کی تربیت شروع کی۔ پھر وہاں کی مساجد کے آئمہ کرام کے لئے نصاب ترتیب کیا۔ اس نصاب میں امام و خطیب کی جملہ ذمہ داریاں اور متعلقہ مسائل درج کئے۔ پھر امتحانات کا سلسلہ شروع کیا۔ علاوہ ازیں بین المذاہب روابط، مودت و مروت پیدا کرنے کے لئے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی غرض سے ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ تقاریب کا انتظام کیا جہاں ہر نمائندہ مذہب کو اپنے اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ ملتا اور ایک دوسرے کیلئے باہمی افہام و تفہیم کی سہولتیں میسر آتی ہیں۔ اس طریق سے اسلام کو بڑے موثر طریق سے پیش کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا۔ نوجوان طبقہ میں ترغیب و تحریک دین کے سلسلہ میں نے ایک کتاب Songs of Islam تیار کی جس میں اردو نظمیں جمع کیں۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں انہیں ریڈیو پروگراموں میں پیش کرتے ہیں آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا کہ ان علاقوں میں تبلیغی حالات نہایت موزوں اور حوصلہ افزا ہیں۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے حالیہ دورہ کے موقعہ پر دو سو افراد نے بیعت کی اور وہ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔

آپ نے بتایا کہ وہاں کی مسلم آبادی اس تحریک سے دلچسپی رکھنے لگی ہے۔ شیخ صاحب ممدوح نے احباب جماعت کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ وہاں کے کاموں کو اپنے ہاتھ میں لیں اور موثر طریق سے کام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ گلستان عطا کیا ہے اس کی دیکھ بھال اور آبیاری کے لئے ہمیں بڑی مستعدی سے کام کرنا چاہیئے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ ان جماعتوں کے دورے مسلسل ہوتے رہیں اور سال بھر میں یہاں سے کوئی نہ کوئی رکن انجمن وہاں جاتا رہے۔ اسی ضمن میں آپ نے بتایا کہ اگست ۱۹۷۱ء میں جنوبی امریکہ کی جماعتوں کی پہلی کنونشن منعقد ہونے والی ہے، جس میں شمولیت کے لئے غالباً محترم شیخ فاروق احمد صاحب وہاں پہنچ جائیں گے اور مجھے بھی جانا ہوگا، اس طرح اس رابطہ کو قائم رکھنا ہوگا اور یہ ہم سب کا فرض ہے۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا" - ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی تقریر

شیخ محمد طفیل صاحب کے بعد مکرم جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے ایک پُر معارف اور حقائق افروز تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا "دنیا میں ایک نذیر آیا" یہ تقریر ٹیپ ریکارڈ کر لی گئی ہے۔ اور اس کا مسودہ قبلہ ڈاکٹر صاحب ممدوح کی خدمت میں بغرض تصحیح پیش کیا گیا تھا اور ان کی طرف سے یہ موصول ہوگئی ہے تو قریبی اشاعت میں قارئین کرام کے استفادہ کے لئے درج کی جائے گی۔

میاں نصیر احمد فاروقی صاحب کی تقریر

بعد ازاں مکرم قبلہ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے سورۃ المدثر کی چند آیات — فقال ان ھذا الا سحر یؤثر - ان ھذا الا قول البشر... وما ھی الا ذکری للبشر (۷۴:۲۲) — کی تلاوت کرتے ہوئے علیھا تسعۃ عشر کے موضوع پر تقریر فرمائی آپ نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کی خلعت سے سرفراز فرمایا گیا مشکل ترین کام آپ کو یہ تفویض کیا گیا کہ بنی نوع انسان کو بہترین خلائق بنایا جائے اور ان کی ایسی اصلاح و تربیت کی جائے کہ آپ کے اصلاح و تربیت یافتہ لوگ دوسروں کی اصلاح کرنے والے بن جائیں۔ تربیت و اصلاح کا یہ کام نہایت مشکل تھا حتیٰ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بار عظیم کے بوجھ تلے اپنے آپ کو دبے ہوئے محسوس کرتے تھے۔ اس فرض کی گرانباری کا اندازہ آپ کی اس کیفیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ پہلی وحی کے بعد گھبرائے ہوئے گھر آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ زملونی زملونی - مجھے کپڑا لپیٹ دو۔ مجھے کپڑا لپیٹ دو اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ناکام نہیں کرے گا کیونکہ آپ بنی نوع کی خدمت گذاری اور اعلیٰ ترین اخلاق کا برتاؤ کرتے ہیں اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ سورۃ المزمل میں تو اس امر کا بیان پایا جاتا ہے کہ جو آپ کے لئے ناممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور تعلق باللہ کا سب سے بڑا طریق نماز ہے۔ جس کا نتیجہ تقویٰ ہے۔ مکرم مقرر نے کہا کہ سب سے پہلی چیز جو ایک مبلغ کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اپنی کمزوریوں کو دور کرے۔ اس کا بہترین طریقہ نماز تہجد کی بالاستیعاب ادائیگی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق نماز تہجد انسان میں وہ خوبی پیدا کرتی ہے جو دنیا والوں کے لئے موجب کشش ہوتی ہے۔ آپ نے کہا کہ قلب و نظر کے لئے لباس تقویٰ بہترین لباس ہے۔ جب تقویٰ و طہارت کی خوبیاں پیدا ہو جائیں تو پھر سورۃ المدثر میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اب تم اٹھ کھڑے ہو، اب تمہارا کام دنیا کو انذار کرنا اور ڈرانا ہے۔ اس سورۃ میں کہا گیا ہے کہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے ان کا انجام خراب ہوگا وہ قتل کئے جائیں گے اور یہ کہ مخالفین کی طرف سے اعتراضات بھی کئے جائیں گے۔ ان کا ایک بڑا اعتراض یہ ہوگا ان ھذا الا قول البشر۔ یہ کچھ نہیں مگر یہ تو انسان کی اپنی بنائی ہوئی بات ہے یہ اعتراض اس وجہ سے ہوگا کہ وہ وحی کی حقیقت کو نہیں سمجھتے ہوں گے۔

آپ نے "علیھا تسعۃ عشر" کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ پہلے سال کی وحی ہے اور ٹھیک انیس سال بعد فتح مکہ کی صورت میں یہ پیشگوئی اپنے عظیم الشان نشانات کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور یہ فتح تائید الٰہی سے ہوئی تھی۔ فتح مکہ کے نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ تھا کہ مخالفت ختم ہو گئی۔ قبلہ میاں صاحب نے فتح مکہ کے بارے میں صحف سماوی اور پیشگوئیوں اور انجیل و دید کی تحریرات کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ادریسؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت سلیمانؑ وغیرہ انبیاء کرام نے اس کا ذکر کیا ہے وہ فتح مکہ وحی الٰہی کی حقانیت و صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے اور یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے آپ نے کہا کہ وحی الٰہی کی حقانیت و صداقت کے شاہد اس دور کی مقدس ہستی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہیں۔ مجددین و محدثین کی تاریخ میں حضرت صاحبؑ کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ آپ سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ بکثرت سے ہوا ایسا کسی مجدد و محدث اور مامور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں نہیں ہوا۔ کوئی دن ایسا نہیں تھا جس دن حضرت صاحبؑ کو الہام نہ ہوتا ہو کچھ پیشگوئیاں حضرت صاحبؑ کے اپنے زمانہ میں پوری ہوئیں، کچھ آپؑ کی وفات کے قریبی زمانہ میں اور کچھ آجکل پوری ہو رہی ہیں۔ یہ پیشگوئیاں جہاں وحی کی حقیقت و صداقت کو ثابت کرتی ہیں وہاں حضرت صاحبؑ کے مقام ماموریت کی صداقت کو بھی ثابت کرتی ہیں۔ کاش لوگ اس پر دھیان دیں اور مامور وقتؑ کے مقام و مرتبہ کو پہچان کر رضائے الٰہی کی راہوں پر گامزن ہوں جو مامور وقت کے طفیل کھلتی ہیں، اور جن پر چل کر انسان کو خیر و خوبی اور نیکی و تقویٰ کی توفیق ملتی ہے۔ اس زمانہ میں مامور وقت نے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے جس کی نظیر اسلامی دنیا میں ملنی مشکل ہے اللہ تعالیٰ نے اب یہ مقدر کر دیا ہے کہ دنیا میں اگر اسلام و قرآن اور توحید و رسالت کا علم بلند ہوگا تو اس مامور کی ذات اور اس کی جماعت کے ہاتھوں سے ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشادات

مکرم میاں صاحب موصوف کی تقریر کے بعد حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو خطاب فرمایا وہ کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔

عقل اور الہام الٰہی — ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا لیکچر

حضرت امیر ایدہ اللہ کے بعد مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "عقل اور الہام الٰہی" کے موضوع پر ایک حقیقت افروز تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر کا مکمل متن آئندہ اشاعت میں درج کیا جائے گا۔

بعد ازاں مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مبلغ سانفرانسسکو (امریکہ) کے صاحبزادہ ... نے تقریر کی۔ انہوں نے فرمایا کہ انجمن نے جو اسلامی لٹریچر پیدا کیا ہے وہ اپنی افادیت کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ اس کو موجودہ نئے ذرائع کتابت و طباعت سے کام لیکر اہتمام ... باقی بر صفحہ ... کالم ...

ہمارے نبی پاک کے بعد کسی نبی کا آنا (خواہ نیا ہو یا پرانا) ممکن نہیں۔

لہٰذا کسی نئے یا مٰی نبوت کو برحق ماننے والے یا کسی سابقہ نبی کو دوبارہ اس دنیا میں لانے والے ہر دو ختم نبوت کا انکار کرتے اور اسے توڑتے ہیں اور ان کا تحفظ ختم نبوت کا دعوےٰ اور نعرہ بھی جو ظاہر میں انکار اور در اصل اقرار ہے باطل ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد اس قدر ایزاد کرنا ضروری ہے کہ اسلام کلمہ طیبہ بمنزلہ ناقابل تسخیر حصار کی مانند ہے۔ اس لئے اہل کلمہ کو خواہ وہ قتل، ڈاکہ، سرقہ وغیرہ سنگین جرائم کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو دائرہ حصار سے باہر نکالا نہیں جا سکتا۔ وہ مذہبی یا ملکی قانون کی رو سے سخت سے سخت سزا کا مستحق تو ہو سکتا ہے لیکن کافر قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے ایسے جرائم کے مرتکب سینکڑوں مسلمان جیلوں میں سزائیں بھگت رہے ہیں۔ اور مذہباً سرقہ کی پاداش میں ان کے ہاتھ تو کاٹے جا سکتے ہیں لیکن نہ وہ کافر ہو سکتے ہیں۔ اور نہ دائرہ اسلام سے خارج۔ اس لئے تکفیر مسلمان بڑا جرم ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا۔ اور احادیث ہیں کہ (۱) لا تکفروا اھل قبلتکم (۲) من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ۔ فقہ کا بھی مسئلہ ہے کہ اگر کسی میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی (یعنی کلمہ طیبہ) ہو تو اسے کافر نہ کہو۔ اللہ تعالےٰ سے علم پاکر مجدد اعظم نے کیا خوب کہا ہے ؎

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے

اس کا پہلا نظارہ ۱۹۵۳ء کے فسادات کی تحقیقاتی عدالت کے ذریعہ ہوا۔ مگر کسی گروہ نے نصیحت یا عبرت حاصل نہ کی مصیبت ٹل گئی تو پھر پرانے عقائد قائم ہو گئے۔

جناب امیر جماعت اسلامی اور اس کے ممبران سے التماس ہے کہ وہ ان امور پر غور فرمائیں اور خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل کرتے ہوئے اگر ان امور کو قابل التفات سمجھیں تو اپنے عقائد میں تبدیلی کر کے عنداللہ ماجور ہوں کیونکہ اس سے عیسائیوں کے اس بے بنیاد دعا کی تردید اور تکذیب ہوگی کہ حضرت مسیح مسلمانوں کے اپنے عقیدہ کے رو سے نہ صرف سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں بلکہ تمام انبیاء عالم پر بھی اسی وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں یہ عام فہم بات ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے کسی گہری منطق کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہو تو عمداً اور درگذر سے کام لیں کہ راقم خطاکار ہے۔ فقط والسلام

خاکسار۔ ملک الٰہی بخش۔ راولپنڈی

بقیہ رپورٹ جلسہ سالانہ از ۱۵

واقفیت کرنا چاہئے اور تمام احباب سلسلہ کو اسے بار بار پڑھنا چاہئے محترم موصوف نے سالانہ کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ رپورٹ بڑی حوصلہ افزا ہے اور انجمن کی روز افزوں ترقیوں اور کامیابیوں کی مظہر ہے۔ ہمیں ان کے لئے سجدات شکر بجا لاتے ہوئے قدم اور آگے بڑھانا چاہئے۔ سب سے بڑی ضرورت موجودہ حالات میں یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان کو پختہ کریں۔ اسلام اور دیگر مذاہب و تحریکات کا مطالعہ کریں۔ اپنے علم کو وسیع کریں اور اس سے دوسروں کو مستفید اور مستفید کریں۔ ایک مسلمان اور بالخصوص مبلغ اسلام کا علم صرف مذہبیات تک ہی محدود نہیں ہونا چاہئے بلکہ زمانے کا ہر علم اور ہر قسم کی معلومات اس کے سامنے ہوں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ انجمن کو اپنا پریس لگانا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے حالیہ سیاسی دور میں حضرت امیر مرحوم کی کتاب نیو ورلڈ آرڈر کی اشاعت و مطالعہ کی از حد ضرورت ہے۔ اسے ہر سیاسی فرد اور جماعت کے مطالعہ میں لانا ضروری ہے۔ اس کتاب کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر میں نے اپنے خرچ پر انتخابات میں کامیاب ہونے والے قومی اسمبلی و صوبائی اسمبلی کے اراکین کو یہ کتاب بھجوانے کا انتظام کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوم کا نوجوان طبقہ second line of defence کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی معقول و مناسب دینی تعلیم و تربیت کرنا ہمارے بزرگوں کی اہم ذمہ داری ہے۔ انہیں نماز کی طرف توجہ دلانا اور سلسلہ کا لٹریچر پڑھانا ضروری ہے۔ بزرگان سلسلہ کو اس بارے میں کوئی مؤثر اقدام کرنا وقت کا نہایت اہم تقاضا ہے۔ اپنی تقریر کے بعد موصوف نے اردو میں ایک نظم "نماز" کے موضوع پر ترنم سے سنائی۔ اس کے بعد ادارہ تعلیم القرآن کے ایک طالب علم مسٹر مصطفےٰ کمال ہینڈل جو ٹرینیڈاڈ سے تعلق رکھتے ہیں انگریزی میں تقریر کی جسے آئندہ قریبی اشاعت میں شائع کیا جائے گا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی غیر حاضری کی وجہ سے محترم جناب ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب سے دعا کی درخواست کی گئی اور انہوں نے جماعت اور اسلام کی ترقی کے لئے بڑی مؤثر دعا کی جس کے بعد جلسہ برخواست ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

جماعت احمدیہ ربوہ کے ایک معزز اور سرکردہ رُکن کا اظہارِ حقیقت

راقم الحروف نے مؤرخہ ۲۵ ؍ نومبر کے اخبار پیغام صلح میں علماء ربوہ سے یہ استفسار کیا تھا کہ "ایک غلطی کا ازالہ" کی مندرجہ ذیل عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی کونسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے؟

"تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسیٰؑ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلآزاری کا موجب ہوگا۔"

تا حال علمائے ربوہ کی طرف سے تو خاموشی ہے مگر جماعت کے ایک معزز اور سرکردہ رُکن محترم جناب چوہدری محمد لطیف صاحب ریٹائرڈ سب جج تلونڈی عنایت خاں ضلع سیالکوٹ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف فرمایا ہے کہ آیت "خاتم النبیین" ہی یہاں مراد لی گئی ہے جو کسی قسم کے قدیم یا جدید نبی کے آنے میں مانع ہے آپ تحریر فرماتے ہیں :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی نور صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ۲۵ ؍ نومبر کے پیغام صلح میں جو استفسار آپ نے کیا ہے وہ میرے سامنے ہے۔ ربوہ کے علماء جو جواب دے سکتے ہیں وہ لمبا چوڑا ہوگا۔ یہ خاکسار مختصر نویسی کا پابند ہے جواب ذیل ہے :-

"جو خدا نے خاتم النبیین آیت میں فرمایا۔ وہ قبول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسی آیت کی طرف اشارہ ہے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف یہی عبارت نبوت کے سلسلہ میں تحریر کی ہو تو واقعہ میں یہی معانی آیت خاتم النبیین کے لئے جانے پر ہم پابند ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نہ نیا نہ پرانا۔"

میں ذاتی طور پر بھی اور جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے بھی صاحب موصوف کا شکریہ ادا کرتا ہوں جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے

والسلام۔ محمد صالح نور۔ 175/c ممتاز آباد ملتان

پیغام صلح لاہور　　مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۱۰۸　　شمارہ نمبر ۲

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ

عرب کے وحشیوں کو انسان اور انسان سے مہذب اور با خدا انسان بنا دیا

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کے قلم سے

یہ سوال کہ اس نبیؐ نے دنیا میں آکر کیا اصلاح کی، اس سوال کا جواب جیسا کہ ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے بارے میں دے سکتا ہے، میں زور سے کہتا ہوں کہ ایسا صاف اور مدلل جواب نہ کوئی عیسائی دے سکتا ہے اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی عیسائی۔

پہلا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب کی اصلاح تھی اور عرب کا ملک اس زمانہ میں ایسی حالت میں تھا کہ بمشکل کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان تھے کونسی بدی تھی جو ان میں نہ تھی اور کونسا شرک تھا جو ان میں رائج نہ تھا، چوری کرنا ڈاکہ مارنا ان کا کام تھا اور ناحق کا خون کرنا ان کے نزدیک ایک ایسا معمولی کام تھا جیسا کہ ایک چیونٹی کو پیروں کے نیچے کچل دیا جائے، یتیم بچوں کو قتل کر کے ان کا مال کھا لیتے تھے لڑکیوں کو زندہ در گور کرتے تھے، زناکاری کے ساتھ فخر کرتے اور علانیہ اپنے قصیدوں میں ان گندی باتوں کا ذکر کرتے تھے۔ شراب خواری اس قوم میں اس کثرت سے تھی کہ کوئی گھر بھی شراب سے خالی نہ تھا اور قمار بازی میں سب ملکوں سے آگے بڑھے ہوئے تھے حیوانوں کی عار تھی اور سانپوں اور بھیڑیوں کی ننگ۔

پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی باطنی توجہ سے ان دلوں کو صاف کرنا چاہا، تو ان میں تھوڑے ہی دنوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذب انسان اور مہذب انسان سے با خدا انسان، اور آخر اللہ تعالےٰ کی محبت میں ایسے محو ہو گئے کہ انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا وہ انواع و اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے اور سخت بے دردی سے تازیانوں سے مارے گئے۔ اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے مگر انہوں نے ہر یک مصیبت کے وقت آگے قدم رکھا اور بہتیرے ان میں ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچوں کے سامنے وہ سولی دیئے گئے اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اس کا تصور کر کے رونا آتا ہے اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصور اور ان کے نبیؐ کی توجہ کا اثر نہ تھا، تو پھر وہ کیا چیز تھی، جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا اور فوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی جو بیکس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکہ کی گلیوں میں تنہا پھرتا تھا، آخر کوئی روحانی طاقت تھی جو ان کو سفلی مقام سے اٹھا کر اوپر کو لے گئی اور عجیب تر بات یہ ہے کہ اکثر ان کے زبنی کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن اور آنجنابؐ کے خون کے پیاسے تھے۔ پس میں تو اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں سمجھتا کہ کیونکر ایک غریب مفلس تنہا بیکس نے ان کے

بحر حکمت کے موتی

جنّت اور دوزخ میں جانے والے لوگ

عن اسامة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال قمت علی باب الجنة فکان عامة من دخلها المساکین واصحاب الجد محبوسون غیر ان اصحاب قد امر بهم الی النار و قمت علی باب فاذا عامة من دخلها النساء

ترجمہ: اسامہ رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں جنّت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو عام طور پر جو اس میں گئے وہ مسکین تھے اور آسودہ حال روکے گئے، مگر دوزخ والوں کے متعلق حکم ہوا کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ۔ اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو عام طور جو اس میں گئے وہ عورتیں تھیں۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور

ظاہر ہے کہ مسکین بھی وہی جنّت میں گئے ہونگے جن کے اعمال اچھے تھے، بدکار چاہے امیر ہو یا غریب اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ایسا ہی جو آسودہ حال روکے گئے وہ وہی ہیں جنہوں نے اپنے اموال سے حق اللہ اور حق العباد ادا نہیں کیا ورنہ آسودہ حال لوگ صحابہؓ میں کثرت سے ہو گئے تھے اسی طرح دوزخ میں وہی عورتیں گئیں جو لوگوں کو بدکاری کی طرف بلاتی ہیں۔

فضل الباری

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ اسلام برلن (جرمنی)

برلین میں عید الفطر کا مبارک تہوار
مختلف ممالک سے آئے ہوئے مسلمانوں اور نو مسلمین کی
اخوتِ اسلامی کا ایمان افروز منظر

عید الفطر کا مبارک تہوار ہم نے مسجد برلین میں یکم دسمبر بروز منگل منایا۔ خدا کے فضل سے یہ مبارک تہوار بعد خوشی گذرا۔ صبح ساڑھے چھ بجے سے احباب آنے شروع ہو گئے۔ مسجد میں نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد بعض نو مسلم جرمن خواتین نے گھر میں آکر مہمانوں کے لئے سینڈوچ تیار کرنی شروع کر دیں۔ وقت گذرتا گیا اور احباب مسجد میں آتے گئے جس سے مسجد ماشاءاللہ بھر گئی۔ اور قرآن کریم کی قرأت کی آواز بلند ہونے لگی۔ نو مسلمہ مبارکہ واینہ نے مل کر مکان کو کاغذ کے پھولوں سے سجایا اور ان کے اخراجات خود ہی برداشت کئے۔ مسجد کے لئے احباب اصلی خوش رنگ مختلف رنگوں کے پھول جن کی تعداد پچاس سے زائد ہوگی لے کر آگئے۔ جس سے مسجد کا محراب بھی سج گیا۔

حاضرین میں مختلف اسلامی ممالک مثلاً انڈونیشیا، پاکستان، افغانستان، ترکی، مصر، سوڈان نائجیریا، شام اور اُردن وغیرہ سے آئے ہوئے مسلمان بھائی اور جرمن نو مسلم اور مقامی عیسائی دوست موجود تھے۔ افغانستان کے جرمنی میں سابق سفیر پاکستان کے برلن میں آنریری قونصل ہیر نوٹر HERR NOTER اور علاقہ کے میئر ہیر شمیڈ HERR SCHMIDT جن کے ساتھ علاقہ کے پولیس آفیسر بھی اجتماع میں موجود تھے۔

حسب پروگرام ساڑھے دس بجے نماز شروع ہوئی۔ نماز سے پیشتر صدقۃ الفطر کا اعلان کیا گیا۔ اور جمع کیا گیا۔ نماز کے بعد میں نے پچیس منٹ تک احباب کو خطاب کیا۔ اور اپنے خطبہ میں ضبط نفس، مسلمانوں میں وحدت اور قرآن کریم کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے متعلق ایسے نظریات کو واضح کیا۔ بعد میں حاضرین کو عید مبارک کہی جملہ احباب نے باری باری مجھ سے مصافحہ کیا۔ عید مبارک کہی پھر سب نے ایک دوسرے کو عید مبارک کہنا شروع کر دیا۔ اس سے اسلامی اخوت کا ایک عجیب منظر پیدا ہو گیا۔ مسجد میں ایک چھوٹے سے حلقہ میں جس میں سوا سو کے قریب مختلف اسلامی ممالک سے آئے ہوئے احباب جمع تھے، ان کا ایک دوسرے کو اخلاص اور بشاشت بھرے چہرے سے عید مبارک کہنا واقعی پُر اثر منظر تھا۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اسلامی اخوت کے اس تعلق کو اسلامی دنیا میں مضبوط تر کرے۔ حاضرین کی تواضع چائے سینڈوچ وغیرہ سے کی گئی۔ مسجد سے فارغ ہو کر بعض احباب میرے ہاں گھر پر آگئے۔ وہاں ان کی تواضع گوشت و چاول سے کی گئی۔ کھانا سب نے مل کر کھایا اور سب لوگ عید ایسے اجتماع پر پکے ہوئے کھانے کی لذّت سے محظوظ ہوئے۔ چائے سینڈوچ کی تیاری میں نو مسلمہ اینہ اور کھانا پکانے اور اس کے تیار کرنے میں اُردن سے آئے ہوئے مسلمان بھائی خطاب نے بڑی محنت سے کام کیا۔ مہمانوں تک چائے پہنچانے اور انہیں کھانا کھلانے میں مختلف دوستوں نے اخلاص سے کام کیا۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو احسن جزا دے۔ احباب دس بجے شام تک میرے پاس ٹھہرے اور بعض عیسائی دوستوں سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی جس سے احباب محظوظ ہوئے۔ الحمد للہ علےٰ ذالک۔ دوسرے دن بعض مقامی اخبارات نے ہمارے اجتماع کی تصاویر شائع کیں۔ ایک شائع شدہ تصویر آپ کو بھیجتا ہوں۔

لیلۃ القدر کا اجتماع

۲۷ر نومبر بروز جمعۃ المبارک لیلۃ القدر منائی گئی۔ اس کا اعلان پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ چار بجکر ایک منٹ پر روزہ افطار کیا گیا۔ نماز ادا کی گئی۔ بعد میں حاضرین کی تواضع چائے سینڈوچ اور انڈے وغیرہ سے کی گئی۔ اس اجتماع میں پچاس کے قریب مسلمان بھائیوں اور خواتین نے حصّہ لیا۔ ساڑھے سات بجے شام پروگرام کا باقی حصّہ شروع ہوا۔ قرآن کریم کی تلاوت ہوئی۔ سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود شریف پڑھا گیا۔ بعد میں میں نے ۴۵ منٹ کے قریب لیلۃ القدر کی اہمیت قرآن کریم کے نزول اور اس کے کمالات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غارِ حرا میں وحی الٰہی کے نزول وغیرہ امور پر تقریر کی۔ یہ اجتماع بھی خدا کے فضل سے بڑا کامیاب رہا۔

مزید سات اجتماعات مسجد میں

اس اجتماع کے علاوہ جمعہ اور ہفتہ کے اجتماعات ماہِ رمضان میں جاری رہے۔ جمعہ اور ہفتہ کے اجتماعات میں خدا کے فضل اور ماہ رمضان کی برکت سے چالیس پچاس کے قریب حاضرین کی تعداد رہی۔ میں نے ایسے مواقع پر سات لیکچر دیئے چار بار خطبہ جمعہ اور تین بار ہفتہ وار میٹنگ میں۔ ہفتہ وار میٹنگ میں احباب بارہ بجے رات تک میرے پاس رہے۔

سوال و جواب کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ ان میٹنگز میں عیسائی مرد و زن بھی شامل ہوتے رہے۔ بعض امریکہ سے آتے ہیں بعض انگلستان سے بعض جرمنی سے۔ ان کے سوالات نے کافی دلچسپی پیدا کر دی۔

دو لیکچر ہائی سکول میں

مسجد میں ہونے والے اجتماعات کے علاوہ میرے دو لیکچر مقامی پبلک ہائی سکول تعلیم بالغاں میں ہوئے۔

ایک لیکچر کا موضوع تھا:—

"اسلام — حضرت عیسیٰ اور عیسائیت"

دوسرے کا موضوع تھا:—

"موت اور زندگی ما بعد الموت"

ہر دو سکولوں میں ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ مشغولیت رہی ۴۵ منٹ لیکچر اور ۴۵ منٹ سوال و جواب۔ دونوں لیکچروں سے حاضرین محظوظ ہوئے۔

ریڈیو سے تقریر

ماہ رمضان کے دوران ایک تقریر ریڈیو والوں کو لکھ کر بھیجی۔ یہ تقریر کرسمس کے موقع پر نشر کی جائے گی۔ ہذا موضوع تھا حضرت عیسیٰؑ کا مقام اسلام میں۔ تقریر چودہ منٹ تک ہوگی۔ ریڈیو والوں نے اس تقریر کو بغیر کسی رد و بدل کے قبول کر لیا ہے۔ ماہ دسمبر کی آٹھ تاریخ کو میری یہ تقریر ریکارڈ کی جائے گی اور ۲۰ر دسمبر کو نشر ہوگی۔ اس تقریر کا ترجمہ بھی علیحدہ بھیجدوں گا۔

ایک اخباری نمائندہ سے انٹرویو

ماہ رمضان کے دوران مقامی اخبار کی ایک نمائندہ خاتون میرے پاس آئی۔ اس نے میرا انٹرویو مسجد سے متعلقہ امور کے متعلق دریافت کیا۔ اس دوران میں نے بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ کے دعاوی کے بارہ میں واضح کیا۔ اور جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات کا مختصراً ذکر کیا۔

دو طالبات کو سبق دیا گیا

دو طالبات کو جمعہ کی شام کو اسلام کے بارہ میں سبق دیا گیا ہر دو طالبات گیارہویں جماعت میں پڑھتی ہیں۔ انہیں نماز زبانی یاد کرائی گئی۔ قرآن کریم کی سورۃ بقرہ کے پہلے چار رکوعوں کا مفہوم ان پر واضح کیا گیا۔ اس موقع پر ایک امریکن دوست بھی گاہے گاہے حصّہ لیتا رہا۔ امریکن دوست کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لیکچر ٹیچنگز آف اسلام پڑھنے کو دیا۔

دعوت

ہمارے حلقہ کے میئر ہیر شمیڈ نے مجھے ۲۴ر نومبر کو اپنے ہاں دعوت دی۔ دوسرے دن اس ملاقات کا ذکر تین مقامی اخبارات میں شائع ہوا ایک اخبار نے تصویر شائع کی۔ یہ تصویر آپ کو بھیجتا ہوں۔

مسجد میں ہیٹر کے لئے چندہ کی اپیل۔

مسجد کو گرم کرنے کے لئے ہیٹر کی ضرورت ہے۔ اس کی اپیل دوستوں سے کی گئی۔ تین دوستوں نے اپنے اپنے حلقہ میں روپیہ جمع کرنے کی ذمہ داری لی۔ اس طرح قریباً نو صد مارک جمع ہو گئے۔ یہ رقم بہت تھوڑی ہے ہمیں اس کے لئے کئی ہزار مارک کی ضرورت ہے۔ مزید کوشش جاری ہے۔

قبولِ اسلام

ایک نوجوان نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اس کا اسلامی نام محمد یوسف رکھا گیا۔ مختصراً یہ کہ رمضان کا یہ مبارک مہینہ ہر لحاظ سے ہمارے لئے بابرکت گذرا۔

اللهم تقبل منا وبارك

اسلام کی حقیقت عبادتِ الٰہی اور مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک میں مضمر ہے

والدین، اقرباء، ہمسایہ، مسافر اور ساتھ بیٹھنے والے سے نیک برتاؤ کا حکم

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیرِ قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا و بالوالدین احسانًا و بذی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین والجار ذی القربٰی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم - ان اللہ لا یحب من کان مختالًا فخورًا ——— واعتدنا للکافرین عذابًا مہینًا - (النساء ۳۶ : ۳۷) ———

دین سب کا ایک ہے مگر قوموں نے اسے بگاڑ دیا ہے

اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں اسلام کی حقیقت بیان فرمائی ہے اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو حقیقتِ دین کی تلقین کی ہے۔ دین تو تمام انبیاء کا ایک ہی ہے لیکن پادری، پنڈت، پروہت پیران وغیرہ نے دین کو بگاڑ رکھا ہے۔ ہمارا ہمسایہ ہندو پنڈتوں کے نتیجے میں بگڑا ہوا ہے، اس نے دین کو رسومات ہی رسومات بنا دیا ہے۔ یورپ کے لوگ پڑھے لکھے ہیں لیکن ان کے دین میں بھی رسومات کے سوا اور کچھ نہیں، کیتھولک عیسائیوں میں زیادہ اور پراٹسٹنٹوں میں کچھ رسومات کم ہیں۔ پادری صاحب کا ایک خاص لباس ہوتا ہے۔ گلے میں صلیب لٹکی ہوتی ہے۔ لارڈ بشپ آف لنڈن کو میں نے پادریانہ لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے اس کے کوٹ کی پیٹھ پر کندھے سے لے کر نیچے تک سلائی کے کام سے تیار کردہ لمبی چوڑی صلیب بنی ہوئی ہوتی ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو عیسائیوں کے نزدیک وہ ناپاک ہے اور جب تک اسے بپتسمہ نہ دیا جائے وہ پاک نہیں ہوتا اور اگر کوئی بچہ بغیر بپتسمہ دیئے مر گیا تو اسے عیسائیوں کے قبرستان میں نہیں دفنایا جاتا، وہ عیسائی عقیدہ کے مطابق سیدھا دوزخ میں جاتا ہے۔ جب تک پادری صاحب سے پانی کا چھینٹا بچے کے منہ پر نہ پڑے اس وقت تک وہ ناپاک ہوتا ہے۔ جب لڑکے اور لڑکیاں جوان ہو جاتے ہیں تو گرجا میں کنفرمیشن CONFIRMATION کے لئے جاتے ہیں تو اُن کے لئے بپتسمہ ضروری ہے اور جب وہ بالغ ہوتے ہیں تو ان کے لئے CONFIRMATION ضروری ہے۔ اور اس کے بغیر وہ عیسائی نہیں قرار پا سکتے۔

اللہ کا دین معقول اور مخلوق کیلئے مفید ہے

ان رسومات کے بالمقابل اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اللہ کا دین یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جائے، اس کے احکام کی پابندی کی جائے اور مخلوق خدا سے ہمدردی اور خیر خواہی کی جائے یہ وہ دین ہے جو معقول ہونے کے علاوہ مخلوق کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے، اس سے انسان کے اندر کردار پیدا ہوتا ہے

توحید الٰہی پر ایمان

توحید الٰہی پر ایمان سے انسان کے اندر حوصلہ اور کردار پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا واعبدوا اللہ۔ اللہ کی عبادت کرو۔ یہ پہلی شرط ہے جو انسان کے اندر کردار پیدا کرتی ہے۔ ولا تشرکوا بہ شیئًا۔ اللہ کے سوا اور کسی کو خدائی کاموں میں شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ خدا کی ایک صفت خالقیت ہے اور ایک صفت یہ ہے کہ پیدائش کے بعد مخلوق کی پرورش اور بقاء کے سامان مہیا کئے جائیں۔ صفت تخلیق کسی فرشتے، کسی نبی اور رسول اور کسی ولی اور کسی قبر کے اندر سوئے ہوئے بزرگ یا سورج اور قمر وغیرہ میں نہیں ہے۔

تخلیق ایک خاص صفت ہے جو اللہ تعالےٰ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ پھر تخلیق کے بعد اس کی بقاء کے سامان بھی خالق ہی نے مہیا کئے ہیں۔ یہ صفات خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور کو دینا شرک ہے شرک کرنے سے اللہ تعالےٰ کا کچھ نہیں بگڑتا مگر انسان کا اپنا ہی بگڑتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک پڑھا لکھا آدمی کسی مقدمہ میں پھنس گیا۔ کسی نے اس سے کہا کہ اجمیر شریف جا کر مزار پر حاضری دو اور سجدہ کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس سے ظاہر ہے بہت پڑھے لکھے لوگ بھی مشکلات کے وقت خدا کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو خدا کی صفات کا مالک سمجھنے لگ جاتے ہیں جو انسانی کردار کے منافی ہے۔

والدین سے حسنِ سلوک

اس کے بعد فرمایا وبالوالدین احسانًا۔ نیکی کی ابتداء گھر سے شروع ہوتی ہے۔ ماں باپ، چچا، پھوپھا۔ بڑے بھائی اور بڑی بہن کی تعظیم کرنا سیکھو۔ قرآن کریم نے عبادت الٰہی کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ احسان کا حکم دیا ہے۔ ایسا کرنے سے اس کو اہمیت بخشی ہے۔

اقربا کا لحاظ

اور فرمایا وبذی القربٰی قرابت داری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے قرابت داروں میں ذرا ذرا سی بات پر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی سالہا سال کی قرابت داریاں ایک منٹ میں ختم ہو جاتی ہیں اسلام میں قرابت داری پالنا ضروری ہے۔

یتیم اور مساکین سے نیکی کا برتاؤ

والیتٰمٰی والمساکین۔ قوم کے اندر یتیم اور مساکین بھی ہوتے ہیں۔ ان کی پرورش کے سامان کرنا قوم کے ذمہ ہے

ہمسائیوں سے حسنِ سلوک

والجار ذی القربٰی۔ قریبی ہمسایہ خواہ وہ کسی قوم کا ہو ہندو ہو یا سکھ، عیسائی ہو یا یہودی جو بھی مسلمان کا قریبی ہمسایہ ہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک مسلمان کا فرض ہے مسلمان کا کلیجہ وسیع ہے والجار الجنب ایسا ہی دُور کے پڑوسی کے ساتھ بھی نیک برتاؤ کیا جانا ضروری ہے۔

ساتھی اور مسافر سے نیک برتاؤ کیا جائے

والصاحب بالجنب اپنے ساتھی سے بھی نیک برتاؤ کیا جائے، ساتھی خواہ سکول کالج یا دفتر کا ہو یا ریل وغیرہ میں ساتھ سفر کر رہا ہو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔ وابن السبیل ایسا ہی مسافر کی بھی فکر کرنا مسلمان کا شعار ہونا چاہیئے۔ مسافر کسی جگہ کا ہو کسی قوم اور مذہب کا ہو، اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

ماتحتوں کیساتھ نیک سلوک کرو

وما ملکت ایمانکم۔ جو لوگ تمہارے ماتحت ہیں، جن پر تمہاری حکومت ہے وہ تمہارے احکام کا انکار نہیں کر سکتے ان پر احسان کرو۔

اپنی بڑائی اور فخر کرنا خدا تعالےٰ کو پسند نہیں۔

ان اللہ لا یحب من کان مختالًا فخورا۔ مختال وہ شخص ہے جو اپنی عظمت بیان کرتا رہتا ہے اور اپنی فضیلت بیان کرتا رہتا ہے، کبھی تقریر سے اور کبھی تحریر سے اور کبھی اپنے اُٹھنے بیٹھنے سے، لیکن یہ طریق اسلام کو پسند نہیں ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غرباء کے ساتھ مل کر بیٹھتے تھے عرب کے بڑے بڑے سردار اس کو ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کس طرح ان غریب لوگوں کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں۔

رسول کریم صلعم کا غرباء سے حسن سلوک

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبوبِ خدا

باقی بر صفحہ ۵ کالم ۲

تقریر مولینا عبدالحق صاحب ودیارتھی برموقعہ جلسہ سالانہ

قرآن مجید کے علمی کمالات اور موجودہ زمانہ کے سائنٹیفک انکشافات

ھل اتیٰ علی الانسان حینٌ من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا
انا خلقنا الانسان من نطفۃٍ امشاجٍ نبتلیہ فجعلناہ
سمیعاً بصیرا .... یفجرونھا تفجیرا۔ (سورۃ الانسان)

قرآن مجید کی ایک سورۃ کا نام "الانسان" ہے جس میں انسان کے سوشل ہستی ہونے کا ذکر ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی کہدینا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کے مستقل مضامین تین ہیں اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی توحید۔ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا اور محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت۔ یہ تینوں مضامین ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی کے متعلق میں آج کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ (وباللہ التوفیق)

اتفاق کی بات ہے کہ کل حضرت مولانا [صدر الدین صا] نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ قرآن مجید ماڈرن کتاب ہے، یعنے زمانہ کی علمی ترقی اور سائنٹیفک انکشافات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے کمالات ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور پھر آپ نے نماز جمعہ میں اسی سورت کو تلاوت فرمایا میرے مضمون کی بنا بھی دو باتیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی توحید پر قرآن مجید نے دو قسم کے دلائل بالعموم بیان فرمائے ہیں، آفاقی اور انفسی، یعنے انسان کے علاوہ باہر کی کائنات سے دلائل اور انسان کے اندر کی دنیا سے تعلق رکھنے والے دلائل اور پھر یہ دونوں قسم کے دلائل زمانہ کے ساتھ ساتھ نئے نئے انکشافات کے عین مطابق چلتے چلے جاتے ہیں۔ مضمون یوں شروع ہوتا ہے:۔

ھل اتیٰ علی الانسان حینٌ من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا

ہر انسان جو اس دنیا میں ہے ایک وقت ایسا بھی گذرا جب اس کا نام ونشان تک نہ تھا اور اب ہر شخص کو دنیا کی حقیقت پر شک ہو تو ہو مگر اپنی ہستی کا ہر شخص کو یقین ہے۔ اندھا بھی گو آنکھوں سے دیکھنے میں معذور ہے، مگر اپنی ہستی کا قائل ہے، ہر شخص ایک وقت تھا کہ نہیں تھا اور اب ہے مگر کیسے ہوا؟ یہ دلیل یقینیات ذہنی کی دلیل ہوگی جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دلیل یوں شروع ہوتی ہے کہ ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ نطفہ کے معنی ہیں ماءِ صافی ایک انسان کے سارے وجود کے نچوڑ سے دوسرا انسان پیدا ہوتا ہے۔ اس امر کو آسانی سے سمجھنے کے لئے درخت اور بیج کی مثال پر غور کیجئے۔ بڑ کا درخت کتنا بڑا درخت ہوتا ہے مگر اس کے بیج کو دیکھئے کتنا حقیر اور ذرا سا ہوتا ہے مگر پورے درخت کا خلاصہ اور نچوڑ اس بیج میں موجود ہوتا ہے، جب اس بیج کو بویا جاتا ہے تو بڑ کے پتے اس کی شکل اور اس پر خطوط اس کا تنہ اور پھل اور پتہ پتہ کی تاثیرات۔ بلندی۔ پھیلاؤ۔ سایہ۔ بو اور بیسیوں صفات اس بیج سے ظاہر ہو جاتی ہیں جس طرح بیج کے اندر بے بی پلانٹ (BABY PLANT) جو بڑی طاقت کی خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتا۔ اگر ساری دنیا کے سائنسدان مل کر کوشش کریں کہ پورے بڑ کے درخت کا اتنا مختصر خلاصہ اور نچوڑ جتنا کہ قدرتی بیج میں ہوتا ہے نکالیں تو نہیں نکال سکتے۔ اسی طرح نطفہ ایک بیج ہے جس سے انسانی تخلیق کی ابتدا ہوتی ہے مگر یہاں انسان سے مراد ایک لحاظ سے تو سب انسان ہیں جن میں فلاسفر، سائنسدان ڈاکٹر، انجنیئر اور دنیا کے تمام علوم وفنون کے علماء اور ماہر مراد ہیں، ایک طرف ان کے علمی اور فنی کمال کو دیکھو اور دوسری طرف ان سب کی ابتدا اور بیج کو دیکھو کہ پیدا کہاں سے ہوئے۔ فلاسفر، سائنسدان، ڈاکٹر انجنیئر اور دنیا کے مختلف علوم کے ماہر جو اپنے علمی کمال سے ہمیں حیرت میں ڈالتے ہیں اور ان کے بیسیوں درجے اور مراتب ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ میرا ایک دیاواکانت گرد تھا جسے میں دینیات پڑھاتا تھا وہ اپنے فن میں اتنا لائق تھا کہ کاغذ پر پنسل سے میری ایسی تصویر ہو بہو فوٹو کی طرح بنا دیتا تھا۔ جسے تو بغیر رول کے سیدھی لکیر بھی کھینچنی نہیں آتی، مختصر یہ کہ ہر انسان خواہ وہ آسمان پر اڑتا ہو نطفہ سے بنایا گیا ہے نطفہ سے آگے قرآن مجید نے فرمایا وہ نطفہ امشاج ہے۔ پہلے زمانہ میں سمجھا جاتا تھا کہ وہ مرد اور عورت دونوں کا نطفہ ہے یا اربعہ عناصر کا مجموعہ ہے مگر آج کل عناصر چار نہیں رہے بلکہ ان کی تعداد ۹۰ سے بھی زیادہ ہو گئی ہے اسی طرح نطفہ کے اجزاء بھی باوجود اس کے کہ وہ چند قطرات ہیں بہت زیادہ ہیں، اس کے متعلق موجودہ ریسرچ یہ ہوئی ہے کہ اس میں ۴۶ کروموسومز مرد کی طرف سے اور ۴۶ کروموسومز عورت کی طرف سے آتے ہیں ان میں مرد اور اس کے باپ دادا کی عادات اور خصائل اور عورت کے ماں باپ وغیرہ کے خصائل وعادات جمع ہوتے ہیں۔ جن سے مولود کا قد۔ بالوں کا آنکھوں کا رنگ، چہرہ ناک کان وغیرہ ظاہری شکل وصورت اور باطنی اعضاء کی تشکیل ہوتی ہے یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ بعض بیماریاں کئی کئی نسلوں تک اولادوں میں چلتی ہیں۔ جس طرح بیماریاں اولاد میں منتقل ہوتی ہیں اسی طرح سے ذہنی قویٰ شجاعت۔ بزدلی۔ ذہانت۔ اور اخلاق بھی منتقل ہوتے ہیں مگر ان تمام صفات عادات اور جذبات کا نچوڑ اور روح اس نطفہ کے اندر موجود ہوتی ہے جو ابتداءً والدین کی طرف سے آتی ہے اگر نطفہ کو دس لاکھ گنا بڑا کر کے دکھانے سے حاصل ہوا ہے وہ جوہر جو جسم انسانی کے خلیہ (CELL) میں موجود ہے وہ جیسا کہ بڑے بڑے تجربات کی نشو ونما کی نگرانی کرتا ہے جسم کی شکل وصورت۔ ذہانت قابلیت، جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو کنٹرول میں رکھتا ہے۔ یہ جوہر بغیر برقی خوردبین نظر نہیں آتا یہی اسے دس لاکھ گنا بڑا کر کے دکھاتی ہے جس طرح نطفہ کو دس لاکھ گنا بڑا کر کے دکھانے سے اس جوہر کا پتہ لگایا گیا ہے جسے انگریزی میں یا سینٹیفک اصلاح میں:۔

Deoxyribo Nucleic Acid

اور مخفف نام ڈی۔ این اے دیا گیا ہے ان خلیوں کی آبادی انسانی جسم میں ساری دنیا کی آبادی سے بہت زیادہ ہے۔ ڈی این اے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ایک بچہ کو والدین کی طرف سے فلاں فلاں خصوصیات ملنی چاہئیں۔ بچہ ذہین ہوگا، دراز قد ہوگا۔ یا کوتہ قد۔ درمیانی۔ دلیر بزدل۔ خوبصورت یا بدصورت ہوگا۔ ایک شخص کی جسمانی اور ذہنی نشو ونما کا کلیتہً انحصار ڈی این اے پر ہے۔ اسلئے نومولود نقش اپنے نقش اوّل (ماں باپ) کے مشابہ ہوگا جس ڈی۔ این اے سے اس کی تخلیق ہوئی۔ مگر میں نے کہا قرآن مجید ماڈرن کتاب ہے آیا اس میں بھی یہ انکشاف موجود ہے یا نہیں تو پہلی چیز لفظ نطفہ ہے جو ماءِ صافی یا سارے جسم کے نچوڑ کا نام ہے۔ اس نچوڑ کو قرآن مجید نے ہر انسان کی بنا قرار دیا ہے۔ گویا نومولود ایک لحاظ سے اپنے والدین کا معمول ہے۔ یہ ایک شہر ہے جو پرانے شہر سے نکالا گیا ہے اور اپنے پرانے شہر کی خصوصیات اور ساری اندرونی مشینری بطور بیج لیتا ہے اور آگے اس کی نشو ونما اور تکمیل کرتا ہے مگر جس طرح سائنسدانوں نے دس لاکھ گنا برقی خوردبین ایجاد کر کے نطفہ کے اجزاء اور جواہر کو دیکھ لیا محمد رسول اللہ صلعم کو وحی کرنے والے اللہ تعالےٰ کی نگاہ تو اس سے بھی زیادہ عالم الغیب والشھادۃ یعنے لطیف تر ہے اس لئے ۱۴۰۰ سو برس پہلے نطفہ کے بعد جو لفظ الہام کیا وہ امشاج ہے جو مشج یا مشیج کی جمع ہے جو اس نطفہ کو بے شمار اجزاءِ لطیف پر مشتمل قرار دیتا ہے۔ نطفہ امشاج ایک تو والدین بلکہ والدین کے والدین کی ذہنی خصوصیات اور بے شمار استعدادات کا یہ نچوڑ ہے اور یہ خصوصیات اور اوصاف کس قدر ترقی کرنے والے ہیں اور انسانیت کو بلند کرنے والے ہیں۔ ہر انسان خواہ وہ ڈاکٹر ہے یا انجنیئر ہے، سائنسدان ہے۔ آرٹسٹ ہے وہ اپنی قابلیت اور ہنر کے بیج ماں باپ سے ہی لے کر آیا ہے مگر اس میں جو نقطہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک درخت کا بیج جتنا خلاصہ نکالنا اور کئی ایک انسانوں کی خصوصیت پر مشتمل نطفہ بنانا اللہ تعالےٰ ہی کا کام ہے، کوئی بڑے سے بڑا سائنسدان اپنے مجموعی علم سے یہ کام نہیں کر سکتے۔ مگر اس پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر انسان مجبور محض ہے کیونکہ اس کی علت اس کے والدین ہیں انسان کا نچوڑ اور خلاصہ نکالنے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آگیا۔ برنارڈ شا کے پاس ایک فلم سٹار پہنچی جس نے اس کی کتب پڑھی تھیں اور اس کی عقلمندی کی معترف تھیں اس نے برنارڈ شا سے کہا کہ میں چاہتی ہوں تم سے شادی کروں تاکہ

میرے ہاں ایک بیٹا تیرے جیسا عقلمند پیدا ہو، برنارڈ شا نے اسے جواب دیا کہ بیٹا اگر میری جیسی شکل کا اور تیری جیسی عقل کا پیدا ہو گیا تو پھر کیا کرو گی؟ اللہ تعالیٰ جیسے سائنٹیفک انکشافات جو ہو چکے ان کا عالم ہے وہ آئندہ ہونے والی ایجادات کا بھی عالم ہے اور ایک حقیقت پر جو اعتراض وارد ہوں گے ان سے بھی آگاہ ہے، ہر مولود بیشک اپنے وجود میں بظاہر مجبور ہے مگر آگے فرمایا نبتلیہ ہم اسے آزماتے ہیں یا ہم نے اسے اختیار دیا ہے فجعلناہ سمیعاً بصیراً سو ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا یا عقلمند بنایا ہے، جو کام وہ کرے دیکھ بھال کر سوچ سمجھ کر کرے، اگر سمیع اور بصیر نہ بنایا ہوتا تو بےشک مجبور محض ہوتا اس کی زیادہ تشریح یوں فرمائی انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً ہم نے اسے ہدایت دی ہے ہر کام کرتے وقت اس سے کام لے۔ ایک ہدایت انسان کی ضمیر میں رکھی ہے کہ ہر انسان ضمیر کی روشنی میں اچھے اور برے کو پرکھ سکے، دوسری قسم کی ہدایت انبیاء کی معرفت آتی ہے اور تیسری قسم کی ہدایت اس وقت ملتی ہے جب انسان ہدایت پر چلتا ہے تو آگے اسے سیدھا راستہ نظر آ جاتا ہے جیسا کہ فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

اگر کوئی ماں باپ سے برائی یا بیماری لے کر آیا ہے تو آگے ضمیر کو وحی الٰہی اور وحی الٰہی کی پیروی کرنے سے جو روشنی ملتی ہے وہ اس کا علاج ہے اس لئے یہ بھی تجربہ کیا گیا ہے کہ ایک ہی ماں باپ کی تمام بچے کثیر تعداد میں لے کر ان کا ماحول بدل دیا گیا تو ان کے عادات اور ذہنی قابلیتوں میں بھی نمایاں فرق پیدا ہو گیا یہ ہمارا روزمرہ کا تجربہ ہے کہ چھوٹے بچوں پر ماحول اور صحبت کا اثر پڑتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کے بعد فرمایا انا اعتدنا للکافرین سلاسلاً و اغلالاً و سعیراً۔ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں، طوق اور جلن تیار کی ہوئی ہے اعتدنا یہاں ماضی کا صیغہ ہے ظاہر ہے کہ اگلی دنیا میں جو اغلال اور سلاسل ہوں گے ان کی کیفیت آخرت میں ہی معلوم ہو گی۔ یہاں اس سے پہلے یہ ذکر ہے کہ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً۔ کامیابی کی استعدادیں انسانی بیج میں رکھی گئی ہیں، انہیں ترقی دینا شکرگذاری ہے اور انہیں دبا دینا ناشکرا پن ہے یہاں لفظ کافر شرعی اصطلاح میں نہیں بلکہ ناشکرگذاری کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جو نیک ذہنی قابلیتوں کو ترقی دیتا ہے وہ شاکر ہے اور جو انہیں دباتا چلا جاتا ہے وہ ناشکرا ہے۔ یہ ناشکرا پن اور اس کے نتائج اور عواقب والدین کے لئے اگر زنجیریں اور طوق بن جاتے ہیں کہ اولاد لائق نکل آتی ہے تو دوسری طرف ماں باپ کی غلط عمل انگاریاں اور بدکاریاں بھی بطور ورثہ اولاد کے لئے زنجیریں گلے کے طوق اور جلن ہو جاتی ہیں بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ ہر برا عمل ایک کڑی ہے اور جوں جوں اس عمل کو دہرایا جاتا ہے یہ کڑیاں بڑھتے بڑھتے ایک مضبوط زنجیر کی شکل اختیار کر جاتی ہے اور ایک دن آتا ہے کہ یہ زنجیر اس کی عمر کے مطابق لمبی ہو جاتی ہے کہ جو انسان کو چاروں طرف سے مضبوطی سے باندھ لیتی ہے۔ یہاں سلاسل اور اغلال آخرت کے سلاسل اور اغلال اس لئے نہیں کہ پہلے انسان کا عمل ہوتا ہے اس کے بعد اس کا نتیجہ یا سزا پیدا ہوتی ہے، یہاں اعتدنا ماضی ہے اور آخرت کی سزا ابھی آنے والی یا استقبال میں ہے۔

اس سورت کے اندر جو سبق دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنے اعمال کے متعلق محتاط ہونا چاہیئے۔ اعمال ہوا میں اڑ نہیں جاتے بلکہ خود اس کے لئے اور اس کی اولاد کے لئے وہ زنجیریں اور طوق گردن بن جاتے ہیں جس طرح موروثی بیماریاں اولاد میں منتقل ہوتی ہیں۔ اسی طرح ان کے عادات اور اعمال بھی اولاد میں منتقل ہوتے ہیں اور یہی سلاسل اور اغلال اور جلن ہے جو دوگونہ عذاب کا موجب ہوتے ہیں ماں باپ گویا سلاسل اور اغلال ہیں اولاد کے لئے اور اس تاثر کے ماتحت اولاد کے دکھ ماں باپ کے لئے سلاسل اور عذاب ہوتے ہیں ان زنجیروں اور گردن کے طوقوں سے نکلنے کا ذریعہ ضمیر کی روشنی، وحی الٰہی اور چال چلن میں تبدیلی ہے۔

اس نئی ریسرچ سے عیسائی عقائد اور تناسخ کی تردید اگر جانداروں کے جسم میں اگر دوسری نوع کے ڈی این اے ڈال دیئے جائیں تو تجربہ کیا گیا ہے کہ اس سے نوع میں تبدیلی ہو سکتی ہے ایک خاص قسم کے مینڈک کے جسم سے ڈی این اے حاصل کر کے دوسری قسم کے مینڈک کے انڈے سے مرکزی حصہ نکال کر ڈی این اے داخل کر دیا گیا تو اس انڈے سے جو بچہ پیدا ہوا تو وہ پہلی نوع کے مینڈک سے مشابہ تھا۔ اسی طرح چوہوں اور بکریوں کے بچوں میں تبدیل نوع کے تجربات کئے گئے ہیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی زیر تحقیق ہے کہ اچھے اچھے لوگوں کے ڈی این اے نکال کر دوسرے افراد میں منتقل کئے جائیں۔ اپنی مرضی سے انہیں بہادر، بزدل، دراز قد، پستہ قد اور خوبصورت بنایا جا سکتا ہے۔ اس میں کامیابی ہوتی ہے یا نہیں لیکن اصولاً یہ امر عیسائیت کے عقیدہ کہ گناہ اور دکھ انسان کو آدم اور حوا کے گناہ کی پاداش میں ملا ہے غلط ثابت ہو گیا کیونکہ ہر انسان اپنے والدین کا معلول اور اپنی اولاد کی علت ہے جیسے وہ اپنے ماں باپ سے کمزوریاں ورثہ میں لیتا ہے ان کی خوبیاں بھی لیتا ہے اور ان سے نجات اسی دنیا میں ممکن ہے اور یہ کہ موت گناہ کی مزدوری ہے اگر نسل انسانی میں موت آدم اور حوا کے معاذ اللہ گناہ کی پاداش ہے تو باقی جانداروں میں موت کیا ان کے آباؤاجداد کے گناہ کی سزا ہے؟

نسل انسانی میں دکھ اور سکھ کی فلاسفی کو نہ سمجھ کر جس طرح عیسائیت نے ٹھوکر کھائی ہے اسی طرح تناسخ کا عقیدہ رکھنے والوں نے بھی اس میں غلطی کھائی ہے۔ انسانی پیدائش جس نطفہ سے ہوتی ہے وہ نطفہ امشاج ہے اس میں بیسیوں ان عادات اور ذہنی قابلیتوں کا نچوڑ ہوتا ہے جو ماں باپ یا دادا پردادا یا نانی دادی نے کمائے تھے ماں کے رحم میں روح باہر سے نہیں آتی بلکہ اسی نطفہ امشاج سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں تبدیلی ممکن ہے خواہ وہ ماحول کے بدل دینے سے ہو یا مناسب تعلیم اور تربیت کے ذریعہ سے۔ اس لئے آگے قرآن مجید نے ابرار (نیک متقی) لوگوں کا ذکر یوں فرمایا ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافوراً۔

نیک لوگ جو نیکیوں کے پیالے سے پیتے ہیں اور یہ نیکیوں کا پیالہ ضبط یا کنٹرول سے پیدا ہوتا ہے یا اس کی تاثیر ہر عمل کو ضمیر کی روشنی اور وحی الٰہی کی ہدایت کے مطابق بجا لاتا ہے اور اس طرز زندگی کا نتیجہ کہ کوئی عمل غفلت اور جذباتی رو میں بہ جانے سے نہ ہو آگے ان کی اولاد میں نیکی کی نہریں بہا دیتا ہے یا جو ایسے ابرار سے تعلق پیدا کرتے ہیں ان کے اندر نیک اعمال کی پرجوش نہریں پیدا کر دیتا ہے، ایسے اسوہ حسنہ اور نیک کردار کے ابرار خود بھی نیکی کے چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی سیراب کرتے ہیں۔

بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر یہ شمارہ آٹھ صفحات پر شائع کیا جا رہا ہے آئندہ شمارہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

ہیں۔ بادشاہ وقت ہیں لیکن انسان کو انسان سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ بادشاہ ہو یا غریب، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غرباء سے مجالست نہیں چھوڑنا لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی اس بات کو امراء ناپسند کرتے ہیں کہ غرباء کو اپنی مجلس سے نہیں اٹھاتا۔ یہ لوگ غریب خدا پرست ہیں۔ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ایک حدیث میں ہے کان رسول اللہ یقعد معنا و نحن متحاضی یتمس رکبتہ رکبتنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اتنے قریب ہو کر بیٹھتے تھے کہ آپ کے گھٹنے ہمارے گھٹنوں سے مل جایا کرتے تھے۔

فخر اور غرور عبادت الٰہی کے منافی ہے

تو انسان کو کبھی اپنی دولت پر فخر ہوتا ہے کبھی اپنے باپ دادا پر فخر ہوتا ہے اور کبھی املاک پر فخر ہوتا ہے، خدا اسے پسند نہیں کرتا۔ خدا کی مخلوق بھی اسے پسند نہیں کرتی خدا فرماتا ہے کہ ہماری عبادت کرو اور مخلوق خدا سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ قولوا للناس حسناً۔ تمہاری باتوں کے اندر خوبصورتی ہونی چاہیئے۔

الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل۔ ایک پہلو یہ بیان فرمایا کہ ان سے اچھا سلوک کرنا۔ اچھے سلوک کے اندر غرباء پر روپیہ پیسہ خرچ کرنا بھی آتا ہے یتیموں، غریبوں، مسکینوں، محتاجوں اور رشتہ داروں پر روپیہ خرچ کرو۔ اس کے مقابلہ میں فرمایا کہ امراء خدا کے دیئے ہوئے روپیہ میں سے خدا کی مخلوق کے لئے روپیہ خرچ نہیں کرتے بلکہ یہاں تک کہ اپنے روپیہ پیسہ کا ذکر تک نہیں کرتے۔ اسے چھپائے رکھتے ہیں کہ کہیں خرچ نہ کرنا پڑ جائے۔ اور نہ صرف یہ بلکہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تلقین کرتے ہیں۔ خدا اس کو پسند نہیں کرتا۔ خدا کے احکام کی فرمانبرداری کرو اور اس کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کا برتاؤ کرو تاکہ خدا آپ پر خوش ہو جائے۔ ان احکام کی پابندی کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ان احکام کی پابندی کرنے سے کردار پیدا ہوتا ہے اور جو شخص ان احکام کی پابندی نہیں کرتا ان کو ثمرہ نہیں ملتا۔ کبھی رسم کی خاطر نماز پڑھ لی۔ یہ نماز نہیں ہے اور کبھی شہرت کے لئے حج کر لیا۔ اس سے حج کی غرض پوری نہیں ہوتی۔ مسلمان کو حقیقت شناس ہونا چاہیئے۔ احکام الٰہی کی

تقریر مرزا محمد لطیف صاحب بر موقعہ جلسہ سالانہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام مجددیت

معزز حضرات!

میری تقریر کا عنوان ہے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام مجددیت"۔ آج سے تیرہ سو سال پیشتر مخبر صادق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ سے خبر پا کر اپنی اُمت کو ان الفاظ میں بشارت دی تھی۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ
علےٰ رأس کل مائۃ سنۃ
من یجدد لھا دینھا۔
(ابوداؤد)

ترجمہ:- یقیناً اللہ تعالےٰ مبعوث فرمایا کرے گا اس اُمت کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد جو کہ دین کی تجدید کیا کرے گا۔

یہ وہ معرکۃ الآراء پیشگوئی ہے جس کے تحت ہر صدی میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے خدا تعالےٰ کے حکم سے مجدد پیدا ہوتے رہے ہیں۔ وہ اپنے اپنے زمانہ میں جو غلطیاں مسلمانوں کے اندر پیدا ہو جاتی تھیں ان کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔

یہ ایسی عظیم الشان حدیث ہے جو کہ اہل سنت والجماعت کی مشہور حدیث کی کتاب ابوداؤد میں درج ہے۔ اور اسی طرح اہل تشیع کی مشہور حدیث کی کتاب اصول کافی میں درج ہے۔

اور اس حدیث کی صحت کا یہ عالم ہے۔ کہ مشہور عالم دین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رح اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"اتفق الحفاظ علےٰ صحتہ"

محدثین نے احادیث کی تدوین اور ان کی چھان بین کے بارے میں جو معیار مقرر فرمائے ہیں۔ وہ سب اس حدیث کی صحت کے متفقہ طور پر قائل ہیں۔ اسی حدیث میں مندرجہ ذیل خبریں حضرت رسول اکرم صلعم نے بیان فرمائی ہیں:-

۱۔ جو مجدد ہوگا اس کو اللہ تعالےٰ مبعوث فرمائے گا، اور وہ اعلان کرے گا کہ میں خدا تعالےٰ کے حکم سے آیا ہوں۔

۲۔ ایسے مامور کا ایک عظیم الشان کام یہ ہوگا کہ وہ خاص طور پر مسلمانوں کی اصلاح کرے گا۔

۳۔ ایسا مامور ہر صدی کے سر پر ہوگا۔

پس تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حدیث کے تحت ہر صدی میں مجدد خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔

اب ہم نے دیکھنا ہے کہ علماء اُمت نے مجدد کی کیا تعریف فرمائی ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ مجدد کا لفظ تجدید سے نکلا ہے۔ اور تجدید کا مفہوم .... یہ ہے:-

"المراد من التجدید من اندرس
من العمل بالکتاب والسنۃ
والامر بمقتضاہ و اماطۃ
ما ظھر من البدع والمحدثات"
(عون المعبود جلد ۲ صفحہ ۱۸۱
شرح ابو داؤد)

ترجمہ: تجدید دین سے مراد یہ ہے کہ کتاب و سنت کے عمل میں سے جو مٹ چکی ہو ان کو از سر نو زندہ کیا جاوے اور لوگوں کو ان دونوں پر عامل ہونے کا حکم دیا جائے۔ اور جو بدعات و محدثات اور امور غیر شرعی دین میں داخل ہو گئے ہیں ان کو بالکل نیست و نابود کر دیا جاوے۔

اب اس تشریح سے احباب کرام پر واضح ہو چکا ہے کہ مجدد کا کام یہ ہے کہ کتاب و سنت کو از سر نو زندہ کرے اور اپنے مخاطبین کو عامل بالشریعۃ بنا دے اور جو امور غیر شرعی قوم میں پیدا ہو گئے ہیں ان کی اصلاح کرے اور اپنی توجہ دُعا۔ سیرت و نمونہ حقیقی مسلمان بنا دے۔

اب سوال یہ ہے کہ مجدد دنیا میں آ کر کیا کام کرتا ہے۔

مجدد اسم فاعل ہے۔ اور اس کی تعریف یہ ہے:

"المجدد للدین لابد ان
یکون عالماً بالعلوم الدینیۃ
الظاھرۃ والباطنۃ ناصراً
للسنۃ قامعاً للبدعۃ و
ان یعم علمہ اھل زمانہ"
(عون المعبود شرح ابوداؤد)

ترجمہ:- جو شخص مجدد ہو اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ دین کے علوم ظاہری و باطنی دونوں میں وحید العصر ہو۔ سنت کا حامی اور بدعت کا قلع قمع کرنے والا ہو اور دنیا کے لوگ اس کے علم سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مجدد اپنے زمانہ میں علوم ظاہری و باطنی میں منفرد مقام کا حامل ہوتا ہے۔ وہ شریعت و سنت پر حقیقی رنگ میں عامل ہوتا ہے۔ بدعت کو مٹانے والا ہوتا ہے۔ اور خواہ دنیا میں کتنے ہی عالم ہوں۔ وہ اس پاک وجود سے زیادہ سے زیادہ رنگ میں مستفید ہوتے ہیں۔

اسی طرح حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات جلد ۲ صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں:-

"مجدد وہ شخص ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر فیوض اُمتوں کو پہنچتا ہے وہ صرف اسی مجدد کے توسط اور وسیلے پہنچتا ہے۔ خواہ اس زمانہ کے قطباء و اوتاد اور ابدال اور نجباء بھی موجود ہوں۔"

اس حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے زمانہ کا مامور بہت بڑی عظیم الشان طاقتوں کا مالک ہوتا ہے اور اُمت کو فیض اس کے توسط سے ہی پہنچتا ہے۔

اب ایک اور اہم سوال یہ ہے کہ مجدد اور نبی میں کیا فرق ہے۔ اس سلسلہ میں محترم قاری محمد طیب صاحب فاضل دیوبند اپنی کتاب "علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد اول صفحہ ۲) میں تحریر فرماتے ہیں جو کہ بالکل درست ہے:-

"فرق اگر ہے تو یہ کہ نبوت اصل ہے اور تجدید اس کا ظل ہے۔ وہاں الہام قطعی ہے یہاں ظنی ہے اس کا منکر (نبی کا منکر) خارج از اسلام ہے۔ اس (مجدد) کا منکر خارج از اصلاح و تقویٰ ہے۔ بہرصورت مجددیت نبوت کا ایک نہایت روشن اور درخشاں پرتو ہے اس لئے مجدد علم و عمل کے لحاظ سے نبی کا سایہ اور اخلاق و ملکات کے لحاظ سے نبی کا نمونہ ہوتا ہے۔"

اسی طرح مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

"مجدد نبی نہیں ہوتا۔ مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہوتا ہے"
(تجدید و احیاء دین صفحہ ۲۵)

یہ ایک اہم سوال تھا کہ نبی اور مجدد میں کیا فرق ہے۔ اوپر کے دو اقتباسات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہوگی۔

حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں:-

"نبی مثل اصل کے ہے اور ولی مثل ظل" پھر فرماتے ہیں:-

"ولایت ظل نبوت ہے"

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر صدی میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور و مجدد دُنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں اور اس سے کسی مسلمان کو جس کے دل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اب ایک حوالہ میں سید سلیمان ندوی کی کتاب جامع المجددین میں سے بیان کروں گا۔ یہ بڑا قیمتی حوالہ ہے جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ ہر دور میں خدا تعالےٰ کی طرف سے مجدد آتے رہے ہیں۔ اور یہ ایک نہایت ہی باریک اور معرفت کا نکتہ ہے جو کہ اس حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

سید سلیمان ندوی صاحب فرماتے ہیں:-

"گیارہ سے لے کر چودہ صدیوں تک کا زمانہ ہندوستان کا ہے اس موقعہ پر ایک بات اہل نظر کو صاف نظر آئے گی کہ دینی قطبیت کا مرکز دوسرے اسلامی ملکوں سے ہندوستان کو منتقل ہو گیا۔ چنانچہ دینی و مذہبی خدمت علوم و فنون کی خدمت حدیث و تفسیر کی خدمت اور ہدایت خلق و احیاء سنن و ردّ بدعات کے لحاظ سے ہندوستان دوسرے اسلامی ملکوں پر سبقت لے گیا۔ کیونکہ ان صدیوں میں ہندوستان میں جو ہستیاں نمایاں ہوئیں۔ ان کی نظیر دوسرے ملکوں میں نہیں ملتی مثلاً گیارہویں صدی کے آغاز میں حضرت شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ اور بارہویں صدی کے وسط میں حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ اور تیرھویں صدی کے وسط میں مولٰنا شاہ اسمٰعیل شہید اور مولٰنا سید احمد بریلوی شہید ہوئے۔"
(جامع المجددین صفحہ ۲۳)

اب ہمارا زمانہ آیا جس میں چاروں طرف سے کفر نے اسلام پر حملے شروع کر دیئے۔ وہ مذاہب جو صدیوں سے ختم ہو چکے تھے۔ انہوں نے دوبارہ انگڑائی لی اور اسلام پر حملے شروع کر دیئے۔ عیسائیت نے تو اپنا سارا زور اس بات پر صرف کرنا شروع کر دیا کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو ختم کیا جائے۔ اپنا سارا زور۔ طاقت و مال اور افراد کی توجہ اس طرف لگا دی کہ تم نے اسلام کو زک پہنچانی ہے۔ اور اتنے ناپاک عزائم تھے کہ علی الاعلان اس بات کا انہوں نے اظہار شروع

کہہ رہا تھا کہ حالات سازگار ہیں۔ مسلمانوں پر پستی کا دور آیا ہوا ہے۔ وقت قریب ہے کہ کلیسا سارے ملکوں پر چھا جائے گا اور وہ وقت بھی قریب ہے کہ عین حرم یعنی خانہ کعبہ سے تثلیث کی تبلیغ ہو گی۔ اسی طرح آریہ دھرم بھی پوری کوشش کر رہا تھا۔ بدھ مذہب والے بھی بیدار ہو گئے تھے ـــــ اور مسلمانوں میں اختلاف و انشقاق اپنے پورے جوبن پر تھا۔ ہر طرف انحطاط ہی انحطاط تھا۔ انہی حالات سے متأثر ہو کر مولینا حالیؔ فرماتے ہیں ؎

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے

علامہ اقبال بھی فرماتے ہیں

کل ایک شوریدہ خوابگاہ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

عیسائیوں کی طاقت سے مسلمان اتنے مرعوب ہو رہے تھے کہ مسلمان کہلانے سے شرماتے تھے۔ اسی حقیقت کو علامہ اکبر الٰہ آبادی طنزیہ انداز میں بیان کرتے ہیں ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

چنانچہ زمانہ زبان حال سے مصلح کو پکار رہا تھا۔ حدیث نبویؐ کے مطابق اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو چودھویں صدی کا مجدد بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر بشارت دی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ؎

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم
او فتاد"

اور ان الفاظ میں اپنے مجدد ہونے کا اعلان فرمایا :۔

"اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالےٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلاء کلمہ اسلام و اشاعت نور حضرت خیر الانامؐ اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا .... کہ ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالےٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔" نیز اسی کتاب میں فرمایا کہ :۔

"جو لوگ خدا تعالےٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں"

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی کتاب ہے جو آپؑ نے ۱۳۰۸ھ میں تصنیف فرمائی جس میں آپ نے مجددیت کا دعوےٰ فرمایا پھر خدا تعالےٰ کی تائید سے ہر رنگ میں اسلام کا زبردست دلائل کے ساتھ مقابلہ فرمایا اور اپنی قوت قدسیہ سے اسلام کی حقانیت کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔ اور آپ کی حیات طیبہ میں ہی کسر صلیب ہوئی اور اسلام میں جو اندرونی طور پر مفاسد پیدا ہو چکے تھے بموجب حدیث نبویؐ آپ۔ حکم تھے۔ ان میں صحیح محاکمہ فرما کر اسلام کی اصل تفسیر و تعبیر دنیا میں پیدا فرما کر لاکھوں کی جماعت پیدا فرمائی۔

بعض بدقسمت لوگوں نے آپ کے مقام کے بارے میں غلو اختیار کیا۔ لیکن خدا ترس زیرک انسان آپ کی تعلیمات کے مطالعہ کے بعد اصل حقیقت کو پا جاتا ہے۔ اس عظیم الشان مجددیت کے مقام کو کم کرنے کی ایک اور سازش حال میں بھی کی گئی ہے کہ نام نہاد خلیفہ ایک طرف اپنے آپ کو خلفائے راشدین کی صف میں کھڑا کر رہا ہے اور اپنے یا تو مولویوں کو مجدد کے مقام پر کھڑا کر رہا ہے۔ کتنی بڑی ناپاک جسارت ہے جو رسول خدا صلعم کی پیش خبری کے بارے میں کی گئی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ

دروغ گو را حافظہ نباشد

انہیں مولویوں کو اپنی خلافت کو بچانے کے لئے مجدد کے مقام پر کھڑا کرتے ہیں۔ دوسری طرف ان کو گوشت کے لوتھڑے اور دوسرے ناپاک کلمات سے یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں تحریر فرمایا ہے کہ مجدد کا مقام مسیح اور مہدی سے افضل ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی آخری ایام کی تصنیف حقیقۃ الوحی ہے۔ جس میں آپ اپنی صداقت کے نشانوں میں سے پہلا نشان اسی حدیث مجدد کو پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پہلا نشان۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا رواہ ابو داؤد۔ یعنے خدا ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا اور اب صدی کا چودھواں سال جاتا ہے۔ اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ کے فرمودہ میں تخلف ہو...... میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعوے پر پچیس برس گذر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں اور میں ہی وہ ایک ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں کے ساتھ ملزم کیا.......

اب آپ اندازہ لگالیں کہ پہلی اور آخری کتاب میں حضرت مسیح موعودؑ اپنے دعوے کی بنیاد حدیث مجدد پر رکھتے ہیں۔ ہاں آپ آنحضرت صلعم کے کامل ظل ہیں اور ان تمام خبروں کے وارث و موعود ہیں جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہیں اور آپ کا مقام بہت ہی عظیم الشان ہے۔ اور آپ کے کارنامے سونے سے زیادہ چمک اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور آپ کے ساتھ وابستہ ہونا بہت بڑی عظیم الشان برکات کا حامل ہے۔

آپکی کتاب فتح اسلام سے ایک حوالہ پیش خدمت ہے :۔

"اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالےٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو...... میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ..... جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے وہ اس روشنی سے حصہ لے گا...... اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی"

خدا کرے کہ ہم سب لوگ حضرت مسیح موعودؑ پر سچا ایمان لائیں اور آپ کے مبارک مشن پر چلیں اور آپ کے دامن سے حقیقی رنگ میں وابستہ رہیں۔ اللھم امین ثم امین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے اعزاز میں مجلس استقبالیہ کا انعقاد

گذشتہ اشاعت میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے اعزاز میں مجلس استقبالیہ ۲۴ جنوری کو منعقد ہو گی۔ لیکن بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر تاریخ مذکور کے بجائے یہ تقریب ۲ فروری بروز منگل بوقت اڑھائی بجے جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ تمام خواتین و احباب سے شمولیت کی درخواست ہے۔

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ اپنے دورہ کے تفصیلی حالات کے علاوہ چند اہم انکشافات بھی کریں گے جس کی وجہ سے یہ تقریب ایک خاص دینی اہمیت کی حامل ہو گی۔ پروگرام حسب ذیل ہے :۔

۱۔ تلاوت قرآن مجید	محترم حافظ قاری بوستان صاحب ۔	۳۰ - ۲ بجے
۲۔ عقیدت نامہ	محترم محمد اعظم علوی صاحب .. .. :	۴۰ - ۲ "
۳۔ نظم	طلباء مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور :	۵۰ - ۲ "
۴۔ افتتاحیہ تقریر	محترم میاں فضل احمد صاحب صدر مقامی جماعت لاہور :	۰۰ - ۳ "
۵۔ تقریر	محترم میاں فاروق اے شیخ صاحب .. .. :	۱۰ - ۳ "
۶۔ تاثرات	محترم شیخ محمد طفیل صاحب .. .. :	۴۰ - ۳ "
۷۔ ارشادات و انکشافات	الحاج حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ :	۵۰ - ۳ "
۸۔ اختتامیہ	محترم مرزا مسعود بیگ صاحب :	۴۰ - ۴ "
۹۔ چائے	:	۰۰ - ۵ "

نوٹ : چائے کے بعد نماز مغرب جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس میں ۳۰ - ۵ بجے ادا کی جائیگی

چونکہ یہ تقریب مسلسل اڑھائی گھنٹے تک جاری رہے گی اس لئے تمام احباب سے گذارش ہے کہ وہ ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھ کر آئیں۔

خاکسار۔ ڈاکٹر مبارک احمد۔ سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

تربیلا ڈیم کی تمام تر تعمیر میں پاک سیمنٹ فاروقیہ استعمال ہو رہا ہے

آپ بھی اپنی عمارتوں کو پاک سیمنٹ فاروقیہ
سے تعمیر کر کے مضبوط اور پائیدار بنائیں

پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز لمیٹڈ۔ فاروقیہ
ہیڈ آفس۔ آدم جی روڈ۔ راولپنڈی
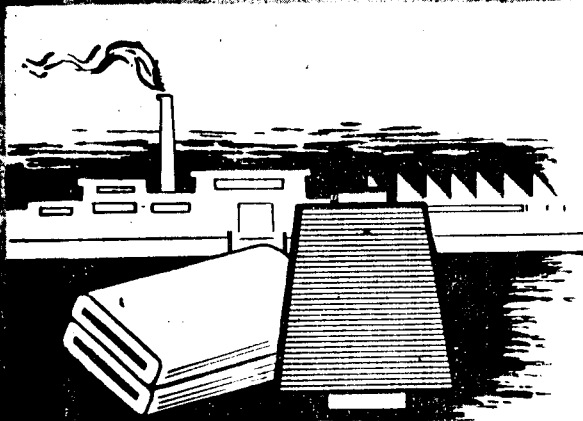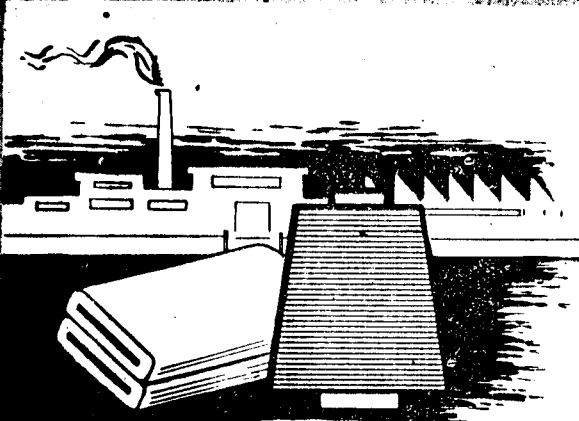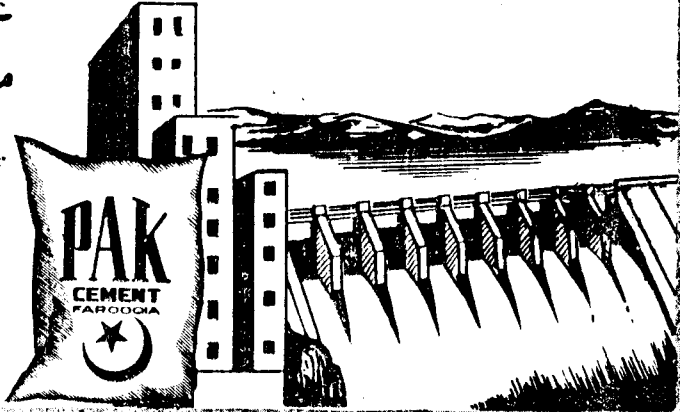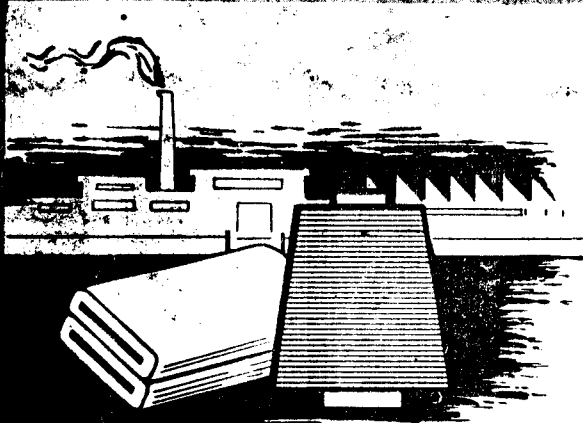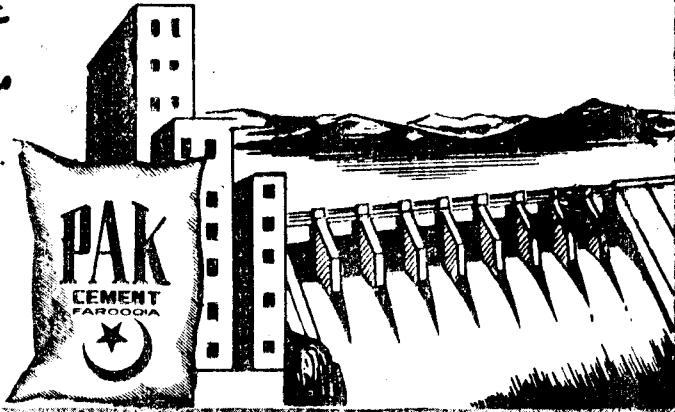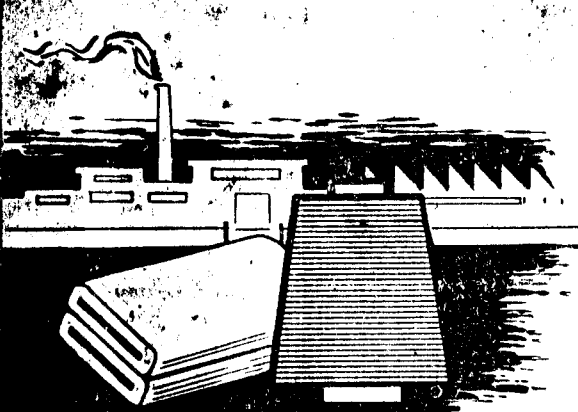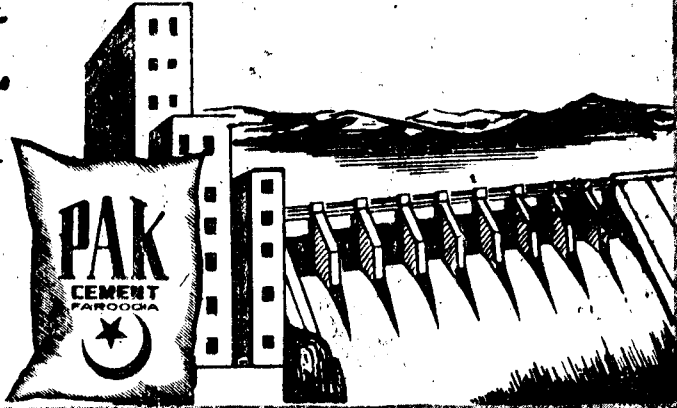
کالونی سرحد کے پارچات
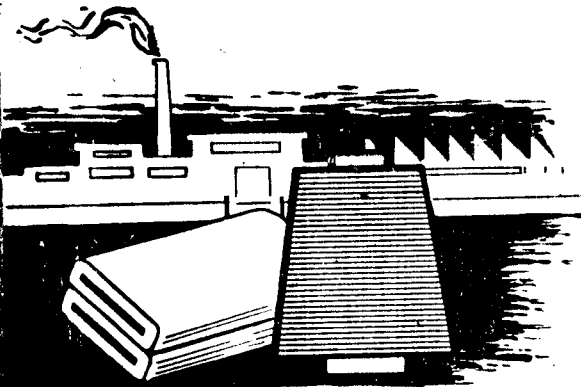
* نفاست میں بے نظیر
* استعمال میں دیرپا

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
اسماعیل کوٹ • نوشہرہ

ABL
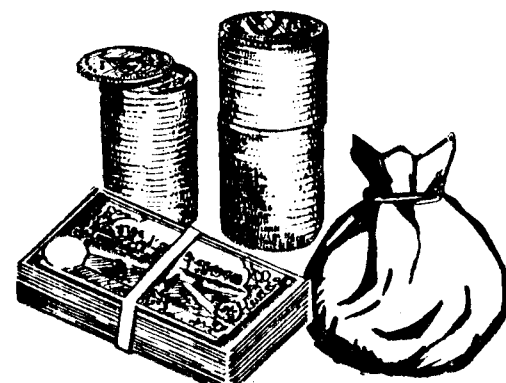
آسٹریلیشیا بنک

ہمارا نصب العین
بنک کاری میں مخلصانہ خدمت اور اعلیٰ کارگزاری

آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ
قائم شدہ ۱۹۴۲ء

پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۰ جنوری ۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ شمارہ ۳

جماعت فیجی کو ایک مستند ٹیچر کی ضرورت

نصوری ہائی سکول میں ایک ایسے سند یافتہ ٹیچر کی ضرورت ہے جو سکول کے طلباء کو اردو اور انگریزی کے مضامین کی تعلیم دے سکے مشاہرہ ۔/600 ڈالر سالانہ یعنی ۔/50 روپے ماہوار کے قریب ہوگا ۔ سالانہ ترقی ۔/60 ڈالر ہے تین سال کے لئے جانا ہوگا۔ جانے آنے کا کرایہ ادا کیا جائے گا۔ سکول میں طلباء کو تعلیم دینے کے علاوہ فارغ اوقات میں ٹیچر کو جماعت احمدیہ لاہور کی تنظیم و تبلیغ کا کام بھی کرنا ہوگا۔

مستحق اصحاب سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

آنریری جنرل سیکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

الیکٹرک پرس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۵۳۷۳ — تار کا پتہ: "تبلیغ" لاہور

توحیدِ الٰہی کے ساتھ رسول صلعم پر ایمان لانا نجات کے لئے ضروری ہے

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات گرامی

ظاہر ہے کہ خدا کے رسول کو ماننا توحید کے ماننے کیلئے علت موجبہ کی طرح ہے اور ان کے باہمی ایسے تعلقات ہیں کہ ایک دوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتے اور جو شخص بغیر پیروی رسولؐ کے توحید کا دعوےٰ کرتا ہے اُس کے پاس صرف ایک خشک ہڈی ہے جس میں مغز نہیں اور اسکے ہاتھ میں محض ایک مردہ چراغ ہے جس میں روشنی نہیں ہے اور ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو وہ نجات پائیگا یقیناً سمجھو کہ اس کا دل مجذوم ہے اور وہ اندھا ہے اور اس کو توحید کی کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے اور ایسی توحید کے اقرار میں شیطان اس سے بہتر ہے کیونکہ اگرچہ شیطان عاصی اور نافرمان ہے لیکن وہ اس بات پر تو یقین رکھتا ہے کہ خدا موجود ہے مگر اس شخص کو تو خدا پر یقین بھی نہیں۔

اَب خلاصہ کلام یہ کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں بغیر اس کے کہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے صرف توحید کے اقرار سے اسکی نجات ہو جائیگی ایسے لوگ پوشیدہ مرتد ہیں اور درحقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں اور اپنے لئے ارتداد کی ایک راہ نکالتے ہیں۔ انکی حمایت کرنا کسی دیندار کا کام نہیں ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۹)

بحرِ حکمت کے موتی

قسم کھانے سے سامان بِک جاتا ہے مگر برکت مٹ جاتی ہے

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الحلف منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للبرکۃ۔

ترجمہ:—

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا، مَیں نے رسول اللہ صلعم کو سُنا۔ فرمایا قسم کھانے سے سامان بِک جاتا ہے (مگر) برکت مٹ جاتی ہے۔

نوٹ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چیزیں فروخت کرنے والوں کی اکثر عادت ہے کہ قسمیں کھاکر گاہک کو یقین دلاتے ہیں۔ اس سے منع کیا۔ اس وقت تو سامان بِک جائے گا مگر جب لوگوں کو پتہ لگ جائے گا تو گاہکی کم ہو جائے گی اور بے برکتی پیدا ہو جائے گی۔

نیک ہم نشین اور بُرا ہم نشین

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کمثل صاحب المسک وکیر الحداد لا یعدمک من صاحب المسک اما تشتریہ او تجد ریحہ وکیر الحداد یحرق بدنک او ثوبک او تجد منہ ریحًا خبیثۃ۔ (باقی بر صفحہ ۱۵ کالم ۲)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

فہرست بیعت کنندگان

جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے دورہ جنوبی امریکہ کے دوران آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔

فائزن برن جماعت (ا)

نام بیعت کنندہ	مقام
(۱) مسٹر سلیمان محمد	فائزن برن
(۲) مسٹر باقر حسین	〃 〃 〃
(۳) مسٹر عنایت حسین	〃 〃 〃
(۴) مسٹر حنیف محمد	〃 〃 〃
(۵) مسٹر عثمان حسین	〃 〃 〃
(۶) مسٹر ٹیوی سلیمان	〃 〃 〃
(۷) مسٹر ظفر علی	〃 〃 〃
(۸) مسٹر حنیف رمضان	〃 〃 〃
(۹) مسٹر شمس بخش	〃 〃 〃
(۱۰) مسٹر عبد العزیز	〃 〃 〃
(۱۱) مسٹر یوسف حسین	〃 〃 〃
(۱۲) مسٹر رحمت حسین	〃 〃 〃
(۱۳) مسٹر عبد الحکیم	〃 〃 〃
(۱۴) مسٹر شیکول بخش	〃 〃 〃
(۱۵) مس کیمرن جمن	〃 〃 〃
(۱۶) مس سلیمہ سلیمان	〃 〃 〃
(۱۷) مسز زیتون خان	〃 〃 〃
(۱۸) مسٹر مہجن سلیمان	〃 〃 〃
(۱۹) مس عارفہ محمد	〃 〃 〃
(۲۰) مسز ہوزیما حسین	〃 〃 〃
(۲۱) قریشہ عزیز	〃 〃 〃
(۲۲) مسز رفیقہ احمد	〃 〃 〃
(۲۳) مسز کرتون محمد	〃 〃 〃
(۲۴) مسز زلیق خان	〃 〃 〃
(۲۵) مسٹر عبد الغفور	〃 〃 〃
(۲۶) مسٹر جلیب حسین	〃 〃 〃
(۲۷) مسٹر سلیمان	〃 〃 〃
(۲۸) مسٹر ازمیر صادق	〃 〃 〃
(۲۹) مسٹر حنیف شاہ	〃 〃 〃
(۳۰) مسز جمیرون علی	〃 〃 〃
(۳۱) مس زبیدہ شیکول	〃 〃 〃
(۳۲) مسز جیبن جمن	〃 〃 〃

(باقی بر صفحہ ۱۵ کالم ۲)

ایدیما جماعت

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مس زبیدہ خان	ادیما
(۲) مس نبیحہ محمد خان	〃 〃 〃
(۳) مس سلیمہ بخش	〃 〃 〃
(۴) مسز رانی بخش	ادیما

کیوریپ جماعت

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مسٹر آدی خان	کیوریپ
(۲) مس نور ناہر خان	〃 〃 〃
(۳) مسٹر عثمان علی	〃 〃 〃
(۴) مسٹر شہادت علی	〃 〃 〃
(۵) مس زبیدہ محمد	〃 〃 〃
(۶) مسٹر مزک شرما	〃 〃 〃

شاگوانا جماعت

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مسٹر محمد شفیع	شاگوانا
(۲) مسٹر محمد کیما حسین	〃 〃 〃
(۳) مس سعیدہ محمد	〃 〃 〃
(۴) مسٹر ابراہیم محمد	〃 〃 〃
(۵) مسز جابجرہ صنیر	〃 〃 〃
(۶) مسٹر قیوم محمد	〃 〃 〃
(۷) مس فاطمہ خان	〃 〃 〃
(۸) مسز قیوم محمد	〃 〃 〃
(۹) مس ثری کرامت	〃 〃 〃
(۱۰) مس اجیران محمد	〃 〃 〃
(۱۱) مسٹر رزاق خان	〃 〃 〃
(۱۲) مسٹر حنا صادق	〃 〃 〃

پرنس ٹاؤن

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مسز سلیمہ دین	پرنس ٹاؤن
(۲) مس الکلیمہ دین	〃 〃 〃

گاسپاریلو

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مس زکیہ دین	گاسپاریلو
(۲) مسز سہیلہ عمر دین	〃 〃 〃
(۳) مسٹر محمد علی	〃 〃 〃
(۴) مسٹر عزیز حسین	〃 〃 〃
(۵) مس حنیفا علی	〃 〃 〃
(۶) مس پیٹر لیسیہ محما	〃 〃 〃
(۷) مس رفینا حسین	〃 〃 〃
(۸) مس یاسمین علی	گاسپاریلو
(۹) مس زبیدہ محمد	〃 〃 〃
(۱۰) مس زلیخان محمد	〃 〃 〃
(۱۱) مس سلیشا سینڈر	〃 〃 〃
(۱۲) مسٹر وزیر محمد	〃 〃 〃

پرلیسال جماعت

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مس سوالہ بخش	پرلیسال
(۲) مس حمیدہ بخش	〃 〃 〃
(۳) مس کیملی بخش	〃 〃 〃
(۴) مس شمیم بخش	〃 〃 〃
(۵) مس جائے بخش	〃 〃 〃
(۶) مس لیلی بخش	〃 〃 〃
(۷) مسٹر رزاق علی	〃 〃 〃
(۸) مسٹر حمزہ رفیق	〃 〃 〃

نیوگرانٹ جماعت

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مس فریدہ محمد	نیوگرانٹ
(۲) مس شیون محمد	〃 〃 〃
(۳) مسز شیخ محمد	〃 〃 〃
(۴) مسز خیرون خان	〃 〃 〃
(۵) مسز آمینہ حسین	〃 〃 〃
(۶) مس زینا حسین	〃 〃 〃
(۷) مس نلیمی حسین	〃 〃 〃
(۸) مس زینورا محمد	〃 〃 〃
(۹) مسٹر وحید حمید	〃 〃 〃
(۱۰) مسٹر فرید محمد	〃 〃 〃
(۱۱) مس سبینہ محمد	〃 〃 〃
(۱۲) مسز سلیمہ محمد	〃 〃 〃

ری او کلارو جماعت

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مسٹر نذیر حسین جان	ری او کلارو
(۲) مسٹر فیضول پوران	〃 〃 〃
(۳) مسٹر روجان محمد	〃 〃 〃
(۴) مسز زورینہ محمد رام کسن	〃 〃 〃
(۵) مسٹر اسحاق پوران	〃 〃 〃
(۶) مس امینہ محمد	〃 〃 〃
(۷) مسز خرتون نجم الدین	〃 〃 〃
(۸) مس حنیفہ پورن	〃 〃 〃
(۹) مس زلیفا پورن	〃 〃 〃
(۱۰) مسز اذمون پورن	〃 〃 〃
(۱۱) مسز ماین امام دی	〃 〃 〃
(۱۲) مسز شریدہ حسین	〃 〃 〃
(۱۳) مسز عفرا لیزامہ	ری او کلارو
(۱۴) مسز سلیمون محمد	〃 〃 〃
(۱۵) مس یاسمین محمد	〃 〃 〃
(۱۶) مس پاولہ یاسمین پورن	〃 〃 〃

آئری ویلیج جماعت

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مسٹر حمید محمد	آئری ویلیج
(۲) مسز حمید محمد	〃 〃 〃
(۳) مسٹر حمید رزاق	〃 〃 〃
(۴) مسز حمید رزاق	〃 〃 〃
(۵) مسٹر حنیف محمد	〃 〃 〃
(۶) مسٹر نعمت خان	〃 〃 〃
(۷) مسٹر دھول فرمان علی	〃 〃 〃
(۸) مسٹر محمد حسین	〃 〃 〃
(۹) مسٹر جعفر علی	〃 〃 〃
(۱۰) مسٹر محمد حسین	〃 〃 〃
(۱۱) مس لزینہ رزاق	〃 〃 〃
(۱۲) مسٹر سونی محمد	〃 〃 〃

سان فرناندو

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مسٹر حسن الیس خان	سان فرناندو
(۲) مس دیتا رحمان	〃 〃 〃
(۳) مسز خرتون اسمٰعیل	〃 〃 〃
(۴) مسٹر اقبال علی	〃 〃 〃
(۵) مس ندینہ علی	〃 〃 〃
(۶) مسز ظفر علی	〃 〃 〃
(۷) مسٹر اولی محمد	〃 〃 〃
(۸) مسٹر عمر فاروق	〃 〃 〃
(۹) مس سلیمہ شاہ	〃 〃 〃
(۱۰) مسز اولی محمد	〃 〃 〃
(۱۱) مسٹر احمد بخش	〃 〃 〃
(۱۲) مسز سلیمہ مراد علی	〃 〃 〃
(۱۳) مسٹر اسد مراد علی	〃 〃 〃
(۱۴) مسٹر محمد چارلس	〃 〃 〃
(۱۵) مسز محمد چارلس	〃 〃 〃
(۱۶) مس شہیبا مراد علی	〃 〃 〃
(۱۷) مس نبیدن علی	〃 〃 〃

کیلیفورنیا جماعت

نام بیعت کنندگان	مقام
(۱) مسٹر محمد ابراہیم	کیلیفورنیا
(۲) مسز محمد ابراہیم	〃 〃 〃
(۳) مسز زلیخاں خان	〃 〃 〃

(باقی بر صفحہ ۱۵ کالم اوّل)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۱ء

ہم اور ہمارے مخالفین

ہمیں ہمیشہ اس بات کا ذکر نہایت افسوس کے ساتھ کرنا پڑتا ہے، کہ ہمارے مخالفین جب بھی حضرت مسیح موعودؑ یا جماعت احمدیہ کے متعلق کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں، تو دیانت و امانت کو چھوڑ کر محض سنی سنائی باتوں کی بناء پر اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور اس سلسلہ میں اگر کسی کتاب کا حوالہ دینے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اصل الفاظ نقل کرتے ہوئے سیاق و سباق کو چھوڑ کر ایک آدھ ایسا فقرہ نقل کر دیتے ہیں جو پوری عبارت کے مفہوم کے خلاف خطرناک غلط فہمی پیدا کرنیکا موجب ہوتا ہے۔

ایک اسی قسم کا اشتہار اس وقت ہمارے سامنے ہے جس میں جمیس آباد کے عدالتی فیصلہ کی بناء پر ایسے اقوال حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کئے ہیں جو صریحاً غلط اور بے بنیاد ہیں۔ مثلاً "خدا کی توہین" کے عنوان سے لکھا ہے:—

نمبر ۱: مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب توضیح مرام ص۷۵ پر لکھتا ہے:—

"قیوم العالمین ایک ایسا وجودِ اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ اور بیشمار پیر ہیں"

اب توضیح مرام کے مذکورہ بالا صفحہ کی اصل عبارت اور اس کے سیاق و سباق کو پڑھ کر دیکھئے کہ معترض نے منقولہ بالا فقرہ سے جو مفہوم پیدا کرنا چاہا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے اصل عبارت حسب ذیل ہے:—

"حکیم مطلق نے میرے پر یہ راز سربستہ کھول دیا ہے کہ یہ تمام عالم مع اپنے جمیع اجزا کے اس علت العلل کے کاموں اور ارادوں کی انجام دہی کے لئے سچ مچ اس کے اعضاء کی طرح واقع ہے جو خود بخود قائم نہیں ہے بلکہ ہر وقت اس روحِ اعظم سے قوت پاتا ہے جیسے جسم کی تمام قوتیں جان کی طفیل سے ہی ہوتی ہیں اور یہ عالم جو اس وجودِ اعظم کے لئے قائم مقام اعضا کا ہے بعض چیزیں اس میں ایسی ہیں کہ گویا اس کے چہرہ کا نور ہیں جو ظاہری یا باطنی طور پر اس کے ارادوں کے موافق روشنی کا کام دیتی ہیں۔ اور بعض ایسی چیزیں ہیں کہ گویا اس کے ہاتھ ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ گویا اس کے پیر ہیں، اور بعض اس کے سانس کی طرح ہیں، غرض یہ مجموعہ عالم خدا تعالیٰ کے لئے بطور اندام کے واقع ہے اور تمام آب و تاب اس اندام کی اور ساری زندگی اس کی اسی روحِ اعظم سے ہے جو اس کی قیوم ہے اور جو کچھ اس قیوم کی ذات میں ارادی حرکت پیدا ہوتی ہے وہی حرکت اس اندام کے کل اعضا یا بعض میں جیسا کہ اس قیوم کی ذات کا تقاضا ہو، پیدا ہو جاتی ہے"۔

اس عبارت میں حضرت مرزا صاحبؑ نے تمام عالم کو اللہ تعالیٰ کے اعضاء کی طرح قرار دیا ہے حقیقی اور جسمانی اعضا نہیں بلکہ جس طرح انسان کے اعضاء اس کے ارادہ کے ماتحت کام کرتے ہیں عالم کائنات کے تمام شعبے بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے ماتحت بطور اعضاء کام کرتے ہیں، اسی مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگلی عبارت کو پڑھئے فرماتے ہیں:—

"اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھانے کے لئے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجودِ اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہا عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجودِ اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں یہ وہی اعضاء ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے"

کیا اس عبارت میں حضرت مرزا صاحبؑ نے اللہ تعالیٰ کے جسمانی ہاتھ اور پیر قرار دیئے ہیں، غور کیجئے شروع فقرہ ہی میں "تخیلی طور پر" کے الفاظ بتا رہے ہیں، کہ جن ہاتھ پیر کا ذکر کیا گیا ہے وہ بطور تخیل کے ہیں اور آخری فقرہ میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ "یہ وہی اعضاء ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے"

کیا کوئی صحیح المزاج انسان ان تمام عبارات کو پڑھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے اللہ تعالیٰ کے حقیقی اور انسان کی طرح جسمانی ہاتھ اور پیر قرار دیئے ہیں، کیا یہ امر واقع نہیں کہ تمام کائنات اور اس کے مختلف شعبے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے ماتحت کام کر رہے ہیں جس طرح انسان کے اعضاء اس کے ارادہ کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اور اس کی حرکت کے ساتھ اسی طرح حرکت میں آتے ہیں کہ گویا اس قیوم عالم کے اعضاء ہیں، اس کو محلِ اعتراض قرار دینا اور سیاق و سباق کو چھوڑ کر ایک ہی فقرہ نقل کر کے غلط فہمی پیدا کرنا کہاں کی دیانت اور امانت ہے۔

اعتراض نمبر ۲: جو مذکورہ بالا اشتہار میں کیا گیا ہے یہ ہے:—

"مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ پر لکھتا ہے کہ میں خود خدا ہوں..........اور زمین و آسمان پیدا کرنے والا ہوں"

کیا حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی طرف سے بطور دعوے کے ایسا لکھا ہے؟ اس کے لئے آئینہ کمالات اسلام کے مذکورہ صفحہ کو کھول کر دیکھئے فرماتے ہیں:—

"ورایتنی فی المنام عین اللّٰہ و تیقنت اننی ھو۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں عین اللہ ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔

اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ عالم خواب کی بات ہے، یعنے خواب میں آپ کو ایسا دکھایا گیا، ظاہر ہے خواب یا کشف کو کسی شخص کا دعوے نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ ایسے امور تعبیر طلب ہوتے ہیں اور حضرت مرزا صاحبؑ نے پورا کشف بیان کرنے کے بعد آخر میں بتایا ہے کہ

ولا نعنی بھذہ الواقعة کما یعنی فی کتب اصحاب ..... وحدة الوجود وما نعنی بذالک ما ھو مذھب الحلولیین بل ھذہ الواقعة توافق حدیث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اعنی بذالک الحدیث البخاری فی بیان مرتبة قرب النوافل لعباد اللّٰہ الصالحین۔ یعنے اس واقعہ کے ہم وہ معنے نہیں کرتے جو اصحاب وحدت الوجود کی کتابوں میں کئے گئے ہیں اور نہ ہم اس کے معنے حلولیوں کے مذہب کے مطابق کرتے ہیں بلکہ یہ واقعہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت رکھتا ہے یعنی بخاری کی اس حدیث کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کو قرب نوافل کے مرتبہ پر بیان کیا گیا ہے۔

اب فرمایئے کہ اس صراحت کے باوجود یہ کہنا کہاں تک جائز ہے کہ مرزا صاحبؑ نے خود خدا ہونے کا دعوے کیا ہے، کیا رایتنی فی المنام کے الفاظ اور اصحاب وحدت الوجود اور حلولیوں کے خیالات کی نفی اور اس کشف کو قرب نوافل والی حدیث کے مطابق قرار دینا اس بات کا ثبوت نہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے خدا ہونے کا کوئی دعوے نہیں کیا؟ پھر یہ کہاں کی دیانت اور امانت ہے کہ ایک کشفی معاملہ کو جس کی انہوں نے خود تعبیر بھی کر دی ہے دعوے خدائی پر محمول کیا جائے، افسوس کہ معترض کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اصل کتاب نکال کر اسے پڑھ لیتا۔ اس نے جمیس آباد کے گمراہ کن عدالتی فیصلہ سے ایک فقرہ نقل کر کے اشتہار دے دیا کہ مرزا صاحبؑ کا دعوے خود خدا ہونے کا ہے۔ کاش ان لوگوں میں کچھ بھی دیانت اور امانت ہوتی تو ایسی حرکت کو گناہ سمجھ کر اس سے گریز کرتے، کیا اب بھی اشتہار دینے والا اس پر غور کرنے کی تکلیف گوارا کرے گا؟

باقی اعتراضات کا جواب آئندہ اشاعت میں ملاحظہ کیجئے۔

ہم نے

ابوارشد

چمن چمن کی فضائیں نکھار دیں ہم نے
دلوں میں نور کی کرنیں اتار دیں ہم نے
مسیحِ وقت کا دامن پکڑ کے اے مولا
ترے جہاں کی نبضیں سنوار دیں ہم نے

رسم و رواج اور تمنّائیں کوئی قیمت نہیں رکھتیں

خدا اور رسولؐ کے احکام کی اطاعت ہی عزّت و شرف کا موجب ہو سکتی ہے

خُطبۂ جُمعہ

مؤرخہ ۲۲ جنوری ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیرِ قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

لیس بامانیکم ولا امانیّ اھل الکتاب من یعمل سوء یجزبہ - ولا یجد لہٗ من دون اللہ ولیّا ولا نصیراً ——— وکان اللہ بکلّ شیئٍ محیطاً ——— (سورۃ النسآء - ۱۲۳ - ۱۲۴) ———

رسم و رواج یا خواہشات فائدہ کی موجب نہیں۔

رسم و رواج کی پابندی سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اس سے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ فرمایا لیس بامانیکم۔ یہ تمہاری تمنائیں اور آرزوئیں کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لئے جنت کے ہم وارث ہیں یہ تو محض تمنائیں اور خواہشات ہیں۔ جن کی عملی زندگی میں کوئی قدر و قیمت نہیں الا امانیّ اھل الکتاب۔ قرآن کریم کے ماننے والوں کی طرح تورات اور انجیل کے ماننے والے بھی موجود ہیں ان کا یہ کہنا کہ ہم بنی اسرائیل کی نسل سے ہیں۔ اور ہمارے اندر نبی اور رسول آتے رہے ہیں اور بنی اسرائیل کی نسل کے علاوہ جس قدر دوسرے لوگ ہیں وہ دوزخ میں چلے جائیں گے۔ اور بنی اسرائیل کے لئے جنت لازمی ہے اور ان کا یہ کہنا ہے نحن ابناء اللہ و احباؤہ۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پیاری قوم ہیں۔ یہ محض ان کے خیالات اور تمنائیں ہیں جن کی قدر و قیمت کوئی نہیں۔ اسی طرح اگر مسلمان سمجھ لے کہ ہم خدا کی پیاری قوم ہیں تو ان میں اور دوسری قوموں میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔

جزا و سزا کا قانون

اس خدا نے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے ایک قانون بنایا ہے کہ کسی پارٹی اور جماعت کے اندر داخل ہو جانا اور یہ سمجھنا کہ ہم ناجی ہیں، یہ بے اثر تمنّائیں ہیں سن لو کہ کوئی مسلمان ہو یا یہودی۔ نصرانی ہو یا ہندو اور سکھ۔ مرد ہو یا عورت۔ بادشاہ ہو یا رعایا کا کوئی فرد ۔ کوئی بھی ہو۔ ہمارا قانون سب کے لئے ایک ہی ہے کہ جو کوئی برائی کا کام کرے گا اس کو سزا ملے گی اس وقت یہ نہیں کہا اور سنا جائے گا کہ یہ شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے ہے۔ تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک ہی قانون ہے من یعمل سوءً جس کسی نے بدکاری کی یجز بہٖ وہ سزا پائیگا۔ جو شخص بدکار ہے اس کے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ نہ کوئی نبی اور ولی اور نہ کوئی اور۔ نہ حضور صلعم کی امّت کا آدمی اس قانون سے مستثنےٰ ہے نہ حضرت موسےٰ اور حضرت عیسیٰ کی قوم کا کوئی فرد اس قانون سے باہر ہے فرمایا ولا یجد لہٗ من دون اللہ ولیّا ولا نصیرا۔ کوئی شخص ایسے بدکار کا حامی و ناصر نہیں ہوگا۔ اس کے مقابل پر ایک قانون یہ ہے ومن یعمل من الصالحٰت من ذکرٍ او انثیٰ وھو مؤمن۔ ہاں جو شخص ایمان رکھتے ہوئے نیک اعمال کرے گا۔ خواہ وہ عورت ہو یا مرد فاولٰئک یدخلون الجنّۃ۔ یہ لوگ ہی جنّت میں داخل ہوں گے۔ ولا یظلمون نقیرا اور ان کے اعمال میں ذرا بھر بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

بہترین انسان ——— جو احکامِ الٰہی کی پیروی کرے

ومن احسن دیناً ممن اسلم وجھہ للہ ۔ اور اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی خوبی نہیں ہو سکتی کہ ایک شخص خدا کے احکام کے سامنے سر جھکا دے۔ اس کا قلب اور اس کے تمام اعضاء اور اموال خدا تعالےٰ کے حکم کے موافق استعمال ہوتے ہیں۔ اور جو شخص احکامِ الٰہی کی اطاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل کر رہا ہو۔ وہ سب سے اعلےٰ آدمی ہے اور اس کو کہتے ہیں صاحب کردار وللہ العزّۃ ولرسولہٖ وللمؤمنین۔ ہر وہ شخص جس نے اپنی تمام زندگی، اپنے تمام کاروبار اور معاملات رضاء الٰہی کے مطابق سرانجام دیئے خدا اور رسول صلعم اسے پسند کرتے ہیں اور یہ وہ شخص ہے جو صاحب کردار اور معزز و مشرّف ہے۔ اس گروہ میں حضور نبی کریم صلعم اور مؤمنین شامل ہیں۔ اس میں شمولیت موجب عزّ و شرف ہے۔ مؤمن وہ ہے جو اپنے گھر میں، اپنی دوکان میں، اپنے کارخانہ میں سب امور میں خدا کے احکام کا فرمانبردار ہو۔ تو فرمایا ومن احسن دیناً ممن اسلم وجھہ للہ۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بہتر انسان نہیں ہو سکتا جس نے اپنا سب کچھ خدا کے احکام کے ماتحت کر دیا ہو۔

صحابہ کرامؓ کا اثر اقوام پر

یہ وہ قوم ہے جو حضور نبی کریم صلعم نے پیدا کی۔ ان پر ایک ٹھپہ لگایا۔ یہ افریقہ میں گئے۔ ان پر ٹھپہ لگا ہوا تھا کہ یہ ایک علیحدہ قوم ہے۔ یہ یورپ میں گئے۔ وہاں ساڑھے سات سو سال تک حکومت کی اور یورپ کی قومیں اس بات پر گواہیاں دیتی ہیں کہ ان لوگوں نے تمام معاملوں میں ثابت کر دیا ہے کہ خدا اور رسول صلعم کی احکام کی پابندی کے کیا معنی ہیں۔ اس قوم نے جہاں جہاں حکومت کی وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے علم و عرفان کے جھنڈے بلند کر دیئے اور وہ علماء پیدا کئے جن پر آج بھی یورپ فخر کرتا ہے۔ ان کو یہ مقام خدا اور رسول صلعم کی پیروی کی وجہ سے حاصل ہوا۔ پھر دنیا کے لوگوں نے انکی پیروی کی۔

مخلوق کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنا ضروری ہے

آگے فرمایا وھو محسنٌ۔ فرمانبرداری کے علاوہ ان کی یہ صفت مشاہدہ میں آنی چاہیئے کہ وہ محسن رہیں ان کی کمائیوں میں خدا اور رسول صلعم کی مخلوق و امّت کی فلاح و بہبود کے لئے حصّہ ہو صرف نماز روزہ اور حج کر لینا کافی نہیں۔ نماز روزہ اور حج کا بڑا مقصد یہ ہے کہ عبادت گذاری کے ساتھ مسلمان محسن بن جائیں یہ عبادت کا بڑا مقصد ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السّلام کی بے مثال قربانی اور اسکا نتیجہ

واتبع ملّت ابراھیم حنیفا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراھیم علیہ السّلام کا ذکر فرمایا اور یہ ذکر بڑی عزت کے ساتھ کیا ہے۔ درود شریف میں بھی ان کا ذکر ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنا تمام کچھ خدا کے سپرد کر دیا تھا یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز (بیٹا) بھی خدا کے سپرد کر ڈالا۔ چنانچہ اگر حضرت نبی کریم صلعم کا اسوہ حسنہ مثالی ہے تو حضرت ابراھیمؑ کی فرمانبرداری اور ان کی قربانی بھی مثالی ہے۔ وہ شخص جس نے اپنی تمام ترقیں اور اپنے تمام اعضاء خدا کے سپرد کر دیئے ہوں اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کا رنگ اختیار کر لیا ہو خدا اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بھی ان کے ایثار و قربانی اور اطاعت کی وجہ سے خدا نے اپنا دوست بنا لیا تھا۔

خدا و رسولؐ کے رنگ میں رنگین ہونا باعثِ عزّت ہے

انسان کی فطرت میں ہے کہ اس کی عزّت کی جائے۔ حصول عزّت کے لئے ضروری ہے کہ انسان خدا و رسولؐ کے رنگ میں رنگین ہو جائے اور حضرت ابراھیم علیہ السّلام کا رنگ اختیار کرے یہ راستہ سب کے لئے ہے خدا رب العالمین ہے۔ یہ راستہ کسی ایک شخص، کسی ایک قوم کسی ایک وطن کے رہنے والوں کے لئے نہیں۔ یہ سب کے لئے ہے یہ ربّ العالمین کا کلام ہے۔ اللہ تعالےٰ وہ راستہ دکھانا چاہتا ہے جس پر چل کر قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے

(باقی بر صفحہ ۱۶ ختم باد کے پیچھے)

واحد راہِ نجات

از الحاج ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ راولپنڈی

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:—

(۱) ولقد بعثنا فی کلّ امّۃٍ رسولاً انِ اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت فمنھم من ھدی اللہ ومنھم من حقّت علیہ الضّلٰلۃ۔ (اور یقیناً ہم نے ہر ایک قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو (یعنے غیر اللہ کی پرستش سے بچو) سو ان میں سے کوئی ایسا تھا جسے اللہ نے ہدایت دی اور کوئی ان میں سے ایسا تھا جس پر گمراہی ثابت ہوئی)

(سورۃ النحل۔ آیت ۳۶)

(۲) انّا ارسلنٰک بالحق بشیراً وّ نذیراً ط وان من امّۃٍ الّا خلا فیھا نذیرٌ۔ (یعنے ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا)۔

(سورۃ فاطر۔ آیت ۲۴)

(۳) وما ارسلنٰک الّا کافّۃ للنّاس بشیراً وّ نذیراً ولکنّ اکثر النّاس لا یعلمون۔ (اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)

(سورۃ السّبا۔ آیت ۲۸)

(۴) وما ارسلنٰک الّا رحمۃً للعٰلمین۔ (اور ہم نے تجھے قوموں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے) (سورۃ الانبیاء۔ آیت ۱۰۷)

(۵) ویوم نبعث فی کلّ امّۃٍ شھیداً علیھم من انفسھم وجئنا بک شھیداً علیٰ ھٰؤلاء۔ ونزّلنا علیک الکتاب تبیاناً لکلّ شیءٍ وّھدًی وّرحمۃً وّ بشریٰ للمسلمین۔ (اور جس دن ہم ہر اُمت میں ان کے اندر سے ہی ایک گواہ کھڑا کر دیں گے اور تجھے ان پر گواہ لائیں گے۔ اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے (جو) جو ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی اور فرمانبرداروں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے) (سورۃ النحل۔ آیت ۸۹)

(۶) وکذٰلک جعلنٰکم امّۃً وّسطاً لتکونوا شھداء علی النّاس ویکون الرسول علیکم شھیداً (اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو)۔ (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۴۳)

(۷) انّ الدّین عند اللہ الاسلام (یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) (سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۹)

(۸) ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین۔ (اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہتا ہے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا) (سورۃ آل عمران۔ آیت ۸۵)

(۹) واذ اخذ اللہ میثاق النّبیّین لما اٰتیتکم من کتابٍ وّحکمۃٍ ثمّ جاءکم رسولٌ مصدّقٌ لّما معکم لتؤمننّ بہ ولتنصرنّہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشّاھدین۔ (اور جب اللہ نے نبیوں کے ذریعہ سے عہد لیا اس لئے کہ ضرور تم کو میں نے کتاب اور حکمت سے دیا ہے پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم نے ضرور ہی اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور ضرور ہی اس کی مدد کرنی ہوگی۔ کہا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو انہوں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہا پس گواہ رہو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں) (سورۃ آل عمران۔ آیت ۸۱)

(۱۰) انّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتریٰ اثماً عظیماً۔ (یقیناً اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک بنایا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے وہ ایک بھاری گناہ افترا کرتا ہے۔) (سورۃ النساء آیت ۴۸)

—— اللہ تعالےٰ جو تمام جہانوں کا ربّ ہے اور رحمٰن اور رحیم ہے۔ اُس نے ہر زمانے کے حالات کے تقاضہ سے مختلف قوموں اور ملکوں میں اپنے رسول اور نبی بھیجے جنہوں نے لوگوں کو خدائے واحد لاشریک کی عبادت اور فرمانبرداری کا پیغام سنایا۔ اُن میں سے تھوڑوں نے ان کو قبول کیا۔ مگر اکثر وں نے مخالفت کی اور بالآخر اس کی سزا پائی۔ ان تمام نبیوں سے اللہ تعالےٰ نے ایک میثاق یا عہد لیا تھا کہ وہ اپنی اُمتوں کو وصیت کر جائیں کہ سب سے آخر میں ایک عظیم الشان اور آخری نبی تمام دنیا اور تمام لوگوں کے لئے مبعوث کیا جائے گا اور وہ نہ صرف دینِ اسلام (اللہ کی فرمانبرداری) کی تبلیغ کرے گا۔ بلکہ تمام قوموں کے لئے ہادی اور رہنما ہوگا۔ اور اپنے سے پہلے گذرے ہوئے نبیوں اور ان پر نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ جب وہ نبی آئے تو سب پہلی امتوں کو اس کو ماننا ہوگا۔ اور اس کے دیئے ہوئے احکامات کو بجا لانا ہوگا۔ کیونکہ اس نبی آخرالزمان کا فیض تاقیامت اور تمام لوگوں کے لئے باعث نجات ہوگا۔ اگرچہ پہلے انبیاء کی اکثر کتابیں اور صحیفے ضائع ہو گئے۔ مگر پھر بھی جو کچھ تحریف شدہ بھی باقی ہیں (مثلاً تورات۔ انجیل وید اور مہاتما بدھ۔ کنفیوشس اور زرتشت کے متعلق نوشتے) اُن میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان اور افضل الرّسل کے متعلق پیشگوئیاں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ان سب کو مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی (مسلم ٹاؤن۔ لاہور) نے بڑی محنت اور تحقیق کے ساتھ اپنی بے مثل تصنیف "میثاق النّبیّین" میں جمع کیا ہے اور ان پر بحث کی ہے۔ ان کو پڑھنا ازدیاد ایمان کا باعث ہوتا ہے

یہ نہایت قابلِ افسوس بات ہے کہ یہودیوں عیسائیوں۔ اہلِ ہنود۔ بدھ مت اور دیگر مذاہب کے پیروؤں نے اپنے اپنے نبیوں کی وصیت کی غلط اور جھوٹی تاویلیں کیں اور نبی آخرالزّمان پر ایمان نہیں لائے سوائے معدودے چند کے۔ یہودیوں پر تو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے غضبِ الٰہی حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانے سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ ان کو بار بار اللہ تعالےٰ نے معاف کیا اور ڈھیل دی۔ مگر انہوں نے نہ صرف توریت کے احکامات کو ہی پس پشت ڈال دیا بلکہ خدا کے نبیوں کو بھی تنگ کرتے رہے۔ اور بالآخر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو تو صلیب پر ہی لٹکا کر دم لیا۔ اس قوم پر تو خدا کی لعنت اور پھٹکار تا قیامت رہے گی۔ ہاں جو نبی آخرالزمانؐ پر ایمان لے آئیں اور اسلام قبول کریں وہ نجات اور فلاح پا سکتے ہیں۔ عیسائیوں نے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم کو توڑ مروڑ کر ایک خدا کے تین خدا بنا دیئے پھر یہودیوں کی طرح دُنیا اور دنیا کی صنعتوں میں اس طرح مشغول ہوئے کہ دجّال اور یاجوج ماجوج بھی انہی میں سے پیدا ہوئے۔ انہی قوموں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے سورۃ الکہف کے آخری رکوع میں فرمایا ہے:—

"تو کیا جو کافر ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ میرے مقابل پر میرے بندوں کو کارساز بنا سکیں گے۔ ہم نے دوزخ کو کافروں کے لئے مہمانی کے طور پر تیار کیا ہے۔ کہہ۔ کیا ہم تمہیں عملوں میں بہت ٹوٹا کھانے میں رہنے والوں کی خبریں دیں وہ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے اچھے کام بنا رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کی باتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔ سو ان کے عمل کام نہ آئے۔ اس لئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن (میزان) قائم نہیں کریں گے یہ ان کی سزا ہے (یعنے) دوزخ اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری باتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی بنایا۔"

یہاں نہ صرف عیسائیوں بلکہ تمام ان مشرکین کو بھی شامل کیا ہے جو خدا کے سوا اور معبود بناتے ہیں۔ مثلاً اہلِ ہنود۔ جو کہ ۳۳ کروڑ دیوتا دیویوں کو پوجتے ہیں۔ اور شیو۔ وشنو اور برہما۔ کالی ماتا اور گنیش جی۔ رام چندر اور کرشن جی کے بُت بنا کر ان کی عبادت کرتے اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔ گائے (جو کہ معمولی جانور ہے) اس کی بھی پوجا پاٹ ہوتی ہے۔ آریہ مذہب والے مادہ اور ارواح کو خدا کی طرح دائمی اور غیر فانی مانتے ہیں۔

یہاں ایک سوال اُٹھتا ہے کہ قرآن کریم میں سورۃ المزمّل میں آتا ہے:—

"اس دن (قیامت کو) لوگ الگ الگ ہو کر نکل پڑیں گے۔ تاکہ انہیں ان کے عمل دکھائے جائیں۔ تو جو کوئی ایک ذرہ کے وزن کے برابر بھلائی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ایک ذرہ کے برابر بدی کرتا ہے اسے دیکھ لے گا"۔

سو اگر فی زمانہ ایک مسلم جو کہ بظاہر شریعت اور اچھے کام کرتا نظر آتا ہے۔ اس کو کیوں نہ اس کے ان اچھے کاموں کی وجہ سے اجر ملے۔ اور اس پر نجات کا دروازہ کیوں بند کر دیا جائے؟ اسی طرح مسلمان سے اگر کوئی بدی سرزد ہو جائے اسے بھی سزا ملنی چاہیئے۔ یہ اصول صحیح ہے۔ مگر جس طرح ظاہری قوانین میں ہے نیکی کا اجر بھی اپنی چھوٹائی بڑائی کے لحاظ سے ہوتا ہے ایک انسان اعلےٰ درجہ کی مقوی غذائیں کھاتا اور اچھے اصول صحت پر عمل کرنے پر قائم رہتا ہے وہ یقیناً اپنی زندگی میں اچھے نتائج کو دیکھتا ہے۔ لیکن اگر وہ ان اصول صحت پر عمل کرنے کے بعد زہر کھالے تو وہ بھی اپنا اثر دکھا کر رہے گا۔ نیکی اور بدی سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا ہم کوئی اندازہ نہیں کر سکتے مگر قانون صحیح یہی ہے کہ ہر نیکی اپنی جزا رکھتی ہے اور بدی اپنا اثر پیدا کرتی ہے۔ پھر بعض نیکیوں سے بعض بدیوں کے اثر محو ہو جاتے ہیں اور بعض بدیوں سے بعض نیکیوں کے اثر محو ہو جاتے ہیں۔ پس سچی توبہ سے انسان کے گناہ معاف ہونا۔ یا ارتداد سے (یعنی اسلام کے انکار سے) اس کی بعض نیکیاں ضائع ہو جانا اس اصول کے خلاف نہیں اور اصل کام کرنے والا اصول ہر جگہ یہی ایک ہے۔ مگر جیسا کہ مندرجہ بالا آیت شریف میں جناب الٰہی فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کے نزدیک صحیح مذہب اور نجات کی راہ صرف اسلام اور اس کے نبی کی ہدایات پر چلنے اور عمل کرنے سے ہے کیونکہ جامع اور اکمل مذہب اب اسلام ہی ہے۔

اور عیسائیوں اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور معبود بنانے والے لوگوں کے متعلق سورۃ الکہف کے آخری رکوع کی چند آیتوں کا ترجمہ دیا جا چکا ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص حالت شرک میں (بغیر وقت پر توجہ کئے) فوت ہو گیا اس کا گناہ معاف نہیں ہوگا۔ دوسرے مسلمان لوگ اگر گنہگار بھی فوت ہوتے ان کے لئے خدا کی بخشش اور حضور نبی کریم صلعم کی شفاعت کے امکانات موجود ہوں گے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ) سے یہ سوال کیا گیا کہ نجات کے لئے فقط توحید الٰہی کو ماننے کی ضرورت ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ گویا کلمہ شہادت میں لا الٰہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول اللہ کیوں پڑھا جائے؟ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ کیونکہ لا الٰہ الا اللہ دعوےٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس پر دلیل ہے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا وجود باجود آپ کی پُر حکمت تعلیم، آپ کا نمونہ، آپ کے ساتھ نشانات سماوی کا ایک لشکر۔ اور نصرتِ الٰہیہ کی بارش یہ سب خدا کی ہستی اور اس کی توحید پر دلیل ہیں۔ یہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں جنہوں نے ہزارہا نشانوں اور معجزات سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ وہ ذات جو مخفی در مخفی (اور تمام طاقتوں کی جامع ہے درحقیقت موجود ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں لکھا ہے:۔

"ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ یوں تو شیطان بھی خدا کو وحدہ لاشریک سمجھتا ہے مگر صرف واحد سمجھنے سے نجات نہیں ہو سکتی بلکہ نجات تو دو امر پر موقوف ہے (۱) ایک یہ کہ یقین کامل کے ساتھ خدا تعالےٰ کی ہستی اور وحدانیت پر ایمان لاوے (۲) دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبت حضرت احدیت جلشانہٗ کی اس کے دل میں جاگزین ہو کہ جس کے استیلاء اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالےٰ کی اطاعت عین اس کی راحت جان ہو جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے اور اس کی محبت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے۔ یہی توحید حقیقی ہے کہ بجز متابعت ہمارے سید و مولےٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔"

ایک اور مقام پہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ:۔

"اور اس زمانہ میں اس بات کا زیادہ ثبوت میرا وجود ہے کہ میں نے آنحضرت صلعم کی اتباع کے فیضان سے خدا کے قرب کو پایا اور مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل کیا۔ اگر اور مذہبوں میں کوئی روحانی زندگی اور فیضان نبوت باقی ہے تو وہ میرے مقابلہ میں ایسے وجودوں کو پیش کریں جنہوں نے ان مذاہب کی پیروی سے خدا کا قرب حاصل کیا ہو اور اس کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوئے ہوں۔ لیکن وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آج اسلام کے سوا کوئی زندہ مذہب نہیں اور محمد رسول اللہ صلعم کے سوا اب کوئی زندہ نبی نہیں جس کا فیضان نبوی جاری ہو"۔

پھر اپنی کتاب "کشتی نوحؑ" میں بڑے زور سے اعلان فرماتے ہیں:۔

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا"۔

پھر فتاوےٰ احمدیہ صفحہ ۹۱ پر آپ ان تمام اوراد و وظائف کو جو سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں، اور بدقسمتی سے آج کل مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منافی سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ نے ہماری اس جماعت کو اس لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے اگر اس جیسے ہزاروں ہوں تو اس کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں اگر فنا ہیں جیسا کہ یہ دعوےٰ کرتے ہیں تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں قبروں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں"۔

بدقسمتی سے ہمارے مسلمان عوام الناس میں سے اکثر نہ صرف یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔ اور یا خواجہ غریب نواز اور یا داتا گنج بخش کی ہی صدائیں لگاتے سنے جاتے ہیں، بلکہ بعض غیر مسلم ہستیوں کو بھی غیر معمولی مرتبہ دینے سے نہیں چوکتے۔ کہا جاتا ہے کہ جب پنڈت جواہر لال نہرو (سابق وزیر اعظم بھارت) سعودی عرب میں ایک سرکاری دعوت پر دار الخلافہ ریاض میں وارد ہوئے۔ تو سڑک کے دونوں طرف جمع شدہ مسلمانوں نے "مرحبا یا رسول السلام" کے نعرے لگائے۔ یہ کسی نے ان میں سے معلوم کرنے کی کوشش نہ کی کہ ان "سلامتی کے پیامبر" کے عہد حکومت میں بھارت میں مسلمانوں کے کتنے قتل عام ہوئے اور ان کی املاک لوٹ لی گئیں۔ اور کشمیر کے مسلمانوں کو دھوکے اور عیاری سے کس طرح ظلم کے ساتھ دبا کر رکھا گیا۔ پھر انہی صاحب کے گرو صاحب مہاتما گاندھی تھے۔ جو کہ بظاہر عدم تشدد کا پرچار کرنے والے اور شیریں گفتار اور یہاں تک مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک اور ہمدردی کے مدعی تھے کہ محمد علی اور شوکت علی جیسے چوٹی کے تجربہ کار مسلمان لیڈر بھی دھوکہ کھا گئے۔ مگر یہ قائد اعظم محمد علی جناح کی دور بین نگاہ تھی جس نے بھانپ لیا تھا کہ گاندھی سے بڑھ کر کوئی سخت متعصب اور فرقہ پرست ہندو نہیں ہے۔ گاندھی نے ایک دفعہ کلکتہ کے اخبار "اسٹیٹسمین" میں مضمون چھپوایا، جس میں لکھا تھا کہ گائے کی پرستش ہندوؤں کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے۔ مگر وہ تلوار کی نوک سے بھی مسلمانوں اور عیسائیوں کو بزور گاؤ کشی سے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

وحیِ الٰہی کی خارجی حقیقت طبّی، نفسیاتی اور ریڈیائی سائنسی تحقیقات کی روشنی میں۔

کیا مجرّد عقل ہدایت و رُشد کی تعلیم کی دریافت اور اُس پر یقین و عمل پیرائی کرا سکتی ہے؟

فرقانِ حمید اور مجدّدینِ اُمّت کی زندہ فعلی شہادت اور اسے قبول کرنے کی برکاتِ عظیمہ

تقریر از مکرّم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور۔ بر موقعہ جلسہ سالانہ مؤرخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۰ء

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ علّمہٗ شدید القوٰی

(سورۃ النجم)

ترجمہ:۔ آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے بلکہ یہ کلام (قرآن) خدائے تعالیٰ کی جانب سے ہی وحی ہوا، اسے عظیم طاقتوں والے خدا نے سکھلایا ہے۔

وانّہ لتنزیل ربّ العٰلمین، نزل بہ الرّوح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین۔ بلسان عربی مبین۔ (الشعراء)

ترجمہ:۔ یہ (قرآن) تیرے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جسے رُوح الامین (فرشتہ) نے تیرے دل پر نازل کیا ہے، تاکہ تو انذار کرے، فصیح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔

نٓ۔ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربّک بمجنون وانّ لک لاجرا غیر ممنون وانّک لعلیٰ خلق عظیم فستبصر و یبصرون بایّکم المفتون۔ (القلم)

ترجمہ:۔ قلم اور دوات اور جو کچھ (علوم) لکھے جاتے ہیں گواہی دے رہے ہیں کہ خدا کے فضل سے تو ہرگز مجنون نہیں بلکہ تیرے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے، نیز تو خلقِ عظیم کا مالک ہے، عنقریب یہ امر ان پر واضح ہو جائے گا کہ تم میں سے کون مجنون ہے۔

یہ آیات میں نے اس مضمون کی مناسبت سے پڑھی ہیں جو آج میں نے آپ کی خدمت میں عرض کرنا ہے اور وہ مضمون ہے "عقل اور الہام"۔ جیسا کہ ظاہر ہے آج کل اس موضوع کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ دین و مذہب کی تمام تر بنیادیں الہامِ الٰہی پر ہی قائم ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اس دور میں عقل کی قوتوں میں بہت ترقی اور عقل کی فتحمندیوں نے ایجادات و تحقیقات کے جو عجیب در عجیب نشانات اور انقلاب دکھائے ہیں اس کو دیکھ کر اور اپنی عقل کی محیّر العقول ترقی پر لوگ نازاں ہو کر یہ کہتے ہیں کہ عقل کی ایسی حیرت انگیز ترقی کے بعد الہام کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے برعکس جو لوگ دین و مذہب کے پیرو ہیں اور اس کی صداقتوں اور حقیقتوں کے قائل ہیں وہ دین و مذہب کو منوانے کے لئے الہام اور وحی کو ایک حقیقت اور یقینی شئے اور خارجی چیز objective reality کے طور پر منواتے ہیں۔ مذہب الہام کو پیش کرتا ہے مگر اپنی محدود انسانی عقل پر نازاں لوگ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میں اپنی عرضداشت کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں:۔

(۱) اگر اس مادی دنیا سے ماوراء کوئی دوسرا عالم ممکن ہے تو کیا عقل اس کا پتہ دے سکنے کی اہل ہے؟

(۲)۔ الہامِ الٰہی کی حقیقت اور کیفیت کیا ہے؟

(۳)۔ الہامِ الٰہی کی ضرورت کیا ہے اور اس کے ثبوت کیا ہیں؟

انسانی دماغ کے مختلف حصّے مختلف افعال کے لئے مختص ہیں۔

میرے محترم سامعین کرام! میں نے اس چارٹ پر انسانی دماغ کے مختلف حصص کا نقشہ کھینچا ہے۔

موجودہ علمِ طبّ نے ثابت کیا ہے کہ انسانی دماغ کے الگ الگ حصّے ہیں، اور ہر ایک حصّہ کا کام بھی اپنا اپنا الگ ہے۔ مثلاً دماغ کے ایک حصّہ (ا) کا کام قوّتِ گویائی ہے، اسے مرکزِ گویائی کا نام دیا گیا ہے۔ اگر دماغ کے اس حصّہ مرکزِ گویائی میں نقص واقع ہو جائے تو انسان کی قوّتِ گویائی بکلی جاتی رہے گی حالانکہ اس کی زبان اور بولنے کے دوسرے اعضاء میں کوئی بھی فتور نہ ہوگا۔

دماغ کا پچھلا حصہ (ب) قوّتِ بصارت کیلئے مختص ہے۔ دماغ کا ایک اور حصّہ (ج) ماتھا (Frontal lobe) کے قریب ہے۔ یہاں سے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ کسی امر کے متعلق تصفیہ کرنا (volition) کہ یہ غلط ہے یا صحیح ہے یہ اس حصّہ دماغ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس حصّۂ دماغ (د) کا تعلق جذبات اور خواہشات سے ہے۔ اس طرح دماغ کے دو حصّے ایک عقل و خیالات کا حصّہ اور دوسرا جذبات و احساسات کا حصّہ الگ الگ ہیں یہ سب آج کی تحقیقات نے ثابت کیا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے نزلہ علیٰ قلبک۔ الہام قلبِ انسانی پر نازل ہوتا ہے۔ قلب سے مراد یہ دل کا لوتھڑا گوشت نہیں ہے بلکہ وہ قلب یا روح یا دماغ کا وہ حصّہ ہے جو احساسات و جذبات سے متعلق ہے۔

ایک معروف نفسیاتی محقق فرائیڈ نے جو تحقیق کی ہے، اس ضمن میں ایک بات وہ یہ بھی کہتا ہے کہ خواہشات کے غلبہ کے وقت عقل و شعور کا (ج) حصہ معطل و ماؤف ہو جاتا ہے، مگر دوسرا غیر شعوری حصّہ (د)

خاکہ نصف کرہ دماغِ انسانی

(اندرونی طرف)

جو جذبات سے تعلق رکھتا ہے وہ جاگتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ وحی و الہام کے نزول کے وقت بھی انسان کی یہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ وحی و الہام کے وقت انسان کی کیفیت سوا ہو جاتی ہے، دنیا سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ گویا صاحبِ وحی اس مادی جہان سے کٹ کر دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتا ہے، یہ وہی بات ہے جسے طبی یا نفسیاتی اصطلاح میں شعوری حالت سے غیر شعوری حالت یا عقل کی دنیا سے نیند یا جذبات کے عالم میں چلے جانے (Ecstasy) سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مذہبی اصطلاح میں اسے الہام و وحی کی کیفیت کا وارد ہونا کہا جاتا ہے۔

نزولِ وحی و الہام کی اس کیفیت کا ثبوت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ملتا ہے۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپؐ کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ آپ اس دنیا سے منقطع ہو جاتے تھے۔ یعنی عقل اور علم سے متعلق حصہ دماغ معطل ہو جاتا تھا اور احساسات والا حصہ روشن و بیدار اور متحرک ہو جاتا تھا۔

طبی اور مذہبی دونوں نقطہ نگاہوں سے یہ امر مسلّم ہے کہ شدتِ جذبات، نیند میں، یا نزولِ وحی کے وقت عقل و فکر کے دماغ کا خانہ معطل ہوتا ہے۔ اس وقت جو کلام انسان سنتا یا کرتا ہے اس کا منبع عقل و فکر نہیں ہوتے ایسی حالتوں میں دماغ کا یہ خانہ کام ہی نہیں کرتا۔ پس اس وقت جو کلام انسان سنے گا یا نظارہ دیکھے گا اس کا مخرج یا تو اس کے جذبات ہوں گے یا مافوق البشر خارجی دنیا میں اس کا منبع ہوگا۔ جب یہ کلام علمِ غیب کے ایسے امور پر مشتمل ہو جو انسانی طاقت سے باہر ہوں اور جب اس کلام میں ایسے حقائق و معارف ہوں اور تعلیم رشد و ہدایت ہو جو بشری طاقتوں سے بالاتر ہوں، جہاں انسانی عقل و فکر دنگ اور ششدر ہو کر رہ جائے تو لامحالہ عقل اس امر کو واجب قرار دیتی ہے کہ ایسا کلام مافوق البشر طاقتوں سے بڑھ کر ہونے کے باعث انسانی کلام ہرگز نہیں بلکہ منجانب اللہ ہے گویا ملہم من اللہ کو ایک چھٹی حس عطا کی جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ باتیں سنتا اور دیکھتا ہے جو ظاہری حواس سے سنی یا دیکھی نہیں جا سکتیں۔

کیا مجرد عقل و علم ہدایت انسانی کے لئے کافی ہے؟

یہ باتیں تو میں نے اس نقشہ سے متعلق عرض کی تھیں۔ اب میں اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ حضرات! مجرد عقل کسی کو ہدایت نہیں دے سکتی۔ کیونکہ ہدایت کا گہرا تعلق جذبات سے ہے نہ کہ محض عقل و علم سے۔ اوّلاً یہ دلیل ہے کہ ہدایت اور جذبات انسان کے اپنے اندرونہ سے تعلق رکھتے ہیں مگر عقل و علم نیز ظاہری حواسِ خمسہ کا تعلق بیرونی مادی دنیا سے قائم ہوتا ہے۔ انسان اپنے جذبات کی بناء پر جو ہدایت تلاش کرے گا اس کا خطا اور غلطی سے مبرا ہونا ممکن نہیں۔ جسمانی اور مادی عالم کا پتہ حواسِ ظاہری سے ملتا ہے اور عقل و علم کی بناء پر انسان اس سے کچھ نتائج اخذ کر لیتا ہے، پھر ان نتائج کی صحت آزماتا یا تجربہ کرتا ہے تو انہیں بر بنائے تجربہ صحیح یا غلط پاتا ہے اور وہ اس ثابت شدہ حقیقت پر قائم ہو جاتا ہے۔ اسے سائنس کی اصطلاح میں (Deductive Logic) یا اخذی منطق کہا جاتا ہے۔

لیکن ہدایت کا میدان انسانی جذبات و احساسات ہیں اس میدان میں نہ تو ظاہری حواس ہمارے کسی کام آتے ہیں نہ ہی علم و عقل کا تجزیہ ہمیں میسر آتا ہے اور نہ ہی بیرونی تجربہ کی کسوٹی سے ہم فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اگر ہمارے اندرونی جذبات فطرتاً نقطۂ اعتدال پر واقع ہوں، تو ممکن ہے ہم ہدایت کے صحیح راستہ کو دیکھ لیں لیکن اگر جذبات میں فطری طور پر کمی بیشی ہو جیسے کہ اکثر و بیشتر یہ بات ہوتی ہے فان جذبات کی شدت یا کمی ہمیں راہِ اعتدال دیکھنے کے قابل نہیں رہنے دیتی۔

مزید یہ کہ اگر ہر انسان اپنے موّدع جذبات کی بناء پر کوئی راہِ ہدایت قائم کر بھی لے تو وہ راہ دوسرے انسان کی قائم کردہ راہ سے مختلف ہو گی۔ کیونکہ جذبات مختلف انسانوں میں مختلف شدت سے واقع ہوتے ہیں۔ اس طرح کسی ایک عالمگیر ہدایت کی راہ پر انسان باہم متفق نہیں ہو سکتے۔

دوسری دلیل انسانی علم و عقل کی ہدایت کے بارہ میں عاجزی کی یہ ہے کہ اگر بالفرض عقل سے راہِ ہدایت انسان دیکھ بھی لے تب بھی اس پر عملی زندگی میں گامزن ہو جانا ممکن نہیں۔ ہمارا ہر روز کا یہ مشاہدہ ہے کہ ہم کتنی باتوں کو اختیار کرتے ہیں جن کے بارہ میں ہمیں عقل غلطی پر ہونا قرار دیتی ہے اور یہ اسلئے ہوتا ہے کہ عقل پر جذبات غالب آ کر ہمیں صراطِ مستقیم سے بھٹکا دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں **اس طرح یہ بات عقلاً بھی ثابت ہے کہ عقل نہ تو کامل ہدایت کا راستہ دکھلا سکتی ہے اور نہ ہی اس پر انسان کو چلا سکتی ہے۔**

ہزار سالہ تجربہ نے رشد و ہدایت کا راستہ بتلانے اور اس پر چلانے میں انسانی عقل کی ناکامی پر مہرِ صداقت ثبت کر دی ہے۔

یہ تو عقل کے ناقص و ناتمام اور جذبات کے میدان میں ناکام ہونے کے دلائل ہیں لیکن آئیے ہم خود تجربہ کی کسوٹی پر اس نتیجہ کو پرکھیں۔

گذشتہ ہزار سالہ عقل و علم کی کمال ترقی کا دَور رہا ہے، اس میں کلام نہیں کہ اس ترقی نے ہمیں مادی دنیا کے عالم میں بڑھ چڑھ کر تسخیر کا مالک بنا دیا ہے لیکن ہدایت کے میدان میں کہاں تک ترقی یافتہ عقل نے ہماری رہنمائی کی ہے؟ یہ امر اب عیاں ہے کہ حرص و ہوس پر "مہذب" انسان قابو پانے میں سراسر ناکام رہا ہے، بین الاقوامی انصاف، امن اور مساوات آج کے "ترقی یافتہ" اور "دانشمند" انسان کے نزدیک پھٹکنے بھی نہیں پائے، گھریلو اور ازدواجی زندگی میں بھی عقل نے انسان کو کوئی راہِ نجات نصیب نہیں کی۔ حد تو یہ ہے کہ مجرد عقل اور "ترقی یافتہ عقل" نے ہزار سالہ تجربہ کے بعد انسانی تہذیب کو حیوان اور وحشی کے قریب لا کھڑا کیا ہے جہاں "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا جنگل کا وحشیانہ قانون اس عالم میں رائج ہو چکا ہے مگر اس پر یہ فخر کیا جاتا ہے کہ ہم تو قدرت کے قانون یعنی "بڑی مچھلی چھوٹی کو نگل جاتی ہے" کی پیروی کرنے والے ہیں۔ معراجِ تہذیبِ عقلی نے آج عورتوں کو افریقہ کے عریاں جسم رہنے والیوں کو بھی مات کر دکھلایا ہے۔ کیا ایسے عالمگیر اور وسیع تجربہ عقلی نے یہ امر بخوبی ثابت نہیں کر دیا کہ مجرد عقل نہ تو ہدایت و رشد کا راستہ دکھلا سکتی ہے اور نہ ہی جذبات سفلی پر غلبہ پانے میں انسان کو کامیاب کر سکتی ہے بلکہ برعکس اس کے جاہلانہ اور وحشیانہ طریقِ کار کی ایسی عمیق اور باریک راہیں انسان کو بتلائی ہیں کہ جہاں شیطان بھی حیران و ششدر ہو کر رہ گیا ہے! آج کی عقلِ انسانی پر مادی تہذیب پر یہ مقولہ کس قدر صداقت سے اطلاق پاتا ہے۔

آدمی از شیطان است۔

جب جذبات غالب ہوں تو عقل ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ آج جو تہذیب پیدا ہو رہی ہے وہ عقل کی پیدا کردہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو ہدایت اس عقل سے پیدا کی ہوئی ہے وہ سراسر ناتمام اور قطعی گمراہ کن ہے۔

وحی الہام کی اصل حقیقت

یہ بات کہ وحی و الہام ایک خارجی حقیقت ہے، اس ضمن میں مَیں ایک کامل صاحب الہام کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہوا ہے اور پھر پورا ورڈ اکو کا ذکر ہے کہ انہیں سچے خواب آئے۔ بادشاہ کے خواب کا بھی ذکر ہے کہ اسے سچی خواب آئی۔ اور وہاں حضرت یوسفؑ کے الہام کا بھی ذکر ہے جو واقعات میں من و عن پورا ہوا۔ مگر کیفیتِ الہام کہ کس طرح کامل موردِ الہام و وحی پر وارد ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں مَیں آپ کی خدمت میں ماموراِ الٰہی کا کلام پڑھ کر سناتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"لیکن اس جگہ یاد رہے کہ الہام کے لفظ سے اس جگہ یہ مراد نہیں کہ سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ جائے جیسا کہ جب شاعر شعر بنانے کی کوشش کرتا ہے یا ایک مصرعہ بنا کر دوسرا سوچتا ہے تو دوسرا مصرعہ دل میں پڑتا ہے، سو یہ دل میں پڑنا الہام نہیں۔ . . . . الہام کیا چیز ہے؟ وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اس کے ساتھ جس کو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ ہے . . . . اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر اس رنگ میں الہام ہو کہ بندہ سوال کرتا ہے اور خدا اس کا جواب دیتا ہے۔ اسی طرح ایک ترتیب کے ساتھ سوال و جواب ہو اور الٰہی شوکت اور نورِ الہام اس میں پایا جائے اور علومِ غیب یا معارفِ صحیحہ پر مشتمل ہو تو وہ خدا کا کلام کہلاتا ہے۔ خدا کے کلام میں یہ ضروری ہے کہ جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے مل کر ہم کلام ہوتا ہے اسی طرح ربّ اور بندے میں ہمکلامی واقع ہو اور جب یہ کسی امر میں سوال کرے تو اس کے جواب میں ایک کلام لذیذ فصیح خدا تعالیٰ کی طرف سے سنے جس میں اپنے نفس اور فکر اور غور کا کچھ بھی دخل نہ ہو اور وہ مکالمہ مخاطبہ اس کیلئے موہبت ہو جائے . . . . سچا اور پاک الہام اُلوہیت کے بڑے کرشمے دکھلاتا ہے۔ بارہا ایک نہایت چمکدار نور پیدا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ پُر شوکت اور ایک چمکدار الہام آتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ ملہم اس ذات سے باتیں کرتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے . . . . . اگر ایک صالح اور نیک بندہ کو بے حجاب مکالمہ الٰہی شروع ہو جائے

اور مکالمہ مخاطبہ کے طور پر ایک کلام روشن لذیذ پُر معنی پُر حکمت پوری شوکت کے ساتھ اس کو سنائی دے اور کم سے کم بارہا اس کو ایسا اتفاق ہوا ہو کہ خدا میں اور اس میں عین بیداری میں دس مرتبہ سوال و جواب ہوا ہو۔ اس نے سوال کیا خدا نے جواب دیا۔ عین اسی وقت بیداری میں اس نے کوئی عرض کی ہو اور خدا نے اس کا بھی جواب دیا پھر گذارش عاجزانہ کی خدا نے اس کا بھی جواب عطا فرمایا۔ ایسا ہی دس مرتبہ تک خدا میں اور اس میں باتیں ہوتی رہیں۔ اور خدا نے بارہا ان مکالمات میں اس کی دعائیں منظور کی ہوں۔ عمدہ عمدہ معارف پر اس کو اطلاع دی ہو آنے والے واقعات کی اس کو خبر دی ہو اور اپنے بر ملا مکالمہ سے بار بار کے سوال و جواب میں اس کو مشرف کیا ہو تو ایسے شخص کو خدا تعالیٰ کا بہت بہت شکر کرنا چاہیئے۔ اور سب سے زیادہ خدا کی راہ میں فدا ہونا چاہیئے کیونکہ خدا نے محض اپنے کرم سے اس کو اپنے تمام بندوں میں سے چُن لیا اور ان صدیقوں کا وارث بنایا جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں"۔

حضرات! کچھ مسلمان طبقوں میں الہام کی حقیقت کے متعلق بڑے گمراہ کُن خیالات پائے جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ کلام تھا جسے آپؐ نے اپنے لفظوں میں بیان کر دیا۔ اگر وحی و الہام کی یہی حقیقت ہو کہ یہ نیک انسان کا عمدہ کلام ہو تو پھر دین و مذہب اور الٰہی کلام و الہام پر سے ایمان اُٹھ جاتا ہے۔ اعتقادات سے یقین اُٹھ جاتا ہے اور ایسی حالت میں دین و مذہب کی تعلیمات پر پیروی کے لئے نہ جذبہ مفقود ہوتا ہے نہ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ الہام الٰہی کی صداقت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم نے علمِ غیب کے تاریخی واقعات بیان کئے ہیں اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود پڑھ کر بیان نہیں فرمائے ان واقعات سے وجود باری تعالیٰ اور کلام الٰہی کی صداقت و حقیقت پر شہادت ملتی ہے۔ بعض مسلمان فلاسفروں نے یہ کہہ دیا ہے کہ قرآن کریم کا کلامِ الٰہی ہونا ان معنوں میں نہیں ہے کہ خارج سے کوئی آواز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتی تھی یا فرشتہ آپؐ کے پاس آ کر پیغام دیتا تھا۔ بلکہ آپؐ کے دل میں خدا نے اعلیٰ خیالات ڈالے اور حضور صلعم نے اپنے الفاظ میں انہیں بیان کر دیا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ آج تو موجودہ سائنس نے بھی اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ انسان فضا اور خلاء کی ریڈیائی لہروں کو سُن اور دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ اس کے پاس مناسب آلہ ہو۔

میں نے اپنے دوست عبدالغنی صاحب ریڈیو انجنیئر حیدر آباد سے اس موضوع پر گفتگو کی، تو ریڈیائی لہروں کے بارے میں انہوں نے بتلایا کہ

سمعی، بصری، ریڈیائی لہریں اور غیر شعوری دماغ

جب بصری یا سماعی طور پر ریڈیائی لہروں کو متحرک کیا جاتا ہے تو دوسری جانب اگر موزوں آلہ ان کے کھینچنے اور جذب کرنے کے پھر انہیں آواز یا تصویر میں منتقل کرنے کے لئے موجود ہو اور اس کی مناسب ٹیوننگ (Tuning) کی جائے تو اس کے نتیجہ میں نشر کی ہوئی ریڈیائی لہریں سُنی یا دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہی وہ اصول ہے جس پر ریڈیو اور ٹی وی (T.V) کی آوازیں اور تصاویر نشر کر کے سُنی اور دیکھی جاتی ہیں۔ اور یہ ہمارے اب روزمرّہ کے مشاہدات ہیں۔ پس ایک طرف یہ طبعی تحقیقات ہے کہ انسان کے دو دماغ ہیں شعوری یا عقل و علم کا حصّہ اور لاشعوری یا احساسات و جذبات کا حصّہ۔ جب شعوری دماغ پورے طور پر جاگتا ہے تو غیر شعوری دبا دبا سا اس کے ماتحت رہتا اور کام کرتا ہے۔ مگر جب شعوری خانہ سوتا یا جاگتے میں معطل ہو جاتا ہے تو غیر شعوری یا جذباتی حصّہ پورے زور سے کام کرتا اور جاگتا ہے، دوسری طرف نفسیاتی تحقیقات کہ دبی ہوئی خواہشات (Repressed emotions) شعوری دماغ کے جاگتے ہوئے غلبہ حاصل نہیں کر سکتیں مگر سونے میں غیر شعوری دماغ جب عقل و علم کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے تو دبی ہوئی خواہشات غلبہ حاصل کر کے خوابوں کی دنیا پیدا کر دیتی ہیں۔ تیسری طرف ریڈیائی سائنس کے مطابق فضا میں سمعی اور بصری یہ لہریں موجود رہتی ہیں، انسان انہیں سننے اور دیکھنے کی قدرت رکھتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے اخذ کرنے والے آلہ کو مناسب Tuning کر لے۔ ان تینوں سائنسی اصولوں پر اگر یہ مذہبی تحقیقات بھی تسلیم کر لی جائے کہ بعض وہ لوگ جن کا لاشعوری حصّہ دماغ کا نیکی اور خدا سے تعلق لگانے والا خانہ پیدائشی طور پر عام حالتوں سے زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے وہ جب اس دنیا سے اپنے شعوری دماغ کو معطل کر لیتے ہیں اور غیر شعوری حصّہ کو خدائی ریڈیائی لہروں کے نشر کے مطابق Tune کر لیتے ہیں تو وہ فرشتوں کے ذریعہ خدائی آواز یا تصاویر کو کبھی نیم خوابی کی حالت میں اور کبھی خواب کی حالت میں سُن اور دیکھ سکتے ہیں۔ تو ایسی مذہبی حقیقت کے ماننے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ بالخصوص جبکہ ایسے کاملینِ الہام الٰہی کے کلامِ وحی میں وہ علمِ غیب دیا جاتا ہے جو دنیا واقعات کی شکل میں من و عن پورا ہوتا دیکھ لیتی ہے تو پھر مافوق البشر علمِ غیب، مافوق البشر کلامِ ربانی اور مافوق البشر اخلاق عالیہ دیکھ کر کیونکر اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ ان صادقین کی شہادتوں پر یقین نہ لایا جائے!۔

ان سائنس کی حقیقتوں اور شہادتوں کے ہوتے ہوئے کیا ہمارے لئے یہ جاننا مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے ریڈیائی لہریں نشر کرتا ہے کبھی آواز کی حالت میں اور کبھی شکل کی صورت میں یعنی مکاشفہ کی حالت میں اور وہ دماغ جو دنیا جہان کے فکروں سے آزاد ہو کر اور دنیاوی علائق سے منقطع ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہو جائے وہ ان لہروں کو پکڑ لیتا ہے۔

وحی و الہام الٰہی کی خارجی حقیقت پر زندہ شہادت

اب سوال یہ ہے کہ وحی و الہام کا ثبوت کیا ہے۔ میں اس کے ثبوت کے طور پر ان پاک وجودوں کو پیش کرتا ہوں، جن پر وحی و الہام ہوتا ہے اگر آپ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور آپ اپنی ریاضت و عبادت کے ذریعہ سے تعلق الٰہی حاصل کر لیتے ہیں تو آپ ان لہروں کو پکڑ لیں گے۔ اگرچہ آج کی عقل کی ترقیاں ان حقائق سے منکر ہیں۔ ان کو محض توہمات سمجھا جاتا ہے لیکن تکلم الٰہی اللہ تعالیٰ کا سمیع و بصیر ہونا اور اس کا اپنے بندے سے مکالمہ مخاطبہ یا اس کی کلیم ہونے کی صفت اور وحی و الہام کا سلسلہ ٹھوس حقائق ہیں۔ وہ اپنے بندے سے باتیں کرتا اور ان کے ذریعہ سے عالم معاد پر یقین پیدا کر کے دنیا کو جگانا چاہتا ہے، اس عقل و سائنس کے دَور میں جبکہ وحی و الہام سے انکار کیا جا رہا تھا۔ اس دَور کے امامؑ نے وحی و الہام کی حقیقتوں کو دلائل و شواہد سے ثابت کیا۔ اور ثبوت کے طور پر اپنی ذات کو پیش کیا اور فرمایا کہ خدا بولتا ہے۔ وہ مجھ سے بول رہا ہے آؤ میں تمہیں زندہ خدا کی زندہ ہستی دکھانے کے لئے تیار ہوں۔ وہ میری دعائیں سنتا اور انہیں قبول کرتا ہے، میں آپ سے اس ضمن میں درخواست کروں گا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اصول اسلام کی فلاسفی کے آخری دو باب ضرور پڑھیں جس میں آپ نے وحی و الہام کے موضوع پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے اور اس کی خارجی حیثیت و حقیقت پر اپنے خیالات و مشاہدات کو بیان کیا ہے۔ تو یہ لوگ اپنے وجود سے وحی و الہام کی صداقت ثابت کرتے ہیں اور ان کے نشانات دیکھ کر آپ لوگوں کے دل میں یقین ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی تقریر سُنی ہے اس میں انہوں نے بتلایا کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے کس قدر دنیا کو جگایا ہے اور وحی و الہام کی حقیقتوں اور صداقتوں کو بڑے بڑے شواہد و نشانات سے ثابت کیا ہے اور اس یقینی شدت کے ساتھ اس موضوع پر لکھا ہے کہ گویا ان کو دیکھ کر آپ بیان فرماتے ہیں اور یہ کہ یہ محض سُنی سنائی بات نہیں بلکہ اس کے کلام میں شوکت ہوتی ہے عظمت و جلال ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر جمال کا پہلو اجاگر ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ایک دوست نے کہا اور وہ دہریہ تھے۔ کہ اگر مرزا صاحبؒ کے کلام کو پڑھا جائے تو مجھے خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کو مان ہی نہ لوں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ڈپٹی کمشنر صاحب (اغلباً سر میلکم ہیلی) کا واقعہ ہے انہوں نے بھی ایسا ہی کہا کہ میں ۲۵ مجھے خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کہیں مسلمان نہ ہو جاؤں۔ حضرتؒ صاحب کا کلام رعب، نور اور یقین سے پُر ہوتا ہے۔ وہ سُن کر سنانے اور دیکھ کر بتلانے ہیں یہ از قبیل گفتند نہیں ہوتا بلکہ از قبیل دیدن ہوتا ہے۔ تو وحی و الہام کی حقیقتوں کو ثابت کرنے کے لئے تین قسم کے ثبوت ہیں۔

(۱) امور غیبیہ۔ ماضی، حال اور مستقبل کے، ان پر ایک مستقل کتاب موجود ہے اور حضرت امیرؒ نے بھی ایک کتاب رقم کی ہے۔ انسان کے بس میں تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ سے تجزیہ کر کے مادی علوم کو معلوم کر لے اور ان کے نتائج پر آگاہی حاصل کر لے اور ان سے فائدہ اُٹھائے۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے یقین کے ساتھ کہہ سکیں، اگر ایسا ہی ممکن ہوتا تو یہ جو عقل والے آسمان و زمین کے اندر تحقیقات کر رہے ہیں اور بڑی بڑی نافع النّاس ایجادات کر رہے ہیں وہ رشد و ہدایت کی باتیں بھی بتلا دیتے۔ یہ عقل والے اس راہ میں کس قدر ناکام ہیں۔ یہ اتنا بھی نہ کر سکے کہ دنیا کو بتلا سکتے کہ انسان انسان کے برابر ہے اور کسی انسان کی تکریم و فضیلت محض اس کے تقویٰ پر مبنی ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر نے فرمایا کہ خدا ربّ العالمین ہے، اور وہ انسان کے اعمال پر نتائج مرتب کرتا ہے عقل والے نادان لوگ تو اتنا بھی معلوم کر سکے کہ بنی نوع انسان ایک ہی خالق و مالک کا کنبہ ہیں، بتلایا تو کس نے بتلایا۔ ۱۳ سو سال پہلے عرب کے ایک

اُمّی انسان نے بتلایا، کسی فلسفہ اور عقل سے نہیں ظاہر حواس کے کسی تجربہ مشاہدہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ سے وحی و الہام پاکر۔

تو آج دُنیا میں صرف اور صرف آپکی ہی ایک جماعت ہے جو کلام و الہام الٰہی پر زندہ ایمان یقین رکھتی ہے۔ اور آج دنیا کو اس ایمان و یقین کی بڑی ضرورت ہے۔ ہم نے اس حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے اور علیٰ وجہ البصیرت پیش کرنا ہے۔ اور جس طرح ہم اپنی زندگی اور اپنے وجود پر یقین رکھتے اور اپنے ارد گرد کی اشیاء پر یقین رکھتے ہیں۔ اسی ایمان و یقین کے ساتھ وحی و الہام کی حقیقت کو پیش کرنا ہے اور اس حقیقت کو اپنے وجود اور اپنے اعمال سے ثابت کرنا ہے، اس راہ میں دانشمندی بالکل فیل ہے، مادی الطبیعات عقل کا میدان نہیں ہے۔ اگر آپ کا قلب تاثر پذیر ہے تو آپ ماورائی کو دیکھ سکتے ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ دینِ اسلام دنیا کا غالب دین بن جائے۔ تو آپ کو وحی و الہام کی شہادتیں پیش کرنا چاہئیں۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو دین کو منوا نہیں سکتے۔ جو لوگ ختم نبوت و رسالت کے بعد وحی و ولایت کے قائل نہیں وہ احیاءِ دین کے لئے نہ سرگرم ہو سکتے ہیں نہ اس میں وہ کامیابی سے قدم مار سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں آپ کو دو ثبوت اور پیش کرتا ہوں، وہ یہ کہ نیک کرداری میں جو انقلاب موردِ وحی و الہام پیدا کر سکتا ہے یا اس نے پیدا کر دیا ہے وہ کوئی جرنیل یا کرنیل، یا مفکر فلاسفر اور بادشاہ پیدا نہیں کر سکا۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ اس کوچہ میں "عقل والے" راہ گم گشتہ میں ناکام بھٹکتے رہے ہیں اور خسران میں مبتلا ہیں۔ جو انسان خود کسی کوچہ سے ناآشنا ہو اور جس کو خود ہدایت کا یقین نہ ہو وہ نیکی پر یقین کیسے پیدا کر سکتا ہے؟

آنحضرت صلعم اور قرآن کا پیدا کردہ انقلاب

بشری طاقت سے ماوریٰ خدائی قدرت کا کرشمہ ہے

حضرات! سوچیئے تو سہی! کہ آج سے چودہ سو سال پہلے عرب میں جو حضرت نبی کریم صلعم نے انسانی نیک کرداری کا انقلاب پیدا کیا، کیا یہ سب انسانی کوششوں سے ہوا؟ نہیں! ہرگز نہیں!! بلاشبہ یہ اللہ تعالےٰ کی زندہ ہستی کی زندہ طاقتوں کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔ اور ان حقیقتوں کو اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعودؑ نے ثابت کر دکھایا ہے کہ وحی و الہام دل اور انسان کے اپنے نفس کی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ واقعی خدا کا کلام ہی ہے۔ آپ نے ایک دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ جس کسی کو خدا کی وحی و الہام پر یقین نہیں آتا تو میرے پاس آکر مشاہدہ کرے اور زندہ خدا کی زندہ تجلیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے افسوس ہم نے اس شخص کی قدر نہیں کی۔ افسوس ہم نے اس شخص کی تحریروں کو نہیں پھیلایا ہم تو صرف بحث و تمحیص میں اُلجھ کر رہ گئے کہ وہ نبی تھے یا مجدد۔ سوچیئے حضرات! ہم کس طرف جا رہے ہیں، اور سوچیئے کہ ہم اصل مشن سے کس قدر دُور جا پڑے ہیں۔ سوچیئے کیا ہم نے کوتاہی نہیں کی؟ جاؤ اس شخص کو دنیا میں پیش کرو۔ اور مت ڈرو کہ دنیا کیا کہتی ہے۔ حضرت صاحبؑ نے اپنے دعاوی اور نشانات کو اپنی ذات کیلئے تو پیش نہیں کیا۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ میری ماموریت کا ماحصل حضور نبی کریم صلعم کی نبوت کا یقین دلانا ہے وہ اپنے آپ کو اس لئے پیش کرتے ہیں کہ ایک دنیا جو الہامِ الٰہی کی حقیقت سے منکر ہو چکی ہے اور اس زمرہ میں خود مسلمان بھی آتے ہیں وہ آپ کو دیکھکر سچے مسلمان بن جائیں۔

حضرات! خواجہ کمال الدین صاحبؒ انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے چلے گئے کیا یہ ان کے گمراہ دماغ کا اثر تھا۔ مولانا محمد علی صاحبؒ مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ نے تمام قسم کی دنیاوی کششوں اور دلچسپیوں اور آرام و فوائد کو چھوڑ کر دیارِ مرزا میں ڈیرے لگا دیئے کیا یہ لوگ کم عقل اور بے وقوف تھے؟ نہیں نہیں بلکہ ان کو یقین کامل تھا کہ خدا ہے اور اس کی حکمتیں اور قدرتیں دنیا پر اثر پذیر ہیں۔ اگر یہ دو اصحاب خدمت دین کی بجائے دنیا کے عہدوں کی فکر میں لگ جاتے تو ایک صاحب جج بن جاتے دوسرے صاحب ڈائرکٹر تعلیم بن جاتے۔ لیکن ان حضرات نے دنیا کے مفادات کو تیاگ کر آخرت کے مفادات کو حاصل کرنے کی فکر کی۔ اور چاہا کہ دنیا میں اسلام اور نبوت حضرت خیر الانامؐ کا بول بالا ہو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم عام ہو۔ حضرات! تم ان کے وارث ہو۔ کیا تمہیں فکر نہیں کرنا چاہیئے کہ ان کے کام کو بڑھایا جائے۔ تم کس بات سے ڈرتے ہو۔ حضرت صاحبؑ تو اپنے وجود کو صفر قرار دیتے ہیں۔ ہزاروں تحریریں لکھی ہیں ایک دفعہ نہیں سینکڑوں دفعہ انہوں نے فرمایا ہے کہ زمانہ کو ضرورت ہے ایسے شخص کی جو اپنے وجود کو وحی و الہام کی صداقت کو ایک ثبوت کے طور پر پیش کرے۔

اخبارِ احمدیہ

محترم ملک لال خاں صاحب وزیر آباد کی رحلت۔

—— یہ خبر جماعت کے حلقوں میں نہایت افسوس کے ساتھ سُنی جائے گی کہ محترم ملک لال خاں صاحب ولد نتھے خاں صاحب ساکن کھگوال اعوان سیالکوٹ حال متوطن وزیر آباد ستر سال کی عمر میں ۱/۷۱-۷ بروز جمعرات رحلت فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم پرانے اور مخلص احمدی تھے۔ جماعت کے ساتھ آپ کا بہت گہرا تعلق تھا۔ آپ نے ایک لمبا عرصہ کراچی میں گذارا تھا وہاں پر آپ پراپرٹی ڈیلر کا کام کرتے تھے۔ اب کچھ عرصہ سے شوگر کی تکلیف تھی۔ باوجود علاج معالجہ کے مکمل آرام نہیں تھا۔ اس واسطے کراچی سے اپنا چلتا کاروبار چھوڑ کر وزیر آباد آگئے تھے۔ انہیں ۱/۷۱-۸ کو ۱۲ بجے کے قریب اپنے آبائی قبرستان میں وزیر آباد دفن کیا گیا۔ جس میں احمدی اور غیر از جماعت دوست شامل ہوئے خاکسار نے نماز جمعہ کے بعد ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

مرحوم نے اپنی یادگار دو لڑکے اور پانچ لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ان کے بچوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مرزا محمد لطیف مولوی فاضل۔ ایڈ بلڈنگز لاہور

اہلیہ صاحبہ خواجہ صلاح الدین کی وفات

—— جناب محمد بیدار صاحب جائنٹ سیکرٹری جماعت کراچی لکھتے ہیں:-

یکم جنوری کی رات کو محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ صلاح الدین محمود مرحوم انتقال کر گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی نماز جنازہ بعد نماز جمعہ سوسائٹی کے قبرستان کی مسجد کے صحن میں جناب شیخ عبدالحق صاحب مناظرِ اسلام نے پڑھائی جماعت کے علاوہ کثیر تعداد میں غیر از جماعت حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور پھر مرحومہ کو خواجہ صلاح الدین صاحب مرحوم کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ تمام جماعت سے مرحومہ کی غائبانہ نماز جنازہ کی درخواست ہے۔

گرانقدر عطیہ

—— جناب میاں رشید احمد صاحب نے ملتان سے اپنے والد میاں فضل الرحمٰن مرحوم و مغفور کی طرف سے دس ہزار روپیہ عطیہ اشاعت اسلام میں عطا فرمائے ہیں جزاکم اللہ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کے درجات بلند فرمائیں اور مخیر باپ کی مخیر اولاد کو افضال سے نوازیں۔

قرارداد تعزیت

—— جماعت احمدیہ لائل پور کا ایک ہنگامی اجلاس محترم میاں رشید احمد صاحب صدر جماعت کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل قرارداد تعزیت پیش ہو کر منظور ہوئی۔

"یہ اجلاس محترم جناب شیخ میاں فضل الرحمٰن صاحب مرحوم ملتان کی المناک اچانک وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ محترم شیخ صاحب مرحوم کو جماعت میں ایک خاص اور ممتاز مقام حاصل تھا۔ اور آپ نہایت مخیر اور ہمدرد دل کے مالک تھے اور جماعت کی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دے رہے تھے ان کی وفات سے جماعت کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اپنے خاص مقربین میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو اس عظیم غم کے موقعہ پر صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ اور ہماری دعا ہے کہ ہم سب کو اور خصوصاً آپ کی اولاد کو ان کے نقشِ قدم پر چل کر ان کے اوصاف اور خوبیاں اپنانے کی سعادت نصیب کرے آمین۔"

روانگی حج بیت اللہ شریف

میرے بڑے بھائی شیخ عبدالرحمٰن ناظر صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر آف انکم ٹیکس اور جناب بھاوجہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ بیگم شیخ محمد سلیم صاحب سیالکوٹ چھاؤنی (مالک برائٹ لینڈ ہوٹل مری) مورخہ ۱/۷۱-۲۲ بذریعہ شاہین ایکسپریس سیالکوٹ سے سوار ہو کر کراچی تشریف لے جا رہے ہیں۔ کراچی سے ہمشیرہ بیگم شیخ محمد سلیم صاحب ۲۷ر تاریخ اور مکرم جناب بھائی صاحب اور بھاوجہ صاحبہ مورخہ ۱/۷۱-۲۸ کو بذریعہ ہوائی جہاز مکہ مکرمہ تشریف لے جاویں گے۔ حضرت امیر قوم و دیگر احباب سے التماس ہے کہ بخیر و خوبی حج بیت اللہ سے تشریف لانے کی دُعا فرماویں۔ اللہ تعالےٰ حامی ناصر ہو۔ والسلام محمد عبداللہ ولد شیخ محمد جان صاحب

تقریر از مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے بر موقعہ جلسہ سالانہ

پاکستانی مسلمانوں کے لئے سب سے اچھا دستور

صدر محترم، خواتین و حضرات! میری آج کی گذارشات کا موضوع جیسا کہ آپ کو معلوم ہے "پاکستانی مسلمانوں کے لئے سب سے اچھا دستور" ہے۔ پاکستان کے مسلمان گذشتہ تیئیس سال سے دستور کی تلاش میں ہیں اور اب ان کی سرگرمیاں تیز تر نظر آتی ہیں۔ ان کی مثال ایک ایسے صحرا نورد کی سی ہے جو کسی چیز کی تلاش میں سرگرداں ہو اور چاروں طرف ہاتھ پاؤں مار رہا ہو حالانکہ وہ چیز اس کے سامنے موجود ہے لیکن اسے نظر نہیں آتی۔ پاکستانی مسلمانوں کا بعینہٖ یہی حال ہے اور ان کی حالت کو شاعر کے ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے ؎

حسرت پہ اس مسافر بیکس کی روئیے
جو تھک کے بیٹھ جاتا ہو منزل کے سامنے

قائدِ اعظمؒ کے ارشادات

بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم علیہ الرحمتہ سے پوچھا گیا کہ پاکستان میں کس قسم کا دستور نافذ ہوگا، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ہمارا دستور تو تیرہ سو سال سے بنا بنایا موجود ہے۔ یعنی قرآن مجید اور سنت نبویؐ میں وہ سب کچھ موجود ہے جو ہم اس اسلامی مملکت میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ قائدِ اعظم نے بار بار یہ اعلان فرمایا کہ پاکستان میں لا الٰہ الا اللہ کی حکومت ہوگی اور صحیح اسلامی رنگ جلوہ گر ہوگا۔ میں صرف دو اقتباس آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اسلامیہ کالج پشاور میں جنوری ۱۹۴۸ء میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلامی اصولوں کو نافذ کیا جاسکے۔"

اسی اگلے مہینے سبی کے دربار میں آپ نے فرمایا:۔

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام کے اسوۂ حسنہ کے اتباع میں ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح اسلامی تصورات اور اصولوں پر استوار کریں۔"

اس کے بعد پاکستان کی پہلی سالگرہ کے موقعہ پر ۱۴ اگست ۱۹۴۸ء کو آپ نے فرمایا:۔

"قیام پاکستان کا واقعہ تاریخ کا عدیم المثال واقعہ ہے۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔ اگر ہم نے دیانت داری، تندہی اور بے غرضی کے ساتھ کام کیا تو یہ مملکت عظیم الشان ترقی سے بہرہ مند ہوگی۔ مجھے اپنے عوام پر مکمل بھروسہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہر موقعہ پر اسلام کی تاریخ، عظمت و شوکت اور روایات کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔"

پہلے دو اقتباسات میں آپ نے اپنے ایمان اور مقاصد کا ذکر کیا ہے اور تیسرے اعلان میں اپنی قوم پر اعتماد کا اظہار فرمایا ہے۔ ان اعلانات میں کوئی مبہم بات نہیں اور ہمارا مقصود بالکل واضح ہے۔ پھر تلاش کی یہ سرگردانی اور بے چینی چہ معنی دارد؟

سیاسی لیڈروں کی نعرہ بازی

اس وقت کئی آوازیں سننے میں آرہی ہیں اور مختلف نعرے اسلام کا نام لے کر بلند کئے جارہے ہیں اور عوام سے ایسے ایسے وعدے کئے جارہے ہیں جن کا نہ صرف پورا کرنا ممکن نہ ہوگا بلکہ ان وعدوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ہم اپنی آرزوؤں اور تمناؤں پر اسلام کی چھاپ لگا کر خود بھی دھوکا کھا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی فریب دے رہے ہیں۔ معیشت کی برابر تقسیم، ملکیت زمین کی حد بندی، مزارعین میں زمین کی تقسیم، لگان کی معافی، مفت تعلیم، صنعتی اداروں کو قومی ملکیت قرار دینا اور بینکوں اور انشورنس کمپنیوں کو قومیانا، اور اسی قسم کے اور بہت سے وعدے بڑے دلفریب ہیں۔ ان میں سے بعض باتوں پر کسی حد تک تو عمل ہوسکتا ہے، اور ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے، لیکن امیر و غریب کو ایک سطح پر لے آنا اور بڑی جاگیرداروں سے ان کی جاگیریں چھین لینا نہایت بڑی ناانصافی ہے۔ اہل مغرب کے گمراہ کن خیالات اور مختلف قسم کے "ازم" قرآن مجید کی تعلیم اور اسلامی اصولوں کے ساتھ گڈ مڈ کئے جارہے ہیں اور ان باتوں کو بھی اسلام کا نام دیا جارہا ہے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

قرآنی تعلیم کی فوقیت

میرا مقصد آپ کی خدمت میں ان مسائل کے بارہ میں جن کا ذکر کیا گیا ہے صحیح اسلامی تعلیم پیش کرنا اور یہ واضح کرنا ہے کہ عوام کی معاشی حالت کو بہتر بنانے اور دولت کی صحیح تقسیم پر عمل پیرا ہونے اور ملک کے اقتصادی نظام کو مضبوط کرنے کے لئے ہمیں کسی "ازم" کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآنی احکام ان سے ارفع و اعلیٰ ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر امتِ مسلمہ قبل ازیں ایک بلند مقام حاصل کرچکی ہے اور اب بھی اس کی فلاح اور نجات انہی اصولوں سے وابستگی میں ہے۔ اب ہم ان کا ذرا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

روزی کی برابر تقسیم

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آیا یہ ممکن ہے کہ تمام لوگ معیشت کے لحاظ سے اور درجات کے لحاظ سے ایک جیسے ہوجائیں؟ کیا یہ بات ممکن العمل ہے؟ قرآن کریم کی روشنی میں ایسا نہیں ہوسکتا اور قرآن مجید خود اس کی حکمت بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تقسیم معیشت کو اپنا ایک فعل قرار دیا ہے۔ اور وہ فعل مبنی بر حقیقت ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں (سورۃ زخرف) نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضاً سخریا۔ یعنے ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں انکی روزی تقسیم کی ہے۔ اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے ہیں۔ اس لئے درجے بلند کئے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے تاکہ دنیا کا نظام چل سکے۔ اور وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ بالکل سیدھی سادی بات ہے۔ فوج میں کوئی جرنیل ہے کوئی کرنیل ہے، کوئی میجر ہے کوئی سپاہی ہے اگر سارے ہی جرنیل ہوجائیں تو کام نہیں چل سکتا۔ ایک ہسپتال کے اندر ایک سول سرجن ہے پھر چھوٹے ڈاکٹر ہیں پھر کئی کمپوڈر ہیں۔ اور نرسیں ہیں۔ اگر سارے ہی سول سرجن ہوجائیں کام نہیں چل سکتا۔ اگر ایک سکول میں سارے ہی ہیڈ ماسٹر ہوجائیں تو کام نہیں چل سکتا۔

اللہ تعالےٰ نے اس معیشت کو اپنی حکمت قرار دیا ہے۔ اگر ہمارے معاشرے میں پیشہ ور لوگ نہ ہوتے۔ تو کام کیسے چل سکتا تھا۔ ہمیں بڑھئی کی ضرورت ہے۔ ہمیں حجام کی ضرورت ہے۔ ہمیں دھوبی کی ضرورت ہے۔ اگر سب ہی یہ کام چھوڑ دیں۔ اور گھروں میں بھی یہ صورت ہوجائے کہ "میں بھی رانی تو بھی رانی کون بھرے گا پانی" تو دنیا کا نظام نہیں چل سکتا۔ البتہ وہ لوگ جو چھوٹے درجوں پر ہیں ان کا جائز طور پر مطالبہ ہے کہ انہیں ان کی محنت کا پورا معاوضہ دیا جائے اور وہ ضروریات زندگی سے محروم نہ رہیں۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بڑی تاکید فرمائی ہے کہ اہلِ حرفہ اور اہلِ پیشہ کی قدر کرو۔ ان کے مرتبہ کو اسلام نے بلند کیا ہے اور اس کو حقارت کے درجے پر نہیں رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو مزدور ہیں۔ مزدوری کرنے والا، خواہ وہ موچی ہے۔ خواہ وہ دھوبی ہے، خواہ وہ نائی ہے الکاسب حبیب اللہ۔ وہ خدا کا دوست ہے کاسب کو حبیب اللہ کہنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف زبانی ہی یہ تعلیم نہیں دی بلکہ عملی طور پر بھی چھوٹے چھوٹے لوگوں کو اپنی مجلس میں شامل کیا، اور ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان سے برابری کا سلوک کیا۔ تو اسلام نے یہ سکھایا ہے کہ جو لوگ اپنی اچھی پوزیشن میں ہیں مالدار اور دولت مند ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کو کمتر نہ سمجھیں۔ ان کی تحقیر نہ کریں۔ ان کو اپنے سے دور نہ سمجھیں۔ ان کو اپنے جیسا سمجھیں۔ آپ ان کو یہ کہیں کہ خدا تعالےٰ کی تقسیم کے ماتحت میرے پاس زیادہ بہتر مکان ہے اور دوسرے بھائی کے پاس ذرا کم تر ہے اور مجھ سے بھی اچھے اور ہزاروں ہیں۔ یہ درجے درجے جو ہیں یہ نظام عالم کو چلانے کے لئے ہیں ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون۔ اللہ تعالےٰ نے غریب کو یہ سبق سکھایا کہ قناعت اور ایمان بھی ایک عظیم دولت ہے بلکہ وہ بہتر ہے اللہ تعالےٰ کی رحمت کے طالب ان سے کہیں زیادہ بہتر ہیں جو مال و دولت جمع کرتے ہیں۔

دولت کی تقسیم

دوسرا سوال یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان کے اخباروں میں بار بار ذکر آتا ہے کہ پاکستان میں بائیس خاندان ہیں۔ جن کے پاس ساری دولت ہے۔ اور باقی جو لوگ ہیں وہ بے حالت میں ہیں۔ مہنگائی کے نیچے پسے چلے جارہے ہیں یہ ساری شکایات درست ہیں۔ لوگوں کو تکلیف ہے۔ لیکن یہ تکلیف کس لئے ہے۔ یہ قوانین اسلام سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے ہے اور اسلام کے اصولوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ آیا کوئی حکومت ایسا قانون بنا سکے گی کہ سب لوگ برابر ہوجائیں۔ یہ دیکھنے والی بات ہے۔ تو آئندہ کی باتیں ہیں۔ لیکن اسلام نے ان سب مشکلات کا حل پہلے سے ہی پیش کیا ہوا ہے۔ اسلام ارتکاز زر کو رد کرتا ہے

اور چار طریقے بتائے ہیں جن پر عمل کرنے سے قوم کی معاشی حالت بہتر ہو سکتی ہے اور دولت کے جمع ہونے کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ پہلا اصول ہے زکوٰۃ۔ اگر مسلمان زکوٰۃ پر عمل کریں۔ اور ہر شخص حکم الٰہی کے ماتحت اپنے جمع شدہ مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دے۔ تو دولت اس قدر جمع ہو جائے گی کہ کوئی غریب نہیں رہے گا۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ دولت کی تقسیم کے لئے پہلا حکم ہے۔ دوسرا حکم حرمت سود کا ہے۔ سودی کاروبار کو بند کیا جائے سود دولت کو مضاعف در مضاعف کرتا ہے یہ بہت بڑی لعنت ہے۔ اس لعنت کا کل بھی حافظ محمد حسن صاحب محترم نے ذکر کیا تھا۔ اور یہ جو بار بار مطالبہ ہوتا ہے کہ بنکوں اور روپیہ پیسہ کے دوسرے نظام کو . . . . قومیا لیا جائے تو یہ اسی وجہ سے ہے کہ اسلام ارتکاز زر کو روکتا ہے۔

تیسری چیز جو اسلام نے تلقین کی وہ یہ ہے کہ دولت مند لوگ قومی امور کے لئے اپنی جائداد میں سے وصیت کریں۔ اور جس قدر ان کو توفیق ہو وہ قومی کاموں کے لئے دے۔ اور چوتھا حکم یہ ہے کہ ہر شخص کا مال اس کی وفات کے بعد اس کے جائز ورثاء میں تقسیم کیا جائے۔ اگر ان چاروں امور پر عمل ہو اور بڑے بڑے زمینداروں کی زمین ان کے بیٹوں اور بیٹیوں میں تقسیم ہو وہ وصیتیں کریں وہ باقاعدہ زکوٰۃ دیں تو کہاں یہ زمینداری رہے گی اور کہاں بڑے بڑے زمیندار رہیں گے۔ اور تمام لوگ جو اس وقت بری حالت میں ہیں ان کی حالت اچھی ہو جائے گی۔ اسلام کے اندر یہ حل موجود ہے۔ کوئی دستور ساز اسمبلی اس سے بہتر کوئی قانون نہیں بنا سکتی۔ اگر قانون ساز اسمبلی قوانین بنائے گی تو وہ یہی قانون ہوں گے جو اسلام میں پہلے سے موجود ہیں۔

اسلامی حکومت کا رنگ

اس کے بعد سوال یہ ہے کہ خدا کے فضل سے پاکستان ایک اسلامی مملکت بن چکی ہے لیکن سارے لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کا رنگ اسلامی حکومت کا رنگ نہیں، یہ درست ہے۔ اس کا ابھی تک اسی قسم کا رنگ ہے۔ جو ورثہ میں ہمیں ملا تھا۔ اسلامی حکومت کا رنگ اس پر نہیں چڑھا۔ اب لوگ چاہتے ہیں کہ اس حکومت کو مسلمان کیا جائے۔ تو اسلامی حکومت کا کیا رنگ ہے۔ آیا وہ بھی ہمیں کہیں سے تلاش کرنا پڑے گا۔ کیا روس سے اس کا نقشہ منگوائیں گے۔ یا امریکہ سے اور انگلستان سے اس کا نقشہ منگوائیں گے؟ بھٹکنے والو! اس کا نقشہ قرآن کریم میں موجود ہے اس کا نقشہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں موجود ہے۔ اسلامی حکومت کا نہ صرف تصوراتی رنگ میں نقشہ موجود ہے۔ بلکہ اس کی عملی شکل بھی موجود ہے۔ اب میں آپ کی خدمت میں اسلامی حکومت کا رنگ پیش کرتا ہوں جو اسلام نے پیش کیا ہے۔

حکومت کے بارے میں میں دو پہلوؤں سے ذکر کروں گا۔ ایک تو یہ کہ اسلام کی نظریاتی تعلیم کیا ہے۔ اور پھر اسلامی حکومت کی عملی تصویر کیا ہے۔ نظریاتی لحاظ سے اسلامی حکومت کا تصور یہ ہے کہ حکومت اور بادشاہت خدا کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو حکومت اور بادشاہت عطا کر دیتا ہے۔ کسی کا حق نہیں ہے کہ کوئی اس کو زبردستی لے لے۔ یہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ بہتر سمجھتا ہے۔ جیسا کہ میں نے شروع میں بھی آیت پڑھی تھی۔ اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء۔

یہ حکومت اور بادشاہت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جو سارے ملکوں کا مالک ہے وہ جس سے چاہتا ہے ملک و حکومت چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اسے دے دیتا ہے۔ دیکھئے خدا نے ان لوگوں سے ان کی چودھراہٹ کو چھین لیا جو یقین رکھتے تھے کہ یہ چودھراہٹ ہماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ان سے چھین لی۔ اور ان کو دے دی جن کو وہ دینا چاہتا تھا۔ اور یہ ان کو عطا کر دی گئی جن کو یہ توقع نہیں تھی کہ انہیں یہ ملے گی۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء۔ جس کو چاہا اس نے عزت دی جس کو چاہا اس نے عزت سے محروم کر دیا۔ بیدک الخیر۔ اصل خیر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر اس ضمن میں فرمایا کہ اگر حکومت اللہ کی ہے تو دوسری آیت یہ ہے ان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔ یہ ساری دنیا یہ سارا عالم خدا کا ہے۔ یہ زمین خدا کی ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اس کو دے دیتا ہے وہ جس کو چاہے اس کو اپنے بندوں میں سے اس کا وارث بنا دے اور متقیوں کا ہی انجام اچھا ہوتا ہے

دوسرا سبق یہ دیا کہ حکومت ملتی کس طرح ہے۔ ڈنڈے کے زور سے نہیں۔ قال موسیٰ لقومہ استعینوا باللّٰہ واصبروا ان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔ حکومت حاصل کرنے کا طریقہ ہے استعانت بالصبر۔ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو۔ صبر کا نمونہ دکھاؤ پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی دعا سنتا ہے اور حکومت ان کو ملتی ہے چنانچہ یہ ہمیشہ اہل لوگوں کو ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو اہل سمجھتا ہے اس کو حکومت عطا کر دیتا ہے۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث وہ بندے ہوں گے جو صالح ہیں جو صلاحیت رکھتے ہیں۔ جماعت صالحین نہیں بلکہ جو صالح علیحدہ نہیں جو اپنے آپ کو صالح تصور کریں بلکہ وہ جن کو اللہ تعالیٰ صالح سمجھے۔

پھر دوسری جگہ فرمایا فینظر کیف تعملون۔ خدا ان لوگوں کو بادشاہ بناتا ہے ان کے دشمنوں کو ہلاک کر کے۔ پھر وہ دیکھتا ہے کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں۔ معلوم ہوا حکومت ایک بڑی آزمائش ہے یہ انعام بھی ہے تو ایک آزمائش بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ حکومت کے وارث جو ہیں وہ کس طرح کام کرتے ہیں۔ پھر چوتھا نظریاتی اصول یہ ہے کہ حکومت انتخاب سے ہے، وراثت سے نہیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے طالوت کو بادشاہ بنایا تو انہوں نے اعتراض کیا کہ یہ تو مالدار نہیں ہم میں بڑے بڑے مالدار لوگ ہیں۔ اس کو ہمارے اوپر کیوں بادشاہ بنایا گیا ہے۔ اس کا جواب قرآن مجید نے یوں دیا ہے:۔

قال ان اللّٰہ اصطفٰہ علیکم و زادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللّٰہ یؤتی الملک من یشاء واللّٰہ واسع علیم۔ طالوت کو خدا نے بڑا علم دیا ہے اور اس کو مضبوط جسم بھی عطا کیا ہے۔ خدا نے اس کو اس لئے چن لیا۔ اللہ تعالیٰ کا علم بڑا وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ پھر اسلام کہتا ہے کہ حکومت ایک امانت ہے۔ یہ حکومت کھیل نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ بڑی آزمائش اور امانت ہے۔ انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان۔ ہم نے اپنی امانت آسمانوں پر پیش کی ، زمین پر پیش کی، پہاڑوں پر پیش کی، ساری کائنات پر پیش کی تو وہ کانپ اٹھے اور اس کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔ اس کا بوجھ اٹھایا تو انسان نے اٹھایا۔ پھر قرآن کریم امانت کے ذیل میں فرماتا ہے۔ ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔ حکومت تو خدا تعالیٰ جن کو چنتا ہے انکو دیتا ہے تم بھی امانتیں ان کے سپرد کرو جو اس کے اہل ہیں۔ پھر نظریاتی رنگ میں حکم ہے کہ اسلامی حکومت باہمی مشورے سے ہے اور جمہوری ہے۔ و (امرھم شوریٰ بینھم۔ وشاورھم فی الامر۔ پھر فرمایا کہ حکومت قوم کی ہوتی ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم سے فرماتے ہیں وجعلکم ملوکا واٰتٰکم ما لم یؤت احدا من العالمین۔ اے بنی اسرائیل! تم سب کو خدا نے بادشاہ بنایا ہے یعنی ساری قوم بادشاہ ہوتی ہے۔ حکومت ساری قوم کی ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض تو خدا نے سب کو خلیفہ بنایا ہے۔ پس حکومت قوم کی ہے افراد کی نہیں۔ اور اس حکومت کا انداز کیسا ہے؟ وہ عدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ۔ اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین پر بادشاہ بنایا ہے پس لوگوں کے درمیان عدل سے حکومت کرو۔ عدل سے فیصلے کرو۔ اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ جو حاکم وقت اور بادشاہ ہے وہ خواہشات کا بندہ نہیں بلکہ عدل اور انصاف پر چلنے والا ہے۔ اور حکومت رعایا کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنے کی پابند ہے۔ جیسا کہ آپ کو سناؤں گا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسلامی حکومت کی کیا کیفیت تھی۔ حکومت رعایا کے چھوٹے چھوٹے امور کی طرف بھی خیال رکھے۔ قرآن پاک میں لکھا ہے اور دو شاندار بادشاہوں کا ذکر ہے یعنے داؤدؑ و سلیمانؑ، فرمایا:۔

وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین۔ داؤدؑ اور سلیمانؑ دو بڑے عظیم الشان بادشاہ تھے وہ رعایا کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کا فیصلہ بھی کرتے تھے۔ کسی کی کھیتی کو بکریاں چر گئیں۔ یہ مقدمہ بھی داؤدؑ اور سلیمانؑ کے پیش ہوا۔ اللہ میاں فرماتے ہیں۔ کہ ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا فیصلہ سناتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام کی حکومت عوام کی حکومت ہے جمہوری ہے۔ اس میں بادشاہ پابند ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ کام کرے۔ خدا جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے۔ حکومت ایک انعام بھی ہے، اور ایک آزمائش بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ لوگ کس طرح حکومت چلاتے ہیں۔ عوام کو یہ حکم ہے کہ اہل لوگوں کو ان کا حق دیں اور اپنی ذمہ داری کو کام میں لائیں۔ یہ تھا اسلام کی حکومت کا تصور۔

اسلامی حکومت کا عملی نمونہ

اب رہا یہ سوال کہ عملی زندگی میں حکومت

کا کیا ڈھنگ ہونا چاہیئے۔ اس کی ذیل میں ہم تین چار چیزیں دیکھیں گے۔ اسلام میں حاکم کا عملی نمونہ کیا تھا۔ پھر محکوم کے ساتھ کیا سلوک تھا۔ پھر ایک محکوم قوم کا اپنی ایک محکوم غیر قوم کا اس کے ساتھ کیا سلوک تھا۔ پھر یہ کہ ہمسایہ ملکوں کے ساتھ اور دوسری اقوام کے ساتھ کیا سلوک تھا۔ مسلمان بادشاہوں میں سے میں سب سے پہلے جس بادشاہ کا ذکر کروں گا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو حضرت نبی کریمؐ اور آپؐ کی سادہ زندگی اور آپؐ کی تمام دنیا سے بے رغبتی کا خوب علم ہے۔ سیرت کے بڑے بڑے واقعات ہر روز سنائے جاتے ہیں اور مجھے تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ حضور صلعم کس طرح سے رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بدن پر چٹائی کے نشان پڑے ہیں تو آپؓ رو پڑے۔ یہ اس وقت کا عالم ہے جبکہ آپؐ سارے عرب کے بادشاہ بن چکے تھے حضور صلعم کی مدنی زندگی جو اسلامی حکومت کے قیام کے بعد گذری وہ بڑی تنگی ترشی سے گذری۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلعم نے کبھی تین دن متواتر گندم کی روٹی نہیں کھائی اور فرماتی ہیں کہ آل محمدؐ نے کبھی دو دن جَو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہ تھی ان کی زندگی۔ اور حضرت انس رضؓ روایت فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن حضرت فاطمہ رضؓ حضور نبی کریم صلعم کی خدمت میں آئیں ان کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا تھا۔ آپؐ نے پوچھا فاطمہ رضؓ! کیسے تشریف لائیں۔ کہنے لگیں کہ اے بابا کہ یہ روٹی کا ٹکڑا ہے میرا جی نہیں چاہا کہ میں اکیلی کھاؤں۔ آپؐ نے وہ ٹکڑا کھایا اور فرمایا کہ اے فاطمہ! یہ پہلا کھانا ہے جو تین دن کے بعد تیرے باپ کے منہ میں گیا ہے چنانچہ حضورؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ کھانا نہیں پکتا تھا۔ صرف چند کھجوریں کھائیں اور پانی پی لیا۔ یہ تھی ہمارے سب سے بڑے بادشاہ کی زندگی۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضؓ ایک بڑے متموّل آدمی تھے۔ چند دوستوں کی دعوت ہوئی۔ ان کے ساتھ اور صحابہ رضؓ بھی بیٹھے تھے۔ جب کھانا آیا تو اس میں گوشت تھا اور روٹی تھی۔ عبدالرحمان بن عوف رضؓ رو پڑے صحابہ رضؓ نے پوچھا آپ کیوں روئے۔ فرمانے لگے کہ حضور صلعم کے دسترخوان پر میں نے کبھی گوشت نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ ولیمہ کے کھانے پر بھی نہیں دیکھا۔ یہ سادہ زندگی جو حضور صلعم کی تھی یہ بادشاہت کی زندگی تھی۔

خلفائے راشدینؓ کی حکومت

اسی طرح حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کی زندگی تھی۔ وہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں ایران شام اور مصر وغیرہ ممالک فتح ہو چکے تھے لیکن حضرت عمر رضؓ کا نقشہ یہ تھا کہ بارہ پیوند کا کرتہ، پھٹی سی جوتی اور کندھے کے اوپر ایک مشکیزہ بھی ہے جس سے بیوہ عورتوں کے گھروں میں پانی بھرا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ دن کے وقت اپنے فرائض کی انجام دہی میں صحراؤں اور جنگلوں میں بھاگے بھاگے پھرا کرتے تھے اور رات کو چکر لگایا کرتے تھے، گشت کیا کرتے تھے۔ آپ کو تاریخ کے بے شمار واقعات یاد ہیں کہ کس طرح آپؓ نے جا کر بیوہ عورتوں کی خبر گیری کی۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں ایک رحمت بن کر آئے تھے، آپؐ نے اس حکومت کا نمونہ پیش فرمایا جس میں امیر اور غریب کی کوئی تفریق نہیں تھی یہ وہ چیز ہے جس کی دنیا آج متلاشی ہے حضورؐ کے زمانہ میں لوگ غریب تو تھے لیکن وہ حضور صلعم کے سینے کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ میں نے شروع میں بتایا تھا کہ یہ درجات ہمیشہ دنیا میں باقی رہیں گے۔ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ معیشت کی تقسیم اللہ تعالےٰ کی مشیت پر مبنی ہے۔ لیکن حکم یہ ہے کہ اپنے سے کمزور بھائی کو کم تر نہ سمجھو۔ اسے گلے سے لگاؤ۔ پھر میں نے عرض کی تھی کہ حکومت اسلامی کی طرز جمہوری ہے۔ اس کے بارہ میں میں نے چند واقعات پیش کرنا تھے لیکن وقت کم ہے — پانچ منٹ کا نوٹس ملا ہے۔ اسلام کا جو باقی نظریات سے اختلاف ہے اور مختلف قسم کے "ازم" ہیں جن کی آج کل بڑی شہرت ہے ان میں اور اسلام میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ان ازموں والے کہتے ہیں کہ امیروں سے چھین لو اور غریبوں کو دے دو۔ اسلام اس چھینا جھپٹی کا قائل نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ چھینو نہیں کسی سے بلکہ غریبوں کو اونچا کرو۔ دیکھئے کتنا فرق ہے دونوں میں کسی کا حق چھیننے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یہ خیال کہ جس کے پاس زیادہ زمین ہے اس کی زمین چھین لو۔ یہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ البتہ اسلام نیچے والے کو اونچا کرنے کی …… ضرور کوشش کرتا ہے۔ اور اس کے میں نے چار طریقے تو پہلے بتلائے ہیں۔ اور طریقے بھی ہیں جن کو اب میں چھوڑتا ہوں۔

ایک اور اسلام کی امتیازی چیز ہے وہ یہ کہ اسلام نے محکوم کو ضمیر کی آزادی دی ہے۔ امیر اور غریب اور حاکم اور محکوم میں قانون کی حکمرانی اسلام نے قائم کی۔

چنانچہ عیسائی بادشاہ جبلہ کا واقعہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس زمانہ میں بڑے بڑے دعاوی کئے جاتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ —— Human Rights ہمیں U.N.O نے دلائے ہیں۔ لیکن اسلام نے چودہ سو سال پہلے دنیا کو ایسے —— Human Rights عطا کئے۔ جو یہ نہیں دے سکے۔ چودہ سو سال پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا تھا۔ موجودہ زمانہ کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مغربی تہذیب کا کارنامہ ہے۔ حضور نبی کریم صلعم نے شروع سے ہی قاضی اور گورنر کو الگ الگ مقرر کیا۔ یمن میں آپؐ نے معاذ بن جبلؓ کو گورنر بنایا اور ابو موسےٰؓ کو قاضی بنایا۔ تاریخ اسلام میں بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ بارہا قاضی کی عدالت میں حاکم وقت کو پیش ہونا پڑا۔ ایک عام آدمی نے بادشاہ کے خلاف دعوےٰ دائر کیا۔ اور بادشاہ قاضی کی عدالت میں آیا۔ یہ محض نظریاتی بات نہیں بلکہ اتفاقی بات ہے اور اس کے کئی نمونے موجود ہیں۔

قانون کی بالادستی

اسلامی عدل وانصاف اور قانون کی بالادستی کی میں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں جس کو علامہ اقبال نے اپنی مشہور مثنوی "اسرار و رموز" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ترکی کے مشہور بادشاہ سلطان مراد نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ جب عمارت مکمل ہو گئی اور سلطان اس کے ملاحظہ کے لئے گیا تو اسے عمارت میں عیب نظر آئے اور خشمگیں ہو کر اس نے معمار کا ہاتھ کاٹ دیا۔ معمار نے اس ظلم کے خلاف قاضی کی عدالت میں دعوےٰ دائر کر دیا۔ اور قاضی نے سلطان کو عدالت میں طلب کر لیا۔ بادشاہ اور معمار آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور قاضی کے استفسار پر سلطان نے جرم کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد کیا ہوا اسے علامہ اقبال مرحوم کی زبان سے سنیئے :-

گفت قاضی فی القصاص آمد حیات
زندگی گیرد بایں قانون ثبات
عبد مسلم کمتر از احرار نیست
خونِ شہ رنگین تر از معمار نیست
چوں مراد ایں آیۂ محکم شنید
دستِ خویش از آستیں بیروں کشید
مدعی را تابِ خاموشی نماند
آیہ بالعدل والاحسان خواند

گفت از بہر خدا بخشیدمش
از برائے مصطفےٰ بخشیدمش
یافت مورے بر سلیمانے ظفر
سطوتِ آئینِ پیغمبر نگر
پیشِ قرآں بندہ و مولا یکے است
بوریا و مسند و دیبا یکے است

غیر مسلم محکوم سے سلوک

یہ مثال جو پیش کی گئی ہے ایک مسلمان محکوم کے بارہ میں تھی۔ لیکن غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی اسلامی حکومت میں ایسا ہی سلوک ہوتا تھا۔ غیر مسلم رعایا کو ذمی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا یعنے ان کی سلامتی اور بہبود کی حکومت ذمہ دار تھی اور ان غیر مسلموں کی حفاظت کے لئے ایک الگ محکمہ قائم تھا جس کا افسر کاتب اہل ذمام کہلاتا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے ذمیوں کی جائدادیں قیمتاً خریدنے کی بھی ممانعت کر دی تھی۔ اور حضرت علی رضؓ کا قول مشہور ہے کہ ذمی کا خون اور مسلمان کا خون ایک ہی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ضمن میں بے شمار واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں لیکن وقت کی قلت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

پس مسلمانوں کے پاس ایک ایسا قیمتی ورثہ موجود ہے کہ انہیں کسی اور طرف دیکھنے کی حاجت نہیں۔ قرآن پاک اور حدیث نبویؐ، سیرت رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام رضؓ کی عملی زندگی ہمارے سامنے ہے اور اسلامی حکومت کی ایسی تصویر موجود ہے جس کے آگے ہمیشہ دنیا کی گردنیں جھک گئیں اور جس نے ہمیشہ فارغ خاطری، خوشحالی اور عدل و انصاف کی ضمانت دی اور معاشرہ میں امیر اور غریب کو یکساں حقوق عطا کئے۔ یہی وہ قانون اور یہی وہ دستور ہے جسے پاکستانی مسلمانوں کو اپنانا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہماری مدد فرمائے۔

والسلام

بقیہ راہ نجات بسلسلہ صلہ

نہیں روک سکیں گے۔ مگر وہ وقت جلد ہی آ گیا جبکہ ہونک کشمیر بھی ایسا کیا گیا۔ پھر گاندھی نے پارٹیشن سے پہلے کشمیر کا دورہ کر کے مہاراجہ کشمیر کو ورغلایا کہ ریاست کو بھارت میں مدغم کرنے کے اقدامات کرے۔ ہندو اور مسلمان گاندھی کی نظروں میں برابر نہیں تھے۔

جب سید حسین نے موتی لال نہرو کی دختر وجیا لکشمی سے۔ اور خواجہ محمود نے گاندھی کے لڑکے رام داس گاندھی کی لڑکی سومترا سے (اس کے والدین کی رضامندی سے) شادی کرنے کی تجویز کی تو گاندھی نے سختی سے رد کر دیا۔ مگر جب اندرا (جواہر لال نہرو کی بیٹی) کی شادی گاندی (جو کہ پارسی تھا) سے اور "میرا بہن" (گاندھی آشرم والی) کی شادی ایک سکھ سے کرنے کی تجویز ہوئی تو مہاتما جی نے رضامندی ظاہر کی۔ پھر جب مہاتما گاندھی کے لڑکے ہیرا لال نے اسلام قبول کر کے اپنا نام عبداللہ رکھا۔ تو گاندھی نے اسے ہندو مذہب میں واپس آنے پر مجبور کیا۔ پھر جب ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو گاندھی کو گاڈسے نے گولی مار دی، تو مرنے سے پہلے گاندھی جی کو "ہائے رام" ہی یاد آیا۔ کیا مسلمان ایسے شخص کی عزت کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

یہ تو خیر جملہ معترضہ کے طور پر میں نے ذکر کیا ہے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے "سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب" میں لکھا ہے:۔

"........ اگر فرض کے طور پر کسی کی پاک زندگی کی نظیر دی جائے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت میں اس کی زندگی پاک ہے۔ بہتیرے بدمعاش حرام خور زانی۔ دیوث۔ شراب خور۔ خدا کے منکر۔ بظاہر پاک زندگی دکھلا سکتے ہیں۔ اور اندر سے ان قبروں کی طرح ہوتے ہیں جن میں بجز تعفن مردہ اور اس کی ہڈیوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"مذہب کا یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی فطرتی قوت کو بدل ڈالے ہاں یہ اختیار ہے کہ اس کو محل پر استعمال کرنے کے لئے ہدایت کرے ...... اسلام نے ہزاروں لوگوں کو اس درجہ کی پاک زندگی تک پہنچایا ہے جس میں کہہ سکتے ہیں کہ گویا روح ان کے اندر سے ملو ت امتی ہے" (تمام شد)

سیکرٹری صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے اعلانات

خصوصی رعایت برائے طبی معائنہ

محترم چوہدری ریاض احمد صاحب مالک "الصحت کلینک" چوک میو ہسپتال لاہور نے انتظامیہ کی تحریک پر طبی معائنہ میں خصوصی رعایت کا اعلان فرمایا ہے ان کا فون نمبر 53592 ہے۔

رعایتی دام درج ذیل ہیں:۔

نام معائنہ	رعایتی فیس
۱- X-RAY	8.00 روپے
۲- E.C.G.	12.00 روپے کلینک میں 20.00 روپے قیام گاہ پر
۳- پیشاب	2.00 روپے
۴- خون DLC TLC	5.00 روپے
BSR	2.00 روپے
۵- تھوک	3.00 روپے
۶- خون میں شوگر دو عدد	6.00 روپے

اس رعایتی فیس کے علاوہ محترم چوہدری صاحب نے خاص حالات میں بہت زیادہ مستحق افراد کو مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے ڈاکٹر صاحبان کی سفارش پر مفت طبی معائنہ کی پیشکش کی ہے۔

احباب اس خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔

مقامی جماعت کی انتظامیہ محترم چوہدری صاحب موصوف کے ان نیک دلی جذبات اور دینی و جماعتی ہمدردی کے لئے اس پرخلوص جذبہ کی قدر کرتی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں ترقی دے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ رغبت و محبت کے ساتھ دینی بھائیوں کے کام آسکیں۔

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے گرم کپڑوں کی تقسیم

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے ماہ دسمبر ۱۹۷۰ء کے آغاز میں مقامی جماعت کے مستحق افراد کو مفت گرم کپڑے جن کی مالیت 500.00 روپے ہے۔ مہیا کئے۔

یہ امداد خاص طور پر مقامی جماعت کے صدر جناب میاں شیخ فضل احمد صاحب کی طرف سے وصول ہوئی تھی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

ڈاکٹر مبارک احمد
سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

اللہ تعالیٰ میری جماعت کی ضرور اصلاح فرماویگا [انشاء اللہ]

—: الہام حضرت مسیح موعودؑ :—

—— محترم محمد صالح نور ——

الصّلوٰۃُ وَالسّلام

تجھ سے ساری برکتیں — آسماں کی رحمتیں

تجھ پہ سب نبوتیں — پا گئی ہیں اختتام

الصّلوٰۃُ وَالسّلام

(الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۷۰ء صہ۱)

— رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نعت کا مندرجہ بالا حصہ کسی ایسے شاعر کا نہیں ہے جو "ختم نبوت" پر ایمان رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام کے بعد کسی نئے یا پرانے نبی کے پیدا ہونے کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو بلکہ یہ ایک ایسے شاعر کا ہے جو "ختم نبوت" پر بمعنی "اجرائے نبوت" ایمان رکھنے والے گروہ سے تعلق رکھتا ہے جو اب حالات کے ساتھ ساتھ عقائد میں بھی تبدیلی لا رہا ہے۔

— ۱۹۱۴ء سے جماعت احمدیہ لاہور اس عقیدہ کا اعلان کرتی چلی آرہی ہے کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب نبوت کے مسدود ہو جانے پر اس رنگ میں ایمان رکھتے تھے کہ اب کوئی نبی خواہ وہ جدید ہو یا قدیم خواہ وہ زمین سے ہو یا آسمان سے، قطعاً نہیں آسکتا۔ کیونکہ حضورؑ نے اس کا نہایت واضح طور پر بار بار اظہار فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضورؑ فرماتے ہیں:

ہست او خیر الرسل خیر الانامؐ ❊ ہر نبوت را بروشد اختتام

دوسرے مقام پر حضورؑ نے فرمایا:۔

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال ❊ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

— مگر ہمارے دلائل اور براہین کے جواب میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب "حقیقۃ النبوت" رقم فرما کر اور مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے "ختم نبوت کی حقیقت" رسول پاک کا عدیم المثال مقام "تحریر فرما کر" اور قادیان اور ربوہ کے علماء اپنی تمام تر عمریں داؤ پر لگا کر، یہ ثابت کرنے کی سعی ناکام کرتے رہے کہ "ختم نبوت کے یہ معنے ہیں کہ آئندہ بھی انبیاء پیدا ہوتے رہیں گے"۔

— مگر خدا کے نوشتوں کو ہر حال میں پورا ہونا ہوتا ہے ۱۹۵۳ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنے تمام غلط عقائد سے عدالت کے روبرو تائب ہو گئے اور اب ۱۹۷۱ء کا مبارک سال جماعت ربوہ کی اصلاح کی نوید کے ساتھ طلوع ہوا ہے ہم اس جماعت کی اصلاح سے ناامید نہیں ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً اطلاع دی گئی تھی کہ:۔

"یصلح اللہ جماعتی انشاء اللہ"

یعنی میری جماعت کا جو حصہ غلط عقائد پر چل نکلے گا اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح ضرور کر دے گا اور حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے فرمایا تھا:—

"اور بالآخر وہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے عقیدے سے رجوع کر لیں گے یا اپنا الگ کلمہ اور الگ مذہب بنا لیں گے"۔

— اب قریباً ساٹھ سال کے بعد جماعت احمدیہ ربوہ کے آرگن روزنامہ الفضل کے مدیر شہیر مولانا روشن الدین صاحب تنویر نے اخبار کے سالانہ نمبر کے صفحہ اول پر اپنی جو نعت شائع کی ہے اس کا مندرجہ بالا بند کس طرح "سب قسم کی نبوتوں کے اختتام" کا اعلان کر کے جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کی فتح کا بزبانِ حال اعلان کر رہا ہے۔ اللّٰھم زِد فزِد ؟

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دُوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مُسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰےؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرُسلؐ خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کُفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

عید کے دن کھیل تماشہ ممنوع نہیں

عن عائشۃ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحوّل وجھہ ودخل ابو بکر فانتھرنی وقال مزمارۃ الشیطان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال دعھما فلما غفل غمزتھما فخرجتا وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب فاما سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما قال تشتھین تنظرین فقلت نعم فاقامنی وراءہ خدی علی خدہ وھو یقول دونکم یا بنی ارفدۃ حتی اذا مللت قال لی حسبک قلت نعم قال فاذھبی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس دو لڑکیاں جنگِ بعاث کا گیت گا رہی تھیں تو آپ بچھونے پر لیٹ گئے اور اپنا منہ پھیر لیا اور حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے تو مجھے جھڑکا اور فرمایا نبی صلعم کے پاس شیطان کا راگ؟ تو نبی صلعم نے ان کی طرف منہ پھیر کر فرمایا انہیں چھوڑ دو تو جب آپ کی توجہ ہٹ گئی مَیں نے انہیں اشارہ کیا تو وہ دونوں نکل گئیں اور عید کا دن تھا حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے تو یا میں نے آپ رسول اللہ صلعم سے عرض کیا یا آپؐ نے فرمایا کیا دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا ہاں تو مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر دیا اور میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپؐ فرماتے تھے اے بنی ارفدہ کھیلو یہاں تک کہ جب میں اُکتا گئی تو فرمایا بس میں نے کہا ہاں فرمایا جاؤ۔

نوٹ از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ: دعھما کا مطلب یہی ہے کہ انہیں گانے دو۔ روکو نہیں۔ ہشام کی روایت میں جو آگے آتی ہے یہ لفظ بڑھائے ہیں ان لکل قوم عیدا وھٰذا عیدنا۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ اور ۹۶۴ میں کہی ہے فانھا ایام عید۔ یہ عید کے دن ہیں۔ اور وہاں یہ مزید صراحت ہے وتلک الایام ایام منی یعنے عید کے بعد کے دن یعنے

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳)

صحابہؓ کی قوتِ ایمان

اور موجودہ زمانہ کا ایمانی انحطاط

صحابہؓ نے دین کیلئے سر دیئے لیکن آج ایک سجدہ کرنا بار گراں معلوم ہوتا ہے

حضرت مجددِ زمان مرزا غلام احمد قادیانی کے ارشادات گرامی

اہلِ اسلام پر جبکہ ابھی کوئی بیّن نتائج نظر نہ آتے تھے دیکھو مسلمانوں نے کس قدر دشمنوں کے ہاتھوں سے کیسی کیسی تکلیفیں اور مصیبتیں محض لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے بدلے برداشت کیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ سر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور یا ایک

عید الاضحیٰ پر اگر آپ قربانی دے رہے ہیں تو کھال قربانی انجمن کو عنایت فرمائیں۔ (افسر تحصیل)

یہ زمانہ ہے کہ ایمانی قوت باوجود اس کے کہ مخالفت اس قسم کی اذیتیں نہیں دیتے ایک عادل گورنمنٹ کے سایہ میں رہتے ہیں سلطنت کسی قسم کا تعرض نہیں کرتی۔ علومِ دین حاصل کرنے کے لئے پورے سامان میسّر ہیں۔ ارکان مذہبی ادا کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہے ایک سجدہ کا کرنا بار گراں معلوم ہوتا ہے۔ غور تو کرو کہاں سر اور کہاں صرف ایک سجدہ، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج ایمان کیسا انحطاط کی حالت میں ہے۔ اور پھر ایسی حالت میں کہ نماز کا پڑھنا اور وضو کا کرنا طبی فوائد بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اطبا کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہر روز منہ نہ دھوئے تو آنکھ آجاتی ہے (آنکھ دکھنے لگتی ہے) اور یہ نزول الما کا مقدمہ ہے۔ اور بہت سی بیماریاں اس سے پیدا ہوتی ہیں پھر بتلاؤ کہ وضو کرتے ہوئے کیوں موت آتی ہے۔ بظاہر کیسی عمدہ بات ہے، منہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا۔ ایسے مسواک کرنے سے منہ کی بدبو دور ہوتی ہے دانت مضبوط ہو جاتے ہیں اور دانتوں کی مضبوطی غذا کے عمدہ طور پر چبانے اور جلد ہضم ہو جانے کا باعث ہے۔ ناک صاف کرنا کہ کوئی بدبو داخل ہو تو دماغ کو پراگندہ کر دیتی ہے۔ اب بتلاؤ کہ اس

(باقی صفحہ ۱۱ کالم ۴)

مظفر الدین احمد صاحب صابری اے جائنٹ سیکرٹری جماعت احمدیہ راولپنڈی

الحاج شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ اسلام کی راولپنڈی میں آمد

الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے۔ مبلغ اسلام انگلستان ۱۴ر جنوری ۱۹۷۱ء کی شام کو لاہور سے راولپنڈی پہنچے۔ ان کے استقبال کے لئے الحاج میاں فاروق احمد شیخ۔ محترم میاں بشیر احمد منٹو صاحب ایم اے۔ محترم شیخ اقبال احمد انجینئر اور بہت سے دوسرے احباب ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ مہمان محترم نے راولپنڈی کا میں قریباً ایک ہفتہ قیام کرنا تھا۔ ۱۵ر جنوری کو خطبہ جمعہ بھی محترم شیخ صاحب نے دیا۔ اور سورۃ الماعون کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اسلام کے معاشی نظام اور عوام کی حالت کو بہتر بنانے کے احکام پر روشنی ڈالی۔

۱۷ر جنوری بروز اتوار محترم میاں فاروق احمد شیخ نے الحاج شیخ محمد طفیل صاحب کے اعزاز میں راولپنڈی کلب میں دعوت استقبالیہ کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں دارالحکومت کے دانشور، معززین اور خواتین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ میزبان محترم نے مہمان خصوصی کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ الحاج شیخ محمد طفیل صاحب پچھلے بیس برس سے یورپ اور جنوبی امریکہ میں خدمت اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ایم اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد ان دنوں ہمارے نوجوان اعلیٰ سرکاری ملازمتوں میں کوشاں ہوتے تھے، مگر طفیل صاحب نے خدمت دین کو اپنا نصب العین ٹھہرایا۔ اور پورے انہماک سے تحصیل علم دین میں مصروف ہو گئے۔ خوش قسمتی سے انہیں حضرت مولانا محمد علی ایم اے مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور اور ہمارے موجودہ امیر حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کی صحبت میں اپنے شوق کو پورا کرنے کا موقعہ ملا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی علمی تخلیقات۔ قرآن کریم کے انگریزی اور اردو ترجمہ اور تفسیر۔ سیرت نبوی اور دین اسلام پر لاتعداد تصنیفات نے شہرت دوام اور بقائے دوام بخشی ہے ہمارے موجودہ امیر حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے کئی ... حتی اور انگلستان میں مبلغ اسلام کی ... ت ... ت سرانجام دی ہیں۔ ... ن ... قرآن پاک کا ترجمہ بھی کیا۔ ... حضرت مولانا کی مساعی جمیلہ سے سینکڑوں یورپین لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان کی خدمات جلیلہ نے ان کی شہرت دور دور تک پھیلا دی ہے ان بزرگ ہستیوں کی تربیت اور توجہ نے شیخ محمد طفیل صاحب کی طبیعت میں جلا پیدا کی اور وہ انگلستان یورپ اور جنوبی امریکہ میں بڑی خوش اسلوبی سے تبلیغ اسلام کا کام کرتے رہے ہیں۔ مجھے پچھلے موسم گرما میں جنوبی امریکہ جانے کا اتفاق ہوا اور میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ شیخ صاحب کی کوششوں سے ان علاقوں میں بہت سے مسلمان نوجوانوں نے خدمت اسلام کا کام شروع کر دیا ہے۔

اس دور مادیت کے زمانہ میں دین سے لگاؤ اور محبت کا پیدا کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ ہم میں یہ ولولہ امام عصر حاضر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیدا کیا۔ آپ کے متبعین دنیاوی عزّ و جاہ سے منہ موڑ کر خدمت دین اور تبلیغ اسلام کے فریضہ میں منہمک ہو گئے۔

اس مجلس کے صدر محترم میاں بشیر احمد منٹو صاحب ایم اے بھی ان اصحاب میں سے ہیں جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد قرآن اور حضرت نبی کریم صلعم کی تعلیم کو پھیلانے کے لئے میدان عمل میں نکل آئے۔ محترم منٹو صاحب نے قیام پاکستان سے قبل جنوبی ہند، مالابار اور بمبئی میں اچھوتوں میں کام کیا۔ آزادی وطن سے کچھ عرصہ پہلے وہ مبلغ اسلام کی حیثیت سے امریکہ تشریف لے گئے اور قریباً ۲ سال وہاں تبلیغ دین کرتے رہے۔ امریکہ سے واپس آنے کے بعد آپ تین سال نائیجیریا میں یہ فریضہ ادا کرتے رہے ہیں۔

اس تعارف کے بعد مہمان خصوصی شیخ محمد طفیل صاحب نے حاضرین اور حاضرات سے خطاب کیا اور بتلایا کہ دوسری جنگ عظیم کی ہولناک تباہیوں سے متاثر ہو کر ایک انگریز بڑے فوجی آفیسر نے کہا تھا کہ اس دنیا میں سب سے بڑی اندوہناک حقیقت "ایمان" کا نہ ہونا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ مادیت کے عروج اور سائنس کے کمال پر پہنچنے کے بعد بھی اقرار یورپ اپنی سوسائٹی میں الیہ ان کے فقدان پر نوحہ کناں ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یقین وہ جنس نہیں جو فلسفہ کی دکانوں پر دستیاب ہو سکے بلکہ یہ قرآن کی تعلیم سے ہی میسر آتا ہے قرآن پاک کا مطالعہ ایمان میں پختگی اور شعور میں بلوغت پیدا کرتا ہے۔ دکھی دنیا کے مصائب کا علاج اور بھولے بھٹکے اور گم کردہ راہوں کی رہنمائی کے علاوہ خداوند قدوس کا یہ پیغام مایوسیوں میں شعاع امید دکھاتا ہے۔ اور مردہ دلوں کو زندگی کا پیغام دیتا ہے۔

معزز مہمان نے عصر حاضر میں جمہوریت کے سب سے بڑے علمبردار امریکہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ گرجوں کی ہدایات اور جمہوریت کے بلند بانگ دعاوی کے باوجود وہاں نسلی امتیاز بڑے عروج پر پہنچ چکا ہے۔ گورے اس بات کے مدعی ہیں کہ سفید فام راستی پر ہیں اور سیاہ فام شیطان ہیں۔ آدم اور حوا گورے تھے مگر بنی آدم گناہ کرتے کرتے سیاہ رو ہو گئے اور اس کے برعکس نیگرو (عالیجاہ محمد کی پارٹی بھی) کا کہنا ہے کہ سیاہ رنگ ہی دلکش ہے۔ سفید رنگ والے اور نیلی آنکھوں والے شیطان کی اولاد ہیں۔ اور یہ کہ قرآن شریف اور دوسری الہامی کتابوں میں جہاں کہیں بھی انسان کا ذکر آیا ہے وہاں انسان سے مراد صرف اور صرف سیاہ فام ہیں۔ اور ایک دن ان عالیشان عمارتوں پہ ان کا قبضہ ہوگا کیونکہ یہ سیاہ فاموں کے خون پسینہ سے بنی ہیں۔ الغرض سفید فام اور سیاہ فام ایک دوسرے کو خطاکار سمجھتے ہیں ان حالات میں اسلامی اخوت اور مساوات کا اصول ہی ان ملکوں میں امن برقرار رکھ سکتے ہیں۔ اور اسلام کی تبلیغ کے لئے ایک منظم تحریک کی ضرورت ہے۔ مگر مقام افسوس ہے کہ جو لوگ ایسی تحریک چلاتے ہیں انہیں کافر گردانا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں محترم طفیل صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ جب وہ جنوبی امریکہ میں تبلیغ کے لئے پہنچے تو وہاں کے مولوی صاحبان نے اشتہار کے ذریعہ اعلان کیا کہ طفیل صاحب کو "حضرت طفیل" کہا گیا ہے حالانکہ "حضرت" نبی اور رسول ہی کہلاتے ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ طفیل صاحب بھی مدعی نبوت ہیں اس لئے ہم مشورہ دیتے ہیں کہ عامۃ الناس ان کے اجلاس میں شریک نہ ہوں وغیرہ۔

آپ نے سامعین سے اپیل کی کہ وہ خدمت دین کے لئے آگے بڑھیں اور تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے اپنی بساط اور بضاعت کے مطابق اس تحریک کی امداد پر کمربستہ ہو جائیں جو اس جہاد میں مصروف ہے۔

معزز مہمان کی تقریر کے بعد صدر جلسہ محترم میاں بشیر احمد منٹو صاحب نے خطاب کیا۔ آپ نے فاضل مقرر کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہمیں اپنے خیالات سے مستفید ہونے کا موقعہ دیا۔

آپ نے بتایا کہ وہ خود بھی آٹھ سال کے قریب ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اسلام کا پیغام حریت پہنچاتے رہے ہیں۔ علوم و فنون میں کمال حاصل کرنے کے دعویدار نسل انسانی کی تکریم سے نابلد ہیں۔ حالانکہ امن و سلامتی کے لئے یہ ضروری ہے۔ سفید فام حکمران امریکہ کے شہری نیگرو افراد سے انسانیت سوز سلوک کرنے کو روا سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں اسکولوں کالجوں اور ہوٹلوں میں یہاں تک کہ بسوں میں امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔

مگر اسلام میں نسلی امتیاز کی کوئی گنجائش نہیں اس سلسلے میں فاضل مقرر نے اپنے قیام امریکہ کے دوران پیش آمدہ چند واقعات کا ذکر کیا جن میں سفید فام امریکی اپنے سیاہ فام ہموطنوں سے قابل نفرین سلوک کو روا رکھتے ہیں۔ ایک موقعہ پر ایک نومسلم سفید فام لڑکی کے والدین اس کی ایک نومسلم سیاہ فام لڑکے کے ساتھ شادی پر رضامند نہ تھے۔ مگر منٹو صاحب کے سمجھانے پر انہوں نے اس رشتہ پر کوئی اعتراض نہ کیا مگر یہ شرط لگائی کہ لڑکا اپنے سسرال نہیں جائے گا۔ رفتہ رفتہ انہیں معلوم ہوا کہ لڑکے میں کوئی برائی نہیں۔ اسی طرح ایک ماں نے اپنے سفید فام لڑکے کے اسلام قبول کرنے پر تو اعتراض نہ کیا البتہ وہ اس بات سے کبیدہ خاطر ہوتی کہ وہ نیگرو مسلمانوں سے کیوں ملتا جلتا ہے ایک موقعہ پر جب یہ لڑکا اپنے سیاہ فام مسلمان دوستوں کے ہاں گیا اور اس کو رات وہیں گذارنا پڑی تو اس کی والدہ بڑی برہم ہوئی، اس نے کہا کہ اگر اس نے رات وہاں ٹھہرنا ہے تو پھر وہ اپنے گھر کبھی نہیں آسکے گا۔ اس نے منٹو صاحب کو خط لکھا کہ آپ تو بڑے اچھے آدمی ہیں آپ کیوں میرے بیٹے کو نہیں سمجھاتے کہ وہ سیاہ فاموں سے میل جول نہ رکھے کیونکہ میں اسے ایک اچھا امریکی شہری بنانا چاہتی ہوں۔ منٹو صاحب نے جواب میں اسے لکھا کہ میں تو غیر ملکی ہوں اور اس کے مجھ سے ملنے پر تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں مگر یہ تعجب ہے کہ جب وہ اپنے ہموطنوں سے ملتا ہے تو آپ اس کو برا مناتی ہیں۔

ایک اور موقعہ پر ایک مشہور عالم نیگرو موسیقار کے ایک کنسرٹ میں امراء اور اونچے طبقے کے سفید فام امریکی جوق در جوق جمع ہوئے اور انہوں نے اس کو خراج تحسین بھی پیش کیا مگر اسی نغمہ نواز کو شہر کے کسی ہوٹل میں شب باشی کے لئے جگہ نہ مل سکی کیونکہ وہ سیاہ فام امریکی تھا۔

ان لوگوں میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اولیں

(باقی بر صفحہ کالم اول)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۳ر فروری ۱۹۷۱ء

[illegible]

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین"

اس عنوان کے تحت ۲ دو حوالے دیئے گئے ہیں، جن میں سے نمبر ایک حسب ذیل ہے:۔

"مرزا غلام احمد قادیانی کا مکتوب اخبار الفضل قادیان ۲۲ر فروری ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا کہ "حضور علیہ السلام خنزیر کی چربی اور پنیر کھاتے تھے"۔

الفضل کا مذکورہ بالا پرچہ ہمارے سامنے نہیں اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ حوالہ کہاں تک صحیح ہے، ہاں حضرت مسیح موعودؑ کا ایسا مکتوب ہماری نظر سے گذرا ہے جس میں آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خنزیر کی چربی اور پنیر کھانا منسوب کیا ہو، معترض کے اس رویہ کے پیش نظر کہ وہ آگے پیچھے کی عبارت کاٹ کر ایک فقرہ نقل کر دیتا ہے جس سے غلط تاثر پیدا ہو، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سراسر افتراء ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ:۔

"مرزا غلام احمد اپنی کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" میں لکھتا ہے کہ میں محمد رسول اللہ ہوں"

یہ بھی معترض کا افتراء ہے، "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضرت مرزا صاحب نے کہیں بھی نہیں لکھا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں، بلکہ کھلے طور پر اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز قرار دیا ہے۔ اور وضاحت لکھا ہے کہ:۔

"تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام ایک ہو جاتا ہے، پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمدؐ اور دو احمدؐ نہیں ہو گئے اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مُہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں اس طرح پر تو محمدؐ کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی، تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس تمام عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز قرار دیا ہے، یہ ہرگز نہیں کہا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں۔

اسی "غلطی کا ازالہ" میں آپ نے صریح طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ:۔

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی **فنافی الرسول** کی، پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوتِ محمدیہ کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ محمدؐ کی نبوت آخر محمدؐ کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو، پس یہ آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اس کے معنے یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا ولکن ھو اب لرجال الاخرۃ لانہ خاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ، غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمدؐ اور احمدؐ ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رُو سے اور یہ نام بحیثیت **فنافی الرسول** مجھے ملا ہے، لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا"

کیا کوئی خدا ترس انسان اس عبارت کو پڑھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ دعوے کیا ہے کہ "میں محمد رسول اللہ ہوں" وہ تو اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعت میں فنافی الرسول کا مقام حاصل کر کے اپنے آپکو بروزی رنگ میں محمدؐ اور احمدؐ نام کے مصداق قرار دیتے ہیں، اصل محمدؐ اپنے آپ کو نہیں کہا ورنہ فنافی الرسول کے کیا معنے اور بروز ہونے کا کیا مطلب، کاش معترض دوسروں سے اعتراض نقل کرنے کی بجائے خود "ایک غلطی کا ازالہ" کو مطالعہ کرتا تو شاید ایسا افتراء کرنے کی اسے جرأت نہ ہوتی، بشرطیکہ دل میں اخلاص اور خدا کا خوف ہوتا، ورنہ اگر اعتراض ہی کرنا [...]

اخبار احمدیہ

کامیابی اور شادی پر عطیہ

جہلم سے جناب عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں:۔

۱۔ سیٹھ عبدالمالک صاحب کے فرزند کرنل اکبر عبدالرشید صاحب کے بیٹے عبدالوحید صاحب ایم۔بی۔بی۔ایس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس خوشی میں سیٹھ صاحب نے مبلغ دس روپے اشاعت اسلام کے لئے عطا کئے ہیں۔

(۲)۔ اسی ماہ کے دوسرے ہفتہ میں سیٹھ عبدالمالک صاحب کی پوتی کی شادی ہوئی۔ اور مبلغ دس روپے بطور شکرانہ اشاعت اسلام کے لئے دیئے ہیں۔

(۳) شیخ محمد عاشق صاحب عرصہ سے علیل چلے آتے ہیں ان کی صحت یابی کے لئے دعا کی جائے۔

درخواست دُعا

——— پشاور میں ہمارے محترم بزرگ عبداللہ خان ترین عرف کھنڈے خاں صاحب بیمار ہیں اور احباب سے صحت یابی کی .... دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ لائلپور کا ماہانہ اجلاس

——— جماعت احمدیہ لائل پور کا ماہانہ اجلاس مورخہ ۲/۷۱-۵ بروز جمعہ مسجد احمدیہ پیپلز فاورمل پر میں منعقد ہوگا جس میں میاں غلام حیدر صاحب تیمم مہمانِ خصوصی ہوں گے۔ اور جماعت کو اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں گے، جلسہ کے اختتام پر احباب کی تواضع چائے سے کی جائے گی۔

ملک منظور حسین سیکرٹری جماعت احمدیہ لائل پور

شادی

——— ماسٹر محمد عبداللہ صاحب سان فرانسسکو امریکہ کے صاحبزادہ ظفر اقبال (جو دینی تعلیم کے لئے لاہور آئے ہوئے ہیں) کی شادی میجر عبداللطیف صاحب کی ہمشیرہ کے ساتھ لائل پور میں ۳۱ر جنوری ۱۹۷۱ء کو سرانجام پائی یکم فروری کو دولہا کی طرف سے مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور میں احباب کو دعوت ولیمہ دی گئی۔ دلہا نے انجمن کو مبلغ سو روپے عطیہ دیا۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔ ہم اس تقریب پر جانبین (بالخصوص ماسٹر محمد عبداللہ صاحب) کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتے ہیں۔

دورہ سے واپسی

——— محترم شیخ محمد طفیل صاحب اور مسٹر محمد لطیف صاحب راولپنڈی، پشاور اور ایبٹ آباد سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

دین کی خدمت

الرارشد

درس دیں اخلاق کا اور چارۂ ملت کریں
اُمتِ مرحوم کی خاطر بھی کچھ زحمت کریں
اب سیاست تو لڈی، تکفیر کا موسم گیا
"مولوی" صاحب اُٹھو کچھ دیر تو خدمت کریں

ایک مفروضہ اور اس کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانی

محترم محمد صالح نور صاحب لائل پور

ایک ، قابل احترام بزرگ نے جو جماعت احمدیہ ربوہ سے تعلق رکھتے ہیں ، اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ :-

"جو وحی قطعی ہے وہ صرف نبی کی ہے - چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر وحی قطعی اللہ کی خاص محافظت میں نازل ہوتی تھی وہ نبی ٹھہرے"

اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام کی ایک تحریر اس کے جواب میں پیش کرنے سے قبل مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں :-

(۱) اس قسم کے غلط معیار وضع کرنے سے قبل ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیفات کا مطالعہ کرے تاکہ اسے معلوم ہو کہ اپنے غلط علم یا جماعتی تربیت کے نتیجہ میں جو معیار وہ قرار دے رہے ہیں کیا کہیں حضورؑ نے اس کے خلاف تو ہمیں تعلیم نہیں دی ۔

۲ - کسی بھی مفروضے کے تحت ہمیں بغیر تحقیق کے بیک جنبش قلم کوئی ایسا فیصلہ نہیں دے دینا چاہیئے جو بعد میں حقائق کے برعکس ثابت ہو - اس سے خواہ مخواہ بعض لوگ اس کی اتباع میں وقتی طور پر گمراہ ہو سکتے ہیں اور اپنی علمیت الگ مجروح ہو کر رہ جاتی ہے ۔

۳ - جب تک کوئی مدعی کسی معیار کو بطور دلیل اور برہان کے پیش کر کے اس سے اپنی صداقت ثابت نہ کرے کوئی اور شخص اس امر کا مجاز نہیں ہے کہ کسی مفروضے کو اس کے دعوے کی دلیل کے طور پر پیش کرے ۔ اس صورت میں یہ دلیل مؤثر نہیں کہلائے گی ۔

— حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب اپنی وحی اور الہام کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ میری وحی قطعی اور یقینی ہے تو آپ کے "حزب مخالف" کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ امر تو دعوئے نبوت سے کم نہیں ہے اور جب آپ اپنے الہام اور وحی کے بارے میں اس قدر قطعیت اور ایقان کا اظہار فرما رہے ہیں تو پھر بار بار دعوئے نبوت سے انکار کیوں کرتے چلے جا رہے ہیں - تو اس پر آپ نے تفصیل سے بحث فرماتے ہوئے ثابت کیا کہ قطعی اور یقینی وحی انبیاء کے علاوہ بھی مقربین الٰہی پر نازل ہوتی رہی ہے اور ہو سکتی ہے اس امر کو حضورؑ نے اپنی تصنیف "نزول المسیح" میں یوں بیان فرمایا ہے :—

"جو شخص تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ خدا کا قطعی اور یقینی کلام بھی اس کے بندوں پر نازل ہوا کرتا ہے وہ خدا کے وجود سے بھی بے خبر ہے لہذا وہ بھی اپنی طرح تمام دنیا پاؤں کے نیچے پامال دیکھتا ہے اور اس کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ بجز وساوس اور اضغاث و احلام اور حدیث النفس کے اور کچھ نہیں اور غایت کار وہ ظنی طور پر الہام الٰہی کا خیال دل میں لاتا ہے - مگر ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی اپنی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ نفس اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی کیا خاص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے ؟ پھر جس حالت میں **موسٰیؑ کی ماں کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر پورا یقین رکھ کر** اس نے اپنے بچہ کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا اور خدا تعالیٰ کے نزدیک جرم اقدام قتل کی مجرم نہ ہوئی تو کیا یہ امت اسرائیل کے خاندان کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے ؟ اور پھر **اسی طرح مریمؑ کو بھی یقینی الہام ہوا** جس پر بھروسہ کر کے اس نے قوم کی کچھ پرواہ نہ کی - تو حیف ہے اس امت مخذول پر جو ان عورتوں سے بھی کم تر ہے - پس اس صورت میں یہ امت خیر الامم کا ہے کو ہوئی بلکہ شر الامم اور اجہل الامم ہوئی - **اسی طرح خضرؑ جو نبی نہیں تھا** اس کو علم دیا گیا تو کیا اگر اس کا الہام یقینی نہیں تھا تو کیوں انہوں نے اس پر عمل کیا .... پس اگر ایک شخص ..... ہماری وحی سے منکر ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور اشد بد دہریہ نہیں ہے تو اس کے ایمان میں یہ بات داخل ہونا چاہیئے کہ یقینی قطعی مکالمہ الٰہیہ ہو سکتا ہے **اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کی** وحی یقینی پہلی امتوں میں **اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی اور وہ نبی نہ تھے** اس امت میں بھی یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے احقر الامم نہ ٹھہر جائے - سو خدا نے آخری زمانہ میں اکمل اور اتم طور پر یہ نمونہ دکھایا" (نزول المسیح)

— مندرجہ بالا مقام پر کس قدر وضاحت سے حضورؑ نے اپنی قطعی اور یقینی وحی کو غیر انبیاء کی قطعی اور یقینی وحی سے مثال دے کر واضح فرمایا ہے کہ :—

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جو نبی نہ تھیں آپ کا الہام اس قدر قطعی اور یقینی تھا کہ آپ نے اپنا لخت جگر دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا ۔

(۲) حضرت مریم علیہا السلام جو نبی نہ تھیں ان کا الہام اس قدر یقین سے لبریز تھا کہ اس کے بالمقابل آپ نے اپنی قوم کی کچھ پرواہ نہ کی ۔

(۳) حضرت خضر علیہ السلام جو نبی نہ تھے ان کا الہام اس قدر یقین کا حامل تھا کہ اس کی رُو سے آپ نے ایک بچہ کو قتل کر دیا ۔

— نہایت افسوس کا مقام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مخالفین کے جس اعتراض کا جواب لیتے واشگاف الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ :—

"پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو قطعی اور یقینی وحی والہام ہوتا رہا ہے اور وہ نبی نہ تھے"

مگر اس اعتراض کو آپ کی جماعت کے بعض علم دوست بزرگ آپ کی نبوت ثابت کرنے کے لئے پیش کر رہے ہیں - اس سے بڑھ کر المیہ کیا ہو سکتا ہے کہ حضورؑ تو اس سے **نبوت کا رد** ثابت کریں اور آپ کے نام نہاد مرید اس سے نبوت کا جواز تلاش کریں - **ایسے احباب کو میرا مخلصانہ** مشورہ یہ ہے کہ وہ علمی بحث اور عقائد کے بارے میں تبادلہ خیال سے قبل اگر کسی **عالم سے مشورہ کرنا** اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہوں تو کم از کم متعلقہ مسئلہ کے بارے میں **وسیع مطالعہ ضروری ہے** ورنہ اس کی مثال اس شاعر کی سی ہو گی جس نے کیا خوب کہا ہے کہ

چہ خوش گفت است سعدیؒ در زلیخا

الا یا ایہا الساقی ادر کاسًا وناولہا

دو خواب ، شہیدوں کی زیارت اور لاہور کا بہشتی مقبرہ

انگریزی ترجمۃ القرآن کے لئے عطیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - جلسہ پر آنے کا خیال بڑا ضروری تھا لیکن چند دنوں سے بخار آ رہا ہے طبیعت بہت کمزور ہے - آئندہ ضرور کوشش کروں گا بشرطیکہ صحت ٹھیک رہی ۔

محمد عاجز انسان نے دو خواب دیکھی تھیں تبدیلی پاکستان کے بعد دو سال کا عرصہ ہوا کہ میں نے ایک خواب دیکھی تھی کہ آؤ آپ کو شہیدوں کی زیارت کرائیں خواب میں حضرت عثمان غنیؓ سامنے آئے - اور مجھے ایک کیتلی دے کر کہنے لگے کہ کھانا کھلائیں - اور مجھے اشارہ کیا کہ مجھے پانی پلاؤ پھر فوراً سین بدل گیا کہ آؤ تمہیں وہ لوگ دکھائیں جو تمہارے وقت میں شہادت کا مرتبہ پا چکے ہیں - ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب مرحوم ، سید محمد حسین شاہ صاحب شاہی باس میں میرے سامنے آ گئے - اور مجھے السلام علیکم کہا اور میں نے جواب دیا - پھر سین فوراً بدل گیا کہ آؤ تمہیں وہ لوگ دکھائیں کہ جو تمہارے وقت میں شہادت کا کام کر رہے ہیں - پھر مسجد کے ساتھ کمرے میں دریاں بچھی ہوئی تھیں اور بہت سے آدمی وہاں تھے لیکن میں نے صرف دو آدمیوں کو شناخت کیا ہے - ایک ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور دوسرے پروفیسر عبداللہ صاحب ،

(۲) دوسری خواب پچھلے سال جلسے کے بعد میں بیمار ہو گیا - ان ہی دنوں میں خواب میں میں نے دیکھا کہ میں ... بیٹھا ہوا ہوں - اور آواز آئی کہ یہ لاہور کا بہشتی مقبرہ ہے - روشنی وہاں بہت تیز تھی میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی بہشتی مقبرہ ہے جہاں حضرت امیر اور دوسرے بزرگ دفن ہیں - جس دن سے میں نے یہ خواب دیکھے ہیں اس دن سے میرا یہی خیال ہے کہ صرف یہی ایک جماعت ہے جو صحیح معنوں میں دین کی خدمت کر رہی ہے اور ہمکو اس جماعت کی خدمت کرنا چاہیئے - اب میں اپنی کوشش سے ۵۰/- روپے انجمن کی خدمت میں پیش کرتا ہوں دس روپے زکوٰۃ اور پانچ روپے جلسہ فنڈ میں بھیج رہا ہوں - انجمن میرا یہ روپیہ انگریزی ترجمہ قرآن مجید فنڈ میں جمع کر لے ۔

خاکسار - علی محمد محافظ چک ۴ اسلام آباد

[illegible]

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتاً فاحیاکم۔ ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعًا۔ ثم استوٰی الی السماء فسوّٰھن سبع سمٰوٰت وھو بکل شیٔ علیم۔

——(البقرۃ۲: ۲۸-۲۹)——

زمین کے مُردہ اجزا سے پیدا ہونیوالا اپنے خالق کا انکار نہیں کر سکتا۔

فرمایا کیف تکفرون باللہ۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا علم خود تمہارے وجود میں موجود ہے۔ کنتم امواتاً فاحیاکم۔ تم اس زمین کے اندر مُردہ صورت میں تھے۔ تمہارے مردہ اجزاء کو ہم نے زندگی بخشی۔ تمہارے لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار کرو، جب کہ تمہارا وجود خود بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ھل اتٰی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئًا مذکورًا۔ اس دنیا میں تمہارا نام ونشان نہ تھا۔ ہم نے تمہیں زندگی عطا کی۔

مٹی سے پیدا ہونیوالے اجزاء

اس مٹی پر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے تو اس میں سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر پھل پھول پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سبز چارے کو گائے بھینس کھا جاتی ہے۔ اور وہ دودھ بن جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دُودھ مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ دودھ کے علاوہ گائے اور بکری وغیرہ ہمارے لئے گوشت بھی مہیا کرتی ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ان اجزاء کے کھانے سے خون بنتا اور انسانی نسل چلتی ہے

یہ حضرت آدمؑ کے بارے میں ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ہم نے بنی نوع انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ انسان سبزی گوشت انڈا، مرغ اور پھل پھول کھاتا ہے۔ جس سے انسان کے بدن میں خون پیدا ہوتا ہے۔ اس خون سے آگے نسل پیدا ہوتی ہے اور بڑھتی ہے، تو فرمایا تم مٹی میں بکھرے ہوئے بے جان اجزاء تھے، ہم نے مٹی میں جان ڈال دی ہے۔

انسانی شکل وصورت میں اللہ تعالیٰ کا کمال

ھوالذی صورکم فاحسن صورکم تمہاری شکل وصورت دل ودماغ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اور بہت غضب کا بنایا ہے۔ والنفس وما سوّٰھا۔ انسان کو ہم نے پیدا کیا ہے، غضب کا پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اس کے اندر اس نے اپنی صفات رکھدی ہیں۔

خدائی تخلیق اور انسانی تخلیق

اگر اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ تو ایک رنگ میں انسان بھی خالق ہے۔ یہ سید انسان کی تخلیق ہے یہ بجلی بھی انسان کی تخلیق ہے۔ خدا کی تخلیق اور انسان کی تخلیق میں فرق یہ ہے کہ انسان نے کوئی چیز بھی بغیر مادہ کے پیدا نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو جوڑ توڑ کر دوسری چیز بنالیتا ہے۔ بجلی پانی سے پیدا ہوتی ہے، لیکن پانی انسان پیدا نہیں کر سکتا۔

دوسری اشیاء کے مقابلہ میں انسانی طاقت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی طاقت دی ہے کہ وہ اونٹوں، شیروں، ہاتھیوں پر حکومت کرتا ہے۔ فرمایا ہے کہ ہم زمین میں سے تم کو اُگاتے ہیں۔ واللہ انبتکم من الارض نباتاً۔ ہم نے تم کو زمین میں سے اُگایا ہے درختوں کو بھی اُگایا ہے اور انسان کو بھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ درختوں کے پاؤں میں بیڑیاں ہیں، اور انسان کے پاؤں میں بیڑیاں نہیں ہیں اذا انتم بشر تنتشرون۔ ہم نے تم کو ایسا بنایا ہے کہ تم زمین پر چلتے پھرتے اور اُٹھتے بیٹھتے رہو۔

زندگی بڑی قیمتی چیز ہے

زندگی عطا کرنا سب سے بڑی نعمت ہے، پھر زندگی میں عقل وفہم پیدا کرتا ہے جن کی وجہ سے انسان وسائل کو اچھی طرح اپنے کام میں لا سکتا ہے۔

زندگی بڑی قیمتی چیز ہے، یہ خدا ہی ہے جو تمہیں زندگی دیتا ہے۔ تم خود بیٹا پیدا نہیں کر سکتے۔ تندرست ہو، تنومند ہو، امیر کبیر ہو، اور تمنا رکھتے ہو کہ تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو لیکن بیٹا پیدا نہیں ہوتا۔ تمہیں پریشانی ہوتی ہے کہ تمہارے باغات اور زمینیں اور فیکٹریاں کون سنبھالے گا۔ قیمتی نسخہ جات استعمال کرتا ہے۔ بزرگوں کے مزاروں پر جاکر دعائیں کرواتا ہے، لیکن اس کی تمنا بر نہیں آتی معلوم ہوا کہ زندگی بڑی قیمتی ہے۔

فرمایا کہ اس نعمت عظمیٰ کے ہم مالک ہیں زندہ رہنے کی کتنی بھی کوشش کرو، لیکن جب ہم چاہتے ہیں تمہیں اُٹھا لیتے ہیں کبھی بچہ مرجاتا ہے کبھی اٹھارہ، بیس، پچیس سال کی عمر میں تندرست جوان اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے تو زندہ رہنا بھی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔

زندگی کے لئے ضروری سامان خدا ہی نے پیدا کئے ہیں۔

غرض زندگی نعمت عظمیٰ ہے جو خدا تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ پھر اس زندگی کے قیام کے لئے ضروری سامان بھی وہی پیدا کرتا ہے اس لئے فرمایا کیف تکفرون باللہ الذی اعطاکم الحیٰوۃ کیف تکفرون بالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا۔ اس خدا نے دنیا جہان کی تمام چیزیں تمہاری زندگی کے قیام کے لئے پیدا کی ہیں۔ کیف تکفرون باللہ پھر تم اس خدا کا کیسے انکار کر سکتے ہو۔ تم کو اس نے پیدا کیا اور پھر دنیا کی ہر چیز تمہاری خدمت میں لگا دی ہے۔ ایجاد مشکل ہے۔ انسان بنانا بڑا مشکل ہے۔ پھر اس کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے تمام چیزیں بنانا اور ان کو انسان کی خدمت میں لگانا یہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔

فرمایا ہے

خلق لکم مافی الارض جمیعا۔

روئے زمین کی تمام چیزیں انسان کے لئے

روئے زمین پر جو کچھ ہے، خشکی اور دریا میں جو کچھ ہے۔ سمندروں میں جو کچھ ہے، اور پہاڑوں میں جو کچھ ہے وہاں تمکاد ہے رجادات اور معدنیات اور نباتات ہیں یہ سب کی سب تمہارے لئے ہیں۔ پھر تمہیں عقل دے رکھی ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کو استعمال کر کے کروڑوں روپے کماتے ہو، تمہارے محلات ہیں، زمینیں ہیں بنک بیلنس ہیں۔ دنیا کے ساتھ تمہارے کاروبار ہیں۔

آسمان اور زمین کا باہمی ربط

پھر یہ آسمان بھی تمہارے لئے بنایا ہے۔ فرمایا ثم استوٰی الی السماء فسوّٰھن آسمان زمین سے بہت بڑا ہے۔ سورج جیسی چیز آسمان پر پیدا کی۔ کہتے ہیں کہ زمین کو اگر اکتیس بار ایک دوسرے کے اوپر رکھا جائے تو سُورج کے برابر ہو سکتی ہے۔ لیکن آسمان میں یہ سُورج روٹی کے برابر نظر آتا ہے۔ اس سے آسمان کی وسعت کا اندازہ کرلو۔ یہ آسمان اور اس کی وسعتیں اور اس کی برکات تمام کی تمام انسانوں کے لئے ہیں فرمایا ہم پانی کو زمین پر نازل کرتے ہیں، مردہ زمین میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے، روئیدگی اور سبزی نمودار ہو جاتی ہے۔ زمین اور آسمان میں را ما تمہاری خاطر پیدا کر رکھا ہے زمین آ ان کے تعلق کے بغیر مردہ ہے پس کیف ۔کف ون باللہ۔

. . . .

(باقی بر صفحہ 9 کالم ۔)

کعبۃ اللہ کی حفاظت میں قدرتِ الٰہی کا معجزانہ ظہور

کعبۃ اللہ کی چھاتیوں کا دُودھ کبھی خشک نہیں ہوا اور نہ کبھی ہو گا

خانہ کعبہ وہ مقام ہے جو قدیم زمانہ سے عبادت الٰہی کے لئے مخصوص چلا آتا ہے، اس کی قدامت کی تاریخ مقرر نہیں کی جا سکتی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے اِنّ اوّل بیتٍ وضع للنّاس للذی ببکۃ مبارکًا و ھدیً للعالمین (آل عمران) یعنے سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی بھلائی کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے وہ بابرکت ہے اور دنیا جہان کی ہدایت کی جگہ ہے۔

اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) سب سے پہلے جو گھر عبادتِ الٰہی کے لئے مقرر کیا گیا وہ خانہ کعبہ ہے۔

(۲) یہ نہایت مقدس اور بابرکت گھر ہے، جس سے دنیا کو ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔

یہی بات مشہور مخالف اسلام عیسائی مصنف سر ولیم میور نے لکھی ہے وہ لکھتا ہے:۔

"مکہ کے مذہب کی نمایاں خصوصیات کے لئے ایک نہایت ہی قدیم زمانہ تجویز کرنا پڑتا ہے، ڈائیڈ ولاک سکولس سنہ عیسوی سے نصف صدی پیشتر عرب کے ذکر میں لکھتا ہے کہ اس ملک میں ایک معبد ہے جس کی عرب لوگ بہت ہی عزت کرتے ہیں ان الفاظ میں یقیناً خانہ کعبہ کا جو مکہ میں ہے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اور کسی معبد کا عرب میں نام بھی نہیں جس کی عزت عرب میں عام طور پر ہوتی ہو، زبانی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ترین زمانہ سے خانہ کعبہ کا حج عرب کے ہر گوشہ کے لوگ کرتے رہے ہیں، یمن اور حضرموت سے، خلیج فارس کے کنارہ سے، شام کے بادیہ سے، حیرہ اور عراق عرب سے لوگ ہر سال مکہ میں جمع ہوتے ہوئے پائے جاتے ہیں، اس قدر عام طور پر سارے ملک میں اس عزت کا حاصل ہونا یقیناً ایک بہت قدیم زمانہ سے ہونا چاہیئے تو ... اور کوئی قدیم زمانہ تجویز نہیں ہو سکتا"

یہ ایک دشمن اسلام کی شہادت ہے، جس سے خانہ کعبہ کی قدامت اور تقدیس کا پتہ چلتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کا حج نہ صرف عرب بلکہ اس کے تمام اطراف کے لوگ ہمیشہ سے کرتے چلے آتے ہیں۔

اس تقدیس اور اطراف عرب کے لوگوں کا خانہ کعبہ کی طرف رجوع حضرت نبی کریم صلعم کی پیدائش کے قریب یمن کے ابرہہ نامی ایک عیسائی حاکم کو ایک آنکھ نہ بھایا اور اس نے صنعا میں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کیا تاکہ اہل عرب اور دوسرے ممالک کے لوگ خانہ کعبہ کے بجائے اس گرجا میں جمع ہوا کریں اور اس طرح خانہ کعبہ کی تقدیس کم ہو جائے اور آہستہ آہستہ تمام عرب کو عیسائی بنا لیا جائے۔ لیکن خدا کی شان اہل عرب نے اس گرجا کی کوئی پرواہ نہ کی اور خانہ کعبہ کی تقدیس اور اس کا حج بدستور قائم رہا۔ اس صورت حال کے پیش نظر ابرہہ کو سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ مکہ پر حملہ کر کے خانہ کعبہ کو گرا دیا جائے، چنانچہ وہ ہاتھیوں کا ایک لشکر لے کر مکہ پر چڑھ آیا ان ہاتھیوں میں ابرہہ کا ایک خاص ہاتھی بھی تھا جس کا نام محمود تھا۔

ابرہہ نے مکہ پہنچکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب ابرہہ کے پاس پہنچے، ابرہہ نے متعجب ہو کر ان سے کہا کہ میں تو خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے آیا ہوں اس کا تو تمہیں فکر نہیں۔ اپنے اونٹ لینے کے لئے تم آ گئے ہو۔ اس کے جواب میں عبد المطلب نے کہا کہ انی انا ربّ الابل و ان للبیت ربًا یمنعہ میں تو صرف اونٹوں کا مالک ہوں، اور خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے وہ اس کی خود حفاظت کرے گا، پھر انہوں نے خانہ کعبہ کی کنڈی کو پکڑ کر یہ دعا کی لاھم انّ المرءِ یمنع رحلہ فامنع رحالک۔ لایغلبنّ صلیبھم و محالھم ابدًا محالک۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ انسان اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے سو تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما ان کی صلیب اور ان کی طاقت تیری طاقت پر کبھی غالب نہیں آ سکتی، چنانچہ قبل اس کے کہ ابرہہ خانہ کعبہ تک پہنچ سکے، اس لشکر میں وبا پھیل گئی اور ابرہہ خود بھی بیمار ہو گیا اور سخت ناکامی کی حالت میں واپس یمن پہنچا جہاں جا کر وہ مر گیا۔

یہ تباہی کس طرح آئی، قرآن کریم نے سورۃ الفیل میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

الم تر کیف فعل ربّک باصحاب الفیل۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل وارسل علیھم طیرًا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجّیل فجعلھم کعصفٍ ماکول۔

یعنے کیا تم نے غور نہیں کیا کہ تیرے ربّ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا کیا ان کی تدبیر کو برباد نہیں کر دیا اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو انہیں سخت پتھروں پر پتھر مارتے تھے، سو انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا۔

ان آیات میں ارسل علیھم طیرًا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجّیل کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ پرندے اپنی چونچوں میں سنگریزے لے کر آتے اور وہ ابرہہ کے لشکر پر سنگریزے پھینکتے تھے اور جس پر سنگریزہ گرتا تھا وہ مر جاتا تھا۔ لیکن محقق مفسرین کا بیان ہے کہ ان سنگریزوں میں کوئی ایسا زہریلا مادہ تھا، جس کی وجہ سے اس لشکر میں چیچک کی وبا پھیل گئی، اور تمام لشکر معہ ابرہہ اس مرض میں مبتلا ہو گیا۔ کچھ بھی ہو اصل بات جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے یہ ہے کہ اہل عرب کی کمزوری اور ابرہہ کی طاقت اور لشکر کشی کے باوجود اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ کی حفاظت کا سامان پرندوں جیسے کمزور ترین جانوروں کے ذریعہ سے کر دیا جنہوں نے سنگریزوں سے تمام ہاتھیوں کو اور سارے لشکر کو تباہ کر دیا۔

یہ ہے خانہ کعبہ کے متعلق قدرتِ الٰہی کا ظہور۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقدس گھر اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس قدر عظمت رکھتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی دوسری عبادت گاہ خواہ وہ کتنی بڑی شان و شوکت رکھتی ہو، لوگوں کی کشش کا موجب نہیں ہو سکتی، اور کوئی بڑے سے بڑا لشکر بھی جو اس کی تباہی کے ارادے سے آئے گا خود تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

یہ پہلا واقعہ ہے جس میں خانہ کعبہ کی حفاظت کے لئے معجزانہ طور پر قدرتِ الٰہی کا ظہور ہوا اسی طرح ہمارے اس زمانہ میں امریکہ میں ڈوئی نامی ایک شخص پیدا ہوا، جس نے عیسائیت کی حمایت میں اسلام اور خانہ کعبہ کی تباہی کی پیشگوئی کی۔ یہ شخص اپنی دنیوی حیثیت کے لحاظ سے عظیم الشان نوابوں اور شہزادوں کی طرح مانا جاتا تھا اور تمام دنیا سے اوّل درجہ کا حامیٔ صلیب تھا۔ اس نے پیغمبر ہونے کا دعوےٰ کیا اور یہ بھی کہتا تھا کہ میری دُعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نیست و نابود ہو جائے گا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا۔ اس کے ان دعاوی کے جواب میں حضرت مرزا صاحبؒ نے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی کی، جو نہایت صفائی سے پوری ہوئی، اور وہ شخص جو تمام امریکہ میں نہایت باعظمت سمجھا جاتا تھا فالج جیسی خبیث مرض میں مبتلا ہو کر ذلت کی موت مر گیا جس کا اعتراف امریکہ کے اخبارات نے کھلے الفاظ میں کیا۔ یہ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے جس میں اسلام اور خانہ کعبہ کی حفاظت کے لئے قدرت کا معجزانہ اظہار پایا جاتا ہے۔

اس کے بعد ایک اور فرعون انگلستان میں لارڈ کچنر کے نام سے اُٹھا اور اس نے دوسری جنگ عظیم کے دوران یہ اعلان کیا کہ ہم خانہ کعبہ کو اصطبل بنا دیں گے، خدا کی شان وہ ایک نہایت مضبوط بحری جہاز میں روس کی طرف جا رہا تھا، کہ معہ جہاز بیچ سمندر کے غرق ہو گیا۔ اس واقعہ نے ہمارے ایمان کو تازہ کر دیا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مقدس گھر کی توہین کرنے والے فرعون مزاج کو غرق کر کے اپنی قدرت کا ایک اور نشان دکھا دیا۔

پھر ایک اور نشان ہماری آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہوا، حضرت مرزا صاحبؒ کے فرزند میاں محمود احمد صاحب نے خلافت کی گدی پر بیٹھ کر جہاں اور بہت سی لن ترانیاں کیں وہاں یہ بھی اعلان کیا کہ خانہ کعبہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے اس لئے وہاں پر جانا بے معنے ہو چکا ہے اس اعلان کا مقصد سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو خانہ کعبہ کی طرف سے برگشتہ کر کے اپنی طرف متوجہ کیا جائے۔ ابرہہ اور چرچل نے تو صرف کعبۃ اللہ کی عمارت کو گرانے کا ارادہ کیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اینٹ اور پتھر کی عمارت گر جائے تو پھر بھی بن سکتی ہے لیکن میاں محمود کے بیان کے مطابق اگر اس کا دُودھ خشک ہو جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے ویران ہو گیا اور یہ خیال ابرہہ اور چرچل وغیرہ کے ارادہ سے زیادہ خطرناک تھا۔ لیکن خدا نے اس خطرناک بیان دینے والے کو تہس نہس کر دیا۔ کعبۃ اللہ کی چھاتیوں کا دودھ تو بفضلہٖ تعالےٰ اسی طرح جاری ہے جیسے روزِ اوّل سے شروع ہوا تھا اور قیامت تک اقوامِ عالم اس سے سیراب ہوتی رہیں گی۔ لیکن وہ شخص جس نے اس دُودھ کے خشک ہونے کا اعلان کر کے کعبۃ اللہ کی ویرانی اور بربادی کا تہیہ کیا تھا چند ہی سال بعد ڈوئی کی طرح فالج کے مرض میں جس کو حضرت مرزا صاحبؒ نے خبیث امراض میں سے شمار کیا ہے مبتلا ہو کر نہایت دُکھ

(باقی ص ۱۱ کالم ۳)

مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایبٹ آباد

دُنیا میں ایک نذیر آیا

مکرم جناب خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ستارہ خدمت نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ۵۷ ویں سالانہ جلسہ ۱۹۷۰ء کے چوتھے اور آخری دن مندرجہ بالا موضوع پر ایک تقریر فرمائی جس کو ٹیپ ریکارڈ کر لیا گیا۔ اس تقریر کی اہمیت کے پیش نظر ہدیہ قارئین کرام ہے۔ (بشیر احمد سوز ایم۔اے)

ولقد ارسلنا الی امم من قبلک .... والحمد للہ رب العالمین۔
(الانعام - ۴۲ تا ۴۵)

آئے دن دنیا کے کسی نہ کسی حصہ سے آفاتِ سماوی اور ارضی کی خبریں ہم سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں، کہیں زلزلے آتے ہیں کہیں سیلاب اور طوفان اور طرح طرح کے حادثات جن میں ہزاروں جانوں کا اتلاف ہوتا رہتا ہے اور جنگیں تو اب زندگی کا ایک معمول بن چکی ہیں اور یہ جنگیں بھی زمانہ قدیم کی جنگوں کی طرح کوئی معمولی قسم کی لڑائیاں نہیں بلکہ ایسی ہلاکت آفرینیاں ہیں جن میں بے شمار جانوں اور بے بہا اموال کے نقصان کے علاوہ جو اذیت اور درد و الم کا پہلو شامل ہے ان کی تفصیلات سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ابھی ابھی ہمارے اپنے ملک پاکستان میں ایک قیامت خیز طوفان آیا جس کی لرزہ خیز تفصیلات ابھی ذہنوں میں تازہ ہیں اور جس کی مصائب مابعد سے ابھی تک لوگ بُری طرح سے دوچار ہیں۔

ان تمام خبروں کی تفصیلات کو ہم سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں اور ان کے ظاہری اور طبیعی اسباب پر گفتگو بھی سننے میں آتی ہے اور ان کے انسداد کی تدبیروں پر سوچنے کی کوششیں بھی ہوتی ہیں، اور کچھ تدابیر کی بھی جاتی ہیں لیکن نتیجہ یہی نظر آ رہا ہے کہ
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

لیکن اس بارہ میں کچھ بھی نہیں یا بہت ہی کم کوئی سوچ رہا ہے کہ یہ آفات جن کا سلسلہ غیر متناہی نظر آتا ہے اور جنکے روکنے میں انسانی تدبیر عاجز ہو چکا ہے ایک عذاب الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں اور کوئی غیبی اور بالاتر ہاتھ ہے جو کارفرما ہے اور جہاں مادی تدابیر ناکام ہو رہی ہیں وہاں اس ہاتھ کی تلاش اور جستجو کی جائے اور مادی اسباب سے علیحدہ کوئی تدابیر سوچی جائیں جن پر عمل پیرا ہو کر ان مصائب سے دنیا نجات حاصل کر سکتی ہو۔ درحقیقت ایسی تدابیر موجود ہیں۔ جہاں ہمارے مادی علوم و فنون اور ہماری ٹکنالوجی ہماری دستگیری کرنے سے قاصر ہو چکی ہے ہم اس تدبیر کو آزما کر دیکھیں جو تمام زمانوں اور تمام قوموں کے مصلحین کی بتائی ہوئی ہے اور ان سب کی آزمودہ تدبیر ہے تاکہ دنیا اور بنی نوع انسان کو نجات حاصل ہو سکے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا بالآخر اپنی کوششوں کے نتائج سے مایوس ہو کر اس راہ کی تلاش پر مجبور ہو جائے گی تو ہمارا ایمان ہے کہ ان مشکلات کا حل بھی نکل آئے گا۔

اللہ تعالےٰ کے مرسلوں کے ارشادات اور اس کے صحیفوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں بہت کچھ روشنی اس سلسلہ میں حاصل ہو سکتی ہے۔ اور ہمیں ایسے عذابوں کے اسباب، ان کی اقسام، ان کی غرض اور ان سے نجات حاصل کرنے کے بارہ میں ہدایت مل سکتی ہے۔
قرآن کریم میں جس کے متعلق فرمایا:-
فیہا کتب قیمۃ اور فیہا صحف مطہرۃ اور آنحضرت صلعم جن میں تمام انبیاءؑ کے کمالات کو جمع فرمایا ہے ان کی تعلیمات میں ہمیں اس سلسلہ میں سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے جس کی ضرورت ہے۔

خود ہمارے زمانہ میں ایک امام زمانؑ نائب رسولؐ خدا نے اسی غرض کے لئے مامور کر کے بھیجا کہ وہ زمانہ کی پیش آمدہ اور آئندہ آنے والی آفات کی طرف خصوصیت سے ہماری توجہ مبذول کرائے اور اس نے تعلیمات اسلام کو تازہ کر کے ہمارے سامنے رکھا۔ اوروں کے لئے کوئی عذر ہو تو ہو لیکن اس جماعت کے لئے کوئی عذر نہیں رہ سکتا کہ وہ ان امور کی حقیقت سے واقف نہ ہوں اور دوسروں کی طرح ہم بھی غفلت میں ہی بے حس و حرکت پڑے رہیں۔ اسی طرف توجہ تازہ کرنے کے لئے بطور تذکرہ اور یاد دہانی میں نے یہ مضمون بیان کرنے کے لئے انتخاب کیا ہے۔

قرآن کریم میں عذاب الٰہی کے اسباب اور غرض کے متعلق ہمیں ان مثالوں میں بہت کچھ ملتا ہے جو پہلی قوموں کی تباہی کے بارہ نازل ہوئی ہیں، قوم نوح، عاد۔ ثمود، آل لوط اور فرعون کا ذکر بار بار آتا ہے جس میں ان قوموں کے فساد اور ان کا انجام بیان فرما کر ہمیں اس بیان کی غرض کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے لنجعلہا لکم تذکرۃ وتعیہا اذن واعیۃ۔ یعنے غرض یہ ہے کہ اسے نصیحت بنائیں اور تاکہ محفوظ رکھنے والے کان اس نصیحت کو محفوظ کر لیں۔

عذابوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی قسم وہ عذاب ہیں جو کسی قوم پر تنبیہ کے طور پر آتے ہیں فرمایا:-
ولنذیقنہم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلہم یرجعون۔
ایک کو عذاب الادنٰی کہا ہے جو عذاب الاکبر سے پہلے چکھایا جاتا ہے تاکہ لوگ غلط راہوں سے واپس ہو جائیں اور امن و سلامتی کی راہوں پر گامزن ہو جائیں۔ جب لوگ اس تنبیہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو پھر وہ عذاب آتا ہے جو قوم کے استیصال کا موجب بن جاتا ہے۔
اس مضمون کو ان آیات میں کھول کر بیان کیا ہے جو میں نے ابتدا میں پڑھی تھیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ
"ہم نے پہلی قوموں میں بھی اپنے مرسل بھیجے اور ان قوموں کو مصائب اور دکھوں میں مبتلا کیا تاکہ ان کے دلوں میں عاجزی پیدا ہو جانی چاہیئے تو یہ تھا کہ جب اُن پر دکھ آئے تو ان کا دل نرم ہو جاتے اور وہ عاجزی اختیار کرتے۔ لیکن برعکس اُن کے اور سخت ہو گئے اور شیطانی تحریک سے انہیں اپنے اعمال ہی بھلے معلوم ہونے لگے۔ جب اس نصیحت اور پند کو سرے سے ہی بھول گئے تو ہم نے اُن پر ہر قسم کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ خوشی کے مارے اور بھی آپے سے باہر ہو گئے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا تو وہ مایوس ہوئے اور ہم نے ظالم قوم کی جڑھیں کاٹ کر رکھدیں۔
اور اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا الحمد للہ رب العالمین۔ یعنے ایسا عذاب الٰہی بتقاضائے اس کی ربوبیت ہوتا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے کہ وہ اپنی زمین کو ناپاک لوگوں کی نجاست سے پاک کر دیتا ہے جو مقام شکر ہے۔

عذاب محض عقائد کی غلطی پر نہیں آتے

پھر قرآن کریم ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ عذاب محض عقائد کی غلطی یا صرف مرسلین کے نہ ماننے پر نہیں آتے بلکہ مخالفین حق کی شرارت اور فساد پر آتے ہیں چنانچہ فرمایا:-
فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینہون عن الفساد فی الارض الا قلیلاً ممن انجینا منہم واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیہ وکانوا مجرمین۔
یعنی پھر کیوں تم سے پہلی نسلوں میں اچھے عملوں والے لوگ نہ ہوئے جو ملک میں فساد سے روکتے۔ ہاں تھوڑے ان میں تھے بھی جنہیں ہم نے بچا لیا۔ اور جو ظالم تھے وہ ان آسائشوں کے پیچھے ہی پڑے رہے جو انہیں میسر تھیں اور وہ مجرم بن گئے۔
ایک دوسرے مقام پر فرمایا:-
واذا اردنا ان نہلک قریۃ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول فدمرناہا تدمیرا۔
یعنی جب کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تو اس کے اسباب یوں بن جاتے ہیں کہ آسودہ حال طبقہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سزا کا مستوجب ہو جاتا ہے یعنے اس کی فاسقانہ زندگی کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو اسے ایسا ہلاک کرتا ہے جو ہلاک کرنے کا حق ہے۔ یہ ہلاکت موت کے ذریعہ بھی ہو سکتی ہے اور یا اس قوم کی قوت و سطوت کے ختم کر دینے سے بھی ہو جاتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ قوم میں بداعمالیوں کی کثرت عذاب الٰہی کو دعوت دینے کی موجب بن جاتی ہے۔ یہ علم اللہ ہی کے پاس ہے کہ کسی قوم کا حق علیہ القول کا وقت کونسا ہے جنہیں معرفت الٰہی حاصل ہو وہ ہمیشہ ایسے وقت کے متعلق ڈرتے ہی رہتے ہیں۔ جب آسمانوں پر گھٹائیں اور بادل آتے تھے تو لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا کہ ان بادلوں میں عذاب الٰہی نہ ہو۔ اور جو لوگ نڈر ہوتے تھے وہ عذاب کے طوفانوں کو بھی دور سے آتے دیکھ کر کہتے تھے ھذا عارض ممطرنا یہ ہے جو

برس کر ہماری کھیتیاں سیراب کر دے گا۔

عذاب الٰہی میں تاخیر کی وجوہات بھی ہو جاتی ہیں جیسا فرمایا :—

ما کان اللّٰہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللّٰہ معذبہم وہم یستغفرون۔

اللہ ایسا نہ تھا کہ انہیں عذاب دیتا حالانکہ آپ موجود تھے اور اللہ انہیں عذاب دینے والا تھا ایسی حالت میں کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔ یعنے مقربین الٰہی کی موجودگی میں یا قوم میں نرمی اور استغفار کی بدولت عذاب میں تاخیر رہتی ہے۔ لیکن اگر وہ شرارت بدستور قائم رہے تو عذاب بالآخر آ کر ہی رہتا ہے۔ اس موقعہ پر فرمایا :—

وما لہم الّا یعذبہم اللّٰہ وہم یصدون عن المسجد الحرام وما کانوا اولیاءہ

عذاب آنے سے کیسے ٹل سکتا ہے کہ وہ مسجد حرام سے روکتے حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں)

نوعیت

عذاب کی نوعیت کے بارہ میں قرآن کریم فرماتا ہے :—

ہو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض انظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون۔

(وہ اس پر قادر ہے کہ تمہارے اُوپر سے تم پر عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں کئی فرقے بنا کر ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے دیکھو ہم باتوں کو کس طرح بار بار بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ لیں)

ان الفاظ میں اُن عذابوں کی طرف اشارہ ہے جو آفاتِ سماوی قحط یا کثرت باد و باراں ہیں یا زمینی جیسے زلزلے طوفان، سیلاب وبائیں وغیرہ پھر اُوپر کے عذاب وہ بھی ہیں جو بد اعمال اور ظالم حاکم قوم پر مسلط ہو جاتے ہیں جس کے متعلق آنحضرت کی دعا ہے ربّ لا تسلّط علینا من لا یرحمنا اے ربّ ہم پر بے رحم لوگوں کو مسلط نہ فرما۔ اور کبھی پاؤں کے نیچے والی مخلوق قوم میں فساد اور بغاوت گری کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے جسے Mass Violence کہتے ہیں اور ہر ایک کے لئے دعا سکھائی اللّٰہم انی اعوذ بک من قہر الرجال۔ اکثر خونیں انقلابوں میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اور تیسری صورت یہ بیان فرمائی کہ خود قوم کے اندر پارٹیاں بن کر خانہ جنگی شروع کر دیتی ہیں اور ایک ہی قوم کے لوگ آپس میں کٹ مرتے ہیں اور املاک تباہ کی جاتی ہے اور یا ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کر دیتی ہے اور ملکوں کا امن اور چین برباد ہو جاتا ہے اور تباہی مچ جاتی ہے۔ آج اُن تمام اقسام کے عذابوں کا چاروں طرف اکنافِ عالم میں بازار گرم ہے۔

اس زندگی کے یہ عذاب ایک رنگ میں عذاب آخرت کے لئے بطور دلیل بھی ہیں قرآن کریم میں ایک باغ والوں کی مثال بیان فرمائی کہ جن کے تکبر کفرانِ نعمت اور بخل کی وجہ سے ایسے وقت میں وہ باغ راتوں رات ناگہانی آفت سے تباہ ہو گیا۔ جب باغ والے اگلی صبح اس کی پیداوار جمع کرنے کے لئے گئے تو اسے نابود پایا۔ یہاں اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :—

کذلک العذاب ولعذاب الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون

یعنے عذاب ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے، کاش کہ لوگ اس بات کو سمجھ سکتے۔

مجدّدین و مامورین

اللہ تعالیٰ کے صحیفوں میں یہ تعلیمات انسانوں کی راہنمائی کے لئے تو موجود ہیں لیکن اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ مزید توجہ دلانے کے لئے اور انتباہ کی غرض سے ہر زمانہ میں ایسے لوگ بھی مامور فرما کر بھیجتا ہے جو انذار کا حق ادا کرتے ہیں۔ تاکہ اتمام حجت ہو جیسا کہ فرمایا

ولو انّا اہلکنا ہم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیاتک من قبل ان نذل ونخزی

یعنے اگر ہم اس سے پہلے ہی عذاب کے ذریعہ انہیں ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے کہ ہمارے ربّ ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری باتوں کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و خوار ہوتے

قرآن کریم کی آیات سے میں نے عذاب کا مضمون پیش کیا ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری ہدایت نامہ ہے۔ اور اس کے ذریعہ چودہ صدیوں میں جہان پر اتمام حجت ہو چکی ہے۔ اس کی تعلیمات کو اُجاگر کرنے اور بھولی ہوئی باتوں کو یاد کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت میں مجدّدین کا سلسلہ قائم فرمایا جن کی بعثت اللہ تعالیٰ خود فرما کر اور ان تعلیمات کے متعلق اپنے الہام اور وحی کے ذریعہ انہیں بصیرت عطا کرتا ہے۔ اور امورِ غیبیہ ان پر کھولتا ہے تاکہ وہ دنیا کو خوابِ غفلت سے جگائیں۔ ان کی غلطیوں کی اصلاح کریں۔ اور ان کی بداعمالیوں کے نتائج کے بارہ میں جو درحقیقت مصائب اور شدائد کا پیش خیمہ ہوتی ہیں انذار کرے۔ ان مامورینِ الٰہی کی مخالفت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کے ساتھ سنت اللہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت کے نیچے ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کی نصرت فرماتا ہے کیونکہ وہ اسی کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے تسلّی پاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے کلمات انہیں الہام فرماتا رہتا ہے الیس اللّٰہ بکاف عبدہ جن کی بدولت کسی قسم کا خوف و حزن انہیں لاحق نہیں ہو سکتا۔ اپنے مخالفین میں سے بعض کا بد انجام وہ اپنے سامنے دیکھ لیتے ہیں۔ اور بعض کو اپنی ناکامی اور نامرادی کا مزا بعد میں چکھنا پڑتا ہے۔ اور من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ للحرب کا نظارہ دنیا دیکھ لیتی ہے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانشین ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی محبت اور کامل متابعت کی بدولت فنا فی الرسول کا مقام انہیں حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے روحانی فیوض کے وہ وارث ہوتے ہیں۔ اسی مبارک زمرۂ اولیاء کے ایک فرد اور ایک عظیم الشان مجدّد کے زمانہ کو ہم نے پایا ہے۔ یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس عظیم المرتبت انسان نے اس تاریکی کے دَور میں نورِ قرآن کی روشنی سے دنیا کو آشنا کرایا۔ ہماری بدقسمتی یہ ہوئی کہ دنیا کی اکثریت نے ان کی باتوں پر توجہ نہ دی اور اس پُرفتن دَور کے پیش آمدہ اور پیش آنے والے مصائب شدائد سے بروقت ڈرایا تھا۔ دنیا نے اس کی قدر نہ کی ورنہ شاید امن کی راہوں پر چل کر بچ ہی جاتی۔ ان عذابوں کے متعلق اس مامور نے کثرت سے اور بار بار ڈرایا اور بہت نصیحت کی لیکن بہت تھوڑے لوگوں نے توجہ دی۔

حقیقت میں اس زمانہ کے غیر معمولی آفات اور عذابوں کا پہلے صحیفوں میں بھی ذکر موجود تھا۔ جیسا کہ دانیال نبی نے بھی اس عظیم الشان مامور کے متعلق پیشین گوئی فرماتے ہوئے کہا تھا۔

"اس وقت ایسی تکلیف کا وقت ہوگا کہ اُمت کی ابتدا سے لے کر اس وقت تک کبھی نہ ہوا تھا"
(دانیال ۱۲/۱)

مایسا ہی حضرت مسیح ناصری نے اپنے مثیل کے آنے کی پیشگوئی فرماتے ہوئے کہا تھا کہ

"اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی بلکہ نہ کبھی ہوگی"
(متی ۲۴/۲۱)

حضرت نبی کریم صلعم نے آخری زمانہ کے فتنوں اور مصائب کا جس کثرت سے ذکر فرمایا تھا اور جس سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں کونسے ایسے اہل علم ہیں۔ جو نہیں جانتے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس مامور کے زمانہ سے ہی ایسی مصائب کا دَور شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ طاعون کی وبا اس ملک ہند و پاکستان میں پڑی جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ پھر کئی مقامات پر زلزلے آئے۔ آپ نے ۱۹۰۵ کے ایک الہام "موتا موتی لگ رہی ہے"۔ کا بڑے شد و مد سے اعلان کیا۔ اور دنیا کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ پھر اسی زمانہ سے جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ جیسا چین۔ طرابلس۔ بلقان۔ یونان وغیرہ کی مشہور جنگیں جن میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں۔ اسی زمانہ میں ہوئیں۔ پھر پہلی عالمی پانچ سالہ جنگ آپ کے وصال کے بعد چھٹے سال میں شروع ہوئی۔ جس کے متعلق واضح الفاظ میں پیشگوئی آپ کی ایک مشہور نظم میں ہم پڑھتے ہیں جس کے تین اشعار یہ ہیں :—

آسمان پر اک شور ہے کچھ نہیں تم کو خبر
دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار
اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر و مرغزار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

پھر یہ جنگوں کا سلسلہ ختم ہونا تھا نہ ختم ہوا۔ بیس سال بعد پہلی سے زیادہ خوفناک دوسری چھ سالہ عالمی جنگ پیش آئی۔ جس نے پہلی جنگ کو بے حقیقت کر کے رکھ دیا۔ جس میں تباہی اور ہلاکت کے نئے نئے ہتھیار استعمال ہوئے۔ اور کئی بستیاں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں ہیروشیما اور ناگاساکی کے نام کس نے نہیں سُنے۔ برطانیہ کے کئی شہروں پر آٹھ ماہ متواتر ہوائی جہازوں سے بمباری ہوتی رہی۔ اور بعد میں جرمنی کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا۔ ایٹم بم ایجاد ہوا اس کے علاوہ زہریلی گیسوں اور دیگر کیمیائی مہلک اشیاء اور وبائی امراض کے جراثیم کا بھی استعمال کیا گیا۔ اس درد و الم اور انسانی کرب اور پریشانی کا حال الفاظ میں کیسے بیان ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں مامور الٰہی کی پیشگوئی کے پر ہیبت

الفاظ پر ذرا غور فرمائیں کہ :-

" زمین پر اس قدر تباہی آئے گی اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی - اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ ان میں کبھی آبادی نہ تھی ....

وہ دن نزدیک ہے - بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں - کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی - اور نہ صرف زلزلے - بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی - اے یورپ تو امن میں نہیں - اور اے ایشیا - تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہ کرے گا - میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں - اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں - وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا - اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے مگر وہ چپ رہا - پر اب ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے - وہ دن دور نہیں - میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں - مگر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی آتی جاتی ہے - نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا - اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے - مگر خدا کا غضب دھیما ہے - توبہ کرو - تا تم پر رحم کیا جائے - جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے - نہ کہ آدمی - اور جو اس سے نہیں ڈرتا - وہ مردہ ہے - نہ کہ زندہ - "

بظاہر دنیا نے اب تک ان واقعات سے عبرت حاصل نہیں کی - اور غفلت میں کچھ فرق نہیں آیا - انسانوں کی اس ستم ظریفی کو دیکھیں کہ بڑے زوروں اور بڑی تیزی سے کئی نئی ہلاکت خیز ایجادات سے اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے ہی لئے قیامت لانے کا سامان تیار کر رہے ہیں اب کوئی ایسا وقفہ نہیں آتا کہ دنیا میں کہیں نہ کہیں جنگ کی آگ نہ بھڑک رہی ہو - اور دوسرے حادثات اور آفات سے وسیع پیمانے پر اموات واقع نہ ہوتی ہوں - اور ایک دن بھی ایسا نہیں گذرتا کہ دنیا کے کسی نہ کسی حصہ سے تباہی اور بربادی کی وحشتناک خبریں نہ آتی ہوں انواع و اقسام کے حادثات اور انسانوں کے خود آوردہ عذاب جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں ، بیک وقت انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں - اور اس آیت کریمہ کا نقشہ ہمارے سامنے ہے :-

وما نریھم من ایۃ الا ھی اکبر من اختھا واخذنٰھم بالعذاب لعلھم یرجعون -

ترجمہ : اور ہم انہیں کوئی نشان نہ دکھاتے تھے مگر اپنی نوع کے پہلے نشان سے بڑا ہوتا تھا - اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ رجوع کریں -

اس کے بعد جو ہونے والا ہے - اس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے اس سے بچنے کا نسخہ تو ہمیں قرآن کریم کے ان الفاظ ہی میں مل سکتا ہے :-

ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم -

ترجمہ : اگر تم شکر گذاری کرو اور ایمان لاؤ - تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا -

میں نے اپنے مضمون کے شروع میں کہا تھا - کہ دور حاضرہ کی مصائب اور مشکلات عذاب الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں - اور ان کا ذکر ہر طرف سے کثرت سے ہم سنتے اور پڑھتے ہیں - لیکن میری نظر سے یہ بات بہت ہی کم گزری کہ ان مصائب کے آسمانی اسباب اور روحانی علاج کے متعلق کچھ ذکر ہوتا ہو کیا ایسا سوچنا یا ذکر کرنا عہد حاضرہ کے فیشن کے خلاف ہے ؟ اور میں نے جو یہ انوکھی اور اندوہناک راگنی اس مجلس میں چھیڑی ہے - کیا یہ کوئی غلطی تو نہیں کی - حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں کثرت سے یہ باتیں ہماری نظر سے گزرتی ہیں - اس لئے میں نے محسوس کیا ہے کہ یہ چیز کم از کم ہماری جماعت کے لئے خاص توجہ اور گہری سوچ کا تقاضا کرتی ہے - یہ مضمون بیان کر کے اپنے اور سامعین کے لئے ایک لمحہ فکریہ پیش کیا ہے ہر شخص اپنے نفس کی حالت کو بہتر جانتا ہے اور اس کے احساسات اور مخفی خیالات اس کا ذاتی معاملہ ہے - اور اسی کے اور اس کے خدا کے درمیان ہے - اور جس کے لئے ہر شخص نے اسی کے سامنے جواب دینا ہے -

جہاں تک ظاہر کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں بھی تضرع کی وہ حالت پیدا نہیں ہوتی کہ لعلھم یتضرعون کا تقاضا کما حقہٗ پورا ہوتا ہو اور ہم اپنے اندر کوئی نمایاں تبدیلی ان حالات سے متاثر ہو کر پیدا نہیں کر سکے کہ لعلھم یرجعون کا ارشاد ربانی ہم پر صادق آتا ہو - کم از کم اپنی ذات کے متعلق میرا یہی خیال ہے - ہم میں سے ہر ایک کو اپنا دل ٹٹولنے کی ضرورت ہے - اور یہ ایک ٹسٹ ہے جس کے ذریعہ محاسبہ کر کے ہم اپنا اپنا امتحان لے سکتے ہیں - اگر واقعات عالم سے ہمارا دل حقیقی طور پر متاثر ہو جاتا ہے اور اس میں نرمی اور عاجزی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور ہمارے دل ڈر جاتے ہیں - جو ڈر ہمارے اندر کوئی پاک تبدیلی کرنے کا موجب ہو - تو پھر ہم اس گروہ میں شمار کئے جانے کی امید رکھ سکتے ہیں ، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے امن کا وعدہ فرمایا ہے اور جن حصن حصین کی سلامتی کی مامور الٰہی نے ہمیں بشارت دی ہے کیونکہ مامور جہاں نذیر ہوتا ہے وہاں بشیر بھی ہوتا ہے اگر ہماری حالت ایسی نہیں ہے تو پھر خوف کا مقام ہے - اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم فرمائے اور ہمیں اپنے خاص فضل سے اپنے عذابوں سے محفوظ رکھے - اللّٰھم انا نسئلک العفوۃ والعافیۃ فی الدنیا والاٰخرۃ -

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

ان احسانات کے ہوتے ہوئے خدا کا انکار کیسے ہو -

ان سب حالات کے باوجود تم اللہ تعالیٰ کا انکار کیسے کر سکتے ہو - تمہارے اوپر اس کے بے انتہا احسانات ہیں - تمہاری جبلت کے اندر یہ بات رکھ دی ہے کہ تم اپنے محسن و مربی کے سامنے گردن جھکا دیتے ہو حکومت کے افسر کے سامنے تمہارا سر جھک جاتا ہے یہ تمہاری فطرت میں ہے جبلت قلوب الی من احسن علیھا -

انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ احسان کرنے والے کے ساتھ محبت کرتا ہے تو تم عقل و فہم رکھتے ہوئے اس سب سے زیادہ احسان کرنے والے عظیم الشان بادشاہ کا انکار کیسے کر سکتے ہو وھو بکل شئی علیم - وہ قادر مطلق ہے جس کا علم وسیع ہے - اس کے احسانات کی انتہا نہیں - اس کے باوجود اس کے احکامات کو تم نہیں مانتے -

مسلمانوں کے لئے خصوصی اپیل

جہاں یہ وعظ تمام انسانیت کے لئے ہے وہاں یہ وعظ مسلمانوں کے لئے [illegible] ہے - اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان پیغمبر ان کی ہدایت کے لئے بھیجا - یہ اپیل جناب الٰہی کی طرف سے سب مسلمانوں کو ہے [illegible] کہ تمہاری فطرت کے خلاف ہے کہ تم [illegible] موجد و خالق کا انکار کرو جس کے احسانات کی کچھ انتہا نہیں - اللہ تعالیٰ نے [illegible] کو قوت ارادی دی ہے - اس کو [illegible] اس آزادی کو غلط طور پر استعمال نہ کرنا چاہئے کہ انسان اپنے خالق و مالک کا انکار کر دے اگر خدا کو مانتا ہے تو اس کے احکامات پر نہیں چلتا - امت محمدیہ میں ہو [illegible] لیکن محمد رسول اللہ صلعم کے احکامات پر نہیں چلتا خدا سے غافل ہے -

غفلت کو دور کرنے کے لئے سلسلہ مجددین

مجدد زمانؑ میں صفات نبویؐ کا عکس

اس غفلت کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجددین کا سلسلہ قائم کیا اس صدی میں بھی امت کی اصلاح کے لئے ایک عظیم الشان مجدد آیا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فدا کار اور غلام [illegible] اس کے اندر اس کے آقا کی صفات نظر آتی تھیں - جن لوگوں نے حضرت صحبت [illegible] اختیار کی ، وہ یقین کرتے ہیں کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا عکس نظر آتا ہے -

جماعت احمدیہ کی ذمہ داری

اس طرح ہماری جماعت [illegible] اور بھی ذمہ داری ہے - ہم میں سے [illegible] شخص غور کرے کہ ہم کس حد تک غفلت [illegible] کام لے رہے ہیں اور کس حد تک [illegible] کے احکام کی نافرمانی کرتے [illegible] ہمارے پاس ہے اسی کا دیا [illegible] جو کچھ روپیہ اور نقدی ہے وہ اسی کی [illegible] ہے - ہم کس قدر اس میں سے [illegible] کی راہ میں خرچ کرنے [illegible] ہیں یہ غور کرنے کا مقام ہے -

چندہ ماہوار

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا [illegible]
چندہ ماہوار میں باقاعدگی حضرت [illegible]
کا فرمان ہے -

الفاظ پر ذرا غور فرمائیں کہ :-

" زمین پر اس قدر تباہی آئے گی اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی - اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ ان میں کبھی آبادی نہ تھی ....

وہ دن نزدیک ہے - بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں - کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی - اور نہ صرف زلزلے - بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی - اے یورپ تو امن میں نہیں - اور اے ایشیا - تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہ کرے گا - میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں - اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں - وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا - اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے مگر وہ چپ رہا - پر اب ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے - وہ دن دور نہیں - میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں - مگر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی آتی جاتی ہے - نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا - اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے - مگر خدا کا غضب دھیما ہے - توبہ کرو - تا تم پر رحم کیا جائے - جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے - نہ کہ آدمی - اور جو اس سے نہیں ڈرتا - وہ مردہ ہے - نہ کہ زندہ - "

بظاہر دنیا نے اب تک ان واقعات سے عبرت حاصل نہیں کی - اور غفلت میں کچھ فرق نہیں آیا - انسانوں کی اس ستم ظریفی کو دیکھیں کہ بڑے زوروں اور بڑی تیزی سے کئی نئی ہلاکت خیز ایجادات سے اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے ہی لئے قیامت لانے کا سامان تیار کر رہے ہیں اب کوئی ایسا وقفہ نہیں آتا کہ دنیا میں کہیں نہ کہیں جنگ کی آگ بھڑک رہی ہو - اور دوسرے حادثات اور آفات سے وسیع پیمانے پر اموات واقع نہ ہوتی ہوں - اور ایک دن بھی ایسا نہیں گذرتا کہ دنیا کے کسی نہ کسی حصہ سے تباہی اور بربادی کی دہشتناک خبریں نہ آتی ہوں انواع و اقسام کے حادثات اور انسانوں کے خود آوردہ عذاب جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں ، یہ وقت انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں - اور اس آیت کریمہ کا نقشہ ہمارے سامنے ہے :-

وما نریهم من اٰیة الا هی اکبر من اختها واخذناهم بالعذاب لعلهم یرجعون -

ترجمہ : اور ہم انہیں کوئی نشان نہ دکھاتے تھے مگر اپنی نوع کے پہلے نشان سے بڑا ہوتا تھا - اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ رجوع کریں -

اس کے بعد جو ہونے والا ہے - اس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے اس سے بچنے کا نسخہ تو ہمیں قرآن کریم کے ان الفاظ ہی میں مل سکتا ہے :-

ما یفعل الله بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم -

ترجمہ : اگر تم شکر گذاری کرو اور ایمان لاؤ - تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا -

میں نے اپنے مضمون کے شروع میں کہا تھا کہ دور حاضرہ کی مصائب اور مشکلات عذاب الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں - اور ان کا ذکر ہر طرف سے کثرت سے ہم سنتے اور پڑھتے ہیں - لیکن میری نظر سے یہ بات بہت ہی کم گزری کہ ان مصائب کے آسمانی اسباب اور روحانی علاج کے متعلق کچھ ذکر ہوتا ہو - کیا ایسا سوچنا یا ذکر کرنا عہد حاضرہ کے فیشن کے خلاف ہے ؟ اور میں نے تو یہ انوکھی اور اندوہناک راگنی اس مجلس میں چھیڑی ہے - کیا یہ کوئی غلطی تو نہیں کی - حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں کثرت سے یہ باتیں ہماری نظر سے گزرتی ہیں - اس لئے میں نے محسوس کیا ہے کہ یہ چیز کم از کم ہماری جماعت کے لئے خاص توجہ اور گہری سوچ کا تقاضا کرتی ہے - یہ مضمون بیان کر کے اپنے اور سامعین کے لئے ایک لمحہ فکریہ پیش کیا ہے ہر شخص اپنے نفس کی حالت کو بہتر جانتا ہے اور اس کے احساسات اور مخفی خیالات اس کا ذاتی معاملہ ہے - اور اسی کے اور اس کے خدا کے درمیان ہے - اور جس کے لئے ہر شخص نے اسی کے سامنے جواب دینا ہے -

جہاں تک ظاہر کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں بھی تضرع کی وہ حالت پیدا نہیں ہوئی کہ لعلهم یتضرعون کا تقاضا کما حقہٗ پورا ہوتا ہو اور ہم اپنے اندر کوئی نمایاں تبدیلی ان حالات سے متاثر ہو کر پیدا نہیں کر سکے کہ لعلهم یرجعون کا ارشاد ربانی ہم پر صادق آتا ہو - کم از کم اپنی ذات کے متعلق میرا یہی خیال ہے - ہم میں سے ہر ایک کو اپنا دل ٹٹولنے کی ضرورت ہے - اور یہ ایک ٹسٹ ہے جس کے ذریعہ محاسبہ کر کے ہم اپنا اپنا امتحان لے سکتے ہیں - اگر واقعات عالم سے ہمارا دل حقیقی طور پر متاثر ہو جاتا ہے اور اس میں نرمی اور عاجزی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور ہمارے دل ڈر جاتے ہیں - جو ہمارے اندر کوئی پاک تبدیلی کرنے کا موجب ہو - تو پھر ہم اس گروہ میں شمار کئے جانے کی امید رکھ سکتے ہیں ، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے امن کا وعدہ فرمایا ہے اور جن کی سلامتی کی مامور الٰہی نے ہمیں بشارت دی ہے کیونکہ مامور جہاں نذیر ہوتا ہے وہاں بشیر بھی ہوتا ہے اگر ہماری حالت ایسی نہیں ہے تو پھر خوف کا مقام ہے - اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم فرمائے اور ہمیں اپنے خاص فضل سے اپنے عذابوں سے محفوظ رکھے - اللّٰهم انا نسئلك العفو والعافية فی الدنیا والاٰخرة -

---

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

ان احسانات کے ہوتے ہوئے خدا کا انکار کیسے ہو -

ان سب حالات کے باوجود تم اللہ تعالیٰ کا انکار کیسے کر سکتے ہو - تمہارے اوپر اس کے بے انتہا احسانات ہیں - تمہاری جبلت کے اندر یہ بات رکھ دی ہے کہ تم اپنے محسن و مربی کے سامنے گردن جھکا دیتے ہو حکومت کے افسر کے سامنے تمہارا سر جھک جاتا ہے یہ تمہاری فطرت میں ہے جبلت قلوب الی من احسن علیها - انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ احسان کرنے والے کے ساتھ محبت کرتا ہے تو تم عقل و فہم رکھتے ہوئے اس سب سے زیادہ احسان کرنے والے عظیم الشان بادشاہ کا انکار کیسے کر سکتے ہو وھو بکل شیٔ علیم وہ قادر مطلق ہے جس کا علم وسیع ہے - اس کے احسانات کی انتہا نہیں - اس کے باوجود اس کے احکامات کو تم نہیں مانتے -

مسلمانوں کے لئے خصوصی اپیل

جہاں یہ وعظ تمام انسانیت کے لئے ہے وہاں یہ وعظ مسلمانوں کے لئے بھی ہے - اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان پیغمبر ان کی رشد و ہدایت کے لئے بھیجا - یہ اپیل جناب الٰہی کی طرف سے سب مسلمانوں کو ہے - فرماتا ہے کہ تمہاری فطرت کے خلاف ہے کہ تم ایسے موجد و خالق کا انکار کرو جس کے احسانات کی کچھ انتہا نہیں - اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوت ارادی دی ہے - اس کو آزادی دی ہے اس آزادی کو غلط طور پر استعمال نہ کرنا چاہیئے کہ انسان اپنے خالق و مالک کا انکار کر دے اگر خدا کو مانتا ہے تو اس کے احکامات پر نہیں چلتا - امت محمدیہ میں داخل ہے لیکن محمد رسول اللہ صلعم کے احکامات پر نہیں چلتا خدا سے غافل ہے -

غفلت کو دور کرنے کے لئے سلسلہ مجددین - مجدد زمان میں صفات نبوی کا عکس

اس غفلت کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجددین کا سلسلہ قائم کیا ہے اس صدی میں بھی امت کی اصلاح کے لئے ایک عظیم الشان مجدد آیا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نوکر چاکر اور خادم ہے اس کے اندر اس کے آقا کی صفات نظر آتی تھیں - جن لوگوں نے حضرت صاحبؑ کی صحبت اختیار کی وہ یقین کرتے ہیں کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا عکس نظر آتا ہے -

جماعت احمدیہ کی ذمہ داری

اس طرح ہماری جماعت کے لئے اور بھی ذمہ داری ہے - ہم میں سے ایک ایک شخص غور کرے کہ ہم کس حد تک غفلت سے کام لے رہے ہیں اور کس حد تک اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں - جو کچھ ہمارے پاس ہے اسی کا دیا ہوا ہے ، اور یہ جو کچھ روپیہ اور نقدی ہے وہ اسی کی عطا کردہ ہے - ہم کس قدر اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں یہ غور کرنے کا مقام ہے ✽

چندہ ماہوار

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ملحوظ رکھیں چندہ ماہوار میں باقاعدگی حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان ہے -

بہنوں اور بچیوں کی خدمت میں

دردمندانہ اپیل

معزز خواتین! خدا کے فضل سے ہم مسلمان ہیں اور خدا کے حکموں پر چلنا ہمارا اولین فرض ہے یہ احکام وہدایت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ ہمیں پہنچائے ہیں۔

اگر ہم اس کے حکموں کے خلاف چلیں گے تو سزا کے مستحق ہوں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمیٰ۔

ترجمہ:- جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

انسان کہے گا:—

قال رب لم حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیرا ○

ترجمہ:- اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا۔ میں تو دیکھنے والا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:—

قال کذالک اتتک اٰیتنا فنسیتہا وکذالک الیوم تنسیٰ ○

ترجمہ:- کہا اس لئے کہ تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے پرواہ نہ کی۔ اسی طرح آج تیری بھی پرواہ نہ کی جائے گی۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں خدا کے حکموں اور رضا کو پیش نظر رکھنا چاہیئے

بہنو، بیٹیو! ہمیں چاہیئے کہ ان ہدایات پر جو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارے لئے نازل فرمائی ہیں، پورے طور پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اسے پس پشت نہ ڈال دیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اعلیٰ مقام ..... اور عزت کی جگہ پر کھڑا کرنا چاہتا ہے۔

..... ہمیں دوسروں کی تقلید میں پھیوڑپن اور ..... بے حیائی جو کہ ہمارے بعض لباس و فیشن میں داخل ہو رہی ہے اختیار نہیں کرنی چاہیئے ہم اپنی اسلامی روایات کو چھوڑ رہے ہیں۔ کیا اسی زمانے کے متعلق تو نہیں ہے جو کہ قرآن میں فرمایا ہے:—

وقال الرسول یارب ان قومی

اتخذوا ھذا القراٰن مھجورا

ترجمہ: رسولؐ نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز قرار دیا۔

آج ہماری قوم نے بہت سے اسلامی اصولوں اور قرآنی احکامات کو چھوڑ دیا ہے۔ سچ بولنا، قناعت کی زندگی بسر کرنا، رشوت سے بچنا۔ بدکرداریوں سے پرہیز قوم میں ناپید ہوتا نظر آتا ہے۔

عورتیں کیا چھوڑ رہی ہیں؟

آئیے اور غور کیجئے کہ عورتوں کے طور طریق میں کس قدر نقائص پیدا ہو رہے ہیں۔

سب سے نمایاں چیز حیا کی کمی نظر آ رہی ہے۔ ہم ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی حدود سے بڑھے جا رہے ہیں۔

اس امر کے متعلق خدا تعالیٰ کا حکم ہے:—

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ○

ترجمہ:- مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور زنا سے بچیں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو مجبوراً کھلا رہے۔

ولیضربن بخمرھن علٰی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن۔

ترجمہ: اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں (دوپٹہ) اپنے سینے پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں یا اپنے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے۔

اس کے بعد چند اور نزدیکی رشتہ داروں اور کم عمر کے بچوں کے ذکر کے بعد صاف حکم ہے کہ عورتوں کو سنگھار اور زیبائش کے ساتھ غیر مردوں میں نہیں نکلنا چاہیئے۔

اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت پردہ میں اندر بیٹھ جائے۔ ہرگز نہیں۔ عورتیں نبی کریم صلعم کے وقت میں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اور نماز باجماعت کے لئے مسجدوں میں آتی تھیں۔

مقصد یہ ظاہر ہے کہ چہرے اور بالوں میں خوبصورتی پیدا کر کے اور جسم پر ایسا لباس جس میں جسم کی بناوٹ وزینت نظر آئے اور سینے پر کپڑا ڈالے بغیر بر سر عام نکلنا خدا کے حکم کے خلاف ہے۔

اپنے بناؤ سنگھار اور پسندیدہ لباس اپنے گھروں اور زنانہ پارٹیوں تک محدود رکھیئے لیکن ایسا سنگھار اور لباس جن میں جسم کی بناوٹ کا اظہار ہو یا سینے و بازو پر کپڑا نہ ہو گھر سے باہر سڑکوں اور بازاروں میں جانے کے لئے باعث شرم ہونا چاہیئے۔

آپ کا وقار اور خدا کی فرمانبرداری اس میں ہے کہ غیر مردوں میں نکلیں تو پورا سادہ لباس ہو۔ اسی میں آپ کی شان و عزت ہے۔ ننگا سر و ننگا لباس شرفاء کے لئے باعث شرم و نفرت ہے اور خدا اور رسول کے لئے باعث ناراضگی ہے۔

پیاری بہنو و بچیو!

اسلام کے اصولوں کو اپنائیے اور غیر قوموں کی نقالی سے بچیئے۔

سوچئے اور غور کیجئے کہ ہمارے اعمال کسی سزا کا باعث نہ بن جائیں۔ ہماری ہر بات کی پرسش ہوگی۔ قرآن شریف میں ہے کہ انسان کہے گا:—

یٰویلتنا مال ھٰذا الکتٰب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصٰھا

ترجمہ:- اے افسوس اس کتاب میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی نہیں جو لکھی نہ گئی ہو۔

آج ہماری قوم ایک نازک دور سے گذر رہی ہے۔ جنگ و مشکلات کا طوفان سر پر ہے ہمیں ہر بات میں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور نیک عادات اختیار کرنی چاہئیں۔ تاکہ ہم اس کی رحمت و مدد کے امیدوار بن سکیں۔ خدارا سنجیدگی اختیار کیجئے۔

ہر ماں

کا فرض ہے کہ بچوں کو مذہبی تلقین کرے اور غور کرے کہ کہیں اس کی اولاد مغربی تہذیب کی رَو میں بہہ کر دنیا میں رسوائی تو اختیار نہیں کرے گی۔

اے اسلام کی بیٹیو!

اپنی قوم کی اصلاح کے لئے تیار ہو جاؤ اور ہر نیک تحریک میں مددگار ہو۔

از — انجمن اُمِّ نسوان (پاکستان)

اغراض ومقاصد انجمن اُمِّ نسوان

(۱) خواتین میں شعائر اسلامی کو قائم کرنا اور قرآن شریف کی تعلیم پر چلنے کی تلقین کرنا۔

(۲) بچوں اور عورتوں، بوڑھوں اور اپاہجوں کی مدد کرنا اور ان میں دوائیں تقسیم کرنا۔

(۳) ایسی مصیبت زدہ عورتوں کی جن کو خاوند کے ہاتھوں دکھ پہنچا ہو مدد کرنا۔

(۴) حقوقِ نسواں کی حفاظت کے لئے جدوجہد کرنا۔

(۵) تعلیم بالغاں کا انتظام اور خاندانی منصوبہ بندی کی طرف توجہ دینا۔

(۶) تمام پاکستان میں انجمن کی شاخیں قائم کرنا اور خواتین کو ممبر بنانا

التماس ہے کہ ہر پڑھی لکھی خاتون انجمن کی معاون بنیں اور ثواب حاصل کریں۔

سیکرٹری اُمِّ نسوان پاکستان

۴۵۔ احمد پارک۔ ڈاکخانہ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

فون نمبر:- ۸۰۰۸۷

براہینِ احمدیہ

ہر چہار حصص۔ آفسٹ ایڈیشن، عمدہ کتابت۔ دیدہ زیب جلد۔ قیمت ۰۰۔۵۰/ روپے

بانی تحریک احمدیت کی یہ شہرہ آفاق کتاب عیسائیت، یہودیت، دیوسماج اور ملحدوں کے نظریات کا قرآن مجید کی روشنی میں تقابلی مطالعہ، محمد صلعم کی صداقت اور ان کا پیدا کردہ روحانی انقلاب، وحی الٰہی کی حقیقت اور قرآن مجید کی فضیلت پر ایک علمی شاہکار ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی مشہور اہلِ حدیث عالم نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: "ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں ..... اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے"۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹-۱۷۰)

دارالکتب الاسلامیہ

(شیخ محمد طفیل صاحب۔ بسلسلہ صفحہ ۲)

اہمیت پر زور دیتے ہوئے فاضل مقرر نے کہا کہ ایسے ترقی یافتہ ملکوں میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لئے ایسے لٹریچر کی ضرورت ہے جو عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو اور ان کی روحانی تشنگی کو دُور کرسکتا ہو۔ اس سلسلے میں محترم منٹو صاحب نے ایک امریکی صحافی کا واقعہ سنایا جسے بار بار یہ آواز سنائی دیتی تھی کہ "جاؤ اور قرآن پڑھو" اس نے بہت سے انگریزی ترجمے خریدے اور ان کو پڑھا مگر وہ آواز بدستور آرہی تھی یہاں تک کہ اسے اپنے اخبار کے ذریعے ہمارے مسلم مشن کا علم ہوا۔ اور وہ ہمارے ہاں آیا۔ میں نے اسے حضرت مولنا محمد علی مرحوم کا انگریزی ترجمۃ القرآن دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ پھر مجھ سے ملنے کے لئے آیا اور کہا کہ جونہی اس نے حضرت مولنا رح کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا ہے۔ وہ آواز آنا بند ہوگئی ہے۔

محترم مقرر نے سامعین کو بتایا کہ یورپ اور امریکہ میں منظم طور پر تبلیغ اسلام جماعت احمدیہ ہی کررہی ہے۔ مگر اس کے مشن سے مراد ایک فرد واحد ہوتا ہے۔ حالانکہ عیسائی مشنوں میں دس دس آدمی کام کرتے ہیں۔ پھر اس جماعت کے وسائل محدود ہیں اور اس کے مقابل عیسائی مشنوں کے لئے حکومتیں اور بڑے بڑے تاجر سرمایہ مہیا کرتے ہیں۔ بلیجئم کے ایک بادشاہ نے اعلان کیا تھا کہ وہ چاہتا ہے کہ تمام افریقہ اس کی زندگی میں ہی عیسویت کی آغوش میں آجائے امریکہ کے ایک صنعت کار نے لاکھوں روپے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے دیئے اور اس فکر میں رہتا تھا کہ اپنی ساری صنعتکاری عیسائی مشن کے سپرد کردے تاکہ ان کو سرمایہ کی کمی نہ ہو۔ ایک نہیں بلکہ امریکہ کے بیسیوں صنعتکار عیسویت کے پھیلانے کے لئے کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نائجیریا جیسے مسلمان ملکوں میں بھی اسلامی حکومتیں عیسائی مشنریوں کو سکول کھولنے میں کافی رقوم دیتی ہیں اور یہ سکول ان کے تبلیغی اڈے ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں اسلام سے اور رسول عربی صلعم سے واقعی محبت ہے تو ہمیں بھی چاہیئے کہ اعلائے کلمۃ اللہ۔ تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے اپنے مال بے دریغ خرچ کریں۔

آخر میں آپ نے سامعین کا شکریہ ادا کیا اور یہ مجلس برخواست ہوگئی اور سامعین نے چائے نوش کی۔ اس جلسہ میں حاضری 200 (دو سو) کے قریب تھی۔ مقامی پریس کے نمائندے اور فوٹو گرافر بھی آئے ہوئے تھے۔ اور اگلے دن دو دو تین اخباروں نے اس جلسہ کی رپورٹ اور تصاویر چھاپیں۔ ان تقاریر کا سامعین پر بڑا* اچھا اثر پڑا۔ اور ایک معزز خاتون نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش ہمیں ایسی ایمان افروز تقریریں سننے کا پھر بھی موقعہ ملے۔

جلسہ سالانہ کے تاثرات

مورخہ یکم جنوری ۱۹۷۱ء کو (بروز جمعہ) سیکرٹری جماعت پشاور کی تجویز پر ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب منعقد ہوا۔

اس اجلاس میں مسٹر محمد الرحمٰن نے جلسہ سالانہ کے تاثرات بیان کئے۔ مقرر نے کہا کہ امسال جلسہ سالانہ کے اندر ملائک کا نزول محسوس کیا ہے۔ ہر مقرر کی تقریر علم و حکمت کے علاوہ روحانیت سے بریز ہوتی تھی۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ کا صبح کا درس خصوصی قدروں اور روحانیت کا منبع تھا اسی طرح جناب خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی امامت نماز اور قرأت اس قدر اپنے اندر سوز و گداز رکھتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قرآن کریم کا نزول ہورہا ہے۔

موصوف نے کہا کہ اس جلسہ کا انعقاد حضرت امام وقت مسیح موعود و مہدی معہود نے فرماکر تمام احباب کو ایک اخوت میں منسلک کر دیا ہے اس طرح تمام بھائیوں سے ملاقات کا سلسلہ مساوات اسلامی کا زندہ جاوید مظاہرہ ہے امیر و غریب سب ایک ہی جذبہ سے سرشار نظر آتے ہیں کہ دنیا میں قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو پیش کیا جائے ساتھ ہی آپ نے تجویز پیش کی کہ تربیتی اجلاس کا دوبارہ اجرا کرنا چاہتا ہوں۔ کہا کہ اس سلسلہ میں آپ میرے ساتھ تعاون کریں سب نے کہا "ضرور"۔ اس کے بعد مقرر نے نوجوانوں سے درخواست کی کہ کوئی نوجوان اپنے آپ کو میری امداد کے لئے پیش کرے جو ہر اتوار میرے ساتھ ہو کر جماعتوں کا دورہ کرے اور احباب سے انفرادی ملاقاتوں میں بھی میرے ساتھ ہو۔ جناب محمد ادریس صاحب کی تجویز پر جناب بشیر احمد صاحب خلف الرشید ماسٹر محمد ابراہیم صاحب نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ جماعتی استحکام کے سلسلے ہر قسم کا تعاون کریں گے۔

اس موقعہ پر مقرر موصوف نے جماعت کو ایک خوشخبری سنائی جو اس کو صوبیدار میجر عبدالحکیم خان صاحب نے بتائی تھی کہ ہمارے عزیز بھائی جناب عبدالباری خان صاحب ایڈووکیٹ کو خدا تعالےٰ نے بڑی مدت کے بعد فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اس موقعہ پر جناب صدر جلسہ اور دیگر احباب نے جناب عبدالباری صاحب کو مبارکباد پیش کی۔ اور جناب عبدالباری صاحب نے اس خوشی میں مبلغ -/۲۵ روپے برائے اشاعت اسلام دیئے اور آئندہ جمعہ پر احباب جماعت کو ایک عصرانہ دینے کا وعدہ بھی فرمایا۔ نومولود کے لئے سب نے مل کر دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو دین و دنیا میں ترقی عطا فرمائے اور والدین کی مسرت کا باعث ہو اور جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(محمد الرحمٰن پشاور)

کعبۃ اللہ کی حفاظت

(بسلسلہ صفحہ ۶)

اور تکلیف کے ساتھ فوت ہوگیا۔

یہ قدرت الٰہی کا ایک اور معجزانہ ظہور ہے جس سے خانہ کعبہ کی عظمت کی شہادت ملتی ہے۔ اور پتہ لگتا ہے کہ اس مقدس گھر کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور اس کی تقدیس ابد تک قائم رہے گی۔ ضرورت ہے کہ ان واقعات پر چشم بصیرت سے غور کیا جائے اور کعبۃ اللہ تعالےٰ کی غیرت کا مشاہدہ کرکے اپنے ایمانوں کو تازہ کیا جائے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بحر حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

جس سے معلوم ہوا کہ وہ دن بھی گویا عید میں ہی شامل ہیں اور منٰی کے ایام ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳- ذوالحجہ ہیں گویا خوشی کے موقعوں پر مل کر گانے سے خوشی حاصل کی جائے تو ہرج نہیں۔ اور م ۲ ۹۴ میں ہے کہ وہ دف بھی بجاتی تھیں، تلاففان وتضربان۔

حبشیوں کا کھیل حضرت عائشہ رض کو آپ نے دکھایا۔ آپ کا حضرت عائشہ رض کو اپنے پیچھے کھڑا کرکے دکھانا بتاتا ہے کہ پردہ کے احکام کے نزول کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔ پس عورتوں کا تفریح کے لئے بر عایت پردہ کسی کھیل کو دیکھنا ممنوع نہیں۔

(فضل الباری۔ کتاب العیدین)

حجۃ اللہ (عربی)

سائز ۲۶×۲۰ - صفحات ۱۰۸ - قیمت ۵۰ پیسے

قرآن مجید، رسول اکرمؐ اور اسلام کے محاسن فصیح و بلیغ عربی میں حقائق و معارف سے بیان کئے گئے ہیں۔

ملنے کا پتہ: دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷

مَلفُوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

اس کے بعد وہ اللہ تعالےٰ کی طرف اپنی حاجات لے جاتا ہے۔ اور اس کو اپنے مطالب عرض کرنے کا موقع ملتا ہے دُعا کرنے کے لئے فرصت ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ نمازیں ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ اگرچہ بعض نمازیں تو پندرہ منٹ سے بھی کم میں ادا ہوجاتی ہیں۔ پھر بڑی حیرانی کی بات یہ ہے کہ نماز کے وقت کو تضیع اوقات سمجھا جاتا ہے۔ جس میں اس قدر بھلائیاں اور فائدے ہیں۔ اور اگر سارا دن اور ساری رات لغو اور فضول باتوں یا کھیل اور تماشوں میں ضائع کر دیں تو اس کا نام مصروفیت رکھا جاتا ہے اگر قوی ایمان ہوتا تو یہ حالت کیوں ہوتی اور یہاں تک نوبت کیوں پہنچتی۔ باوجود اس کے کہ اس قدر ایمانی حالت گر گئی ہے۔ اس پر بھی اگر کوئی اس کمزوری کو محسوس کرکے اس کا علاج کرنا چاہے اور وہ راہ بتائے جس پر چل کر انسان خدا سے ایک قوت اور شجاعت پاتا ہے تو اس کو کافر اور دجال کہا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ ایمان کا ایک نتیجہ یقین نہیں کرسکتے تو کم از کم فرض ہی کرلیں۔ فرض پر بھی بڑے بڑے نتائج مترتب ہوجاتے ہیں۔ دیکھو اقلیدس کا سارا مدار فرض پر ہے۔ اس سے کس قدر فوائد پہنچتے ہیں۔ بڑے بڑے علوم کی بناء اوّلاً فرض پر ہی ہوتی ہے۔ پس اگر ایمان کو بھی فرض کرکے ہی اختیار کرلیتے تب بھی یقین ہے کہ خالی از نفع نہ رہتے۔ مگر یہاں تو اب یہ حال ہوگیا ہے کہ سرے ہی سے ایک بے معنی شئے سمجھتے ہیں۔

(تقاریر حضرت مسیح موعودؑ)

تریاق القلوب

سائز ۳۰×۲۰ - صفحات ۳۶۰ - قیمت رعایتی -/۲

اس کتاب کی ابتداء میں وہ مشہور فارسی قصیدہ ہے جس میں آپ نے کامل مومن کی علامات بیان فرمائی ہیں۔ آپ نے اپنے الہامات اور کشوف کو اس بات کے ثبوت میں پیش کیا کہ ہر ایک مذہب جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوکر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں۔ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسولؐ کے نائب ہوکر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہوا۔ اسلام میں سلسلہ مجددیت کی اصل غرض یہی ہے۔

ملنے کا پتہ: دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷

ضروری اعلان

بیرونی ممالک میں اقامت پذیر طلباء اور ملازمین کے پتے درکار ہیں

ہماری جماعت کے اکثر دوستوں کے لڑکے یا دوسرے اقربا و اعزہ تعلیم یا ملازمت کے سلسلہ میں بیرونی ممالک میں گئے ہوئے ہیں۔ مثلاً برطانیہ، امریکہ، جرمنی، آسٹریلیا وغیرہ۔ ان دوستوں سے التماس ہے کہ اپنے ان بیرونجات کے اقرباء وغیرہ کے نام اور پورے پتوں وغیرہ سے بمعہ فون نمبر کے اگر ہوں تو دفتر کو مطلع کیا جائے تاکہ ان سے رابطہ قائم کیا جا سکے۔

آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۳ فروری ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۵

الوگیا پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی کا دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور ۲ سے شائع کیا۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفراست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

غلہ منڈی میں لاکر بیچا جائے

عن ابن عمر انہم کانوا یشترون الطعام من الرکبان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیبعث علیہم من یمنعہم ان یبیعوہ حیث اشتروہ حتّٰی ینقلوہ حیث یباعُ الطعام قال وحدّثنا ابن عمرؓ قال نہی النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ان یباع الطعام اذا اشتراہ حتّٰی یستوفیہ۔

ترجمہ:—

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ لوگ نبی صلعم کے زمانہ میں اونٹوں والوں سے غلہ خریدتے تھے تو آنحضرتؐ کسی کو ان کے پاس بھیج دیتے کہ انہیں روک دے تاکہ وہاں پر غلہ فروخت نہ کریں جہاں اسے خریدا ہے یہاں تک کہ وہاں لے جائیں جہاں غلہ بکتا ہے نافعؓ نے کہا اور ہم سے ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی صلعم نے منع فرمایا ہے کہ اناج کو خرید کر اس کو بیچا جائے۔ یہاں تک کہ اس کو قبضہ میں لے آئے۔

نوٹ از حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ:—

غلہ منڈی میں لاکر فروخت کرنے کا حکم دیا تا ایسا نہ ہو کہ بڑے بڑے تاجر وہیں ایک دوسرے سے خرید کر اسے مہنگا کرتے چلے جائیں۔ قبضہ میں لاکر فروخت کرنے کی شرط اس لئے لگائی کہ سٹہ بازی شروع نہ ہو جائے۔

(فضل الباری)

صحابہؓ نے غیب الغیب خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا

اور دین کے لئے بے نظیر قربانیاں کر دکھائیں

حضرت مجددِ زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ارشاداتِ گرامی

میں پھر صحابہؓ کی حالت کو نظیر کے طور پر پیش کر کے کہتا ہوں۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اپنی عملی حالت میں دکھایا کہ وہ خدا جو غیب الغیب ہستی ہے۔ اور جو باطل پرست مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ اور نہاں ہے انہوں نے اپنی آنکھ سے ہاں آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ ورنہ بتاؤ تو سہی کہ وہ کیا بات تھی جس نے ان کو ذرا بھی پروا ہونے نہیں دی کہ قوم چھوڑی ملک چھوڑا جائدادیں چھوڑیں احباب رشتہ داروں سے قطع تعلق کیا وہ صرف خدا ہی پر بھروسہ تھا۔ اور ایک خدا پر بھروسہ کر کے انہوں نے وہ کر کے دکھایا کہ اگر تاریخ کی ورق گردانی کریں تو انسان حیرت اور تعجب سے بھر جاتا ہے ایمان تھا اور صرف ایمان تھا اور کچھ نہ تھا۔ ورنہ بالمقابل دنیا داروں کے منصوبے اور تدبیریں اور پوری کوششیں اور سرگرمیاں تھیں پر وہ کامیاب ہو سکے انکی تعداد جماعت دولت سب کچھ زیادہ تھا مگر ایمان نہ تھا۔ اور صرف ایمان کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے اور کامیابی کی صورت دیکھ سکے مگر صحابہؓ نے ایمانی قوت سے سب کو جیت لیا انہوں نے جب ایک شخص کی آواز سنی جسنے باوصفیکہ اُمّی ہونے کی حالت میں پرورش پائی تھی مگر اپنے صدق اور امانت اور راستبازی میں شہرت یافتہ تھا جب اُس نے کہا کہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی ساتھ ہو گئے اور پھر دیوانوں کی طرح اس کے پیچھے چلے میں پھر کہتا ہوں کہ وہ صرف ایک ہی بات تھی جس نے ان کی یہ حالت بنا دی۔ اور وہ ایمان تھا۔ یاد رکھو خدا پر ایمان بڑی چیز ہے۔ (ملفوظات احمدیہ)

تنویر احمد صاحب بی ایس سی

حضرت مسیح کو صلیب کس طرح دی گئی تھی

اسرائیل کے محکمہ آثار قدیمہ کے ماہر مسٹر ہاس (HAAS) کی نئی تحقیقات

امریکہ سے شائع ہونے والے ٹائم میگزین (۱۸ جنوری ۱۹۷۱ء) سے ترجمہ

یہ اس وقت کی بات ہے جب فلسطین کے جنوبی علاقہ یہودیہ میں رہنے والوں میں ایک اضطراب اور بے چینی کی لہر آئی ہوئی تھی۔ لامذہب رومی بادشاہوں کے تحت یہ سرکش یہودی کئی بار ہنگامو اور مخالفت سے اپنی ناراضگی کا اظہار کر چکے تھے۔ رومیوں کا ردِ عمل فوری اور ظالمانہ ہوتا تھا۔ غالباً ایسے ہی ہنگاموں میں شمولیت کی بنا پر یا کسی ایسی حرکت کی بناء پر جو کہ یروشلم کے حکمرانوں کی نگاہ میں نازیبا تھی ایک نوجوان یہودی کو سزائے موت دے دی گئی۔ اس یہودی کا نام یوحنا تھا اور اس نے بھی ان ہزاروں یہودیوں کی طرح جن میں مسیح ناصری بھی شامل تھے کراہتے ہوئے صلیب پر جان دے دی۔

جلد ہی یوحنا کی موت ایک آئی گئی بات ہو گئی۔ اس کا جرم کیا تھا اور اس نے صلیب پر کیسے جان دی تھی گردِ زمانہ میں سب کچھ دب کر رہ گیا۔

مگر آج قریباً 2000 سال گذرنے کے بعد بھی وہی یوحنا بڑے ڈرامائی انداز میں تاریخ کے صفحات پر ایک بار پھر نمودار ہوا ہے۔ پچھلے ہفتہ اسرائیل کے آثار قدیمہ کے ماہرین نے اعلان کیا کہ انہیں اس بد نصیب نوجوان کی بچی کھچی ہڈیاں دستیاب ہوئی ہیں اور ایسے شواہد ملے ہیں جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس کو کیسے صلیب دی گئی تھی۔ اسرائیل کے یہ ماہرین جنہوں نے اس دستیاب شدہ مواد کا قریباً ۲ سال تک مطالعہ کیا اپنے اس اعلان میں نہایت محتاط نظر آتے ہیں۔ ان کی یہ دریافت دنیا میں پہلا ٹھوس ثبوت ہے جو کھلے طور پر بتلاتا ہے کہ قدیم روم میں صلیب کس طرح دی جاتی تھی۔ اگرچہ سزائے موت کا یہ طریقہ صرف ۴ عیسوی صدی تک رہا اس کے بعد شہنشاہ کنسٹنٹائن اول نے ملک میں عیسائیت کو قانونی حیثیت دے کر اس طریقہ کو ختم کر دیا۔

اس سے قبل صلیب کے متعلق جو ٹھوس شہادت دستیاب ہوئی تھی وہ ایسی تھی کہ فرق کرنا مشکل تھا۔ وہ چند ہڈیاں تھیں جو اٹلی اور روانیہ میں دستیاب ہوئی تھیں۔ ہاتھوں اور پاؤں کی ایڑیوں میں سوراخ نظر آتے تھے جو غالباً مصلوب کو صلیب پر لٹکانے کے لئے کئے گئے تھے۔ مگر صلیب پر لٹکانے کے لئے جو کیلیں استعمال کی گئی تھیں ان کا کوئی بھی سراغ نہیں ملا تھا۔

یہ نئی دریافت اس وقت ہوئی جب چھ روزہ (عرب اسرائیل) جنگ کے دوران اس مفتوحہ علاقہ میں تعمیرات کی غرض سے مٹی کھودی جا رہی تھی۔ یروشلم پر قبضہ کرنے کے ٹھیک ایک سال بعد ۱۹۶۸ء میں قدیم دمشق شہر کے فصیلی دروازے سے قریباً ایک میل شمال کی جانب پتھریلی زمین کو ہموار کرنا شروع کیا تاکہ مکانات تعمیر کئے جائیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد انہیں قبر نما غاریں نظر آئیں جو ginat - ha-mivtar کے پورے علاقہ میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اسرائیل کے محکمہ آثار قدیمہ کو فوراً مطلع کیا گیا اور Vasilius Tzaferis نامی ایک ماہر فوراً جائے وقوعہ پر پہنچا۔ اس نے پندرہ ایسی غاروں سے پتھر ہٹائے۔ ان میں سے کل ۳۵ انسانی پنجر ملے جن میں گیارہ مرد بارہ عورتیں اور بارہ بچوں کے پنجروں کو شناخت کیا گیا۔ ان میں سے کم از کم پانچ ایسے یہودی تھے جو کسی ناگہانی موت کا شکار ہوئے تھے۔ مگر وسیلیئس اس غار میں زیادہ دلچسپی لے رہا تھا جس میں سے دو پنجر نکلے تھے، ایک تو دو یا تین سال کے بچہ کا تھا اور دوسرا ایک نوجوان مرد کا تھا جس کا نام — آرمینی زبان میں — یوحنا بڑی مشکل سے پڑھا گیا۔ اس کی پاؤں کی ایڑی کی ہڈیوں میں ایک سات انچ لمبا زنگ آلود کیل بھی موجود تھا۔

یروشلم کی یونیورسٹی میں ان خستہ ہڈیوں کے بغور مطالعہ کے بعد علم الانسان کے ایک ماہر نیکو ہاس (NICU HAAS) نے جو تفاصیل اکٹھی کی ہیں وہ اس طرح سے ہیں کہ موت کے وقت اس نوجوان کی عمر قریباً ۲۵ سال کی تھی اور اس کا قد پانچ فٹ پانچ انچ تھا۔ خدوخال نازک مگر دلربا تھے۔ غالباً اس کے داڑھی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر اس نے کوئی مشقت کا کام نہیں کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ شاید وہ اونچے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور سوائے ان زخموں کے جو اس کو صلیب کے دوران پیش آئے وہ اچھی صحت کا مالک تھا۔ مگر ایک تو اس کا اوپر کا تالو پھٹا ہوا تھا اور دوسرے اس کی کھوپڑی ایک طرف کو ذرا ہٹی ہوئی تھی جو شاید اس وجہ سے تھی کہ اس کی پیدائش سخت تکلیف سے ہوئی ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے اس کیل کو ایک خاص حکمت کے تحت اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا تھا۔ زیتون کی بنی ہوئی صلیب میں ایک سخت گرہ کی وجہ سے یہ کیل ٹھوکنے سے ایک طرف کو مڑ بھی گئی تھی — (صلیب پر لٹکانے کے بعد) وہاں کی رسم کے مطابق اس نوجوان کی پنڈلیاں توڑی گئیں اور جب صلیب سے اس کے جسم کو اتارنے لگے تو یہی کیل اس عمل میں مشکل کی باعث بن گئی۔ اس مشکل کو کیسے حل کیا گیا اس کے متعلق مسٹر ہاس لکھتا ہے کہ (صلیب پر ہی) اس کے پاؤں کاٹ دیئے گئے اور پھر کیل پاؤں اور اس لکڑی کو جو دونوں پاؤں اکٹھے رکھنے کے لئے استعمال ہوئی تھی — ان تینوں چیزوں کو اکٹھا اتار لیا گیا۔ پھر ان چیزوں کو اور باقی جسم کو موت کے بعد زیادہ دیر تک ننگا نہیں رکھا جاتا تھا۔ بالآخر یوحنا کے دوست اور رشتہ دار اس کی لاش کو شہر سے باہر لے گئے اور ایک مستقل جگہ پر دفن کر دیا گیا جہاں یہ لاشہ ۱۹۶۸ء تک تغیرات زمانہ سے بے نیاز پڑا رہا۔

صلیب دیئے جانے کی تاریخ کے بارے میں حتمی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ مٹی کے برتن اور آثار سے جو اس غار سے دریافت ہوئے ہیں پتہ چلتا ہے کہ یہ یا تو ۱ عیسوی صدی کا واقعہ ہے جب یہودی سرکاری مردم شماری کے خلاف رومیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور یا ۷۰ء عیسوی صدی میں جب ہیکل کی دوسری بار تباہی ہوئی اور یہودی تتر بتر ہو گئے۔ وقت اور جگہ کے لحاظ سے اس نوجوان کی موت خود مسیح کی صلیب پر موت سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ کیونکہ مسیح کو بھی ۱ عیسوی صدی میں صلیب دیا گیا تھا۔ اور اس وقت اس کی عمر ۳۰ - ۳۵ سال کی تھی۔* مگر اسرائیل کے آثار قدیمہ کے ڈاکٹر آورا ہم بیران (AVRURAM BIRAN) اور کئی دوسرے عیسائی علماء نے فوراً متنبہ کر دیا کہ دستیاب شدہ پنجر کو کسی طرح بھی مسیح کا پنجر بنانے کی کوشش نہ کریں جیسا کہ ڈاکٹر (پروس میٹزگر) نے کہا ہے کہ ہمیں مسیح کی جسمانی حالت کے متعلق کچھ بھی علم نہیں۔ اس کے علاوہ یہ نوجوان مسیح سے کم عمر تھا اور بائبل میں لکھا ہے کہ رومی سپاہیوں نے مسیح کی ٹانگیں صلیب پر نہیں توڑیں جیسا کہ دستور کے مطابق کیا جانا چاہئے تھا۔ بلکہ انہوں نے اس کی پسلیوں میں ایک برچھی ماری تھی۔

بایں ہمہ آثار قدیمہ کے ماہرین اور عیسائی علماء پریشان ضرور ہو گئے ہیں۔ اگر یہ ثابت ہو گیا کہ یہ ڈھانچہ حضرت مسیح کا تھا تو عیسائیت کے

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

* عیسیٰ مسیح کی تاریخ پیدائش نکالتے وقت چھٹی صدی کے راہب سے قریباً ۴ سال کی غلطی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے آج تک عیسائیوں کے کیلنڈر میں ۴ سال کا فرق ہے۔

ٹائم میگزین سے نقل کیا گیا

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۷۱ء

ہم اور ہمارے مخالفین

(۳)

عیسےٰ علیہ السلام کی توہین کا الزام

تیسری بات اشتہار مذکور میں یہ لکھی ہے :۔

" مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب کشتی نوح ص۶۵ پر لکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے "

انجام آتھم میں لکھا ہے کہ :۔

" عیسےٰ علیہ السلام کی تین نانیاں اور دادیاں زناکار کسبی عورتیں تھیں اور ان کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا " (معاذ اللہ)

اس اعتراض کا کئی مرتبہ جواب دیا جا چکا ہے اور حضرت مرزا صاحبؒ کی اپنی تحریرات سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس قسم کے الفاظ عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق انہوں نے عیسائیوں کے جواب میں انجیل کی بناء پر الزامی طور پر لکھے ہیں، چنانچہ انہوں نے خود لکھا ہے کہ :۔

" ہم ناظرین پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسےٰ کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعوےٰ کرتا تھا، اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنے ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بے ادب یسوع کی خبر نہیں دی، اس شخص کے چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعوےٰ کیا اور ایسے پاکوں کو جو ہزار درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں سو ہم نے ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالےٰ کا ایک عاجز بندہ عیسےٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں "۔ (نور القرآن سرورق ص۲)

کیا اس عبارت کو پڑھنے کے بعد کوئی انصاف پسند یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین کی ہے اور ان کی دادیوں اور نانیوں کو نعوذ باللہ کسبی عورتیں ٹھہرایا ہے؟ ایک ہی جگہ نہیں انہوں نے مختلف کتب میں بار بار اسی عقیدہ کو دوہرایا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے خدا کے بزرگ نبی تھے اور وہ درشت کلمات جو عیسائیوں کے جواب میں انجیلی مسیح کے متعلق لکھے ہیں، ان پر ہرگز عائد نہیں ہوتے، ملاحظہ ہو آریہ دھرم سرورق آخری صفحہ، ضمیمہ انجام آتھم ص۸ و ۹ حاشیہ انجام آتھم ص۱۳، ایام الصلح سرورق ص۲، جنگ مقدس ص۵ کتاب البریہ ص۳ اور دیگر تقاریر اور مکتوبات وغیرہ اس قدر تحریرات اور واضح بیانات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے عیسےٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے کس قدر غلط بیانی اور حق ناشناسی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مرزا صاحبؒ اس طرز مناظرہ کے اختیار کرنے میں اکیلے نہیں، ان سے پہلے عارف باللہ مولانا محمد رحمۃ اللہ علیہ مرحوم نے بھی عیسائیوں کے اعتراضات کا جو وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے تھے جواب دیتے ہوئے یہی طریق اختیار کیا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں: ترجمہ فارسی :

چونکہ پادری صاحبان جناب خیر البشر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف اور حدیث نبویؐ کے متعلق بے ادبی کے کلمات زبان پر لاتے اور تحریر کرتے ہیں اور اپنی عاقبت سے نہیں ڈرتے اور دھوکا دینے والے دلائل لکھتے ہیں پس ناچار ہم نے ان کے جواب میں الزامی جواب نقل کئے ہیں اور ان کی کتب مقدسہ کی روایات کو بطور مشتے از خروارے علیحدہ لکھ دیا ہے اور ہرگز و کلا کسی نبی کی ہجو اور مذمت کرنا میرے اعتقاد میں داخل نہیں ہے نہ ہی ان کی مقرر کردہ شرائع کی اہانت مدنظر ہے بلکہ ہزار بار میں اس قسم کے خیالات سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں اور خدا تعالےٰ کے سچے رسولوں کی رسالت پر اعتقاد رکھنا ہمارے عقائد میں سے ہے۔

(ازالہ اوہام مصنفہ مولانا رحمۃ اللہ مرحوم ص۵)

پھر اسی کتاب کے ص۳۳ پر لکھا ہے :۔

" ان آیات (انجیل) سے ظاہر ہے کہ جناب یسوع کے منکر انہیں کھاؤ اور بادہ پرست سمجھتے تھے اور وہ عورت ان کے پاؤں کو چومتی تھی اور عطر ملتی تھی اور جس وقت آپ تشریف لائے وہ عورت آپ کے پاؤں کو چومتی رہی اور وہاں سے نہ اٹھی اور اسی حال کو دیکھ کر فریسی اور دوسرے لوگ بے اعتقاد ہو گئے اور آپ نے انہی افعال کی بناء پر اس فاحشہ عورت کے گناہوں کو بخش دیا اور بہت سی عورتیں آپ کے ساتھ رہتی تھیں پس منکر کہے گا کہ چونکہ آپ خوبصورت جوان تھے اس لئے عورتیں آپ پر عاشق ہو کر ساتھ ہو جاتیں اور اپنے مال سے خدمت کرتی تھیں اور بعض کے متعلق تو آپ کا عشق و محبت متحقق تھا اور شراب نوشی کی وجہ سے ان عورتوں کی حاجت روائی فرماتے تھے اور نکاح کی حاجت نہ رکھتے تھے جیسا کہ دریائے گنگا و جمنا کے کنارے پر ہزار ہا فقیر بیٹھے ہیں اور اس طریق کو اختیار کر کے نکاح سے فارغ ہیں "۔

ایسا ہی ایک اور مناظر اسلام مولانا سید آل حسن نے " استفسار " کے نام سے ایک کتاب عیسائیوں کے جواب میں اردو زبان میں لکھی ہے جو ازالۃ الاوہام کے حاشیہ پر مندرج ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں :۔

" تیسری انجیل کے آٹھویں باب کی دوسری اور تیسری ورس میں ہے کہ بہتیری رنڈیاں اپنے مال سے حضرت عیسےٰ کی خدمت کرتی تھیں اور ساتھ ساتھ پھرا کرتی تھیں پس اگر کوئی یہودی از راہ خباثت اور بدباطنی کے کہے کہ حضرت عیسےٰ خوش رو جوان تھے رنڈیاں ان کے ساتھ صرف حرامکاری کے لئے رہتی تھیں، اس واسطے حضرت عیسےٰ نے بیاہ نہ کیا اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں تو کیا جواب ہوگا "۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے جو کچھ لکھا وہ کوئی اجنبا بات نہ تھی، عیسائیوں کے مقابلہ میں جو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر طرح طرح کے ناپاک الزامات لگانے کے عادی ہیں۔ مسلمان مناظرین جہاں حضورؐ کی پاک اور مطہر زندگی کے حالات پیش کرتے رہے ہیں وہاں اس فرضی مسیح کے جس کو عیسائی اپنا خدا مانتے ہیں ناپاک حالات کو اناجیل کی بناء پر بطور الزامی جواب پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ یہی طریق حضرت مرزا صاحب نے بھی اختیار کیا، اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے نہایت اعلےٰ خیالات کا اظہار کرتے رہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارات سے ظاہر ہے، تعجب ہے کہ ہمارے مخالفین ان عبارات کو تو پڑھتے نہیں اور الزامی جواب کا ایک آدھ فقرہ لے کر توہین کا شور مچانے لگ جاتے ہیں، یہی حال زیر تبصرہ اشتہار میں اختیار کیا گیا ہے جو کسی طرح جائز نہیں، معترضین کو چاہیئے کہ حق و انصاف کو مدنظر رکھ کر مندعویہ الزام کے مالہٗ و ما علیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اصل عبارات کو دیکھ کر اپنے خیالات کا اظہار کریں کہ دیانت و امانت اسی بات کی متقاضی ہے۔

کب ہوگا؟

ابو ارشد

اسلام کے دن کب چمکیں گے، قرآن کا چرچا کب ہوگا؟
اے پاک زمیں ہر فرد بشر اخلاق کا پتلا کب ہوگا؟
کیا خوب زباں کا جھگڑا ہے، ہر تال کہیں گھیراؤ کہیں!!
یہ سرخ سویرے کب تک ہیں، وہ نور کا تڑکا کب ہوگا؟

حضرت امیر قوم الحاج مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کی یورپ اور جنوبی امریکہ کے عظیم الشان تاریخی و تبلیغی دورہ سے بامراد مراجعت پر

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا شاندار نذرانۂ عقیدت

جماعتہائے احمدیہ پاکستان کی خواتین و احباب کی استقبالیہ تقریب میں بھاری تعداد میں شمولیت

رپورٹ ——— از : بشیر احمد سو ایم اے

لاہور - ۲ر فروری ۱۹۷۱ء - بروز منگل ۲½ بجے دوپہر احمدیہ ہال، احمدیہ بلڈنگس میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ایک پُر وقار و پُر مسرت دعوت استقبالیہ میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور آپ کے رفقاء ——— محترم الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان و جزائر غرب الہند اور جناب الحاج شیخ میاں فاروق احمد صاحب چیئرمین آسٹریلیشیا بنک کے یورپ و جنوبی امریکہ اور ٹرینیڈاڈ کے حالیہ دورہ تبلیغ اسلام سے بامراد مراجعت وطن پر ان کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا۔ اس پُر مسرت تقریب میں بزرگانِ سلسلہ مرکزی انجمن کے شعبوں اور ذیلی اداروں کے نمائندگان تعلیمی و تبلیغی اداروں کے اساتذہ کرام اور طلباء تنظیم خواتین احمدیہ، ممبران ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن، مقامی جماعت احمدیہ کے اراکین کے علاوہ گوجرانوالہ، وزیرآباد، سیالکوٹ، جہلم، گجرات راولپنڈی، ایبٹ آباد، پشاور، بدوملہی، قصور اوکاڑہ اور ملتان وغیرہ کی جماعتہائے احمدیہ کے مندوبین نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ تمام ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اکثر سامعین کو کھڑے رہنا پڑا۔

پروگرام کے مطابق ٹھیک ۲½ بجے بعد دوپہر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے صدر محترم میاں فضل احمد صاحب ستارہ خدمت ملزاوتر نے اپنے رفقائے کار کی معیت میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور آپ کے رفقائے سفر کو خوش آمدید کہا اور اسٹیج تک پیشوائی کی۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے آنریری جنرل سیکرٹری محترم ڈاکٹر مبارک احمد شیخ صاحب نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کئے۔

سب سے پہلے محترم حافظ قاری محمد بوستان صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ بعد ازاں محترم مرزا محمد سلیم صاحب مولوی فاضل سابق شاہد و مربی ربوہ نے بعنوان "ہمارے عزائم" ترنم سے ایک نظم پڑھی مسلم ہائی سکول ۱ لاہور کے طالب علم محمد طارق نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام ——— نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا ——— خوش الحانی سے پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

ازاں بعد جناب محمد اعظم علوی نے حضرت امیر ایدہ اللہ اور آپ کے رفقاء سفر کی خدمت میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ صدر صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی افتتاحیہ تقریر میں سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمات کو سراہا اور جناب الحاج میاں فاروق احمد شیخ اور الحاج شیخ محمد طفیل صاحب نے اس دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے جنوبی امریکہ کی احمدیہ جماعتوں کے ایمان افروز حالات سے حاضرین کو محظوظ کیا۔

پھر حضرت امیر ایدہ اللہ نے سامعین کرام کو اپنے ارشاداتِ گرامی سے نوازا اور آخر میں محترم مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے کی اختتامی تقریر اور دعا کے بعد مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے خواتین و احباب کی تواضع پُر تکلف چائے سے کی گئی۔ یہ خوشکن اجتماع قریباً ساڑھے تین گھنٹے تک جاری رہا۔

یہ تقریب جس کامیابی کے ساتھ انجام پائی اس سے متاثر ہو کر اکثر احباب نے دلی مسرت کا اظہار کیا اور کارپردازانِ تقریب کو بار بار مبارکباد پیش کی اور اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور میں زندگی کی حرکت اور اس کی گرمجوشی نہ صرف اس کے اپنے لئے ضروری ہے بلکہ بیرونجات کی جماعتوں کے لئے بھی موجب تحریک و ترغیب ہے۔

> خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
> (مینیجر)

مغرب سے آفتابِ اسلام کا طلوع

حضرت امیر ایدہ اللہ کی بے مثال اور بلند پایہ خدمات پر اظہارِ تشکر

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے استقبالیہ جلسہ منعقدہ ۲ر فروری ۱۹۷۱ء میں محترم میاں فضل احمد صاحب صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی افتتاحیہ تقریر میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے رفقاء کے حالیہ تبلیغی دورہ بلاد غیر سے واپسی پر سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے اس دورہ میں جو شاندار خدمات انجام دی ہیں میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے نہایت احترام کے ساتھ ان کا اعتراف کرتے ہوئے تشکر و امتنان کا اظہار کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا اس پیرانہ سالی میں دور دراز کا یہ سفر اختیار کرنا اور تقریباً تین ماہ ان ممالک کے مختلف علاقوں میں روزانہ لیکچروں کے ذریعہ اسلام و سلسلہ کی دعوت و تبلیغ کرنا اس دلی جذبہ کا شاہد ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے فیض روحانی نے آپ کے دل میں پیدا کر رکھا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ جس جذبہ سے حضرت ممدوح نے جوانی کی عمر میں مغربی ممالک میں شاندار تبلیغی خدمات انجام دی ہیں، بڑھاپے میں بھی وہی جذبہ اسی طرح آپ کے قلب میں فروزاں ہے۔ میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے محترم شیخ محمد طفیل صاحب کی خدمت میں بھی ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ ان کی مؤثر و محرک تبلیغی مساعی سے مغربی ممالک میں انجمن کے اغراض و مقاصد کی تکمیل ہو رہی ہے۔ اور محترم بھائی میاں فاروق احمد صاحب کے بھی ہم شکرگذار و ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات اور گوناگون کاروباری مصروفیتوں کو چھوڑ کر محض للہ اپنے نفس اور مال کے ایثار سے اس دورہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی رفاقت کی اور حقِ تبلیغ ادا کیا۔ میاں صاحب ممدوح کی یہ قربانی اور یہ جذبہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

محترم صدر صاحب موصوف نے کہا کہ یہ دورہ نتائج کے اعتبار سے نہ صرف کامیاب ہی رہا بلکہ یہ ہمارے لئے عظیم الشان اور روشن مستقبل کی نشاندہی کرتا ہے۔ انگلستان اور یورپ کے ممالک میں ہماری انجمن ایک عرصہ سے تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کے ربانی مشن کی بجا آوری میں اپنے تمام تر استعداد و وسائل کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ اور ہم ایک مدت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی طلوع الشمس من مغربہا (مغرب سے آفتاب اسلام کے طلوع) کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے مشتاق تھے۔ الحمد للہ وہ وقت اب آن پہنچا ہے اور اس پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر خوشی و مسرت کی یہ بات ہے کہ یہ پیشگوئی آپ کی جماعت کے ہاتھوں پوری ہو رہی ہے۔ اور یہ توفیق اور تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری جماعت پر ایک خاص فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ اس کے لئے جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سجداتِ شکر بجا لائیں کم ہیں۔

صدر صاحب موصوف نے انجمن کی گذشتہ تبلیغی خدمات کا اجمالی رنگ میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بلادِ غیر میں ہماری پچاس ساٹھ سالہ پیہم مساعی اور ان کے نتائج نے ہمارے محتاط غور و فکر کے لئے بہت سے دروازے کھول دیئے ہیں اور ہمارے لئے یہ مواقع فراہم کر دیئے ہیں کہ ہم اپنے پروگرام پر نظر ڈال کر تقاضاء کے حالات کے مطابق اپنے تبلیغی و تنظیمی مقاصد کی تکمیل کے لئے نئے نئے ذرائع و وسائل اختیار کریں۔

آپ نے توقع ظاہر کی کہ آج کی مجلس میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور ان کے معزز رفقاء جہاں اپنے حالیہ دورہ کے حالات و تاثرات پر روشنی ڈالیں گے وہاں وہ اپنے تجربہ و مشاہدہ کے پیش نظر ہماری رہنمائی فرمائیں گے کہ اب ہمیں اپنے میدانِ عمل میں کس قوت، جوش اور مستعدی کے ساتھ کس قسم کے آلات و اسلحہ سے مسلح ہو کر نکلنے کی ضرورت ہے۔ اپنے افتتاحیہ کے آخر میں صاحب صدر نے خواتین و حضرات کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس تقریب میں شمولیت فرما کر اس مجلس کو رونق بخشی اور منتظمین تقریب کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ (باقی ——— باقی)

درخواست دُعا

——— میرے تایا زاد بھائی چوہدری محمد ذکی ملھی صاحب ولد چوہدری سید احمد صاحب ملھی کافی دنوں سے بیمار ہیں، احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

——— جو احباب اور خواتین بیمار ہیں یا مصائب میں مبتلا ہیں ان کی رستگاری اور شفایابی کے لئے دُعا فرمائی جائے۔

چوہدری غفور احمد۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

جن کی تعلیمات دنیا کی تربیت و رہنمائی اور اتحاد پیدا کرنے کی موجب ہو سکتی ہے

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۵ فروری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ - وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (آل عمران - ۱۶۴)

نہایت اہم معجزہ

اس آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بیان کیا گیا ہے۔ یوں تو کئی معجزات عجوبہ ہوتے ہیں لیکن جو عظیم الشان معجزہ اس آیت میں بیان ہوا ہے - وہ نہایت اہم ہے - وہ محدود وقت کا معجزہ نہیں ہے بلکہ اس کا فائدہ قیامت تک ممتد ہے

عظیم الشان رسول کی بعثت

فرمایا لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً یقیناً اللہ تعالے نے مؤمنوں پر بڑا فضل کیا ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ ان میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ رسولاً پر تنوین ہے اس سے رسول کریم صلعم کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ وہ عظیم الشان ہونے میں معروف مشہور ہے۔

رسول کریم صلعم کے ذاتی حالات اور قوم کا آپ کے الامین ہونے کا اعتراف

من انفسھم - آپ کی پیدائش سے لے کر دعوئے رسالت تک تمام عزیز رشتہ دار مکہ اور گرد و نواح کے تمام لوگ آپ کے حالات سے واقف ہیں اور اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ آپ کو جھوٹ سے نفرت ہے اور صدق کے ساتھ تعلق ہے۔ اسی وجہ سے قوم آپ کو صادق اور الامین یقین کرتی ہے - یہ قوم کا چالیس سالہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ دیانت و امانت کے مالک ہیں۔ علاوہ ازیں حضورؐ قوم کے غمخوار ہیں اور وہ امور جو قوم کے لئے تکلیف کا موجب ہیں وہ حضور صلعم پر گراں گذرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالے ان کے بارہ میں فرماتا ہے عزیز علیہ ما عنتم - قوم کی تکالیف آپؐ کے لئے دکھ کا موجب ہیں۔ حریص علیکم - اور آپؐ قوم کے خیر خواہ ہیں - غریبوں کے والی اور یتیموں کے پالنے والے ہیں، غرض قوم پوری طرح آپؐ کے حالات سے واقف ہے - اور آپؐ کے خیالات کو بھی جانتی ہے - کیا جس شخص کی زندگی ایسی رہی ہو وہ چالیس سال کے بعد جھوٹ بول سکتا ہے؟ اور جھوٹ بھی وہ جو خدا تعالے کے بارے میں ہو۔

حضور صلعم کے بارے میں لوگوں کو یقین تام تھا کہ ان کو دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے - بعض لوگوں نے آپؐ کو اپنے دعوے سے باز رکھنے کے لئے کہا کہ آپؐ جس قدر مال دولت چاہتے ہیں ہم آپؐ کو دینے کے لئے تیار ہیں جس قبیلے کی خوبصورت لڑکی سے جسے آپ چاہیں آپ کا نکاح کر دیتے ہیں، اور اس کے بدلہ میں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں لیکن حضور نبی کریم صلعم بڑے سے بڑے لالچ میں نہیں آتے۔

قوم کی تعلیم و تربیت

حضورؐ کے ذاتی کمالات کے علاوہ حضور کی تعلیم پر غور کرو یتلو علیھم ایتہ آپؐ قوم اور بنی نوع انسان کو اللہ تعالے کی توحید کی طرف بلاتے ہیں، اس بادشاہ کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کی حکومت میں برکات ہی برکات ہیں۔ ویزکیھم خدا تعالے کی صفات بیان کرنے کے، علاوہ قوم کی تربیت کرتے ہیں - قوم کے اندر بدعادات ہیں، ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ، شراب، جوا - یہ رسول ان تمام چیزوں کی مذمت کرتے ہیں اور سکھلاتے ہیں کہ یہ عادات اچھی نہیں ہیں، غور کرو کہ یہ شخص جو تمہارے اندر پیدا ہوا اور اس کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ توحید الہی کی تلقین کرنا، اور قوم کی عادات ذمیمہ کو دور کرنا اور اس کو باطل اعتقادات سے پاک کرنا ہے - اور کسی طرح ایسا نظر نہیں آتا کہ آپؐ دولت پرست ہوں یا خواہشات کے بندے ہوں، اسکو مفتری کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

پھر اللہ تعالے کے احکامات بیان کرتے اور ان احکام میں جو حکمت ہے اس سے قوم کو مطلع کرتے ہیں۔ یہ غور کے قابل امور ہیں کہ وہ شخص جس کی زندگی پاکیزہ ہو اور قوم کا خیر خواہ ہونے کے علاوہ اعلے درجے کے اخلاق سے قوم کو متصف کرنے کی خواہش رکھتا ہو، اس کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ خدا پر جھوٹ بولتا ہے - پھر آپ اُمّی ہیں اور اُمّی قوم میں زندگی بسر کرتے ہیں، اُمّی ہو کر بلند پایہ تعلیمات پیش کرتے ہیں، اور بلند پایہ اخلاق کا سبق دیتے ہیں۔

قوم کی گمراہی

وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ اس سے پہلے قوم کی قوم گمراہیوں میں پھنسی ہوئی تھی - جن گمراہیوں میں وہ گھرے ہوئے تھے وہ نہایت واضح تھیں، پتھر کے پجاری تھے - بعض لوگ ایسے بھی تھے جو دو خدا مانتے تھے، اور بعض تین خداؤں کے قائل تھے، یہ قوم ہے اور عرب ایک بہت بڑا وسیع و عریض خطہ ہے جس کی اصلاح کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس قوم کے عادات میں ڈاکہ زنی ہے، اور طرح طرح کے گندے ہوئے عیوب ہیں - وہ شراب پیتے ہیں اور بد اخلاقی ہے - لوٹ کھسوٹ پر فخر کرتے ہیں - اس قوم کو مہذب بنانا اور ان کے اعتقادات اور اخلاق کی اصلاح کرنا آپؐ کا مقصد ہے۔

. . . .

اُمّی رسولؐ نے اُمّی قوم کو اہلِ عرفان بنا دیا

خود اُمّی ہیں اور آپؐ کی قوم بھی اُمّی ہے لیکن قوم کو اہلِ معرفت بنا دیا۔ وہ قوم جو گمراہ تھی وہ نور عرفان سے منور ہو گئی، یہ غیر مہذب قوم بادشاہ اور حکمران بن گئے اور دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا شرف انہیں حاصل ہوا۔ ۲۳ سال کے اندر جو معجزہ آپؐ نے اخلاقاً، تعلیماً اور عملاً کر دکھلایا، اس کی توفیق آج تک کسی کو میسر نہیں آئی۔ کسی مردے کو پھونک مار کر چند منٹ کے لئے زندہ کر دینا شعبدہ بازی ہے۔ لیکن قوم کو پستی سے بلندی کی طرف لے جانا یہ حقیقی معجزہ ہے اُجڈ اور بد اخلاق قوم صاحب معرفت ہو گئی۔ اخلاق فاضلہ کی مالک بن گئی، جنگوں کے آداب اس قوم نے دوسری قوموں کو سکھلائے اور حکومت کرنے اور عہد و پیمان کی پابندی کرنے میں لاجواب قوم ثابت ہوئی۔

اُمّی لوگ علوم و فنون کے ماہر ہو گئے۔

علوم و فنون کے وہ ماہر ہو گئے سپین میں انہوں نے عظیم الشان کلچر کی بنا ڈالی سپین کے محی الدین ابن عربی نے فتوحاتِ مکیہ لکھی ہے جس کے نام میں فتوحات کا ذکر ہے۔ فتوحات سے مراد وہ انکشافات ہیں جو اس عظیم کتاب میں درج ہے۔ یہ تصوف و الہیات کی بلند پایہ کتاب ہے جو اُمّی شخص کی تعلیمات کا اثر ہے

قرآن کریم کا اثر اہلِ علم لوگوں پر

اگر قرآن کریم کی کتاب انجیل جیسی ہوتی تو اس پر مفسرین و مفکرین فخر نہ کرتے۔ جتنا کوئی شخص عربی کا علم جانتا ہے، اتنا ہی وہ قرآن کریم پر فریفتہ نظر آتا ہے۔

انجیل کے جاننے اور ماننے والے عیسائی فاضل اس میں غلطیاں پاتے ہیں جن کو وہ بیان کرتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف ہے۔ کیمبرج، آکسفورڈ اور جرمنی کی یونیورسٹیاں اس کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف کرتی ہیں، یہ ایک اُمّی انسان کا معجزہ ہے، اس کے نظریات و اعتقادات قیامت تک کے لئے مفید ثابت ہوتے رہیں گے۔

عالمگیر تعلیمات

قرآن کریم کی تعلیمات عالمگیر ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی قوم اور ملک ایسا نہیں ہے کہ جس میں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ ولکل قوم ھاد۔ اور فرمایا کہ ہر نبیؑ و رسولؐ نے وہی تعلیم دی ہے جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان کی تعلیم توحید الٰہی اور مخلوقِ خدا سے خیر خواہی تھی۔ ہر نبی کی زبان پر یہی تعلیم تھی۔ جو انہوں نے اپنی اپنی قوم کے حالات کے سدھارنے کے لئے دی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تمام قوموں کو ایک کرنے اور سب کے اخلاق و اعمال کو بہتر بنانے کی موجب ہیں۔

اسلام کے اصول ہی قابل قبول ہوں گے

اگر آج بھی ساری دُنیا مل کر یہ عہد کر لے کہ ہم نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اصول و قواعد بنانے ہیں، تو انہیں اسلام کے اصولوں کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا اور قرآن کریم کی تعلیمات کی پابندی لازمی کرنی ہوگی۔

تمام نبیوںؑ اور کتابوں پر ایمان

حضرت نبی کریم صلعم نے دنیا کے نبیوںؑ کی صرف تعریف ہی نہیں کی بلکہ ان پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا۔ فرمایا آمنت بما انزلت من کتاب۔ کوئی کتاب ہو، کسی نبی پر اتری ہو اور کسی قوم کی رہنمائی کے لئے ہو، میں خود اس پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ تمام کے تمام انبیاء کرامؑ کی تعلیم وہی تھی جو مجھے دی گئی ہے۔

دُنیا جہان کو ایک کرنیوالا انسان

تو اس آیت میں ایک معجزہ کا ذکر موجود ہے جو عجوبہ اور وقتی معجزہ نہیں ہے بلکہ ایک دائمی معجزہ ہے۔ اور اس کی برکات قیامت تک ممتد ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلعم ایک یکتا انسان ہیں جو دنیا جہان کی قوموں کو ایک کرنا چاہتے ہیں۔ توحید کا سبق دیتے وقت کائنات کے ربط و ضبط کا سبق دیتے ہیں اور کائنات کے نظام کی طرف انسان کو توجہ دلاتے ہیں کہ یہ کس قدر برکتوں بھرا نظام ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمات موجب عزت و شرف ہیں۔

یہ نظریات جس قدر دنیا میں پھیلیں گے یہ ثابت ہوگا کہ انك لعلٰی خلق عظیم۔ آپؐ عظیم الشان اخلاق کے مالک ہیں۔ انہ لذکر لك ولقومك۔ یہ کتاب آپؐ اور آپؐ کی قوم کے لئے بھی عزت و شرف کا موجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس جماعت کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً توفیق دے کہ وہ ان تعلیمات کو پھیلائیں، اپنے کردار کو بلند کریں اور اس سے دوسروں پر اثر ڈالیں۔

مُسلمانوں میں اتحاد و اخوت کی ضرورت

آج پاکستان میں تفرقہ ہے۔ حضور صلعم کو علم تھا کہ مشرق مغرب اور افریقہ کے لوگ اور ان کی عادات مختلف ہوں گی لیکن ایک اُصول یاد رکھو کہ جو کوئی تمہیں سلام کہے اسے یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں۔ حضور نبی کریم صلعم کی نگاہ بڑی دُور رس تھی۔ کتنا بڑا علم تھا حضور نبی کریم صلعم کا کہ آپ جانتے تھے کہ قوم میں دین کے بارہ میں مختلف نظریات کے لوگ پیدا ہوں گے اس لئے ایک موٹی بات بتا دی کہ جو تمہیں السّلام علیکم کہے اسے اپنا ساتھی اور مسلمان سمجھو۔ لاتقولوا لمن القیٰ الیکم السّلٰم لست مؤمنا ہماری اس مسجد پر بھی لکھا ہوا تھا من صلّی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالك المسلم سوچنے کی بات نہیں آنکھ سے دیکھ لو جو کوئی ہماری طرح نماز پڑھتا ہے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھاتا ہے وہ مسلمان ہے۔ حدیث اور قرآن کریم کا ارشاد ہم پڑھتے ہیں۔ لیکن اس پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہیں ہمارے لئے غور کا مقام ہے۔ حضور نبی کریم صلعم اقوام عالم کو متحد کرنے کے خواہشمند ہیں اور خود مسلمان قوم میں کامل اتحاد اور حقیقی اخوت مفقود ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم میں اتفاق و اتحاد قائم کرنا چاہتے ہیں آپ کے مقاصد لاجواب ہیں تمام مسلمانوں کو ان امور کی

حضرت مسیحؑ کو صلیب کس طرح دی گئی تھی

(بسلسلہ صفحہ ۲)

دو بنیادی تصورات میں خلل آ جائے گا۔ اول مسیحؑ کا قبر سے تین دن بعد جی اُٹھنے والا عقیدہ دوسرے مسیحؑ کا ۴۰ دن بعد آسمان پر چلے جانا۔

اگرچہ گیوات ہامیوتار کی تحقیقات سے خود حضرت مسیحؑ کی زندگی کے بارے میں کوئی نئی بات نہیں ملی مگر صلیب پر اس کے آخری لمحات کے بارے میں کچھ روشنی پڑتی ہے۔ عام طور پر مسیحؑ کو صلیب پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے سیدھا لٹکا ہوا دکھایا گیا ہے۔ اور اس کو صلیب پر مضبوط کرنے کے لئے ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑ دی گئیں۔ مگر چند عیسائی علماء کو کافی دیر سے اس طرح سے صلیب پر لٹکانا کچھ ناممکن دکھائی دیتا تھا ایک تو جسم کا وزن اتنا ہوتا ہے کہ محض ہاتھوں کی کیلوں کی وجہ سے جسم کو بہت زیادہ جھک جانا چاہیئے تھا۔ دوسرے اس طریقہ سے پھیپھڑوں پر اتنا کھچاؤ پڑتا ہے کہ سانس لینا قریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ جس کی بنا پر اس انسان کو فوراً ہی مر جانا چاہیئے۔ مگر مسٹر ہاس (HAAS) نے اپنی تحقیقات کے بعد صلیب دیئے جانے کی ایک نئی صورت بتلائی ہے جو کہ (اُن کے خیال میں) اس وقت رائج تھا۔ وہ اس طرح کہ کیلیں ہاتھوں کی بجائے بازؤوں پر ٹھونکی گئی تھیں اور ٹانگیں (سیدھی رکھنے کی بجائے) اُوپر کو اکٹھی کر کے ایک طرف کو جھکا دی گئی تھیں۔ ہاس کہتا ہے کہ اگرچہ یہ طریقہ غیر فطرتی ہے اور اس میں کسی قدر بندش سی معلوم ہوتی ہے مگر صلیب دینے والوں کا مقصد اسی طریقہ سے زیادہ اچھی طرح پورا ہوتا ہے کیونکہ اس طرح مصلوب کو تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے اور موت بھی آہستہ آہستہ آتی ہے۔ بشکریہ ٹائم میگزین

چندہ ماہوار

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ملحوظ رکھیں چندہ ماہوار میں باقاعدگی حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت میں انسانی زندگی کے لئے کونسی پُرحکمت ہدایت دی گئی ہے؟

توازن اور اعتدال کا صراطِ مستقیم کائنات کے بڑے سے بڑے کُرّے اور چھوٹے سے چھوٹے ذرّے پر محیط ہے۔

فرقانی تعلیم و ہدایت دانش و حکمت کے موتیوں سے لبریز ہے۔

مؤرخہ ۱۱/۲ کو جماعت احمدیہ وزیرآباد کی دعوت پر جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے وہاں نماز جمعہ پڑھائی اس موقعہ پر انہوں نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ نماز کے بعد محترم شیخ نثار احمد صاحب نے اس خطبہ جمعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے طویل تقریر کی جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔ ——— رپورٹنگ - بشیر احمد سوز

الحمد للہ رب العالمین .... ولا الضّالین - (سورۃ فاتحۃ)

خواتین و حضرات!

مَیں نے قرآن کریم کی سورۃ شریف الحمد کی تلاوت کی ہے، جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ یہ قرآن کریم کا خلاصہ ہے، مَیں نے یہ سورہ شریف اس لئے بھی تلاوت کی ہے کہ آج کل رمضان شریف میں پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ تراویح اور تہجد میں یہ سورہ شریفہ بار بار اور بکثرت پڑھی جاتی ہے۔ پنجوقتہ نمازوں میں تو عام طور پر تیس پینتیس مرتبہ شب و روز میں مسلمان اس کی تلاوت کرتے ہیں اور رمضان شریف کے مہینہ میں میرا خیال ہے کہ اس کی تلاوت پچاس سے اوپر دن کی جاتی ہے۔ ایک طرف تو یہ بات ہے کہ یہ سورۃ شریفہ خلاصہ ہے قرآن کریم کی تعلیمات کا۔ دوسری طرف اس کی تلاوت بکثرت کی جاتی ہے۔ گویا یہ سورۃ ایک وظیفہ اور ورد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لئے اس سورۃ کے متعلق خود قرآن کریم میں آیا ہے:

سبعًا من المثانی والقرآن العظیم

یعنے قرآن عظیم کی سات کثیر التلاوت آیات۔ قرآن کریم نے جو تعلیمات بھی سکھلائی ہیں ان کے اندر کوئی نہ کوئی منشا اور حقیقت ہے مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف منہ سے ہی ورد یا وظیفہ کر لینا کافی و شافی ہے۔ حالانکہ وظیفہ یا ورد سے حقیقی مطلب و مقصد یہ ہے کہ اس میں ہماری زندگی پر مؤثر جو معنی یا راز مخفی ہیں ان کی طرف کسی نہ کسی وقت انسان کی توجہ پھیر جائے۔ چنانچہ اسی سے قرآن کریم نے آیات کی تلاوت کے بارہ میں حسبِ مسئلہ ذیل ارشاد فرمایا ہے:-

والذین اذا ذکروا بایٰت ربّھم لم یخرّوا علیھا صمًّا وعمیانًا۔

مومن جب قرآن کریم کی آیات کو تلاوت کرتے ہیں تو اُن پر سے بہروں اور اندھوں کی طرح (محض زبانی تلاوت سے) نہیں گذر جاتے (بلکہ ان کے مطالب و معانی اور مفہوم و منشاء کو ذہن میں خوب سوچ سمجھ کر اس سے زندگی میں فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اس آیت شریفہ سے ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم کے نزدیک اس کی آیات کو تلاوت کرکے جو لوگ ان سے اپنی زندگی میں کوئی افادیت حاصل نہیں کرتے بلکہ محض طوطے کی مانند ان کو رٹ لیتے ہیں وہ اندھے اور بہرے ہیں۔

اس سورۃ میں کونسے وہ راز ہیں جو بیان کئے گئے ہیں۔ تو حضرات! میرے خیال کے مطابق اس سورۃ شریفہ میں زندگی گذارنے کے گہرے راز بیان کئے گئے ہیں۔ میں اپنے حقیر علم کے مطابق کوشش کروں گا کہ ان پر آپ کے سامنے روشنی ڈالوں۔

پہلی چیز جو اس سورۃ شریفہ میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر شئے اللہ تبارک و تعالےٰ کی حمد کر رہی ہے۔ اور وہ حمد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ ان من شیء الا یسبح بحمدہٖ

ہر شئی اور ہستی کا وجود حمد باری تعالیٰ سے قائم ہے

ہر چیز حمد کے ذریعہ سے ہی اپنا وجود رکھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر چیز اپنی موجودہ حالت پر ہی مطمئن و قانع ہے اور اسے کوئی شکایت نہیں ہے۔ انسان صرف اسی صورت میں زندگی گذار سکتا ہے کہ ہر موافق منشاء و غیر موافق حالات میں وہ اللہ تعالےٰ کی ہی تسبیح کرے، اور اس کی رضا پر راضی و شاکر رہے۔ جو لوگ اس کی تسبیح نہیں کرتے یعنے خدا تعالےٰ کے ارادوں اور منشاء کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کی دماغی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ بالآخر خودکشی کر لیتے ہیں۔ ان کی خودکشی کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندگی سے مطمئن نہیں اور اس کو قبول نہیں کرتے بلکہ اس سے بیزار اور باغی ہیں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ وہ ذات ہے جو قابلِ ستائش و حمد ہے، اس کے سوا اور کوئی قابل معبود اور حمد ہستی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات میں چار بنیادی صفات ——— رب العالمین - الرحمٰن - الرحیم، اور مالک یوم الدین کا یہاں ذکر ہے۔ پھر توحید کا سبق ایاک نعبد و ایاک نستعین میں دیا ہے کہ ہم تیرے ہی احکامات کی پابندی کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ تیرا فضل و رحم اور برکت و کرم بھی چاہتے ہیں یہاں ایک نہیں بلکہ دو چیزیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ بعض لوگ ایاک نعبد کے تو قائل ہوتے ہیں لیکن ایاک نستعین کے قائل نہیں ہوتے اور بعض اس کے برعکس یقین رکھتے ہیں یعنی وہ ایاک نعبد کے قائل نہیں ہوتے، تشریح اس امر کی یہ ہے کہ ایاک نعبد میں اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کے قوانین قدرت اور واقعات کے مطابق اپنی زندگی بناؤ۔ اور ان قوانین کی ایسی فرمانبرداری کرو کہ جیسے ایک غلام یا فرمانبردار نوکر اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے۔ پھر بعض مفکر اور سائنسدان لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے قانون قدرت کی پیروی کر لی تو ایاک نستعین کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن اللہ تعالےٰ نے دونوں کو رکھا ہے۔

قوانین خداوندی اور احکاماتِ الٰہیہ کی پوری پوری پیروی اور پابندی بھی لازم ہے مگر اس کے ساتھ خدا تعالےٰ سے طلب استقامت اور دعا بھی ویسی لازم پڑی ہے۔ پس بعض لوگ قوانین کی پابندی کرکے اسکے فضل کے طالب بذریعہ دعا نہیں ہوتے، مگر اس کے برخلاف دوسری انتہا کے وہ لوگ ہیں جو دُعا اور فضل کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خدائی قوانین و احکامات کے جاننے اور ان کی پیروی کرنے سے بے نیاز و بے پرواہ ہو جائیں۔ یہ دونوں خطاکار ہیں، ہمیں تو یہ دُعا سکھلائی گئی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلاتے رہیئے۔

علم جیومیٹری میں دو نقطوں کے درمیان جو سب سے کم راستہ ہے وہ صراطِ مستقیم ہے اگر اس سے ادھر ہو جائیں تو وہ نہ صرف ٹیڑھا بلکہ لمبا بھی ہو جائے گا۔ جتنا انحراف زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ لمبا ہو جائے گا۔ اس لئے فرمایا کہ دُعا کرو کہ اللہ تعالےٰ ہمیں سیدھے راستے پر چلائے جو سب سے چھوٹا راستہ ہے، اس پر چلائے رکھیو، سیدھے راستہ پر چلنے کے لئے توازن کی ضرورت ہے۔ ہر طرف کے انحراف

سے بچنے کے لئے ایک توازن چاہیئے، اور یہ توازن دو طرح سے قائم ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہماری نگاہ منزلِ مقصود پر قائم رہے۔ سورہ نجم میں حضور نبی کریم صلعم کے بارے میں لکھا ہے، ما زاغ البصر و ما طغیٰ۔ یعنے آپؐ کی نظر نہ تو اپنی اصل منزل مقصود سے کسی اور طرف جھکی اور نہ ہی آپؐ کی عملی زندگی صراطِ مستقیم سے اِدھر اُدھر ہوئی۔ حضور صلعم کی آنکھ اِدھر اُدھر نہیں ہوتی بلکہ وہ منزلِ مقصود پر قائم ہے۔ دوسری بات جو توازن کرنے اور دیکھنے کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جسم کا توازن برقرار رہے۔ اور جسم کا توازن عملی مشق کو چاہتا ہے۔ آپ نے کبھی کرتب کرنے والوں کو رستے پر چلتے دیکھا ہوگا جب وہ ذرا سا ایک طرف کو جھکنے لگتا ہے تو فوراً اپنے جسم کو دوسری جانب جھکا کر توازن کو قائم کر لیتا ہے۔ اگرچہ یہ مثال بہت عمدہ تو نہیں لیکن میری بات کو تر و دو واضح کر رہی ہے رستے پر چلنا کتنا مشکل کام ہے۔ رستے پر چلنے والوں کی نگاہ بھی سیدھی ایک نقطہ یا منزلِ مقصود پر قائم ہوتی ہے۔ اور ان کے جسم میں ایک قسم کی مستعدی اور لچک ہوتی ہے کہ اگر ذرا اِدھر اُدھر ہونے لگیں تو فوراً اپنے توازن کو سیدھا کر لیں۔

روزِ محشر کی پُل صراط کیا ہے؟

صراطِ مستقیم پر چلنے کا بھی یہی طریق ہے کہ اوّل تو آپ کے سامنے منزلِ مقصود پر نگاہ قائم ہو اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ رضاءِ الٰہی مدِنظر رہے اور دوسرے یہ کہ اپنے آپ کو خدا کے اوامر نواہی کا پابند بنانے کی عادت و خوگری موجود ہو۔ اگر دیکھو کہ تم احکاماتِ الٰہی کی پابندی سے اِدھر اُدھر ہونے لگے ہو تو فوراً استغفار کر کے اور توبہ کر کے اپنی اصلاح کی طرف راغب ہو جاؤ صراطِ مستقیم کے بارے میں عام طور پر مشہور ہے کہ قیامت کے روز ایک پُل صراط قائم ہوگا جو تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہوگا۔ اس پر سے سب کو چلنا ہوگا۔ جو لوگ اس پر چل کر پار ہو جائیں گے وہ جنت میں جائیں گے۔ اور جو اِدھر یا اُدھر گر جائیں گے۔ وہ دوزخ میں جلیں گے۔ میں کہتا ہوں یہ ایک لطیف تمثالی پیرایہ ہے جس سے زندگی کے نشیب و فراز میں خدا تعالےٰ کی رضاء کو مدِنظر رکھ کر اس کی رضاء کی راہوں اور قوانین فطرت پر چلنے کے راز کو بیان کیا گیا ہے۔ اس دنیا میں بھی ایک پُل صراط ہے اور وہ ہے زندگی کو صحیح صحیح گذارنا چنانچہ اس سورۃ میں فرمایا ہے صراط الذین انعمت علیھم۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ کہ ایک رستہ تو سیدھا ہے مگر اس کے برخلاف دو راستے ٹیڑھے ہیں۔ سیدھا رستہ تو انعمت علیھم کا ہے، اور دو ٹیڑھے راستے "غیر المغضوب علیھم" اور "ولا الضالین" کے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود نے سیدھا رستہ چھوڑ دیا اور وہ غضب اور شقاوت قلبی کی طرف مائل ہو گئے۔ رحم و عفو کی عالی صفات کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا۔ شاید ان کی تعلیم ہی ایسی تھی یا انہوں نے اس میں غلو کیا۔ انہوں نے اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے مقولہ پر عمل کیا اور استبداد و جبر کا راستہ اختیار کر لیا۔ پس وہ شقی القلب ہو گئے۔ اس کے مقابلہ میں نصاریٰ نے محبت پر بے جا زور دیا اور محبت میں غلو کر کے حد سے بڑھ گئے۔ غضب میں غلو کا طریق اختیار کرو تو وہ بھی غلط ہے۔ سیدھا راستہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے جیسے بیان فرمایا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ بدلہ لینا ضروری ہے لیکن اگر معافی سے اصلاح ہوتی ہو تو اس صورت میں درگذر ہی بہتر طریقِ کار ہے۔ اصل مقصد تو اصلاح ہی ہے۔ پس منزل مقصود سے اپنی نظر نہیں ہٹنی چاہیئے۔ یہاں پر تو زندگی کا صرف ایک شعبہ بیان کیا اور جذبات کے بارے میں بھی "صراطِ مستقیم" کی تلقین فرمائی ہے۔ مگر اس تمام کائنات میں عدل اور توازن کا یہ عظیم اصول قائم ہے۔ اگر توازن میں کمی یا بیشی آجائے تو کائنات کا سارا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔

نظامِ شمسی دو طاقتوں کے باہمی توازن سے قائم ہے

جیسے ارشاد فرمایا والسماء رفعھا و وضع المیزان۔ ہم نے جو اس کائنات کو بنایا ہے، اس کا نظام توازن پر رکھا ہے۔ سورج کے نظام پر غور کریں۔ اس نظام کے اندر سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ گردش کیسے قائم ہے؟ اس گردش کی وجہ یہ ہے کہ سورج ان سیاروں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور یہ سیارے اس سے دُور ہٹنا چاہتے ہیں چنانچہ سورج اور سیاروں کی کشش اور کشمکش کے نتیجہ میں ان سیاروں کی گردش پیدا ہوتی ہے اگر سورج کی کشش زیادہ ہو جائے تو سیارے اس سے ٹکرا جائیں گے، اور اگر سیاروں کی کشش زیادہ ہو جائے تو وہ کہیں بھاگ جائیں۔ چنانچہ یہ کائنات ایک توازن پر قائم ہے۔ اگر توازن میں کمی یا بیشی واقع ہو جائے تو یہ نظام فنا ہو جائے۔

ایٹم کا وجود بھی پروٹونز PROTONS، اور الیکٹرونز ELECTRONS کے باہمی توازن پر قائم ہے۔

میں اس موضوع پر تفصیل سے اس وقت کچھ عرض نہیں کر سکوں گا، البتہ اشارہ ہی کر سکتا ہوں۔

آپ نے ایٹم کی ساخت کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ اس کا تصور یہ ہے کہ جس طرح نظامِ شمسی میں ایک نقطہ مرکزیہ ...... نیوکلس (NUCLEUS) محوری نقطہ ہوتا ہے۔ اور جس طرح سورج کے گرد سیارے گھوم رہے ہیں یہی حال ایٹم کا بھی ہے۔ اس کا بھی ایک سورج یا نیوکلس (NUCLEUS) ہے اور اس کے گرد ذرات گھوم رہے ہیں۔ نیوکلس میں مثبت بجلی کے ذرات ہیں جن کو پروٹونز (PROTONS) کا نام دیا گیا ہے اور جو ذرات اس کے گرد گھوم رہے ہیں ان میں بجلی کے منفی ذرات ہیں، ان منفی اور گھومنے والے بجلی کے ذرات کو الیکٹران (ELECTRONS) سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ منفی اور مثبت ذرات جب مساوی طاقت سے جمع ہوں تو ایٹم کا وجود برقرار رہتا ہے لیکن اگر ان میں کمی بیشی ہو جائے تو ایٹم کا وجود تباہ ہو جاتا ہے۔ ایٹم بم بنانے کا راز بھی یہی ہے۔ اس میں سے جو لا انتہاء طاقت نکلتی ہے وہ بجلی کی کڑک اور شعاع اور حرارت کی صورتوں میں نکلتی ہے۔ پس بجلی کے مثبت و منفی ذرات کی طاقتوں کے باہمی توازن کے ذریعہ ایٹم کا وجود قائم ہے۔ اگر یہ توازن بگڑ جائے یا بگاڑ دیا جائے تو ایٹم پھٹ کر فنا ہو جاتا ہے۔ اور موجب شر و فساد اور ہلاکت و تباہی بنتا ہے۔

جانداروں کی زندگیاں دو متضاد مخالف صفات کے توازن سے قائم ہیں۔

اس کے بعد میں انسان کی عام زندگی پر آتا ہوں۔ مجھے معذرت چاہیئے کہ میں یہاں سائنس کی باتیں بیان کر رہا ہوں۔ زندگی کیسے وجود میں آتی ہے؟ نر اور مادہ کے نطفے کے ملاپ سے زندگی کا وجود ہوتا ہے۔ نطفے کا خلاصہ اس کے مرکزی نقطہ یا نیوکلیئس (NUCLEUS) میں ہوتا ہے جس میں کروموسومز (CHROMOSOMES) یا وہ اجزاء ہوتے ہیں جن سے جاندار کی مختلف صفات پیدا ہوتی ہیں۔ کروموسومز آدھے ماں کی طرف سے ہوتے ہیں اور آدھے باپ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں ملتے ہیں تو ایک نئی جان پیدا ہوتی ہے۔ یہاں بھی توازن ہی کا معاملہ ہے۔ نئی جان کا وجود دو مختلف "کروموسومز" کے اجتماع سے پیدا ہوا۔

خونِ انسانی میں توازن کی کیفیات

آپ غور کریں انسانی جسم کے اندر بھی یہی توازن کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر یہ توازن قائم نہ رہے تو انسان کے جسم میں فساد برپا ہو جاتا ہے اگر حرارتِ غریزی ۱۰۵° سے بڑھ جائے تو بھی انسان کے لئے ہلاکت ہے اور اگر ۹۶° سے نیچے چلی جائے تو بھی انسان کے لئے موت ہے۔ ہمارے دماغ کے اندر ایک سنٹر ہے وہ حرارت کو ان حدود کے اندر قائم رکھتا ہے۔

اب آپ خون کی کیفیت کو لے لیں، تو یہاں بھی کئی قسم کے توازن کام کر رہے ہیں مثلاً جو خوراک ہم کھاتے ہیں وہ تحلیل ہو کر ایک لطیف قسم کی شکر یا گلوکوز (GLUCOSE) خون میں جذب ہو جاتی ہے۔ اور خون کے ذریعہ جسم کے ہر خلیہ کو بطور غذا پہنچائی جاتی ہے۔ لیکن زندگی کی برقراری کے لئے لازم ہے کہ اس گلوکوز کی مقدار حدود کے اندر رہے۔ اگر زیادتی کی حد سے بڑھ جائے تو بھی انسانی زندگی معرض خطر میں پڑ جاتی ہے اور اگر مقررہ مقدار سے کم ہو جائے تب بھی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ حد سے زیادہ کمی یا حد سے زیادہ زیادتی دونوں صورتیں مہلک ثابت ہوتی ہیں، پھر عجیب بات یہ ہے کہ کمی یا زیادتی دونوں صورتوں میں علامت بیہوشی ہوتی ہے۔ جس طرح غضب یا رحم میں حد سے تجاوز کرنے کا نتیجہ گمراہی پر منتج ہوتا ہے، بعینہٖ شکر کی خون میں حد سے تجاوز کمی یا بیشی بیہوشی پر منتج ہوتی ہے۔

توازن کا سلسلہ ہمارے خون کے اندر بھی کام کر رہا ہے، خون میں دو حصے ہوتے ہیں، ایک تو خلیئے ہیں جنہیں RED CELLS کہتے ہیں۔ دوسرا حصہ مائع ہے۔ ان دونوں حصوں میں بھی توازن ہوتا ہے۔ خون میں توازن قائم کرنے اور رکھنے کے لئے گُردے کام کرتے ہیں۔ اگر مائع حصہ خون میں زیادہ ہو جائے تو گردے زیادہ کام کرتے ہیں اور پانی کو زیادہ مقدار میں خارج کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر کم ہو جائے تو کم کام کرتے ہیں۔ پھر خون میں ایک سفید ذرات کی فوج ہوتی ہے۔ جو جراثیم کے لئے لڑائی کا کام دیتے ہیں۔ پھر ان کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ اور ان کی قسموں میں بھی خاص توازن ہوتا ہے۔ جب خون ٹیسٹ کرایا جائے تو ڈاکٹر بتلاتا ہے کہ سفید ذرات اتنے ہیں اور سرخ ذرات اتنے ہیں

انکی قسمیں بتاتے ہیں۔ اور ان کا فیصدی حصہ بتاتے ہیں۔ اور اگر کسی خاص قسم کے ذرات کا تناسب بڑھ جائے تو اس سے خاص بیماریوں کے بارہ میں نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

خون کے دباؤ میں توازن

پھر خون کے دباؤ یا بلڈ پریشر میں بھی ایک توازن کا قائم ہونا ضروری ہے اگر ایک حد سے یہ دباؤ بڑھ جائے تو کئی مہلک بیماریوں کے ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے لیکن اگر بلڈ پریشر ایک خاص حد سے کم ہو جائے تو اس سے بھی انسانی زندگی ہلاکت میں پڑ جاتی ہے۔

تو حضرات! آپ نے دیکھا انسان کے اندر تناسب اور توازن کا سلسلہ کس قدر کام کر رہا ہے انسانی جسم میں بعض غدود ہیں۔ یہ غدود بہت کم تعداد میں اپنا لعاب خون میں ڈالتے ہیں اس قدر کم مقدار ہے کہ ان کو محسوس نہیں کیا جا سکتا مگر ان کے اندر بھی توازن کا سلسلہ قائم ہے۔ گلے میں جو غدود ہے جنکو تھائی رائیڈ (THYROID) کہتے ہیں۔ اس کا لعاب بڑھ جائے یا کم ہو جائے تو دونوں طرح انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سر میں غدود کا حال ہے۔ اگر ان کا لعاب صحیح مقدار سے بڑھ جائے تو بھی بیماری اور اگر ان کا لعاب کم ہو جائے تب بھی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ پھر لعابوں کے اثر کا ہمارے جذبات سے گہرا تعلق ہے۔ اگر ہمیں غصہ آئے گا تو گردوں کے غدود زیادہ لعاب چھوڑیں گے۔ غرضیکہ انسان کے جذبات کو برقرار رکھنے کے لئے ان میں بھی مناسب توازن کی ضرورت ہے۔

ذہنی اور نفسیاتی توازن

انسانی جسم کے اندر توازن کام کرتا ہے دوسرا انسان کے اندر ذہنی توازن بھی کام کرتا ہے۔ یہ بھی ایک پُل صراط ہے۔ انسان کے اندر بعض خواہشات ہیں۔ اگر وہ ایک حد کے اندر رہیں تو وہ صحت مند رہتا ہے۔ اگر وہ حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو ذہنی توازن بگڑ جائے گا۔ ان کے جو اثرات رہیں وہ بیماری میں نظر آتے ہیں۔ یہ جو "جنون" کی بیماری ہے یہ کیا ہے۔ اس کی وجہ شدت جذبات اور خواہشات کا حدِ اعتدال یعنے توازن یا صراط مستقیم سے ادھر اُدھر ہو جانا ہے جو بے اطمینانی اور ذہنی انتشار اور دماغی پراگندگی کا موجب بنتے ہیں۔ اسی طرح ایک پہلو ہے مطمئن ہونے کا اور دوسرا پہلو ہے بے اطمینانی کا۔ اس میں بھی توازن ہی کام کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص حد سے زیادہ مطمئن ہو جائے تو وہ اپنے فرائض سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ حد سے بڑھ کر بے اطمینان ہو جائے تو وہ بے قرار اور پریشان خاطر ہو جاتا ہے اور بالآخر ذہنی پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو گویا اطمینان اور بے اطمینانی کے درمیان بھی ایک صراط مستقیم ہے جو بین الرجاء والخوف کا راستہ ہے امید بھی قائم ہے۔ مگر خوف بھی ہوتا ہے کہ فرائض کی انجام دہی پر آمادگی و ترغیب ہو سکے۔ ایسی ہی ذہنیت کو قرآنی اصطلاح میں تقوےٰ کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالےٰ کی رحمت کا طالب بھی ہو اور وہ اس کے احکام پر بھی عمل کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ڈرتا بھی ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ پُل صراط سے تب ہی گذرنا ممکن ہے جب یہ توازن قائم ہو فرمایا والسماء رفعها ووضع المیزان۔ ہم نے آسمان کو پیدا کیا ہے اور اس کے درمیان توازن اور ہم آہنگی بھی پیدا کی ہے، تمہیں بھی چاہیئے کہ میزان قائم کرو۔ اور فرمایا کہ عدل و انصاف کا معاملہ ہو تو بھی میزان قائم کرو۔ ولا تخسروا المیزان میزان کا خیال ہمیشہ اور ہر معاملہ میں رکھو۔ میزان سے نہ ادھر جاؤ نہ اُدھر۔

تقوےٰ کا صحیح مفہوم بین الرجاء والخوف کی ذہنیت بنانا ہے۔

اخلاقی میدان میں بھی توازن موجود ہے پہلے تعلیم کے بارے میں فلسفہ یہ تھا کہ طالب علم کو ڈراؤ، دھمکاؤ اور زدوکوب کرو تاکہ وہ ہدایت پر عمل کرے۔ پھر یہ دور آیا کہ کہا گیا کہ طالب علم کو بالکل آزاد چھوڑ دو۔ اگر تم مدافعت کرو گے تو اس کی ذہنی ترقی میں فرق آجائے گا۔ مگر صحیح راستہ یہی ہے کہ اس کو تربیت دینی چاہیئے اور راہِ راست سے بھٹکنے پر اسکو تنبیہہ کرنا چاہیئے اور اس پر واضح کرنا چاہیئے کہ اگر وہ ہدایت پر عمل نہ کرے گا تو کیا نقصان ہے اور اگر ہدایت پر عمل کرے گا تو اس کو کیا فائدہ ہے تا ادب و تہذیب سکھلانے کے لئے تنبیہہ کرنا بھی ضروری ہے۔ اخلاق کے متعلق قرآن کریم نے میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا کہ راہِ راست پر وہی لوگ ہیں جو نہ اسراف کرتے ہیں نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ان اللّٰہ لا یحب المسرفین۔ ان اللّٰہ لا یحب المعتدین۔ اسراف اور حد سے تجاوز کرنا خدا کی محبت کے منافی امور ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی محبت کیا ہے۔ اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے سے فائدہ انسان کو ہوتا ہے اور اگر اس کے احکام کی نافرمانی کی جائے تو نقصان بھی خود انسان کو ہوتا ہے۔ اور توازن کو یہاں تک قائم کیا کہ عبادت میں بھی توازن رکھ دیا۔ ایک شخص کے بارے میں اس کی خاتون نے حضور صلعم سے شکایت کی کہ وہ جیبنے سے وہ دن میں روزے رکھتے ہیں اور ساری رات عبادت میں گذار دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ بات ناحق ہے و لنفسك علیك حق ولزوجك علیك حق۔ یہاں بھی توازن اور اعتدال کا راستہ بتایا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا جہان کے علائق کو چھوڑ کر راہب بن جاتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو دنیا کی لذتوں پر مرمٹتے ہیں۔ لیکن اسلام نے یہاں بھی پُل صراط قائم کیا ہے۔ اس دنیا کے لئے قرآن کریم نے جو حکمت اور فلسفہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا پرستی میں غرق ہو جانا بُری بات ہے اور دنیاوی حقوق و فرائض کو چھوڑ دینا بھی غلط بات ہے۔ دنیا کی چیزیں استعمال کے لئے ہیں لہذا ان کو ضرور اپنے استعمال میں لاؤ۔ لیکن آپ کے اندر ایک ایسا محاکمہ ہونا چاہیئے جیسے حضور نبی کریم صلعم کے بارے سورۃ نجم میں ارشاد ہوا یہ وہ چیز ہے جس پر ہم نے اپنے آپ کو قائم رکھنا ہے۔ مگر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کبھی ایک طرف جھک جاتا ہے کبھی دوسری طرف۔ اس کے لئے یہی دُعا سورۃ فاتحہ میں مانگی گئی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ یہ زندگی کا جہاد ہے۔ فرمایا ہم نے ہر چیز کے دو دو جوڑے بنائے ہیں۔ ان کے صحیح ملاپ سے ایک چیز پیدا ہوتی ہے۔ پس زوج کو جوڑا جائے توڑا نہ جائے۔ اگر دین اور دنیا دونوں کو پالنا اور رکھنا ہے تو ان کو صحیح موقعہ و محل کے مطابق جوڑو اور ان میں اعتدال کا پہلو اختیار کرو۔

دین و دُنیا میں توازن یا اعتدال کا راستہ

حضرات! یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ جس کو مختصر سے وقت میں سمیٹنا بہت مشکل ہے بہرحال میں نے کوشش کی ہے کہ اس مضمون کو تعارفی طور پر بیان کرسکوں۔ میری گذارشات سے آپ پر یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ اھدنا الصراط المستقیم کی دُعا کا جو بار بار تلاوت کا حکم دیا گیا ہے، اس کی کس قدر ہمیں ضرورت ہے۔ اور اس کو بار بار دوہرانے کے کیا فوائد ہیں۔ چاہیئے کہ محض توہم پرستی کے رنگ میں بلا سوچے سمجھے ہم سورۃ فاتحہ نہ پڑھیں۔ بلکہ جب اسے تلاوت کریں تب ہی اپنی زندگی کی بے اعتدالیوں کو دفع کر کے صراط مستقیم پر قائم ہونے کی جدوجہد میں ہر بار منہمک ہو جائیں تاکہ ایسے وظیفہ اور ورد کا ہماری عملی زندگی پر اثر ظاہر ہو کہ ہمیں فائدہ پہنچے۔

جب سے یہ تخیل آیا ہے کہ محض منہ سے چند کلمات کا ادا کرنا نجات کا ضامن ہو جاتا ہے اسی وقت سے مذہب کا انحطاط شروع ہو گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں فرمایا ہے کہ دوستو! یہ وہ زمانہ ہے کہ اگر کوئی شخص دین کی خیر منانا چاہے تو مذہب کے اصولوں کو دلائل اور عقل سے ثابت کرے۔ قرآن کریم کی تعلیمات ایک سمندر ہے ان کے اندر موتی بھرے ہیں۔ ان موتیوں کو پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ قرآن کی تعلیمات کا صرف ہم محض اور بلا مفہوم سمجھے ورد اور تلاوت ہی نہ کریں بلکہ اس کا اثر ہمارے سینوں کے نیچے بھی پہنچنا چاہیئے تاکہ دنیا کو بتلا سکیں کہ دین کو قبول کرنے سے انسانی زندگی کیونکر بہتر رنگ میں تبدیل ہوتی ہے۔

آیئے دعا کریں کہ ہمیں اللہ تعالےٰ ان باتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ عمل کے لئے مشق کی ضرورت ہے اور ہم میں لچک ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے ریاضت بکار ہے۔ یہ روزے کیا ہیں یہ مشق ہے کہ ہم اپنے جذبات خواہشات اور احتیاجات پر کنٹرول رکھیں۔ اور ان کے اندر ایک توازن پیدا ہو جس کا نام صراطِ مستقیم ہے۔

وما توفیقی الا باللّٰہ۔

ہمارا دورہ تعارف و تبلیغ

(بسلسلہ صفحہ ۱)

عزیز ہوٹل آکر کھانا تناول کیا۔ نماز فجر میں محترم خان محمد شریف خان صاحب اپنے بچوں کو لے آئے خاکسار نے قرآن مجید کا درس دیا پرویز صاحب کے بعض اعتراضات کے جوابات دیئے۔ ناشتہ کرنے کے بعد ہم عازم لاہور ہو گئے۔

ہم محترم خان صاحب کے بہت شکر گذار ہیں کیونکہ انہوں نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آخر میں ہم احباب جماعت سے ملتجی ہیں کہ ہمارے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرزا محمد سلیم اختر صاحب مولوی فاضل

ہمارا دورۂ تعارف و تبلیغ

بدوملہی

۱۸؍۱۲ بروز جمعہ صبح سوا چھ بجے ہم لاہور سے بدوملہی کے لئے روانہ ہوئے جب گاڑی ساڑھے آٹھ بجے بدوملہی کے اسٹیشن پر رکی تو سلسلہ احمدیہ کے مخلصین کثیر تعداد میں سٹیشن پر موجود تھے۔ ان بزرگوں کو دسمبر کی سردی میں وہاں ٹھٹھرتے دیکھ کر دل بے اختیار ربّ اکبر کے حضور سجدہ ریز ہوگیا اور آیت لو انفقت ما فی الارض ما الفت بین قلوبھم کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ مصافحہ و معانقہ کے بعد ہمیں مسلم ہائی سکول بدوملہی کی شاندار بلڈنگ میں لے جایا گیا۔ چند لمحوں کے بعد احباب جماعت آگئے۔

دوپہر کا کھانا محترم شیخ اللہ بخش صاحب کے ہاں کھایا۔ یہ بزرگ پیرانہ سالی میں بھی جوانوں کا سا دم خم رکھتے ہیں اور سلسلہ کی خدمت میں ہر آن مصروف رہتے ہیں۔ کھانے سے فراغت کے بعد ہم نماز جمعہ کے لئے مسجد گئے۔ خطبہ جمعہ برادرم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل نے دیا جس میں جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کی وجوہات بیان فرمائیں اور خاص طور پر اس واقعہ کا بھی ذکر کیا جو جناب خلیفہ صاحب ربوہ نے بیان فرمایا تھا کہ کیسے ان کا جہاز CRASH ہونے لگا تھا۔

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد ایک تربیتی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں خاکسار نے انسانی پیدائش کی غرض و غایت پر تقریر کی اور بتایا کہ انسان محض اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ضمناً جماعت ربوہ کی تنظیم کا بھی ذکر کیا گیا جو تقدس سے بالکل خالی ہو چکی ہے۔ اب وہ محض ایک ڈھانچہ ہے جس کے اندر روح نہیں اور وہ وقت قریب آتا ہے جب اس تنظیم کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔

مغرب کی نماز کے بعد مکرم جناب عبدالغنی کے ہاں کھانے پر دوستوں سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور جماعت کی ترقی کے متعلق مختلف تجاویز زیر بحث آئیں۔ عشاء کی نماز کے بعد خاکسار نے بعض آیات قرآنیہ کا درس دیا جس سے احباب بہت محظوظ ہوئے۔ اسی طرح نماز فجر کے بعد بھی درس قرآن کریم دیا گیا۔ بدوملہی میں سابق وزیر پنجاب چودھری نصیر احمد ملہی کے صاحبزادوں پروفیسر چودھری فیاض احمد صاحب اور چودھری افضال احمد صاحب ایڈووکیٹ سے بھی ملاقات کی۔ اور کچھ دیر ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔

سیالکوٹ

۱۹؍۱۲ کو ہم سیالکوٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب ہم پنجاب کے اس مشہور شہر میں اترے تو ہمیں محترم شیخ نثار احمد صاحب کی قیام گاہ کا علم نہ تھا۔ ہم نے ایک تانگہ لیا اور محترم شیخ صاحب کی دکان کے سامنے جا اترے وہاں پر محترم شیخ حفیظ اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے بتایا کہ محترم شیخ نثار احمد صاحب صبح سے آپ کے لئے کبھی اسٹیشن پر کار لے کر جاتے ہیں اور کبھی بس سٹینڈ پر۔ کیونکہ انہیں علم نہیں کہ آپ کس وقت تشریف لا رہے ہیں تھوڑی دیر بعد محترم شیخ صاحب تشریف لے آئے آپ نہایت ہی باغ و بہار قسم کے انسان ہیں، ان کی ہر بات کی تان ہی نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر ٹوٹتی ہے فرمانے لگے تین بجے جلسہ ہوگا پھر خود ہی ہمیں کار پر ساتھ لے کر دیگر احمدیوں سے ملاقات کے لئے لے گئے ٹیلیفون پر بعض احباب کو جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی۔ تین بجے دوست جمع ہو گئے تو شیخ صاحب کے تعارفی کلمات کے بعد جلسہ کا آغاز ہوا جس میں برادرم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل اور خاکسار نے تقاریر کیں اور اصحاب جماعت کو جماعت ربوہ کے بعض حالات بتائے اور تلقین کی کہ آپ اپنی مساعی کو تیز تر کر دیں اور خدمت اسلام کے لئے ہمہ تن وقف ہو جائیں اب خلافت ربوہ کی بنیادیں ہل چکی ہیں اور محض توہمات سے ہی خلیفہ صاحب کی بندیں اپاہج ہو جاتی ہیں۔

تقاریر کے بعد محترم شیخ صاحب نے مسجد میں ایک عصرانہ دیا جس میں تمام احباب جماعت نے شرکت کی۔ پھر نماز مغرب ادا کی گئی۔ نماز کے بعد خاکسار نے قرآن مجید کا درس دیا اور دعا کے بعد احباب اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔

رات کو شیخ نثار احمد صاحب ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ جہاں انہوں نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات دکھائے ان میں موئے مبارک کے علاوہ حضرت مسیح موعود کی ایک چھڑی بھی تھی جس کو ہم دیر تک ہاتھوں میں لے کر زیر لب دعائیں کرتے رہے اور محترم شیخ صاحب موصوف کی خوش بختی پر رشک بھی آتا رہا کہ ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم فرزند کے تبرکات محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی بھی ایک چھڑی ہے جس کو ہم نے دیکھا ہے۔

نماز فجر کے بعد خاکسار نے درس قرآن دیا۔ اور چند اشعار بھی سنائے۔ شیخ صاحب محترم نے جس طرح ہماری خدمت کی ہے اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی اللہ تعالےٰ انہیں خدمت سلسلہ کی بہتر سے بہتر رنگ میں توفیق ارزاں فرماتا رہے۔ آمین۔

گوجرانوالہ

۲۰؍۱۲ کو ہم گوجرانوالہ کے لئے روانہ ہوئے وہاں چوک سوکار نویسی میں شیخ مظہر مسعود صاحب کی دکان پر گئے وہ اپنے دوستوں کو لے آئے ایک ان میں سے حافظ قرآن تھے۔ اور دوسرے بھی علم دین سے آراستہ تھے وہاں ہم نے انہیں پیغام حق پہنچایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کی وضاحت کی اور چند باتیں جناب خلافت مآب کے متعلق بھی بتائیں اور اس جہاز کا واقعہ بھی سنایا جس نے کئی ذہنوں کو مشوش کیا ہوا ہے۔ یہاں چونکہ مسجد نہیں اس لئے فرداً فرداً دوستوں سے ملاقات کی، جن میں ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب سابق سول سرجن بھی تھے آپ نہایت خندہ پیشانی اور محبت سے پیش آئے، وہاں جماعتی ترقی کے سلسلہ میں چند باتیں ہوئیں۔

وزیر آباد

دوستوں کی ملاقات سے فراغت کے بعد ہم وزیر آباد پہنچے۔ وزیر آباد کی عالی شان اور خوبصورت مسجد دیکھ کر محترم شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم کے لئے بے اختیار دعائیں نکلنے لگیں، وہاں احباب نے دو بجے جلسے کا پروگرام رکھا ہوا تھا۔ نماز ظہر کے بعد مسجد میں مردوں اور عورتوں نے جمع ہونا شروع کیا چند لمحوں بعد مسجد میں خاصا مجمع ہو گیا پہلی تقریر برادرم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل نے کی اور جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کی وجوہات بیان کیں اور اس سلسلہ میں اپنے والد مرحوم مرزا محمد حسین صاحب کی قربانیوں کا بھی تذکرہ کیا۔ اس کے بعد خاکسار نے تقریر کی اور احباب جماعت کو تلقین کی کہ وہ تبلیغ اسلام کے دائرہ کو وسیع کریں اور اپنا عملی نمونہ بھی ساتھ پیش کریں جلسہ سے فراغت کے بعد محترم شیخ غلام احمد صاحب نے اپنی عظیم الشان کوٹھی میں عصرانہ دیا۔ جس میں احباب جماعت کثیر تعداد میں شامل ہوئے عصرانہ سے فراغت کے بعد محترم شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم اور ان کے دیگر لواحقین کی قبور پر دعا کے لئے گئے۔ محترم شیخ غلام احمد صاحب کا اخلاص واقعی قابل رشک ہے اور ان کے دل میں دین کے لئے بہت محبت ہے۔ وزیر آباد کے دوسرے دوست بھی اپنے اپنے رنگ میں بہت خوبیوں کے مالک ہیں۔

گجرات

نماز مغرب کے بعد ہم گجرات پہنچے۔ محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ کافی دیر تک مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ محترم چیمہ صاحب کے ہاں چائے نوشی کے بعد لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔

اوکاڑہ

۲۱؍۱۲ کو اوکاڑہ کے لئے روانہ ہوئے ریلوے اسٹیشن پر مکرم کیپٹن سید عنایت شاہ صاحب اپنا تانگہ لے کر تشریف لائے ہوئے تھے۔ تانگہ پر سوار ہو کر ہم چک ۴/۶-L پہنچے۔ شاہ صاحب سے جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کی باتیں ہوتی رہیں وہاں سے گرجا میں ہم گئے مگر پادری صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی، چودھری شیر علی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، وہ نہایت اخلاص سے انجمن کی زمینوں پر کام کر رہے ہیں۔

ملتان

۲۲؍۱۲ کو ہم ملتان کے لئے روانہ ہوئے اور سب سے پہلے عزیز ہوٹل پہنچے۔ چند لمحوں کے بعد محترم خان محمد شریف خان صاحب تشریف لے آئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد وہ ہمیں تین بجے بعد دوپہر سے لے کر رات دس بجے تک اپنی کار میں احباب جماعت سے ملاقات کراتے رہے۔ شام کی نماز فضل گھی ملز کی مسجد میں ادا کی، وہیں محترم شیخ فضل الرحمان صاحب مرحوم کے صاحبزادوں سے ملاقات ہوئی اور ان سے تعزیت کی اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب کے مکان پر گئے انہوں نے کمال محبت سے ہمارا استقبال کیا اور چائے کے لئے اصرار کیا۔ چائے نوشی سے فراغت کے بعد ہم چھاؤنی آگئے وہاں بکرم رحمت اللہ صاحب سے ملے اس کے بعد

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۴)

کھا کر دیکھو!
تعارفی دام پر دستیاب ہے
STAR
BANASPATI
THE PUNJAB VEGETABLE GH
نیا سٹار بناسپتی
★ سٹار کی پہچان، خوش ذائقہ پکوان
تیار کردہ:۔ دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ۔ لاہور،

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰےؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مدینہ کے لئے
حضرت نبی کریم صلعم کی دعا

عن عبد اللّٰہ بن زید عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان ابراھیم حرم مکۃ و دعا لھا و حرمت المدینۃ کما حرم ابراھیم مکۃ و دعوت لھا فی مدھا و صاعھا مثل ما دعا ابراھیم علیہ السلام لمکۃ۔

ترجمہ:—

حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ (فرمایا) کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کی حرمت قائم کی اور اس کے لئے دعا کی اور میں مدینہ کی حرمت قائم کرتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم نے مکہ کی کی حرمت قائم کی اور میں نے اس کے لئے اس کے مد اور اس کے صاع کے لئے دعا کی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی۔

نوٹ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

صاع اور مد دو پیمانے ہیں۔ ان کے لئے دعا سے مراد فراخی رزق کی دعا ہے، اس دعا کا اثر بھی حضرت ابراہیم کی دعا کی طرح ظاہر نظر آیا۔ اس لئے کہ وہ لوگ جو گھر بار چھوڑ کر فقراء کی طرح مدینہ میں آئے تھے نہایت ہی قلیل عرصہ میں ان کی تجارتیں اس قدر وسیع ہوئیں کہ اسی روپے سے مسلمان اس قابل ہوئے کہ سارے ملک عرب کی مخالفت کا مقابلہ کر سکیں۔ جنگ میں جس قدر روپے کی ضرورت ہوتی ہے اس سے کون ناواقف ہے۔ یہ ساری ضرورت انہی چند لوگوں کے روپے سے پوری ہوتی تھی

(باقی بر صفحہ ۳ کالم ۲)

میری تکفیر اور تکذیب کی کونسی وجوہ مولویوں کے ہاتھ میں ہیں

میری صداقت کے تائیدی نشانات

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اگر بدظنی کا مرض نہ بڑھ گیا ہوتا تو بتلاؤ ان مولویوں کو جنہوں نے میری تکفیر اور ایذا دہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی کونسی وجہ کفر کی اور میری تکذیب کی نظر آئی تھیں۔ میں نے پکار پکار کر اور خدا تعالےٰ کی قسمیں کھا کھا کر کہ میں مسلمان ہوں۔ قرآن کریم کو خاتم الکتب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتا ہوں۔ اور اسلام کو ایک زندہ مذہب اور حقیقی نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہوں۔ خدا تعالےٰ کی مقادیر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہوں۔ اسی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں۔ رمضان کے پورے روزے رکھتا ہوں۔ پھر وہ کونسی نرالی بات تھی جو انہوں نے میرے کفر کے لئے ضروری سمجھی صریح ظلم ہے۔ وہ اپنے گندے اعمال اور زندگی کو نہیں دیکھتے۔ وہ زمین اور آسمان پر غور اور تدبر کر کے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ان مصنوعات کا خالق ہے۔ لیکھرام کے نشان سے مولویوں نے کیا فائدہ اٹھایا؟ پھر آتھم کی پیشگوئی سے کیا فائدہ حاصل کیا؟ اللہ اللہ کیسی صاف نکلی بلکہ اس کو مشکوک کرنے کی سعی کی حالانکہ اس میں اگر کوئی الزام باقی ہے تو آتھم پر جس نے اپنی خاموشی اور ہمارے مطالبات کے جواب نہ دینے سے اس کی سچائی پر مہر کر دی۔ جب کہ اس میں صریح شرط موجود تھی۔ پھر ایک قانونی طبیعت کا آدمی بھی اس کے دو ہی معنے کرے گا۔ ایک یہ کہ اگر شرط کی رعایت کرے تو بچ رہے ورنہ مر جاوے۔ پھر بچ جانے کی صورت میں مومن کو چاہیئے تھا کہ وہ اس امر کو تنقیح طلب قرار دیتا کہ آیا اس نے رعایت کی یا نہیں؟

یاد رکھو یہاں تو صریح اور صاف شرط موجود تھی کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ لیکن بعض انذاری پیشگوئیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ کہ بظاہر ان میں کوئی شرط نہیں ہوتی۔ اور حقیقت میں وہ مشروط ہوتی ہیں یونسؑ نبی کا قصہ صاف موجود ہے۔ تفسیروں میں دیکھو۔ کیا لکھا ہوا ہے باوجودیکہ ایک ایسی نظیر قرآن شریف اور تمام کتبِ سابقہ میں موجود ہے۔ لیکن ہمارے معاملہ میں اسی بدظنی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کے ایک مقررہ قانون کی بھی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ اس میں صریح شرط موجود ہے۔ اور اس کا زندہ رہنا اور بچ جانا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اس نے اس شرط سے فائدہ اٹھایا۔ اس شرط سے فائدہ اٹھانے کے ہمارے پاس تو اس سے بھی بڑھ کر دلائل موجود ہیں جو ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ ہماری طرف سے متواتر اشتہار پر اشتہار جاری ہوئے اور اس کو دعوت کی گئی۔ کہ تم قسم کھاؤ اور اگر جھوٹی قسم کی پاداش میں ایک سال کے اندر ہلاک نہ ہو جاؤ تو میں اپنے آپ کو جھوٹا قرار دوں گا۔ اور اس قسم کے لئے چار ہزار روپے تک انعام بھی دینا چاہا۔ اور یہ بھی ثابت کر کے دکھلا دیا۔ کہ بائبل سے ایسی قسم کا کھانا گناہ نہیں بلکہ انکار کرنا گناہ ہے۔ اور یہ بھی

(باقی بر صفحہ ۳ کالم ۱)

محمد الرحمٰن صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ پشاور

جناب شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے
مبلغ انگلستان کی پشاور میں تشریف آوری

۲۳ جنوری۔ بوقت ۳ بجے جناب شیخ محمد طفیل صاحب بمعہ دو مبلغین جناب مرزا محمد لطیف صاحب اور مرزا احمد سلیم صاحب پشاور پہنچے مورخہ ۲۴ کو حسب پروگرام پونے دو بجے نماز ظہر اور عصر جمع کی گئیں۔ اس وقت جماعت کے اکثر احباب پہنچ چکے تھے۔ چارسدہ سے جناب میاں عبداللہ شاہ صاحب سید علی بادشاہ صاحب سید فضل حق بادشاہ صاحب اور ایک اور دوست تشریف لائے تھے۔ میاں عبداللہ شاہ صاحب نے جو ہمارے نہایت محسن اور مربی ہیں سیکرٹری جماعت کو کہا کہ آج کے فنکشن کے اخراجات سب وہ برداشت کریں گے۔ صدر جماعت پشاور اور سیکرٹری جماعت ان کے اس مخیرانہ سلوک کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

سفید ڈھیری۔ شیخ محمدی۔ گگر والا سے اکثر احباب نے شرکت کی۔ بعض احباب اپنے ساتھ غیر از جماعت دوستوں کو بھی لے آئے تھے۔ مستورات بھی کثرت سے آچکی تھیں

دو بجے اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب منعقد ہوا۔ جلسہ کا افتتاح ہمارے معزز مہمان اور مبلغ اسلام جناب مرزا احمد سلیم صاحب نے تلاوت قرآن شریف سے کیا پھر انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار خوش الحانی سے سنائے۔ ان کے بعد سیکرٹری جماعت یعنی خاکسار ... نے معزز مہمانوں کا تعارف کرایا۔

سب سے پہلے مرزا محمد لطیف صاحب نے تقریر شروع کی۔ فاضل مقرر نے فرمایا کہ انبیاء اور مامور آکر مردہ زمین میں زندگی ڈالا کرتے ہیں۔ ان کے آنے سے پہلے ایمان مردہ ہو چکا ہوتا ہے وہ زندہ کرتا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ثریا سے ایمان واپس لے آئے گا یقیناً حضرت صاحبؑ نے مردہ دلوں کو زندگی بخشی اور اپنے متبعین کو ہدایت کی کہ وہ بھی مردوں کو زندگی بخشیں اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ حضرت صاحبؑ کو کس قدر تڑپ تھی کہ مردہ روحیں زندگی حاصل کریں۔ حضرت صاحبؑ کی دلی تڑپ تھی کہ اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے۔

ہمیں بغیر کسی جھجک کے حضرت صاحبؑ کی تعلیم جو اسلام کی روح ہے دنیا کے سامنے پیش کرنی چاہیئے۔ اسی سے جماعت کی ترقی وابستہ ہے۔ فاضل مقرر نے فرمایا کہ دوسری بات جس کے مخاطب ہم سب ہیں اولاد کی صحیح تربیت ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ اپنے آپ اور اپنی اولاد کو آگ سے بچاؤ۔ اگر بچپن سے بچوں کی صحیح تربیت کی جائے اور ان کے ہر فعل کی کڑی نگرانی کی جائے تو جوان اولاد بچوں کی پریشانی کا باعث نہیں بن سکتی۔ ابتداء سے تعلیم و تربیت اسلامی ماحول میں ہو، نماز کا عادی بنایا جائے۔ قرآن شریف باترجمہ پڑھایا جائے۔ سیرت النبیؐ کا اخلاقی پہلو بچوں کو بتایا جائے۔ حضرت صاحبؑ کی کتب بچوں کو پڑھائی جائیں تو پھر لڑکا نوجوان ہو کر یہ نہیں کہے گا کہ میرے پرائیویٹ معاملہ میں دخل نہ دو۔ ابتدائی تربیت بچوں کو نہایت وفادار بنا دیتی ہے۔ فرمایا گھر میں میاں بیوی کا مکمل اتحاد بھی بچوں کی صحیح تربیت کا ضامن ہوتا ہے۔ والدین کا عملی نمونہ بھی بچوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آخر میں فرمایا حضرت صاحبؑ کی کتب کا مطالعہ ان تمام زہریلی اثرات کا تریاق ہے۔

بعدہٗ جناب مرزا احمد سلیم صاحب نے قرآن شریف کی آیت ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون اور انسانی پیدائش کی غرض پر شرح و بسط سے روشنی ڈالی۔ فرمایا انسان اپنے اندر اس قدر جلا پیدا کرے اور اپنے قوٰی کی اس قدر پرورش کرے کہ وہ باخدا بن جائے اور انسان خدا کی ہر صفت کا مظہر ہو سکتا ہے۔ اور یہ مقصد صرف جدوجہد سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ہر نبی اور ہر مامور نے انسانی معراج روحانی کی تعلیم دی اور ان کے سچے پیرو باخدا انسان بن گئے۔ ایک بزرگ نے ابراھیم ادھم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بزرگ کسی کے گھر کبھی اوپر جاتے اور کبھی نیچے آتے گھر کے مکین نے استفسار کیا کہ کیا کر رہے ہو کبھی اوپر آتے ہو اور کبھی نیچے، کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔ آپ نے جواب دیا کہ اونٹ تلاش کر رہا ہوں، کہا عجیب احمق ہو میاں گھر میں اونٹ۔ کہا کسی جنگل میں تلاش کرو تو جواب میں فرمایا اگر یہ حماقت ہے تو خدا کو نرم بستروں پر لیٹ کر تلاش کرنا بھی حماقت ہے۔ خدا کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے ہی خدا مل سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحبت صالحین سے ہی خدا مل سکتا ہے "کونوا مع الصادقین" سچوں کے ساتھ ہو جاؤ الگ تھلگ رہ کر خدا نہیں مل سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسی لئے فرمایا بار بار میرے پاس آئیں اور صحبت میں رہیں تو اس صحبت سے آپ کی فطرت پاک ہو گی اور باخدا انسان بن جاؤ گے۔ عملی طور پر وہ لوگ کامیاب ہوئے جو حضرت صاحبؑ کی صحبت میں رہے، بزرگانِ سلسلہ کی زندگیوں پر غور کرو۔ وہ نہ صرف باخدا تھے بلکہ خدا نما بن گئے۔

تیسری بات باخدا بننے کے لئے مسلسل دُعا کی ضرورت ہے دعا کرتے انسان نہ تھکے۔ ایک شخص تیس سال تک دعا کرتا رہا تو پھر جا کر کہیں قبول ہوئی۔ اس لئے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

چوتھی بات آپ نے قرب الٰہی کے لئے "توکل واللہ" فرمائی۔ انسان اپنی طرف سے پوری سعی کرے اور پھر نتیجہ خدا پر چھوڑ دے۔ فرمایا قرب الٰہی کے لئے محض ظاہری بیعت کرنا کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی جب تک پوری پوری کوشش سے بیعت کنندہ شرائط بیعت کو پورا نہ کرے۔ آخر میں فرمایا یہ دنیاوی سفر اس مسافر کی طرح ہے جو گاڑی پر بیٹھا جا رہا ہے اور اس اسٹیشن پر اُتر جائے گا جہاں کا اس کا ٹکٹ ہو گا۔ اسی طرح اس فرد دنیا میں اس اسٹیشن پر پہنچ کر سفر ختم کر دے گا جہاں تک اس کی زندگی کا ٹکٹ ہے۔

اس کے بعد خاکسار ... نے اعلان کیا کہ اب آپ کے سامنے ہمارے محترم شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان جو عرصہ ۲۰ سال سے بلاد غیر مغرب میں تبلیغ اسلام کرتے رہے ہیں اور بہت سے غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کر چکے ہیں اب آپ تقریر فرمائیں گے۔

جناب محترم شیخ صاحب نے تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تقریباً پانچ سال کے بعد دوبارہ آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں آپ نے فرمایا حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کے مطابق میں تقریباً بیس سال سے یورپ اور امریکہ اور جزائر غرب الہند میں کام کر رہا ہوں۔ اگر میں یہ کہوں کہ ہر جگہ مجھے کامیابی ہوئی تو یہ درست نہیں۔ ہاں تھوڑی بہت کامیابی مجھے اللہ تعالےٰ نے بخشی۔ اس کا میں شکر بجا لاتا ہوں۔ فرمایا انگلستان میں پہلی دفعہ جب میں گیا تو اس قوم کو میں نے نہایت شائستہ اور مہذب اور متمدن پایا سوچا کہ میں ان کو کیا بتاؤں گا۔ مگر مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ یہ محض ظاہری چمک دمک ہے جو ان کو سکون قلبی عطا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتی۔ فرمایا ان کی خاندانی زندگیاں بہت ابتر حالت میں ہیں۔

ان حالات میں ایک مبلغ کو شفقت اور محبت کا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ مبلغ کو یہ خیال ہونا چاہیئے کہ وہ ڈاکٹر کی طرح ایک روحانی مریض کا علاج کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے فضل سے اس وقت تک ۱۵۰ کے قریب غیر مسلموں کو میرے ذریعہ سے اسلام قبول کرنے کی توفیق مل چکی ہے۔ فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ انگلستان میں ہم نے جماعت بنانے کی طرف توجہ نہیں دی۔ اب انشاءاللہ تعالےٰ ہمیں یہ کام کرنا ہو گا۔

ٹرینی ڈاڈ

آپ نے فرمایا کہ میں نے تین سال ٹرینی ڈاڈ میں گذارے ہیں۔ اس عرصہ میں کوئی ۵۰۰ (پانچ سو) کے قریب لوگ باقاعدہ ہماری جماعت میں شامل ہو چکے ہیں اور دس ہزار کے قریب ہماری طرف جھکے ہوئے ہیں اور ہمارے معاون ہیں اور وہ ہمارے لٹریچر کو پڑھ رہے ہیں۔

گیانا

فرمایا کہ گیانا میں بھی پانچ سو افراد ہماری جماعت میں ہیں اور قریباً پانچ ہزار ہمارے معاون اور ہماری طرف ان کا جھکاؤ ہے۔ اور یہاں کثیر حصہ ہمارا مخالف بھی ہے اور یہاں پر شدت کی مخالفت ہے۔ فرمایا گیانا سے ہمارا ایک اخبار بھی نکلتا ہے، یہاں ریڈیو پر بھی ہمارا پروگرام نشر ہوتا ہے۔ ۱۹۶۵ء میں یہاں ہماری دو مسجدیں تھیں، اب خدا کے فضل سے آٹھ مساجد ہیں۔ اور شاید یہی ایک جگہ ہے جہاں ریڈیو پر ہم اپنا پروگرام نشر کر رہے ہیں۔

سرینام

سرینام میں ہماری بہت بڑی جماعت ہے۔ ۵۰ ہزار مسلمانوں میں سے قریباً بیس ہزار احمدی مسلمان ہیں اور یہ لوگ خود کوشش کر کے احمدی ہوئے ہیں۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں جب

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــ لاہور ـــ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۷۱ء

ہم اور ہمارے مخالفین

(۴)

حضرت امام حسینؓ کی توہین کا الزام

چوتھا اعتراض اشتہار مذکور میں یہ کیا گیا ہے :۔

"مرزا اپنی کتاب اعجاز احمدی میں لکھتا ہے کہ امام حسین کا ذکر خدا کے مقابلہ میں اس طرح ہے جس طرح کستوری کے مقابلہ میں گوہ کا ڈھیر ہوتا ہے" (معاذ اللہ)

یہ حضرت مرزا صاحبؑ کے ایک عربی شعر کی طرف اشارہ ہے، جو آپ کی کتاب اعجاز احمدی میں درج ہے، کیا اس کا مفہوم وہی ہے جس کا اس عبارت میں ذکر ہے؟ قبل اس کے کہ اصل شعر درج کیا جائے اس کے ماقبل کے تین چار اشعار معہ ترجمہ پڑھ لیجئے :۔

جعلتم حسینًا افضل الرسل کلّھم
وجزتم حدود الصدق واللہ ینظر

تم نے حسینؓ کو تمام انبیاء سے افضل ٹھہرا لیا اور سچائی کی حدوں سے آگے گزر گئے۔

وعند النوائب والاذی تذکرونہٗ
کان حسینًا ربّکم یا مزوّرُ

اور مصیبتوں اور دکھوں کے وقت تم اسی کو یاد کرتے ہو گویا حسینؓ تمہارا رب ہے اے بدبخت جھوٹ بولنے والے۔

وخرّت لہ احبارکم مثل ساجد
فما جرم قوم اشرکوا او تنصّروا

اور تمہارے علماء سجدہ کرنے والوں کی طرح اس کے آگے گرے۔ پس اب مشرکوں یا نصرانیوں کا کیا گناہ ہے۔

نسیتم جلال اللہ والمجد والعلیٰ
وما وردکم الّا حسین اتنکر

تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہے۔

فھٰذا علی الاسلام احدی المصائب
لدی نفحات المسک قذر مقنطر

پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے، کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔

ان تمام اشعار سے ظاہر ہے کہ ان میں اس شرک کا ذکر کیا گیا ہے جو شیعہ قوم کی طرف سے امام حسینؓ کے بارہ میں کیا جاتا ہے، اسی شرک کا ذکر آخری شعر میں بھی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے اور یہ شرک ایسا ہے کہ گویا کستوری کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔ صاحب اشتہار نے کس قدر ظلم کیا ہے کہ "گوہ کا ڈھیر" معاذ اللہ امام حسینؓ کو بنا دیا، مرزا صاحبؑ نے تو ایسا نہیں کہا نہ انہوں نے امام حسینؓ کی توہین کی، صاحب اشتہار نے ایسا غلط ترجمہ کر کے خود ہی توہین کا ارتکاب کیا ہے، اگر صاحب اشتہار اصل کتاب اعجاز احمدی کا مطالعہ کرتا تو اسے کتاب کے ابتدائی صفحات میں امام حسینؓ کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ کا یہ بیان نظر آ جاتا:۔

"میں نے اس قصیدہ میں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے یہ انسانی کارروائی نہیں، خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان طعن دراز کرتا ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید من عاد ولیًا لی دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے، پس مبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۵)

کیا اس عبارت کے پڑھنے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحبؑ نے امام حسینؓ کی توہین کی ہے اور ان کو معاذ اللہ گوہ کا ڈھیر قرار دیا ہے، "گوہ کا ڈھیر" تو جیسا کہ مندرجہ بالا اشعار سے ظاہر ہے اس شرک کو قرار دیا ہے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا جاتا ہے، کاش صاحب اشتہار اصل کتاب کو پڑھ لیتا اور انصاف و دیانت کی آنکھ سے دیکھتا تو امام حسینؓ کی توہین کا الزام حضرت مرزا صاحبؑ پر لگانے کی نوبت نہ آتی۔ لیکن اس نے تو کسی ناخدا ترس کا لکھا ہوا ایک فقرہ نقل کر کے اس سے غلط نتیجہ نکال لیا، اور یہی حال باقی مخالفین کا ہے کہ وہ اعتراض کرنے کے لئے ایک دوسرے سے نقل در نقل کرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں، اور کسی بھلے مانس کو اصل کتاب اٹھا کر دیکھنے اور نقل کردہ فقرہ کے سیاق و سباق کو دیکھنے کی توفیق میسر نہیں آتی، کاش کچھ خدا کا خوف ہوتا تو ایسی ناشائستہ حرکات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

یہی نہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں حضرت مرزا صاحبؑ نے ایک مرید کے جواب میں جو کلمات لکھے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے دل میں امام موصوف کی قدر و منزلت حد درجہ پائی جاتی تھی، ملاحظہ ہو آپ کی تحریر ذیل :۔

"حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے، اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور محبت اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش، یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے، دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا دنیا کے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی، تا حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی محبت کی جاتی، غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے، تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا ان کی نسبت زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلشانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے"

کیا ان کلمات کے ہوتے ہوئے بھی معترض کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے، حق بجانب ہو سکتا ہے؟

اخبار احمدیہ

ـــ ڈاکٹر شیخ مبارک احمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کی شادی مورخہ ۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔ اس خوشی میں آپ نے ۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو دعوت ولیمہ مسلم ہائی سکول لاہور میں دی جس پر جماعت کے بزرگان و احباب اور دیگر معززین نے شرکت فرمائی۔ صاحب موصوف نے انجمن کو -/25 روپے اور مقامی جماعت کے فنڈ امداد مستحقین میں -/25

آئین اسلامی

(ابوارشد)

جو دل بدلو، نظر بدلو، زبان بدلو، چلن بدلو
تو پھر ممکن ہے تم اپنا سکو آئین اسلامی

خدا کے نام پر جو ہو رہا ہے اور جو ہوتا ہے
یہ ہے تجہیز اسلامی یہ ہے تکفین اسلامی

جنوبی امریکہ میں

تحریکِ احمدیت کے فروغ کے سلسلہ میں ہمارے فرائض

محترم شیخ میاں فاروق احمد صاحب کی تقریر جلسہ استقبالیہ میں

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رفقاء سفر کو جو استقبالیہ دیا گیا اس کی مختصر رپورٹ گذشتہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کی جا چکی ہے، ذیل میں محترم شیخ میاں فاروق احمد صاحب اور محترم شیخ محمد طفیل صاحب کی تقاریر کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں: ——— (بشیر احمد سوز)

اسلام کے آفتاب صداقت کے امریکہ سے طلوع ہونے کے روشن امکانات

محترم الحاج شیخ میاں فاروق احمد صاحب نے جنوبی امریکہ کے دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس مبارک دورہ سے واپسی کے بعد مختلف مواقع پر اس دورہ کے تاثرات بیان کئے ہیں، آج اس نشست میں اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس دورہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا، اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کہ "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کو حضرت مامورِ وقتؑ کی جماعت کے ذریعہ پورا ہوتے دیکھا ہے اور یہ ہمارے لئے مقام فخر و شکر ہے۔

آپ نے کہا کہ جب ہم نے شیخ محمد طفیل صاحب کو انگلستان سے جزائر غرب الہند بھیجا تھا تو اس وقت ہمیں آج کے خوشگوار نتائج کے بارے قطعاً کچھ علم نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی منشاء اور انسان کے فکر و تدبر میں بڑا فرق ہے، خدا کی منشا یہی تھی کہ یورپ کی بجائے جنوبی امریکہ اب ہماری تعلیم و تبلیغ کا مرکز بن جائے۔ یہ خدا کا خاص تصرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حالاتِ حاضرہ اور تقاضائے وقت کے تحت ایک اور میدان دے دیا ہے۔ مکرم میاں صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ایسے کام جماعتوں کے بغیر نہیں ہوا کرتے۔ اور ان حالات میں جب مرکز دور ہو اور ذرائع و وسائل کی کمی ہو اور بھی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں لیکن امریکہ میں معجزانہ طور پر جماعتوں کا بن جانا حضرت صاحب کے الہام کے پورا ہونے کے مترادف ہے، کہ "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" لفظ "تیری تبلیغ" سے پتہ چلتا ہے کہ احمدیت نے ہی ان ملکوں میں جنم لینا ہے اور یہ نظر آتا ہے کہ اس صدی میں احمدیت کے بغیر اور اس زمانہ کے امام کے پیروؤں کے بغیر اسلام کی خدمت نہیں ہو سکتی۔ یہ میں جذبات کی باتیں نہیں کر رہا ہوں بلکہ ایک تاریخی حقیقت کو پیش کر رہا ہوں۔ ہماری ساٹھ سالہ تاریخ بتلاتی ہے کہ دنیا کے اندر مسلمان امراء بھی موجود ہیں اسلامی حکومتیں بھی موجود ہیں اور دنیا میں اسلام کا درد رکھنے والے مفکرین بھی پیدا ہوئے۔ لیکن

اس عرصہ میں جماعت احمدیہ کے سوا اسلام کو دنیا میں پھیلانے والی کوئی اور جماعت پیدا نہ ہوئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام ہمارے لئے ہی مقدر ہے اور جو پیشگوئیاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائیں وہ انشاء اللہ ہمارے ذریعہ پوری ہوتی ہیں۔

دوسری بات جو میں نے دیکھی وہ یہ ہے کہ وہاں کے لوگ انتظامی طور پر پختہ ہیں۔ کیونکہ وہ یورپ اور امریکہ کے ماحول میں ہیں اور وہاں کے حالات و عادات کے ماتحت انتظامی شعبہ جات سے پورے طور پر آگاہ ہیں اس لئے وہ کسی معاملہ کو انتظامی طور پر سنبھالنے اور انجام دینے کے لئے مستعد ہیں، یہ ضروری امر تھا کہ وہاں پر ایسے لوگ پیدا ہوں جیسے حضرت صاحبؑ نے بیان پیدا کئے تھے تاکہ وہ اسلام کے نور کو چمکا اور پھیلا سکیں اور اپنے اطراف کو متاثر کر سکیں۔

آپ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں ہمارے ذمہ بھی بہت سے فرائض ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا ضروری ہے، ضرورت ہے کہ وہاں کے حالات کے پیش نظر ہم ایسے وسائل پیدا کریں جو اس تحریک کو جو وہاں پیدا ہو چکی ہے تقویت دینے کے موجب ہوں۔

میں آج دیکھتا ہوں کہ آج اہل قلم افراد کی ہمیں سخت ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس جو لٹریچر ہے اس کی اہمیت و افادیت مسلمہ ہے اور اس نے جو دنیا پر اثر ڈالا ہے اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا اور اس لٹریچر کی وسعت و ضخامت بہت بڑی ہے۔ اگر ہم نے اس لٹریچر کو وسیع پیمانے پر دنیا میں پھیلا دیا ہوتا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام کو دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلا دیا ہوتا تو پھر ہمیں اہلِ قلم لوگوں کی کمی کا احساس نہ ہوتا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ لٹریچر خصوصاً جس میں توحید الٰہی کی تعلیم و تلقین ہے اس کی اشاعت اور تعلیم و تبلیغ کی میرے خیال کے مطابق

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تقریر فرما رہے ہیں

(محترم شیخ محمد طفیل صاحب تقریر فرما رہے ہیں)

ہم نے ابتدا بھی نہیں کی۔ سب سے پہلے اس لٹریچر پر کام کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے لئے اہلِ علم لوگ بھی ہونے چاہئیں اور مالی وسائل کی بھی ضرورت ہے اور یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو ہمارے کرنے کا ہے۔ اس لٹریچر کی اشاعت کی بے انتہا ضرورت ہے۔ ضروری ہے کہ ہم ان علاقوں میں جہاں احمدیت کے لئے بہت بڑا میدان ہے اپنی اس خدمت کو سرانجام دینے کا سامان بہم پہنچائیں۔ ہم نے وہاں کام کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے تو ہمیں اس کے لئے مستعد ہو جانا چاہیئے اور اس میں تساہل نہیں کرنا چاہیئے ہمیں چاہیئے کہ ان لوگوں سے مؤثر و مفید رابطہ قائم رکھیں۔ ہمیں ان کو لٹریچر مہیا کرنا ہے۔ اور وہ خزائن ان کو دینے ہیں جو حضرت امام وقتؑ

شیخ میاں فاروق احمد صاحب تقریر فرما رہے ہیں

اجتماع کا ایک منظر

اور ان کے متبعین اہلِ علم و قلم بزرگوں نے جمع کئے ہیں اور ان لوگوں میں ان جذبات کو ترقی دینا، جو حضرت مسیح موعودؑ کا منشاء ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اگر ہم نے بر وقت قدم نہ اٹھایا تو ہم اس وعدے کی تکمیل کی سعادت سے محروم ہو جائیں گے جو ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر کیا ہوا ہے کہ "ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے"۔ اس لئے میں اپنے بھائیوں سے یہی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ صرف اس کا فضل اور کرم ہے کہ اس نے ہمیں یہ سعادت نصیب کی ہے کہ ہم اس کام کو اپنے ہاتھوں میں لیں اور آگے بڑھائیں۔ لیکن اس کام کو آگے بڑھانا کوئی آسان کام نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جگہ بارہ ہزار میل دور ہے ان سے رابطہ قائم رکھنا اور ان کی ضروریات کو مدِنظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔

شیخ محمد طفیل صاحب کی تقریر

میاں صاحب ممدوح کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کے دوسرے رفیق سفر محترم الحاج شیخ محمد طفیل صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے آپ کی تقریر سے پہلے مسلم وومن ایسوسی ایشن ٹرینیڈاڈ کے ایک ریڈیو پروگرام کے ایک حصہ کی ٹیپ ریکارڈنگ سنائی گئی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے کلام ؎

"اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحٰی یہی ہے"

خواتین نے ترنم سے پڑھا ہے اور دیگر اردو نظمیں محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے

(باقی ص ۱۱ کالم نمبر ۱-۲)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قیمتی وصیتیں

(۱) تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور تقوے اللہ کے سوائے کسی ایک قوم کو دوسری قوم پر فضیلت نہیں

(۲) میں دو چیزیں ترکہ میں چھوڑتا ہوں۔ کتاب و سنت

حضور صلعم نے بادشاہ ہو کر فقیری کی زندگی بسر کی اور اپنے پسماندگان کیلئے کسی مال و املاک کی وصیت نہیں کی۔

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واذ بوانا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئاً وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود ...... ذالک ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (الحج رکوع ۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام سے فرمایا کہ مکہ میں جا بسیرا کرو۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر یہ دعا مانگی کہ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع۔ اے مولا! میں نے ایسی جگہ اپنے بیوی بچے کو لا بسایا ہے جہاں کوئی سبزی نظر نہیں آتی۔ کوئی پانی نظر نہیں آتا۔ یہاں ریت کا سمندر ضرور ہے، اے میرے مولا! میرے بال بچوں کے لئے اس وادی غیر ذی زرع میں تمام قسم کے سامان پیدا کر دے۔ بظاہر یہ ناممکن سی بات نظر آتی ہے۔

وہاں لق و دق صحرا ہے اور عرب کا تمام خطہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ویران ہے، وہاں حضرت ابراھیم علیہ السلام دعا مانگتے ہیں کہ رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرام۔ اے میرے مولا! یہ تیرا بڑی عزت والا گھر ہے اس لئے میں نے ٹھکانا بنایا ہے، ورنہ یہاں کوئی صورت قیام کرنے کی نظر نہیں آتی۔ تیرے حکم کے ماتحت میں اپنی اولاد کو یہاں بسانے کے لئے لے آیا ہوں۔ رب اجعل ھٰذا بلداً امناً وارزق اھلہ من الثمرات اے مولا! اس کو امن والا شہر بنا دے اور یہاں معیشت کے تمام سامان بھیج دے و ابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم۔ اور جسمانی زندگی کے تمام سامانوں کے علاوہ یہاں روحانیت کا عظیم الشان معلم بھی پیدا کیجئے جو ان کو آپ کی آیات پڑھ کر سنائے ان کو کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں ہر قسم کی بدیوں اور بدکرداریوں سے پاک کر دے۔

پھر مندرجہ ذیل آیات میں فرمایا: واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالاً وعلیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔ یہ مقام ایسا ہے کہ دور دراز کے علاقوں کے لوگ یہاں چل کر آئیں گے، اور یہاں پہنچتے پہنچتے ان کی سواریاں دبلی ہو جائیں گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر یہ نظارہ دیکھا کہ جہاں سے ان کو اور ان کے متبعین کو نکالا گیا تھا آج وہاں حضور کے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ رض موجود ہیں اور وہ عرب کے بادشاہ ہیں۔

آپ کو بارہ تیرہ سال تک مکہ میں بے انتہا تکالیف برداشت کرنی پڑیں اور انجام کار وہاں سے بھاگنا پڑا اور مدینہ میں جا کر پناہ لی۔ وہاں کے مسلمانوں نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں پناہ دی۔ کوئی خزانہ وہاں نہیں فوج نہیں۔ کھانے پینے کا سامان نہیں اس لئے ایک ایک انصاری رض نے ایک ایک مہاجر رض کو اپنے گھر میں جگہ دے دی۔

پھر مدینہ طیبہ میں بھی دشمنوں نے آرام سے زندگی گذارنا محال کر دیا اور ان پر حملہ کرنا ضروری سمجھا۔ بدر۔ احد اور پھر جنگِ احزاب میں قبائل کے کوئی تیس تیس ہزار لوگ مسلمانوں پر چڑھائی کرتے ہیں۔ لیکن ناکام ہوتے ہیں۔ اس کے بعد وہ وقت بھی آتا ہے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ رض کے ساتھ قیام کرتے ہیں۔ وہ نظارہ خدا نما تھا۔ اس جماعت کو اپنے سامنے خدا نظر آتا تھا کہ ہم وہی بے نوا اور لاوارث ہیں جن کی ساری قوم دشمن تھی اور سارے کا سارا عرب مخالف تھا، آج عرفات کے میدان میں ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں موجود ہیں ان میں سے ہر ایک شخص کے قلب پر وجد طاری ہے کہ ہم نے خدا کو دیکھ لیا ہے، انہونی بات ہمارے سامنے آ گئی، آج ہم تمام عرب کے مالک ہیں، یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ آج اتنا بڑا مجمع ہے کہ اطراف عرب سے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کرام رض جمع ہیں۔ اس بھاری مجمع کو دیکھ کر لوگوں کا ایمان قوی ہوا ہوگا۔ پھر میدان عرفات میں یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم۔ آج ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا۔

حضور نبی کریم صلعم تو زیرک ترین انسان تھے۔ جب یہ آیت اتری تو آپ کو تو یہ خیال آیا ہوگا اور بعض صحابہ رض کو بھی یہ خیال گذرا کہ آج نبوت و رسالت کا کام کمال کو پہنچ گیا۔ اور حضرت صلعم جس غرض کے لئے تشریف لائے ہیں وہ غرض پوری ہو چکی ہے، اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلعم کے لئے اپنے رب کے حضور واپسی کا پیغام ہے۔ عرفات کے میدان میں یہ آیت اتری جس میں بتایا گیا ہے کہ نبوت جو حضرت آدم سے شروع ہوئی تھی اس کا کمال حضور نبی کریم صلعم کی نبوت پر ختم ہو گیا۔ چنانچہ حضور صلعم نے اس موقعہ پر جو خطبہ دیا وہ خطبہ حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلعم کے سامنے الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت بھی ہے۔ اور ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ رض کو یقین بھی ہے کہ ہم بادشاہ ہیں کیا اس وقت اس بھاری مجمع میں حضور اکرم صلعم پر یہ اثر ہے کہ وہ سوچیں کہ اب تمام دنیا کے ممالک پر ہم کو قبضہ کر لینا چاہیئے۔ اس خطبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا خیال آپ کو نہیں ہوا آپ کے دل و دماغ میں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے۔ اتنی بڑی جاں نثار قوم کو دیکھ کر جو آپ کے اشارہ پر سب کچھ قربان کر دیتی ہے آپ کو وہم بھی نہیں کہ تمام دنیا آپ کے زیر نگیں آئے گی اور ہم تمام دنیا کو ختم کر دیں گے۔

آج اس بیسویں صدی میں ایک شخص ہٹلر پیدا ہوا، اس کا یہ خیال تھا کہ ہم جرمن دنیا کے بادشاہ ہیں۔ اس کی فوج ایک طرف روس پر چڑھائی کرتی ہے اور دوسری طرف فرانس اور انگلستان پر حملہ کی تیاری ہے، اور بحیرہ روم سے گذر کر مصر پر حملہ آور ہے۔ معلوم ہوا کہ آج تک انسان ترقی کرتا کرتا اس مقام پر نہیں پہنچ سکا جس مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے۔ آپ کو باوجود طاقت و حکومت کے یہ خیال نہیں گذرا کہ ہم دنیا پر قبضہ کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، میں نہیں جانتا کہ آئندہ سال تمہارے ساتھ اس جگہ پر ہونگا یا نہیں اس لئے میں چند اہم امور تلقین کرتا ہوں۔

اے لوگو غور سے سنو! پھر وہ امور جو وصیت کے طور پر آپ نے قوم کو تلقین فرمائے وہ کیا ہیں؟ فرمایا دیکھو یاد رکھو لافضل لعربی علے العجمی۔ میں پہلی یہ پیغام دیتا ہوں کہ ہماری قوم عرب کو کسی غیر عربی قوم پر کسی طرح کی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ بیسویں صدی کا ہٹلر تو کہتا ہے کہ میری قوم کو دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت رکھتی ہے لیکن آج سے چودہ سو سال پہلے حضور نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ ہماری قوم کو کسی دوسری قوم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

ہے ولا لاعجمی علی عربی اور کسی غیر عرب کو بھی عرب پر کسی قسم کی کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت بعض لوگوں نے اپنی قوم کے لئے ہی مخصوص ومختص کر رکھی ہے جیسے یہودی کہتا ہے نحن ابناء اللہ و احباءہ۔ ہم خدا کے بیٹے اور اس کی پیاری قوم ہیں اور یہود کی نسل سے باہر کوئی ایسا انسان نہیں ہے جو خدا کا پیارا ہو، نصرانی بھی یہی کہتا ہے کہ ہمارے سوا دنیا کے لوگوں کو نجات نہیں مل سکتی نجات اس وقت مل سکتی ہے کہ وہ حضرت مسیحؑ کی مصلوبیت پر ایمان لے آئیں۔ لیکن حضور نبی کریم صلعم فرماتے ہیں المخلوق عیال اللہ۔ مخلوق ساری کی ساری خدا کا کنبہ ہے اور میری قوم کو کسی قوم پر فضیلت حاصل نہیں ہے نہ کسی سفید آدمی کو کسی قسم کی سبقت حاصل ہے۔ مشرق ومغرب کا خدا ایک ہی ہے اور تمام نسلِ انسانی کی فطرت ایک ہی ہے جس میں نیکی اور بدی کی تمیز پائی جاتی ہے۔ اس فطرت کی پرورش کے لئے آسمانی وحی آتی ہے اگر فطرت کے اندر بیج نہ ہو تو روئیدگی کیسے ہو سکتی ہے۔ پتھر میں سے روئیدگی نہیں ہو سکتی۔ مشرق ومغرب کے لوگوں کی فطرت میں نیکی اور بدی کی تمیز رکھ دی گئی ہے۔ المخلوق عیال اللہ فان احبہم الی اللہ انفعہم لعیالہ۔ تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور خدا کا پیارا وہ انسان ہے جس کے قلب کے اندر خدا کی مخلوق کی ہمدردی اور خدمت کا جذبہ موجود ہے۔ یہ وصیت نہایت بلند پایہ قدروں کی حامل ہے، یہ تلقین اقوام عالم کی تربیت کرتی ہے۔ ایسا بادشاہ بھی کوئی نہیں ہوا کہ جس کی رعیت کا ایک ایک فرد اس بادشاہ کے حکم پر اپنا جان ومال دینے کے لئے تیار ہو۔ اور جس کی رعیت کے اندر شہادت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہو۔ حضرت نبی کریم صلعم کے معمولی اشارہ پر قوم کی قوم مر مٹنے کے لئے تیار ہے۔ ایسی جاں نثار قوم کو حضور صلعم نے اس بلندی کا سبق دیا۔ جہاں تک بادشاہوں کی نظریں نہیں پہنچ سکتیں۔ اس تلقین کا دوسرا پہلو بھی ملاحظہ کیجئے۔ حضورؐ اپنی وصیت میں کسی رشتہ دار کا کوئی ذکر نہیں کرتے نہ کسی مال واملاک کے لئے وصیت کرتے ہیں۔ یہ نہیں فرماتے کہ فاطمہؓ علیؓ اور حسنؓ وحسینؓ کو فلاں فلاں جاگیر دی جائے۔ اس وصیت کو حضور صلعم نے اپنی وفات کے وقت دہرایا ہے۔ حج سے واپسی پر حضور صلعم بیمار ہو گئے۔ پیغامِ اجل آگیا آپ دیکھئے کہ اس وقت بھی آپؐ کو کیا خیال ہے کیا وہ اس وقت اپنے رشتہ داروں کا ذکر کرتے ہیں کہ قوم ان کی قدر کیا کرے اور ان کی خدمات اور ضروریات کے پیشِ نظر ان کے لئے وظائف مقرر کئے جائیں؟ نہیں وصیت فرمائی تو یہ فرمائی جو حضرت عائشہؓ کی زبانی درج کی جاتی ہے۔

عن عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا ابداً

میں تم میں ایسی چیز چھوڑے چلا ہوں کہ اگر تم اس پر عملدرآمد کرتے رہو گے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ کیا ہے فرمایا کتاب اللہ وسنتی۔ وہ قرآن کریم ہے۔ اور اس پر میرا چالیس سالہ عمل درآمد۔ حضورؐ نے اپنی تمام عمر میں سارے کے سارے قرآن کریم پر عمل درآمد کر کے دکھایا، تو فرمایا اگر کتاب وسنت پر عمل درآمد کرو گے تو تمہارے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے اگر چھوڑ دو گے تو تمہارے لئے گمراہی ہی گمراہی ہے۔

یہ دونوں موقعوں کی وصیتیں ہمارے سامنے ہیں، یہ وصیتیں حضورؐ کے مطہر ومزکی قلب کا عکس ہیں، آپؐ ذاتی خواہشات سے بالکل پاک ہیں، بادشاہوں کے لئے ایسا کر دکھانا مشکل اور ناممکن ہے۔ بادشاہ ہو کر دنیا سے اس حد تک بے تعلقی اختیار کرنا صرف حضور نبی کریمؐ کا ہی حصہ ہے۔ اسی لئے فرمایا میرا فخر اسی بات میں ہے کہ بادشاہ ہو کر فقیری اختیار کروں۔ بادشاہ ہو کر آپؐ نے سیر گاہیں نہیں بنوائیں۔ محلات اور سواریاں نہیں تیار کیں، باغات سیر کے لئے نہیں بنائے۔ اور زمین کے ٹکڑے چُن چُن کر اپنے خاندان میں تقسیم نہیں کئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند وفاتہ درھماً ولا دیناراً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار ولا شاتاً ولا بعیراً دوسری طرف دولت جو عرب میں پائی جاتی تھی وہ بھیڑ بکری اور اُونٹ ہوتے تھے، تو آپؐ نے نہ کوئی بھیڑ بکری چھوڑی نہ اونٹ وغیرہ۔ ولا امۃ ولا عبداً اور ایک اور دولت اس ملک کی ہے یعنی غلام اور لونڈی۔ حضور صلعم نے نہ کوئی غلام چھوڑا اور نہ لونڈی۔ یہ ہیں حضور صلعم، کتنے عظیم الشان بادشاہ ہیں، لیکن اپنی بادشاہت سے کوئی ذاتی فائدہ نہیں اٹھاتے اور وصیت کرتے ہیں تو یہ کہ اگر تم کتاب وسنت پر چلوگے تو کامیاب ہو جاؤ گے اور کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ ہے وہ شخصیت جس کے نمونہ پر چل کر اس امت میں بڑے بڑے خدا رسیدہ لوگ پیدا ہوئے۔ ہمارے درمیان بھی ایک عظیم الشان شخصیت پیدا ہوئی۔ انہوں نے بھی قرآن وسنت پر عمل درآمد کر کے دکھایا اور لکھا کہ قرآن وسنت سے سرمو انحراف کرنا کفر ہے وہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ان پر وحی نبوت نہ اُترتی تھی ان کو الہام ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے الہام کو قرآن کریم کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر پرکھا کرتے تھے اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس چونکہ کوئی نئے احکام الٰہی نہیں ہیں اس لئے میرا انکار کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ٹھہرتا۔

وہ لوگ جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا ہے ان کو یقین تام ہے کہ حضرت صاحب کو اسلام کی خدمت کے سوائے اور کوئی غرض نہ تھی، نہ آپ کو سواریوں سے غرض تھی نہ محلات وزمینوں سے لگاؤ تھا۔ یہ نمونہ ہے حضور نبی کریم صلعم کی اُمت کے بزرگوں، مجددین اور محدثین کا۔ وہ اپنے آقا کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

ہماری قوم کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خادم کے حالات ہیں۔ ہمارے اُوپر دو حجتیں قائم ہو چکی ہیں، قوم کو غور کرنا چاہیئے کہ ہم کس حد تک مسلمان ہیں، اور کس حد تک خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کی پابندی کرتے ہیں، اور یہ بات جو حضور اکرم صلعم نے عرفات کے میدان میں سکھلائی کہ مُسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمان کا خیرخواہ ہے اور فرمایا کہ جس طرح یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر عزت والے ہیں اسی طرح سے مسلمان کی جان ومال عزت والے ہیں جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عزت اور مال کو لوٹتا ہے وہ قوم کو کمزور کرتا ہے۔ اس طریق سے قومیں کمزور ہو جاتی ہیں اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور غیبت سے بھی قوم میں کمزوری اور انحطاط آجاتا ہے قوم کو چاہیئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے کی طرف توجہ دیں۔

دُعا

ہمارے ایک دوست ہیں ملک امیر بخش صاحب۔ وہ بیمار ہیں۔ میں ان کی احوال پرسی کے لئے گیا تھا۔ وہ پہلے تو یہیں قریب ہی رہتے تھے۔ لیکن اب اپنے ایک فرزند کے ہاں چلے گئے ہیں۔ ان کا خط آیا ہے کہ قوم ان کی صحت کے لئے دُعا کرے۔ آپ سب لوگ ہاتھ اٹھائیں اور ان کے لئے اور سب احباب وخواتین کے لئے جو عوارض ومصائب میں مبتلا ہیں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔

دعوتِ استقبالیہ کے متعلق میرے تاثرات

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

حضرت امیر ایدہ اللہ کے کامیاب دَورہ بلادِ غیر (ممالک ٹرینیڈاڈ۔ گیانا وسرینام) سے مراجعت کی خوشی میں جو تقریب استقبالیہ متعلقہ جماعت احمدیہ لاہور نے حال ہی میں منعقد کی اس کے بارہ میں اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب نے مجھے اپنے تاثرات تحریر کرنے کو کہا ہے چنانچہ ان کی اس خواہش کے مطابق میں یہ بیان دینے میں بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں کہ اس دَورہ سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا وہ الہام جس میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" پورا ہوتا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ان دُور افتادہ ممالک میں قریباً پچیس ہزار ایسے احباب موجود ہیں جو جماعت احمدیہ لاہور سے منسلک ہونے پر اپنے لئے فخر محسوس کرتے ہیں اور جنہوں نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ امریکہ ویورپ میں تبلیغ اسلام کے اقدامات میں عملی حصہ لیں گے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دوسرا تاثر مجھ پر یہ ہوا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے واپسی پر مسجد برلن میں اس امر کا پبلک اعلان کیا ہے کہ بلا جھجک وتامل اپنے بیرونی تشنوں میں بانی سلسلہ حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد صحیحہ کو پیش کرتا ہے کیونکہ ہماری جماعت پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

تیسرا تاثر اس عظیم دَورہ سے یہ ہوا کہ پاکستان کی لاہوری احمدی جماعتوں کے حوصلے بھی بلند ہو گئے ہیں جب خدائے تعالیٰ ایسے دُور دراز ممالک میں جماعت کی ترقی وتوسیع کے سامان پیدا کر رہا ہے تو عنقریب وہ وقت بھی آرہا ہے جب پاکستان میں بھی ایسے ہی حالات رونما ہونے کی توقع ہے چنانچہ اس کے آثار اب اس رنگ میں نمایاں ہو چکے ہیں۔ اولاً موجودہ ملکی انتخابات میں کُفر باز جماعتوں اور اشخاص کو عوام نے کلیتہً رد کر دیا ہے۔ دوم آمرانہ نظام طرزِ حکومت کی بجائے جمہوری اسلامی نظام کی جانب یہ قدم اُٹھایا گیا ہے کہ دولت وثروت اور اقتدار اختیار رکھنے والے لیڈروں کی بجائے عوام نے نئی قیادت کی طرف رجوع کیا ہے۔ یہ امر بھی جماعت احمدیہ لاہور کے جمہوری نظام انجمن کی تائید کرتا ہے انہی اسباب ووجوہ کے باعث گذشتہ مجلس معتمدین نے بھی جماعتی توسیع وترقی کی جانب ایک اہم قدم اس تجویز کو منظور کر کے اُٹھایا ہے کہ آئندہ ہماری جماعت کی لاہور جملہ تحریکات، اشتہارات اور مبلغین وکارکنوں کی

مسجد احمدیہ جماعت وزیر آباد کے مختصر حالات اور بزرگانِ جماعت کی قربانیاں اور ایثار

حضرت مولانا نور الدین صاحبؒ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پاک نصائح

(تقریر از شیخ نثار احمد صاحب)

گذشتہ اشاعت میں محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا وہ خطبہ درج کیا جا چکا ہے جو انہوں نے گذشتہ ماہ رمضان شریف میں مسجد جماعت احمدیہ وزیر آباد میں دیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے بعد محترم حافظ محمد حسن چیمہ صاحب نے بھی تقریر کی اور بعد ازاں محترم شیخ نثار احمد صاحب نے بھی مسجد کی تاریخ بیان کرتے ہوئے بزرگانِ جماعت کی قربانیوں کا ذکر کیا اور حضرت مولانا نور الدین صاحبؒ اور حضرت مسیح موعودؑ کے پاکیزہ ارشادات سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ شیخ صاحب موصوف کی تقریر قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہے:۔

جامع احمدیہ وزیر آباد میں احباب جماعت کا ایک اجتماع

میں جناب ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے رمضان شریف میں تکلیف فرما کر اس اجتماع کو رونق بخشی۔ محترم ڈاکٹر صاحب کا خطبہ نہایت ایمان افروز تھا اور انہوں نے ربانی ارشاد اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں نظام قدرت میں توازن کے ساتھ اس کی خوب مطابقت کی ہے۔

مکرم حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کی تقریر بھی بڑی پُراز معلومات تھی۔ ہم سب ان تقریروں سے خوب محظوظ ہوئے ہیں۔

میں اس موقعہ پر وزیر آباد کی مسجد کے متعلق مختصراً عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ مسجد ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے تو بے جا نہ ہوگا غالباً یہ جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد ہے جو لاہور کے بعد قادیان سے باہر تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کی جگہ کے حصول اور تعمیر میں بڑی مشکلات پیش آئیں کیونکہ جگہ نہیں ملتی تھی۔

قبلہ شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم و مغفور نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اس محلہ کے کئی مکانات خرید لئے اور اس طرح یہ وسیع جگہ مل گئی اور یہ وسیع و عریض جگہ مسجد بن گئی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان بزرگوں میں کیا وسعت قلب تھی اور دین کے لئے کیا تڑپ ان کے دلوں میں تھی۔ اس وقت تو وہی احمدی یہاں تھے۔ میرے والد شیخ نیاز احمد صاحب موصوف، اور شیخ محمد جان صاحب مرحوم و مغفور باوجود اس کے مسجد کتنی بڑی بنائی گئی۔ اور اتنی مخالفت کے دوران اس کی تعمیر ہوئی۔ اس میں ایک شخص خاص طور پر سخت مخالف تھا اور ہر موقعہ پر رکاوٹ ڈالتا تھا، حتیٰ کہ جب بنیادیں استوار ہو رہی تھیں اس وقت بھی اس نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن ایسا اتفاق ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا۔ اور وہ بیماری اس کی جان لیوا ثابت ہوئی۔ جب وہ سخت تکلیف کی حالت میں تھا تو اس نے شیخ صاحب موصوف کو بُلا بھیجا اور درخواست کی کہ مجھے آ کر ملیں اور میرے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے صحت دے۔ ایک طرف مخالفت کا یہ عالم اور دوسری طرف دل میں یہ یقین بھی ہے کہ یہ نیک لوگ ہیں۔ خدا پرست ہیں۔ ان کی دعاؤں میں تاثیر ہے۔ اس سے ہم یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی مخالفت محض سطحی ہوتی ہے کہ ہم احمدی تو از نہ سمجھے جائیں یہ بھی خدا تعالیٰ کے ان نشانات میں سے ہے جو احمدیت کے رستہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں کے دُور کرنے کے لئے ظہور پذیر ہوتے رہے

یہ ہے مختصر حال اس مسجد کا۔ اور یہ جماعت کے بزرگوں کے کارناموں میں سے ہے۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور کو دیکھ لیجئے۔ یہ جماعت بھی بزرگوں کے ایثار اور قربانی کی یادگار ہے۔ جنہوں نے انجمن کے لئے اپنے مکانات دے دیئے احمدیہ مارکیٹ بھی ایک یادگار ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ اور جن نیک دل اور دین کا درد رکھنے والوں نے عظیم ایثار کا ثبوت دیا ہے ان کے لئے بلبساختہ دعائیں نکلتی ہیں اور فی الواقع وہ قدر کے قابل ہیں۔ دنیا اپنے اندر ہر طرح کی کشش رکھتی تھی اور تمام قسم کی دلربائیاں اور رعنائیاں لئے ہوئے تھی لیکن ان کی دنیا دین کے تابع تھی۔ انہوں نے اس کی فانی حیثیت کو سمجھ دیا ہوا تھا۔ اور آخرت کی دائمی خوشیاں ان کو زیادہ عزیز تھیں۔ انہوں نے بیعت کے مفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا ہوا تھا بیعت کے نام سے لوگ ڈر جاتے ہیں۔ بیعت کیا ہے اپنے آپ کو دین کے لئے بیچ دینا۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یعنے اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں اس کے بدلہ میں ان کے لئے جنت ہے

ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم ۝

یعنی اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو کون پورا کرنے والا ہے سو اپنے سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے خوش ہو جاؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

ان بزرگوں نے اپنی محبوب ترین چیزوں کو اپنا نہ سمجھا بلکہ خدا کا مال سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو غنی کر دیا اور ہر رنگ میں انہیں مالا مال کر دیا۔ وہ ان جائدادوں سے خود فائدہ اُٹھا سکتے تھے مگر انہوں نے انکے بدلے بہتر متاع کو خرید لیا۔

وزیر آباد کی مسجد کے سلسلہ میں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کا افتتاح حضرت مولٰنا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کرنا تھا مگر وہ بیمار ہو گئے اور تشریف نہ لا سکے۔

قبلہ شیخ صاحب مرحوم نے ہمیں بتایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کا خط آیا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں۔ آ نہیں سکتا اور اس بیماری نے مجھے چڑیا کے بوٹ کی طرح کر دیا ہے۔ کیا عظیم انسان تھے۔ ان کی بات بات میں وعظ نصیحت ہے۔ مناسب ہوگا کہ میں اس خطبہ کا ذکر کروں جو اس بیماری کے بعد حضرت مولانا نے دیا۔ اور اس مسجد میں جو اجتماع ہوا تو اس مناسبت سے بھی اس خطبہ کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

آپ نے ابتداء میں فرمایا کہ :۔

"جب میں نے کوئی لمبی بات کرنی ہوتی ہے یا درد مند دل کی بات تو میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ اس کے اول آخر ضرور پڑھ لیتا ہوں غرض یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ میری نصیحت سنتے ہیں وہ گواہ رہیں کہ میں خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہوں اور میں حضور قلب سے یقین سے استقلال سے یہ بات کہتا ہوں کہ میں اس کی قدرتوں کو بیان کرتے ہوئے شرمندگی نہیں اٹھاتا۔

میں اللہ کو محبوب اور محمدؐ کو سب انبیاء کا سردار اور فخر رسل سمجھتا ہوں اور میں اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اپنے فضل سے اس کی اُمت میں بنایا اور اس کے محبوں میں سے بنایا۔

میں سخت بیمار ہو گیا تھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں مر

جاؤں گا۔ دیکھو اگر میں مرجاتا تو اسی ایمان پر مرتا کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور محمدؐ سچے اور خاتم الانبیاء ہیں۔

اور یہ بھی میرا یقین ہے کہ حضرت مرزا صاحب مہدی و مسیح ہیں محمدؐ کے سچے غلام ہیں بڑے راستباز اور سچے ہیں گو مجھ سے ایسی خدمت ادا نہیں ہوئی جیسی ہونی چاہیئے تھی اور ذرا بھی ادا نہیں ہوئی۔

میں آج اپنی زندگی کا نیا دن سمجھتا ہوں گو تم یہ بات نہیں سمجھ سکتے۔ میں اب ایک نیا انسان ہوں۔ نئی مخلوق ہوں۔ میرے قویٰ پر، میری عادات پر، میرے دماغ پر، وجود پر، میرے اخلاق پر جو اس بیماری نے اثر کیا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نیا انسان ہوں۔

مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ میں ذرہ بھر کسی کی خوشامد نہیں کر سکتا میں بالکل الگ تھلگ ہوں۔ میں صرف اللہ کو اپنا معبود سمجھتا ہوں وہی میرا ربّ ہے۔

اس بات پر بھروسہ نہیں کہ آئندہ ہفتہ تک میری زندگی ہے یا نہیں لہٰذا میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے تقوےٰ اختیار کرو اپنے باطن کو ایسا صاف کر لو جیسا کہ چاہیئے۔ خدا تعالےٰ بڑا پاک قدوس اور سب سے بڑھ کر مطہر ہے اس کی جناب میں مقرب وہی ہو سکتا ہے جو خود پاک ہے۔ گندہ آدمی قبولیت حاصل نہیں کر سکتا اسی واسطے اس نے سعیدوں کے واسطے بہشت اور شقیوں کے لئے دوزخ بنایا ہے"۔

حضرت مولانا کے اس خطبہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کتنے عظیم بزرگ تھے۔ کیا انکساری کا اظہار ہے اور رتبہ یہ ہے کہ اس پایہ کے بزرگ چار دانگ عالم میں نکل جائیں تو نہ ملے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ زمانہ کے امامؑ کے خیالات آپ کے بارے میں دوستوں کے استفادہ کے لئے درج ذیل کرتا ہوں:۔

"مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا نمونہ ہیں۔ میں جب مامور کیا گیا تو دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھایا تھا کہ میرا کوئی مددگار ہو، میں تنہا ہوں، میری دُعا سنی گئی۔ مجھے یہ صدیق ملا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے۔ میں اپنے غموں کو بھول گیا۔

مجھے کسی کے مال نے اس قدر نفع نہیں دیا، علم اس کا مطلوب حلم اس کی سیرت۔ توکل اس کی غذا میں نے جہان میں اس جیسا عالم نہیں دیکھا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والا نہیں دیکھا۔ منعمین میں ہو کر اس کی مانند مخلوق میں فقیر نہیں، جب وہ میرے پاس آیا اور مجھے ملا میں نے دیکھا کہ یہ ربّ کی آیات میں سے ہے وہ مضطر کی طرح دین کی مدد کو کھڑا ہو گیا۔ ایسی کتابیں تصنیف کیں جو حقائق اور معارف سے پُر ہیں۔ بڑے بڑے عالموں نے ان کتابوں کی تعریف کی۔ ان کے جواہر جواہر البحر پر فوقیت لے گئے۔ اس کے موتی دریاؤں کے موتیوں سے فائق ہو گئے پس وہ خدام دین میں سے ہے اور میں ان پر رشک کرنے والوں میں سے ہوں وہ میری ملاقات کے لئے ایسا مضطرب رہتا، جیسے دولت مند سونے کے ساتھ۔ میرے کلام سننے کے لئے اس پر وطن کی جدائی آسان ہے"۔

یہ مرتبہ تھا اس عظیم انسان کا۔ اور آپ کے خطبہ سے آپ نے انکساری اور اس صاف گوئی کا بھی اندازہ لگا لیا کہ اس عظیم انسان میں قطعاً کوئی بناوٹ نہیں۔ اور مجدد زمانؑ سے عشق اور پیروی کا یہ عالم کہ آپؑ کی تعلیم پر حرف بحرف عامل تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جو اپنے متبعین کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ان میں اتنی تبدیلی آجائے کہ تم وہ نہ رہو جو پہلے تھے۔ اور ایک نئے انسان ہو جاؤ"۔ تو اس سے ایک عام آدمی اپنی حالت کا اندازہ لگا لے۔ اس میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ تھوڑی سی نیکی اور عبادت پر ہی مطمئن نہ ہو جائیں۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے فلا تزکوا انفسکم اپنے آپ کو پاک باز نہ ٹھہرائیں، یہ فخر نہ کرتے پھریں کہ ہم بڑے عابد اور پرہیزگار ہیں، بلکہ انکساری اور عاجزی میں ترقی کرتے جاویں اور اس میں ہر لحظہ گنجائش ہے حقیقی پرستش کی اور خیالات کی بلندی کی اور یہی منزلیں ہیں "نیا انسان" ہونے کی۔

مندرجہ بالا حقائق سے ہمیں اپنے بزرگوں کے ایثار اور قربانیوں کی یادگاریں اور داستانیں جلی حروف میں لکھی نظر آتی ہیں۔ یہ ہماری تاریخ ہے جس پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔ اور اس کو سامنے رکھ کر اپنے ذہنوں میں جلا پیدا کر سکتے ہیں، اور دامے درمے قدمے سخنے راہ عمل پر چل سکتے ہیں۔

یہ مبارک مہینہ (رمضان) ہمارے لئے موجب برکات ہو کہ ہم اس سے فائدہ اُٹھائیں اور آخری عشرہ میں بالخصوص دعائیں کریں کہ اس جماعت کی ترقی ہو اور خدا دوں کو نیکی کی طرف پھیر دے اور استقامت کی توفیق بخشے۔ زمانہ حاضرہ کے مصائب تازیانہ کا کام دیں، حالیہ تباہیاں عبرتناک سبق ہیں اور ایک سیکھنے والے کے لئے قدم قدم پر خالق کی قدرت کاملہ اور مخلوق کے عجز کا پتہ دیتی ہیں۔

آخر میں مجدد زمانہؑ کے ارشادات پیش خدمت ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"اے سونے والو بیدار ہو جاؤ۔ اے غافلو اُٹھ بیٹھو کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آگیا ہے یہ رونے کا وقت ہے نہ کہ سونے کا اور تضرع کا وقت ہے نہ کہ ٹھٹھے اور ہنسی کا اور تکفیر بازی کا، دُعا کرو کہ خدا تمہیں آنکھیں بخشے تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بتمام و کمال دیکھ لو اور نیز اس نور کو بھی جو رحمت الٰہی نے اس ظلمت کے مٹانے کے لئے تیار کیا ہے پچھلی راتوں کو اٹھو اور خدا تعالےٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو اور ناحق حقانی سلسلہ کے لئے بد دعائیں مت کرو اور نہ منصوبے سوچو۔ خدا تعالےٰ تمہاری غفلت اور بھول کے ارادوں کی پیروی نہیں کرتا وہ اپنے بندے کا مددگار ہوگا اور اس درخت کو نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے اس پودہ کو کاٹ سکتا ہے جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے۔ جب تم انسان ہو کر ایسا کام نہیں کرنا چاہتے پھر وہ جو دانا اور بینا اور ارحم الراحمین ہے وہ کیوں اپنے اس پودے کو کاٹے جس کے پھلوں کے مبارک دنوں کی وہ انتظار کر رہا ہے۔

پس تم خوب یاد رکھو کہ تم اس لڑائی میں اپنے ہی اعضا پر تلوار یں مار رہے ہو۔ سو تم ناحق آگ میں ہاتھ نہ ڈالو ایسا نہ ہو کہ وہ آگ بھڑکے اور تمہارے ہاتھ کو بھسم کر ڈالے۔ یقیناً سمجھو اگر یہ کام انسان کا ہوتا تو بہتیرے اس کو نابود کرنے والے پیدا ہو جاتے۔ کیا تمہاری نظر میں کوئی ایسا مفتری گذرا ہے کہ جس نے خدا تعالےٰ پر ایسا افترا کر کے کہ وہ مجھ سے ہم کلام ہے پھر اس مدت مدید کے لئے سلامتی کو پا لیا ہو، افسوس کہ تم کچھ بھی نہیں سوچتے اور قرآن کریم کی ان آیتوں کو یاد نہیں کرتے جو نبی کریم صلعم کی نسبت اللہ جلشانہٗ نے فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اگر تو ایک ذرہ مجھ پر افترا کرتا تو میں تیری رگ جان کاٹ دیتا۔ پس نبی کریم صلعم سے زیادہ تر کون عزیز ہے جو اتنا بڑا افترا کر کے اب تک بچا رہے بلکہ خدا تعالےٰ کی نعمتوں سے مالا مال بھی ہو۔ سو بھائیو نفسانیت سے باز آجاؤ اور ایک نئے انسان بن کر تقوےٰ کی راہ پر قدم رکھو تا تم پر رحم ہو اور خدا تعالےٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل دے۔ آمین

ملفوظات

بسلسلہ صفحہ اوّل

کہا گیا کہ اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر نالش کر دے لیکن اس قدر کوششوں پر بھی وہ میدان میں آیا۔ اور اپنی خاموشی اور اسلام پر نکتہ چینی اور اس کے خلاف تحریروں کی اشاعت سے رک کر اس نے بتلا دیا کہ حقیقت میں پیشگوئی کے موافق اس نے شرط سے فائدہ اُٹھایا۔

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلہ صفحہ اوّل

جن کی تعداد ابتدا میں چند سو نفوس سے زیادہ نہ تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد مدینہ کا رزق اس قدر فراخ ہوا کہ ادنےٰ ادنےٰ آدمی لاکھوں روپے کے مالک بن گئے۔

(فضل الباری)

تقریر مرزا احمد سلیم صاحب بر موقعہ جلسہ سالانہ

کوئی کلمہ گو کافر نہیں

لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا

احباب کرام! اس وقت جس موضوع پر مجھے اظہار خیال کرنا ہے وہ یہ ہے کہ "کوئی کلمہ گو کافر نہیں" مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کے سامنے لفظ "کفر" کے لغوی معنے بیان کر دوں۔ لغت عرب میں کفر کے معنے ستر الشئی کے ہیں یعنی کسی چیز کو ڈھانکنے کا نام کفر ہے۔ اسی طرح رات کو بھی کافر کہتے ہیں کہ کسان کو بھی عربی زبان میں کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو مٹی کے نیچے چھپا دیتا ہے۔

اصطلاحِ اسلام میں کافر کا لفظ اس انسان پر اطلاق پاتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا منکر ہو اس کفر کی آگے دو قسمیں ہیں جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے اپنی مشہور کتاب "نہایۃ" میں اس کی وضاحت بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"الکفر صنفان احدھا الکفر باصل الایمان وھو ضدہ والآخر الکفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہ من اصل الایمان"۔

یعنی کفر دو قسم کا ہے ایک یہ کہ انسان اصلِ ایمان کا کافر ہو یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکاری ہو اس قسم کا کفر ایمان کی ضد ہوتا ہے اور دوسری قسم کفر کی یہ ہے کہ فروعِ اسلام میں سے انسان کسی فرع کا انکار کر دے اس قسم کے انکار سے کوئی انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا جیسے کوئی نماز پڑھنے یا زکوٰۃ دینے سے انکار کر دے۔

اب سوال زیر بحث یہ ہے کہ کیا وہ شخص جو کلمہ توحید پر ایمان رکھتا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہو مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کا منکر ہو اُسے کافر یا دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعوے سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہی عدالت میں پیش کیا جائے اور معلوم کیا جائے کہ آپ اپنے دعوے کے منکر کو کیا سمجھتے ہیں حضور اپنی مشہور کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۲۹۰ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

اور حاشیہ میں اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے بطور اصول بیان فرماتے ہیں:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالے کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدّث ہیں گو وہ کیسی ہی جنابِ الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

اس حوالہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ انسان کافر اس وقت بنتا ہے جب وہ ایسے نبی کا انکار کرے جو صاحب الشریعت ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ احکامِ جدیدہ نہیں لائے اور نہ ہی آپ کو صاحبِ شریعت ہونے کا دعوے ہے اس لئے آپ کا منکر دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں یہ مشہور کیا گیا کہ آپ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں تو آپنے فرمایا:۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ ...... کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجّادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوائے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے، اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے۔ اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتوؤں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

اوّل: آپ نے کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا۔ جو ایسا کہتا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الزام لگاتا ہے۔

دوم: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی ایک تحریر بھی ایسی نہیں جس میں آپ نے مخالفین پر کفر کا فتوے لگایا ہو۔

سوم: یہ بات کہ آپ نے مخالفین کو کافر کہا ہے خیانت، جھوٹ اور خلافِ واقعہ تہمت ہے۔

چہارم: بموجب حدیث نبوی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کفر کا ارتکاب کرنے والا ہوتا ہے۔

پس یہ الزام کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، خود حضور نے نہایت زوردار الفاظ میں ردّ کر دیا ہے اب اگر کوئی یہ بات آپ کی طرف منسوب کرتا ہے اور آپ کا انکار کرنے والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے تو وہ ہرگز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا جانشین قرار نہیں دیا جا سکتا۔

یہ فخر صرف جناب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کو حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے برخلاف ستر کروڑ کلمہ گو مسلمانوں کو جو نمازیں پڑھتے اور زکوٰتیں دیتے حج کرتے اور قرآن مجید کو پڑھتے ہیں بیک جنبشِ قلم کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا ہے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اب ایک اور پہلو سے بھی اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض کیا ہے احادیث نبویہ میں وضاحت کے ساتھ جو اغراض بیان کی گئی ہیں اُن میں سے ایک غرض یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے ہاتھوں دینِ اسلام کا احیاء ہوگا۔ اور دوسری یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے دم سے کافر مریں گے لیکن جناب میاں محمود احمد صاحب کے نظریہ کے مطابق اس کے برعکس طرفہ تماشا نظر آتا ہے کہ مسیح موعود کے آنے سے جو پہلے مسلمان تھے وہ بھی کافر ہو گئے اور نہ صرف یہ کہ وہ مرے نہیں بلکہ کفّار کی تعداد میں اضافے کا موجب ہوئے ہیں۔ کیا اس طرح مسیح موعودؑ نے دینِ اسلام کا احیاء کیا ہے یا اس کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کے آنے سے کافر نہیں مرے بلکہ مسلمان مرے ہیں۔ یہ نظریات جو جناب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے آپؑ کے نہ ماننے والوں کے لئے پیش کئے ہیں ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ اس طرح دینِ اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض ہی باطل قرار پاتی ہے بلکہ آپ کی آمد اس اُمتِ مرحومہ کے لئے ایک عذاب کی حیثیت رکھتی ہے حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کیف تھلک امۃ انا فی اولھا والمسیح فی اٰخرھا

یعنے وہ اُمت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے آغاز میں میرے جیسا وجود ہو اور اس کے آخر میں مسیح ہو، اگر جناب صاحبزادہ صاحب کی ان تشریحات کو قبول کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ مسیح موعودؑ کی آمد سے اُمتِ محمدیہ ہلاک ہو گئی ہے حالانکہ آپ کی آمد کی غرض اس کا زندہ کرنا تھا نہ کہ ختم کر دینا، پس یہ عقیدہ کہ آپ کے دعوے کو قبول نہ کرنے والے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں احادیث نبویہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے بھی مردود ہے۔

اب ہم واقعاتی اعتبار سے بھی اس عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اور

وہ اس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کئی سال تک ان لوگوں کے ساتھ باجماعت نمازیں ادا کرتے رہے جو آپ کی بیعت میں شامل نہیں تھے ہاں جب انہوں نے آپ کے خلاف کفر کا فتوے دیا آپ کے ماننے والوں کو مسجدوں سے نکال دیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تم اُن لوگوں کے ساتھ نمازیں نہ پڑھو ایک تو اس وجہ سے کہ یہ لوگ بموجب حدیث نبوی ایک مسلمان کو کافر کہہ کر خود کافر بن گئے ہیں دوم اس لئے کہ یہ لوگ مسجدوں میں فساد کرتے ہیں۔ جب تک انہوں نے آپ کو کافر نہیں کہا آپ ان کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے کیا کسی مومن کی کسی کافر کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے ہرگز نہیں پس آپ کا عملی نمونہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آپ اپنے مخالفوں کو بھی مسلمان ہی سمجھتے تھے اگر مسلمان نہ سمجھتے ہوتے تو ہرگز ان کے ساتھ نمازیں نہ ادا نہ کرتے۔

اسی طرح جب بھی آپ سے کسی جنازہ کے بارہ میں فتوے طلب کیا گیا تو آپ نے ہمیشہ جواز کا فتوے دیا۔ ۱۸ اپریل ۱۹۰۲ء کا فتوی حسب ذیل ہے:۔

سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں بُرا کہتا تھا اور بُرا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔ ...... متوفی اگر مکذب اور مکفر نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے کوئی ہرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا کی ذات ہے۔"

یہ فتوے جناب میاں محمود احمد صاحب کی مزعومہ تاریخ تبدیلیٔ عقیدہ کے بعد کا ہے جس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ہی اپنے نہ ماننے والوں کو مسلمان سمجھتے رہے اور ان کے جنازوں کے فتوے دیتے رہے۔

آخر میں مَیں جناب میاں محمود احمد صاحب جو فتنۂ تکفیر کے سب سے بڑے داعی اور مبلغ تھے کے چند بیانات بھی پیش کرتا ہوں جن سے یہ امر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ آخر انہیں جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد اپنانے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ ایک زمانہ تھا جب میاں صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے:۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہیں"

(آئینہ صداقت ص ۳۵)

پھر اسی طرح ایک دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:۔

"مسیح موعودؑ کے منکرین کو مسلمان کہنے کا عقیدہ ایک خبیث عقیدہ ہے جو ایسا اعتقاد رکھے اس کے لئے رحمت الٰہی کا دروازہ بند ہے"

(کلمۃ الفصل صفحہ ۳۵)

اسی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے...... مگر محمدؐ کو نہیں مانتا یا محمدؐ کو مانتا ہے پر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا تو وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل صفحہ ۲۰)

جب ۱۹۵۳ء کا زمانہ آیا، میاں صاحب مرحوم کو تحقیقاتی عدالت کے سامنے پیش ہونا پڑا تو آپ نے اپنی پہلی تمام تحریروں پر خط تنسیخ کھینچ دیا آپ سے عدالت کے فاضل ججوں نے سوال کیا:۔

"کیا آپ اب بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں جو آپ نے کتاب آئینہ صداقت کے پہلے باب میں ص ۳۵ پر ظاہر کیا تھا یعنی یہ کہ تمام وہ مسلمان جنہوں نے مرزا غلام احمد صاحب کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

جواب: یہ بات خود اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں کو جو میرے ذہن میں ہیں مسلمان سمجھتا ہوں پس جب مَیں کافر کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں۔ جن کی نسبت مَیں پہلے ہی وضاحت کر چکا ہوں یعنی وہ ملت سے خارج نہیں ہیں۔"

اب آپ دونوں حوالوں پر غور فرمائیں آئینہ صداقت کے ص ۳۵ پر لکھتے ہیں:۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سُنا وہ کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہیں۔"

اور کلمۃ الفصل میں مسیح موعودؑ کے نہ ماننے والے کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"وہ نہ صرف کافر بلکہ پکّا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"

اور تحقیقاتی عدالت میں بیان دیتے ہیں:۔

"وہ ملت سے خارج نہیں ہیں۔"

پہلے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں بسنے والے مسلمانوں کو کافر کہتے رہے چالیس سال بعد کہنے لگے مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرنے والے مسلمان ہیں۔ ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

عدالت کے فاضل ججوں نے تمام بیانات سُن کر اپنا تأثر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"ہمارے سامنے جو موقف اختیار کیا گیا ہے وہ واضح طور پر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد اپنے آپ کو محض اس لئے نبی کہتے ہیں کہ ان کو ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے نبی کہہ کے مخاطب کیا تھا...... اور مرزا صاحب کی وحی پر ایمان نہ لانے سے کوئی شخص خارج از اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

فاضل ججوں کی رائے کے متعلق مولوی جلال الدین شمس مرحوم لکھتے ہیں:۔

"یہ موقف کوئی نیا موقف نہیں بلکہ وہی پُرانا موقف ہے جو حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اپنی کتب میں بارہا بیان کیا ہے"

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر)

سوال یہ ہے اگر یہ موقف بانی جماعت احمدیہ نے اپنی کتب میں بارہا بیان کیا ہے تو مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا نظریہ آپ کہاں سے لائے تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت آپ مسیح موعودؑ کی تحریرات کے خلاف عمل پیرا تھے۔

حضرت امیر مرحوم نے فرمایا تھا کہ خلیفہ صاحب اپنے غیر اسلامی عقائد کی وجہ سے یا تو مہاجروں کی طرح مسلمانوں سے الگ ہو جائیں گے یا ان کو غلط عقائد سے رجوع کرنا پڑے گا، مجھے امیر مرحوم کی فراست مومنانہ پر رشک آتا ہے کہ آخر کیسے چالیس سال بعد ان کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور جناب خلیفہ صاحب نے ۱۹۵۳ء میں جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کو اپنا کر اپنی جان چھڑائی اور اس طرح وہ کام جو نصف صدی تک دلائل سے نہ ہو سکا حالات کی ایک ہی ضرب سے ھباءً منثوراً ہو گیا۔

خبر نامہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مالی امداد

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ نے ایک نومسلم کے کاروبار جاری کرنے کے سلسلہ میں -/۵۰۰ روپے کا ایک قرضہ حسنہ منظور کیا ہے اسوقت تک اس مد میں -/۳۰۰ روپے دیئے جا چکے ہیں۔

تحفہ شادی

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے محترم ظفر عبداللہ پسر محمد عبداللہ صاحب از سان فرانسسکو کو ان کی شادی کے موقعہ پر ایک تحفہ پیش کیا گیا ہے۔

انعامی کتب

مقامی جماعت احمدیہ لاہور پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات ایم اے (عربی اور اسلامیات) میں اوّل دوم سوم آنے والے امیدواروں کو یونیورسٹی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر مندرجہ ذیل کتب انعام کے طور پر پیش کر رہی ہے۔

اوّل آنے والے امیدوار کے لئے:۔

(۱) بیان القرآن۔ ریلیجن آف اسلام۔ محمد دی پرافٹ۔ ارلی کیلیفیٹ

دوم۔ سوم آنے والے امیدوار کیلئے:۔

۱۔ بیان القرآن

پیغام صلح کا اجراء

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے مقامی جماعت کے ان ۱۵۔ اصحاب کے نام پیغام صلح ایک سال کے لئے مفت جاری کیا گیا ہے جو مالی کمزوری کی وجہ سے سالانہ چندہ دینے سے قاصر ہیں۔

مجاہد کبیر کی تقسیم

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے مجاہد کبیر نامی کتاب کی پچاس کاپیاں مستحق و موزوں اصحاب میں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ یہ کتاب حضرت امیر مولینا محمد علی صاحب مرحوم کی سیرت و سوانح پر مشتمل ہے۔ (انچارج شعبۂ نشر و اشاعت)

(بسلسلہ ص...)

ٹرینیڈاڈ کی انگریزی دان لڑکیوں کو سکھایا اور پڑھا دکھی ہیں۔ شیخ صاحب ممدوح کی سہ سالہ تعلیمی تنظیمی اور تبلیغی مساعی سے وہاں کے بچوں، جوانوں اور خواتین کی الگ الگ مجالس قائم ہو چکی ہیں جن کے ذریعہ ان کی دینی تربیت کی جا رہی ہے اور کبھی کبھی ان مجالس کے ریڈیو پروگرام بھی نشر ہوتے رہتے ہیں۔ ٹیپ ریکارڈنگ سنائے جانے کے بعد شیخ محمد طفیل صاحب نے فرمایا کہ:-

ٹرینیڈاڈ میں ایک موقعہ پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں عیسائی پادری بھی مدعو تھے۔ اس جلسہ میں مندرجہ ذیل چار اعتراضات کئے گئے:-

(۱) اسلام تقدیر اور قسمت کا قائل ہے۔
(۲)۔ اسلام میں عورت کا مقام بڑا ذلیل ہے۔
(۳)۔ اسلام غلامی کو فروغ دیتا ہے۔
(۴) اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور اس میں برداشت کا پہلو نہیں ملتا۔

میں نے بائبل کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات دیئے تو ایک صاحب جو عیسائی سکول کے تعلیم یافتہ تھے، کہنے لگے کہ آج تک تو ہم صرف عیسائیت کو ہی مذہب کا نام دیتے تھے۔ اور اسی کو معیار بنا کر اسی کی روشنی میں دوسرے مذاہب کو جانچتے پرکھتے تھے لیکن آج آپ کی تقریر سے پتہ چلا کہ اسلام بجائے خود ایک سٹینڈرڈ ہے اور عیسائیت کا معیار ہونا یا سٹینڈرڈ ہونا غلط ہے۔

محترم شیخ صاحب نے سنایا کہ بعد ازاں یہ نوجوان ہماری تعلیمی اور تربیتی کلاسوں میں آتے رہے۔ پھر امامت کورس بھی پاس کیا اور آجکل وہ ایک جگہ قائم مقام امام ہیں۔ ایک وقت تھا کہ وہ عیسائیت کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالے نے انہیں توفیق بخشی کہ وہ دین اسلام کی خدمت کریں۔ یہ اور اس قسم کے نہ جانے کتنے واقعات ہیں کہ نہ صرف عیسائیت کے پردہ وہ لوگ اسلام کے دامن میں آگرے بلکہ مسلمان بھی عیسائیت کی آغوش میں جاتے جاتے بچ گئے۔

ایک نوجوان لڑکی کے ذکر میں شیخ صاحب نے بتایا کہ مجھے لندن پہنچکر اس لڑکی نے لکھا کہ عرصہ سے میں سوچ رہی تھی کہ میں نن یعنی راہبہ بن جاؤں لیکن آپ کے لیکچروں میں شرکت کے بعد میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور اب میں مسلمان بن کر دین کی خدمت کروں گی۔

ان دو واقعات کو بیان کرتے ہوئے فاضل مقرر نے کہا کہ اگر اسلام کے تصور حیات کو مغرب میں صحیح طور پر پیش کیا جائے تو اہل مغرب اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے کہا کہ قوموں کی اساس افراد پر ہوتی ہے اگر افراد پر توجہ کی جائے اور ان کی انفرادی تربیت سامنے ہو تو جماعت اور قوم میں خود بخود انقلابی تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور قوم میں مضبوطی اور استحکام پیدا ہو جاتا ہے۔ میں نے اسی احساس کے تحت اپنے تبلیغی میدان میں افراد کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ اوّل اوّل تو میری مساعی اتنی کارگر نظر نہ آتی تھیں اور بعض لوگوں نے اس طریق کار کو پہلے پہل پسند بھی نہ کیا۔ لیکن کچھ وقت گذرنے کے بعد اس کے نتائج بڑے اچھے نکلے اور انہی کوششوں کے نتیجے میں حالیہ دورہ میں دو صد کے قریب خواتین و احباب نے بیعت کی ہے۔

ایک سکول ٹیچر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے محترم شیخ صاحب نے بتایا کہ ان کا خاندان رفتہ رفتہ اسلام سے دور ہٹتا چلا جاتا تھا، لیکن ہماری تعلیم و تبلیغ سے اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اسی طرح مغرب میں حضرت صاحبؑ کا الہام۔ مسلماں را مسلماں باز کردند ——— کو میں نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا ہے۔

محترم شیخ صاحب نے کہا کہ احمدیت نے اسلام کی جو حقیقی شکل و صورت مغرب میں پیش کی ہے، وہ ان کی فطرت قبول کر رہی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اب احمدیہ مکتب فکر کا اسلام ہی حقیقی اور قرآن و سنت کا اسلام ہے جو دنیا میں قبول ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ ایک وقت تھا کہ مذہب خصوصاً مذہب اسلام کو بوڑھوں اور قریب المرگ لوگوں کا مذہب خیال کیا جاتا تھا اور نوجوانوں کے لئے اس میں کوئی دلچسپی اور لگاؤ کا سامان نہیں تھا لیکن اب وہاں پر نوجوان فخر سے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور خواتین کی تنظیم بھی بڑی سرگرمی سے کام کر رہی ہے اور دینی کاموں میں پیش پیش ہے۔ آپ نے بتایا کہ ان علاقوں میں ریڈیو پر ہمارے پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ وہاں کے ہندوؤں، عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں سے تعلقات کے بڑھانے اور انہیں قریب تر لانے کے لئے بین المذاہب کانفرنسوں کے انعقاد کا پروگرام مرتب کیا گیا ہے اس کے نتائج بھی بڑے حوصلہ افزا نکلے۔ آپ نے بتایا کہ گیانا میں نیگرو مسلمانوں کی تربیت وہاں کے ایک فرد رشید صاحب کر رہے ہیں ان کے کہنے کے مطابق ان کی تربیت کے نتائج حوصلہ افزا ہو آمد ہوں گے۔ محترم شیخ صاحب نے کہا کہ حالیہ کنونشن کی کامیابی سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ہم پوری مستعدی سے اور اپنے تمام تر ذرائع اور وسائل کو سمیٹ کر میدان میں نکل کھڑے ہوں تو اسلام اور احمدیت کے حق

پشاور میں جلسہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

جماعت ربوہ کو علم ہوا تو انہوں نے اپنے مبلغ وہاں بھیجدیئے۔ اس وقت انکی کوشش سے کچھ لوگ وہاں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ہماری طرف سے مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو بھیجا گیا تھا۔ پھر خدا کے فضل سے سوائے ایک فیملی کے سب ہماری جماعت میں شامل ہو گئے۔ مجموعی طور پر ربوہ کی جماعتوں کا ان علاقوں میں برائے نام اثر ہے۔

آپ نے وہاں پر طریق تبلیغ پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ نے اپنی کتاب ———
The Songs of Islam
"نغمات اسلامؐ" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں حضرت صاحبؑ کی بھی نظمیں ہیں، جنہیں بچے مل کر پڑھتے ہیں اور ان کے گانے ریڈیو پر بھی نشر کئے جاتے ہیں اور اب بعض سُنی مسلمان بھی ان نغموں کو اپنی مجالس میں پڑھتے ہیں۔

محترم شیخ صاحب کافی دلچسپ واقعات بیان فرما کر سامعین کی دلچسپی اور اضافہ ایمان کا باعث بنے۔

آپ کی تقریر کے بعد سامعین نے صدر جماعت سے کہا کہ اگر کوئی شیخ صاحب پر سوال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس پر ربوہ کے سیکرٹری جناب مولوی محمد الطاف صاحب نے ان واقعات کی حلفیہ تصدیق چاہی جس کی فاضل مقرر نے تصدیق کر دی چاہیئے تو یہ تھا کہ احباب ربوہ اس پر اطمینان کر لیتے مگر پھر بھی بعض دوست لاتعلق باتیں کرتے رہے

آخر میں صدر جلسہ نے جناب شیخ محمد طفیل صاحب۔ جناب مرزا محمد لطیف صاحب اور جناب مرزا محمد سلیم صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس مجلس کو اپنے عالمانہ خیالات سے مستفیض فرمایا اور صاحب صدر نے تمام سامعین کا بھی شکریہ ادا کیا۔ خاص کر میاں عبداللہ شاہ صاحب کا کہ باوجود خرابی صحت کے بھی آپ تشریف لائے ہیں۔

بعدہٗ سب احباب نے مل کر ایک پُرتکلف عصرانہ میں حصہ لیا جو فاضل مہمانوں کے اعزاز میں دیا گیا تھا۔

مؤرخہ ۲۵/۱ کو جناب شیخ محمد طفیل صاحب راولپنڈی واپس ہو گئے ——— مرزا محمد لطیف صاحب اور مرزا محمد سلیم صاحب ۲ بجے کے قریب شیخ محمدی تشریف لے گئے وہاں پر جناب ملک کنڈل خان صاحب کی اہلیہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔

وہاں سے رخصت ہو کر صدر جماعت ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب کے پاس ٹاؤن گئے۔ عصر کی چائے وہاں پی۔ پھر شہر واپس ہوئے۔ اسی دن نماز مغرب کے بعد ایک اجلاس زیر صدارت جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ منعقد ہوا۔

اس مجلس میں مرزا محمد لطیف صاحب نے اپنی جماعت ربوہ سے علیحدگی کے واقعات بیان فرمائے۔ اس کے بعد صدر جلسہ جناب خان عبدالرشید صاحب نے ہر دو بھائیوں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے جماعت ربوہ کے صحیح حالات سے ہمیں آگاہ کیا۔ پھر جلسہ برخواست ہوا۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر

ضروری اعلان

بیرونی ممالک میں اقامت پذیر طلباء اور ملازمین کے پتے درکار ہیں

ہماری جماعت کے اکثر دوستوں کے لڑکے یا دوسرے اقربا و اعزہ تعلیم یا ملازمت کے سلسلہ میں بیرونی ممالک میں گئے ہوئے ہیں۔ مثلاً برطانیہ، امریکہ، جرمنی آسٹریلیا وغیرہ۔ ان دوستوں سے التماس ہے کہ اپنے ان بیرونجات کے اقربا وغیرہ کے نام اور پورے پتوں وغیرہ سے بمعہ فون نمبر کے اگر ہوں تو دفتر کو مطلع کیا جائے تا کہ ان سے رابطہ قائم کیا جا سکے۔

آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۔ فون نمبر ۵۳۰۳۷ تار کا پتہ "تبلیغ لاہور"

جلد ۵۸ ○ یوم چہار شنبہ، مورخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۷۱ء ○ شمارہ ۸

نوافل فرائض کی کمی کو پورا کرتے ہیں

ارشادات حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

ایک فرائض ہوتے ہیں۔ دوسرے نوافل۔ یعنی ایک تو وہ احکام ہیں جو بطور حق واجب کے ہیں۔ اور نوافل وہ ہیں جو زائد از فرائض ہیں۔ اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو نوافل سے پوری ہو جاتی ہے۔ لوگوں نے نوافل صرف نماز ہی کے نوافل سمجھے ہوئے ہیں نہیں یہ بات نہیں ہے۔ ہر فعل کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔

انسان زکوٰۃ دیتا ہے تو کبھی زکوٰۃ کے سوا بھی دے۔ رمضان میں روزے رکھتا ہے تو کبھی اس کے سوا بھی رکھے۔ قرض لے تو کچھ ساتھ زائد دے کیونکہ اس نے مروّت کی ہے۔

نوافل متمم فرائض ہوتے ہیں۔ نفل کے وقت دل میں ایک خشوع اور خوف ہوتا ہے۔ کہ فرائض میں جو قصور ہوا ہے۔ وہ اب پورا ہو جائے یہی وہ راز ہے۔ جو نوافل کو قرب الٰہی کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے۔ گویا خشوع اور تذلّل اور انقطاع کی حالت اس میں پیدا ہوتی ہے اور اسی لئے تقرب کی وجہ ہیں۔ ایام بیض کے روزے۔ شوال کے چھ روزے یہ سب نوافل ہیں۔

پس یاد رکھو کہ خدا سے محبت تام نفل ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ پھر میں ایسے مقرب اور مومن بندوں کی نظر ہو جاتا ہوں۔ یعنے جہاں میرا منشاء ہوتا ہے وہیں ان کی نظر پڑتی ہے۔

صادق موت کا بھروسہ نہیں رکھتا اور خدا سے غافل نہیں ہوتا۔

ان کے کان ہو جاتا ہوں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں اللہ کی یا اس کے رسول کی یا اس کی کتاب کی تحقیر اور ذلت ہوتی ہے وہاں سے بیزار اور ناراض ہو کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ سُن نہیں سکتے اور کوئی ایسی بات جو اللہ تعالےٰ کی رضا اور حکم کے خلاف ہو نہیں سُن سکتے۔

اور ایسی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے ایسا ہی فسق و فجور کی باتیں اور سماع سے پاک نظاروں اور آوازوں سے پرہیز کرتے ہیں نامحرم کی آواز سُن کر بُرے خیالات کا پیدا ہونا زنا الاذن ہے اسی لئے اسلام نے پردہ کی رسم رکھی ہے ؛ (ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

بحر حکمت کے موتی

جنس سے جنس سے تبادلہ دست بدست ہونا چاہیئے

عن مالك بن أوس انه قال من عنده صرفٌ فقال طلحة انا حتّى يجيئ خازننا من الغابة فقال سمع عمر بن الخطاب يخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلّم قال الذهب بالذهب ربًا الّا هاءَ وهاءَ والبُرّ بالبر ربًا الّا هاءَ وهاءَ والتّمر بالتّمر ربًا الّا هاءَ وهاءَ والشعير بالشعير ربًا الّا هاءَ وهاءَ۔

ترجمہ:—

مالک بن اوس سے روایت ہے کہ اس نے کہا کون ہے جس کے پاس (تبادلہ کے لئے) روپیہ پیسہ ہو تو طلحہ نے کہا میں ہوں یہاں تک کہ ہمارا خزانچی غابہ سے آجائے تو اس نے کہا میں نے حضرت عُمر بن خطاب کو سُنا۔ رسول اللہ صلعم سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا سونا سونے کے بدلے سُود ہے سوائے اس کے کہ دست بدست ہو، اور گیہوں گیہوں کے بدلے سُود ہے سوائے اس کے کہ دست بدست ہو اور کھجور کھجور کے بدلے سود ہے سوائے اس کے کہ دست بدست ہو، اور جَو جَو کے بدلے سود ہے سوائے اس کے کہ دست بدست ہو۔

نوٹ۔ از حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ:۔ مالک بن اوس کے پاس سو اشرفیاں تھیں۔ انہیں وہ روپے سے بدلوانا چاہتے تھے، طلحہ نے اشرفیاں ان سے لیکر کہا جب غابہ سے ہمارا خزانچی آجائے تو روپیہ دے دیں گے۔ حضرت عمرؓ یہ باتیں سن رہے تھے اس پر انہوں نے یہ حدیث سنائی اور مالک سے کہا لاتفارقہ حتّی تاخذ منہ۔ اکثر نسخوں میں الذھب بالذھب کے بجائے الذھب بالورق کے لفظ ہیں اور مالک اور طلحہ کی بیع صرف سے یہی لفظ موزوں ہیں ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے باہم تبادلہ کو اس صورت میں ناپسند کیا ہے کہ ایک چیز ابھی دے اور دوسری چیز

(باقی برصفحہ کالم ۲)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

تقریر مرزا محمد شفیق انور صاحب بر موقعہ جلسہ سالانہ

مسئلۂ خلافت

عربی لغت کے اعتبار سے لفظ خلیفہ اپنے اندر نیابت اور جانشینی کا مفہوم سموئے ہوئے ہے اور اس کے معانی مستند لغات میں یوں بیان ہوئے ہیں من یقوم مقام احد و یسد مسدہ اس لحاظ سے آپ کسی بھی شخص کے قائم مقام کو خلیفہ کہہ سکتے ہیں لیکن اسلامی اصطلاح میں خلیفہ نبی کے اس جانشین کو کہتے ہیں جو ظلی اعتبار سے کمالاتِ رسول کا وارث ہو، تا نبوت جو نیا دین لے کر آتی ہے اسے خلافت کے ذریعہ متمکن کیا جائے و لیمکنن لھم دینھم میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اب حضرت مسیح موعودؑ کی پاک تحریرات ملاحظہ فرمائیں، آپ نے بارہا اس امر کا اعلان فرمایا ہے کہ میں اسلامی اصطلاح میں ہرگز نبی نہیں، بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ میری آزمائش انبیاء کی طرح کرنا ایک قسم کی نا سمجھی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۵)

حضرت مسیح موعودؑ کا مقام آپ کی تحریرات کی روشنی میں ظاہر دیا ہے یعنی آپ اسلامی اصطلاح میں نبی نہیں

اب چونکہ آپ اسلامی اصطلاح میں نبی نہیں اس لئے آپ کے بعد اسلامی اصطلاح میں خلافت بھی کوئی نہیں۔

ثانیاً۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت استخلاف میں خلفاء کا وعدہ فرمایا، یہ خلفاء مجددین و محدثین کی صورت میں آکر تجدید و احیائے دین کے کام میں مصروف رہے۔ یہ مجددین بموجب حدیث نبویؐ اب تک آتے رہے ہیں اور آئندہ بھی آتے رہیں گے اور اس طرح اس حدیث کی صداقت آسمان پر اپنی فعلی شہادت سے ثابت کرتا رہے گا۔ اب حضرت مجدد زمانؑ پر نہ آیت استخلاف نازل ہوئی نہ آپ سے خلفاء کا وعدہ ہے اور آپ کی وصیت میں بھی اس کا ذکر تک نہیں اور یہ امر خود قائدین ربوہ کو مسلم ہے کہ جو صدر انجمن اس وصیت کے مطابق بنی ہے اس میں خلیفہ کا وجود کہیں نظر نہیں آتا۔ جناب میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"مجلس معتمدین کے بنیادی اصول میں جو در اصل ہے ہی اسلام کا بنیادی مسئلہ خلیفۂ وقت کا وجود شامل نہ تھا۔"

پھر فرمایا:۔

"چونکہ مسئلہ خلافت جماعت کے بنیادی اصولوں میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل دے اور دس گیارہ آدمیوں کی جنبشِ قلم سے قادیان معاً لاہور بن جائے..... اس لئے جماعت کے کام انجمن کے حوالے نہیں کئے جا سکتے"

گویا میاں صاحب موصوف کا مقصد ہر صورت میں قادیان کو لاہور بننے سے بچانا ہے خواہ مجدد زمانؑ کی وصیت کو بدلنا پڑے اور اسلامی قوانین تلپٹ ہو کر رہ جائیں۔

اب غور فرمایئے اگر غیر مامور مطاع الکل قسم کی خلافتِ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہوتا حضرت مسیح موعود جیسا مردِ مجاہد اسے وصیت میں بیان کرنے سے چوک نہ جاتا معلوم ہوا کہ یہ خود ساختہ بنیادی مسئلہ ہے، اسلام میں ایسی خلافت کا کوئی وجود نہیں۔

ضمناً یہ بھی عرض کر دوں کہ ایک ٹیپ کا مصرع بڑی کثرت سے دہرایا جاتا ہے کہ خلیفے خدا بناتا ہے یہ درحقیقت ایک سراب ہے مغالطہ ہے خدا کے مقرر کردہ خلفاء بغیر رعایت اسباب کے وحی الٰہی سے کھڑے کئے جاتے ہیں جیسے خود حضرت مسیح پاک کا وجود ہے اور اگر سازشی طریق سے بنا ہوا خلیفہ بھی خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہے تو یزید بن معاویہ بھی خلیفۃ اللہ قرار پائے گا۔

اگر اس کا مفہوم یوں بدل دیں کہ خدا نے اسباب کے ماتحت خلیفہ بنایا ہے تو ہر کافر و مسلم، ظالم و عادل امیر یا خلیفہ کو خدا ہی نے بنایا ہے خلیفہ صاحب ربوہ کی کوئی بھی خصوصیت باقی نہ رہی۔

اسلام کا دامن غیر مامور مطاع الکل قسم کی خلافتوں سے بالکل پاک ہے اسلامی ریاست کے امور وامرھم شوریٰ بینھم کے مطابق سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ فرد واحد کے دماغ پر بھروسہ کرنا ایک سنگین غلطی ہے خود حضرت خاتم النبیینؐ کو ان امور کے علاوہ جو میں وحی ہوتی تھی لوگوں سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ شاورھم فی الامر سے ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد گرامی موجود ہے:۔

"اجمعوا له العابد من امتی فاجعلوه بینکم ولا تقضوه برائی واحد"
(کنز العمال)

یعنی میری امت کے نیک لوگوں کو جمع کرو اور امر متنازعہ کے فیصلہ کے لئے آپس میں مشورہ کرو اور کسی ایک فرد کی رائے سے اس کا فیصلہ نہ کرو۔

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے ان صریح ارشادات کے برخلاف اسلامی شوریٰ کو منسوخ کر کے پاپائی خلافت کی بنیاد رکھ دی ہے اس عظیم باپ کے بیٹے نے جو قرآن کے شعشہ یا نقطہ تک کی منسوخی کا قائل نہ تھا۔

مکرم میاں صاحب اپنی پُرجلال تقریر میں فرماتے ہیں:۔

"میں نے اس سے پہلے جماعت کے دوستوں کے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ خلیفۂ وقت کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ دوسرا خلیفہ چنے مگر موجودہ فتنہ نے بتا دیا کہ یہ طریق درست نہیں۔......اس لئے وہ پرانا طریقہ جو طول عمل والا ہے میں اس کو منسوخ کرتا ہوں اور اس کی بجائے میں اس سے زیادہ قریبی طریقہ پیش کرتا ہوں۔"
(خلافت حقہ اسلامیہ صفحہ ۱۲)

آگے چل کر پھر فرماتے ہیں:۔

آئندہ خلافت کے لئے میں یہ قاعدہ منسوخ کرتا ہوں کہ شوریٰ انتخاب کرے" صفحہ ۱۵

پھر صفحہ ۱۳ (تیرہ) پر لکھا ہے:۔

"اگر جماعت احمدیہ خلافت کے ایمان پر قائم رہی اور اس کے قیام کے لئے صحیح جدوجہد کرتی رہی تو اس میں بھی خلافت قائم رہیگی جس طرح عیسائیوں میں پوپ کی شکل میں اب تک قائم ہے گو وہ بگڑ گئی ہے۔"

مندرجہ بالا بیانات سے منطقی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب ربوہ کے نزدیک پاپائیت بگڑ جانے کے باوجود آیت استخلاف کی مصداق ہے۔

اسلامی شوریٰ طول عمل والا طریقہ ہے اس لئے میاں صاحب اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔

اگر بُرا نہ مانیں تو عرض کروں کہ اسلامی شوریٰ کے طول عمل والا طریقہ ہونے کا احساس سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ ہوا۔ آپ اور صرف آپ ہی کو ہوا؟ حضرت مسیح موعود قیامِ شریعت کے لئے تشریف لائے تھے نہ کہ تنسیخ کے لئے، آپ نے احکام اسلامی کو بزعم خود منسوخ کر کے مجدد زمانؑ کی مخالفت کی یا حمایت، آپ کی اس دوست نما دشمنی پر مسیح موعودؑ کی رُوح پکار پکار کر یہ کہہ رہی ہے:۔

بئسما خلفتمونی من بعدی۔

اب آپ پر خلافت کی اس انوکھی قسم کی شرعی حیثیت تو واضح ہو چکی اب اگر بطور تنزل اس کو خلافت مان بھی لیں تو بھی معاملہ جوں کا توں رہتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے خلفائے راشدین کی حقانیت پر ایک مبسوط رسالہ تالیف فرمایا ہے، اور اس میں جو معیار صداقت ان کے لئے قرار دیئے ہیں اُن پر یہ خلافت پُوری نہیں اترتی۔ ایک معیار آپ نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

وماجعلوا ابناءھم ورثاءھم ورثا الذھب واللجین بل ردوا کلما حصل الی بیت المال وما جعلوا ابناءھم خلفاءھم کابناء الدنیا واھل الضلال وعاشوا فی ھذہ الدنیا فی لباس الفقر والخصاصۃ وما مالوا الی التنعم کذوی الامرۃ والریاسۃ

یعنی انہوں نے اپنی اولاد کو سیم و زر کا وارث نہیں بنایا بلکہ جو کچھ ملا اسے بیت المال میں لوٹا دیا اور نہ ہی انہوں نے دنیا کے فرزندوں اور گمراہوں کی طرح اپنے بیٹوں کو خلیفہ بنایا بلکہ وہ دنیا میں فقر و فاقہ کے لباس میں رہے اور امراء و رؤسا کی طرح عیش و عشرت کی طرف کبھی مائل نہ ہوئے۔

اب آپ خود موازنہ کر لیں کہ خلافت ربوہ کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے یہاں خلافت کی کشتی دلوں کو اولاد میں منتقل کرنے کے لئے جو پاپڑ بیلے گئے ان میں سے ایک انتہائی قدم یہ ہے، شریعت میں دخل اندازی کر کے خدائی اختیارات خود سنبھال لئے اور اسلامی شوریٰ کو منسوخ قرار دے دیا۔ انا للہ۔ حیرت تو اس پر ہے کہ جماعت ربوہ کے موجودہ سربراہ اسے اب بھی خلافت راشدہ قرار دیتے ہیں۔

ایں چہ بوالعجبیست۔

ہفت روزہ پیغام صلح ــــــ لاہور ــــــ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۷۱ء

ہم اور ہمارے مخالفین

(۴)

حضرۃ فاطمۃ الزہری کی توہین کا الزام

ایک اور بات جو اشتہار مذکور میں لکھی ہے یہ ہے :۔

"مرزا اپنی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام صنہ ۵۵ پر لکھتا ہے کہ عین بیداری کی حالت میں میرا سر اپنی ران پر رکھا"۔

اس سے حضرت فاطمۃ الزہری رضی اللہ عنہا کی توہین کس طرح ہوگئی، کیا کسی ماں کا اپنے بیٹے کا سر اپنی ران پر رکھنا اس کی توہین کا موجب ہوتا ہے؟ آئینہ کمالات اسلام کی جس عبارت میں اس کا ذکر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہے :۔

"وکنت ذات یوم فرغت من فریضۃ المساء و سنتھا وانا مستیقظ ما اخذنی نوم ولا سنۃ وما کنت من النائمین فبینما انا کذالک اذا سمعت صوت دق الباب فنظرت فاذا الدق کون یاتوننی مسارعین فاذا دنوا منی عرفت انھم خمسۃ مبارکۃ اعنی علیا مع ابنیہ و زوجتہ الزہراء و سید المرسلین اللھم صل وسلم علیہ وعلی آلہ الی یوم الدین۔ ورایت ان الزہراء وضعت راسی علی فخذھا و نظرت بنظرات تحنن کنت اعرف فی وجھھا فھمت فی نفسی ان لی نسبۃ بالحسین واشابھہ فی بعض صفاتہ وسوانحہ واللہ اعلم وھو اعلم العالمین (آئینہ کمالاتِ اسلام)

ترجمہ :۔ اور ایک دن میں شام کی فریضہ نماز اور سنتوں سے فارغ ہوا اور میں جاگ رہا تھا نہ نیند نے مجھ پر غلبہ کیا اور نہ اونگھ آئی اور نہ میں سونے والوں میں سے تھا، پس اس حالت میں میں نے دروازہ کھٹکنے کی آواز سنی اور نظر اٹھا کر دیکھا تو دروازہ کھٹکھٹانے والے میری طرف جلدی آ رہے تھے جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے پہچان لیا کہ وہ پانچ مبارک ہستیاں تھیں یعنے علی رضی اللہ عنہ معہ اپنے دونوں بیٹوں اور زوجہ الزہرا او حضرت سید المرسلین کہ اللہ تعالٰے کا ان پر اور ان کی آل پر قیامت کے دن تک درود اور سلام ہو، اور میں نے دیکھا کہ جناب الزہراء نے میرا سر اپنی ران پر رکھا اور محبت کی نظروں سے مجھے دیکھا اور ان کے چہرہ سے میں پہچان رہا تھا اور اپنے دل میں سمجھ رہا تھا کہ جناب حسین رضی اللہ عنہ سے مجھے مناسبت ہے اور ان کی بعض صفات اور سوانح سے میں مشابہت رکھتا ہوں اللہ تعالٰے بہتر جانتا ہے اور وہ تمام جاننے والوں سے بڑھ کر جاننے والا ہے۔

اس عبارت میں حضرت مرزا صاحب نے ایک کشفی نظارہ کا ذکر کیا ہے جس میں حضرت فاطمۃ الزہراء کے ساتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ اور جناب حسنین رضی اللہ عنہم کی تشریف آوری کا ذکر کرتے ہوئے جہاں یہ بتایا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء نے میرا سر اپنی ران پر رکھا وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"ان کے چہرہ سے میں پہچان رہا تھا اور اپنے دل میں سمجھ رہا تھا کہ مجھے جناب حسین رضی اللہ عنہ سے مناسبت ہے اور ان کی بعض صفات اور سوانح میں مشابہت رکھتا ہوں"۔

یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء کا اپنی ران پہ حضرت مرزا صاحب کا سر رکھنا ایسی ہی مادرانہ شفقت کا اظہار ہے جس کے ماتحت وہ امام حسین کا سر اپنی ران پر رکھتی ہوں گی۔

سمجھ نہیں آتا کہ اس میں کونسی غیب کی بات ہے کیا مائیں اپنے بیٹوں کے سر اپنی ران پر نہیں رکھتیں پھر اگر حضرت فاطمۃ الزہراء کی طرف سے بھی حضرت مرزا صاحب کے ساتھ اسی طرح کی شفقت مادری کا اظہار ہوا اور حضرت مرزا صاحب نے اس کا ذکر کر دیا تو اس میں کونسا اندھیر آ گیا اور حضرت فاطمۃ الزہراء کی توہین کس طرح ہوگئی۔

یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب اسکو حضرت فاطمۃ الزہراء کی مادرانہ محبت ہی سمجھتے تھے۔ نہ صرف آئینہ کمالات اسلام کی مندرجہ بالا عبارت سے ہی ظاہر ہے بلکہ انہوں نے اپنی سب سے پہلی کتاب براہین احمدیہ میں بھی اسی کشف کا ذکر کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں یہ لکھا ہے کہ :۔

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے **مادرِ مہربان کی طرح** اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔"

کیا اس عبارت میں "مادر مہربان کی طرح" کے الفاظ اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کرتے؟ اس سے بڑھ کر اور کیا وضاحت ہو سکتی ہے؟ معترض کو غور کرنا چاہیئے کہ آئینہ کمالات اسلام میں کے ایک فقرہ کو نقل کر کے جو اصل مفہوم کو واضح نہیں کرتا توہین کا الزام لگا دینا کہاں تک جائز ہے، یہی طریق تمام معترضین کا ہے الا ماشاء اللہ کہ سر بریدہ فقرات کی نقل در نقل کرتے چلے جاتے ہیں جس سے اصل مطلب فوت ہو جاتا ہے اور مفہوم کچھ کا کچھ بن جاتا ہے، غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ مرزا صاحب کسی طرح بدنام ہو جائیں خواہ ان کی عبارتوں کا مفہوم بگاڑ کر یا جھوٹ بول کر ہی ہو، کیا یہ کسی خدا ترس اور منصف مزاج انسان کا کام ہو سکتا ہے، کاش معترض صاحبان خشیۃ اللہ سے کام لے کر حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھیں، ان کے کردار پر غور کریں، ان کے کاموں کو دیکھیں جو اسلام کی تائید میں انہوں نے کئے اور ان کے پیرو کر رہے ہیں تو انہیں اس قسم کی ناپاک اشتہار بازی اور ناپاک پراپیگنڈا کی جرأت نہ ہو۔

انتخاباتِ مجلسِ معتمدین

احباب مطلع رہیں کہ جملہ جماعتوں کے انتخابات کی تاریخ ۱۲ مارچ مقرر کی گئی ہے۔

اس بارہ میں ووٹران کی فہرستیں اور دیگر متعلقہ ہدایات اس دفتر سے صدر و سیکرٹری مقامی جماعتہائے کو بھی بھیجی جا رہی ہیں۔

مقام اور وقت مجلسِ انتخاب کے بارہ میں متواتر دو جمعوں میں اعلان کر دیا جائے نیز دفتر سے بھیجی ہوئی فہرست ووٹران بھی پڑھ کر سنا دی جائے تاکہ ہر ووٹر کو بخوبی اس کا علم ہو جائے۔

حسبِ ہدایات انتخابات منعقد ہو جانے کے بعد نتیجہ سے مرکزی دفتر کو اطلاع دی جائے۔

آنریری جنرل سیکرٹری انجمن

"حیاتِ مسیح"!

(ابوارشد)

امین پہ ہے فساد، تشہد پہ اعتراض
سو سو ہیں اختلاف رکوع و سجود سے
چمٹے ہوئے ہیں آپ "حیاتِ مسیح" کو
منکر ہوئے ہیں لوگ خدا کے وجود سے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور ان کے رفقائے سفر کی عزت افزائی

اس بات میں ہے کہ قوم کے وقار کو اسی طرح بلند کیا جائے جیسا حضرت مسیح موعودؑ کے وقت تھا

ذیل کا پیغام ماسٹر محمد عبداللہ صاحب سان فرانسسکو (امریکہ) کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی استقبالیہ تقریب میں سنانے کے لئے بھیجا گیا تھا لیکن مذکورہ تقریب کے انعقاد کے بعد موصول ہوا، تاہم اس پیغام کی اہمیت کے پیش نظر اسے پیغام صلح میں درج کیا جاتا ہے اور جو تجویز انہوں نے فراہمی چندہ کے لئے لکھی ہے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانا ضروری ہے امید ہے احباب اس کی طرف خاص توجہ فرمائیں گے۔

بزرگان سلسلہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

خاکسار کو عزیزی ظفر اقبال کے ذریعہ یہ معلوم کر کے ازحد خوشی ہوئی ہے کہ مقامی احمدیہ جماعت لاہور کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ مولٰنا صدرالدین صاحب کو آپ کے سفر کی کامیاب مراجعت پر ۳۱ر جنوری کو عصرانہ دیا جا رہا ہے۔ جماعت کے اس اقدام پر میں کارکنانِ جماعت کو مبارکباد عرض کرتا ہوں۔

مقامی جماعت کے اس اقدام پر اس میں نہ ہی صرف حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہی عزت افزائی ہے بلکہ اس سے ان تمام کارکنانِ جماعت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، جنہوں نے خدمتِ اسلام کو اپنا نصب العین بنا لیا ہے۔ جو لوگ خدمتِ دین و ملّت کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہیں۔ ان کو کسی قسم کی تعریف یا حوصلہ افزائی کی توقع نہیں ہوتی۔ وہ جو کچھ کرتے، خدا کی خوشنودی کے لئے کرتے ہیں۔ اور ان کو خداوند کریم سے ہی اجر کی توقع ہوتی ہے۔ واللہ لا یضیع اجر المحسنین پر ان کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ وہ جواں مردوں کی طرح مشکلات و مصائب کی گھاٹیوں پر اپنا قدم مضبوطی سے رکھ لیتے ہیں۔ اور کسی مخالفت کی پروا نہیں کرتے۔

خاکسار نے گیانا، سورینام کے تین ہفتہ کے سفر میں حضرت امیر ایّدہ اللہ تعالےٰ کو اسی بلند مقام پر پایا ہے۔ آپ پیرانہ سالی کے باوجود جواں ہمّت مجاہدوں کی طرح تبلیغ کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ آپ نے کبھی نہیں پوچھا کہ اس تبلیغی سفر کی رپورٹ اخبارات کے لئے کیسی تیار ہو رہی ہے۔ اور اس کام کے لئے کون مقرر کیا گیا ہے۔ آپ نے کبھی دریافت نہیں فرمایا کہ فوٹوگرافر نے کیسی تصاویر نکالی ہیں۔

اس عمر میں دیہات کا دورہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بعض مقامات پر غسل خانوں وغیرہ کا کماحقہٗ انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ قوم کے لیڈروں کو اعلےٰ درجہ کے ہوٹلوں میں ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور پھر وہاں سے موٹر پر سوار کر کے جلوس کے ساتھ جلسہ گاہ میں لایا جاتا ہے۔ جہاں جا کر وہ لکھی ہوئی تقریر مجمع کے سامنے پڑھ کر سنا دیتے ہیں۔ اور پھر تقریر تیار کرنے کے لئے ان کے سینکڑوں سیکرٹری ساتھ ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں نقشہ ہی الگ ہے۔ دن میں تین لیکچر تین مختلف مقامات پر میں نے بسا اوقات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی تکانِ سفر کو بری طرح محسوس کیا۔ لیکن آفرین ہے اس شخص پر کہ اس لگاتار سفر کے دوران میں آپ حرفِ شکایت کبھی زبان پر نہ لائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ مولانا صدرالدین صاحب اور جناب میاں شیخ فاروق احمد صاحب کی عزت افزائی صرف اس میں نہیں ہے کہ اس استقبالیہ تقریب میں چند ایک تعریفی کلمات ان کے حق میں سنا دیئے جائیں۔ ان دونوں صاحبان کی حقیقی عزت افزائی اسی میں ہے کہ آپ سب مل کر جماعت کے وقار کو اسی بلند مقام پر پہنچا دینے کے لئے عملی طور پر کوشش فرماویں جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں باوجود سخت مخالفت کے موجود تھا۔ یہ وقار جماعت کے اندر چند ایک امتیازی خصوصیات پیدا کرنے میں ہے۔

۱۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں احمدی جماعت بحیثیت جماعت پابندی صوم و صلوٰۃ میں معروف تھی۔ اگر کوئی فرد مسجد میں خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ یا غیر مذاہب کا مقابلہ کرتا تھا۔ تو مخالف جماعت بغیر دریافت کرلے کے اس پر مرزائی کا فتوےٰ لگا دیتے تھے۔ اور جب مخالف ان کی مخالفت پر آمادہ نظر آتے تھے۔ تو سمجھدار مسلمانوں کا طبقہ احمدیوں کی امداد کرتا تھا اور مخالفوں کو سمجھاتا تھا۔

۲۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں احمدیوں کا نصب العین تبلیغ و اشاعت اسلام کے علاوہ عام مخلوق کی عموماً اور مسلمانوں کی خصوصاً خدمت ہوتا تھا۔ مسلمانوں کو جب کوئی کام پڑتا تھا۔ تو وہ اپنی امداد کے لئے ایک احمدی پر پورا بھروسہ رکھتے تھے۔ خاکسار کے استاد مولٰنا الٰہی بخش اور حضرت مولٰنا عزیز بخش پر ضلع مظفرگڈھ اور ڈیرہ غازی خاں کے لوگوں کا کافی اعتماد تھا۔ ان دونوں حضرات کی زندگی خدمت خلوق میں خرچ ہوتی تھی۔

۳۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مذہبی دنیا میں اشاعت لٹریچر کے ذریعہ کافی انقلاب پیدا کر دیا آپ نے خود باوجودیکہ دیگر مصروفیات و مشاغل اسّی کے قریب کتابیں تصنیف فرمائیں۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب رح نے جب حضور سے وظیفہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آریہ سماج اور عیسائیت کی تردید میں کتابیں لکھو یہی تمہارے لئے وظیفہ ہے۔

ہماری جماعت کے بزرگان نے خداوند کریم کے فضل و کرم سے کافی لٹریچر اسلام کی اشاعت اور ترقی کے لئے شائع کیا ہے۔ لیکن اس کو مزید ترقی دینے کے لئے ابھی تک پرنٹنگ پریس کے لئے انتظام نہیں کیا گیا۔ ہماری جماعت کو ایک ماڈرن پرنٹنگ پریس کی ضرورت ہے جس پر لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر شائع کیا جائے۔ اور اس کو دنیا کے کونوں میں سستے داموں پہنچایا جائے۔ ماہ نومبر میں مجھے شکاگو جانے کا موقعہ ملا۔ جہاں میں نے ایک ہفتہ قیام کیا۔ مجھے جناب ایلیجا محمد صاحب کے پرنٹنگ پریس کو بھی دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس پرنٹنگ پریس پر ان کا سوا کروڑ روپیہ (۲٫۵۰۰٫۰۰۰) ڈالر خرچ ہوا ہے۔ سات منزلہ عمارت پر پانچ ملین ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ ان کا اخبار اڑھائی لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ اس کے فروخت کرنے کے لئے نوجوان والنٹیئر ہر شہر میں دکھائی دیتے ہیں۔ اب یہ اخبار روزانہ ہونے والا ہے۔ اس کے مقابل قادیانی جماعت کی مسجد کو دیکھ کر رونا آتا ہے حالانکہ تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام سب سے پہلے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ شروع ہوا تھا۔ اور ایلیجا محمد صاحب تو بعد میں نکلے۔

۴۔ جماعت کے بچوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کا کما حقہٗ انتظام کیا جائے۔ ہر ایک شہر میں جہاں جماعت ہو اپنا مرکز تعمیر کیا جاوے۔ جہاں نمازوں کا بندوبست ہو۔ مذہبی اور سوشل جلسے ہوں، اور بچوں کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہو۔ ان مراکز کی تعمیر کے لئے سب امیر و غریب حصّہ لیں۔ امیر ایسے کام کرتے ہوئے دکھائی دیویں جیسے غریب مزدور۔ مومن چرچ کے ممبر اپنی عمارات خود اپنے ہاتھوں سے تعمیر کرتے ہیں ان کا امیر طبقہ چندہ دے کر اپنی جان نہیں چھڑا لیتا۔ ان کو بھی مزدوروں کی طرح کام کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے چرچ ظاہری خوبصورتی کے لحاظ سے قابلِ کشش ہیں یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ اگر میاں فاروق احمد صاحب گیانا جانے کی بجائے (پنی جگہ دو چار آدمیوں کے کرایہ کے لئے پچاس ہزار روپیہ خرچ کر دیتے، تو اس کا اتنا زیادہ اثر نہ ہوتا۔ جتنا آپ کا بنفسِ نفیس اپنے اہل و عیال کے ساتھ خود اس مجاہدے میں شریک ہونے سے ہوا ہے۔

یہ تمام پروگرام بغیر مالی قربانی کے حل نہیں ہو سکتے۔ اس کے لئے آپ سب مل کر دُعا فرماویں کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے ہماری جماعت کے پانچ ان افراد کو شرح صدر عطا فرماوے جو پچاس پچاس ہزار روپیہ مندرجہ بالا پروگراموں کے لئے یکمشت ادا کر دیں۔ آپ سب مل کر دُعا فرماویں کہ خداوند کریم جماعت کے پانچ ان افراد کو شرح صدر عطا فرماوے۔ جو پچیس پچیس ہزار روپیہ ادا کریں۔ آپ دُعا کریں کہ خداوند کریم پانچ ان افراد کو شرح صدر دے جو اسلام کے لئے دس دس ہزار روپے فی کس انجمن کے خزانہ میں ادا کر دیویں۔ آپ خلوصِ دل سے دُعا فرماویں کہ خداوند کریم دس ایسے افراد جماعت میں پیدا کر دے جو پانچ پانچ ہزار روپیہ دینے کے لئے تیار ہو جاویں۔ آپ دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ہماری جماعت میں یک صد ایسے مجاہد پیدا کر دیوے جو ۵۰۰ روپیہ فی کس ادا کر دیویں۔ آپ دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ جماعت کے تمام غریب امیر ممبروں میں قربانی کی ایک رُوح پیدا کر دیوے۔ کہ وہ اپنی توفیق سے بڑھ چڑھ کر قربانی کرنے والے ہو جاویں آپ کی یہ قربانیاں جماعت کو ممتاز بنا دیں گی۔ ان سے ہمارے اُن بزرگوں کی رُوح خوش ہوں گی جو ہم سے جُدا ہو چکی ہیں اور ان بزرگوں کے لئے حوصلہ افزائی کا موجب ہونگی۔ جنہوں نے اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ میں ریٹائر ہو چکا ہوں لیکن آپ مجھے اس خدمت سے باہر خیال نہ فرماویں۔ والسّلام۔ خاکسار۔ محمد عبداللہ۔

تین آیات جن میں بلندئ اخلاق اور محاسنِ اعمال کی تعلیم دی گئی ہے

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۹ ر فروری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل تعالوا اتل ما حرّم ربکم علیکم الّا تشرکوا بہٖ شیئًا و بالوالدین احسانًا - ولا تقتلوا اولادکم من املاق ——— ذالکم وصّٰکم بہٖ لعلّکم تتّقون — (سورۃ الانعام ۶: ۱۵۱ - ۱۵۳) ———

مختصر اور جامع تعلیم

قرآن کریم کی یہ تین آیات بڑی توجہ کے قابل ہیں - ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے مختصر اور جامع طور پر مسلمانوں کو بعض نہایت ہی ضروری امور کی طرف توجہ دلائی ہے - ان آیات میں اسلام کی تعلیمات کا نچوڑ بیان کر دیا گیا ہے - فرمایا تعالوا اتل ما حرّم ربکم علیکم آیئے اور غور سے سنیئے - اتل ما حرم ربکم علیکم - میں چند ایسے ضروری امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جن کی حرمت تمہارے ربّ نے بیان فرمائی ہے - تحریم کے معنے کسی شئے کی حرمت کے ہیں -

توحید الٰہی کی تعلیم

پہلی بات تو یہ ہے الّا تشرکوا بہٖ شیئًا - بنیادی تعلیم یہ ہے کہ خدائے واحد کو مانو - کیونکہ وہ زمین و آسمان کا مالک ہے اور کائنات پر اس کی حکومت ہے اس کے علاوہ قطعًا اور کسی کی حکومت کائنات پر نہیں ہے - لوگوں نے کبھی انبیاء کی پوجا شروع کی - پھر ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں کی پوجا شروع کر دی اور ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ لوگوں نے سورج اور قمر کی پرستش شروع کر دی اور یہ بات ان کے فرائض میں سے ہو گئی - اللہ تعالےٰ نے انسانوں درختوں، پتھروں اور سورج و قمر کی پرستش کرنے والوں سب کو مشرک قرار دیا ہے - ہماری سرکار تاجدارِ مدینہ جو کائنات میں سب سے زیادہ قابلِ تعظیم ہستی ہیں انہیں خبر تھی کہ لوگ ان سے متعلق بھی ایسا کریں گے اسی لئے حضور صلعم نے فرمایا لا تجعلوا قبری وثنًا - لوگو یاد رکھو! میری قبر کو بُت نہ بنا لینا - اور میری قبر پر آکر اپنی حاجتیں پیش نہ کرنا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے آگے اپنی حاجات پیش کرتے ہیں ، آپ خدا کے حضور ہمارے لئے دعا کریں - لا تشرکوا بہٖ شیئًا - اس خالق و مالک بادشاہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ - اس کائنات کا بادشاہ صرف خدا تعالےٰ ہے یہ تعلیم سیرت کردار پیدا کرنے کے لئے تلقین کی گئی ہے خدا کے بعد کسی اور طرف دھیان دینا اور خدا کی سلطنت میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا اپنی انسانیت کو گرانا ہے - اللہ تعالےٰ اسکو پسند نہیں کرتا

والدین سے حسنِ سلوک کی تعلیم

وبالوالدین احسانًا - اور خدا کی توحید کے ساتھ ماں باپ کی عظمت بھی بیان فرمائی تاکہ اس حکم کو اہمیت دی جائے کہ ماں باپ کی تعظیم کرنا نہایت ضروری ہے یہ مسلمان کا فریضہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید کے بعد اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے ، ماں باپ کی بے ادبی کرنا گناہ ہے - ماں باپ ، اپنے چچا پھوپھی اور اپنے عزیز و اقارب کی تعظیم کرنا ہی اسلام ہے -

اولاد کی تکریم کا حکم

جہاں ماں باپ کی تکریم کرنے کا حکم دیا وہاں اولاد کے متعلق فرمایا ولا تقتلوا اولادکم من املاق - اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو ، قرآن کریم نے ایک اور مقام پر املاق کا ترجمہ خشیۃ املاق فقر و فاقہ کی وجہ سے اولاد کو ختم نہ کرو ، نحن نرزقکم وایّاھم ہم ہی تمہارے اور ان کے رزق کے کفیل ہیں ، غریب ہونے کی وجہ سے اولاد کو ختم کرنا صحیح نہیں -

علاوہ ازیں اولاد کو قتل کرنے کا ایک اور بھی طریق تھا ، عرب کے لوگ جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ درگور کر دیا کرتے تھے ان کی غیرت کے یہ خلاف تھا کہ کسی لڑکی کے باپ بنیں یا کوئی ان کا داماد ہو - ہندوستان کے راجپوتوں میں بھی اسی قسم کا رواج تھا ، خاوند کی موت کے بعد عورت کو ستی کر دیا جاتا تھا - حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا اکرموا اولادکم - اپنی اولاد کی تکریم کرنا سیکھو ، یہ کیسے خوبصورت الفاظ ہیں ، یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ انسان چھوٹا ہو یا بڑا اپنی عزّت کے معاملہ میں بہت غیرتمند ہے اس لئے اپنے سے چھوٹے کی عزّت و تکریم کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اگر بڑوں کی تعظیم کا حکم دیا تو چھوٹوں کی تکریم کا بھی حکم دیا ہے - عزّتِ نفس بڑی چیز ہے اس کا خیال رکھنا چاہیئے اس سے قوم بنتی ہے - اور ایسی اعلےٰ درجہ کی سوسائٹی پیدا ہوتی ہے -

ظاہری یا خفیہ بے حیائی کے قریب مت جاؤ

پھر فرمایا ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن - بے حیائی کا کوئی کام نہ کیا جائے نہ ظاہری طور پر نہ ہی چھپ کر - جب ساری کی ساری قوم تزکیہ و طہارت کی مالک بن جائے پھر وہ عزّت و بلندی مرتبت کی مالک بن جاتی ہے - فرمایا بے حیائی کا کام نہیں کرنا - چھپ کر کرو یا علانیہ - خدا تعالےٰ دیکھتا ہے - حضرت یوسفؑ نے ایسے ہی موقع پر کہا تھا معاذ اللہ انہ ربّی احسن مثوای کہ خدا مجھے دیکھتا ہے ان کا بہت بڑا امتحان ہوا - محل میں پرورش پائی ہے ملکہ کے زیر احسان ہیں - ایک دن ملکہ نے دروازے بند کر دیئے - اب دیکھتا کوئی نہیں ، اس نے کہا ادھر آؤ - محل میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں ہے - حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں تیرا شوہر میرا آقا ہے اس نے عزّت کے ساتھ مجھے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے اس کی عزّت پر حملہ کرنا بڑا ظلم ہے اس کی عزّت میرے دل میں ہے - چھپ کر بے حیائی کرنے والے مرد کے متعلق سب سے پہلے گھر کے نوکروں چاکروں کو پتہ چلتا ہے کہ صاحب دن میں بھی گھر پر نہیں ہے اور رات کو بھی نظر نہیں آیا - ایسا شخص اپنی عزّت گنوا لیتا ہے

قتل و مقاتلہ جائز نہیں

علاوہ ازیں زندگی کو اہمیت عطا کرنے کے لئے فرمایا ولا تقتلوا النفس التی حرّم اللہ الّا بالحق - کسی کی جان مت لو - ہاں اگر اس نے کسی کو قتل کر دیا ہو تو اس صورت میں اس کی زندگی کو ختم کر دینا واجب ہوگا -

تاکیدی وصیت

آخر میں فرمایا ذالکم وصّٰکم بہٖ لعلکم تعقلون - ہم تاکید کے ساتھ وصیت کے طور پر یہ بات کہتے ہیں کہ ان احکام پر عمل درآمد کرنا ہوگا ، یہ جس قدر احکام ہیں بہ بڑے واضح ہیں اور یہ صاف صاف سمجھ میں آتے ہیں - ان پہ عمل کیا جائے -

یتیم کا مال نہ کھاؤ

پھر ایک اور وصیت کی ہے - ولا تقربوا مال الیتیم الّا بالتی ھی احسن - کوئی یتیم تمہارے سپرد ہو جائے تو اس کے اموال مت کھاؤ - اور جب بالغ ہو جائے تو اس کے اموال اس کے سپرد کر دو - یہ خیال اچھا نہیں کہ تم خود اس کی دولت کے مالک بن بیٹھو -

ماپ تول میں عدل و انصاف سے کام لو

واوفوا الکیل والمیزان بالقسط پھر یہ قیمتی حکم تلقین فرمایا کہ تمہارے کاروبار دکانداری اور کارخانہ میں ناپ تول میں عدل و انصاف ہونا چاہیئے - اس حکم پر کاربند ہونے سے حقیقی امانت و دیانت کی صفت حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے - لا یکلّف اللہ نفسًا الّا وسعھا - ہم انسان کی طاقت سے بڑھ کر اس کو تکلیف نہیں دیتے عام فائدے کے لئے یہ بات کہتے ہیں کہ تم سڑا گندا مال نہیں بیچنا - چالاکی سے کم نہیں ناپنا چاہیئے

کلام میں عدل سے کام لو

اس قیمتی تعلیم کے بعد ایک اور بڑی قیمتی بات فرمائی واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ ہر موقعہ اور ہر مقام پر تمہارے کلام کے اندر عدل ہونا چاہیئے ، اگرچہ وہ عدل ماں باپ کے ہی خلاف کیوں نہ ہو تم نے کسی حالت میں بھی عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہیں دینا - یہ وہ بلند پایہ تعلیم ہے کہ اس سے حضور نبی کریم صلعم کے صحابہ اس تعلیم سے متصف ہو گئے

ان احکام پر عمل کرنے کی تلقین

ذالکم وصّٰکم بہٖ لعلکم تذکرون

ہم تاکید سے یہ تلقین کرتے ہیں کہ ان احکام پر عمل کرنا ضروری ہے اگر تم ان کو مدِّنظر نہ رکھو گے تو جن کے ساتھ تمہارا معاملہ ہے وہ تمہاری چالبازی کو نہیں سمجھ سکتا وہ دھوکا کھا سکتا ہے جس سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

سیدھا راستہ

وانّ ھٰذا صراطی مستقیماً

فاتبعوہ ۔ یہ سیدھا اور صحیح راستہ ہے یہ کامیاب زندگی بسر کرنے کا طریق ہے ولا تتبعوا السبل ۔ اس کے علاوہ دوسرے رستوں پہ نہ چل نکلنا ۔ فتفرق بکم عن سبیلہٖ وہ ہلاکت و تباہی کے راستے ہیں ۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور اس کے ارد گرد دوسرے خطوط کھینچے اور آپ نے فرمایا کہ اس سیدھے راستے کی پیروی کرنا اور اس سے نکلنے والے دوسرے راستوں پر نہ چلنا تو فرمایا سیدھے راستے پر چلنے کی ہم تاکید کرتے ہیں ۔ لعلکم تتقون تاکہ معاصی اور ضلالت سے بچ جاؤ ۔

حدیث میں ان آیات کی اہمیت

ان تینوں آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بلند قوم بننے کی تلقین فرمائی ہے، ان امور کا ذکر حدیث شریف میں بھی آیا ہے ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی وصیت دیکھنا پسند کرتا ہو جس پر حضرت صلعم کی مہر لگی ہوئی ہے وہ ان آیتوں کو پڑھ لے ۔ اسی طرح حضرت صامت ایک جلیل القدر صحابی ہیں، ان کا ارشاد ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میرے ہاتھ پر ان تین آیتوں پر عمل کرنے کی بیعت کی جائے ۔ اسی طرح ربیع رضہ نے بھی یہی بات بیان کی ۔ ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلعم کی وصیت کو دیکھنا چاہتے ہو تو یہ آیتیں پڑھو ۔

منٰی کے میدان میں ان تینوں آیتوں کا بیان

ان آیات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منٰی کے میدان میں بھی دوہرایا ہے ۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ مکہ کے لوگ آپ کی بات نہیں سنتے حج کے موقعہ پر منٰی میں جا کر لوگوں کو مخاطب کیجئے گا ۔ وہاں خیمے لگ جاتے ہیں ۔ اور لوگ مکانوں میں بھی قیام کرتے ہیں حضور نبی کریم صلعم مکانوں کے پاس بھی رُکتے اور خیموں کے پاس بھی ٹھہرتے سب سے پہلے آپ السلام علیکم کہتے کہ سلامتی ہو تم پر ۔ یہ کیسا خوبصورت کلام ہے، لوگوں نے بھی جواب میں السلام علیکم کہا ۔ ان کا ایک بڑا آدمی مفروق تھا وہ بڑا مقرر اور زنا در الکلام تھا ۔ اس نے حضور کی طرف التفات کی اور اس کی طرف حضور صلعم بڑھے اور بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر رضہ اُٹھے اور اپنی چادر سے حضور صلعم پر سایہ کر دیا یہ تعظیم و تکریم جو حضور صلعم نے سکھلائی، قوم کے لئے نمونہ ہے ۔ مفروق نے حضور صلعم کی طرف توجہ کی اور کہا کہ اے قریشی بھائی! کس بات کی دعوت آپ دیتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ خدائے واحد کو مانو جس کا شریک کوئی نہیں، اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں، اس پر میری قوم میرے برخلاف ہو گئی ہے ۔ میں تمہارے پاس آیا ہوں مجھے پناہ دو میری مدد کرو اور دشمن کے مقابل پر میری حمایت کرو، خدا نے مجھے تعلیم و تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کی میں تعمیل کروں گا ۔ مفروق نے کہا کہ اور کونسی بات ہے جس کی طرف تم بلاتے ہو ۔ تو حضور نبی کریم صلعم نے یہ آیتیں پڑھیں ۔ اس پر اسے وجد آ گیا اور اس نے کہا کہ یہ انسان کا کلام نہیں اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو ہم اسے پہچان سکتے انسانی کلام سے ہم واقف ہیں، ہمیں بہر طور اس کا علم ہوتا یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہے خدا کی قسم یہ کسی عرب یا کسی اور ملک کی زمین پر رہنے والے کا کلام نہیں ہے پھر حضور صلعم نے ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان ایتائ ذی القربٰی والی آیت پڑھی تو مفروق نے کہا اللّٰہ اکبر ۔ آپ تو مکارم اخلاق اور محاسن الاعمال کی طرف بلاتے اور دعوت دیتے ہیں ۔ کیا قدر کی ہے اس نے حضور نبی کریم صلعم کی ۔

قوم کی بلندی کا ذریعہ

بہرحال یہ آیتیں تفاسیر احادیث اور تواریخ میں تکرار سے درج ہیں ۔ ہم اگر بلند پایہ اخلاق اور محاسن اعمال سیکھ لیں تو پھر ہی ہم سچے مسلمان بن سکتے ہیں، ورنہ نام کا مسلمان کہلانے کا فائدہ نہیں، ہمیں بحیثیت قوم طہارت قلبی حاصل ہونی چاہیئے ۔ بددیانتی ۔ بدظنی اور دوسرے کی ہتک و بے عزتی نہیں کرنا چاہیئے، قوم کا ہر فرد ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم کرنے والا ہو تو بڑی بلند پایہ قوم پیدا ہو سکتی ہے

دُعا

ہمارے ایک دوست مشکلات میں مبتلا ہیں، ان کے لئے اور ان کے علاوہ سب احباب کے دُعا کریں ۔ (دعا کی گئی)

مولانا شیخ محمد طفیل صاحب کے اعزاز میں

مُسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کی طرف سے دعوتِ استقبالیہ

بشیر احمد سوز

۱۲ر فروری کو بروز جمعہ مُسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور کے اساتذہ اور طلباء کی طرف سے مکرّم مولانا الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان و جنوبی امریکہ کو ان کی پاکستان میں آمد کے موقعہ پر دعوت استقبالیہ دی جس میں مکرم محترم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری نے انجمن کی نمائندگی کی ۔

یہ تقریب ساڑھے نو بجے صبح سکول ہذا کے وسیع ہال میں منعقد ہوئی ۔ عزیزم حافظ محمد زاہد نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور عزیزم حبیب الدین نے " وہ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا" ترنم سے پڑھی ۔ بعد ازاں مہمان خصوصی مکرم الحاج شیخ محمد طفیل صاحب نے تقریر فرمائی، آپ نے کہا عرصہ بائیس سال سے میں بیرونی ممالک میں تبلیغ دین کا کام کر رہا ہوں، اور یہ کام آسان نہیں ہے، خصوصاً ان لوگوں میں جو تہذیب و تمدن کے دلدادہ اور علم و حکمت میں آگے، سائنس کی ترقیات میں پیش پیش اور ہر رنگ میں شائستہ اور مہذب ہیں ۔ آپ نے کہا کہ ان لوگوں کی ظاہری زندگی میں بڑی چمک دمک ہے اور بظاہر وہ بڑے خوش و خرم دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کی اندرونی حالت کا نقشہ مختلف ہے ۔

مکرّم شیخ صاحب نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل و خرد کی توانائیوں سے چاند تک کی خبر لے آئے ہیں لیکن اپنے قریب تر زندگی کے اخلاقی مسائل کو حل کرنے سے لاچار ہیں ۔

مکرم فاضل مقرر نے کہا کہ مغرب کی مادی تہذیب کا سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ اس نے اپنے خالق و مالک خدا کو اپنی زندگی سے یکسر نکال دیا ہے، ان کا خیال ہے کہ ہم خدا کے بغیر بھی نظام حیات چلا سکتے ہیں، اور اس کے بغیر بھی زندگی کے مسائل حل کر سکتے ہیں ۔ اس رجحان نے مادی زندگی کو بڑی وسعتیں اور رفعتیں بخش دی ہیں، لیکن زندگی کی حقیقی منزل و مقصد سے وہ بہت دُور اور بہت دُور ہوتے چلے جا رہے ہیں ۔

آپ نے کہا کہ مغرب میں لوگوں کے پاس سب کچھ ہے اگر کچھ نہیں تو وہ خدا کی ہستی پر حقیقی ایمان نہیں، ان کو یہ یقین دلانے کی ضرورت ہے کہ تم ایک ہی خدا کے پروردہ ہو اور یہ دنیا اور اس کی تمام تر نعمتیں اسی کی پیدا کردہ ہیں ۔ اس نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے ۔ چنانچہ مغرب کی مادی دنیا کو اس کے خالق و مالک پر ایمان کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اسلام کے بنیادی پیغام کو پہنچانا ہم مسلمانوں کا فرض ہے، اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ اگر مناسب طریق سے اسلام کے پیغام کو ان مادی لوگوں تک پہنچایا جائے تو وہ اس کو اپنا سکتے ہیں ۔

مکرّم فاضل مبلغ نے بلادِ غیر میں اپنی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہر مسلمان بنیادی طور پر مبلغ ہے ۔ آپ کو بھی اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے ۔ میری دعا ہے کہ آپ کے دل میں بھی اسلام کا پرامن پیغام ان قوموں تک پہنچانے کی تڑپ پیدا ہو جائے جو اپنے خالق سے دور اور اپنی منزل سے بے خبر ہے ۔ آپ نے دوران تقریر میں ان اُردو نظموں اور نعتوں کے ٹیپ ریکارڈ بھی سنوائے ۔ جو ممالک غربیہ کی مسلم خواتین نے وہاں کے ریڈیو پروگراموں میں پڑھی تھیں ۔

مکرّم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنی تقریر میں مہمانِ خصوصی مکرّم الحاج شیخ محمد طفیل صاحب کا مکمل تعارف کروایا اور ان کی کامیاب خدماتِ دینیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دنیا میں اگر کوئی دین و مذہب قبول ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہی ہے ۔ آپ نے کہا کہ اس وقت دنیا مادہ کے فریب کی شکار ہے، اور مادی تہذیب کی ترقیوں سے متاثر ہے اور وہ مادیت کی شاخ نازک پر آشیاں بنا رہی ہے ۔ لیکن انجام کار یہ آشیاں ناپائدار ثابت ہو گا ۔ اور اس تہذیب کو موت لاحق ہو گی ۔ اور اس تہذیب کی پروردہ قومیں خائب و خاسر ہو کر رہیں گی ۔ آپ نے کہا کہ مادی تہذیب کے گہوارہ میں پلنے والی قومیں جو آج ہواؤں اور فضاؤں اور خلاؤں میں گھوم پھر رہی ہے اور اس نے اب تو چاند پر بھی کمندیں ڈال لی ہیں لیکن وہ اپنے من کی دنیا کی حقیقتوں سے بے خبر ہے ۔

آپ نے کہا کہ آج کے انسان کو اسلام کا پیغام پہنچانا وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے ۔ اور محترم مہمانِ خصوصی بلادِ غیر میں تقاضائے وقت کے تحت جس حُسن و خوبی کے ساتھ یہ پیغام پہنچا رہے ہیں وہ لائق داد و تحسین ہے ۔

آپ نے کہا کہ تبلیغ دین اسلام کا یہ ذوق و شوق محترم شیخ صاحب موصوف کو حضرت بانی تحریک سلسلہ اور احمدیہ تحریک کے بزرگان کی مجاہدانہ زندگیوں سے ملا اور سیکھا ہے ۔ تحریک احمدیہ نے یورپ میں اسلام کا پیغام اس وقت پہنچایا جبکہ وہاں

(باقی بر صفحہ کالم نمبر)

چوہدری محمد شکر اللہ خان صاحب منصور

جماعتِ ربوہ کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

سوال

کچھ عرصہ ہوا ہمارے ایک عزیز اور دوست نے غالباً خان یعقوب خان صاحب کی بیعتِ خلافت سے متاثر ہو کر مجھ سے ایک سوال بلکہ مطالبہ کیا کہ:—

مجھے حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام کو نبی ماننے کے بارے میں جماعتِ ربوہ کے عقیدہ کی صحت صداقت اور قبولیت سے انکار پر اصرار کیوں ہے؟ جبکہ

(الف) اقرارِ نبوت پر مشتمل حضرت اقدسؑ کے متعدد اقوال آپ کی تحریروں میں موجود ہیں اور (ب)

۱ – اس جماعت میں حضرت اقدسؑ کی تمام اولاد شامل ہے۔

۲ – اپنی اس اولاد کے لئے آپ نے بہت دعائیں کی ہیں۔

۳ – اپنی اولاد اور نسل سے ایک بیٹے کے مصلح موعود ہونے کی پیشگوئی کی ہے۔

۴ – آپ کے بیٹے میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی بنے اور مصلح موعود ہونیکا دعویٰ کیا۔

۵ – اب آپ کے پوتے میاں ناصر احمد صاحب خلیفہ ثالث ہیں۔

۶ – خلافت کے ساتھ وابستگی موجبِ برکات اور ترقی، نجات اور فلاح کی ضامن ہے۔

۷ – اس جماعت کی تنظیم بڑی زبردست اور مرکز بہت مضبوط ہے

۸ – اس جماعت کی تعداد بڑی کثیر اور سالانہ جلسوں پر بے پناہ ہجوم کی رونق قلب و روح کو تازہ کرتی ہے۔

۹ – یہ جماعت مالی لحاظ سے بڑی عظیم۔ دفتروں کے لحاظ سے کبیر اور تبلیغی مشنوں کے لحاظ سے بڑی وسیع ہے۔

۱۰ – اس جماعت میں بڑے بڑے علماء دین ہیں جن کے چہروں پہ دینداری کا نور چمکتا نظر آتا ہے۔

۱۱ – اس جماعت کے اکابرین کے چہروں بشروں پر اور گفتگو میں روحانیت اور دین پرستی کی جھلکیں دکھائی دیتی ہیں۔

۱۲ – اس جماعت میں علومِ دینیہ کے ماہرین۔ قانون دان۔ اور ذمہ دار عہدوں پر فائز افراد بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔

۱۳ – یہ جماعت دعائیں بہت لمبی کرتی اور ان میں لوگ خضوع خشوع سے روتے نظر آتے ہیں۔

وغیرہ وغیرہ

یاد رہے کہ ہمارے دوست اور عزیز کا یہ سوال یا مطالبہ کسی ضد یا تردید و تغلیط اور مقابلہ کی غرض سے نہیں بلکہ کلیتہً میری ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات پر مبنی ہے۔ ان صاحب کے نزدیک حضرت اقدسؑ کا فی الواقعہ نبی ہونا ایک حقیقت مسلمہ اور مثبتہ ہے، جس سے انکار کر کے میں نجات اور فلاح سے محروم رہ رہا ہوں۔ لہٰذا انہوں نے تمام تر دلائل پیش کر کے میری توجہ کو بزعمِ خود اس طرف مبذول کرتے ہوئے وجہ انکار دریافت کی ہے۔ اس لئے میں اپنے اوپر یہ فرض سمجھتا ہوں کہ میں بھی اسی طرح ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ اپنی وجہ انکار بیان کر دوں ؎

شاید کہ اس کے دل میں اتر جائے مری بات

عزیز دوست موصوف نے یہ سوال اپنے انداز میں بیان کیا جس کو میں نے ان کے تمام استدلال کے ساتھ مختصر اور موزوں کر کے اپنے ان الفاظ میں لکھدیا ہے۔

الجواب

ہمارے دوست اور عزیز پر واضح ہو کہ مجھے حضرت اقدسؑ کے بعض اقوال میں اقرارِ نبوت ہونے سے انکار نہیں اور نہ کسی کو ہو سکتا ہے۔ انکار اس مفہوم سے ہے، جو جماعتِ ربوہ کا عقیدہ اس "اقرارِ نبوت" سے مراد لیتا ہے۔ جماعتِ ربوہ کے عقیدہ میں یہ اقرارِ نبوت بالفاظ دیگر "دعویٰ نبوت" ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت اقدسؑ اس اقرارِ نبوت کے باوجود اور اس کے ساتھ ہی ساتھ صریح الفاظ میں واضح کرتے ہیں کہ:—

۱ – "جاہل مخالف میری نسبت یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

۲ – "جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو نبوت اور رسالت کا دعوے کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

۳ – "ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ ان کا یہ سراسر افتراء ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۹)

۴ – "اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔"

(حقیقۃ الوحی تتمہ ص۶۸)

ہر چہار اقوال منقولہ بالا سے مبرہن ہے کہ آپ کے بعض اقوال میں جو اقرارِ نبوت پایا جاتا ہے اس کو "نبوت کا دعویٰ" قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ ایسا قرار دینا حسبِ اقوال منقولہ بالا حضرت اقدسؑ کے نزدیک نادانی اور شرارت ہے۔ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ غلط الزام اور سراسر افتراء ہے۔ جہالت۔ حماقت اور حق سے خروج ہے۔ ہمارے دوست موصوف خود ہی بتلائیں کہ دعوےٰ نبوت ہونے کی تردید میں حضرت اقدسؑ کو اس سے زیادہ اور کیا کہنا چاہیئے تھا؟ اور اپنے بعض اقوال میں اقرارِ نبوت سے مراد دعوےٰ نبوت نہ ہونا بیان کرنے کے لئے الفاظ منقولہ بالا سے شدید تر اور واضح تر اور کیا الفاظ لکھے جا سکتے تھے؟ ذرہ توجہ سے سوچ کر بتائیں۔ ہاں ایک بات اس جگہ غور طلب ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت اقدسؑ کے اقوال میں اقرارِ نبوت سے اگر فی الواقعہ نبی ہونا مراد نہیں تو پھر اور کیا مراد ہے؟ اس امر کو بھی آپ نے تشنۂ وضاحت نہیں چھوڑا اور کیونکر چھوڑتے آپ مامورِ خدا تھے، فرماتے ہیں:—

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔ اسی وجہ سے میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام اُمتی بھی رکھا گیا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس حوالہ سے یہ بات دوبارہ مسلم الثبوت ہو جاتی ہے کہ آپ کو "نبی" کہنا یا "نبوت کا مدعی" قرار دینا غلط ہے۔ ہاں "ایک پہلو سے نبی اور دوسرے پہلو سے اُمتی" کا لمبا چوڑا نام کوئی بولنا چاہے تو بول سکتا ہے۔ مگر اس لمبے چوڑے نام سے نبی ہونا مراد نہیں کیونکہ قرآن و حدیث میں یہ نام کہیں درج نہیں۔ بلکہ یہ "مرکب نام" ایک الگ نام ہے۔ حضرت اقدسؑ کا ارشاد ملاحظہ ہو:—

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ نبی کے نام سے اکثر لوگ کیوں چڑ جاتے ہیں جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا کہ آنے والا مسیح اسی اُمت میں سے ہو گا۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس کا نام نبی رکھ دیا تو حرج کیا ہوا۔ ایسے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اس کا نام اُمتی بھی تو رکھا گیا ہے۔ اور اُمتیوں کے تمام صفات اس میں رکھے گئے ہیں۔ پس یہ مرکب نام ایک الگ نام ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ ص۱۸۴)

جیسے مرکب نام احادیث سے اخذ کر کے حضرت اقدسؑ نے خود بیان فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ یہ مرکب نام صرف "نبی کے نام" سے الگ ہے۔ صرف یہی نہیں کہا بلکہ یہ بات بھی مدلل طور پر وضاحت کے ساتھ بتلا دی ہے کہ اس "مرکب نام" کا مفہوم کیا ہے؟ اور اس مرکب نام سے آپ کی کیا مراد ہے؟ فرماتے ہیں:—

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بیان کیا گیا ہے مگر اس کو اُمتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ خبر دی گئی ہے کہ اے اُمتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہو گا اور تمہارا امام ہو گا اور نہ صرف قولی طور پر اس کا اُمتی ہونا ظاہر کیا بلکہ فعلی طور پر

دکھلا دیا کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صاف قال اللہ وقال الرسول کا پیرو ہوگا اور حل مغلقات اور معضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھیگا اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔ اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ **دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔** لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض **محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔** اسی لئے خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳-۵۳۲)

پس حسب ارشاد حضرت اقدسؑ "نبی اور امتی" دو اسم مرکب تام کا مفہوم "کامل نبی" نہیں ہو واقعی نبی ہوتا ہے بلکہ اس کے معنے "ناقص نبی" ہے جس کا دوسرا نام "محدث" ہے۔ جیسا کہ احادیث رسول اللہ صلعم میں ذکر ہے۔ لہٰذا حضرت اقدسؑ کے اقرار نبوت والے تمام اقوال سے "ناقص نبی بمعنے محدث" ہونے کا دعویٰ مراد ہے۔ لیکن جماعت ربوہ کا عقیدہ آپ کے اس کھلے اور واضح ارشاد کے برعکس اور متضاد اور بعد کی ایک خود ساختہ پیداوار ہے۔ اس عقیدہ کی رُو سے آپ کے اقوال میں اقرار نبوت سے مراد ناقص نبی نہیں بلکہ "کامل نبی" ہے جیسا کہ گذشتہ تمام انبیاء تھے۔ لہٰذا ان کے نزدیک آپ محدث نہیں بلکہ "حقیقی نبی" اور حقیقی معنوں میں نبی ہیں۔ جیسا کہ جماعت کے خلیفہ ثانی و نام نہاد المصلح الموعود جناب میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

۱- "قرآن کریم اور شریعت اسلام کی رُو سے آپ حقیقی نبی تھے۔ اسلام کی اصطلاح کی رُو سے حضرت مسیح موعود ہرگز مجازی نبی نہیں تھے"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۷۴ ۱۹۱۵ء)

۲- شریعت اسلام کی اصطلاح کے مطابق جن لوگوں کو نبی کہتے ہیں اس کے لحاظ سے تو آپ حقیقی معنوں میں ہی نبی تھے۔ شریعت اسلام کی رُو سے نبی کا لفظ آپ پر مجازاً نہیں استعمال ہوتا بلکہ حقیقتاً ہوتا ہے"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۰ ۱۹۱۵ء)

۳- "اگر کوئی شخص حقیقی نبی کے یہ معنے کرے کہ وہ نبی .... در حقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنوں کی رُو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو .... تو میں کہوں گا کہ ان معنوں کی رُو سے حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے"

(القول الفصل صفحہ ۱۲ ۱۹۱۵ء)

جماعت ربوہ کے عقیدہ کی یہ خود ساختہ پیداوار حضرت اقدسؑ کی وفات کے ساڑھے سات سال بعد ۱۹۱۵ء میں منصہ شہود پر آئی حالانکہ حضرت اقدسؑ خود ہمیشہ یہی بتلاتے ہوئے اس دنیا سے گذر گئے کہ

۱- "آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے"

(ازالہ اوہام)

۲- "بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالےٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رُو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی"

(سراج منیر صفحہ ۳-۲)

۳- سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقت" (ترجمہ) اللہ تعالےٰ نے میرا نام نبی مجازاً رکھا ہے حقیقۃً نہیں رکھا"

(حقیقۃ الوحی استفتاء صفحہ ۶۴)

پس ہمارے عزیز دوست پر واضح ہو کہ جماعت ربوہ کا یہی عقیدہ ہے جس کی صحت صداقت اور قبولیت سے مجھے انکار پر اصرار ہے۔ یہ انکار پر اصرار ایسی دو وجوہات پر مبنی ہے جو از حد زبردست یقینی اور قطعی ہیں۔ اور میں یقین کامل سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے دوست موصوف بھی اگر ان وجوہات کو احقاق حق اور ابطال باطل کی نیت سے سُن لیں اور سمجھ لیں تو اپنے قلب، ذہن اور ضمیر کو یقیناً میرے ساتھ متفق ہونے پر مجبور پائیں گے۔

پہلی وجہ

جماعت ربوہ کا عقیدہ دراصل حضرت اقدسؑ کے "مامور من اللہ" ہونے سے انکار کے مترادف ہے

کیونکہ

یہ عقیدہ آپ کی ایسی تصویر کھینچ کر پیش کرتا ہے جو آپ کے دعوے ماموریت من اللہ کو مشکوک مشتبہ اور باطل کر دیتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جماعت ربوہ حضرت اقدسؑ کو واقعی اصل اور حقیقی طور پر دیگر انبیاءؑ کی مانند بلحاظ نبوت کامل نبی کہتی یا مانتی اور ثابت کرتی ہے۔ اور اس غرض کے لئے چار رُخ پر مشتمل آپ کی ایک تصویر کھینچتی ہے۔ یہ تصویر قابل دید ہے ہمارے دوست ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں۔

(ایک رُخ) - حضرت اقدسؑ نے تیئس۲۳ سال

۱- اپنا اصل درجہ سمجھنے میں غلطی کی۔

۲- دعویٰ کرنے میں دھوکا کھایا۔

۳- خدا کی حکم عدولی سے کام لیا۔

۴- اور ۲۳ سال بعد عقیدہ اور دعویٰ بدل کر علماء سُوء کی پیروی اختیار کرلی۔

(دوسرا رُخ) آپ نے اپنے بالمقابل مکفر علماء کے جواب میں ۲۳ سال

۱- غلط قسمیں کھائیں

۲- اُن پر غلط لعنتیں کیں۔

۳- ان کو جھوٹے۔ مفتری شرارتی ۔۔۔ نادان۔ جاہل اور احمق کہا۔ اور

۴- بالآخر ثابت یہ ہوا کہ مکفر علماء سچے تھے اور غلطی پر دراصل آپ خود تھے۔

(تیسرا رُخ) آپ نے ۲۳ سال غلط باتیں منسوب کیں۔

۱- اللہ تعالےٰ کی طرف

۲- محمد رسول اللہؐ کی طرف

۳- قرآن و حدیث کی طرف

۴- اور بالآخر ثابت یہ ہوا کہ آپکی یہ سب باتیں آپؑ کی کم علمی پر مبنی تھیں لہٰذا غلط۔

(چوتھا رُخ)- آپ بالمقابل مخالف علماء وقت ناقص ثابت ہوئے۔

۱- علم و عرفان میں

۲- فہم و فراست میں

۳- بہت سی دینی باتوں کی سمجھ میں

۴- اور بالآخر غلط قیاس و خیال پر مبنی ۲۳ سالہ غلط تنازعہ کے بعد آپ کو اسی بات پر آنا پڑا جو مخالف علماء نے پہلے دن ہی کہہ دی تھی۔

یہ ہے وہ چار رُخی تصویر جو حضرت اقدسؑ کو واقعی نبی ماننے اور ثابت کرنے کے لئے ..... اب ہمارے دوست کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اور اس فکر کے لئے جماعت کے خلیفہ ثانی کے الفاظ منقولہ ذیل کو سامنے رکھ لینا از حد مفید اور فیصلہ کُن ہوگا۔ فرماتے ہیں :-

۱- "وہ شخص کل دنیا کی ہدایت کے لئے آیا۔ اس کی نسبت ایسی لغو بات منسوب کرنا کیسا ظلم ہے۔ وہ جو دنیا کو عقل سکھانے کے لئے آیا وہ جو علوم رُوحانی کے خزانے لٹانے آیا۔ وہ دانائی کی کان تھا اور جاہلوں کو دانا بنانے والا تھا کیا اس کی نسبت یہ خیال کیا جا سکتا ہے؟ پس اس کلام سے بچو جس سے تم نعوذ باللہ مسیح موعود پر بے وقوفی کا الزام لگاتے ہو۔ مسیح موعود خدا تعالےٰ کا چنا ہوا تھا اور اس کا برگزیدہ تھا"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸-۱۷)

۲- اے دوستوں ان بحثوں میں اپنے منشاء اور مُدعا کو پورا کرنے کے لئے ایسے حد سے نہ نکل جاؤ کہ خود حضرت مسیح موعودؑ کو نشانہ اعتراضات بنا لو۔ اس کے کلام کی وہ تفسیر کیوں

کرتے ہو جس سے اُس پر اعتراضوں کی بوچھاڑ شروع ہو جائے اور اس کے دعوے اور اس کے تقوے میں شبہات پیدا ہو جائیں۔"
(حقیقۃ النبوۃ)

میاں صاحب تبلاتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ خدا کے مامور تھے اور اس کے برگزیدہ اور چنے ہوئے تھے دنیا کو ہدایت دینے، عقل سکھاتے اور علوم روحانی کے خزانے لٹاتے آئے تھے۔ وہ دانائی کی کان تھے اور جاہلوں کو دانا بنانے والے تھے۔ اس لئے آپ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرنا جو خلاف علم۔ خلافِ عقل اور خلاف دانائی ہو سراسر لغویت۔ ظلم اور حد سے نکل جاتا ہے اور آپ کے اقوال و کلام کی کوئی ایسی تفسیر نہیں ہو سکتی جس سے

۱۔ آپ کی ذات نشانہ اعتراضات بن جائے۔

۲۔ آپ پر اعتراضوں کی بوچھاڑ شروع ہو جائے۔

۳۔ اور آپ کے تقوٰی اور دعوٰی میں شبہات پیدا ہو جائیں۔

جناب میاں صاحب مکرم کا یہ ارشاد بالکل صحیح اور درست ہے۔ لیکن ہمارے دوست ذرہ غور و فکر کر کے تبلائیں کہ عقیدہ جماعت ربوہ کی پیش کردہ متذکرہ بالا تصویر کی صورت میں:-

۱۔ وہ کونسا اعتراض باقی رہ جاتا ہے جس کا نشانہ حضرت اقدسؑ نہیں بنتے؟

۲۔ اعتراضوں کی وہ کون سی بوچھاڑ ہے جو آپ پر شروع نہیں ہو جاتی؟

۳۔ اور وہ کون سے شبہات ہیں جو آپ کے دعوے اور تقوے میں پیدا نہیں ہو جاتے؟

تصویر متذکرہ بالا میں نے اپنے پاس سے بیان نہیں کی۔ بلکہ اس کا ہر رُخ اور اس رُخ کا ہر حصہ جماعت ربوہ کا مسلمہ عقیدہ ہے جس پر جناب خلیفہ ثانی والمصلح الموعود کی حولہ بالا کتاب القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ میں شاہد ناطق ہیں اور علمائے جماعت ربوہ کا پیدا کردہ لٹریچر بالخصوص رسالہ فرقان ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء گواہی دے رہا ہے۔ اپنے دل کا حال تو ہمارے دوست خود جانتے ہوں گے مگر میرے قلب و ضمیر اور علم و عقل کے مطابق یہ تصویر کسی "مامور من اللہ" کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں مامور خدا کی توہین و تذلیل کی انتہا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے کہ:-

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو امان اُٹھ جاتا ہے اور شک پڑ جاتا ہے کہ شاید اس نبی یا رسول یا محدّث نے اپنے دعوے میں دھوکا کھایا ہو۔ یہ خیال سراسر سفسطہ ہے اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔" (اعجاز احمدی صٓ ۲۶)

۲۔ "نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔ لیکن بعض جزئی امور میں جو اہم مقاصد میں سے نہیں ہوتے اُن کو نظر کشفی دُور سے دیکھتی ہے اور ان میں کچھ تواتر نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کی تشخیص میں کبھی دھوکا بھی کھا لیتی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو اپنی پیشگوئیوں میں دھوکے کھائے وہ اسی رنگ میں کھائے تھے مگر نبوّت کے دعوے میں انہوں نے دھوکا نہیں کھایا۔" (اعجاز احمدی صٓ ۲۷)

اور نہ ایسی تصویر والے کسی شخص کو مامور من اللہ مانا جا سکتا ہے کیونکہ

اُو خویشتن گم است کرا رہبری کند

پس حضرت اقدسؑ کی یہ تصویر کھینچنا ایک لغویات ظلم عظیم کا ارتکاب اور آپ کے مامور من اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ یہی اول وجہ ہے جو جماعت ربوہ کے عقیدہ کی صحت۔ صداقت اور قبولیت سے مجھے انکار پر مجبور کرتی ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک حضرت اقدسؑ خدا کے صادق مامور۔ مجددؑ الوقت مسیح موعودؑ مہدی معہود اور مکلّم و ملہم الٰہی تھے۔ آپ کی ذات اس قسم کی تصویر کی آلائشوں سے قطعاً پاک تھی مطہر و مقدس تھی۔ یہ تصویر جو جماعت ربوہ پیش کرتی ہے جھوٹی ہے اور اس کو کھینچنے والا عقیدہ غلط ہے۔ جو لوگ کم علمی میں مبتلا ہوں یا عدم علم کا شکار ہوں۔ یا عقلِ خداداد سے کام لینا ناپسند رکھتے ہوں ان کی بات اور ہے۔ اور ان لوگوں کی بات بھی الگ ہے جو اپنی عقل و فکر کو کسی کے ہاتھ بیع کر چکے ہوں۔ لیکن میں "اندھی تقلید" کا قائل نہیں جو بات علم صحیح اور عقل سلیم کی رُو سے غلط ثابت ہوتی ہو اس کو صحیح نہیں مان سکتا۔ یہ عقیدہ دین و ایمان کا معاملہ ہے جس کا تعلق خدا کے ساتھ ہے۔ لہذا اپنے دوست موصوف کی خدمت میں بھی میری یہی گذارش ہے کہ وہ تقوے اللہ سے کام لے کر عقل و خرد سے سوچیں اور دیگر افرادِ جماعت ربوہ کو بھی سمجھائیں کہ کیا وہ اپنے عقیدہ کے ذریعہ "مامورِ خدا" کی ذات اقدسؑ کو

۱۔ "نشانہ اعتراضات" نہ بنائیں

۲۔ اس پر "اعتراضوں کی بوچھاڑ" نہ برسائیں

۳۔ اور اس کے دعوے اور تقوٰی کو شبہات کا شکار نہ کرائیں

بلاشک حضرت اقدسؑ کی تمام اولاد جماعت ربوہ میں شامل ہے۔ اس کے لئے آپ نے دعائیں بھی بہت کیں ہیں۔ اسی اولاد میں سے خلیفہ ثانی اور خلیفہ ثالث بنے ہیں۔ تعداد، تنظیمی اور مالی لحاظ سے یہ جماعت بڑی کثیر، عظیم اور وسیع ہے۔ اس میں بڑے بڑے علمائے دین اور دنیوی علوم کے ماہرین فن بھی ہیں۔ یہ جماعت نمازیں پڑھتی۔ روزے رکھتی ہے۔ جماعت کی یہ حالی کیفیت یقیناً قابل داد و تحسین ہے اور اُس کے بزرگ قابلِ عزت و قدر ہیں۔ لیکن سوچنے والی بات یہ ہے کہ

ایک طرف جماعت ربوہ کی یہ حالی اور واقعاتی کیفیت ہے۔ اور دوسری طرف حضرت اقدسؑ کی وہ "چار رخی" تصویر ہے۔ جو عقیدہ جماعت مذکور کھینچ کر دکھلاتا ہے۔

اب ایک ایسے احمدی شخص کے لئے جو اس وجہ سے احمدی ہے کہ اس نے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو سچے دل سے امام الوقت مامور خدا۔ مسیح اور مہدی یقین کیا ہے کیا صورت اختیار کرنا واجب ہے؟ ہمارے دوست غور فرمائیں۔ اگر وہ جماعت ربوہ کی مذکورہ بالا حالی اور واقعاتی کیفیت کو دیکھ کر اس کے عقیدہ کو اپناتا ہے تو پھر اس کو حضرت اقدسؑ کی اس "چار رخی" تصویر پر بھی ایمان لانا پڑے گا جس سے نہ صرف آپ کی ذات نشانۂ اعتراضات بنتی اور آپ کے علم و عرفان پر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے، بلکہ آپ کا تقوے مشکوک و مشتبہ ہو جاتا ہے اور آپ کا دعوٰی ماموریت من اللہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر وہ شخص حضرت اقدسؑ کی اس "چار رُخی تصویر" کو رد کرتا اور جھوٹی قرار دیتا ہے تو اس پر لازم آتا ہے کہ جماعتِ ربوہ کے عقیدہ کی صحت۔ صداقت۔ اور قبولیت سے باوجود اس تمام حالی اور واقعاتی کیفیات کے انکار کرے۔ ہاں ہمارے دوست کی پیش کردہ "تائیدی باتیں" اس وقت قابلِ غور ہو سکتی ہیں جب وہ پہلے یہ ثابت کر دیں کہ

(الف) حضرت اقدسؑ کے مقام و مرتبہ علم و عرفان اور تقوے اور دعوٰی کا اس "چار رُخی تصویر" سے کچھ نہیں بگڑتا۔

اور یہ کہ

(ب) اس چار رُخی تصویر کے باوجود کوئی شخص نہ صرف مامور من اللہ بلکہ اصلی حقیقی اور کامل نبی ہو سکتا اور مانا جا سکتا ہے۔

اپنا سوال تو اپنی ہمدردی کے ساتھ انہوں نے کہہ دیا اور مجھے اس کے اندر مضمر جذبات خیر خواہی کا اعتراف ہے۔ اب میرا سوال ان سے یہ ہے کہ

۱۔ کیا یہ چار رُخی تصویر کسی مامور من اللہ کی ہو سکتی ہے؟ یا

۲۔ کیا ایسی تصویر والے کسی شخص کو مامور من اللہ ماننا جائز ہے؟ یا

۳۔ کیا ایسا عقیدہ جو کسی مامور من اللہ کی ایسی تصویر کھینچے سچا اور قابل قبول قرار دیا جا سکتا ہے؟

کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ ایک طرف حضرت اقدسؑ کو نبی مانتے ہیں اور دوسری طرف آپ کی وہ توہین آمیز تصویر کھینچتے ہیں جن کا اُوپر ذکر ہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جماعت کے بیشتر لوگ اپنے عقیدہ کی پیش کردہ تصویر کو سُن کر خود محوِ حیرت رہتے ہیں۔ ان کے دلوں کو یقین نہیں آتا کہ ان کا عقیدہ ایسی تصویر کھینچتا ہے۔ پر وہ عقیدہ کو چھوڑ نہیں سکتے اور نہ سمجھ پاتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ایسی تصویر کھینچتا کیوں ہے؟ اس لئے انہوں نے اس بارے میں خود جاننا غور کرنا اور تحقیق کرنا ترک کر کے یہ معاملہ اپنے چند علماء کے سپرد کر رکھا ہے اور خود مطمئن ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے ہمارے دوست کی پیشکردہ "تائیدی باتیں" بس ہیں۔ رہی حضرت اقدسؑ کی وہ جھوٹی تصویر۔ تو اگر یہ تصویر ان کے خلیفہ ثانی والمصلح الموعود کو منظور رہے تو ان کو بھی منظور رہے جب حضرت اقدسؑ کے مصلح موعود بیٹے کو اس پر اعتراض نہیں تو ان کو کیوں اعتراض ہو۔ ہمارے عزیز اور دوست اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کیا یہ بات سچی نہیں؟ لیکن یہ تو ان کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک طالب حق شخص جو دلیل مندرجہ بالا سے مطمئن نہ ہو ضرور جاننا چاہے گا کہ جماعتِ ربوہ کے عقیدہ میں یہ "اجتماع نقیضین" کیوں ہے؟ اور اس حیرت خیز معمّے کا سبب کیا ہے؟ تاریخ شاہد ہے کہ عقیدہ میں یہ اجتماع نقیضین کسی رہبر و رہنما کے متعلق دیکھنے میں نہیں آیا ماسوا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے جن کے متبعین یعنی عیسائی ایک طرف آپ کو خدا مانتے ہیں اور دوسری طرف آپ کا انسانوں کے ہاتھوں پھانسی پا جانا اور نعوذ باللہ لعنتی موت مرنا یقین کرتے ہیں۔ کوئی بتلائے کہ وہ کیسے خدا تھے؟ مثیلِ مسیح کی مماثلت بالمسیح کا کمال ہے اور حضرت اقدسؑ کے اس دعوے کی صداقت پر اختیار انسانی سے باہر یہ دلیل کس قدر زبردست ہے۔ اصلی بات

.... یہ ہے کہ اگر ہمارے دوست غور فرمائیں گے تو لامحالہ یقین کریں گے کہ جماعت ربوہ کے عقیدہ سے اتفاق کرنے والے تمام لوگ حضرت اقدسؑ کو اس وجہ سے نبی نہیں مان رہے کہ انہوں نے آپ کے علم کلام کو خود پڑھ کر سمجھ کر جان لیا ہے کہ آپ نبی ہیں اور نبوت کے مدعی ہیں۔ بلکہ ان کا آپ کو نبی ماننا محض اس وجہ سے ہے کہ خلیفہ ثانی و المصلح الموعود میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے انہیں نبی کہہ دیا اور قرار دے دیا۔ یہ میرا پختہ مشاہدہ ہے جس سے انکار کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، حق یہ ہے کہ یہ جماعت حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام سے تعلق توڑ کر خلیفہ ثانی المصلح الموعود سے جوڑ چکی ہے، اب اس جماعت کے لوگ حضرت مرزا صاحب کو خلیفہ ثانی موصوف کی عینک سے دیکھتے اور ان کے علم کلام کو "المصلح الموعود" کے پڑھانے سے پڑھتے ہیں۔ ہمارے دوست غور و فکر کر کے بتائیں کیا یہ بات صحیح نہیں؟ جماعت ربوہ کی حالی کیفیت کے پیش نظر سچی بات تو یہ نظر آتی ہے جس سے ہمارے دوست بھی انکار نہ کر سکیں گے کہ جناب خلیفہ ثانی و المصلح الموعود مکرم میاں صاحب

(۱) اگر یہ کہہ دیتے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نبی نہیں بلکہ خدا ہیں تو جماعت ربوہ کے لوگ آج آپ کو خدا مان رہے ہوتے اور "ظلی نبی" کی نئی قسم کی مانند "ظلی خدا" کی نئی مگر مکمل قسم بھی دنیا کے سامنے ہوتی!

(۲) اگر یہ کہہ دیتے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نبی نہیں تو جماعت ربوہ آج آپ کے نبی ہونے سے منکر ہوتی۔ اور

(۳) اگر یہ کہہ دیتے کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے فلاں دعوے میں (نعوذ باللہ) سچے نہیں ہیں تو جماعت ربوہ کے لوگ آج آپ کے اس دعویٰ کی سچائی سے انکاری ہوتے!

یاد رہے کہ یہ باتیں میں بلاوجہ اور بے بنیاد بغرض الزام یا تضحیک یا جھوٹے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ یہ امر واقعہ ہے۔ جو واقعاتی شہادات قاطعہ ساطعہ سے مسلم الثبوت ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ میاں صاحب نے حضرت اقدسؑ کی وفات کے سالوں بعد بہت سی ایسی باتیں نئی کہیں جو مندرجہ بالا باتوں سے سخت تر اور عند العقل ممتنع اور محال تھیں مگر جماعت ربوہ ان سب کو بلا چون و چرا مانتی چلی گئی۔ مثلاً

اول۔ مکرم میاں صاحب نے کہا:۔

حضرت اقدسؑ کی ۶۷ کتب میں سے ۵۲ کتب میں مندرجہ آپ کے اقوال غلط منسوخ اور ناقابل حجت ہیں۔ اور جماعت ربوہ کے افراد اس بات کو ایسے اندھا دھند مانتے ہیں کہ ان کے لئے اب حضرت مسیح موعود کے ان اقوال کو سننا بھی گوارا نہیں۔ جیسا کہ وہ مجموعہ اباطیل ہوں نعوذ باللہ

دوم۔ مکرم میاں صاحب نے کہا:۔

حضرت اقدس مرزا صاحب منجانب اللہ نبی بنائے جانے کے بعد پہلے تیئیس سال نومبر ۱۹۰۱ء تک نبوت اور محدثیت کے اصل معنوں اور حقیقت سے بے علم تھے اور افراد جماعت ربوہ نے بلا عذر اس کو مان لیا اور میاں صاحب کی ہاں میں ہاں ملا کر بلا غور و فکر یہ کہتے جا رہے ہیں کہ حضرت اقدسؑ کے ان دنوں ان مقامات روحانیہ عالیہ سے بے علم ہونے میں کوئی شک ہے ہی نہیں حتّٰی کہ آپ کی اس بے علمی سے جو انکار کرے وہ ان کے نزدیک جھوٹا اور "پیغامی" ہے۔"

سوم۔ مکرم میاں صاحب نے کہا:۔

حضرت اقدس نے نبی ہو کر اپنا اصل درجہ سمجھنے میں غلطی کی اور دعویٰ کرنے میں دھوکا کھایا تھا اور اس کے مقابلہ میں دشمنوں نے جو یہ بات کہی کہ ان کا دعوےٰ نبوت کا ہے وہ سچی تھی اور افراد جماعت ربوہ نے بلا حیل و حجت اس کو مان لیا اور بلا عقل و فکر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہاں آپ نے ضرور غلطی کی اور ضرور دھوکا کھایا۔ حتّٰی کہ جو شخص آپ کے اس غلطی کرنے اور دھوکا کھانے کی تردید کرے وہ ان لوگوں کے نزدیک اب "باغیٔ خلافت پیغامی" ہے جس کی بات درخور اعتناء نہیں

چہارم۔ میاں صاحب نے کہا:۔

حضرت صاحب کی مجالس میں پہلوں یہ چرچا رہا کرتا تھا کہ نبوت کے متعلق آپ کا اجتہاد درست نہیں نکلا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے آپکی مجالس میں ایک لحظہ بھی ایسا نہیں آیا جس میں یہ چرچا ہوا ہو۔ لیکن افراد جماعت ربوہ کو یہی ماننا اور کہنا ہے کہ ضرور یہ چرچا ہوتا تھا اور ہوا کرتا تھا۔ اگر یہ غلط بھی ہے تو ان کی بلا سے۔ بوجھ اس کا میاں صاحب پر ہے نہ کہ ان پر۔

پنجم۔ مکرم میاں صاحب نے کہا:۔

حضرت اقدس نبی ہو کر دعوٰی ماموریت کے بعد ایک لمبے عرصے تک نبی کی یہ تعریف سمجھتے رہے کہ نبی وہ ہے جو صاحب شریعت ہو یا غیر اُمتی ہو یعنی کسی دوسرے نبی کا مطیع اور متبع نہ ہو۔ اور یہ تعریف غلط تھی۔ یہ غلطی آپ کو اس وجہ سے لگ گئی کہ آپ کے وقت مسلمانوں میں عام طور پر یہی تعریف مسلّم و مروّج تھی۔ اور آپ نے بھی احتیاط اور سنت انبیاء سے کام لے کر اسی تعریف کو اختیار کئے رکھا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور سراسر اخلاف حقیقت ہے۔ مسلمانوں میں اس وقت یہ تعریف ہرگز مسلّم و مروّج نہیں تھی جس پر مکفر علماء اور علمائے ربوہ مردود کی تحریری گواہیاں ثبت ہیں۔ لیکن بایں ہمہ افراد جماعت ربوہ کو یہی ماننا اور کہنا ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں عام طور پر ضرور یہی تعریف مسلّم و مروّج تھی۔ اور اگر نہیں بھی تھی تو میاں صاحب جانیں اور ان کا خدا جانے۔ اللّٰہ اکبر۔

ان مثالوں سے اس طوفانِ بلاخیز کا اندازہ کرو جو افراد جماعت ربوہ کے قوائے عقلیہ اور فکریہ پر بہایا گیا۔ حیرتناک طوفانی لہریں قطار اندر قطار چلا دی گئیں۔ ایک ایک مثال کو دیکھو۔ گویا کہ جماعت ربوہ کے لوگوں کی تمام ذاتی سوچوں عقلوں اور فکروں کو اس بارے میں بے بس اور مفلوج کر دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جماعت ربوہ کے لوگوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے درمیان خلیفۂ ثانی و المصلح الموعود مکرم میاں صاحب کی ذہین و فطین اور اولی العزم شخصیت کا بے پناہ گہرا پردہ حائل ہو گیا۔ ان لوگوں کے لئے حضرت مسیح موعود کی وہی تصویر دیکھنا ممکن رہ گیا جو میاں صاحب نے ان کو دکھائی۔ میاں صاحب مکرم کی استعداد و قوت و ہمت قابل داد ہے اور عقل حیرت سے دنگ ہے کہ انہوں نے انسانوں کے اس جم غفیر سے وہ کچھ منوا دیا جس کا ماننا عند العقل ممتنع اور محال تھا۔ جو شخص میاں صاحب کو خلیفہ اور مصلح موعود نہیں مانتا وہ "احمدی" نہیں محض "پیغامی" ہے۔ اور جو شخص احمدی نہیں وہ "سچا مسلمان" نہیں صرف نام کا "اسمی و رسمی" مسلمان ہے۔ دائرہ اسلام کے کسی بیرونی حصہ میں شامل ہو تو ہو مگر اس کے اندرونی حصہ سے خارج ہے۔ ہمارے دوست بتلائیں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ اور غور کریں کہ بات کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ سچا مسلمان ہونے کے لئے میاں صاحب پر ایمان شرط ہو گیا۔ گویا "مامور من اللہ" پر ایک "غیر مامور" کے عقیدہ کو جماعت ربوہ نے حاکمیت اور ترجیح دے دی۔ مامور پر غیر مامور کی اسی ترجیح نے جماعت ربوہ کے عقیدہ کو "اجتماع نقیضین" بنا دیا ہے۔ ہمارے دوست محترم خود غور کر کے دیکھ لیں کہ میرا کہنا غلط تو نہیں ہے۔ ہاں ممکن ہے ان کو اپنے مطالعہ کی کمی یا عدم علم کی وجہ سے یہ شک ہو کہ جماعت ربوہ کا عقیدہ حضرت اقدسؑ کی وہ تصویر نہیں کھینچتا جو میں نے اوپر درج کی ہے۔ اگرچہ ضرورت نہیں کیونکہ اس تصویر کی تمام تفصیلات جماعت ربوہ کا مسلّمہ عقیدہ ہے مگر پھر بھی بغرض رفع شک اور دوست موصوف کی تسلی و تشفی کے لئے اس کا ثبوت بھی ان کے سامنے رکھ دوں گا۔

باقی آئندہ

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلہ صفحہ اوّل

بھی لے۔ کیونکہ اس سے سود کا دروازہ کھلتا ہے جیسا ساہوکار کرتے ہیں۔ کہ ایک غریب کو بیس سیر اناج دیا اور فصل کے موقعہ پر ایک من اس سے وصول کیا۔ اور پہلے گذر چکا ہے کہ کھجوروں سے کھجوروں کے ادل بدل کو آپ نے ناپسند کیا اور فرمایا کہ قیمت کا اندازہ کر کے ایک قسم کی کھجور کے عوض میں دوسری قسم کی کھجور لینی چاہیئے۔ الکل بحو نہ ہو ھاء اسم فعل ہے جس کے معنے ہیں خذ یعنے لے لے دوہرانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی لے لے یہ بھی لے لے ÷ (فضل الباری)

اخبار احمدیہ

شادی

۔۔۔۔ ۲۱ فروری ۱۹۷۱ء کو محترم شیخ میاں ظہور احمد صاحب کے صاحبزادہ خالد گل ملک کی شادی محترم نصیر احمد صاحب (ڈھاکہ والے) کی صاحبزادی کے ساتھ بڑے تزک و اہتمام سے منعقد ہوئی بارات شام کے چھ بجے میاں شیخ ظہور احمد صاحب کے مکان واقعہ گلبرگ سے روانہ ہو کر ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں پہنچی، جہاں دولہا کی سہرا بندی اور نکاح کی رسم ادا ہوئی۔ خطبہ نکاح حضرت امیر ایدہ اللہ نے دیا جس کے بعد محترم نصیر احمد صاحب کی طرف سے حاضرین کو دعوت طعام دی گئی، دوسرے دن ۲۲ فروری کو میاں ظہور احمد صاحب کی طرف سے احباب کو دعوت ولیمہ دی گئی۔

ڈیرہ غازیخان میں میاں فاروق احمد صاحب کی آمد

۔۔۔۔ ڈیرہ غازی خاں سے محترم عبد الرحیم صاحب چانڈیہ لکھتے ہیں:۔

بتاریخ ۱۲/۲ بروز جمعہ محترم اخویم میاں فاروق احمد صاحب شیخ و عزیزی میاں نثار احمد صاحب شیخ و ملک دوست محمد صاحب اعوان سکنہ ملتان اپنے ایک نجی کام کے لئے ڈیرہ غازی خاں تشریف لائے۔ اور مجھے ملنے کے لئے میرے مکان پر بھی آئے۔ اس کے بعد وہ ازراہِ محبت ہماری جماعت کی لائبریری و مسجد میں بھی تشریف لائے اور لائبریری کو دیکھا۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب لائبریرین نے سلسلہ کی کتب کی کمی کے متعلق بیان کیا۔ تو میاں فاروق احمد صاحب نے سلسلہ کی کتب کی خرید کے لئے ڈیرہ غازی خاں کی جماعت کی لائبریری کو مبلغ دو صد روپے نقد عطا فرمائے۔

اس کے بعد میں ان کو مسجد میں لے گیا اور میں نے عرض کیا کہ یہ مسجد حضرت قبلہ مولانا عزیز بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ اور اب بہت پرانی ہو گئی ہے، اور اب یہ مرمت طلب ہے۔ ہم عنقریب اس کو نئی حالت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس پر فوراً انہوں نے مبلغ -/500 روپے کا ایک نوٹ جیب سے نکال کر بطور امداد تعمیر مسجد کے لئے عطا فرمائے۔ اس کے بعد جناب ملک دوست محمد صاحب اعوان نے بھی -/50 روپے مسجد کی تعمیر کے لئے عطا فرمائے۔ اس طرح سے ہمیں کل مجموعی صورت میں جناب میاں فاروق احمد صاحب کی آمد سے مبلغ -/750 روپے وصول ہو گئے۔

ہماری ڈیرہ غازی خان کی جماعت میاں صاحب موصوف کی فراخدلانہ امداد و عطیہ کے لئے ازحد مشکور و ممنون ہے۔ اور ہم جماعت کے تمام افراد دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی عمر میں برکت دے اور ان کے اموال میں بھی برکت عطا فرماوے اور ان کو خدا تعالےٰ دینی کاموں کے لئے بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعائے صحت

(۱) مرزا مظفر بیگ صاحب کے متعلق احباب سے دعائے صحت کی درخواست کی جاتی ہے انہیں گذشتہ ایام میں دل کا دورہ پڑا تھا جس کی وجہ سے انہیں کمبائنڈ ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں داخل لینا پڑا۔ اب کچھ افاقہ ہے اور آپ لائل پور میں اپنے گھر پر واپس آ گئے ہیں مگر ہنوز کمزوری بہت زیادہ ہے انہوں نے بذریعہ ٹیلیفون مرکزی انجمن سے درخواست کی ہے کہ جملہ احباب کو دعا کے لئے توجہ دلائی جائے۔

(۲) اے آر یوسف صاحب ایم اے ایڈووکیٹ گذشتہ ایام میں بعارضہ نمونیا بیمار ہو کر ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ اب نسبتاً آرام ہے مگر کمزوری بہت ہے، احباب سے دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔ میاں صاحب نے بطور شکرانہ دس روپے انجمن کو دیئے ہیں۔

(۳) چوہدری فضل غنی صاحب ولد چوہدری مولینا احمد علی صاحب مرحوم برادر حضرت امیر رحمۃ اللہ بعارضہ دل و ضیق النفس ہسپتال میں زیر علاج ہیں، کمزوری ازحد ہو گئی ہے، درد دل سے دعاؤں کی ضرورت ہے۔

ہماری جیت

۔۔۔۔ معزز قارئین پیغام صلح نے ۱۶ فروری کے پاکستان ٹائمز میں یہ خبر پڑھی ہو گی کہ ۱۲ فروری تا ۱۴ فروری ۱۹۷۱ء لاہور ڈسٹرکٹ امیچور ریسلنگ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام انٹر سکول کشتیوں کے سالانہ مقابلے اقبال پارک لاہور میں منعقد ہوئے۔ جس میں ہمارے سکول کی کشتی ٹیم نے چوہدری منظور حسین صاحب بی۔ ٹی۔ آئی کی سرکردگی میں حصہ لیا۔ ہمارے آٹھ ننھے پہلوانوں نے اپنے حریفوں کو چاروں شانے چت گرا کر شاندار فتح حاصل کی اور اوّل پوزیشن کی چیلنج ٹرافی جیت کر اپنی طاقت کا لوہا منوا لیا۔

فالحمد للہ علی ذالک

برکت علی۔ انچارج بیلیسی ڈ مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

ایک حوالہ

پیغام صلح کی سابقہ اشاعت میں کعبۃ اللہ کی حفاظت کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس کے آخر میں قادیانی خلیفہ میاں محمود احمد صاحب کے ایک بیان کا ذکر کیا گیا تھا (بقیہ صـ۴۴)

اسلام کے مبلغ پہنچے کہاں کہاں تک

چوہدری سید احمد صاحب بدوملہی کے جذبات

"آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانہ" ✤ جو جانِ انجمن تھے وہ ہو گئے فسانہ

جو اُٹھ گئے یہاں سے آئیں گے وہ نہ واپس ✤ لازم ہے دیں کی خدمت اب ہم پہ مخلصانہ

ساتھی جو انکے پیچھے زندہ ہیں دیں کی خاطر ✤ دیکھا جنہوں نے خود بھی مہدی کا وہ زمانہ

قائم ہیں انکے دم سے اب رونقیں چمن کی ✤ عمریں ہوں انکی لمبی جذبہ ہو والہانہ

یہ کام ہے خدا کا بس وہ ہی ہے معاون ✤ آتی ہے اسکی نصرت جنت سے غائبانہ

اسلام کے مبلغ پہنچے کہاں کہاں تک ✤ مشرق سے تا بمغرب اُڑتے ہیں طائرانہ

تشہیر کر رہے ہیں روحانیت کی ہرسو ✤ اسلام کے چمن سے اُٹھے ہیں فاتحانہ

نے داد کی تمنا نے آرزو صلہ کی

کرتے ہیں محض للہ تبلیغ والہانہ

صـ۴۴ جس میں انہوں نے کعبۃ اللہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہونے کا ذکر کیا ہے، بعض احباب نے اس کا حوالہ طلب کیا ہے جو ذیل میں بیان مذکورہ کے اصل الفاظ کے ساتھ درج ہے:۔

"پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جاتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔"

(حقیقۃ الرؤیا صـ۴۶)

استقبالیہ مسلم ہائی سکول نمبر ۲ از صـ۶

اسلام کی تبلیغ اور اس کے خوشکن نتائج کے بارے تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور سلسلہ کو ناقابل قبول سمجھا جاتا تھا اور انجمن کی پچاس ساٹھ سالہ تاریخ اس بات کا زندہ جاوید تجربہ و مشاہدہ ہے کہ اسلام ایک فطرتی دین ہے۔ اور جہاں کہیں انسان رہتا ہے وہ کیسا ہی کیوں نہ بگڑا ہوا ہو، اسلام اس کے دل میں اُتر جاتا ہے۔

آپ نے کہا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے تبلیغی کارنامے بڑے روشن ہیں۔ اس کے علماء و فضلاء نے اسلام کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں وہ تبلیغ اسلام کا ایک سنہری باب ہیں۔ ان لوگوں نے قرآن و حدیث کو مغربی اقوام کی اپنی زبان میں سکھلایا پڑھایا وہاں پر مساجد اور مشن قائم کئے اور اسلام پر عظیم الشان لٹریچر پیدا کیا ہے یہ احمدیہ تحریک کا ہی حصہ ہے کہ اس نے مغرب کی اقوام کو اسلام سے روشناس کروایا۔

میزبان تقریب جناب سید منور حسین شاہ صاحب نے مہمانِ خصوصی اور دیگر مہمان حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں نہایت ہی ممنون ہوں کہ مقررین حضرات نے اپنی اپنی ایمان افروز تقاریر سے ہمارے ایمان تازہ کئے اور یہ آج کی محفل بڑی سودمند رہی۔ آپ نے کہا کہ مہمانِ خصوصی کا اندازِ تقریر بھی بڑا مؤثر تھا۔ طلباء کے ذہنوں کے قریب ہو کر آپ نے بڑے مؤثر انداز میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اور جس محبت سے طلباء کو دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ کا شوق دلایا ہے در اصل یہی ایسی چیز ہے جو فاتح عالم کی حیثیت رکھتی ہے اور یہی محبت ایک مبلغ اسلام کا حقیقی و مؤثر ہتھیار ہے جس سے کام لے کر وہ قرآن و اسلام کو پہنچانے کا ربانی فریضہ کامیابی سے انجام دے سکتا ہے۔

اسسٹنٹ سیکرٹری محترم ماسٹر عبد الخالق صاحب نے بھی آخر میں ان تقاریر پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور ان کو سبق آموز اور معلومات افزا قرار دیا۔

دعا کے بعد یہ تقریب ختم ہوئی۔ معزز میزبان نے مہمان حضرات کی تواضع چائے سے کی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳۸ — فون نمبر ۵۳۷۳۷ — تار کا پتہ "تبلیغ لاہور"

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

فاجر اہلِ نار میں سے ہے خواہ دین کی حمایت میں جہاد کرے

عن ابی ھریرۃ رضہ قال شھدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لرجل ممن یدعی الاسلام ھذا من اھل النار فلما حضر القتال قاتل الرجل قتالاً شدیداً فاصابتہ جراحۃ فقیل یا رسول اللہ الذی قلت انہ من اھل النار فانہ قد قاتل الیوم قتالاً شدیداً وقد مات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی النار فکاد بعض الناس ان یرتاب فبینما ھم علیٰ ذالک اذ قیل انہ لم یمت ولکن بہ جراحاً شدیداً فلما کان من اللیل لم یصبر علی الجراح فقتل نفسہ فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذالک فقال اللہ اکبر اشھد انی عبد اللہ ورسولہ ثم امر بلالاً فنادی بالناس انہ لا یدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ وان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔

ترجمہ:—

حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے تو آپؐ نے ایک شخص کے متعلق جو اسلام کا دعوےٰ کرتا تھا فرمایا یہ دوزخ والوں میں سے ہے جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ شخص بہت سختی کے ساتھ لڑا اور وہ زخمی ہوا

انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا معیار نماز ہے

حضرت مجدد دوران مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے ارشادات گرامی

انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور نماز میں گریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح پر نماز میں تضرع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور گڑگڑانے والا اپنے آپ کو ربوبیت کی عطوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ یاد رکھو اس نے ایمان کا حظ نہیں اٹھایا جس نے نماز میں لذت نہیں پائی۔ نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں ہے۔ بعض لوگ نماز کو تو دو چار چونچیں لگا کر جیسے مرغی ٹھونگیں مارتی ہے ختم کرتے ہیں۔ اور پھر لمبی چوڑی دعا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ وقت جو اللہ تعالےٰ کے حضور عرض کرنے کے لئے ملا تھا اس کو صرف ایک رسم اور عادت کے طور پر جلد جلد ختم کرنے میں گذار دیتے ہیں اور حضور الٰہی سے نکل کر دعا مانگتے ہیں۔ نماز میں دعا مانگو، نماز کو دعا کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھو۔

فاتحہ۔ فتح کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ مومن کو مومن اور کافر کو کافر بنا دیتی ہے یعنی دونوں میں ایک امتیاز پیدا کر دیتی ہے اور دل کو کھولتی اور سینہ میں ایک انشراح پیدا کرتی ہے۔ اس لئے سورۃ فاتحہ کو بہت پڑھنا چاہیئے۔ اور اس دعا پر خوب غور کرنا ضروری ہے، انسان کو واجب ہے کہ وہ ایک سائل کامل اور محتاج مطلق کی صورت بنا دے۔ اور جیسے ایک فقیر اور سائل نہایت عاجزی سے کبھی اپنی شکل سے اور کبھی آواز سے دوسرے کو رحم دلاتا ہے۔ اسی طرح سے چاہیئے کہ پوری تضرع اور ابتہال کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور عرض حال کرے۔

پس جب تک نماز میں تضرع سے کام نہ لے اور دعا کے لئے نماز کو ذریعہ قرار نہ دے نماز میں لذت کہاں۔ یہ ضروری بات نہیں ہے کہ دعائیں عربی زبان میں کی جاویں۔ چونکہ اصل غرض نماز کی تضرع اور ابتہال ہے، اس لئے چاہیئے کہ اپنی مادری زبان میں ہی کرے۔ انسان کو اپنی مادری زبان سے ایک خاص انس ہوتا ہے۔ اور وہ پھر اس پر قادر ہوتا ہے دوسری زبان سے خواہ اس میں کس قدر بھی دخل ہو اور مہارت کامل ہو ایک قسم کی اجنبیت باقی رہتی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ اپنی مادری زبان ہی میں دعائیں مانگے

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص جو آپؐ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخ والوں میں سے ہے وہ تو آج خوب لڑا اور مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ میں گیا۔ بعض لوگوں کو شبہ ہوا وہ اسی حالت میں تھے کہ کسی نے کہا وہ مرا نہیں بلکہ سخت زخمی ہو گیا ہے جب رات ہوئی تو زخم کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی۔ اس کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو کہا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں پھر

ایک عبرت انگیز تاریخی واقعہ جس میں قوم کو تنظیم اور اطاعت و فرمانبرداری کا سبق دیا گیا ہے

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ

بمقام

جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم ثم تاب علیہم۔ انہ بہم رؤف رحیم وعلی الثلٰثۃ الذین خلفوا۔ حتی اذا ضاقت علیہم الارض ——— ان اللہ ہو التواب الرحیم ——— سورۃ توبۃ ۹: ۱۱۷ - ۱۱۸ ———

ان آیات میں ایک تاریخی واقعہ کا ذکر ہے بعض تاریخی واقعات کا ذکر کرنا قوم کی تربیت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اللہ تعالے مسلمان قوم کو مہذب بنانا چاہتا ہے۔ اور مہذب بننے کے طریقے بتانا چاہتا ہے یہاں ذکر ہے کہ تین آدمی جنگ تبوک کے موقعہ پر پیچھے رہ گئے تھے۔ اور کچھ ایسے بھی لوگ تھے جن کا دل نہیں چاہتا تھا کہ شریک جنگ ہوں، کیونکہ موسم کی سختی اور گرمی کی شدت تھی۔ میوہ جات پکے ہوئے تھے۔ سائے اچھے معلوم ہوتے تھے۔ انسان گرمی کی شدت سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تبوک کا سفر بھی نہایت لمبا، سواریاں کم اور سوار زیادہ تھے۔ رسد بھی کم تھی۔ ان مشکلات کے ہوتے ہوئے دل تیار نہ تھے کہ سفر اختیار کریں اس لئے بعض آدمی اس سفر میں رسول کریم صلعم کا ساتھ نہ دے سکے۔ ان میں تین آدمی ایسے تھے جو جانا چاہتے تھے لیکن کام کاج کی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ آج کام کو سمیٹ لیں تو کل چلے چلیں گے اور اسلامی لشکر کے ساتھ جا ملیں گے۔ ان میں سے ایک کعب بن مالک تھے۔ وہ بہت بڑے پائے کے آدمی تھے والسابقون الاولون میں سے تھے وہ مکہ میں عقبہ کی بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ تمام اسلامی جنگوں میں انہوں نے حصہ لیا۔ صرف بدر کی لڑائی میں شامل نہ ہو سکے۔ اس بارہ میں تاریخ کچھ نہیں بتاتی کہ وہ کیوں اس میں شریک نہ ہوئے۔ وہ کسی وجہ سے معذور تھے یا حضور نبی کریم صلعم نے انہیں کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ دوسرے دو آدمی جو تبوک کے سفر میں پیچھے رہ گئے تھے۔ مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔ یہ دونوں تمام لڑائیوں میں شامل تھے۔ ان تینوں سے غلطی یہ ہوئی کہ تبوک کے موقعہ پر انہوں نے اپنی زمینوں اور باغات کے متعلق ضروری کام انجام دینا تھا، ان کو یقین تھا کہ آج نہیں تو کل ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچ جائیں گے ایک دو دن اسی طرح کام میں گذر گئے۔ اسی طرح تین دن گذر گئے۔ پھر ان کی ہمت کمزور پڑ گئی اور وہ نہ جا سکے کیونکہ نبی کریم صلعم دور نکل گئے تھے اور ان کے لئے مشکل تھا کہ آپ سے جا کر مل سکیں۔

ان آیات میں انہی تین اصحاب کا ذکر ہے فرمایا ہے لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی الساعۃ العسرۃ۔ اللہ تعالے کا فضل اترا حضور نبی کریم صلعم پر، مہاجرین پر، انصار پر جنہوں نے نہایت تنگی کی حالت میں آپ کا ساتھ دیا من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم ایسی تنگی کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے اور اس کے ساتھ ہی فرمایا وعلی الثلٰثۃ الذین خلفوا اور ان آدمیوں پر بھی اللہ نے رحمت کی جو پیچھے رہ گئے تھے لیکن یہ رحمت ان پر کب ہوئی، اور کتنا وقت لگا اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کبھی جہاد سے واپس ہوتے تو پہلے مسجد میں تشریف لاتے۔ اسی طرح جب تبوک سے واپس ہوئے تو حسب معمول مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اسی وقت دوسرے اصحاب بھی پروانوں کی طرح وہاں آ جمع ہوئے۔ لکھا ہے کہ کعب بن مالک بھی آئے۔ اور السلام علیکم کہا۔ حضور صلعم نے جواب تو دیا لیکن اس جواب اور مسکراہٹ میں خفگی پائی جاتی تھی۔ دوسرے دو شخص بھی پہنچ گئے حضور صلعم خود کسی پر جرح نہیں کرتے تھے کہ تمہیں کیا ہو گیا۔ تم کیوں اس مہم میں شامل نہ ہوئے، دوسرے لوگوں نے جو شامل نہ ہوئے تھے عذر معذرت کی لیکن ان تینوں آدمیوں نے کوئی عذر پیش نہ کیا بلکہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

حضور صلعم نے فرمایا کہ جب تک کوئی حکم تمہارے متعلق اللہ تعالے کی طرف سے نہ آئے اس وقت تک ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہم انتظار کریں گے لیکن اس وقت تک تم سے مقاطعہ رہے گا۔ کعب کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دنیا تاریک ہو گئی۔ قوم نے ان سے منہ موڑ لیا۔ اور کوئی بھی شخص بات کرنے یا ان سے السلام علیکم تک کا روا دار نہ تھا۔ کعب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے ایک رشتہ دار قتادہ کے پاس باغ میں اس سے ملنے گیا میں نے سے السلام علیکم کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ دیکھو میں مسلمان ہوں رسول اللہ صلعم کو مانتا ہوں اس نے منہ پھیر کر کہا اللہ اعلم و رسولہ اللہ ہی جانتا ہے اور اس کا رسول، غور کیجئے کہ وہ دونوں باغ کے اندر ہیں۔ دیکھنے والا کوئی نہیں دونوں رشتہ دار ہیں لیکن رسول خدا کی اطاعت اس قدر ہے کہ غیب کی حالت میں بھی آپ کی متابعت سے سر مو انحراف گوارا نہیں۔

اندازہ لگایئے کہ قوم کے اندر حضور نبی کریم صلعم کی اطاعت و فرمانبرداری کا کیا حال تھا۔ کہ اس کے لئے عزیز داری اور رشتہ داری کی بھی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ایسی اطاعت تو دنیا کے کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سبق دیا ہے کہ تم نے امام کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ امیر جیش کا حکم ماننا ہے۔ دو چار آدمیوں کا وفد کہیں جائے تو ایک امیر لازمی طور پر ہو۔ ہر پہلو میں تنظیم کا حکم دیا ہے۔ آنا بڑا آرگنائزر آج تک پیدا نہیں ہوا کہ جس نے قوم کی قوم کے اندر اس قدر اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کر دیا ہو۔

غرض کعب بن مالک اور دوسرے دو آدمیوں پر زمین تنگ ہو گئی، اللہ تعالے فرماتا ہے حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی، وضاقت علیہم انفسہم اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے ایسی حالت میں ملک غسان کی طرف سے ایک ایلچی اس کا خط لے کر آیا اور اس نے لوگوں سے کعب کا پتہ دریافت کیا پتہ دریافت ہونے پر وہ رقعہ کعب کو دیا جس میں لکھا تھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم سے سختی کا برتاؤ کیا ہے، تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہیں عزت سے رکھیں گے۔ کعب کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ یہ ایک ابتلاء اور سخت آزمائش ہے میں تو پکا مسلمان ہوں اور حضرت نبی کریم صلعم کا عاشق ہوں۔ میں نے اس خط کو پرزے پرزے کر کے تنور میں پھینک دیا۔ اللہ اکبر! سزا یافتہ ہے لیکن جان حضور صلعم پر قربان ہے، چالیس دن تک یہی مقاطعت کی حالت رہی، اور یہ دن بڑے اضطراب و بیقراری کے تھے۔ چالیس دن کے بعد حضور نبی کریم صلعم نے حکم دیا کہ اپنی بیویوں سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ اس تکلیف دہ حالت پر ایک لمبا عرصہ پچاس دن کا گذرا تھا کہ صبح میں مکان کی چھت پر نماز پڑھ رہا تھا تو ایک پہاڑی پر چڑھ کر ایک شخص نے آواز دی ابشر یا کعب بن مالک میں یہ سن کر سجدے میں گر گیا اور خیال کیا کہ اللہ تعالے نے میری فریاد کو سن لیا ہے۔ میں اسی وقت حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا تو رستہ میں لوگ بھاگے بھاگے آ رہے ہیں، اور مبارک مبارک کہہ رہے تھے۔ میں جب پہنچا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کی طرح روشن تھا اور خوشی سے چمک رہا تھا۔ سزا بھی انتہا درجہ کی تھی اور توبہ کی قبولیت بھی انتہا درجہ کی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں میل ہوتی تو کبھی معاف نہ کرتے بطہر قلب ہے۔ ذاتیات وہاں موجود نہیں۔

اس واقعہ میں حضور نبی کریم نے اطاعت کا سبق سکھایا ہے، آپ نے جو تنظیم قوم کو سکھائی ہے، اس کے متعلق دشمنوں نے بھی لکھا ہے:

The prophet of Islam was a great organizer.

پیغمبر اسلام بہت بڑے منتظم تھے،

حضور نبی کریم صلعم صرف عبادت اور نماز روزہ کے مسائل سکھانے نہیں آئے تھے بلکہ قوم کی ہر پہلو سے آپ نے تربیت فرمائی ہے اور قوم کی قوم کو آپ با اخلاق بنانا چاہتے ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان مقام ہے جس پر خدا تعالے مسلمان قوم کو پہنچانا چاہتا ہے۔ جس قوم میں ڈسپلن آ جاتا ہے وہ ترقی کی منزلیں طے کر جاتی ہے۔ نافرمانی سے ڈرنا چاہیئے۔

ان آیات کے متصل اللہ تعالے فرماتا ہے:-

یایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ــــ لاہور ــــ مؤرخہ ۳ مارچ ۱۹۷۱ء

ہم اور ہمارے مخالفین

(۵)

مُسلمانوں کی توہین کا الزام

پانچویں بات اشتہار مذکور میں یہ لکھی ہے :۔

"مرزا لکھتا ہے کہ جو میرے دعوے کی تصدیق نہیں کرتا وہ کنجری کی اولاد ہے ۔ آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸"

آئینہ کمالات اسلام کے مذکورہ صفحہ پر حضرت مرزا صاحب نے جو الفاظ لکھے ہیں ان کا مفہوم ہرگز وہ نہیں جو معترض نے دوسروں سے نقل در نقل کر کے لکھا ہے، ذیل میں ہم ان الفاظ کو معہ سیاق عبارت درج کرتے ہیں تاکہ اصل مفہوم کی وضاحت ہو سکے۔ حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

" وقد حبب الی منذ دنوت العشرین ان انصر الدین و اجادل البراهمة والقسسین والفت فی هذا المناظرات مصنفات عدیدة ومؤلفات مفیدة منها کتابی البراهین کتاب نادر ما نسج علی منواله فی ایام خالیة فلیقرء من کان من المرتابین قد سللت فیه صوارم الحجج القطعیة علی اقوال الملحدین ورمیت بشهبها الشیاطین المبطلین قد خفض هام کل معاند بذالک السیف المسلول وتبینت فضیحتهم بین ارباب المنقول والمعقول وبین المنصفین ۔ فیه دقائق العلوم وشواردها والالهامات الطیبة الصحیحة والکشوف الجلیلة وموارد ها ومن کل ما یجلی درر معارف الدین المتین ولی کتب اخری تشابه فی انکمال منها الکحل والتوضیح والازالة وفتح الاسلام وکتاب آخر سبق کل الفتنه فی هذه الایام اسمه دافع الوساوس هونافع جدا للذین یریدون ان یروا حسن الاسلام ویکفوا افواه المخالفین ۔ تلک کتب ینظر الیها کل مسلم بعین المحبة والمودة وینتفع من معارفها ویقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا الذین ختم الله علی قلوبهم فهم لایقبلون ۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸)

ترجمہ: جب میری عمر بیس برس کے قریب ہوگئی تو میرا محبوب ترین مشغلہ بن گیا کہ دین کی مدد کروں اور برہمنوں اور پادریوں سے مناظرے کروں۔ چنانچہ میں نے اسی قسم کے مناظرات میں کئی ایک کتابیں تالیف کیں۔ اور مفید ترین تالیفیں لکھیں، انہی میں سے میری ایک کتاب براہین ہے۔ جو کہ نہایت نادر کتاب ہے اور موجودہ زمانہ میں جس کی طرز پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی متشکک فی الاسلام کو اسے ضرور پڑھنا چاہیئے۔ میں نے اس میں اقوال ملحدین پر دلائل قاطعہ کی تلواریں کھینچی ہیں۔ اور ان کے دہکتے چمکتے انگاروں سے بطل شیطانوں کو بھگا دیا ہے۔ اس سیف مسلول سے ہر معاند کا زہرہ آب آب ہو چکا ہے۔ اور میں نے ارباب معقول و منقول اور منصف لوگوں میں ان کی ایسی قلعی کھول دی ہے جس سے ان کی فضیحت و رسوائی الم نشرح ہو گئی۔ اس میں کشوف جلیلہ اور صحیح اور پاکیزہ الہامات اور دقائق علمی کا بڑا بھاری ذخیرہ ہے اور وہ تمام مواد موجود ہے جس سے معارف دین متین کے موتی آب و تاب پاتے ہیں اور انہی کتابوں میں سُرمہ چشم آریہ اور توضیح مرام اور ازالۃ الاوہام اور فتح الاسلام ہیں۔ اور ایک اور کتاب بھی ہے جو ان سب پر سبقت لے جا چکی ہے اور جسے میں نے انہی دنوں میں دافع الوساوس کے نام سے تالیف کیا ہے جو کہ ان لوگوں کے لئے جو حسنِ اسلام کو دیکھنا اور مخالفین کی دہان بندی کرنا چاہتے ہیں بہت بڑی نافع ہے۔

"یہ وہ کتابیں ہیں جنہیں ہر مسلمان محبّت اور مودّت کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور ان کے معارف سے نفع حاصل کرتا ہے اور میرے بیان کو قبول کر لیتا ہے۔ اور میری دعوتِ اسلام کی تصدیق و تائید کرتا ہے مگر ذریۃ البغایا یعنی کجرو لوگ جن کے دلوں پر کجروی اور ہدایت سے دوری کے باعث اللہ تعالےٰ نے سزا کے طور پر مہر لگا دی ہے وہ انہیں نہیں مانتے۔"

آئینہ کمالات اسلام کی اس عبارت کے آخر میں ذریۃ البغایا کا جو لفظ لکھا ہے معترض نے اس کا ترجمہ "کنجری کی اولاد" کیا ہے، حالانکہ یہ ترجمہ نہ صرف سیاق عبارت بلکہ لغت کے رُو سے بھی صحیح نہیں تاج العروس عربی لغت کی مشہور اور مستند کتاب ہے اس میں ذریۃ البغایا کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے :۔

البغیة فی الولد نقیض الرشد ویقال هو ابن بغیة یعنے ولد کے لفظ کے ساتھ بغیہ کا استعمال رشد و ہدایت کی نقیض کے معنوں میں بولا جاتا ہے اور انہی معنوں کے اعتبار سے کہا جاتا ہے هو ابن بغیة یعنے وہ رشد و ہدایت سے دُور یا کجرو ہے۔

یہی معنے حضرت مرزا صاحب کی مندرجہ بالا عبارت میں ذرّیۃ البغایا کے ہونے چاہئیں، غور سے اس عبارت کو پڑھیئے :۔

" یہ وہ کتابیں ہیں جنہیں ہر مسلمان محبت اور مؤدت کی آنکھوں سے دیکھتا اور ان کے معارف سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور میرے بیان کو قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے سوائے ذریۃ البغایا کے جن کے دلوں پر اللہ تعالےٰ نے مُہر لگا دی اور وہ قبول نہیں کرتے"

کیا اس عبارت میں ذریۃ البغایا کا ترجمہ کنجری کی اولاد کرنا سیاق کلام کے مطابق معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس عبارت میں تصدیق دعوت نہ کرنے والوں کو ذریّۃ بغایا کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی امر کی تصدیق نہ کرنے والے کو "کنجری کی اولاد" نہیں کہا جا سکتا، اس کے معنے وہی ہو سکتے ہیں جو لغت میں درج ہیں۔ جب لغت میں اس لفظ کے معنے کجرو یا رشد و ہدایت سے دُور ہونا بتایا گیا ہے اور سیاق عبارت کے رُو سے یہی معنے صحیح بیٹھتے ہیں تو کسی کا کیا حق ہے کہ خواہ مخواہ سیاق عبارت کو نظر انداز کر کے اور لغت کو چھوڑ کر کنجری کی اولاد کا مفہوم پیدا کرے۔ ہم صاحب اشتہار کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مندرجہ بالا عبارت میں ذریۃ البغایا کا لفظ "کنجری کی اولاد" کے معنوں میں ہرگز استعمال نہیں کیا گیا، اور یہ حضرت مرزا صاحب پر اتہام ہے کہ انہوں نے اپنے دعوے کی تصدیق نہ کرنے والوں کو کنجری کی اولاد قرار دیا ہے، انہیں چاہیئے کہ اصل کتاب میں مندرجہ بالا عبارت کو پڑھ کر اس کے وہ معنے کریں جو از رُوئے لغت صحیح ہو سکتے ہیں، "کنجری کی اولاد" کا مفہوم سراسر غلط اور غیر موزوں ہے۔

ایک انجنیئر صاحب کی سلسلۂ احمدیہ میں شمولیّت

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند روز ہوئے ایک صاحب جو انجنیئر ہیں اور جن کا نام اور پتہ یہ ہے عبدالشکور آزاد ۱۹۳۔ امام باڑہ سٹریٹ۔ نیو کالونی بر خانیوال ضلع ملتان۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور تشریف لائے اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملاقات کی، دو ڈھائی گھنٹے تبادلۂ خیالات کے بعد حضور کی شخصیت اور حسنِ سلوک سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور باقاعدہ طور پر جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ حضرت امیر نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالےٰ انہیں استقامت بخشے اور خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ایس۔ عبداللطیف۔ پرائیویٹ سیکرٹری۔ حضرت امیر

ختم نبوّت

(ابو ارشد)

ہوئی ہے ختم نبوّت نبیٔ اکرمؐ پر
بلند و بالا و ارفع مقامِ احمدؐ ہے
صدی کے سر پہ جو آیا اسے نبی نہ کہو
وہ خاکپائے محمدؐ غلام احمدؐ ہے

مُسلم ہائی سکول لاہور کی طرف سے

محترم شیخ محمد طفیل صاحب کے اعزاز میں دعوت

بشیر احمد سون ایم اے

۱۲ فروری ۱۹۷۱ء کو مُسلم ہائی سکول ۱ لاہور کے اساتذہ وطلباء نے جناب الحاج مولانا شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان اور جزائر غرب الہند کے اعزاز میں دس بجے صبح سکول کے لان میں دعوتِ استقبالیہ دی جس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے آنریری جنرل سیکرٹری جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور دوسرے احباب جماعت نے بھی شرکت کی۔ حافظ محمد طارق طالب علم نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام ـــــ نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا۔ بھی ترنم سے پڑھا۔

محترم ہیڈ ماسٹر چوہدری عبدالحمید صاحب نے مہمان خصوصی کا تعارف کروایا جس کے بعد مہمانِ خصوصی جناب الحاج شیخ محمد طفیل صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اگر انسان اپنی زندگی کے بارے میں صحیح نظریہ اپنے سامنے نہ رکھے تو زندگی پریشانی کا موجب بن جاتی ہے۔ آپ نے کہا کہ مشرق ہو یا مغرب انسانی فطرت ہر کہیں یکساں ہے اس لئے دُنیا میں ہر کہیں اور ہر جگہ زندگی کے مسائل یکساں ہیں۔ زندگی میں انسان کے لئے جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ خوشی و مسرت کا حصول ہے۔ اس کے لئے انسان شب و روز جدوجہد میں مصروف ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر انسان اپنے نظریہ حیات کو درست کر لے تو خوشی جلد نصیب ہو سکتی ہے، سارا جھگڑا نظریہ حیات کو درست کرنے اور نادرست کرنے کا ہے۔

آپ نے کہا کہ انسان اکثر ناشکرا واقع ہوا ہے۔ لیکن اسلام نے اس کو صبر و شکر کی تعلیم دی ہے۔ صبر و شکر کی تعلیم پر چلنے سے انسان میں اطمینان و سکینت پیدا ہوتی ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ انسان رضاء الٰہی کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دے۔ جو کچھ اس کے پاس ہے اس کا شکر گذار ہو جو نہیں ہے صبر و تحمل کے ساتھ اس کے حصول کے لئے مصروفِ عمل ہو جائے، اور نتیجہ خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دے۔

آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ انسان پر اللہ تعالےٰ کے بے شمار احسان اور فضل و کرم ہیں اگر ان پر نظر کرے تو انسان کا دل اطمینان اور احسان سے بھر جاتا ہے لیکن اس کے برخلاف ہوتا یہ ہے کہ انسان ان افضال و اکرام سے صرفِ نظر کر کے کسی ایک وقتی اور عارضی دکھ درد سے متاثر ہو کر کراہنے لگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں دنیا جہان کا بدبخت اور بے نصیب انسان ہوا۔ اس طرح وہ اپنی زندگی کو اجیرن بنا لیتا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ اندازِ فکر انسان کو کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔ اگر آپ خوشی و مسرت سے ہمکنار ہونا چاہتے ہیں تو شکر اور صبر کی کیفیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اس سے آپ کے قلب و نظر میں ایک گونا کیفیت سکون و سرور پیدا ہو گی اور اس کے بعد آپ کے دل و دماغ پر صحت مند اثر پڑے گا۔ اور آپ زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے مردانہ وار آگے بڑھیں گے۔

محترم معزز مہمان خصوصی نے مغرب کے لوگوں کے ذہنی اضطراب کا حال بتاتے ہوئے کہا کہ ان کے قلوب و نظائر پر مادہ پرستی کا بھوت پوری طرح مسلط ہے۔ وہ مادہ کی ظاہری چمک دمک پر بہت شاداں و فرحاں ہیں، ظاہری رکھ رکھاؤ کے بڑے رسیا ہیں لیکن ان کی رُوح پژمردہ ہو کر رہ گئی ہے، ان کو زندگی بے مقصد نظر آتی ہے۔ اس ذہنیت سے انکا نوجوان طبقہ بڑا متاثر ہو رہا ہے۔ ان کے نزدیک ـــــ

- Life has no purpose

زندگی بے مقصد ہے۔

اس اندازِ فکر سے جوان میں امراض لاحق ہو رہی ہیں ان کا بظاہر کوئی علاج ممکن نہیں۔ آپ نے کہا کہ مغرب والے اب اپنی اس تہذیب سے نالاں اور شاکی ہیں اور اس کے تدارک کے لئے فکرمند ہیں لیکن ہمارے ہاں اس تہذیب کو پسند کیا جاتا ہے۔ مغرب کی خرابیوں کو مشرق میں خوبیاں خیال کیا جاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ مغرب والوں سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیئے۔ اور نشر و اشاعت کے جو ذرائع ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما وغیرہ ہیں ان کو تربیت و اصلاح کے لئے استعمال کیا جائے۔ پاکستان میں ان ذرائع و وسائل کو بامقصد بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

آپ نے کہا انگلستان و امریکہ میں سگرٹ نوشی کے بد اثرات دیکھ کر ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سگریٹ کے اشتہار ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ اور پاکستان میں انہیں بڑے آن و شان کے ساتھ مشتہر کیا جاتا ہے۔ ٹیلی ویژن کا استعمال بھی ہمیں صحیح طور پر نہیں آتا۔ مہمان ملنے آتے ہیں اور اہلِ خانہ ٹیلی ویژن لگا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ اس شور و غل میں سکون سے بیٹھ کر کوئی بات بھی نہیں ہو سکتی۔ کوئی مجھے گھر آنے کی دعوت دیتا ہے تو میں پوچھ لیتا ہوں کہ آپ کے گھر میں ٹیلی ویژن تو نہیں، اگر جواب اثبات میں ہو تو میں کہتا ہوں کہ اس شرط پر آپ سے ملنے آؤں گا کہ مجھے ٹیلیویژن کا پروگرام نہ دکھلائیں اس تاکید اور احتیاط کے باوجود بھی کوئی بچہ آ کر آہستہ سے ٹیلیویژن چلا دیتا ہے اور رفتہ رفتہ مہمان اور میزبان اس مار کٹائی کو دیکھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور ملاقات کی اصل غرض ہی فوت ہو جاتی ہے۔ شاید اب ملاقات کی اصل غرض رہی بھی نہیں۔ پس اس طرح اس نئی ایجاد سے ہماری معاشرت اور تمدن میں ایک انقلاب پیدا ہوتا جا رہا ہے، جو کسی طرح مفید نہیں۔ آپ نے اپنی تقریر کے اختتام پر طلباء کو نعتیں اور نظمیں سنائیں جو ٹرینی ڈاڈ کے بچوں نے ریکارڈ کی تھیں۔

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے مہمانِ خصوصی کا مزید تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ شیخ محمد طفیل صاحب اسلام کی دعوت و تحریک کے لئے انگلستان اور جنوبی امریکہ میں کام کر رہے ہیں۔ آپ نے ایم اے کی تعلیم سے فارغ ہو کر ایک دینی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی جس کے اُستاد حضرت مولینا محمد علی رح اور حضرت مولینا صدرالدین صاحب تھے۔ یہ اساتذہ اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے شاگرد تھے۔ جنہوں نے مغرب میں تعلیم و تبلیغ اسلام کا پروگرام اس وقت بنایا جبکہ اس کو ایک مشکل و محال امر سمجھا جاتا تھا۔ اور خود مسلمان اہل علم و فکر طبقہ اس کو ایک بے ثمر عمل خیال کرتا تھا۔ لیکن آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس شخص نے جو سوچا اور سمجھا تھا وہ کس قدر پُر از حقیقت تھا۔ آج مغرب والے اسلام کو قبول کر رہے ہیں اور اس کی تعلیمات کی برکات سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ مسلمان کا کام خدمتِ اسلام ہے۔ وہ جہاں کہیں ہو اسے اسلام کی فلاح اور انسان کی اصلاح کے لئے کام کرنا چاہیئے۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ جب عملی زندگی میں قدم رکھیں تو آپ جہاں کہیں ہوں، آپ کے سامنے ہمیشہ خدا، رسولؐ اور قرآن کریم کی اتباع و تبلیغ کا کام ہونا چاہیئے۔ آپ کے اندر اطاعت الٰہی اور محبت مخلوق کا جذبہ ہر دم جاری و ساری رہنا چاہیئے۔

محترم ڈاکٹر صاحب ممدوح کی تقریر کے بعد محترم ہیڈ ماسٹر جناب چوہدری عبدالحمید صاحب نے مہمان خصوصی اور دیگر حضرات کا شکریہ ادا کیا اور چائے سے تواضع کی۔

اخبار احمدیہ

حادثہ

ـــــ مؤرخہ $\frac{2}{71}$ ۱۸ کو جماعت احمدیہ چک $\frac{2}{4\text{-}L}$ کی مستورات اپنے کسی رشتہ دار کو ملنے کے لئے ساہیوال گئیں واپسی پر قادر آباد کے قریب بس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا جس میں مستورات کو کافی چوٹیں آئیں۔ مسز شریف احمد کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ جو کہ سول ہسپتال لائل پور میں زیرِ علاج ہیں۔ دوسری مستورات کو معمولی چوٹیں آئیں۔ احباب سلسلہ اور بزرگانِ جماعت سے استدعا ہے کہ مریضوں کے لئے کامل صحت کی دعا فرمائیں۔

نیاز کیش۔ قاضی طارق محمود رحمان کالونی اکاڑہ

جماعت احمدیہ لائلپور کا ماہانہ اجلاس

ـــــ مقامی جماعت احمدیہ لائل پور کا ماہانہ اجلاس مؤرخہ $\frac{3}{71}$ ۵ بروز جمعہ مسجد احمدیہ پریمیر فلور ملز میں منعقد ہو گا۔

جس میں ہمارے معزز دوست الحاج شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان و جنوبی امریکہ مہمان خصوصی ہوں گے اور جماعت کو اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں گے۔ جلسہ کے بعد تمام دوستوں کی تواضع چائے سے کی جائے گی۔ والسلام

ملک نذر حسین۔ سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لائلپور

ایک غلطی کی اصلاح

کتاب تحریک احمدیت حصہ دوم صفحہ ۱۶۹ پر ذیل کا فقرہ درج ہے:۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھا"

اس فقرہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بجائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام غلطی سے چھپ گیا ہے۔ جن صاحبان کے پاس تحریک احمدیہ حصہ دوم ہو وہ مندرجہ بالا صفحہ پر حضرت عائشہ کا نام کاٹ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لکھ لیں۔

ضرورت کتب

مجھے ذیل کی کتب کی ضرورت ہے

(۱) سیرت المہدی۔ مصنفہ مرزا بشیر احمد صاحب

(۲) تبلیغ رسالت

(۳) مکتوبات حضرت مسیح موعودؑ

اگر کسی دوست کے پاس ہوں اور عاریۃً مفت یا قیمتاً دینا چاہیں تو ذیل کے پتہ پر مجھے تحریر فرمائیں۔

شیخ محمد طفیل

احمدیہ بلڈنگس۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

کعبۃ اللہ سرچشمۂ برکات و ہدایت اور اقوام عالم میں اتحاد و مساوات پیدا کرنے کا ذریعہ ہے

حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی اور صبر و استقلال اُمّت کے لئے بہت بڑا سبق ہے

خُطبہ عیدالاضحیٰ

مؤرخہ ۷ فروری ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔

دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ

قال اللہ تعالیٰ۔ ان اوّل بیتٍ وضع للنّاس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ مقام جس کو کعبۃ اللہ کہتے ہیں اوّل دن سے دنیا جہان کے لوگوں کے لئے عبادت گاہ مقرر کیا گیا ہے۔

سرچشمہ برکات و ہدایت

اور اس عبادت گاہ سے متعلق فرمایا مبارکاً و ھدی للعالمین۔ یہ برکات کا سرچشمہ ہے۔ اور جیسا کہ آیت کے شروع میں فرمایا ان اوّل بیت وضع للنّاس۔ یہ دنیا جہان کے لوگوں کے لئے عبادت گاہ ہے، یہاں بھی فرمایا ھدی للعالمین تمام دنیا کے لوگوں کے لئے یہ مقام جہاں سرچشمہ برکات ہے وہاں یہ سرچشمہ ہدایت بھی ہے۔

اقوام عالم کے اتحاد کا ذریعہ

اس اعلان کا اہم مقصد تمام اقوام کو متحد کرنا ہے۔ دنیا جہان کے لوگوں کو ایک کرنے کے لئے حضرت نبی کریم صلعم نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لاتا ہوں، یہ بہت بڑا تصور اور عالمگیر نظریہ ہے جو قوموں کو ایک کرنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس سے دلوں میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا جہان کی قوموں کے پیغمبروں کا احترام سکھایا ہے۔ صرف احترام ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ان پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا امنت بما انزل اللہ من کتاب میں ہر کتاب پر جو جناب الٰہی کی طرف سے کسی قوم میں نازل ہوئی ہے ایمان لاتا ہوں۔

عملی اتحاد کا نظارہ کعبۃ اللہ میں

اسی طرح کعبۃ اللہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے ہے اور عملاً یہ نقشہ وہاں دکھائی دیتا ہے کہ دنیا جہان کے لوگ جن کے رنگ مختلف ہیں، بولیاں مختلف ہیں، سال بھر چاروں طرف سے کعبۃ اللہ کی زیارت کے لئے کھنچے چلے آتے ہیں اور ۲۴ گھنٹے وہاں طواف جاری رہتا ہے اور شب و روز کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں گذرتا۔

حضرت ابراہیمؑ کی سکونت مکہ کے ویرانے میں اور جناب الٰہی میں آبادی کی دعا

یہ وہ جگہ ہے جہاں بالکل ویرانگی کی حالت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب الٰہی کے حکم سے اپنی بیوی اور بچّہ کو لاکر بسایا اور جناب الٰہی میں دوہائی دی کہ اے اللہ تیرے حکم سے میں اس ویرانے میں اپنے بیوی بچّے کو لے آیا ہوں یہاں نہ کوئی انسان ہے نہ حیوان، کوئی چیز یہاں پیدا نہیں ہوتی، یہ بے آب و گیاہ وادی ہے اے مولےٰ! تو اس ویرانے کو آباد کر دے اور اس کو امن کی جگہ بنا دے۔ ربّ اجعل ھٰذا بلداً امناً۔ پہلی شرط اس بے آب و گیاہ جگہ کو آباد کرنے کی یہ ہے کہ اس کو آبادی بنا دے اور آبادی ایسی ہو جس میں امن ہی امن ہو۔

مکّہ امن کی جگہ

فرمایا اذ جعلنا البیت مثابۃ للنّاس۔ ہم نے اس گھر کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ بنایا ہے چنانچہ ہر سال دنیا کے گوشہ گوشہ سے لاکھوں لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ کوئی پولیس وہاں نہیں، اس کے باوجود وہاں امن ہی امن ہے نہ کوئی کسی کی چوری کرتا ہے نہ کسی عورت کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔ چنانچہ فرمایا لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج نہ کوئی بے حیائی کی بات ہوتی ہے نہ کسی پر کوئی الزام لگایا جاتا ہے ولا جدال نہ وہاں کوئی تنازع ہوتا ہے۔ مثابۃ للناس بھی ہے کہ مختلف علاقوں اور قوموں کے لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں اور باوجود اس کے کسی قسم کی کوئی لڑائی جھگڑا کوئی چوری چکاری وغیرہ نہیں۔ کعبۃ اللہ کا مؤذّن اذان دیتا ہے تو لوگ بازاروں میں دکانیں کھلی چھوڑ کر نماز کے لئے چلے جاتے ہیں، اگر کسی نے اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو اس معجزہ کو خود اپنی آنکھوں سے جاکر وہاں دیکھ لے۔ وہاں احکامِ الٰہی کی پوری تعمیل ہو رہی ہے۔

عبادت الٰہی کیلئے کعبۃ اللہ میں اجتماع دوسری عبادتگاہوں کی ویرانی

یہی ایک گھر ہے جہاں دنیا جہان کے لوگ عبادت کے لئے سالہا سال سے جمع ہو رہے ہیں، ہمارے سامنے بے شمار گرجے اور ہیکل ہیں جو ویران پڑے ہیں، ان پر دولت کے انبار صرف ہوئے۔ اٹلی کا گرجا بڑا عالی شان ہے اس پر یورپ کے بادشاہوں کی طرف سے بے انداز رقم خرچ ہوئی ہے، بڑا خوبصورت اور بڑا وسیع گرجا ہے۔ اس کے سامنے بھی بڑا وسیع رقبہ ہے۔ اس کے پہلو میں دریا بھی بہتا ہے لیکن کوئی عبادت اس میں نہیں ہوتی، میں نے وہاں کے محافظ سے کہا میں اتوار کو یہاں گرجا دیکھنے آؤں گا۔ لیکن اس نے کہا یہاں تو گرجا نہیں ہوتا۔ پوپ صاحب کے ہاں ایک چھوٹا سا گرجا ہے وہاں وہ عبادت کرتے ہیں۔ اندازہ لگایئے اس معجزہ کا ایک جگہ ویران تھی وہاں دن رات کے چوبیس گھنٹے طواف ہوتا اور پانچ نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اور ایک طرف خوشنما وادی میں ایک زرق برق عالی شان گرجا ہے جو ویران پڑا ہے۔ فرمایا من دخلہ کان امنا جو کوئی یہاں داخل ہو گیا وہ امن میں آجاتا ہے۔ عملاً یہی حالت خانہ کعبہ کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا کہ ربّ اجعل ھٰذا بلداً امناً اللہ تعالےٰ نے سُنی اور وہاں آبادی اور امن پیدا ہو گیا۔

بعثتِ رسول کی دُعا اور اسکی قبولیت

یہ تو ظاہری حالات ہیں، اس آبادی کے امن و امان کے علاوہ اس کی رُوحانیات اور اخلاقیات کے لئے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا فرماتے ہیں ربّنا وابعث فیھم رسولاً اے مولا! میں یہاں کے بسنے والے لوگوں کے قلب و نظر کی تربیت کے لئے یہ بھی دُعا کرتا ہوں کہ یہاں ایک اپنا رسول مبعوث فرما۔ تو اللہ تبارک و تعالےٰ نے یہ دعا بھی سُنی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، جو دنیا جہان کی رہبری کے لئے مامور ہوئے، اگر قرآن کریم ذکر للعالمین ہے اور اگر کعبۃ اللہ ھدی للنّاس ہے تو نبی کریم صلعم بھی رسولاً من ربّ العالمین ہیں۔ آپؐ کسی خاص قوم اور کسی خاص وقت اور کسی خاص ملک کے لئے مبعوث نہیں ہوئے، بلکہ تمام جہان کے لوگوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

غلط اور تفرقہ پیدا کرنیوالی عادات کی اصلاح

حضور نبی کریم صلعم نے بعض ایسے امور کی جو نہایت مشکل اور اہلِ عرب کی عادات و روایات میں داخل تھے اور آج تمام دنیا میں بین الاقوامی فتراق کا موجب بنے ہوئے ہیں ان کے بارے میں اصلاح فرمائی، ان میں سے ایک یہ تھی کہ قریشی کعبۃ اللہ کے محافظ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو سب سے

اُونچی قوم گردانتے تھے، اور حج کے دنوں میں ارکانِ حج ادا کرتے وقت مزدلفہ کے مقام پر ہی ٹھہر جاتے تھے اور عرفات کے میدان میں جہاں عامۃ الناس مناسک حج ادا کرنے جاتے وہاں جانا وہ اپنی سبکی خیال کرتے تھے، وہ اپنی فضیلت اور بزرگی اسی میں خیال کرتے تھے کہ مزدلفہ ہی میں ٹھہر جائیں اور عوام الناس کے ساتھ شامل ہو کر عرفات میں نہ جائیں، اس بارہ میں حکم دیا ثم افیضوا من حیث افاض الناس مناسک حج ادا کرنے کے لئے جب دوسرے لوگ میدانِ عرفات میں جائیں تو آپؐ کو بھی وہاں جانا ہو گا۔ اور وہاں سے مل کر مزدلفہ کی طرف لوگوں کے ساتھ چل کر آنا چاہیئے چنانچہ حضور نبی کریم صلعم قریشیوں میں سب سے پہلے شخص ہیں جو اس حکمِ الٰہی کی تعمیل میں عامۃ الناس کے ساتھ میدانِ عرفات میں گئے اور قریشیوں کی اس نقصان دہ روایت کی اصلاح فرمائی۔ پھر آپؐ کی اتباع میں تمام کے تمام قریشی بھی وہاں پر جانے لگے۔

دوسرا اصلاحی کام — آباؤ اجداد کے ذکر کے بجائے خدا کی یاد

اور دوسری اہم اصلاح کے قابل یہ روایت تھی کہ حج کے مناسک ادا کر لینے کے بعد منیٰ کے مقام پر ایک بھاری میلہ لگتا تھا۔ عرب کے قبائل وہاں جمع ہو جاتے، اور اپنے اپنے قبیلوں کے فضائل بیان کرتے۔ اپنی بہادری کے کارنامے اور اپنی شعر و شراب اور لوٹ مار کے واقعات فخر سے بیان کئے جاتے تھے۔ اور اپنے آباؤ اجداد کی شجاعت کے واقعات کو بڑے فخر سے سنایا جاتا۔ یہ عادات اور یہ روایات کعبۃ اللہ کی عبادت کے مقاصد کے خلاف تھیں کعبۃ اللہ وحدت اور مساوات سکھاتا ہے اور یہ میلے اور یہ تفاخر تعلیمِ مساوات کے خلاف ہیں۔ ان کی اصلاح فرمانے کے لئے فرمایا فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا کہ جب تم حج کے ارکان پورے کر لو تو اپنے اپنے قبیلے کے فخر و مباہات کی بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو بلکہ یہ ذکرِ الٰہی تمہارے آباؤ اجداد کے ذکر سے بڑھ کر ہو۔ کیونکہ اس جگہ توحید کا ذکر کرنا مناسب ہے نہ کہ آباؤ اجداد کی فضیلت بیان کر کے منافرت پیدا کرنا۔

یہ غیر معمولی مساوات و اخوت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً پیدا کر کے دکھا دی اور یہ سبق دیا کہ توحیدِ الٰہی پر ایمان ہی اقوامِ عالم کے باہمی تفاخر اور تحاسد کو مٹا کر اتحاد پیدا کر سکتا ہے۔

. . . .

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؑ کی ایمانی کیفیتیں۔

ان اہم امور کے بیان کے بعد دو تین اور باتیں بیان کرنا بھی از بس ضروری ہیں پہلی بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ، ان تینوں بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں نہایت اعلیٰ درجہ کی فرمانبرداری اور قربانی پیش کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہؑ اور اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو اسی ویرانے میں لا کر بسایا اور ان کو یہاں چھوڑ کر خود واپس ہونے کی تیاری کرنے لگے تو حضرت ہاجرہؑ اس خیال سے کہ یہ ویرانہ ہے اور میں عورت ذات ہوں اور یہ چھوٹا بچہ ہے گھبرا گئیں۔ وہ دریافت کرتی ہیں الیٰ من تکلنا۔ آپ ہمیں کس کے سپرد کر کے چلے ہیں، یہاں کون ہمارا پرسان حال ہو گا یہ بڑی تکلیف دہ آواز تھی جو اس عورت کے سینے سے نکلی۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ الی اللہ اکلکم میں تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے چلا ہوں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ پر کس قدر ایمان تھا اور حضرت ہاجرہؑ کو بھی دیکھئے وہ فوراً بول اٹھیں اذاً لا یضیعنا اگر ایسا ہی ہے تو اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اللہ اکبر جہاں یہ غیر معمولی ایمان مرد کو حاصل ہے وہاں یہ غیر معمولی ایمان ایک عورت کو بھی نصیب ہے یہ وہ اہم سبق ہے جو خدا تعالیٰ مسلمان مردوں اور عورتوں کو سکھانا چاہتا ہے۔

حضرت ہاجرہؑ کا صبر و استقلال

ایک اور سبق آموز واقعہ ہے، اس ویرانہ میں جب پانی ختم ہو گیا اور بچہ پیاس سے بلبلانے لگا، تو ماں تڑپ گئی۔ وہ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگتی ہیں پہلے صفا کی پہاڑی پر چڑھتی ہیں اور ادھر ادھر نظر دوڑاتی ہیں کہ کہیں کوئی پرند نظر آئے اور پانی کا پتہ چلے تمام اطراف میں نگاہ دوڑاتی ہیں۔ لیکن کچھ نظر نہیں آتا تو دوسری طرف دوڑتی ہیں اور مروہ کی پہاڑی پر جا چڑھتی ہیں اور پہاڑیوں کے درمیان کوئی چار فرلانگ کا فاصلہ ہے وہاں بھی چڑھ کر دیکھتی ہیں لیکن کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ یوں مروہ اور صفا کے درمیان سات چکر کاٹتی ہیں۔ اس طرح حضرت ہاجرہؑ نے استقلال کا نہایت قیمتی سبق سکھلایا ہے۔ اس استقلال اور تڑپ کا نتیجہ ہے کہ آخر میں خدا نے جس طرح مرد کی دعا سنی تھی اس طرح عورت کی بھی دعا خدا نے سنی۔ خدا تعالیٰ نے عورت اور مردوں کو ایک ہی مقام بخشا ہے اسی وقت فرشتہ اُترا اور جس جگہ وہ بیٹھا وہاں ایک

چشمہ جاری ہوا جو آج تک چاہِ زمزم کے نام سے لکھو کھہا انسانوں کو سیراب کر رہا ہے۔ عورت کو یقین حاصل ہوا کہ خدا ہے۔ اور وہ دعائیں اور الحاح و گریہ زاری کو سنتا دیکھتا ہے۔

حضرت ہاجرہؑ کی سنتِ جاریہ

خدا تعالیٰ نے سعی ہاجرہؑ کی سنت جاری کر دی اور تمام حاجی حضرت ہاجرہؑ کی سنت پر ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ دوڑتے ہیں۔ اس سعی کے بغیر حج ادا نہیں ہوتا۔ اگر ایک مرد کی دعا سے کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے لئے فرمایا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی تو دوسری طرف حضرت ہاجرہؑ کی سنت قائم کرنے کیلئے سعی بین الصفا والمروۃ کو حج کا ایک لازمی رکن قرار دیا۔

مرد اور عورت میں مساوات کا سبق

اس طرح مسلمان اپنے فرائض کی آخری منزل پر پہنچ کر بھی عورت اور مرد کے مساوی مقام کا اعتراف کرتا اور اس مقام کی عزت کرتا ہے۔ دنیا جہان کی کسی قوم نے عورت کو وہ مقام نہیں دیا جو اسلام نے اسے دیا ہے۔ اگر خدا نے ایک مرد کی آواز سنی تو ایک عورت کی آواز بھی سنی۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی فرمانبرداری اور ان کی عظیم قربانی

پھر اس کے اندر ایک نوجوان بچے کی فرمانبرداری اس کے استقلال اور اس کی قربانی کا سبق بھی ہے فلما بلغ معہ السعی ایک وقت آیا کہ حضرت ابراہیمؑ جس بچہ کو ایک چھوٹی سی عمر میں خانہ کعبہ کے پاس چھوڑ گئے تھے، اب وہ جوان ہو چکا ہے۔ بیٹا بڑی دعاؤں کے بعد پیدا ہوا جس کے بعد امتحان ہو گیا اور اس بچے کو ویرانہ میں چھوڑنا پڑا۔ اب وہ بچہ جوان ہو گیا، ایک اور بڑا مشکل امتحان پیش آ گیا، یہ نوجوان بچہ جو بوڑھے باپ کی آنکھوں کا چراغ ہے اس کو اپنے پاس بلا کر باپ کہتا ہے یابنی اے میرے پیارے بیٹے! انی اریٰ فی المنام انی اذبحک۔ میں نے کشف میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں خدا کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ یہ وہ بیٹا ہے کہ جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دعائیں کیں اور جس کے بچانے کے لئے حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں دوڑیں بھاگیں۔ اس کو ذبح کرنے کا کشف آپ دیکھتے ہیں۔ آپ نہایت پیار سے بلاتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے اور اے میرے لختِ جگر میں نے کشف میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں فانظر ماذا تریٰ

کہیئے آپ کی رائے اس میں کیا ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ جواب دیتے ہیں یا ابتِ افعل ما تؤمر اباجان آپ کو جناب الٰہی سے جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجئے۔ ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ آپ اللہ کے فضل سے مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ یہ مقام ہے باپ کا۔ یہ مقام ہے ماں کا۔ یہ مقام ہے بیٹے کا۔ خدا کے مشکل ترین احکام کی فرمانبرداری میں ان بزرگ ہستیوں نے اپنی جانیں پیش کر دیں۔ یہ تین بزرگ ہیں حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ جو اپنے اعمال سے ہم کو نہایت قیمتی سبق دیتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم نے قوم کو نہایت بلند مقام پر پہنچایا

یہ حج کوئی رسم نہیں ہے بلکہ قوم کو بلند مقام پر پہنچانے والی تعلیم ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ اور اس تعلیم کے زیرِ اثر حضور صلعم کی امت میں بڑے بڑے عظیم الشان انسان حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ پیدا ہوئے اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبادہؓ وغیرہ عظیم القدر شخصیات کی ایک لمبی چوڑی فہرست ہے یہ لوگ حضور نبی کریم صلعم کے سامنے بڑے اونچے مقام پر فائز ہوئے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بڑے بڑے اولیاء کرامؒ اور مجددین پیدا ہوتے اور ہو رہے ہیں۔ حضور اکرم صلعم کا باغ سرسبز ہے، جس طرح سے قرآن کریم ہمیشہ سے محفوظ کتاب ہے اسی طرح سے حضور نبی کریم صلعم کے روحانی فیوض بھی تمام امت میں جاری ساری ہیں۔

حضرت مجددِ وقت کا عظیم الشان کارنامہ

ہمارے زمانہ میں بھی ایک عظیم الشان مجدد پیدا ہوا جس نے آریوں کو لتاڑ کر رکھ دیا۔ پادریوں کو مار بھگایا اور ثابت کیا کہ تمہارا خدا آسمان پر نہیں بیٹھا بلکہ اپنی طبعی موت مر چکا ہے۔ یہ قیمتی انکشاف جو حضرت مجددِ زماںؑ کی تعلیمات سے حاصل ہوا نہایت اہم کارنامہ ہے اس میں اقوامِ یورپ کی راہنمائی ہے وہ یورپ جس کے دین کی بنیاد حضرت عیسیٰؑ کی صلیب پر موت ہے اس کو حضرت مجدد زماںؑ نے دلائل اور براہین سے نیست و نابود کر کے رکھ دیا ہے۔ چودہ سو سال میں جس عظیم مرد نے یہ اہم کارنامہ کر کے دکھانے میں پوری کامیابی حاصل کی ہے وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ ہیں۔ آج پڑھا لکھا طبقہ یقین کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر نہیں ہیں۔ مصر کی دینی یونیورسٹی الازہر کے

(باقی بر صلا کالم ملا)

محترم عبدالوہاب خاں صاحب بریم

خلیفہ صاحب ربوہ سے ایک گذارش

آپ کے والد صاحب یعنی خلیفہ ثانی سے ہمیں عقیدت رہی ہے۔ اور ایک عرصہ تک ان کے خطبات اور طول طویل تقاریر سننے کا بھی ہمیں فخر حاصل ہے۔ اور ہمیں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ موصوف کو مریدوں کو پُرامید رکھنے اور اسلام کے جھنڈے گاڑتے گاڑتے آخرش ساری دنیا کو زیرنگیں کرنے کا یقین دلانے میں کمال حاصل تھا۔ ہم بھی جب ان کے مرید تھے، تو اپنے آپ کو فاتح عالم سے کسی طور کم نہ سمجھتے تھے۔ اور یہی حال جملہ مریدوں کا ہوتا تھا۔ اور غالباً اب بھی ہے خیر وہ تو جیسا کہ ہم نے پہلے ہی لکھ دیا تھا، اسلام کے جھنڈے گاڑتے گاڑتے اس قدر تھک گئے کہ متواتر سات آٹھ سال تک صاحب فراش اور شل رہنے کے بعد اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ اُن کی فتوحات کا زیادہ علم تو ان کے مریدوں کو ہی ہوسکتا ہے مگر ہمیں اس سے زیادہ علم نہ ہو سکا کہ وہ کئی سو مربعہ اراضی اور لاکھوں روپے کی خطیر رقم اپنے ورثاء کے لئے چھوڑ گئے۔ اور ہمارے خیال میں حضرت اقدس مسیح موعود کی قائم کردہ انجمن کو سبوتاژ کرنے اور "الوصیت" کو پس پشت ڈالنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی، کہ سلسلہ کے اموال پر تصرف حاصل کر کے اُن سے جس قدر ممکن ہو استفادہ کیا جائے اور ہمارے ساتھ شاید آپ کو بھی اس امر کا اعتراف ہو کہ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب و کامران رہے اس ضمن میں آپ کا علم ہم سے کہیں زیادہ ہے کہ ان کے ترکہ کی ایک ایک اِنچ زمین اور اموال کی ایک ایک پائی کے وارث ہونے کی وجہ سے جن تفصیلات کا آپ کو علم ہے وہ اور کسی کو نہیں ہوسکتا وہ چند ماہ کم باون سال تک تام نہاد خلافت پر متمکن رہے اور جاتے جاتے کچھ ایسے اسباق بھی مریدوں کو دے گئے کہ جن سے خلافت موروثی بن کر رہ جائے۔ چنانچہ آپ کا وجود بحیثیت خلیفہ ثالث اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اب مسیح الزمانؑ کا مشن ایک گدّی میں تبدیل ہوچکا ہے اِنّا للّٰہ وَاِنّا الیہ راجعون۔

دراصل دنیا میں انسان کو عبرت حاصل کرنے کے کئی مواقع ملتے ہیں۔ عزیز و اقارب کی بے موقعہ و بے محل اچانک موت۔ حادث۔ طوفان اور زلازل ایک انسان کو زندگی کی بے ثباتی کا سبق دینے کے لئے کافی ہیں۔ بڑے بڑے رستم زماں بہادر اور جاندار لوگ آخر کار بے جان ہوجاتے ہیں، بڑے بڑے بادشاہ اور مقتدر لوگ اس دارِفانی سے خالی ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد صاحب کے خطبات اور طول طویل تقریروں اور دعاوی کو اپنے کانوں سے سُنا اور ان کے اقتدار کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آخر کار ان کی سالہا سال کی طویل علالت بے بسی و بے چارگی اور اختلال کی نوبت تک کو دیکھا مگر افسوس کہ آپ نے تکفیر اہلِ قبلہ کرنے والے کے انجام سے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ ہم آپ کے والد صاحب کی خطابت۔ ذہانت اور فطانت کے بے حد قائل ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ اس قدر ذہین و فطین اور صاحب فراست تھے، کہ اگر اپنے پیشرو کا یہ انجام دیکھ لیتے جو آپ نے دیکھا تو ضرور عبرت حاصل کر لیتے۔ مگر ہم آپ کو بوجہ ہم عمر ہونے کے خوب جانتے ہیں۔ کہاں وہ اور کہاں آپ۔ کہاں باپ اور کہاں بیٹا اور ہمیں یقین ہے کہ آپ کو بھی علم و فضل کی اُن جملہ ڈگریوں کے ہوتے ہوئے جو آپ کے نام کے ساتھ وابستہ ہیں، کم از کم اس بات میں ہم سے اتفاق ہوگا۔ کہ نذرانوں اور خطیر چندوں کے حصول کے علاوہ آپ اپنے والدِ نامدار "فضلِ عمر مصلح موعود" کے کسی بات میں بھی ہم پلہ نہیں ہیں ورنہ عبرت حاصل کرنے کے لئے جو موقعہ آپ کو خدا تعالےٰ نے فراہم کیا تھا، وہ کچھ کم نہ تھا۔ ایک پل۔ ایک گھنٹہ۔ ایک دن، ایک سال متواتر سات آٹھ سال کی عبرتناک حالت میں کروٹ تائیے ہوتے ہیں۔ عبرت کے لئے تو صرف ایک ثانیہ کافی ہوتا ہے۔ جو کہ صد افسوس کہ بوجہ کم فہمی یا بدقسمتی یا ہوس زر کے آپ کو حاصل نہ ہوسکا اور آپ بھی اپنے والد صاحب کے مسلک پر ہی چل نکلے۔ ہم مریدوں کی بات نہیں کرتے کہ آپ کے علاوہ بھی اس مُلک میں سینکڑوں گدیاں ہیں اور خود آپ کے مرید بھی ان گدیوں کے ماننے والوں کی سادہ لوحی پر کڑھتے ہیں اور ہر مرید کی یہ فطرت ثانیہ ہوتی ہے، کہ وہ اپنے پیر کے علاوہ اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اور اس ضمن میں عقل و شعور کو رہن رکھ دیتا ہے۔ مرید خواہ کتنا ہی فیلسوف اور دانائے روزگار ہی کیوں نہ ہو پھر بھی مرید ہے۔ اور مریدی کے دائرے کے اندر اس کی سُوجھ بوجھ اور ایک جاہل و بے علم کی سوجھ بوجھ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ وہ مریدی کے دائرے کے باہر ایک عظیم فلاسفر۔ ایک بے نظیر ڈاکٹر اور ایک بے مثال جج اور سائنسدان بن سکتا ہے۔ مگر جونہی مریدی کے جوئے کے اندر آتا ہے اس کی ذہنی سطح فتّو اور فجّو کی ذہنی سطح کے برابر ہوجاتی ہے (کم علم اور دہقان لوگ فتح دین کو فتّو اور فضل دین کو فجّو کہتے ہیں) ایسا ہی ہم ماموروں اور خُدا ترس علماء کی بات نہیں کر رہے۔ بلکہ یہ ان لوگوں کی کہانی ہے جنہوں نے منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کی طرح اسلام کے حصّے بخرے کر کے آپس میں بانٹ لیا ہے اور اب یہ سلسلہ موروثی طور پر انکی معیشت ان کی وجاہت، ان کے اقتدار اور ان کے تقدّس کا کفیل ہے۔ آپ کے مریدوں کی طرح ہم بھی مریدوں کی سادہ لوحی پر کڑھتے ہیں۔ جن سے رات دن اسلام کے جھنڈے گڑوائے جاتے ہیں۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ پیروں کی املاک اور بنک بیلنس میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی حضرت عمرؓ اور "فضل عمر" کے حالات میں عظیم الشان فرق کسی مرید کو کبھی نظر نہیں آسکتا۔ جلسوں اور عرسوں پر ہر مرید نذرانے گذارتا ہے اور نذرانے گذارنے اور نیاز حاصل کرنے کے وقت نوٹوں کے انبار اپنے پیر کے سامنے پڑے دیکھتا ہے۔ اگر کسی عرس یا جلسہ میں ایک لاکھ مرید حاضر ہوں تو کم از کم دس لاکھ روپے بطور نذرانہ حاصل ہوجانا ایک معمولی بات ہے پھر نوٹ دس دس روپے کے علاوہ پچاس پچاس اور پانچ پانچ صد روپے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس میدان میں آپ کا علم یقیناً ہم سے زیادہ ہے۔ یہ تو ایک دو دن کی آمدنی ہوتی ہے نذرانے تو سال کے ۳۶۵ دن آتے رہتے ہیں۔ اب ان باتوں کا اندازہ کرنا کس قدر آسان بات ہے مگر مرید خواہ چارٹرڈ اکونٹنسی ہی کیوں نہ پاس ہو کیا مجال کہ پیر کے نذرانوں کے اس ادنےٰ سے حساب کو حل کر سکے۔ علیٰ ہذالقیاس ایک افسر مال جسے اراضی کے بارہ میں کمال مہارت حاصل ہوتی ہے وہ پیر کی روز افزوں اراضی کا حساب لگانے سے قاصر ہے۔ یہی حال چندوں کا ہے۔ مریدوں نے ایک سال پچاس لاکھ فنڈ دے دیا۔ دوسرے سال ۶۵ لاکھ دے دیا۔ اب اسلام کے جھنڈے گاڑنا پیر کی صوابدید پر منحصر ہے جب چاہے اور جہاں چاہے گاڑے اور معطی مریدوں میں سے کوئی ایک سال زندہ رہتا ہے، کوئی دو سال کوئی دس سال یا کم یا زیادہ مگر بقول شاعر ؎

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

ایک نسل اسلام کے جھنڈے گاڑ گاڑ کر گذر جاتی ہے۔ مگر یہ موروثی بلا دوسری نسل کو اس کام کے لئے تیار کر لیتی ہے۔ آپ کا سلسلہ بھی ۱۹۱۴ء سے شروع ہے۔ اس وقت جو جوان تھے آج کہاں ہیں۔ خود آپ کے والد صاحب کہاں ہیں۔ اسلام کے جھنڈے گڑے ہوئے دیکھنے والے ہی اللہ تعالےٰ کو پیارے ہوئے اور اسرائیل کی وجہ سے عالمِ اسلام کو جو زخم لگے ہیں۔ اور سارا عالمِ اسلام جن کی وجہ سے تڑپ رہا ہے یہ شاید ان جھنڈوں کی ہی تاثیر ہے۔ یہ موٹی سی بات جسے ایک عام مسلمان سمجھتا ہے اور خون کے آنسو روتا ہے ایک مرید خواہ وہ کتنا ہی عالم و فاضل اور فیلسوف ہی کیوں نہ ہو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ تو ۱۹۱۴ء سے یہی خیال کرتا ہے کہ "نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت تا قیامت مسدود ہے" کہنے والا غلط کہتا ہے۔ اور کہ احمدیت کا بانی نہیں جانتا تھا۔ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور میرا اصل مقام کیا ہے۔ یہاں پر آکر احمدیت اور محمودیت کی راہیں مختلف ہوجاتی ہیں۔ خلافت کے قیام کے لئے یا بالفاظ دیگر نذرانوں اور چندوں کے حصول کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبوّت کا برپا کرنا از بس ضروری تھا۔ اور اس کے لئے ساٹھ کروڑ اہلِ قبلہ کی تکفیر بھی لازمی تھی اب آپ کے چند لاکھ مرید ہی مسلمان رہ گئے ہیں۔ یہ ترقی معکوس کہ ۱۹۱۴ء سے ساٹھ کروڑ مسلمان ترقی کرتے کرتے اب چند لاکھ رہ گئے ہیں۔ ایک مرید کے نزدیک بہت بڑی ترقی ہے۔ اِنّا للّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔

خود بنک والے پیر صاحب کے بنک بیلنس سے حیران ہوجاتے ہیں۔ مگر ایک مرید شہنشاہ اسلام حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایسی باجبروت لیکن درویش منش شخصیت "جن کی پوشش پیوندوں سے معمور تھی" سے بھی اپنے پیر کو افضل خیال کرتا ہے افسوس کہ اس زمانہ کو حضرت عمرؓ ایسے انسان کی ضرورت تھی مگر وائے قسمت کہ ان کو "فضل عمر" دیا گیا یہ حضرت عُمرؓ کا ادنےٰ سا کارنامہ تھا۔ کہ انہوں نے فلسطین کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا اور "یہ فضل عمر کا زمانہ ہے کہ اسرائیل نے فلسطین پر دوبارہ قبضہ جما کر بیت المقدس کے علاوہ مسجدِ عمرؓ کو بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا ہے آپ ہی بتائیں کیا کوئی اسلام کے جھنڈے گاڑنے والا مرید خواہ وہ علم و حکمت میں افلاطون ہی کیوں نہ ہو اسلام اور اہلِ اسلام کی اس ترقی معکوس کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ تو ہم نے مثال دی ہے۔ ورنہ یہ کہانی بڑی طویل، عبرتناک اور دردانگیز ہے۔ آئیں ہم آپ کو حضرت اقدسؑ کا ایک الہام سنائیں "عورت کی چال ایلی ایلی لما سبقتنی" یہ تو آپ کو علم ہی ہے۔ کہ عورت سے مراد جماعت ہوتی ہے اور ایلی ایلی لما سبقتنی کی دردناک فریاد حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے منہ سے صلیب کے موقعہ پر نکلی تھی یہی دردناک فریاد جماعت کی حالت دیکھ کر حضرت اقدسؑ کے منہ سے الہامی طور پر جاری ہوئی کیا یہ پکار آپ بھی سُن رہے ہیں۔ اس عورت کے وابستگان کی ایک نشانی بموجب فرمانِ الٰہی یہ بھی ہے۔ کہ ان کے گھر بیواؤں سے معمور ہوجائیں گے۔ "محمدی بیگم" کے خاندان کی بیواؤں کے بارے میں تو آپ نے اب تک کوئی فہرست شائع نہیں کی کیا آپ اپنے اور اپنے مقتدر مریدوں کے خاندانوں کی بیواؤں کی فہرست شائع کر سکتے ہیں۔ فکر و تدبر رکھنے والوں کے لئے یہ اشارہ ہی کافی ہے مگر وائے فہم مریداں کہ جن کی بدولت گدیاں قائم دائم ہیں۔ اور وہ ساٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے چند لاکھ رہ جانے پر بھی یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ آج ہمارے پیر کی بدولت چار دانگ عالم میں اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے۔ اِنّا للّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔

ہمارا یہ خطاب کچھ طویل ہوگیا ہے۔ دراصل ہم آپ کی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۷۰ء پر کچھ عرض کرنا چاہتے تھے اس تقریر کا خلاصہ اخبار مشرق مؤرخہ ۲۷ر دسمبر میں اس طرح شائع ہوا ہے۔

"تمام مخالف طاقتیں مل کر بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتیں"

کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔"

اگرچہ موجودہ الیکشن مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں قدرے علیحدہ علیحدہ بنیادوں پر لڑا گیا ہے لیکن مغربی پاکستان میں اس نے ناداری و سرمایہ داری کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اور چونکہ یہاں مزدوروں اور غریبوں کی کثرت ہے لہذا انتخابات کا نتیجہ بھی اس کے مطابق نکلا۔ ان انتخابات کا سب سے نمایاں اور قابلِ داد پہلو صدرِ مملکت کا وہ وعدہ تھا، جو انہوں نے قوم سے کیا تھا اور جسے انہوں نے پورے خلوص سے پورا کر دکھایا۔ ایسے پُرسکون۔ غیر جانبدارانہ اور پُرامن الیکشن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ الیکشن ہم تو ہم کسی مہذب ترین اور ترقی دادہ ملک کے لئے بھی قابلِ رشک ہیں۔ اور ساری دنیا اس بے مثال الیکشن پر صدرِ مملکت کو داد دے رہی ہے۔ اب اس الیکشن کے بارے میں آپ کا فرمان "کہ پاکستان کی نئی نسل نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو برداشت نہیں کیا جائے گا"۔ ایک اسی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ جو کہ بالخصوص آپ ہی کی توجہ کے لائق ہے۔ آپ کو علم ہے کہ جملہ فرقہ ہائے اسلام حسبِ آیات قرآن شریف ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی آمد کے قائل نہیں اور اس ضمن میں ان کے درمیان کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ اور سب کے سب نزولِ جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت کو تا قیامت مسدود گردانتے ہیں لیکن ۱۹۱۴ء میں آپ ہی کے والد صاحب نے جمہور مسلمانوں کے اس متفقہ موقف سے اختلاف کیا اور اپنے والد بزرگوار کو نبی قرار دے کر جملہ اہلِ قبلہ کی تکفیر کی، یہ ایک بہت بڑا ظلم تھا کہ جو اہلِ اسلام پر کیا گیا۔ اور جیسا کہ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ مسلمانوں کی نئی نسل بھی اس اختلاف اور ظلمِ عظیم کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اور وہ مسلسل اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی رہی تا آنکہ ۱۹۵۳ء میں اس عظیم اختلاف کی وجہ سے ملک میں فسادات شروع ہو گئے اور کئی معصوم جانوں کا اتلاف ہوا۔ جس میں آپ کے والد صاحب کے کئی مرید بھی جان بحق ہوئے۔ آخرکار مارشل لاء نافذ کیا گیا، اور فسادات کو فرو کر کے مسٹر جسٹس منیر کی سرکردگی میں ایک انکوائری ٹریبونل قائم کیا گیا۔ جس میں اس اختلاف کے پیر یعنی آپ کے والد صاحب کو بھی حاضرِ عدالت ہو کر اپنے غالیانہ عقائد سے رجوع کرنا پڑا اور عدالتِ عالیہ کے ایک سوال کے جواب میں یہ کہنا پڑا کہ مرزا غلام احمد کو ماننا جزوِ ایمان نہیں ہے گو جو غلو کی عمارت آپ کے والد صاحب نے اپنی خلافت کو قائم کرنے کے لئے بنائی تھی اسے عدالت میں حاضر ہو کر خود ہی منہدم کر دیا۔ بھلا دنیا میں کوئی ایسا نبی بھی آ سکتا ہے کہ جس کا ماننا جزوِ ایمان نہ ہو معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحبؒ نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا تھا۔ اور آپ کے والد صاحب نے جس اختلاف کو ۱۹۱۴ء میں ہوا دی تھی، اس کو خود ہی ۱۹۵۳ء میں ختم کر دیا۔ اور اس تمام کارروائی میں خدا تعالےٰ کا مخفی لیکن قوی ہاتھ بھی کام کر رہا تھا۔ اور اس کی طرف سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے گئے تھے۔ کہ ایک معتقد رغالی انسان کو مجبور ہو کر اس اذیتناک اختلاف کو اپنے ہاتھوں ختم کرنا پڑا جس کی بنیاد اس نے چالیس سال قبل رکھی تھی۔ معلوم ہوا کہ نہ صرف مسلمان اس اختلافِ عظیم کو برداشت نہ کر سکتے تھے بلکہ خدا تعالےٰ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت کا اجراء ناقابلِ برداشت تھا۔ یہ سب کچھ ہوا اور حق روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا، مگر اب خلافت کا کیا بنتا اور نذرانوں اور فنڈوں کی گنجائش کہاں سے نکلتی (ہم تعیطر بالله الا فسوں اور نی لے ذی سے کی بات نہیں کرتے) لہذا عدالت کے خوف سے حق بات جو منہ سے نکالی تھی چاہیئے تھا کہ اس کا دن رات پرچار کر کے مسلمانوں کے مابین اخوت و مودّت کے رشتے مضبوط کئے جاتے مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ اور خفیہ خفیہ اپنی خلافت کو قائم رکھنے کے لئے دبی زبان سے اپنے مریدوں کو پھر غالیانہ سبق دیا جاتا رہا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا آپ اب اپنے والد صاحب کی طرح یہ اعلان کرنے کو تیار ہیں کہ مسلمانوں کے لئے مرزا غلام احمد کو ماننا جزوِ ایمان نہیں، اگر آپ واقعی ایسا اعلان کرنے کے لئے تیار ہیں تو پھر واقعی آپ کا یہ فرمانا کہ:۔

"مسلمانوں کی نئی نسل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔"

درست ہو گا۔ ورنہ بصورتِ دیگر یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کا مندرجہ بالا بیان منافقت پر مبنی ہے اور ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، اور دکھانے کے اور ہیں اور آپ بدستور اس اختلاف کو ہوا دے رہے ہیں، جس کی بنیاد آپ کے والد صاحب نے ۱۹۱۴ء میں رکھی تھی۔

ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ نہ خدا تعالےٰ کو یہ بات پسند ہے کہ خاتم النبیینؐ کے بعد کسی اور کی نبوت کو برپا کیا جائے اور نہ ہی مسلمان یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کی آمد کا تصور تک دل میں لائیں ۱۹۵۳ء کے فسادات اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ یہ اختلاف بہرطور پر ناقابلِ برداشت ہے۔ آزمودہ را آزمودن جہل است۔ پس ایک طرف اگر آپ

مورخہ ۳ مارچ ۱۹۷۱ء

آپ کی سعی پر خلصانہ ی۔

ہم قبل ازیں عرض کر چکے ہیں۔ کہ موجودہ الیکشن غربت و افلاس اور سرمایہ داری کی اساس پر لڑا گیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ مسلمانوں نے عقیدہ ختمِ نبوت کو (نعوذ باللہ) چھوڑ کر آئندہ کے لئے اجرائے نبوت پر مہرِ ثبت کر دی ہے یقیناً غلط اور سراسر حمق اور جہالت ہے اور اگر یہ حمق اور جہالت مریدوں کے ذہن میں قائم رہی تو اس کے نتائج خطرناک ہوں گے اور آپ کا یہ فرمان "کہ تمام مخالف طاقتیں مل کر بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتیں"۔ ایک ایسی تعلّی ہے جس کا بطلان ۱۹۵۳ء میں ثابت ہو چکا ہے ۱۹۵۳ء میں بلاشبہ جماعت کو شدید جانی و مالی نقصان پہنچا۔ یہاں تک کہ آپ کے والد صاحب کو عدالت میں حاضر ہو کر یہ کہنا پڑا کہ مسلمانوں کے لئے مرزا غلام احمد کو ماننا جزوِ ایمان نہیں۔ ایک عام آدمی اپنے منہ سے اپنے ہی عقیدہ کی تغلیط برداشت نہیں کر سکتا نہیں۔ تو پھر ایک امام جماعت کا عدالت میں حاضر ہو کر اپنے چالیس سالہ عقائد سے رجوع کس قدر اذیت ناک اور نقصان دہ بات ہے ہمارے خیال میں علاوہ اور باتوں کے ان کی طویل بیماری اور اختلال اسی ذہنی کوفت کا نتیجہ تھی جو کہ انہیں عدالت کے روبرو برداشت کرنی پڑی اور جو کہ بالآخر ان کی موت پر منتج ہوئی۔ ایسی صورت میں آپ کا یہ فرمانا کہ تمام طاقتیں مل کر بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتیں حقائق کے سراسر خلاف ہے۔

مرید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کے حافظے کا ایک پہلو ناکارہ اور معدوم ہو جاتا ہے اور تلخ حقائق اس کو مطلقاً یاد نہیں رہتے۔ وہ صرف مفروضہ میٹھی باتوں کا خوگر بن کر رہ جاتا ہے چنانچہ آپ کے والد صاحب کا ۱۹۵۳ء میں اپنے چالیس سالہ عقائد سے رجوع۔ پھر ان کی سات آٹھ سالہ علالت اور ذہنی اختلال اور اسی حالت میں وفات۔ یہ ایسے حقائق ہیں کہ مریدوں کے حافظے ان کو قبول کرنے سے قاصر ہیں ورنہ ضرور تھا کہ ان سے عبرت حاصل کرتے۔ پھر جب مرزا غلام احمد صاحبؒ کا ماننا ایک مسلمان کے جزوِ ایمان میں داخل ہی نہیں تو تکفیر اہلِ قبلہ کا جواز کہاں باقی رہتا ہے۔ پھر جب نبوت ہی باقی نہ رہی تو موجودہ خلافت کا چکر کیسے چل نکلا۔ اب یہ حقائق کس قدر واضح ہیں۔ لیکن ایک مرید ان باتوں پر کبھی بھی غور نہیں کر سکتا۔ مرید کا انفعالی ماحول میں پروان چڑھتی ہے تنقیدی فضا اسے راس نہیں آتی۔ نبوت اور خلافت تو ایک طرف رہی آپ کی موجودہ تنظیم پر بھی ایمان لانا ایک مرید کے لئے ازبس ضروری ہے اور اس تنظیم کا ایک عظیم کارنامہ یہی ہے کہ وہ انفعالی فضا کو برقرار رکھے اور جہاں کہیں تنقیدی خیالات ابھریں انہیں دبا دیا جائے تاکہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آئے ایک مرید اپنے پیر کے علاوہ ساری دنیا کو ناقدانہ نظر سے دیکھ سکتا ہے مگر پیر کے معاملہ میں اس کے ذہن کا یہ حصہ معطل ہوتا ہے ان کو صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ وسیع و عریض دنیا میں نہ امریکہ ہے نہ روس۔ برطانیہ ہے نہ فرانس۔ چین ہے نہ جاپان۔ اسرائیل ہے نہ بھارت۔ دنیا میں صرف ایک ہی قلیل سی پانچ ہزاری جماعت پیغامیوں کی ہے۔ جن سے تم زیادہ ہو۔ لہذا تم فاتحِ عالم ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ نظریہ عام فہم اور انفعالی اذہان کے لئے قابلِ قبول ہے گویا کہ کوزے میں دریا بند کر دیا گیا ہے۔ اب اسرائیل اگر امریکہ کی امداد کے بل بوتے پر اسلامی ملکوں پر حملہ آور ہو کر ان کے علاقوں پر قبضہ کر رہا ہے تو اس سے ایک مرید کو کیا غرض۔ بھارت میں اگر مسلمانوں کا کشت و خون ہو رہا ہے تو اس سے ایک مرید کو کیا واسطہ کہ ان حقائق کو اس کی ذہنی پرواز سے دور رکھا گیا ہے اور پیغامیوں کے وجود کو قریب تر لایا گیا ہے تا ان کی قلت کو دیکھ کر اس میں فتحمندی کے احساسات ابھریں آپ خود خیال فرمائیں کہ اسلام کے جھنڈے گاڑنے کے لئے یہ میدان کس قدر موزوں ہے۔ اسرائیل بے دریغ اسلامی ملکوں کو تاخت و تاراج کرتا پھرے، بھارت چاہے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلے، ایک مرید کو ان باتوں سے کیا غرض کہ اس کی دنیا تو مخصوص و محدود کر دی گئی ہے۔ پیغامی جن پر بلاشبہ ان کو عددی غلبہ حاصل ہے اس پیر کی فتوحات کا ایک دریچہ ہے جس سے ایک مرید دنیا و مافیہا کو دیکھ سکتا ہے سارا عالمِ اسلام یہ محسوس کرتا ہے کہ اہلِ اسلام کے لئے موجودہ وقت نہایت نازک ہے مگر ایک مرید کے نزدیک ان کا پیر دن رات اسلام کے جھنڈے گاڑ رہا ہے اور فتح پر فتح حاصل کر رہا ہے آپ خود ہی فرمائیں کہ کیا یہ اندازِ فکر قرینِ دانش اور درست ہے۔

گزشتہ ماہ دسمبر کے وسط میں ہمیں لاہور جانے کا اتفاق ہوا اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (جن کو آپ پیغامی کہتے ہیں) کے امیر حضرت مولانا صدرالدین صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ کیا اخلاق اور سادگی تھی ہمارے لئے خود چائے لائے۔ حالانکہ مہمان خانہ وہاں بھی موجود تھا۔ خیر اشاعت اسلام کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ باتوں باتوں میں نذرانوں اور پیروں کی دولت اندوزی کا ذکر چل نکلا۔ فرمانے لگے میرا اپنا کوئی گھر نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں نے آج تک اپنے گھر کی تعمیر کے لئے ایک اینٹ تک رکھی ہے اور نہ ہی میرے پاس کوئی مال جمع ہے حالانکہ اگر میں چاہتا تو سب کچھ کر سکتا تھا۔ مگر...... یہ میرے مقام کے خلاف ہے۔ خدا تعالےٰ کو منہ کیا منہ دکھلاتا۔ یہ ایک مومن کی غنا کا حال ہے جنہیں آپ نے پیغامی کا نام دے رکھا ہے۔ کیا ایسے بے نفس لوگوں

کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے اور کیا آپ بھی اپنے یا اپنے والد صاحب کے بارے میں ایسا دعوے کر سکتے ہیں۔ مگر مرید ہیں کہ فتوحات کے نشہ سے سرشار ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہم نے شروع میں عرض کیا تھا۔ کہ کسی نبوت کا اجراء اور اہل قبلہ کی تکفیر صرف مسلمانوں کو ہی گوارا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو بھی یہ باتیں پسند نہیں۔ اس ضمن میں احمدیت کا اسلوب بیان اور ہے اور محمودیت کا اور جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ہاں مکفر علماء کی نگونساری اور گرفتاری پر احمدی بھائی حضرت اقدسؑ کا ایک الہام پیش کیا کرتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ مریدوں کا ذہن اس الہام کو سمجھنے سے بھی قاصر رہا ہے اور شاید آپ کی موجودہ تنظیم اور تنخواہ دار علماء کی کرشمہ سازی ہے کہ اصل حقائق اور کوائف پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ ہم اس الہامی کلام کو من وعن درج کرتے ہیں:۔

"آج ۲ جون ۱۹۰۰ء کو بروز شنبہ بعد دوپہر ۲ بجے کے وقت مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ ایک ورق جو نہایت سفید تھا دکھلایا گیا۔ اس کی آخری سطر میں لکھا تھا۔ اقبال

میں خیال کرتا ہوں کہ آخر سطر میں یہ لفظ لکھنے سے انجام کی طرف اشارہ تھا یعنی انجام باقبال ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ الہام ہوا

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے　∴　کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

اس کے یہ معنی سمجھائے گئے کہ عنقریب کچھ ایسے زبردست نشان ظاہر ہو جائیں گے جس سے کافر کہنے والے جو مجھے کافر کہتے تھے الزام میں پھنس جائیں گے۔ اور خوب پکڑے جائیں گے اور کوئی گریز کی جگہ ان کے لئے باقی نہیں رہے گی یہ پیشگوئی ہے ہر یک پڑھنے والا اس کو یاد رکھے۔ (از اشتہار ۷ / جون ۱۹۰۰ء ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶)

اس کے بعد ۳ / جون ۱۹۰۰ء کو بوقت ساڑھے گیارہ بجے یہ الہام ہوا:۔

کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے　∴　جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

یعنے کافر کہنے والوں پر خدا کی حجت ایسی پوری ہو گئی کہ ان کے لئے کوئی عذر کی جگہ نہ رہی۔ یہ آئندہ زمانہ کی خبر ہے کہ عنقریب ایسا ہو گا اور کوئی ایسی چمکتی ہوئی دلیل ظاہر ہو جائے گی۔"

(از اشتہار ۷ / جون ۱۹۰۰ء ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶-۲۷)

مندرجہ بالا الہامات ۲ - اور ۳ / جون ۱۹۰۰ء کو علیحدہ علیحدہ ہوئے ہیں اور ان کے الفاظ یا الہامی اشعار بھی مختلف ہیں۔ ان الہاموں کا علیحدہ علیحدہ مختلف تاریخوں اور مختلف الفاظ میں ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کہ ان پیشگوئیوں کا ظہور بھی علیحدہ علیحدہ زمانوں پر مشتمل ہے۔ ۲ / جون والے الہامی شعر کے الفاظ کسی قدر نرم ہیں لیکن ۳ / جون والے الہامی شعر کے الفاظ نہایت سخت ہیں ۱۹۵۳ء ۲ / جون والے الہامی شعر کے ظہور کا زمانہ تھا جس میں آپ کے والد صاحب کو اپنے چالیس سالہ عقائد سے رجوع کرنا پڑا اور عدالت میں یہ کہہ کر کہ مرزا غلام احمد صاحب کو ماننا جزو ایمان نہیں، ان کی نبوت سے انکار کرنا اور نتیجۃً اہل قبلہ کی تکفیر سے ہاتھ کھینچنا پڑا۔ یہ قادر کے کاروبار تھے جو نمودار ہوئے۔ ورنہ حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ ایم اے اور دیگر بزرگوں نے دلائل سے سمجھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔

۲ / جون کے الہام کی دوسری شق گرفتاریوں کے بارے میں ہے، حضرت اقدسؑ تو اہل قبلہ کو کافر کہتے نہ تھے۔ ہاں ان کے بعد آپ کے والد صاحب نے جمہور مسلمانوں کو کافر کہنا شروع کر دیا اور اس طرح مکفر علماء کی صف میں شامل ہو کر گرفتار ہونے کی وعید کے نیچے آ گئے۔ پس حسب الہام جہاں دیگر مکفر علماء گرفتار ہوئے، وہاں آپ خود نیز آپ کے چچا جان مرزا شریف احمد صاحب بھی گرفتار ہوئے۔ آپ دونوں کی گرفتاری نے خدا تعالیٰ کے کلام کی منشاء کو پورا کر دیا جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ بھی تکفیر اہل قبلہ کو پسند نہیں کرتا۔ کیا آپ یا آپ کا کوئی مرید جو خدا تعالیٰ کے اس چمکتے ہوئے نشان سے عبرت حاصل کر کے تکفیر اہل قبلہ جیسے گناہ عظیم سے توبہ کر لیوے۔

یہ دنیا۔ اس کے بنک بیلنس اور نذر نذرانوں کی بہتات سب فانی چیزیں ہیں اور نہ ہی حضرت اقدسؑ کے آنے کی (نعوذ باللہ) یہ غرض تھی کہ اپنی اولاد کے لئے خزائن جمع کرتے اور جاگیریں بنانے کی کوئی سبیل پیدا کی جائے۔ یہ وقت ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے وعید سے ڈریں کہ مندرجہ بالا الہامات میں ۳ / جون والا الہام زیادہ سنگین اور شدید ہے۔ اس میں سب کے سب مکفرین کی گرفتاری کا ذکر ہے۔ اور آپ کی یہ تعلّی کہ "تمام مخالف طاقتیں مل کر بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتیں"۔ جیسے ۱۹۵۳ء میں غلط ثابت ہوئی۔ اب بھی غلط ثابت ہو گی۔ لہذا ایسے بیانات اور فرضی فتوحات کے تذکرے سے جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہیں۔ ۱۹۵۳ء سے بھی بڑھ کر نازک حالات پیدا ہونے کا امکان ہے مریدوں کو ایسے اسباق دینے سے کیا فائدہ جن سے وہ غریب دوبارہ مصیبت اور ابتلاء میں پھنس جائیں۔ اپنے والد صاحب کی غلطی کو دہرانے کی کوشش نہ کریں۔ مسٹر بھٹو اور پیپلز پارٹی پر بھی تکیہ مناسب نہیں۔ اگر آپ واقعی مسٹر بھٹو کے خیر خواہ ہیں تو ایسے بیانات سے ان کو مشکل میں نہ ڈالیں ہاں جیسا کہ ان کا بڑی بڑی صنعتوں کو قومیانے اور سرمایہ داری اور جاگیرداری کو ختم کرنے کا ارادہ ہے آپ بھی اپنی جاگیرداری کے دروازے اور اپنے خزائن کے منہ غریب اور درماندہ احمدیوں پر کھول دیں کہ آخر یہ سب کچھ ان غریبوں کے چندوں اور نذرانوں کی طفیل ہی حاصل ہوا ہے۔ سرمایہ داری کے ضمن میں بڑے بڑے صنعت کاروں کے علاوہ یقیناً بڑے بڑے گدی نشین بھی آتے ہیں۔ صنعت کاروں کی نوبت تو شاید اب آئے۔ گدی نشینوں کی دولت اندوزی کے پیش نظر تو حکومت کی طرف سے محکمہ اوقاف پہلے سے ہی قائم ہے۔ ان حقائق سے آنے والے حالات کا اندازہ کریں "فضل عمر" بننا اور کہنا تو آسان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سا کوئی کام بھی کر دکھائیں۔ آپ کو علم ہے کہ حضرت اقدسؑ کے رگ وریشہ میں بہنے والے مقدس خون سے ہمارا بھی ایک رشتہ ہے اور اس رشتہ کی رُو سے آپ کی اہلیہ محترمہ ہماری رضاعی ہمشیرہ ہیں سو ہم نے یہ چند حقائق عرض خدمت کر کے اس دلی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے جو اس مقدس رشتہ کی بدولت ہم پر عائد ہوتا ہے دو تین روز ہوئے لائل پور سے قومی اسمبلی کے کامیاب ممبر مسٹر مختار رانا صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرح افزاء بیان دیا تھا کہ میں اور مسٹر بھٹو ایوان سے بھر پور بوریوں کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر غریبوں کی جھگیوں تک پہنچائیں گے اور اس طرح شہنشاہ اسلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو یہ نیک مثال قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ مگر یہ کام درحقیقت آپ کے کرنے کا ہے۔ اموال سے محبت کیسی؟

جیسا کہ آپ اپنے مریدوں کو نصیحت فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے محبت کر کے دکھائیں کہ اسلام اہل کنوز کا نہیں بلکہ اہل انفاق کا دین ہے۔ خدا تعالیٰ احمدیوں اور جملہ مسلمانوں کا حافظ و ناصر ہو آمین

وما علینا الا البلاغ۔

والسلام۔ عبدالرب خاں برہم

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے اعلانات

(۱) درس قرآن حکیم کی تبدیلی اوقات

"جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں محترم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی ہفتہ میں دو یوم۔ پیر اور جمعرات۔ کو قرآن کریم کا درس دے رہے ہیں۔ اوقات درس تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ آج کل پانچ بجے شام درس کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلم ٹاؤن اور قرب و نواح کے احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ درس میں بالاستیعاب شریک ہوں اور جو احباب دور رہتے ہیں وہ مہینہ میں کم از کم ایک دفعہ ضرور تشریف لایا کریں۔"

(۲) انتخاب برائے مجلس معتمدین

"مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران برائے مجلس معتمدین کا انتخاب مؤرخہ ۱۲ / مارچ ۱۹۷۱ء بروز جمعہ بوقت ۴ بجے شام جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں ہو رہا ہے۔ ووٹر صاحبان کو فرداً فرداً اطلاع دی جا رہی ہے۔ بذریعہ اعلان ہذا تمام ووٹران سے التماس ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لا کر انتخاب میں حصہ لیں۔" خاکسار۔ (ڈاکٹر مبارک احمد شیخ) آنریری جنرل سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مولوی عبدالحمید صاحب

جری اللّٰہ فی حُلل الانبیاء

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

قرآن حکیم ہر پہلو سے مکمل کتاب ہے اس میں بنی نوع انسان کی علمی۔ عملی اور روحانی تربیت کا بیان ہے، انسان کے معاشی اقتصادی اور سیاسی مسائل کا حل ہے۔ قرآن مجید کے اندر کچھ انبیاء اور اقوام کے واقعات کا بھی ذکر ہے اگرچہ یہ واقعات صحیح ترین تاریخ ہیں لیکن ان واقعات کے اندر امتِ مسلمہ کے لئے ایک عظیم سبق ہے۔ قرآن مجید کو قصّے کہانیاں بیان کرنے سے کوئی غرض نہیں دراصل یہ اشارہ ہے ان واقعات و حالات کی طرف جو امتِ محمدیہ کو پیش آنے والے ہیں اور یہ قرآن کریم کی صداقت پر بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ کتاب نہ صرف خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے بلکہ زندہ مذہب کی صحیح رہنمائی اب اسی پاک کتاب کے ہاتھ میں ہے۔ اس زمانہ میں سب سے زیادہ عشق جس شخص نے قرآن مجید سے کیا وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ تھے وہ فنا فی اللہ تھے فنا فی الرسول تھے اور فنا فی القرآن تھے وہ فرماتے ہیں ؎

وقد غوصت فی بحر الفناء
فعلت و فی یدی ابھی الآلی

کہ میں اس فنا کے سمندر میں جو غوطہ زن ہوا تو جب میں واپس آیا تو میرے ہاتھ قیمتی چمکدار جواہر سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء کہ خدا تعالےٰ کا جری پہلوان نبیوں کے حُلوں میں۔ یعنی جیسے نبیوں جیسے حالات میں سے گذرنا پڑا ہو۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے دیئے گئے علوم کے وارث بہت مشابہت میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہوں گے کیونکہ نبوت تو بند ہے اس لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہونے والے افراد بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے۔ امام الزمانؑ کشتی نوح میں فرماتے ہیں:—

"مخفی طور پر بہت سے اخیار و ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی مماثلت کا حصّہ لیا ہے۔ مگر اس امت کا مسیح موعود کھلے کھلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے۔"

اور یہی میرا آج کا موضوع ہے میں چند انبیاء کے بارے میں بیان کروں گا کہ اس زمانے کے امامؑ کو ان سے کیسی کمال مشابہت ہے یہ جو حضرت اقدسؑ کا الہام ہے جری اللّٰہ فی حلل انبیاء کہ خدا کا پہلوان انبیاء کے لباسوں میں یا انبیاء کے حالات میں سے گذرنے والا۔ حضرت مسیح موعودؑ خود اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اس وحی الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا میں آئے خواہ وہ اسرائیلی ہوں یا غیر اسرائیلی۔ ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصّہ دے دیا گیا ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گذرا جس کو خواص یا واقعات میں سے اس عاجز کو حصّہ نہیں دیا گیا۔ ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے اس پر خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔" (براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۸۹)

اب میں ان چند انبیاء کا ذکر کرتا ہوں جن سے اس زمانہ کے امام کو شدید مشابہت ہے اور بعینہٖ آپ ایسے حالات میں سے گذرے ہیں جن حالات میں سے یہ برگزیدہ انبیاء گذرے ہیں۔

اوّلاً حضرت نوح علیہ السلام کو لیجئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے:— واصنع الفلک باعیننا و وحینا کہ اے نوحؑ ظالموں اور بدکاروں کو نیست و نابود کرنے کے لئے طوفان آرہا ہے تو پاک نفوس کے لئے ایک کشتی تیار کرلے۔ اب حضرت اقدسؑ کو بھی یہ وحی ہوتی ہے — واصنع الفلک باعیننا و وحینا۔ اور کمال یہ ہے کہ حضرت اقدس نے بھی ایک کشتی تیار کی آپ نے کسی کتاب کا نام براہین احمدیہ رکھا تو کسی کا نام آئینہ کمالاتِ اسلام، کسی کا نام تریاق القلوب، تو کسی کا نام ازالہ اوہام لیکن ایک آپ نے کشتی نوحؑ بنا دی۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ کونسا نام ہے اور اس کشتی نوحؑ پر سوار ہونے کی شرائط لگا دیں۔ اور ایسی عمدہ تعلیم پیش کی جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ مثلاً:—

"گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شراب خور، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغگو، جعلساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

اسی طرح فرمایا:—

"حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے، حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں سے بے پروا ہونا لعنتی زندگی ہے۔"

حضرت اقدسؑ نے پہلے یہ کشتی تیار کی، متقی اور راستباز بندوں کی جماعت اس کے اندر سوار تھی اور جیسا کہ نوحؑ کی کشتی کے بارے میں فرمایا وھی تجری بھم فی موج کالجبال کہ یہ کشتی موجوں میں چلی جا رہی تھی (یہ کشتی بھی ادیانِ باطل کی موجوں کے مقابل پہاڑ کی مانند ابھری ہوئی چلی جا رہی تھی۔) ایسے میں نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا وکان فی معزل اس نے الگ اپنی جماعت بنالی تھی۔ یاد رہے فرد واحد کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی اور اس کا کردار اس کی ذات تک ہوتا ہے خدا تعالےٰ نے ایسے ہی وجود کا ذکر کیا ہے جس کے ساتھ گمراہی اور فتنہ میں ایک قوم بھی شریک ہو۔ نوحؑ فرماتے ہیں لاتکن مع الکٰفرین کہ کافر کہنے اور کہلانے سے باز آجاؤ۔ اب دیکھئے یہی واقع اس مثیل نوح سے ہوا آپ کی تعلیمات کے مطابق بیٹا کشتی پر سوار نہ ہو سکا۔ اور کافر بننے اور بنانے میں نہ صرف خود کو بلکہ ایک قوم کو لگا دیا۔ اور جب نوحؑ نے کشتی پر سوار ہوتے اور متقی بننے کو بلایا تو والدِ صاحب کو کہا ساٰوی الیٰ جبلٍ یعصمنی من الماء کہ میرا بسر پہاڑی جگہ پر ہوگا اور سیلاب سے بچ جاؤں گا چنانچہ مثیل نوح کے بیٹے نے جب ربوہ کے نام سے پہاڑی مقام پر جگہ بنائی تو یہی بتلایا کہ یہاں سیلاب اثر نہیں کرتا، لیکن خدا تعالیٰ کی گرفت تو ہر جگہ ہے۔ لاعاصم الیوم من امر اللّٰہ امرِ الٰہی کے آگے کون روک بن سکتا ہے۔

یہاں ایک عجیب معاملہ ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام جو دن رات اولاد کے لئے دعائیں کرتے تو آئندہ کے لئے جو بشارتیں ملتیں وہ اسے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے سمجھتے، فرماتے ہیں ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق کہ میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور میرے اہل کے لئے تیرے وعدے ہیں اور تو سچے وعدوں والا ہے۔

اب حضرت اقدسؑ نوح ثانی کو بھی الہام ہوتا ہے انی معک و مع اھلک کہ میں تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں، تو اللہ تعالےٰ نے نوحؑ کو فرمایا انّہ لیس من اھلک۔ تیرا اہل یہ نہیں تیرا سلسلہ روحانی ہے تیرا اہل روحانی ہو سکتا ہے اور اعمال صالح رکھنے والا متقی تیرا اہل ہے، اور یہ تیرا جسمانی بیٹا اس لئے تیرا اہل نہیں کہ بد اعمالیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اب امام الزمانؑ کو بھی بعینہٖ یہی الہام ہوتا ہے انّہ عمل غیر صالح ہمارے ربوہ والے بھائی اس الہام کو فضل احمد اور سلطان احمد کی طرف لگاتے ہیں لیکن فرد واحد کی اللہ تعالےٰ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

کمال یہ ہے کہ نوح علیہ السلام اپنے اہل و عیال کے لئے دن رات دعائیں کرتے ہیں اور ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:— لاتخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون کہ ظالموں کے بارے مجھ سے مت درخواست دعا کر ان کا

انجام تباہی و غرقابی ہے اور بعینہٖ یہی الہام لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون۔ امام زمان نوح کے مثیل کو ہوتا ہے۔ نوح علیہ السلام فرماتے ہیں رانی دعوت قومی لیلاً و نھاراً فلم یزدھم دعائی الا فرارا۔ کہ رات دن میں نے قوم میں تبلیغ کی اور یہ لوگ فرار ہی اختیار کرتے رہے۔ یہی حال اس مثیل نوح کا ہوا رات دن مباحثے، مناظرے اور کتابوں پر کتابیں لکھی جاری ہیں لیکن قوم ہے کہ فرار ہی اختیار کئے جا رہی ہے، نوح علیہ السلام کے بارے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وما اٰمن معہ الا قلیل اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ جماعت لاہور پر شاید قلیل کا لفظ بالکل صحیح بیٹھتا ہے۔

اب میں حضرت موسےٰ علیہ السلام سے آپ کی مماثلت دکھلاتا ہوں۔ اس مثیل موسےٰ کا الہام ہے:—

یأتی علیک زمن کمثل زمن موسٰی۔ کہ موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ گذرا اس کا ایک زمانہ تمہارے زمانہ کی مثل ہوگا۔

دوسرا حضرت اقدسؑ کا الہام ہے (انت فیھم بمنزلۃ موسٰی تو اس قوم میں موسےٰ کی طرح ہے۔

اب موسےٰ علیہ السلام کو جب حکم ہوتا ہے کہ تو اس قوم کی طرف رسول ہے تو آپ ایک مددگار خدا تعالےٰ کی طرف سے مانگتے ہیں اور خدا کے حضور عرض گذارتے ہیں کہ مجھے ہارون دیجئے، اور ہارون کی جزوی فضیلت کا ذکر کرتے ہیں کہ ھو افصح منی لسانا کہ میری نسبت وہ فصیح اللسان اور فصیح البیان ہے۔

اب اس مثیل کی سنیئے، مجدد اعظم میں آتا ہے کہ حضرتؑ مسلسل درد دل سے دعا فرماتے تھے کہ خدایا مجھے کوئی ہارون عطا فرما اور جب حضرت مولٰینا نورالدین رضؓ آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا ھذا دعائی کہ یہ میری دُعا کا ثمر ہے۔ چنانچہ جس طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام طُور پر الواح توریت کو اکٹھی کرتے اور ہارون علیہ السلام درس و تدریس وعظ و نصیحت اور جماعت کی تربیت کا کام کرتے، یاد رہے کہ موسےٰ اور ہارون نبی اللہ تھے اب نبوت بند ہے اب امام آتے ہیں اور حضرت مولٰینا نورالدین رضؓ نے بھی اپنے آپ کو (موقنات الیقین میں) امام کہا ہے۔ موسےٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ہارون کے عہد میں قوم فتنہ میں پڑی۔ جیسا کہ آیا ہے فانا قد فتنا قومک من بعدک۔ اور قوم سامری اور اس کے بچھڑے کے دھوکا میں آگئی۔ اسی طرح یہاں بھی حضرت مولٰینا نورالدین رضؓ کے عہد میں تکفیر اور خلافت پر اعتراضات کا فتنہ پڑا اور جب حضرت ہارون علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اس فتنہ کا قلع قمع کیوں نہ کر دیا تو حضرت ہارون نے یہی جواب دیا انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل کہ میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔ اسی طرح جب حضرت مولٰینا نورالدین رضؓ سے یہی سوال کیا گیا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ میں حضرت مرزا کی جماعت کو اکٹھا کر کے خدا کے حضور جانا چاہتا ہوں۔ اور پھر دیکھئے کہ حضرت اقدس کا بھی یہی الہام ہے عجلاً جسداً لہ خوار اگرچہ یہ الہام لیکھرام کے سلسلہ میں پورا ہو چکا ہے لیکن حیرت ہے کہ لیکھرام کے قتل کے بعد بھی یہی الہام ہوتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی بچھڑے کو مثیل موسےٰ کی قوم نے پوجنا تھا اور لہ نصب و عذاب کے مصداق اسکے لئے نہایت دکھ دینے والا عذاب تھا۔

اب حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے آپ کی مماثلت دیکھئے۔ یہ مماثلت تو یہاں تک ہے کہ تمام قوم اسی بنی اسرائیلی عیسےٰؑ کی آمد کی منتظر ہو گئی جس کی وفات دو ہزار سال قبل ہو چکی تھی اور کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم کی حدیث کو بالکل حقیقت پر محمول کرتے تھے اور جوش میں حدیث کے اس حصہ کو پڑھ کر امامکم منکم پر توجہ ہی نہ دیتے تھے کہ وہ تمہارے اندر سے ہی ایک تمہارا امام ہوگا۔ چنانچہ امام الزمانؑ کے الہامات الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم۔ اور یا عیسٰی انی متوفیک و رافعک الی بھی آپ کو عین عیسٰی علیہ السلام ہی بناتے ہیں۔ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار
(مشکوک — دیکھئے نیچے)

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

یعنی میں اگر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اور مسیح نہ ہوتا تو عین اسی طرح میں بھی صلیب پر چڑھایا جاتا۔ موسٰی علیہ السلام کے بعد عیسےٰ علیہ السلام کا ظہور بھی چودھویں صدی میں ہوا۔ مسیح موعودؑ کی طرح اسرائیلی مسیحؑ نے بھی جہاد کو منسوخ کیا تھا۔

عیسےٰ علیہ السلام کا پطرس پہلا خلیفہ بنا اور اس پارسا اور پاکباز خلیفہ کی زندگی میں اندرونی طور پر دو فریق بن گئے اسی طرح یہاں نیک و پاک خلیفہ نورالدین رحؒ کے وقت دو فریق بن چکے تھے۔ ان ہر دو خلیفہ صاحبان کے بعد انتشار ہوا۔ پولوس خلیفہ ثانی تھا۔ اور اس کے ساتھ بڑی جماعت تھی اور اس نے ابن اللہ کے مجازی الفاظ کو حقیقت بنا کر ایک عظیم فتنہ کی بنیاد رکھی۔ یہاں بھی دوسرے خلیفہ محمود کے وقت اس کے ساتھ جماعت کی کثرت ہوتی اور نبی اللہ کے مجازی لفظ کو حقیقت کے معنی پہنا کر عظیم فتنہ کھڑا کر دیا۔ پولوس نے مسیحؑ کو ابن اللہ نہ ماننے والوں کو کافر کہا، محمود نے مسیح محمدی کو نبی اللہ نہ ماننے والے کو کافر کہا۔

پولوس اور محمود دونوں کے عدد ۹۸ ہیں۔ پولوس کے بارے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:—

"اس شخص کے گذشتہ چال چلن کی نسبت لکھنا ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ عیسائی خوب جانتے ہیں۔"

اور فرمایا:—

"اس نے ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ اپنے تئیں حواریوں میں داخل کیا۔" (کشتی نوح)

فرماتے ہیں:—

"میں دو مشابہت کی رُو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا"

پھر فرمایا:—

"موسےٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں" (کشتی نوح)

اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے جس طرح اپنی پیاری چیز یوسف کو کھو دیا تھا اسی طرح آپ کا یوسف بھی کھویا گیا۔ یعنی سلسلہ اپنی راہ سے بھٹک کر کہیں کا کہیں چلا گیا، لیکن یقیناً پھر یعقوب کو یوسف ملے گا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اسکا انتظار

اور آپ کا الہام اس بارہ میں یصلح اللہ جماعتی انشاء اللہ کی صورت میں یوسف یقیناً پھر پردہ سے باہر آوے گا۔

فتبارک اللہ رب العالمین

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
(مینیجر)

خُطبہ جمعہ

(بسلسلہ ص ۲)

الصادقین۔ اے مومنو! خدا خوفی کی زندگی بسر کرو اور جماعت بن کر رہو۔ جماعت طاقت ہے۔ وہ لوگ جو اخلاص کے تحت جماعت کا ساتھ دیتے ہیں۔ جماعت کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ ترقی کرتے ہیں کونوا مع الصادقین کے اندر بہت بڑا سبق ہے۔ صدق صرف راستبازی کو ہی نہیں کہتے بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں صدق و صفائی اور اللہ تعالےٰ کا تقوےٰ اختیار کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ نے ہماری قوم پر احسان کیا ہے کہ اس نے ایک عظیم الشان رسولؐ مبعوث فرمایا۔ اور عظیم الشان کتاب عطا فرمائی۔ جو با خدا بنانا چاہتی ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رسولؐ اور اس کتاب پر عمل کرتے اور دنیا و آخرت کے ثواب سے متمتع ہوتے ہیں۔

خُطبہ عیدالاضحیٰ

(بقیہ از صفحہ ۶)

اساتذہ اب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسٰےؑ فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت امام وقت نے بڑا مشکل کام کر کے دکھایا ہے کہ جس بیماری کے اندر سارا یورپ مبتلا تھا اور اس کو دلائل کے ساتھ غلط ثابت کیا ہے۔ اگر آج حضرت عیسےٰ بالفرض نازل ہو جائیں تو ستر کروڑ مسلمان جوان پر ایمان نہ لائیں گے کافر قرار دیئے جائیں گے

انبیاء آئے جن کی تکذیب کی گئی۔ اور امت محمدیہ میں کتنے اولیاء اللہ اور مجددین آئے کہ مسلمانوں نے ان کو کافر قرار دیا۔ اسی طرح اگر حضرت عیسٰیؑ آ جائیں تو کس کو یقین ہوگا کہ یہ وہی حضرت عیسٰیؑ ہیں، وہ تو کہیں گے یہ تو کوئی روسی اور امریکی ہے جو چاند سے اُتر کر آ گیا ہے۔ اس طرح سات کروڑ مسلمان جوان کو بطور نبی تسلیم نہ کریں گے کافر قرار دیئے جائیں گے

حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننے والوں کی غلطی۔

جس طرح نزول مسیح کی ایک غلطی مسلمانوں کو لگی ہوئی ہے اسی طرح ایک غلطی جماعت احمدیہ کے ایک حصہ کو یہ لگی ہوئی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اگر حضرت مرزا صاحب نبی ہوں تو ساٹھ ستر کروڑ مسلمان جو ان کو نبی نہ ماننا کفر یقین کرتے ہیں نعوذ باللہ کافر قرار دیئے جائیں گے یعنی اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ختم ہو جائیگی۔ اور جس نبی کی اُمت ختم ہو جائے وہ نبی بھی ختم ہو جاتا ہے نعوذ باللہ من ہذا الخرافات مسلمانوں سا

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور - مورخہ ۳ مارچ ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۹

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک فری دار الشفاء

کی پہلی سہ ماہی رپورٹ

۱۔ مقامی مریضوں کی تعداد ——— ۸۰۶۵ ——— (۲) بیرونی مریضوں کی تعداد ——— ۲۷۵

یہ دار الشفاء نادار لوگوں کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں اسے زیادہ سے زیادہ امداد دے کر ممنون فرماویں۔

عطیات بنام اعزازی مہتمم دار الشفاء احمدیہ بلڈنگس لاہور کے ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۵۳۷۳۰ — تار کا پتہ "تبلیغ لاہور"

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں
مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰےؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

خیانت کی سزا

عن عبد اللہ بن عمرو قال کان علی ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلٌ یقال لہ کرکرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو فی النار فذھبوا ینظرون الیہ فوجدوا عباءۃً قد غلّھا قال ابو عبد اللہ قال ابن سلام کرکرۃ یعنی بفتح الکاف وھو مضبوط کذا: -

ترجمہ: —

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر ایک شخص مقرر تھا جسے کرکرہ کہتے تھے وہ مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔ تو وہ گئے کہ اسے دیکھیں (کہ بات کیا ہے) تو انہوں نے اس کے پاس ایک کمبل پایا جو اس نے چرایا تھا ابو عبداللہ کہتے ہیں ابن سلام نے کہا کرکرہ کاف کے فتح سے ہے اور وہ اسی طرح یاد رکھا گیا ہے۔

نوٹ۔ از حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:-
ھو فی النار کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کافر تھا۔ بلکہ جیسا کہ فتح الباری میں ہے یعنی یعذب علیٰ معصیتہ یعنے اسے اپنے اس گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ تھوڑی خیانت پر بھی سزا ہے جس طرح زیادہ پر ہے۔

فضل الباری
کتاب الجہاد والسیر

اتقا تین قسم کا ہوتا ہے

حضرت مجددِ زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

یاد رکھو اتقا تین قسم کا ہوتا ہے۔ پہلی قسم اتقا کی علمی رنگ رکھتی ہے یہ حالت ایمان کی صورت میں ہوتی ہے۔ دوسری قسم عملی رنگ رکھتی ہے۔ جیسا کہ یقیمون الصلوٰۃ میں فرمایا ہے۔ انسان کی وہ نمازیں جو شبہات اور وساوس میں مبتلا ہیں کھڑی نہیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے یقرئون نہیں فرمایا بلکہ یقیمون فرمایا یعنے جو حق ہے اسکے ادا کرنے کا۔ سنو! ہر ایک چیز کی ایک علّتِ غائی ہوتی ہے۔ اگر اس سے رہ جائے۔ تو وہ بیفائدہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک بیل جو قلبہ رانی کے واسطے خریدا گیا ہے اپنے منصب پر اسوقت قائم سمجھا جاویگا کہ وہ کہہ کے دکھادے نہ صرف یہ کہ اسکی غرض و غایت کھانے پینے ہی تک محدود رہے۔ وہ اپنی علّتِ غائی سے دور ہے اور اس قابل ہی کہ اسکو ذبح کیا جاوے اسی طرح یقیمون الصلوٰۃ سے لوازم الصلوٰۃ معراج ہے۔ اور یہ وہ حالت ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق شروع ہوتا ہے۔ مکاشفات اور رؤیا صالحہ آتے ہیں۔ لوگوں سے انقطاع ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی طرف ایک تعلق پیدا ہونے لگتا ہے، یہاں تک کہ تبتّل تام ہو کر خدا میں جا ملتا ہے۔ صلّی جلنے کو کہتے ہیں جیسے کباب بھونا جاتا ہے۔ اسی طرح نماز میں سوزش لازمی ہے۔ جب تک دل بریاں نہ ہو نماز میں لذّت اور سرور پیدا نہیں ہوتا۔ اور اصل تو یہ ہے۔ کہ نماز ہی اپنے سچے معنوں میں اس وقت ہوتی ہے۔ نماز میں یہ شرط ہے کہ وہ بجمیع شرائط ادا ہو جب تک وہ ادا نہ ہو وہ نماز نہیں ہے

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

مرزا محمد سلیم اختر صاحب مولوی فاضل شاہد

ایبٹ آباد و پشاور میں تبلیغی اجلاس

محترم آنریری جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ارشاد کی تعمیل اور محترم خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی دعوت پر ہم مورخہ ۲۱ بروز جمعرات صبح بذریعہ ریل لاہور سے عازم سفر ایبٹ آباد ہوئے، راولپنڈی سے ہم بس پر سوار ہو کر رات ساڑھے سات بجے کے قریب ایبٹ آباد پہنچے۔ جب ہم محترم خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے مکان پر پہنچے تو وہ ہمارے انتظار میں تھے۔ محترم شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔

کھانے سے فراغت کے بعد ذکر حبیب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ رات کیونکہ بھیگ چکی تھی اور محترم خان بہادر صاحب کی محبت بھری باتیں دلوں کو گرما رہی تھیں ویسے سردی کی شدت کو کم کرنے کے لئے کمرے میں آگ بھی روشن تھی، پھر محترم خان بہادر صاحب نے اس خیال کے پیش نظر کہ ہم سفر سے آئے ہیں آرام کرنے کو فرمایا اور یہ مجلس برخواست ہوگئی۔ دوسرے دن صبح نماز فجر کے لئے اٹھے تو برفباری ہو رہی تھی۔ ادائیگی نماز کے بعد ہم مسجد ہی میں بیٹھ گئے اور وہاں پر محترم خان بہادر صاحب اور محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے چند مسائل کا تذکرہ کیا جن کے متعلق ہم نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ پھر ہم سب ناشتہ کے لئے چلے گئے "صندلی" پر ناشتہ چن دیا گیا لذت کام و دہن کے ساتھ ساتھ وہی روحانیت سے لبریز گفتگو شروع ہوگئی، دل ہی دل میں میں نے کہا کہ محترم خان بہادر صاحب اکرام ضیف کے لوازمات سے کس قدر آگاہ ہیں کہ ان کا دسترخوان جسم و جان دونوں ہی کو آسودگی بخشتا ہے۔ برفباری کی وجہ سے دل مضطرب تھے کہ جلسہ میں حاضری خاطر خواہ نہ ہوگی، مگر اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے فضل فرمایا، مانسہرہ سے محترم خان بہادر غلام ربانی خان صاحب تشریف لے آئے۔ اور بھی کچھ دوست آ گئے، مقامی احباب و مستورات نے بھی شرکت کی۔ خطبہ جمعہ برادرم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل نے دیا۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ خاکسار کی تلاوت و نظم کے بعد محترم شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان نے ٹرینیڈاڈ۔ گی آنا اور سورینام میں جماعت احمدیہ لاہور کی مساعی جمیلہ پر روشنی ڈالی اور وہاں جو جماعت کو کامیابی حاصل ہو رہی ہے اس کے دلچسپ حالات سے حاضرین کو محظوظ فرمایا اور بتایا کہ دنیا امن و سکون کی متلاشی ہے اور یہ چیز صرف آپ کے پاس ہے اب آپ لوگ اپنی مساعی کو تیز تر کر دیں اور ان لوگوں کو اسلام کی دلآویز تعلیم سے آگاہ کر کے ان کے قلوب کو فتح کریں۔ اس جلسہ میں جماعت ربوہ کے دوستوں نے بھی شرکت کی۔ محترم شیخ صاحب کی تقریر کے اختتام پر حاضرین جلسہ کو محترم خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب جو کسی بھی نیکی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے کی طرف سے ایک نہایت پرتکلف عصرانہ دیا گیا۔ برفباری کا سلسلہ جاری تھا، عصرانہ سے فراغت کے بعد محترم خان بہادر صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں خاکسار نے ایک نظم سنائی۔

جلسہ سے فراغت کے بعد ہم انفرادی طور پر بعض دوستوں کو ان کے گھر جا کر ملے اور ان سے گفتگو کی۔ شام کو ہم واپس آئے تو کھانا تناول کرنے کے بعد محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے بعض پیش آمدہ مسائل کا تذکرہ کیا اور محترم خان بہادر صاحب نے سید اسداللہ شاہ صاحب مرحوم کے الہامات کا ذکر فرمایا اور صبح کو ہمیں وہ کاپیاں دکھائیں جن پر ان کے الہامات آپ نے نوٹ کئے تھے اور ساتھ ہی ہمیں حضرت مجدد دوران مسیح الزمان کے بعض خطوط بھی دکھائے جو حضور علیہ السلام نے آپ کے والد مرحوم کے نام رقم فرمائے تھے ان خطوط کو دیکھ کر محترم خان بہادر صاحب کی خوش بختی پر ہمیں رشک آیا کہ وہ مسیح موعودؑ جس کے کپڑوں سے بادشاہ برکت ڈھونڈیں گے ان کے ہاتھ مبارک کے رقم فرمودہ خطوط آپ کے پاس محفوظ ہیں۔

تیسرے دن ساڑھے گیارہ بجے کے قریب ہم محترم شیخ محمد طفیل صاحب کی معیت میں پشاور کے لئے روانہ ہوئے۔ ساڑھے تین بجے کے قریب ہم پشاور پہنچے تو اڈہ پر محترم محمد الرحمان صاحب آنریری سیکرٹری پیشوائی کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ دوسرے دن مقامی جماعت نے جلسہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ یہ جلسہ محترم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب کی صدارت میں خاکسار کی تلاوت و نظم کے بعد شروع ہوا۔ سب سے پہلے برادر مرزا محمد لطیف صاحب فاضل نے تقریر کی جس میں آپ نے بتایا کہ ہمیں منظم رنگ میں تبلیغ کرنی چاہیئے اور اپنی اولاد کی تربیت کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔ ان کی تقریر کے بعد خاکسار نے انسانی پیدائش کی غرض و غایت اور اس کے حصول کے ذرائع پر تقریر کی۔ آخری تقریر محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے فرمائی اور جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی مساعی کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی سے سرفراز فرما رہا ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے بتایا کہ سرینام اور ویسٹ انڈیز میں ہماری جماعت پچیس ہزار کے قریب ہے اور جماعت ربوہ کا ان علاقوں میں کوئی خاص اثر نہیں۔

آپ کی تقریر کے بعد حاضرین کو سوال و جواب کا موقع دیا گیا تو جماعت ربوہ کے ایک دوست اٹھ کھڑے ہوئے اور محترم شیخ صاحب سے کہنے لگے کہ آپ حلف اٹھائیں کہ آپ سچ بول رہے ہیں کہ تمہاری جماعت کی تعداد بہت ہے اور تمہیں اتنی ترقی حاصل ہو رہی ہے کہ تمہارے جلسوں میں اتنے لوگ ہوتے ہیں۔

محترم شیخ صاحب نے خانہ خدا میں کھڑے ہو کر حلف اٹھایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے مگر ربوی ذہنیت ہی کچھ ایسی ہے کہ باوجود حلف اٹھانے کے پھر بھی وہ باز نہ آئے، چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ خاموش ہو جاتے کیونکہ ان کا مطالبہ محترم شیخ صاحب نے پورا کر دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد انہوں نے ہم دونوں بھائیوں پر بھی ایک ایک سوال کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی تقریر میں نہ ربوہ والوں کا نام لیا نہ اشارۃً نہ صراحتاً نہ ان کے متعلق ہماری کوئی تقریر تھی نہ ہم نے ان کے ظالمانہ رویے کا ذکر کیا جو انہوں نے ہمارے ساتھ روا رکھا ہے کیونکہ ہماری تقریریں جماعتی تربیت سے متعلق تھیں۔ میں نے اپنی تقریر میں ایک واقعہ حضرت مولانا نورالدین اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کیا اور ان کے متعلق میں نے جو الفاظ استعمال کئے وہ یہ تھے کہ "حضرت خلیفۃ المسیح اول رض فرماتے ہیں"۔ جماعت ربوہ کے دوست الطاف خان صاحب نے اپنی علمیت کے اظہار کے لئے یہ سوال داغ دیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے نزدیک نبی نہیں تو خلافت کہاں سے آ گئی۔ گویا میرے منہ سے لفظ خلیفہ کا نکلنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی تھے۔ مجھے ان کی اس علمی کم مائیگی پر رونا آیا کہ ربوہ والوں نے تمام جماعت کو ایک پٹی پڑھائی ہوئی ہے کہ خلیفہ نبی کا ہی ہوتا ہے اس لئے جب کوئی خلیفہ کا لفظ استعمال کرے تم فوراً مسیح موعودؑ کی نبوت ثابت کر دیا کرو۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اس کے خلاف موجود ہیں۔ ہم حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو حضرت مجدد زمانؑ کا خلیفہ مانتے ہیں کسی نبی کا خلیفہ نہیں مانتے مگر یہ بات ربوائی ذہن میں کیسے آ سکتی ہے۔ ایک سوال خانصاحب موصوف نے برادرم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل پر کیا کہ صحابی تو نبی کا ہوتا ہے۔ جب مسیح موعودؑ نبی نہیں تو فلاں صاحب صحابی کس طرح ہوئے۔ کہتے ہیں کوئی فقیر کلو کا تھا اس سے کسی نے کہا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں اس نے کہا چار روٹیاں۔ کچھ ایسا ہی معاملہ ان صاحب کا تھا کہ کسی کے منہ سے کوئی لفظ نکلا اور انہوں نے نبوت ثابت کرنی شروع کر دی۔ خانصاحب محترم ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اصطلاح اسلام میں نبی نہیں مانتے جیسا کہ آپ کا اپنا اقرار موجود ہے اس لئے ہم ان کے صحابہ کو اصطلاح اسلام والے صحابی نہیں سمجھتے۔

سوال و جواب کے بعد محترم صدر صاحب نے دعا کروائی اور جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد حاضرین کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔

الطاف خان صاحب نے ایک اور بات چائے کے وقت سنائی کہ جماعت ربوہ کی لندن کی مسجد کے امام مبشر رفیق خانصاحب شیخ محمد طفیل صاحب کے کام کی تعریف کرتے تھے۔

دوسرے روز ہم دونوں بھائی شیخ محمدی گئے وہاں ہم نے احباب جماعت کو اپنے حالات سنائے اور ربوہ والوں کے مظالم بیان کئے سچی بات یہ ہے کہ وہاں وہ اندھیر نگری ہے جہاں عدل و انصاف کا جنازہ نکل چکا ہے۔ خلیفہ ایک آمر مطلق ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ صبح کی نماز کے بعد خاکسار نے درس دیا جس میں احباب جماعت کو منظم رنگ میں تبلیغ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ یہاں کی جماعت نے جس رنگ میں ہماری مدارات کی اس کی یاد کبھی نہ بھولے گی۔ جماعت ربوہ کے بعض دوستوں سے بھی ملاقات ہوئی۔

شیخ محمدی سے فراغت کے بعد ہم سفید ڈھیری گئے۔ محترم محمد الرحمان صاحب آنریری سیکرٹری بھی ہمارے ساتھ تھے، باران رحمت کا نزول ہو رہا تھا مکرم عبدالباری خان صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ کسی کام کے سلسلہ میں لاہور آئے ہوئے تھے۔ ہم ان کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے تو جماعت ربوہ کے ایک دوست آ گئے۔ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر گفتگو شروع ہوئی تو تھوڑی ہی دیر بعد کہنے لگے میں اب اس مسئلہ پر مزید غور کروں گا۔

کھانے سے فراغت کے بعد نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں۔ محمد زمان خان صاحب سے بھی ملاقات ہوئی واپسی پر محترم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب سے بھی ملاقات کی اور بعض جماعتی معاملات پر ان سے گفتگو ہوئی لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں مکرم عبدالستار خان صاحب پرنسپل چارسدہ کالج کی عیادت کی۔

پشاور کے احباب کی خواہش تھی کہ ہم انکے سامنے ربوہ سے نکل کر جماعت لاہور میں شمولیت کے حالات سنائیں۔ چنانچہ دوبارہ ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں ہم نے احباب جماعت کے سامنے تفصیلاً وہ حالات و واقعات بیان کئے جو ہمیں

(باقی بر صفحہ کالم ...)

ہفت روزہ پیغام صلح — لاہور — مؤرخہ ۱۰ مارچ ۱۹۷۱ء

ہم اور ہمارے مخالفین

—(۶)—

اشتہار مذکور میں "مسلمانوں کی توہین" کے عنوان سے حضرت مرزا صاحب پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ:۔
" مرزا لکھتا ہے "جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں"
اس الزام کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں یہ وضاحت فرمائی ہے :۔
" جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے مگر اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افترا علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں ایک خدا پر افتراء کرنے والا، دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا، پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑیگا جیسا کہ اللہ تعالٰے نے اس آیت میں خود فرمایا ہے"۔ (ص ۱۶۳)

اور حاشیہ میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے :۔
" جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھیراتا ہے اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔"

حضرت مرزا صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ نے "مسلمان نہیں ہیں" صرف انہی لوگوں کے متعلق کہا ہے جو آپ کو مفتری قرار دے کر کافر ٹھہراتے ہیں، لیکن جن لوگوں کی طرف سے آپ پر کفر کا فتوے نہیں اور آپ کو مفتری قرار نہیں دیتے، ان کو آپ نے کافر قرار نہیں دیا۔

اس کی مزید وضاحت اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۸ پر یوں الفاظ کی گئی ہے :۔
" ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی، تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا، یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افتراء ہے میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا، اس کا فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے یہ افتراء میرے پر کیا ہے، یہ تو ایسا امر ہے کہ بداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی جو شخص بکلی نام سے بھی بے خبر ہے، اس پر مواخذہ کیونکر ہو سکتا ہے۔"

ایسی صاف اور واضح عبارت کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے، اپنے دعوے کا محض انکار کرنے والوں کو آپ نے کبھی کافر نہیں ٹھیرایا بلکہ صفائی کے ساتھ لکھا ہے کہ :۔
" ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب ص ۱۳۰)

اور حاشیہ میں یہ تشریح کی ہے کہ :۔
" اپنے دعوے کا انکار کرنے والوں کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالٰے کی طرف سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں، ماسوا ان کے جس قدر ملہم اور محدث ہیں خواہ وہ جناب الٰہی میں کتنی ہی اعلےٰ شان رکھتے ہوں ان کے انکار سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

ان عبارات سے دو باتیں واضح ہو گئیں :۔

(۱) حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو نبیوں میں شامل نہیں کرتے اور صرف ملہم اور محدث کے منصب پر سمجھتے ہیں۔

(۲) ملہم اور محدث ہونے کی وجہ سے وہ اپنے دعوے کا انکار موجب کفر نہیں سمجھتے۔

ان صاف اور کھلی تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو بوجہ انکار دعوے کافر قرار دیا ہے بالکل غلط اور ان کے موقف کے خلاف ہے، **ہاں وہ لوگ جو آپ کو مفتری علی اللہ کہکر کافر قرار دیتے ہیں)** ان کا معاملہ الگ ہے، وہ بوجہ فتوے کفر (نہ بوجہ انکار دعوے) اس فتوے کے نیچے آتے ہیں جو حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو کافر قرار دینے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے، کہ ایسے لوگوں پر کفر الٹ کر پڑتا ہے۔ پس ڈرنا چاہیئے کہ ایک خدا رسیدہ مسلمان کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل اور تمام شعائر اسلامی کا پابند ہے کافر قرار دینا اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اتنا بڑا گناہ ہے کہ کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے، کیا ایسی حالت میں حضرت مرزا صاحب کو یہ حق حاصل نہیں کہ مکفرین کو متنبہ کرنے کے لئے یہ کہیں کہ مجھے مفتری قرار دے کر میری دعوت کا انکار کرنا اپنے اسلام سے ہاتھ دھونا ہے۔

احباب لاہور چھاؤنی کی طرف سے
شیخ محمد طفیل صاحب کے اعزاز میں دعوت

۷ مارچ ۱۹۷۱ء کو لاہور چھاؤنی کی جماعت نے الحاج شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان و مغربی الہند کے اعزاز میں پانچ بجے شام دعوت استقبالیہ دی جس میں محمد اعظم علوی صاحب، نامدار احمد صاحب، محمد لطیف صاحب اور مصطفٰے کمال ہیڈل اور دیگر معززین لاہور چھاؤنی نے شمولیت اختیار کی۔

قاضی عبدالعزیز صاحب نے تلاوت قرآن شریف کی۔ اس کے بعد شیخ محمد طفیل صاحب نے تقریر کی اور فرمایا کہ انسان اکثر ناشکرا واقع ہوا ہے، لیکن اسلام نے اس کو صبر و شکر کی تعلیم دی ہے۔ صبر اور شکر کی تعلیم پر چلنے والے اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور رضاء الٰہی کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرتے ہیں اور نتیجہ اللہ تعالٰے پر چھوڑ دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ انسان پر اللہ تعالٰے کے بیشمار احسانات ہیں اگر ان پر نظر ڈالی جائے تو انسان کا قلب اطمینان اور امن سے بھر جاتا ہے لیکن اس کے برخلاف یہ ہوتا ہے کہ انسان افضال اور اکرام سے صرف نظر کر کے دکھ درد سے متاثر ہو کر کراہنے لگتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ میں دنیا جہان کا بدبخت انسان ہوں۔

معزز مہمان نے مغربی لوگوں کے ذہنی اضطراب کا حال بتاتے ہوئے کہا کہ ان کے قلوب پر مادہ پرستی کا بھوت سوار ہے۔ اور وہ ظاہری طور پر بہت شادان اور فرحاں نظر آتے ہیں لیکن روح ان کی پژمردہ ہو کر رہ گئی ہے خاص کر نوجوان طبقہ اس سے متاثر ہو رہا ہے۔

اہل مغرب اب اپنی تہذیب سے نالاں اور شاکی ہیں اور اس کے تدارک کے لئے فکر مند ہیں لیکن ہمارے ملک میں اس تہذیب کو بہت پسند کیا جا رہا ہے، مغرب کی خرابیوں کو مشرق میں خوبیاں خیال کیا جا رہا ہے۔ ہمیں اس سے سبق سیکھنا چاہیئے کہ نشر و اشاعت کے جو ذرائع ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور سینما وغیرہ ہیں ان کو اپنی اصلاح اور تربیت کے لئے استعمال کیا جائے۔

دوران تقریر آپ ٹرینیڈاڈ کے بچوں کی گائی ہوئی ٹیپ ریکارڈر پر ریکارڈ شدہ نظمیں اور نعتیں سناتے رہے۔ حاضرین کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔

شیخ محمد طفیل صاحب کا پروگرام } ۱۲ مارچ کو راولپنڈی کا پروگرام ہے۔ جہاں آپ قریباً ایک ہفتہ قیام فرمائیں گے۔ وہاں سے واپس لاہور آکر کراچی چلے جائیں گے۔ ۲۶ مارچ کو کراچی سے طہران اور وہاں چند روز قیام کے بعد واپس انگلستان روانہ ہو جائیں گے۔

پرسش!

(ابو ارشد)

نفس امارہ سے ہوگا نہ تصادم جب تک
دل کے ارمان نہ ہونگے کبھی نادم تب تک
تم سے اے اہل خبر یہ بھی تو پرسش ہوگی
دیں کو دنیا پہ کیا تم نے مقدم کب تک؟

جماعت ربوہ سے تعلق رکھنے والے ایک دوست کا خط

کتاب ذریۃ مبشرہ پر تبصرہ

دیگر مضامین کو کتابی شکل میں طبع کروانے کی تجویز

"حضرت مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خاکسار آپ کے مضامین (جو پیغام صلح میں شائع ہوتے رہتے ہیں) کے ذریعہ آپ کی علمیت اور قابلیت اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کو سمجھنے میں جو فہم آپ کو عطا ہے اس سے بے حد متاثر ہوں ابھی حال میں ہی آپ کا مضمون ذریۃ مبشرہ جو بصورت پمفلٹ شائع ہوا ہے پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے اس میں حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت ان اللہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصالحین کی جو محققانہ تفسیر آپ نے کی ہے وہ اس قدر ٹھوس اور اعلےٰ دلائل پر مبنی ہے کہ قلم اس کی تعریف لکھنے سے عاجز ہے اور زبان اس کی ادائیگی کی قدرت نہیں رکھتی اور دامن لغت اس کے لئے موزوں الفاظ کے خالی ہونے پر شرمندہ ہے یہ تشریح ہر مصنف کے دل کو تسلی و تشفی کی ٹھنڈک سے سکون کا احساس بخشتی ہے، اس وقت میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ گو میری دعا یہی ہے کہ خدا تعالےٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے لیکن اس حقیقت سے بھی آنکھیں چرائی نہیں جا سکتیں کہ اس وقت آپ نہایت بوڑھے ہو چکے ہیں اور کوئی خبر نہیں کہ کب خدا کا بلاوا آ جائے لیکن کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ اپنے بعد عوام کے لئے کیا چھوڑیں گے؟ صرف چند مضامین جو اخبارات کے مختلف صفحات پر منتشر ہیں اور جن کو اکثر لوگ بھول چکے ہیں اور شاید اب تو آپ خود بھی نہ بتا سکیں کہ آپ کا فلاں مضمون کس پرچہ میں تھا تو کیا اس حالت میں جبکہ آپ کو ہر دم آخری سفر کا خیال رہتا ہے کیا یہ اچھا نہیں ہوگا کہ آپ اپنی تمام عمر کی کمائی کو جو حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پر ایک زبردست ریسرچ ہے ایک کتابی صورت میں منتقل کر جائیں جس سے آئندہ نسلیں فائدہ اٹھا سکیں۔

خدارا میری اس بے غرض اور مخلص التجا کو مد نظر رکھ کر اجرائے نبوت (پہلی جلد از قرآن حدیث و آئمہ دوسری جلد از تحریرات حضرت مسیح موعودؑ) اور خلافت (قدرت ثانیہ) کو صاف کر جائیں، پھر اس اجرائے نبوت سے نہ صرف احمدیوں کو فائدہ ہوگا بلکہ بھائیوں کو بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔

بہر حال میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب اگر آپ یہ کام نہیں کریں گے تو اس کا بوجھ آپ کی گردن پر ہوگا۔ میں یہ خط اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر لکھ رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس خاکسار کی رائے کی قدر کریں گے۔"

نوٹ: اس دوست کا مندرجہ بالا خط اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ خاکسار کی کتاب ذریۃ مبشرہ کا کتنا گہرا اثر جماعت ربوہ سے تعلق رکھنے والے منصف مزاج دوستوں کے دلوں پر پڑ سکتا ہے یہ کتاب جب پہلی مرتبہ شائع ہوئی تو اس وقت قادیان کے بعض علماء نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا تھا جس کا جواب الجواب خاکسار نے پیغام اسلام میں لکھنا شروع کیا تھا اس وقت اس جماعت کے خلیفہ ثانی یعنی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں یہ فرما کر کہ ہمارے علماء کو جواب لکھنا نہیں آتا جیسا کہ "ذریۃ مبشرہ" کے جواب سے ظاہر ہو رہا ہے جو یہ علماء آجکل دے رہے ہیں میں خود اس کا جواب لکھوں گا اپنے علماء کو تو ہمیشہ کے لئے خاموش کرا دیا اور خود تا دم مرگ چپ سادھی رکھی اس سے ہمارے احباب کرام اس کتاب کی اہمیت کو اور اس کے دلائل کے ناقابل تردید ہونے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں یہ کتاب اب دوبارہ طبع کرائی گئی ہے لیکن یہ صرف ایک ہزار کی تعداد میں طبع ہوئی ہے اور انجمن کے خرچ پر طبع ہوئی ہے اگر ہمارے احباب کم از کم پانچ ہزار کی تعداد میں طبع کروانے کا خرچ برداشت کر لیں اور تمام جماعتیں بحیثیت جماعت اس خرچ میں شریک ہو جائیں تو جماعت ربوہ کے دوستوں تک کافی تعداد میں پہنچائی جا سکتی ہے اس کے لئے بھی احباب کے تعاون کی ضرورت ہے ہر جماعت اپنے ہاں کے ربوہ سے تعلق رکھنے والے دوستوں تک اسے پہنچائیں امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مفید نتیجہ نکلے گا میں اپنے اس دوست کے مخلصانہ مشورہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کی تجویز کے مطابق اپنے مضامین کو کتابی شکل میں شائع کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس خاکسار کو توفیق عطا فرمائے خود ہماری اپنی جماعت کے بعض دوستوں کی بھی یہ رائے ہے

خاکسار۔ شیخ عبدالرحمان مصری

جزائر غرب الہند سے مزید پچپن ۵۵ افراد کے بیعت نامے

سم سم ہل کلیکسٹن بے

نام بیعت کنندہ	مقام
۱۔ کالاس امجد علی	سم سم ہل کلیکسٹن بے
۲۔ فضل الدین علی	" " "
۳۔ مسز نحیفاں علی	" " "
۴۔ مسز بیٹر لیسیا علی	" " "
۵۔ ناظم الدین علی	" " "
۶۔ شفیع الدین علی	" " "
۷۔ یوم الدین علی	" " "
۸۔ مسز حفیظاں علی	" " "
۹۔ راکب علی	" " "
۱۰۔ مسز راکب علی	" " "
۱۱۔ اصغر علی	" " "
۱۲۔ مسز اصغر علی	" " "
۱۳۔ نازمول علی	" " "
۱۴۔ مسز نازمول علی	" " "
۱۵۔ مراد علی	" " "
۱۶۔ مسز مراد علی	" " "
۱۷۔ شاکر محمد	سلیڈاڈ جنکش کلیکسٹن بے
۱۸۔ مسز ایس۔ محمد	" " " "
۱۹۔ تجمل حسین	سلیڈاڈ روڈ
۲۰۔ مسز تجمل حسین	" " " "
۲۱۔ نور دین علی	سم سم ہل کلیکسٹن بے
۲۲۔ مسز نور دین علی	" " "
۲۳۔ رحیم علی	" " "
۲۴۔ مسز خاتون علی	" " "
۲۵۔ عبدل یاسین	سلیڈاڈ روڈ کلیکسٹن بے
۲۶۔ مسز عائشا یاسین	" " " "
۲۷۔ شفیق یاسین	سلیڈاڈ روڈ کلیکسٹن بے
۲۸۔ فاروق یاسین	" " " "
۲۹۔ رشید یاسین	" " " "
۳۰۔ عزیز الحسین	" " " "
۳۱۔ حامدہ حسین	" " " "
۳۲۔ زیدہ حسین	" " " "
۳۳۔ فیض الحسین	" " " "
۳۴۔ یاس علی	سم سم ہل کلیکسٹن بے
۳۵۔ مسز حلیمہ علی	" " " "
۳۶۔ مس زوریدہ علی	" " " "
۳۷۔ مس زبیدہ علی	" " " "
۳۸۔ زین الحسین	سلیڈاڈ روڈ کلیکسٹن بے
۳۹۔ سبحان علی	سم سم ہل کلیکسٹن بے
۴۰۔ مسز جمعراتیان علی	" " " "
۴۱۔ مس شفینہ علی	" " " "
۴۲۔ مس رشیدہ علی	" " " "
۴۳۔ رشید علی	" " " "
۴۴۔ مسز لذینہ علی	" " " "
۴۵۔ شفیق علی	" " " "
۴۶۔ وزیر علی	" " " "
۴۷۔ مسز وزیر علی	" " " "
۴۸۔ مس نیرون علی	" " " "
۴۹۔ واحد علی	" " " "
۵۰۔ یونس علی	" " " "
۵۱۔ جعفر علی	" " " "
۵۲۔ قادر علی	" " " "
۵۳۔ رافیزہ شاہ	سلیڈاڈ روڈ کلیکسٹن بے
۵۴۔ اصفہان شاہ	" " " "
۵۵۔ لطیف محمد	گید ریل روڈ

سکول ہٰذا کی ایک اور شاندار فتح

پیغام صلح کے قارئین کرام یہ خبر پڑھ کر مزید مسرت محسوس کریں گے۔ کہ مؤرخہ ۲۲ فروری ۱۹۸۱ء کو ۳ بجے بعد دوپہر سکاؤٹ ہیون 5 اے۔ ایبٹ روڈ لاہور میں پنجاب بوائز گلڈ آف اولڈ سکاؤٹس کے زیر اہتمام سکاؤٹ طلباء کا بین المدارس تقریری مقابلہ منعقد ہوا جس میں لاہور کے چوٹی کے ۱۲ سکولوں کے مقرر سکاؤٹس نے حصہ لیا۔ ہر ایک نے لارڈ بیڈن پاول کی زندگی سے متعلق کسی خاص موضوع پر تقریر کی۔ ہمارے سکول کے سکاؤٹ طالب علم صوفی بلال اسلم نے خدمت خلق کے موضوع پر تقریر کر کے اول پوزیشن حاصل کی اور پہلے انعام کے علاوہ بی سی گلڈ چیلنج ٹرافی بھی جیت لی۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

برکت علی انچارج پبلسٹی مسلم ہائی سکول ہٰذا لاہور۔

ضروری اصلاح

(۱) پیغام صلح ۱۸ فروری صفحہ ۱ کالم ۳ پیرا ۵ میں شیخ محمد طفیل صاحب کی تقریر کے ضمن میں لکھا گیا ہے:۔ "آپ کی تقریر کے بعد سامعین سے صدر جماعت نے کہا کہ اگر کوئی شخص شیخ صاحب سے سوال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے"۔ اصل عبارت اس طرح ہے:۔ "آپ کی تقریر کے بعد سامعین سے صدر جلسہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص شیخ صاحب سے سوال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے"

دشمنوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور پابندیٔ عہد کی تعلیم

پناہ گزین دشمن کو کلام الٰہی سُنایا جائے اور اُس کو امن کی جگہ پر پہنچایا جائے

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہٗ حتّٰی یسمع کلٰم اللّٰہ ثم ابلغہٗ مامنہٗ - ذالک بانّھم قوم لا یعلمون ——— ان اللّٰہ یحبّ المتقین ——— (التوبہ ۶-۷) ———

خُطبہ جُمعہ

مؤرخہ ۷ مارچ ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولٰینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

دشمنوں کو پناہ دینے کا حکم

ان دو آیتوں میں تمام مسلمانوں کو نہایت ضروری امور کی تلقین کی گئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر آپؐ کے دشمن بھی ہیں اور دوست بھی ہیں، خدا تعالےٰ ان دونوں کو مدّنظر رکھتا ہے۔ دونوں کے حقوق اس کے سامنے ہیں حضور نبی کریم صلعم کے دشمن آپؐ کو بار بار دکھ دیتے ہیں۔ مکّہ میں تیرہ سال تک دکھ اُٹھانے کے بعد آپؐ ہجرت کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ پھر مکّہ سے چل کر دشمن بار بار مدینہ پر حملہ آور ہوتا اور بڑے ساز و سامان اور بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ چڑھائی کرتے ہیں۔ دشمنوں کو یقین ہے کہ مسلمانوں کے پاس اسلحہ نہیں، جمعیت نہیں، خزانہ نہیں، لاؤ لشکر نہیں اس لئے ہم ان کو ملیا میٹ کرکے رکھ دیں گے یہ حالت عرصۂ دراز تک رہی مسلمانوں پر سختی رہی آئی - ان حالات کے باوجود اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی قوم کو تلقین کی ہے کہ ان احد من المشرکین استجارک فاجرہٗ یہ عرب کے مشرکین بت پرست جو اپنے بتوں کی غیرت کی وجہ سے توحید کو مٹانا چاہتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان کے متبعین کو دکھ دیتے ہیں اگر ان مشرکوں کا کوئی فرد آپ سے پناہ مانگے تو آپ ان کو پناہ دیں استجارک کے معنی ہیں پناہ طلب کرنا - اللہ اکبر! بھلا یہ کسی انسان کا کلام ہو سکتا ہے کہ دشمنوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرنے کی تلقین کرے۔

تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالےٰ کا کلام ہے - اور یہ مخلوق ساری کی ساری خدا کو پیاری ہے، اگر مسلمان خدا کو پیارے ہیں تو دوسری مخلوق بھی اس کو پیاری ہے - اس پیار کا جذبہ ابتدائی سورت میں ربّ العالمین کے اندر موجود ہے، خدا تعالےٰ دوست و دشمن سب کی پرورش کرتا ہے۔

ماں باپ کے پیار اور خدا کے پیار میں فرق

ماں باپ کو اپنی اولاد سے پیار ہوتا ہے اور ماں باپ اپنی اولاد کے لئے ہر طرح کی خیر خواہی چاہتے ہیں - ان کے اندر جذبہ ہے کہ اولاد کو ہر طرح کا آرام و اطمینان میسر آئے - لیکن کوئی ماں باپ اس کے لئے سامان پیدا نہیں کر سکتا ربّ سامان بھی پیدا کر سکتا ہے اور تمام مخلوق کی پرورش کے سامان پیدا کرتا ہے - ربّ العٰلمین کا لفظ تمام قسم کے تعصبات کو ختم کر دیتا ہے۔

مسلمان کا سلوک اپنوں اور بیگانوں سے -

میرا تجربہ ہے اور آپ کے تجربہ میں بھی یہ بات آئی ہوگی کہ مسلمان، عیسائی ہندو، یہودی، سکھ سے یکساں سلوک کرتا ہے - اس کا کلچر وسیع ہے وہ اپنے لین دین سے ظاہر کرتا ہے کہ وہ ربّ العالمین کا پرستار ہے - اور اگر اعتقاد میں کسی سے اختلاف ہے تو جذبہ محبت کم نہیں ہو جاتا -

پناہ گزین دشمن کو کلام اللہ سنایا جائے

نبی کریم صلعم کے ساتھ مشرکین کی لگاتار دشمنی چلی آتی ہے - باوجود اس دشمنی کے حکم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دی جائے - حتّٰی یسمع کلام اللّٰہ اس کی غرض یہ بھی ہونی چاہیئے کہ وہ کلام الٰہی سُن لے اسے معلوم ہو جائے کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ خدا تمام قوموں کا ربّ ہے - ایک ہی بادشاہ ہے جس کی وجہ سے اس کائنات کا نظام چلتا ہے وہ حضرت نبی کریم صلعم کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھے کہ آپؐ اخلاق فاضلہ سے متصف ہیں اور یہ کہ آپؐ نیکی کی تلقین کرتے اور بدی سے منع کرتے ہیں تو دشمن کو پناہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ وہ آپؐ کی صحبت میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تعلیمات سے واقف ہو جائے -

پناہ گزین دشمن کو اس کی امن کی جگہ پہنچایا جائے

ثم ابلغہ مامنہ - اس کی عزت کو قائم رکھو اور اس کو امن کی جگہ تک پہنچایا جائے اس مقام تک اسے پہنچایا جائے جس کو وہ خود جائے امن خیال کرتا ہے یہ نہیں کہ اسے گھر سے باہر نکال دیا اور دوسرے کو اشارہ کر دیا کہ اس کی گردن اڑا دو بلکہ اسے اس کی جائے امن تک پہنچانا ہے یہ غیر قوم کے متعلق کس قدر اخلاق کی تعلیم اللہ تعالےٰ نے دی ہے۔

مخالف اسلام کا علم نہ ہونے کی وجہ سے دشمن بنے ہوئے ہیں

فرمایا، ذالک بانھم قوم لا یعلمون وہ علم نہیں رکھتے کہ اسلام کیا ہے کیا تعلیم دیتا ہے اور اس کے اندر کیا خوبیاں ہیں - حضرت نبی کریم صلعم کا دل کس قدر وسیع ہے وہ رحمۃ العٰلمین ہیں - لیکن اللہ تعالےٰ نے کفار کی طرف سے معذرت پیش کی ہے کہ وہ ناواقف قوم ہے - ان کو اسلام کی تعلیمات و اخلاق کی خبر نہیں - اس لئے وہ دشمنی پر تُلا ہوا ہے اسے خدا کا کلام سنایا جائے تاکہ اس کی لاعلمی دور ہو - کیا یہ کلام انسان کا ہو سکتا ہے - یہ قرآن کی وکالت کی جا رہی ہے یہ وکالت کرنے والا کون ہے وہ خدا ہے اور غیر قوم اس کی مخلوق اور مربوب ہے - فرمایا کہ یہ ناواقف لوگ ہیں - ان کو پتہ چلنا چاہیئے کہ اسلام کیا تعلیم دیتا ہے -

مخالف کے ساتھ پابندیٔ عہد کا حکم

مزید برآں فرمایا کیف یکون للمشرکین عھدٌ عند اللّٰہ وعند رسولہ الا الذین عاھدتم عند المسجد الحرام - اتنی لمبی چوڑی دشمنی مسلمانوں کے ساتھ ہے، انہیں طرح طرح کے دکھ دیئے جا رہے ہیں - حضرت نبی کریم صلعم زخمی ہوتے ہیں - حضرت حمزہ رضؓ شہید ہو گئے - حضرت علی رضؓ کو خطرناک زخم آئے باوجود اس کے فرمایا کہ اگر ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی عہد کر لیا ہو تو عہد کی پابندی کرنا لازم ہوگا -

اس خون خرابے کے دوران رسول کریم صلعم سے بنی بکر نے صلح کر لی تو اس عہد کو نبھانا فرض قرار دیا گیا اور فرمایا آپ کو پتہ ہے کہ مسجد حرام کے پاس کوئی عہد و پیمان کیا جائے تو اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے - مسلمان کا عہد ایسی ہی حرمت رکھتا ہے کہ گویا مسجد حرام کے پاس عہد کیا گیا - فرمایا کہ اسی حرمت کے پیشِ نظر اس عہد کو نبھاؤ -

رسول کریم صلعم رحمۃ للعالمین ہیں اور اخلاقِ فاضلہ رکھتے ہیں

ساری دنیا کی الہامی کتابیں ایک طرف اور یہ الہام جو حضور نبی کریم صلعم کو ہوا ایک طرف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے رحمۃ للعٰلمین ہیں وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلعم اخلاقِ فاضلہ پر کھڑے ہیں - فرمایا انک لعلٰی خلق عظیم، آپؐ خلق عظیم کے مالک ہیں - خود آپؐ کا ارشاد ہے - انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق - میرا کام مکارم اخلاق کو اتمام تک پہنچانا ہے - اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ کا مقام کس قدر مشکل

اور کتنا بلند ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔

تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔

حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ المخلوق عیال اللہ صرف مسلمان قوم ہی خدا کی پیاری نہیں بلکہ مخلوق کا ہر فرد چھوٹا بڑا چمار ہو یا ہندو، عیسائی اور یہودی وغیرہ، غرض کوئی انسان کسی نسل اور کسی مذہب کا ہو وہ اللہ تعالےٰ کا عیال ہے۔ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ۔ اللہ تعالےٰ کا پیارا وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی مخلوق سے پیار کرتا ہے اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع رساں ہے۔ اللہ اکبر! یہ کس قدر بلند تعلیم ہے، انسان کے دل کی کدورتوں کو کس قدر دور کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ ہے وہ تعلیم جو ساری قوموں کے لئے نفع رساں ہے۔ اقوام یورپ آج اس بیسویں صدی میں جب کہ علم و فضل کی روشنی بڑھ گئی ہے عہد و پیمان کو ایک کاغذ کے پرزے کی طرح توڑ دیتی ہیں۔ مگر چودہ سو سال پہلے کی ایک عظیم الشان شخصیت عہد و پیمان کی پابندی کرنا اپنی قوم پر لازم قرار دیتی ہے۔

اس کے علاوہ ان دشمنوں سے متعلق فرمایا ہے یہ ناواقف لوگ ہیں ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے آپ سے دشمنی کرتے چلے جا رہے ہیں گویا اللہ تعالےٰ دشمن قوم کی حمایت کر رہے ہیں کہ وہ ناواقف محض ہیں ورنہ وہ اس قسم کے افعال کرنے سے پرہیز کرتے۔

ایک معزز عیسائی سے گفتگو

ایک لطیفہ آپ کو سناتا ہوں میں پچھلے مہینوں باہر دورہ پر گیا ہوا تھا تو واپسی پر لنڈن میں ٹھہرا۔ پھر برلن مسجد کو دیکھنے گیا۔ اور بعد ازاں پیرس اور اٹلی بھی گیا۔ میرے ساتھ عزیزم فاروق احمد صاحب کے بال بچے بھی تھے۔ ہم اٹلی کے ایک ہوٹل میں ٹھہرے۔ وہاں اٹھنے بیٹھنے کا ایک مشترک کمرہ تھا۔ ایک ہماری طرح کا کالے رنگ کا آدمی بھی وہاں مقیم تھا اس کی عمر تو زیادہ تھی لیکن مضبوط جسم کا آدمی تھا وہ بھی ہمارے پاس آکر بیٹھ گیا اس نے بتایا کہ میں لنکا کا رہنے والا ہوں اس کے ساتھ اس کی اہلیہ بھی تھی، اس نے یہ بھی بتایا کہ میں عیسائی ہوں۔ وہ دو دن ہمارے پاس آتے جاتے رہے۔ تیسرے دن میں ان کے کمرے میں گیا۔ میں نے کہا کہ انجیل شریف نکالئے میں اس میں سے پہاڑی وعظ سننا چاہتا ہوں۔ وہ لایا گیا وعظ ہے۔ اس میں چھ سات آیات ہیں جن میں لکھا ہے مبارک ہے وہ جو دل کا پاک ہے۔ خدا اس پر اترے گا۔ اور بھی اسی قسم کی تعلیمات ہیں۔ مجھے بھی یہ وعظ سن کر لذت آئی اور اس شخص کو بھی۔ میں نے کہا جرنیل صاحب! یہ تعلیم کس قدر بلند ہے اس پر عمل کرنے سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا بے شک اس تعلیم پر چلنے سے خدا کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر حضرت عیسےٰ کے صلیب پر چڑھ جانے اور کفارہ کی کیا ضرورت رہ گئی۔ وہ بڑا ذہین آدمی تھا۔ بیوی سے کہنے لگا کہ ہم تو ختم ہو گئے۔ فی الواقعہ اس تعلیم کے ہوتے ہوئے کفارہ کی کیا حاجت ہے۔ پھر اس نے کہا کہ جناب آپ ہمارے ساتھ لنکا چلیں۔ آپ اور میں وہاں یہ تعلیم سنائیں گے میں آپ کو مہمان رکھوں گا۔ میں نے کہا میرے لئے تو وہاں جانا مشکل ہے۔

تعلیم اسلام سے لوگوں کی ناواقفی

لوگوں کو یہ تعلیم پہنچانے کی ضرورت ہے۔ یورپ اسلام کی تعلیمات سے ناواقف ہے۔ انھم قوم لا یعلمون کا یہ ترجمہ کرنا کہ وہ بے علم ہیں درست نہیں ہے۔ عام طور پر ترجموں میں ایسا ہی لکھا ہے اور حتیٰ یسمع کلام اللہ کا ترجمہ کہ یہاں تک کہ وہ قرآن سن لے۔ یہ بھی غلط ہے حتیٰ یسمع کا صحیح ترجمہ یہ ہے "تاکہ وہ قرآن سن لے" قرآن کریم کی ایک آیت ایک رکوع اور ایک سورۃ بھی قرآن ہے قرآن کا کوئی حصہ سنا دینا کافی ہے۔

متقی کے معنے

ان اللہ یحب المتقین اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ تقوےٰ یہ نہیں کہ ڈاڑھی لمبی کر لی جائے۔ پاجامہ ٹخنے سے چار انگلی اونچا رکھا جائے تقوےٰ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ خدا تعالےٰ کے احکام پر عمل کیا جائے یہاں متقی کے معنی ہیں غیر قوم جس کے ساتھ تم نے جو عہد کیا ہے اس عہد کو پورا کرنا ہے یہ کس قدر بلند پایہ تعلیم ہے مسلمان قوم میں کردار پیدا کرنے کے لئے، اس کے دل میں وسعت پیدا کرنے کے لئے اور اسے باخلاق انسان بنانے کے لئے یہ تعلیم دی گئی ہے۔

دُعا

اوکاڑہ کے قریب ہماری جماعت کے احباب کا ایک چک ہے وہاں سے خبر آئی ہے کہ چوہدری محمد شریف صاحب کی بیگم صاحبہ کو حادثہ پیش آیا ہے۔ ان کی صحت و سلامتی کے لئے اور دیگر احباب کے لئے دعا کی جائے۔ نیز ہماری قوم اور ملک آج کل بڑے نازک دور سے گذر رہے ہیں اس کے استحکام اور سالمیت کے لئے بھی دعا کریں۔ چوہدری فضل حق صاحب بھی ہسپتال میں زیر علاج ہیں ان کے لئے بھی دعا کریں۔ (دعا کی گئی)

اخبار احمدیہ

خبرنامہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور

اکتوبر ۱۹۶۰ء سے جنوری ۱۹۶۱ء تک چار ماہ میں درج ذیل امدادی رقوم فراہم کی گئیں:-

تعلیمی وظائف :-	600.00 روپے
جہیز فنڈ :-	460.00 "
متفرق بنی امداد :-	1286.64 "
مفت مالی امداد :-	825.00 "
قرضہ حسنہ :-	500.00 "
امداد بر موقعہ عید الفطر :-	497.50 "
انعامی مقابلے :-	250.00 "

ان چار مہینوں میں 9658.48 روپے آمدنی ہوئی اور 8962.84 روپے خرچ ہوئے۔

ماہ جنوری میں 385 پونڈ گھی فروخت ہوا اور 45.00 روپے کی بچت ہوئی۔

87 گز کپڑا فروخت ہوا جس سے 14.00 روپے منافع ہوا۔ ایک نومسلم احمدی کو کاروبار کے سلسلہ میں 200.00 روپیہ قرض حسنہ جاری کیا۔

ماہ فروری ۱۹۶۱ء میں جہیز فنڈ سے 300 روپے نقدی امداد کی گئی۔ اور -/75 روپے ماہوار کا تعلیمی وظیفہ بصورت قرض حسنہ انجنیرنگ کے ایک طالب علم کو فروری تا ستمبر جاری کیا گیا۔ جماعت کے ایک مستحق خاندان کو -/150 روپے کی امداد کی گئی۔ جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن کے دروازوں کی مرمت پر -/ روپے صرف کئے گئے۔

ماہ مئی میں دو تقاریب عید میلاد النبیؐ اور یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کے انعقاد کے لئے ضروری کاروائی ہو رہی ہے۔ مفصل پروگرام قریبی وقت میں شائع ہو گا۔ ۱۵ احباب کو اخبار پیغام صلح جاری کیا گیا۔ پچاس کتابیں مجاہد کبیر کی مستحق و موزوں احباب میں تقسیم کی گئیں۔ اور سلسلہ کا دوسرا تعلیمی و تبلیغی لٹریچر پھیلایا گیا۔ احباب کو اجتماعات سلسلہ میں شرکت، نمازوں اور نماز جمعہ و عیدین اور درس قرآن میں باقاعدہ شمولیت کی ترغیب دلائی گئی۔ غمی و خوشی کے موقعہ پر مختلف احباب سے میل ملاقات کی گئی اور تعزیت و تہنیت پیش کی گئی۔ وہ احباب جن کی جماعتی سرگرمیوں میں توجہ قدرے کم ہوتی جانے یا کھانے ایسی تقریبات کا خصوصی انتظام کر کے ان سے رابطہ قائم کیا گیا اور ان سے جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی گذارش کی گئی۔ جس کے نتائج بڑے حوصلہ افزا ہیں۔ جو احباب مقامی ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں ان کی مزاج پرسی کی گئی۔

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حسب معمول نماز فجر و ظہر کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن میں بھی ہفتہ میں دو دن درس ہوتا ہے اور نماز جمعہ ادا ہوتی ہے۔ لاہور چھاؤنی میں مسجد کے لئے ایک جگہ وقف ہے۔ مقامی جماعت اس جگہ دلچسپی لے رہی ہے اور اس کی مناسب مرمت اور مزین کرنے کا پروگرام پیش نظر ہے۔ بغرض دالبطہ مارچ کے ایک جمعہ کی نماز مورخہ ۱۰/۳ لاہور چھاؤنی میں اور ایک جمعہ کی نماز مورخہ ۲۶/۳ کو کرشن نگر میں قاضی سمیع اللہ صاحب کے مکان پر پڑھی جائیں گی۔ مقامی جماعت کے زیر اہتمام حضرت امیر مرحوم کے کتب خانہ کی صفائی اور کتب کی ترتیب دی جا رہی ہے۔ (شعبہ نشر و اشاعت)

مبارک باد

عبد الوحید صاحب فرزند سیٹھ عبد المالک صاحب جہلم امتحان ایم بی بی ایس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ سیٹھ صاحب نے اس خوشی میں دس روپے انجمن کو شکرانہ فنڈ میں دیئے ہیں۔ جزاھم اللہ۔

ڈاکٹر عبد العزیز صاحب پشاور کا اعزاز

محترم محمد الرحمٰن صاحب سیکرٹری جماعت پشاور لکھتے ہیں:-

یہ خبر احباب جماعت احمدیہ کے لئے نہایت مسرت اور خوشخبری کا موجب ہوگی کہ جماعت کے ایک اور مخلص بزرگ محترم ڈاکٹر عبد العزیز صاحب ریٹائرڈ سول سرجن صدر جماعت پشاور کو مرکزی حکومت نے مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۶۱ء کو بورڈ آف ہومیو پیتھک سسٹم آف میڈیسن کا ممبر منتخب کر لیا ہے۔ آپ کو جناب پروفیسر عنایت خان صاحب سابق ڈائرکٹر ڈرگز اینڈ ریسرچ نیشنل لیبارٹری اسلام آباد کی جگہ منتخب کیا گیا ہے جبکہ پروفیسر صاحب نے اپنی خدمات عالمی ادارہ صحت (W.H.O) کے سپرد کر دیں۔

درخواست دعا

فدوی چند امراض میں مبتلا ہے۔ ان امراض کے دفعیہ کے لئے دعا کا طلبگار ہے۔ کم نظری کی تکلیف کی وجہ اور رعشہ یا ہاتھ نے سے لکھنے پڑھنے سے بالکل معذور ہے۔ رعشہ اپریشن کے بعد پیشاب کی تکلیف ہے۔ گھٹنوں میں تکلیف ہے۔ دیگر چھوٹی چھوٹی تکالیف ہیں۔ تمام جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔ نیازمند عادل محمد

دعوت

مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۶۱ء کو مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے صدر جناب میاں فضل احمد صاحب نے اپنی قیام گاہ پر محترم شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ انگلستان کے اعزاز میں شام کے کھانے پر دعوت کا انتظام کیا جس میں مقامی جماعت کے عہدیداران و انتظامیہ کے علاوہ دیگر معزز احباب جماعت نے شرکت کی۔

الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ

خیالاتِ پریشاں

ہمارے ملک میں جہاں کثرت سے مادی اشیاء درآمد کی جاتی ہیں۔ وہاں نظریات و عقائد اور اصطلاحات بھی ممالک غیر سے مستعار لے لی جاتی ہیں۔ ہماری سیاست میں ایک نئی اصطلاح درآمد کی گئی ہے، وہ ہے:۔

"دائیں بازو اور بائیں بازو" ــــ یہ اسلامی اصطلاح نہیں۔ قرآن نے مسلمانوں کے لئے دائیں بازو کی اصطلاح اصحٰب المیمنۃ کے الفاظ میں مرتب کی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ کی آیات کے منکرین کے لئے بائیں بازو کی اصطلاح اصحٰب المشئمۃ کے الفاظ میں مدون کی تھی۔ ہم قرآن میں سے اس کی ذرا وضاحت بھی کر دیتے ہیں۔ قرآن شریف کے آخری سپارہ کی سورۃ البلد کی چھوٹی چھوٹی آیات (۸ تا ۲۰) اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کا لفظی ترجمہ یہ ہے:۔

(۸)۔ کیا ہم نے اس (انسان) کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں۔

(۹)۔ اور زبان اور دو ہونٹ (نہیں بنائے)

(۱۰)۔ اور ہم نے اسے دونوں اُونچے رستے دکھا دیئے۔

(۱۱)۔ سو وہ اُونچی گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت نہیں کرتا۔

(۱۲)۔ اور تجھے کیا خبر کہ اونچی گھاٹی کیا ہے۔

(۱۳)۔ کسی گردن کا آزاد کرنا۔

(۱۴)۔ یا بھوک کے دن میں کھانا کھلانا۔

(۱۵) قریبی یتیم کو

(۱۶)۔ یا خاک آلود مسکین کو

(۱۷)۔ پھر ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو ایمان لاتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کرتے ہیں۔

(۱۸)۔ یہ دائیں بازو والے ہیں۔

(۱۹)۔ اور جو ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں، وہ بائیں بازو والے ہیں۔

(۲۰)۔ آگ میں (ڈال کر) ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

اسی سورت کی آیات ۴، ۵، ۶ اور ۷ بھی ایک بڑی حقیقت کو واضح کرتی ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے:۔

(۴)۔ یقیناً ہم نے انسان کو مشقت کے لئے پیدا کیا ہے۔

(۵)۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت حاصل نہیں ہوگی۔

(۶) وہ کہے گا میں نے بہت سا مال برباد کر دیا ہے۔

(۷)۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔

ان چھوٹی چھوٹی آیات کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت کوزوں میں زندگی کے بڑے بڑے حقائق کے دریا بند کر دیئے گئے ہیں۔ اور یہ اعجاز ہے قرآن کریم کا کہ اس چھوٹی سی کتاب میں قیامت تک کے لئے پیدا ہونے والے انسانی مسائل کو بڑی خوبصورتی اور اہتمام سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ان آیات کے تمام گوشوں پر تو نگاہ نہیں ڈالی جا سکتی مگر اپنے اس دور اور اس ملک کے حالات کے مطابق بہت سا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ جو اہل علم اور ادیب اس پر غور کریں گے ان کا قلم بہت دل آویز اور حق آموز مضامین کے خزانے نکال سکے گا۔ ہم یہاں صرف اس قدر عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ یہاں انسان کو ایک بڑے قابل، مشقت طلب محنتی اور بے نیاز مخلوق کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے وہ عیش و عشرت کے محلوں اور بے ہودہ مصروفیتوں کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، وہ فیکٹریوں میں ہزاروں کی تعداد میں کارکن کی حیثیت سے مفادِ عامہ کے لئے خون و پسینہ کو ایک کر کے کام کرنے کا بھی اہل ہے اور اسے کارفرما کی حیثیت سے بھی کام کرنا ہوگا۔ اس حیثیت سے بھی اسے مشقت طلبی کی فضا میں اپنے فرائض کو ادا کرنا ہے کہ اسے یہاں نکما بیکار رہ کر نہیں بیٹھے رہنا۔ اس کے دماغ میں اچھے اچھے اور قابلِ عمل منصوبے پیدا ہوتے رہنے چاہئیں اور اسے تنظیم کی تمام جزئیات سے واقف رہنا چاہئے۔ محنت اور دماغ سوزی سے تیار کئے گئے منصوبوں کو عمل میں لانے کی استعداد پیدا کرنی چاہئے تاکہ کام کرنے والوں سے محبت اور ہمدردی سے کام لینا اس کے لئے آسان ہو جائے، وہ خود سست نہ ہو۔ سہل انگاری اس کی طبیعت میں پیدا نہ ہو، وہ اپنی لیاقت اور استعداد کے مطابق تخلیقِ اشیاء کرے اور ان سے اپنی ضرورت کے مطابق اپنی ذات پر خرچ کرے ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا مال کو برباد کرنا اور امانت میں خیانت کرنا ہے، اس کے دل میں ہمیشہ یہ تمنا بیدار رہتی ہے کہ اس کی دماغی استعدادیں زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں پیدا کرتی رہیں، اس کو جو طاقت با اختیار دی گئی ہے اس کا اپنا نہیں بلکہ اس کا سرچشمہ کوئی اور بڑی طاقت ہے جو تمام کائنات کو کنٹرول کر رہی ہے۔ یہ خود ہر فعل کے لئے اس کے سامنے جوابدہ ہے، اس کو ہمیشہ اس یقین پر قائم رہنا چاہئے۔

اسے کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہئے جس سے مزدوروں کی محنت سے پیدا کیا ہوا سرمایہ اس کارفرما کی ذات پر یا کسی اور طریق سے ضائع اور برباد ہو۔ کیونکہ ایسا ہوا تو اسے حسرت بھرے انداز میں خدا کے حضور یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ اس نے ناحق مال برباد کیا جس سے اس کا سر شرم سے جھک جائے گا اور اسے یاد رکھنا چاہئے کہ ایک آنکھ ایسی بھی ہے جو اسے جلوت اور خلوت میں برابر دیکھ رہی ہے گویا ہر انسان نے ہر حالت میں خواہ وہ کارکن ہے یا کارفرما اپنے کارناموں کا خالق کائنات کے سامنے حساب دینا ہوگا۔ اور جوابدہی میں کامیاب رول ادا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے انسان کو بے سروسامان نہیں رکھا۔ بلکہ اسے ان فرائض کی ادائیگی کے لئے ہر قسم کی آسانیاں اور فراوانیاں ودیعت کر رکھی ہیں۔ اسے دو آنکھیں دکھائیں۔ ظاہری و باطنی بصارت بھی بخشی ہے اور بصیرت بھی۔ مظاہر قدرت اس کی آنکھوں کے سامنے ہیں جنہیں دیکھ کر وہ خالق کے جلال کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اور دل میں بصیرت کی آنکھیں بھی دی ہیں جس سے وہ کئی باطنی مشاہدات سے آشنا ہوتا رہتا ہے اور کھلے طور پر نیکی اور بدی کے اونچے راستے اس کے سامنے کھڑے کر دیئے گئے ہیں تاکہ اسے کسی قسم کا دھوکا نہ لگ سکے اب اسے چاہئے کہ ان راستوں کی طرف سفر کا آغاز کرے اور ایک مشکل راستہ جس تک پہنچنے کے لئے اسے محنت کی ضرورت ہے اسے پکار پکار کر اپنی طرف بلا رہا ہے، درحقیقت یہ راستہ ایک اُونچی گھاٹی ہے جس تک پہنچنا اس کے لئے ایک آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں اس کی کامیابی درحقیقت حصولِ مقصد کا دوسرا نام ہے۔ یہ گھاٹی کیا ہے قیدیوں کا آزاد کرنا مصیبت میں پھنسی ہوئی گردنوں کو چھڑانا بیماریوں میں مبتلا انسانوں کی امداد کرنا۔ افلاس زدہ اور بھوک کے مارے فاقہ کشوں کے لئے ایک ایسا انتظام قائم کرنا جس سے فاقہ کشی کی مصیبت زائل ہو جائے، بے کسوں اور یتیموں اور بیروزگاروں کے لئے ایسے مواقع مہیا کرنا جن سے فائدہ اٹھا کر وہ دوبارہ احترام آدمیت کی دولت حاصل کر سکیں خاک آلود اور گرد و غبار میں ملوث محنت کش انسانی طبقوں کو ذلت کی غار سے نکال کر عزت کی بلندی تک پہنچانا، اور یہ سب کچھ خلوصِ نیت اور ایمان کی گہرائیوں سے قوت حاصل کر کے سر انجام دینا اور ایسا معاشرہ تشکیل کرنا جس میں کام کرنے والے دن رات بہبودِ عامہ کے لئے ذوق و شوق اور صبر و استقامت سے کام کرتے رہیں اور دوسرے افرادِ معاشرہ کو اپنے ساتھ ملا کر ایک دوسرے کی معاونت سے کاروانِ معاشرہ کو بلندیوں تک پہنچاتے رہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو حقیقت میں دائیں بازو والے کہلا سکتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان کی قوت سے کام کرتے ہیں نہ جبر اور تشدد سے۔ ان کے بالمقابل وہ لوگ ہیں جو شتر بے مہار ہیں۔

کائنات کو کنٹرول کرنے والی بلند و بالا طاقت کے منکر ہیں۔ اور صرف اپنی خواہشات نفس کے بندے بن کر عیش و عشرت میں مصروف ہیں ظلم اور استحصال اور جور و جفا ان کا پیشہ ہے، ان کو اسی زمین پر یہ سزا دی گئی ہے کہ ان کے دلوں میں حسرت و یاس کی آگ بھڑکا دی گئی ہے اور ان پر دروازے بند کر دیئے گئیں تاکہ یہ آگ اندر رہی اندر بھڑک کر ان کے لئے دائمی عذاب کا باعث بنا رہے۔ یہ عذاب منکرین کا ایک نقشہ ہے جسے اسی دنیا میں مختلف معاشروں میں بھی اور افراد میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کے لئے اطمینان، سکون، شادمانی اور کامرانی کی ٹھنڈک نہیں پائی جاتی۔ جب وہ اپنے ہاتھ کے بنے ہوئے جال میں پھنس جاتے ہیں اور قید و مصائب کے شکنجے میں جکڑے جاتے ہیں ان کے دلوں سے بھڑاس بھی باہر نہیں نکل سکتی۔

پس ہمارے خیال میں جو ملک اسلام کے نام سے حاصل کیا گیا ہو، اس کے تمام مسلم باشندے دائیں بازو سے ہی منسلک ہو سکتے ہیں۔ ان کا بائیں بازو سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دائیں بازو والے ہی ہیں جن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بے سہارا لوگوں کو سہارا دینا اور معاشرے میں غریب اور امیر کے تفاوت کو کم کر کے کم از کم حدود تک لے آنا اور ارکانِ معاشرہ میں محبت اور اخوت کی روح پھونکنا ہے درحقیقت معاشرہ کو تعدیل کے مقام پر لے آنا دائیں بازو والوں کا کام ہے اور یہی مسلمان کا صحیح نصب العین ہے۔

ایک نئی اصطلاح اس ملک میں آج کل وضع کی گئی ہے اور وہ بہت ہی مضحکہ خیز ہے اور اسے "اسلام پسند" کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ گویا مسلمان جس کی گھٹی میں اسلام موجود ہے اور جس کی رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں اسلامی تعلیمات کا خون دورہ کر رہا ہے۔ اپنے آپ کو از راہ خود پسندی اور خود نمائی "اسلام پسند" کہہ کر اسلام کو زیر بارِ احسان لانا چاہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ اسلام پر بڑا احسان کر رہا ہے اور ایسے انسان پر خدا کو چاہئے کہ نعمتوں کے خزانے کھول دے۔

یہ دائیں بازو اور بائیں بازو کی اصطلاحیں جن معنوں میں استعمال ہو رہی ہیں، ان کا اسلام میں کوئی جواز نہیں، اور یہ اسلام پسندی تو بالکل خود پسندی ہے۔

اس ملک میں پہلی دفعہ بالغ رائے دہندگی کی بناء پر انتخابات ہوئے اور بڑے وثوق اور اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ بالعموم یہ انتخابات نہایت آزادانہ غیر جانبدار ماحول میں ہوئے

ہیں۔ اگر کہیں کہیں کچھ بے تکلفیاں ہوتی ہیں تو وہ اتنے وسیع رقبے میں اور اتنے بڑے ہجوم میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔

ان انتخابات کے دوران دو باتیں خاص طور پر ایسی واقع ہوئی ہیں جن کی تشریح معمولی عقلی پیمانوں سے نہیں کی جا سکتی۔ ان گہری تحلیل والے اہل دانش ان کی کیفیات کو معلوم کر کے کچھ فلسفیانہ توجیہات پیش کر سکتے ہیں۔ (۱) جغرافیائی طور پر پاکستان دو حصوں میں بٹا ہوا ہے اور ان کے درمیان ہزار میل کا بُعد ہے جس کے درمیان ایک معاند ملک پلنے بے شمار وسائل اور ذرائع کا مالک ہر آن مسلمانوں کی تباہی کا آرزومند موجود ہے۔ دونوں حصوں کی زبانیں مختلف ہیں، رنگ مختلف ہیں۔ نسلیں علیحدہ علیحدہ ہیں، قد و قامت میں تفاوت ہے، بود و باش کے طریقے اور دیگر لوازمات زندگی بھی جدا جدا ہیں۔ غذائیں الگ الگ ہیں، رسوم و رواج بھی یکساں نہیں، ہاں دونوں کا دین ایک ہے۔ اگر وہ قوت محرکہ کے طور پر ان پر اثر انداز رہے تو باقی تمام اختلافات مٹ سکتے ہیں اور ان کے درمیان ایک ایسا نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہو سکتا ہے کہ وہ باہم شیر و شکر ہو کر ایک برادری اور یگانگت کا زبردست پیکر بن سکتے ہیں۔ اسی مفروضہ کی بنیاد پر ان کو آپس میں ملا دیا گیا تھا اور انہیں ایک ہی جسم کے دو بازو قرار دیا گیا تھا۔ ان انتخابات میں یوں ہوا کہ مشرقی حصہ میں ایک زبردست سیاسی پارٹی عوامی لیگ کے نام سے موسوم ہو کر دلوں میں نئے جذبات سینوں میں نئے ولولے پیدا کر کے اٹھی اور قیادت کا تاج ایک ایسے شخص کے سر پر رکھ دیا کہ جو ان انتخابات سے کچھ عرصہ قبل بغاوت کے مقدمہ میں ماخوذ تھا اور اسی پر ہندوستان سے ساز باز کرنے کا الزام تھا۔ واقعات نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہاں مقدمہ میں یہ مبینہ باغی ملک کا ہیرو بن گیا اور ملک کا ملک اس کے قدموں پر سرنگوں ہو گیا۔ بڑے بڑے جگادری سیاستدان حیرت میں کھو گئے کئی سیاسی پارٹیاں جو اس انتخاب میں معرض وجود میں آ گئی تھیں اور حصول اقتدار میں سخت جد و جہد کرنے میں لگ گئیں تھیں اس انتخاب ہی کے نتیجہ میں حرف غلط کی طرح مٹ گئیں۔

یہ قائد مجیب الرحمان ہے جو مشرقی پاکستان میں ہنگامے برپا کرتا رہا اور مخالفوں کو شکست پر شکست دیتا رہا وہ مشرقی پاکستان کا واحد قائد بن کر منظر عام پر آ گیا، وہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں منافرت کا ایک نشان بن گیا۔

اسلام جو متضاد تہذیبوں اور وطنی اور لسانی تفریقوں کو مٹا کر خدائے واحد کی چوکھٹ پر لوگوں کو گرا کے ایک نئی طرز کی برادری قائم کرنے کی اہلیت رکھتا تھا پس پشت ڈال دیا گیا۔

یاد رہے کہ مشرقی پاکستان میں ساٹھ ہزار کے قریب ہشیار، عیار، سرمایہ دار، اہل شعور اہل علم، بے حد متعصب اور اسلام دشمن عناصر موجود ہیں، جو سب کے سب شیخ مجیب الرحمن کی قیادت کے مؤید ہیں۔

ادھر مشرقی پاکستان میں یہ کچھ ہو رہا ہے اور مغربی پاکستان میں یوں ہوا کہ نام نہاد دائیں بازو اور بائیں بازو کے تمام قائدین علماء اور صلحاء بلکہ اتقیاء اور اجتبائی قسم کے لوگ یک آواز عوام سے مشورہ کرنے کے بغیر ایوب کے سامنے باصرار مطالبہ کرنے لگے کہ مغربی پاکستان کی وحدت کو یک جنبش توڑ دیا جائے۔ ایوب خاں نے باقی تو سب مطالبات ان لوگوں کے مان لئے مگر اس کے ضمیر نے وحدت مغربی پاکستان کو توڑ دینے کی اجازت نہ دی یہی اس کا ایک نیک عمل ایسا ہے جو ہمارے کئی نام نہاد لیڈروں کے اعمال پر بھاری ہے۔ وحدت مغربی پاکستان کا ٹوٹنا تھا کہ سندھ میں سندھی رجعت پسند اٹھ کھڑے ہوئے، بلوچستان میں پاکستانیت کی بجائے بلوچستانیت کو بیدار کیا جانے لگا۔

صوبہ سرحد میں پٹھان ہی پٹھان نظر آنے لگے۔ صرف قیوم خان اور ہزاروی گروپ کے علماء اس علاقائی تعصب کے خلاف سد سکندری بن کر کھڑے ہو گئے۔

مگر علاقائی تعصب کا دیو ابھی تک منہ کھولے کھڑا ہے۔ خود پنجاب کے اندر پنجابیت کی تحریک شروع کرنے کی مساعی ہونے لگی ہیں۔ بہاولپور میں بھی علیحدگی کے رجحانات پرورش پا رہے ہیں۔

یہاں بھی سیاست کا ایک نیا معجزہ ظہور پذیر ہو گیا۔ علم پسند عناصر یہ دعوے کرتے ہی رہے بلکہ ان کے سب سے بڑے علمبردار مولانا مودودی نے سات دسمبر کے قومی انتخابات کے معرض وجود کے آنے سے ایک دن پہلے اس پیشگوئی کو مشتہر کر دیا کہ آنے والے انتخابات میں جماعت اسلامی غالب آ جائے گی اور سوشلزم کی علمبردار طاقتیں شکست کھا کر معدوم ہو جائیں گی۔ مگر انتخاب کا نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلا۔ ذوالفقار علی بھٹو ایک ایسا شعلہ مقال اور فلسفۂ اجتماع کا ماہر لیڈر ثابت ہوا کہ اس کی پارٹی غیر معمولی اور غالب اکثریت سے کامیاب ہو گئی اور مغربی پاکستان کی نمائندگی کا تاج اس اکیلے قائد کے سر پر رکھ دیا گیا۔ گویا بات یوں بنی کہ مشرقی پاکستان کا واحد لیڈر شیخ مجیب الرحمان ہے اور قدرے کم درجہ پر مگر اسی نوع اور عظمت کا لیڈر مغربی پاکستان میں صرف مسٹر بھٹو ہے۔

اب پاکستان کی ساری سیاست پر یہ دو اشخاص چھائے ہوئے ہیں اور ملک کی قسمت کا فیصلہ ان کے ہاتھوں میں ہے۔ پاکستان پر یہ وقت بڑا خطرناک ہے اور وہ اپنی روز زندگی میں ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے کہ اگر اس نے غلط سمت اختیار کر لی تو اس کے نتائج ایسے خوفناک ہوں گے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مجیب الرحمن اپنے چھ نکات پر قائم ہے جسے مغربی پاکستان کا ہر قائد پاکستان کی سالمیت اور اسلامی نظریات کے تحفظ کے منافی سمجھتا ہے۔ اسے اصرار ہے کہ وہ ایک انچ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا۔ افہام و تفہیم کے الفاظ اس کی لغت میں ناپید ہیں۔ اس کا اعلان ہے کہ مغربی پاکستان سے جس کا جی چاہے ڈھاکہ آئے جس کا جی نہ چاہے نہ آئے وہ کسی دلیل اور پھر ان سے ہرگز ہرگز متاثر نہ ہو گا جس نے یہاں آنا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ اس کے چھ نکات پر مبنی آئین کو بغیر کسی ترمیم کے منظور کرے۔ اس چیلنج نے مغربی پاکستان میں کہرام مچا دیا ہے۔ یہ جمہوریت کے منافی ہے۔

اسلام اور اسلامی اخلاق کے خلاف ہے، کوئی غیور مسلمان اسے قبول نہیں کر سکتا۔ اس وقت شیخ مجیب الرحمن کی وجہ سے ایک بہت بڑا آئینی تعطل پیدا ہو چکا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے مغربی پاکستان کی دوسری پارٹیوں کے لیڈروں کے پاس جا جا کر مشورے کئے ہیں اور اپنی پارٹی کے عوام اور خواص سے بھی تبادلۂ خیالات کیا ہے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس کی جماعت ڈھاکہ جا کر پاکستان کو ختم کر دینے کی دستاویز پر انگوٹھا لگانے کی روادار نہیں ہو گی۔ کراچی میں بھی ابھی تک مشورے جاری ہیں اور ۲۸ فروری کو لاہور میں بھی ایک عظیم الشان تاریخی جلسہ منعقد ہوا جس میں بھٹو صاحب نے معرکۃ الآرا تقریر کی، اور اس کے بعد صدر یحییٰ خان نے قومی اسمبلی کا ۳ مارچ کا اجلاس ملتوی کر دیا۔

ہم صرف یہاں یہ عرض کر سکتے ہیں کہ اس تعطل کو دور کرنے کا قرآن کریم نے ایک ہی طریقہ بتایا ہے کہ اپنے اختلافات کو باہم مشوروں سے طے کر لو اور تمہاری تمام سیاست اور اعمال حکومت صرف مشوروں سے طے ہونے چاہئیں۔ جب افہام و تفہیم کے مراحل سے گزرنے لگو تو سب بھائی نیک نیتی اور حسن ظن سے کام لے کر ایک دوسرے کو صحیح مشورہ دو اس مشورہ کے نتیجہ میں اکثریت جو فیصلہ کرے وہ قابل قبول ہونا چاہیئے۔ انشاء اللہ اس میں غلطی بھی شاذ و نادر ہی ہو گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مرحلے پر قوم کو صحیح راستہ دکھائے۔

یا اللہ اھدنا الصراط المستقیم۔

تبلیغی اجلاس

(بسلسلہ صفحہ ۲)

ربوہ سے نکال کر لاہور میں لانے کا موجب ہوئے۔ ہم نے قیام پشاور کے دوران سنٹرل جیل کو بھی دیکھا اور بہت سی معلومات حاصل کیں۔

پشاور کے بعد ہم کیمبل پور گئے وہاں بھی بعض دوستوں سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقیقی جانشین جماعت لاہور ہے اور کچھ اپنے حالات سنائے اور ثابت کیا کہ ربوہ کی خلافت پوپ کی خلافت ہے۔ آخر ۱۳ کو شام کے قریب ہم وارد لاہور ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اسلام کا سماجی انصاف

(بسلسلہ صفحہ ۱۰ ملاحظہ)

انصاف خدا کی ہستی پر ایمان اور انسانی اخوت پر یقین پر مبنی ہے۔ اخوت انسانی پر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔ ایمان باللہ پر اس بات کا ذکر بے جا نہ ہو گا کہ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ انسان جب تک خدا سے قریبی تعلق قائم نہ کرے اسے حقیقی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی، مثال کے طور پر جھوٹ، حسد، نفرت، ہوس اقتدار ایسی امراض سے قلب کو صاف کرنے اور روحانی نشوونما کے لئے انسان نے کئی ایک تجربات کئے ہیں اور ان میں سے عبادت کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ عبادت ہی کے ذریعہ انسان معرفت ذات پا سکتا ہے اور خدائی انوار اس کی ذات میں ظہور پا سکتے ہیں۔ پس ان دو اصولوں کی مخلصانہ پیروی سے مسلمان معاشی انصاف کا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔ (بشکریہ اسلامک ریویو)

درخواست دعا

میری صحت کچھ خدوش سی رہتی ہے۔ میری تو دعا جناب الٰہی سے یہی ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے باقی ماندہ عمر صحت سے گزار دے اور توفیق دے کہ خدمت دین اور اشاعت اسلام کے کاموں میں حتی المقدور حصہ لے سکوں۔ والسلام

خاکسار ممتاز احمد فاروقی

قارئین پیغام صلح سے دعا کی درخواست ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (منیجر)

جناب ڈاکٹر عبدالرشید صاحب جالندھری
ترجمہ غلام نبی مسلم

اِسلام کا سماجی انصاف اور مُسلمان ممالک

انسانی عمل کا منتہائے مقصود بیان کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر محمد اقبال فرماتے ہیں:۔

"انسان کی مساعی کا منتہائے مقصود پُرجلال، طاقتور، بھرپور نشوونما حیات ہے، تمام انسانی فنون کو اس مقصد کے تابع کر دینا چاہیئے اور ہر شئے کی قدر متعین کرتے وقت یہ پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اس میں زندگی بخشنے کی کس قدر صلاحیت ہے۔"

یہ ہے مقصد حیات، اس پر سوال اُبھرتا ہے۔ کہ حیات انسانی پر عموماً مشرقی ممالک اور بالخصوص اسلامی سماجوں میں کیا بیتی؟ اسلامی ممالک میں حیات پر جو کچھ گذری اگر اسے کے کوائف جمع کئے جائیں۔ تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے ماضی اور حال کے اکثر اوراق ملفوف ہوں گے، کیونکہ ورق گردانی سے طبائع کا منغض اور بے مزہ ہونا یقینی امر ہے۔

اب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اکثر انسانوں کو مسلم معاشرے میں حیات سے بدحالی، غربت آنسوؤں اور غم واندوہ کے سوا کچھ نہیں ملا۔ یہ اس لئے بھی حیرت افزا ہے کہ یہ حالت اس مسلم معاشرے میں ہے جو اپنے آپ کو اسلام کی صورت میں پیغام خداوندی کا متولی واجارہ دار سمجھتا ہے، اور وہ اس پیغام کو مثالی درجہ دیتا ہے، یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ مسلمان غیروں کے غلام اور مصائب کا نشانہ بنے رہے اور ان کی اس پستی کا اگر تجزیہ کیا جائے، تو اس کا باعث خود مسلمانوں کا جمود اور بے عملی نظر آتی ہے مسلمان قائدین نے نہ صرف اسلام کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کیا بلکہ انہیں ذاتی مفاد کے لئے استعمال کرنے کی بھی پوری پوری کوشش کی، اس طرح معاشرے سے خوشحالی، مسرت اور سماجی انصاف کے خصائص مٹ گئے۔ تاریخ کی یہ ستم ظریفی ہے کہ وہ لوگ سماجی انصاف سے بیگانہ ہو گئے جن کے آباؤ اجداد کے ذہنوں میں سماجی انصاف کا نہ صرف راسخ اور مربوط تصور موجود تھا، بلکہ انہوں نے اسے معاشرے میں رائج بھی کر دکھایا۔ پس اگر مسلمان ایک ایسے معاشرے کی تخلیق کے متمنی ہیں جس میں پرشوکت اور متحرک حیات جاری وساری ہو، تو انہیں چاہیئے کہ وہ خود آسمانی ہدایت سے روحِ فیضان حاصل کریں، اور اپنے تجربات کے علاوہ عصرِ حاضر کے انسان کے تجربات سے بھی استفادہ کریں۔

اِسلام میں سماجی انصاف کی اساس دو اصولوں پر ہے (۱) ایمان باللہ (۲) خدا کے سانچے میں ڈھلے ہوئے انسانوں کی اخوت پر یقین۔ چونکہ انسان قدرت کی تخلیق کا شاہکار ہے اس لئے اس کے وقار و عظمت کا تحفظ لازمی امر ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان کے عقیدے، نسل اور رنگ سے قطع نظر خدا پرست مسلمانوں نے بالعموم اور صوفیا نے بالخصوص انسانی عظمت کے گیت گائے ہیں، اور اسے بلند مقام بخشا ہے۔

يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم (الحجرات)

اے انسانو! بے شک ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم ایک دوسرے کو جان سکو۔ یقیناً تم میں سے خدا کی نظروں میں احترام کے قابل وہی ہے جو پلید کردار ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی اخوت کے تصور پر زور دیتے ہوئے فرمایا:۔

"تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے، خدا اس شخص کو سب سے زیادہ چاہتا ہے جو خدا کی مخلوق سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔"

ایک دوسرے موقعہ پر آپؐ نے فرمایا:۔

"اے اللہ! میری جان اور کائنات کی ہر شئے کے مالک! میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں، کہ تمام انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔"

حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر گرے ہوؤں کو اُٹھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی وقار بحال کرنے کے لئے بدی کی قوتوں کے خلاف جہاد کیا آپؐ نے زندگی بھر افلاس زدوں اور مظلوموں کی دستگیری کی۔ روایت ہے کہ طائف کی مہم کے ایام میں کچھ غلام اپنے آقاؤں کو چھوڑ کر آپؐ کے دامن میں پناہ گیر ہوئے۔ آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔ جب طائف کے لوگ اسلام لائے تو انہوں نے اپنے غلاموں کی واپسی کا مطالبہ کیا، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ:۔

"انہیں خدا نے آزاد پیدا کیا ہے"

ایک روایت میں ہے کہ کچھ تھکے ماندے اور فاقہ زدہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس پر آپؐ ان کی حالت پر آزردہ ہوئے، مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر چڑھ کر ارشاد خداوندی سنایا کہ

إنا أنذرناكم عذابا قريبا يوم ينظر المرء ما قدمت يداه (النبأ)

"ہم نے تمہیں قریبی عذاب سے خبردار کر دیا ہے، جس دن کہ انسان اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھ لے گا۔"

پھر آپؐ نے مسلمانوں کو اُن فرائض سے آگاہ کیا جو ان پر غریب بھائیوں کی طرف سے عائد ہوتے ہیں اور ان کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی۔

مشہور مصری عالم ڈاکٹر طہٰ حسین کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ

"اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ کو محض توحید کی طرف بلاتے اور انسانی اخوت پر زور نہ دیتے تو وہ آپؐ کی بات آسانی سے مان لیتے، لیکن انہوں نے اخوت کی تعلیم تسلیم نہ کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے سے وہ استحصال کے اس مرتبے سے محروم رہ جاتے جو انہیں معاشرے میں حاصل تھا۔ اہل مکہ اپنے دیوتاؤں کے متعلق مخلص تھے۔ مکے والوں کا اپنا مالی مفاد تمام باتوں سے بڑھ کر عزیز تھا۔ روایات میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے ایک صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ پر اہل مکہ نے ستم کیا، حضرت عباسؓ آپ کے پاس آئے اور اہل مکہ کو بتایا کہ یہ قبیلہ غفار کے ہیں۔ اور یہ قبیلہ شام کی طرف تجارتی شاہراہ پر آباد ہے اگر قریش نے ابوذرؓ کو نہ چھوڑا تو ان کی تجارت خطرے میں پڑ جائے گی اس پر اہل مکہ نے ابوذرؓ کو چھوڑ دیا۔ ایک دفعہ ابوجہل رئیس مکہ نے حضرت سعدؓ کو طواف کعبہ سے روکنا چاہا تو انہوں نے فرمایا "اگر تم نے مجھے طواف کعبہ سے روکا تو میں شام کے ساتھ تمہاری تجارت تباہ کر دوں گا۔"

پس اہل مکہ نے آنحضرت صلعم کا شدید مقابلہ کیا، کیونکہ آپؐ نے اُن کے سماجی نظام کی سخت مخالفت جاری رکھی تھی، یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم (۷:۱۵۷) نبی اکرم صلعم کے متعلق بیان کرتا ہے۔

"یہ نبی اہل مکہ کو ان کے بوجھوں اور زنجیروں سے نجات دلاتا ہے"، چنانچہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے آپؐ نے ان کی مجلسی رسوم ورواج اور پابندیوں کو ختم کر دیا۔ اس طرح انسان کو آزادی اور شرف عطا کیا۔

یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ اسلام قبل از اسلام مجلسی خوبیوں سے بے خبر نہیں تھا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "اسلام میں پہلے زمانے کی خوبیوں کو برقرار رکھا جائے"۔ پھر آپؐ نے اپنے نمونے سے انسانی مساوات کو قائم کیا اور اس بات کو واضح کر دیا کہ اخوت ومساوات کی ترویج کے بغیر سماجی انصاف کا تصور بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے یہ انتہائی افسوسناک امر ہے کہ اس دور کا مسلمان اپنے دین کے احکام پر کما حقہٗ قائم نہیں رہا۔ آج کسی انسان کے لئے سچا مسلم کہلانا درست نہیں جبکہ مسلم معاشرے میں کسان، مزدور، یتامیٰ اور بیوگان دکھوں میں مبتلا ہیں اور انہیں معاشرے میں وقار اور احترام حاصل نہیں۔

"سقراط کی دنیا میں واپسی" کا ذکر کرتے ہوئے رچرڈ لونگ سٹون لکھتے ہیں:۔

"اگر سقراط آج زندہ ہوتا تو وہ دورِ حاضر کے سیاستدانوں، صحافیوں اور دیگر افراد سے دریافت کرتا کہ ان کی تحریکوں میں آزادی، جمہوریت، غیر طبقاتی معاشرہ وغیرہ کے نعروں کا کیا مفہوم ہے؟ یہ ہر قوم کی بدقسمتی ہے کہ سقراط آج زندہ نہیں اور اپنا کوئی جانشین بھی نہیں چھوڑ گیا۔"

اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر آج آنحضرت ہمارے درمیان موجود ہوتے تو آپ کی موجودگی میں کوئی بھی مسلم خالی خولی الفاظ نہ دہراتا پھرتا کیونکہ آپؐ یقیناً اس سے پوچھتے کہ "سماجی انصاف" سے تمہاری کیا مراد ہے؟

آنحضرت صلعم کے اوّلین جانشینوں نے آپکے فلاحی کارناموں کو جاری رکھا۔

اسلامی تعلیمات اور آنحضرتؐ کے اُسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے، آپؐ کے خلفاء نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کا کام جاری رکھا جس کی اساس انصاف اور ذمہ داری کے گہرے شعور پر تھی۔ جب کبھی انہوں نے محسوس کیا کہ اخلاقیات کو وعظ اور عملی تجربات سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوا تو انہوں نے افراد معاشرہ کی مادی بہبود کی خاطر نئے ضوابط وقواعد جاری کر دیئے، روایات میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے "سماجی انصاف" کے اقدامات کو ناکافی جان کر فرمایا:۔

"جو حقائق مجھ پر اب آشکار ہوئے ہیں، اگر میں ان سے قبل ازیں آگاہ ہو جاتا تو میں اہلِ ثروت سے فاضل سرمایہ لے کر نادار

بیں تقسیم کر دیتا۔"

ان الفاظ سے عیاں ہے کہ اوّل تو حضرت عمرؓ خود اپنے تجربات سے مطمئن نہیں تھے، اور دوسرے ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ مملکت کے ہر شہری کے حقوق کی حفاظت کرے، اور مملکت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ انفرادی دولت کی حدبندی کرے، اس مجلسی پہلو پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن حزم اندلسی (متوفی ۱۰۶۴ء) لکھتے ہیں:-

"اصحاب رسول صلعم کا اس بات پر اجماع تھا کہ یہ بات حکومت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ دولت مندوں سے فالتو مال حاصل کرکے ناداروں کی شکم پروری کرے۔"

اسلامی سماجی نظام کے اصولِ اساسی

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ ہر مسلم اور غیر مسلم شہری کا کامل تحفظ کرے۔ یہاں اُس بے کس اور نادار یہودی کے مشہور واقعہ کے ذکر کی ضرورت نہیں جسے حضرت عمرؓ نے بیت المال سے خاطر خواہ مالی امداد دی، تمام مسلم ممالک کے تجربات نے یہ بات ظاہر کر دی ہے کہ عامۃ الناس کے لئے جاگیردارانہ یا سرمایہ دارانہ نظام دونوں نقصان رساں ہیں۔ اور اگر کوئی مسلم ریاست ان نظاموں کو ختم کر دے گی تو اس کا یہ اقدام عین اسلامی ہوگا، جب مسلمانوں نے عراق کو فتح کیا تو حضرت عمرؓ نے وہاں کی اراضی فاتحین میں تقسیم نہ کیں، بلکہ انہیں حکومت کی تحویل میں دے دیا، اس جگہ یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ ہند و پاک برصغیر کے کچھ ممتاز مسلم علماء نے فتوے بھی دیا کہ زمینوں کی مالک حکومت ہے۔ ان میں سے جلال الدین تھانیسری، مولانا تھانوی اور شاہ عبدالعزیز کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ پس حکومت کا فرض ہے کہ وہ لوٹ کھسوٹ کا استیصال کرے۔ لوٹ کھسوٹ کی اصطلاح ان تمام ناجائز اعمال پر حاوی ہے جس کا مرتکب کوئی فرد یا گروہ ہو، مالی سود (ربٰو) بھی لوٹ کھسوٹ کی ذیل میں آتا ہے۔ اسلام نے ربٰو کو حرام قرار دیا ہے اور اس بات کے شواہد ملتے ہیں کہ جن معاشروں نے اسے اختیار کیا۔ ربٰو ان کے لئے لعنت ثابت ہوا۔ بلاسود بنکاری نظام کے سلسلے میں مسلم ممالک روس، چین اور دیگر اشتراکی ممالک سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں جن کے معاشی نظام میں سود کے لئے کوئی مقام نہیں۔ اگر ہم مغرب سے سائنس ٹکنالوجی، ایگریکلچر اور میڈیسن کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ تو ہمیں سماجی بہبود کے سلسلے میں ان ممالک سے استفادہ کرنے میں پس و پیش نہیں ہونا چاہیئے جو اپنی سماجی حالت سنوارنے کے لئے اقدامات کر رہے ہیں کیونکہ دانائی کسی وقت اور جگہ کی پابند نہیں جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حکمت و دانائی تو مسلمان کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں ملے اسے حاصل کر لینا چاہیئے۔ بیورج رپورٹ سے بھی استفادہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہی رپورٹ برٹش ویلفیئر سٹیٹ کی اساس ہے، لارڈ بیورج نے برطانیہ میں سماجی انصاف کے مطالعہ کے لئے ۲۵۰ ایسی تنظیموں سے تبادلہ خیالات کیا جو ملک میں اصلاحی کام کر رہی ہیں۔ اس موضوع پر وہ لکھتے ہیں، برطانوی سماجی نظام ہر شہری کی کم از کم ضروریات قدرے بلند سطح پر بہم رسانی کا ذمہ دار کفیل ہے۔ اور کم از کم سطح سے قدرے اونچی سطح پر ضروریات مہیا کرنے کا میدان رضاکارانہ انجمنوں پر چھوڑ دیا گیا ہے، یہ امر دلچسپی کا موجب ہے کہ برطانیہ میں محنت کشوں کو جو معاشی تحفظ حاصل ہے وہ بیورج رپورٹ پر مبنی ہے، تاہم حضرت عمرؓ نے صدیوں پہلے اسلامی ریاست کے شہریوں کے لئے تحفظ کا ایسا ہی طریق رائج کیا تھا لیکن ان ہی شہریوں کے ماضی اور حال میں کیا ہی عظیم فرق پیدا ہو چکا ہے۔ تاہم اگر آج بھی مسلمان اس پرانی رُوح کو بیدار کرنا چاہتے ہیں، تو انہیں درج ذیل امور پر غور کرنا ہوگا۔

اوّل دولت کی مناسب مساوی تقسیم

حیات انسانی کے تمام ادوار میں انبیاء، عقلاء اور فلاسفہ نے دولت کو ہمیشہ مجلسی بدی کا سرچشمہ قرار دیا ہے، اس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہوئے سر یسعیاہ برلن لکھتے ہیں:-

"عہد نامہ ہائے عتیق، اور قدیم مذاہب و ثقافتوں نے طاقتور دولت مندوں کی برائیوں اور ستم کیشیوں کی پُرزور مذمت کی ہے۔ اور دولت سے پیدا ہونے والی عدم مساوات کے خلاف قواعد و ضوابط مقرر کئے ہیں۔ دولت کی ہوس انسان کو حقیقی مقصد حیات سے دُور کر دیتی ہے اور اس کی نگاہوں سے اصل حالت اور مقصد اوجھل ہو جاتا ہے،"

قرآن حکیم بھی دولت کی ہوس اور ہوس پرستوں کی مذمت کرتا ہے۔ قرآن حمید میں حضرت موسےؑ کا واقعہ سرمایہ داروں کی حقیقی نقاب کشائی کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ربٰو کی آیات ان اہل مکہ کے طرز عمل پر روشنی ڈالتی ہیں، جو اپنے معاشرے کے غرباء کو لوٹتے تھے۔ جب بحیرہ قلزم اور خلیج کے درمیان ایک نئی تجارتی شاہراہ کھل گئی۔ تو اوّل الذکر کی تجارتی زندگی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی، غریب لوگ مکہ کے ساہوکاروں سے بھاری سود پر قرض لینے پر مجبور ہوئے۔ اسی ربٰو کو قرآن نے حرام ٹھہرایا۔ جس کی زنجیروں سے نجات دلا کر آنحضرتؐ ایک دکھیا معاشرے کے نجات دہندہ ٹھہرے۔ پس بنکاری امداد باہمی کے اصول پر چلنی چاہیئے۔ کیونکہ دولت کی متوازن تقسیم کے بغیر سماجی انصاف کا خواب ادھورا رہے گا۔

دوم۔ اراضی اور صنعتوں کا قومیانا

بلاشبہ اسلام میں زمین کی نجی ملکیت جائز ہے تاہم اگر حالات مجبور کریں تو حکومت کو اختیار ہے کہ وہ ایسی جائداد کی حدبندی کرے یا اسے کلی طور پر قبضے میں لے لے۔ علماء اس بات پر متفق ہیں۔ کہ جس بات کو اکثریت علماء متفقہ طور پر درست قرار دے وہ خدا کی نظر میں بھی درست ہے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں زمین حکومت کی ملکیت قرار دی گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک کی سماجی تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ بے شمار کسانوں نے جاگیرداروں کے ہاتھوں بے پناہ مصائب برداشت کئے۔ بالفاظ دیگر محض اخلاقی وعظوں سے جاگیرداروں کے غیر انسانی رویے میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اس صورت میں حکومت زمین پر تسلط جما کر اسے کسانوں کے حوالے کرنے کی مجاز ہے، اور ایسا ہی اختیار اسے صنعت کے متعلق بھی ہے۔

سوم۔ زکوٰۃ کا نظام

زکوٰۃ کی فراہمی کا انتظام مسلم حکومت کو کرنا چاہیئے۔ حکومت اور رفاہی اداروں کو اس خیال کی تشہیر کرنی چاہیئے کہ زکوٰۃ حکومت کی معرفت تقسیم ہو، اسلام کے ابتدائی دَور میں کسی فرد کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ نجی سطح پر زکوٰۃ تقسیم کرے حقیقت یہ ہے، کہ تنظیم زکوٰت سے مسلم معاشرے کی بہت بڑی گتھیاں سلجھائی جا سکتی ہیں۔

چہارم۔ اوقاف کی تنظیم

تمام مسلم ممالک میں خانقاہوں سے بڑے بڑے اوقاف وابستہ ہیں۔ خانقاہوں کے ساتھ جائدادیں وقف کرنے کا اصول نہایت قابل قدر تھا اور اس کی غرض اسلام کی تبلیغ و ترویج اور مساکین کی مدد کرنا تھی۔ بدقسمتی سے اوقاف کے متولیوں نے ہر دو مقاصد کو کلیتہً نظر انداز کر دیا۔ وہ ہزاروں اور لاکھوں روپے غصب کرتے رہے اور اشاعت اسلام اور امداد غرباء کو پیچھے پھینک دیا۔ کچھ عرصہ پہلے بھارت کے ایک سابق وزیر ہمایوں کبیر نے بھارتی پارلیمنٹ میں کہا:-

"اگر ہندوستان میں اوقاف کی آمدنی کا خاطر خواہ انتظام اور استعمال کر دیا جائے۔ تو مسلمانوں کے موجودہ تعلیمی اور مجلسی مسائل کو بآسانی حل کیا جا سکتا ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ گوردوارہ ایکٹ پنجاب کی سکھ قوم کے لئے آب حیات ثابت ہوا ہے سکھوں کی مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد گوردواروں کا انتظام قوم کے منتخب اراکین کے سپرد کیا گیا۔ پاک و ہند کے مسلمان سکھوں سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ گوردوارہ ایکٹ پاس کروا کر سکھوں نے اپنی قوم کو ان مجلسی خرابیوں سے بچا لیا جس کا ہند کے ہندو اور مسلم شکار چلے آتے ہیں۔ گویا پاکستان میں اسلامی اوقاف کا نظم و نسق اب حکومت پاکستان کے سپرد ہے، اور افراد سے اوقاف کا سرکاری تصرف میں لے آنا ایک انقلابی اقدام ہے، تاہم یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ کچھ بارسوخ افراد اب بھی کوشاں ہیں کہ اوقاف کو سرکاری ادارہ سے الگ کر کے دوبارہ اپنے قبضے میں کر لیں، اگر اوقاف کو اسلامی تعلیمات کے مطابق چلایا جائے تو اس سے مسلمان قوم کی بہت بڑی خدمت کی جا سکتی ہے۔

پنجم۔ رضاکارانہ تنظیمیں

مسلم معاشرے میں سماجی انصاف کے قیام کی خاطر اسلام انسانیت کے عالمی ضمیر سے اپیل کرتا ہے۔ خیرات ان نیکیوں میں سے ہے جن پر اسلام بہت زیادہ زور دیتا ہے، قرآن حکیم سے سرمایہ داری اور دولت مندی کی تائید میں ایک بھی آیت پیش نہیں کی جا سکتی ۔ اس کے برعکس قرآن حکیم بار بار مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنی فاضل دولت غریب بھائیوں پر صرف کریں۔ پھر قرآن حکیم میں ہمیں ایک بھی ایسی آیت نہیں ملتی جس میں کسی انسان کو غلام بنانے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس کے برعکس قرآن حکیم کسی بڑے گناہ کے کفارے کے طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں عرب معاشرے نے غلامی کی رسم کو اپنا رکھا تھا۔ گو اسلام نے اسے فوراً نہیں اُڑایا تاہم اسے تدریجاً ختم کرنے کا سامان کر دیا۔ اگر قرآن حکیم کی رُوح کو کماحقہٗ سمجھ لیا جاتا تو مسلمانوں کی اکثر مجلسی گتھیاں مدتوں پہلے حل ہو چکی ہوتیں۔ رضاکارانہ خدمت نہایت قابل قدر جذبہ ہے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، لیکن تعجب کی بات ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں ایک بھی قابل ذکر ادارہ موجود نہیں جو رضاکارانہ اساس پر خدمت سرانجام دے رہا ہو۔ اس مجلسی شعور کی عدم موجودگی کا بہ غور مطالعہ ہونا چاہیئے۔

جب تک مسلمان خود اپنی مجلسی کمزوریوں پر آگاہ نہیں ہوں گے، اس وقت تک ان کی مجلسی زندگی کی اصلاح ممکن نہیں ہوگی۔ اس لئے مسلمانوں کے مجلسی مسائل اور ان کا حل دریافت کرنے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل ضروری ہے جو اپنی روایات اور دور حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ایک مفصل رپورٹ تیار کرے۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے اسلام میں معاشی

(باقی بر صفحہ کالم ۔)

ممتاز احمد باجوہ صاحب

بدوملہی میں عید الاضحیٰ کے موقعہ پر

شیخ محمد طفیل صاحب کی آمد

عید الاضحیٰ کے موقعہ پر شیخ اللہ بخش صاحب سیکرٹری جماعت بدوملہی نے بتایا کہ عید کی نماز جناب شیخ محمد طفیل صاحب پڑھائیں گے۔ تو احباب جماعت کو اس نوید مسرت سے بے انتہا خوشی ہوئی۔ پروگرام کے مطابق عید کو صبح آٹھ بجے کی گاڑی پر شیخ صاحب کا استقبال کرنے کے لئے چوہدری عبد الغنی صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول اور خاکسار اسٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی خلاف معمول عین وقت پر آ گئی۔ اس لئے دیگر حضرات گاڑی سے پہلے نہ پہنچ سکے۔ بعد ازاں دو تین منٹ میں احباب جماعت کا پندرہ بیس افراد کا گروہ شیخ صاحب کو خوش آمدید کہنے کے لئے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ شیخ صاحب موصوف کے ہمراہ ٹرینیڈاڈ (جنوبی امریکہ) کے ایک نوجوان مسٹر مصطفےٰ کمال ہیڈلی بھی تھے۔ جو لاہور میں تبلیغی جماعت کے طالب علم ہیں۔ تقریباً ۹½ بجے جماعت بدوملہی نے شیخ صاحب کی اقتداء میں نماز عید ادا کی۔ یہ بدوملہی کی تاریخ میں پہلا واقع ہے کہ مرکز سے آنے والے اتنے اہم مبلغ اسلام نے نماز عید پڑھائی۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ شیخ صاحب نے یہاں آنے کا وعدہ عید کے دن پورا کیا۔

نماز عید کے بعد شیخ صاحب موصوف نے مسنون تکبیروں کے بعد سورۃ الماعون کی تلاوت کی۔ سورۃ مختصر تھی۔ لیکن اس کی تشریح اور تفسیر اس قدر دلپسند تھی کہ ہر کسی کی خواہش تھی کہ خطبہ جاری رہے اور شیخ صاحب کی زبانی حقائق قرآنی سننے کا کام جاری رہے۔ لیکن افسوس یہ خواہش دیگر کئی خواہشات کی طرح پوری نہ ہو سکی۔ عید کے بعد قربانی کا فرض بجا لانا تھا اس لئے خطبہ جلد ختم ہو گیا۔

شیخ صاحب نے سورۃ الماعون کے نفس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سورۃ میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ کافر نہیں بلکہ نام نہاد مسلمان ہیں جو زبانی جمع خرچ کے طور پر تو مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر دین کو جھٹلاتے ہیں۔ بظاہر وہ عبادات بھی بجا لاتے ہیں۔ لیکن ان کے مقاصد و مفہوم کا ان کو پتہ نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کی نشانیاں یہ ہیں:۔

(۱) یتیم کی ضروریات پوری نہیں کرتے یتیم کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے بتایا کہ وہ شخص ہی یتیم نہیں ہوتا جس کے ماں باپ مر چکے ہوں بلکہ وہ تمام لوگ جو کسی نہ کسی وجہ سے اپنی روزی کمانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں یا جن کو معاشرے کی مالی یا اخلاقی مدد درکار ہو یتیم کے زمرہ میں آتے ہیں۔ ان کی ضروریات کو پورا کرنا اسلام کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا ہے۔ اس کو پورا نہ کرنے کا نتیجہ دین کو جھٹلانا ہوتا ہے۔

۲۔ مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ دین کو عملی طور پر جھٹلانے والے کی دوسری اہم نشانی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ شیخ صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ کافی نہیں کہ کوئی خود کسی کو کھانا کھلا دے بلکہ دوسروں کو نیکی میں شامل ہونے کی دعوت دینا اسلامی معاشرے کی خصوصیت ہے۔ یتامیٰ اور مساکین کی ضروریات خواہ عارضی ہوں یا مستقل ان کا بندوبست کرنا معاشرے کا فرض ہے۔ شیخ صاحب نے اس کی اہمیت بتاتے ہوئے آنحضرت صلعم کی حدیث سنائی کہ جس بستی میں ایک فرد بھوکا سو جائے اس بستی سے خدا تعالےٰ کی رحمت اٹھا لی جاتی ہے۔ آپ نے بتایا کہ سوشلزم اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی معاشرے کو اس مقام تک نہیں لے جا سکتا جو اسلام کا مطمح نظر ہے۔ اسلام پر کاربند معاشرہ سوشلزم سے کبھی متاثر نہیں ہو سکتا۔

۳۔ تیسری لیکن اہم نشانی دین کو جھٹلانے کی یہ ہے کہ وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کرتا۔ اس میں خود غرضی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کو ایسی معمولی معمولی چیزیں بھی جو وہ آسانی کے ساتھ بغیر کسی ذاتی نقصان کے دے سکتا ہو نہیں دے سکتا۔ اور اگر کچھ کسی کو دیتا بھی ہے تو خدا کو خوش کرنے کیلئے نہیں دیتا بلکہ دکھاوے کے لئے لوگوں کو بتانے کے لئے وہ کسی کی ضرورت پوری کر کے گویا انسانیت پر ایک بہت بڑا احسان کر رہا ہے۔

مندرجہ بالا نشانیاں بتا کر شیخ صاحب موصوف نے بتایا کہ ان عملی کمزوریوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس امر کے باوجود کہ وہ عبادات ادا کرتا ہے۔ اسکو حضوری قلب میسر نہیں ہوتی۔ کیونکہ عبادات اسلام کا ڈھانچہ ہیں۔ اور انسانی ہمدردی اور معاشرتی اصلاح کی کوشش اسلام کا مغز ہیں۔ مغز کو پانے کے لئے ظاہری عبادات کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے بھائیوں اپنی جماعت کے افراد اور دیگر ہمسائیوں کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک محض خدا کی رضا کے لئے کرنا چاہیئے لمبی لمبی عبادتیں کام نہیں دیتیں۔ اگر حقوق العباد ادا کرنے میں کوتاہی ہو جائے۔ اس لئے انسان کو اپنے کاروبار۔ اپنی ملازمت اور ذریعہ معاش میں از سرتاپا محتاط زندگی گذارنی چاہیئے۔

تنظیم جماعت

خطبے کے آخری حصے میں تنظیم جماعت کے متعلق آپ نے اپنے بیرونی ممالک کے تجربات بتائے آپ نے فرمایا کہ جماعتیں بنانا اور ان کو قائم رکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے جلی کٹی باتیں سننے کی ہمت درکار ہے مستقل مزاجی مبلغ کی سب سے اہم خصوصیت ہونی چاہیئے۔ ٹرینیڈاڈ کا ایک واقعہ آپ نے بتایا کہ وہاں ایک تربیتی کلاس جاری کی گئی پچاس نوجوان شریک ہوئے لیکن بعد میں صرف پانچ افراد رہ گئے۔ دوستوں نے مشورہ بھی دیا کہ ان پانچ کو چھوڑ دیا جائے لیکن انہوں نے (شیخ صاحب موصوف) نے ہمت نہ ہاری۔ اور آج وہی پانچ افراد اس جماعت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

بدوملہی جماعت میں سرگرمی پیدا کرنے کے لئے آپ نے کم از کم چار نوجوانوں کو طلب کیا اور فرمایا کہ وہ اس وقت خطبہ ختم نہیں کریں گے جب تک جماعت اپنے چار مستقل مزاج نوجوان پیش نہیں کرتی۔

سب سے پہلے کھڑے ہونے والے نوجوان اختر ملہی صاحب تھے۔ اس کے بعد خاکسار کھڑا ہوا بعد ازاں شیخ عبد الغفور صاحب خلف الرشید شیخ اللہ بخش صاحب نے اپنے آپ کو پیش کیا چوتھے نوجوان اگرچہ زیادہ ڈگری یافتہ نہیں لیکن ان کا جذبہ اور جماعت سے محبت و عقیدت بے انتہا ہے ان کا نام نامی جناب عبد الرشید صاحب ہے خطبہ عید کے بعد مسلم ہائی سکول بدوملہی کے ایک مخلص احمدی نوجوان جناب چوہدری اللہ بخش صاحب نے بھی اپنے آپ کو اس مقصد کے لئے پیش کیا۔

چار نوجوانوں کی شرط پوری ہونے کے بعد شیخ محمد طفیل صاحب نے اس خطبہ کو ختم کر دیا۔ بعد ازاں چوہدری غفور احمد ملہی صاحب کے دولتکدہ پر شیخ صاحب نے ان پانچ حضرات کو قیمتی ہدایات سے نوازا۔ اور مندرجہ ذیل وعدے لئے کہ

۱۔ آپس میں نہیں لڑیں گے

۲۔ کسی حالت میں بھی اس کام کو نہیں چھوڑیں گے۔

۳۔ مستقل مزاجی کا اظہار کریں گے۔ مشکلات اور لوگوں کی حوصلہ شکن گرانے والی باتوں سے مایوس نہیں ہوں گے۔

مندرجہ ذیل پروگرام اس مجلس کے سپرد کیا گیا۔

(۱) ایک سٹڈی سرکل قائم کیا جائے۔ اس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بزرگوں کی کتب کا سبقاً سبقاً مطالعہ کیا جائے۔ پہلی کتاب بشارات احمدیہ تجویز ہوئی۔ وہ پوسٹ ہمارے حوالہ کر دیا۔

(۲) ابتداء میں ہم پانچوں افراد اس میں حصہ لیں بعد ازاں دیگر افراد کو اور بچوں کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ کیا جائے گا۔ تاکہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ افراد میں کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو اور ان کے ایمان کی مضبوطی کا باعث ہو۔

۳۔ شیخ محمد طفیل صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جب بھی اس مجلس کا اجلاس ہو تو اجلاس کا صدر مقرر ہونا چاہیئے۔ مندرجہ بالا پانچ افراد باری باری مختلف اجلاسوں کی صدارت کریں۔

۴۔ جماعت میں تعارف بڑھانے کی غرض سے بیرونی جماعتوں کے نوجوانوں کو یہاں آنے کی دعوت دی جائے۔ ایک دوسرے کے خیالات سے استفادہ بھی ہو جائے گا اور اس امر کی اطلاع بھی ہو جائے گی کہ وہ کس طرح سے کام کر رہے ہیں۔

۵۔ احباب جماعت کے معاملات میں خصوصیت سے دلچسپی لینا ایک اہم فریضہ مندرجہ بالا افراد کا قرار پایا۔ احباب جماعت کے ان کاموں میں مدد کرنا جو ان کی طاقت میں ہو۔

۶۔ بچوں کی جماعت میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے حضرت صاحبؑ کی نظمیں یاد کرانا اور اکثر ان کو دوہراتے رہنا ضروری ہے۔ اس سے ان کے ذہنوں میں حضرت صاحبؑ سے محبت پیدا ہو جائے گی فلمی اور لیچر گانے یاد کرنے کے بجائے وہ مفید کام میں اپنے وقت کو صرف کر سکیں گے۔

سٹڈی سرکل کا جلسہ

مندرجہ بالا نوجوانوں نے گذشتہ جمعرات مؤرخہ ۲ / ۱۱ کو اس سلسلے میں پہلا اجلاس منعقد کیا ہے۔ جس میں ان اراکین کے علاوہ سیکرٹری جماعت شیخ اللہ بخش صاحب اور ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول بدوملہی جناب چوہدری عبد الغنی صاحب نے شرکت کی۔

یہ اجلاس سکول کی عمارت میں منعقد کیا گیا۔ اس میں بشارات احمدیہ جلد اوّل میں سے ممتاز احمد فاروقی صاحب کے تمہیدی فقرات اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے خود نوشت حالات کے ابتدائی صفحات کا مطالعہ کیا گیا۔ درمیان مطالعہ اس پر بحث و تکرار بھی ہوئی۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد اجلاس ختم ہوا۔

انہی مقاصد کو خواتین کے حلقے میں رائج کرنے کے لئے محترمہ نجم الاسلام صاحبہ بنت چوہدری غضنفر علی مرحوم و مغفور کی زیر سرکردگی مجلس خواتین بھی قائم کی گئی۔

بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ خدا تعالےٰ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ وہ ہمیں ان مقاصد کو کما حقہٗ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭

انتخابات مجلس معتمدین

جملہ جماعتہائے احمدیہ لاہور کے انتخابات کی تاریخ ۱۲ مارچ مقرر کی گئی ہے، ووٹران کی فہرستیں اور دیگر متعلقہ ہدایات اس دفتر سے مقامی جماعتوں کے صدر و سیکرٹری صاحبان کو بھیجی جا چکی ہیں انتخابات منعقد ہو جانے کے بعد نتیجہ سے مرکزی دفتر کو اطلاع دی جائے۔

آنریری جنرل سیکرٹری انجمن

"مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران برائے مجلس معتمدین کا انتخاب

۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء بروز جمعہ وقت چار بجے شام جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں ہو رہا ہے۔ بذریعہ اعلان ہذا تمام ووٹران سے التماس ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لا کر انتخاب میں حصہ لیں۔"

خاکسار: ڈاکٹر مبارک احمد شیخ

آنریری جنرل سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور - مؤرخہ ۱۰ مارچ ۱۹۷۱ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۰

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ۔۷ سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۶ | فون نمبر ۵۳۷۳۶ | تار کا پتہ: "تبلیغ لاہور"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

پیغامِ صلح

ہفت روزہ — لاہور پاکستان

مدیر: دوست محمد

مدیر معاون: بشیر احمد سوز ایم اے

• سالانہ چندہ: ۸ روپے
• بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
ایک سو روپے پیشگی
آئندہ پرچہ تا زندگی
جاری ہو سکتا ہے!

جلد ۵۸ ○ یوم چہارشنبہ، مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۷۱ء ○ شمارہ ۱۱

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

پیاسے کتے کو پانی پلانے کے عوض جنت مل گئی

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم ان رجلاً رای کلباً یاکل الثریٰ من العطش فاخذ الرجل خفه فجعل یغرف له به حتی ارواه فشکر الله له فادخله الجنة۔

ترجمہ:—

حضرت ابوہریرہ رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کتا دیکھا جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا۔ تو اس شخص نے اپنا موزہ لیا اور اس سے بھر بھر کر اسے پلانا شروع کیا یہاں تک کہ اسے سیر کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کی قدر کی اور اسے جنت میں داخل کیا۔

نوٹ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

یہ حدیث اور بھی کئی موقعہ پر آئی ہے اور بنی اسرائیل کے ذکر میں بھی آئی ہے اور یہ قصہ بنی اسرائیل کے کسی شخص کے متعلق ہی ہے۔ یہ امر اسلام کی تعلیم میں داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے زبان مخلوق پر رحم کیا جائے اور جس شخص کے دل میں کتے کی پیاس پر رحم آیا اس کو جنت کی خوشخبری سنائی تو اشرف المخلوقات انسان کی خدمت کس بلند مقام پر پہنچا سکتی ہے اسی سے قیاس ہو سکتا ہے۔

(فضل الباری کتاب الوضوء)

نماز میں حال اور قال

حضرت مجددِ زمان مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ گرامی

یاد رکھو صلوٰۃ میں حال اور قال دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔ بعض وقت اعلام تصویری ہوتا ہے۔ ایسی تصویر دکھائی جاتی ہے، جس سے دیکھنے والے کو پتہ ملتا ہے کہ اس کا منشا یہ ہے۔ ایسا ہی صلوٰۃ میں منشاء الٰہی کی تصویر ہے۔ نماز میں جیسے زبان سے کچھ پڑھا جاتا ہے ویسے ہی اعضاء وجوارح کی حرکات سے کچھ دکھایا بھی جاتا ہے۔ جب انسان کھڑا ہوتا ہے۔ اور تحمید وتسبیح کرتا ہے اس کا نام قیام رکھا ہے۔ اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ حمد وثنا کے مناسب حال قیام ہی ہے۔ بادشاہوں کے سامنے جب قصائد سنائے جاتے ہیں۔ تو آخر کھڑے ہو کر ہی پیش کرتے ہیں۔ ادھر تو ظاہری طور پر قیام رکھا ہی ہے۔ اور ادھر زبان سے حمد وثنا بھی رکھی ہے مطلب اس کا یہی ہے کہ روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو۔ حمد ایک بات پر قائم ہو کر کی جاتی ہے۔ جو شخص مصدق ہو کر کسی کی تعریف کرتا ہے تو وہ ایک رائے پر قائم ہو جاتا ہے۔ اس الحمد للہ کہنے والے کے واسطے یہ ضروری ہوا کہ وہ سچے طور پر الحمد للہ اسی وقت کہہ سکتا ہے کہ پورے طور پر اس کو یقین ہو جائے کہ جمیع اقسام محامد کے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ جب یہ بات دل میں انشراح کے ساتھ پیدا ہوگئی تو یہ روحانی قیام ہے۔ کیونکہ دل اس پر قائم ہو جاتا ہے۔ اور وہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ کھڑا ہے۔ حال کے موافق کھڑا ہوگیا تاکہ روحانی قیام نصیب ہو۔

(ملفوظاتِ احمدیہ جلد اوّل)

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زمینی و آسمانی نعماء اور انسانی زندگی کے قیام کے ساز و سامان

پاکستان میں فتنہ و فساد کے انسداد اور امن و سلامتی کے لئے دعا

خُطبہ جُمعہ
مؤرخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنہار لاٰیٰت لاولی الالباب ۔۔۔۔
وما للظٰلمین من انصار ۔۔۔۔ (آل عمران ۳: ۱۹۰-۱۹۱) ۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ کی قیمتی زمینی عطیات

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور علم محیط اور اس کے احسانات کا بیان ہے ان میں آسمان کا بھی ذکر کیا ہے اور زمین کا بھی، یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں، اس کے عجائبات بھی کچھ کم نہیں جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اس وقت سے ہر چیز اس زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر لوہا ہمیشہ سے زمین سے نکلتا ہے اور ہمارے استعمال میں آتا ہے اور جوں جوں علم ترقی کر رہا ہے لوہے کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ جہاں پہلے اینٹ اور لکڑی استعمال ہوا کرتی تھی اب وہاں لوہا استعمال کیا جا رہا ہے۔ قرآن کریم میں اس لوہے کا ذکر ہے:۔

فرمایا وانزلنا الحدید۔ تمہاری خاطر ہم نے لوہا اتارا ہے۔ لوہا تو زمین سے نکلتا ہے لیکن قرآن میں اتارنے کا ذکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمینی چیزوں کے لئے قرآن کریم میں جو "انزلنا" کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس سے آسمان والے بادشاہ کا عطیہ مراد ہے۔ لوہے کے خزانے اس قدر ہیں کہ ختم ہونے میں نہیں آتے جو عظیم نعمت خدا تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے "انزلنا" کا لفظ استعمال کیا ہے، قرآن کریم میں حیوانات کے لئے بھی "انزلنا" استعمال ہوا ہے۔ یہ بہت بڑا قیمتی عطیہ ہے۔

سورج کے فوائد

زمین و آسمان میں بے شمار عجائبات ہیں۔ فرمایا ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنہار لاٰیٰت لاولی الالباب، آسمانوں اور زمین اور دن اور رات میں بہت بڑے بڑے نشانات ہیں۔ سورج کو دیکھو وہ اس زمین سے اکیتس گنا بڑا ہے اور زمین سے ۹ کروڑ ۲۶ لاکھ میل دور ہے اس لئے سورج چھوٹا نظر آتا ہے۔ اس سورج کی وجہ سے ہماری زمین پر چہل پہل ہے رونق و بہار ہے۔ سورج روشنی اور حرارت کا سبب ہے۔ اسی کی وجہ سے سبزی، غلہ جات پھل پھول۔ حیوانات اور تمام قسم کی زندگی اور رونق ہے ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق انسان پر بہت بڑا احسان انعام ہے لطف یہ ہے کہ یہ انعامات تمام اقوام عالم کے لئے ہیں۔ اس سے نہ چوہڑا چمار محروم ہے نہ ہندو، سکھ، عیسائی یہودی اور مسلمان۔

فرمایا:۔ واختلاف الیل والنہار لاٰیٰت لاولی الالباب۔ دن اس لئے ہے کہ تم اپنی معیشت کے ساز و سامان مہیا کر سکو۔ تم دن بھر کام کرتے ہو۔ جب کام کاج سے تھک ہار جاتے ہو تو رات آجاتی ہے۔ اس کی تاریکی میں تم آرام کرتے ہو۔ صبح اٹھتے ہو تو تمام تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ دل و دماغ تازہ ہوتا ہے۔ اعضاء میں پھر قوت آجاتی ہے۔ کیا ہم از خود اس قسم کا انتظام کر سکتے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں کر سکتے۔ ہم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ فرمایا لاٰیٰت لاولی الالباب اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

درختوں کی سرسبزی پاتال کے پانی سے

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت حکمت اور احسان و افضال کے بہت بڑے نشان ہیں۔ ہمارے سامنے سرسبز درخت سورج کی شدت کی گرمی میں تر و تازہ کھڑے ہیں یہ جل کر راکھ نہیں ہو جاتے اس لئے کہ ان کی جڑیں زمین کے پاتال میں ہیں اور وہ پانی پی پی کر درخت کے تمام نازک پردوں تک پانی پہنچاتی رہتی ہیں۔ سائنسدان اس قوت کو ۔۔۔۔ کیپیلری ۔۔۔۔ کا نام دیتا ہے۔ اس قوت کیپیلری ۔۔۔۔ کی برکت سے زمین کا پانی پودے یا درخت کی آخری شاخ اور پتے تک پہنچتا ہے۔ ہم تو دوسری یا تیسری منزل تک پانی نہیں چڑھا سکتے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ زمین کے پاتال کا پانی بلند ترین درختوں کے اوپر تک پہنچ جاتا ہے۔

ستاروں اور سیاروں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی۔

آسمان کے سیارے بھی بے سہارا کھڑے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عظیم قدرت اور عظیم علم کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہم اور آپ تو ایک ڈھیلا بھی ہوا میں کھڑا نہیں کر سکتے لیکن زمین سے اکتیس لاکھ گنا بڑا سورج فضا میں معلق ہے۔ قمر اور دوسرے ستارے فضا میں لٹک رہے ہیں۔ یہ سب نہایت اہم خدمت سر انجام دے رہے ہیں یہ بھی خدا نما ہیں۔ چاند جب ساتویں دن سر پر آجاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آج آٹھویں تاریخ ہے۔ قمر اپنی سحر آفریں چاندنی کے علاوہ حساب بھی سکھاتا ہے

ستاروں کی تاثیرات

جس قدر سیارے ہیں ان کی تاثیرات ہیں۔ جو ہم پر پڑ رہی ہیں۔ یہ تاثیرات ہماری خدمت کر رہی ہیں میں ایف اے میں پڑھتا تھا۔ کلکتہ میں ہماری تجارت تھی۔ مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ دریا ایک طرف چل رہا ہے۔ صبح اٹھا تو دیکھا کہ دریا کا پانی الٹی طرف چل رہا ہے یہ مدّ و جزر قمر کی وجہ سے پیدا ہوتا رہتا ہے۔ چھ گھنٹے پانی ایک طرف اور چھ گھنٹے دوسری طرف چلتا ہے۔ اس سے تاجر لوگ اپنا مال اسباب ایک جگہ سے دوسری جگہ مفت لے جاتے ہیں۔ یہ سورج اگر خدمت کر رہا ہے تو قمر بھی خدمت میں مصروف ہے۔

انسانی رزق آسمان میں

اہل زمین ہر لحظہ آسمان والے کے محتاج ہیں۔ فرمایا وفی السماء رزقکم وما توعدون تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ آسمان سے پانی نہ اترے تو قحط سالی ہو جائے۔ اور بادل زیادہ برسیں تو فصل برباد ہو جائے، اس لحاظ سے انسان کا رزق آسمانی نعماء سے وابستہ ہے اور وفی السماء رزقکم کا مشاہدہ ہم ہر روز، ہر موسم میں کرتے ہیں اور خدائے قادر و توانا کا عطا کردہ رزق آسمان سے حاصل کرتے ہیں۔

نعماء الٰہیہ کا اثر انسان کے قلب اور روح پر۔

انسان ہر آن خدا تعالیٰ کا محتاج ہے۔ جب عقلمند ان افضال و اکرام اور انعامات الٰہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں تو انہیں خدا خود بخود نظر آجاتا ہے فرمایا الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے اس اپنے محسن خدا کو یاد کرتے ہیں اور اس کے احسانات کا نظر تشکر سے مشاہدہ کرتے ہیں، اور پکار اٹھتے ہیں ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً اے خدا یہ سب کچھ تو نے باطل پیدا نہیں کیا ہر چیز ہمارے فائدہ اور پرورش کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تیری پیدا کردہ کائنات میں حکمت اور احسان ہے ہم غافل ہیں فقنا عذاب النار ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا ہو۔

یاد رکھو غفلت کا علاج استغفار ہے۔ چاہیئے کہ ہم اپنی غفلت پر شرمندہ ہوں اور نادم ہوں اور مغفرت مانگتے رہیں۔

کمال قدرت اور کمال عبودیت

ان دو آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا ذکر ہے۔ اور دوسری آیت میں انسان کی کمال عبودیت کا ذکر۔ اس ترکیب میں کتنا فلسفہ بیان کر دیا گیا ہے کہ جہاں الوہیت کے کمال کا ذکر کیا وہاں عبودیت کے کمال کا بھی بیان ہے۔ خدا کی قدرت اس کے علم اور اس کے احسانات کو دیکھ کر انسان کا قلب اور اس کی زبان اور اس کے جوارح اور تمام اعضاء میں کامل عبودیت پیدا ہو جاتی ہے۔

پاکستان میں امن و سلامتی کیلئے دعا

ہم نے پاکستان اس لئے حاصل کیا تھا کہ اس سرزمین میں پاک زندگی بسر کی جائے۔ ہمارے لئے شرم کی بات ہے کہ ملک میں ہر قسم کا فساد و انتشار ہے۔ مساجد میں بھی فساد اور تخریب جاری ہے حالانکہ تمام مساجد میں ایک ہی کلمہ

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۷ مارچ ۱۹۷۱ء

ہم اور ہمارے مخالفین

(۷)

"مسلمانوں کی توہین" کے عنوان سے اشتہار مذکور میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ
"نجم الہدیٰ صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ میرے دشمن جنگلوں کے سؤر اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں" معاذ اللہ۔
نجم الہدیٰ کے جس صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے، وہاں عربی کے چند اشعار ہیں، جن کا ترجمہ حضرت مرزا صاحبؑ نے خود ہی وہیں دیا ہے جو حسب ذیل ہے :-

(۱) ہمارا ایک دوست ہے اور ہم اس کی محبت سے پُر ہیں
اور مراتب اور منازل سے ہمیں بے رغبتی اور نفرت ہے

(۲) میں دیکھتا ہوں کہ دنیا اور اس کے طالبوں کی زمین قحط زدہ
ہو گئی ہے۔ ایسی جلدی تباہ ہو جائے گی اور ہماری جنت کی زمین
کبھی قحط زدہ نہیں ہوگی۔

(۳) لوگ دنیا کی نعمت پر جھکتے ہیں مگر ہم اس منہ کی طرف
جھک گئے ہیں جو خوشی پہنچانے والا اور طرب انگیز ہے

(۴) ہم اپنے پیارے کے دامن سے آویختہ ہیں ایسے کہ جو صاف اور
شفاف نہیں ہو سکتا وہ بھی ہمارے لئے منور ہو گیا۔

اس کے بعد وہ شعر ہے جس کا حوالہ مندرجہ بالا عبارت میں دیا گیا ہے اس کا عربی اور اردو متن حسب ذیل ہے

(۵) ان العدا صاروا خنازیر الفلا
ونساءھم من دونھن الاکلب

ترجمہ :- دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے
اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔

اور پھر اس سے اگلے اشعار میں لکھا ہے :-

(۶) انہوں نے گالیاں دیں اور میں نہیں جانتا کیوں دیں
کیا ہم اس دوست کی مخالفت کریں یا اس سے کنارہ کریں

(۷) میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس سے علیحدہ نہیں ہوں گا
اگرچہ شیر یا بھیڑیا مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔

(۸) لوگوں کی ریاستیں ان کے مرنے کے بعد جاتی رہیں اور
ہمارے لئے دوستی کی وہ ریاست ہے جو قابل زوال نہیں

ان تمام اشعار کو پیش کردہ پانچویں شعر کے ساتھ یکجا طور پر پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ مجموعہ بالا شعر میں عام طور پر مسلمانوں کا کوئی ذکر نہیں، ہر ایک وہ شخص جو حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دیتا تھا ان کا ذکر کیا گیا ہے خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی یا مسلمان، کیونکہ حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں سب ہی قوموں کے لوگ تھے، جو انہیں رات دن گالیاں دیتے اور سخت ترین اذیتیں پہنچانے کا بندوبست کرتے رہتے تھے، ہندوؤں میں لیکھرام اور تمام آریہ قوم، عیسائیوں میں ڈپٹی عبد اللہ آتھم اور تمام عیسائی پادری، مسلمانوں میں سے مولوی محمد حسین بٹالوی، سعد اللہ لدھیانوی، کرم دین بھیں، مہر علی شاہ گولڑوی، ثناء اللہ امرتسری اور ان کے علاوہ دوسرے کئی لوگ آپ کو گالیاں دینے اور بہتانات گھڑنے اور طرح طرح کے الزامات دینے میں پیش پیش تھے۔ یہ حضرت مرزا صاحب ہی کا دل و جگر تھا کہ اس قدر دریدہ دہن دشمنوں سے رات دن گالیاں سنتے، دکھ اٹھاتے اور مقدمات بھگتتے تھے، اور جب انسانی فطرت سے مجبور ہو کر لا یحب اللہ الجھر بالسوء الا من ظلم کے ماتحت لوگوں کی گالیوں کے جواب میں کوئی سخت کلمہ ان کے قلم سے نکلا تو شور برپا ہو جاتا کہ مسلمانوں کی توہین کی گئی ہے۔ تو ہین خود کرتے گندی سے گندی گالیاں دیتے اور الزام مرزا صاحب پر دھرتے، اگر ان کی گالیوں کو نقل کیا جائے تو ایک مبسوط گندی کتاب بن جائے۔ ہم نے اپنی تصنیف "آئینہ احمدیت" میں ان کی چند گالیاں بطور نمونہ نقل کی ہیں، جن میں سے چند ایک ذیل میں درج کر کے معترض سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان بدگوؤں کی یہ گندی گالیاں، اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا منہ توڑ جواب دیا جائے پھر اگر حضرت مرزا صاحب کے قلم سے کوئی سخت لفظ نکل جائے تو ان کو مورد الزام ٹھہرانا کہاں تک صحیح ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے متعلق سنئے اپنے علمائے دین کے ہفوات :-

محمد حسین بٹالوی :- اسلام کا چھپا دشمن مسیلمہ ثانی۔ دجال۔ بھنگڑ۔ اڑدپو۔ مکار۔ جھوٹا فریبی ملعون۔ مردود۔ مورد ہزار لعنت خدا و فرشتگان و مسلمانان۔ مفتری علی اللہ جس کا الہام احتلام ہے بھنگیوں اور بازاری شہدوں کا سرکردہ۔ ڈاکو۔ خونریز۔ بے شرم، جس کی جماعت بدمعاش بدکردار جھوٹ بولنے والی، زانی، شرابی، مال مردم خور (اشاعت السنہ نمبر یکم تا نمبر ششم جلد شانزدہم ۱۸۹۳ء)
یہ صرف چند گالیاں بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کی گئی ہیں ورنہ اشاعت السنہ کے پرچے اسی قسم کی بے شمار گندہ زبانیوں سے بھرے پڑے ہیں۔

عبد الحق غزنوی :- دجال۔ ملحد۔ کاذب۔ شیطان۔ لعنتی۔ ذلیل۔ خوار۔ خستہ۔ کا فر شقی لعنت کا طوق اس کے گلے کا ہار ہے، لعن طعن کا جوتا اس کے سر پر پڑا وغیرہ من الہفوات (از اشتہار ضرب النعال علیٰ وجہ الدجال)

سعد اللہ لدھیانوی :- قادیانی رافضی، بے پیر، دجال، خانہ خراب، بے شرم۔ بھانڈ یاوہ گو، بدمعاش جھوٹا، دجالی حمار۔ خنس، بکواسی، بدتہذیب، اس کا گاؤں منحوس ہے، اس کی دجالیاں رمالیاں، مکاریاں اظہر من الشمس ہیں وغیرہ وغیرہ (نظم حقانی باسرار کادیانی ۲۳ شعبان ۱۳۳۲ھ)

ثناء اللہ امرتسری :- دجال اکبر۔ خناس۔ حضرت گدھا علیہ السلام۔ بکے قطاع نسل دیکھے امام بدنگیا، بیبی مسیح ابن مریم۔ بچہ چنگیز خاں بیبی۔ مرزا کے الہامات ایک گوشِ شتر کی طرح اڑ کر بدبو پھیلا رہے ہیں۔ تھیلی، گیدڑ۔ تمام الہامات پاخانہ میں ڈال دے۔ مردود بد بخت بود ازلی۔ "ذریہ شیطانی فی نار جاودانی" (ایسی ہی ناپاک گالیاں پورے تین صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ناقل)

غرض کہاں تک نقل کرتے جائیں۔ علمائے کرام کے ہفوات ہیں حد و شمار سے باہر ہیں، ان گندہ دہن مولویوں کو اگر حضرت مرزا صاحب بحکم قرآن لا یحب اللہ الجھر بالسوء الا من ظلم ان کے حسب حال کوئی کلمہ کہہ دیں تو صاحب اشتہار کے نزدیک اس سے تمام مسلمانوں کی توہین ہو جاتی ہے، حالانکہ حضرت مرزا صاحب کے کلمات صرف ان لوگوں کے بارہ میں ہیں جن کے متعلق منقولہ اشعار میں انہوں نے خود وضاحت کر دی ہے کہ "انہوں نے گالیاں دیں اور میں نہیں جانتا کیوں دیں"

کیا صاحب اشتہار یہ بتائیں گے کہ اس ظلم عظیم کے مقابلہ میں جو آپ کے مولویوں، پیروں اور گدی نشینوں کی طرف سے مرزا صاحب پر روا رکھا گیا، حضرت مرزا صاحب کا رویہ کیا ہونا چاہیئے تھا؟ کیا وہ اس بات پر بھی غور کریں گے کہ جو کام عیسائیت کی تردید اور اسلام پر حملہ آور ہونے والے دیگر مذاہب کے خلاف حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ اسلام کی سربلندی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لئے جو جد و جہد انہوں نے کی اور ان کی ہدایت کے ماتحت انگلستان، جرمنی اور دیگر ممالک میں اسلامی مشن کھولے گئے، قرآن کریم کے تراجم، انگریزی اردو اور جرمن زبان میں شائع کئے گئے۔ اس کے مقابلہ میں علمائے کرام کا رویہ وہی ہونا چاہیئے تھا جو منقولہ بالا ہفوات میں نظر آتا ہے؟ کاش آپ بھی اشتہار کے ذریعہ لغو اور بے بنیاد اعتراضات شائع کرنے سے پہلے حضرت مرزا صاحب کے کام اور ان کی خدمات اسلام پر نظر ڈالتے تو ان کے وجود میں آپ کو ایک سچے مسلمان اور ولی اللہ کا رنگ دکھائی دیتا اور نظر آ جاتا کہ حدیث نبویؐ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے مطابق چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا صاحب ہی ہیں۔

اس پرچہ میں - پیغام صلح کے زیر نظر شمارہ میں جناب شکر اللہ خان صاحب منصور کے مضمون کی دوسری قسط شائع کی جاتی ہے۔ مضمون کی اہمیت و افادیت اس بات کی متقاضی ہے کہ اسے یکجا شائع کیا جائے۔ اسی بنا پر اس قسط کو طویل ہونے کے باوجود ٹکڑے ٹکڑے کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

انتخاب

(الارشد)

دِلوں کی فکر، نگاہوں کا احتساب کریں
غمِ جہاں کے تصوّر سے اجتناب کریں
یہ بارگاہِ اخوت ہے رزمگاہ نہیں
خلوص، صدق، محبّت کا انتخاب کریں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کی سرگرمیاں

۷ فروری ۱۹۷۱ء عید الاضحیٰ کے موقعہ پر مقامی جماعت کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا جس میں تقریباً ۱۵۰ احباب اور خواتین نے شرکت کی۔ نماز عید محترم میاں بشیر احمد منٹو صاحب نے پڑھائی۔ اس کے بعد آپ نے ایک عالمانہ خطبہ دیا۔ تسلیم و رضا کے فلسفے پر روشنی ڈالتے ہوئے فاضل مقرر نے عہد نبویؐ کا ایک واقعہ بیان کیا کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غیر مسلم کی طرف سے کفار کے خلاف جنگ میں مدد دینے کی پیشکش تین دفعہ ٹھکرا دی تھی۔ اور ہر بار اس غیر مسلم سے استفسار کیا کہ کیا وہ خدا کی وحدانیت اور آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ وہ غیر مسلم حیران تھا کہ اس بے سر و سامانی کی حالت میں بھی ہادی اسلام کو ایمان اور ایقان کا کتنا خیال ہے۔ بالآخر اس غیر مسلم نے اسلام کا اقرار کیا۔ اور اس کی پیشکش قبول کی گئی۔

فاضل مقرر نے فرمایا کہ آج بھی جب دین اسلام کفر و الحاد کے خلاف صف آراء ہے۔ انہی لوگوں کی مدد کارآمد ہو سکتی ہے جو خدائے واحد اور رسالت مآب پر اس درجہ ایمان لائیں جو اس زمانے کے امامؑ نے پیش کیا ہے۔ اس زمانے کے امامؑ کو قبول کئے بغیر اور ان کے پیش کردہ لائحہ عمل کو اختیار کئے بغیر ہم صفِ اعداء کو پامال نہیں کر سکتے۔

(۲) ۱۲ فروری کو نماز جمعہ کے موقعہ پر خواتین سلسلہ نے یہ اعلان کیا کہ آئندہ ہر جمعہ کے دن بارہ بجے سے ½ ۱ بجے دوپہر تک ان کے ہفتہ وار اجلاس ہوا کریں گے۔ جن میں بچیوں کو قرآن کریم پڑھانے کے علاوہ سیرت النبیؐ اور حضرت امام الزمانؑ کی تعلیمات کے بارے میں تقاریر ہوا کریں گی۔

۳۔ محترم میاں بشیر احمد منٹو ایم اے مبلغ اسلام خطبات جمعہ کے علاوہ جماعت کے بیمار اور مصائب میں مبتلا دوستوں کی خبر گیری کے لئے کبھی شہر کے مختلف حصوں میں جاتے رہتے ہیں۔ استحکام اور توسیع سلسلہ کے لئے میاں صاحب محترم احباب سلسلہ کے گھروں پر بھی جاتے ہیں۔ اور ان کے بچوں کی موجودگی میں احباب کو چندہ ماہوار باقاعدگی سے ادا کرنے اور نماز دل میں شریک ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔

۴۔ چند ایک ضرورت مند دوستوں کو مالی امداد بھی دی گئی۔ ان کے نام لکھنا مناسب نہیں۔

۵۔ جماعت راولپنڈی کی خوش قسمتی ہے کہ اسے محترم منٹو صاحب جیسا انتھک مبلغ میسر آیا ہے۔ اس پیکر اخلاص و ایثار کے مواعظ حسنہ اور عمل پیہم نے برسوں کے جمود و تعطل کو دور کر دیا ہے۔ بفضل تعالیٰ اب مقامی جماعت کے چندہ ماہوار کی رقم میں بھی خاصہ اضافہ ہوا ہے۔ اور جماعتی سرگرمیاں بھی دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ملتان کا ایک نوجوان جو سول انجینیرنگ کا فارغ التحصیل ہے اور کچھ عرصہ کے لئے راولپنڈی آیا ہوا تھا زیر تبلیغ رہا۔ رسول کالج میں حصول تعلیم کے دوران اس نوجوان کو دو تین ہم درس ملے جن کا تعلق جماعت ربوہ سے تھا۔ حسب عادت یہ نوجوان اسے "خلافت کی برکات" سناتے رہے اور اب انہوں نے اسے تیار کر لیا تھا کہ وہ ربوہ جا کر باقاعدہ بیعت کرے مگر اس نوجوان کی خوش قسمتی کہ روانگی سے ایک دو دن پہلے اسے استاذی المکرم خواجہ محمد عبد اللہ صاحب ملے خواجہ صاحب نے اس نوجوان کو حضرت امام الزمانؑ کی صحیح تعلیم سے روشناس کرایا۔ محترم خواجہ صاحب اور محترم منٹو صاحب کی سیدھی سادی باتوں نے اس کے دل پر گہرا اثر کیا۔ اور ان کی مساعی جمیلہ سے یہ نوجوان ربوہ کی بجائے لاہور جا کر حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گیا۔ اور ایک نیا عزم اور ولولہ لے کر اپنے آبائی شہر کو چلا گیا۔

(۶) جماعت راولپنڈی کے لئے مرکز کی تعمیر کا کام بفضلِ تعالیٰ شروع ہو چکا ہے اور احباب کے ایثار کے پیش نظر اس کی تکمیل اب زیادہ دور نہیں

خاکسار۔ مظفر الدین احمد۔ بی۔ اے
جائنٹ سیکرٹری۔ راولپنڈی

ربوہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی "بروزی قبر"

اکثر احباب کے پیہم اصرار پر میں ایک واقعہ کے متعلق حلفاً عینی شہادت محض اس لئے شائع کروا رہا ہوں کہ یہ امر اوّل تو عام لوگوں کے علم میں نہیں ہے اور جن کو اس کا علم ہے وہ چاہتے ہیں کہ ضروری ہے کہ یہ واقعہ تاریخ کا جزو بن جائے۔

"میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر یہ بیان کرتا ہوں کہ خلیفہ صاحب ربوہ مرحوم جن دنوں سخت بیمار تھے میں ایک روز عصر کے وقت ربوہ کے قبرستان میں حضرت اماں جانؓ کے مزار پر فاتحہ کے لئے گیا۔ میں نے قطعۂ خاص کی چار دیواری میں داخل ہوتے ہی حضرت اماں جان کی قبر سے ملحق ایک نیا کتبہ لگا ہوا دیکھا جس کے سامنے قبر کا کوئی نشان نہ تھا میں نے اس کتبہ کی عبارت پڑھی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قادیان والے کتبہ کی عبارت درج تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ کتبہ کے بالائی حصّہ میں ایک بہت چھوٹا سا گول دائرہ بنا ہوا تھا جس میں (یادگار) کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ میں دعا کے بعد بڑی عجلت کے ساتھ ملک عبد الخالق صاحب کے مکان پر آیا اور ان سے یہ امر بیان کیا اور کہا کہ آپ اس کتبہ کو تصویری طور پر محفوظ کر لینے کے لئے جلدی سے نظام فوٹوگرافر سے ایک کیمرہ عاریتاً لے آدیں کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ کتبہ زیادہ دیر تک لگا رہ سکے گا۔ مگر ملک صاحب موصوف کی کافی کوشش کے باوجود کیمرہ دستیاب نہ ہو سکا۔ اگلے روز میں پھر قبرستان گیا مگر اس کتبہ کو موجود نہ پایا۔ میں نے قبرستان کے محافظ سے دریافت کیا کہ کل یہاں جو کتبہ لگا ہوا تھا اس کا کیا ہوا۔ تو اس نے بتلایا کہ دفتر والوں نے کتبہ لگوایا تھا مگر حضور کے حکم سے اکھیڑ دیا گیا ہے اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے بھی اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔"

یہ واقعہ غالباً ۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء کا ہے۔ اور میں نے جب ہی اپنے احباب سے اس کا ذکر کر دیا تھا۔ اب میں نہایت ذمہ داری سے اس عینی شہادت کو تاریخ کے صفحات کے سپرد کرتا ہوں تاکہ جماعت ربوہ کے عقائد کا رُخ متعیّن کیا جا سکے۔ واللہ علیٰ ما نقول شہید۔

محمد صالح نور۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ ۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء

شیخ محمد طفیل صاحب

۱۲ مارچ کو لاہور سے بعزم انگلستان روانہ ہوں گے

شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان و ٹرینیڈاڈ ۱۲ مارچ بروز اتوار کو ۲۔۴۰ منٹ دوپہر بذریعہ پی آئی اے، لاہور سے کراچی روانہ ہوں گے اور ۲۸ مارچ کو کراچی سے انگلستان کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ احباب جماعت ان کے لئے دعا فرما دیں کہ وہ بخیریت انگلستان پہنچیں اور لاہور احمدیہ مشن انگلستان کے استحکام کے لئے ان کی کوششیں بارآور ہوں۔

چوہدری فضل حق صاحب کا پتہ

چونکہ دار الامان میں تقسیم ڈاک کا خاطر خواہ انتظام ہو چکا ہے لہذا آئندہ سے میرا پتہ مندرجہ ذیل ہوگا:۔

چوہدری فضل حق (آنریری جائنٹ سیکرٹری)
دار الامان۔ نیو گارڈن ٹاؤن۔
ڈاک خانہ فیروز پور روڈ۔ لاہور

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ممبران مجلس معتمدین کا انتخاب

لاہور۔ ۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء بروز جمعہ ۴ بجے شام جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے دس ممبران برائے مجلس معتمدین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا انتخاب مقامی جماعت کے صدر میاں فضل احمد صاحب کی صدارت میں عمل میں آیا۔ اس میں مقامی جماعت کی خواتین و احباب نے ذوق و شوق سے حصّہ لے کر اپنی رائے کا اظہار کیا اور نتائج کے مطابق مندرجہ ذیل اصحاب منتخب ہوئے:۔

۱۔ کرنل سیّد بشیر حسین شاہ صاحب
۲۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب
۳۔ ڈاکٹر وحید احمد صاحب
۴۔ ڈاکٹر مبارک احمد صاحب
۵۔ مرزا مسعود بیگ صاحب
(۶) میاں محمد احمد صاحب
۷۔ میاں سل احمد صاحب
۸۔ مولینا عبد المنان عمر صاحب
۹۔ چوہدری منصور احمد صاحب
۱۰۔ شیخ محمد حسین صاحب

قبل از انتخاب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حاضرین کی تواضع کے لئے چائے کا انتظام تھا۔

(شعبہ نشر و اشاعت مقامی جماعت احمدیہ لاہور)

چوہدری محمد شکر اللہ خاں صاحب منصور

جماعت ربوہ کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

بسلسلۂ اشاعت مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۷۱ء

دوسری وجہ

ہمارے دوست پر واضح ہو کہ جماعت ربوہ کے عقیدہ کی صحت صداقت اور قبولیت سے میرے انکار پر اصرار کی دوسری وجہ یہ ہے کہ :-

"یہ عقیدہ عقل صحیح اور عقل سلیم کے منافی ہے ۔ کیونکہ

۱۔ اس کا ماخذ مذموم ہے ۔

۲۔ اس کی بنیادی باتیں جھوٹی ہیں

۳۔ یہ عقیدہ توہین و تحقیر کا شاہکار ہے ۔

۴۔ اور لاینحل عقدوں اور مضحکہ خیز معموں کا مجموعہ ہے ۔"

۱۔ مذموم ماخذ

حضرت اقدسؑ نے جب مسیح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تو اس دعوے کے متعلق مدلل وضاحتی تحریروں میں اپنے عقائد مندرجہ ذیل تحریر فرمائے :-

(۱) آنے والے مسیح کا حدیثوں میں نبی کے نام سے موسوم ہونا "کامل نبی" کے معنوں میں نہیں بلکہ "ناقص نبی" کے معنوں میں ہے جن کو دوسرے لفظوں میں "محدث" کہتے ہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۲ - ۵۲۲)

(۲) کامل نبی حسب نصوص قرآنیہ و حدیثیہ خود مطاع ہوتا ہے یعنی کسی دوسرے نبی کا متبع یا تابع یا اُمتی نہیں کہلاتا ۔ (ازالہ اوہام ص ۵۷۹)

(۳) محدث بعض کمالات نبوت مثلاً شرف مکالمہ الٰہیہ اور اطلاع بامور غیبیہ سے سرفراز کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے اس کو جزئی نبی ۔ ناقص نبی ۔ اُمتی نبی وغیرہ اصطلاحات سے موسوم کر سکتے ہیں ۔ (توضیح مرام ص ۹ ۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۲)

(۴) آپ کا دعوے نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے ۔

(توضیح مرام ص ۹ ۔ ازالہ اوہام ص ۴۲۱ حمامۃ البشریٰ ص ۸)

لیکن علمائے وقت کو یہ ضد تھی کہ آپ نے "مسیح موعود" ہونے کا دعوے کیوں کیا ۔ مسیح موعود تو حضرت عیسےٰ بن مریم اسرائیلی ہے ۔ اس لئے انہوں نے آپ کے ان بیانات کو قبول نہ کرتے ہوئے آپ کو "نبوت کا مدعی" قرار دے دیا اور آپ کے خلاف دو سو علماء وقت کے دستخطوں کے ساتھ کفر کا فتوےٰ لگا دیا ۔ جس میں مکفر علماء نے بالمقابل حضرت اقدسؑ اپنا الزام استدلال اور عقائد حسب ذیل تحریر کئے :-

(۱) آنے والے مسیح کا از روئے حدیث نبی ہونا کامل نبی کے معنوں میں ہے ناقص نبی بمعنی محدث کے مفہوم میں نہیں جیسا کہ مرزا صاحب بتلاتے ہیں کیونکہ حدیث لم یکن بینی و بینہ نبیٌّ سے اس کا واقعی نبی ہونا ثابت ہے ۔

(فتوےٰ کفر ۱۸۹۰ء)

(۲) کامل نبی کے لئے غیر مطیع اور غیر اُمتی ہونا ضروری نہیں ۔

(فتوےٰ کفر مذکور)

(۳) مرزا صاحب محدثیت کے ایسے معنے بیان کرتے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی تعریف و تشریح کرتے ہیں جو در حقیقت نبوت کے معنے ۔ تعریف اور تشریح ہوتی ہے ۔ (فتوےٰ کفر مذکور)

(۴) اور مرزا صاحب کا اپنے اس دعوے کو نبوت کی بجائے محدثیت کا نام دینا آپ کی "فریب آمیز غلطی" ہے کیونکہ معناً اور حقیقتاً آپ کا یہ دعوے نبوت کا دعوےٰ ہے ۔

(فتوےٰ کفر مذکور)

حضرت اقدسؑ کے منقولہ بالا اقوال و عقائد اور مکفر علماء کے منقولہ بالا اقوال و عقائد باہم مخالف و متضاد ہیں ۔ اب ہمارے دوست جماعت ربوہ کے عقیدہ پر غور کریں جو حسب بیان جناب خلیفہ ثانی مکرم میاں صاحب مفصلہ ذیل ہے :-

(۱) آنے والا مسیح مطابق حدیث کامل نبی ہے ناقص نبی بمعنی محدث نہیں جیسا کہ الفاظ حدیث لم یکن بینی و بینہ نبیٌّ سے ثابت ہے ۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۵)

(۲) کامل نبی کے لئے غیر متبع یا غیر اُمتی ہونا ضروری قرار دینا نادانی ہے کیونکہ از روئے قرآن و حدیث نبی کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں ۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۱۵۵)

(۳) حضرت اقدسؑ اپنے دعویٰ کو کہتے تو محدثیت کا دعویٰ تھے مگر محدثیت کے جو معنے ۔ تعریف اور کیفیت بیان کرتے تھے وہ در حقیقت نبوت کے معنے ۔ تعریف اور کیفیت تھی ۔

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴ تا ۱۲۸)

(۴) اور آپ کا اپنے اس دعوے کو نبوت کی بجائے محدثیت کا دعوے قرار دینا آپ کی "لاعلمی پر مبنی غلطی" تھی ۔ کیونکہ یہ دعویٰ بلحاظ تعریف و کیفیت اور تفصیل در حقیقت نبوت کا دعوے تھا ۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۱۲۴ و ص ۱۲۸)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جماعت ربوہ کا عقیدہ مکفر علماء کے "فتوےٰ کفر ۱۸۹۰ء" کی حرف بحرف نقل ہے اور یہ عقیدہ ــ مکفر علماء کے اقوال و عقائد کو سچا مگر حضرت اقدسؑ کے اقوال و عقائد کو جھوٹا قرار دیتا ہے ۔

جسکی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کا ماخذ مذموم ہے ۔ یعنے حضرت اقدسؑ کی تحریرات کی بجائے مکفرین کا فتوےٰ کفر اس کا ماخذ ہے ۔

۲۔ جھوٹی بنیادی باتیں

جماعت ربوہ کا عقیدہ اپنی بنیاد جن باتوں پر رکھتا ہے جو بالفاظ جناب خلیفہ ثانی والمصلح الموعود مکرم میاں صاحب مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) "نبی کی وہ تعریف جس کی رُو سے آپ اپنی نبوت کا انکار کرتے رہے ہیں یہ ہے کہ نبی وہی ہو سکتا ہے جو کوئی نئی شریعت لائے یا پچھلی شریعت کے بعض احکام منسوخ کرے یا یہ کہ اس نے بلا واسطہ نبوت پائی ہو اور کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو ۔ اور یہ تعریف عام طور پر مسلمانوں میں مسلم تھی ۔ چونکہ انبیاء کی یہ سنت ہوتی ہے کہ وہ نہ کسی کام کو شروع کرتے ہیں اور نہ چھوڑتے ہیں جب تک کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم نہ آئے ۔ اسی احتیاط انبیاء سے کام لے کر حضرت مسیح موعودؑ بھی اسی عقیدہ پر قائم رہے کہ نبی میں مذکورہ بالا تین باتیں پائی جانا ضروری ہے ۔ اور چونکہ آپ میں ان باتوں میں سے ایک بھی نہ پائی جاتی تھی اس لئے آپ اپنے الہامات کی یہ تاویل کرتے کہ نبی سے مراد محدث ہے اور کہ آپ کا درجہ محدثیت کا ہے نہ کہ نبوت کا ۔" (حقیقۃ النبوۃ ص ۱۳۳)

(۲) "حضرت مسیح موعودؑ دو مختلف اوقات میں نبی کی دو مختلف تعریفیں کرتے رہے ہیں ۔" (حوالہ مذکورہ بالا)

"میں مانتا ہوں کہ پہلی تعریف کو کبھی آپ نے اسلامی اصطلاح

کہا ہے مگر اس کے ساتھ قرآن کریم سے کوئی دلیل نہیں دی مگر
بعد میں جو تعریف کی اس کے لئے قرآن کریم سے استدلال کیا۔"
(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۳۲)

(۳) حضرت اقدس اپنے اجتہاد سے ایک عقیدہ رکھتے تھے خدا
تعالے نے آپ کو بتلایا کہ یہ عقیدہ درست نہیں۔ درست
یہ ہے۔ پس ہم اس کو تسلیم کریں گے جسے خدا تعالے نے درست
قرار دیا۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۳)

(۴) حضرت اقدسؑ کی مجالس میں مہینوں یہ چرچا رہتا تھا کہ نبوت
کے بارے میں آپ کا اجتہاد درست نہیں نکلا۔"
(ملفوظات مکرم میاں صاحب)
(اخبار الفضل مؤرخہ ۲۶ مئی ۱۹۴۴ء)

جماعت ربوہ کے عقیدہ کی ساری بنیاد ان چار باتوں پر استوار ہے اور یہ چاروں باتیں بالکل جھوٹی ہیں۔
ہمارے دوست محترم ذرا غور فرمائیں۔

پہلی بات: حسب عقیدہ جماعت ربوہ حضرت اقدسؑ کو اپنے نبی ہونے کے متعلق غلطی لگ گئی تھی
یعنے خدا آپ کو نبی قرار دیتا تھا مگر آپ اس سے انکار کرتے تھے۔ اس غلطی کی وجہ یہ تھی
کہ آپ نبوت کی تعریف سمجھنے میں غلطی میں پڑے ہوئے تھے۔ یعنے آپ کے خیال میں نبی کے
کے لئے صاحب شریعت ہونا یا غیر متبع اور غیر اُمتی ہونا ضروری تھا۔ اور تعریف نبوت کے
سمجھنے میں یہ غلطی آپ کو اس وجہ سے لگ گئی تھی کہ اس وقت نبوت کی
یہ تعریف عام طور پر مسلمانوں میں مسلم تھی

لیکن یہ بات بالکل جھوٹی ہے۔ اور غلطی در غلطی کا یہ سارا محل فرضی ہے۔ حضرت اقدسؑ
کے وقت یہ تعریف عام طور پر مسلمانوں میں ہرگز مسلم نہ تھی۔ جس کے ثبوت میں دو ایسی قطعی اور
یقینی گواہیاں ہیں کہ انکار ناممکن ہے۔

اوّل علماء مکفرین - جن کا فتویٰ کفر ۱۸۹۰ء اب تک شائع
شدہ موجود ہے۔

دوم - علماء جماعت ربوہ - جنہوں نے اپنے رسالہ فرقان ستمبر ، اکتوبر
۱۹۴۵ء میں فتوئے کفر مذکور کی وجہ سے علماء مکفرین کی
تائید۔ تصدیق اور تعریف کی۔

دوسری بات - عقیدہ جماعت مذکورہ کی دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ حضرت اقدس نے نبوت
کی جو یہ تعریف کی تھی کہ نبی کے لئے
صاحب شریعت ہونا یا غیر اُمتی ہونا
ضروری ہے۔ اس کی تائید میں قرآن کریم سے کوئی دلیل نہیں دی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ عقیدہ مذکورہ
کی یہ بات بھی صریحاً جھوٹی ہے، ہمارے دوست اس بارے میں حضرت اقدسؑ کے یہ ارشادات
ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) "خدا تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا
میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف
اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل
علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵)

(۲) "افسوس کہ مولوی صاحب مرحوم کو یہ سمجھ نہ آیا کہ صاحب نبوت
تامہ ہرگز اُمتی نبی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول
اللہ کہلاتا ہے اُس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع
اور اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رُو سے بکلی
ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وما ارسلنا
من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنے ہر ایک
رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے
اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع
اور تابع ہو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

تیسری بات - اس عقیدہ کی تیسری بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بتایا کہ تعریف
نبوت کا یہ عقیدہ درست نہیں درست یہ ہے، لیکن یہ بات بھی سراسر جھوٹی ہے کیونکہ :-

(۱) حضرت اقدسؑ کا کوئی ایسا الہام یا وحی نہیں جس میں اللہ
تعالےٰ نے آپ کو بتایا ہو کہ تعریف نبوت کا" یہ
عقیدہ درست نہیں درست یہ ہے"

اور

(۲) آپ کا اپنا کوئی ایسا قول یا تحریر نہیں جس میں آپ نے
کہا ہو کہ خدا نے آپ کو بتایا ہے کہ نبوت کی تعریف کا
"یہ عقیدہ درست نہیں درست یہ ہے"

چوتھی بات - عقیدہ مذکور کی چوتھی بنیادی بات یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ کی مجالس میں مہینوں یہ
چرچا رہتا تھا کہ :-

"نبوت کے بارے میں آپ کا اجتہاد درست نہیں نکلا"

لیکن یہ بات سب جھوٹوں کا گویا "ماسٹر پیس" اور شاہکار ہے۔ اگر کوئی شخص ایک لمحہ بھی ایسا ثابت
کر دے جس کے دوران حضرت اقدسؑ کی مجالس میں یہ چرچا ہوا ہو تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جماعت
ربوہ کے عقیدہ کی صحت۔ صداقت اور مقبولیت کا فوراً اقرار کر لوں گا۔ ورنہ بصورت دیگر
ہمارے دوست کو غور کرنا چاہیئے کہ جس عقیدہ کی بنیادی باتیں جھوٹی ہوں اس کی صحت و صداقت
اور قبولیت کا مطالبہ کہاں اور کیونکر حق بجانب ہے؟ آخر انسان پر خوف خدا اور تقوےٰ کا بھی
کوئی حق ہے یا نہیں؟ شاید ہمارے دوست کو معلوم ہے یا نہیں کہ حضرت اقدسؑ کے نہایت
مخلص اور معتمد ستر صحابہ (رض) بہت عرصہ ہوا غالباً ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۸ء میں اس "چرچا" کی حلفاً
تردید کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو :-

"ہم اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کبھی ہمارے وہم و
گمان میں یہ بات نہیں آئی کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے
اپنے دعوےٰ میں تبدیلی کی یا آپ کی سابقہ تحریریں جو انکار
دعوئے نبوت سے بھری پڑی ہیں منسوخ ہو گئیں۔ نہ ہم
نے اپنے علم میں کبھی ایسے لفظ کسی ایک شخص کے بھی منہ
سے سُنے جب تک میاں محمود احمد صاحب نے ان کا اعلان
نہیں کیا۔ واللہ علیٰ ما نقول شہید۔"
(النبوۃ فی الاسلام - از مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ)

یاد رہے کہ ان سب صحابہ نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی تھی۔

۳- توہین و تکفیر کا شاہکار

حضرت اقدسؑ نے فرمایا :-

"اگر یہ کہا جائے کہ مثیل موسےٰ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم تو موسےٰ سے افضل ہیں تو پھر مثیل مسیح کیوں ایک اُمتی
آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مثیل موسےٰ کی شان نبوت ثابت
کرنے کے لئے اور خاتم الانبیاء کی عظمت دکھانے کے لئے
اگر کوئی نبی آتا تو پھر خاتم الانبیاء کی شان عظیم میں رخنہ پڑتا"
(ازالہ اوہام صفحہ ۶۴۷)

لیکن علمائے جماعت ربوہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس کی مراد اس جگہ ایسے نبی سے ہے جو "بلا واسطہ" یا "براہ راست"
نبی ہو۔ یعنے ایسا نبی جس کو خدا نے "براہ راست" نبی بنایا ہو اور کسی دوسرے نبی کی تعلیم و تربیت اور
اطاعت و متابعت کے فیض و برکت کا اس میں دخل نہ ہو۔ مگر آنحضرت صلعم کے بعد نبیوں کے بننے بنانے کا یہ
پرانا طریقہ یکسر تبدیل ہو چکا ہے اور "طریقہ جدیدہ" جاری ہو گیا ہے۔ لہذا طریقہ جدیدہ سے اب جو نبی بن کر آئے گا
خاتم الانبیاء کی شان عظیم میں رخنہ ڈالنے کی بجائے اضافہ کرے گا۔ یہ جدید طریقہ مکرم میاں صاحب کے
الفاظ میں ملاحظہ ہو :-

۱- "پہلے نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا استاد نہیں ہوا جس کی شاگردی
میں نبوت مل سکے۔ اس لئے پہلے نبیوں کی اُمت کے لوگ
ایک حد تک پہلے نبی کی تربیت کے نیچے ترقی پاتے پاتے
رُک جاتے تھے ...... لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا اور آپ نے استادی کا ایسا اعلےٰ درجہ حاصل کر لیا کہ آپ اپنے شاگردوں کو اس امتحان میں کامیاب کرا سکتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بعض لوگ خود ایم اے ہوتے ہیں لیکن ان کی لیاقت ایسی اعلیٰ نہیں ہوتی کہ ایم اے کی جماعت کو پڑھا سکیں۔ اور بعض ایم اے ایسے لائق ہوتے ہیں کہ ان کا علم اور درجۂ استادی ایسا بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ وہ ایم اے کی جماعت کو خوب پڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح پچھلے نبیوں کی مثال سمجھ لو۔ وہ اپنے اپنے رنگ میں کامل تھے۔ بزرگ تھے۔ نبی تھے لیکن ان میں سے ایک نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور مقام کو نہ پایا۔ اس لئے ان کے مدرسہ کا آخری امتحان نبوّت نہ تھا بلکہ ولایت تھا۔ لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا درجۂ استادی ملا کہ آپ کے مدرسہ کو کالج تک بڑھا دیا گیا۔ اور آپ کی شاگردی میں انسان نبی بھی بن سکتا ہے۔ بلکہ دنیا میں وہ انسان ظاہر ہو چکا تھا جو اپنے علم و عقل کے زور سے اعلےٰ سے اعلےٰ امتحانوں میں لوگوں کو پاس کرا سکتا تھا اور الٰہی یونیورسٹی کی تعلیم ایسے اعلےٰ پیمانہ پر ترقی پا چکی تھی۔"

(القول الفصل صفحہ ۱۵ ـ ۱۶)

(۲) "بعض لوگ بغیر قرآن کریم پر غور کرنے کے محض اپنے گمانوں کی بناء پر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ نبوّت شاید کوئی خاص شے ہے کہ جس کے ملنے پر انسان نبی ہو جاتا ہے۔ اس جگہ اس امر پر بھی کچھ لکھ دینا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوّت ایمان ہی کا ایک اعلےٰ مرتبہ ہے اور تقوےٰ میں ترقی کرتے کرتے انسان اس رتبہ کو پہنچ جاتا ہے جسے نبی کہتے ہیں۔۔۔۔ نبوّت کوئی الگ چیز نہیں کہ وہ مل جائے تو انسان نبی ہو جاتا ہے بلکہ اصل بات یہی ہے جیسا کہ میں اوپر قرآن کریم سے ثابت کر آیا ہوں انسانی ترقی کے آخری درجہ کا نام نبی ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۲ ـ ۱۵۳)

(۳)۔ پھر مکرم میاں صاحب موصوف انسانی ترقی کے چار درجے بتاتے ہیں۔ یعنے اوّل صالح۔ اس سے اُوپر شہید۔ اور اس سے اُوپر صدیق۔ سب سے اُوپر نبی کا درجہ۔ اور فرماتے ہیں :۔ "غرض صدیق۔۔۔ ۔۔۔شہید سے اُوپر ہوتا ہے اور اپنے ہر قول کی تائید اپنے عمل سے کرتا ہے اور اس کی فطرت نبیوں کی سی فطرت ہوتی ہے اور اس کے کام نبیوں کے سے کام ہوتے ہیں لیکن کسی قدر کمی اور نقص کی وجہ سے وہ درجۂ نبوّت پانے سے روکا جاتا ہے ورنہ اس حد کو پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ وہ نبی ہو جائے بلکہ جزوی نبوّت اسے مل جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے تجدید دین کا کام لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ کو بھی جو صدیق تھے تجدید دین کا کام کرنا پڑا۔"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۲ ـ ۱۵۳)

حوالجات منقولہ میں نے اس وجہ سے مفصل لکھ دیئے ہیں کہ ہمارے دوست کے ذہن میں کسی شک یا شبہ کی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ نبوّت کے ملنے یا نبی بننے کا یہ طریقہ بے شک جدید ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ عقیدہ توہین و تحقیر کا بھی شاہکار ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کس کس کی توہین اور کس کس کی تحقیر کرتا ہے۔ ہمارے دوست ذرہ توجہ سے دیکھیں :۔

۱۔ محمد رسول اللہ کی توہین

حوالہ منقولہ ۱ کے اندر بیان کردہ عقیدہ میں بظاہر الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی تعریف اور توصیف پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے :۔

(۱)۔ آپ کا درجۂ استادی بہت اعلےٰ اور کامل تھا جو کہ پہلے نبیوں کے درجۂ اُستادی سے بہت بڑھا ہوا تھا۔

(۲)۔ "پہلے نبیوں نے اپنے شاگردوں (یعنے اُمتیوں) کی تعلیم و تربیت کے لئے گویا صرف "مدرسے" بنائے جن کا آخری امتحان "ولایت" تھا۔

(۳)۔ آنحضرت نے اپنے شاگردوں (اُمتیوں) کی تعلیم و تربیت کے لئے گویا "کالج" اور "الٰہی یونیورسٹی" قائم کر دی جس کا آخری امتحان "نبوّت" ہو گیا۔

(۴)۔ پہلے نبیوں کی قابلیت اور علم و عقل اتنی تھی کہ اپنے شاگردوں کو "ولایت" کا امتحان پاس کرا سکیں مگر آنحضرت کا درجۂ اُستادی اور علم و عقل کا زور ایسا بڑھا ہوا تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو اپنے علم و عقل کے زور سے اعلیٰ سے اعلےٰ امتحان یعنے **نبوّت** کے امتحان میں پاس کرا سکتے تھے۔

(۵)۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت کو ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا کہ کسی دوسرے نبی نے آپ کی عظمت اور مقام کو نہ پایا۔ **اور**

(۶)۔ آپ کو ایسا کامل درجۂ استادی ملا کہ آپ کی شاگردی میں انسان نبی بن جاتا ہے۔

ان الفاظ میں کس قدر تعریف ہے اور کتنی بڑی توصیف ہے۔ مگر تحریر منقولہ کے بین السطور عقیدہ میں آنحضرتؐ کی شان عظیم پر توہین و تحقیر کی جو ضرب لگائی جاتی ہے اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ جماعت ربوہ کے عقیدہ والوں سے جب یہ پوچھا جائے کہ حضرت تو لا تو آپ نے یہ کہہ دیا مگر فعلی طور پر ہمیں یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل درجۂ اُستادی۔ اعلےٰ تعلیم و تربیت اور بہت بڑھے ہوئے علم و عقل کے زور نے جو آپ بیان کرتے ہیں آپؐ نے اپنی زندگی میں

(الف)۔ اپنے کس کس شاگرد کو امتحانِ نبوّت میں پاس کرایا تھا؟ **اور**

(ب)۔ پھر گذشتہ تیرہ سو سال میں آپؐ نے اپنے کتنے شاگردوں کو یہ امتحان پاس کرایا؟

عقیدہ جماعت ربوہ کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں نتیجہ بالکل صفر رہا۔ کیونکہ آپؐ کی جسمانی زندگی میں آپؐ کی بنفسِ نفیس تعلیم و تربیت سے

۱۔ آپؐ کا کوئی شاگرد نبی نہ بن سکا

اور

۲۔ نہ گذشتہ تیرہ سو سال میں آپؐ اپنی رُوحانی تعلیم و تربیت سے کسی شاگرد کو یہ امتحانِ نبوّت پاس کرا سکے۔

مقام غور ہے کہ ایک استاد جو تیراں سو سال کی کوشش اور جد و جہد کے دوران اپنے مدرسہ یا کالج کے آخری امتحان میں اپنے کسی ایک بھی شاگرد کو کامیاب نہ کرا سکے دنیا اس کو اعلےٰ اور کامل اُستاد مانے گی یا "ناقص ترین" اور "ناکام ترین" اُستاد کہے گی؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ مجھے اپنے دوست کی ذہنی افتاد کا تو علم نہیں مگر میرے علم و یقین میں اس توہین و تحقیر سے بڑھ کر توہین و تحقیر ممکن نہیں۔ اصل قصد منقولہ بالا تحریر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف نہیں بلکہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام کو نبی بنانے کا بہانہ کرنا ہے ورنہ یہ بات عند العقل قرین قیاس اور قابلِ یقین ہرگز نہیں ہو سکتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سو سال میں تو کسی شاگرد کو بھی نبی نہ بنا سکے **مگر**

چودھویں سو سال میں آکر حضرت مرزا صاحب کو یہ امتحانِ نبوّت پاس کرا دیا۔

ہمارے دوست غور فرمائیں اور الفاظ ظاہری کے چکر اور چکمہ سے نکل کر دیکھیں۔ اصل مفہوم و مقصد جماعت ربوہ کے (۱) عقیدہ کا لازماً یہ نکلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بلند مقام اُستادی میں ناکام ہو چکے تھے کہ جماعت ربوہ نے حضرت مرزا صاحب کو نبی بنا کر اور آنحضرت صلعم کی اُستادی کے نام لگا کر آپؐ کے درجۂ اُستادی کی لاج رکھ لی ہے۔ العیاذاً باللہ۔ کیونکہ نہ حضرت مرزا صاحب سے پہلے تیرہ سو سال میں آنحضرتؐ سے کوئی نبی بن سکا تھا اور نہ مرزا صاحب کے بعد قیامت تک آپ کسی کو نبی بنا سکیں گے۔ جماعت ربوہ کا حضرت سید الانبیاء والرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنا بڑا احسان ہے؟

(۲) صحابۂ رسول اللہ کی توہین

جیسا کہ حوالجات منقولہ میں بیان ہے حسب عقیدہ جماعت ربوہ انسانی ترقی کے چار درجے ہیں۔ **اوّل** درجۂ صالح جس میں عام صحابۂ رسول اللہ شامل ہوئے۔ **دوم**۔ درجۂ شہید جو صالح سے اُوپر آتا ہے اور جو حضرت عمر رضؓ نے حاصل کیا۔ **سوم**۔ درجۂ صدیق جو شہید سے آگے آتا ہے اور جو حضرت ابوبکر رضؓ نے پایا

چہارم - درجۂ نبوت جو صدیق کے درجہ سے مزید ترقی کرنے پر مل جاتا ہے **اور**

"نبوت ایمان ہی کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے اور انسان تقوے
میں ترقی کرتے کرتے اس رتبہ کو پہنچ جاتا ہے جسے نبی کہتے
ہیں ...... نبوت کوئی الگ چیز نہیں کہ وہ مل جائے
تو انسان نبی ہو جاتا ہے بلکہ انسانی ترقی کے آخری درجہ
کا نام نبی ہے۔"

(حقیقۃ النبوۃ کا منقولہ حوالہ)

لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضنے ایمان کا یہ "اعلیٰ مرتبہ" تقوے کا یہ "کامل رتبہ" اور انسانی ترقی کا یہ "آخری درجہ" کیوں نہ پایا؟ عقیدہ مذکورہ اس کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ آپ کے ایمان۔ تقوے اور اطاعت میں کسی قدر کمی اور نقص رہ گیا تھا گویا آنحضرت کے صحابہ میں سے سب سے بڑا درجہ پانے والے صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کامل الایمان۔ کامل التقوے اور کامل الاطاعت نہ تھے۔ اس سے دیگر صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایمان۔ تقوے اور اطاعت میں ناقص ہونے کا اندازہ کرنا چاہیئے ہمارے دوست اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کیا اس عقیدہ میں صحابۂ رسول اللہ کی توہین و تحقیر ہے یا نہیں؟

۲ - تمام امتِ محمدیہ کی توہین

حوالجات منقولہ سے جماعت ربوہ کا عقیدہ یہ ثابت کرتا ہے کہ

"نبوت ایمان کا ہی ایک اعلیٰ مرتبہ ہے اور تقوے
میں ترقی کرتے کرتے انسان اس رتبہ کو پہنچ جاتا ہے جسے
نبی کہتے ہیں۔"

اور جو شخص نبوت کے اس اعلیٰ مرتبہ کو نہیں پہنچتا اس کے ایمان اور تقوے میں کسی قدر کمی اور نقص ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ درجۂ نبوت پانے سے روکا جاتا ہے۔ یعنی **کامل الایمان اور کامل التقوے** ہونے کا واحد ثبوت نبی بن جانا ہے اور چونکہ حسب عقیدہ جماعت ربوہ امت محمدیہ میں ماسوا حضرت مرزا صاحب کے کوئی شخص نبی نہ بن سکا لہذا ساری کی ساری امت ناقص الایمان اور ناقص التقوے ہی رہی۔ ہمارے دوست غور کریں۔ شاید اسی بناء پر خدا نے اس امت کا نام "خیر الامت" رکھا تھا۔

۳ - حضرت مسیح موعودؑ کی توہین

تعجب ہے کہ دیگر بزرگ ہستیوں کی توہین و تحقیر یہ عقیدہ مفہوماً کرتا ہے۔ مگر مسیح موعودؑ کے بارے میں اسے لفظاً بھی گریز نہیں۔ جناب خلیفہ ثانی مکرم میاں صاحب اگرچہ بجا طور پر فرماتے ہیں:

"اس کلام سے بچو جس سے تم نعوذ باللہ مسیح موعود پر
بیوقوفی کا الزام لگاتے ہو مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کا
کا پیارا تھا اور اس کا برگزیدہ تھا اور اس کی باتیں
دانائی سے پُر ہوتی تھیں" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۱)

مگر عقیدہ مذکور آپ کے خلاف مندرجہ ذیل فتوے بے دریغ لگاتا چلا جاتا ہے۔

اول :- "وہ نادان جو مسیح موعودؑ کی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت
بتاتا یا اس کے معنے ناقص نبوت کے کرتا ہے ہوش میں
آوے۔" (کلمۃ الفصل)

دوم :- "بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع
نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
قرآن کریم میں فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول
الا لیطاع باذن اللہ" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۵)

سوم :- "نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کے لئے یہ شرط ہے
کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا پہلے احکام میں سے کچھ
منسوخ کرے یا بلاواسطہ نبوت پائے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۲)

"**وہ نادان**" "بعض نادان" اور "نادان مسلمان" کے الفاظ اور فتووں کا مورد کون ہے؟ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنہوں نے

۱ - مسیح موعود کی نبوت کے معنے "ناقص نبوت" کے کئے **اور**
۲ - نبی کے لئے دوسرے نبی کا متبع نہ ہونا بیان کرکے بطور
دلیل آیت مندرجہ بالا کو پیش کیا ---------- **اور**

۳ - نبی کی وہ تعریف کی جس کا تیسرے فتوے منقولہ بالا
میں ذکر ہے۔

جیسا کہ آپ کے ارشادات مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے:۔

(۱) "آنے والے مسیح کو نبی کرکے بیان کیا گیا ہے مگر اس کو
امتی کرکے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔ اور امتیوں کی تمام صفات
اس میں رکھی گئی ہیں ...... ان تمام اشارات سے صاف ظاہر
ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفات سے
متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی
جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲)

(۲) "صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل
طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور
حدیثیہ کی رو سے بھی ممتنع ہے اللہ جلشانہ فرماتا ہے
وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن
اللہ" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

(۳) "اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے
ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ
منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور
براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق
رکھتے ہیں۔" (خط۔ اخبار الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

ہمارے دوست کو اگر کوئی شخص اس مغالطہ میں مبتلا کرنا چاہے کہ "نادانی" کے یہ فتوے

(ا) - حضرت مسیح موعودؑ پر "براہ راست" یا عمداً نہیں
بلکہ ضمناً یا سہواً عاید ہوتے ہیں۔

اور یا کہ

(ب) - ان فتووں کا اصل مورد و مصداق کوئی اور ہے۔

تو ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا نہیں ہے۔ ان فتووں کا مورد و مصداق آپ کے سوا اور کوئی ہو سکتا ہی نہیں کیونکہ آپ کے زمانہ میں آپ کے سوا کسی اور مسلمان عالم کا یہ خیال۔ قول اور عقیدہ نہیں تھا بلکہ اس وقت کے تمام علماء دین ان امور پر آپ کے ساتھ برسرِ تنازعہ و اختلاف تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ مسلمانوں کے یہ خیالات۔ اقوال اور عقائد ہوتے تو

۱ - حضرت اقدس کو خصائص و شرائط نبوت کا دعوے دار
نہ ٹھہرایا جاتا۔

۲ - آپ کی وحی اور الہامات میں "دعوئے نبوت" موجود ہونا
نہ سمجھا جاتا۔

۳ - آپ کے دعویٰ محدثیت کو دعویٰ نبوت کے مترادف قرار
نہ دیا جاتا۔

۴ - اور آپ پر دعویٰ نبوت کرنے کا الزام نہ لگایا جاتا۔

لہذا ہمارے دوست انصافاً فرمائیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم۔ صحابۂ رسول اللہ۔ امتِ رسول اکرم اور مسیح موعودؑ کی توہین و تحقیر کرنے سے خوف کھاتے ہوئے کوئی شخص جماعت ربوہ کے عقیدہ کی صحت و صداقت اور حقانیت کا اقرار کیونکر کرے اور کس بناء پر کرے؟

۴ - لاینحل عقدے اور مضحکہ خیز معمے

حضرت اقدس کو نبی قرار دینے اور ثابت کرنے کے لئے جماعت ربوہ کا عقیدہ نبوت کی ایسی تعریف کرتا ہے جس سے عقیدہ مذکورہ نا قابل فہم عقدہ لاینحل اور نا قابل قبول مضحکہ خیز معمہ بن جاتا ہے ملاحظہ ہو

(۱) تثلیث نبوت کا عقدہ

عیسائیت میں جب "ابن مریم" کو خدا بنا لیا گیا تو اس کا رسنے والوں نے الوہیت کی یہ تعریف کی کہ خدا "تین اقنوم" کا نام ہے یعنے باپ۔ بیٹا اور روح القدس۔ ان کے نزدیک خدا ہونے کے لئے ان تینوں

سے ہر اقنوم ضروری ہے۔ اس کے بالمقابل جماعت ربوہ کا عقیدہ تعریف نبوت کی "تین شرطیں" تسلیم کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے :۔

"ہمارے نزدیک نبی کی تعریف یہ ہے کہ وہ (۱) کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع پائے (۲) وہ غیب کی خبریں اور تبشیر کا پہلو اپنے اندر رکھتی ہوں (۳) خدا تعالےٰ اس شخص کا نام نبی رکھے۔ جن لوگوں میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ ہمارے نزدیک نبی ہوں گے۔"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۷)

"غرض جو تین شرائط میں نے ابتداء میں نبی کے لئے بتائی ہیں وہی شرائط ایسی ہیں جن میں وہ ہوں وہ نبی ہوگا اور جس میں وہ تینوں یا ان میں سے ایک نہ ہو وہ نبی نہیں کہلا سکتا۔"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۱۶)

عیسائی تعریفِ اُلوہیت کی دو اہم خصوصیات ہیں۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ

"خدا تین اقنوم پر مشتمل ہے مگر واحد بھی ہے یعنی تین ہوتے ہوئے اس کو ایک بھی کہہ سکتے ہیں۔

اور یہ خصوصیت جماعتِ ربوہ کی تعریف نبوت میں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ درحقیقت آیت لا یظھر علیٰ غیبہ میں ان تینوں شرطوں کا مفہوم آجاتا ہے جو میں نے اُوپر بیان کی ہیں اور ان تینوں شرطوں کو ایک ہی شرط بھی قرار دے سکتے ہیں......لا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول کے معنے ہی یہ قرار دیئے ہیں کہ وہ اخبار، انذار اور تبشیر اپنے اندر رکھتی ہوں اور نبی کا نام خدا کی طرف سے رکھا جانا بھی اسی آیت سے ثابت ہے کیونکہ غیر نبی پر تو اللہ تعالےٰ کثرت سے غیب ظاہر کرتا ہی نہیں..... پس کثرت سے اظہارِ امورِ غیبیہ کا ہونا ایک ایسی شرط ہے جو درحقیقت ایک ہی شرط نبوت ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۶۸ حاشیہ)

کیا کرشمہ اور کمال ہے کہ شرطیں تین ہیں جن میں سے ہر شرط ضروری ہے۔ مگر وہ تینوں ایک ہی شرط کے اندر سے نکل آتی ہیں۔ اسی لئے ان کو ایک ہی شرط بھی کہہ سکتے ہیں۔ عیسائی تعریفِ اُلوہیت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اُن کی یہ تعریف

کثرت فی الوحدت اور وحدت فی الکثرت کا ایسا عقدہ لاینحل ہے جو انسانی علم و عقل کے احاطہ ادراک و فہم سے باہر ہے۔

یہ خصوصیت بھی جماعت ربوہ کے عقیدہ تعریف نبوت میں بتمام و کمال موجود ہے۔ حسب عقیدہ مذکور "کثرت اظہارِ امورِ غیبیہ" نبوت کی واحد شرط ہے مگر

"نبوت ایک موہبت الٰہیہ ہے اور اللہ تعالےٰ ہی بتا سکتا ہے کہ کسی بندہ کو میں نے امورِ غیبیہ پر اس قدر اطلاع دی ہے یا نہیں کہ وہ نبی کہلا سکے اور یہ کہ خبر دینے والے کی اخبار ایسی اہم ہیں یا نہیں کہ اُن کی وجہ سے اُسے نبی کہہ سکیں۔"

یعنی "امورِ غیبیہ کی کثرت۔ اہمیت و عظمت" نبوت کی واحد شرط ہے مگر کوئی انسان ان کو سمجھ نہیں سکتا اور نہ انسانی علم و عقل ان کو معلوم کر سکتی ہے۔ یہ بتانا صرف اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ چہ خوش۔ عیسائی تعریفِ اُلوہیت کا نام تھا "تثلیثِ اُلوہیت" اور اس کا نام ہے "تثلیثِ نبوت"۔ عیسائیوں نے اپنے اس "عقدۂ لاینحل" کے ذریعہ دنیا کو پہلے حیران کر رکھا تھا (اور) اب جماعتِ ربوہ نے اس کے بالمقابل یہ نیا "عقدۂ لاینحل" کھڑا کر کے دنیا والوں کو پھر ششدر کر دیا ہے۔ کیا ہمارے دوست چاہتے ہیں کہ اس کو قبول کر لیا جائے؟

(۲) تعریفِ نبوت کا معمّہ

جماعت ربوہ کا عقیدہ تعریف نبوت کے متعلق کہتا ہے جیسا کہ اُوپر درج ہے :۔

"غیر نبی پر تو اللہ تعالےٰ کثرت سے غیب کرتا ہی نہیں .... پس کثرت سے اظہار امورِ غیبیہ ایک ایسی شرط ہے جو درحقیقت ایک ہی شرطِ نبوت ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۶۸ حاشیہ)

مگر اس تعریف پر بعض ایسے عقلی سوالات وارد ہوتے ہیں جو اس کو باطل کر دیتے ہیں مثلاً :۔

۱۔ کثرت سے کیا اور کس قدر تعداد مراد ہے؟

۲۔ اس کثرت کا تعیّن کہاں ہے اور کس نے کیا ہے؟

۳۔ یہ کثرت نبی بننے سے پہلے حاصل ہوتی ہے یا نبی بن جانے کے بعد؟

۴۔ اگر خدا تعالےٰ کسی شخص کو بغیر کثرت کے نبی مقرر کر دے یا کثرت کے باوجود نبی مقرر نہ کرے تو انسان کیا کریں گے؟

یہ مشکل سوالات ہیں جن سے دوچار ہونا عقیدہ مذکور پر لازم آتا ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ اپنا پہلو اور تعریف بدل جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو :۔

"اللہ تعالےٰ کے نام رکھنے کی شرط اس لئے ہے کہ اس امر کا فیصلہ کہ اظہارِ غیب جو کسی بندہ کو اللہ تعالےٰ بتائے ان کی اہمیت اور عظمت اور کثرت کا فیصلہ اللہ تعالےٰ ہی کر سکتا ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۶۸)

اور اللہ تعالےٰ یہ فیصلہ کس طرح کرتا ہے؟ کیا وہ تعداد بتا دیتا ہے کہ اب کثرت ہو گئی لہٰذا نبی مان لو؟ نہیں بلکہ وہ نبی نام رکھ دیتا ہے۔ اور اس نام کے رکھنے کے ساتھ ہی ہر چیز کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا نبوت کی تعریف صرف "اللہ تعالےٰ کا نبی نام رکھنا" ثابت ہوئی نہ کہ کثرتِ اظہارِ امورِ غیبیہ۔ چنانچہ علماء ربوہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ

۱۔ "مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر اہم امورِ غیبیہ کثیرہ نبی کی کامل شرط نہیں"۔ (قولِ بلیغ صفحہ ۱۶۹)

۲۔ "مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر اہم امورِ غیبیہ کی کثرت نبوت و رسالت کے ثبوت کی شرط ہے۔" (حوالہ مذکور)

۳۔ "مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ جو اہم امورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے ثبوتِ نبوت کی شرط ہوتا ہے" (قول بلیغ صفحہ ۱۷۰)

گویا "کثرت اظہار غیب" جس پر "حقیقت النبوۃ" میں بڑا طمطراق سے نبوت کی کوئی شرط نہ رہا بلکہ "شرطِ ثبوتِ نبوت" ہو گئی۔ اور نبوت کی واحد شرط "اللہ تعالےٰ کا نبی نام رکھنا" تھی۔ مگر عقلاً یہ شرط بھی ناکافی رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں حقیقت بھی ہوتی ہے اور مجاز بھی۔ جیسا کہ اس نے اپنے کلام میں محمد رسول اللہ کو "خدا" کر کے پکارا اور غلام احمد کو محمد اور احمد۔ عیسےٰ بن مریم اور مریم کے ناموں سے نامزد کیا۔ اس مشکل کے پیش نظر عقیدہ مذکور مزید پلٹی کھا کر مقام ثالث پر آ جاتا ہے۔ پڑھیئے :۔

"نبی کہلانے کے لئے پہلی شرط جو بنیادی شرط ہے وہ خدا کی طرف سے نبی اور رسول کا نام پانا یعنے اس عہدہ اور منصب پر مامور ہونا ہے۔"

(قول بلیغ صفحہ ۱۶۱)

"پس اصل شرط منصبِ نبوت پر ماموریت ہے جس سے وہ مامور مطاع بن جاتا ہے" (قول بلیغ صفحہ ۱۷۰)

یعنے نبی کی اصل تعریف منجانب اللہ عہدۂ نبوت پر مامور ہو کر "مطاع" بن جانا ہے اور نبی کی یہی وہ تعریف ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائی تھی اور جس کے انکار پر عقیدہ مذکور مصر ہے۔ کیا ہمارے دوست چاہتے ہیں کہ اس مضحکہ خیز معمّہ کو اپنے ایمان و اعتقاد کا جزو بنایا جائے؟ ہاں یہ سوال جواب طلب ضرور ہے کہ جماعت ربوہ کا عقیدہ "معمّہ" کیوں بنا ہے؟ جبکہ اس عقیدہ کو وضع کرنے والے بڑے بڑے عالمانِ دین ہیں۔ دراصل حضرت مامور خدا کی بیان کردہ تفسیر قرآن سے بغاوت کا یہ نتیجہ ہے۔ جو جماعت مذکور کے عقیدہ کی بنیادی آیتِ قرآن کو وہ تفسیر ملاحظہ ہو جو خدا کے مامور نے خود بیان فرمائی ہے :۔

(۱) "اور فرماتا ہے فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں" (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۲۳)

(۲) "قرآن شریف میں ہے فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں، یا رسول یا محدث اور مجدد۔" (ایام الصلح صفحہ ۱۷۱ حاشیہ)

ہمارے دوست اپنے سوال اور مطالبہ پر انصافاً غور فرمائیں۔ جماعتِ ربوہ کے عقیدہ کی صحت، صداقت اور

نبوت کا اقرار کرنے والے پر لازم ہوگا کہ حضرت اقدسؑ ماموریت کی بیان کردہ مندرجہ بالا تفسیر قرآن کو غلط اور نعوذ باللہ قرار دے اور یہ خیال است و محال است و جنوں۔ اس سے تو کہیں بہتر ہے کہ آپ کے مامور من اللہ ہونے سے انکار کر دیا جائے۔ نعوذ باللہ۔

۳۔ ظلّی نبوّت کا عجوبہ

عقیدہ جماعت ربوہ میں نبوت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) تشریعی نبوت (۲) مستقل نبوت (۳) ظلّی نبوت۔ تشریعی اور مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک آئے۔ مگر آپ کے بعد ان کا آنا بند ہو گیا۔ یہ بند ہونا اس وجہ سے نہیں کہ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گئی جیسا کہ حدیث "ختم بی النبیون" میں ہے بلکہ اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرت کے بعد نبوّت کا درجہ بڑھ گیا اور اس کا حصول مشکل ہو کر نبوّت کی قسم بدل گئی۔ لہذا نبوت تو پہلے سے بڑے درجہ والی جاری ہے مگر اس کا نام "ظلّی نبوّت" ہے۔ یہ بالکل نیا اور اچھوتا خیال ہے جو اس شخص کو ہرگز نہیں سوجھا جس کے نام پر یہ جماعت دوسرے نبیوں جیسا اُن سے برابر بلکہ ان سے بڑا درجہ کا نبی بناتی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے آپ کو "ظلّی نبی" کہا مگر ظلّی نبی کے معنے مندرجہ ذیل فرماتے ہیں:—

"ظلّی نبوّت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا"

(حقیقۃ الوحی)

یعنی اپنے نبی متبوع کے فیض سے بر منجانب اللہ وحی پانا یعنے مکالمہ الہیہ کے شرف سے سرفراز ہونا۔ علماء جماعت ربوہ حضرت اقدسؑ کے اس ارشاد کو منسوخ کہہ سکتے ہیں اور نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ نبوت ... یہی تو ہے جس کا ظلّی نبوّت نام ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع ہوئی ہے کیونکہ آنحضرتؐ سے پہلے دین کی پیروی اور کسی نبی کے فیض سے یہ نبوت نہیں مل سکتی تھی۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ جس شخص کو نبی بنانے کے لئے یہ سارا مخمصہ ہے یعنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام۔ ان کا عقیدہ اور مذہب اس کے برعکس کچھ اور ہے:

۱۔ "وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالےٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸)

۲۔ "سچے دین کا منبع اگر خود نفس امّارہ کے حجاب میں نہ ہو تو خدا تعالےٰ کے کلام کو سن سکتا ہے۔ سو ایک امتی کا اس طرح کا نبی بنانا سچے دین کا ایک لازمی نشانی ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۹)

اب ہمارے دوست دیانت داری سے ہمیں بتلائیں کہ ہم کیا کریں؟ کس کس کو غلط اور کس کس کو جھوٹا سمجھنے لگ جائیں؟ جس چیز کو یہ "ظلّی نبوّت" کہہ کر کامل نبوت بلکہ سابقہ نبوتوں سے بھی افضل نبوّت قرار دیتا ہے اس چیز کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ سچے دین اور سچے نبی کا لازمی نشان بتاتے ہیں۔ اگر یہ ظلّی نبوّت پہلے دینوں اور نبیوں کی پیروی سے نہیں مل سکتی تو کیا ان کے سچے دین اور سچے نبی ہونے سے انکار کر دیا جائے؟

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو حق سے شرماؤ (حضرت مسیح موعودؑ)

مبشّرات یا علمِ غیب یا پیشگوئیوں کا معمّہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور و معروف حدیث ہے:—

"لم یبق من النبوّۃ الا المبشّرات"

یعنے نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔ لوگوں نے پوچھا:—

"وما المبشرات یا رسول اللہ قال الرؤیا الصالحۃ"

یعنے مبشرات کیا ہیں فرمایا "الرؤیا الصالحۃ" جو مومن خود دیکھتا ہے یا اس کے لئے کسی اور کو دکھائی جاتی ہے۔ دوسری بار "رؤیا صالحہ" کو نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو بتایا لیکن جماعت ربوہ کا عقیدہ ان تمام تشریحات کو پس پشت ڈال کر مبشرات کو "عین نبوّت" قرار دیتا ہے۔ دیکھو حقیقۃ النبوت ص ۱۰۹۔ حضرت اقدسؑ نے نبوت کے لغوی معنوں کے لحاظ سے فرمایا:—

۱۔ "اسلام کی رُو سے جیسا کہ پہلے زمانہ میں خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں سے مکالمہ مخاطبہ کرتا تھا اب بھی کرتا ہے۔ اور ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صرف لفظی نزاع ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے ان نیک کلمات کو جو نبوت یعنے پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوّت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنے اس قدر کہ اس کے زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں کیونکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوّت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔ حالانکہ نبوت صرف آئندہ کی خبریں دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی الہام ہو اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریعت پر ختم ہو گئی ہے۔ صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں۔"

(چشمہ معرفت ص ۱۸۰-۱۸۱)

۲۔ "اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنے عبرانی میں اس کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنا۔ اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ پس میں جبکہ اس وقت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ اور جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

حضرت اقدسؑ کی یہ دو مفصل تحریریں ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۸ء کی ہمارے دوستوں کے سامنے ہیں۔ ان میں سے آپ نے نبی ہونے یا اپنے آپ کو نبی کہنے کا مفہوم بالوضاحت لکھ دیا ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں۔

فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ کہ آپ

(۱)۔ مبشرات یا علم غیب یا پیشگوئیوں کے معنوں میں نبی ہیں۔

(۲)۔ ان معنوں کی رو سے آپ نے نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ آپ انکار کرتے ہیں۔

(۳)۔ مبشرات اور علم غیب اور پیشگوئیاں ہم معنی اور مترادف المفہوم الفاظ ہیں۔

(۴)۔ علم غیب یا پیشگوئیاں نبوت کے وہ معنے ہیں جو لغت بیان کرتی ہے۔

(۵)۔ تحدیث (محدّث) کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوّت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔

(۶)۔ شریعت لانے یا مستقل ہونے کے معنی اور مفہوم میں آپ نبی نہیں اور نہ ایسا اقرار آپ نے کبھی کیا اور نہ آپ کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ حضرت اقدسؑ کا نبی ہونا یا اقرار نبوّت محض "لغوی معنوں" میں ہے۔ ہمارے دوست حضرت اقدسؑ کے اپنے سن ۱۹۰۸ء کے "کھلے اعلان" مندرجہ ذیل کو ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے حلّوں میں۔ یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے

پا کر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں یہ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں اس
جگہ صرف لغوی معنی مراد ہیں" (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸ حاشیہ)

لیکن جیساکہ ہمارے دوست کو ضرور معلوم ہوگا کہ جماعت ربوہ کا عقیدہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق صرف "لغوی معنوں" تک محدود نہیں۔ بلکہ اس کی رُو سے آپ نہ صرف لغوی معنوں میں نبی تھے بلکہ

اصطلاح اسلام میں بہ شریعت اسلام اور قرآن کریم کے معنوں سے بھی آپ
حقیقی نبی تھے (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۷۰-۱۸۰)

اور یا چونکہ حضرت اقدسؑ کے اقوال منقولہ بالا پر خطِ تنسیخ کھینچنا یا ان سے انکار کرنا ممکن نہیں لہذا جماعت مذکور کے علماء یہ پہلو اختیار کرتے ہیں کہ

اصطلاحِ اسلام۔ شریعت اسلام اور قرآن کریم میں بھی نبوت کے وہی معنے
ہیں جو لغت بیان کرتی ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۵۰)

اور یا جو حضرت اقدسؑ کے اقوال مندرجہ بالا میں مذکور ہیں یعنی
"کثرت اخبارِ غیب یا بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل مکالمہ الٰہیہ"

اور یا چونکہ علمائے جماعت ربوہ کے عقیدہ کا یہ پہلو حضرت اقدسؑ کے اقوال و عقائد کے منافی اور متضاد ہے لہذا یہ عقیدہ ایک اور مضحکہ خیز معمہ بن جاتا ہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ

(ا) انسان کے ساتھ خدا بھی کلام کرتا ہے اور شیطان بھی۔ بہت سے
لوگ ان دو قسم کے کلاموں میں تمیز نہ کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے
عاقبت خراب کر لیتے اور دوزخ میں پڑتے ہیں۔ لہذا ان دونوں کلاموں
میں فرق و امتیاز کا جاننا ضروری ہے۔

(ب) ان دونوں کلاموں میں واحد مابہ الامتیاز خدا کی وہ "فعلی شہادت" ہوتی ہے
جو خدا کے کلام کے ساتھ لازمی طور پر شامل ہوتی ہے مگر شیطان کا کلام اس
سے محروم ہوتا ہے۔ یہ فعلی شہادت خارق عادت معجزات۔ اخبارِ غیب اور
پیشگوئیوں کی کثرت پر مشتمل ہوتی ہے جو بے نظیر اور عدیم المثال کا درجہ رکھتی ہو۔

(ج) کثرتِ اخبارِ غیب یا بکثرت پیشگوئیاں کلامِ خدا اور کلامِ شیطان میں واحد امتیازی "علامت" ہے جس کلام کے ساتھ یہ علامت شامل نہیں ہوگی اس کو خدا
کا کلام نہیں بلکہ شیطان کا کلام کہا جائے گا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹ تا ۱۰۲
حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۱۱۱-۱۱۲-۱۳۹/۱۴۰ چشمہ معرفت صفحہ ۳۰۰-۳۰۱)

مگر جماعتِ ربوہ کا عقیدہ مکالمہ الٰہیہ اور مکالمہ شیطان کی اس واحد اور لازمی "امتیازی علامت" کو حقیقی نبوت اور کامل نبوت قرار دیتا ہے۔ گویا

جو کلام مکالمۂ خدا ہے وہ حقیقی اور کامل نبوت ہے۔ اور جو کلام حقیقی
اور کامل نبوت نہیں وہ مکالمۂ شیطان ہے۔

کیا عجیب معمہ ہے؟ کیا ہمارے دوست چاہتے ہیں کہ اس خلافِ علم و عقل معمہ کو بہر صورت قبول کر لیا جائے؟ آخر خدا داد عقل و خرد کا بھی کوئی کام اور مصرف ہے یا نہیں؟ آخر میں میرے انکار کی اس "دوسری وجہ" پر بطور خلاصہ یکبارگی نظر ڈالیں۔

(ا) یہ عقیدہ چار باتوں میں مکفرین کے فتوے کفر ۱۸۹۰ء کی حرف بحرف
نقل ہے:—

۱۔ آنے والے مسیح کے نبی ہونے کے بارے میں۔
۲۔ نبوت کی تعریف کے بارے میں۔
۳۔ اس خیال و استدلال کے بارے میں کہ حضرت اقدسؑ نے
تعریف نبوت کو تعریف محدثیت قرار دینے کی غلطی کی۔
۴۔ اور اس الزام و استدلال میں کہ حضرت اقدسؑ نے "دعویٰ نبوت"
کو "دعویٰ محدثیت" کا نام دینے کی غلطی کی۔

(ب) اس عقیدہ کی چار جھوٹی باتوں پر بنیاد رکھی گئی ہے:—

۱۔ حضرت اقدسؑ کے وقت مسلمانوں میں عام طور پر غلط تعریف نبوت
کا مسلم ہوتا اور آپ کا غلطی سے اس کا قائل رہنا۔
۲۔ حضرت اقدسؑ کا اپنی بیان کردہ تعریف نبوت کے لئے قرآن
کریم سے کوئی دلیل نہ دینا۔
۳۔ خدا کا آپکو بتانا کہ نبوت کی تعریف کا یہ عقیدہ درست نہیں درست یہ ہے

۴۔ آپ کی مجالس میں نبوت کے متعلق آپ کے اجتہاد کے درست نہ
نکلنے کا مہینوں چرچا رہنا۔

(ج) یہ عقیدہ چار طرح سے عظیم و کبیر ہستیوں کی توہین و تحقیر کرتا ہے:—

۱۔ محمد رسول اللہ کی
۲۔ صحابہ رسول اللہ کی
۳۔ تمام اُمتِ محمدیہ کی
۴۔ حضرت مسیح موعودؑ کی۔

(د) یہ عقیدہ چار لاینحل عقدوں اور معموں کا مجموعہ ہے:—

۱۔ تثلیث نبوت کا عقدہ۔
۲۔ تعریف نبوت کا معمہ۔
۳۔ ظلی نبوت کا عجوبہ۔
۴۔ علم غیب اور پیشگوئیوں کا معمہ۔

اور میں اپنے دوست عزیز و محترم سے پوچھتا ہوں۔ کیا ان سب باتوں کے باوجود اس عقیدہ کی صحت، صداقت اور مقبولیت کا اقرار کر لینا از روئے انصاف و دیانت جائز ہے؟ ان کو چاہیئے کہ اس بارے میں کوئی علمی اور عقلی دلیل تلاش کریں صرف تقلیدی اور اعتقادی باتوں کا پیش کرتے جانا غیر مقبول غیر مؤثر اور بیکار ہے۔ آپ نے اپنے سوال و مطالبہ میں جو دلیلیں لکھی ہیں ان کے لحاظ سے تو کوئی شخص یہ دلیل بھی نہایت کامیابی سے پیش کر سکتا ہے کہ میں نے اپنے انکار کی جو "دو وجوہات" بیان کی ہیں ان دونوں کی باتوں میں چونکہ "چار" کا عدد بار بار آتا ہے۔ لہذا خلیفہ ثانی و بانی عقیدہ جماعت ربوہ کا علامت مصلح موعود "کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے الہامی نشان کا فی الواقعہ مصداق ہونا اور بنا بریں عقیدہ جماعت مذکور کا سچا ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ جماعت مذکور کے شاعر عالم نے اس بارے میں مندرجہ ذیل دلیل دی۔ ہمارے دوست ملاحظہ فرما کر لطف اندوز ہوں ؎

دیکھ کر بے چارگی و ضعفِ دینِ مصطفےٰ	کی مسیح پاک نے بے تاب ہو کر التجا
اے خدائے لم یزل اے صاحبِ حسن و جمال	چشمِ انساں کو دکھا کوئی نشانِ بے مثال
یہ دعائے ناس سُن کر مہدی معہود کی	پیشگوئی کی خدا نے مصلح موعود کی
اور بتلائے مسیحائے زماں کو وہ نشاں	جو کہ اس کی ذات میں تھے رو نما اور ہی نہاں
ان نشانوں میں نشاں اک یہ بھی بتلایا گیا	چار کرنے والا ہوگا تین کو بیٹا ترا
چار حرم محترم تھیں مصلح موعود کی	ایک تقدیرِ خداوندی سے رحلت پا گئی
خانہ آباد میں تھیں تین باقی محسنات	ایک شادی اور کر کے چار کر دیں بیگمات

(اخبار الفضل مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۷۱ء)

سُبحان اللہ۔ کیسی "دندان شکن" دلیل ہے۔ مگر اس قسم کی دلیلیں علم و عقل کے منافی۔ دانش و بینش کی دشمن ہوتی ہیں اور صاحبانِ حق طلب اور انصاف پسند کے ذہنوں پر اثر انداز ہونے کی بجائے نفرت و بے اثری پیدا کرتی ہیں۔

خلاصۃ المقال میرے محترم دوست! میں مانتا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کی تمام اولاد جماعت ربوہ میں شامل ہے۔ خلیفہ ثانی مکرم مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آپؑ کے اولو العزم بیٹے تھے۔ اور خلیفہ ثالث مرزا ناصر احمد صاحب آپؑ کے جواں ہمت پوتے ہیں۔ ان ہر دو بزرگان کے سامنے عزت و عظمت سے میرا سر نگوں ہے اور اپنے امام و مقتدا کی تمام اولاد کی قدر و منزلت اور ادب و احترام کا جذبہ کامل میرے دل میں جاگزیں ہے۔ ان کی کسرِ شان اور تحقیر میری طبیعت کو ناگوار ہے۔ قسم بخدا قلب میں یہ جوش و ہیجان ہے کہ ہر بات جو اُن کی شان عقلی پر حرف لائے ہر اعتراض جو ان کے معیارِ فکری کو داغدار کرے **ھباءً منثوراً** کر دیا جائے۔ بلاشک حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ان کے ہی باپ اور دادا تھے مگر ان کا مقام اور مرتبہ ان سے بہت بلند اور اُونچا تھا۔ یہ سب غیر مامور مگر وہ مُرسل و مامورِ خدا تھے۔ اِن کی وجہ سے اُن کو دیکھنا غلط ہے بلکہ اُن کی وجہ سے اِن کو پرکھنا فرض ہے۔ ہمارے دوست کا سوال اور مطالبہ بجا ہے مگر اب وہ مجھے مشورہ دیں کہ میں اپنے علم و فہم کا کیا کروں؟ اپنی عقل خداداد کو کس بحرِ ظلمات میں جا کے غرق کروں؟ اور دلائل و حقائقِ متذکرہ کو کس آگ میں جا کے بھسم کروں؟ میں ہرگز نہیں مان سکتا اور نہیں مان سکتا کہ

مسیحِ زماں۔ امام الوقت مامورِ خدا

کی وہی تصویر ہے جو عقیدۂ جماعتِ ربوہ پیش کرتا ہے۔ ہمارے دوست اگر خلیفہ ثانی و المصلح الموعود کی پُر وقار۔ رُعب دار شخصیت کے گہرے پردہ کو درمیان سے ذرہ ہٹا کر سیدھے حضرت اقدسؑ کو دیکھیں تو ان کو اس تصویر کی قلبی۔ ذہنی اور ایمانی فساد انگیزیوں اور ہلاکت خیزیوں کا اندازہ ہو۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مؤرخہ ۱۷ مارچ ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۱

درخواست دعا

بحضور حضرت امیر محترم ایدہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔
امید ہے حضور والا معہ اہل و رفقاء کے بخیر ہونگے اور خدمات دینیہ میں مصروف ہوں گے۔
آنحضور کا یہ ادنیٰ خادم اور عقیدتمند گذشتہ ۱½ ماہ سے قلبی اور ذہنی عدم سکون اور اضطراب میں مبتلا ہے
آنحضور خود بھی اپنی نیم شب کی دعاؤں میں میری حل مشکلات کی دعا فرمادیں۔ نیز اکابرین سلسلہ اور
جماعتوں کو بھی دعا کے لئے تحریک فرمادیں۔ والسلام۔ ماسٹر عبدالکریم احمد سابقہ ٹروا ڈیا مجروالہ ضلع کشمیر
نوٹ:۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے دعا کی ہے۔ بزرگان جماعت سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

بیان القرآن جلد اوّل کی ضرورت

اگر کسی صاحب کے پاس بیان القرآن کی پہلی جلد فالتو ہو تو قیمت لے کر مجھے دے دیں۔ شکر گذار ہونگا۔

خاکسار: نصیر احمد فاروقی "الکوثر" ۱۶۲ شادمان کالونی نمبر ۱ لاہور نمبر ۳

ایورگرین پریس چمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

لوگوں سے نرمی کرو تشدد نہ کرو

عن ابی ھریرۃ قال قام اعرابی فبال فی المسجد فتناولہ الناس فقال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ و ھریقوا علی بولہ سجلاً من ماءٍ او ذنوبًا من ماءٍ فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔

ترجمہ:۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو لوگوں نے اسے روکنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو۔ اس لئے کہ تم آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ سختی کرنے کے لئے۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس میں تشدد روکنے کے لئے اخلاق کا اعلیٰ درجہ کا سبق ہے۔ صاف الفاظ میں سمجھا دیا کہ مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے بھائیوں کو سہولت اور نرمی سے سمجھائے۔ وہ مذہب جس کی تعلیم دشمنوں کے متعلق بھی یہ تھی کہ ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن اس کے علماء کی آج یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے امور پر تو ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں زبان نہیں ہلاتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس قدر تشدد کرتے ہیں کہ لوگوں کو دین سے متنفر کر دیتے ہیں، افسوس ہے کہ ان اخلاقی سبقوں پر جو احادیث سے ملتے ہیں کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔

فضل الباری کتاب الوضوء

نماز میں قال کے ساتھ حال

ارشادات امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

(بسلسلہ اشاعتِ گذشتہ)

پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کسی کی عظمت مان لیتے ہیں تو اس کے حضور جھکتے ہیں عظمت کا تقاضا ہی کہ اسکے لئے رکوع کرے۔ پس سبحان ربی العظیم زبان سے کہا۔ اور حال سے جھکنا دکھلایا۔ یہ اس قول کیساتھ حال دکھایا۔ پھر تیسرا قول ہے سبحان ربی الاعلیٰ۔ اعلیٰ افعل التفضیل ہے یہ بالذات سجدہ کو چاہتا ہے۔ اسلئے اسکے ساتھ حالی تصویر سجدہ میں گریگا۔ اس اقرار کے مناسب حال ہیئت فی الفور اختیار کرلی۔ اس قال کے ساتھ تین حال جسمانی ہیں ایک تصویر اس کے آگے پیش کی ہے۔ یہ ایک قسم کا قیام بھی کرتا ہے۔ زبان جو جسم کا ٹکڑا ہے۔ اس نے بھی کہا اور وہ شامل ہو گئی۔

تیسری چیز اور ہے وہ اگر شامل نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی وہ کیا ہے؟ وہ قلب ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے۔ کہ قلب کا قیام ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرکے دیکھے کہ درحقیقت وہ حمد بھی کرتا ہے اور کھڑا بھی ہے اور روح بھی کھڑا ہوا حمد کرتا ہے جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی کھڑا ہے۔ اور جب سبحان ربی العظیم کہتا ہے تو دیکھے کہ اتنا ہی نہیں کہ صرف عظمت کا اقرار ہی کیا ہے نہیں بلکہ ساتھ ہی جھکا بھی ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی روح بھی جھک گیا ہے۔ پھر تیسری نظر میں خدا کے حضور سجدہ میں گرا ہے۔ اسکی علوشان کو ملاحظہ میں لاکر اسکے ساتھ ہی دیکھے کہ روح بھی الوہیت کے آستانہ پر گرا ہوا ہے۔ غرض یہ حالت جبتک پیدا نہ ہولے اس وقت تک مطمئن نہ ہو کیونکہ یقیمون الصلوٰۃ کے معنی یہی ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ یہ حالت پیدا کیونکر ہو؟ تو اس کا جواب اتنا ہی ہے کہ نماز پر مداومت کی جائے اور وساوس اور شبہات سے پریشان نہ ہو ابتدائی حالت میں شکوک و شبہات سے ایک جنگ ضرور ہوتی ہے۔ اسکا علاج یہی ہے کہ نہ تھکنے والے استقلال اور صبر کے ساتھ لگا رہے۔ اور خدا تعالےٰ سے دعائیں مانگتا رہے۔ آخر وہ حالت پیدا ہو جاتی ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن کا مکتوب

برلن (جرمنی) مسجد میں عید الاضحی کی تقریب

امام برلن کی ریڈیو پر تقاریر

پانچ مرد اور عورتوں کا قبول اسلام

عید الاضحی کی تقریب

عید الاضحی کا مبارک تہوار ہم نے امسال ۲۶ فروری بروز ہفتہ مسجد برلن میں منایا۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ مبارک تہوار بصد خوشی و بارونق گذرا۔ مسجد مسلمان بھائیوں سے بھر گئی۔ اس میں انڈونیشیا، ہندوستان، پاکستان، افغانستان، ترکی، مصر، شام، سوڈان، اردن، یوگوسلاویہ سے آئے ہوئے مسلمان مرد و عورتوں کے علاوہ جرمن نومسلم بھی شامل تھے۔ شہر کے معزز عیسائی اور اخبارات کے نمائندے بھی شامل ہوئے۔ ساڑھے دس بجے نماز شروع ہوئی۔ بعد میں خطبہ ہوا۔ میرا یہ خطبہ ۲۵ منٹ تک جاری رہا۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شخصیتوں کو واضح کیا کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے ان کو امتحان میں ڈالا اور کس طرح انہوں نے خدا کے حکم، یقین اور ایثار اور اس کے لئے جان تک کو قربان کرنے کے اعلےٰ اصولوں کو اپنے عمل میں کر کے دکھایا۔ قربانی کے فلسفہ اور حج کے فلسفہ کو بھی بیان کیا اور وہ اصول زندگی بتائے جو ایک مسلمان اس تہوار سے سیکھتا ہے۔ میں نے اسلام میں قربانی کے تصور کا عیسائی تصور سے مقابلہ کرتے ہوئے کہا کہ اسلام انسان کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر لے جاتا ہے اور اسے خدا کے حضور رکھڑا کر کے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے حیوانی قوئے اور اپنی حیوانی خواہشات خدا کے نام پر قربان کرے تا خدا میں فنا ہو کر اسے نجات حاصل ہو۔ لیکن عیسائیت اس کے برعکس خدا کو آسمان سے زمین پر اتارتی ہے اور اسے انسانی جسم میں ڈال کر صلیب پر ذبح کرتی ہے تا ان کے زعم میں انسان نجات پائے۔

خطبہ کے بعد میں نے حاضرین کو عید مبارک کہا اور تمام حاضرین نے باری باری مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے عید مبارک کہی اور ساتھ ہی ساتھ آپس میں عید مبارک ملنے لگ گئے۔ حاضرین کی تواضع کے لئے اس دفعہ ہمارے ایک عرب نوجوان نے ایک سالم بکرا بھنا ہوا مسجد کے کونے میں لا رکھا۔ اس کے ساتھ چاول بھی تھے۔ تمام حاضرین نے بھنے ہوئے بکرے کو بڑے مزے سے کھایا۔ جزاہ اللہ۔ فوٹوگرافر کے لئے یہ امر دلچسپی کا باعث ثابت ہوا۔ انہوں نے اس کی تصاویر لیں اور دوسرے دن اپنی اپنی اخبارات میں شائع کیں۔ ان میں سے ایک تصویر آپ کو بھیجتا ہوں۔ بعض دوست رات کے کھانے تک میرے پاس ٹھہر گئے۔ کھانا ہوا اور رات دس بجے وہ سب مجھ سے خوشی الوداع ہوئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مقامی ریڈیو پر دو تقاریر

ریڈیو RIAS پر دو تقاریر کرنے کا موقعہ ملا۔ ایک ماہ دسمبر میں اور دوسری ماہ جنوری میں۔ ماہ دسمبر میں کرسمس کے موقعہ پر مجھے تقریر کرنے کو کہا گیا جو عیسائیوں کا سالانہ تہوار ہے اور امام مسجد برلن کو اس موقعہ پر تقریر کرنے کی دعوت کا آنا تعجب سے کم نہیں۔ یہ امر بتاتا ہے کہ لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں حقیقت کو معلوم کرنے کی خواہش موجود ہے۔ چنانچہ میں نے اس موقعہ پر جیسا کہ مجھے کہا گیا تھا پندرہ منٹ تک تقریر کی اور اس میں قرآن کریم کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارہ میں صداقت کو واضح کیا۔ مثلاً نبوت کا تصور، حضرت مریم کا اعلےٰ مقام۔ ان کو بیٹے کی پیدائش کے بارہ میں خوشخبری کا ملنا۔ بیٹے کا پیدا ہونا۔ حضرت عیسےٰ کی تعلیم۔ حضرت عیسیٰ کی مخالفت کی وجہ اور خدا کا ان مشکلات میں ان کو وعدہ۔ وعدہ کا پورا ہونا۔ ابنیت کے تصور کا رد۔ گناہ کی معافی کے بارہ میں قرآن کریم کی بشارت۔ مجھے ریڈیو والوں نے بتایا کہ میری اس تقریر کو سن کر لوگوں نے ان کو خطوط لکھے ہیں۔

دوسری تقریر

ماہ جنوری میں انہوں نے مجھے ایک اور تقریر کرنے کے لئے کہا۔ اس بار مسلمانوں کے تہوار کے بارہ میں۔ چونکہ ہمارا عید الاضحیٰ کا تہوار قریب آ رہا تھا۔ میں نے مکہ معظمہ میں حج اور قربانی کے تہوار کے بارہ میں پندرہ منٹ تقریر کی۔ یہ تقریر ۲۲ جنوری کو نشر کی گئی۔ میں نے اس تقریر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت اور ان کے مذہب کو بیان کرتے ہوئے ان امتحانات کو بیان کیا جن میں اللہ تعالےٰ نے ان کو ڈالا اور پھر بتایا کہ وہ کس طرح اس میں کامیاب ہوئے۔ حضرت ہاجرہ کا توکل علی اللہ اور صبر کا نمونہ۔ حضرت اسمٰعیل کا قربانی کے لئے تیار ہو جانا۔ بعد میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کا خانہ کعبہ کو استوار کرنا۔ اور ایک نبی کے ظاہر کرنے کے لئے دعا کرنا۔ دعا کا قبول ہو جانا اور سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بحیثیت خاتم النبیین ظاہر ہونا۔ آپؐ کا مسلمانوں کو حج کے ارکان سکھانا۔ حج کے ارکان کا فلسفہ اور قربانی کا فلسفہ۔ ان امور کو واضح کیا۔

ایسے مواقع کا مل جانا تو اسلام کے نظریات کو وسیع تر پھیلانے کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ اللھم انصرنا۔

دو تقاریر پبلک ہائی سکول میں

ماہ جنوری میں دو تقاریر پبلک ہائی سکول WEDDING میں ہوئیں۔ پہلی تقریر کا موضوع تھا:

- سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم۔

دوسری تقریر کا موضوع تھا:

- اسلام کے بنیادی اصول

یہ تقاریر شام ۸½ سے لے کر پونے دس بجے تک جاری رہیں۔ اس میں آدھ گھنٹہ کے قریب حاضرین کو سوال و جواب کا موقع دیا جاتا رہا۔ حاضرین نے لیکچر کے دوران اور سوال و جواب میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس سکول میں میرے پانچ اور لیکچر ہوں گے۔ ہر لیکچر منگل کے دن ہوتا ہے۔ موضوعات مختلف ہیں مثلاً:

- حضرت عیسیٰؑ اور نبوت کا مفہوم اسلام میں
- خدا، کائنات اور انسان، قرآن کریم میں
- اسلام کا دنیا میں پھیلنا اور جہاد (یعنی جنگیں)
- گناہ اور اس کی معافی کا فلسفہ اسلام میں
- شادی، کثرت ازدواج اور طلاق اسلام میں

یہ لیکچر ماہ فروری میں جاری رہیں گے، اور مارچ کے پہلے ہفتہ میں ختم ہوں گے۔

ماہ فروری میں تین اور لیکچرز کی دعوت STEGLITZ کے پبلک ہائی سکول سے آئی ہوئی ہے۔ یہ لیکچرز ہر سوموار کو ساڑھے سات بجے شام شروع ہوں گے اور پونے آٹھ بجے ختم ہوں گے۔

دو گروپ مسجد میں

دو گروپ مسجد میں آئے۔ حاضرین کی تعداد پچاس سے ستر تک تھی۔ ان میں مرد اور عورتیں شامل تھیں۔ ہر گروپ ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب میرے ساتھ مسجد میں رہا۔ ان کے سامنے اسلام کے بارہ میں اور قرآن کریم کے بارہ میں نظریات کو واضح کیا گیا۔ بعد میں ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

اٹھارہ لیکچرز مسجد میں

ان تقاریر کے علاوہ اٹھارہ لیکچرز مسجد میں جمعہ اور ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات میں دیئے۔ جمعہ کے دن خطبہ اور ہفتہ کے دن درس قرآن کریم اور سوال و جواب کا سلسلہ۔ ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات میں عیسائی دوستوں نے سوال و جواب کے دوران خاص طور پر دلچسپی لی۔

بارہ سو مارک کا ہدیہ

ہماری نومسلمہ بہن مبارکہ HENTSCHEL نے ماہ جنوری میں گھر کے کمروں کو خوبصورت بنانے کے لئے۔ دفتر کے کمرہ اور اس کے ملحق کمرہ جس میں ہمارے اجتماعات ہوتے ہیں۔ اور بالائی منزل میں دو کمروں میں خوبصورت کاغذ لگوایا ہے اور اس کے تمام اخراجات انہوں نے خود ہی برداشت

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۴ مارچ ۱۹۹۱ء

یومِ تحریکِ پاکستان

حصولِ پاکستان کی جدّ و جہد میں جماعت احمدیہ کا حصّہ

۲۳ ؍ مارچ کا دن قیامِ پاکستان کی تاریخ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، سنہ ۱۹۴۰ء میں اس روز قائدِ اعظم محمد علی جناح کی زیرِ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ نے متحدہ برِّصغیر کی اسلامی اکثریتوں کی آزاد حکومت کے قیام کے لئے ایک تاریخی قرارداد پاس کی جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:۔

"مسلمانوں کی اکثریت والے علاقوں کو باہم متحد کر کے دو منطقے یا حلقے بنائے جائیں ایک شمال و مغربی حلقہ جو سندھ، بلوچستان، سرحد اور پنجاب وغیرہ پر مشتمل ہوگا اور دوسرا شرقی حلقہ جس میں بنگال اور آسام شامل ہوں گے یہ دونوں حلقے بجائے خود آزاد و خود مختار ہوں گے اور انہیں بقیہ ہندوستان سے کوئی واسطہ و علاقہ نہ ہوگا۔"

اس قرارداد کو عملی صورت دینے کے لئے حضرت قائدِ اعظم کو پورے سات سال مسلسل جدوجہد کرنی پڑی۔ آل انڈیا کانگرس ایک طرف اور حکومتِ برطانیہ دوسری اس کی مخالفت میں کھڑی ہوگئی، لیکن قائدِ اعظم کے عزمِ راسخ اور مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں ۱۴ ؍ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کو وہ مبارک دن دیکھنے میں آیا جب مذکورہ قرارداد نے پاکستان کے نام سے عملی شکل اختیار کرلی۔

مذکورہ قرارداد کی یاد آج تمام پاکستان میں نہایت خوشی و ابتہاج کے ساتھ منائی جا رہی ہے۔ اس خوشی کے مبارک موقعہ پر ہم تمام اہالیانِ پاکستان کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال و کردار میں ایسی برکت نازل کرے اور ان کے دلوں کو ایسا پاک کر دے کہ یہ ملک صحیح معنوں میں پاکستان بن جائے۔

اس سلسلہ میں نہایت افسوس کے ساتھ سننے میں آیا ہے کہ جماعت ربوہ کی طرف سے یہ پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ :۔

"لاہوریوں نے تحریکِ پاکستان پُرزور مخالفت کی تھی، اور غیر مبائعین احراریوں سے کم غدار نہیں۔"

یہ ایک خط کا اقتباس ہے جو راولپنڈی سے ایک صاحب بشیر احمد ایم اے ؛ اکس پرنسپل مسلم کالج راولپنڈی نے ہمیں بھیجا ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"اپنے تحفظ کے لئے وہ تاریخ احمدیت کے اقتباسات پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں امید ہے آپ اس بارہ میں جلد از جلد رہنمائی فرمائیں گے اور تحریکِ پاکستان میں جماعت کے رول پر مفصل تحریر کریں گے۔"

اس خط کے موصول ہونے پر ہم نے مکتوب نگار کو "تحریکِ احمدیت" کا وہ حصّہ جس میں اس قسم کا مواد درج ہے فراہم کرنے کے لئے لکھا جس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں :۔

"میں نے ایک مقامی قادیانی سے تاریخ احمدیت مانگی ہے لیکن اس نے یہ کہکر دینے سے انکار کر دیا کہ تم غیر مبائعین کے طرف دار ہو اس لئے ہم کوئی کتاب نہیں دے سکتے .... ایک مشہور قادیانی خواجہ عنایت اللہ بار بار یہ کہتا ہے کہ غیر مبائعین کے سرخیل محمد علی نے مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کے لئے کچھ نہیں کیا، محض ایک تار اخبارات کو دیا اور وہ بھی سنہ ۱۹۴۵ء میں جبکہ تحریک اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔"

یہ ہے ان لوگوں کا کردار، جو بات بات میں جھوٹ بولنے اور جھوٹا پراپیگنڈا کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے اور جب ثبوت طلب کیا جائے تو آئیں بائیں شائیں کر کے ٹال دیتے ہیں اور وہ کتاب بھی دکھانے کی انہیں ہمت نہیں پڑتی، جس میں ایسا پراپیگنڈا کیا گیا ہے، ان حالات میں ہم مکتوب نگار صاحب کی فرمائش کے مطابق ذیل میں سنہ ۱۹۴۰ء اور سنہ ۱۹۴۷ء کے پیغامِ صلح سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن میں قرارداد پاکستان کی پُرزور تائید کی گئی اور قیامِ پاکستان کے موقعہ پر جماعت احمدیہ کے سرخیل حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگانِ جماعت کی طرف سے دلی خوشی و مسرت کا اظہار کیا گیا۔

۱۔ پیغامِ صلح مؤرخہ ۳ ؍ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء سے بعنوان :

"آل انڈیا مسلم لیگ کا کامیاب سالانہ اجتماع"

"اسلامی اکثریتوں کی آزاد حکومتوں کے متعلق تاریخی قرارداد"

ان عنوانات کے ماتحت ایک طویل مقالہ افتتاحیہ لکھا گیا، جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

"آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب رہا اس میں اسلامی ہند کے سیاسی اکابر و نمائندے جمع ہوئے موجودہ سیاسی صورتِ حالات پر انہوں نے احتیاط و تدبّر سے غور کیا، مسٹر جناح کا خطبہ صدارت نہایت جامع، مدلّل، اور فکرِ صحیح کا عمدہ نمونہ تھا .... ہم لیگ کے اس کامیاب اجلاس پر مسٹر جناح اور ان کے معزز رفقائے کار کو مبارک باد دیتے ہیں ...... ہمارے خیال میں لیگ کے اس اجتماع کا حاصل اسلامی اکثریتوں کی آزاد حکومتوں کے متعلق وہ تاریخی قرارداد ہے جسے مسٹر فضل حق صاحب وزیر بنگال نے نہایت قابلیت سے پیش کیا اور جو مختلف صوبوں کے متعدد نمائندوں کی پُرزور تائید کے ساتھ متفقہ طور پر منظور کی گئی .... خلاصہ اس کا یہ ہے۔"

اس سے آگے قرارداد کے منقولہ بالا الفاظ درج کرنے کے بعد لکھا ہے :۔

"جیسا کہ ہم اُوپر عرض کر چکے ہیں کہ یہ قرارداد کامل اتفاق رائے سے منظور ہوئی ...... ہر ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے انصاف و دیانت کی دولت اور فکرِ صحیح کی قابلیت عطا فرمائی ہے وہ یقیناً اسلامی ہندوستان کے اس مطالبہ کی حمایت کے لئے اپنے آپ کو مجبور پائے گا۔"

ایسا ہی ۳ ؍ مئی سنہ ۱۹۴۰ء کے پیغامِ صلح میں صفحہ ۲ پر قراردادِ پاکستان کی حمایت میں ایک اور پُرزور مضمون درج ہے جس میں اس قرارداد کی تاریخی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے، کمی گنجائش کی وجہ سے ہم اس کو نقل کرنے سے قاصر ہیں اور صاحبانِ بصیرت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا مندرجہ بالا اقتباس میں تحریکِ پاکستان کی مخالفت پائی جاتی ہے یا تائید و حمایت ؟ اور ان مضامین کے ہوتے ہوئے کیا قادیانی حضرات کا یہ پراپیگنڈا کہ جماعت احمدیہ لاہور نے تحریکِ پاکستان کی پُرزور مخالفت کی تھی صریح جھوٹ نہیں ؟

آئیے اب ہم آپ کو سنہ ۱۹۴۷ء میں لے چلتے ہیں جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اس موقعہ پر پیغامِ صلح کا ایک خاص نمبر شائع کیا گیا، جس کے پہلے صفحہ پر قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی تصویر ہے، اور سب سے پہلا مضمون جو جلی قلم سے شائع ہوا وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے "ہدیہ تبریک بہ تقریب سعید قیامِ پاکستان" لکھا جو درج ذیل ہے :۔

"۱۔ میں سب سے پہلے قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں جن کے خدا پر بھروسہ اور دن رات کی انتھک کوششوں سے، جن کے عزم اور استقلال سے، جن کی دور بینی سے جن کی بے نفسی سے، جن کی زبردست قوّتِ مقابلہ سے، جن کی وسعتِ قلبی سے آج مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشّان نعمت سے متمتع کیا کہ انہیں ہندوستان کے ایک حصّہ پر حکومت عطا فرمائی۔ اے خدا تو اس مردِ خدا کی عُمر اور صحت میں برکت دے اور اسے اور ہم سب کو یہ توفیق عطا فرما کہ ہم تیری اس نعمت کو لئے ہوئے تیرے شکرگذار بندے بنیں اور ہمارے سر عاجزی سے تیرے در پر جھکے رہیں مسلمان دوسروں پر حکومت کریں تو خدا کے عاجز بندے بن کر کریں۔

۲۔ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان سب مسلمانوں کی خدمت میں، ان کے عوام اور رؤساء کی خدمت میں جن کی قربانیوں سے پاکستان بنا بالخصوص ان عوام کی خدمت میں جن کی قربانیوں میں کسی قسم کی اغراض نفسانی کی ملاوٹ نہ تھی جو قربانیاں کرنے میں آگے تھے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے ہونگے ان میں سب سے بڑی قربانی وہ ہے جس نے مسلمان قوم کے اندر اتحاد پیدا کیا اور ان سب سے اس دُعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس اتحاد کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھے

(باقی صفحہ آئندہ پر)

سیکھو

(ابوارشد)

دُنیا میں بلاؤں سے نمٹنا سیکھو
گر جاؤ اگر پھر بھی سنبھلنا سیکھو
کوشش نہ کبھی ہاتھ سے جانے پائے
پھنس جاؤ بھنور میں تو اُبھرنا سیکھو

بقیہ مقالہ ــــــــ از صفحہ ۳

اور اس میں اور ترقی دے رَبَّنا لَا تجعل فی قلوبنا غلًّا للذین آمنوا۔ ہمارے دلوں میں کلمہ گوؤں کے ساتھ کسی قسم کا حسد اور کینہ باقی نہ رہے اور ان مسلمان بھائیوں کو بھی جو ابھی تک اتحاد میں شامل نہیں ہوئے یہ سمجھ عطا فرما کہ ان کی قوت کا راز اتحاد میں ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ان میں سے آج کسی کو عزت بھی مل جائے تو کل کو وہ سب ذلیل ہوں گے خود وہ بھی ذلیل ہو گا۔

۳۔ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان غیر معلوم مسلمانوں کی خدمت میں جن کی راتوں کی دُعائیں اور بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور نصرت کو لانے کا ذریعہ بنی ہے اور جن کی کوششوں سے خدا کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔

۴۔ بالآخر میں دُعائے مغفرت و ترقی درجات کرتا ہوں ان بزرگوں کے لئے جنہوں نے اس ملک میں تبلیغ اسلام کا وہ بیج بویا جس کا پھل آج ہم پاکستان کے رنگ میں کھا رہے ہیں۔ اگر ان بزرگوں نے یہ بنیاد نہ رکھی ہوتی تو آج نہ صرف پاکستان ہی ہمارے وہم میں نہ آسکتا تھا بلکہ ہم میں سے کروڑہا انسان شرک اور بُت پرستی کی ظلمت میں مبتلا ہوتے، اور درخواست کرتا ہوں کہ مسلمان بھائی یہ دعا کریں کہ خدا ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ جن کے سینوں میں یہ تڑپ تھی کہ وہ اس زمین کو خدا کے نور سے روشن کر دیں اور خدا کا آخری پیغام قرآن تمام لوگوں تک پہنچا دیں تاکہ ہم آنے والی نسلوں کے لئے وہی ورثہ چھوڑیں جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا جس طرح آج ان کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم پاکستان بنا رہے ہیں۔ ہماری محنت اور قربانیوں کی بنیاد پر وہ سارے ہندوستان کو ہی نہیں ساری دنیا کو ایسا پاکستان بنا دیں جس میں بندوں کا تعلق اپنے خدا سے قائم ہو اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر رحم ہو مسلمان پر بھی اور غیر مسلم پر بھی اور ظلم و فساد دنیا سے مٹ کر ساری نسل انسانی ایک کنبہ کی طرح رہے۔

۵۔ اور بالآخر یہ دُعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو نے اگر ہمیں حکومت دی ہے تو خدمتِ خلق کی تڑپ بھی عطا فرما اور ہمیں ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما جنہوں نے بادشاہ ہو کر فقیرانہ زندگیاں بسر کیں اور اپنے آپ کو اپنی رعایا کا حاکم نہیں ان کا خادم سمجھا اور ان کی خدمت کے لئے ادنے سے ادنے کام میں اپنی عزت سمجھی۔ تو اس اسلامی حکومت کو ایک ایسا نمونہ بنا جس سے دنیا کی دوسری حکومتیں عدل و انصاف کا، رواداری کا، دیانت اور امانت کا، مخلوقِ خدا کی خدمت کا سبق سیکھیں۔ تو اس کے عمّال کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے کو یہ توفیق عطا فرما کہ ان کے سر تیرے احکام پر جھکے رہیں اور انکے دل مخلوق خدا پر رحم سے بھرے رہیں۔ محمد علی۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ ۱۳؍رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ)

کیا مرزئیل احمدیت کی یہ درد بھری اور پُر از انبساط تحریر سے پاکستان کی مخالفت پائی جاتی ہے یا تائید و حمایت؟

علاوہ ازیں اسی اخبار میں مدیر پیغام صلح نے جو افتتاحیہ لکھا اس کا عنوان ہے:۔

"پاکستان ــــــ ایک محیّر العقول واقعہ"

"حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں جماعت احمدیہ کا حصّہ"

ان عنوانات کے تحت قیامِ پاکستان کو مسلم لیگ اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کی عظیم الشان فتح قرار دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ:۔

"ایسی فتوحات سوائے اس کے کہ خدا تعالے کا ایک خاص ہاتھ ان کی تائید میں ہو اور وہ اپنے خاص فضل سے اپنے نام لیواؤں کو نوازنا چاہتا ہو کبھی نصیب نہیں ہو سکتیں"

اسی ضمن میں قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں احمدیہ جماعت کے حصّہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ایسی حالت میں کہ یہ ایک انعام الٰہی ہے جو بلا امتیاز مسلمانوں کو ملا ہے، یہ کہنا کہ اس کے حصول میں کیا کچھ جدّوجہد کس کس نے کی یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا کا مصداق ہوگا۔ تاہم کسی تعریف کی خواہش کئے بغیر یہ کہنا بے موقعہ نہیں کہ جہاں اللہ تعالےٰ نے عام مسلمانوں کو مسلم لیگ اور پاکستان کی تائید میں کھڑا کر دیا، وہاں جماعت احمدیہ کو بھی یہ توفیق دی کہ وہ اپنے مقدس امام کی ہدایت کے مطابق دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کی خاطر اپنی بساط کے موافق اس کی حمایت میں آواز بلند کرے، یہ ایک مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے، جسے سیاسیات سے چنداں سروکار نہیں، لیکن جہاں مسلمانوں کا وقار ایک متفقہ آواز کا طلبگار ہو اس جماعت نے ان کا ساتھ دینے سے کبھی گریز نہیں کیا، اور تحریک پاکستان کے تمام دور میں اس کے اخبارات بالخصوص انگریزی اخبار "لائٹ" نہایت زبردست مضامین اس کی حمایت میں لکھتا رہا۔ اور ہم فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مضامین خود قائدِ اعظمؒ کی نظروں سے گذرتے رہے اور ان کی اہمیت کا اعتراف انہیں کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ایک سابق وائسرائے کے ساتھ گفتگو کے دوران میں بھی ایسے بعض مضامین کا ذکر آیا۔

اسی طرح مسلم لیگ کی ہر ضرورت کے موقعہ پر اس جماعت نے اپنی طاقت کے مطابق امداد کے لئے قدم بڑھایا اور کئی مرتبہ بیش قرار رقوم چندوں میں پیش کیں، ہر تحریک میں اس جماعت کے افراد مردوں اور عورتوں نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر شمولیت اختیار کی اور اپنی تبلیغی جدوجہد کو برقرار رکھتے ہوئے حصولِ پاکستان کے لئے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اپنی بضاعتہ مزجاۃ میں سے خرچ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس جماعت کے ان بزرگوں نے جنہیں اللہ تعالےٰ راتوں کی تاریکیوں میں اپنے حضور کھڑا ہونے کی توفیق دیتا ہے، اسلام اور مسلمانوں کی برتری اور پاکستان کے حصول کے لئے دردِ دل سے دعائیں کیں، انہی دعاؤں کے جواب میں کچھ مدت پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ کو "پاکستان زندہ باد" کی بشارت بھی جناب الٰہی کی طرف سے دی گئی، اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو سنا اور ان کی ناچیز اور حقیر ترین قربانیوں کو قبول فرمایا جس کے نتیجہ میں آج ہم دلی رغبت کے ساتھ "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ بلند کرتے اور تمام جماعت احمدیہ، تمام مسلمانوں اور مسلم لیگ کے کارکنوں اور سب سے بڑھ کر قائدِ اعظم کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔"

ایسا ہی جماعت کے دوسرے بزرگوں ــــ ڈاکٹر غلام محمد صاحب، شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری، شیخ محمد طفیل صاحب مرزا مسعود بیگ صاحب وغیرہم نے قیامِ پاکستان کی مبارک تقریب کی خوشی میں مقالات لکھے اور مولانا مرتضےٰ خان صاحب اور محمد اعظم علوی صاحب نے ولولہ انگیز نظمیں لکھیں جو سب اس اخبار میں درج ہیں نیز حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کے تین خطبات شائع کئے گئے جن میں مملکت اسلامیہ پاکستان کی اہمیت پر خاص طور پر زور دیا گیا۔ کیا یہ سب کچھ پاکستان کی مخالفت ہے؟ کیا یہ تمام مضامین جماعت احمدیہ لاہور کی طرف تحریک پاکستان کی "پُر زور مخالفت" کا نتیجہ ہیں؟ پھر کیا کہیں ہم ان لوگوں کو جو اس قسم کا جھوٹا پروپیگنڈا کرنے اور غیر احمدی مخالفین کے قدم بقدم چل کر نہ صرف جماعت احمدیہ لاہور بلکہ بانیٔ احمدیت حضرت مسیح موعودؑ کی بدنامی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، خدا ہی ہے جو ان لوگوں کو ہدایت دے۔

اللّٰھم احفظنا من قوم الظالمین

فہرست اغلاط

چودہری شکر اللہ صاحب منصور کے مضمون مندرجہ ۲۴؍فروری ۱۹۷۱ء میں ذیل کی اغلاط رہ گئی ہیں قارئین کرام درست فرمالیں:۔

(۱) صفحہ ۷ کالم ۲ میں نیچے کی آخری چار سطریں چھوڑ کر اُوپر والی سطر میں یہ مصرع لکھا گیا ہے ؎

"شاید کہ اُس کے دل میں اُتر جائے مری بات"

اس مصرع میں لفظ "اس" کے آگے لفظ "کے" لکھ دیا گیا ہے جو نہیں ہونا چاہیئے۔

(۲)۔ صفحہ ۷ کالم ۲ اُوپر سے نیچے کی سطر ۱۵ میں یہ الفاظ لکھے ہیں:۔ "ہاں ایک پہلو سے نبی اور دوسرے پہلو سے اُمتی"۔ اس فقرہ میں لفظ "دوسرے" کی بجائے "ایک" ہونا چاہیئے۔

(۳) صفحہ ۸ کالم ۱ کی سطر ۲ میں لفظ "صاف" کی بجائے لفظ "صرف" چاہیئے۔

(۴) صفحہ ۸ کالم ۱ میں نیچے سے اوپر کو پانچویں سطر میں لفظ "جماعت" کے آگے لفظ "مذکور" ہونا چاہیئے اور اسی جگہ اگلی سطر میں "نام نہاد" کے الفاظ کاٹ دینے چاہئیں۔

(۵) صفحہ ۸ کالم ۲ کی اُوپر سے نیچے چودھویں سطر میں لفظ "غلط" کے آگے لفظ "ہیں" ہونا چاہیئے

(۶) صفحہ ۸ کالم ۲ کی اُوپر سے نیچے تیسویں سطر میں الفاظ "وہ شخص" اور "کل" کے درمیان لفظ "جو" ہونا چاہیئے۔ اسی طرح سطر ۳۵ میں الفاظ "وہ" اور "دانائی" کے درمیان بھی لفظ "جو" ہونا چاہیئے۔

(۷) صفحہ ۹ کالم ۲ کی سطر ۱۷ میں اس سطر کے آخری لفظ "جن" کی بجائے لفظ "جس" ہونا چاہیئے۔

(۸) صفحہ ۱۰ کالم ۲ سطر ۷ میں الفاظ "مکرم خانصاحب" کی بجائے "مکرم میاں صاحب" ہونے چاہئیں۔

درخواست دعا

میاں رحیم بخش صاحب مِنا و بیگم صاحبہ دونوں بیمار ہیں۔ میاں صاحب کو تپِ محرقہ اور بیگم صاحبہ کو نمونیہ ہو گیا ہے۔ دونوں جناح ہسپتال میں داخل ہو گئے ہیں۔ احباب سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

مخلوق کے ہر فرد کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہر مسلمان کا فرضِ اوّلین ہے

خدا کی مخلوق سے ہمدردی کی جائے تو خدا راضی ہوتا ہے

خطبہ جمعہ
مؤرخہ ۱۸ مارچ ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیر قوم
مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً و بالوالدین احساناً و بذی القربیٰ والیتٰمی والمسٰکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً ———— واعتدنا للکافرین عذاباً مہیناً۔
———— (النساء ۳۶ : ۳۷) ————

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل کے ساتھ یہ بیان فرمایا ہے کہ کوئی شخص جو مجھے پانا چاہتا ہے وہ میری مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرے، خیر خواہی، عزت اور محبت کا برتاؤ کرے ایک جگہ فرمایا ولقد کرّمنا بنی آدم ہر انسان کا بچہ جس پر بنی آدم کا لفظ بولا جاتا ہے ہم نے اس کی تکریم کی ہے۔

یہ آیت ہندوؤں، عیسائیوں، اور دوسرے دنیا جہان کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ یقین کریں گے کہ اس میں ساری مخلوق کے لئے بھلائی کی تلقین کی گئی ہے۔ اس آیہ کریمہ کے پیش نظر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ آدم زاد کی تکریم کرے۔

ہم جانتے ہیں کہ عبادت الٰہی ترک کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی شان میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آتا اور اسی لئے فرمایا کہ اگر ساری دنیا دن رات عبادت کرتی رہے تو اس کی شان میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی، اور اگر ساری دنیا اس خالق و مالک کا انکار کرتی رہے اور تمام قسم کے گناہوں کی شکار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا لیکن اگر خدا کی مخلوق پر ظلم کیا جائے تو خدا تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور خدا کی مخلوق سے ہمدردی کی جاوے تو وہ راضی ہوتا ہے۔

اس نے جو واعبدوا اللہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کا حکم کیوں دیا ہے یہ حکم ہماری تربیت کے لئے ہے۔ اگر خدا پر ایمان و یقین ہو اور اس کے آگے سر عبودیت جھکایا جائے تو ایسا شخص خدا کی مخلوق کے ساتھ محبت کرے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تمام مخلوق اسی کی پیدا کردہ اور اسی کا کنبہ ہے اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ۔

پس جس نے خدا کی مخلوق کے ساتھ محبت کی اس نے خدا کو پا لیا۔ خدا کا پیارا وہ ہے جو اپنے بھائی بندوں کی زیادہ خدمت کرتا ہے۔ یہ دونوں باتیں اس رکوع میں درج ہیں، فرمایا

واعبدوا اللہ۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو اس کی فرمانبرداری کرو۔ ولا تشرکوا بہ شیئاً۔ یہ کائنات ساری کی ساری مخلوق ہے اور ساری کی ساری مربوب ہے۔ اللہ تعالیٰ چرند پرند۔ حیوانات۔ انسان۔ نباتات اور جمادات کا خالق و مالک ہے۔ اس نے حکم دیا ہے لا تشرکوا بہ شیئاً نہ سورج و قمر کی پرستش کی جائے نہ کسی اور چیز کی لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰہ الذی خلقھن۔ تمام مخلوق اسی کی محتاج ہے۔ اس لئے نہ پانی کی پرستش کی جائے نہ ہوا اور درخت، پتھر اور گائے وغیرہ کی پرستش کی جائے، نہ کسی انسان کو معبود بنایا جائے یہ سب مخلوق ہیں اور مخلوق کی پرستش نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد فرمایا و بالوالدین احساناً۔ مخلوق میں سے سب سے اول ماں باپ ہیں اس لئے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ماں باپ کی خدمت کرنے اور ان پر احسان کرنے کا حکم دیا۔ خدا تعالیٰ کو ماں باپ کی خدمت کرنا بہت پسند ہے و بذی القربیٰ۔ ماں باپ کے علاوہ قرابت داری کا لحاظ رکھو۔ اپنی طرف سے کوشش کرو کہ تمہارے اخلاق و اعمال کی وجہ سے قرابت کا رشتہ ٹوٹ نہ جائے، اپنے قریبیوں سے اچھا سلوک کرو۔ والجار ذی القربیٰ پھر جو تمہارا ہمسایہ ہو اس کے ساتھ احسان و مروّت کا سلوک کرو۔ ہمسایہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک، تو مسلمان ہمسایہ، دوسرے غیر قوم کا ہمسایہ۔ اگر تمہارا ہمسایہ ہندو ہو یا عیسائی ہو، ہر ایک کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ تمہارے اعمال سے پتہ چلے کہ تم مسلمان ہو۔ غرض کوئی کسی قوم کا ہو اس کا ہر طرح سے لحاظ رکھا جائے اس ضمن میں فرمایا رسول کریم صلعم نے فرمایا لا یؤمن باللہ والیوم الاٰخر من بات شبعان و جارہ طاوٍ الیٰ جنبہ یعنی اس شخص کا خدا اور آخرت پر کوئی ایمان نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر بستر پر جا لیٹے اور اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔ نیز اسی ضمن میں فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یدخل الجنۃ عبد لا یامن جارہ بوائقہ۔ یعنی وہ شخص بھی جنت میں نہ جانے پائے گا جس کے ہمسائے اس کے نقصان دہ اعمال سے بچتے نہیں۔ غرض مسلمان وہ ہے جس کا وجود سلامتی ہی سلامتی ہو۔

پھر قوم کے درمیان مساکین ہیں یتامیٰ ہیں۔ وہ قوم، قوم نہیں جو اپنے یتامیٰ اور مساکین کی خبر گیری نہیں کرتی۔ قوم کے لئے بڑے آدمی مفید ہوتے ہیں تو چھوٹے آدمی بھی مفید ہوتے ہیں مساکین وہ ہیں جو سکون کی حالت میں ہیں مجبوریوں، معذوریوں اور مشکلات سے گھرے ہوئے ہیں اور آگے نہیں بڑھ سکتے ان کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

اور فرمایا وابن السبیل مسافر سے بھی اچھا سلوک کرو۔ وہ کوئی ہو کسی قوم یا وطن کا ہو۔ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو، اس کی بھی تم خدمت کرو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کا وفد مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی خدمت کی اور انہیں مسجد کے اندر گرجا کرنے کی اجازت دی۔ اور اس طرح مسلمانوں کو عملاً تلقین فرمائی کہ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔

یہ تو خدا کا حکم سب قوموں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے کا ہے لیکن آج کس قدر بدقسمتی ہے کہ پاکستان کے مسلمان آپس میں ہی لڑ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی بے عزتی کی جاتی ہے۔ ایک دوسرے کو بدنام کرنے کے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ یہ طریق نقصان دہ ہے۔ یہ اسلامی رویہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ انما المؤمنین اخوۃ مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہنا اور نیک سلوک کرنا چاہیئے۔ ہماری جماعت احمدیہ کے بھی دو فریق ہیں ان دونوں نے بھی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف لڑائی مول لے رکھی ہے یہ نہایت غیر مناسب امر ہے۔ اس سے نقصان ہوتا ہے فائدہ کچھ بھی نہیں۔ صرف اصولی اور مسائل کی گفتگو ہونی چاہیئے، اور اس کے علاوہ کوئی زیادتی کا کلمہ استعمال نہ کیا جائے۔

وما ملکت ایمانکم۔ تمہارے ماتحت ملازم ہیں وہ بھی بنی آدم ہیں ان کے بھی حقوق ہیں۔ فیکٹریوں اور کارخانوں میں ہزاروں کی تعداد میں مزدور کام کرتے ہیں وہ محتاج لوگ ہیں ان کے حقوق ہیں، خدا ان کے حقوق قائم کرتا ہے ان حقوق کو مدنظر رکھنا چاہیئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ امراء کی خاطر غرباء کو اپنی مجلس سے الگ نہ کریں۔ لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ ان غریب لوگوں کو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو اس کی رضا جوئی کے لئے پکارتے ہیں اپنے پاس سے مت اٹھائیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کے ان ساتھیوں میں بہت غریب آدمی ہیں، زیدؓ یاسرؓ عمارؓ اور بلالؓ غریب آدمی ہیں۔ بلالؓ غریب کا کالا رنگ ہے۔ زیدؓ غلام ہو کر بکے اور انہیں آزاد کرا لیا گیا ایسا ہی اور غرباء ہیں۔ حضور صلعم کو حکم ہوا کہ امراء کی خاطر ان کو اپنی مجلس سے جدا نہیں کر دینا۔ حدیث نبویؐ میں ہے کہ آپؐ غرباء کی مجلس میں بیٹھتے اور اتنے قریب ہو کر بیٹھتے کہ آپ کا گھٹنا ان کے ساتھ مل جاتا۔ فرماتے

معکم محیا و معکم الممات

ہم نے تمہارے ساتھ ہی زندہ رہنا ہے اور تمہارے ساتھ ہی مرنا ہے ۔ غرباء کا ولی اگر کوئی دنیا میں پیدا ہوا ہے تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے پیدا ہوئے ۔ پس غرباء اور ماتحت لوگوں کے ساتھ حسن سلوک خدا کا حکم اور نبی کریم صلعم کا اس پر عمل ہے ما ملکت ایمانکم میں تمام وہ لوگ آتے ہیں جو مل کر کام کرتے ہیں فیکٹریوں میں ۔ دفاتر میں وغیرہ وغیرہ ۔

اس کے بعد پھر فرمایا والصاحب بالجنب اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل فرمایا اور ساتھیوں کا بڑا اکرام کیا فرمایا اصحابی کالنجوم میرے ساتھی ستاروں کی طرح ہیں ۔ اور ستاروں کے بارے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وبالنجم ھم یھتدون ستاروں کا کام رہنمائی کرنا ہے یہ سمندروں اور صحراؤں میں مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں ۔ سمندری اور ہوائی جہازوں میں ستاروں کی مدد سے جو قبلہ نما لگا رکھا ہے اس کے مطابق وہ چلتے ہیں ۔ تو فرمایا کہ میرے صحابی بھی ستاروں کی طرح ہیں ۔ بایھم اقتدیتم اھتدیتم ان میں سے جس کے پیچھے چلو گے ہدایت پا جاؤ گے حضرت نبی کریم صلعم کے پاس جو کبھی بیٹھ گیا عزت پا گیا ۔ حضرت بلال رضؓ کو ان کی صحبت نصیب ہوئی تو ان کی اس قدر عزت ہوئی کہ آج ان کے مزار پر سیدنا بلال رضؓ لکھا ہوا ہے ۔ یہ ہے صاحب بالجنب کا احترام ۔ مساجد میں اداروں میں دفاتر میں کارخانوں اور سفر و حضر میں جو لوگ آپ کے ساتھ کام کر رہے ہیں وہ سب افسر اور محکوم صاحب بالجنب کا حکم رکھتے ہیں ۔ حاکم کے لئے حکم ہے کہ اپنے ماتحت لوگوں کا خیال رکھے جس طرح گھر کے مالک اور مالکہ کے متعلق حضور نے فرمایا مالک راعی ہے اور گھر کی مالکہ راعیہ ہے ان کے فرائض میں زیر دستوں سے تعلق ان کے بچے ہوں یا ملازم ہوں یہ داخل ہے کہ ان سے حسن سلوک اور عمدہ برتاؤ کیا جائے ۔ اسی طرح دفاتر میں بھی افسر اور حاکم ہونے کی وجہ سے تم نے ہر طرح سے انکی رعایت کرنا ہے ان کی عزت کرنا ہے ۔ ماتحت کی عزت حضور نبی کریم صلعم نے کر کے دکھلائی ہے حضور نبی کریم صلعم تو پیر نہیں ہیں آپ نے پیروں کے خلاف اپنے ساتھیوں کی عزت کر کے دکھائی ہے حضرت ابوبکر رضؓ کے متعلق فرمایا کہ اگر ایک پلڑے میں ابوبکر رضؓ کا ایمان رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں باقی ساری دنیا کا ایمان ہو تو پھر بھی ابوبکر رضؓ کا پلڑا بھاری رہے گا ۔ اور حضرت عمر رضؓ کے متعلق فرمایا کہ جس راستہ پر عمر رضؓ چلے اس راستہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے الخ

فرمایا من یقضی بالجھل ھو من اھل النار و من یقضی بالجور ھو من اھل النار ۔ جو شخص بے علمی یا کم علمی کی وجہ سے غلط فیصلہ دیتا ہے وہ دوزخ میں جائے گا اور جو شخص فیصلہ دینے میں ظلم کرتا ہے وہ بھی دوزخ میں جائے گا ۔ پس صاحب بالجنب کا کتنا بڑا اہتمام ہے کہ اگر مسلمان حاکم اور افسر ظالم ہے تو وہ بھی دوزخ میں جائیگا

ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخورا

مختال وہ ہے جو دوسروں کے حقوق ادا نہ کرتا ہو ایسا آدمی خدا کو پسند نہیں ہے ۔ فخوراً کے معنے ہیں یعنی دمناقبہ اپنے مناقب شیخی سے بیان کرتا رہتا ہے جس سے اس کا مقصد دوسروں پر فوقیت جتلانا ہوتا ہے ۔

ان الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل و یکتمون ما اتٰھم اللہ من فضلہ ۔ وہ لوگ بھی ہیں جو بڑے روپیہ پیسہ والے ہیں لیکن وہ بخل کرتے ہیں خدا کی راہ میں روپیہ خرچ نہیں کرتے ۔ وہ اپنی دولت کو چھپائے رکھتے ہیں پتہ نہیں چلنے دیتے کہ ہمارے پاس کس قدر دولت ہے اور لوگوں کو بھی کہتے ہیں کہ تمہیں اسراف سے کام نہیں لینا چاہیئے ۔ فرمایا ہم ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتے اور انہیں سزا دیتے ہیں ۔ بعض لوگ اپنی دولت کو صحیح راستہ پر نہیں لگاتے یہ لوگ اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو نمائش کے لئے کرتے ہیں اس میں اخلاص نہیں ہوتا ۔ ان کا کیا بگڑتا ۔ اگر خدا کا دیا ہوا مال خدا کے راستہ میں خرچ کرتے اگر وہ ایسا کریں تو خدا خوش ہوگا اس کا اجر بڑا بھاری ہوگا ۔

اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کریں کہ اس نے جو سبق اس رکوع میں دیا ہے اس پر ہم عمل کریں ۔ اسی سے قوم بنتی اور ترقی کرتی ہے اور اشاعت اسلام کے کام میں برکت پیدا ہوتی ہے ان احکام کی خلاف ورزی سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کی عزت کرنے کا خیال جاتا رہتا ہے ۔ اصل مقصد اتحاد اور اخلاص ہے ۔

بقیہ رپورٹ جرمن مشن ۔ از صفحہ ۲

کئے ہیں ۔ قریباً بارہ سو مارک انہوں نے اس سلسلہ میں خرچ کئے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے کہنے لگیں یہ رقم میں نے گرمیوں میں سیر کے لئے رکھی تھی ۔ لیکن میں اس سال سیر کو نہیں جاؤں گی ۔ مکان کو خوبصورت بنانے میں خرچ کرنا چاہتی ہوں تا نمازیوں پر اچھا اثر پڑے ۔

احباب اس خاتون کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ۔

دو دعوتیں

ہمارے علاقہ کے میئر نے نئے سال کے موقعہ پر معزز شہریوں کو اکل و شرب کی دعوت ٹاؤن ہال میں دی ۔ اس دعوت میں شرکت کی ۔ دوسری دعوت برلین یونیورسٹی کے پروفیسر نیکولس نے اپنے گھر دی ۔ وہ سال میں دوبار مجھے اپنے ہاں مدعو کرتے ہیں ۔ ایسی دعوتوں میں شہر کے معززین ڈاکٹرز ۔ یونیورسٹی کے پروفیسرز اور مختلف ممالک کے کونسلرز بھی مدعو ہوتے ہیں اسلام کے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے ۔

پانچ مردوں اور عورتوں کا قبول اسلام

پانچ مردوں اور عورتوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ۔ ان کی تصاویر آپ کو بھیجتا ہوں ۔ ان میں سے ایک امریکن مرد ہے ، اور ایک انگریز خاتون ، نیز ایک جرمن نوجوان اور دو جرمن خواتین ۔ بعض تصاویر اس موقعہ پر لی گئیں جبکہ ان میں سے بعض اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر رہے تھے ۔ ایسی تصاویر بھی آپ کو بھیجتا ہوں ۔

تعلیماتِ فرقان، آزادیٔ ضمیر و حریتِ فکر، علم و حکمت اور ایمان و عقل کا پیدا کردہ انقلابِ عظیم

حضرت مسیح موعودؑ کا اسلامی نشأۃِ ثانیہ کا دور، علومِ فرقانیہ کی نشر و اشاعت سے مختص ہے

جماعتِ احمدیہ لاہور کے منفرد وجود سے ہی تبلیغ و فتحِ دین مقدر ہو چکی ہے

ذیل کا خطبہ محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے ۱۹ مارچ کو بروز جمعہ مسجد احمدیہ لاہور چھاؤنی میں دیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نٓ والقلم وما یسطرون ۝	"دوات اور قلم (گواہ ہیں) اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔
ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ۝	تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں۔
وان لک لاجرا غیر ممنون ۝	اور یقیناً تیرے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔
وانک لعلٰی خلق عظیم ۝	اور تو یقیناً عظیم اخلاق پر قائم ہے"
(سورۃ القلم: ۱تا۴)	

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی تیرے لئے غیر منقطع اجر ہے کہ تمام اقوام، ممالک اور زبانوں میں تیرے خلقِ عظیم کا چرچا تا قیامت ہوتا رہے گا۔ اور یہ وہ نعمت ہے جو آپ سے پہلے نہ کسی بشر کو نصیب ہوئی اور نہ تا قیامت اور کسی بشر کو نصیب ہوگی۔ قرآن جو آپ پر نازل ہوا ہے یہ لاریب کلام ہے۔ اور اس کی تعلیم مفید ترین ہے اور بہترین اخلاق کی تعلیم دیتی ہے۔ دوات اور قلم کا ذکر کر کے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ جیسے جیسے علوم و فنون میں ترقی ہوتی چلی جائے گی ویسے ویسے آپ کے اخلاقِ حسنہ سے لوگ زیادہ واقف ہوتے چلے جائیں گے اور آپ کی عظمت اور زیادہ خلوق پر واضح ہوتی چلی جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عظیمہ اور لامحدود خزینہ علوم و حکمت کا اعتراف حضرت مسیح موعودؑ نے ان اشعار میں فرمایا ہے:۔ ؎

آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است

صد درونِ تیرہ را چوں اخترے

نے بعلمش کس رسیدہ نے بزور

درشکستہ کبرِ ہر متکبرے

یک طرف حیراں ازو شاہانِ وقت

یک طرف مبہوت ہر دانشورے

نیز قرآن کریم کی تعلیم ہی مخلوقِ خدا کی رہنمائی کے لئے کافی سمجھی جائے گی بشرطیکہ اس کی تعلیم پر تدبر کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے علوم کے حصول کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ فرمایا:۔

اقرا باسم ربک الذی خلق ۝	"اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔
خلق الانسان	انسان کو ایک لوتھڑے
من علق ۝	سے پیدا کیا
اقرا وربک الاکرم ۝	پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھکر بزرگی والا ہے۔
الذی علم بالقلم ۝	جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا
علم الانسان ما لم یعلم ۝	انسان کو وہ سکھایا جو نہیں جانتا تھا"

قرآن کریم کا پیدا کردہ انقلابِ عظیم

ایک اُمّی قوم میں رہنے والا۔ اور جاہل و اُجڈ قوم میں رہنے والا ایک اُمّی ایک ایسا دین پیش کرتا ہے جس کی بنیاد علم اور حکمت پر ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو کسی دوسرے دین و مذہب میں نہیں ملتی۔ یہ ایک ایسا نرالا انقلاب دنیا میں آیا کہ اس سے قبل کبھی نہ آیا تھا۔ دین اور ایمان کو علم و عقل کے منافی اور متضاد سمجھا گیا تھا کیونکہ ایمان کا مطلب بے سوچے مان لینا اور مروجہ رسوم و روایات کی پیروی کرنا لیا گیا تھا بلکہ دین کو توہمات اور خوش عقیدگیوں کا ایک پلندہ سمجھا جا چکا تھا کہ جس میں فہم و علم اور تدبر و عقل کا دخل گناہ قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ عیسائی عقیدہ کی بنیاد ہی یہ ہے کہ دین میں عقل کا کوئی دخل نہیں۔ جو خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین کیوں نہ جانا پڑے۔"

اسلام کی بنیاد ہی علم و حکمت پر ہے۔ اگر قرآن کریم خدائے علیم و حکیم سے نازل شدہ کتاب نہ ہوتی اور اگر اس کتاب کا منشاء انسان کی علمی فکری صلاحیتوں کا نشو و نما نہ ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ زمانہ جہالت میں اُمّی قوم کے ایک اُمّی انسان پر پہلی وحی یہ نازل ہوتی کہ رب العالمین نے انسان کو قلم سے علم سکھلایا تا اُسے کائنات پر فضیلت حاصل ہو؟

> ؎ اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
> زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

نیز فرمایا:۔

افلا یتدبرون القرآن	"تو کیوں یہ لوگ قرآن پر تدبر نہیں کرتے یا دلوں
ام علٰی قلوب	پر ان کے تالے لگے ہوئے
اقفالھا ۝	ہیں"
(سورۃ محمد: ۲۴)	

اس آیت میں قرآن کریم پر غور و فکر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور جو ایسا نہیں کرتے ان کے بارہ میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کے قلوب پر تالے پڑے ہوئے ہیں یعنے ان کے فہم و عقل اور تدبر و علم ماؤف ہو چکے ہوئے ہیں۔

پھر ایک اور مقام پر قرآن کریم نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک صفت یہ دی ہے:۔

والذین اذا ذکروا بایٰت ربھم لم یخروا	جب ہماری آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں تو وہ بہرے
علیھا صما و	اور اندھوں کی مانند ان پر
عمیانا ۝	سے نہیں گذر جاتے۔

گویا قرآن کریم کے نزدیک اس کی آیات کو سُن کر ان پر غور و فکر نہ کرنا اور ان میں جو علم و حکمت کے موتی بھرے ہیں انہیں نہ چننا بہرے اور اندھے ہونے کے مترادف ہے۔

اسلام میں آزادیٔ ضمیر اور حریتِ فکر

یہ ذہنی آزادی اور علمی و عملی انقلاب صرف اسلام ہی نے پیدا کیا ہے، اور اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے انسان کو ضمیر کی آزادی دی ہے اور اسی آزادی کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور صرف علم و عقل، فہم و ادراک اور شعور ہی کی وجہ سے انسان کو حیوان پر فوقیت حاصل ہے۔ اور اگر وہ ان انعامات سے مستفید نہ ہو تو حیوان سے بھی بدتر ہے۔ جب انسان اپنی اعلیٰ قدروں کو بروئے کار لاتا ہے تو اسے معراجِ انسانیت نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ دین کے معاملے میں اسلام نے ضمیر کو آزادی بخشی ہے۔ فرماتا ہے:۔

لا اکراہ فی الدین ۔	دین میں کوئی جبر زبردستی (منوانا) نہیں
(البقرہ: ۲۵۶)	

اور پھر اس کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے فرمایا:۔

قد تبین الرشد من الغی ۔	"ہدایت (کا راہ) گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔
(البقرہ: ۲۵۶)	

جبر تو وہاں ہوتا ہے جہاں انسان اپنی بات علم و عقل سے نہ منوا سکے۔ جیسے کفار کہتے ہیں کہ:۔

لنخرجنک یشعیب والذین اٰمنوا معک	"تجھے اور وہ جو تیرے ساتھ ایمان لاتے ہیں ضرور
من قریتنا او لتعودن	اپنی بستی سے نکال دیئے جائیں گے یا تمہیں ہمارے
فی ملتنا ۔	مذہب میں لوٹ آنا ہوگا۔
(الاعراف: ۸۸)	

کفار کے ایسے مطالبہ کے جواب میں فرمایا:۔

قال اولو کنا	"کہا کیا اس حال میں بھی
کارھین ۝	(آپ کے دین کو قبول کریں)
(الاعراف: ۸۸)	درآنحالیکہ ہم بیزار ہوں؟

آزادیٔ ضمیر کا درس صرف قرآن و اسلام ہی نے دیا اور آج جو زمانے میں

۱۔ آزادیٔ ضمیر اور (۲) علم کو فروغ ہے۔ یہ تمام روشنی و ترقی اسلام کی مرہونِ منت ہے چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی کے مطابق ارشاد فرمایا ؎

چوں دیں مدلل و معقول و با ضیا باشد

کدام دل کہ ازاں مذہبش ابا باشد

بہ ہوسے باش کہ جبر است تو دلیل گریز

تسلیِ دلِ مردم ازیں کجا باشد؟

یہ سب اسلام ہی کا کارنامہ اور انقلاب ہے۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں اسلام کی پہلی وحی کی بنیاد ہی علم پر رکھی گئی تھی۔ آج علم کا زمانہ ہے اور رسم و رواج کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ علم کی وجہ سے توہم پرستی اور جہالت کا عنصر ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے لوگ ان تمام ادیان سے برگشتہ ہو رہے ہیں جن کی بنیاد علم و حکمت پر نہیں ہے۔

اسلام میں بھی بعض علماء نے قرآن کریم کی ایسی تفاسیر لکھی ہیں جو جہالت اور توہمات پر مبنی ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں پھر علمی اور ایمانی بیداری کے لئے ایک مامور مبعوث

فرمایا آپ نے اسلام کو علم و دانش کی روشنی میں پیش کیا۔ اور خوشخبری دی کہ صرف علم اور دلائل و براہین کے ذریعے ہی اسلام کا بول بالا ہوگا۔ چنانچہ آپ کے شاگردوں نے علم کی روشنی میں علم و عرفان کے سمندر بہا دیئے۔ اور ہر متفکر کو مجبور کر دیا کہ وہ اسلام کی سچائی کو دل سے تسلیم کرے۔ یہی وجہ ہوئی کہ مغرب میں دین اسلام اور فرقانِ حمید سے نفرت کا جو جذبہ عداوت تھا وہ تبدیل ہو گیا بلکہ دنیائے مغرب کے اعلیٰ طبقے کے اہلِ علم و فضل حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔

ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے علم کے ذریعے ہمارے اندر ذہنی و ایمانی انقلاب پیدا کیا ہے آپ نے ایک جماعت کو تشکیل دی جس کی غرض و غایت اخلاقِ عالیہ کو اپنانا اور علم کے ذریعے قرآن اور اسلام کی تعلیمات سے اغیار کو ان کی سچائی ماننے پر مجبور کرنا اور حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین اخلاق کو پیش کرنا تھا۔ اور اس دور میں صرف حضرت صاحبؑ اور آپکی جماعت ہی نے لوگوں کو آزادیٔ ضمیر کی طرف دوبارہ دعوت دی اور قرآنی علوم کی شرق و غرب میں نشر و اشاعت کی۔

فرقانی علوم کے خزائن کے اخراج کی دعوت

انگلستان سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب علامہ اقبال مرحوم تشریف لائے تو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور نے انہیں کہا کہ آپ اپنے سامنے علم و فلسفہ کے ذریعے قرآن و اسلام کی صداقت کو پیش کرنے کا مقصد رکھیں۔ اور آج علامہ اقبالؒ کے کلام کو جو مقام نصیب ہے وہ حضرت صاحبؑ کے ایک ادنیٰ خادم کی تجویز کا ثمرہ ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر اخلاقِ عالیہ نبویؐ کی جھلک پیدا کرے اور دلائل و براہین سے قرآنی علوم کو پیش کر کے خدمتِ دین اور خدمتِ مخلوق کرے۔

اس مختصر سی جماعت کو قائم ہوئے ساٹھ سال گذر چکے ہیں۔ ہمارا نظریہ آج تک جماعت کو پھیلانے کی طرف کم رہا ہے۔ بلکہ یہی جذبہ کارفرما تھا کہ غیر مسلم اقوام کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔

مسلمانوں کی اعتقادی و عملی اصلاح کے بغیر اشاعت اسلام ممکن نہیں۔

آج عیسائیت تیزی سے پاکستان کے دور نزدیک مقامات پر پھیل رہی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ جہاں ہم نے غیر ممالک میں اسلام پھیلانے کی کوشش کی ہے وہاں ہم نے پاکستان میں عیسائیت کے خلاف اپنی تگ و دو کو چھوڑ دیا۔ اور اب ہم پر ہی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس کو تاہی کو ہم خود ہی پورا کریں۔ اگر ہماری جماعت نے اس برصغیر کے مسلمانوں کو مؤثر طور پر احمدیت کا پیغام پہنچایا ہوتا اور ان کو بتلایا ہوتا کہ آج اسلام کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کے بچانے کے لئے جو ناخدا خدائے تعالیٰ نے اس امت کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے اس سے روحانی رشتہ لگائے بغیر یہ کشتی بچ نہیں سکتی تو اس کا نتیجہ مسلمان قوم میں تحریک احمدیت کے فروغ کے باعث تقویت تحریک اشاعت اسلام کی شکل میں نکلتا۔ اگر ہماری طرف سے مسلمان قوم کو من حیث القوم حیات مسیح کی اعتقادی غلطی سے نکلوانے کی کوشش کی گئی ہوتی تو اس گمراہی سے نجات حاصل کرنے کے بعد اس ملک میں عیسائیت کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ آج بھی کوئی عیسائی منّاد کسی احمدی سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ پس احیاء اسلام اپنی تحریک اشاعت پر ایمان و یقین اور عیسائیت پر موت دو تو ان دونوں کا انحصار مسلمانوں کا حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ ہونے پر ہے۔ ہم نے اس پہلو کو وہ اہمیت نہ دی حالانکہ اس اصلاحی اقدام کو دینے کی اشد ضرورت تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت احمدیہ کے بارہ میں دلی تڑپ۔

" چند دنوں سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے۔ بس ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں۔ تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی۔ وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔"

دین اسلام کے بارہ میں جس انقلاب کو حضرت مسیح موعود لانا چاہتے تھے اس کی بنیادیں جماعت احمدیہ کی صحیح تعلیم و تربیت اور اس جماعت کے استحکام و فروغ پر ہی قائم ہیں۔ یہ وہ دلی درد اور تڑپ تھی جیسے کہ اوپر کے حضرت کے اقتباس سے عیاں ہے جس نے آپ کو بے چین کیا ہوا تھا۔ ہمیں یہ یقین ہونا چاہیئے کہ ہماری دینی ترقی اور فتح و فروغِ اسلام کی بنا ہماری جماعتی ترقی پر ہی قائم ہے۔ اس بارہ میں تجربہ سے بڑھ کر اور کس امر کی شہادت یقینی ہو سکتی ہے؟ دین اسلام کی اشاعت اور علوم قرآنیہ کی ترویج کے جو بے نظیر کارنامے جماعت احمدیہ لاہور نے اس زمانے میں سرانجام دیئے ہیں اگر مسلمان قوم کی اعتقادی و عملی اصلاح کے لئے یہ کافی و مؤثر ثابت نہیں ہوئے تو پھر نتیجہ ظاہر ہے کہ ہمیں اپنی قوم کو حضرت مجدد وقت علم کے دامن سے تعلق اور وابستگی کی دعوت دینے کے بجز دوسرا طریق کار موجود نہیں۔

مقامی جماعت لاہور کے صدر میاں فضل احمد صاحب اور دیگر ارکان کی مخلصانہ مساعی

لاہور چھاؤنی کی جماعت کی تعداد کبھی کافی تھی۔ اس جماعت میں کئی احباب صاحب علم و تدبر تھے۔ مگر آج حالات اور ہیں جبکہ حالانکہ ہمارا حضرت صاحبؑ سے وعدہ تھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ ہماری توجہ کا اس طرف مبذول ہونا اشد ضروری ہے۔

بعض احباب کا یہ غلط نظریہ ہے کہ جماعت کو ترقی دینا ضروری نہیں ہے۔ صرف مغرب میں تبلیغ دین ہی کافی ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ جماعت کی ترقی پر ہی تو مغرب میں اشاعت دین کی بنیاد قائم ہے یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر جماعت ترقی کرے گی تو ہی یہ کام بھی ترقی کرے گا۔

یہ مسئلہ بھی درپیش ہے کہ چھاؤنی کی جماعت کی ایک مسجد ہونی چاہیئے، ایک مہمان خانہ اور ایک لائبریری بھی۔ یہ حقیقت ہے کہ ظاہر سے باطن کو کشش ہوتی ہے۔ اگر ہماری مساجد لائبریری وغیرہ نہ ہوں تو یہ دینی جذبہ اور ذوق شوق ماند پڑ جائیں۔ جماعت لاہور چھاؤنی کو چاہیئے کہ اس طرف کافی توجہ دے کہ وہ ان ضروری امور کا کیسے انتظام کر سکتی ہے۔ مقامی جماعت کے صدر جناب میاں فضل احمد صاحب اور دیگر حضرات بھی اسی غرض سے تشریف فرما ہیں۔ جس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ مقامی جماعت کے معزز صدر اور دیگر ممبران نے اس راز کو بخوبی پا لیا ہے اور ان حضرات کا دلی یقین ہے کہ ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر مقامی جماعت کا استحکام اور فروغ از بس ضروری ہے۔ اس لئے یہ حضرات دن رات اس بیداری کو پیدا کرنے میں ہمہ تن مصروف جہد ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی نیک مساعی میں برکت ڈالے۔ آمین۔

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا اعلان

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام اور جماعتی روابط کے پیش نظر ۲۶ مارچ کا جمعۃ المبارک کرشن نگر میں بمکان قاضی سمیع اللہ صاحب ۲۲ بدھشٹر روڈ لاہور پڑھا جائے گا۔ اس میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ اور رابطہ کمیٹیوں کے قائدین شامل ہوں گے گرد و نواح کے احباب جو کرشن نگر پونچھ روڈ اور سمن آباد اور بھاٹی دروازہ کے قریب رہتے ہیں ان سے گذارش ہے کہ وہ مورخہ ۲۶ مارچ کا جمعۃ المبارک مندرجہ بالا پتہ پر پڑھیں اور مجلس کو بارونق بنائیں۔ خاکسار۔ مبارک احمد (ڈاکٹر)

سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام

قرآن کریم حضرت ابراہیمؑ صدیقاً نبیاً قرار دیتا ہے

اسرائیلی روایات جھوٹی ہیں حضرت ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا

مولوی احتشام الحق صاحب کے لئے لمحۂ فکریہ

مولوی احتشام الحق صاحب تھانوی نے جن خیالات کا اظہار حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کے قیام مصر کے متعلق اپنے درس قرآن مطبوعہ اخبار جنگ مورخہ ۵ فروری ۱۹۷۱ء میں کیا ہے۔ ان کی حقیقت دروغ بے فروغ سے زیادہ نہیں۔ جو آیات مقدسہ کی تشریح جناب مولوی صاحب نے کی ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

واذ یرفع ابرٰھم القواعد من البیت واسمٰعیل ...... ربنا واجعلنا مسلمین لک ...... امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا ...... ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم ...... انک انت العزیز الحکیم۔

(سورۃ بقرہ آیت ۱۲۷ تا ۱۲۹)

ادنیٰ تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان آیات مقدسہ میں :-

۱۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہم السلام کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی تعمیر۔

۲۔ اُمتِ مسلمہ اور اعمال حج بدیں مفہوم کہ یہ مشرکانہ رسوم نہیں۔ بلکہ موحدین کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے ذریعہ ان کا قیام ہوا۔

۳۔ نیز حضرت ابراہیم کی اس دعا کا ذکر ہے جو انہوں نے دنیا کے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حضور کی۔ باوجود ان کھلے امور اور واقعات کے نہ معلوم وہ کونسی اغراض ہیں جن کی بنا پر جناب مولوی صاحب نے حضرت ابوالانبیاء ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کذب ثابت کرنے کے لئے اسرائیلی روایات کو جو سراسر خلاف قرآن خلاف شان نبوت۔ خلاف وقار نبوت اور خلاف عصمت انبیاء ہیں پیش کر دیا۔

۳۔ کیا جناب مولوی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ محدثین نے احادیث کے راویوں کے متعلق پوری پوری تحقیقات کے بعد بھی احادیث موضوعہ کی پرکھ کے لئے چند معیار مقرر کئے ہیں اور ان معیاروں کا ذکر حضرت فخر اسلام شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نے اپنی کتاب "عجالہ نافعہ" میں نیز حضرت نواب صدیق الحسن خانصاحب (علیہ الرحمۃ) نے اپنی کتاب "الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ" میں کیا ہے اور قریب قریب یہی معیار علامہ ابن جوزی کے نزدیک صحیح ہیں اور حضرت مُلا علی قاری نے بھی ان کا ہی ذکر اپنی موضوعات میں کیا ہے۔ ان تسلیم شدہ معیاروں میں سے ایک معیار آئمہ محدثین کا یہ بھی ہے۔ کہ جس حدیث کے الفاظ رکیک اور قواعد عربیہ کے مطابق نہ ہوں یا معنی ایسے ہوں جو شانِ نبوت اور وقار رسالت کے خلاف ہوں۔ تو یہ مضبوط قرینہ ایسی احادیث کے جھوٹا ہونے پر ہے۔ اہل سنت والجماعت کے چاروں اماموں کے نزدیک یہ معیار صحیح ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ جناب مولوی صاحب بھی اس کو صحیح تسلیم فرماتے ہوں گے۔

۳۔ اس معیار کی روشنی میں اب آپ اپنے ذیل کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں :-

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ کو اپنے ہمراہ لیکر مصر کا رُخ کیا۔ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں کا بادشاہ بڑا عیاش اور بدکردار ہے اگر کوئی خوبرو عورت شادی شدہ اس کے علم میں آ جائے۔ تو شوہر کو قتل کرا کر عورت کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے .... تو انہوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو کہ ان کی چچازاد بہن بھی تھی ...... فرمایا کہ اگر تمہاری گرفتاری کی نوبت آئے تو یہ مت کہنا کہ میں تمہارا شوہر ہوں بلکہ مجھے اپنا بھائی بتانا حق تعالےٰ میری اور تمہاری عزت کی حفاظت کریگا اور تمہیں اس کی دست درازی سے محفوظ رکھے گا۔"

(اخبار جنگ ص۲ مورخہ ۵ فروری ۱۹۷۱ء)

اب میں جناب مولوی صاحب کی خدمت میں صرف یہ عرض کروں گا کہ وہ خدا کا خوف رکھتے ہوئے فیصلہ دیں کہ :-

ا۔ کیا یہ نبی کی شان کے خلاف نہیں کہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنی بیوی کو جھوٹ بولنے کی اجازت دے۔

ب۔ کیا نبی کی شان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے خدا تعالےٰ پر بھروسہ کی بجائے جھوٹ کا سہارا لے۔

ج۔ اگر حضرت ابراہیمؑ کی ترغیب سے ان کی بیوی جھوٹ بولنے پر بھی اللہ تعالےٰ ان کی عزت کی حفاظت کر سکتا ہے تو ہر دو میاں بیوی سچ بولنے پر اللہ کی حفاظت سے کیونکر محروم ہو سکتے تھے۔

د۔ کیا مولوی صاحب کے نزدیک مصلحت میں نبی کا جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا ثبوت کتاب اللہ اور سیرت رسول اللہ سے دیا جائے۔

آپ نے یہاں تک ہی بس نہیں کی۔ بلکہ آپ نے مزید یہ بھی فرمایا ہے :-

"چنانچہ بادشاہِ مصر کو جب حضرت سارہ کی خبر ملی تو اس نے بلوایا۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم سے دریافت کیا۔ کہ اس عورت سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میری دینی بہن ہے۔"

(اخبار جنگ ص۲ مورخہ ۵ فروری ۱۹۷۱ء)

اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت ابراہیمؑ پر آپ کا یہ افترا ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ شانِ نبوت۔ وقار نبوت اور عصمت انبیاء کے منافی ہیں۔ جناب مولوی صاحب نے اس قصّہ کو یوں ختم کیا ہے :-

"وہ لوگ حضرت سارہ کو لے گئے۔ لیکن بادشاہ نے جیسے ہی تنہائی میں دست درازی کرنی چاہی اسے مرگی کا دورہ پڑا۔ اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ حضرت سارہ نے اس اندیشے سے کہ کہیں ان پر قتل کا الزام نہ لگ جائے۔ حق تعالےٰ سے دُعا کی۔ اس کا دورہ ختم ہو گیا اور ہوش میں آ گیا۔ بادشاہ نے دوبارہ وہی ارادہ کیا۔ تو پھر دورہ پڑ گیا تیسرے دورے کے بعد جب اس کو ہوش آیا۔ تو اس نے خوف زدہ ہو کر درباریوں کو بلایا اور کہا۔ کہ یہ عورت یا تو جن ہے یا جادوگر ہے۔ یہاں سے لے جا کر باہر نکال دو۔"

(اخبار جنگ ص۲ مورخہ ۵ فروری ۱۹۷۱ء)

مولوی صاحب غور فرمائیں۔ اگر حضرت سارہ بادشاہ کے سامنے تسلیم کر لیتیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے مقدس شوہر ہیں تو اس صورت میں بادشاہ پر مرگی کا دورہ نہ پڑتا؟ بالخصوص جب ان کے جھوٹ سے خدا تعالےٰ نے ان کی عصمت کو محفوظ رکھا۔ تو ان کے سچ بولنے سے وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت سے کیونکر محروم ہو سکتی تھیں۔ نیز یہ بھی بتلائیں کہ مرگی کے تین دوروں کے درمیان بادشاہ کو دست اندازی کرنے کا خیال آ سکتا ہے؟ یہی امر اسرائیلی روایت کے کذب صریح ہونے پر دلیل ہے۔

۴۔ یہ تو رہی آپ کے درس کی حقیقت اب میں جناب پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ایمان کے معاملہ میں انبیاء علیہم السلام کا گروہ شمشیر برہنہ ہوتا ہے اور جملہ نبی ایمان کے اعلےٰ سے اعلےٰ مرتبہ تک پہنچے ہوتے ہیں اور "صدیق" کم سے کم یہ مرتبہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولے اور اس سے کبھی جھوٹ سرزد نہ ہو۔ نبی کسی غرض یا مصلحت کے ماتحت کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ کیونکہ ان کی سب اغراض سچائی سے پوری ہو جاتی ہیں اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو خدا تعالےٰ نے نہایت معزز خطاب عطا فرمایا ہے یعنی "صدیقاً نبیاً"۔ اس خطاب میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ بنی اسرائیل نے اور ان کی تتبع میں آپ جیسے مفسروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تین یا چار جھوٹ بولنے کے الزام لگائے ہیں۔ حق تعالےٰ نے ان کے ایسے جھوٹے الزاموں کو ہمیشہ کے لئے رد کر دیا ہے اور دنیا کے سامنے ان کے بلند مقام کو پیش کیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو صدیق نبی ہیں اور لفظ صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جھوٹ بولیں کیونکہ وہ سچائی کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز قرار دیتے ہیں۔

۵۔ جناب مولوی احتشام الحق صاحب جیسے مفسروں نے قرآن کریم کی ذیل کی آیات سے بھی

(۱) قال بل فعلہٗ کبیرھم ھٰذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون

(۲) فنظر نظرۃً فی النجوم فقال انی سقیم۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جھوٹ بولنے پر

مرزا محمد شفیق انور صاحب

سیّد المظلومین حسینؓ
حضرت مجدّدِ زمانؒ کی نگاہ میں

انسانی زندگی گوناگون حوادث کا مرقع ہے۔ اکثر و بیشتر واقعات کچھ دیر ذہن میں ہیجان پیدا کرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے پسِ پردہ چلے جاتے اور یوں سہو و نسیان کو قدرت کا ایک عطیہ سمجھنا پڑتا ہے، کیونکہ اگر ہر واقعہ ذہن میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے تو سوائے فکری انتشار کے کچھ بھی حاصل نہ ہو۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار کرنا ممکن نہیں کہ بعض حوادث شدّت اور تاثیر کے لحاظ سے دل و دماغ پر ایسا گہرا نقش ڈالتے ہیں کہ مدّتوں ان کی یاد کیف و سرور یا رنج و غم کی کیفیت قلب و ذہن پر طاری کر دیتی ہے اور ایسا اوقات یہی واقعات نشانِ منزل بن جاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ آج کی صحبت میں پیشِ خدمت ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ خاکسار اپنی تعلیم کے ابتدائی مراحل سے گذر رہا تھا ایک ساتھی کی معیت میں مجھے بسلسلہ تبلیغ ایک شیعہ رئیس کے پاس ٹھٹھہ ضلع جھنگ جانا پڑا۔ یہ صاحب سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ گرمی کے موسم میں ایک گھنے درخت کے نیچے ایک پلنگ پر براجمان تھے اور ان کے گرد عقیدتمندوں اور ملازمین کا ایک حلقہ بنا ہوا تھا۔ پلنگ کی پائنتی پر ایک حافظ صاحب جن کا نام میری یادداشت کے مطابق ولایت تھا بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے شاہ صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیا اور آمد کا مقصد بتایا۔ ہمارا اپنے آپ کو احمدی کہنا ہی تھا کہ حافظ صاحب کے اعصاب جواب دے گئے چہرہ سُرخ ہو گیا اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض رؤیا و کشوف اور بعض تحریرات کو اس اشتعال انگیز رنگ میں پیش کیا کہ شاہ صاحب نے بندوق ہاتھ میں پکڑ لی اور بڑے زور سے اپنی آواز بلند کر کے کہا کہ آج "میں تمہیں گولی کا نشانہ بنا دوں گا"۔ میں ابھی اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سوچ ہی رہا تھا کہ میرے ساتھی نے غیر معمولی عزم و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی قمیص کے بٹن کھول دیئے اور شاہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا "شاہ صاحب ہم خوف نہیں کھاتے اللہ کی قسم گولی مار دیں ہم اتنے خوش قسمت کہاں کہ ہمارا خون احمدیت کے پودے کی آبیاری کرے"۔

یہ فقرات اتنے جوش و عزم کے ساتھ کہے گئے کہ شاہ صاحب کے ہاتھ سے بندوق چارپائی پر گر پڑی اور کہنے لگے اچھا بتاؤ کہ مرزا صاحب نے ع

صد حسین است درگریبانم

کہکر حضرت سید الشہداء کی توہین کیوں کی ہے۔ میں نے شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب والا یہ حافظ صاحب جو آپ کو اشتعال دلا رہے ہیں یہ مصرع کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے اور اس کی غلط تشریح کر کے ایک بھیانک جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس شعر میں حضرت مرزا صاحب کوئی موازنہ و مقابلہ نہیں کر رہے بلکہ اپنی تکالیف کا اظہار کر رہے ہیں اور حضرت امام حسین رضؓ چونکہ مظلومیت کی ایک ایسی تصویر ہیں جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا ناممکن ہے اس لئے آپ نے اپنی تکالیف کے اظہار کے لئے حضرت امام حسینؓ کے نام کو سمبول SYMBOL اختیار فرمایا ہے پورا شعر یوں ہے

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است درگریبانم

یعنی تکالیف و مصائب مجھ پر یوں مستولی ہیں کہ میں ہر وقت اپنے آپ کو کرب و بلا کی کیفیت میں دیکھتا ہوں، یہ لوگ مجھے اس طرح تنگ کر رہے ہیں گویا میرے گریبان میں سو حسینؓ ہیں۔

اب معاملہ واضح ہے کہ شعر مذکور میں موازنہ و مقابلہ تک نہیں بلکہ ہزار ہا جور و جفا اور ظلم و ستم کے اظہار کے لئے صرف ایک لفظ "حسین" اختیار کیا گیا ہے جو ہزاروں ظلموں کی تفصیل سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہے۔

اور یہ طریق تشبیہ صرف حضرت مرزا صاحب نے ہی اختیار نہیں کیا بلکہ خود اہلِ تشیع حضرات کے چوٹی کے فصحاء و بلغاء نے ایسے مواقع پر یہی تشبیہ استعمال کی ہے، حضرت علامہ نوعی فرماتے ہیں ؎

کربلائے عشقم و لب تشنہ سرتاپائے من
صد حسین کشتہ در ہر گوشہ صحرائے من

(دیوان نوعی ص ۲۱۲)

میں سراپا کربلائے عشق ہوں لب تشنہ ہوں درد و کرب اور تکالیف و مصائب کی گھٹا مجھ پر ایسے چھائی ہے جیسے میرے صحرا کے ہر گوشہ میں سو حسین کشتہ پڑا ہو۔

میرا یہ کہنا تھا کہ شاہ صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور کہنے لگے یہ شخص تو حسین کی عظمت قائم کر رہا ہے واقعی ہم غلط فہمی میں مبتلا تھے اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت امام کے بارہ میں کچھ اور بھی لکھا ہے اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت مجدّد زمانؒ کی آمد کا مقصد ہی محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی عظمت کو قائم کرنا ہے آپ نے مختلف افکار و نظریات کے حامل لوگوں کے درمیان بطور حَکم یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ حضرت امام حق پر تھے اور آپ پر ظلم کی انتہاء کر دی گئی۔ اس لئے آپ نے انہیں نہ صرف مظلوم بلکہ سیّد المظلومین قرار دیا ہے جیسا کہ آپ اپنی مشہور کتاب سرّ الخلافۃ میں اس زمانہ کے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

کانت الفتن هائجة ومائجة حتّٰی قتل الحسین سید المظلومین۔

فتنے ہیجان پذیر اور موجیں مارتے رہے یہاں تک کہ سیّد المظلومین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل سے الفت و محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:- جانم و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است

پھر فرماتے ہیں:-

"لاریب حسینؓ ان طاہر و مطہر سرداران بہشت میں سے ہے جن سے ایک ذرہ بھر کینہ رکھنا موجب سلب ایمان ہے"

میں نے بتایا کہ کیا ایسا شخص کبھی حضرت امام کی توہین کرنے کا خیال بھی دل میں لا سکتا ہے۔

تب میں نے حافظ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ صاحب تو یزید کو بھی خلیفۃ المسلمین قرار دیتے ہیں، یہ حضرت مرزا صاحب کا وجود ہی ہے جس نے ڈنکے کی چوٹ سے یہ اعلان کیا:-

"کہ ہم یقین رکھتے ہیں یزید پلید ناپاک طبع اور دنیا کا کیڑا تھا"

اور اس طرح آلِ محمدؐ کی حق گوئی کو خراج تحسین پیش کیا۔

اس پر شاہ صاحب نے خونی نظروں کے ساتھ حافظ مذکور کو دیکھا اور کہا خبیث تم مجھے ایک عاشقِ رسولؐ اور محبِ حسین کے متعلق بھڑکا رہے تھے اس پر حافظ صاحب نے کھسک جانے میں ہی غنیمت سمجھی اور ہم نے شاہ صاحب کی خواہش پر حضرت مرزا صاحب کی بعض کتب اور پمفلٹ ان کو تحفہ کے طور پر دیئے اور چند منٹ بعد اجازت لے کر رخصت ہوئے۔

جب بھی مجھے اپنے اس ساتھی کا واقعہ یاد آتا ہے تو رُوح رقص کرنے لگتی ہے اور یہ بھی خیال آتا ہے کہ برائی دیکھنے والی آنکھ کس طرح ایک عاشق کو دشمن کے رُوپ میں دیکھ لیتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے:-

عین الرضا عن کل عیب کلیلة
کما ان عین السخط تبدی المساویا

رضامندی کی آنکھ ہر عیب سے بند ہوتی ہے
جبکہ ناراضگی کی آنکھ برائیوں کو بڑا کر کے دکھاتی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے کبھی جھوٹ نہیں بولا

(بسلسلہ صفحہ ۔)

استدلال کیا ہے۔ اگر مولوی صاحب نے بھی ان آیات کا سہارا لیا۔ تو ہم ثابت کر دکھلائیں گے کہ لا یمسّہ الا المطہرون کے تحت مولوی صاحب کو قرآن کریم کے مضامین عالیہ تک پہنچنے کی رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

۶ — مولوی صاحب اگر اس کا جواب لکھیں تو حسب ذیل پتہ پر اس کی کاپی بھیجدی جائے۔

شیخ عبدالحق مناظرِ اسلام
مکان S/2-127۔ پی ای سی ایچ سوسائٹی
کراچی ۲۹

اخبار احمدیہ
شیخ محمد طفیل صاحب کی روانگی

— اتوار مورخہ ۲۱ مارچ کو محترم شیخ محمد طفیل صاحب ابجگہ ہامنٹ کے ہوائی جہاز میں کراچی تشریف لے گئے جہاں سے ۲۸ مارچ کو انگلستان روانہ ہو جائیں گے۔ لاہور کے ہوائی اڈہ پر احباب جماعت نے دعاؤں کے ساتھ انہیں رخصت کیا۔

وفات

— جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر دلی افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ جہلم میں شیخ قمرالدین صاحب مرحوم کے بیٹے بابو محمد عاشق صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر ۷ مارچ کو رات کے ۱۲ بجے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پروفیسر محمد فاضل صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور دُعا کے دوران اعتقادات احمدیت پر روشنی ڈالی۔ غیر از جماعت اصحاب جو وہاں پر موجود تھے۔ پروفیسر صاحب کی تقریر سے بہت خوش ہوئے اور بہت عمدہ اثر لیا۔ والسلام

عبدالحکیم از جہلم

ولادت

— برادرم محمد لطیف صاحب بٹ کو اللہ نے مورخہ ۱۴/۳/۷۱ کو دوسرا فرزند عطا فرمایا ہے نومولود مکرم خواجہ محمد یوسف صاحب آف احمد نگر ضلع جھنگ کا ...

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ فون نمبر ۵۳۷۳ تار کا پتہ: "تبلیغ لاہور"
انفاق و اخلاق کے متعلق

موقعہ و محل کے مطابق عمل کرنے کی تلقین

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پاکیزہ ارشادات

اگر کوئی یہاں اعتراض کرے کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ کیوں فرمایا مِمَّا کے لفظ سے بخل کی بو آتی ہے۔ چاہیئے تھا کہ ع

ہرچہ داری خرچ کن در راہِ او

تو اصل بات یہ ہے کہ اس سے بخل ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن شریف خدائے حکیم کا کلام ہے۔ حکمت کے معنے ہیں شئے را بر محل داشتن۔ پس مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ محل اور موقعہ کو دیکھ کر خرچ کرو۔ جہاں تھوڑا خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہاں تھوڑا خرچ کرو۔ جہاں بہت خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہاں بہت خرچ کرو۔

اب مثلاً عفو ہی ایک اخلاقی قوت ہے۔ اس کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا کوئی شخص عفو کے لائق ہے یا نہیں۔ مجرم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض تو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی حرکت ایسی سرزد ہو جاتی ہے جو غصّہ تو لاتی ہے، لیکن وہ معافی کے قابل ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اگر اُن کی کسی شرارت پر چشم پوشی کی جاوے اور ان کو معاف کر دیا جاوے تو وہ زیادہ دلیر ہو کر مزید نقصان کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً ایک خدمتگار ہے جو بڑا نیک اور فرمانبردار ہے۔ وہ چائے لایا اتفاق سے اس کو ٹھوکر لگی اور چائے کی پیالی گر کر ٹوٹ گئی۔ اور چائے بھی مالک پر گر گئی۔ اگر اُس کو مارنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو اور تیز و تند ہو کر اس پر جا پڑے۔ تو یہ سفاہت ہوگی۔ یہ عفو کا مقام ہے۔ کیونکہ اس نے عمداً شرارت نہیں کی ہے اور عفو اس کو زیادہ شرمندہ کرتا اور آئندہ کے لئے محتاط بناتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا شریر ہے کہ وہ ہر روز توڑتا ہے۔ اور یُوں نقصان پہنچاتا ہے۔ اس پر رحم یہی ہوگا اس کو سزا دی جائے۔ پس یہی حکمت ہے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ میں۔ ہر ایک مؤمن اپنے نفس کا مجتہد ہوتا ہے۔ وہ محل اور موقعہ کی شناخت کرے۔ اور جس قدر مناسب ہو خرچ کرے۔ مَیں ابھی بتا چکا ہوں کہ قرآن شریف کی تعلیم حکیمانہ نظام اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس کے بالمقابل انجیل کی تعلیم کو دیکھو کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی دے وغیرہ وغیرہ کیسی قابلِ اعتراض بات ہے۔ کہ اس کی پردہ پوشی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی تمدنی ضرورت ممکن ہی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ بڑے سے بڑا نرم خو اور تقدس مآب پادری بھی اس تعلیم پر عمل نہیں کر سکتا

ہماری جماعت کے اراکین ملک و ملت کے لئے فدا ہونے کے لئے تیار ہیں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایک اہم ریزولیوشن

جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نماز جمعہ کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے حسب ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس کیا گیا۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، پاکستان کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر ہندوستان کے ہمارے ملک کے اندرونی معاملات میں معاندانہ روّیہ اور بے جا مداخلت کو بڑی تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے، اور اقوام عالم کی توجہ اس فتنہ پردازی کی طرف مبذول کراتی اور تمام مسلمانوں سے درخواست کرتی ہے کہ اس موقعہ پر متحد ہو کر دشمن کے خلاف صف آرا ہو جائیں۔ اور حکومت کو اپنے تعاون کا یقین دلاتی اور یہ اعلان کرتی ہے کہ ہماری جماعت کے اراکین ملک و ملت کے لئے فدا ہونے کے لئے تیار ہیں۔" (ڈاکٹر) اللہ بخش۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دُوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ رحٖ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰیؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام

مسلم لیگ اور کانگرس

حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی صاحبؒ کا ایک بصیرت افروز مضمون

گذشتہ اشاعت میں ہم نے جماعت ربوہ کے اس پراپیگنڈا کے بارہ میں کہ جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے امیر (حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) قیام پاکستان کی مخالفت کرتے رہے، سنہ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۷ء کے بعض اخبارات کے اقتباسات نقل کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ جماعت احمدیہ لاہور قرارداد پاکستان اور قیام پاکستان کی پرزور تائید کرتی رہی ہے، اور جماعت ربوہ کا پراپیگنڈا سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔ آج ہم ذیل میں ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء کے پیغام صلح سے حضرت مولینا محمد علی صاحب امیر مرحوم کا ایک مضمون نقل کرتے ہیں، جس سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور تحریک پاکستان کے بارے میں ہندو کانگرس کی مخالف اور مسلم لیگ کی حامی و مؤید تھی، اور اس کے برخلاف قادیانی جماعت اور اس کا خلیفہ میاں محمود احمد صاحب نہایت سرگرمی کے ساتھ مسلم لیگ کی مخالفت میں ہندو کانگرس کے ساتھ مل کر سودا بازی کرتے رہے، امید ہے یہ مضمون ربوائی تاریخ احمدیت کا مطالعہ کرنے والوں کی آنکھیں کھولنے کا موجب ثابت ہوگا۔

اس وقت جب مسلمانوں کو یہ دونوں سیاسی جماعتیں اپنے اندر ملانے اور اپنے لئے موجب قوت بنانے کے کام میں مصروف ہیں کم و بیش ہر مسلمان کے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ اسے ان میں سے کس جماعت میں شامل ہونا چاہیئے ہماری جماعت کا نصب العین گو اشاعت اسلام ہے اور سیاسی معاملات میں ہم زیادہ حصہ نہیں لے سکتے۔ تو پھر بھی اگر اجتماعی حیثیت سے نہیں تو افراد کی حیثیت سے یہ سوال ہمارے سامنے بھی ضرور آئے گا۔

مسلمانوں کو مسلم لیگ کی کیوں ضرورت ہے۔

سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ملکی آزادی ہی دونوں جماعتوں کا نصب العین ہے اور جہاں تک نصب العین کا سوال ہے دونوں جماعتوں میں کچھ فرق نظر نہیں آتا تو کانگریس کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ کی ضرورت کیا ہے۔ اس سوال کا جواب نہایت صاف ہے۔ مسلم رہنماؤں کی بڑی بھاری اکثریت مدت سے یہ محسوس کر رہی ہے کہ کانگرس اقلیتوں کے حقوق کی طرف سے لاپرواہی برت رہی ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ کانگرس کا افسوسناک طرزِ عمل

جب مسلمان اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے حقوق آئینی طور پر محفوظ ہوں تو کانگرس اس سوال کو ٹال دیتی ہے اور کہتی ہے پہلے حکومت مل جائے تو پھر باہمی حقوق کا بھی فیصلہ ہو جائے گا یہ مطمئن کرنے کا طریق صرف وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جن کے دل صاف نہیں ہوتے وہ جب پہلے طاقت حاصل کر لیں گے تو پھر اکثریت کی طاقت کے مقابلے میں اقلیت بالکل بے دست و پا ہو جائے گی اور اب جبکہ سات صوبوں میں کانگرس حکومت ہو چکی ہے۔ وہاں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کونسا اعلان ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ جواب محض دفع الوقتی کے طور پر ہے

مسلمانوں کے ساتھ کانگرس کی سیاسی چال

ایک اور طریق سے بھی اس سوال کو نہایت ہوشیاری سے ٹالا جاتا ہے اور وہ یوں کہ پہلے سب کے سب مسلمان ایک بات پر اتفاق کریں کہ ہم یہ حقوق اپنے لئے چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی قسم کا دھوکہ دینے والا جواب ہے۔ جیسا حکومت یہ کہہ دے کہ پہلے تمام ہندوستانی متفق ہو کر ایک امر کا مطالبہ کریں۔ نہ یہ سب کبھی متفق ہوں گے۔ نہ وہ تمام معاملات آج جمہوری حکومتوں میں اکثریت سے طے ہوتے ہیں۔ خود کانگرس اپنے سارے معاملات اکثریت سے طے کرتی ہے نہ اتفاق رائے سے۔ مگر تمام قوانین کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کی اکثریت کی کوئی پرواہ نہیں کرتی۔ اور نہیں کہتی ہے کہ تمام متفقہ فیصلہ ہمارے سامنے لاؤ پھر تمہیں کچھ بتائیں گے۔ اس لئے مسلمان اگر اس سے غیر مطمئن ہیں اور یہ محسوس کر رہے ہیں کہ کانگرس اپنے آہنی پنجے کے نیچے اسی طرح ان کو لانا چاہتی ہے جس طرح اس وقت ہندوستانی انگریزی حکومت کے ماتحت ہیں تو وہ حق بجانب ہیں۔

کانگرس اسلامی تہذیب کو مٹانا چاہتی ہے

بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ جس طرح انگریزی حکومت اپنی تہذیب کو غالب دیکھنے کی خواہشمند ہے اسی طرح ہندو اکثریت یعنی کانگرس ہندو تہذیب کو غالب کرنے کی فکر میں ہے اور کئی معاملات میں مثلاً اردو ہندی کے معاملات میں اور بندے ماترم کو قومی گیت بنانے کے معاملہ میں اس بات کا ثبوت بھی دے چکی ہے کہ وہ ایک ہی تہذیب یعنے ہندو تہذیب کو ہندوستان میں دیکھنا چاہتی ہے اور اسلامی تہذیب کو مٹانے کی فکر میں ہے تو اس کے بعد مسلمانوں کے لئے کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ جاتا سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو منظم کریں۔ اور سب ایک ہو کر اسلام اور اسلامی تہذیب کے باقی رکھنے اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے پوری جدوجہد کریں۔ کانگرس اگر نیک نیت ہو تو وہ فوراً مسلمانوں کی اکثریت کے مطالبہ کے سامنے سر جھکا دے مگر وہ ایسا نہیں کرتی۔ اس لئے کہ اس کا ارادہ کچھ اور ہے۔

مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے۔

ان حالات کو جان لینے کے بعد یہ سوال آسان ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس میں ملنا چاہیئے یا مسلم لیگ میں۔ اگر مسلمانوں کو یہ ضرورت ہے کہ اسلامی تہذیب ہندوستان میں باقی رہے۔ اگر ان کو یہ ضرورت ہے کہ ان کے حقوق محفوظ رہیں۔ تو سوائے اپنے آپ کو منظم کرنے کے وہ یہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر آج وہ اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کانگرس کے ساتھ ملتے گئے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے ان کے ساتھ ہندوستان میں وہی سلوک ہوگا۔ جو اس سے پیشتر بہت سے عیسائی ممالک میں ہو چکا ہے جہاں ان کی اقلیت کی وجہ سے ان کی تہذیب ہی نہیں مٹ چکی بلکہ اسلام کا نام بھی مٹ چکا ہے تو آج ہر مسلمان کے سامنے سب سے پہلا سوال اسلام کے بقاء کا اور اسلام کی تہذیب کے بقا کا ہے اور کوئی مسلمان بھی جو ٹھنڈے دل سے ان حالات پر غور کرے گا اسے کوئی چارۂ کار نظر نہ آئے گا سوائے اس کے کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ ملے۔

کانگرس نوازوں کے چند بے معنی عذرات

ہاں جو لوگ عاقبت اندیشی سے کام نہ لیں اور آئندہ پر نظر رکھنے کی بجائے یہ سوچنے لگ جائیں کہ ہمیں آج کس طرح کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے خواہ کل کو ہمارا نام و نشان بھی باقی نہ رہے ان کا اختیار ہے کہ وہ اس شاخ کو کاٹنے میں مصروف رہیں جس پر بیٹھے ہیں۔ بعض لوگ یہ بھی ایک وجہ کانگریس کے ساتھ ملنے کی بنا لیتے ہیں کہ کانگریس میں قوتِ عمل ہے۔ کانگریس کی پشت پر بڑی بھاری طاقت ہے وہ ایک منظم جماعت ہے اور مسلم لیگ میں اکثر حصہ ایسے لوگوں کا ہے جن کے دلوں میں کوئی جوش نہیں۔ اس سے بڑھ کر ذلیل ذہنیت اور کیا ہوگی، اگر ہماری قوم کمزور ہے اور اس میں قوتِ عمل کم ہے تو ہم دوسروں کیساتھ جا ملیں جن میں قوتِ عمل زیادہ ہے۔ ہندوستانیوں سے زیادہ انگریزوں میں قوتِ عمل زیادہ ہے تو کیوں پنڈت نہرو انگریزوں کے ساتھ نہیں جا ملتے۔ اگر ہماری قوم کمزور ہے تو ہمیں چاہیئے کہ اور زیادہ سرعت کے ساتھ اور زیادہ زور کے ساتھ اس کو قوت دینے اور اسکے استحکام میں لگ جائیں نہ کہ اس کے مٹانے کے لئے دوسروں کیساتھ مل جائیں۔

ہندو مسلم اتحاد کی صحیح بنیاد

ہندو مسلم اتحاد صحیح بنیاد پر تب قائم ہوگا جب مسلمان سب یکزبان ہو کر اور متحد ہو کر ہندوؤں کے ساتھ ملیں اور ہندوؤں کے دلوں میں بھی یہ احساس ہو کہ یہ ایک قوم ہے جس سے دوستی پیدا کرنے میں کوئی فائدہ ہے۔

جماعت قادیان اور کانگریس

اس کے ساتھ ہی میں چند لفظ جماعت قادیان سے کہنا چاہتا ہوں جس کا قدم اس وقت سیاسیات کے بارے میں ڈگمگا رہا ہے اور وہ آج تک باوجود دعوئے سیاستدانی کے صحیح راہ پر گامزن نہیں ہو سکی، بیس سال تک جماعت قادیان نے کانگریس کی اس قدر مخالفت کی کہ اس کو گرانے اور مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور خود اپنے اعتراف کے مطابق لاکھوں روپے اس پر صرف کئے لیکن اب جب احرار سے مقابلہ ہوا اور حکومت سے جو توقعات تھیں وہ پوری نہ ہوئیں تو کانگریس کی طرف جھکنا شروع کر دیا۔ قادیانی پبلسٹی افسر کا موجودہ اعلان کہ خاندان جناب میاں صاحب کے نئے سفر یا دورے کے تجربات کا نچوڑ یہ ہے کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے ساتھ خط و کتابت کی جائے کہ دونوں میں سے ہمارے لئے کونسی جماعت بہتر شرائط پیش کرتی ہے۔

افسوسناک ذہنیت اور عاقبت نااندیشانہ طرزِ عمل

یہ بنیوں کے سودوں میں سے ہی گیا گزرا سودا ہے سوال قومی یا ملکی مفاد ہے اور قادیان میں غور یہ ہو رہا ہے کہ قادیانی جماعت کو چودھر کہاں ملتی ہے وہیں یہ جماعت مل جائے گی۔ یہ سخت قابلِ افسوس ذہنیت کا اظہار ہے۔ مگر یہی نہیں، بلکہ جماعت قادیان کا کانگریس کی رجحان اسی وقت سے چل رہا ہے جب سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ حکومت احرار کے مقابلہ میں قادیانی جماعت کی مدد نہیں کرتی۔ ایک سال پیشتر کانگریس کے صدر (پنڈت جواہر لال نہرو) کے لاہور اسٹیشن پر استقبال کے لئے اور سلامی اتارنے کے لئے قادیانی والنٹیئر چار پانچسو کی تعداد میں مختلف مقامات سے جمع کر کے اپنی سیاسی قوت کی نمائش کی گئی اب بھی ایک جلسہ کا انتظام لاہور میں کر کے قادیانی والنٹیئروں کا ایک جلوس نکالا گیا لیکچر ایسا دیا گیا کہ ہندو اخبارات نے یہ نتیجہ نکالا کہ

(باقی بر صفحہ ۱ کالم ۴)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۷ر اپریل ۱۹۷۱ء

ہم اور ہمارے مخالفین

اس سلسلہ کی آخری قسط (مندرجہ پیغام صلح مؤرخہ ۱۷ر مارچ ۱۹۷۱ء) میں ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کی تشریح کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ اُن ایام میں ان مخالفین کے متعلق جو دن رات آپ کو گالیاں دیتے اور ہر قسم کے ناپاک الزام آپ پر لگاتے تھے، جنگلوں کے سؤر وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنے میں آپ قرآن کریم کے ارشاد لا یحب اللّٰہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم کے رُو سے بالکل حق بجانب تھے، اس کے ساتھ ہی ہم نے معترض کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ لغو اور سُنے سنائے بے بنیاد اعتراضات کو مشتہر کرنے سے پہلے اگر وہ حضرت مرزا صاحبؑ کی اصل کتابوں کا مطالعہ کر لیتا تو ان کے وجود میں اسے ایک سچے مسلمان اور ولی اللہ کا رنگ دکھائی دیتا اور حدیث نبویؐ کے مطابق اسے نظر آ جاتا کہ چودھویں صدی کے مجدد آپ ہی ہیں جن کی خدمات دینیہ اس قدر روشن ہیں کہ کوئی سخت سے سخت مخالف بھی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔

ہمارے اس بیان پر مودودی جماعت کے ہفت روزہ "ایشیا" نے اپنی ۲۸ر مارچ کی اشاعت میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"اعلےٰ اخلاق صبر و حلم اور گندی سے گندی گالیاں سُن کر عالی حوصلگی سے برداشت کرنا اہلِ حق کا شیوہ رہا ہے اور مرزا صاحب کی طرف سے ان لوگوں کا یہ معذرت کرنا کہ انہوں نے مخالفوں کی گندی گالیوں کے جواب میں ایک گندی گالی دی تھی۔ جو ان کو ولی اللہ اور داعی حق مانتے ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ ہے"

اس کے ساتھ ہی معاصر موصوف نے یہ بھی بتایا کہ:۔

"اسلام کی خدمت کرنے والوں کی ایک سنہری لڑی ہے جو پورے چودہ سو برس پر پھیلی ہوئی ہے لیکن ان میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں ملتا جس نے اپنے مخالف مسلمانوں کو اخلاق سے گری ہوئی زبان میں خطاب کیا ہو۔"

معاصر "ایشیا" کی اس تلقین کے متعلق ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ عالی حوصلگی اور صبر و برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے، اس حد کے گذر جانے کے بعد صبر و برداشت دیوثی اور بے غیرتی بن جاتی ہے، اسی وجہ سے قرآن کریم نے انجیل کی طرح ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال پھیر دینے کی تعلیم نہیں دی، بلکہ ظالم مخالفین کے بے جا حملوں کے جواب میں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کی تلقین فرمائی اور لا یحب اللّٰہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم کی آیہ کریمہ میں مظلوم کے سوءِ قول کو بھی اللہ تعالےٰ کی پسندیدگی کا موجب قرار دیا ہے اس میں شک نہیں کہ صبر و برداشت کی بھی قرآن کریم نے تعلیم دی ہے لیکن جہاں مخالفت حد سے بڑھ جائے اور صبر و برداشت اس کے ناپاک طریق اور ظالمانہ حملوں کی زیادتی کا موجب ہو وہاں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، یہی طریق قرآن کریم نے ان مخالفین کے متعلق اختیار کیا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں نہایت متمردانہ رویّہ اختیار کئے ہوئے تھے، کہیں انہیں قردۃ والخنازیر (بندر اور سؤر) قرار دیا کہیں کمثل الکلب کہہ کر کتے سے مثال دی، کہیں کمثل الحمار یحمل اسفارا کے الفاظ میں گدھے قرار دیا، اور اس سے بڑھ کر انہیں حلاف مھین (قسمیں کھانے والے ذلیل آدمی) ھماز مشاء بنمیم (عیب جو، چغلخور) مناع للخیر معتد اثیم (بھلائی سے روکنے والے، حد سے بڑھنے والے گنہگار) عتل بعد ذالک زنیم (سخت جھگڑالو اور اس کے علاوہ شرارت میں مشہور اور زانیہ کی اولاد) کے خطابات سے نوازا ہے، کیا یہ تمام خطابات معاصر "ایشیا" کی تلقین کردہ عالی حوصلگی اور صبر و برداشت کے مطابق ہیں؟ کیا مخالفین حق کو زنیم (زانیہ کی اولاد) قرار دینا انہی اخلاق عالیہ کا نتیجہ ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ "عالی حوصلگی سے برداشت کرنا" اہلِ حق کا شیوہ رہا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن کریم کے متعلق آپ کا کیا فتوےٰ ہے، کیا وہ اہلِ حق میں سے نہیں؟ پھر اگر حضرت مرزا صاحب نے ظالموں کے حد سے بڑھے ہوئے مظالم سے تنگ آکر وہ شیوہ اختیار کیا جو قرآن کریم کے نزدیک جائز اور اس کے عین مطابق ہے تو انہیں اہلِ حق کیوں نہیں کہا جا سکتا؟

معاصر ممدوح نے امام ابو حنیفہؒ اور بعض دیگر بزرگوں کے نام لے کر بتایا ہے کہ ان پر گھنونے الزامات لگائے گئے اور بڑی گھٹیا زبان کا نشانہ بنایا گیا، لیکن انہوں نے "جواب میں وہ طرز اختیار نہ کیا" یہ ایک لمبی بحث ہے جس پر کسی دوسری صحبت میں گفتگو کی جائے گی، یہاں ہم صرف قرآن کریم کے مندرجہ بالا طریق خطاب پر اکتفا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ایک بزرگ ترین ہستی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس فقرہ کی طرف توجہ دلا کر اس بحث کو ختم کرتے ہیں کہ انہوں نے حدیبیہ کے موقعہ پر کفار کے نمائندوں کو یہاں تک کہہ دیا امصص بظر اللات۔ یعنے لات دیوی کی...... چوس، یہاں بظر کے معنے کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے ایشیا کو اگر معلوم نہ ہوں تو مودودی صاحب سے پوچھ کر ہمیں بتائے کہ یہ کلام اخلاق کے کون سے شعبے کے مطابق سمجھا جائے گا۔

اسی مضمون میں معاصر "ایشیا" نے حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوےٰ مجددیت کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"کارِ تجدید دعوےٰ کرنے کی چیز نہیں، کر جانے کی چیز ہے، چنانچہ جن بزرگانِ دین کو اہلِ علم نے مجدد کہا ان میں سے کسی نے مجدد ہونے کا دعوےٰ نہ کیا، نہ لوگوں سے لڑ بھڑ کر خود مجدد منوانے کا فتنہ انگیز کاروبار کیا، بلکہ ان کے کام کو دیکھ کر ان کے بعد ان کو مجددین کی فہرست میں شامل کیا گیا، مجددیت کا دعوےٰ کرنا اور پھر جو نہ مانے اسے فاسق اور فاجر قرار دینا تجدیدِ دین نہیں دکانداری ہے"

آیئے! اس دکانداری کا نمونہ ہم آپ کو ان بزرگ ہستیوں میں دکھائیں، جن کو ان کے بعد کے لوگوں نے ہی مجدد قرار نہیں دیا، بلکہ انہوں نے خود بھی مجددیت کے دعوے کئے اور اپنی اطاعت کو ضروری قرار دیتے ہوئے نہ ماننے والوں کو آسمانی و زمینی برکات سے محروم اور خائب و خاسر قرار دیا ہے، ملاحظہ کیجئے بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حسب ذیل الفاظ:۔

فھمنی ربی جل جلالہ انا جعلناک امام ھٰذہ الطریقۃ و اوصلناک ذروۃ سنامھا وسددنا طرق الوصول علےٰ حقیقۃ القرب کلھا الیوم غیر طریقۃ واحدۃ و ھو محبتک والانقیاد لک فالسماء لیس علےٰ من عاداک بسماء ولیست الارض علیہ بارض فاھل المغرب واھل المشرق کلھم رعیتک وانت سلطانھم علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا۔ میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے۔ اور اس کی اعلےٰ بلندی تک پہنچایا ہے۔ اور حقیقت قرب تک پہنچنے کے اور طریقے مسدود کر دیئے ہیں سوائے ایک طریقہ کے وہ تیری محبت اور فرمانبرداری ہے۔ پس جو شخص تجھ سے عداوت کرے۔ نہ آسمانی برکات اس پر نازل ہوں گی۔ اور نہ وہ ارضی برکات کا مورد ہوگا۔ اہل مغرب اور اہلِ مشرق سب کے سب تیری رعیت ہیں۔ اور تو ان کا بادشاہ ہے۔ خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں۔ اگر وہ جان لیں تو کامیاب ہوں گے۔ اور اگر بے خبر رہیں تو خائب و خاسر ہوں گے۔" (تفہیمات الٰہیہ)

(باقی بر صفحہ ۴ کالم ۳)

مسیحائی

(ابو ارشد)

باغبانوں میں ہے چرچا چمن آرائی کا
بلبلو وقت ہے یہ ناصیہ فرسائی کا
دامنِ گل نہ سہی سبزہ پہ سجدہ کر لو
آج دم بھرتا ہے ہر برگ مسیحائی کا

انسانی حقوق

۵ مارچ کے "یونائیٹڈ نیشنز نیوز لیٹر" کے مطابق ماہ فروری میں کمیشن برائے حقوق انسانی کا ستائیسواں اجلاس جنیوا میں منعقد ہوا۔ جب ۱۹۴۵ء میں اقوام متحدہ عالم وجود میں آئی تو ممبر ملکوں نے اس کے منشور میں اس بنیادی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے واضح طور پر دفعہ ۱ میں یہ اعلان کیا کہ اقوام متحدہ کے بنیادی مقاصد میں سے یہ ہے کہ نسل، جنس، زبان یا مذہب کی تفریق سے علیحدہ ہو کر سب کے لئے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کو فروغ اور تقویت دینے کی خاطر بین الاقوامی تعاون حاصل کیا جائے۔ انتہائی مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود اقوام متحدہ کی حقوق انسانی کے سلسلہ میں کارروائیاں یقیناً ایک ہمت افزا کوشش رہی ہے۔ خاص طور پر حقوق انسانی کے کمیشن کا قیام اور اس کی نگرانی میں تیار ہونے والے حقوق انسانی کا عالمی منشور اس سلسلہ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں اس کمیشن کے چیئرمین نے کہا ہے کہ اس کمیشن کا مقصد امتیازات اور نسلی امتیازات کے ان مسائل کو حل کرنا ہے جنہوں نے اقوام عالم میں قلیل نظر کے ہزار امتیاز پیدا کر کے معیشت و معاشرت کے بڑے فتنے جگا رکھے ہیں۔ انسانی حقوق کا یہ مسئلہ عالمی بے چینی کے بڑے مسائل میں سے ایک ہے۔ جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کا جھگڑا امن عالم کے لئے ایک شدید خطرہ بن کر رہ گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اقوام عالم اس خطرہ کو دُور کرنے کے لئے اجتماعی اقدامات کریں۔

اس خبر کے مطابق انسانی حقوق کے تحفظ و احترام کے قیام کے سلسلہ میں ستائیس سال سے یہ کمیشن کام کر رہا ہے لیکن اس عرصہ میں یہ مسائل سلجھنے کے بجائے برابر اُلجھتے گئے اور انہوں نے عالمی سیاسیات، اقتصادیات، معاشرت اور ثقافت پر بُرا مذموم اثر ڈال رکھا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ مسائل کمیشن بٹھا دینے سے حل نہیں ہوتے اس کا سیدھا سادہ اور بے خرچ نسخہ قرآن کریم نے یہ بتایا ہے کہ لقد کرمنا بنی آدم۔ اور انا خلقناکم من نفس واحدۃ اس نسخہ کے مطابق ضروری ہے کہ آدم زاد کا احترام کیا جائے۔ وہ گورا ہو یا کالا، مشرقی ہو یا مغربی شمالی ہو یا جنوبی، شاہ ہو یا گدا، عالم ہو یا جاہل کوئی ہو، کسی قوم و ملک کا ہو، کسی مذہب و ملت کا ہو اس کی آدمیت اور انسانیت کا اکرام و احترام کیا جائے۔ اس کی صلاحیتوں اور استعداد کو تسلیم کیا جائے۔ اس کو ایک ہی اللہ۔ ایک ہی رب العالمین کا مربوب و مخلوق یقین کیا جائے اور یہ کہ سب سے اچھا وہ ہے جو خدا ترس ہے اور اس کی مخلوق کے ساتھ خیرخواہی کا سلوک کرتا ہے۔ یہ وہ نسخہ ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے ایک اُمّی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا اور عالمی علوم و فنون اور وسیع تر ذرائع و وسائل کے فقدان کے باوجود کوئی کمیشن بٹھائے بغیر صرف ۲۳ سال کے اندر انسانی حقوق کا تحفظ عملاً کر کے دکھا دیا۔ آج بھی یہ مسئلہ بین الاقوامی جلسوں اور کمیشنوں سے نہیں بلکہ محسنِ انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عملدرآمد کرنے سے ہی حل ہو سکتا ہے۔

عبرتناک تطابق

بیہقی کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"وہ زمانہ آیا ہی چاہتا ہے جب اسلام کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا اور قرآن کے لفظوں کے بغیر کچھ نہ بچے گا۔ مسجدیں بظاہر آباد ہونگی مگر ہدایت سے اُجڑی ہوں گی۔ ان کے علماء اس آسمان تلے بدترین مخلوق ہوں گے کہ فتنہ انہی میں سے اُٹھے گا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔"

ان الفاظ کی روشنی میں موجودہ دَور کی ایک واضح تصویر دیکھ لیجئے پھر سوچئے کیا وہ زمانہ یہی نہیں۔ کس قدر عبرتناک تطابق ہے۔

سوچئے تو؟!

مارچ کے شیعہ اخبار "المنتظر" کے مضمون "اہمیت بکاء در مراسم عزا" میں لکھا ہے:-

"خدا نے اس بکاء بر حسینؑ کو اتنی اہمیت دی ہے کہ وقوع واقعہ کربلا سے بہت پہلے وہ اپنے محبوب ترین ہستیوں یعنی ۱۴ کو غم حسینؑ میں رُلا تا رہا ہے۔ چنانچہ جناب آدمؑ روئے جناب نوحؑ روئے۔ جناب ابراہیمؑ روئے۔ جناب اسماعیلؑ صادق الوعد روئے، جناب موسےٰؑ روئے۔ جناب عیسےٰؑ روئے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور ان کے اہلبیت طاہرین تو برابر روتے ہی رہے۔"

اور اب آپ رو رہے ہیں۔ گویا یہ دنیا رونے کے لئے ہی پیدا ہوئی ہے۔ خدا تو فرماتا ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اور آپ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء و صلحاء کہ حضرت خاتم الانبیاء صلعم بھی امام حسینؑ کی مصیبت کے غم میں روتے رہے، یعنے خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے رہے، اور آپ بھی کر رہے ہیں۔

ایسا ہی ایک بزرگ صدی کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی ہیں جو بات میں مجددیت کا دعوےٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مجدد آنست کہ ہر چہ درآں مدت از فیوض بامتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب و اوتاد آں وقت بوند و بدلا و نجبا باشند"

(مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب چہارم صفحہ ۱۳-۱۴)

یعنے مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس وقت میں اقوام کو جو فیوض پہنچتے ہیں اسی کے توسط سے پہنچتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس وقت کے غوث و قطب اور ابدال و اوتاد ہوں۔

ان دو بزرگوں کے دعوے مجددیت اور نہ ماننے والوں کے خائب و خاسر اور آسمانی و زمینی برکات سے محروم ہونے کے متعلق ہم معاصر "ایشیا" سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ بھی بقول ان کے "دکانداری" ہے یا کچھ اور؟ کیا ان کے متعلق بھی وہ یہ فتوے دینے کے لئے تیار ہیں کہ انہوں نے "لوگوں سے لڑ بھڑ کر خود کو مجدد منوانے کا کاروبار کیا"۔ کیا ایشیا کا یہ نظریہ کہ:-

"کار تجدید دعوے کرنے کی چیز نہیں کر جانے کی چیز ہے چنانچہ جن بزرگانِ دین کو اہلِ علم نے مجدد کہا ان میں سے کسی نے مجدد ہونے کا نہ دعوے کیا"

غلط ثابت نہیں ہوتا؟ حیرت ہے صاحب علم ہو کر اس قسم کی غلط بیانی! محض اس وجہ سے کہ حضرت مرزا صاحب کو غلط کار قرار دیا جاسکے؟ یہ کہاں تک جائز اور سزاوار تحسین قرار دیا جا سکتا ہے۔

مدیر ایشیا کا یہ خیال کہ مرزا صاحب کے "کار تجدید کے نتیجہ میں" ایک ایسی قوم تیار کر دی گئی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو بے کار تصور کرتی ہے جب تک مرزا صاحب پر ایمان نہ لایا جائے "صریحاً غلط ہے"، حضرت مرزا صاحب کے اپنے بیانات میں اس عقیدہ کو بالکل غلط قرار دیا گیا ہے، انہوں نے نہایت صفائی سے یہ اعلان کیا کہ

"میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اس کھلے اعلان کے ہوتے ہوئے مندرجہ بالا عقیدہ کو حضرت مرزا صاحب کے کار تجدید کا نتیجہ قرار دینا صریحاً غلط ہے۔ مرزا صاحب کی زندگی میں ایسا عقیدہ رکھنے والی کوئی قوم نہ تھی، بلکہ ان کے بعد چھ سات سال تک کوئی ایسا عقیدہ ایجاد نہیں ہوا، بعد ازاں اگر ایسا عقیدہ رکھنے والی ایک قوم پیدا ہو گئی تو یہ کوئی مستبعد امر نہیں کیا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصارے کہنے والے اس دنیا میں موجود نہیں؟ پھر کیا اس کو حضرت موسے اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے کار نبوت کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے، اس قسم کے غالیانہ عقائد بزرگوں کے ماننے والوں میں ہوتے چلے آئے ہیں جن کی مثالیں تاریخ اسلام میں بھی موجود ہیں، کوئی عقلمند ان کو ان بزرگوں کے دعاوی کا نتیجہ قرار نہیں دے سکتا، حضرت مرزا صاحب کا اپنا الہام ہے "مسلماں را مسلماں باز کردند"۔ انہوں نے کبھی مسلمانوں کو کافر قرار نہیں دیا بلکہ انہیں مسلمان سمجھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو بہتر بنانے اور متحد ہو کر غیر مسلموں کو اسلام پہنچانے کی دعوت دی ہے اور خود اپنے عمل سے خدمت اسلام کر کے دکھائی ہے، یہی مجددیت ہے، جو نہ مودودی صاحب کی تحریک اقامتِ دین میں نظر آتی ہے جو پولیٹیکل قلابازیوں اور سیاسی چالبازیوں کی نظر ہو کر رہ گئی اور نہ کسی اور انجمن یا سوسائٹی کو ایسی مجددانہ خدمات اسلام کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔

بین الاقوامی اتحاد اور عدل و انصاف قائم کرنے کی تعلیم

محکوم قوم کے اموال ناجائز طور پر ہڑپ کرنا ظلمِ عظیم ہے، اسلام کی تعلیم یورپ کے معقول لوگ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ قوم کو اس طرف توجّہ کرنی چاہیئے

خُطبہ جُمعہ

مورخہ ۲ اپریل ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

یایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا - ھو اقرب للتقوٰی - واتقوا اللہ - ان اللہ خبیر بما تعملون (المائدہ ۵ : ۸)

تمام انبیاءؑ پر ایمان اقوامِ عالم میں اتحاد کا ذریعہ ہے

اس آیت کریمہ میں بین الاقوامی عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اقوام کی کتابوں اور ان کے پیغمبروں پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔ یہ تعلیم مسلمانوں کو اس لئے نہیں دی گئی کہ اس سے دوسری قوموں کو خوش کرنا مقصود ہے بلکہ یہ تعلیم اسلام کا بنیادی اصول ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام اقوام کے پیغمبروںؑ اور ان کی آسمانی تعلیمات پر ایمان لایا جائے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنی ذات کے متعلق فرمایا امنت بما انزل اللہ من کتاب۔ کوئی بھی کتاب کسی زمانہ میں کسی قوم اور کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہو میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوامِ عالم کو متحد کرنا چاہتے تھے۔ لیکن سطحی اور معمولی باتوں سے قوموں کے اندر اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا اصولوں پر اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور ان میں سے سب سے اہم اصول یہ ہے کہ تمام قوموں کے انبیاء علیہم السلام اور ان کی کتابوں پر ایمان لایا جائے۔ اسی طریقہ سے اقوامِ عالم میں اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔

غیر اقوام کے ساتھ عدل و انصاف کی تعلیم

اس کے ساتھ ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اقوام کے ساتھ اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور عملاً کر کے دکھلا دیا ہے۔ فرمایا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط۔ قوامین مبالغہ کا صیغہ ہے، مطلب یہ کہ پورا زور لگا کر انصاف قائم کیا جائے اور ایسا کرنے میں رضاء الٰہی مقصود ہو۔ ساری قومیں اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ مسلمان رضاء الٰہی کو پیش نظر رکھ کر بین الاقوامی عدل و انصاف کو قائم کرے۔

ہندو عیسائی اور یہودی کی تنگدلی

ہمارا ہمسایہ ہندو اپنے سوا کسی کو پاک و صاف خیال نہیں کرتا۔ وہاں شودر بھی ہیں جو اچھوت کہلاتے ہیں۔ نسلی برتری بھی وہاں موجود ہے اور قومی برتری بھی، ایسا ہی یہودی اور نصرانی بھی قومی برتری کے مدعی ہیں ان کو اس پر فخر ہے کہ ہم یہودی اور نصرانی ہیں دونوں کا ادعا ہے کہ لن یدخل الجنۃ الا من کان ھوداً او نصاریٰ ہمارے سوا قطعاً کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نحن ابناء اللہ و احباءہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کی محبوب قوم ہیں۔ ہمارے سوا دوسری قوم جنت میں نہیں جا سکتی۔ اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے دنیا میں بین الاقوامی عدل و انصاف کیسے قائم کیا جا سکتا ہے اور کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔

کسی قوم کی دشمنی عدل و انصاف سے نہ روکے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط۔ اے مؤمنو! اے ہمارے ماننے والو! یہ خطاب اس لئے ہے کہ متوجّہ ہو کر سنیں اور قبول کریں۔ فرمایا پوری طاقت کے ساتھ انصاف پر کھڑے ہو جاؤ۔ مزید فرمایا ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی۔ یاد رکھو قوموں کا تمہارے ساتھ دشمنی کرنا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم بھی عدل و انصاف کے تقاضے ہاتھ سے چھوڑ بیٹھو۔ اعدلوا تم نے عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ ھو اقرب للتقوٰی۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں۔ متقی ہیں۔ یہ دعوےٰ اس صورت میں مفید ہو سکتا ہے کہ تم عدل و انصاف سے کام لو کہ یہ تقوےٰ کے قریب ہے۔ پھر فرمایا واتقوا اللہ خدا تعالےٰ ہماری نیات کو پاک کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے خدا کو پیش نظر رکھو اور متقی بن جاؤ۔ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ تم کسی طرح بھی زبان کو بگاڑ بگاڑ کر فیصلے دو ہم تمہارے دیدہ و دل کی گہرائیوں کو جانتے ہیں۔ اور تمہارے اعمال کی بازپرس ہم کریں گے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے پبلک میں حکومت کی پالیسی تلقین کی۔

یہ اللہ تعالےٰ کی تلقین ہے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہ تعلیم عمل میں لائی جائے چنانچہ حضور صلعم نے اس تعلیم پر عمل کر کے دکھایا۔ جب معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن کے گورنر اور قاضی مقرر کر کے بھیجا (ابو موسےٰ اشعریؓ بڑے ذہین اور فطین آدمی تھے۔ ان کو آپ نے قاضی بنایا اور معاذ بن جبلؓ کو گورنر۔ وہ بھی بڑے مضبوط اور صاحب الرائے اور سمجھدار تھے۔) حضورؐ نے انہیں فرمایا کہ آپ دونوں سوار ہو جائیں۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضور پیدل چلیں اور ہم سوار ہوں۔ فرمایا میری خوشی اسی میں ہے کہ آپ سوار ہوں اور میں ساتھ ساتھ چلوں۔ چنانچہ حضور صلعم نے ان کے ساتھ بطور مشایعت تھوڑی دور تک پیدل جاتے ہوئے حکومت کی پالیسی پبلک میں ارشاد فرمائی۔

انگریزوں نے دوسو سال برصغیر ہند و پاکستان میں حکومت کی پالیسی خفیہ طور پر گھر میں بنائی۔ حضور صلعم نے خفیہ نہیں پبلک میں اسلامی حکومت کی پالیسی بیان فرمائی حضور صلعم نے فرمایا کہ تم یمن کے لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ وہ اہل کتاب ہیں۔ ان کے پاس خدا کی کتاب ہے اس لئے یاد رکھو کہ ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا سلوک کیا جائے اور یہ بھی فرمایا کہ حکومت کرنے کا پہلا اصول یہ ہے کہ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے جو لوگوں کے لئے خوشی کا باعث ہو، اور اس طرح ان کے ساتھ برتاؤ ہو کہ وہ یہ سمجھیں کہ آسمان سے فرشتے اتر آئے ہیں یسرا ولا تعسرا۔ ان کو آسانی دو، تنگی مت کرو۔ بشرا ولا تنفرا ان کے لئے خوشی کا موجب ہو، نفرت پیدا نہ کرو۔

محکوم قوم کے اموال ہڑپ نہ کئے جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلعم غیر اقوام کے لئے کیسا محبت بھرا دل رکھتے تھے۔ فرمایا حکومت کرتے وقت سختی نہ کرنا نرمی اختیار کرنا، ان کو کہنا کہ ہم خدائے واحد کے پرستار ہیں۔ اور محمد رسول اللہ خدا کی طرف سے ہماری رشد و ہدایت کے لئے تشریف لائے ہیں یہ ان کے قلوب کو منوّر کرنے کے لئے پہلی

بات ہے۔ یہ تو آپؐ نے حکم نہیں دیا کہ ان کے اموال مدینہ میں بھیج دیئے جائیں۔ اور یہاں کے آدمی ان کی دولت پر قبضہ کر لیں۔ نہیں بلکہ فرمایا کہ ان کو کہو کہ زمین و آسمان کا بادشاہ ایک ہے اور محمد صلعم اس کے رسول ہیں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان کو کہو کہ ان کی بھلائی کی خاطر خدا نے روزانہ پانچ نمازیں مقرر کی ہیں، اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ خدا نے تم پر صدقہ مقرر کیا ہے، تم نے مخلوق کی خدمت کرنا ہے، اور مخلوق کی خدمت کا طریق یہ ہے کہ تؤخذ من اغنیاءھم و ترد علی فقراءھم قوم کے دولت مند لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے اور اسے ان کی قوم کے اوپر خرچ کیا جائے۔ یہ رقم ہمارے خزانے میں مت بھیجی جائے بلکہ وہیں غرباء میں تقسیم کر دی جائے۔ فرمایا ایاکم وکرائم اموالھم تم ان کے اعلیٰ درجے کے اموال ہڑپ کرنے کے لئے نہیں جا رہے ایسا نہ ہو کہ انکی اچھی اچھی چیزیں دیکھ کر ٹیکس بازی شروع کر دی جائے یہ نہ سوچنا کہ یہ اموال اچھے ہیں مدینہ پہنچنے چاہئیں یہ غیر اقوام کے متعلق کیسی اچھی نصائح ہیں۔

جب انگریز ہندوستان میں آئے تو یہاں کی ہر اچھی چیز وہ اپنے گھر لے گئے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ انگلستان میں انگریز کا ایک ایک گھر "میوزیم" بنا ہوا ہے۔ اس کے بالمقابل آج سے چودہ سو سال پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے انہوں نے فرمایا کہ دوسرے کا مال ہڑپ کرنا حرام ہے۔ پھر فرمایا اتق دعوۃ المظلوم وہ غیر قوم ہے مسلمان نہیں ہیں۔ لیکن وہ مخلوق خدا ہیں ان پر ظلم نہ کیا جائے مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو اس کی آہ سے بچو فانہ لیس بینھا و بین اللہ حجاب مظلوم کی آہ سیدھی خدا تک پہنچتی ہے کیونکہ اس کی آہ اور خدا تعالےٰ کے درمیان روک حائل نہیں ہوتی۔

انگریز نے ہماری سستی چیزیں لیجا کر مہنگی چیزیں فراہم کیں۔

یہ تو اسلام کی تعلیم ہے لیکن یورپین اقوام علم اور تجربہ کے باوجود عدل و انصاف کے تقاضوں سے بہت دور ہیں۔ ان کو خدا کے رسولؐ نے دجّال فرمایا ہے کس خوبصورتی سے ہندوستان کی دولت اپنے گھروں میں لے جاتے رہے۔ میں مڈل یا انٹرنس میں پڑھتا تھا۔ اس وقت ایک روپے کی ۱۶ سیر گندم تھی۔ دیسی براد زاعلیٰ درجہ کی گندم یہاں سے لے جاتے اور ۲½ روپے پونڈ کے بسکٹ بنا کر یہاں بھیج دیتے۔ یہاں سے چمڑہ سستے داموں خریدتا اور زیادہ یا پنڈ° روپے کے دارسن کے بوٹ بنا کر بھیجتا جو ہم ان سے خریدتے اور بوٹ کی چیں چیں کی آواز سن کر بڑے خوش ہوتے۔ اسی طرح روپیہ کی آٹھ سیر کپاس یہاں سے لے جاتے اور سولہ یا چھبیس کی ململ ہمیں آجاتی تھی جس کی پگڑی باندھ کر ہم خوش ہو جاتے تھے ہماری دولت بھی وہ لے جاتے اور ہم تھے کہ انگلستان کی چیزیں استعمال کر کے خوش ہوتے تھے۔

لیکن حضور صلعم نے یمن کے متعلق حکومت کی پالیسی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ غیر قوم کا مال ہڑپ نہیں کرنا۔

اسلام کی تعلیم یورپ میں پھیلانے کی ضرورت

یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور یہی دین ساری دنیا کا ہو سکتا ہے۔ یہ دین انگلستان، جرمنی، روس اور فرانس میں پھیلانا چاہیئے۔ اگر پاکستان ارادہ کر لیتا کہ یورپ میں اسلام پھیلانا ہے تو آج ان سارے ممالک میں اسلام پھیل چکا ہوتا۔ حال ہی میں میں جنوبی امریکہ کے دورے پر گیا تو واپسی پر لندن اور پیرس ٹھہرا۔ اس کے بعد اٹلی گیا اور وہاں کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ وہاں ہماری طرح سانولے رنگ کا ایک شخص معہ اہلیہ قیام پذیر تھا۔ وہ دونوں خوش اخلاق تھے۔ ان کا چہرہ روشن تھا۔ دوران گفتگو انہوں نے بتایا کہ میں عیسائی ہوں۔ دوسرے دن میں ان کے کمرے میں گیا اور کہا کہ انجیل شریف لایئے گا۔ اور پہاڑی کا وعظ سنایئے۔ اس نے سنایا اس میں لکھا تھا کہ

مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خُدا کو دیکھیں گے

اس وعظ کے سارے جملے اسی قسم کے تھے جن کو پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کیا خوبصورت تعلیم ہے۔ جب وہ سارا وعظ پڑھ چکے تو میں نے کہا کہ کیا اس کے بعد مسیحؑ کے مصلوب ہونے کی حاجت رہ جاتی ہے۔ اس نے کہا نہیں پس اسلام کی تعلیم اگر یورپ میں پھیلائی جائے تو یورپ مسلمان . . . .

ہو سکتا ہے۔ لیکن پاکستان میں اس جوش و جذبہ کا نام و نشان نہیں ہے اسلام کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے لیکن اس کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں۔

پاکستان کے علماء اور سیاستدان اور چیزوں کے لئے لڑتے جھگڑتے ہیں حالانکہ پاکستان میں اسلامی زندگی اختیار کرنے پر زور دینا چاہیئے تھا۔ اسلامی تعلیم دلوں کو منور کرتی ہے اس کو دنیا میں پھیلانے کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ مگر اس اہم امر کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ظاہر ہے یہ طرز عمل عمدہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لئے بڑی قربانی دی ہے خدا نے ہماری قربانی قبول فرمائی اور یہ وطن ہمیں بخشا۔ اس سرزمین کو صحیح معنوں میں پاک بنانا چاہیئے۔ آج تو میں ایک جگہ جمع ہو رہی ہیں ہوائی جہاز نے دنیا کو ایک محلہ بنا دیا ہے ضروری ہے کہ ساری قوموں کو اسلام کی تعلیم پیش کی جائے لیکن پاکستان غافل ہے۔ ہم سست رفتار ہو گئے ہیں۔ کچھ تو گورنمنٹ ہمیں زرمبادلہ نہیں دیتی۔ کچھ بڑے لوگ اس کام کے لئے تیار نہیں۔

یورپ میں اسلام کی تعلیم قابلِ قبول ہے

میں نے ایک دفعہ لنڈن میں ایک گرجا میں رات کے وقت وعظ کیا۔ اس مجلس کے صدر نے اُٹھ کر کہا کہ ہم نے آج اسلام کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ جیسے آسمان پر بیٹھا ہوا ایک شخص ہم لوگوں سے مخاطب ہے ہر ایک مرد اور عورت نے مجھ سے مصافحہ کیا، اور کہا کہ ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ اسلام بدوؤں کا مذہب ہے یا عورتوں کا دین ہے۔ لیکن آج پتہ چلا کہ یہ بنی نوع انسان کا دین ہے۔ میں لیکچر کے بعد چلا آیا۔ صبح کو ڈاک میں ایک لفافہ ملا۔ اس میں اس شخص نے لکھا تھا کہ رات کو میں آپ کا لیکچر سننے کے بعد مسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی کہ میں اس کا اظہار کروں۔ اس لئے کہ نہ معلوم کیا رسم مجھے ادا کرنی پڑے گی۔ آپ لکھیں کہ میں مسلمان کس طرح بن سکتا ہوں۔ میں نے انہیں لکھا کہ آپ نے جس وقت سے اس تعلیم کو صداقت پر مبنی یقین کیا ہے اس وقت سے آپ مسلمان ہیں۔ ہاں مسلمانوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔ اس تعارف کے لئے آپ اتوار کو ہمارے ہاں آجائیں۔ چنانچہ وہ شخص آیا۔ میرے لیکچر کے بعد اس نے بڑی قابلیت سے لیکچر دیا اور مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ پس یہ حقیقت ہے کہ اسلام فطرت کا مذہب ہے۔ آج پڑھے لکھے آدمی اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

قوم کے بڑے آدمی اسلام کو یورپ میں لے کر جائیں۔

ہمارے پاس مبلغ نہیں آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ یتیموں کو اکٹھا کر کے مبلغ بنا کر باہر بھیج دیا جائے۔ خود اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو پیش کرنے کے لئے تیار نہیں یتیموں کو پالو اور ان کو مبلغ بناؤ یہ نظریہ اچھا نہیں ہے ضرورت ہے کہ ہمارے بڑے آدمی جو اسلام کو بخوبی سمجھتے اور بیان کر سکتے ہیں اُٹھیں اور اس پاک تعلیم کو دنیا میں لے جائیں جس سے یورپ کا اہل علم طبقہ ضرور متاثر ہوگا۔

بیگم صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد مرحوم کی وفات

خطبہ جمعہ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ کی شفایابی کے لئے دعا کی تحریک کی اور فرمایا کہ یہ بڑی لائق اور اعلیٰ اخلاق کی خاتون ہیں۔ میرے دل میں ان کی بڑی قدر ہے۔ سب احباب نے مل کر دعا کی۔ لیکن نماز کے بعد یہ خبر آگئی کہ خاتون موصوفہ وفات پا گئیں۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

حافظ شبیر محمد صاحب خوشابی

مسئلہ خلافت پر ایک اجمالی نظر

حضرت مرزا صاحب کی خلافت مشائخ کی خلافت ہے نبیوں کی خلافت نہیں

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکّنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم امناً - یعبدوننی لایشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون [۱]

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھا عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن کی حالت کر دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے وہی نافرمان ہے۔

ابتدائے آفرینش سے انسانوں کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کا کام انبیاء علیہم السلام کے سپرد رہا جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی تو امت کی روحانی اور اخلاقی، دین کو مضبوط کرنے، اور خوف کو امن میں بدلنے کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے سپرد کیا گیا۔ اس آیت میں اسی خلافت کے وعدہ کا ذکر ہے۔

۱۔ خلافت کے مسئلے پر اختلاف

اسلام میں سب سے پہلا اختلاف اسی مسئلہ پر ہوا اور امت محمدیہ تین گروہوں میں بٹ گئی

۱۔ اہلسنت والجماعت

۲۔ اہل تشیع

۳۔ اہل خوارج

چنانچہ یہ اختلاف مسلمانوں میں آج تک موجود ہے۔

اہل سنت والجماعت خلفاء راشدین رضی کو اسی آیت استخلاف کا مصداق سمجھتے ہیں اور اہل تشیع ان سے الگ ہو کر اپنے بارہ آئمہ کو اسی آیت کے ماتحت مانتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی رو سے ہر زمانہ میں مجددین جو آتے رہتے ہیں وہ اسی آیت کے ماتحت آتے ہیں۔

اس دور میں چودھویں صدی کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے بھی اپنے دعوے کے ثبوت میں اسی آیت استخلاف کو پیش کیا ہے۔ اور آپ کے بعد جماعت احمدیہ میں دوسرے مسائل کے علاوہ اس خلافت کے مسئلہ میں بھی اختلاف ہے

عموماً جماعت احمدیہ لاہور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ **اگر حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خلافت نہیں تھی تو حضرت مولوی نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں خلیفہ تسلیم کیا گیا۔ بات دراصل یہ ہے کہ دونوں جماعتوں میں اختلاف لفظ خلیفہ کے استعمال کرنے پر نہیں بلکہ ان امور میں ہے جو خلیفہ کے مفہوم اور اس کے اختیارات اور اس کی بیعت نہ کرنے کے نتائج پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے خلافت کے معنے اور مفہوم کا سمجھنا ضروری ہے۔**

۱۔ خلافت کا مفہوم بہ اعتبار لغت

الخلافۃ النیابۃ عن الغیر اما لغیبۃ المنوب عنہ واما لموتہ واما لعجزہ واما لتشریف المستخلف وعلی ھذا الوجہ الاخیر استخلف اللہ اولیاءہ فی الارض [۱]

خلافت کے معنے دوسرے کی نیابت کرنا ہے یا اس کے قائم مقام ہونا ہے جو اس کی غیر حاضری کے یا اس کے مر جانے کے یا کام کی ناقابلیت کے مگر بعض وقت کسی کو خلیفہ بنایا جائے اس کی عزت افزائی کے لئے ہوتا ہے اور اسی آخری وجہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو زمین پر خلیفہ فرمایا ہے۔

ان معنوں کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کی نیابت، انبیاء کی جانشینی، مجددین اور مشائخ کی خلافت، بادشاہوں کی قائم مقامی، ایک قوم کے بعد دوسری قوم کی ماتحت اور باپ کے بعد بیٹے کے جگہ لینے پر عموماً خلافت کا لفظ استعمال ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے محل اور موقع کے لحاظ سے خلافت کا مفہوم لیا جائے گا۔

قرآن مجید کی رو سے خلافت کا مفہوم

قرآن مجید کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جو خلافت عطا فرمائی ہے وہ تین قسم ہے۔

۱۔ خلافت نوعی

۲۔ خلافت قومی

۳۔ خلافت شخصی

(ا) خلافت نوعی

تمام انسانی نوع کو خدا تعالیٰ نے اپنا خلیفہ فرمایا ہے۔ اس کا ہر ایک فرد دوسری تمام مخلوقات پر حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:-

واذ قال ربّک للملٰئکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ - [۱]

اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام نوع انسانی خلیفہ ہے، کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی کائنات اور اس کی تمام دوسری مخلوقات پر حکمرانی کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے تو تمام بنی نوع انسان کی خلافت نوعی خلافت ہے۔

(ب) **خلافت قومی** - جب کوئی قوم زمین کی وارث بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہے تو وہ اس قوم کی خلافت ہے

واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح [۲]

یاد کرو جب اس نے تم کو نوحؑ کی قوم کے بعد خلیفے بنایا۔

اس آیت میں قومی خلافت کا ذکر ہے۔

(ج) **خلافت شخصی** - جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ٹھہرتا ہے اور وہ باطنی رنگ میں منصب ماموریت پر جناب الٰہی کی طرف سے بذریعہ وحی اور الہام کھڑا ہوتا ہے خواہ ظاہری حکومت اس کے پاس ہو یا نہ ہو تو وہ شخصی خلافت ہے۔

یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃً فی الارض۔ [۳]

اے داؤدؑ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے

اس آیت میں شخصی خلافت کا ذکر ہے۔

۳۔ آیت استخلاف میں کس خلافت کا وعدہ ہے؟

سورۃ النور کی وہ آیت جسے آیت استخلاف کہا جاتا ہے اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے جو خلافت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس میں اسی طرح دونوں قسم کی نعمتیں ظاہری اور باطنی، جسمانی اور روحانی، دینی اور دنیاوی شامل ہیں جس طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام کی امت میں ظاہری اور باطنی نعمتیں خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی خلافت میں حکومت کے ساتھ نبوت بھی شامل تھی کیونکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت کامل نہ تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:-

اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکاً [۱]

جب اس نے تم میں نبی بنائے اور تمکو بادشاہ بنایا

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل شریعت عطا کی گئی اور آپ پر نبوت منقطع ہو چکی اس لئے یہاں بادشاہت اور نبوت، کی بجائے ولایت اور بادشاہت رکھی گئی ہیں جسے دوسرے لفظوں میں خلافت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبیٌ خلفہ نبیٌ وانہ لانبیّ بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون [۲]

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کی نگرانی انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب ایک نبی گذر جاتا اس کے پیچھے دوسرا نبی آ جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفے ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

۴۔ دینی اور روحانی خلافت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں حکومت اور ولایت یا بادشاہت اور امامت دونوں باتیں داخل ہیں۔ اس دوہری خلافت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعض وجود تو ایسے ہوئے ہیں کہ ان دونوں باتوں کو اپنے اندر اکٹھا رکھتے تھے۔ وہ ولی بھی ہوتے تھے اور بادشاہ بھی جس طرح خلفاء راشدین رضی تھے جنہوں نے آنحضرت صلعم کے بعد جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی خلافت کو اپنے وجود میں جمع کیا۔ یہ وہ پاک لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ کو اپنے اندر پوری طرح لے لیا اور آپ کے رنگ میں رنگے گئے۔ لیکن خلافت راشدہ کے بعد خلافت دو شاخوں میں تقسیم ہو گئی یعنے دینی اور دنیاوی۔ دنیوی حکومت کے علمبردار تو بادشاہ ہوئے اور منصب ولایت اور روحانیت کو ائمہ دین اور صلحاء امت نے سنبھالا۔ ہاں کبھی کبھار یہ دونوں

---

[۱] القرآن سورۃ النور آیت ۵۵

ازالہ اوہام ص ۹۹۶ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

شہادۃ القرآن ص ۵۵ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مطبوعہ مفید عام پریس لاہور۔ اردو دوم۔

[۱] امام الراغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن مطبع میمنیہ مصر ص ۱۰۱

[۱] القرآن - سورۃ البقرۃ آیت ۳۰

[۲] " " " " الاعراف آیت ۶۹

[۳] " " " " ص " ۲۶

[۱] القرآن۔ سورۃ المائدہ آیت ۲۰

[۲] محمد بن اسمٰعیل بخاری۔ الصحیح البخاری کتاب الانبیاء۔ باب ماذکر عن بنی اسرائیل۔ تیرھواں پارہ

منصب بادشاہت اور ولایت ایک ہی جگہ اکٹھے ہوتے ہیں جیسے عمر بن عبدالعزیز کہ وہ بادشاہ بھی تھے اور پہلی صدی کے مجدد بھی۔

۵۔ خلافت کا ذکر احادیث میں

اسی بنا پر آنحضرت صلعم کے بعد خلفاء کو خلافت راشدہ سے تمیز کرنے کے لئے احادیث شریفہ میں مُلوک (ملوکیت) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

(۱) ان اوّلہ دینکم نبوۃ ورحمۃ تکون فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ جل جلالہ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ جل جلالہ ثم یکون ملکاً عاضاً فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعہا اللہ جل جلالہ ثم تکون ملکاً جبریۃ تکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ جل جلالہ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ تعمل فی الناس بسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ۔ [۱]

تمہارے دین کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہے اور وہ تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھا لے گا پھر اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا خلافت رہے گی اور پھر اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف اٹھا لیگا پھر اس کے بعد ایذا دینے والے بادشاہ ہوں گے اور جب تک خدا چاہے گا قائم رہیں گے۔ پھر ان کو بھی خدا تعالیٰ اٹھا لے گا۔ پھر غالب اور قاہر بادشاہ ہوں گے اور جب تک اللہ ان کو تم میں رکھنا چاہے رہیں گے تھوڑی مدت کے بعد ان کو بھی خدا تعالیٰ اٹھا لے گا۔ پھر ایک زمانہ آئے گا جس میں سنت کے موافق نبوت کے طریقہ پر خلافت ہو جائے گی۔ الخ

(۲) سیکون بعدی خلفاء ومن بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوک ومن بعد الملوک جبابرۃ ثم یخرج رجل من اھل بیتی یملأ الارض عدلاً کما ملئت جوراً [۲]

فرمایا ضرور میرے بعد خلیفے ہوں گے اور خلفاء کے بعد امیر اور امراء کے بعد بادشاہ اور بادشاہوں کے بعد جابر ہوں گے پھر میرے اہل بیت سے ایک شخص نکلے گا جو زمین کو عدل سے ایسا بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پُر تھی۔

ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی رنگ میں تاریخ کے کئی مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں

[۱] منصب امامت مصنفہ شاہ اسمٰعیل شہید
[۲] کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۶

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ سے لے کر مسیح و مہدی کے زمانہ تک کے حالات بیان فرما دیئے ہیں۔ اس بات کو مختصر الفاظ میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور رنگ میں واضح کیا ہے:۔

کیف تھلک امۃ انا اولہا والمسیح اٰخرھا ولکن بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی ولا انا منھم۔ [۱]

یہ اُمت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے۔ جس کے ابتداء میں میں ہوں اور اس کے آخر میں مسیح ابن مریم ہے لیکن اس کا درمیانی زمانہ کج رَو ہوگا نہ ان کو مجھ سے تعلق ہوگا اور نہ ہماری ان سے کچھ راہ و رسم ہوگی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح اور صاف نور پر روحانی خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

العلماء مصابیح الارض وخلفاء الانبیاء وورثتی وورثۃ الانبیاء [۲]

علماء ربّانی زمین کے چراغ ہیں اور انبیاء کے خلیفے اور میرے اور دوسرے انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

اسی خلافت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجددیت کے نام سے موسوم فرمایا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا [۳]

اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی اس کے لئے تجدید کرے۔

قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے واضح ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کا استحکام اور اس کی حفاظت خلفاء کے ذریعہ سے مقدر فرمائی تھی جو علماء ربّانی اور مجدّدین تھے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور جانشینی کا نظام قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

۶۔ رُوحانی خلافت کا نظام

چودہ سو سالہ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ روحانی خلافت کا نظام مسلمانوں میں دو طرح سے مروّج رہا ہے ایک تو آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے ماتحت دوسرا وہ نظام خلافت جو مجدّدین اور مشائخ نے رائج کیا ہے دوسرے الفاظ میں ایک تو حضرت نبی کریم صلعم کے خلفاء ہوتے اور دوسرے مجدّدین اور مشائخ کے خلفاء ہوتے رہے۔

تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو روحانی سلسلے ان مجدّدین اور مشائخ کے ذریعہ معرض وجود میں آتے رہے جیسے سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ اور

[۱] مشکوٰۃ المصابیح باب ثواب ھذہ الامۃ
[۲] کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۰۱
[۳] مشکوٰۃ مصابیح کتاب العلم الفصل الثانی

سلسلہ سہروردیہ وغیرہ ان میں بھی ہمیشہ خلافت اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے ماتحت جو خلیفے ہوتے رہے وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور جانشین کہلاتے ہیں جیسے خلفاء راشدین اور بعد ازاں ہر صدی کے مجدد جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام شافعی، حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت امام غزالی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ یہ سارے کے سارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء تھے **مگر جو کسی روحانی بزرگ یا شیخ اور مجدد کے خلیفے ہوتے ہیں وہ اس سلسلہ کے خلفاء کہلاتے ہیں وہ آیت استخلاف کے ماتحت خلیفے نہیں ہوتے۔ پس چودھویں صدی میں آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ ہیں نہ کہ نبی۔**

۷۔ حضرت مرزا صاحب آیت استخلاف کی رُو سے خلیفہ ہیں۔

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) "میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں۔ اوّل اندرونی شہادتیں۔ دوم بیرونی شہادتیں۔ سوم صدیٰ کے سر پر آنے والے مجدد کی نسبت صحیح حدیث۔ چہارم انّا نحن نزّلنا الذّکر وانّا لہ لحافظون کا وعدہ۔ اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں اور وہ سورۃ النور کا وعدہ استخلاف ہے جہاں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (سورۃ النور) اسی آیت استخلاف کے موافق جو خلفاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہوں گے ......

اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و ذات کا پیدا ہو جو مسیح کی مماثلت رکھتا ہو۔" [۱]

(۲) "پہلی دلیل اس بات پر کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں یہ ہے کہ میرا یہ دعوےٰ مہدی اور مسیح ہونے

[۱] منظور الٰہی صفحہ ۲۹۱ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ (مطبوعہ مفید عام پریس لاہور ۱۳۴۲ھ)

کا قرآن شریف سے ثابت ہے ...... وہ یہ آیت ہے وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ الخ۔ یعنی خدا نے ان ایمانداروں سے جو نیک کام بجا لاتے ہیں وعدہ کیا ہے جہاں پر اسے زمین پر خلیفے مقرر کرے گا انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے کئے تھے۔ اب جب ہم مانند کے لفظ کو پیش نظر رکھ کر دیکھتے ہیں جو محمدی خلیفوں کی موسوی خلیفوں سے مماثلت واجب کرتا ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ جو ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم خلفائے محمدیہ ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے"۔ [۱]

اس کے علاوہ اور بھی اس موضوع پر حوالہ جات ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے آپ کو امت محمدیہ کے خلفاء میں سے آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے ماتحت چودھویں صدی میں مقام خلافت پر فائز سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو خلیفہ رسول کہتے ہیں۔

۸۔ خلیفہ صرف نبی کا نہیں بلکہ مشائخ کا بھی ہوتا ہے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت صرف نبوت کی ہی ہوتی ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک خلافت صرف نبوت کی ہی نہیں بلکہ مشائخ کی بھی ہوتی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"صوفیاء نے لکھا ہے جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے اور وہ ایک خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے" ....

حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ [۲]

حضرت اقدسؑ نے جب اپنے بعد ہونے والے جانشین کا ذکر کیا تو نبی والا الہام نہیں بلکہ شیخ والا الہام پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد نبوت کی خلافت نہیں مشائخ اور مجدّدین والی خلافت ہے۔

[۱] تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۲
[۲] اخبار الحکم ۱۴؍اپریل ۱۹۰۸ء

۹۔ "خلیفے خدا بناتا ہے" کا مفہوم

بعض اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفے خدا بناتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ خلیفے کا فعل خواہ وہ خلافت نوعی ہو یا قومی اور شخصی خدا تعالیٰ نے اسے اپنی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

شخصی خلافت چونکہ بذریعہ وحی ہوتی ہے اور اسباب کو اس میں قطعاً دخل نہیں ہوتا اس لئے اس خلافت کا پانے والا خلیفۃ اللہ کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ سوائے نوعی یا قومی خلافت کے جو محض اسباب کے تحت انسان کو ملتی ہے وہ کسی شخص یا قوم کو اصطلاحی رنگ میں خلیفۃ اللہ کہلانے کا مستحق نہیں ٹھہراتی۔ ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے انسان بنایا وہ اپنی نوع کے لحاظ سے زمین پر اس کا خلیفہ ہے۔ ایک قوم کو خدا تعالیٰ نے برسرحکومت رکھا ہے وہ بحیثیت قوم کے زمین میں خلیفہ ہے ان کا فاعل بھی خدا تعالیٰ ہے لیکن باوجود اس کے وہ خلیفۃ اللہ نہیں کہلا سکتے جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض[1]

یعنے کون ہے جو مضطر کی دعا کو جب وہ اس سے دعا کرتا ہے قبول کرتا ہے اور مصیبت کو دور فرماتا ہے اور تم کو زمین میں خلیفے بناتا ہے۔

اس آیت میں مشرکین کو خلفاء کے نام سے موسوم کیا ہے تو اصل میں جس انسان کو خدا تعالیٰ وحی اور الہام کے ذریعہ کھڑا کرتے ہیں وہی شخص ہے جسے کہا جا سکتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اور خلیفۃ اللہ کہلانے کا مستحق ہے۔

۱۰۔ مشائخ کے خلفاء کا روحانیت سے خالی ہو جانا

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ خلافت انبیاء کی بھی ہوتی ہے اور مشائخ اور مجددین کی بھی اور اس امت میں جتنے روحانی سلسلے ہیں ان سب میں خلافت موجود ہے۔

جیسے مرور زمانہ کی وجہ سے گذشتہ مشائخ کی خلافتوں میں طرح طرح کی بدعات پیدا ہو گئی تھیں گو انہی کے قائم کردہ سلسلے باقی تھے اور ان میں بیعت اور خلافت کا سلسلہ جاری تھا لیکن ان میں اسلام کی حقیقی روح نہیں رہی تھی۔ ان سلسلوں کے خلفاء کو اپنے مریدوں میں سے جس پر نظر کرم پڑ جاتی انہیں دو خرقۂ خلافت عطا فرماتے اور وہ اس سلسلہ کے خلفاء کہلاتے اور انہیں اپنے مرید بنانے کی اجازت مل جاتی اور عقیدت کی وجہ سے ان کے مرید اور عقیدت مند نذریں نیازیں اور شیرینیاں اپنے اپنے خلیفوں کی خدمت میں جا کر پیش کرتے بلکہ بسا اوقات وہی خلفاء اپنے عقیدت مندوں کے گھروں میں سالانہ سال شیرینیاں وصول کرنے کے لئے جاتے اور جو کچھ ان سے وصول ہوتا وہ اسے اپنا حق سمجھتے اور انجام کار ان خلیفوں نے انہی نذروں نیازوں کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنا لیا۔ اس لئے

[1] القرآن سورۃ النمل آیت ۶۲

آہستہ آہستہ یہ مشائخ کے سلسلے روحانیت سے بالکل خالی ہو گئے اور ان کا مطمح نظر صرف دنیا ہی رہ گئی۔

۱۱۔ حضرت مرزا صاحب[2] شریعت و طریقت دونوں کے مجدد تھے

چودھویں صدی میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت اقدس[2] اس دور میں جیسے شریعت کے مجدد تھے ویسے ہی طریقت کے بھی مجدد تھے جیسا کہ حضرت اقدس[2] لکھتے ہیں:

"یہ عاجز شریعت اور طریقت دونوں میں مجدد ہے جس طرح آپ نے شرعی اور فقہی مسائل کی پیچیدگیوں کو حل کیا اسی طرح آپ نے طریقت کی گتھیوں کو بھی سلجھایا۔[1]

۱۲۔ حضرت مرزا صاحب[2] کی جانشینی کا مسئلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ایک اعلیٰ درجہ کے روحانی اور جمہوری نظام کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا اور اپنے بعد کسی فرد واحد کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا بلکہ حضرت اقدس[2] نے اپنے بعد قائم ہونے والے نظام کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ نظام بیعت

۲۔ نظام نظم و نسق یا مالیاتی نظام

ان دونوں نظاموں کی تفصیلات آپ نے اپنی کتاب الوصیت میں لکھی ہیں۔

(ا) نظام بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

۱۔ "چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔"[2]

۲۔ "ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہیئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بنا دے۔"[3]

اس پر خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت اس طرح تو گاؤں گاؤں میں خلیفہ ہو جائے گا۔ تو حضرت مسیح موعود[2] نے فرمایا:۔

"اس میں آپ کا کیا نقصان ہوگا وہ تو جماعت کو ترقی دینے والے ہوں گے انتظامی معاملات ہم نے انجمن کے سپرد کر دیئے ہیں۔"[4]

[1] اخبار الحکم ۴ جون ۱۹۰۰ء مکتوب ص ۲

[2] الوصیت ص ۱۳ و ۱۴ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بار پنجم۔

[3] حاشیہ الوصیت ص ۱۴ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بار پنجم

[4] ایک نہایت ضروری اعلان ص ۵ مصنفہ مولانا محمد علی برہمن سٹیم پریس لاہور و اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب ص ۵ مصنفہ خواجہ کمال الدین شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دسمبر ۱۹۱۴ء۔

بیعت کے متعلق کتنا واضح اور صاف حکم ہے کہ جس کو چالیس مومن اتفاق کریں وہ بیعت لے سکتا ہے۔ الوصیت کے انہی الفاظ سے حضرت مسیح موعود کے بعد آپ کی خلافت اور جانشینی کا مفہوم نکالا ہے یہی خواجہ صاحب مرحوم نے اور اسی کے تحت حکیم الامت حضرت مولانا نور الدین رح کو خلیفہ چنا گیا اور ۱۹۱۴ء تک یہی مفہوم قادیانی جماعت کا بھی تھا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:۔

"ہم خلیفہ کا وجود الوصیت سے ثابت کرتے ہیں کہ چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں" اور پھر ان بیعت لینے والوں کی نسبت حضرت صاحب[2] فرماتے ہیں "ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا" الخ[1]

۱۳۔ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔

ب۔ نظم و نسق یا مالیاتی نظام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوسرا مالیاتی نظام قائم کیا۔ کیونکہ آپ سے پہلے روحانی سلسلوں میں عقیدت کی وجہ سے مشائخ کے خلفاء میں جو نذروں اور نیازوں کا سلسلہ چلا آ رہا تھا اس سے پیروں اور خلیفوں کو تو یقیناً فائدہ ہوتا تھا لیکن اسلام اور مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ تھا اس کی حضرت مسیح موعود نے اصلاح کی وہ یہ ہے کہ یہاں نذروں نیازوں کی ضرورت نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو اس کا فرض ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کے جہاد میں حسب استطاعت ضرور حصہ لے کیونکہ یہ دور اسلام کے لئے پر خطر دور ہے، ہر طرف سے اس پر حملے ہو رہے ہیں اور یہ وقت نہیں کہ اس جہاد فی سبیل اللہ میں عملاً حصہ نہ لے کہ وہ در حقیقت جماعت احمدیہ کا ہی فرد نہ ہوگا اور میرے بعد اب قوم سے خرچ لینے پر کسی فرد واحد کا حق نہیں ہوگا بلکہ اس آمدنی کے نظم و نسق کا انتظام آپ کی جانشین انجمن کے ذمہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت اقدس[2] فرماتے ہیں:۔

(ا) "چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"[2]

(ب) "میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں۔"[3]

[1] خلافت احمدیہ ص ۳ شائع کردہ انجمن انصار اللہ ۲۱ نومبر ۱۹۱۴ء الفضل احمدیہ پریس قادیان

[2] ضمیمہ الوصیت ص ۵۱-۵۰ شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بار پنجم۔

[3] ضمیمہ الوصیت ص ۵

(ج) "انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہوگا اس کو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے اور ان اغراض میں سب سے مقدم اشاعت اسلام ہوگی۔"[1]

(د) "اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے ...... اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں ...... مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں گے وہ کثرت مال دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔"[2]

یہ وہ نظام ہے جو حضرت مسیح موعود[2] نے جماعت احمدیہ کے لئے بنایا۔ آپ نے ان دونوں نظاموں کو اپنی زندگی میں نہ صرف کتابی شکل میں چھوڑا بلکہ عملاً اس طرح نافذ کیا کہ

اوّل۔ آپ نے اپنی موجودگی ہی میں بیعت لینے کے لئے تین خلیفے مقرر کئے۔ سید عبداللطیف شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ مولوی حسن علی بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ اور تیسرے ایک اور بزرگ جو خوشاب کے رہنے والے تھے ان تینوں کو حضرت اقدس[2] نے اپنے نام پر بیعت لینے کی اجازت دی۔[3]

دوم۔ آپ نے اپنی جانشین ایک انجمن بنائی جس کے قواعد و ضوابط مرتب کئے اور ان پر عمل درآمد بھی کروا دیا۔ لیکن بات یہیں تک نہیں رہی۔ اس جانشین انجمن کو حضرت اقدس[2] کی زندگی میں ہی ایک واقعہ پیش آ گیا کہ انجمن کے ایک عہدیدار نے جو حضرت صاحب[2] سے خاص تعلق قرابت رکھتے تھے انجمن کے احکام کی تعمیل سے انکار کر دیا اور اس پر یہاں تک اصرار کیا کہ آخر معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچا جس پر آپ[2] خود انجمن کے اجلاس میں تشریف لائے اور مندرجہ ذیل تحریر اپنے قلم سے لکھ کر دی۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے

[1] ضمیمہ الوصیت ص ۴۹

[2] الوصیت ص ۲۰ و ۲۱

[3] اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب ص ۵۳

اخبار احمدیہ

لیکن میں اس قدر زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خود خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ والسلام المشتہر غلام احمد عفی عنہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۷ء[۱]

اب یہ کھلا کھلا فیصلہ حضرت صاحبؑ کا ہے کہ صرف ان کی زندگی میں بعض دینی امور کی انہیں اطلاع دی جائے۔ ان کے بعد کسی فرد واحد کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ شوریٰ کو رد کر سکے بلکہ ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔

۱۵۔ جماعت ربوہ اور جماعت احمدیہ لاہور کا خلافت کے مسئلہ میں اختلاف۔

انضمام تحریرات کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا لیکن خود غرضی کا برا ہو کہ اسی مسئلہ پر ہلہ۔ دوسرے فریق نے بہت سی الجھنیں پیدا کر دی ہیں حالانکہ مسئلہ خلافت میں دونوں جماعتوں کے نزدیک جو امور متنازعہ فیہ ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ جماعت ربوہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت نبوت کی ہی ہوتی ہے چونکہ حضرت صاحبؑ کے بعد خلافت قائم ہوئی اس لئے حضرت صاحبؑ نبی تھے اور آپ کی خلافت نبوت کی خلافت ہے

اور اس کے برعکس جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ ہے کہ خلافت صرف نبوت کی ہی نہیں ہوتی بلکہ مجددین اور مشائخ کے خلفاء بھی ہوتے رہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے:۔

"صوفیاء نے لکھا ہے جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے .... ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے الشیخ المسیح الذی لایضاع وقتہ"[۲]

۲۔ جماعت ربوہ کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء کی بیعت نہ کرنے والا خواہ اس نے حضرت اقدسؑ کی بیعت بھی کیوں نہ کی ہوئی ہو فاسق ہے۔

اور جماعت احمدیہ لاہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ اشخاص جن کو چالیس مومن یا پوری جماعت بیعت لینے کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ یا جانشین کے طور پر منتخب کرے گی وہ صرف غیر از جماعت لوگوں کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے حضرت صاحبؑ کے نام پر ان سے بیعت لینے پر مجاز ہوں گے اور جنہوں نے حضرت اقدسؑ کی بیعت کی ہوئی ہے وہ انہیں مجبور نہیں کر سکتے یہ ان کی اپنی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ ان کی بیعت کریں یا نہ کریں اگر وہ ان کی بیعت نہ کریں تو وہ فاسق نہیں ہوتے۔

۳۔ جماعت ربوہ کا یہ عقیدہ ہے کہ سلسلہ عالیہ کے خلیفہ کو بحیثیت خلیفہ ایسے ہونے کے انجمن کے فیصلوں میں ترمیم دینے کا حق ہے وہ انجمن کے فیصلوں کو رد کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک خلیفہ انجمن پر حاکم ہے **اور جماعت احمدیہ لاہور کا یہ عقیدہ ہے** کہ خلیفہ انجمن کے فیصلوں میں دخل دینے کا حق نہیں رکھتا اور نہ ہی اسے انجمن کے فیصلوں کو رد کرنے کا اختیار ہے وہ بھی انجمن کے فیصلوں کا ایسا ہی پابند ہے جیسا کہ جماعت کا ہر فرد یہ الگ بات ہے کہ انجمن خود اس کی بات کی مان کر اپنے فیصلہ میں اس کے مطابق کرے۔

یہ باتیں ہیں جن میں ہمارا دوسرے فریق کے ساتھ اختلاف ہے۔

۱۶۔ خلیفہ کی جگہ لفظ امیر کو استعمال کرنے کی وجہ۔

خلاصہ یہ کہ جماعت احمدیہ لاہور کو محض کسی کے لئے خلیفہ کے لفظ کو استعمال کرنے پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس کے مفہوم میں اختلاف ہے جس سے حضرت مسیح موعودؑ کے اصل مقام کو تبدیل کر دیا گیا ہے اس واسطے اس اشتباہ کو دور کرنے کے لئے جو جماعت ربوہ نے حضرت اقدسؑ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے پیدا کر دیا تھا اور ساتھ ہی یہ غلط عقیدہ بنا لیا تھا کہ خلافت صرف نبوت کی ہی ہوتی ہے جس کے انکار سے حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والا بھی فسق کے فتویٰ سے بچ نہیں سکتا، حضرت مولانا نور الدین خلیفہ کے وفات کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے صحیح جانشین کو خلیفہ کے ہم معنی لفظ امیر سے ملقب فرمایا تاکہ حضرت اقدسؑ کے دعویٰ نبوت کا کوئی اشتباہ نہ رہے اور جماعت ربوہ کا آئے دن نئے وضع کردہ امور ... عام لحاظ میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں وہ دور ہو سکیں اور حضرت مرزا صاحبؑ کا صحیح مقام مسیح، مہدی اور مجدد کا نکھر کر دنیا کے سامنے آ سکے۔

(باقی آئندہ)

چک ۱۸ جنوبی میں انجمن خواتین کا قیام

چک ۱۸ جنوبی میں حال ہی میں خواتین کی انجمن تشکیل کی گئی ہے۔ جس کے عہدہ داران حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ صدر۔ عزیز بیگم صاحبہ۔ زوجہ چوہدری اللہ داد صاحب

۲۔ سیکرٹری۔ نسرین اختر صاحبہ دختر چوہدری شیر علی صاحب۔

۳۔ خزانچی۔ پروین اختر صاحبہ دختر چوہدری نور محمد صاحب

بیگم صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی وفات

—— یہ خبر احباب جماعت کے لئے موجب افسوس ہوگی کہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم و مغفور کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد گزشتہ جمعہ انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کو اگلے روز ۲ر اپریل کو بوقت ۹ بجے صبح قبرستان میانی صاحب کے احمدیہ قطعہ میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی قبر کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ کرنل سعید احمد صاحب نے پڑھائی۔ نماز جنازہ اور تدفین کے موقعہ پر بزرگان و احباب سلسلہ کے علاوہ غیر از جماعت احباب نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ بیرونی احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

مرحومہ صاحبہ اخلاق خاتون تھیں اور سلسلہ سے والہانہ محبت رکھتی تھیں۔ اپنی اولاد میں احمدیت سے عشق و محبت پیدا کرنے میں مرحومہ کا بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے قرب و رحمت کے ہزاروں درجات عطا فرمائے۔

مرحومہ کے فرزندان میں جناب عزیز احمد صاحب، کرنل سعید احمد صاحب، ڈاکٹر وحید احمد صاحب، رشید احمد صاحب اور تین شادی شدہ لڑکیاں ہیں، ان سب اور دیگر لواحقین سے ہمیں دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے

خط و کتابت کا پتہ

C/۱ ۔ گلبرگ ۔ لاہور

حج بیت اللہ سے مراجعت

—— یہ امر موجب مسرت ہے کہ جناب عبد الرحمن ناظر صاحب ریٹائرڈ انکم ٹیکس کمشنر ان کی بیگم صاحبہ اور ان کی ہمشیرہ بیگم شیخ سلیم فریضہ حج ادا کر کے بخیریت واپس تشریف لے آئے ہیں ہم ان تینوں کو اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کی توفیق ملنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا انہیں مزید برکات سے نوازے۔

تقریب نکاح

—— محترم چوہدری عبد الحق صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ۲ و اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن کے صاحبزادہ منیر احمد کا نکاح چوہدری بشیر احمد صاحب کی صاحبزادی سے بعوض ۵ ہزار روپے حق مہر جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے پڑھایا۔ یکم اپریل کو چوہدری عبد الحق صاحب کی طرف سے احباب و خواتین کو پر تکلف دعوت ولیمہ دی گئی۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے

ایک اور نکاح

—— ۴ر اپریل کو مخدوم سعد اللہ صاحب پرنسپل کالج ڈیرہ غازی خان کے صاحبزادہ محمد امین صاحب کا نکاح خالدہ ظہور صاحبہ بنت چوہدری ظہور احمد صاحب موضع حضرت کرمانوالہ (اوکاڑہ) کے ساتھ بعوض حق مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے پڑھایا خطبہ نکاح میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نکاح کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے حقوق زوجین پر شرح و بسط سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اعلان نکاح کے بعد چوہدری ظہور احمد صاحب نے حاضرین کو پر تکلف دعوت طعام دی۔

دولہا اور دلہن کے والدین نے بیس بیس روپے دکل مبلغ چالیس روپے شکرانے کے طور پر انجمن کو عطیہ دیا۔ جزاھم اللہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔ آمین۔

درخواست دعا

—— میں نہایت افسوس سے رقمطراز ہوں کہ بوجہ ضعف بصارت اب میں ہر قسم کے مطالعہ سے محروم ہوا جاتا ہوں بمشکل چند الفاظ لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ دعا کیجئے کہ اپریشن سے میری نظر بحال ہو جائے تاکہ میں مطالعہ سے محروم زندگی نہ گزاروں۔

آپ کا خادم

۸۲ سالہ بڈھا الٰہی بخش۔ لائل پور

سمندر خان صاحب دربند کا عطیہ

قاضی عبد الاحد صاحب لکھتے ہیں :۔

سمندر خان صاحب کے لڑکے بابو بشیر احمد صاحب بی اے۔ ایل ایل بی کی نسبت ڈاکٹر بابو محمد الدین صاحب کی دختر کے ساتھ ہوئی ہے اس خوشی میں سمندر خان صاحب نے ۱۰/- روپے اشاعت اسلام کے لئے عنایت کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس رشتہ کو بابرکت کرے۔

۱ـه مجدد اعظم حصہ دوم —— مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲ـه اخبار الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء

محمد انور ملتی صاحب

چند انذاری پیشگوئیاں

مبارک وہ جو خدا سے ڈر کر اس کی پناہ ڈھونڈے

مورخہ ۲۶ کی اس تحریر میں جو "پیغام صلح" میں ۱۶ دسمبر ۱۹۷۰ء کو شائع ہو چکی ہے۔ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور سلسلہ کے اخبارات سے حوالہ جات نقل کر کے عرض کیا تھا کہ کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" مصنفہ مولانا محمد علی مرحوم و مغفور ربی خدائی نشان معلوم ہوتا ہے جس کے متعلق وہ پہلے سے فرما چکا ہے "وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشاں کی پنج بار"۔ اس کی تعبیر کرتے ہوئے حضرت صاحبؑ لکھتے ہیں :—

"اس وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے۔ پانچ زلزلے آئیں گے۔ پہلے چار زلزلے کسی قدر ہلکے اور خفیف ہوں گے اور پھر پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا۔ یہ لوگوں کو سودائی اور دیوانہ کر دے گا یہاں تک کہ وہ تمنا کریں گے کہ وہ اس دن سے پہلے مر جاتے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۳ حاشیہ)

حضرت صاحبؑ کی کتاب اربعین سے یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو :—

"ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب۔ لک خطاب العزۃ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھا دے اور آفاق میں تیرے نام کی خوب چمک دکھا دے۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔"

کتاب حقیقۃ الوحی کے آخر میں آپ کا جو منظوم کلام ہے۔ اس میں اس نشان کی زیادہ وضاحت ہے۔ وھو ھذا

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن
تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن
کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن
غیر کیا جانے کہ غیرت اس کی کیا دکھلائے گی
خود بتائے گا انہیں وہ یار بتلانے کے دن
وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشاں کی پنج بار
یہ خدا کا قول ہے۔ سمجھو گے سمجھانے کے دن
طالبو تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اس مرے محبوب کے چہرہ دکھلانے کے دن
وہ گھڑی آتی ہے۔ جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

. . . .

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر در پیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

مورخہ ۵ فروری ۱۹۷۱ء کو روزنامہ انگریزی "پاکستان ٹائمز" میں ایک خبر

. . . .

. . . .

. . . .

امریکہ کے ایک سائنسی ادارہ N.O.A.A کے حوالہ سے شائع ہوئی ہے۔ جس کی سرخی ہے

Devastating quakes feared in 1971

یعنے ۱۹۷۱ء میں ایسے سخت زلزلوں کے آنے کا خدشہ ہے، جن سے کئی جگہیں تباہ و ویران ہو جائیں گی۔

اوپر درج شدہ کلام میں جو شعر ہے ؎

وہ گھڑی آتی ہے۔ جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے ہیں دجال کہلانے کے دن

اس کو سمجھنے کے لئے قارئین حضرات کی توجہ کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" کے Preface میں پیراؔ کی طرف دلائی جاتی ہے جس میں مولانا مرحوم فرماتے ہیں :- "اگر قاری کو ان مضامین کے بارے میں جو اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں نیز دوسرے جو دین اسلام سے متعلق ہیں پوری معلومات حاصل کرنی ہوں تو وہ میری بڑی تصنیف "دی ریلیجن آف اسلام" پڑھ لے، جس میں اسلامی اصولوں قوانین ضوابط پر جامع بحث کی گئی ہے۔"

کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" کے مطالعہ سے مسیح ابن مریم کی امت محمدیہ میں آمد کی اصل حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ یہاں پر حضرت صاحبؑ کے اس الہام کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو یوں ہے۔

انتی فی الکتاب مسطور (میرا ذکر چھپا ہوا ایک کتاب میں ہے)

کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" کے پہلے باب کے اختتام پر مولانا محمد علی مرحوم لکھتے ہیں :—

خدا تعالیٰ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے ہر صدی ہجری کے سر پر مجدد مبعوث فرماتا چلا آیا ہے چودھویں صدی ہجری کے سر پر جو شخص مبعوث ہوئے وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ ہر وہ شخص جو دیگر ممالک اسلامیہ کے حالات کا بالعموم اور پاکستان کے حالات کا بالخصوص جائزہ لیتا ہے۔ تو پریشان اور مغموم ہو جاتا ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے۔ کہ کوئی مسیحی نفس انسان سامنے جو مسلم اقوام کی اصلاح کا کام سنبھالے اس کے تن مردہ میں جان ڈال دے۔

جیسا کہ خاکسار اپنی پہلی تحریر میں عرض کر چکا ہے۔ پاکستان کے قائم ہونے اور اس کے قائم و دائم رہنے یعنی بقا کا سلسلہ احمدیہ سے گہرا تعلق ہے۔ ابھی تک چونکہ جماعت کے لٹریچر سے استفادہ نہیں کیا گیا ملک بدستور بحرانی صورت سے دوچار ہے۔ جس دن کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" کی اہمیت و حیثیت عام لوگوں پر آشکارہ ہو گئی اسی دن ہر عقلمند پکار اٹھے گا کہ "پاکستان بچ گیا" اور یہ خبر دنیا بھر کے لوگوں کو چونکا کر رکھ دے گی۔ کثیر تعداد میں لوگ حضرت صاحبؑ کی سچائی کے معترف ہو جائیں گے اور آپ کو عزت کے نام سے پکارنے لگیں گے ساتھ ہی جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت ربوہ کے مابین فیصلہ ہو جائے گا کہ کونسا فریق حق پر ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت صاحبؑ کے دو الہام جو اخبار الحکم اور البدر میں علی الترتیب ۲۴ جولائی ۱۹۰۷ء اور ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئے ہیں یہاں تحریر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ربّ ارنی حقائق الاشیاء۔
ترجمہ:۔ اے میرے ربّ مجھے اشیاء کے حقائق سے مطلع فرما۔

۲۔ "ایسوسی ایشن"

اشیاء سے مراد یہاں لوگ ہیں (دیکھئے سورہ مبارک والبقرہ کے آخری رکوع میں اس لفظ کے معنے)۔ وہ لوگ جو حق اور راستی پر ہیں ان کے متعلق خدا تعالیٰ نے "ایسوسی ایشن" کا لفظ بیان فرمایا ہے کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" کے Preface کے پیرا دوم میں دونوں جماعتوں کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں :—

The Lahore Ahmadis formed themselves into an association known as the Ahmadiyya Anjuman Ishaat Islam, Lahore.

. . . .

قارئین حضرات سے التماس ہے کہ وہ مذکورہ بالا باتوں کو عام لوگوں تک ممکن سرعت کے ساتھ پھیلا دیں تاکہ ایک تو لوگوں کو قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے فرمودات کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملے دوسرے آئندہ سخت ایام کی پیش بندی ہو سکے اور کوئی لاعلمی اور غفلت میں ہی خدا کے غیض و غضب کا شکار نہ ہو جائے۔ مبارک وہ جو خدا سے ڈر کر اس کی پناہ کو ڈھونڈے۔

خاکسار محمد انور ملتی عفی عنہ
ممبر جماعت احمدیہ لاہور ۲۴

ایک بصیرت افروز مضمون

(بسلسلہ صفحہ ۲)

قادیانی جماعت کانگریس کے ساتھ مل گئی ہے قادیان میں مناظرہ ہوا کہ کانگریس یا لیگ میں سے کس کے ساتھ ملنا چاہیئے تو فیصلہ کانگریس کے ساتھ ملنے کے حق میں ہوا اور اب بجنور میں کانگریس کی شاندار کامیابی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں۔ اور یہ لکھا جا رہا ہے کہ مسلم لیگ تو ایک مردہ چیز ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ملنے سے کیا حاصل ہے۔

ذاتی فائدہ کے لئے اسلامی مفاد کے ساتھ دشمنی۔

یہ تمام آثار بتاتے ہیں کہ قادیانی جماعت کا قدم شیعہ جماعت کے ناعاقبت اندیش گروہ کے پیچھے اٹھ رہا ہے مگر وہ یاد رکھیں کہ اسلام سے یہ غداری ہے کہ صرف اپنے فائدے کو مدنظر رکھ کر اسلامی حقوق کو پامال کیا جائے اور اس ملک میں اسلام کا مستقبل تاریک بنانے میں ان لوگوں کا ساتھ دیا جائے جو اسلامی تہذیب کے مٹانے کے درپے ہیں اور جو اسلامی اکثریت کے مطالبات کو یوں ٹھکرا رہے ہیں کہ گویا آٹھ کروڑ مسلمان اس ملک میں محض ان کے رحم پر ہیں۔ جماعت قادیان کا یہ رویہ فی الحقیقت بتا رہا ہے کہ وہ اس بارے میں اپنے حریف یعنے احرار سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کانگریس کے سات صوبوں میں حکومت کے منظر نے ان کی آنکھوں کو چندھیا دیا ہے اور وہ اب یہی سمجھتے ہیں کہ جتنی جلدی ہم کانگریس کے ساتھ مل جائیں گے اسی قدر فائدہ میں رہیں گے گویا انہیں اسلام کے نفع نقصان سے کچھ کام نہیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ احرار تو صرف کانگریس کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے اور مسلمان اکثریت کی

احبابِ فجی کیلئے درخواستِ دعا

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ - التماس ہے کہ جزائر فجی کی جماعت سے مولوی عبد اللطیف خانصاحب آف نا ندی اپنے مکتوب مؤرخہ ۳-۷۱-۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ پچھلے دنوں سخت بیمار ہو گئے تھے۔ بفضلہ اب وہ اچھے ہیں مگر کمزوری بہت ہے۔ وہ جملہ احباب جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کی جائے۔ نیز بابو عبد الرحمان ساہو خانصاحب بھی علیل ہیں ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کی جائے دونوں بزرگ جماعت فجی کے روح رواں ہیں۔ نہایت مخلص اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے شیدائی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور خدمتِ دین متین کے لئے انہیں توفیق مزید عطا فرمائے ۔ فقط والسلام

احمد یار عفی عنہ - انچارج ادارہ تعلیم القرآن

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور - مورخہ ۷ اپریل ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۴

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ فون نمبر ۵۳۷۳ تار کا پتہ "تبلیغ لاہور"

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

ابن آدم کی لا متناہی خواہش دولت

عن عباس ابن سھل بن سعد قال سمعت ابن الزبیر علی المنبر بمکۃ فی خطبتہ یقول یایھا الناس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لو ان ابن ادم اعطی وادیا ملاءً من ذھب احب الیہ ثانیا ولو اعطی ثانیا احب الیہ ثالثا ولا یسد جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب۔

ترجمہ:—

حضرت عباسؓ بن سہل بن سعدرضؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابن زبیر کو مکہ میں منبر پر سُنا۔ خطبہ میں کہتے تھے اے لوگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابن آدم کو سونے سے بھری ہوئی ایک وادی دے دی جائے تو وہ چاہے گا کہ اس کے ساتھ دوسری ہو اور اگر اسے دوسری دی جائے تو اس کے ساتھ تیسری چاہے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو سوائے مٹی کے کچھ نہیں بھر سکتا اور اللہ اس پر رجوع برحمت کرتا ہے جو توبہ کرے۔

فضل الباری

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

انجیلی تعلیم اور قرآن کریم

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کے ارشادات گرامی

اگر کوئی انجیل کی تعلیم کا عملی ثبوت لینے کے لئے کسی پادری صاحب کے منہ پر طمانچہ مارے تو وہ بجائے اس کے کہ دوسری گال پھیرے پولیس کے پاس دوڑا جاوے گا۔ اور اس کو حکام کے سپرد کرا دے گا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انجیل معطل پڑی ہے۔ اور قرآن شریف پر عمل ہو رہا ہے۔ ایک مفلس اور نادار بڑھیا جس کے پاس ایک جو کی روٹی کا ٹکڑا ہے۔ اس ٹکڑے میں سے ایک حصہ دے کر مما رزقنا ھم ینفقون میں داخل ہو سکتی ہے۔ لیکن انجیل کی طمانچہ کھا کر گال پھیرنے کی تعلیم میں مقدس سے مقدس پادری بھی شامل نہیں ہو سکتا۔ ؏

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

انجیل تو اس پہلو میں یہاں تک گری ہوئی ثابت ہوتی ہے کہ اور تو اور خود حضرت مسیح بھی اس پر پورا عمل نہ دکھا سکے۔ اور وہ تعلیم جو خود پیش کی تھی عملی پہلو میں انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ کہنے کے لئے ہے۔ ورنہ چاہیئے تھا کہ اس سے پیشتر کہ وہ گرفتار ہوتے خود اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیتے اور دعائیں مانگنے اور اضطراب ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں کر کے بھی دکھاتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہو جاتا کہ وہ کفارہ کے لئے آئے ہیں۔ کیونکہ اگر ان کی زندگی کا یہی کام تھا۔ کہ وہ خودکشی کے طریق سے دنیا کو نجات دیں۔ اور بقول عیسائیوں کے خدا بجز اس صورت نجات دے ہی نہیں سکتا تھا۔ تو ان کو چاہیئے تھا کہ جس کام کے لئے وہ بھیجے گئے تھے وہ تو یہی تھا پھر وعظ اور تبلیغ کی ضرورت ہی کیا تھی کیوں نہ آتے ہی یہ کہہ دیا کہ مجھے پکڑ اور پھانسی دے دو تاکہ دنیا کی رستگاری ہو۔

غرض قرآن شریف کی تعلیم ثابت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور ذرہ ذرہ اس کے آگے ہے۔ اور اس نے ایسی تعلیم دی ہے جو انسانی قوتوں کی تکمیل کرتی ہے۔ اور عفو اور انتقام کو محل اور موقع پر رکھنے کے واسطے اس سے بڑھ کر تعلیم نظر نہیں آئے گی۔ اگر کوئی اس تعلیم کے خلاف اور کچھ پیش کرتا ہے۔ تو وہ گویا قانون الٰہی کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ بعض طبائع طبعاً عفو چاہتی ہیں۔ اور بعض مار کھانے کے قابل ہوتی ہیں۔ سب طبائع قرآن شریف کی تعلیم کے موافق کھلی رہ سکتی ہیں۔ اگر انجیل کے موافق کریں تو آج ہی سب کچھ بند کرنا پڑے۔ اور پھر دیکھو کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ انسان انجیلی تعلیم پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

محترم محمد صالح نور صاحب
(واقف زندگی) لائلپور۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقامِ صدیقیت

ربواہی عقیدہ پر نظرِ ثانی کی دعوت

یاروخودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں ✤ خُو اپنی پاک وصاف بناؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضد و تعصّب میں ڈوبتے ✤ آخر قدم بصدق اُٹھاؤ گے یا نہیں؟
(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنی تعلیم اور فرمودات نبویؐ کی روشنی میں اپنی تمام تر تصانیف میں اس امر پر بالخصوص زور دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ باب نبوت مسدود کر دیا گیا ہے لہٰذا کسی جدید یا قدیم نبی کے برپا ہونے کا سوال خارج از بحث ہے۔ مگر مقامِ تأسف ہے کہ جب حضورؑ کی یہ تمام تحریرات ان لوگوں کے سامنے رکھی جاتی ہیں جو اپنے آپ کو ان کے نام سے وابستہ کرنے کے باوجود اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں تو وہ نہایت جُرأت اور بے باکی سے یہ کہہ دیتے ہیں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ "حضور کو ایک لمبے عرصہ تک جو ۱۹۰۱ء تک ممتد ہے اپنے اصل قدم سے کما حقہٗ آگاہی نہیں ہو سکی تھی" حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حضورؑ نے تمام عمر ایک ہی نوع کے عقیدہ کا اظہار فرمایا ہے اور اس امر کو بارہا بہت تحدّی سے پیش فرماتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے شرفِ مکالمہ مخاطبہ اب بھی حاصل ہو سکتا ہے اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا حاصل ہونا نبوت کو لازم نہیں ہے بلکہ ایسا سلوک اللہ تعالیٰ غیر انبیاء سے بھی ہمیشہ سے کرتا ہے اور اُمّتِ مسلمہ جو خیر الامم ہے بدرجہ اَولیٰ اس کی حق دار ہے۔

اس مختصر سے نوٹ میں یہ امر عرض کرنا مقصود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو بکثرت مکالمہ مخاطبہ کا شرف پایا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور فنافی الرسولؐ کے مقام پر فائز ہو کر ہی پایا ہے۔ جیسا کہ آپ "ایک غلطی کا ازالہ" میں بیان فرماتے ہیں:—

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کر دی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی"

جس طرح ایک عیسائی کی روح کو تب تک تسکین حاصل نہیں ہوتی جب تک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "رسول اللہ" سے بڑھا کر "ابن اللہ" بلکہ الوہیت کے مقام تک نہ پہنچا دے بعینہٖ حضرت مسیح موعودؑ کے مقام میں افراط کی راہ اختیار کرنے والوں کو اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا جب تک وہ حضورؑ کو ایک "ولی اللہ" "صدیق" اور "مامور من اللہ" کے مقام سے اُٹھا کر نبوت کے مقام پر کھڑا نہ کر دیں۔ حالانکہ "فنافی الرسول" کا مقام جو "سیرت صدیقی" کی کھڑکی سے داخل ہو کر حاصل ہوتا ہے کوئی معمولی مقام نہیں ہے۔

جماعتِ احمدیہ ربوہ کا دَورِ ثالث شروع ہو چکا ہے اور ایسے علماء جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو بغور دیکھنے کا شوق اور شغف رہا ہے ان کی تعداد نہایت ہی قلیل رہ گئی ہے اکثریت احکامات اور فرمودات خلافت کو ہی اپنی روحانی غذا اور دین کا مغز یقین کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو پس پشت ڈالنے میں کوئی مضائقہ خیال نہیں کرتی۔ لہٰذا ہم جماعت کے فہمیدہ اور تعلیم یافتہ طبقہ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیمات و تصانیف کا مطالعہ بہوش و حواس کریں۔ اور وہ نظریات جو انہیں ان تحریرات کے خلاف جماعتی تربیت کے نتیجہ میں سکھلائے جاتے رہے ہیں ان پر نظرِ ثانی کریں۔ اور تعصّب اور ضد کو خیرباد کہہ کر فراخ دلی اور کشادہ دلی سے احمدیت کے صحیح علم الکلام کو سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

— بعض مقامات پر جماعت ربوہ کے اعتقادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات کے اس قدر صراحت سے خلاف نظر آتے ہیں کہ انسان ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ جماعت کو ایک سبق بار بار یاد کروایا جاتا ہے کہ جس شخص کو کثرت سے مکالمہ مخاطبہ ہو وہ نبی ہوتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کو شرف مکالمہ مخاطبہ بکثرت حاصل رہا ہے لہٰذا آپ نبی ہوئے، اس امر کی طرف ذرہ بھی توجہ نہیں کی جاتی کہ اگر نبوت کے لئے یہی شرط ٹھہری تو کیا آپ کے عقیدہ کی رُو سے مرزا بشیر الدین محمود "خلیفۂ ثانی" مرحوم کو بکثرت شرفِ مکالمہ مخاطبہ حاصل نہیں رہا۔ جس کا انہوں نے بارہا خود بھی اظہار کیا ہے، لہٰذا "اجرائے نبوت" کے لئے یہ دلیل تو بیکار ہو گئی۔ اور پھر اب خلافت ثالثہ کے دَور میں جو نیا "علم الکلام" جنم لے رہا ہے کہ

"چونکہ خلافت راشدہ مستحکم بنیادوں پر قائم ہو چکی ہے لہٰذا اب آئندہ نہ نبی آئیں گے اور نہ ہی مجدّدین کی ضرورت ہے۔ خلافت ہی تاقیامت قائم رہے گی"

اس نئے علم کلام کی رُو سے کبھی خدا تعالیٰ سے بکثرت شرفِ مکالمہ مخاطبہ حاصل ہونے پر کوئی بھی نبی نہ ہو سکے گا۔

— اب ہم حضرت مسیح موعودؑ کے پُرشوکت کلام کا ایک حصّہ پیش کر کے جماعت ربوہ کے فہمیدہ احباب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حضرت صاحبؑ کے مقامِ "صدیقیت" پر غور کریں اور حضرتؑ کی طرف ایسا دعوے منسوب کرنے کی جسارت نہ کریں جس سے آپ کو آج بھی منہ پھیرنا ہو گا اور کل بھی۔ اس فاسد عقیدہ کی رُو سے آپ کے بزرگوں کے طفیل احمدیت کو کافی نقصان پہنچ چکا ہے۔

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور مقامِ صدیقیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں فرماتے ہیں:—

"اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر اس رنگ میں الہام ہو کہ بندہ سوال کرتا ہے اور خدا اس کا جواب دیتا ہے اسی طرح ایک ترتیب کے ساتھ سوال و جواب ہو اور الٰہی شوکت اور نور الہام میں پایا جاوے اور علوم غیب یا معارف صحیحہ پر مشتمل ہو تو وہ خدا کا الہام ہوتا ہے۔ خدا کے الہام میں یہ ضروری ہے کہ جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے مل کر باہم ہمکلام ہوتا ہے اسی طرح ربّ اور اس کے بندے میں ہمکلامی واقع ہو اور جب یہ کسی امر میں سوال کرے تو اس کے جواب میں ایک کلام لذیذ فصیح خدا تعالیٰ کی طرف سے سُنے ...... اگر ایک صالح اور نیک بندہ کو بے حجاب مکالمہ الٰہی شروع ہو جائے اور مخاطبہ اور مکالمہ کے طور پر ایک کلام روشن، لذیذ، پُر معنی، پُر حکمت پوری شوکت کے ساتھ اس کو سنائی دے اور کم سے کم بارہا اس کو ایسا اتفاق ہوا ہو کہ خدا میں اور اس میں عین بیداری میں دس مرتبہ سوال و جواب ہوا ہو۔ اس نے سوال کیا، خدا نے جواب دیا پھر اسی وقت عین بیداری میں اس نے کوئی اور عرض کی اور خدا نے اس کا بھی جواب عطا فرمایا۔ ایسا ہی دس مرتبہ تک خدا میں اور اس میں باتیں ہوتی رہیں اور خدا نے بارہا ان مکالمات میں اس کی دعائیں منظور کی ہوں۔ عمدہ عمدہ معارف پر اس کو اطلاع دی ہو۔ آنے والے واقعات کی خبر اس کو دی ہو اور اپنے برہنہ مکالمہ سے بار بار سوال و جواب میں اس کو مشرف کیا ہو تو ایسے شخص کو خدا تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہیئے اور سب سے زیادہ خدا کی راہ میں فدا ہونا چاہیئے کیونکہ خدا نے محض اپنے کرم سے اس کو اپنے تمام بندوں میں سے چُن لیا ہے اور اُن صدیقوں کا اس کو وارث بنا دیا جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں یہ نعمت نہایت ہی نادر الوقوع اور خوش قسمتی کی بات ہے جس کو ملی اس کے بعد جو کچھ ہے وہ ہیچ ہے اس مرتبہ اور مقام کے لوگ اسلام میں ہوتے رہے ہیں"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا عبارت آب زر سے لکھی جانے کے قابل ہے اور یہ عبارت اس مضمون کا حصّہ ہے جو بموجب الہام الٰہی تمام مذاہب کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت سے سبقت حاصل کرے گا۔ اس مقام پر حضورؑ نے **ایک کامل انسان کے خدا تعالیٰ سے بارہا عین عالم بیداری میں مکالمہ مخاطبہ کے شرف حاصل کرنے کو مقامِ "صدیقیت" پر سرفراز ہونا قرار دیا ہے۔** اس تحریر کے بعد حضور علیہ السلام اپنا اس مقام پر سرفراز ہونا یوں بیان فرماتے ہیں:—

"میں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عطا فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی کو قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سُنا دوں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی)

"اسلامی اصول کی فلاسفی" کے متعلق حضور کو قبل از وقت الہاماً یہ خبر دی گئی تھی کہ "مضمون بالا رہا" اور بعد میں ایک عالم نے اس کی برتری کو مانا اور آج تک یہ مضمون اپنا لوہا منوا رہا ہے۔ اور ہر مکتب فکر و خیال سے داد اور خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے۔ اس بلند عظمت والے مضمون میں حضورؑ نے کس وضاحت سے اپنا مقام ایک **صدیق کا مقام** بیان فرمایا ہے۔ یہ تحریر

(باقی ص ۱۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۴؍اپریل ۱۹۷۱ء

بزرگوں کی قبروں پر..........

ذیل کی خبریں ملک کے توحید پرست حلقوں میں نہایت رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی جائیں گی :۔

(۱) "کل مزار بابا فرید الدین گنج شکر کو ۱۰۰ من عرق گلاب سے غسل دیا گیا۔"

(روزنامہ ندائے ملت لاہور مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۷۱ء)

(۲) "شیخ علی ہجویری کے مزار کو غسل دینے کی تقریب نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ منائی گئی اس مقدس تقریب پر داتا دربار کی امور مذہبی کی کمیٹی کے ارکان کے علاوہ ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت کی، غسل کا پانی حاصل کرنے کے لئے ہزاروں افراد بوتلیں لے کر آئے تھے، اور بعض لوگ اس متبرک پانی کی چند بوندیں حاصل کرنے کے لئے صبح سے داتا کے حضور میں کھڑے تھے تقریب کا افتتاح تلاوت قرآن سے ہوا، اس کے بعد ارکان کمیٹی نے تعویذ قبر سے غلاف اتار اور چار من عرق گلاب اور روح کیوڑہ سے تعویذ کو غسل دیا گیا، جب عرق گلاب کا پہلا قطرہ تعویذ پر گرا تو ہزاروں افراد نے بآواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا۔"

(روزنامہ مشرق لاہور مورخہ ۸؍مارچ ۱۹۷۱ء)

(۳) "حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رح کے ۹۲۷ ویں سالانہ عرس کی تیاریاں مکمل ہو گئیں ہیں، مختلف نجی اداروں نے عرس کے لئے شامیانے، بجلی کا سامان اور پنکھے فراہم کر دیئے ہیں، صوبائی محکمہ اوقاف نے عرس کی تقریبات کے لئے بیس ہزار روپے منظور کئے ہیں، عرس کی سہ روزہ تقریبات کا آغاز ۱۵؍اپریل کو رات سے ہوگا۔" (روزنامہ مشرق۔ لاہور۔ مؤرخہ ۱۱؍اپریل ۱۹۷۱ء)

یہ اس قوم کا حال ہے، جو دنیا میں خدائے واحد کی پرستش کرنے اور دنیا کو توحید کا سبق دینے کے لئے پیدا کی گئی تھی جس کو حکم دیا گیا تھا کہ اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا۔ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ، خدا کی عبادت کرو اس کے سوائے کوئی دوسرا معبود نہیں، جس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خدا کے سوائے کسی دوسرے کو حاجت برار نہ بنانے کی تلقین کی تھی، اور کھلے لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا لا تجعلوا قبری وثنا۔ میری قبر کو بت نہ بنانا۔ آہ! آج اسی رسول پاک کی امت کے بزرگوں کو جو وہ بھی توحید الٰہی کے پرستار اور خدائے واحد کی پرستش کا سبق دیتے تھے، اپنا حاجت روا سمجھ کر ان کی قبروں کی پرستش کی جاتی ہے، کیا چونے اور گچ کی قبروں کو چار چار من عرق گلاب سے دھونا اور بیس ہزار روپیہ عرس کی تقریبات پر خرچ کرنا ملک کی دولت کا ضیاع اور قرآن کریم کے کھلے احکام کی خلاف ورزی نہیں؟ تعجب ہے کہ ان کھلی مشرکانہ رسوم کے خلاف نہ کوئی بڑے سے بڑا مولوی آواز اٹھاتا ہے اور نہ کسی اخبار میں صدائے احتجاج بلند کی جاتی ہے، یوں ذرا ذرا سے فروعی مسائل میں اختلاف پر کفر کے فتوے دینے میں تو علمائے کرام بڑے ہوشیار ہیں، لیکن ان مشرکانہ رسوم کو دیکھتے ہوئے اس طرح مہر بلب ہیں کہ گویا منہ میں زبان ہی نہیں۔

انہی حالات کے پیش نظر ایک باغیرت مسلمان مولانا پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے ایک مکتوب ہفت روزہ اعتصام کو لکھا ہے، جس میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ :۔

"اگر کوئی ہندو اپنے بت کو عرق گلاب سے غسل دے اور پھر اس غسالے کو متبرک سمجھ کر بوتلوں میں محفوظ کر لے تو سارے علماء (خواہ وہ بریلوی ہوں یا دیوبندی، بدایوں ہوں یا فرنگی محلی، خیر آبادی یا ندوی) اس ہندو کے اس فعل کو کیا سراسر مشرکانہ یا کافرانہ قرار نہ دیں گے؟ اور اس غسالے پر نجس ہونے کا حکم نہ عائد کریں گے؟

لیکن مسلمان شاید ہر سال لاہور اور پاک پٹن میں اور (نہ جانیں کہاں کہاں) یہ مشرکانہ فعل علانیہ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود لاہور سے لے کر کراچی تک کوئی مولوی، کوئی مفتی، کوئی مذہبی لیڈر کوئی مذہبی ادارہ، کوئی اسلامی حکومت قائم کرنے کا مدعی، مخرقیکہ کوئی اللہ کا بندہ اس غیر اسلامی بت پرستانہ فعل کے خلاف نہ صدائے احتجاج بلند کرتا ہے نہ کوئی احتجاجی جلسہ منعقد کرتا ہے۔ نہ اخباروں میں اس کے خلاف کوئی مضمون شائع کرتا ہے نہ دائے عامہ کو متاثر کرتا ہے، نہ کلمۂ حق کہتا ہے اور نہ کوئی پوسٹر شائع کرتا ہے، نہ اس کے خلاف کوئی مولوی جلوس نکالتا ہے

حالی نے تو یہ کہہ کر اپنے دل بیقرار کو تسلی دے لی تھی ؎

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
کواکب کو مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

لیکن یہ محض ایک طنز ہے جس سے ازالۂ مرض نہیں ہو سکتا آپ سے التماس ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو اس کی وجہ بیان فرما کر میرے دل مضطرب کے سکون کا سامان مہیا فرما دیجئے۔ آخر ہمارے علماء کیوں خاموش رہتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ جب مجھ جیسے جاہل سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ تمام افعال سراسر مشرکانہ اور کافرانہ ہیں تو علماء بلا شبہ بدرجہ اولیٰ اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر وہ سب کے سب از لاہور تا کراچی سروں پر کفن باندھ کر میدان میں کیوں نہیں آتے۔ وہ سب مل کر مسلمانوں کو اس قسم کے مشرکانہ افعال سے باز رکھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ وہ اس دن سے کیوں نہیں ڈرتے جب ان سے باز پرس کی جائے گی کہ تم نے جاہل مسلمانوں کو قرآن کا پیغام توحید کیوں نہیں سنایا؟ تم نے ان کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟

میں حیران ہوں کہ جب علماء اس قسم کی خبریں اخباروں میں پڑھتے ہیں ان کی راتوں کی نیند کیوں نہیں حرام ہو جاتی؟ انہیں نیند کیسے آجاتی ہے۔ کیا انہوں نے قرآن نہیں پڑھا؟ کیا انہوں نے حدیث نہیں پڑھی؟ ضرور پڑھی ہے تو پھر وہ اپنے اپنے مدرسوں، حجروں، ڈرائنگ روموں اور آستانوں و سیاسی مکانوں سے باہر نکل کر جاہل مسلمانوں کی راہنمائی کیوں نہیں کرتے؟"

مولانا سلیم چشتی کے اس سوال پر سوائے اس کے کیا عرض کیا جا سکتا ہے کہ علمائے کرام کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ کوئی کلمۂ حق زبان سے نکالنے کا خیال بھی کر سکیں، ان کے دن رات تو حامیانِ اسلام کی تکفیر کے اسباب تلاش کرنے، سیاسی معرکہ آرائیوں اور حصولِ اقتدار کے لئے لڑنے جھگڑنے میں صرف ہوتے ہیں، وہ داتا دربار یا کسی اور مزار پر ہونے والی تقریبات کے خلاف آواز بلند کرنے کی ہمت بھی کہاں رکھتے ہیں، افسوس ہے اور تو اور مسلمانوں کا وہ فرقہ بھی جو موحدین کے نام سے توحید کے علمبردار بن کر کھڑے ہوئے تھے، آج سیاست کی رَو میں بہہ کر اور مسائل کے اختلاف پر فتوے صادر کرنے میں اس قدر منہمک ہیں کہ اپنے اصل نصب العین کو فراموش کر چکے ہیں، ورنہ توحید کا غلغلہ کرنا گروہ ان مزاروں اور خانقاہوں پر جا کھڑے ہوتے اور بلال، صہیب اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم کی تقلید میں ماریں کھا کر "احد" "احد" پکار کر اپنا شعار بنا لیتے تو مشرکانہ رسوم کا یہ فروغ دیکھنے میں نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے خاص فضل و کرم سے امتِ مرحومہ کی اصلاح و ہدایت کی کوئی سبیل پیدا کر دے۔

سلسلہ میں شمولیت

مندرجہ ذیل اصحاب بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں :۔

(۱) مفید احمد ولد رحمت خان سکنہ ٹبہ بولے شاہ ... ... سید موری گجرات
(۲) مبارک احمد ولد غلام احمد " " " "
(۳) مسرت چوہدری ولد فضل ولد چشتر " " " "
(۴) اسحاق احمد ولد چوہدری محمد حسین " " " "
(۵) محمود نواز خان ولد محمد نواز خان المعروف محمد یعقوب سکنہ قمر قلعہ ہری پور تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم
(۶) عبدالرشید ملک ولد عبدالغفور سکنہ لوہار بانڈہ۔ مانسہرہ ضلع ہزارہ۔

تلاش!

(المرشد)

عقل و خرد کو آج جنوں کی تلاش ہے
وارفتہ جنوں کو سکوں کی تلاش ہے
"دیں پروری" کو چھوڑ کے پہنچے ہیں ہم کہاں
"پیروں" کی جستجو ہے فسوں کی تلاش ہے

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز۔ ایم۔ اے

فطرت کا دین

امریکی رسالہ ٹائم بابت ماہ نومبر ۱۹۷۰ء میں ایک معروف پادری رچرڈ کارڈینل کشنگ کی دفات پر اس کی شخصیت و حیات کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے اس میں ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ جب امریکی صدر کینیڈی کی بیوہ جیکولین نے دوسری شادی کر لی تو پادریوں نے اس شادی کو غیر مذہبی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف آواز بلند کی اس وقت پادری صاحب موصوف نے کہا:-

ONLY God Knows
who is a Sinner
and who
is not.

یعنی اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے کہ کون گنہگار ہے اور کون گنہگار نہیں ہے۔ پادری صاحب کا یہ بیان عیسائیت کے بنیادی عقیدہ کے خلاف ہے جس میں ہر انسان کو پیدائشی طور پر گنہگار قرار دیا گیا ہے۔ یہ فی الحقیقت فطرتِ انسانی کی آواز ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ عیسائیت کا مزعومہ بنیادی عقیدہ فطرت کے سراسر خلاف ہے، انسانی فطرت مصنوعی قیود و حدود سے آزاد ہے اور عیسائی دنیا فطرت کی آواز کو دبا نہیں سکتی۔ ان کے کلیساؤں میں بھی اس کی زبان بندی نہیں کی جا سکتی۔

اسلام اور اعمالِ شاقہ

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (۵۸۲ھ - ۶۶۱ھ) ایک نہایت بزرگ اور مصلحِ اُمت ولی اللہ تھے۔ ان کا ہر سال عرس منایا جاتا ہے اور اخبار و جرائد اس موقعہ پر خصوصی نمبر نکالتے ہیں۔ آپ کی سوانح بھی رقم کی گئی ہیں۔ ان میں ایسے ایسے اعمال حضرت بابا گنج شکرؒ کی ذات کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جو سراسر غیر اسلامی اور ولی اللہ کی شان کے خلاف ہیں۔ روزنامہ مشرق کے مطابق "حضرت بابا صاحب بارہ برس تک صائم رہے۔ اس عرصہ میں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ گلے میں ایک کاٹھ کی روٹی ڈال رکھی تھی۔ جب بھوک غلبہ کرتی تو آپ روٹی پر دانت مارتے بارہ سال کی ریاضت کے بعد جب والدہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے لکڑی کے سہارے کو بھی ہٹا دیا اور کہا کہ ابھی تم پر نفس غالب ہے جاؤ اور بغیر چوبی روٹی کے صائم رہو۔ چنانچہ انہوں نے کاٹھ کی روٹی پھینک دی اور پھر بارہ سال تک صائم رہے۔ (مشرق لاہور ۱۳ر مارچ)

"آپ نے بہت سخت سے سخت مجاہدے کئے، چلہ معکوس بھی کاٹا۔ یعنے بارہ سال کنوئیں میں الٹک کر نماز معکوس ادا کی (اس کا طریقہ یہ ہے کہ چلہ کرنے والا رات کو پاؤں میں رسی باندھ کر کنوئیں میں اُلٹا لٹک جاتا ہے اور عبادت میں معروف رہتا ہے۔ ناقل)۔ جواہر فریدی میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں حال ریاضت اور استغراق درجۂ فنا میں یہاں تک پہنچے کہ چڑیوں اور جانوروں نے آپ کے پاؤں اور وجود مبارک میں گھونسلے بنا لئے تھے۔"

(روزنامہ جاوداں لاہور ۲۴ر فروری)

یہ اور اس قسم کی بہت سی کرامتیں گنوائی گئی ہیں۔ سوانح نگاروں نے تقریباً ہر ولی و بزرگ کی سوانح مرتب کرتے وقت اسی کرامت پسند رجحان کو سامنے رکھا ہے اور ایک حقیقی انسان اور مصلحِ قوم کے بجائے انہیں فرشتہ اور دیوتا اور فوق البشر ہستی ثابت کرنے میں اس ولی بزرگ کی شان سمجھی ہے حالانکہ اگر کتاب و سنّت کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اسلام میں اس قسم کی کراموں اور اعمالِ شاقہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن کریم نے اس قسم کی رہبانیت کو قطعاً پسند نہیں کیا نہ رسول کریم صلعم کی زندگی میں اس کا نمونہ پایا جاتا ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اس اسوہ حسنہ کے خلاف وہ رہبانیت کی زندگی جو اولیائے اُمت کی طرف منسوب کی جاتی ہے ہرگز قابلِ تقلید نہیں نہ ان بزرگوں نے اس قسم کے خلافِ اسلام اعمال میں حصہ لیا، جن لوگوں نے ایسے اعمال ان کی طرف منسوب کئے ہیں وہ ان کی شان کو بڑھانے کے بجائے ان کی بزرگی کو داغدار بنا رہے ہیں۔

کس اسلام پر اتحاد چاہتے ہیں؟

ہفت روزہ چٹان مؤرخہ ۸ر فروری ۱۹۷۱ء سے بلا تبصرہ:-

"اسلام کے نام پر واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے اجارہ داروں نے وہ محیر العقول کارنامہ انجام دیا ہے کہ اس شکست فاش کے باوجود وہ ایک نہیں ہو رہے اور نہ کبھی ایک ہوں گے، سیدھا سادا سوال ہے کہ پیر قمرالدین سیالوی، مفتی محمود، احتشام الحق تھانوی، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اور اس مقام کے دوسرے نمائندگان اسلام میں وہ کونسی اڑچن ہے جو انہیں متحد ہونے سے روک رہی ہے؟ کیا ان کا اسلام مختلف ہے؟ کیا ان کے اختلافات کچھ اور ہیں؟ اگر اسلام انہیں آپس میں متحد نہیں کر سکتا تو یہ عوام سے کس اسلام پر متحد ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ ملت کے نمائندے نہیں کسی جماعت کے نمائندے ہو سکتے ہیں اور وہ جماعت بھی ایک سیاسی فرقہ کہہ لیجئے ——— یہ لوگ اکٹھے نہیں ہوں گے اکٹھے ہوں تو ان کی انفرادیت ختم ہو جاتی ہے اور جو کچھ ماضی میں ایک دوسرے کے خلاف کہہ چکے ہیں ان چھینٹوں کو دھونا ان کے لئے مشکل ہے۔"

(ہفت روزہ چٹان لاہور - ۸ر فروری ۱۹۷۱ء)

بازی گری

الٰہی تحریکوں کی مخالفت زمانہ کا دستور ہے۔ جہاں کہیں اللہ کے بندے نے کوئی کلمہ حق کہا وہیں اس کے لئے مصائب و مشکلات کے طوفان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس زمانہ میں بھی ایک الٰہی تحریک۔ احمدیت ۔ نے جنم لیا۔ اس کے بانی اور اس تحریک کی مخالفت میں چہار اطراف سے جو شور و غوغہ ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔ مخالفین اور معاندین نے اپنے ترکش کا ہر ہر تیر آزمایا لیکن خطا گیا۔ ان طالع آزماؤں میں مولوی مودودی صاحب بھی پیش پیش ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں انہوں نے "قادیانی مسئلہ" نامی ایک کتابچہ لکھا تھا جس پر انہیں سزائے موت سنائی گئی تھی۔ اس کتابچہ کے مندرجات کتر بیونت بدنیتی اور بغض معاصرت کی نہایت گھٹیا مثال ہے۔ یہ ایک کتاب نہیں ان کے لٹریچر میں خصوصاً تحریکِ احمدیت کے ذکر میں یہی غلط کاری بار بار دہرائی گئی ہے۔ مولوی صاحب کو کیا خبر تھی کہ میری یہ روش "مکافات عمل" کی صورت میں خود میرے سامنے آ جائے گی۔ اور میں خود اس الزام کا مورد بن جاؤں گا۔ جو میں دوسروں پر دھرتا ہوں۔ چنانچہ جب ان کے مخالفین نے ان کی تحریروں کی روشنی میں اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی تو آپ بوکھلا اُٹھے اور کہا:-

"میری تحریروں کو توڑ مروڑ کر جس طرح یہ لوگ میرے اُوپر تہمتیں لگاتے ہیں دنیا میں وہ کونسا مصنف ہے جس کے ساتھ یہ بازی گری نہیں کی جا سکتی میرے لئے اور جماعت کے لوگوں کے لئے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ ان حضرات اور ان کے اکابر کی تحریروں سے وہ عبارتیں نکال نکال کر عوام کے سامنے لا رکھتے جن کی بناء پر ان کے خلاف اس سے زیادہ سخت الزام لگائے جا سکتے تھے جو یہ میرے اُوپر لگاتے ہیں۔ ایک دو مرتبہ بعض لوگوں نے صرف ان کو سبق دینے کے لئے انہی کے اکابر کی تحریریں ان کا نام لئے بغیر پیش کیں تو انہی کے دارالافتاؤں سے ان تحریروں کے خلاف کفر کے فتوے آ گئے لیکن ہم نے ایک لمحہ کے لئے بھی پسند نہ کیا کہ جس طرح یہ گلی گلی اور گاؤں گاؤں میں ہمیں بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ اس طرح ہم بھی اس کا پراپیگنڈا ان کے خلاف کرتے پھریں"

(مولوی مودودی صاحب۔ ایشیا۔ لاہور ۱۴ر فروری ۱۹۷۱ء)

اللہ اکبر! یہ ہے گنبد کی آواز۔ مولوی صاحب نے درست فرمایا کہ "دنیا میں وہ کونسا مصنف ہے جس کے ساتھ یہ بازی گری نہیں کی جا سکتی" اور "قادیانی مسئلہ" لکھ کر مولوی صاحب نے یہ ثابت کر دیا کہ "میرے لئے اور جماعت کے لوگوں کے لئے یہ کچھ مشکل نہ تھا" مولوی صاحب! درست فرمایا آپ نے اور یہ بھی بجا فرمایا کہ

"دنیا میں جھوٹ اور افترا اور بہتان سے کام لے کر کوئی فائدہ اُٹھا بھی لوں تو خدائی پکڑ سے کیسے بچ سکتا ہوں" (بحوالہ مذکور)

واقعی خدائی پکڑ بڑی سخت ہے۔ آپ نے دنیا میں جھوٹ افترا اور بہتان سے کام لے کر کوئی فائدہ اُٹھانا چاہا ...... تو اسی دنیا میں آپ خدا کی پکڑ سے نہ بچ سکے۔ وہی الزام جو آپ دوسروں پر دھرتے تھے آپ کی اپنی ذات کے لئے گلے کا ہار بن گیا۔ بقول شخصے

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

اخبارِ احمدیہ

درسِ قرآن کے اوقات میں تبدیلی

——— جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں محترم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی ہفتہ میں دو دن پیر اور جمعرات کو قرآن کریم کا درس دے رہے ہیں، جس میں خواتین احباب شریک ہوتے ہیں۔ موسم کی تبدیلی کی وجہ سے اوقاتِ درس میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ اس کے مطابق درس قرآن ساڑھے پانچ بجے شام شروع ہو کر ۶½ بجے شام تک ایک گھنٹہ جاری رہے گا۔

شعبہ نشر و اشاعت مقامی جماعت احمدیہ لاہور

وفات

——— ہمارے محترم دوست محبوب اشرف صاحب کی تین سالہ بچی بدھ مورخہ ۷ر اپریل کو انتقال کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو والدین کے لئے موجب شفاعت بنائے۔

انبیائے کرامؑ کے ساتھ مخالفینِ حق کے ناروا سلوک کا آنحضرت صلعم کی تسلّی کیلئے ذکر

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ دشمنوں کی طرف سے حد درجہ کی ایذارسانی اور آپؐ کا عفو و کرم

خطبہ جمعہ

مورخہ ۹ اپریل ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ولقد کذّب اصحٰب الحجر المرسلین وآتینٰھم اٰیاتنا فکانوا عنھا معرضین .... وما خلقنا السمٰوات والارض وما بینھما الّا بالحق وانّ السّاعة لاٰتیة فاصفح الصّفح الجمیل ٥ انّ ربّک ھو الخلّاق العلیم ٥ ولقد اٰتینٰک سبعًا من المثانی والقراٰن العظیم ٥ لا تمدّنّ عینیک الٰی ما متّعنا بہ ازواجًا منھم ولا تحزن علیھم واخفض جناحک للمؤمنین... عمّا کانوا یعملون۔ —————— (سورۃ الحجر۔ ۱۵: ۸۰۔۹۳) ——

مخالفینِ حق کی طرف سے انبیاء کو ایذا دینے کی سُنت آنحضرت صلعم کی مُشکلات میں اس سُنت اللہ کا ذکر

ان آیات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تکالیف کا ذکر ہے جو متواتر بہت مدت تک حضور صلعم کو اُٹھانی پڑیں اس دوران میں اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس طرح تسلّی دی ہے کہ قرآن کریم میں یہ ذکر فرمایا کہ مختلف اقوام میں جسقدر بھی انبیاء علیہم السلام آئے ان سب کو اسی قسم کے ابتلاء پیش آئے۔ لوگوں نے ان کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں، اسی سنت اللہ کے مطابق حضرت نبی کریم صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں کو بھی مصائب کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی بات کا ذکر اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلعم کو تسلّی دینے کے لئے کیا چنانچہ فرمایا ولقد کذّب اصحٰب الحجر المرسلین اہلِ حجر نے بھی جو قوم ثمود بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ اور ان کو تکالیف بھی دی تھیں۔ یہ سنت اللہ ہے۔ اسی لئے آپ بھی قوم کے ہاتھوں مبتلائے آلام ہیں۔ یہ بیان حضرت صلعم کی تکالیف کے احساس کو کم کرنے اور آپؐ کو تسلی دینے کے لئے فرمایا ہے، فرمایا کہ حق کی مخالفت ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔ اور وہ حق جو انبیاء علیہم السلام آسمان سے بذریعہ وحی لاتے ہیں، اس کی شدید ترین مخالفت ہوتی ہے۔ اس امر کا احساس حضور صلعم کو ان آیات سے دلایا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ما اوذی من نبیّ کما اوذیتُ اس قدر شدید تکالیف کا سامنا مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں کرنا پڑا اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے پہلے انبیاء کو پیش آنے والے مصائب و تکالیف کا ذکر کر کے حضور صلعم کو تسلی دی ہے اور فرمایا وآتینٰھم اٰیتنا

فکانوا عنھا معرضین۔ باوجود اس کے کہ ہم نے ان کو حق کی تائید میں کھلے اور واضح دلائل دیئے ہیں وہ روگردانی ہی کرتے رہے۔

اہلِ حجر کا مضبوط مکانات بنانا عذاب سے محفوظ نہ رکھ سکا

وکانوا ینحتون من الجبال بیوتًا اٰمنین۔ اور وہ پہاڑوں کو کھود کھود کر مضبوط مکان بناتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم نے اعلےٰ درجہ کے مکان بنا لئے ہیں اب ہم محفوظ ہیں۔ ہماری دولت محفوظ ہے۔ اسی لئے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کا انکار کیا۔ ان کو اپنی دولت پر اور محفوظ مکانات پر بڑا گھمنڈ تھا اور وہ یقین کرتے تھے کہ ہماری جان اور مال محفوظ ہے فرمایا فاخذتھم الصیحة مصبحین صبح ہوتے ہی ان کو زور کی آواز نے آ لیا۔ ایک سخت زلزلہ آیا جس سے ان کی طاقت، ان کا علم ان کے مکانات ان کی دولت اور ان کی ساری کی ساری احتیاطیں ختم ہو کر رہ گئیں لفظ مصبحین ظاہر کرتا ہے کہ باوجودیکہ ہر قسم کی آسائشیں انہیں میسر تھیں، ان کے دن اور رات اسی میں گذرتے تھے، تاہم صبح کے وقت جب انسان تر و تازہ ہو کر اُٹھتا اور نئے سرے سے دولت کمانے کے پیچھے لگتا ہے ان کے فہم و گمان کے برعکس ایک زوردار طوفان نے ان کو آ لیا فما اغنیٰ عنھم ما کانوا یکسبون۔ جس قدر تجاویز اور جتنے انتظامات انہوں نے کئے تھے وہ سب بیکار ثابت ہوئے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے دشمنوں کا زور اور مخالفت اور ان کو ناکامی کا سامنا

یہ واقعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تسلّی کے لئے بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ آپ کی قوم آپؐ کو ہر قسم کی اذیت دینے کے لئے پورا پورا زور لگا رہی ہے، ان کو اپنے جتھے پر، اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے اور بالمقابل حضرت نبی کریم صلعم کے پاس کوئی اسلحہ نہیں۔ کوئی تربیت یافتہ پلٹن بھی نہیں، یہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن آخرکار ان کی تمام تجاویز اور اسلام و حضرت نبی کریم صلعم کی بربادی کی تمام تدابیر اکارت جائیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دشمنوں کی ناکامی اور حضور صلعم کی کامیابی کا منظر دنیا نے دیکھا۔

کسی قوم کی تباہی اس کی بداعمالی کی وجہ سے ہوتی ہے

اس ضمن میں ایک قانون بیان فرمایا ہے وما خلقنا السمٰوٰت والارض وما بینھما الا بالحق۔ یہ جو بیان ہوا ہے کہ ایک قوم تباہ ہو گئی، اس کی تباہی ایک قانون کے ماتحت ہوئی، وہ قانون یہ ہے، فرمایا اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور فضاء کو حق و حکمت کیساتھ بنایا ہے، اس کائنات میں عدل و انصاف کا قانون جاری و ساری ہے، اس لئے ان کی ہلاکت کسی طرح کا ظلم نہ تھا بلکہ ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے ان کی تباہی ہوئی، عدل و انصاف کا قانون اس کائنات میں پایا جاتا ہے کوئی ہندو ہو یا عیسائی یا مسلمان سب کے لئے قانون ایک ہی ہے۔ جس قوم کے اعمال غیر مفید ہوں اس کے لئے تباہی مقدر ہے فرمایا زمین و آسمان کے قوانین حق و حکمت پر مبنی ہیں، ان کے ہوتے ہوئے کوئی قوم اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے نہیں بچ سکتی۔

آنحضرت صلعم کو دشمنوں کے مقابلہ میں عفو و درگذر کا حکم۔

وان الساعة لاٰتیة۔ فاصفح الصفح الجمیل۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی تباہی کی گھڑی آنے والی ہے اس وقت ان کی اذیت آمیز کارستانیاں فراموش کر کے ان کے عفو اور درگذر اور حلم کا سلوک کیا جائے۔ آپؐ کی شان بلند ہے۔ آپؐ کو انتقام لینا نہیں چاہیئے۔ دشمنی کے مقابلہ پر درگذر سے کام لینا ہے بہتر کردار دکھانا ہے۔ یہ ہے وہ بلند مقام جو حضورؐ کو حاصل ہوا۔ فرمایا وانّک لعلیٰ خلق عظیم۔

رسُول کریم صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں کی استقامت ایذاؤں میں

اگر لیڈر کو نشانۂ ظلم و ستم بنایا گیا تو متبعین کو بھی صبر آزما تکالیف دی گئیں۔ سمیہ نامی غلام عورت تھی دشمنوں نے اس پر زور دیا کہ اسلام ترک کر دو مگر اس نے استقامت سے کام لیا۔ اندازہ لگایئے یہ غلام عورت ہے ایک غلام دل میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اسلام حق ہے اس لئے وہ اسے نہیں چھوڑتی، اس عورت کو ڈرایا گیا۔ ابوجہل نے برچھی ماری لیکن اس نے حق نہ چھوڑا، اسی طرح رسول کریم صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں پر تکالیف کا ایک لمبا عرصہ گذر گیا، لیکن انہیں حکم ہوا فاصفح الصفح الجمیل درگذر سے ہی کام لینا مناسب ہوگا۔ یہ تعلیم جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو دی جا رہی ہے پیش آمدہ حالات کے بالکل برعکس ہے۔

آنحضرت صلعم کا خلق عظیم

کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ یہ بات حضور

صلعم نے از خود کتاب میں لکھ دی ہے یہ تو انسانی طبیعت کے برعکس تعلیم ہے۔ آپؐ صف اوّل میں لڑتے تھے، آپؐ زخمی ہو جاتے ہیں، آپؐ کے محترم چچا شہید ہو جاتے ہیں، آپؐ کے بھائی جعفرؓ شہید ہو جاتے ہیں، حضرت علیؓ زخمی ہو جاتے ہیں، لیکن باوجود ان تکالیف کے جو آپؐ اور آپؐ کے اقربا کو پہنچیں آپؐ کو تحمل و صبر کی تعلیم دی گئی۔ اگر حضور صلعم کا کلیجہ وسیع نہ ہوتا تو یہ نمونہ دکھایا نہیں جا سکتا تھا۔ اسی لئے فرمایا اللّٰہ یعلم حیث یجعل رسالتہ ہم نے بتا دیا کہ آپؐ کو یہ رسالت دی ہے کہ آپؐ کا قلب وسیع ہے آپؐ ہر قسم کی مشکلات برداشت کر سکتے ہیں۔ فرمایا وانک لعلیٰ خلق عظیم آپ اخلاق کی بلندیوں پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اتنے بلند اخلاق کے آپؐ مالک ہیں کہ جب آپ فاتح ہو کر مکہ میں داخل ہوئے تو انہی جانی دشمنوں کے متعلق فرمایا لاتثریب علیکم الیوم۔ آج تم سب کو عام معافی دی جاتی ہے کوئی ملامت تم پر نہیں۔ اس عام اعلان معافی کے بعد بعض مخالفین اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں

ہندہ کی بیعت

ان مخالفین میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی تھیں، ابوسفیان جس طرح زمانہ جاہلیت میں خطرناک دشمن تھا اسی طرح اس کی بیوی بھی سخت ترین دشمن تھی، وہ مفتوح و مغلوب ہو کر سامنے آتی ہے، لیکن بڑی ٹیڑھی ہے۔ اس کی بیعت لیتے ہوئے حضور صلعم نے فرمایا اقرار کرو کہ بتوں کی پرستش نہیں کرو گی۔ اس نے کہا کہ ہم نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ان بتوں نے ہماری حمایت نہیں کی کیا ایسے بتوں کی پرستش کر سکتی ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ بیعت بیفائدہ ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اقرار کرو کہ بچوں کو پیدائش کے وقت ہلاک نہ کریں گے اس پر ہندہ نے کہا یہ عجیب بیعت ہے ربیناھم صغاراً وقتلتھم کباراً۔ یعنے ہم نے بچوں کو پالا پوسا بڑا کیا تو آپؐ نے ان جوانوں کو قتل کر ڈالا پھر ہندہ کو یہ اقرار کرنے کو کہا بدکاری نہ کرو گی اس پر اس نے کہا الحرۃ لا تزنی یہ کیا ٹیڑھی عورت ہے۔ آج بیسوی صدی کے زمانہ میں کوئی وائسرائے گورنر اور بادشاہ ہوتا اس عورت کو کتوں کے آگے ڈلوا دے۔ لیکن حضور صلعم نے اس کے ٹیڑھا پن کی پرواہ نہ کی۔

دشمنوں کی طرف سے آنحضرت صلعم کو ایذادہی اور آپکی طرف سے معافی کا اعلان

باوجود اس کے کہ حضور صلعم کے سامنے وہ تمام تکالیف تھیں جو مکہ میں آپ کو دی گئیں۔ تیرہ سال تک تکالیف اُٹھانے کے بعد آپ مکہ سے ہجرت کرتے ہیں، غار ثور میں پناہ لیتے ہیں وہاں سے مدینہ چلے جاتے ہیں۔ پھر بھی قوم پیچھا نہیں چھوڑتی اور بار بار یورش کرتی ہے تاکہ آپؐ کو اور آپؐ کے متبعین کو تباہ کر دیا جائے۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے جب فتح حاصل ہوئی تو انہی لوگوں کو جو حضورؐ کے سامنے دست بستہ موجود تھے مخاطب کر کے فرمایا لاتثریب علیکم الیوم۔ آج تم سب کے لئے معافی ہے، کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا کوئی سزا نہیں۔ اس عورت سے بیعت لیتے ہوئے اس کے جواب کا اندازہ لگا بیئے اور حضور صلعم کی برداشت اور تحمل کو دیکھئے، کس قدر بلند اخلاق کے آپ مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی لاجواب صنعتکاری

فرمایا ان ربک ھو الخلاق العلیم بے شک تیرا رب سب کا پیدا کرنے والا ہے اور سب کا حال جاننے والا ہے۔ خلاق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنے تخلیق کرتے ہیں اس کی صنعت کاری بے حد و حساب ہونے کے علاوہ لاجواب ہے۔ انواع و اقسام کی تخلیق ہے اور اس کثرت سے ہے کہ اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ جڑی بوٹیاں ہیں تو ان میں تنوع ہے اور کثرت ہے، ان میں تاثیرات اور خواص ہیں۔ گلاب ہے، سونف ہے، اجوائن ہے، گاؤزبان ہے، ان سب جڑی بوٹیوں کا انسان کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ ان کے اوصاف و تاثیرات پر اطباء نے کتب لکھی ہیں۔ ان جڑی بوٹیوں کے اندر کمالات رکھ دیئے گئے ہیں، پھر نباتات ہیں غلہ جات ہیں۔ پھل اور پھول ہیں، درخت ہیں لیموں اور سنگترہ ہے۔ امرود، سردہ اور انگور ہے۔ کشمش اور ناریل ہے الائچی ہے، ان سب کا تعلق ہمارے ساتھ ہے، جہاں غلہ جات اور پھل پھول اور نباتات ہمارے لئے ضروری ہیں وہاں پتھر بھی ہماری صحت کے لئے ضروری ہیں، پتھر کو بھی ہمارے ساتھ تعلق ہے۔ یہ کیلشیم ایک پتھر ہی ہے۔ آج تمام یورپ کیلشیم کیلشیم کا شیدائی و فدائی ہے۔ ہمارے جسم کے اندر پتھر ہے لوہا ہے، تانبا ہے، گندھک ہے، اور خدا جانے اس جسم کے اندر کیا کیا کچھ ہے، ہمارے اطباء نے موتی رگڑ رگڑ کر ادویات بنائی ہیں، موتی پتھر ہے۔ موتی سیپی میں پیدا ہوتا ہے۔ سیپی بھی استعمال میں آتی ہے، ان تمام اشیاء کو اللہ تعالےٰ رحیم و کریم خدا نے ہمارے لئے پیدا کیا ہے۔ دیار کی لکڑی کی الگ صفت ہے، شہتوت کی لکڑی کی الگ صفت ہے۔ نباتات کے علاوہ پرندوں پر غور کیا جاوے رنگا رنگ کی چڑیاں ہیں، چڑیا گھر میں جائیں تو خدا یاد آ جاتا ہے کس قدر رنگ دار وہاں چڑیاں ہیں، ان میں بٹیر ہیں تیتر ہیں اور مرغابیاں ہیں، یہ سب کے سب انسان کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔

پھر حیوانات ہیں، صحرا میں سفر کے لئے اونٹ ہے۔ شان و شوکت کے لئے ہاتھی ہے، تیز رفتاری کے لئے گھوڑے ہیں۔ دودھ دینے کے لئے گائے بھینس اور بھیڑ بکریاں ہیں۔ ان سب کا خالق اللہ تعالےٰ ہے۔ یہ سب کچھ انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

جسمانیات کے ساتھ قلب انسانی کی تربیت کے سامان

جہاں جسمانیات کی پرورش کے سامان پیدا کئے ہیں وہاں قلب انسانی کی تربیت کے سامان بھی مہیا فرمائے ہیں۔ فرمایا جس طرح ہم جسم و مادہ کے لئے خلاق ہیں روح کے بھی خلاق ہیں۔ روح کی تربیت بھی ہم ہی کرتے ہیں۔ فرمایا ولقد اٰتینٰک سبعاً من المثانی والقراٰن العظیم۔ سورۃ الفاتحہ کی سات آیات ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ دن رات نمازوں میں ان کی تلاوت ہوتی ہے اور قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب بھی عطا فرمائی ہے اس کے اندر اللہ تعالےٰ کی قدرت۔ اس کے علم۔ اس کی حکمت اس کے کمال و جمال کا ذکر ہے خدا تعالےٰ کے ان کمالات اور احسانات کو سامنے رکھ کر ہم اقرار کرتے ہیں ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ ہم آپکی فرمانبرداری کریں گے اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اقرار کیا ہے اٰمنت بما انزل اللّٰہ من کتاب ہم تمام دنیا جہان کی قوموں کے انبیاءؑ کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ قوموں کو خوش کرنے کی بات نہیں بلکہ یہ ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک اُن پر ایمان نہ لایا جائے

انبیاءؑ پر ایمان قوموں میں اتحاد کا ذریعہ ہے

فرمایا کہ تمام قوموں کے انبیاءؑ اور ان کی کُتب پر ایمان لاتا ہوں، اس قسم کا ایمان لانے سے تمام قوموں میں اتحاد کی طرف توجہ ہو جاتی ہے قوموں کو ایک کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہم ان کے پیغمبروں پر ایمان لائیں، ان کی کتابوں پر ایمان لائیں۔

....

مال و جائیداد سے آنحضرت صلعم کی بے رغبتی

ان بلند پایہ تعلیمات کے بعد فرمایا کہ لوگوں کے اموال پر آپ کی نگاہ نہ ہو۔ لا تمدن عینیک آپ کی آنکھیں کسی طرح کی خواہش اور رغبت کے باعث مخالفین کے اموال کی طرف توجہ نہ دیں، آپ کے کاروبار میں للہیت ہی للہیت کارفرما ہو۔ فرمایا لا تمدن عینیک الیٰ ما متعنا بہ ازواجاً منھم۔ جن لوگوں کے پاس مال و متاع ہے، آپ ان کی طرف توجہ تک نہ کریں، لوگ ان کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ آپ غور کریں یہ آیت کیا حضور نبی کریم صلعم از خود تجویز کر سکتے تھے۔ فرمایا کہ مال و متاع اور پراپرٹی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ حضورؐ تو بادشاہ وقت ہیں، قوم ان پر عاشق ہے۔ جتنا مال چاہیں قوم آپؐ کے قدموں میں ڈال دینے کے لئے تیار ہے لیکن حضور صلعم نے جائداد کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی، کوئی جائداد یا مال آپؐ نے اپنے پاس نہیں رکھا، کوئی مال و املاک کی وصیت نہیں کی نہ حضرت فاطمہ رضؓ کے لئے وصیت ہے نہ حسنؓ حسینؓ کے لئے وصیت ہے نہ حضرت علی رضؓ کے لئے وصیت ہے، آپؐ کے نزدیک مال و متاع کوئی قدر و قیمت رکھنے والی چیز نہیں۔ فرمایا کہ آپ مالدار مخالف قوم یا افراد کی پرواہ نہ کریں۔

اپنے ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت صلعم کی عطوفت و مہربانی

اس کے مقابل پر آپؐ کی اپنی قوم ہے ان کے ساتھ رحم و کرم۔ عطوفت و مہربانی سے پیش آئیں۔ لیڈر وہی ہوتا ہے جو ساتھیوں کی پرواہ کرتا ہو، ان کا اکرام کرتا ہو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عمر رضؓ حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ اور اپنے کمانڈروں اور والیوں کی بڑی قدر کی اور ان کے اوصاف بیان کئے۔ اکثر لیڈر اپنے ساتھیوں کو دبا کر رکھتے ہیں ایسا نہ ہو کہ موقعہ پر وہ مدمقابل بن جائیں۔ حضور نبی کریم صلعم کا امراء اور غرباء سب کے ساتھ مہر و وفا کا سلوک رہا۔ فرمایا:۔ واخفض جناحک للمؤمنین۔ مؤمنوں کے لئے اپنے پروں کو جھکا دے۔ خدا رؤف رحیم ہے تو حضور صلعم بھی خدا کا ظلّ ہیں وہ بھی رؤف رحیم ہیں۔

قوم کو بلند کرنیکے لئے قیمتی تعلیمات

اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں قوم کو بلند کرنے کے لئے نہایت قیمتی تعلیمات تلقین فرمائی ہیں۔

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

قرآنی تہذیب — مرد و عورت کے مساوی حقوق اور درجاتِ تفاوت

خاندان اور معاشرہ میں امن و سکون۔ تقویٰ اللہ یا نگہداشت حقوق، صدق اور وفاشعاری۔ عفت، عصمت اور حیا عورت کے حسین ترین اور قیمتی زیور

خطبہ نکاح ۔ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب دامت برکاتہٗ بر موقعہ اعلانِ نکاح مسٹر محمد اسمٰعیل ولد پرنسپل مخدوم سعد اختر صاحب، مع خالدہ ظہور صاحبہ بنت چوہدری ظہور احمد صاحب۔ بمقام حضرت کرمانوالہ (اوکاڑہ) مؤرخہ ۴ اپریل ۱۹۷۱ء۔

(۱) یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ (سورۃ النساء آیت ۱)

(۲) یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیدا۔ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ، فقد فاز فوزاً عظیما۔ (احزاب: آیت ۷۰۔۷۱)

(۳) یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ (اٰل عمران۔ آیت ۱۰۱)

حضرات! جس پُر مسرت اور مُبارک تقریب کے لئے آج آپ یہاں جمع ہیں، وہ ایک نکاح کا اعلان ہے۔ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنّت مبارکہ تھی کہ نکاح کے موقعہ پر آپؐ قرآن کریم کی یہ تین آیات تلاوت فرماتے تھے جو میں نے تلاوت کی ہیں اور کچھ موقعہ و محل کے مطابق ان کی تشریح بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ مطہرہ کبھی ہمارے اندر موجود ہے میں نے اسی سنّت کی اتباع میں یہ آیات پڑھی ہیں اور ان کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن کریم نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو کے بارے میں ہدایات و تعلیمات دی ہیں جو ہر دَور میں اور ہر حالات کے لئے مکتفی ہیں۔ پہلی آیت میں فرمایا نکاح کا سلسلہ اولادِ آدم کی نسل کو جاری و برقرار رکھنے کے لئے رکھا گیا ہے۔ اگر نسلِ انسانی نے قائم رہنا ہے تو نکاح کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ اسی لئے اسلام میں رہبانیت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ حضور اکرم صلعم نے فرمایا النکاح سنّتی فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی۔ نکاح کرنا میری سنّت یا نمونہ ہے پس جو میرے نمونہ کی پیروی نہیں کرتا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔

چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساءً۔ یہ سلسلہ اسی لئے ہے کہ نسلِ انسانی کی افزائش ہو اور یہ جاری و ساری رہے۔ نکاح کی تقریب تمام قوموں میں جاری ہے۔ اس طریق سے ہٹ کر جو طریق مرد و عورت کے تعلق کا ہے وہ غلط اور ضرر رساں ہے۔

آج کل جو مغربی تہذیب نے مرد و عورت کے تعلقات کی غیر فطری راہیں نکالی ہیں وہ تجربہ سے غلط اور ضرر رساں ثابت ہوئی ہیں۔ سلسلہ نکاح سے ایک نئے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔ فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ مرد اور عورت دونوں کو ہم نے ایک ہی نوع سے پیدا کیا ہے۔ بحیثیت انسان مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس نئے بننے والے خاندان کی بہتری کے لئے فرمایا واتقوا اللہ الذی تساءلون بہٖ والارحام۔ ایک تو خونی رشتے ہوتے ہیں۔ ان خونی رشتوں کے حقوق کی نگہداشت ہونی چاہیئے۔ دوسرے نکاح کے رشتے ہوتے ہیں اور ان کے حقوق کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ خدا بہترین نگہبان ہے۔ جو حقوق تم نے اس نئے خاندان سے تعلق لگا کر اپنے ذمہ لئے ہیں تم نے ان کو بکمال و تمام ادا کرنا ہے۔ تمہیں کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، کوئی قانون نگہبانی و محاسبہ اور تعزیر کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ اس سے بالاتر ہو کر صرف اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر تم نے ان جملہ حقوق کو ادا کرنا ہے۔

پاکستان میں اب یہ نظام بہتر ہوگیا ہے کہ بیاہ شادی کے موقعہ پر علاوہ اعلان پبلک حقوق العباد کی نگہبانی بذریعہ تقویٰ اللہ اور قانونِ شریعت کے تحریر بھی کی جاتی اور رجسٹری ہو جاتی ہے، فرمایا اگر تم حقوق کی نگہداشت کرو گے اور انہیں کما حقہٗ ادا کرو گے تو تمہارے لئے بھلائی ہے، ورنہ اگر عمداً حق تلفی کرو گے تو بھی خدا نگہبان ہے، وہ سزا دینے والا ہے۔ اس آیت میں یہ فرما کر کہ تم سب مرد یا عورت ایک ہی نوعِ انسانیت کے افراد ہو، مرد اور عورت کی برابری اور مساوات کو اللہ تعالےٰ نے قائم کیا ہے، فرمایا للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔ (النساء آیت ۳۲) ۔ مردوں کا حق ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا حق ہے جو وہ کمائیں۔ انہیں اپنی اپنی ملکیت پر پورا پورا اختیار حاصل ہے اور جس طرح وہ چاہیں اسے صرف کر سکتے ہیں، پرانی تہذیب میں مرد و عورت کی برابری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن قرآن کریم نے فرمایا کہ عورت کو اس کی اپنی کمائی کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح ورثہ کے متعلق بھی قرآن کریم نے پہلی بار یہ کہہ کر انقلاب برپا کیا کہ للرجال نصیب مما ترک الوالدٰن والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدٰن والاقربون (سورۃ النساء آیت ۷) یعنے مردوں کے لئے جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑ جائیں حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے بھی جو ان کے ماں باپ اور قریبی چھوڑیں حق ہے۔ تو مرد اور عورت دونوں کا ورثہ میں حصّہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ حالت تھی کہ دوسرے مال و اسباب کی طرح عورتوں کو بھی ورثے میں لیا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے اس بارے میں جو عورت کے حق کی حفاظت قائم کی، کسی تہذیب میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔ فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ (البقرہ آیت ۲۲۸) یعنے عورتوں کے لئے پسندیدہ طور پر ویسے ہی حقوق (ہیں جیسے ان پر مردوں کے حقوق) ہیں مگر مرد عورتوں پر بوجہ فضیلت رکھتے ہیں، انسانیت کے مساوی حقوق تسلیم کر کے پھر تفاوت و فضیلت بھی بتلادی۔ تو یہ وہ حقوق ہیں جن میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

اسلام کی تعلیم عین فطرت کے مطابق اور توازن پر قائم ہے۔ اس میں انتہاپسندی نہیں ہے۔ ہمیں فطرت میں یہ بات نظر آتی ہے کہ انسان بحیثیت انسان برابر تو ہیں لیکن بالکل برابر نہیں ہیں، جس طرح ایک شخص اعلیٰ علمی و عملی صلاحیتوں کا مالک ہو سکتا ہے اور دوسرا اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ غرض قرآن کریم نے انسان کی مساوات کے ساتھ تفاوتِ مراتب کو بھی سامنے رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا الرجال قوّامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض وبما انفقوا من اموالھم۔ یعنے مرد عورتوں کے گذارے کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ انہوں نے اپنے مالوں سے کچھ خرچ کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔ عورتوں کا دائرۂ عمل گھر ہے اور مردوں کا باہر بسلسلہ کسبِ معاش۔ لیکن کسبِ معاش عورتوں کے لئے منع نہیں ہے۔ تاہم عام قاعدہ یہی ہے کہ مرد کمائیں اور عورت اس کمائی کو بہ احسن طریق خرچ کرنے کی ذمہ دار ہو یہ کیسا خوبصورت تقسیم کار کا اصول ہے، فرمایا مرد عورتوں کے قیام کے ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم نے اُن کو ان پر فضیلت دی ہے اس لئے بھی کہ وہ کمائی کرتے ہیں اور گھر کے اخراجات کے لئے بیوی کو دیتے ہیں، اور عورتوں کا فرض قرآن کریم نے یہ فرمایا کہ فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللہ۔ نیک عورتیں وہی ہیں جو فرمانبردار ہوں، خاوند کی عزّت و مال کی اس کی غیرحاضری میں حفاظت کرنے والی ہوں کیونکہ خدا نے ان کے حقوق کی حفاظت کر دی ہے۔

عورت کی عزّت اور عصمت سب سے بڑا قیمتی اور حسین ترین زیور ہے، اس کا تحفّظ عورت کی ذمہ داری ہے۔ افسوس کہ مغربی تہذیب

نے اس زیور کی بڑی ناقدری کی ہے۔ اور عورت کی عصمت و عزت کو ستیاناس کرنے کے ہزار ہا گر ایجاد کر لئے ہیں۔ فرمایا نیک بیویاں وہ ہیں جو اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہیں۔ خاوند کے پس پردہ ان کے اموال ان کی جائداد اور ان کے بچوں کی حفاظت کرتی ہیں۔

قرآن کریم کی کامل، محفوظ اور فطرتی تعلیم حقّہ۔

آپ نے دیکھا کہ قرآن کریم نے کس طرح فطرتی اور قدرتی تعلیم انسان کی رہنمائی کے لئے دی ہے۔ قرآن کریم نے جہاں مرد اور عورت کی مساوات کے اصول پیش کئے ہیں، وہاں انہیں آزادی بھی بخشی ہے۔ آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ قرآن کریم نے غلامی کی جس قدر بتدریج حوصلہ شکنی کی اور بالآخر اس کو موقوف کیا کسی اور مذہب نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن و اسلام نے انسان کو مادر پدر آزادی عطا کر دی ہے۔ نہیں بلکہ اس آزادی کے اندر بھی بڑی حد بندیاں ہیں، متوازن اور معتدل آزادی دی ہے، جو انتہاء پسندی سے پاک ہے۔

ہر معاملہ میں توازن اور اعتدال کی خاطر سورۃ فاتحہ میں دعا سکھلائی

ہم ہر روز کم از کم تیس مرتبہ نمازوں میں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا اللہ تعالےٰ سے کرتے ہیں۔ اور دو راہوں غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

دوسری آیت جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہے وہ ہے اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیدا ۔ کہ تم اللہ کا خوف اختیار کرو اور صاف سیدھی سچی اور کھری بات کہو۔ اگر تم اپنی زندگی اور معاشرے کو امن و سکون اور اور عدل و انصاف کا گہوارہ بنانا چاہتے ہو، دوسرے معنوں میں اسے جنت بنانا چاہتے ہو تو صاف اور سچی بات کرو۔ اس زمانہ کی بدبختی میں سے ایک مرض ہے کہ پیچدار پیچیدا اور ذومعنی بات کی جائے۔ یہ ایک بڑا المیہ ہے جو مغربی تہذیب نے پیدا کیا ہے کہ دل کی بات زبان پر لاتے کو بڑی بدتہذیبی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ زبان تو اللہ تعالےٰ نے اسی لئے دی ہے کہ مافی الضمیر کا اظہار صحیح صحیح کر دیا جائے مگر آج کل ہوتا یہ ہے کہ ایک انسان سے بظاہر تو معانقہ کیا جاتا ہے اور پیچھے سے اس کی جڑیں کاٹی جاتی ہیں۔ معاشرہ میں اکثر

خرابیاں اسی غلط روش کی پیدا وار ہیں۔ اسی طرح غلط بیانی سے ایک دوسرے کو دہوکہ میں رکھا جاتا ہے اور ورغلایا جاتا ہے۔ گھر انسان کے رہنے سہنے کی جگہ ہے۔ یہاں انسان کے دل و زبان کی ہر ہر گہرائی عیاں ہو جاتی ہے۔ اس لئے گھروں میں دہوکہ اور غلط بیانی نہیں چل سکتی۔ باہر تو یہ کسی قدر چل جاتی ہے۔ عورت مرد سے یا مرد عورت سے جھوٹ بولے اور مکر و فریب کرے تو کب تک آخر اس کا پول کھل جاتا ہے۔ اس سے گھریلو زندگی میں بڑی بدمزگی و تلخی پیدا ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کا وقار و احترام ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کے جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی جگہ پر الگ ہیں۔ ایک غلطی کے اقرار و معذرت پر تو معافی کی جا سکتی ہے لیکن دہوکہ دہی، فریب کاری، جھوٹ اور دغابازی کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے عورت اور مرد میں کبھی تعلقات برابر نہیں رہ سکتے اور گھریلو زندگی دوزخ کا نمونہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ اتقوا اللہ۔ اللہ کا خوف اختیار کرو اور قولوا قولا سدیدا۔ کھری اور سچی بات کرو۔ یصلح لکم اعمالکم۔ اس سے تمہارے اعمال میں خیر و خوبی پیدا ہوتی ہے اور تمہارے گناہوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔

صدق، راست روی اور حق گوئی جملہ صفاتِ حسنہ انسانیہ کی جڑ ہیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا حضور! مجھ میں یہ یہ عیب ہیں۔ آپؐ نے تلقین فرمائی ہے کہ جھوٹ بولنا ترک کر دو۔ جھوٹ نہ بولنے کا اس نے اقرار کر لیا۔ اسے کسی غلط کام کرنے کا خیال آیا۔ لیکن یہ سوچ کر کہ اگر مجھ سے باز پرس ہوئی تو جھوٹ نہ بولنے کا تو میں نے اقرار کیا ہے۔ اگر سچ کہوں گا تو بڑی رسوائی ہو گی اور ذلت کا باعث ہو گا۔ اس لئے میں یہ غلط کام کرتا ہی نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس شخص نے حضور صلعم کی اس نصیحت پر عمل کیا تو اس کے سارے عیب دھل گئے۔ اس کے برعکس جو شخص دروغگوئی جھوٹ اور مکر و فریب کا عادی ہو وہ ہر برائی کا مرتکب ہو گا۔ حضور صلعم نے فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے نیک سلوک کرے (مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح) جس کی بیوی معترف ہے کہ میرا میاں اچھا ہے

گھر سے باہر عمدہ لباس پہن کر اور عمدہ کلام کر کے جنٹلمین بن جانا تو آسان بات ہے لیکن گھر میں اور اپنے لوگوں یا مجالس میں صادق و اصفیا اور نیک کردار بننا انسان کی اصل خصلت و سیرت کا ثبوت ہے۔ اصل انسان کی صورت اس کے گھر میں اس کی بیوی دیکھتی اور جانتی ہے۔ اگر کسی نے گھریلو زندگی میں جذبات خبیثہ پر کنٹرول کر لیا تو معاشرہ میں وہ بڑا بابرکت انسان ثابت ہوتا ہے۔ اگر گھر میں اخلاق اچھے نہیں تو معاشرے پر بھی اس کے اثرات بد ظاہر ہوں گے۔

آنحضرت صلعم کا کمال نمونہ صدق اور وفاشعاری۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دیکھئے۔ پہلی وحی نازل ہوتی ہے تو آپؐ گھبرا جاتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ آپ کو تسلی دیتی ہیں کہ آپ گھبرایئے نہیں۔ آپؐ کو خدا کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ یتیموں کے والی ہیں۔ کمزوروں اور ناتوانوں کے سہارا ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں آپ بخوبی جانتے ہیں۔ پس یہ بیوی کی گواہی ہے جو اس دور میں کمزور ترین مخلوق سمجھی جاتی تھی۔

حضرت خدیجہ رضؓ پہلی انسان ہیں جو حضور صلعم پر سب سے پہلے ایمان لائیں۔ یہ کیوں؟ یہ سب اس لئے کہ حضور صلعم کے اخلاق اور سیرت اعلےٰ درجہ کے تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ نے حضور صلعم کے اخلاق کا عظیم الشان نقشہ کھینچا ہے یہ بھی حضور صلعم کی بیوی ہیں کسی نے آپ سے پوچھا کہ حضور صلعم کے اخلاق کیسے تھے تو آپ نے جواب دیا کان خلقہ القرآن آپ کا خلق دیکھنا ہو تو قرآن کریم کو پڑھ لو۔ جو اعلےٰ تعلیم قرآن میں تلقین کی گئی ہے وہ تمام و کمال آنحضورؐ نے اپنی زندگی کے عمل میں لا کر دکھلا دی ہے۔

وفاشعاری کی صفت

مدینہ کی بات ہے ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مغموم تھے آپؐ حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ آپؐ مغموم ہیں کیا وجہ ہے آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خدیجہ رضؓ یاد آ گئیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا آپؐ کو بوڑھی عورت سے بہتر بیوی نہیں مل گئی؟ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ بات یہ نہیں ہے۔ خدیجہؓ نے مجھے اس وقت قبول کیا جب مجھے قبول کرنے

والا کوئی نہ تھا۔ کیا وفا ہے حضور نبی کریم صلعم کی۔ مری ہوئی بیوی کی یاد نے مغموم کر دیا ہے اس وقت جبکہ جوان اور حسین بیوی کے گھر میں ہیں یہ نمونہ کہیں اور جگہ نظر نہیں آتا ہے صرف ایک ہی انسان نے کر کے دکھلایا ہے۔ لوگوں سے بھی وفا کی اور شہروں سے بھی وفا کی۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ حضورؐ! اب آپ اپنے وطن مالوف میں آ گئے ہیں اب آپ یہیں رہیں۔ لیکن حضور صلعم نے فرمایا نہیں میں مدینہ میں ہی جاؤں گا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ رہوں گا جنہوں نے مجھے اس وقت سنبھالا جس وقت میرے سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ میری موت مکہ کی بجائے مدینہ میں ہو گی تو اس وفا کا کرشمہ آج نظر آتا ہے کہ جہاں مسلمان حج کے لئے مکہ معظمہ جاتا ہے وہاں مدینہ منورہ بھی ضرور جاتا ہے۔

تیسری آیت میں فرمایا۔ کہ مومنو۔ تم نباہ کرو کب تک؟ موت تک کرو۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ یہ نکاح کے تعلقات عارضی، وقتی، جذباتی یا آنی نہیں ہیں، بلکہ ان کا استقرار دائمی اور موت تک ہے یہ رشتہ حین حیات بلکہ اس کے مابعد بھی قائم ہے۔ میاں اور بیوی سے باہمی رفاقت اور وفا ہر حال میں، دکھ، سکھ، رنج و راحت، عسر و یسر، امارت و غربت، جوانی و بڑھاپا غرضیکہ تمام بدلتی ہوئی حالتوں میں قائم و دائم رکھنا ہے یہی وفاشعاری ہی تمام محبتوں کی جڑ اور انسانی صفات کی بنیاد ہے۔ تم میاں بیوی موت تک ایک دوسرے سے وفاداری کا حق ادا کرو۔ مغربی تہذیب نے نکاح کی زندگی کو بڑا عارضی بنا دیا ہے۔ عورت اپنے مفاد پورا ہونے پر اور مرد اپنا مقصد و مطلب نکال کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے۔ یہ انتشار اور اضطراب اور بے اطمینانی و بے وفائی کی زندگی معاشرہ کے لئے ناسور بن کر رہ گئی ہے۔ فرمایا تم نے ایک دوسرے سے وفا کا تعلق قائم کرنا ہے جس سے ثابت ہو کر تم خدا کے حکم کی تعمیل و تکمیل کر رہے ہو۔

آخر میں میں اس نکاح کا اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں مسٹر محمد اسماعیل صاحب ولد پروفیسر سعد اختر صاحب کا نکاح عزیزہ خالدہ ظہور بنت چوہدری ظہور احمد صاحب سے بعوض ۵ ہزار روپے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت بنائے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ (منیجر)

جنوبی امریکہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی تشریف آوری سے

مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی ہے

جناب الحاج عبدالرحیم جگو صاحب کا مکتوب

برادرانِ ملت - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ہماری جنوبی امریکہ کی احمدیہ جماعتوں کے حالات قارئین پیغام صلح میں پڑھتے ہی رہتے ہیں حالیہ احمدیہ کانوکیشن نے ہماری جماعت میں زندگی کی لہر دوڑا دی ہے الحمدللہ۔ حضرت امیر ایدہ اللہ اور جناب فاروق احمد شیخ صاحب کے معہ اہل وعیال یہاں تشریف لانے سے جنوبی امریکہ کی احمدی جماعتوں میں بالخصوص ایک اور نئی مذہبی روح پیدا ہو گئی ہے اور ہمارے دلوں میں ایک تڑپ اور جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ جنوبی امریکہ کے ہر احمدی کے دل کے اندر احمدیت کا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ جناب مولانا شیخ محمد طفیل صاحب کی کتاب "اسلامی نظمیں" میں جو نعتیں خدا اور رسول اور احمدیت پر لڑکوں اور لڑکیوں سے سنائیں۔ انہوں نے یہاں کے احمدی وغیر احمدی اصحاب پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے۔ احمدی نوجوان تو یہاں ہر مجلس میں وہی نعتیں پڑھتے رہتے ہیں۔ جنوبی کے مسلمانوں کی آبادی میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی ہے۔ گویا یہاں احمدیت کے ذریعہ اسلام کی حقیقی تصویر کھینچ گئی ہے گویا حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر اکابرین جماعت کی آمد سے اس دنیا کے مسلمانوں میں عید کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں اور ایسی عید بار بار نہیں آتی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی آمد جماعت کے لئے پُرمسرت وبابرکت سمجھی گئی ماشاء اللہ۔ کہ آپ اپنے بڑھاپے اور ضعیفی عمر کے باوجود ایک مہینہ تک جنوبی امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں دورہ فرماتے رہے اور برابر دن رات مختلف مقامات پر لیکچر دیتے رہے ہیں۔ لوگ جوق در جوق آپ کی تقریریں سننے کے لئے آتے رہے۔ اتنے دور دراز کے سفر - آب وہوا کے فرق - موقع وبے موقع کھانے پینے، سونے اور آرام میں فرق کے باوجود بھی حضور پر ذرا بھی تکان کے آثار نظر نہیں آئے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہی سے تھا۔

دوسرے یہ ہے کہ جناب فاروق احمد شیخ صاحب نے جنوبی امریکہ میں ایک تبلیغی مرکز تیار کرنے کا مشورہ دیا۔ ان کی اہلیہ محترمہ کی تقاریر سے ہماری احمدی خواتین پر ایک خوش کن اثر پڑا ہے۔ اب دنیا کے اس حصہ میں سلسلہ کی دعوت وتحریک عام ہو رہی ہے جو اسلام کو زندہ کرنے والی ہے۔ وہ زمانہ اب قریب آ رہا ہے کہ دینِ اسلام کی یہاں سے دعوت وتحریک عام ہو گی۔ الحمدللہ احمدیہ جماعتیں اتفاق واتحاد کا ایمان افروز نقشہ پیش کر رہی ہیں۔

اُمید ہے آئندہ سال پھر احمدیہ کانونشن ہو گی۔ اب تبلیغ اسلام کا کام موثر طور پر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ مسجدیں آباد کی جائیں۔ بچوں کو دینی تعلیم دی جائے۔ ملک کے ہر گوشہ میں اسلام کی آواز سنائی جائے۔ انجمن اسلامیہ سرینام کا نئے سرے سے انتخاب ہو گیا ہے۔

الحمد للہ ہماری جماعتی حالت مستحکم ہے۔ ہماری جنوبی امریکہ کی تمام جماعتوں اور مرکز لاہور میں ایک نہایت مضبوط اور مستحکم تعلقات پیدا ہونے والے ہیں۔ مبلغین واکابرین جماعت کا دورہ لگا رہے گا۔ جماعت کے اندر ہوتا رہے گا۔ تاکہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ پیشگوئی پوری ہو کر اس وقت زمانہ کے مجدد اعظم ہونے کا ثبوت پیش کرے۔ اور لوگ جوق در جوق احمدیت کے ذریعہ اسلام قبول کرنے جائیں۔ انشاء اللہ جزیرہ ٹرینیڈاڈ میں جناب عزیز احمد صاحب تنظیم وتبلیغ کی طرف پوری کوشش کر رہے ہیں۔ گیانا میں بھی جب سے خاکسار نے خود احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی بنیاد ۱۹۵۵ء سے ڈال دی تھی تب ہی سے احمدیت کا اچھا خاصا چرچا ہو گیا ہے۔ آج کل وہاں جناب محمد یٰسین صاحب صدر مقرر ہیں جو بہت کام کے آدمی ہیں۔

آئندہ سال اگست میں احمدیہ کانونشن گیانا میں ہو رہا ہے۔ جزائر کیوراسو۔ تارآماس اور فرنچ گیانا میں بھی تبلیغ کی ضرورت ہے، اس کے لئے پروگرام بنانا چاہیئے۔ اس سال رمضان شریف کا مہینہ بابرکت گذرا ہے۔ لوگوں نے کثرت سے روزے رکھے اور باقاعدہ نمازوں میں حصہ لیتے رہے۔ اس سال عید الفطر کی نماز میں بڑی بھاری تعداد میں لوگ جمع تھے۔ جامع مسجد میں غالباً ایک ہزار سے زیادہ لوگ تھے۔ اس روز بڑی دھوم دھام سے جلوس نکالا گیا۔ شام کو مجلس منعقد کی گئی تھی۔

حکومت نے ہماری عید الفطر کو ایک قومی تہوار قرار دیا ہے۔ تمام ملک میں کاروبار بند تھے۔ ہر جگہ اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ شام کی مجلس میں حکومت کے بڑے بڑے عہدہ دار بھی شریک تھے۔ انڈونیشیا کے جنرل کونسل جناب سپخو بانگ صاحب نے تنظیم وتبلیغ اسلام پر پُرجوش تقریر کی جس کا لوگوں پر اچھا اثر پڑا۔

آپ کا خادم: عبدالرحیم جگو۔ مبلغ اسلام سرینام جنوبی امریکہ۔

بقیہ خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۶)

تو ہیں ان خلائق سے اپنی تنگیاں دور کر کے بلند پایہ ہو سکتی ہیں۔

اگر یہ مقام مسلمان قوم حاصل نہیں کر سکتی تو صرف نام کے مسلمان ہونے سے کچھ نہیں بنتا۔

دوستوں کے لئے دُعا

ہمارے ایک دوست کی درخواست ہے کہ ان کا بیٹا بیمار ہے آپ اس کی صحت کے لئے درد دل سے دُعا کریں۔ حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر اخلاص سے دردِ دل سے اپنے مومن بھائی کی تکلیف دور ہونے کیلئے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دُعا کو قبول فرماتا ہے آپ ان کے لئے اور ساری قوم کیلئے دعا کریں۔
(دعا کی گئی)

اخبار احمدیہ - از صفحہ ۴

شہادت

—— میرے رشتہ کے بھتیجے اور شاہ عبدالعزیز صاحب مانسہرہ کے داماد میجر سید اعجاز مصطفےٰ ۱۳ر ماہ حال کو مشرقی پاکستان کے محاذ پر گولی لگنے سے شہید ہو گئے ہیں، مرحوم ایک نوجوان بیوہ ایک ۷ سال کی بچی۔ اور ۵ سال وتین ماہ کے دو لڑکے چھوڑ گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی بھی درخواست ہے۔ دکرنل سید بشیر حسین ٹے مسلم ٹاؤن)

درخواست دُعا

—— مرزا مظفر بیگ صاحب کے فرزند لائلپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی آنکھ کے موتیا کا اپریشن ہو چکا ہے آئندہ اتوار تک واپس گھر آ جانے کی توقع ہے، دُعا کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

حج سے مراجعت

—— بیگم ڈاکٹر وزیر احمد قریشی مرحوم فریضہ حج ادا کر کے بخیر وعافیت واپس تشریف لے آئی ہیں، اللہ تعالیٰ مبارک کرے

کھلا چیلنج

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

یٰایّھا النّبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین ان اللہ علیمًا حکیمًا۔

(نظم الدرر فی سلک السیر ص ۱۵۳)

کیا انہیں نبی تسلیم کر لینا چاہیئے کیونکہ ان کو نبی کے نام سے موسوم کیا ہے حقیقت وہی ہے جو بیان ہو چکی ہے کہ فنا فی الرسول کو بروزی اور ظلی طور پر سب کچھ ملتا ہے وہ خود نبی اور رسول نہیں ہوتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مجھے بھی نبی کا نام حقیقی معنوں میں نہیں دیا گیا۔

سُمّیت نبیًا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ

(ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۶۵)

آخر میں یہ بھی لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ جیسے پہلے مسیحؑ کے کلام کو نہ سمجھ کر لوگوں نے ٹھوکر کھائی اور انہیں نبی کے مقام سے اٹھا کر خدائی کا دعویدار بنا دیا گیا ایسے ہی مسیح ثانی علیہ السلام کے کلام کی حقیقت نہ سمجھتے ہوئے انہیں ولایت کے مقام سے اٹھا کر نبوت کا دعویدار قرار دے دیا گیا اور جیسے مسیحؑ کی الوہیت کا اقرار کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ جو مسیحؑ کو خدا کا ایک برگزیدہ نبی مانتے ہیں ان کی تعداد بہت ہی کم ہے ایسے ہی مسیح ثانیؑ کے وقت ہوا کہ ان کو نبوت کا مدعی قرار دینے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ جو مسیح کو خاتم الاولیاء اور مجدد اعظم مانتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ مماثلتیں بھی ثابت کرتی ہیں کہ وہ گروہ جس کو کثرت تعداد پر ناز ہے راہ صواب سے منحرف ہے کثرت تعداد دنیا میں کوئی صداقت کا معیار نہیں اصل چیز یہ ہے کہ حق کس طرف ہے اسے قبول کر لینا چاہیئے خواہ وہ ایک آدمی کے پاس ہو۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور انہیں حق کے پہچاننے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

شیخ محمد طفیل صاحب ووکنگ پہنچ گئے
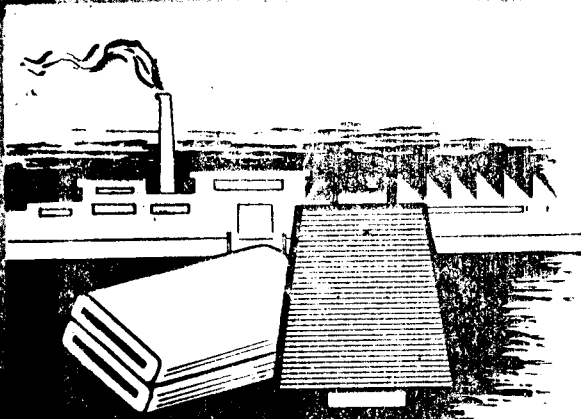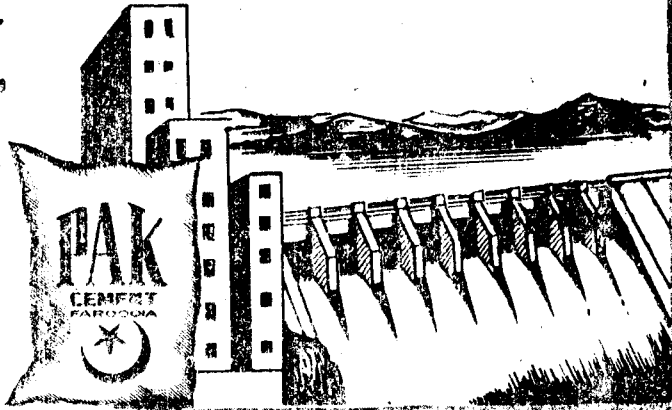
ووکنگ (انگلستان) سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ محترم شیخ محمد طفیل صاحب مورخہ ۲۸ مارچ کو بخیر و عافیت اپنے مشن کے کام پر پہنچ گئے ہیں۔

دیوالی عقیدہ پر نظر ثانی

(بسلسلہ صفحہ ۲)

خود اپنی وضاحت کرتی ہے اس پر کسی قسم کے تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ کشادہ دلی اور نیک نیتی کے ساتھ اس پر غور کیا جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام پر کسی ثانی اور ثالث کے قول کو فوقیت دینے کی جرأت کرنے سے کاملاً احتراز کیا جاوے۔ ہماری دعا ہے کہ ہماری اس عرضداشت کو شرفِ قبولیت حاصل ہو، آمین ۔

یا رب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھکو زباں اور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آ جائے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

قرض کی وصولی میں تنگدست اور مالدار کے ساتھ سلوک

عن حذیفۃ رض قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلقت الملئکۃ روح رجل ممن کان قبلکم قالوا اعملت من الخیر شیئاً قال کنت امر فتیانی ان ینظروا ویتجاوزوا عن الموسر قال قال فتجاوزوا عنہ (وفی روایۃ) کنت اُیسّر علی الموسر وانظر المعسر (وفی روایۃ) اُنظر الموسر واتجاوز عن المعسر (وفی روایۃ) فاقبل من الموسر واتجاوز عن المعسر۔

ترجمہ:—

حضرت حذیفہ رض سے روایت ہے کہ
صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ ایک شخص کی رُو
ملے جو ان میں سے تھا جو تم سے پہلے
انہوں نے کہا کیا تو نے کوئی نیک کا
میں اپنے نوکروں کو حکم دیتا تھا
مہلت دیں اور اس سے درگ
(فرشتوں نے بھی اس سے د
روایت میں ہے کہ میں مال
اور تنگدست کو مہلت
روایت میں ہے کہ میں
تنگدست کو معاف
کہ مالدار کا روعذ
معاف کر د

ایمان باللہ و عملِ صالحہ پر مبنی اصلاح یافتہ جماعت

آپ کی دردمندانہ آرزو اور بعثت کا مقصد

ارشاد امجد مجددِ دوران مسیح الزمان حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام

"میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو ... تقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ ... امدادت یاد ہے اور

محمد انور الٰہی صاحب لاہور

موجودہ ملکی صورت حالات کے متعلق

قائدِ اعظمؒ کا انتباہ

صوبائی عصبیّت کا زہر پاکستان کو ٹکڑے کرنے کا موجب ہو گا

ملکی مسائل کو حل کرنے کا صحیح طریق معلوم کرنے کے لئے کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" پڑھیں

پاکستان آج کل جس قسم کے حالات سے دوچار ہے عیاں ہے اس ملک کا ہر بہی خواہ پریشان ہے۔ ایسے حالات کے پیدا ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ بہت سے لوگ بانی پاکستان کے اقوال کو ابھی تک صحیح طور پر سمجھ نہیں پائے۔ مثلاً ملک کے معاشی نظام کے متعلق ان کی دو تقاریر مؤرخہ ۲۶ رمارچ و یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو پڑھ لیجئے۔ ان تقاریر میں جس معاشی نظریہ کو اپنانے کی نصیحت قوم کو انہوں نے کی وہ خالصتاً اسلامی زکوٰۃ۔ صدقات و خیرات۔ ⅓ حصہ تک جائداد کی مملکت اسلام کے نام وصیت۔ زمین کے متعلق ایک منصفانہ انتظام پر مبنی ہے۔ جیسا کہ ان تقاریر کے ماخذ کتاب دی نیو ورلڈ آرڈر مصنفہ مولانا محمد علی مرحوم و مغفور سے ظاہر ہے۔ مگر اول الذکر تقریر میں الفاظ "اسلامک سوشلزم" (یہ الفاظ درحقیقت سوشل آرڈر تھے جو خدائی حکمت کے ماتحت ان سے مخفف طور پر "اسلامک سوشلزم" بیان ہو گئے) کی آڑ میں چند سیاسی جماعتیں ایک ایسا نظریہ یہاں پر نافذ کرنے کے لئے کوشاں ہیں جو بانی پاکستان کے فرمودات کے اصل مفہوم سے متصادم ہے۔ اور جس کی کم [illegible]
صاف الفاظ [illegible]

اور معاملات زندگی کو جس احسن طریق پر سلجھایا تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس عظیم انقلاب کی یاد تازہ کرنے کی پھر ضرورت ہے۔ آئیے ہم بھی خدا تعالیٰ کے احکامات کی فرمانبرداری خلوص دل سے اختیار کریں اور اس کی مخلوق کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آنے والے بن جائیں۔ جس دن ہم نے بحیثیت مجموعی تعلیمات اسلامی پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور مخلوق خدا کے ساتھ شفقت و ہمدردی کو اپنا شعار بنانے کا فیصلہ کر لیا تو ہمارے بہت سے مسائل کا حل آسان ہو جائے گا اور دنیا میں پھر سے نظام نو کی مضبوط بنیاد پڑ جائے گی۔

جہاں تک مشرقی پاکستان کے تشویشناک واقعات کا تعلق ہے اس کو سمجھنے کے لئے قائد اعظم علیہ الرحمۃ کی ڈھاکہ ریڈیو اسٹیشن سے ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کی نشر کی تقریر یہاں درج کی جاتی ہے آپ فرماتے ہیں:

"اگر ہم خود کو بنگالی، پنجابی اور سندھی وغیرہ اول اور مسلمان اور پاکستانی بعد میں سمجھنے لگیں گے تو پھر پاکستا[illegible] کر رہ جائے [illegible] طائے

کرنے سے نہ روک سکیں تو اب یہ پاکستان کا شیرازہ اپنے دوسرے ہتھکنڈوں اور پُر فریب پروپیگنڈے سے بکھیرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ اور اس کے لئے انہوں نے وہی پرانا طریقہ اختیار کیا ہے جو مسلمانوں کے دوسرے دشمن اختیار کرتے رہے ہیں یعنی انہوں نے ایک مسلمان بھائی کو دوسرے مسلمان بھائی کے خلاف اکسانا شروع کر دیا ہے، میں آپ کو صوبائی عصبیت کے اس زہر سے خبردار کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے دشمن ہماری مملکت میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔"

جو لوگ آج کل آل انڈیا ریڈیو سے پاکستان کے متعلق تبصرے سنتے ہیں وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ کس قدر پُر فریب طریقے پر ہمارا ہمسایہ ملک اس خطرناک مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے جس کی قائد اعظمؒ کی تقریر میں نشاندہی کی گئی ہے۔ **موجودہ انتہائی نازک صورت حال** سے نپٹنے کے لئے ہمیں کیسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے اس کی بابت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے حسب ذیل ارشادات ملاحظہ ہوں:۔

"آپ کو اپنے صوبے کی محبت اور اپنی مملکت کی محبت کے درمیان امتیاز کرنا سیکھنا چاہیئے۔ مملکت کی محبت بلکہ مملکت کی طرف سے عائد کردہ فرض ہمیں ایک ایسی سطح پر لے جاتا ہے جو صوبائی محبت سے بالاتر اور ماوراء ہے۔ اس سطح پر آنے کے لئے وسیع تر بصیرت اور بلند تر حب الوطنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مملکت کا فرض اکثر تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنے ذاتی یا مقامی یا صوبائی مفادات کو مفاد عامہ کے تابع کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہیں مملکت کا فرض پہلے ہے۔ اور اپنے صوبے، اپنے ضلع، اپنے قصبے اور اپنے گاؤں کا فرض بعد میں آتا ہے۔ یاد رکھئے۔ ہم ایک [illegible]ی مملکت کی تعمیر کر رہے ہیں جو پوری [illegible] دنیا کی تقدیر بدل دینے میں اہم ترین [illegible] ادا کرنے والی ہے۔ اسی لئے [illegible] اور بلند تر بصیرت کی ضرورت [illegible]رت جو صوبائیت، قوم پرستی [illegible]ود سے ماوراء ہو۔ ہم [illegible]طنی کا ایسا شدید اور [illegible] چاہیئے جو ہم سب [illegible]ن کے رشتے میں [illegible] ہے اپنی منزل [illegible]ب العین [illegible]س کی

خاطر لاکھوں مسلمانوں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا ہے اور اپنی جانیں تک قربان کر دی ہیں۔"

(اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر مؤرخہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء۔)

"اب ہم سب پاکستانی ہیں۔ ہم نہ بلوچی ہیں نہ پٹھان، نہ سندھی ہیں نہ بنگالی نہ پنجابی۔ ہمارے احساسات اور طرز عمل بھی پاکستانیوں جیسے ہونے چاہئیں اور ہمیں چاہیئے کہ بجائے کسی اور نام کے صرف "پاکستانی" کہلائے جانے پر فخر محسوس کریں۔"

(کوئٹہ میں شہری سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے ۱۵ رجون ۱۹۴۸ء)

"ہم جو کچھ محسوس کریں، جو کچھ عمل کریں، جو قدم بھی اٹھائیں، پاکستانی اور فقط پاکستانی کی حیثیت میں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب بھی آپ کوئی نیا اقدام کریں تو پہلے رک کر ذرا سوچ لیجئے کہ یہ آپ کی ذاتی یا مقامی پسند و ناپسند کے زیر اثر ہے یا پاکستان کی فلاح و بہبود کا خیال دوسری سب باتوں پر غالب ہے، اگر ہر شخص دل میں اپنا محاسبہ کرے گا اور خود کو مجبور کرے کہ اپنے آپ پر اور دوسروں پر بھی ایمانداری کا اصول لاگو کرنے کا عادی ہو جائے گا تو میں دیکھ رہا ہوں کہ پاکستان کا مستقبل انتہائی روشن اور شاندار ہے۔ اگر سرکاری ملازمین اور عوام سب لوگ اس جذبے سے اپنا اپنا کام سرانجام دیں گے تو ان کے جذبے اور محنت کا نقش ان کی حکومت، ان کی قوم اور ان کی مملکت پر بہت جلد پڑ جائے گا اور پاکستان عنقریب عظیم مملکت کی حیثیت میں فتح مندانہ ابھر کر دنیا کی عظیم ترین اقوام کی صف میں شامل ہو کر آگے بڑھے گا۔"

(کوئٹہ میونسپلٹی کے استقبالیہ میں مورخہ ۱۵ رجون ۱۹۴۸ء)

"ہر شخص کو اپنے گاؤں اور قصبے اور شہر سے محبت ہونی چاہیئے اور اس کی بہبود اور ترقی کے لئے محنت کرنی چاہیئے۔ بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے ملک سے اپنے قصبے یا شہر کی نسبت زیادہ محبت ہونی چاہیئے اور ملک کی خاطر نسبتہً زیادہ لگن اور زیادہ شدت سے محنت کرنی چاہیئے۔ ذاتی اور مقامی نوعیت کی وابستگیاں یقیناً قدر و قیمت کی حامل ہوتی ہیں لیکن "جزو" کی قدر و قیمت ہی کیا

(باقی پر صلا کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۸۱ء

زکوٰۃ اور مسلمان

لاہور کی مقامی عدالت میں ایک خاتون نے تنسیخ نکاح کے دعوے میں کہا ہے کہ اس کے شوہر کا زکوٰۃ پر یقین نہیں ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلام پر یقین نہیں رکھتا اس لئے اس کا نکاح فسخ کیا جائے۔ اس کے شوہر کا موقف یہ ہے کہ میں زکوٰۃ پر یقین نہیں رکھتا کیونکہ آجکل کے ترقی یافتہ زمانہ میں زکوٰۃ کے ذریعہ ملک میں اجتماعی مقاصد پورے نہیں ہوتے اور سوشلسٹ نظام اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے لیکن اس عقیدے سے اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ عدالت نے فریقین کو مصالحت کا موقعہ دیا ہے۔ مصالحت نہ ہونے کی صورت میں اس قانونی نکتے کا فیصلہ کیا جائے گا کہ آیا زکوٰۃ پر یقین نہ رکھنے والا شخص مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں۔

اسلام کے بڑے بڑے اصول پانچ ہیں۔ تین اعتقادی یعنی ایمان باللہ، اللہ کی وحی پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان۔ اور دو عملی اصول ہیں قیام نماز اور انفاق یعنے جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرنا۔ تمام وہ کام جو خیر سگالی اور عالم انسانیت کی فلاح وبہبود سے تعلق رکھتے ہیں انفاق کے مفہوم میں داخل ہیں۔ بنی نوع انسان کی خیر خواہی اور ہمدردی قرآن مجید کا ایک مستقل موضوع ہے جسکو مختلف رنگ میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

بنی نوع انسان کی خیر خواہی اور ہمدردی کے سلسلہ میں خیرات کے لئے جو الفاظ انفاق احسان اور صدقہ وغیرہ زیادہ تر استعمال ہوتے ہیں ان میں سے ایک لفظ زکوٰۃ بھی ہے جس کے معنے ہیں نشو یا تزکیہ۔ خیرات اس مفہوم میں کہ ایک شخص اپنی دولت میں سے کچھ دے دو قسم کی ہے۔ ایک اختیاری اور دوسری فرضی۔ اختیاری خیرات کو قرآن کریم میں عموماً انفاق (فراخی سے خرچ کرنا)، احسان (نیکی کرنا) اور صدقہ (سچائی) کا نام دیا گیا ہے، اور جو خیرات فرض قرار دی گئی ہے اس کا ذکر زکوٰۃ کے نام سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ زکوٰۃ وہ مال ہے جو امراء سے لے کر غرباء کو دیا جاتا ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت بڑی ہے، قیام نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کے دو حکم اکثر ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں صرف یہی نہیں کہ نماز اور زکوٰۃ کا ذکر آیات کثیرہ میں اکٹھا کیا گیا ہے بلکہ ان دونوں کو اسلام کے اصول اساسی میں سے قرار دیا گیا ہے اور ان پر عمل پیرا ہونے کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ ایسا شخص دینِ اسلام پر ایمان رکھتا ہے جیسے فرمایا:—

"اور انہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے راست رو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی ٹھیک دین ہے۔"

(سورۃ البینۃ ۹۸: ۵)

اور فرمایا:—

"سو اگر توبہ کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں" (۹:۱۱)

زکوٰۃ کے بارے صرف اسلام ہی اس قدر تاکید نہیں کرتا اور اس کو اپنا اساسی اصول قرار نہیں دیتا بلکہ نماز اور زکوٰۃ یہ ہر دو امر ہر نبی کے مذہب کے بنیادی اصول رہے ہیں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراھیمؑ اور آپ کی اولاد کو "نیکیوں کے کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی"۔ سورۃ الانبیاء آیت ۷۳۔ اسرائیلی شریعت میں ذکر ہے "اللہ نے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو"۔ (المائدہ آیت ۱۲)۔ حضرت اسماعیلؑ کے متعلق لکھا ہے "اپنے ساتھیوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا" (مریم آیت ۵۵) حضرت عیسٰیؑ کو اسی قسم کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا "مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔"

مذہب کا یہ نقطہ نظر زکوٰۃ کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ دولت کی تقسیم کا مسئلہ عالم انسانیت کے ادق مسائل میں سے ایک ہے جس کے ساتھ سیاسی طاقت کا سوال بھی وابستہ ہے۔ سرمایہ داری کا نظام اس افسوسناک نتیجہ پر منتج ہوا کہ تمام دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ اور عامۃ الناس افلاس و غربت کی کڑی مصیبتیں جھیل رہے ہیں سیاسی طاقت دولت کی باندی ہو گئی ہے۔ اور سرمایہ داروں کے اشاروں پر لیڈروں کو صلح و جنگ کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ سرمایہ داری کے خلاف ردِ عمل کے طور پر سوشلزم تحریک نے جنم لیا جو اب بتدریج ترقی کر کے بالشوزم کے نام سے مشہور ہے۔ کہنے کو تو بالشوزم لوگوں کے لئے آزادی کا پیغام لے کر آیا تھا لیکن عملاً وہ بھی سرمایہ داری کی طرح طوقِ غلامی ثابت ہو رہا ہے۔ اور تقسیم دولت کے مسائل اس سے حل نہیں ہو سکتے۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جس نے دولت کے مسئلہ کو فطری طور پر حل کیا ہے۔ زکوٰۃ کے نظام کو ارتقاء پر پہنچا کر نہ صرف تقسیم دولت کا ہی مسئلہ حل کیا گیا ہے بلکہ اس سے اعلیٰ جذبات پروان چڑھتے اور ایسا کیرکٹر فروغ پاتا ہے جس پر عالم انسانیت کی حسین ثقافت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

بالعموم کے قوانین انسان کے جسم کے لئے تو ہزار سامان کرتے ہیں لیکن مخلوق خدا سے خیر خواہی اور محبت کے اعلیٰ جذبات کا خون کر دیتے ہیں۔ اسلام نے خیرات وصدقات کا نظام جو نظامِ زکوٰۃ کہلاتا ہے، اس کا انتظام وانصرام حکومت کے سپرد کیا ہے، جس کے مطابق ہر صاحب نصاب پر فرض ہے کہ وہ ہر سال اپنے مال کا چالیسواں حصہ ایک مشترکہ سرکاری فنڈ میں جمع کرے جہاں کہیں اسلامی ریاست نہ ہو خود مسلمان قوم ہی اس کا انتظام کرے۔ یہ فنڈ ریاست یا قوم کی وساطت سے غرباء کی حالت سنوارنے کے کام میں لایا جائے۔

چنانچہ نظامِ زکوٰۃ کی افادیت محض اس قدر نہیں کہ یہ قومی نشیب و فراز کو ایک سطح پر لانے کا موجب ہو سکتی بلکہ یہ قوم کی قوم کے ترفع اور ترقی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ زکوٰۃ کا خود حساب کر کے جہاں چاہے اسے خرچ کر دے۔ اس کا جمع کرنا اسلامی حکومت یا قومی ادارے کا کام ہے اور اسے حکومت یا قوم ہی کے ذریعہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے یہی معنے سمجھے اور آپؐ نے ملکی انتظام سنبھال کر زکوٰۃ کو ایک قومی نظام کی شکل دی۔ اس کے جمع کرنے کے لئے محصل مقرر کئے اور صوبوں کے گورنروں کو جمع زکوٰۃ کے لئے ہدایات دیں، حضرت ابوبکرؓ نے بھی ان قبائل کے خلاف اعلانِ جنگ کیا جنہوں نے سلطنت کے خزانہ میں زکوٰۃ بھیجنے سے انکار کر دیا تھا، آپ نے اس موقعہ پر فرمایا:—

"زکوٰۃ ان اموال میں سے ہے جو ایک شخص کماتا ہے سلطنت یا قوم کا حق ہے اور خدا کی قسم اگر یہ لوگ ایک بھیڑ کا بچہ بھی جو وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے دینے سے انکار کریں گے میں تو ان سے جنگ کروں گا۔"

زکوٰۃ کی افادیت اور اس کی ادائیگی پر اصرار کے پیش نظر زکوٰۃ دینے سے انکار عمل نظر امر ہے۔ اسلام کی نظری اور عملی تعلیم نے ادائیگی زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے، اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جنگ آرائی تک نوبت پہنچی ہے۔

یہ تو صورت ہے زکوٰۃ اور اس کے نظام کی۔ مقدمہ زیر سماعت میں مدعا علیہ کا موقف یہ ہے کہ:

"میں زکوٰۃ پر یقین نہیں رکھتا کیونکہ آج کل کے ترقی یافتہ زمانہ میں زکوٰۃ کے ذریعہ ملک میں اجتماعی مقاصد پورے نہیں ہوتے۔"

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ نظامِ زکوٰۃ جہاں قوم کے غرباء کی حالت کو بہتر بنانے اور سرمایہ داری کی مضرات سے محفوظ رکھنے کے لئے قائم کیا گیا ہے، وہاں بحیثیت مجموعی مسلمان قوم کی تمام ترقی اور اس کا تحفظ اور اس کا استحکام بھی اس کے پیش نظر ہے، ظاہر ہے نہ تو پاکستان میں نظامِ زکوٰۃ کا اب تک حکومتی سطح پر کوئی خاطر خواہ انتظام کیا گیا ہے اور نہ قومی سطح پر کوئی ایسا منظم و فعال ادارہ ہے جو زکوٰۃ کو اجتماعی سطح پر منظم اور باقاعدہ طور پر اکٹھا کر کے مقاصد زکوٰۃ پر صرف کرے۔ ایسا ہونے کی صورت میں اس کی افادیت سے ملک میں اجتماعی مقاصد پورے ہونگے اور مانعین

(ابو ارشد)

"عیاذاً باللہ"

اُٹھ کے صحرا سے بر و بحر کئے زیرنگیں
اے فلک دیکھی ہے تو نے وہ مری فتح مبیں
اور یہ گردشِ ایام! "عیاذاً باللہ"
(تلک الایام ندا ولہا)
ہاتھ میں اپنے نہ اب دولتِ دنیا ہے نہ دیں

آپ کے خطوط

ـــــ ایڈیٹر کے نام ـــــ

جماعت احمدیہ اور تحریک پاکستان

آپ کا گرامی نامہ ملا، آپ کا ممنون ہوں کہ آپ پیغام صلح کے پرانے فائلوں سے ایسے اقتباسات نکال کر روانہ کر رہے ہیں جن سے جماعت احمدیہ لاہور کی تحریک پاکستان کی مساعی جمیلہ کا پتہ چلتا ہے۔ میں نے ایک مقامی قادیانی سے تاریخ احمدیت مانگی ہے، لیکن اس نے یہ کہکر دینے سے انکار کر دیا ہے کہ "تم غیر مبائعین کے طرفدار ہو اس لئے ہم کوئی کتاب نہیں دے سکتے"۔ آپ کے خط سے قبل میں نے اُن سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تھی اور الفضل کے بعض حوالے بتائے تھے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ ان کا رویہ مثبت نہیں رہا۔

ایک مشہور قادیانی خواجہ عنایت اللہ بار بار یہ کہتے ہیں کہ غیر مبائعین کے سرخیل محمد علی صاحب نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے لئے کچھ نہیں کیا محض ایک تار اخبارات کو دیا اور وہ بھی ۱۹۴۵ء میں جبکہ تحریک اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ لاہور کو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۷ء تک کی ایک تاریخ مرتب کرنی چاہیئے جس میں ان کے کردار پر روشنی پڑتی ہو۔ میں نے تحریک احمدیت حصہ اول و دوم کا مطالعہ کیا ہے جو آپ کی کاوش اور تالیف کا نتیجہ ہے لیکن اس میں جماعتی کارکردگی کو ایک مخصوص زاویہ فکر سے پیش کیا گیا ہے، دورِ حاضر میں ایک مرلوط سیاسی تاریخ کی ضرورت ہے اور میرے خیال میں اس کارِ خیر کی انجام دہی میں آپ جیسے فاضل محقق کی اشد ضرورت ہے تاکہ تاریخ کی گم گشتہ کڑیوں کو ملایا جا سکے۔

مخلص (پروفیسر) بشیر احمد ایم اے
راولپنڈی

کوائف فجی

جزائر فجی میں بڑا شہر سُووا (SUVA) کے نام سے موسوم ہے۔ اس سے دوسرے درجے پہ بڑا مشہور شہر لٹوکہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس شہر میں بھی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (جزائر فجی) قائم ہے۔ اس جگہ کے احباب نہایت مخلص اور اسلام کے شیدائی ہیں تبلیغ اسلام و اشاعت دین حق کا بہت ولولہ اور جذبہ رکھتے ہیں، اس جماعت کے رُوح رواں محترم مولوی شیخ عبدالجلیل اشرف خان صاحب ہیں

کل ان کا ایک مکتوب کیلیفورنیا (امریکہ) سے موصول ہوا ہے۔ اس خط میں وہ لکھتے ہیں کہ فجی سے امریکہ روانہ ہونے سے پہلے لٹوکہ میں جماعت نے ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ جس میں ہر طبقہ و خیال کے لوگ اور مسلمان بھائی شامل ہوئے۔ حاضرین کی تعداد چھ سات سو کے اوپر تھی۔ مولوی صاحب موصوف نے بھی اس جلسہ میں احمدیہ جماعت کی صداقت اور اشاعت اسلام کے کام کی اہمیت پر تقریر کی اور بتایا کہ احباب جماعتی کام کو اپنے ذاتی کاموں پر مقدم رکھیں اور میری غیر حاضری میں درس قرآن کریم کو باقاعدہ جاری رکھیں۔ نیز اپنے اسی مکتوب میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک دوست جن کا نام عثمان صاحب ہے ہماری جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ اچھے تعلیمیافتہ ہیں، جمعہ و عیدین وغیرہ پڑھانے کا کام ان کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ جو مرکز میں نے بنایا تھا جس میں ہم پانچ وقت نماز اور جمعہ وغیرہ پڑھتے تھے وہ میں نے انجمن کے نام وقف کر دیا ہے، اب جماعت فجی جو چاہے اس میں تبدیلی وغیرہ کر سکتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ امسال جماعت نے عیدالاضحیٰ کی تقریب جماعت کے ایک مخلص دوست مسٹر قاسم کے گھر منائی۔ انہوں نے ایک گائے کی قربانی کی۔ اور جملہ حاضرین کو دعوت طعام دی۔ آخر پر وہ لکھتے ہیں کہ سردست میں امریکہ میں پانچ سال قیام کا ارادہ رکھتا ہوں اس دوران میں میرا ارادہ ہے کہ حج بیت اللہ شریف کروں اور پاکستان دیکھوں، سب احباب سے انہوں نے درخواست دُعا کی ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کی مساعی میں برکت ڈالے اور انہیں خدمت دین مبین کی توفیق مزید عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط والسلام

نیازکیش۔ احمد یار عفی عنہ
انچارج ادارہ تعلیم القرآن۔ لاہور

دعوت عصرانہ

پیغام صلح سے معلوم ہوا کہ محترم شیخ محمد طفیل صاحب ۱۲ مارچ اتوار کراچی پہنچ جائیں گے احباب کو اطلاع دی گئی چنانچہ نماز جمعہ محترم شیخ محمد طفیل صاحب نے پڑھائی اور ۲۶ مارچ ۵ ½ بجے شام شیخ صاحب موصوف کے اعزاز میں دعوت عصرانہ دی گئی۔

نماز عصر جناب شیخ محمد طفیل صاحب نے ہی پڑھائی، بعدہٗ جناب مکرم میاں غلام عباس ×

× صاحب کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم عبدالقیوم صاحب نے کی۔ بعد ازاں شیخ محمد طفیل صاحب نے یورپ میں تبلیغی سرگرمیوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے دورۂ امریکہ کے حالات تفصیل سے بیان فرمائے۔ اس کے بعد احباب کی تواضع پرتکلف چائے وغیرہ سے کی گئی۔ شام کی نماز کے بعد یہ پرلطف مجلس برخواست ہو گئی۔

محمد بیدار احمدی۔ جائنٹ سیکرٹری جماعت کراچی۔

اخبارِ احمدیہ

درخواستہائے دُعا

ـــ ٹنڈو روشاہ ضلع نواب شاہ سے محترم حبیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:۔

"ایک ماہ سے بیمار پڑا ہوں احباب سے دُعا کی التماس ہے۔"

ـــ اہلیہ صاحبہ محمد اقبال چغتائی سب پوسٹ ماسٹر مقیم حال احمدیہ بلڈنگس لاہور لکھتی ہیں کہ:۔

"محمد اقبال چغتائی صاحب دماغی تکلیف میں مبتلا ہیں، آج کل مرکز میں زیر علاج ہیں۔ بزرگان و احباب سلسلہ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔"

ـــ مکرم میاں رحیم بخش صاحب از کراچی بزرگوں و احباب کی دعاؤں اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بکلی صحت یاب ہو گئے ہیں اور بیگم صاحبہ بھی رو بصحت ہیں۔ تاہم ابھی تک ہسپتال میں ہیں۔ احباب سے مزید دعاؤں کی درخواست ہے۔

ولادت و عطیہ

ـــ واہ کینٹ سے محترم عبیداللہ صاحب بٹ لکھتے ہیں:۔

"عزیزم محمد خالد بٹ، اسٹاف اسسٹنٹ کو اللہ تعالےٰ نے ۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو لڑکا عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں انہوں نے مبلغ دس روپے اشاعت دین کے لئے دیئے ہیں۔ روپے آج بذریعہ منی آرڈر خزانچی صاحب صدر انجمن احمدیہ کے نام ارسال کر دیئے ہیں۔ عزیزم خالد کی درخواست ہے کہ بزرگان جماعت بچّہ کی صحت و تندرستی کے لئے دعا فرمائیں نیز اسے خادمِ دین بنائے۔"

ـــ میری بچی عزیزہ نسیم اختر کو اللہ تعالےٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے۔ مبلغ دس روپے عزیزہ نے بطور عطیہ اشاعت اسلام دیئے ہیں۔ جملہ احباب کی خدمت میں بچّہ کی درازیٔ عمر اور دینی و دنیوی حسنات سے بہرہ ور ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ـــ جناب فیاض احمد صاحب کے بیٹوں عرفان اور احمد ضیاء صاحبان نے اپنی اپنی کلاس میں فسٹ اور سیکنڈ پوزیشن حاصل کی ہے۔ اس خوشی میں ان کی والدہ محترمہ نے علاوہ چندہ ماہوار کے ۵ روپے بطور عطیہ اشاعت اسلام دیا ہے۔ سب دوست صدیقی صاحب کے بچوں اور بچیوں کی درازیٔ عمر اور حسنات دُنیا و آخرت سے بحصّہ کثیر عطا ہونے کے لئے دُعا فرماویں۔ والسلام

خاکسار: عبدالعزیز ریٹائرڈ گارڈ۔ خان پور ضلع رحیم یار خان۔

تدریس قرآن کریم

ـــ جماعت احمدیہ لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ محترم قاضی عبدالحفیظ صاحب ۴ بجے سے پانچ بجے شام تک روزانہ تعلیم دیتے ہیں۔

جماعت احمدیہ پشاور کا سالانہ جلسہ

جماعت پشاور نے امسال جلسہ سالانہ مؤرخہ ۱۵، ۱۶ مئی کو منعقد کرنیکا فیصلہ کیا ہے۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ جلسہ میں شمولیت فرما کر اس کو کامیاب کریں۔ خصوصاً صوبہ سرحد کے ہر فرد سے التماس ہے کہ وہ ہر حالت میں یہ دو دن اس مجاہدہ کے لئے قربان کر کے اپنے تزکیہ نفس کا ذریعہ بنیں صوبہ سرحد کی تمام جماعتوں کا یہ مشترکہ اجلاس ہے اس میں ہر دوست کا شامل ہونا نہایت لازمی ہے۔ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

جو دوست تقریر کرنا چاہیں وہ اپنے مضمون کے عنوان سے مجھے جلد از جلد آگاہ کر دیں تاکہ پروگرام میں ان کا مضمون شامل کیا جا سکے۔ والسلام۔ محمد الرحمٰن

آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پشاور

غیر اقوام کے ساتھ معاہدات کے بارے میں قرآن کریم کی عظیم الشان تعلیمات

خُطبہ جُمعہ

مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

براءة من الله ورسوله الى الذين عاهدتم من المشركين فسيحوا فى الارض اربعة اشهر واعلموا انكم غير معجزى الله ...... ان الله يحب المتقين (التوبہ ۹ : ۱ تا ۷)

قرآن کریم اور بین الاقوامی معاملات

ان آیات میں بین الاقوامی معاملات کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم سے پیشتر جس قدر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، وہ خاص خاص قوموں کے لئے اور خاص خاص وقتوں کے لئے مخصوص تھیں اس لئے ان میں بین الاقوامی کا ذکر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ فرمایا وآتینا موسى الكتاب هدى لبنى اسرائيل ہم نے حضرت موسیٰ کو تورات دی۔ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تھی۔ اور حضرت عیسیٰ سے متعلق فرمایا ورسولا الى بنى اسرائيل یعنے وہ بنی اسرائیل کے لئے رسول ہیں۔ لیکن حضرت نبی کریمؐ سے متعلق الفاظ رحمة للعالمين ہیں۔ اور قرآن کریم کے متعلق فرمایا ان هو الا ذكر للعالمين۔ یہ کسی ایک خاص قوم کے لئے کتاب نہیں ہے، بلکہ اقوام عالم کے لئے ہے۔ اور خدا تعالےٰ بھی اقوام عالم کا خالق مالک اور ربّ ہے۔ وہ مخلوق کی جسمانی اور روحانی پرورش کرتا ہے، تمام اقوام عالم کے لئے سورج قمر اور ستارے ہیں۔ ستاروں کے ذریعہ سمندروں اور صحراؤں میں تمام لوگ سفر کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام اقوام کی روحانی رہنمائی کے لئے بھی اللہ تعالےٰ نے سامان مہیا فرمائے ہیں۔ اس کے اندر بین الاقوامی معاملات کا ذکر ہے۔

معاہدات کا پاس و احترام اسلام میں

قرآن کریم چونکہ اقوام عالم کی رہنمائی کرتا ہے اس لئے اس کے اندر ایک حصہ معاہدات کا ہے۔ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے کئے گئے معاہدات جب چاہے توڑ دیتی ہے۔ آج کی مہذب قومیں ذاتی منفعت کے لئے معاہدات کرنے اور توڑنے میں بڑی مشاق ہیں۔ معاہدہ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے ان اہم معاملات کے بارے میں قرآن کریم نے ہدایات تلقین کی ہیں کہ حضرت صلعم تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں انتہا درجہ کی تکالیف برداشت فرماتے رہے۔ آپؐ کے متبعین کو بھی دردناک اذیتیں دی گئیں۔ قوم کو تکلیف پہنچا کر لیڈر کو بددل کرنا اور لیڈر کو اذیتیں دے کر قوم کو یہ احساس دلانا مقصود ہوتا ہے کہ تمہارا لیڈر بے بس ہے۔ تیرہ سال کی شب و روز کی تکالیف برداشت کرنے کے بعد آپؐ نے ہجرت فرمائی، جس کے بعد بھی دشمن نے پیچھا نہ چھوڑا۔ بدر، اُحد اور احزاب کی لڑائیاں ہوئیں۔ قریش نے آپؐ کو کسی صورت آرام کرنے نہ دیا۔ ان کو یقین تھا کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر تعداد ہے۔ ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے، ان کو نیست و نابود کر دینا آسان ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان تمام یورشوں کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور حضورؐ کے متبعین کو توفیق بخشی کہ وہ نہ صرف بچ نکلے بلکہ وہ فاتح و منصور ہو کر مکہ معظمہ میں داخل ہوتے ہیں، تو اپنی تکالیف کی وجہ سے کسی قسم کے انتقام لینے کا خیال تک نہ کیا۔ حالانکہ ۲۲ سال تک ان کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہے۔ آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے۔ آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ زخمی ہوئے، آپؐ کے عزیز حضرت علیؓ زخمی ہوئے، خود آپؐ کو زخم برداشت کرنے پڑے۔ ان سب مظالم اٹھانے کے باوجود آپؐ فاتح و منصور ہو کر مغلوب قوم کو کہتے ہیں لا تثريب عليكم اليوم۔ یعنے آج تم سے کسی قسم کا انتقام نہیں لیا جائے گا۔ اسی طرح ان آیات میں فرمایا براءة من الله ورسوله الى الذين عاهدتم من المشركين۔ اللہ اور اس کے رسول صلعم کی طرف سے ان مشرکوں کے جن سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا، عہد سے دست برداری کا اعلان ہے، ہم اعلان کرتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے بار بار معاہدہ توڑا ہے ہم ان سے دست بردار ہوتے ہیں فسيحوا فى الارض اربعة اشهر۔ وہ امن سلامتی اور آزادی سے جس طرح چاہیں اس ملک میں کاروبار اور تجارت کریں۔ ہم ذمہ دار بنتے ہیں کہ ہم ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کریں گے۔ یہ ہیں وہ اخلاقِ فاضلہ جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متصف تھے۔ مخالف قوم بار بار عہد و پیمان توڑتی ہے۔ آپؐ ایسا ہرگز نہیں کرتے کہ عہد شکنی لگا دیں بلکہ فراخدلی سے ان کو پوری پوری آزادی بخشتے ہیں اور آج کی اقوام کے لئے ایک اہم سبق پیش کرتے ہیں اور پبلک طور پر اپنے اس فیاضانہ سلوک کرتے ہیں۔ بہت بڑا سبق ہے کہ حضرت صلعم کے اندر اس قدر وسعت قلبی ہے۔

اعلان بر موقع الحج الاکبر

فرمایا واذان من الله ورسوله الى الناس يوم الحج الاكبر ان الله برى من المشركين حج اکبر کے دنوں کے لئے منادی کی جاتی ہے۔ یہ اعلان اس دن کیا گیا جبکہ منیٰ کے میدان میں آخری مناسک ادا کئے جا رہے تھے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور صلعم نے جو اعلان فرمایا سب اس کے پابند ہو جائیں۔ لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ جمعہ کے دن کا حج، الحج الاکبر ہوتا ہے حضورؐ کی شریعت میں اس قسم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہر حج الحج الاکبر ہے۔ اور عمرہ الحج الاصغر ہے۔

قرآن کریم میں آزاد کے لئے چار مہینے کی مہلت دی گئی ہے تاکہ وہ اپنے معاملات پر غور کر سکیں کہ ہمیں بت پرست ہی رہنا ہے یا اس غلط اعتقاد کو ترک کر دینا مفید ہو گا۔ الا الذين عاهدتم من المشركين ثم لم ينقصوكم شيئا ولم يظاهروا عليكم احدا فاتموا اليهم عهدهم الى مدتهم۔ مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا اور پھر انہوں نے کسی قسم کی عہد شکنی نہیں کی اور نہ تمہارے برخلاف کسی کی نصرت کی ہے، ان کے ساتھ ان کا عہد مقررہ مدت تک پورا کرو۔ یہ وہ اعلان ہے جس پر آج کی اقوام عالم کو غور کرنا اور اس سے سبق لینا چاہیئے۔ وہ قومیں جن کو طاقت میسر آتی ہے وہ کمزور قوم کے ساتھ اپنے مفاد کی خاطر اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیتی ہیں۔ ان الله يحب المتقين

مسلمان قوم اس امر کو خوب ملحوظ رکھے، عہد و پیمان پورے کرنے کے لئے حقیقی تقوے سے کام لیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ وہ لاجواب اور اہم تعلیم ہے جو کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہے مزید فرمایا وان احد من المشركين استجارك فاجره حتى يسمع كلام الله ثم ابلغه مأمنه۔ ان حالات میں اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن سکے۔ پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر دشمنی ہے لیکن اگر کوئی پناہ مانگتا ہے تو اس کو پناہ دینے کا حکم ہے فرمایا ان کو اپنی تعلیمات سے بھی آگاہ کرو تاکہ وہ اپنے بت پرستانہ عقائد اور قرآن کریم کی توحید کی تعلیم کا موازنہ کر سکے۔ بعد ازاں اس شخص کو اس کی جائے امن تک پہنچا دو جہاں وہ اپنے تئیں محفوظ سمجھے۔ مسلمان کی یہ ڈیوٹی ہے کہ بحالت جنگ پناہ مانگنے والے مشرک کو پناہ دیں، اسے قرآن کریم کی تعلیم سے آگاہ کریں اور پھر اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دیں۔ اس کے وطن میں پہنچا دیا جائے جہاں وہ محفوظ ہو۔

لاجواب تعلیم

اس بیسویں صدی میں انسان اس لاجواب اور نہایت اہم تعلیم پر فخر کر سکتا ہے اور اسے دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ یہ تعلیم قرآن کریم کے سوا کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتی جہاں اس قسم کے معاملات کا کہیں ذکر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو سب کا خالق و مالک اور پرورش کرنے والا ہے .... یہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ غیر اقوام کے ساتھ معاہدات

(باقی پر صلا کالم ۳)

مرکزِ اسلام سے وفاتِ مسیحؑ کی تصدیق

انگریزی تفسیر القرآن "دی میسیج آف دی ہولی قرآن" سے

چند اقتباسات

محمّد صالح نور صاحب فاضل عربی

نام تفسیر: "دی میسیج آف دی ہولی قرآن" "THE MESSAGE OF THE HOLY QURAN"
جزو: — اوّل
ترجمہ و شرح: — علامہ محمد اسد
زیرِ انتظام: مُسلم ورلڈ لیگ، مکّہ معظّمہ
ناشر: — ماؤنٹن ایسٹ کمپنی، دی ہیگ، (ہالینڈ)
سنِ اشاعت: طبع اوّل ۱۹۶۴ء

— خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور کی جانے والی بزرگ ہستیاں جب علم لدنّی کے ذریعہ بعض صداقتوں کو دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں تو ایک بھاری اکثریت "ما الفینا علیہ اٰباءنا" کا غیر معقول عذر تراشتے ہوئے اپنے آباء و اجداد کے طور طریقوں اور ان کے خود ساختہ عقائد سے چمٹی رہتی ہے۔ مگر بالآخر ان ابدی صداقتوں کو طوعًا یا کرہًا زمانہ قبول کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور آسمان سے اس قوم کے سعید الفطرت افراد کے دلوں پر الہام کیا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ غلط خیالات اور فاسد اعتقادات کی جگہ صحت مند افکار اور راستی اور صدق پر مبنی نظریات لینا شروع کر دیتے ہیں۔

— ابتدائے اسلام میں جبکہ مشرکین مکّہ اصنام پرستی میں اس درجہ غرق تھے کہ اپنے بتوں کے خلاف ایک بات سننا بھی ان کو گوارا نہ تھی اور تمام براہین و دلائل کے جواب میں ایک ہی رٹ لگائے چلے جا رہے تھے کہ ہم اپنے بزرگوں اور اسلاف کے مذہب کو کیسے ترک کر دیں۔ اور تمام وہ صفات جو خالق کون و مکان اور مالکِ ارض و سما کو زیبا تھیں وہ ان بے جان پتھر کے بتوں میں یقین کرتے تھے مگر رحیم و کریم خدا کو گمراہ انسانیت کی اصلاح مقصود تھی انہیں لوگوں نے رُوح القدس کی برکت سے اصنام پرستی کو تیاگ کر لا الٰہ کا نعرہ لگایا اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے الا اللہ کی آواز بلند کی اور بالآخر خدا کے بھیجے ہوئے اس مقدّس انسان پر درود و سلام بھیجتے ہوئے محمّد رسول اللہ کا اقرار کیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کے اس شکرانِ نعمت ایمان کو اپنی جناب سے اس قدر نوازا کہ انہی شتربانوں کے گروہ کو حیوانیت کے مقام سے اُٹھا کر نہ صرف انسان بنایا بلکہ شرفِ انسانیت عطا فرمانے کے بعد ان پاکباز اور سعید الفطرت انسانوں کو خدا تعالےٰ سے ملانے ہوئے با خدا انسان بنا دیا اور وہی چمکتے ہوئے ستارے کروڑہا انسانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ثابت ہوئے اور ان کے وجود سے صداقت اور راست روی کے ایسے سوتے پھوٹے کہ تا ابد انسانیت ان کے نور سے مستنیر ہوتی چلی جائے گی۔

— اس دَور میں بھی مردہ پرستی زوروں پر تھی، ہندو پتھر کے بتوں کی پُوجا کرتے تھے عیسائی مریمؑ اور عیسٰیؑ کی مورتیوں کو پوجتے تھے، مسلمان قبروں پر سجدہ ریز ہو رہے تھے شرک کی ان قسموں کو دُور کرنے کے لئے خدا کے حکم سے ایک درد مند دل کی ندا سب سے پہلے بلند ہوئی۔ اس نے توحید کا سبق پھر سے دہرانے کا بیڑا اُٹھایا اور مختلف جہات کے ذریعہ اس کی تعلیم کو عام کیا۔ مرورِ زمانہ کے باعث جہاں اور بہت سے شرک پیدا ہو چکے تھے وہاں پر ایک شرک حضرت عیسٰے علیہ السلام جو صرف "رسولاً الیٰ بنی اسرائیل" تھے کی دو ہزار سال سے غیر متبدل زندگی کا غلط عقیدہ تھا جو اہلِ انجیل کی برتری کے باعث اہلِ اسلام کے دلوں میں مضبوطی سے قائم ہو گیا تھا۔ اس مردِ حق پرست نے اس صلیبی عقیدہ کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا اور دلائل و براہین کے ساتھ قرآن کریم اور حدیث شریف سے اس خیال کا بطلان کیا مگر وقتی طور پر سوائے معدودے چند کے سب نے اپنے اسلاف کے خیال پر قائم رہنے کو ترجیح دی۔ بالآخر انکار اور بے یقینی کے بادل بارانِ رحمت سے چھٹنے شروع ہو گئے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اس مشرکانہ عقیدہ کا زوال ہو چکا ہے اور ہر طرف سے یہی آواز آ رہی ہے کہ ؎

ابنِ مریم مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنّت ہوا وہ محترم

— زیرِ نظر تفسیر القرآن مرکزِ اسلام مکّہ معظّمہ سے شائع ہوئی ہے اور ایک فاضل اور اجل عالم علامہ محمد اسد کی علمی کاوشوں کا نچوڑ ہے۔ یہ ترجمہ اور تفسیر انگریزی زبان میں اہلِ یورپ کے لئے لکھی گئی ہے۔ وہ مقامات جہاں پر حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات کا ذکر آتا ہے ان کا ترجمہ قارئین پیغام صلح کے ازدیادِ ایمان اور مامورِ زمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا جاتا ہے:-

مقامِ اوّل:— "اذ قال اللہ یا عیسٰی انّی متوفّیک ورافعک الیّ ومطھّرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ" (آلِ عمران آیت ۵۵)

"دیکھو خدا نے کہا اے عیسٰے میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف بلند کروں گا اور تجھے پاک کروں گا (ان کی موجودگی میں) ان سے جو لوگ صداقت کا انکار کرنے پر مائل ہیں اور میں تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک ان لوگوں پر برتری دوں گا جو سچائی کا انکار کرنے پر تُلے ہوئے ہیں"۔ (صفحہ ۷۷)

مقامِ دوم:— "وکنت علیھم شھیدًا ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم وانت علیٰ کل شیءٍ شھید" (المائدہ ۵ - آیت ۱۱۷)

"اور میں گواہی دیتا ہوں اس کی جو انہوں نے کیا جب تک کہ میں ان کے درمیان رہا لیکن جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی اکیلا ان کا نگہبان تھا کیونکہ تو ہر چیز کا دیکھنے والا ہے"۔ ص ۲۲۴

مقامِ سوم:— "وقولھم انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبّہ لھم وانّ الذین اختلفوا فیہ لفی شکٍّ منہ وما لھم بہ من علمٍ الّا اتّباع الظّنّ وما قتلوہ یقینًا، بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزًا حکیمًا" (النساء ۴ آیت ۱۵۷-۱۵۸)

(۱۵۷) "اور ان کا یہ شیخی بگھارنا کہ دیکھو ہم نے مسیح عیسٰی ابن مریم کو جو خدا کا رسول ہونے کا دعوٰے کرتا تھا قتل کر دیا ہے، درآنحالیکہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے اسے صلیب پر مارا بلکہ انہیں ایسا معلوم ہوا ✕۱۷۱ (کہ گویا ایسا ہو گیا ہے) اور یقینًا وہ لوگ جو اس بارہ میں مختلف خیالات رکھتے ہیں وہ شک میں ہیں اور اس کا (حقیقی) علم نہیں رکھتے اور محض قیاس کی پیروی کر رہے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اسے یقینی طور پر قتل نہیں کیا"

(باقی بر ص ۱۱ کالم ۱)

✕ حاشیہ ۱۷۱:- یہاں پر قرآن کریم قطعی طور پر عیسٰےؑ کے صلیب پر مارے جانے سے انکار کرتا ہے۔ مسلمانوں میں بہت سی خیالی روایات پائی جاتی ہیں جو ہمیں یہ بتلاتی ہیں کہ آخری لمحات میں اللہ تعالےٰ نے عیسٰےؑ کا قائم مقام ایک ایسے شخص کو بنا دیا جو شکل میں اس سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا (بعض روایات کے مطابق وہ شخص یہودی تھا) جسے بعد میں اس کی جگہ سولی پر چڑھا دیا گیا۔ تاہم ان داستانوں میں سے کسی ایک کو بھی قرآن کریم سے یا معتبر احادیث سے کوئی معمولی سی بھی مدد نہیں ملتی اور وہ کہانیاں جو اس سلسلہ میں بعض مفسّرین کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں سرسری طور پر ہی رد کر دیئے جانے کے قابل ہیں۔ ان لوگوں نے دراصل قرآن کریم کے اس ارشاد کو کہ "عیسٰے صلیب پر نہیں مارے گئے" اناجیل کی بیان کردہ اس خوبصورت وضاحت کے ساتھ جہاں حضرت عیسٰے کا مصلوب ہونا بیان کیا گیا ہے ہم آہنگ کرنے کی غیر یقینی کوشش کی ہے۔

صلیب دیئے جانے کی کہانی کو قرآن کریم نے نہایت اختصار کے ساتھ "ولکن شبّہ لھم" کے الفاظ میں واضح فرمایا ہے جس کا ترجمہ میں نے یوں کیا ہے "بلکہ صرف ان پر ایسا ظاہر ہوا کہ گویا یوں ہو گیا ہے"۔ یہ امر دلالت کرتا ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ سے بہت بعد (غالبًا اس دَور کے مضبوط "مقدس" عقیدہ کے زیرِ اثر) ایک داستان نے

(باقی بر ص ۱۱ کالم ۱)

غلام نبی مسلم صاحب ایم اے

جمہوری نظام مشاورت کے تقاضے

انسان فطرت کا شاہکار ہے۔ جسے تکریم و شرف کا بلند ترین مقام بخشا گیا، اسے جان، مال، عزت اور حریت ضمیر کی بقاء کے لئے تنظیم، تہذیب اور اجتماعی حیات کی ضرورت ہے۔ جس کے حصول، استحکام اور دوام کے لئے ایک مستقل لائحہ عمل درکار ہے۔ اس اجتماعی اور انفرادی حیت کی ترویج کے لئے گو انبیاء کے ذریعے اصولی تعلیمات نازل کر دی گئیں۔ لیکن ان اصولوں پر کما حقہٗ کرنے اور روزمرہ زندگی میں ان سے ہدایت پانے کے لئے ضروری ہے کہ تمام افراد ملت اس میں شریک ہوں، اور موجودہ دور میں اس کی بہترین صورت جمہوری سطح پر مشاورت پر مبنی نظام ہے۔ جس کی شرف انسانیت کے علمبردار قرآن نے امرھم شوریٰ بینھم اور شاورھم فی الامر کے حریت پرور الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔ اور انسانی عظمت پر مہر ثبت کر دی ہے۔

جمہوریت انسانی حریت، انصاف اور اتحاد کا بلند ترین وسیلہ ہے۔ لیکن جہاں جمہوریت نیک نیتی، خلوص، ایثار، علم، مسلسل جد و جہد، افہام تفہیم، رازداری کا تقاضا کرتی ہے۔ وہاں انسان سے تہذیب فکر، نظم و ضبط اور احتساب ذات کی بھی تقاضی ہے اور اسی نظم و ضبط، جمہوری فیصلوں کی پابندی، بے رہروی سے اجتناب، غیبت و بدگمانی سے احتراز، دوسروں کی آراء کو اہمیت دینے، کثرت رائے کے سامنے سر جھکانے اور اپنی رائے کے خلاف اجتماعی فیصلے کی پابندی کو مذہبی اصطلاح میں تقویٰ کہتے ہیں۔ جس کی پشت پر رضائے الٰہی اور خشیت اللہ کا یقین محکم ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے جمہوری نظاموں میں اس تقویٰ ایثار اور ضبط نفس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ اگر جمہوری نظام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے تو اس قوم کی قوت کا کوئی طاقت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دراصل اس نظام کے ماتحت اور مطابق زندگی چند خصائص کا مطالبہ کرتی ہے جنہیں عام طور پر اکثر افراد سامنے نہیں رکھتے اور اس کی وجہ جہالت اور بے علمی ہے۔ اس لئے کامیاب جمہوری نظام کے لئے ضروری ہے کہ قوم کے افراد (۱) اپنے اجتماعی مقصد پر علم پر مبنی ایمان و یقین تام رکھتے ہوں، کیونکہ ہر گونہ حرکت کا محرک کسی بات پر یقین محکم ہے اگر کسی قوم یا جماعت میں عمل ان بلند قومی مقاصد کا ساتھ نہیں دیتا تو یقین کر لیجئے کہ وہ جماعت اپنے دعاوی میں جھوٹی ہے اور اسے اپنے مبینہ معتقدات پر ایمان نہیں۔ کیونکہ اس کا عمل اور ترقی اس کے ایمان کی کسوٹی ہے، خواہ وہ اپنے نفس کو دھوکا دینے کے لئے زبان سے اپنے ایمان کا اعلان کرتی رہے اور خواہ اس کے دعاوی فی نفسہٖ عین حق ہوں۔ عرصہ کارزار میں اس کی رسوائی، پسپائی اور موت اٹل ہے

کافرے بیدار دل پیش صنم
بہ ز دیندارے کہ خفت اندر حرم

۲۔ مقصد کی صحت، استحکام اور اس کے پیش نظر عروج کے لئے ضروری ہے کہ اس قوم میں علوم کی روشنی عام ہو اس طائر کی آنکھ پرواز کے وقت نہ صرف آشیانے پر رہے بلکہ کائنات کی وسعتیں اس کی نگاہوں کے نیچے ہو۔ وہ علم و حکمت میں دنیا کا معلم و رہنما ہو اور دنیا کی نظریں رہنمائی کے لئے ہر وقت احتراماً اس کی طرف اٹھیں۔

۳۔ مقصد پر ایمان کامل، فکر و نظر کی گہرائی و گیرائی اور تہذیب کی بقا، طبعی شے نہیں، انسان میں بقائے جنس، بقائے حیات اور مجلسی زندگی کی تڑپ طبعی ہے۔ جس کے لئے تربیت کی چنداں ضرورت نہیں۔ جنگلوں، جھونپڑوں، غاروں اور تہذیب و تمدن کے مراکز سے دور رہنے والے لوگ صدیوں سے زندگی کو قائم رکھے ہوئے ہیں لیکن بلند مقصد اور علم و فکر مسلسل کوشش، تربیت اور تعامل کا ثمر ہیں۔ عام انسان بقائے حیات کے لئے کسی بلند تہذیب کا پابند یا قائل نہیں ہوتا۔ اور کسی قسم کی اخلاقی پابندی اس کی راہ میں رکاوٹ ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر کوئی اجتماعی ادارہ اپنے مقصد حیات، تہذیب، اجتماعی زندگی کو برقرار رکھنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے، کہ وہ اپنے افراد کو ہر لحظہ ایسی شعوری سطح پر رکھے، جہاں سے گرنا اسے مہلک نظر آتا ہے اور اگر وہ خود اس کے احباب، یا قوم کے افراد اس کی فکری و عملی سطح سے گرتے نظر آئیں گے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح گرنے سے بچے، اس گراوٹ کا نام ہی گناہ، پستی، جہالت اور بدتہذیبی ہے۔ اور جو قوم اپنی صفوں میں اس گراوٹ سے بے چین نہیں ہوتی، اس کا سدباب نہیں کرتی وہ قوم سرار زندگی سے محروم ہو کر مرجاتی ہے کیونکہ زندگی بلند مقصد، علم اور ان پر استقامت سے عبارت ہے، یہی امور ہمارے باہمی تعلقات کو ان پر ترجیح دے کر انہیں نظر انداز کر دیں گے، تو درحقیقت ہم اس موت و زوال کو دعوت دیں گے، جو ان محرکات ترقی کے فقدان سے ہماری قوم اور ہماری نسلوں کی قسمت ہوگا اس لئے ہر فرد قوم کا نعرہ "میری موت، میری حیات میری کوشش اور میری قربانی اس بلند مقصد کے لئے ہے۔ جو میری قوم نے رضائے الٰہی کے لئے اپنے سامنے رکھا ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے میں قوم کو کبھی مٹنے نہیں دوں گا۔"

اس مقصد، فکر و نظر، استقامت، ضبط و نظم پر بار بار غور کرنے، آئے دن ابھرنے والے اور بدلتے ہوئے حالات میں لائحہ عمل میں تبدیلی کے لئے قوم اپنے میں سے اہل فکر و نظر اور متقی افراد کو چن لیتی ہے کہ وہ اپنی سمجھ اور قوم کے منشاء کے مطابق مقاصد کی تکمیل کے لئے مشاورت سے کام لیں اور احتساب کے ذریعہ آگے قدم بڑھائیں اور گو انسان بالطبع حاجات و اغراض کا بندہ ہے۔ لیکن اسے اپنے مفاد کو اجتماعی مفاد کے ماتحت کرنا ہوگا، کیونکہ اجتماعی ترقی سے افراد کی ترقی کے راستے کشادہ ہوتے رہتے ہیں لیکن ذاتی مفاد کو ملحوظ رکھنے سے اکثر اقوام مٹ جاتی رہیں، اجتماعی نظام اس امر کا متقاضی ہے کہ یہ کام نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے۔ پس نمائندہ چننے کے لئے ضروری ہے کہ چننے والے ذاتی جذبات سے بلند ہو کر ایسے افراد کو منتخب کریں جو اپنے علم، مطالعہ، وسعت نظر، تفہیم مقصد، ضبط نفس، تہذیب و ایثار، بے لوثی اور تڑپ کے لحاظ سے دوسروں سے ممتاز ہوں، جو مقصد اور عمل کے سلسلے میں ہر گھڑی اپنے علم کو تازہ کرتے رہیں جو اجتماعی زندگی کے متعلق ہر قسم کی معلومات بڑھاتے رہیں، جن کے قلوب میں مقصد کے لئے تڑپ اور خلوص ہو۔ جو خود آگے بڑھنے کے لئے مضطرب ہوں اور اگر انہیں کسی مرحلے پر دیانتداری سے احساس ہو جائے کہ کوئی دوسرا شخص ان سے بہتر کام کر سکتا ہے تو اس کو آگے لائیں۔ جو کام ان کے سپرد کیا گیا ہے یا کسی امر میں ان کی رائے مطلوب ہے اس کے متعلق پوری تیاری کریں۔ تاکہ وہ اجتماعی ترقی میں فعال ثابت ہوں اور اگر کسی مرحلے پر ان کو علیحدہ ہونا پڑے تو ان کے عزم میں کمی نہ آئے بلکہ وہ پہلے کی طرح سرگرم عمل رہیں۔ کیونکہ یہی تڑپ ان کے خلوص کی کسوٹی ہے۔

مشاورت کے تقاضے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امانت دار ہوتا ہے اس کا مطلب اسی قدر نہیں کہ جب کبھی کسی کام میں مشورہ لیا جائے تو دیانتدارانہ رائے دے، کیونکہ قومی مشاورت تو بلند تر چیز ہے جس سے قوم کی زندگی وابستہ ہوتی ہے، پس اجتماعی امور میں دیانتداری کا تقاضا ہے۔ کہ مشاورت کا ہر رکن

(۱)۔ زیر نظر امر کے متعلق کامل معلومات پر مبنی دیانتدارانہ رائے دے۔

(۲)۔ ہر مسئلہ اور موقعہ پر رائے دیتے وقت ذاتی تعلقات کو سامنے نہ رکھے بلکہ اجتماعی مفاد کے پیش نظر رائے دے خواہ اپنے خلاف ہی ہو اور مخالف نقطہ نظر کو نفرت سے دیکھنے کی بجائے بنظر توجہ اور استحسان دیکھے اور اگر دوسرے مشیر کی رائے ثقہ ہو تو اسے انشراح صدر سے قبول کرے، اور اس طرح رضائے الٰہی حاصل کرے۔

(۳) رائے پیش کرتے وقت محض اپنا نقطہ نظر پیش کرے کسی کی تضحیک، تذلیل اور تحقیر منظور نہ ہو کیونکہ اجتماعی زندگی کی تو غرض و غایت ہی ان غیر مہذبانہ باتوں کا خاتمہ ہے اور بدتہذیبی کے راستے تہذیب کی منزل طے کرنی ہے تو کار ملت تمام خواہد شد۔

(۴) مشاورت میں کسی امر کے طے پا چکنے کے بعد ہر رکن کا فرض ہے کہ خواہ اس کی رائے سے فیصلہ بظاہر مختلف ہو بھی اسے اپنا فیصلہ سمجھے کیونکہ دراصل ہر مشاورت میں ہر شخص کی رائے کو ذہنی طور پر تولا جاتا ہے۔ اور ہر رائے کی ترتیب اور استدلال مشاورت کا حصہ بن چکا ہوتا ہے اس لئے درحقیقت وہ سب کا متفقہ فیصلہ ہوتا ہے۔

(۵) قومی مجلس کے فیصلے قومی امانت ہوتے ہیں اس لئے کسی مشیر یا رکن کا یہ حق نہیں کہ وہ مجلس سے باہر آ کر دوسروں سے اس کارروائی کا ذکر کرے جو مجلس میں ہو چکی ہو۔ یہ پہلو سستی شہرت کا ذریعہ تو بنتا ہے لیکن اس سے جھوٹی شہرت، خوشامد، عیب جوئی اور انتشار کے جراثیم ترقی پاتے ہیں۔ اور ریشہ دوانیاں اور تنازعات کے دروازے کھلتے ہیں اور گھٹیا قسم کی سیاست ابھرتی ہے۔

مشاورت کی روح یہ ہے کہ درست فیصلہ وہی ہے جو کثرت رائے سے ہو۔ اور کثرت

(باقی بر صلا کالم ملا)

الشیخ مظہر مسعود صاحب گوجرانوالہ

جید علمائے اہلحدیث کا کردار
مولوی ثناء اللہ امرتسری کے آئینے میں
"سب مولوی ننگے ہو جائیں گے" الہام حضرت مسیح موعودؑ

ماضی قریب میں پہلی بار پاکستان کے آزاد انہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر الیکشن ہوئے۔ الیکشن کو بقول اسلام پسند حلقوں کے (نعوذ باللہ) کفر اسلام کے مابین ریفرنڈم کی حیثیت دی گئی تھی جس میں بقول بھٹو صاحب اسلام جیت گیا اور اسلام پسند ہار گئے۔ ان اسلام پسند مولوی صاحبان نے (جن میں اکثریت اہلحدیث۔ بریلوی۔ دیوبندی مودودی اور ان کے ہم نوا لے ہم پیالے تھے)۔ پاکستان کے اکثریتی کلمہ گوؤں پر پہل کر کے کفر کا فتوے لگایا اور بعض ... جماعتوں پر انتہائی سنگین اور بے بنیاد الزامات لگائے "اور اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگا کر لوگوں کو بھڑکانا اور گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بالمقابل بھٹو صاحب نے انتہائی محتاط انداز اختیار کیا اور مخالفین کے عائد کردہ الزامات کی پرواہ کئے بغیر عوام کو گمراہ کن پروپیگنڈا سے بچانے کی دن رات کوشش کرتے رہے۔ بالآخر عوامی عدالت نے ۷ دسمبر اور پھر ۱۷ دسمبر کو ضمیر کی "تلوار" چلا کر "قوم کو ان مذہبی اجارہ داروں اور "امریکی" اور "انڈین" ایجنٹوں کے متعلق واضح فیصلہ دیا اور عملاً بتا دیا کہ عوام کے نزدیک ان کے فتوؤں اور جھوٹے وعدوں کی کوئی وقعت نہیں۔

الیکشن میں برسراقتدار آنے کے لئے مولوی صاحبان نے ایسا رویہ اختیار کیا کہ ان کو آئے دن بدلنے والی پالیسی اور کسی ایک فریق کی مخالفت اور پھر اس کی حمایت کے اعلانات نے انہیں خوب ننگا کیا پھر عوام میں اپنے کھوئے ہوئے اعتماد کو بحال کرنے اور روزی کے سلسلے کو برقرار رکھنے کے لئے ایک نئی مگر پرانی گھسی پٹی راہ نکالی کہ عوام سے ہٹ جاؤ اور شریف احمدیوں کو تنگ کرو۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کا آسان نسخہ پرتنا شروع کر دیا۔

احمدی تمام دنیا میں اشاعت قرآن کا جہاد اکبر کر رہے ہیں۔ ان مولوی صاحبان کو یہ توفیق میسر نہیں لیکن احمدیوں کی کتب میں اپنے زیر تنقید رکھتے ہیں۔ اپنی اور اپنے اسلاف کی روایات کے مطابق مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ کی تحریرات میں کتر بیونت اور ادھورے حوالہ جات نقل کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کو ۱۱ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ایک الہام ہوا:-

"سب مولوی ننگے ہو جائیں گے"

یہ الہام تذکرہ بار دوم صفحہ ۴۱۴ پر بحوالہ اخبار الحکم مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۰ء میں شائع شدہ موجود ہے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ گذشتہ الیکشن کے دنوں میں یہ الہام کس طرح پورا ہوا اور کن زور آور حملوں کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کی سچائی ثابت ہوئی۔ ایک مرتبہ پہلے بھی یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے جس کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:-

مولوی ثناء اللہ امرتسری جو کہ مشہور اہلحدیث عالم تھے انہوں نے ایک تفسیر قرآن لکھی جو تفسیر ثنائی کے نام سے مشہور ہے اس پر علمائے اہل حدیث نے ایک طرف ثناء اللہ کو تعریفی کلمات لکھے اور دوسری طرف دوسرے علمائے اہلحدیث کو اس کے خلاف بیانات دیئے ملاحظہ ہوں بیانات ذیل:-

شیخ حسین عرب غیر مقلد محدث بھوپال

انہوں نے مولوی ثناء اللہ کو تو یہ لکھکر دیا:-

"میں نے اس عظیم الشان تفسیر کو دیکھا اور خوب گہری نظر سے مطالعہ کیا تو ایسا پایا کہ دل کو خوش کرتی ہے عقل اور نقل سے ثابت ہے، زوائد اور فضول باتوں سے پاک ہے جو اس کو نہ دیکھے گا اس کو دور نزدیک کی ذرا بھی تمیز نہ ہو گی۔ جو اس کا ذائقہ چکھے گا وہی خوش قسمت ہے۔ جس کی اس تقریر میں شک ہو وہ اپنے شکوک کو یقین سے بدل لے تو حق واضح اس پر کھل جائے گا۔"

(کلام المبین صفحہ ۱۸ ملخصاً)

مگر مولوی ثناء اللہ کے مخالف گروہ کو یہ لکھ کر دیا:-

" قد سلك ثناء الله فى تفسيره غير ما سلكه المحققون من المفسرين وحذى حذو المحرفين والمنتحلين فالواجب على كل من له قدرة احراق مثل هذه الخرافات۔"

(بلفظہ بقدر الحاجۃ اربعین صفحہ ۲۴)

ترجمہ:-

"ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں سوائے طریقہ محققین مفسرین کے اور راہ اختیار کی، اور محرفین کی چال پر چلا۔ پس مقدور والے پر ان خرافات کا جلانا واجب ہے۔"

ایک ہی قلم ایک ہی دماغ سے ہر دو فتوے لکھے گئے، ایک میں تفسیر کے مطالعہ کی تائید اور تاکید اور دوسرے فتوے میں تنقید و تردید اور اس کو خرافات قرار دے کر جلا دینے کی تاکید۔ عقل محو حیرت ہے کہ ایں چہ بوالعجبی است

(۲) حافظ عبد المنان امام مسجد اہلحدیث راولپنڈی شہر نے ثناء اللہ مولوی کو یہ لکھ دیا:-

"خدا کا شکر ہے جس نے ہم پر تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کی وجہ سے بڑا احسان کیا ہے اس میں علماء کے لئے بڑے بڑے فائدے ہیں اور برگزیدوں کے لئے اسرار کریمہ و انوار عظیمہ ہیں۔ خاکسار کا فہم اس پر مطلع ہوا تو اس کو ایسا ہی پایا جیسا کہ اس کا نام ہے۔" (کلام المبین صفحہ ۱۲۱)

مگر حریف گروہ کو یہ لکھ دیا:-

"جب میں نے رسالہ مسمی بمذہب اہلحدیث مؤلفہ ثناء اللہ کا دیکھا۔ تو مجھ کو حسن ظن ہوا لہذا میں نے اس کی کتابیں منگالیں اور حسب استدعا مطالعہ اس کے کے اس کی تفسیر بھی منگوا لی۔ جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو خلاف مذہب اہل سنت و مخالف سلف و آئمہ دین کے پایا۔ بلکہ اس میں بڑا دھوکہ اور ابلہ فریبی اور مسلمانوں کے ساتھ مخادعت و الحاد ہے لہذا میں تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس کی کتابیں خصوصاً تفسیر اس کی کہ صریح تحریف ہے اور تمام اہل اسلام کے مخالف ہے۔ ہرگز نہ دیکھیں کیونکہ وہ متبع ہوا ہے نہ متبع ہدیٰ اور تابع ملحدین و نیچرین کا نہ تابع مہاجرین و انصار و سلف صالحین کا نہ اس کے ساتھ مجالست و مکالمت کریں اور نہ اس کو سلام دیں جب تک توبہ نصوح نہ کرے اللہ تعالیٰ اسلام و اہل اسلام کو ایسے بیدینوں کے شر و فتنہ سے بچائے۔"

(اربعین صفحہ ۳)

ناظرین کرام! اس مفتی مولوی اہل حدیث کی دیانت داری اور علم کی پاسداری ملاحظہ فرمایئے کہ کہاں تو یہ لکھا کہ "اس میں علماء کے لئے بڑے بڑے فائدے ہیں اور برگزیدوں کے لئے اسرار کریمہ اور عظیمہ ہیں"۔ جب فریق ثانی کی طرف سے زور پڑا تو جھٹ اپنی سابقہ رائے کے خلاف لکھ دیا کہ "جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو خلاف سنت و مخالف سلف صالحین و آئمہ دین کے پایا بلکہ اس میں بڑا دھوکا اور ابلہ فریبی اور مسلمانوں کے ساتھ مخادعت و الحاد ہے۔"

اب قارئین کرام ایک ہی شخص کے ان دو بیانات کا موازنہ کر کے مطالعہ فرماویں اور ان چودھویں صدی کے علماء کی دیانت و امانت اور تقویٰ کی داد دیں۔

(۳) حافظ عبد السلام صاحب اہلحدیث ملتانی:-

ان مولوی صاحب نے مولوی ثناء اللہ کو کلام المبین کے لئے یہ لکھ دے دیا کہ:-

"تفسیر القرآن ایسی کتاب ہے کہ آج تک زمانے میں اس جیسی نہیں بنی۔ پس لوگو اگر تم اس کی خریداری کے لئے روپیہ نہ پاؤ۔ تو اپنی جانوں کو خرچ کر دو۔"

(کلام المبین صفحہ ۱۲۳)

مگر حریف گروہ کو یہ لکھدیا۔

"میں نے بعض مقامات پر تفسیر مذکور کو دیکھ کر تحسین کی تھی اور اس پر تقریظ لکھی تھی لیکن جب بغور اس کو دیکھا اور تفاسیر اسلامی سے مقابلہ کیا تو ان کے مخالف پایا۔ اس لئے مجھے اپنی سابقہ خطا کا اعتراف فرض ہے اور میں اس تقریظ کی بابت خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں اور قسم ہے خدا کی اس تفسیر والوں سے خدا و رسول و مومنین علیحدہ ہیں"

(اربعین صفحہ ۲۹)

غور کیجئے کس طرح "جانوں کو خرچ کر کے" تفسیر خریدنے کی تاکید فرمانے والے اہلحدیث حافظ صاحب نے ایک آن واحد میں اپنی پہلی رائے کا حلیہ ہی بالکل بدل دیا ہے

(۴) مولوی عبد التواب اہلحدیث ملتانی۔

پہلے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو یہ لکھ کر دیا کہ:-

"میں نے تفسیر القرآن مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری دیکھی۔ پس میں نے اس کو ایک بابرکت دفتر پایا۔ جو چمکتے موتیوں پر مشتمل ہے اس کی تعریف کسی کے بیان میں نہیں آسکتی۔ نہ اس کی خوبیوں کو کوئی کتاب گھیر سکتی ہے مصنف نے اس میں عجیب و غریب نکات بیان کئے ہیں۔"

(کلام المبین صفحہ ۱۲۴)

مگر دوسرے فریق کو یہ لکھ کر دیا کہ:-

"ثناء اللہ کی تفسیر بالرائے ہے جس کے لئے وعید شدید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی رائے سے تفسیر قرآن کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کر لے۔ یہی حدیث دلیل ہے ثنائی مزخرفات کے لئے" (اربعین ص ۱۲۸)

ناظرین دیکھئے وہ عجیب و غریب نکات جو پہلی رائے میں پھیکتے ہوئے موتی تھے، اب معاً وہ ثنائی مزخرفات کا ڈھیر بن گئے اور وہ تفسیر جو پہلے بابرکات دفتر تھا اب ثناء اللہ کے لئے جہنم میں ٹھکانے کا موجب بن گئی ہے

(۵) مولوی محمد سعید نو مسلم اہلحدیث بنارسی نے مولوی ثناء اللہ کو انہوں نے یہ لکھ دیا کہ :-

"واقعی تفسیر مختصر **مطلب خیز ہے قرآن سے قرأت کی تفسیر کی گئی ہے آپ** نے بڑی جانفشانی کی ہے اللہ آپ کی محنت کو مشکور کرے" (کلام المبین ص ۱۲۵)

اس کے برخلاف انہی مولوی صاحب نے یہ اعلان کیا کہ :-

"ثناء اللہ کی تفسیر سلف کے طریقہ پر نہیں **بلکہ معتزلیوں کی روش پر ہے اور اس کا مؤکد محدثین کے طریقہ پر نہیں بلکہ گمراہوں سے ہے**" (عشرہ کاملہ حاشیہ ص ۲)

دیکھا آپ نے؟ "وہ مطلب خیز اور تفسیر قرآن بالقرآن"۔ دوسرے فتوے میں معتزلہ اور گمراہوں کی روش کی تفسیر بن گئی۔ بنارسی صاحب نے اپنی اصابت رائے اور دیانت داری کا اچھا نمونہ دکھایا کہ تفسیر القرآن بالقرآن کے مصنف ثناء اللہ کو معتزلی اور گمراہ قرار دے دیا۔

(۶) مشہور و معروف پنجابی عالم اہلحدیث حافظ عبدالمنان وزیرآبادی۔

ان مولوی صاحب کے اندھا دھند فتوؤں کی عجیب ہی کیفیت ہے جو مضحکہ خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی، انہوں نے پہلے ثناء اللہ کے خلاف رائے دی پھر موافق رائے دی اس کے بعد پھر شائد مذاق نے کی بوٹی بڑھ گئی تو پھر اپنی پہلی مخالف رائے بھی بدل دیگئی۔ چنانچہ پہلے لکھا :-

"میں نے تفسیر عربی ثناء اللہ امرتسری کی مواضع متعدد سے سنی اکثر تفسیر سلف صالحین خیرالقرون کے خلاف ہے بلکہ اکثر موقعہ پر تفسیر بالرائے ہے۔ **اہلحدیث کو اس تفسیر پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے**"

(اربعین ص ۱۸)

پھر ثناء اللہ کو لکھ دیا کہ :-

"عزیزی ثناء اللہ دار بعین میں جس عبارت پر مجھ سے دستخط کرایا وہ نہ میرے ہاتھ میں دی گئی نہ میرے پاس چھوڑی گئی فقط قاری نے قرأت کر کے مجھ سے دستخط کر والیا"

پھر دوسرے موقعہ پر لکھا :-

"میں نے اربعین غزنویہ اور اس کا **جواب کلام المبین بغور سنا** تو معلوم ہوا کہ اربعین کے بہت سے اعتراضات بالکل **بے جا اور فضول ہیں اور اربعین کے مصنفین نے تو غضب ہی کیا ہے اللہ کے بندہ** مولوی ثناء اللہ کو اہل سنت سے تو کیا اسلام **سے ہی خارج کر دیا**"

(کلام المبین ص ۱۲۹)

پھر اربعین والوں نے حافظ صاحب کی ڈنگوری پکڑ کر ذرا پیچھے کی طرف موڑ دی اور انہوں نے یہ لکھوا دیا :-

"برادران دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اربعین پر جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ **حق تھا** میں اس پر اب تک قائم ہوں یعنی مولوی ثناء اللہ کی تفسیر القرآن کو اکثر جگہ تفسیر بالرائے اور مخالف تفسیر سلف صالحین کے یقیناً جانتا ہوں اور کلام المبین میں میرے نام سے جو مضمون لکھا گیا وہ زبوری میری عبارت ہے اور وہ مضمون حاشا وکلا۔ **بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریف سے** اپنی طرف سے انہوں نے جو جی میں آیا ہے بلا اجازت میری لکھدیا ہے کلام المبین کے شائع ہوتے ہی میں نے اپنی برأت کا اشتہار دینا چاہا تھا مگر مولوی ثناء اللہ دوبارہ میرے پاس آئے اور کہا میں ان سب باتوں سے رجوع کر کے ان کی اصلاح کر دوں گا اور وہ تھے **میرے شاگرد**۔ پس ان کی لیت و لعل کی وجہ سے اظہار برأت میں دیر کرتا آیا ہوں چونکہ اب رجوع کی امید نہیں۔ لہذا مجبوراً اظہار حق کو مقدم جان کر الکلام المبین کی عبارت سے جو میرے نام سے درج ہے برأت کر کے تمام اہل سنت والجماعت کو مطلع کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ نے کلام المبین میں نقل عبارت میں جن کو تائیداً ذکر کیا ہے بہت جگہ **خیانت کر کے ناظرین کو دھوکا دیا ہے"** (اشتہار البرأت الی اللہ من صنیع ثناء اللہ" مطبوعہ مطبع احمدی وزیرآباد۔ مؤرخہ ۷ ذیقعد ۱۳۲۲ھ)

ناظرین! اس ظاہری و باطنی نابینا کی حرکات مذبوحی کو ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح بے پیندے لوٹے کی طرح اظہار رائے میں ایک جگہ نہیں ٹھہرے۔ پہلے اس تفسیر ثنائی کو بے اعتبار قرار دیا۔ پھر ثناء اللہ کی درخواست پر یہ لکھ دیا کہ اربعین کا جواب کلام المبین بغور سنا تو معلوم ہوا کہ اربعین کے بہت سے اعتراضات بالکل بے جا اور فضول ہیں بلکہ اربعین کے مصنفیوں کو اندھا دھند ناراضی شروع کر دیا کہ اللہ کے بندہ ثناء اللہ کو اسلام سے خارج کر دیا۔ بہت ہی غضب کیا۔ اب، اس بغور سننے اور سمجھنے اور اپنی پختہ رائے دینے کے بعد پھر یو کثرت رائے کا بوجھ برداشت نہ کر سکے۔ جھٹ اس بغور سننے اور لکھنے کو ملیا میٹ کر کے اشتہار میں اربعین والے فتوے اور رائے کا اعادہ کر دیا۔ نہ صرف اعادہ بلکہ مزید دو چار حافظانہ صلواتیں بقول خود "اللہ کے بندہ" مولوی ثناء اللہ کو سنا دیں۔

(۷) مولوی محمد حسین بٹالوی وکیل المسلمین اہل حدیث۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مولوی محمد حسین بٹالوی کے روحانی فرزند ہونے کا فخر حاصل ہے وہ بھی عبدالمنان وزیرآبادی صاحب کی طرح متضاد باتیں کرتے ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں ملاحظہ ہو بٹالوی صاحب کی پہلی رائے :-

"خاکسار نے **امرتسری تفسیر عربی** جو در حقیقت **تحریف القرآن بالحاد والاعتزال والھذیان والبھتان** ہے ان چالیس مقامات سے جن میں عبدالحق غزنوی نے رسالہ اربعین میں محرف کا تعاقب کیا ہے۔ علاوہ بریں اور پانچ باترتیب اور بلاترتیب بہت سے متفرق مقامات سے **بہ نظر غائر** ملاحظہ کیا۔ کسی ایک مقام میں بھی مسمی کو مطابق نہ پایا اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد۔ تحریف میں **پورا مرزائی پورا چکڑالوی اور چھپا ہوا نیچری ہے** اس کا اہلحدیث کہلانا اور اپنے مطبع اور رسالہ عقائد و اخبار کا نام اہلحدیث رکھنا محض ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے جس سے اسکی غرض **جہلائے اہلحدیث کو اپنے دام میں لانا اور ان کا مال مارنا اور ٹکے کمانا ہے۔ حدیث** کا در پردہ یہ شخص منکر ہے۔ قرآن کی تفسیر رائے سے کرتا ہے"

(بلفظہ ملخصاً اربعین ص ۲۶)

یہ جلال بھرا فتوے تو اس چہرہ شاہی بٹالوی نے مصنفین اربعین کو لکھ کر دے دیا مگر ثناء اللہ امرتسری کے نام مندرجہ ذیل پیغام بھیجا کہ :-

دوسری رائے "میں نے کلام المبین فی جواب الاربعین کو دیکھا۔ **کچھ شک نہیں** کہ اربعین کے اعتراضات کے جوابات مصنف کو دے دیئے ہیں اور اربعین کے **مصنفوں کے تعاقبات سے مصنف (ثناء اللہ) جھوٹ گیا**" گواہ شد خواجہ حبیب اللہ۔ حکیم محمد الیاس امرتسری۔ مولوی اللہ دتہ سہیل

(کلام المبین ص ۱۳۰)

غور کیجئے۔ تفسیر ثنائی کو بہ نظر غائر ملاحظہ کئے ہوئے اربعین کے مقامات پڑھنے کی وجہ سے مولوی محمد حسین بٹالوی کے نزدیک ثناء اللہ ابلہ فریب دھوکہ باز۔ طالب دغا۔ منکر حدیث وغیرہ وغیرہ کیا کیا بنا مگر دوسری طرف گردن آزی میں تمام جوش مغلظات جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور صاف کہہ دیا کہ "ثناء اللہ چھوٹ گیا" حالانکہ بٹالوی صاحب کا فتوے اربعین کی بہم غلطیوں کے مطابق ہی مرتب ہوا تھا۔

بٹالوی صاحب کی تیسری رائے - اسی پر بس نہیں کی۔ وزیرآبادی کی طرح بٹالوی صاحب نے بھی ایک **پلٹا** اور کھایا اور اس کے بعد ایک بارہ صفحہ کا الٹی میٹم بنام ثناء اللہ شائع کیا :-

"اے عزیز تم نے میری نسبت یہ چھاپ دیا ہے کہ میں نے **الکلام المبین کو کافی** جواب اربعین تسلیم کیا ہے اور اس کے الزامات سے تمہارا چھوٹ جانا مان لیا ہے جس پر **مثل دروغ گو را بر روئے تو پوری صادق آتی ہے کیونکہ ایک حصہ میری تقریر کا لے لیا باقی حصوں کو جن میں تمہارے اہل حدیث ہونے کی نفی نکلتی تھی چھوڑ دیا اور نقل کلام میں سرقہ کیا**" (بلفظہ الٹی میٹم بنام ثناء اللہ ص ۷۶)

اس مولویانہ ہیرا پھیری پر کیا فتوے صادر کیا جا سکتا ہے قارئین خود سمجھ لیں۔

(۸) مولوی میر محمد ابراہیم سیالکوٹی۔

مولوی صاحب موصوف مشہور و معروف اہل حدیث عالم ہیں مسٹر احسان الہی ظہیر کو ان کا کردار دیکھ کر یقیناً دلی صدمہ ہوگا مگر کیا کیا جائے اظہار حق کے لئے تلوار بھی چلانی پڑے تو کوئی عیب نہیں، جیسا کہ ۵ دسمبر اور ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو تلوار کے دو وار حق کا فیصلہ کر چکے ہیں ملاحظہ فرمایئے، مولوی ابراہیم صاحب فرماتے ہیں :-

"جس وقت مولوی ثناء اللہ کی تفسیر شائع ہوئی تو علمائے خاندان غزنویہ قطعاً اس سے ناآشنا تھے......... مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی (جو کہ ثناء اللہ کے یار غار اور من ترا حاجی بگویم کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ ناقل) ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو کہا کہ ثناء اللہ کی تفسیر جماعت اہل حدیث کے لئے مرزائی فتنہ سے بھی بڑا فتنہ ہے.........اور اس کی طرف توجہ نہ کی تو جماعت اہل حدیث کو شدید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے......... مولوی ابراہیم صاحب نے متعدد ملاقاتیں کر کے علماء غزنویہ کو اس کے خلاف لکھنے پر آمادہ کر ہی لیا۔ چنانچہ مولانا عبدالحق غزنوی نے اربعین لکھی جس میں ثنائی تفسیر کی چالیس فاش غلطیاں مثالی طور پر

درج کیں اور اس پر پنجاب، دہلی، بنگال، مدراس اور تمام ہندوستان کے سربرآوردہ ستر اسّی کے قریب علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ اس تفسیر میں ثناء اللہ نے معتزلہ جہمیہ وغیرہ فرقِ ضالہ کا اتباع کیا ہے اور مولوی ثناء اللہ اہلحدیث سے خارج ہیں مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے بھی اربعین پر دستخط کئے۔"

(ملخص بلفظہٖ از فیصلہ مکہ صفحہ ۱-۲)

مگر فیصلہ مکہ کے بعد کیا ہوتا ہے وہ بھی فیصلہ مکہ کے الفاظ میں ہی سنیئے:۔

"اور کچھ دنوں کے بعد مولوی ابراہیم کا وہ سارا جوش و خروش وہ غیرت و حمیّت رخصت ہو گئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سارے ولولے جاتے رہے۔"

"کجا آں شور اشوری کجا ایں بے نمکی"

کہاں یہ کہ مسجد غزنویہ کی صفیں گھسادیں اور آئے دن یہ تقاضا کہ اس فتنہ کی کچھ روک تھام کی جائے۔ کہاں یہ کہ کچھ دن کے بعد انہی مولوی ثناء اللہ کے ممد و معاون اور ایڈووکیٹ بن گئے۔ اور ان کی حمایت میں مختلف مقامات پر تقریریں کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔

فیصلہ مکّہ کی تفصیل

یہ تو ناظرین کو معلوم ہی ہے کہ غیر مقلدین کا اصل منبع نجد ہے جہاں اہلحدیثوں کے مورث اعلیٰ مولوی عبدالوہاب صاحب نجدی پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں حسنِ اتفاق یا شامتِ اعمال سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی ادائیگی فریضہ حج کے بہانے تشریف لے گئے خیال تھا کہ چونکہ والی نجد (انگریزوں کا خود کاشتہ پودا) شیخ الحدیث ہے اور اسی کی حکومت ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہاں قسمت کا کوئی ایک آدھ کڑچھا مجھے بھی میسر آجائے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہاں لوٹے بانڈوالا معاملہ ہے، نماز بخشوانے گئے تو روزے بھی گلے پڑ جائیں گے۔ ساری کے پیچھے آدھی بھی ہاتھ سے کھونی پڑے گی۔ فریق مخالف نے اس وقت مناسب سمجھا کہ اب موقع ہے کہ مولوی ثناء اللہ کے پرانے پھوڑے کو چیرا جائے تاکہ روحانی اور جسمانی دونوں طرح سے یہ مجروح بن کر جائیں چنانچہ وہی پرانی اربعین کی تفسیر کی دونالی آگے کر دی کہ اب اپنے دینی و دنیوی بادشاہ کے حضور اس پرانے قضیہ نامرضیہ کا فیصلہ کرا کر جائیں۔ اس وقت مولوی ثناء اللہ کو بجز تسلیم کے چارہ نہ تھا اور بسلامت واپسی مشکل تھی چنانچہ دربار امیر نجد میں حاضری ہوئی اور سوال و جواب ہوئے۔ نجد کے سرکردہ علماء وہاں موجود تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) الشیخ العلامہ عبداللہ بن سلیمان آل بلیہد رئیس القضاۃ الاقطار الحجازیۃ والنجد و ملحقاتہا۔

(۲) شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب قاضی الریاض دار الخلافت مملکت نجد

(۳) حضرت شیخ حسن بن یوسف الدمشقی مدرس حرم

(۴) سلیمان بن محمد بن جمہور النجدی۔

(۵) شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل بشر۔

اب اتنے بڑے عظیم الشان علماء اور مفتیوں اور قاضیوں کے معزز موتمرین مجلس سے جو فتوے مولوی ثناء اللہ کے حق میں صادر ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) "ثناء اللہ کی تفسیر میں بیان کئے ہوئے مسائل طریقہ اہل سنت اور اہلحدیث کے خلاف ہیں، ایسے شخص (ثناء اللہ) کو تنبیہہ کی جاوے تاکہ عوام جہال اس کے دھوکے میں نہ آجائیں۔ ثناء اللہ نے باوجود سمجھانے کے اپنی غلطیوں پر اصرار کیا اور معاندانہ روش اختیار کی۔"

(۲) "یہ ایک بدعتی اور گمراہ کا کلام ہے مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلولیہ اتحادیہ، جہمیہ اور معتزلہ کے مذہب کو جمع کر دکھایا ہے نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی شہادت قبول کی جاوے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جاوے اور نہ اس کی امامت صحیح ہے .... اس کے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں پس اس سے بچنا اور کنارہ کشی اختیار کرنا واجب ہے اور جو شخص مولوی ثناء اللہ کی حمایت میں کسی سے جھگڑے اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کرنا واجب ہے۔"

(۳) "ثناء اللہ ایک بڑا آدمی ہے، اپنی خواہشات کا غلام ہے اور اپنے نفس کا قیدی اور بدعتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی ایسی جرأت نہیں کر سکتا مگر وہی جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہو اور شیطان اس کی بدعت اور خواہشاتِ نفس کا رفیق بن چکا ہو۔ مولوی ثناء اللہ یہ چاہتا ہے کہ اہل کتاب میں سے یہود اور نصاریٰ اور مشرکوں میں اس کا شمار ہو۔"

(۴) "ثناء اللہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہنمی ہے۔ اس کی تمام کوششیں اس تصنیف میں ضائع ہو گئیں اور الٹا ان سب لوگوں کا گناہ سمیٹ لیا جنہوں نے اس کی بدعات کی اتباع کی۔ مولوی ثناء اللہ شرعاً ہر طرح پایہ عدالت سے ساقط یعنی اس کی شہادت نامقبول ہے پس مسلمانوں کو تو یہ واجب ہے کہ مولوی ثناء اللہ سے مقاطعہ کریں اور حکام کا یہ فرض ہے کہ اس کو زجر و توبیخ کریں اگر بایں ہمہ وہ توبہ نہ کرے تو نہ تو اس کو سلام کیا جاوے اور نہ اس کے ساتھ نشست و برخاست کی جاوے اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے اور نہ اس کی قبر پر دعا کے لئے کھڑا ہو۔"

(۵) "ثناء اللہ کی تفسیر کلام الٰہی صحیح احادیث نبویہ اہلحدیث اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کی تفسیر کے خلاف ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جاوے بلکہ تردید کی غرض سے دیکھنے کے سوا اس کا دیکھنا بھی حرام ہے، اس طرح ثناء اللہ اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جاوے۔"

(لفظاً از فیصلہ مکہ صفحہ ۱۵ تا ۲۰)

اتنے بڑے سنگین فتوؤں اور فیصلوں کی موجودگی میں جو ارضِ حرم جیسے مقدس مقام میں جماعت اہلحدیث کے معتمد ترین ارکانِ پارلیمنٹ جس کے اوپر دنیا میں اہلحدیث فرقہ کے لئے اور کوئی عدالت نہیں حج جیسے ایام میں مذکورہ بالا فتاویٰ نافذ کرتی ہے جن کے آگے مولوی ثناء اللہ تو کیا چیز ہے دنیا کے کسی گوشہ کے بڑے سے بڑے اہلحدیث سرتابی کی گنجائش نہیں رکھتے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اپنے علماء کی بابت فیصلہ

مولوی ثناء اللہ صاحب "چشم بد دور" نئی روشنی میں پلے تھے ان کو کفرباز مولوی صاحبان سے سخت نفرت تھی چنانچہ نہایت دکھ درد سے رقم فرماتے ہیں کہ:۔

"آج کل کے تھرڈ کلاس مولوی جو ذرہ ذرہ بات پر عدم جواز اقتدار کا فتویٰ دے دیا کرتے ہیں۔ سو ان کی بابت بہت عرصہ ہوا فیصلہ ہو چکا ہے کہ ؎

هل افسد الناس الا الملوك
و علماء سوء و رهبانها

کیا بادشاہوں۔ علماء سوء اور رہبان کے سوا کسی اور چیز نے لوگوں کو خراب کیا ہے"

(اہل حدیث ۷ رجون ۱۹۱۲ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"افسوس ہے ان مولویوں پر جن کو ملہم ہادی رہبر ورثۃ الانبیاء سمجھتے ہیں ان میں یہ نفسانیت۔ یہ شیطنت بھری ہوئی ہے تو پھر شیطان کو کس لئے برا بھلا کہنا چاہیئے۔"

(اہلحدیث ۷ ارنومبر ۱۹۱۱ء)

یعنی بقول مولوی ثناء اللہ صاحب یہ مولوی شیطان سے بھی بڑھ کر خبیث ہیں پھر یہی مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے ہمعصر مولویوں کے متعلق رقم فرماتے ہیں ؎

مولوی اب طالب جیفۂ دنیا ہو گئے
وارث علم پیغمبر کا پتہ لگتا نہیں

(حربہ تکفیر اور علمائے زمانہ سے منقول)

یہ حقائق جو درج کئے گئے ہیں ان سے کسی کی دل آزاری یا کسی کو کافر وغیرہ بنانا مقصود نہیں بلکہ یہ مقصود ہے کہ نئی پود جو کہ حق اور باطل کو پرکھنے کے شعور کا مظاہرہ الیکشن میں کر چکی ہے۔ ان واقعات کو پڑھ کر ان کو چاہیئے کہ انہی مولوی صاحبان کے گدی نشینوں کے فریبوں سے گمراہ نہ ہوں اور خواہ مخواہ حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف باتیں سن کر ایمان نہ لے آئیں بلکہ اصل کتابوں کو پورے حوالے کے ساتھ دیکھ کر فیصلہ کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ مولوی صاحبان کیا کیا کام کرتے رہے جو محقق کے لئے ضرور دلی صدمہ کا موجب ہوتا ہے اللہ کرے کہ حسب سابق ان مولوی صاحبان کے منصوبے جو کہ خلافِ شرع ہیں ناکام ہوں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے حضرت مرزا صاحب کے متعلق پھیلائے ہوئے شبہات دور فرما دے اور صراطِ مستقیم پر ان مولوی صاحبان کو چلا دے۔

آمین ثم آمین

چندہ ماہوار

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ملحوظ رکھیں چندہ ماہوار میں باقاعدگی حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان ہے۔

وفاتِ مسیحؑ کی تصدیق

(بسلسلہ صفحہ ۷)

بقیہ حاشیہ ص ۶ :-

خیال کے ساتھ اُبھری کہ عیسٰیؑ صلیب پر مارے گئے تاکہ اس بنیادی گناہ کا کفارہ ہو سکیں جس کے بوجھ تلے انسانیت مبیّنہ طور پر دبی ہوئی ہے اور پھر یہ داستان اس قدر مضبوطی سے بعد کے زمانہ کے عیسائیوں میں قائم ہو گئی کہ عیسٰی علیہ السلام کے دشمن یہودی بھی اس کو مان گئے۔ تاہم اس کے پُر معنوں ہیں (کیوں کہ اُن دنوں صلیب پر مارے جانا ایک ذلّت آمیز سزا ئے موت تھی جو صرف بدترین مجرموں کے لئے مخصوص کی گئی تھی) میرے خیال میں الفاظ "ولٰکن شُبّہ لھم" کی بجا صرف ایک تسلّی بخش وضاحت ہے، اس پر مستزاد یہ کہ "شبّہ لہٗ" کا لفظ محاورۃً "خُیّل لی" کا مترادف ہے جس کے معنے ہیں کہ (ایک چیز) میرے لئے خیالی وجود بن گئی (یعنی میرے دل میں) دوسرے لفظوں میں "وہ مجھے ایسا ہی دکھائی دیا"۔

(دیکھا قاموس خُیّلَ نیز لین III صفحہ ۸۳۳ و IV صفحہ ۱۵۰۰)

* حاشیہ صفحہ ۱۷۲ :-

(دیکھو ۳ : ۵۵ سورۃ آل عمران "انّی متوفّیک ورافعک") جہاں اللہ تعالٰے عیسٰیؑ سے کہتا ہے کہ "یقیناً میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی جناب میں بلند کروں گا، فعل "رفعہٗ" (یعنے اس نے اس کو اُٹھایا یا اُس کو بلند کیا) جبکہ رفع (بلند کرنا) کسی انسان کا خدا کی طرف منسوب ہو تو ہمیشہ اس کے معنے "عزّت دینا" یا "بلند کرنا" کے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں کسی جگہ بھی عام مسلمانوں کے اس مقبول عقیدے کا کوئی جواز موجود نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے عیسٰیؑ کو جسمانی طور پر آسمان کی طرف اُٹھایا۔ "بل رفعہ اللہ الیہ" کی آیت بالا میں (کہ خدا تعالےٰ نے اسے اپنی طرف بلند کر لیا) یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدا نے اپنے خاص فضل سے اپنی بارگاہ میں اسے بلند کر لیا، یہ ایک ایسی نعمت ہے جس میں تمام انبیاءؑ برابر کے شریک ہیں جیسا کہ آیت ۱۹ : ۵۷ (مریم) سے ظاہر ہے، (ورفعنٰہ مکاناً علیاً) جہاں پر فعل رفعنٰہ (ہم نے اس کو بلند کر لیا) حضرت ادریس نبی کے لئے استعمال کیا گیا ہے (دیکھو تفسیر المنار III ۳۱۶ ایف و VI ۲۰ ایف از ...) ... سے پورے ہو دیوں سے اس عقیدہ کہ "انہوں نے عیسٰیؑ کو صلیب کی شرمناک موت مار دیا" اور اس حقیقت کے درمیان ہے کہ "خدا نے اسے اپنی جناب میں عظمت اور عزّت عطا فرمائی ہے"۔

(صفحہ ۱۷۷-۱۷۸) سے

قد مات عیسٰی مطرقاً و نبیّنا
حیٌّ و ربّی انّہ وافانی
(حضرت مسیح موعودؑ)

جمہوری نظامِ مشاورت

(بسلسلہ صفحہ ۷)

رائے سے ہونے والے فیصلے سے باہر آکر اختلاف کرنا تقوٰے دیانت اور صداقت سے بعید ہے۔ اگر کسی فرد کو کسی فیصلے سے اختلاف ہے تو اسے چاہیئے کہ پہلے اس پر عمل درآمد کا موقع دے عمل ہی سے کسی فیصلے کے حسن و قبح کا پتہ چلے گا، اور اگر اس میں خرابی ہو گی تو وہ خرابی خود اس کے حق میں دلیل بن جائے گی اور وہ کسی آئندہ مجلس میں اس کے خلاف فیصلہ کرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

(۶) مشاورت کے بعد نظم و نسق کے اداروں کا فرض ہے کہ وہ ان فیصلوں پر من و عن عمل کریں، ان فیصلوں پر عمل کو نہ ٹالیں اور نہ کھینچ تان کر ان کو نئے معنے پہنائیں۔ کیونکہ اوّل تو ان کا کام فیصلہ جات کی تعمیل ہے دوم جب تک کسی فیصلے پر عمل درآمد نہ ہو تو اس فیصلے کے حسن و قبح کا اندازہ ہونا ممکن نہیں اور نہ ہی آئندہ درست قدم اُٹھانا ممکن ہے۔ اور اگر انتظامی ادارے فیصلہ جات کو اپنے معنے پہنانے یا انہیں ٹالنے میں لگے رہیں اور انہیں احتساب کا ڈر نہ ہو تو وہ ادارہ تخریب کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس کا زوال ناگزیر ہو گا۔

حاصل کلام

پس جمہوری نظام انسانی عظمت، حرّیت اور احترام کا بہترین عکاس ہے کیونکہ کسی مامور من اللہ کے سوا دوسرا کوئی شخص اس قابل نہیں کہ اقوام اپنی جان، مال اور آبرو اس کے سپرد کر دیں ـــ لیکن اس نظام کے تمام مزاج ہوں، جو خود مشاورت کے پابند ہوں اور دوسروں کو پابند بنائیں، اور ان تمام باتوں کو اپنی زندگیوں میں سموئیں جنہیں وہ بلند بام جمہوری اقوام کے اعلےٰ افراد کی زندگیوں میں پسند کرتے ہیں اور ان باتوں سے بچیں جو ان کے مقصد کے مخالف اور قومی ترقی کے لئے زہر ہوں۔

خُطبہ جُمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۵)

کو خدا خوفی کو مدنظر رکھ کر پورا کرو، کسی ... اس کو دشمنی نہیں۔ خدا خوفی اختیار کرو، کسی کے ساتھ غداری نہ کرو، کسی کے ساتھ ظلم نہ کرو

کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الاً ولا ذمّۃ۔ مسلمانوں کو عہد کی پابندی سکھائی مگر دشمن کی ضد اور دشمنی کی کیفیت بھی بیان فرمائی، ان کے عہد پر اعتبار کیونکر ہو اگر یہ تم پر غالب ہوں تو تمہارے رشتے میں نہ قرابت کا پاس رکھیں اور نہ عہد کا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچائے بغیر نہ رہیں واولٰئک ھم المعتدون۔ یہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔ مسلمانوں کو عہد کی پابندی کرنے کی خاطر ان الفاظ میں تنبیہہ فرمائی ہے من قتل معاھداً لم یرح رائحۃ الجنّۃ یعنی جس شخص نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر کے اپنے تئیں محفوظ کر لیا ہو اس کو جو مسلمان قتل کر دیگا وہ جنّت کی خوشبو تک نہ سونگھنے پائے گا۔ یہ مسلمان کے تقوٰے کے خلاف ہے۔

کہ معاہدہ کو توڑ دیا جائے۔

آیئے ہم حضور نبی کریم صلعم پر درود شریف پڑھیں کہ آپ نے قوم کو مہذب بنانے کے لئے یہ اعلےٰ تعلیم دی۔ آج دنیا میں صرف اور صرف ایک ہی رسولؐ اور ایک ہی کتاب ہے جو تمام اقوام کو اس قسم کی ضروری تعلیم دے سکتا ہے۔

چند دوست دعا کے طالب ہیں
ان کے لئے دُعا کریں

عبدالمجید صاحب قادیانی جو ہمارے ساتھ لاہور آ گئے تھے یہ صاحب نہایت مخلص اور نہایت قابل قدر شخص ہیں ۴۴ ... دل سے ان کی شفایابی کے لئے دُعا کریں۔

محمد اقبال چغتائی صاحب کو بھی تکلیف ہے وہ بھی دعا کے طالب ہیں۔ دوسرے دوستوں کو بھی دُعا میں شامل کر لیں۔

کرنل سید بشیر حسین صاحب کے ایک عزیز مشرقی پاکستان میں گولی لگنے سے شہید ہو گئے ہیں۔ ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا جائے۔

(جنازہ پڑھا گیا)

صوبائی عصبیّت کا زہر

(بسلسلہ صفحہ ۲)

نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور اُن پر مقامی فرقہ دارانہ یا صوبائی مفادات کو ترجیح دینے لگتے ہیں۔ جب میں پاکستانیوں کے کسی گروہ یا جماعت کو صوبائی عصبیّت کی لعنت میں لپٹا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھے قدرتی طور پر دکھ ہوتا ہے۔ پاکستانیوں کو اس لعنت سے جلد از جلد نجات حاصل کر لینی چاہیئے .... مملکت کے وسیع تر مفاد کو صوبائی یا مقامی یا ذاتی مفاد کے تابع کرنے کا ایک مطلب ہے ـــ خودکُشی!"

(کوئٹہ میونسپلٹی کے استقبالیہ میں تقریر ۱۵ جون ۱۹۴۸ء)

آخر میں خاکسار کو یہ عرض کرنا ہے کہ قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے ارشادات کو اچھی طرح سمجھنے اور ملکی مسائل کو حل کرنے کے صحیح طریق کار وضع کرنے کے لئے ہر شخص کے سامنے اس اسلامی لٹریچر کا ہونا اشد ضروری ہے۔ جو خود بانیٔ پاکستان کے زیر مطالعہ رہا ہے۔ کتاب "نیو ورلڈ آرڈر" جس کا ابتداء مضمون میں ذکر آیا ہے کا مطالعہ کرنا خصوصاً اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں ان سفید فام اقوام کے کردار پر بحث کی گئی ہے۔ جو بین الاقوامی سیاست پر آجکل چھائی ہوئی نظر آتی ہیں، اس کتاب کی جس قدر سرعت اور وسیع پیمانہ پر نشر و اشاعت کی جائے گی اتنا ہی زیادہ مسلم دنیا خصوصاً پاکستانی قوم و ملک کے لئے مفید ہو گا۔

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

ہمشیرہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحبؒ کا انتقال

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت دکھ کے ساتھ سنی جائے گی کہ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ بنت داروغہ نبی بخش صاحب مرحوم ہمشیرہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم بہت لمبا عرصہ بیمار رہ کر ۷ اپریل ۱۹۷۱ء کو وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محترمہ موصوفہ بڑی قابل اور با اخلاق خاتون تھیں۔ ایام صحت میں سلسلہ کی سرگرم کارکن رہیں اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہیں، ان کی وفات ایک قومی نقصان ہے۔ ہمیں ان کے فرزند محمد اقبال صاحب اور ان کے بھتیجوں (فرزندانِ ڈاکٹر غلام محمد صاحبؒ) سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالےٰ انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تمام بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

محمد اقبال صاحب کا پتہ:—
ایس ایم اقبال صاحب، کوٹھی ۲۴ جی گلبرگ ۳
لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مؤرخہ ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۶

ایور گرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷ سے شائع کیا۔

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ، مؤرخہ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۷۱ء | نمبر ۱۷

یؤمنون بما انزل الیک میں

راستبازوں کی شہادتیں قبول کرنے کا سبق ہے

قرآن کریم کی آیات اور رسولِ کریم صلعم کی وفات پر حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ وفاتِ مسیح پر زبردست شہادت ہے

حضرت مجددِ زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے ارشادِ گرامی

تیسری قسم تقویٰ کی ہے ویؤمنون بما انزل الیک۔

انسان قوتِ شہادت کا محتاج ہے۔ ایسی راہ اختیار نہ کرے کہ پاک شہادتوں سے دور ہو۔ وہ راہ خطرناک راہ ہے جس میں راستبازوں کی شہادتیں موجود نہیں ہیں تقویٰ کی راہ یہی ہے کہ جس میں زبردست شہادتیں ہر زمانہ میں زندہ موجود ہوں۔ مثلاً تم نے راہ پوچھا کسی نے تجھے کہا کہ یہ راہ فلاں طرف جاتا ہے۔ مگر دس کہتے ہیں کہ نہیں یہ تو فلاں طرف جاتا ہے۔ تو اب تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان بھلے مانس آدمیوں کی بات مان لو۔ یہ یاد رکھو کہ شہادت پاکبازوں کی ہی قبول اور موزوں ہوتی ہے۔ بدمعاشوں کی شہادت کبھی مقبول نہیں ہو سکتی۔ یہ تیسری قسم تقوےٰ کی ہے جو یؤمنون بما انزل الیک میں بیان ہوئی ہے۔ اس کو چھوڑ کر بھی لوگ بہت خراب ہوتے ہیں۔ ہمارے ساتھ جو لوگوں نے مخالفت کی ہے تو اسی وجہ سے کہ انہوں نے تقویٰ کی اس قسم کو چھوڑ دیا ہے۔ خدا تعالےٰ کا کلام تیس آیتوں میں ہمارا مؤید ہے۔ کبھی وہ یٰعیسیٰ انی متوفیک کہکر کبھی فلما توفیتنی کہکر کبھی ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کہکر۔ غرض کبھی کسی پیرایہ میں کبھی کسی صورت میں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہی راہ سچی ہے جس پر ہم بفضلہٖ تعالےٰ قائم ہیں۔ اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کو حضرت یحییٰ کے ساتھ معراج میں دیکھتے ہیں۔ اور یہ پکی بات ہے کہ ان دونوں میں کوئی خاص فرق جو زندوں اور مردوں میں ہونا چاہیئے نہیں بتایا۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمر بتا کر یہ شہادت دیتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ اور کبھی آنے والے مسیح موعود اور اسرائیلی مسیح کا حلیہ جدا جدا بتا کر سمجھاتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ یہ شہادتیں حدیث اور قرآن کی ہیں۔ ان کے علاوہ تمام صحابہؓ کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وفات پر یہ ہوتی ہے کہ سب نبی مر گئے۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ ابھی نہیں مرے اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہو جاتے ہیں مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھتے ہیں کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ اب اس موقعہ پر جو ایک قیامت ہی کا میدان تھا۔ کہ نبی کریم

(باقی بر صلا اشتہار کے نیچے)

بحرِ حکمت کے موتی

ادائے قرض کا ارادہ رکھنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے

عن ابی ھریرۃ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اخذ اموال الناس یرید اداءھا ادی اللہ عنہ ومن اخذ یرید اتلافھا اتلفہ اللہ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ حضرت نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو لوگوں سے اس ارادہ سے مال لیتا ہے کہ اسے ادا کر دے گا تو اللہ اس کی طرف سے ادا کر دیگا اور جو لیکر برباد کرنا چاہتا ہے تو اس کو برباد کر دیگا۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جو قرض کو ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے وہ اس کے ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ اسکی کوشش کو کامیاب کر دیتا ہے جو نہیں ادا کرنا چاہتا وہ قرض لے لے کر تباہ ہو جاتا ہے اور پھر بے اعتباری کی وجہ سے اسے کوئی دیتا بھی نہیں ہے

(فضل الباری - کتاب استقراض)

صفحہ نمبر ۳ پر "ایک ضروری اعلان" ملاحظہ کیجئے

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

محترم محمد صالح نور صاحب مولوی فاضل

بعض بے جا رسومات اور بدعات

عصرِ حاضر کے امام ربانی کو احادیث میں بجا رسومات اور بدعات کا قلع قمع کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ اور امورِ شریعت میں اسے حکم اور عدل کا مقام حاصل ہے۔ شمع رسالتؐ سے بُعد کے باعث اُمتِ محمدیہ میں بھی بعض ایسی باتیں رواج پکڑ گئیں جن کا وجود زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قطعاً نہ تھا اور بعد میں آنے والوں نے اپنی رائے سے بعض طریق بطور رسوم کے رائج کر دیئے اور مقلدین نے باوجود اس کے کہ سنتِ رسولؐ میں اس کی کوئی اصل نہ تھی ان پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت امام الزمانؑ نے ایسے امور سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ مگر عدم علم کی بناء پر یا حالاتِ زمانہ اور ماحول سے متاثر اور مغلوب ہوتے ہوئے امام وقتؑ کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کرنے والوں میں بھی ان بدعات کو راہ مل رہی ہے اور چونکہ ناقدانہ روش بعض مقامات پر ناپید ہونے کے برابر ہے یا مصلحت کوشیاں حق گوئی کا گلا گھونٹ دیتی ہیں جس کی وجہ سے ایسی بے جا رسومات جو خلافِ سنت ہیں روکنے کے لئے مؤثر اور کامیاب اقدامات نہیں کئے جاتے۔ لہٰذا اس تحریر میں بعض اسی قسم کی غلط رسومات کے متعلق جنہیں بدعات بھی کہا جا سکتا ہے ذیل میں حضرت امام الزمان علیہ السلام کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس طریق پر ان امور کا کسی حد تک سدِ باب ہو سکے۔

(۱) ختمِ قرآن

حضرت مسیح موعود امام الزمان علیہ السلام فرماتے ہیں:—

"قرآن شریف جس طرز سے حلقہ باندھ کر پڑھتے ہیں یہ تو سنت سے ثابت نہیں ہے۔ ملا لوگوں نے اپنی آمدن کے لئے یہ رسمیں جاری کر دی ہیں ہاں اگر خدا تعالیٰ چاہے تو مُردہ کے حق میں دعا پہنچتی ہے۔ اس طریق پر قرآن شریف کا پڑھ کر پہنچانا حضرت رسول کریمؐ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں ہے اس کے بجائے دُعا ہے جو میت کے حق میں کرنی چاہیئے۔"

(الحکم ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء) (بدر ۱۹ جنوری ۱۹۰۷ء)

. . . .

(۲) مُردہ کیلئے اسقاط کرنا

سوال کیا گیا کہ:—

"ملا لوگ مُردہ کے پاس کھڑے ہو کر اسقاط کراتے ہیں کیا اس کا کوئی طریق جائز ہے"؟

فرمایا:—

"اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے۔ ملاؤں نے ماتم اور شادی میں بہت سی رسمیں پیدا کر لی ہیں یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔"

(الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء)

(۳) چہلم (چالیسواں)

حضورؑ کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ چہلم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا:— یہ رسم سنت سے باہر ہے۔

(اخبار بدر ۲۴ فروری ۱۹۰۷ء)

(۴) مُردوں سے امداد طلب کرنا

سوال ہوا کہ کیا مُردوں سے امداد مانگنی چاہیئے؟

فرمایا:—

"مُردوں سے مدد مانگنے کے طریق کو ہم نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ضعیف الایمان لوگوں کا کام ہے کہ مُردوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور زندوں سے دور بھاگتے ہیں۔"

(تقریر مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۰۰ء)

(۵) ختم دلوانا اور ختم کی روٹیاں وغیرہ کھانا

آپ سے سوال کیا گیا کہ:—

"ختم کی روٹیاں وغیرہ لے کر کھانی چاہئیں یا کہ نہیں"؟

آپؑ نے جواباً فرمایا۔ ختم کا دستور بدعت ہے شرک نہیں ہے اس لئے کھا لینا جائز ہے لیکن ختم دینا یا دلوانا ناجائز ہے۔"

(البدر ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء)

(۶) طعام پر فاتحہ خوانی

آپؑ سے سوال کیا گیا کہ:—

روٹیوں پر فاتحہ پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا ہے؟

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء)

(۷) میت کیلئے قرآن پڑھنا

سوال: کیا میت کو صدقہ خیرات اور قرآن شریف کا پڑھنا پہنچ سکتا ہے؟

فرمایا: میت کو صدقہ خیرات جو اس کی خاطر دیا جائے پہنچ جاتا ہے لیکن قرآن شریف کا پڑھ کر پہنچانا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت نہیں ہے اس کی بجائے دعا کی جائے جو میت کے حق میں کرنی چاہیئے۔"

(الحکم ۲۷ اپریل ۱۹۰۷ء)

(۸) فاتحہ خوانی

سوال کیا گیا کہ:—

کسی کے مرنے کے بعد چند روز لوگ ایک جگہ جمع رہتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ فاتحہ خوانی ایک دعائے مغفرت ہے پس اس میں کیا مضائقہ ہے؟

فرمایا:— ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہاں سوائے غیبت اور بے ہودہ بکواس کے اور کچھ نہیں ہوتا پھر یہ سوال ہے کہ آیا نبی کریم صلعم صحابہ کرامؓ و آئمہ عظام میں سے کسی نے یوں کیا۔ جب نہیں کیا تو کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھولنے کی۔ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ اس رسم کی کچھ ضرورت نہیں ناجائز ہے۔"

(بدر ۱۹ مئی ۱۹۰۷ء)

(۹) میت کیلئے قُل (تیسرے روز)

سوال کیا گیا کہ:—

"میت کے لئے قُل جو تیسرے روز پڑھے جاتے ہیں ان کا ثواب اسے پہنچتا ہے یا نہیں؟

فرمایا: قُل خوانی کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے، دُعا اور استغفار میت کو پہنچتی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ مُلّاؤں کو اس سے ثواب پہنچ جاتا ہے۔ سو اگر انہیں مُردہ تصور کر لیا جاوے تو ہم مان لیں گے، ہمیں تعجب ہے کہ یہ لوگ ایسی باتوں پر امید کیسے باندھ لیتے ہیں دین اسلام تو ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے اس میں ان باتوں کا نام تک نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضؓ بھی فوت ہوئے کیا کسی کے قُل پڑھے گئے؟ صدہا سال کے بعد اور بدعتوں کی طرح یہ بھی ایک بدعت نکل آئی ہوئی ہے۔"

(البدر ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء)

. . . .

(۱۰) دسویں محرم کو خیرات کرنا

سوال کیا گیا کہ:—

"محرم کی دسویں کو جو شربت و چاول وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اگر یہ للّٰہ بہ نیت ایصال ثواب ہو تو اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟

فرمایا: ایسے کاموں کے لئے دن اور وقت مقرر کرنا ایک رسم اور بدعت ہے اور آہستہ آہستہ ایسی رسمیں شرک کی طرف لے جاتی ہیں پس اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔"

(۱۱) فاتحہ خوانی پر صفیں بچھا کر بیٹھنا

سوال کیا گیا کہ:—

"میت کے لئے جو فاتحہ خوانی کے لئے بیٹھتے ہیں اور فاتحہ پڑھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت ہے"؟

فرمایا: یہ درست نہیں ہے بدعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ اس طرح صف بچھا کر بیٹھتے اور فاتحہ خوانی کرتے تھے۔" (البدر ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء)

(۱۲) نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

سوال کیا گیا کہ:—

نماز میں اپنی زبان میں دُعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: سب زبانیں خدا تعالیٰ نے بنائی ہیں چاہیئے کہ اپنی زبان میں جس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے نماز کے اندر دُعائیں مانگے کیونکہ اس کا اثر دل پر پڑتا ہے تاکہ عاجزی اور خشوع پیدا ہو۔ کلامِ الٰہی کو ضرور عربی میں پڑھو اور اس کے معنے یاد رکھو اور دُعا بے شک اپنی زبان میں مانگو۔ جو لوگ نماز کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور پیچھے لمبی دعائیں کرتے ہیں وہ حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ دعا کا وقت نماز ہے۔ نماز میں بہت دعائیں مانگو۔" (الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۱ء)

(۱۳) تسبیح رکھنا

ایک شخص نے ذکر کیا کہ مخالف کہتے ہیں کہ یہ لوگ نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر تسبیحیں نہیں رکھتے۔

فرمایا: صحابہ رضؓ کے درمیان کہاں تسبیحیں ہوتی تھیں یہ تو ان لوگوں نے بعد میں باتیں بنائی ہیں۔"

(بدر۔ مارچ ۱۹۰۶ء)

اس مقام پر مندرجہ بالا امور کے ذکر کے ساتھ ایک حدیث کا ذکر کر دینا بھی برمحل معلوم ہوتا ہے تاکہ دین میں ایسی باتوں کو عمداً رائج کرنے کا عدم جواز جس کا سراغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ و آئمہ عظامؒ کی زندگیوں میں نہ ملتا ہو اپنی پوری عظمت کے ساتھ واضح ہو جائے

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۲۸ اپریل ۱۹۷۱ء

پاکستان کے حالیہ بحران کا مستقل حل

گذشتہ انتخابات کے بعد مشرقی پاکستان میں جو صورتِ حالات پیش آئی ..... شیخ مجیب الرحمٰن اور اس کے حامی بنگالیوں نے "بنگلہ دیش" کے نام سے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے جو منصوبہ بنایا اور حکومت کو اسے دبانے اور ملک کے اتحاد اور سالمیت کو برقرار رکھنے کیلئے جو جتن کرنے پڑے اور اس ضمن میں عوام کو جو جانی و مالی نقصانات برداشت کرنے پڑے وہ ہر محبِ وطن کے لئے حد درجہ افسوسناک ہیں، اور سب سے بڑھ کر افسوسناک امر یہ ہے کہ بھارت نے پاکستان کے اندرونی معاملات میں خواہ مخواہ مداخلت کر کے صورتِ حال کو اور زیادہ بگاڑنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے بہت زیادہ تشویشناک حالات پیدا ہو گئے، تاہم خدا کا شکر ہے کہ صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ خان اور مشرقی پاکستان کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ٹکا خان کی دانشمندانہ مساعی اور فوجی کارروائیوں نے تمام حالات پر جلد قابو پا لیا اور ملک ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچ گیا فالحمد للہ علٰی ذالک۔

اس ضمن میں یہ امر قابلِ غور ہے کہ طاقت کے ذریعہ قابو پالینے کے بعد نہیں کہا جاسکتا کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے دل بھی نظریہ پاکستان کے حامی اور "بنگلہ دیش" کی ناپاک تحریک کے مخالف ہو چکے ہیں یا نہیں اور آیا پھر کبھی اس صورتِ حالات کا اعادہ تو ممکن نہیں جس سے اس وقت حکومت کو نمٹنا پڑا ہے، اس بارہ میں اطمینان حاصل کرنے کے لئے ایسا مستقل حل تلاش کرنا ضروری ہے جس سے آئندہ اس قسم کے حالات کا خطرہ باقی نہ رہے

وہ حل کیا ہو سکتا ہے، وہ اسلام کی وہ پاکیزہ تعلیم ہے، جو بین الاقوامی اور بین الصوبائی عصبیت کو زائل کرنے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر تمام انسانوں کو متحد کرنے کا موجب ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پاک تعلیم کو تمام مشرقی و مغربی پاکستان کے رہنے والوں کے دلوں میں استوار کرنے کی کوشش کی جائے اور مبلغین کی ایسی جماعت پیدا کی جائے جو گھر گھر جا کر ایک ایک فرد کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرے، جس میں صوبائی وطنی اور لسانی عصبیتوں کے خلاف کلمہ طیبہ پر ایمان لانے والے تمام لوگوں کو خواہ وہ کسی وطن اور کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور کوئی بھی زبان بولتے ہوں، اخوتِ اسلامی میں منسلک قرار دیا گیا ہے قرآن کریم کا کھلا ارشاد ہے انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون (سورۃ الحجرات آیت ۱۰) یعنے سوائے اس کے نہیں کہ تمام مؤمن بھائی بھائی ہیں سو اپنے بھائیوں کے مابین صلح کرایا کرو، اور اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے" اور اس سے آگے قوموں کے مابین تمسخر واستہزا کو منع کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کے برے نام رکھنے، ایک دوسرے پر بدظنیاں کرنے اور ایک دوسرے کے حالات کو ٹٹولنے اور تجسس سے منع کرتے ہوئے فرمایا یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثٰی وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ اے لوگو! ہم نے تم سب کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، لیکن خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو سب سے بڑھ کر متقی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان آیات میں ہر قسم کی بین الاقوامی برائیوں سے اجتناب کرنے اور قبائلی تفریق کو صرف باہمی شناخت کی حد تک محدود رکھنے اور صرف تقویٰ اللہ کو اعزاز و اکرام کا موجب قرار دینے کا حکم دیا گیا ہے، جس پر عمل کرنے سے تمام قسم کے تباغض و تحاسد کی جڑ کٹ جاتی ہے اور بین الاسلامی اتحاد و اتفاق کی نہایت پختہ بنیاد پڑ جاتی ہے۔

اس کے علاوہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر مجمع عام میں یہ اعلان کر کے تمام قومی عصبیتوں کو مٹا کر رکھ دیا ہے کہ لا فضل لعربی علےٰ اعجمی ولا لاعجمی علےٰ عربی یعنے کسی عرب کو کسی عجمی یا غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عرب قوم پر فضیلت ہے۔

اس اعلان کے رُو سے جب اہل عرب کو بھی جن میں رسول کریم صلعم پیدا ہوئے کسی دوسری قوم پر فضیلت نہیں اور نہ کسی دوسری قوم کو عربوں پر فضیلت دی گئی ہے تو اور کونسی قوم ہو سکتی ہے جس کو اسلام میں دوسروں پر فضیلت دی جاسکے۔

یہیں تک نہیں جہاں تک کفار کے ساتھ موالات کا تعلق ہے (جو آج مشرقی پاکستان میں اتحادِ اسلامی کی تباہی کا موجب ہوا ہے) اس بارہ میں بھی قرآن کریم کا کھلا ارشاد موجود ہے۔ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقٰۃ ویحذرکم اللہ نفسہ۔ یعنے مؤمن مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اس کا اللہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں سوائے اس کے کہ تم ان سے کسی طرح اپنا بچاؤ کر لو اور اللہ تم کو اپنی سزا سے ڈراتا ہے (آل عمران آیت ۲۷) اس آیت میں صاف طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ کفار کے ساتھ موالات یا تعلقات قائم کرتے ہوئے احتیاط کا خیال رکھا جائے کہ اس سے مسلمان بھائیوں کو نقصان نہ پہنچے اور کوئی ایسے معاہدات ان سے نہ کئے جائیں۔ جو اخوتِ اسلامی کو نقصان پہنچانے یا مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کا موجب ہوں۔

قرآن کریم کے ان کھلے ارشادات اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں اخوتِ اسلامی کو جن مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کی تلقین کی گئی ہے وہی ایک چیز ہے جو پاکستان سے ہر قسم کے نفاق، تنازعات و تباغض و تحاسد کو دُور کرنے اور کفار کے نقصان دہ اثرات سے بچاؤ کا موجب ہو سکتی ہے۔ اسی تعلیم کو دلوں کے اندر راسخ کرنے سے تمام ان حالات کا ازالہ ہو سکتا ہے جو مشرقی پاکستان میں پیش آچکے ہیں اور جن کے آئندہ اعادہ کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس تعلیم کو ایسے مبلغین کے ذریعہ وہاں کے تمام لوگوں تک پہنچایا جائے جو اپنے عمل سے اسلام کا صحیح نمونہ پیش کر سکیں اور اخلاص اور محنت کے ساتھ ہر قسم کے خطرات اور مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک ایک گھر اور ایک ایک فرد تک اس تعلیم کو پہنچائیں اور انہیں کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر متحد کر کے اپنا شعار بنالیں۔ ایسا ہی بنگالی، سندھی، پشتو، اُردو اور دیگر زبانوں میں ایسا لٹریچر پیدا کیا جائے جو اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہو تو یقیناً ہر قسم کی صوبائی اور قومی عصبیتیں ختم ہو کر اخوتِ اسلامی کی لہر دوڑ جائے گی اور مشرقی و مغربی پاکستان دونوں ایک اسلامی کڑی میں منسلک ہو کر ملک کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کا موجب ہوں گے۔ یہی ایک حل ہے جو مشرقی پاکستان سے ہر قسم کی عصبیتوں کو مٹا کر ملک کو آئندہ پیدا ہونے والے خطرات سے محفوظ رکھنے کا موجب ہوگا۔ ضرورت ہے کہ مشرقی پاکستان میں امن قائم ہونے کے بعد اس طرف خاص طور پر توجہ دی جائے اور نہ صرف ملک کی تبلیغی انجمنیں بلکہ خود حکومت بھی اس کام کو اپنے ذمہ لے کر ملک میں مستقل اور پائدار امن کی بنیاد کھڑی کر دے کہ یہی چیز نظریہ پاکستان کو عملی رنگ دینے کا موجب ہو سکتی ہے۔

ضروری اعلان } مجلسِ معتمدین کا آئندہ اجلاس ۹ مئی ۱۹۷۱ء بروز اتوار صبح نو بجے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس اجلاس میں پرانے اور نئے منتخب و نامزد ممبران معتمدین کو مدعو کیا گیا ہے [illegible] کی طرف سے اس اجلاس کے لئے ۲۴ اپریل کو ایجنڈا جاری کر دیا گیا ہے۔

اگر ڈاک کی خرابی یا کسی اور وجہ سے کسی ممبر کو اب تک ایجنڈا نہ پہنچا ہو تو وہ براہِ مہربانی ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر دوبارہ ایجنڈا منگوا سکتے ہیں۔ والسلام

ڈاکٹر۔ اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری۔ ۲۶ ۴/۷۱

اِتحاد

(ابوالرشد)

مشرق میں ہے فساد تو مغرب میں بھی فساد
کس کیلئے یہ بُغض ہے، کس کے لئے عناد
اِک جادۂ حیات کے راہی ہیں ہم سبھی
اے قوم اِتحاد، یہ ہر گام اِتحاد

اخبار و افکار

اسلامی اقدار کے احیاء کی کوشش

حال ہی میں حکومت آزاد کشمیر نے ملک و ملت کو اسلامی تہذیب و روایات کے سانچے …… میں ڈھالنے کے لئے درج ذیل اقدامات کئے ہیں

——— ہفتہ وار تعطیل اتوار کے بجائے جمعہ کو ہوا کرے گی۔

——— نماز تمام سرکاری افسروں کیلئے لازمی ہوگی۔

——— جمعہ کی اذان کے بعد تمام قسم کے کاروبار بند ہوا کریں گے تاکہ تمام لوگ نماز میں شریک ہو سکیں۔

——— تمام درجہ اول کے افسران کے لئے قومی لباس (شیروانی اور شلوار) پہننا لازمی ہوگا۔

——— رشوت ستانی اور دیگر معاشرتی برائیوں کے خلاف شکایات سیکرٹری کے ذریعہ صدر ریاست تک پہنچانے کی عوام سے اپیل کی گئی ہے۔

حکومت آزاد کشمیر قابل صد ستائش و مبارکباد ہے کہ اس نے حب اسلام اور پاکستانی تہذیب و ثقافت سے والہانہ عشق کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہاں اسلامی نظام حیات برپا کرنے کی سعی جمیل کا آغاز کیا ہے یہ اقدامات بظاہر معمولی ہیں لیکن ان پر عزم اور استقامت کا عمل غیر معمولی اثرات مرتب کرنے کا موجب ہوگا۔ کوئی بعید نہیں کہ آزاد کشمیر میں برپا شدہ اسلامی نظام حیات مسلم ممالک کے لئے مثال بن جائے۔

مولوی جی سیاست میں

سنگاپور۔ ۱۹۔ اپریل۔ سنگاپور کے اخبار "سٹرن سن" نے اپنے ایک شمارہ میں یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل کے حوالہ سے کہا ہے کہ انڈونیشیا میں صدر سوکارنو کے معزول ہونے کے بعد کم از کم ۲۵ لاکھ مسلمانوں نے عیسائیت اختیار کی ہے۔ امریکی خبر رساں ایجنسی نے یہ خبر مسلمانوں کے جریدہ "نئی نسل" میں شائع ہونے والے اعداد و شمار کے حوالے سے جاری کی۔ اس جریدہ نے دعوے کیا کہ ارتداد کے یہ واقعات وسطی اور مشرقی جاوا میں رونما ہوئے جہاں ۱۹۶۵ء کی ناکام بغاوت سے پہلے کمیونسٹوں کا زور تھا۔ اسلام سے بیزاری کے اسباب میں ناکام بغاوت کے بعد ان علاقوں میں کمیونسٹوں کا قتل عام بھی شامل ہے۔ ان علاقوں کے متعصب مسلمانوں نے کمیونسٹوں کے رشتہ داروں تک کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ آخر میں جریدہ نے اسلام سے بیزاری کی ذمہ داری مسلمان رہنماؤں پر بھی عائد کی ہے کہ انہوں نے تبلیغی امور کو نظر انداز کر کے اپنی زیادہ تر توجہ سیاست پر مرکوز کر رکھی ہے۔

بشیر احمد سوز ایم اے

پاکستان کے سیاسی مولویوں کے لئے اس افسوسناک خبر میں عبرت و موعظت کے ہزار ہا سبق ہیں۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے برصغیر پاک و ہند کو عیسائیت کے چنگل سے جس طرح بچایا اور اسلام کی جو روح دلوں میں پیدا کی کاش کوئی خدا کا بندہ انڈونیشیا وغیرہ ممالک میں اسی حربہ کے ذریعہ عیسائیت کے اثر کو زائل کرنے کی خدمت سرانجام دے۔

مولینا محمد علی صاحبؒ کا انگریزی ترجمۃ القرآن "اہلحدیث" کی نظر میں

مرکزی تنظیم اہلحدیث کے ترجمان ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے مجریہ ۲۳ اپریل ۱۹۷۱ء میں مضمون "انگریزی تراجم قرآن" کی دوسری قسط شائع ہوئی ہے جس میں حضرت امیر مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کے بارے میں لکھا ہے:

"لاہور سے ۱۹۱۷ء میں ایک خاص اہتمام کے ساتھ ایک نیا ترجمۃ القرآن حامل المتن مع حواشی تفسیری نوٹ کے نکلا۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کے قلم سے تھا اور یہ انگریزی ترجموں کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تفسیری ترجمہ جدید انگریزی خوان جماعت کی ذہنیت کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے اور یہ تعلیم یافتہ مسلمانوں میں خوب مقبول ہوا مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی اس کی مانگ خاصی ہوئی اور مدتوں یہی ترجمہ باہر والوں کی نظر میں اسلامی حیثیت سے مستند سمجھا گیا۔ اس کے شروع میں بڑا مفصل دیباچہ ہے جس میں اصول دین و عقائد و احکام شریعت سب ضروری تفصیل کے ساتھ آ گئے ہیں اور غیر مسلموں کو اس کے ذریعے پوری واقفیت اور راہنمائی اسلام کے متعلق ہو جاتی ہے۔ پھر ہر سورت کے شروع میں سورت کے مضامین و مباحث سے متعلق ایک سلجھا ہوا مقدمہ ملتا ہے۔"

یہ ہے اس جماعت کا کام جسے "اہلحدیث" کے اخبارات میں کافر و فاسق اور طرح طرح کے فتووں سے نوازا جاتا ہے۔

. . . .

چراغ تلے اندھیرا

"چراغ تلے اندھیرا" ہمیشہ سے سنتے چلے آئے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس مقولہ کی اس سے زیادہ صحیح اور سچی مثال اور کوئی نہیں ہو سکتی جس طرح اب مسلمانوں کی حالت ہے۔ ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب اسلام کی سچی اور پاک تعلیمات میں جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ نظم و تربیت ہے اور دوسری طرف یہ افسوسناک حالت بھی ہمارے سامنے ہے کہ مسلمانوں میں جس چیز کی سب سے زیادہ کمی ہے وہ یہی نظم و ترتیب ہے اور اب مسلمانوں کا کوئی کام خواہ وہ مذہبی ہو یا دنیوی، اقتصادی ہو یا سیاسی، انفرادی ہو یا اجتماعی ایسا نہیں ہوتا جس میں حسن ترتیب کی شان جھلکتی ہو" (ہفت روزہ اہل حدیث۔ مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۷۱ء)

"حسن ترتیب" کی جھلک کیسے پیدا ہو، جب فروعی مسائل کے اختلاف پر ایک دوسرے کو کافر قرار دے دیا جاتا ہے۔ رسول کریم صلعم نے تو صرف کلمہ طیبہ کو اسلام کا معیار قرار دیا تھا، لیکن آج اس کو معیار اسلام قرار نہیں دیا جاتا ہر فرقہ اپنے سوا دوسرے کلمہ گوؤں کو کافر قرار دے کر اسلامی "حسن ترتیب" کی شان بگاڑ کر رکھ دیتا ہے، کیا معاصر "اہل حدیث" اس پر غور کر کے یہ اعلان کرنے کے لئے تیار ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے خواہ وہ کسی فرقہ اور کسی مسلک سے وابستہ ہو۔

کتاب الرائد والدلیل

یہ کتاب عربی زبان میں بیروت سے طبع ہوئی ہے جو بہائی مصنف ا۔ ح آل محمد نے لکھی ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ بہائی رہنما باب اور بہاء اللہ کے ظہور کا ذکر قرآن مجید، تورات اور انجیل وغیرہ میں بڑی خوبی سے کیا گیا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت کے بیان میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نبوت ختم ہے اور رسالت الٰہیہ جاری ہے۔ اس سلسلہ میں سورہ اعراف کی آیت یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم سے اجرائے رسالت کا اثبات کیا ہے اور تائید میں امام رازیؒ کا یہ بیان درج کیا ہے کہ "پیغمبر شارع کم و بیش ہزار سال میں ایک بار آیا کرتا ہے" مصنف موصوف کا کہنا ہے کہ پیغمبر شارع کا آنا ضروری ہے کیونکہ ایک ہی شریعت تمام زمانوں کے لئے کافی نہیں۔ دلیل میں کہا ہے کہ اگر ایک ہی شریعت ہمیشہ کے لئے کافی ہوتی تو حضرت آدمؑ کی شریعت ہی آج تک قائم رہتی۔ لیکن زمانوں کے اقتضاء کی مناسبت سے ہمیشہ احکام الٰہی آتے رہے ہیں اور شریعتیں بدلتی رہی ہیں اس لئے آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ یہی سنت اللہ جاری و ساری ہے۔ اور سنت اللہ بند اور موقوف نہیں نہیں ہو سکتی۔

اس کتاب میں "یوم آخر" کے بارے لکھا گیا ہے کہ یہ ہر ایک رسول کے بعد آنے والا وہ زمانہ ہے جس میں دوسرا رسول مبعوث ہوتا ہے۔ اس لئے یوم آخر پر ایمان لانے کے یہ معنے ہیں کہ بعد میں آنے والے رسول وقت کو قبول کیا جائے۔

یہ اور دوسرے اسی قسم کے مسائل اور بھی ہیں جنہیں اسلامی انداز فکر و عمل سے دور ہٹ کر بزعم خود "تحقیقی رنگ" میں پیش کیا گیا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ یہ عربی تصنیف عرب ممالک میں وسیع پیمانہ پر پھیل چکی ہے لیکن اسکے تحقیقاتی پہلوؤں کی عقدہ کشائی کسی مرد مومن سے اب تک نہیں ہو سکی۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کے مندرجات کی تردید میں ایک مبسوط کتاب تصنیف کر کے عرب ممالک میں وسیع پیمانہ پر پھیلائی جائے۔

بنئے کی بد ذہنی

کابل سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "گھیبر" نے "کشمیر کا سوال" کے عنوان سے اپنی حالیہ اشاعت میں ایک مضمون میں خدشہ ظاہر کیا ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کے موجودہ مصائب اور بھارتی حکومت کے رویے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بھارتی مسلمان اپنی شاندار تاریخ سمیت ہر چیز سے محروم ہو جائیں گے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ بھارت کے آج کے مسلمان کل کے اچھوت ہوں گے۔ اس کے باوجود کہ بھارتی مسلمان ہندوؤں سے مکمل طور پر تعاون کرتے ہیں وہاں مسلم کش فسادات ہوتے ہیں۔ اور مسلمان ناانصافی، مذہبی تعصب، اشتعال انگیزی اور تشدد کا شکار ہیں، مسلمانوں ہندو بن جاؤ یا بھارت چھوڑ دو ورنہ ہم ہر آنے والا ہولی کا تہوار تمہارے خون سے منائیں گے۔ اس قسم کے سینکڑوں پوسٹر ہندوؤں کی دہشت پسند تنظیموں نے احسن نگر، ناتھ مندر، احمد آباد، بنارس، دیال باغ اور آگرہ کے گرد و نواح کی مسلمان آبادیوں میں چسپاں کئے ہیں۔

قیام پاکستان کے محرکات میں سے ایک بڑا محرک ہندوؤں کا یہی طرز عمل تھا۔ حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کی دور رس نگاہ نے تاڑ لیا تھا کہ ہندو سماج مسلمان قوم کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا۔ اور اس کو بحیثیت قوم برصغیر ہند و پاک سے ملیا میٹ کرنے کے خطرناک عزائم دل و دماغ میں پال رہا ہے اس خدشہ کے پیش نظر حضرت قائد اعظم نے

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

جنگِ تبوک کے موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسا تھ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دائمی نصرت کا وعدہ

ہجرت کے وقت اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حضرت ابوبکرؓ اور آپؓ کے خاندان اور حضرت علیؓ کا جاں نثارانہ اقدام

خطبہ جمعہ
مؤرخہ ۲۳ اپریل ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیرِ قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

الاّ تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن انّ اللہ معنا ۔ فانزل اللہ سکینتہٗ علیہ وایّدہٗ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ ۔ وکلمۃ اللہ ھی العلیا ۔ واللہ عزیز حکیم ۔ (التوبہ ۹ ۔ آیت ۴۰) ۔

تین بڑے انسانوں کا ذکر

اس آیت کے متعلق تفاسیر، احادیث اور تواریخ کی کتب میں بہت سی تفصیلات بیان کی گئی ہیں ۔ اس میں تین بہت بڑے انسانوں کا ذکر ہے ۔ ان میں ایک تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تیسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ۔ ان تینوں کے علاوہ اس تذکرہ میں اور بھی اصحاب کا ذکر آتا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اسمآءؓ اور آپ کے بیٹے اور غلام کا ذکر کیا گیا ہے، ان تفصیلات میں مسلمان قوم کے لئے بہت بڑا سبق ہے ۔

تبوک پر پیشقدمی کا حکم

واقعہ یہ ہے کہ حضور صلعم نے حکم دیا تھا کہ تبوک کے جہاد پر جانے کے لئے قوم تیار ہو جائے ۔ تبوک شام کی حد سے ملتا ہوا ایک مقام ہے وہاں عیسائیوں نے عربوں پر حملہ کرنے کے لئے بہت بڑی فوج جمع کر رکھی تھی ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کو صرف احکام الٰہی ہی سکھانے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ فرد و معاشرہ میں کردار کی بلندیاں پیدا کرنا آپؐ کے مدِنظر تھا ۔ حضرت صلعم ایک دانشمند بادشاہ تھے ۔ اور ایک مدبر کمانڈر کی طرح آپؐ ضروری سمجھتے تھے کہ پیشتر اس کے کہ دشمن سرحد پار کر کے عرب کی حدود میں داخل ہو، قوم خود سرحد پر جا کر دشمن کے بڑھتے ہوئے قدم کو روک دے ۔ چنانچہ آپؐ نے قوم کو پیشقدمی کا حکم دیا ۔

- - - - - - - - - -

گرمی وغیرہ کی وجہ سے بعض لوگوں کا پس و پیش

اس وقت گرمی کا موسم تھا ۔ تبوک مدینہ سے کوسوں دور تھا ۔ مدینہ کے رہنے والوں کے لئے رستہ میں کئی مشکلات حائل تھیں ۔ میوہ پکا ہوا ہے ۔ تپتی دھوپ اور اس کی تمازت سے بچنے کے لئے گھنے سایوں میں بیٹھنے کو جی چاہتا ہے ۔ ان حالات میں بعض لوگوں نے جہاد میں شرکت سے پس و پیش کی ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کا وعدہ

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا الاّ تنصروہ فقد نصرہ اللہ ۔ اگر آپؐ کے حکم پر یہ لوگ جہاد کے لئے نہیں نکلتے اور آپؐ کی مدد نہیں کرتے ۔ تو خدا خود آپؐ کی مدد کرے گا ۔ ہم نے پہلے بھی آپؐ کی نصرت کی ہے اور ہمارا دائمی وعدہ ہے کہ آپؐ کی نصرت ہم ہمیشہ کرتے رہیں گے ۔

سابقہ نصرت الٰہی کا ذکر

فرمایا فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ۔ ہم نے اس وقت بھی آپؐ کی مدد کی جبکہ آپؐ کی قوم قریش نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ آپؐ کو قتل کر دیا جائے، قوم نے متواتر تیرہ برس تک سخت ترین اذیتیں آپؐ کو پہنچائیں اتنی اذیتوں اور مصائب کے باوجود آپؐ اور آپؐ کے ساتھی استقامت و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہ قوم کا خیر خواہ انسان ہے، قوم کو معرفت کا سبق دیتا ہے ۔ قوم کے اندر کردار پیدا کرنے والا انسان ہے ۔ اور قوم آپؐ کے قتل کے درپے ہے ۔

مکّہ سے ہجرت اور غارِ ثور میں پناہ گزینی

فرمایا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار جب قوم کی تکلیفیں برداشت سے باہر ہو گئیں تو آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی ۔ ہجرت کرنے والے صرف دو آدمی ہیں، خود حضور نبی کریم صلعم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، دونوں کے پاس کوئی لاؤ لشکر نہیں ہے، روپیہ پیسہ نہیں ہے ۔ اس فقرہ میں تصویر کھینچ دی گئی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سرو سامانی پر فرمایا اذ ھما فی الغار ۔ یہ ایک اور تصویر ہے ۔ حضور صلعم کو پناہ دینے کے لئے کوئی قبیلہ تیار نہیں ہے غارِ ثور میں آپؐ پناہ لیتے ہیں، دشمن آپؐ کا پیچھا کرتا ہے اور غار کے سر پر پہنچ گیا ہے ان کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو سر پر آ گئے ہیں ۔ لو ان احدھم رفع قدمہ لرانا ۔۔۔۔۔ ۔ اگر ان میں سے کسی نے بھی اپنے پاؤں کی طرف دیکھا ہم ان کو نظر آ جائیں گے ۔ حضرت ابوبکرؓ کے ان الفاظ میں آپؐ کی بے بسی اور مصیبت کا نقشہ نظر آتا ہے ۔ فرمایا اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا ۔ اپنے ساتھی سے کہہ رہے ہیں ڈرو نہیں اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے ۔

ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کی امداد

اس ہجرت کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ قوم نے میرے قتل کا منصوبہ بنا لیا ہے تو رات کو آپؐ نے اپنے بستر پر حضرت علی رضؓ کو لٹا دیا اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاں تشریف لے گئے ۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے مکان پر پہنچے تو آپؐ کا سر اور آنکھیں ڈھکی ہوئی تھیں کہ کوئی پہچان نہ لے حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ آپ نے کئی بار مجھ سے ہجرت کی اجازت مانگی ہے لیکن میں نے مصلحت کے پیش نظر اجازت نہیں دی تھی ۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے کا حکم دے دیا ہے ۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کو ہجرت کرنے نہیں دیتے تھے ۔ اس لئے کہ آپؐ کو ان پر بڑا اعتماد تھا ۔ وہ آپؐ کے جاں نثار دوست ہیں ۔ حضرت ابوبکرؓ وہ دوست ہیں جنہوں نے آپؐ کو اس وقت مانا جب تمام دنیا آپؐ کے مخالف تھی ۔ دوسرے وہ شخص ہیں جو آپؐ کے اشارے پر آپؐ کے بستر پر [illegible]، وہ بڑے شجاع اور ایماندار مرد [illegible] لئے لٹا دیا کہ لوگ یہ سمجھ کر کہ آپؐ گھر پر ہی ہیں آپؐ کے پیچھے نہیں جائیں گے ۔ حضرت علی رضؓ مرنے کے لئے آپؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور حضرت ابوبکرؓ مرنے کے لئے آپؐ کے ساتھ ہو لئے ۔ دونوں جان دینے کے لئے تیار ہیں ۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے درجات کا مقابلہ کرنا جائز نہیں

بعض مسلمان غلطی کرتے ہیں جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علی رضؓ کا مقابلہ کرتے ہیں ان دونوں کے درجات بہت بلند ہیں ۔ درجات کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کسی کو نہیں، ان بزرگوں کا مقابلہ کرنا اور اعتراضات کرنا جائز نہیں یہ دونوں بزرگ حضرت نبی کریم صلعم پر عاشق ہیں ۔ جان باز و جاں نثار ہیں قربانی دینے کے لئے تیار ہیں ۔ ان کا قول اور فعل دکھاتا ہے کہ یہ دونوں بہت بڑے آدمی ہیں ۔

ہجرت کے لئے روانگی کے اہتمام میں حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی، بیٹے اور غلام کی شمولیت

جب حضرت نبی کریم صلعم ہجرت کے لئے حضرت ابوبکر رضؓ کے ہاں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ حضورؐ میں نے تو دو تیز رفتار سانڈھنیاں پہلے سے تیار رکھی ہیں۔ ایک پر آپؐ سوار ہو جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں اونٹنی کی قیمت دیتا ہوں۔ لیکن حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا حضورؐ اس کی ضرورت نہیں، حضرت ابوبکر رضؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ نے کھانے پینے کا سامان تیار کر دیا۔ اس کو باندھنے کے لئے رسی نہیں ملتی تھی انہوں نے اپنا کمربند جس کو نطاق کہتے ہیں اتار کر اس سے باندھ دیا حضرت صلعم نے اس فعل کی ہمیشہ قدر کی۔ پھر یہ انتظام کیا گیا کہ حضرت ابوبکر رضؓ کا بیٹا دن بھر مکہ میں رہا کرے اور یہاں کے حال و احوال لے کر رات کو غار میں اطلاعات دے اور کھانا لے جائے۔ حضرت ابوبکر رضؓ کے غلام کو یہ خدمت سپرد کی گئی کہ وہ دن بھر بکریاں چرایا کرے اور غار میں رات کو دودھ پہنچایا کرے۔ اس طرح حضرت ابوبکر رضؓ کا تمام خاندان اور آپؐ کا غلام سب جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا رسول کریمؐ کی جان جانے کا خوف اور حضورؐ کا تسلی آمیز جواب

فرمایا اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللّٰہ معنا۔ کیا خیال ہے تم [illegible] نہیں اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ وظنک ۔ ۔ ۔ بالاثنین اللّٰہ ثالثھما۔ اے ابوبکرؓ ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ لا تحزن ان اللّٰہ معنا۔ میری جان کی فکر مت کرو۔ ہم دونوں کے ساتھ اللہ ہے۔ آپؐ نے یہاں ان اللّٰہ معی کیوں نہیں فرمایا یعنے اللہ میرے ساتھ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے قلب میں اپنے دوستوں کے لئے وفاداری کا بہت بڑا جذبہ ہے۔ کس قدر وسیع القلب ہے یہ انسان۔ کس قدر خطرناک دشمن سر پر ہے لیکن ایمان کس قدر بڑھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت پر پورا بھروسہ ہے اور دشمن کا کوئی خوف نہیں حضرت ابوبکر رضؓ کا ایمان بھی بڑھ گیا ہو گا جب انہوں نے یہ سنا ہو گا وظنک بالاثنین اللّٰہ ثالثھما کیا خیال ہے آپ کا ان دو کے متعلق جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے کیا اللہ تعالےٰ نہیں دشمن قوم کے حوالے کر دے گا، نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے یہ بہت بڑھے ہوئے ایمان کی بات ہے اور حضور صلعم کو کس قدر وسیع قلب عطا ہوا ہے۔

جنگِ بدر میں حضرت نبی کریمؐ کا بارگاہ الٰہی میں الحاح وزاری اور حضرت ابوبکر رضؓ کا تسلی دینا

جنگ بدر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتہال والحاح کا حال دیکھئے۔ ایک گھاس پھوس کی جھونپڑی بنا کر اس کے اندر حضور صلعم بارگاہ الٰہی میں عجز و نیاز کرتے اور اس کی نصرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں اللھم انجز وعدک والنصر عبدک اے باری تعالیٰ! اپنا وعدہ پورا کر اور اپنے بندے کی مدد کر۔ ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض (بدا)۔ اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت تباہ ہو گئی تو دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی نہیں ہو گا اس قدر الحاح سے آپؐ نے کام لیا کہ آپؐ کے کندھوں سے چادر نیچے گر پڑی اور حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کی کہ حضورؐ بس کیجئے! اللہ تعالےٰ ضرور آپؐ کی سنے گا۔ دیکھئے ایک موقعہ پر حضرت نبی کریم صلعم حضرت ابوبکر رضؓ کو تسلی دے رہے تھے اور یہاں حضرت ابوبکر رضؓ آپؐ کو تسلی دے رہے ہیں۔

فرشتوں کی امداد اور خدا کی بات کا بول بالا۔

تو ہجرت کی حالت کا نقشہ آپ اپنے سامنے لائیں اور دیکھیں کہ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت علی رضؓ میں کس قدر فرمانبرداری اور جاں نثاری ہے اور دونوں نے اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیا فانزل اللّٰہ سکینتہ علیہ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی سکینت نازل کی وایدہ بجنود لم تروھا اور فرشتوں کے ذریعہ آپؐ کی مدد کی وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ اور کافروں کی تجویز کو نیچا دکھا دیا وکلمۃ اللّٰہ ھی العلیا اور خدا کی بات کا بول بالا ہوا۔ یہ کس قدر کامیابی کی باتیں ہیں۔ کس قدر ہمدردی کے کلمات ہیں قوم کے لئے اس کے اندر بہت بڑے سبق ہیں واللّٰہ عزیز حکیم۔ خدا عزیز ہے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ حضور صلعم کا کوئی دشمن حضور صلعم پر غالب نہیں آ سکتا کیونکہ آپؐ کا محافظ عزیز ہے۔ عزیز کے معنی ہیں وہ ہستی جس پر کوئی غالب نہ آ سکے۔ وہ ساری کی ساری کائنات کا بادشاہ ہے اس کا علم بڑا محیط ہے اس کی قدرت و سطوت کی انتہا نہیں اس نے دشمن کی تجاویز کو ملیا میٹ کر دیا۔

ابتلاؤں میں حکمت الٰہی

وہ حکیم ہے۔ وہ ابتلاء جو حضور صلعم کو پیش آئے ان کے اندر حکمت ہے اگر ابتلاء نہ آئیں تو قوم کے اندر استقلال و استقامت پیدا نہیں ہو سکتی حضرت نبی کریم صلعم نے ان ابتلاؤں میں غیر متزلزل ایمان کا ثبوت دیا ہے۔ جب تک لیڈر کوئی نمونہ نہ دکھا سکے اس وقت تک قوم کے اندر کردار پیدا نہیں ہو سکتا انبیاء علیہم السلام پر جو ابتلاء آتے ہیں وہ قوم کی تعلیم کے لئے آتے ہیں۔ ان پر اعتراض ہوتے ہیں، لوگ دشمنی کرتے ہیں اور یہ ان کی پیروا کر دہ سخت ترین مشکلات میں استقامت دکھاتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت اخلاق

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ ما اوذی النبی کما اوذیت۔ جس قدر مشکلات کا سامنا مجھے کرنا پڑا ہے اس قدر کسی اور نبی رسول کو نہیں کرنا پڑا۔ اس کے اندر حضور نبی کریم صلعم کے اخلاق کی عظمت ہے، وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ نرم نرم باتیں کرنا کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر تھپڑ رسید کرے تو تم دوسرا بھی آگے کر دو، یہ انکساری کی تعلیم ہے۔ قرآن کریم نے تو سیرت و کردار کے اندر توازن و اعتدال اور بلندی پیدا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بتاتی ہے کہ آپؐ کے اخلاق کے اندر عظمت ہے وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما۔ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے افضال اترے ہیں۔

حضور نبی کریم صلعم کے نمونہ اور تعلیم کو مشعل راہ بنائیں

آیئے ہم حضور نبی کریم صلعم پر مل کر درود پڑھیں، اور وہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم جو قرآن کریم نے پیش کی ہے اور جس پر حضرت نبی کریم صلعم نے چل کر انسانیت کا اعلےٰ وارفع نمونہ پیش کیا ہے اس کو سامنے رکھیں، اور حضور صلعم کی جو خدمت آپؐ کے جاں نثاروں نے کی ہے اس کو مشعلِ راہ بنائیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس تعلیم پر عمل درآمد کریں۔

بیماروں وغیرہ کے لئے دُعا

میں پرسوں ایک شخص کی تیمارداری کے لئے گیا تھا۔ ان کے بڑے بھائی جماعت میں شامل تھے۔ اور وہ خود بھی حضرت صاحب کا ذکر اچھے الفاظ میں کرتے ہیں۔ یہ صاحب فضل دین ہیں جن کی اسی نام سے مال روڈ پر ادویات کی سب سے بڑی دوکان ہے، وہ بیمار ہیں اور احباب سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ان کے لئے اور جماعت کے دیگر احباب و خواتین کے لئے جو مشکلات میں مبتلا ہیں دُعا کریں۔ (دعا کی گئی)

اخبار احمدیہ

مرغوب عالم صاحب کو حادثہ

—— ڈھاکہ سے ڈپٹی خلیل الرحمان صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ لفٹنٹ مرغوب عالم صاحب گولی لگ جانے کی وجہ سے چٹاگانگ ہسپتال میں صاحب فراش ہیں، احباب کرام سے درخواست ہے کہ انکی صحت و عافیت کے لئے دردِ دل سے دُعا فرمائیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کے بڑے صاحبزادے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اس کی بھی بازیابی کیلئے دُعا فرمائی جاوے

انتخاب عہدیداران

—— جماعت احمدیہ گوجرانوالہ نے اپنی جماعت کے مندرجہ ذیل عہدہ داران کا انتخاب ۸۳-۸۲ء کو کیا ہے۔

۱- صدر : ڈاکٹر حسن علی صاحب
۲- نائب صدر : سید حسن شاہ صاحب
۳- سیکرٹری : شیخ مظہر مسعود صاحب
۴- خزانچی : نذیر احمد ملک صاحب۔

بجلی کے پنکھے کے لئے عطیہ

—— ڈیرہ غازی خان کی لائبریری میں بجلی کے پنکھے کی کمی محسوس کی جا رہی تھی اللہ کے فضل و کرم سے یہ کمی بھی پوری ہو گئی ہے۔ مقامی جماعت کے ممبران میں سے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے برادرم عبدالرحمٰن صاحب غوری نے لائبریری احمدیہ انجمن ڈیرہ غازی خان میں بجلی کا پنکھا لگوانے کے لئے 230-00 روپے عطا فرمائے ہیں۔ جس سے لائبریری میں سیلنگ فین لگوا لیا گیا ہے فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء۔ والسلام

عبدالرحمٰن۔ لائبریرین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ ڈیرہ غازی خان۔

درخواست دُعا۔

—— میرے والد صاحب شیخ محمد عبداللہ آف سیالکوٹ کو فالج کا اثر ہوا ہے اس لئے ملتمس ہوں کہ ان کی سا

تحریر: چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات

پاکستان کا پس منظر اور اس کا مستقبل

پاکستان کی سرزمین ایک ایسی جغرافیائی حد بندی ہے جو دنیا بھر میں اپنی چند خصوصیات کی وجہ سے منفرد ہے یہ خطۂ ارض کسی فاتح کی شمشیر زنی کا نتیجہ نہیں اس کی تخلیق میں کسی فوج کی حرب و ضرب کا دخل نہیں اور نہ یہ کسی طاقت کے رحم و کرم کا عطیہ ہے اس کی تشکیل کا محرک جذبۂ تحفظ خویش ہے۔ صبر و تحمل حوصلہ و ضبط منطق و استدلال، استقلال و اعتماد و سعی پیہم، ایمان و خود شناسی، اتفاق و اتحاد کی صفات نے ایک عرصۂ دراز تک جراُت فرزانہ کے مظاہرے کئے اور دنیا کی دو بڑی مضبوط اور عیار طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تب کہیں جا کر پاکستان کے ظہور کا معجزہ دنیا کے نقشہ پر ظاہر ہوا، انگریز اور ہندو نے مل کر مسلمانوں کو ہمیشہ کی لیس ماندگی مضطرب حالت میں مقید رکھنے کی سازش کر رکھی تھی، برصغیر ہند میں مسلمانوں کے منتشر اجزاء بے مرکزی کی حالت میں پڑے اغیار کی ٹھوکریں کھا رہے تھے، ان میں اس صدی کا ایک نابغہ روزگار پیدا ہوا اس کو قدرت نے ایسی ذہنی اور قلبی صلاحیتیں عطا فرما دی تھیں کہ اس نے تیری محنت سلیقہ وری، دور اندیشی اور مردانگی سے امت مسلمہ کے منتشر اجزاء کو اکٹھا کرنا شروع کیا اسے اس کی اپنی تہذیب اپنی معیشت و اپنی معاشرت اپنے کلچر اپنے دین کی خصوصیات کو نمایاں کر کے اسے بطور ایک علیحدہ قوم کے دنیا کے سامنے پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ اس قوم کو اپنی منفرد شخصیت کو برقرار رکھنے اور ترقی کے مدارج طے کرنے کا حق ملنا چاہیئے۔ یہ قوم اپنے علیحدہ فلسفۂ حیات کی وجہ سے ہندو قوم اور ہندو تہذیب میں کبھی ضم نہیں ہو سکتی، اس نے اس منتشر قوم کے متفرق اجزاء کو اکٹھا کر کے ایک عظیم الشان امت کی شکل دے کر ایک ناقابل تسخیر طاقت بنا دیا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح اغیار کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ کر کھڑی ہو گئی بالآخر انگریز اور ہندو بادل نخواستہ اس قوم کو بحیثیت ایک جیتی جاگتی حقیقت ماننے پر مجبور ہو گئے اور مسلمانوں کے قائد اور ان کے پیچھے چلنے والی قوم نے پاکستان کے نام سے ایک ملک حاصل کر لیا۔ اس کو حاصل کرنے میں قوم کو کن کن مراحل سے گزرنا پڑا اور کیسی کیسی ہنگامہ آرائیوں سے اسے سابقہ پڑا، یہ ایک تاریخ کی دلچسپ اور عبرتناک داستان ہے۔ جس کا دنیا ایک عرصہ تک مطالعہ کرتی رہے گی اور تاریخ کے صفحات میں اسے ہمیشہ ایک بلند مقام حاصل رہے گا۔

اتنی بڑی کامیابی کے بعد جب اس کا قائد اعظم رح محمد علی جناح اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو اس قوم کی عظمت ہی نے رخصت ہونا شروع کر دیا، پاکستانی مسلمانوں کو فخر ہے کہ انہوں نے اسلام کے نام پر اس ملک کو حاصل کیا اور ان کا اب تک یہ دعویٰ ہے کہ وہ یہاں اسلام کے نظریات پر مبنی حکومت الٰہیہ قائم کرنے کا دلفریب نعرہ بلند کر رہے ہیں، یہ ایک بہت بڑا بول ہے جو قیام پاکستان کے بعد اب تک برابر فضاء میں گونج رہا ہے مگر پاکستانی قوم کا اجتماعی عمل اس دعوےٰ کے سراسر خلاف ہے، قائد اعظم رح کی وفات کے بعد اس ملک میں صرف اقتدار کی جنگ ہی لڑی جاتی رہی اور استحکام پاکستان کے لئے کچھ نہ کیا گیا، آج تک کوئی پائیدار آئین ہی نہ بن سکا اس تمام عرصہ میں اس ملک میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی رہی اور قرآن کریم آپ کو پکار پکار کر کہتا رہا یاایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون ۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ۔

(۶۱ : ۲-۳)

ترجمہ: اے ایمان والو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ سخت بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں ۶۱/۲-۳ قرآن کریم سے روشنی حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دلوں میں پاکیزگی اور دماغوں میں پختگی پیدا ہو۔

لا یمسہ الا المطھرون۔ اس کو سوائے پاکیزہ صفت اور صاف ستھرے کردار والوں کے کوئی نہیں ہاتھ لگاتا ۵۶/۷۹

آہ۔ آج تک اس ملک میں کوئی پائیدار آئین نہیں بن سکا۔ اب تک یہ پاک خطۂ زمین بے آئین ہی ہے، اخلاقی اور روحانی لحاظ سے تو یہ ملک پہلے سے زیادہ زوال پذیر ہے، رشوت ستانی بددیانتی استحصال، لوٹ مار اور فسق و فجور کی یہاں حکمرانی ہے، یہاں تک کہ اس ملک کی دولت ۲۲ خاندانوں میں مقید ہو کر رہ گئی ہے اور یہ خاندان زبان زد خلائق ہو چکے ہیں، غریب پہلے سے غریب تر ہو گئے، صنعت و حرفت میں جو ترقی ہوئی ہے وہ غرباء کے معیار زندگی کو پہلے سے بھی زیادہ پست کر دینے کا موجب بن چکی ہے ملک چین نے پاکستان کی تخلیق کے بعد خواب غفلت سے اٹھ کر انگڑائی لی اور یہ افیون کی عادی قوم اچانک شاہراہ ترقی پر گامزن ہو گئی اور دنیا کی سب سے بڑی دو طاقتوں یعنے امریکہ اور روس کی آنکھوں میں خار بن کر ان کے اضطراب کا موجب بن گئی، اب وہ دنیا کی ایک تیسری طاقت سمجھی جا رہی ہے اور دو بڑی طاقتیں امریکہ اور روس آپس کے ہزارہا اختلافات کے باوجود اس نئی ابھر کر سامنے آجانے والی طاقت سے نبرد آزما ہو رہے ہیں۔ یہاں ہر روز حکومتیں بدلتی رہیں، مارشل لاء بھی نافذ ہوتے رہے اور فسطائیت کا بھی دور دورہ ہوا، نفاذ آئین کے مطالبے بھی ہوتے رہے مگر یہاں نہ تو اخلاقی ترقی ہوئی نہ روحانی تغیرات ہوئے، مادی ترقیات بھی مخصوص مفاد کو برتری بخشتی رہیں۔

آزادیٔ صحافت و سیاست

حال ہی میں کچھ خوشگوار تغیرات بھی عمل میں آئے اور ان تغیرات کی وجہ سے کچھ مشکلات بھی پیش آ گئیں جن کا اس وقت ہم سامنا کر رہے ہیں اور جن کی شدت سے سرگرداں ہو کر ہم یہ مضمون حوالہ قلم کر رہے ہیں۔ ہمارے موجودہ صدر مملکت آغا محمد یحییٰ خان نے پہلی دفعہ اس ملک کی صحافت کو مکمل آزادی بخشی ہے اس وقت ہمارا صحافتی میدان صحافت میں پوری آزادی سے قلم کے جوہر دکھا رہا ہے افراد اور جماعتیں اصاغر و اکابر اس قلم کا نشانۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ تمام طبقوں، جماعتوں، پیشوں اور فرقوں کے اندرونی رازوں سے پردے اٹھ رہے ہیں اور استحصالی قوتوں کا بھی پوسٹ مارٹم ہو رہا ہے میدان صحافت محشر بن رہا ہے۔

اسی طرح سیاست بھی آزاد کر دی گئی ہے اب اس پر کوئی قدغن نہیں۔ مختلف طبقوں نے اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے کئی قسم کی سیاسی جماعتیں بنا رکھی ہیں حقوق کی ہمہ گیر طلبی ہے مگر فرائض کا کوئی احساس نہیں یہ حقوق طلبی ایک وبا کی شکل اختیار کر گئی ہے اور ہر کوچہ و بازار اور ہر گلی اور چوک طالبان حقوق سے پٹا پڑا ہے مگر فرائض کی ادائیگی سے یکسر بے اعتنائی ہے۔ اسی غوغا آرائی اور ہنگامہ پروری کی فضا میں صدر مملکت نے پہلی دفعہ بالغ رائے دہی کے اصول پر ملک میں نہایت غیر جانبدارانہ اور آزادانہ ماحول میں انتخابات کرا دیئے جن کے نتائج ایسی حیرت انگیز شکل میں ظاہر ہوئے کہ جن سے اس ملک کی کایا ہی پلٹ گئی۔ اس ملک کے باشندگان کو ہمارے رہنماؤں نے ہمیشہ ہمیشہ جاہل اور بے شعور سمجھا اور انہیں اسی جہالت اور بے شعوری کی حالت میں دبائے رکھا۔ جب یہ وسیع تر اور آزاد تر فضا میں انتخابات کرائے گئے تو پرانے جغادری سیاستدان یہ سمجھتے تھے کہ پرانے شکاری ہی نیا دام لے کر ناخواندہ لوگوں کو شکار کر لیں گے اور سرمایہ دار، جاگیردار، کارخانہ دار بڑے بڑے زمیندار دوبارہ اقتدار کی گدیوں کو سنبھال لیں گے مگر ہوا یہ کہ خلاف توقع تقریباً سارے بڑے بڑے مگرمچھ دلدل میں پھنس کر رہ گئے اور حصول اقتدار کے تمام خواب معرض التواء میں پڑ گئے۔

آؤ موجودہ مشکلات کا حل قرآن کریم سے تلاش کریں۔ جب ہمارے تمام نظریات کی بنیاد ہی قرآن کریم اور سنت رسول پر ہے تو ہمیں ان ہر دو نور کے چشموں سے روشنی حاصل کرنے میں کچھ تامل نہیں ہونا چاہیئے قرآن کریم ہم میں موجود ہے اور ساری امت اس کے نزول بذریعہ وحی پر متفق ہے سنت رسول کا اہم اصول بھی امت کے تعامل میں موجود ہے اور احادیث کی کتب سے بھی ان کا سراغ مل سکتا ہے عوام کے اجتماعی مفادات کے متعلق اسلام کی تعلیم بڑی صاف اور واضح ہے۔

ہمارے خیال میں مغرب اور مشرق کے وہ رہنما جو انتخاب میں کامیاب ہو کر منظر عام پر آئیں [illegible] الامر کی تعریف میں آجاتے ہیں اس وقت [illegible] با القوۃ اولی الامر ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اولی الامر بالفعل بھی ہو جائیں گے ان میں اس وقت جو اختلاف پیدا ہو اس اختلاف کو دور کرنے کا قرآن کریم نے جو نسخہ تجویز کیا ہے۔ سورۃ النساء آیت ۵۹ اس پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذالک خیر و احسن تاویلا۔ ۴/۵۹

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ صاحب اقتدار ہیں ان کا بھی حکم مانو، پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر اختلافی کا حل خدا کی کتاب اور رسول کے جاری کردہ احکام

میں تلاش کر لیا کرو یہی راست روی کا صحیح طریق ہے اور اسی سے ان امور کا انجام خوشتر ہو جائیگا بشرطیکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ آپس میں گتھم گتھا ہونے کے بجائے قرآن اور سنتِ رسولؐ میں اپنے اختلافات کا حل تلاش کر لیا کرو۔

قرآن شریف کو سمجھنے اور اس کی صحیح تفسیر کرنے کا طریق یہ ہے کہ قرآن ہی سے قرآن کی تفسیر کی جائے۔ قرآن کی آیات خود ایک دوسرے کی تفسیر بیان کر دیتی ہیں اگر ایک جگہ ایک مضمون کو مجملاً بیان کیا گیا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل آگئی ہے۔ عوامی معاملات میں جن کا تعلق انسانوں کی کثرت سے ہے ان کی قرآن اور حدیث میں پوری وضاحت مل جاتی ہے۔ اور ابہام کی گنجائش بہت کم رہ جاتی ہے۔ قرآن کریم بار بار قرآن کی آیات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور ہمارے علماء کا اسلام کا فرض ہے کہ وہ قانون سازی کے لئے قرآن سے مدد لیا کریں، قرآن اور حدیث کے مطالعہ کے بعد اگر وہ کوئی حل پیش کرنا چاہیں تو ان کا دوسرے رفقاء مجلس بھی قرآن اور حدیث سے زیرِ بحث مسئلہ پر پوری طرح روشنی حاصل کر کے مجلس میں اور پھر اس مسئلہ کو کھلے اجلاس میں پیش کریں۔ اس پر خوب بحث ہو اور تبادلہ خیالات کر لیا جائے۔ اسی لئے قرآن کریم نے مسلمانوں کی حکومت کو صحیح خطوط پر چلانے کے لئے شورائی نظام قائم کر دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الشوریٰ کی آیت ۳۸ میں مذکور ہے کہ وامرھم شوریٰ بینھم۔ یعنے ان کی حکومت کے تمام کام باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۵۹ میں اسی شورائی نظام کی مزید یوں توضیح فرما دی ہے

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین

یعنے معاملات ملکی میں ان کا مشورہ لے لیا کرو پھر جب اس مشورہ کی روشنی میں کسی امر کے متعلق فیصلہ صادر کر دیا جائے تو پھر خداوند تعالےٰ کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنا دیا جائے۔ خدا کی ذات پر بھروسہ کر لینا کبھی بے سود نہیں ہوتا اللہ تعالےٰ ایسے بھروسہ کرنے والے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ اسی طرح کثرت رائے سے صادر کئے ہوئے فیصلے اللہ تعالےٰ کی منظوری کی سند اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اس امر کی وضاحت اس آیت ۱۵۹ کے بعد کی آیت ۱۶۰ بیان کر دیتی ہے :-

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہٖ وعلی اللہ فلیتوکل

المؤمنون۔

ترجمہ :- اگر حق تعالےٰ تمہاری مدد کرے تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر وہ تمہارا ساتھ نہ دے اور غالب کر دے پس ایمان والوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالےٰ پر ہی اعتماد رکھیں۔

مشاورت کے نظام کی حمایت تو داللہ تعالےٰ کی طرف سے بھی ہوتی رہتی ہے۔ پس رہنماؤں کو خود رائی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ مسائل میں اس حد تک لچک رکھنی چاہیئے کہ مجلس مشاورت بحث و تمحیص کے بعد اس میں ترمیم و تنسیخ سے کام لے سکے مجلس برپا کرنے سے پیشتر چند لوگوں کا اپنے موقف کو قوم کی مجلس شوریٰ کے سامنے پیش نہ کرنا اور ان کے مشوروں کو پہلے ہی مسترد کر دینا اسلام کے شورائی نظام کی خلاف ورزی ہے اور خدا کی ذات پر بھی بے اعتمادی کا اظہار ہے۔

مایوسی کی کوئی وجہ نہیں

اس مضمون میں بیان کی ہوئی تمام مشکلات کے باوجود ہم اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ابھی پانچ چھ سال کا عرصہ ہوا ہے کہ ہمارے کوتاہ اندیش اور کینہ پرور دشمن نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اپنے صحیح اسلامی موقف سے ہٹ چکے ہیں اور اب ہمارے لئے یہ ممکن ہے کہ ہم ایک مضبوط مرکز قائم کر سکیں گے ہم پر اچانک حملہ کر دیا تھا یہ حملہ اتنا پھر پور اور اچانک تھا اور دشمن کی طاقت ہم سے پانچ گنا سے بھی زیادہ تھی اور اس کے پاس سامان حرب کی فراوانی کا کوئی حساب نہیں تھا کہ بظاہر ہمارا اس مبارزت میں بچ نکلنا قریب قریب ناممکن نظر آرہا تھا مگر اللہ تعالےٰ نے نہ صرف یہ کہ ہمیں دشمن سے بچا لیا بلکہ دشمن پر غالب کر کے فاتح بنا کر دنیا کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے ہوا! کہ ہمارے قلوب فوج اور عوام کے قلوب ایمان کی روشنی سے جگمگا اٹھے۔ ہم پھر متفق و متحد ہو کر صرف مسلمان اور پاکستانی کی حیثیت میں دشمن کے سامنے ڈٹ گئے۔ ہم فروعی اختلافات تنازعات علاقائی مناقشات اور لسانی اور علاقائی تفریقات کو بھول گئے یہ مقابلہ اسلام اور کفر کا مقابلہ بن گیا اور اسلام غالب آگیا۔ اب بھی انشاء اللہ تعالےٰ پاکستان کے مسلمان ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص (۶۱:۴) کا ورد کرتے ہوئے دشمن کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیں گے۔ ہمارے رہنما اس سیاسی تعطل اور بحران کو دور کرنے کا کوئی نہ کوئی فارمولا جلد ہی تلاش کر لیں گے۔ ہمارے صدر مخلص ہیں۔ صادق القول اور متوکل علی اللہ ہیں۔ دانش و بینش سے بھی خداوند کریم نے انہیں وافر حصہ دیا ہے، ان کی حب الوطنی شک و شبہ سے بالا ہے انہیں بھی خدا توفیق بخشے گا کہ وہ ہمارے لیڈروں سے پورا پورا تعاون کر کے اس ملک کی کشتی کو جو اس وقت منجدھار میں پھنسی ہوئی ہے ساحل سلامتی پر لے آئیں۔

مسلمان کی تعریف

جب آئین بن جائے گا۔ اور تمام جماعتیں اس پر متفق ہو کر استحکام ملک کے لئے متحد ہو کر کام کرنے لگ جائیں گی تو جو مسائل وقتاً فوقتاً سامنے آتے جائیں گے انہیں انشاء اللہ تدبر اور فراست اور نورِ ایمان سے حل کرتے جائیں گے۔ اس وقت مولانا مفتی محمود احمد صاحب نے ایک مسئلہ جو فی الواقعہ بہت اہمیت رکھتا ہے قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں آئین میں مسلمان کی تعریف درج کر دینی چاہیئے تاکہ آئندہ کسی کو مسلمان قرار دینے میں کوئی دقت نہ ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ملک کی سالمیت اور اسلام کی جامعیت کو برقرار رکھے اور ہمیں توفیق بخشے کہ ہم پاکستان کو اسلام کا سب سے بڑا مرکز بنا کر دنیائے انسانیت میں اس کے نور کی شعاعیں پھیلاویں اور اس کرۂ ارضی کو بقعہ نور بنا دیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بے جا رسومات - بقیہ از صفحہ ۲

اور اس سے اجتناب اور احتراز کے لازم ہونے کا احساس شدت سے پیدا ہو سکے۔ حدیث شریف میں یوں وارد ہے کہ :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزِ قیامت میں حوضِ کوثر پر اپنے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ کھڑا ہونگا کہ میرے سامنے متبعین کو جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا۔ یکدم میں کیا دیکھوں گا کہ بعض امت کے افراد کو آگ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا۔ تو میں خدا تعالےٰ کے حضور یہ کہوں گا کہ یا خداوندا یہ تو میرے ماننے والے لوگ معلوم ہوتے ہیں تو مجھے جواب ملے گا کہ واقعتہً یہ آپؐ کے پیروکار ہیں مگر آپ کو کیا معلوم کہ آپؐ کے وصال کے بعد انہوں نے دین میں کون کون سی نئی باتیں پیدا کر لی تھیں جو دین کے خلاف تھیں۔ سو حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت میں خدا تعالےٰ کے صالح بندے عیسیٰ ابن مریم کا وہ قول دوہراؤں گا جسے قرآن پاک نے نقل کیا ہے کہ :-

"میں ان پر واہ رہا جب تک کہ میں ان میں رہا مگر جب تو نے مجھے اپنے پاس بلا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا"

رپورٹ احمدیہ لوکل فنڈ کمیٹی لائلپور

(مارچ ۱۹۶۹ء تا نومبر ۱۹۷۰ء)

—— احمدیہ لوکل فنڈ کا قیام فروری ۱۹۶۴ء میں عمل میں آیا اور جب سے باقاعدگی کے ساتھ یہ فنڈ اپنے بنیادی اغراض و مقاصد کے تحت سرگرم عمل ہے۔ اس وقت تک اس فنڈ میں پچاس ہزار روپے سے زائد رقم اکٹھی ہو کر مختلف مدات میں تقسیم کی جا چکی ہے۔ اس وقت ماہوار مبلغ -/284 روپے وظائف اور مالی امداد کی صورت میں خرچ ہو رہے ہیں۔

—— امسال ہم نے -/4495 روپے قرضہ حسنہ کے طور پر دیئے تھے جن میں سے احباب نے مبلغ -/2475 روپے ادا کر دیئے ہیں۔ مارچ ۱۹۶۹ء سے لے کر نومبر ۱۹۷۰ء تک آمد و خرچ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :-

آمدن :-

مد	رقم
اکونٹ نیشنل بنک آف پاکستان لائلپور	3529.00
سپین مشن فنڈ	30.00
فطرانہ	476.00
زکوٰۃ فنڈ	2200.00
عطیات متفرق	500.00
جلسہ فنڈ	548.00
مشرقی پاکستان ریلیف فنڈ	4101.00
چندہ لوکل فنڈ	21664.50
انٹرسٹ	277.87
کل میزان	33526.57

اخراجات :-

مد	رقم
بستر برائے مہمانان	350.00
قرآن پاک	45.00
دعوت و خرچ ماہوار اجلاس	2377.94
سفر خرچ	407.00
تنخواہ عملہ	1850.00
فرنیچر لائبریری	919.87
تقسیم کپڑا و عیدی بموقعہ عید الفطر	1360.00
قرضہ حسنہ	2025.00
متفرق خرچ	414.44
خرچ اشاعت لٹریچر	1453.13
نقد مالی امداد	5151.50
طبی امداد	18.00
تعلیمی امداد	5823.26
ایسٹ پاکستان ریلیف فنڈ	4101.00
جلسہ فنڈ	548.00
نیشنل بنک آف پاکستان میں جمع	6421.46
کل میزان	33326.57

دستخط
(میاں) مسعود احمد
سیکرٹری احمدیہ لوکل فنڈ کمیٹی لائل پور مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۱ء

"جائزہ" {سالانہ رپورٹ از آنریری جنرل سیکرٹری} میں لاہور احمدیہ تحریک پر خوبصورت ایمان افروز بیان

امام صاحب برلین مسجد مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کا تبصرہ

"سالانہ رپورٹ کی چند کاپیاں مع اُردو لٹریچر مل گئی ہیں، شکریہ۔ سالانہ رپورٹ میں آپ کے ابتدائی ریمارک پڑھے۔ احمدیہ تحریک کی کامیابی اور احمدیہ جماعت لاہور کے عقائد کی صحت پر ایمان کو آپ نے بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ یہی وہ ایمان ہے جو جماعت کے افراد میں قربانی کا جذبہ پیدا کر سکتا ہے۔"

حضرت مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی علالت

محترم شیخ صاحب چند دنوں سے بخار کی وجہ سے صاحب فراش ہیں، کمزوری زیادہ ہے، احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

درخواست دُعا

— راجہ عبدالمجید صاحب چھ کسی ملتان سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے برخلاف مقدمہ مدت سے چل رہا ہے اب وکلاء کی بحث مقرر ہوئی ہے۔ راجہ صاحب جملہ احباب سے خاص طور پر مستدعی ہیں کہ ان کی مخلصی کے لئے درد دل سے خاص طور پر دعا کی جائے۔

امتحان میں کامیابی کے لئے دُعا

— جہلم سے مرزا لطف المنان طاہر اپنے امتحان میں کامیابی کے لئے احباب (بالخصوص مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اور حضرت میر ایدہ اللہ) سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

خالد عبداللہ کی شادی کی خوشی میں پچاس روپیہ کا عطیہ

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب

سانفرانسسکو۔ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۷۱ء۔

مکرمی ومحترمی جناب مولینا دوست محمد صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عزیزی خالد عبداللہ جو ایک ماہ کے لئے پاکستان گیا تھا۔ چھ ہفتہ گذارنے کے بعد ۱۸ مارچ کی شب کو یہاں بخیر وعافیت پہنچ گیا ہے۔ ان کی زبانی جماعت کے بزرگان اور احباب کے حالات سُن کر خوشی ہوئی۔ سب سے بڑھ کر تسلی یہ ہوئی کہ اس کی شادی کا انتظام اس کی واپسی سے چند روز پیشتر جناب بشارت احمد بقا صاحب کی دختر سے ہو گیا۔ اور اس طرح اس کی دلچسپی پاکستان اور جماعت سے قائم ہو گئی۔ شادی ۱٦ مارچ کو راولپنڈی میں ہوئی۔ نکاح مولینا بشیر احمد صاحب منتظر نے پڑھایا۔ ۱۷ مارچ کو راولپنڈی میں راولپنڈی کلب میں دعوت ولیمہ ہوئی جس کی ذمہ داری خالد کے بھائی جلال الدین محمد اکبر نے لے لی تھی۔

ہمیں خالد کی زبانی یہ معلوم کر کے ازحد خوشی ہوئی کہ شادی کے معاملات میں بشارت احمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے اسلامی سادگی کو ملحوظ رکھا۔ اور تمام کاروبار بخیر وخوشی سر انجام پا گیا۔ دعا فرمادیں کہ خداوند کریم اس شادی کو طرفین کے لئے برکت کا موجب بنائے اور دونوں خوش و خرم زندگی بسر کریں، دلہن کے والدین نے بڑی ہمت اور حوصلہ سے کام لیا ہے کہ انہوں نے ہم سے حسن ظن رکھتے ہوئے اپنی لخت جگر کو ہزاروں میل دور بھیجنے کا اس قدر قلیل عرصہ میں فیصلہ کر لیا۔

اس رشتہ کے انتظام اور رہنمائی کے لئے ہم جناب شیخ فاروق احمد صاحب اور بیگم فاروق کے ازحد ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے ظفر کی طرح خالد کو بھی عزیز خیال کرتے ہوئے ہر طرح سے امداد فرمائی۔

ان کے علاوہ جناب عبدالرحمٰن صاحب مالک الیکٹریکل کمپنی راولپنڈی کی امداد بھی قابل ستائش ہے۔ خاکسار اپنی طرف سے اور والدہ خالد کی طرف سے ان تمام بزرگوں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ جنہوں نے عزیز خالد کی شادی میں حصہ لیا۔

اس خوشی میں خاکسار پچاس روپیہ کی حقیر رقم اخبارات سلسلہ کی اشاعت کے لئے انجمن کو بھیج رہا ہے۔ خالد کی طرف سے ایک چیک راولپنڈی مسجد فنڈ میں نکاح کے بعد دے دیا گیا تھا۔

والسلام۔ خاکسار۔ محمد عبداللہ

ایک انگریز خاتون کا قبولِ اسلام

مکتوب از شیخ محمد طفیل صاحب ووکنگ (انگلستان)

مسز جے وائٹ اپنے ایک خط مورخہ ۲ اپریل ۱۹۷۱ء میں رقم طراز ہیں:—

"کچھ ہفتے ہوئے مسٹر بروس برک نے سٹروڈ کے مقام پر ایک میٹنگ بلائی، جہاں ہم نے ورلڈ کانگریس آف فیتھس کی نارتھ کینٹ برانچ قائم کی۔ مجھے کمیٹی ممبر چنا گیا۔ جب مسٹر بروس برک نے اعلان کیا کہ ہماری کمیٹی میں عیسائی، ہندو اور سکھ ممبر شامل ہو چکے ہیں اور ہمیں ایک مسلم ممبر کی ضرورت ہے۔ اس موقعہ پر میں نے ہاتھ اُٹھایا اور کہا کہ مسلم ممبر تو آپ کی کمیٹی میں شامل ہے اور اپنی طرف اشارہ کیا۔

طفیل صاحب آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ کئی مہینوں سے کن خطوط پر میرا دل اور دماغ کام کر رہا تھا۔ اور میں چاہتی تھی کہ کسی موقعہ پر اس امر کا اعتراف کر لوں کہ میں کیا ہوں۔ اس میٹنگ کے دوران وہ لمحہ آہی گیا کہ جب میں اس چیز کو قبول کر لوں یا رد کر لوں جسے میں اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کر رہی تھی اور میں اس موقعہ پر خاموش نہ رہ سکی۔

نہ جانے میرے اس عمل پر آپ کیا کہیں اور کیا محسوس کریں!

آپ نے مجھے متعدد بار یہ بتایا تھا کہ انسان کو پہلے ان اصولوں کو تسلیم کر لینا چاہیئے جو سچے ہیں۔ تفصیلات کا فکر بعد میں کرنا چاہیئے۔ میں نے آپ کی اس بات کو اس وقت قبول نہیں کیا، اب تسلیم کرتی ہوں کہ آپ درست کہتے تھے۔

کسی وقت میں اسلام کا باقاعدہ اعلان کرنا چاہوں گی، جیسا آپ پسند فرمائیں گے۔"

مخلص (مسز) جے۔ وائٹ

ان کو خط لکھا گیا کہ آپ نے اسلام کا اعلان تو کر دیا اب کسی اور اعلان کی ضرورت نہیں۔

جماعتِ احمدیہ لائل پور کی تبلیغی سرگرمیاں

از یکم ستمبر تا ۳۱ دسمبر ۱۹۷۰ء

۱۔ جمعہ کے اجتماعات۔ عرصہ زیر رپورٹ میں مقامی مبلغ حافظ شیر محمد صاحب نے ہر جمعہ مختلف اسلامی مسائل پر مشتمل خطبات دیئے اور احبابِ جماعت کو ہر مسئلہ کے متعلق وضاحت سے معلومات بہم پہنچائیں۔

جمعہ میں کم آنے والے اصحاب سے بصورت وفد مل کر باقاعدگی سے شمولیت نمازِ جمعہ کی تاکید کرنے کا فیصلہ ہوا۔

۲۔ لائبریری۔ مقامی جماعت نے مسجد سے ملحق ایک لائبریری قائم کر رکھی ہے اور اس کے لئے ایک رُکن کی خدمات بھی حاصل کی ہوئی ہیں جو باقاعدگی سے لائبریری کو کھولتے ہیں۔ بعض احباب کتب سے استفادہ کرتے ہیں مگر کماحقہ احباب کا رجحان لائبریری سے استفادہ کی طرف نہیں ہے۔ اس طرف احباب کو خاص توجہ دینی چاہیئے اور جو دوست مزید کتب لائبریری کے لئے وقف کر سکتے ہوں وہ رجسٹر میں کتب درج کرا کر لائبریری میں جمع کرا دیں۔

۳۔ تبلیغی امور۔ خاکسار ملک نذر حسین اپنی حسبِ استطاعت پیغامِ حق پہنچانے کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے اور جس قدر توفیق ملتی ہے ملنے جلنے والوں اور جن سے واسطہ پڑتا ہے انہیں اسلامی تعلیم کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیدا کردہ رُوحانی انقلاب اور اشاعتِ اسلام کے کام سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی چوہدری عبدالرزاق صاحب بھی تبلیغ کے لئے ایک خاص جذبہ اور شوق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں محمد صالح نور صاحب مقامی مبلغ حافظ شیر محمد صاحب کے ہمراہ یا انفرادی طور پر تبلیغ میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔

۴۔ تصنیف و نشر و اشاعت۔ عرصہ زیر رپورٹ میں جماعتی اجتماعات وغیرہ کی رپورٹیں پیغامِ صلح میں اشاعت کے لئے بھجوائی جاتی رہیں نیز جماعتی مسائل اور عقائد پر مشتمل مضامین بھی جماعت لائل پور کے افراد پیغامِ صلح میں بھجواتے رہے۔

۵۔ احمدیہ لوکل فنڈ۔ احمدیہ لوکل فنڈ کی تفصیلی رپورٹ آخر میں پیش کی جا رہی ہے اس کمیٹی کے اجلاس باقاعدگی سے منعقد ہوتے رہے اور وصول شدہ درخواستوں پر غور ہوتا رہا اور منظوری کے بعد رقوم کی ادائیگی کی جاتی رہی۔ لوکل فنڈ کے چندہ جات کی وصولی ماہ بماہ باقاعدگی سے محصل جماعت حافظ عبدالرؤف صاحب فرماتے رہے۔

۶۔ فراہمی چندہ جات۔ عرصہ زیرِ رپورٹ میں تمام چندہ جات نہایت باقاعدگی سے وصول کئے جاتے رہے اور مرکزی چندہ جات مرکز میں بھجوائے جاتے رہے۔

۷۔ ماہوار اجتماعات۔ ماہوار اجتماعات باقاعدگی سے منعقد ہوئے۔ ماہ ستمبر ۱۹۷۰ء سے دسمبر ۱۹۷۰ء تک ماہوار اجتماعات کا مختصر خاکہ ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

ستمبر ۱۹۷۰ء: ۱۱ ستمبر کو ماہوار جلسہ منعقد ہوا جس میں محترم عبدالوہاب خان بسمل صاحب نے قرآن پاک کی تعلیمات پر عالمانہ خطاب فرمایا۔

اکتوبر ۱۹۷۰ء: ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو یومِ محمد علیؒ کی تقریب پر جلسہ منعقد کیا گیا اور مرکز سے محترم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی اور محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری نے تشریف لا کر خطاب فرمایا۔

نومبر ۱۹۷۰ء: ۱۲ نومبر ۱۹۷۰ء کو ماہوار اجلاس منعقد ہوا جس میں محمد صالح نور صاحب نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر تقریر کی۔

دسمبر ۱۹۷۰ء: ۱۱ دسمبر کو ماہوار اجلاس منعقد ہوا جس میں ربوہ سے آنے والے تین مبلغین شریک ہوئے۔ محترم مرزا احمد لطیف صاحب نے جُمعہ کا خطبہ دیا اور مرزا احمد سلیم صاحب نے تقریر کی۔

۸۔ حفظِ قرآن: چوہدری عبدالرزاق صاحب کی دیرینہ خواہش تھی کہ احمدی بچوں کو قرآن کریم کے بعض حصے حفظ کرائے جائیں۔ جو جماعتی اجتماعات میں پڑھائے جایا کریں اور بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں انعامات بھی دیئے جائیں۔

چوہدری صاحب نے اس کی ابتداء فرما دی تھی اور بچوں کو قرآن کریم کے بعض حصے حفظ کرا کر اجتماعات میں ان سے پڑھوایا جاتا ہے۔

۹۔ شمولیت سلسلہ: لاہور میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احباب کو حاضر ہونے کے لئے خاص تلقین کی جاتی رہی الحمدللہ اس دفعہ جماعت لائل پور کے احباب کافی تعداد میں جلسہ میں شامل ہوئے۔ جو دوست مالی مشکلات کی وجہ سے استطاعت نہ رکھتے تھے انہیں لوکل فنڈ سے کرایہ وغیرہ کی سہولت فراہم کی گئی اور وہ جلسہ میں شریک ہوئے۔

۱۰۔ تعزیت میں شمولیت: عرصہ زیر رپورٹ میں ہمارے محترم بزرگ میاں فضل الرحمٰن صاحب کا ملتان میں انتقال ہو گیا اس موقعہ پر بعض احباب جماعت کی نمائندگی ہوئی۔ ان کے جنازہ اور مجلسِ تعزیت میں شرکت کے لئے ملتان گئے اور بعض دوست بعد میں افسوس کے لئے ملتان گئے۔

علاوہ ازیں جماعت نے ایک ہنگامی اجلاس کے ذریعہ ایک خاص قرارداد میں اپنے جذباتِ غم کا اظہار کیا اور قرارداد کی نقول اخبار پیغامِ صلح اور بیگم صاحبہ میاں فضل الرحمٰن صاحب مرحوم کو بھجوائی گئیں۔

۱۱۔ مبلغ لائل پور کی کراچی اور ایبٹ آباد کے سالانہ جلسوں میں شمولیت۔ عرصہ زیر رپورٹ میں جماعت ہائے کراچی و ایبٹ آباد کے سالانہ جلسے منعقد ہوئے۔ جماعت احمدیہ کراچی کی خصوصی دعوت پر محترم حافظ شیر محمد صاحب اور محترم محمد صالح نور صاحب کراچی تشریف لے گئے اور مختلف موضوعات پر انہوں نے جماعت سے خطاب کیا اور جماعت احمدیہ ایبٹ آباد کی دعوت پر محترم حافظ شیر محمد صاحب اور عزیز صادق نور صاحب نے جماعت کی نمائندگی کی۔

۱۲۔ مردم شماری: صدر جماعت میاں رشید احمد صاحب کے توجہ دلانے پر جماعت کی مردم شماری ازسرِنو کی گئی تاکہ تنظیم اور فراہمی چندہ و دیگر معاملات کے لئے جماعت کی صحیح تعداد معلوم ہو سکے اور مرکزی انجمن کی مجلسِ معتمدین میں بھی جماعت کی نمائندگی تعداد کے مطابق حاصل ہو سکے۔

۱۳۔ بیمار پُرسی و تیمارداری: عرصہ زیر رپورٹ میں جماعت کے بعض احباب صاحبِ فراش رہے اور بعض کو ہسپتال میں داخلہ لینا پڑا۔ جمعہ کے اجتماعات میں باقاعدگی سے ایسے احباب کے لئے اجتماعی دعائیں کی جاتی رہیں۔ اکثر احباب اب خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو چکے ہیں اور ہمارے اجتماعات کی رونق کا باعث ہیں۔ اس عرصہ میں محترم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع لمبے عرصہ تک صاحبِ فراش رہے اور ابھی تک بیمار ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں جلد از جلد صحتِ کاملہ عطا فرمائے۔ (آمین)

احباب باقاعدگی سے ان کی احوال پُرسی کے لئے ان کے مکان پر جاتے رہے۔

ایسا ہی ہمارے جھنگ کے محترم دوست میاں غلام شبیر صاحب علیل ہو گئے تھے۔ احباب جماعت میں سے بعض نے جھنگ جا کر ان کی بیمار پُرسی کی، اللہ تعالیٰ انہیں بھی مکمل صحت عطا فرمائے۔ (آمین)

۱۴۔ خواتین کی تنظیم: صدر جماعت کی خصوصی توجہ سے خواتین کی ازسرِنو تنظیم کی گئی اور اس کے لئے محترمہ بیگم صاحبہ میاں شریف احمد صاحب مرحوم کا انتخاب بطور صدر عمل میں آیا۔ خواتین کی تنظیم کے لئے کوششیں برابر جاری ہیں۔ ہم اس سلسلے میں اپنی بہن محترمہ بیگم بشارت نذر رب کے بہت بہت شکرگزار ہیں کہ وہ اس میں دلچسپی کا اظہار فرما رہی ہیں۔ اُمید ہے کہ اب خواتین پہلے سے زیادہ جماعتی اُمور میں حصہ لینا شروع کر دیں گی۔

۱۵۔ عیدالفطر کے موقع پر: حسبِ دستور سابق عرصہ زیر رپورٹ میں فطرانہ جمع کیا گیا۔ اور مستحق احباب میں عید پر تقسیم کی گئی۔

۱۶۔ تلقینِ عمل اور درخواست دُعا۔ آخر میں مَیں احباب جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ عملی طور پر جماعت کے امور میں حصہ لیں اور جماعت کے اجتماعات میں شریک ہونے کے علاوہ اپنا وقت بھی دیں اور مالی طور پر جس قدر ہو سکے ہمارے فنڈ کو اور مرکز کے چندہ کو زیادہ سے زیادہ کریں نیز دعاؤں پر زور دیں کیونکہ کوئی کام بھی خدا تعالیٰ کی امداد اور نصرت کے بغیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ والسلام

نذر حسین سیکرٹری جماعت احمدیہ
لائلپور

بقیہ اخبار و افکار

(سلسلہ صفحہ ۲)

مسلمانوں کے لئے الگ حکومت و معاشرت کے قیام کی تحریک کی۔

ہندو کی یہ ذہنیت آج پُورے طور پر کھل کر سامنے آ رہی ہے۔ اندریں حالات جہاں بھارت کے مسلمانوں کو آپس میں سر جوڑ کر اپنی حفاظت کے لئے کچھ سوچنا چاہیئے وہاں عالمِ اسلامی کو بھی ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال میں لانا چاہیئے۔

ملفوظات (بقیہ صفحہ اوّل)

صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور کل صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہیں یہاں تک کہ اسامہؓ کا لشکر بھی روانہ نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ کے کہنے پر حضرت ابوبکرؓ بآواز بلند کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اور اس پر استدلال کرتے ہیں کہ ما محمد الا رسول سے اب اگر صحابہ کے وہم و گمان میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہوتی تو ضرور بول اٹھتے مگر سب خاموش ہو گئے اور بازاروں میں یہ آیت پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ گویا یہ آیت آج اتری ہے۔ معاذ اللہ صحابہؓ منافق نہ تھے جو وہ حضرت ابوبکرؓ کے رعب میں آکر خاموش ہو رہے اور حضرت ابوبکرؓ کی تو دیانت کی یہی اصل بات تھی جو حضرت ابوبکرؓ نے بیان کی اس لئے سب نے گردن جھکا لی۔ یہ ہی اجماع صحابہؓ کا حضرت عمرؓ بھی تو یہی کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آئینگے۔ اگر یہ استدلال کامل نہ ہوتا اور کامل تب ہی ہوتا کہ کسی قسم کا استثناء نہ ہوتا کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے تھے اور انہوں نے پھر آنا تھا تو پھر یہ استدلال کیا یہ تو ایک مسخری ہوتی) تو خود حضرت عمرؓ بھی تردید کرتے۔ جبکہ یہ استثناء نہ تھا۔ اور امر واقعی یہی تھا اس لئے سب صحابہؓ نے بالاتفاق اس امر کو تسلیم کر لیا۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اول ص ۲۳۶)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۵ شمارہ ۱۷

الیکٹرک پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۵۳۷۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ انوارِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برار
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

پیغام صلح

لاہور — ہفت روزہ

مدیر: دوست محمد
مدیر معاون: بشیر احمد سوز

سالانہ چندہ: ۸ روپے
بیرونی ممالک: ایک پونڈ
ایک سو روپے پیشگی
آنے پر پرچہ تا زندگی
جاری ہو سکتا ہے!

جلد ۵۸ ○ یوم چہار شنبہ، مورخہ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۷۱ء ○ شمارہ ۱۹

حضرت مجدّدِ زمان مسیح موعود علیہ السّلام کا

ہدیۂ عقیدت بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں

وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنے انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہ تھا صرف انسان میں تھا یعنے انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ و ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اسکے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور امانت سے مراد انسان کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء روحانی و جسمانی ہیں جو خدا تعالیٰ انسان کامل کو عطا کرتا ہے اور پھر انسان کامل برطبق آیت ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا اس ساری امانت کو جناب الٰہی کو واپس دے دیتا ہے یعنے اس میں فانی ہو کر اس کی راہ میں وقف کر دیتا ہے ...... اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید و مولیٰ، ہمارے ہادی امی صادق مصدوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی......

سُبحان اللہ ما اعظم شانک یا رسول اللہ ؎

موسیٰ و عیسیٰ ہمہ خیلِ تو اند ؛ جملہ دریں راہ طفیلِ تو اند

فِی مَدْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

مِنْ مُجَدِّدِ زَمَانْ حَضْرَتْ مِیرْزَا غُلَامْ اَحْمَدْ قَادِیَانِی مَسِیحِ مَوْعُودْ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامْ

کالم اول میں حضرت مسیح موعودؑ کی نعت عربی زبان میں ہے۔ دوسرے کالم میں ہمارے ایک دوست کی طرف سے اس نعت کا اردو ترجمہ اشعار میں ہے۔

یَا قَلْبِیَ اذْکُرْ اَحْمَدَا
عَیْنَ الْھُدٰی مُفْنِی الْعِدَا

اے مرے دل! ذکرِ احمدؐ کر زباں سے بار بار
وہ ہدایت کا ہے چشمہ دشمن اس کے سوگوار

بَرًّا کَرِیْمًا مُحْسِنًا
بَحْرَ الْعَطَایَا وَالْجَدَا

وہ سراپا مہرباں، محسن، کرم گستر ہے دیکھ!
جود و بخشش کا وہی ہے بحرِ ناپیدا کنار

بَدْرٌ مُّنِیْرٌ زَاھِرٌ
فِیْ کُلِّ وَصْفٍ حُمِّدَا

چودھویں کا چاند ہے معمور ہے انوار سے
ذات سے اس کی ہے ہر وصفِ معلیٰ آشکار

اِحْسَانُہٗ یُصْبِی الْقُلُوْ
بَ وَحُسْنُہٗ یُرْوِی الصَّدَا

اس کے احساں کی طرف مائل ہیں انسانی قلوب
حسن اس کا تشنگی کے واسطے جامِ بہار

اَلظَّالِمُوْنَ بِظُلْمِھِمْ
قَدْ کَذَّبُوْہُ تَمَرُّدَا

ظالموں نے ظلم ڈھائے اس کو جھٹلاتے رہے
اس کے ہر حسنِ عمل پر سرکشی کی اختیار

وَالْحَقُّ لَا یَسَعُ الْوَرٰی
اِنْکَارُہٗ لَمَّا بَدَا

حق ہو جب ظاہر تو پھر کوئی چھپا سکتا نہیں
اس کی دل افروزیاں جو شگفتہ ہے بہار

اُطْلُبْ نَظِیْرَ کَمَالِہٖ
فَسَتَنْدَمَنَّ مُلَدَّدَا

ڈھونڈھ دیکھو! تم نہ پاؤ گے کہیں اس کی نظیر
اپنی سرگردانیوں پر ہو گے آخر شرمسار

مَا اِنْ رَاَیْنَا مِثْلَہٗ
لِلنَّاشِئِیْنَ مُسَھِّدَا

ایسا انساں ہم نے تو ہرگز کہیں دیکھا نہیں
یوں جو سوتوں کو جگائے خواب سے مردانہ وار

نُوْرٌ مِّنَ اللّٰہِ الَّذِیْ
اَحْیَی الْعُلُوْمَ تَجَدُّدَا

وہ سراسر نور ہے اللہ کا بھیجا ہوا
اس نے ہر اک علم کو بخشا لباسِ نو بہار

اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُجْتَبٰی
وَالْمُقْتَدٰی وَالْمُجْتَدٰی

برگزیدہ مصطفےٰ ہے برگزیدہ مجتبےٰ
پیشرو جس کی عطا کا ہر جہاں ہے ریزہ خوار

جُمِعَتْ مَرَابِیْعُ الْھُدٰی
فِیْ وَبْلِہٖ حِیْنَ النَّدٰی

ہے یہی ہادی کہ جس کی بارشِ اخلاق میں
ہیں ہدایت اور سخا آپس میں ہم [illegible]

ہفت روزہ پیغامِ صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۷۱ء

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبِ سعید اور موجودہ مسلمان

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب سعید پر مسلمانوں کی طرف سے جن جذبات عقیدت و خلوص کا اظہار ہر سال کیا جاتا ہے اور امسال بھی لاہور اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں جس شان و شوکت کے ساتھ یہ دن منایا گیا وہ ہر طرح قابلِ تحسین اور لائق مبارک باد ہے، اس سے ظاہر ہے کہ عام مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کے بے پناہ جذبات موجزن اور جاگزیں ہیں، اور کیوں نہ ہوں یہ وہ بزرگ ترین ہستی ہیں۔ جن کی بلندیٔ شان کی کوئی انتہا نہیں، اس کے کارنامے، اس کے نظریات و تعلیمات مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی و شفقت اور ایک گناہوں سے لتھڑی ہوئی دنیا کو ہر قسم کی بدیوں اور برائیوں سے پاک کر کے اور شرک و بُت پرستی سے چھڑا کر خدائے واحد کے آستانہ پر جھکا دینا اور مخلوق پرستی سے نکال کر خدا پرست بنا دینا اور خدا کے ساتھ ایسا تعلق لگا دینا کہ انسانوں کے اعمال و کردار سے خدائی صفات جلوہ گر ہوگئیں یہ نسلی و لونی اختلافات کو مٹا کر ایک قوم اور ایک برادری بنا دینا، غلاموں اور عورتوں کو وہ حقوق دینا جو دنیا کے کسی مذہب اور قوم میں نہیں پائے جاتے، یہ وہ چیزیں ہیں جو اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے مذہبی پیشوا کسی بڑے سے بڑے لیڈر اور رہنما سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔

خدا کی مخلوق افتراق و انتشار، بدکاریوں اور بدراہیوں کی وجہ سے ذلت و ادبار کے انتہائی گڑھے میں گری ہوئی تھی، اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اُٹھا کر اوجِ کمال پر پہنچا دیا، اور صرف تیئس سال کے عرصہ میں عرب کی ذلیل ترین دُنیا کو قیصر و کسریٰ کے تخت کا وارث بنا دیا جس پر فردوسی شاعر حیرت زدہ ہو کر کہتا ہے۔

زشیرِ شتر خوردن و سوسمار ٭ عرب را بجائے رسید است کار
کہ تختِ کیاں را کنند آرزو ٭ تفو بر تو اے چرخِ گردوں تفو

فردوسی ہی نہیں، دنیا کے دوسرے بڑے بڑے مدبرین، مؤرخ اور مصنفین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کارنامہ پر حیرت زدہ ہو کر یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ دنیا کے تمام رہنماؤں میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کامیاب ترین انسان ہیں۔

ایک طرف انسانوں کے ساتھ یہ تعلق اور دوسری طرف قربِ الٰہی کا وہ مقام کہ فکان قابَ قوسین او ادنیٰ کا بلند ترین مرتبہ آپ کو حاصل ہوا، اس شان اور مرتبہ کا انسان جس قوم کا رہنما ہو وہ جس قدر فخر کرے اور اس کے یوم پیدائش پر جس قدر خوشیاں منائے کم ہے۔

لیکن ہر چیز کا جہاں ظاہر ہے وہاں باطن بھی ہے اور جو قوم صرف ظاہر پر انحصار رکھے اور باطن کی طرف توجہ نہ دے اس کے ظاہری اعمال کوئی فائدہ نہیں دے سکتے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض دنیا کے باطن کو درست کرنا تھا، آپ نے تزکیہ نفوس کا جو کام کیا اس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار نیک عملی اور حسن کردار کی طرف توجہ دلائی۔ اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کی کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں رسولؐ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے چھوٹ جاؤں گی، اعملی اعملی عمل کرو عمل کرو کہ اس کے بغیر نجات حاصل نہیں ہو سکتی، یہی نصیحت آپ نے اپنی پھوپھی کو دی، آپ کی ازواجِ مطہرات کو حکم ہوتا ہے کہ اگر تم سے کوئی بری حرکت سرزد ہوئی تو تمہارے لئے دوگنی سزا ہے۔ جب آپ کے عزیز ترین رشتہ داروں کا یہ حال ہے تو کسی دوسرے کا کیا حال کہ نیک اعمال کے بغیر نجات کی توقع کر سکے۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی متبع کہلا سکے۔ وہ پیر اور مشائخ جو اپنے مریدوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ ہمارا دامن پکڑ کر تم نجات پا جاؤ گے اور وہ نعت خوان اور یوم میلاد پر ظاہری شان و شوکت میں حصہ لینے والے مسلمان جو یہ خیال کرتے ہیں کہ محض ان کی نعت خوانی اور ظاہری عقیدتمندی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوش کرنے کا موجب ہو گی انہیں یاد کرنا چاہیئے کہ جب آپ صلعم کی اولاد و ازواج نیک عمل کے بغیر نجات نہیں پا سکتیں تو کسی دوسرے کا کیا حال، یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں یوم میلاد کی تقریب منانے کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ ان لوگوں کے نزدیک اتباعِ رسولؐ ہی سب سے بڑا فرض سمجھا جاتا تھا، جس کو انہوں نے اپنے پاکیزہ اعمال اور باطنی پاکیزگی کے ذریعہ سے پورا کر دیا۔ قرآن کریم کا ارشاد من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان کا وظیفہ عمل تھا، اور قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی آیہ کریمہ ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی تھی، اور وہ اتباعِ رسولؐ کے ذریعہ خدا اور رسول کے محبوب بن گئے۔ افسوس ہے کہ آج ان بزرگوں کے طریق عمل کو چھوڑ کر صرف ظاہری نمائش اور رنگا رنگ پروگراموں اور جلسوں اور جلوسوں کو ہی ہم نے سب کچھ سمجھ لیا اور باطنی طہارت اور نیک عملی سے ایسے کنارہ کش ہو چکے ہیں کہ گویا اس کی ضرورت ہی ہمارے نزدیک باقی نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ اس تمام نمائش کے باوجود اور ایسے عظیم الشان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہونے کے باوصف آج مسلمان دنیا کی نظروں سے گر چکے ہیں اور وہ عزت و وقار جو قرون اولیٰ کے بزرگوں کو اقوامِ عالم میں حاصل تھا ہمارے نصیبوں میں نہیں بلکہ ہم اپنے اعمال سے رسول کریم صلعم کو بدنام کر رہے ہیں، اس سے بڑھ کر افسوسناک بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

ضرورت ہے کہ یوم میلاد کی تقریبات کے ساتھ ساتھ مسلمان اپنے اعمال کو بھی سنوارنے کی کوشش کریں اور اپنے کردار سے ثابت کریں کہ ہماری ظاہری نمود و نمائش اس پاک باطنی کا نتیجہ ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے ہم نے حاصل کی ہے۔ ہمارے نیک اعمال اور عبرتوں کو نمایاں کرتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو پھیلانے کا موجب ہوں، یہ وہ سچی عقیدتمندی ہے جو یوم میلاد کو زیادہ پُرکشش بنانے اور ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوش کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔

کاش ہمارے مسلمان بھائی ظاہری نمود و نمائش سے بڑھ کر اس حقیقت کی طرف توجہ کریں کہ اس کے بغیر کوئی عقیدتمندی کسی کام نہیں آ سکتی۔

اعتذار

گذشتہ شمارہ (مؤرخہ ۵ مئی ۱۹۷۱ء) میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ۱۲ مئی کے پرچہ کا ناغہ ہوگا اور اسکے بعد ۱۹ مئی کا پرچہ میلاد النبی صلعم نمبر کے نام سے ڈبل شائع ہوگا۔

اس کے بعد حکومت کی طرف سے اخباری کاغذ (نیوز پرنٹ) پر کنٹرول ہو گیا اور پیغامِ صلح کے لئے صرف ۲ ریم کاغذ کا پرمٹ منظور ہوا، ان حالات میں ڈبل نمبر شائع نہیں ہو سکا، جس کی وجہ سے بہت سے بزرگوں اور دوستوں کے مضامین جو میلاد النبی صلعم نمبر کے لئے موصول ہوئے تھے درج نہیں ہو سکے ہم ان سب اصحاب سے معذرت خواہ ہیں، انکے مضامین انشاء اللہ آئندہ پرچہ (مؤرخہ ۲۶ مئی [illegible]

جلال ان کا (صلی اللہ علیہ وسلم)

(ابوالرشد)

عروجِ ابنِ آدم ہے۔ نظر انکی، خیال ان کا
شعور و آگہی کیا ہیں؟ ادا انکی، جمال ان کا
جہاں میں عظمتِ آدم کو سجدہ کس نے کرنا تھا
نہ ہوتا وسعتِ کون و مکاں میں گر جلال ان کا

محسنِ انسانیت، خاتم الانبیاء، سرورِ کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت پر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا بارگہِ رسالت میں نذرانہ عقیدت و احترام

بشیر احمد سونی

لاہور۔ مورخہ ۸ مئی ـــــــ آج ملک بھر میں یوم میلاد النبی صلعم نہائی جوش و خروش سے منایا گیا، کروڑوں فرزندانِ توحید نے سرورِ کائنات، ہادی اعظم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو پرخلوص ایمان و ایقان بھرا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ شہروں میں جلوس نکلے، محافل میلاد اور چراغاں ہوئے۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی طرف سے جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ۵ بجے شام امیرِ قوم حضرت الحاج مولنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں محفل میلاد منعقد ہوئی۔ حافظ قاری محمد بوستان صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور طلباء نے حضرت مسیح موعود کا منظوم کلام در مدح سرورِ کائنات صلعم ترنم سے پڑھا۔ مقررین سلسلہ نے نبیوں کے سردار خیر البشر، افضل الرسل، پاک محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد بیان کئے، آپؐ کی سیرت مبارکہ مطہرہ اور آپؐ کی حیات آفرین تعلیمات پر روشنی ڈالی۔ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر زور دیا گیا اور ملت کی سلامتی اور ملک کے استحکام کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔ صدرِ محفل نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اُمتِ مسلمہ کے لئے ہی نہیں بلکہ اقوامِ عالم کے لئے رشد و ہدایت اور امن و سلامتی کا پیغام لائے ہیں آپؐ نے اپنے انفاسِ قدسیہ سے مختصر سے عرصہ میں بدی و بدکرداری کے مرکز کو گہوارہ تقوےٰ و طہارت بنا دیا۔ آپؐ خلقِ عظیم پر قائم تھے، آپؐ کے زیرِ اثر بڑے بڑے تاریخ ساز انسان پیدا ہوئے آپؐ نے وحدتِ عالمِ انسانیت کا سبق دیا۔ توحیدِ الٰہی کی تلقین فرمائی اور حریتِ فکر و ضمیر کی تعلیم دی۔

آپؐ نے ایک عظیم الشان قوم پیدا کی

جس نے اپنوں اور غیروں میں، مساوات، عدل و انصاف کی بے نظیر مثالیں قائم کیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگی اسوہ حسنہ نبویؐ کے مطابق ڈھالیں اور ملتِ اسلامیہ کی سالمیت اور یک جہتی کو قائم رکھنے کے لئے اپنے نفس کا ایثار کریں۔ ملتِ اسلامیہ نے اگر دین و دنیا میں تاریخ ساز اور قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں تو وہ صرف اپنی زندگیوں کو رسول اکرم صلعم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے سے ہی انجام دی ہیں، آج بھی یہی راستہ اختیار کر کے ہم دین و دنیا کی نعماء سے متمتع ہو سکتے ہیں۔

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے فرمایا کہ ہر انسان صفاتِ الٰہیہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ مختصر پیمانہ پر اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر ہے۔ انسان میں کوئی نہ کوئی صفتِ الٰہیہ نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کی زندگیوں میں صفاتِ الٰہیہ میں سے کسی ایک صفت کا اظہار نمایاں طور پر ہوا اور بعض کے اندر ایک سے زائد کا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفاتِ الٰہیہ کا نور اپنی مقدار اور کمال میں پورے طور اور نمایاں طور پر جلوہ گر ہوا، اس لئے آپؐ انسان کامل ہیں۔ آپؐ نے اپنے اقوال و افعال سے انسانیت کی جملہ اخلاقی و روحانی صفات کا کمال ارتقاء کر کے دکھلا دیا۔ اسی وجہ سے آپ ہی افضل الرسل اور سید الانبیاء اور خیر البشر ٹھہرے نہ صرف حضرت نبی کریم صلعم ہر نبی سابق کی خاص خاص صفت کو کمال ارتقاء پر اپنے وجود میں لیتے ہیں اور جمیع صفات کے رنگوں کو اپنی ذات میں مرتکز و مجتمع کرتے ہیں بلکہ پھر ان رنگوں کو منتشر کر کے اپنے متبعین کو حسب استعداد و صلاحیت ایک ایک رنگ عطا فرماتے ہیں۔ اسی لئے علماءِ اُمت کو انبیاء بنی اسرائیل کی مثیل قرار دیا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ حضور کی ساری کی ساری زندگی کمال راستبازی صداقت شعاری، صاف گوئی، انتہائی سادگی، بے نفسی اور پاکبازی کی زندگی تھی، فقیری اور بادشاہی ہر دو موقعوں پر آپؐ نے سیرت و کردار کا ایک ہی نمونہ دکھایا اور آپ کی باطنی کیفیات ایک ہی رہیں۔ محترم ڈاکٹر صدیق صاحب نے کہا کہ حضور نبی کریم صلعم دنیا جہان کے ہادی و مہدی ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کو صفاتِ احمدی اور خلق محمدی اپنی زندگی میں اپنانا چاہیئے۔ عید میلاد النبیؐ کی تقریبات کے انعقاد کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم اسوۂ حسنہ نبوی صلعم کو اپنائیں، یہی ایک چراغ اور روشنی ہے جس سے ہم اپنی راہ کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ اور اپنی منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔

محترم مرزا مسعود بیگ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ تمام اُمت نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر کو دنیا میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ حضرت امامِ زمان علیہ السلام نے ہر ایسے اعتراض کی دلائل و براہین اور تاریخ و حقائق کی روشنی میں تردید کی، اور اصحابِ جماعت نے بھی اعتراضات کی تردید کر کے اور اصل حقائق پیش کر کے حضرت حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ اپنے عشق و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ محترم مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ پر جو اعتراض عام طور پر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ نے زیادہ شادیاں کیں۔

اس مسئلہ پر تاریخی اور تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے آپؐ نے کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل ۱۱ شادیاں ہوئیں، جن میں پانچ بیوہ تھیں۔ ایک مطلقہ تھی۔ ایک باکرہ تھی اور تین شادیاں سیاسی اور اجراء تعلقات و استحکام ایلاف کے لئے تھیں۔ آپؐ نے یہ شادیاں اپنے نفس کی تسکین اور سفلی جذبات کی خاطر نہیں رچائی تھیں، بلکہ تالیف قلوب، بیوگان کو سہارا اور سنبھالا دینے، تعلیم دین تربیت ملت اور قبائل اقوام کے ساتھ تعلقات کے قیام و استحکام کے لئے شادیاں کیں۔

محترم کرنل سعید احمد صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب یعنے قرآن کریم متقیوں کے لئے ہدایت کا موجب ہے۔ متقی وہ انسان ہیں جو تقوےٰ کے مقام پر کھڑے ہو کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرتے ہیں۔ چنانچہ متقی بننے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کے قول ـــ قرآن کریم پر عمل کرے اور اس قول کے مطابق عمل کا جو نمونہ سیرت نبوی صلعم کی صورت میں موجود ہے اس کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی میں تقوےٰ و طہارت پیدا کرے آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تعلیمات اقوام عالم کے لئے ہیں اور قیامت تک کے لئے ہیں ان تعلیمات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ کو دیکھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

محترم کرنل صاحب نے فرمایا کہ دنیا میں فرزندانِ توحید کروڑوں کی تعداد میں ہیں قرآن کریم کو شب و روز پڑھا جاتا ہے، اس کے باوجود ہم قرآن کو فرد و معاشرے کے اندر عملی صورت میں کہیں جلوہ گر نہیں دیکھتے اور نہ اس کی حسنات سے متمتع ہیں۔ اس فقدان و محرومی کی وجہ صرف یہی ہے کہ قرآن پر ہمارا عمل نہیں ہے اور قرآن ہمارے گلوں سے نیچے نہیں اترتا۔ قرآنی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے اُسوہ حسنہ نبی کریم صلعم کی پیروی سے انسان عباد الرحمٰن میں سے ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کرنے کے لئے قرآن و رسولؐ کی تعلیمات پر عمل کریں، حضور صلعم کی سیرت کا مطالعہ کثرت سے اور بار بار کریں اور اس پر عمل کرنے کی سعی کریں اور اللہ تعالےٰ سے توفیق مانگتے رہیں کہ وہ اپنے حبیب پاک محمد رسول اللہ صلعم کے اسوہ حسنہ پر چلائے۔ آپ کی تقریر کے بعد دعائے خیر کی گئی اور محفل میلاد برخواست ہوئی۔

اخبارِ احمدیہ

شیخ محمد عبد اللہ صاحب سیالکوٹی کی وفات۔

ـــ یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس سے سُنی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک محترم بزرگ شیخ محمد عبد اللہ صاحب سیالکوٹی فالج کے حملہ سے چند روز بیمار رہ کر بعمر ۸۰ سال وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی جو حضرت مسیح موعودؑ کے اولین ساتھیوں میں سے تھے، کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کی وفات سے جماعت احمدیہ لاہور ایک نہایت نیک دل اور مخلص ممبر سے محروم ہو گئی۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اعلےٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ تمام بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ مرحوم کے فرزند شیخ صلاح الدین صاحب کا پتہ حسب ذیل ہے:۔

شیخ صلاح الدین صاحب۔ مکان نمبر ۲ مین بازار۔ رام گلی لاہور

سیکرٹری جماعت سیالکوٹ کا انتخاب

ـــ شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی وفات کے بعد مقامی انجمن نے محترم جناب ہارون الرشید صاحب گرین (GRAIN) مرچنٹ کو سیکرٹری مقرر کیا ہے۔ فقط والسلام۔ برکت اللہ راٹھور

صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲)

حضرت نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند پایہ کردار حالت عسر او یسر میں

مصائب اور مشکلات کے وقت صبر و استقامت اور بادشاہت کی حالت میں فقر و غنا

خطبہ جمعہ

مورخہ ۷ مئی ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واذا انزلت سورۃ ان اٰمنوا باللہ وجاھدوا مع رسولہ استاذنك اولوا الطول منھم وقالوا ذرنا نکن مع القٰعدین رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون لکن الرسول والذین اٰمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم۔ واولٰئك لھم الخیرات۔ واولٰئك ھم المفلحون ———— (التوبۃ: ۸۶ تا ۸۸) ————

ان آیات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات کا بھی ذکر ہے۔ اور اس طریق کا بھی ذکر ہے، جس پر چلنے سے انسان اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ حضور نبی کریمؐ کو جہاں دشمنوں نے مختلف تکالیف دیں، وہاں آپؐ کی کمزور قوم کو بھی نشانہ ظلم و ستم بنایا۔ مخالف کہتے ہیں کہ آپؐ نعوذ باللہ مجنون ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس مجنون کے کہنے پر ہم اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیں، ہم اسی ملک میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارے باپ دادا جس طریق پر بھی چلے ہیں ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ حضور صلعم کلام کرتے ہیں تو شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آپؐ ساحر ہیں۔

ان تکالیف میں اور بھی زیادتی ہوئی۔ جن ہستیوں کا ان کو سہارا تھا وہ خدا کو پیارے ہو گئے۔ ان میں سے ایک حضرت خدیجہؓ تھیں وہ مردوں سے بڑھ کر لائق عورت تھیں وہ حضورؐ کو تسلی دیا کرتی تھیں کہ آپؐ کو اللہ تعالےٰ ذلیل نہیں کرے گا، آپؐ کے اخلاق بلند ہیں۔ آپؐ جیسے انسان کو اللہ تعالےٰ کبھی ذلیل و رسوا نہیں کرتا۔ دوسرا سہارا حضرت ابو طالب کا تھا۔ جب اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کو اپنے ہاں بلا لیا تو آپؐ بے سہارا ہو گئے۔ آپؐ پہلے سے زیادہ تکالیف میں گھر گئے۔ دو مونس و غم خوار سہارے جاتے رہے۔ یہ خدا کا رسول اور محبوب ہے۔ لیکن کس قدر بے بسی کا عالم طاری ہے۔ مکہ کی تکالیف کے باعث حضورؐ طائف میں تشریف لے گئے۔ کہ شاید وہاں لوگ میری بات سننے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ وہاں لوگوں نے آپؐ کو پتھر مار کر لہو لہان کر دیا۔ شہر سے باہر نکل کر ایک باغ میں ٹہنی کا سہارا لے کر اللہ تعالےٰ سے حضور اپنی بے بسی کا رونا روتے ہیں۔ پھر حج کے دنوں میں قبائل عرب کی ملاقات کے لئے جاتے ہیں۔ منیٰ میں بڑے بڑے خیمے لگے ہوتے ہیں اور حج کرنے والوں کے لئے مکانات بھی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکانات اور خیمے والوں کے پاس ایک ایک کر کے جاتے ہیں۔ فاروق ایک قبیلہ کا بہت بلند پایہ سردار تھا، حضورؐ اس کی ملاقات کے لئے آگے بڑھے اور اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو گئے اور آپؐ پر چادر کا سایہ کر دیا کہ دھوپ نہ پڑے۔ یہاں بھی انہیں اپنے آقا کا فکر ہے۔ غار ثور میں بھی فکر لاحق رہا۔ حضور صلعم کی جان کا غم لگا ہوا ہے۔

ایسا ہی بدر کی لڑائی کے موقعہ پر جب بارگہ الٰہی میں الحاح اور آہ و زاری کرتے کرتے حضور صلعم کی چادر نیچے گر جاتی ہے، تو حضرت ابو بکرؓ چادر آپؐ کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے آپؐ کو تسلی دیتے ہیں کہ حضور بس کیجئے اللہ تعالےٰ ضرور آپؐ کی مدد کریگا غرض حضرت ابو بکرؓ ہر جگہ ثانی اثنین نظر آتے ہیں۔

منیٰ میں جب آپؐ فاروق کے پاس پہنچے تو اس نے کہا الیٰ ما تدعو یا اخا قریش۔ اے قریشی بھائی آپ کس امر کی دعوت دیتے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میری دعوت یہ ہے کہ خدا ایک مانو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم میرے مددگار بن جاؤ۔ دشمنوں کے مقابل پر میری حمایت کرو تا کہ میں پیغام الٰہی کو دنیا تک پہنچا سکوں۔ پھر آپ نے آیہ کریمہ: ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون تلاوت کیں یہ آیات سن کر وہ بول اٹھا، کہ بخدا یہ تعلیمات تو بہت ہی بلند ہیں وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو اس کو قبول نہ کرے۔ اسی طرح سے دو تین دفعہ مقام منیٰ میں آپؐ جاتے ہیں اور لوگوں کو وعظ کرتے ہیں۔

غور کیجئے ایسی اعلےٰ تعلیمات کے ہوتے ہوئے کیا مصیبت پر مصیبت حضورؐ کو اٹھانی پڑتی ہے، کیا اللہ تعالےٰ یہ قدرت نہیں رکھتا تھا۔ کیوں فرشتے آکر آپؐ کی مدد نہیں کرتے! آپؐ کے پاس اعلےٰ سے اعلےٰ مکانات ہوتے آپؐ کو سونے کے کنگن پہنا دیئے جاتے آپؐ کا لباس اعلےٰ درجہ کا ہوتا۔ اور لوگ ذرا آپؐ کے آگے جھک جاتے۔ دنیا کے بادشاہوں کے سفیروں اور ایلچیوں کی تو بڑی شان و شوکت ہوتی ہے لیکن یہ تو خدا کے رسول ہیں۔ ان کی ظاہری حالت اچھی نہیں طرح طرح کی تکالیف حضورؐ کو اس لئے پہنچائی جاتی ہیں تا کہ حضور صلعم کے کردار کی بلندیاں لوگوں پر ظاہر ہوں۔ تکالیف دینے والے اپنے بھی تھے اور غیر بھی۔ ان تکالیف میں رسول کریمؐ نے دکھایا کہ آپؐ کا خدا پر کتنا ایمان ہے۔ پہاڑوں سے بڑھ کر آپؐ کا ایمان ہے۔ اسی ایمان کو دیکھ کر آپؐ کے مصاحبین حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و زبیرؓ و طلحہؓ ہاتھ آ ہو گئے۔

پھر آپؐ کے اخلاق کا یہ دوسرا پہلو بھی دنیا نے دیکھا کہ جب آپؐ بادشاہ بن گئے تو نہ خود کوئی جاگیریں بنائیں نہ اپنے عزیز و اقارب کو جاگیریں دیں۔ یہ بھی نشان ہے، عام طور پر جب کسی دنیا دار انسان کو تخت بادشاہی ملتا ہے تو اپنے نفس کے لئے اور اپنے قریبیوں کے لئے وہ بہت کچھ کرتا ہے۔

حضور صلعم کا اگر مصائب کے اندر امتحان ہوا تو آسائش کے اندر بھی امتحان ہوا۔ نہ حضرت فاطمہؓ کے لئے جاگیر ہے نہ حسنؓ و حسینؓ اور علیؓ کے لئے جاگیر ہے یہ با خدا لوگوں کی علامت ہے۔ ورنہ تکالیف برداشت کرنے کے بعد جب زور بازو سے سلطنت حاصل کی، تو آپؐ کا حق تھا کہ اپنے لئے بھی محل بناتے اور قریبی رشتہ داروں کو بھی بہت کچھ دیتے، لیکن کچھ دینے کے بجائے آپؐ رشتہ داروں کو جنگوں میں آگے کرتے ہیں اور انہیں قتل کرا دیتے ہیں، اور انہیں دیتے کچھ نہیں، نہ خود کچھ لیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

ما ترك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درھمًا ولا دینارًا ولا شاۃً ولا بعیرًا ولا عبدًا ولا امۃً۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت نہ کوئی روپیہ پیسہ چھوڑا، نہ بھیڑ بکری نہ غلام لونڈی آپؐ کے گھر میں تھی، گھر میں بالکل کچھ نہ تھا، غرض حضور صلعم کے بہت بڑے امتحانات ہوئے، مصائب پر مصائب آئے لیکن حضورؐ چٹان کی طرح کھڑے رہے پھر بادشاہت بھی ملتی ہے تو وہاں بھی ثابت قدم ہیں۔

حضور نبی کریم صلعم نے دونوں باتیں قوم کو سکھلائیں، قوم کے اندر کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جب حکم ہوا کہ اٹھو لڑو خدا کی راہ میں جہاد کرو، تو جو معتقد لوگ

بیٹھے ان کو خیال ہوا کہ گرمی کا موسم ہے۔ سایہ ہے۔ میوہ پکا ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضورؐ! ہمیں چھوڑ جائیں۔ فرمایا:- رضوا بان یکونوا مع الخوالف وہ لوگ عورتوں کے پاس بیٹھنا چاہتے ہیں ان کی مذمت کی ہے۔

فرمایا طبع علیٰ قلوبھم۔ ان کے ناپسندیدہ اعمال کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے۔ لٰکن الرسول والذین آمنوا معہ جاھدوا باموالھم و انفسھم۔ لیکن رسول اللہ صلعم نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ اولٰئک لھم الخیرات۔ ان کے لئے سب بھلائیاں ہیں۔ واولٰئک ھم المفلحون اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

حضور نبی کریم صلعم کی اس رنگ میں شان بہت بلند ہے کہ جہاں ان کا اپنا ذکر ہے وہاں آپؐ کے ساتھیوں کا بھی ذکر ہے یہ لاجواب لیڈر ہیں کہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ ساتھ رکھتے ہیں، دنیا میں وہ لیڈر بھی ہیں جو اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتے۔ اور اپنے اعمال کی وجہ سے ان سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان کو بدنام کرتے رہتے ہیں۔ ان کی مذمت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے یہ تعلیم دی ہے کہ جس کسی کو لیڈر شپ ملے وہ اپنے ساتھیوں کی عزت کرے۔

حضور صلعم نے دعائیں کیں کہ مجھے یا تو عمرؓ مل جائے یا ابن ہشام جسے بعد میں ابوجہل کا خطاب دیا گیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کی معیت آپؐ کو حاصل ہوگئی تو اس سے قوم کو قوت مل گئی۔

حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کہ کوئی شخص آپؐ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا تو اس کی آنکھ نکال دی جائے گی۔ حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ جس راستہ پر عمرؓ چلے اس راستہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ یہ شان ہے حضور نبی کریم صلعم کی کہ آپؐ اپنے ساتھیوں کی عزت دلوں میں بٹھاتے تھے ایسے بھی لیڈر ہوتے ہیں جو اپنے ساتھیوں کی عزت نہیں کرتے، وہ حقیقت میں لیڈر نہیں ہوتے۔ آپؐ کے ساتھیوں نے خدا کی راہ میں قربانیاں کیں اور جانیں پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات حاصل کرنے کا یہی طریق ہے باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ ایک موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ نے چالیس ہزار درہم آپؐ کی خدمت میں پیش کئے۔ ایک موقعہ پر حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں اس جہاد کے تمام اخراجات برداشت کروں گا، تو حضور صلعم اور آپؐ کے ساتھی صفِ اول میں دشمن کے مقابلہ میں لڑے۔ آج کا کپتان، میجر اور جرنیل سمجھتا ہے کہ صفِ اول میں لڑنا سپاہیوں کا کام ہے۔ وہ سپاہیوں کو آگے کرتا ہے خود آگے نہیں ہوتا۔ ان کو مرواتا ہے، خود نہیں مرتا۔ آج افسر اور حاکم، کمانڈر اور سپہ سالار پچھلی لائنوں میں لڑتے ہیں۔

حضور صلعم نے فرمایا انا اوّل المسلمین۔ میں سب سے بڑھ کر فرمانبردار ہوں۔ یہ مقام ہے آپؐ کا اور آپؐ کے ساتھیوں کا۔ اگر قربانی دینا مشکل ہو مشکل جگہ پر جانا ناپسند ہو، اور مشکل کام میں اپنے آپ کو لگانا پہاڑ نظر آئے تو نتیجہ درجات سے محرومی ہے۔ لیکن جان جوکھوں میں ڈالنا اور احکام الٰہی کے آگے سر جھکانا کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ اولٰئک لھم الخیرات واولٰئک ھم المفلحون یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنے افضال واکرام اور برکات کی بارش کرتا ہے۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ جن کا یہ کردار ہو یہ قربانی کا جذبہ ہو، وہی فوز و فلاح والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے صرف قرآن پڑھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ اپنے اندر قرآنی تعلیمات کی روشنی میں انقلاب پیدا کرو۔ تمہاری زندگی میں نظر آتا ہو کہ تم قرآن کریم کو مانتے ہو۔ جب تک یہ نمونہ پیدا نہ کیا جائے دوسرے پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

درخواست دُعا

ہمارے ایک دوست نے درخواست کی ہے کہ ہمارے گھر میں بیماری ہے۔ قوم میرے لئے دُعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے۔ دوسرے اور احباب جو عوارض و مصائب کا شکار ہیں، ان کے لئے بھی دُعا کریں۔ (دُعا کی گئی)

(۲) مرزا فضل احمد صاحب حاجی پورہ سیالکوٹ کی اہلیہ عرصہ سے بیماری میں مبتلا ہیں۔ جماعت کے بزرگوں سے دُعا کی درخواست ہے۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ مینجر

سمن آباد لاہور میں احباب مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کی ایک شام

(رپورٹ: بشیر احمد سوز)

جماعت میں باہمی روابط، اخوت و مودت کو فروغ دینے اور میل ملاپ کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرنے کے لئے ۱۰ مئی ۱۹۸۱ء کو احباب سمن آباد لاہور کی ایک خصوصی مجلس محترم غلام نبی مسلم صاحب ایڈیٹر ماہنامہ روحِ اسلام کے مکان (واقعہ سمن آباد) میں منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں سمن آباد، اسلامیہ پارک اور وحدت کالونی و گلبرگ کے احباب جماعت کے علاوہ مقامی جماعت کے صدر محترم میاں فضل احمد صاحب اور دیگر عہدیداران نے شرکت کی۔ شرکاء مجلس نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ احباب کو ایک دوسرے سے جلد از جلد ملتے رہنا اور ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہنا چاہیئے اور باہمی تعلق و تعاون کو وسیع تر بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے اپنے بھائیوں کے دکھ سکھ میں عملی حصہ لینا چاہیئے اور جماعتی تقریبات کو ہر طرح سے کامیاب کرنے کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ جماعت کے اجتماعات کو بارونق کرنے کے لئے جامع احمدیہ بلڈنگس میں اپنے کاموں اور وقت کا حرج کر کے باقاعدگی سے جمع ہونا چاہیئے ان اغراض کے پیش نظر لاہور کے مختلف حلقہ جات کے احباب اپنے اپنے حلقہ میں ہفتہ عشرہ میں ایک دوبار ضرور مل بیٹھا کریں۔

حلقہ سمن آباد و نواح کے احباب نے فیصلہ کیا کہ ہر ہفتہ کے دن نماز مغرب کے وقت جناب غلام نبی مسلم صاحب کی قیام گاہ پر تمام احباب جمع ہوا کریں گے اور اس موقع پر درس قرآن، حدیث اور ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے جائیں گے اور ایک دوسرے کے احوال کا بھی پتہ لگتا رہے گا۔ اس ضمن میں جو امور انجمن یا مقامی جماعت سے متعلق ہوں گے۔ انجمن یا مقامی جماعت کو ان کے متعلق اطلاع دے دی جایا کرے گی۔

اس موقعہ پر اس بات پر زور دیا گیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے حضرت صاحبؑ نے بھی مطالعہ کتب کی بڑی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔ محترم صلاح الدین ناصر صاحب نے فرمایا کہ ہر احمدی کو حضرت صاحبؑ کی کتب بالخصوص فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، الوصیت اور کشتی نوح کا مطالعہ بار بار کرنا چاہیئے کہ ان کے اندر سلسلہ کے قیام اور اس کے اغراض و مقاصد کا بیان ہے۔ محترم غلام نبی مسلم صاحب نے براہین احمدیہ اور اسلامی اصول کی فلاسفی کے مطالعہ پر زور دیا۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ ماہ رواں میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی موجود ہے جن احباب کے پاس یہ کتاب موجود نہیں ان کو فراہم کرنی چاہیئے۔ لہٰذا مقامی جماعت کے ضرورتمند احباب مقامی جماعت کے دفتر سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ جو احباب نہیں پڑھ سکتے وہ دوسروں سے پڑھوا کر اس کے معانی و مطالب سمجھیں۔ اس کتاب کے مضامین کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ کم از کم تین دفعہ کرنا ضروری ہے۔ مقامی جماعت نے ایک ایک ماہ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ایک کتاب کے مطالعہ کا پروگرام بنایا ہے

میزبان محترم اور ان کے صاحبزادے نے مہمانوں کی پرتکلف چائے سے تواضع فرمائی اور بڑے خلوص کا اظہار فرمایا۔ مقامی جماعت ان کا اور شرکاء احباب کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ پہلے اسی قسم کی تقریبات لاہور چھاؤنی اور کرشن نگر میں منعقد ہو چکی ہیں اور جماعت کے اغراض و مقاصد پر عملدرآمد کرنے میں اس تحریک کے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

ایک مرحوم بزرگ کی برسی

اس موقعہ پر محترم صلاح الدین ناصر خان صاحب نے احباب کو دعوت دیتے ہوئے کہا کہ میرے والد صاحب مرحوم بنگال کے السابقون الاوّلون احمدیوں میں سے تھے۔ ۱۷ جون کو بروز بدھ ½۵ بجے شام ان کے یوم وفات پر ایک تقریب "یادِ رفتگان" منعقد ہو رہی ہے۔ یہ موقعہ بھی احباب کے مل بیٹھنے کا ہے۔ مقامی جماعت کی انتظامیہ و ممبران سے شرکت کی درخواست ہے۔ ان کی رہائش گاہ کا پتہ یہ ہے:- ایف/7، وحدت کالونی لاہور۔ اومنی بس نمبر 2 و 8 ے 2 کے ذریعہ "اسکول اسٹاپ" پر اتر کر باسانی جائے رہائش پر پہنچا جا سکتا ہے۔

اس مجلس کے بعد محترم مرزا احمد حسین صاحب (باقی بر صفحہ کالم ملک)

نورِ خدا کی نمایاں تمثیل یا وجودِ پاک مصطفےٰ صلعم کی روشن و درخشندہ قندیل

شمعِ رسالتِ محمدی ـــــــ منبعِ عالمگیر ہدایتِ ربّانی

ذاتِ اقدس صلعم مستجمعِ جمیع کمالاتِ انسانیہ ـــــــ صفاتِ حسنہ کے

جُملہ رنگوں کا کامل اجتماع اور انتشار

تقریر ـ مکرّم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بر موقعہ عیدِ میلاد النبیؐ بمقام جامع احمدیہ ـ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ـ المصباح فی زجاجۃ ـ الزجاجۃ کانّہا کوکب دری ـــــــ (سورۃ النور ۲۴ : ۳۵)

اس آیتِ کریمہ میں وجودِ پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ایک چراغ سے تشبیہہ دی گئی ہے ـ اور وہ چراغ ایک بلند مقام (لائیٹ ہاؤس) پر آویزاں کیا گیا ہے ـ جس طرح سے سمندروں میں لائٹ ہاؤس یعنی روشنی کا مینار جہازوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ہوتا ہے ـ اور اس سے مسافر جہاز اپنی راہ اور منزل کا پتہ پاتے ہیں، اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا وجودِ باجود اور آپ کی سیرتِ طیبہ میں بنی نوعِ انسان کے مسافروں کیلئے رشد و ہدایت کا سامان ہے ـ آپؐ ایک چراغِ راہ یا روشنی کے مینار ہیں جس سے عالمِ انسانیت اپنی راہ پاتی ہے، فرمایا اللہ نور السمٰوٰت والارض ـ اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے ـ یعنے یہ کائنات اللہ تبارک تعالیٰ کی صفت کا ظاہری جلوہ ہے ـ یہ کائنات نور یا تجلی سے تعبیر ہے ـ اب سائنس کی تحقیقات نے بھی بتا دیا کہ یہ عناصر تجلی کا کھیل ہیں ـ

کائنات اور مادی عناصر کا منبع و ماخذ ـــــــ یعنی ایٹمی نور کا ظہور

انیسویں صدی سائنس بنیادی عناصر میں حقیقی اختلاف قرار دیتی تھی لیکن بیسویں صدی سائنس کی ایٹمی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مختلف عناصر بنیادی طور پر ایک ہی ہیں، تمام تجلی کے ذرّات یعنی مثبت اور منفی ذرّات پروٹانز (PROTONS) اور الیکٹرانز (ELETRONS) سے مرکب ہیں ـ فرق ان ذرّات کی مقدار اور ترتیب سے پیدا ہوتا ہے، پس اس نئی تحقیق نے کائنات کی اصل تجلی کے ذرّات کو قرار دیا ہے ـ چنانچہ یہی راز قرآن کریم نے ان حکیمانہ الفاظ میں چودہ صدی قبل بیان فرما دیا کہ خدا تعالےٰ کا نور ہی مادی کائنات میں جلوہ گر ہو رہا ہے ـ فلاسفر بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی تخلیق کردہ اس آب و گل کی کائنات میں کی ایک ایک چیز میں اللہ تعالےٰ کی حکمت و کاریگری نظر آتی ہے ـ فرمایا مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ـ یعنی اس کے نور کی نمایاں و عظیم مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک بلند مینار پر ایک چراغ ہے ـ المصباح زجاجۃ ـ یہ چراغ ایک شیشہ میں ہے ـ یوں تو ہر انسان صفاتِ الٰہیہ پر پیدا کیا گیا ہے اور وہ ایک مختصر پیمانہ پر اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر ہے ـ نیز ہر انسان میں کوئی نہ کوئی صفت نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم میں صفاتِ الٰہیہ اپنی تعداد اور کمال میں پوری طور پر اور نمایاں طور پر جلوہ گر ہوئی ہیں، اس لئے آپؐ انسانِ کامل ہیں ـ

انسان کی اپنے آپ سے غفلت اور بے توجّہی

انسان اپنی وسعت و پہنائی کے لحاظ سے بیکراں ہے ـ انسان نے کائنات کے ذرّے ذرّے کو پھاڑ ڈالا ہے ـ اس کی توانائی تک مشاہدہ کر لی ہے لیکن یہ خود اپنی ذات کو نہیں سمجھ اور دیکھ سکا ـ یہ ایک المیہ ہے ـ چنانچہ ہم آج کل انسان کو پرکھتے ہیں تو اس کے باطنی جواہر سے نہیں اس کی صلاحیتوں اور استعدادوں سے نہیں بلکہ اس کی مادی جاہ و حشمت کے پیمانے سے جانتے پہچانتے ہیں ـ جس کسی کے پاس آج مادی دولت کی فراوانی ہے "وہ" انسان خوش قسمت اور بابخت انسان خیال کیا جاتا ہے ـ آدمیت اور انسانیت کو پرکھنے کا یہ پیمانہ اور معیار سراسر غلط ہے کیونکہ دولت اور اس سے حاصل شدہ سامان انسانیت کا جزو نہیں بلکہ یہ تو اس کا بیرونی ماحول ہے ـ انسان کو پرکھنے کے لئے اس کے ذاتی خواص و جواہر اور خصوصیات و اوصاف یعنی سیرت و کردار کو دیکھنا چاہئے ـ فرمایا الزجاجۃ کانّہا کوکب دری ـ وہ شیشہ ایسا شفاف و صاف ہے کہ گویا وہ چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے ـ یہ انسان کی صفات کی تکمیل ہے ـ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اقوال و افعال سے انسانیت کی جُملہ اخلاقی و رُوحانی صفات کا کمال ارتقاء کر کے دکھلا دیا ہے جیسا کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے عربی میں فرمایا

بلغ العلیٰ بکمالہٖ ـ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ ـ صلّوا علیہ واٰلہٖ

اور فرمایا :ـــــ

حسنِ یوسف ـ دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ـ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

الغرض انسانیت کی پہچان اس کے ذاتی و باطنی کمالات کے معیار سے ہونی چاہئے ـ نہ کہ اس کے بیرونی ٹھاٹھ ماحول کی بنا پر ـ اندرونی کمالات دوسرے معنوں میں صفاتِ الٰہیہ کا پرتو ہیں ان میں سے ایک روح ہے ـ انسان خدا کے نور سے حصّہ لیتا ہے ـ جب ان صفاتِ الٰہیہ کو اپنے وجود سے ظاہر کرتا ہے تو وہ اپنے صورتِ الٰہیہ پر پیدا ہونے کا حق ادا کرتا ہے ـ چنانچہ انسانی رُوح کے انہی خواصِ الٰہیہ کی بابت قرآن کریم میں اس طرح ذکر آتا ہے ـ فاذا سویتہٗ و نفخت من روحی فقعوا لہٗ سٰجدین ـ یعنی جب انسانی نفس کی تکمیل کے بعد اس میں الٰہی رُوح نفخ کی جائے تو فرشتوں کو سجدات بجا لانے کا حکم ہو جاتا ہے ؎

کہ اس خاکی میں جب ہوتا ہے نورِ یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے بال و پر رُوح الامیں پیدا

دنیا کے اندر انبیاء علیہم السّلام کی زندگیوں میں صفاتِ الٰہیہ میں سے کسی ایک صفت کا اظہار نمایاں طور پر ہوا ہے ـ اور بعض کے اندر ایک سے زائد ـ مگر جس نبیؐ میں تمام صفاتِ الٰہیہ کے نور کا کامل ظہور ہوا وہ ہیں سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ـ

سُورج کی سفید روشنی مختلف رنگوں سے مرکّب ہے

میں اس بیان کو ایک تمثیل اور سائنسی تجربہ کی روشنی میں بیان کرتا ہوں ـ قوسِ قزح کو آپ نے دیکھا ہوگا ـ کہ جب بارش ہوتی ہے تو ایک طرف سورج ہوتا اور دوسری طرف بادل ہوتے ہیں تو آسمان پر سات رنگوں کی ایک قوس بنی ہوئی نظر آتی ہے جو کہ ایک سفید نور کا انتشار ہے ـ جو مختلف رنگوں کی صورت اختیار کرتا ہے ـ اسی طرح سفید نورِ اللہ کا نور ہے جو انسانی قلب پر پڑتا ہے تو اس قلب کی وسعت و استعداد اور صلاحیت کے مطابق اسی الٰہی نور کا انتشار ہو کر اس قلب پر ظاہر ہوتا ہے چنانچہ کوئی سبز ہوتا ہے تو کوئی سُرخ ـ اور ایک کامل آئینہ قلبِ انسانیہ ایسا بھی تھا کہ اللہ کا نور اس پر پڑا تو اس آئینہ قلبِ صافی مصطفےٰ میں الٰہی نور کی تمام صفات اپنے کمال پر جا کر مجتمع و مرتکز ہو گئیں، کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا قلب مطہر و مزکی اور مصفےٰ تھا ـ مثلاً پہلے بزرگانِ صلحاء اور انبیاء و مرسلین جس قدر تشریف لائے ان پر نورِ الٰہی منعکس ہوا لیکن بقدرِ استعداد ان کے قلب نے وہ نور حاصل کیا ـ حضرت موسےٰ علیہ السّلام پر سُرخ یعنی جلالی رنگ نمایاں یا غالب ظاہر ہوا اس کے برعکس حضرت مسیح علیہ السلام پر جمال کا رنگ نمایاں ہوا، حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی میں مملکت اور سطوت کا رنگ غالب آیا ـ اور حضرت بدھ علیہ السلام کی زندگی پر غربت و مسکنت کا رنگ چڑھا ـ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے وجودِ پاک و مطہر میں ایک یا دو یا چار صفاتِ الٰہیہ نہیں بلکہ انوارِ الٰہی اپنے تمام و کمال صورت میں ظاہر و نمایاں ہوئے ـ اسی کی وجہ سے آپؐ افضل الرسل اور سید الانبیاء اور

خیر البشر ٹھہرے۔

منشور مثلثی میں سے سورج کا سفید نور مختلف رنگوں میں تقسیم ہو کر نکلتا ہے

آپکی ذات ستودہ صفات پر سفید نور الہی پڑا اور وہ ہر صورت میں آپ کے قلب مطہر پر مجتمع و جلوہ گر ہوا۔ یہ بات میں آپ کو منشور مثلث کے تجربہ سے بتلاتا ہوں۔ اگر آپ اس منشور میں سے سورج کی ایک کرن گذاریں تو یہ ایک سفید کرن منعطف ہو کر سات رنگوں میں تقسیم اور منتشر ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج کی سفید روشنی مفرد نہیں بلکہ مختلف لہروں کی شعاعوں سے مرکب ہے جب یہ مرکب سفید شعاع اس شیشۂ منشور مثلثی میں سے گذرتی ہے تو وہ اپنے عناصر یعنی مختلف رنگوں میں منتشر ہو کر دوسری طرف نکل جاتی ہے۔ جیسے مفصلہ ذیل خاکہ سے ظاہر ہے:—

لیکن اگر آپ اس شیشہ کو الٹا کر کے رکھیں اور اس میں سے سات رنگوں کا گذر ہو تو اس کے دوسری جانب وہ سات رنگ ایک سفید روشنی میں مجتمع ہو کر نکلیں گے :—

اس سائنسی تجربہ سے جہاں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور انبیاء سابقین پر پڑا اور بمقدار استعداد ان کے ہر قلب نے اس نور میں سے اپنا اپنا رنگ اخذ و اختیار کیا، پھر ان تمام انبیاء کے سادے کے سارے رنگ ایک اور قلب یعنی قلب مصطفیٰ پر گرے تو وہ سب کے سب مجتمع ہو کر سفید نور بن گئے۔ جہاں اس سے نبوت و رسالت کی تکمیل سمجھ میں آتی ہے، وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے۔ مگر اس نور الٰہی کا پھر انتشار ہوا اور مختلف اولیاء کرام نے اپنی اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق کوئی خاص رنگ اختیار کیا۔ اسی لئے حدیث شریف میں بیان ہوا ہے علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنے جس طرح انبیاء بنی اسرائیل اپنے اندر کسی خاص صفت الٰہی کا ایک ایک رنگ رکھتے تھے اسی طرح میرے علمائے امت بھی کسی خاص رنگ یا صفت میں کمال اختیار کریں گے۔ تو اس طرح وجود مطہر و کامل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوہری منشور کا کام دے رہے ہیں۔ کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے وجود میں اس طرح جمع کرتے ہیں کہ مرتبہ سابق کی خاص خاص صفات کو کمال ارتقاء پر اپنے وجود میں لیتے ہیں اور اس طرح جمیع صفات کے رنگوں کو جمع کر کے سورج کی سفید روشنی کی کرن بناتے ہیں۔

آفتاب عالمتاب صداقت کا طلوع

چنانچہ اسی کے مطابق قرآن کریم میں آنحضور کی ذات کی بابت یہ ذکر آیا ہے انا ارسلنٰک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرا۔

اے رسول پاک ہم نے آپ کو دیگر جمیع انبیاء سابقین کی صداقت کا شہادت دینے والا کر کے بھیجا ہے یعنے جو جو انوار صفات الٰہیہ ان انبیاء کی ذات مقدس میں الگ الگ منعطف ہوتے تھے وہ جملہ صفات انوار الٰہیہ تیری اکیلی ذات قدسیہ میں جمع ہو کر خطف و مستور ہیں۔ اس طرح آپ جمیع انوار صفات الٰہیہ کو اپنے وجود میں جمع کر کے حضرت باری تعالیٰ کی سفید روشنی منعکس کرنے والے بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کو سابقہ مقدس نوشتوں میں خود خدا کے آنے سے تمثیل دی گئی ہے، یہ ظاہر ہے کہ جب کسی انسان کے آئینہ قلب میں جملہ انوار صفات الٰہیہ کا انعکاس ہو گیا تو گویا دنیا پر آفتاب صداقت کا طلوع ہو گیا جس کی روشنی سے بجز اندھوں کے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ حق ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور

ایسا چمکا ہے کہ صد نیر بیضا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پھر اس نور کو مختلف رنگوں میں منتشر کر کے آپ اپنے تبعین کو ایک ایک رنگ کی صفت عطا فرماتے ہیں۔ المصباح فی الزجاجۃ

روشن شمع ایک شیشۂ (منشور مثلثی) میں ہے

حدیث میں یہ جو بیان ہوا ہے کہ اس امت میں ایک مسیح آئے گا وہ پہلے مسیح کے مشابہ ہو گا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ گویا وہ بھی نبی ہی ہو گا حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ اصل میں اس سے اس حقیقت کا بیان کرنا مقصود ہے کہ جب اس امت مسلمہ میں نکبت وادبار اور وبائے عیسائیت برپا ہو رہی ہو گی۔ تو اس وقت ایک ہادی و مہدی حضرت مسیح ناصری کا رنگ یا انہی کی سی صفات لے کر امت میں جلوہ گر ہو گا۔ اس رنگ کو سبز کہہ لیں یا امن و صلح کا رنگ کہہ لیں۔ تو یہ اس طرح صحیح ہے کہ ان میں تبلیغ و تحریک اشاعت اسلام کا رنگ ہو گا تیغ و شمشیر کا رنگ نہیں ہو گا۔

تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انوار الٰہیہ کو بتمام و کمال اپنے وجود میں سمویا۔ اور کوئی انسان اس درجہ و استعداد اور صلاحیت کا پیدا نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے وجود باجود میں جس کمال ارتقاء پر جملہ صفات کا ظہور ہوا ان تمام کا بیان کرنا تو یہاں ناممکن ہے البتہ ایک دو صفات بطور مثال دی جا سکتی ہیں۔

فطرت مبارکہ نبویہ میں کمال درجہ کا توازن اور اعتدال

سورۃ نور کی اسی آیت شریفہ میں یہ جو ذکر آتا ہے کہ نورٌ علیٰ نور تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ جملہ صفات عالیہ کا نور پہلے سے ہی فطرت مبارک ذات نبی علیہ السلام میں جلوہ گر ہو رہا تھا کہ وہ ہدایت انسانی کے لئے کافی روشنی کا کام دے سکتا تھا لیکن اس فطرت کامل و عالی ظرف پر مزید نور قرآن کریم کی کامل وحی الٰہی کا نزول ہو کر انوار الٰہیہ کی اس قدر ضیا پاشیاں ہوئیں کہ کسی کو انکار کی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہی امر اس جملہ قرآنیہ میں فرمایا گیا ہے یضیٓئُ ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس۔ پھر فرمایا کہ فطرت نبوی میں انوار الٰہیہ کی تجلی اس قدر متوازن و معتدل صورت میں جلوہ گر ہوئی کہ وہ ذرہ بھر نہ شرق کی جانب اور نہ غرب کی جانب جھکی ہوئی ہے بلکہ عین نقطہ وسط اعتدال پر قائم و دائم ہے۔

صفت وفا کا کمال ارتقاء

انسان میں ایک صفت وفا کی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صفت کا نمایاں طور پر اظہار کیا۔ اس صفت کے اظہار میں دو مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلعم حضرت عائشہ رضؓ کے ہاں تشریف رکھتے تھے آپ کو مغموم و افسردہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضؓ نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خدیجہ رضؓ یاد آ گئی ہیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا خدا نے آپ کو خدیجہ رضؓ کے عوض کیا بہتر عورت نہیں عطا کی؟ وہ بوڑھی عورت تھیں، پھر وہ وفات پا چکی ہیں۔ لیکن حضرت صلعم نے فرمایا کہ آپ سچ کہتی ہیں۔ لیکن خدیجہ رضؓ وہ ہستی تھیں کہ انہوں نے مجھے اس وقت قبول کیا جب مجھے قبول کرنے والا کوئی نہ تھا۔ مجھ پر اپنا روپیہ اس وقت صرف کیا جب مجھ پر کوئی روپیہ صرف کرنے والا نہیں تھا۔ اور وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب کوئی ایمان لانے والا نہیں تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک وفات شدہ بیوی کے فراق و غم میں ایک موجود و جوان بیوی کے روبرو کیا تعریفیں کی جا رہی ہیں!

مدینہ منورہ سے وفا

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے علاوہ شہروں سے بھی وفا کی ہے اپنے جائے پناہ و امن مقام مدینہ سے وفا کی۔ اپنے آبائی وطن مکہ پر غلبہ حاصل کرنے کے باوجود بھی مدینہ کو ترجیح دی اور اسی میں آپؐ کا مدفن ہے۔ آج جو مسلمان دنیا کے کسی کونہ سے مکہ میں کعبۃ اللہ کی زیارت

(باقی برصفحہ)

قوم کے نام حضرت افضل الرسل سید الانام

رسولِ عربی کا پیغام

ماخوذ از خطبات نبویؐ

" اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ آسمان اور زمین کی بادشاہت اسی اللہ کے لئے ہے۔ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے کلموں پر ایمان لاتا ہے۔ یاد رکھو اسی کی پیروی کرنے سے تم ہدایت پا سکتے ہو۔"

" جو ایمان لاتے ہیں اور ہجرت کرتے ہیں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اللہ کے ہاں بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور وہی بامراد ہوں گے۔

" سن لو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے بنگلے اور کوٹھیاں جن کو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

" تم سب سے اچھی اُمت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے کیونکہ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے بُرے کاموں سے روکتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے کہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسولؐ تمہارا پیشرو ہو۔"

" آؤ میں تمہیں اس سے آگاہ کروں جو تمہارے رب نے حرام کیا ہے۔ تم پر واجب ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے زندہ قتل نہ کرو۔ آخر تمہیں اور انہیں رزق دینے والا تو ربّ العٰلمین ہی ہے۔ تم اپنی اولاد کی عمدہ تربیت کرو۔ بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ جو ان میں ظاہر ہوں اور جو چھپی ہوئی ہوں، اور اس جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے قتل نہ کرو مگر حق پر۔ تمہیں ان باتوں کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریق سے جو اچھا ہو اور اس کے لئے بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو، اللہ کسی کو مکلّف نہیں کرتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ اور جب تم بات کہو تو عدل کرو۔ اگرچہ قریبی کا معاملہ ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جس کا وہ تم کو حکم دیتا ہے تاکہ تم نصیحت اختیار کرنے والے ہو۔ یہ میرا راستہ سیدھا راستہ ہے جو تمہیں فلاح اور کامیابی دلاتا ہے اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔"

" میں تم کو تقوےٰ کی وصیت کرتا ہوں تم ڈر جاؤ خدا سے ڈرنے کی بہترین نصیحت ہے جو ایک مسلم دوسرے مسلم کو کر سکتا ہے۔ اور اس کو آخرت کی طرف متوجہ کرتا اور اس کو خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہے تم اسی قدر خدا سے ڈرو جس قدر خود اس نے قرآن شریف میں تم کو ڈرایا ہے۔ اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں اور اس سے بہتر کوئی ذکر نہیں۔ خدا ترسی کا وہی حق بجا لاتا ہے جو ہیبت اور خوف پروردگار سے نیکی کرے اور آخرت کے لئے سچا معاون ہے۔ اور جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان حقوق میں ظاہر و باطن میں اصلاح کرے اور اس کی نیت اس سے بجز رضائے خدا کے اور کچھ نہ ہو تو دنیا میں نیک نام ہوگا اور مرنے کے بعد جبکہ آدمی اعمال خیر کا محتاج ہوگا۔ زاد ذخیرہ ہو کر اس کو ملے گا۔"

" اے لوگو قیامت کے لئے کچھ ذخیرہ آگے بھیجو یقیناً سمجھ لو اللہ کی قسم ہر ایک تم میں سے مرنے والا ہے۔ پھر تم دنیا کو اس طرح چھوڑو گے جس طرح بکریوں کا ریوڑ جس کا کوئی چرواہا نہیں۔ پھر تمہارا خدا تم سے فرمائے گا اور اس کا کوئی ترجمان اور حاجب نہیں ہوگا یعنی رُو در رُو فرمائے گا کیا میرا رسول تمہارے پاس نہیں آیا تھا کہ تم کو میرے احکام پہنچاتا۔ میں نے تم کو مال دیا اور تجھ پر فضل کیا تو تو نے اپنے لئے آگے کیا بھیجا۔ تب آدمی اپنے دائیں بائیں دیکھے گا اور اس کو کچھ نظر نہ آئے گا۔ پھر سامنے دیکھے گا تو اُدھر بجز جہنم کچھ دکھائی نہ دے گا۔ جہاں تک ہو سکے تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا خیرات کرنے کے ساتھ۔ اور جس کے پاس یہ بھی نہ ہو تو وہ نیک بات ہی دوسرے کو کہے۔ کیونکہ اس کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملنے والا ہے تم پر سلامتی اور رحمت اور خدا کی برکت ہو۔"

" جھگڑا اور فساد یہ تمام چیزیں کمزوری اور ضعف پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو وہ پسند نہیں اور ایسے لوگوں کو جو اختلاف کرنے والے ہوں۔ اللہ کی نصرت اور مدد نہیں پہنچتی۔"

" مضبوط تر سی تقوےٰ کی بات ہے۔ اور بہترین گروہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گروہ ہے اور بہترین طریقہ محمدؐ کا طریقہ ہے سب باتوں سے بہتر خدا کا ذکر ہے اور سب بیانوں سے بہتر بیان قرآن شریف ہے بہترین معاملات کا پختہ کاری اور بدترین معاملات کا بدعات ہیں۔ بہترین ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے اور بہترین موت شہدا کی موت ہے۔ سخت نابینائی وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو۔ بہترین اعمال وہ ہیں جو سود مند ہوں۔ بہترین ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔ بدترین نابینائی دل کی تاریکی ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ تھوڑی چیز جو کافی ہو اس زیادہ سے جو غافل کرے بہتر ہے بدترین عذر وہ ہے جو موت سامنے آنے پر کیا جائے بدترین ندامت وہ ہوگی جو قیامت کو دیکھ کر کی جائے گی۔ بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔ دل کی دولت مندی بہترین دولت ہے اور بہترین زادِ راہ خدا کا ڈر ہے۔ بڑی حکمت خدا سے ڈرنا ہے۔ نیک وہ ہے جو دوسرے کی حالت سے عبرت حاصل کرے۔ کم بخت اپنی ماں کے پیٹ میں ہی کم بخت ہوتا ہے۔ تم میں سے ہر ایک چار ہاتھ کی زمین میں جانے والا ہے۔ معاملہ کا انجام دیکھنا چاہیئے اور عمل کا مدار انجام پر ہے۔ جھوٹ بڑھنے والی چیز ہے۔ جو آنے والی چیز ہے وہ قریب ہو سمجھو۔ مومن کی عیب چینی فسق ہے۔ اور مومن کا قتل کفر ہے اور اس کی شکایت کرنا خدا کا گناہ ہے مومن کے مال کی عزت بھی اس کی جان کی سی ہے۔

" اے لوگو! میں خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور میں تم کو اپنے اعمال میں اس کی فرمانبرداری کی تحریک کرتا ہوں اور خدا سے بہترین فیصلہ کی درخواست کرتا ہوں۔"

" اے لوگو شیطان مایوس ہوگیا کہ اب تمہاری زمین میں اس کی پرستش ہو، لیکن وہ اس طرح اپنی اطاعت کی خواہش کرے گا کہ تم لوگ اپنے چھوٹے اعمال کی پرواہ نہ کرو تم اس کے ان حملوں سے اپنے دین میں ڈرتے رہو۔"

" اے لوگو مومن باہم بھائی بھائی ہیں، کسی شخص کو اپنے بھائی کا مال حلال نہیں مگر اس کی اجازت سے۔"

" خبردار میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جاؤ۔ میں نے تم میں ایسی کتاب چھوڑی ہے کہ اگر اس کو مضبوط کر کے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ تمہارے ربّ کی کتاب ہے۔"

" اے لوگو تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ تم تمام آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ خدا کے نزدیک وہی بزرگ ہے جو زیادہ متقی ہے عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر ہاں تقوےٰ اور خشیۃ اللہ سے دیکھو لوگ غیر حاضروں کو میرا پیغام پہنچا دیں۔"

" لوگو میں تم کو پیغامِ حق پہنچا چکا! اے خدا گواہ رہو۔"

بقیہ اخبار احمدیہ۔ بسلسلہ ص۲

مرزا مظفر بیگ صاحب کی علالت

والد بزرگوار جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع آنریری مسلم مشنری لائل پور عرصہ چھ ماہ سے بیمار بستر پر پڑے ہیں۔ دل کے دورے بند ہو چکے ہیں۔ دونوں آنکھوں میں سفید موتیا اتر رہا تھا دائیں آنکھ کا اب اپریشن ہو چکا ہے۔ بائیں آنکھ کا اپریشن ماہ ستمبر میں ہوگا ۲۰ مئی تک انشاء اللہ عینک لگ جانے پر باہر نکلنے کے قابل ہو جائیں گے۔ ان کی بیماری کے عرصہ میں بہت سے شہروں سے انہیں دیکھنے کے لئے احباب آتے رہے اور بہت سے احباب نے انہیں ہمدردی کے خطوط لکھے وہ ان تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مرزا محمود بیگ۔ طارق آباد لائل پور

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۳۰ ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۷۱ء | نمبر ۲۰

توحید اور خداداني کی متاع رسولؐ کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے

عالی مرتبہ نبی جس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا

حضرت مجددِ زمان مسیح موعود علیہ السّلام کا ہدیہ عقیدت رسول کریم صلعم کی بارگاہ میں

اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدادانی کی متاع رسولؐ کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے دکھایا کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی انکو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔ اور وہ جو رُوحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا پھر معمولی انسان سے مہذّب انسان بنایا پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے جا ہاتھ ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔ پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود وسلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اسکو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مُرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس کے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی۔ صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

قارئین کرام سے

گذشتہ اشاعت (مورخہ ۱۹ مئی) میں یہ معذرت کی گئی تھی کہ اخباری کاغذ (نیوز پرنٹ) کی کمی کی وجہ سے بڑی میلاد النبیؐ نمبر کی ضخامت محدود کرنی پڑی اور اس وجہ سے بہت سے دوستوں کے مضامین جو مذکورہ نمبر میں مندرج کے لئے موصول ہوئے تھے، اس میں درج نہ ہو سکے۔

زیر نظر اشاعت میں ان مضامین میں سے کچھ درج کئے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ پرچہ میلاد النبیؐ نمبر کا تتمہ سمجھا جائے بقیہ چند اور مضامین آئندہ اشاعتوں میں حسب گنجائش درج ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ

میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب

حضرت نبی کریم صلعم کے فرمودہ چند احکامات

خصوصاً اس زمانے کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے

مجھے ایک مخلوط پارٹی یا پکنک (جس میں نوجوان مسلمان مرد اور عورتیں زیادہ تھیں) میں شمولیت کا خیال آتا ہے۔ پارٹی کے ایک واقف کار منتظم نے مجھے خوش آمدید کہا۔ اور کچھ دیر مجھ سے باتیں اور تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ پارٹی میں سر کے پریشان بالوں والے اور زلفوں والے اور چست پتلونیں پہنے ہوئے لڑکے۔ اور کھلے بالوں والی۔ اور تنگ اور چست نیم عریانی والے بلوز اور بیل باٹم۔ گھٹنوں پر چست پاجامے پہنے ہوئی لڑکیاں۔ آپس میں ہنسی مذاق کرتے نظر آ رہے تھے۔ اور بجائے "السلام علیکم۔ مزاج شریف" بوقت ملاقات کہنے کے صرف "ہائی۔ HAI" پر اکتفا کرتے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ بدقسمتی سے ہماری نئی پود کو اسلامی طرز معاشرت اور مشرقی تہذیب و آداب سے دور کا بھی تعلق نظر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مغربی تہذیب اور طرز معاشرت کو بلا سوچے سمجھے اپنا رہے ہیں۔ اس کی شکایت میں نے منتظم صاحب سے کی اور اظہار افسوس کیا۔ اس پر وہ طنزیہ ہنسی ہنس کر بولے۔ آپ تو ان کے ظاہر افعال اور حرکات پر اظہار افسوس کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو اس گروہ کے پرائیویٹ اعمال کا پتہ لگے تو خدا جانے غم سے نیند اڑ جائے۔ اس میں ناچنا گانا۔ گھر سے رات گئے تک غیر حاضر رہنا اور بلا روک ٹوک اظہار محبت (FREE LOVE) اور شراب خوری اور دیگر منشیات کا استعمال سبھی کچھ شامل ہیں۔ یہی نہیں بلکہ (یہاں انہوں نے ایک بیڈی شکل نوجوان کی طرف اشارہ کر کے کہا) ان صاحب نے تو کالج میں داخلہ لینے کے بعد اپنے والدین سے مطالبہ کیا کہ اس کو سکوٹر لے کر دیں۔ جب انہوں نے پس و پیش کی تو برخوردار نے اپنے باپ کی پستول حاصل کر کے خودکشی کی کوشش کی اور زخمی ہو گیا۔ وہ تو کہو کہ بروقت پتہ لگ گیا اور بمشکل اس کی جان بچائی جا سکی۔ بہرحال والدین نے ڈر کر اس کو سکوٹر لے ہی دیا۔ اسی طرح (یہاں انہوں نے ایک کھلے بالوں والی۔ زرد رنگ اور دبلی پتلی لڑکی کی طرف اشارہ کیا) ان صاحبزادی نے ایک لڑکے سے محبت کرنے میں ناکامی پر کہیں نیند آور گولیاں حاصل کر کے خودکشی کرنے کی ٹھانی۔ اس کی حالت زیادہ خراب نہیں ہوئی تھی کہ اسے ہسپتال لے جایا گیا اور اس کی جان بچائی گئی۔

میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ تمام لڑکیوں نے ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن بڑھا کر نوک دار بنائے ہوئے تھے۔ اور خوب پاؤڈر سرخی لپ اسٹک کا استعمال کیا ہوا تھا اور لڑکوں نے ریشمی قمیصیں یا سوٹ یا پتلونیں پہنی ہوئی تھیں اور کئی ایک کے ہاتھوں کی انگلیوں پر اکا دکا سونے کی انگوٹھیاں نظر آ رہی تھیں۔

میں زیادہ دیر اس ماحول میں نہ ٹھہرا۔ اور گھر واپس آنے پر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کا خیال آیا جن کا اطلاق ان مندرجہ بالا حالات میں ہوتا ہے۔ میں انہیں یہاں نقل کر دیتا ہوں تاکہ ایسے لوگوں کی اصلاح ہو سکے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے آجکل کے مسلمان والدین بھی اپنے اسلامی اور دینی فرائض سے غافل ہو گئے ہیں اور اپنے بچوں کی صحیح طور پر تربیت نہیں کرتے۔ اور بالآخر اولاد جوان ہو کر ان کے کنٹرول سے نکل جاتی ہے۔

۱۔ عورتیں باریک کپڑا نہ پہنیں

حضرت عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ اسماءؓ بنت ابوبکر رضہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو مناسب نہیں ہے کہ اس کا کوئی عضو دیکھا جائے مگر یہ اور یہ۔ اور اشارہ کیا اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی طرف۔ (ابوداؤد)

اس حدیث کی رو سے ایسا باریک کپڑا جس میں سے جسمانی عضو نظر آئیں یا ایسا بھڑکدار اور چست کپڑا جس سے عورت کے جسم کے عضو اپنی شکل میں نظر آنے لگیں پہننا منع ہے کہ اس سے شہوانی جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضہ سے ایک حدیث روی ہے جسکے مطابق اس قسم کے لباس اور بناؤ سنگار سے مردوں کی توجہ اور خواہش کو اپنی طرف کھینچنے کا ارادہ کرنے والی عورتیں جہنمی ہیں۔

سونا اور ریشم کا استعمال

(۲) ابوموسیٰ اشعری رضہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کیا گیا اور مردوں پر حرام کیا گیا۔ (ترمذی۔ نسائی)

(۳) ابن عمر رضہ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم میں سے ہے۔ (احمد۔ ابوداؤد)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف اس قوم کے لباس اور وضع قطع کو اختیار کرنا ہے بلکہ ان کی طرز معاشرت۔ عادات اور رسومات کو بھی اپنا لینا ہیں۔

(۴) ابوھریرہ رضہ کہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں کا لباس پہنے لعنت فرمائی ہے۔"

(ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضہ سے بخاری میں اسی قسم کی حدیث آئی ہے اس میں لباس کی مشابہت کے ساتھ ایک دوسرے کی وضع قطع اختیار کرنے کا بھی ذکر ہے۔

(۵) حضرت ابوھریرہ رضہ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ مردوں کی خوشبو وہ ہے (یعنی جس کو وہ اپنے جسم اور کپڑوں پر استعمال کر سکے) جس میں صرف بو ہو اور ہلکا رنگ ہو۔ اور عورت کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ شوخ ہو اور ہلکی خوشبو ہو۔ (ترمذی نسائی)

زبان اور شرمگاہ کی حفاظت

(۶) سہیل بن سعد رضہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں کلوں کے درمیانی چیز (یعنے زبان اور دانتوں) اور اپنے دونوں پاؤں کی درمیانی چیز (شرمگاہ) کی حفاظت کرے گا (اور لوگوں کو برا نہ کہے گا یا کسی کی برائی یا غیبت کرے گا اور بدکاری زنا و غیرہ سے بچے گا) تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت کر لوں گا۔ (بخاری)

(۷) عبداللہ بن مسعود رضہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور مسلمان کا مار ڈالنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

خودکشی کی ممانعت

(۸) ابوھریرہ رضہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر مار ڈالا۔ اس کو دوزخ میں بھی گرایا جاتا رہے گا۔ اور جس شخص نے زہر کھا کر اپنی جان دے دی۔ دوزخ کے اندر زہر کا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے کسی ہتھیار (وغیرہ) سے مار ڈالا۔ اس کا ہتھیار دوزخ کے اندر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس کو اپنے پیٹ کے اندر بھونکے گا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ (بخاری و مسلم)

پانچ فطری باتوں کا بیان

(۹) ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پانچ چیزیں فطرت ہیں (یعنے تمام انبیاءؑ کے نزدیک سنت ہیں۔ (۱) ختنہ کرنا (۲) زیر ناف وغیرہ کے بال مونڈنا (۳) لبوں کے بال ترشوانا (۴) ناخن کٹوانا (۵) بغل کے بال مونڈنا (بخاری و مسلم)

اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضہ سے روایت ہے۔ کہ ان مندرجہ بالا افعال کے لئے ہمارے لئے چالیس دن کی حد مقرر تھی۔

ان احادیث سے میرا مطلب خصوصی طور پر مسلمان عورتوں کا لمبے ناخن رکھنا ہے۔ مغربی معاشرت کی اندھی تقلید میں وہ یہ گھناؤنا فعل کرتی ہیں۔ حالانکہ کوئی سمجھدار ڈاکٹر ان کو بتلائے گا کہ چاہے کتنا ہی ان لمبے ناخنوں کو صاف رکھنے کا دعوےٰ کرو۔ پھر بھی گندگی اور جرم (GERM) ان کے نیچے رہ جاتے ہیں اور یہ مضر صحت ہیں۔

شراب خوری اور جوئے بازی کی ممانعت

(۱۰) عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم سے شہد کی نبیذ کا حکم دریافت کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا پینے کی ہر وہ چیز جو نشہ کرے حرام ہے (بخاری و مسلم)

— ام سلمہ رضہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے جو نشہ لائے اور جو دماغ میں فتور پیدا کرے۔ (ابوداؤد)

(باقی بر صفحہ ۴ کالم ۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نظم و ضبط اور لطف و رحمت کی بلند ترین مثال قائم کی

اصحابِ رسولؐ محبّت و اطاعت کے ہر میدان میں پورے اُترے

عشقِ نبیؐ دنیا کی ہر شئے کی محبّت پر غالب رہا

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیرِ قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم۔ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم۔

(سورۃ التوبۃ: ۱۱۷-۱۱۸)

مقبولانِ الٰہی کا طریق

یہ دو آیات عبرت آموز ہیں۔ ہمارے آئمہ دین نے جب کبھی ان آیتوں کا مطالعہ کیا وہ رو پڑے۔ کیونکہ ان آیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعض بڑے بڑے صحابیوںؓ کا ذکر ہے کہ ان سے خطا ہوگئی۔ وہ مقبولانِ الٰہی ہیں۔ اور مقبولانِ خدا سے کوئی خطا ہوجائے تو وہ بھی اللہ کی ناراضی کا باعث ہوتی ہے۔ پھر دوسرے لوگوں کا کیا حال ہو سکتا ہے۔ آپ خود سوچ لیں یہ واقعہ جس کا ان آیات میں ذکر ہے غزوہ تبوک سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور صلعم حکم دیتے ہیں کہ شام کی سرحد پر جا کر دشمنوں کا مقابلہ کرنا اور ان کی پیشقدمی کو روکنا ہے۔ حضور صلعم نے بادشاہت کے مشکل فرائض ادا کرکے اور فوجوں کی کمان جیسے اہم امور میں اپنی دانشمندی اور شجاعت کا ثبوت دیا کہ آپ ہر طرح کے کامل انسان تھے آپ بہت بڑے مفکر ہیں بڑے دانشمند ہیں اور عاقبت اندیش ہیں فرماتے ہیں کہ سرحد پر جا کر دشمنوں کو روکنا ازبس ضروری ہے اس وقت بہت سی مشکلات درپیش تھیں گرمی کا موسم ہے

سفر بہت لمبا ہے۔ مدینہ میں نخلستانوں میں میوہ پکا ہوا ہے۔ سائے لمبے اور گھنے ہیں۔ ان حالات میں حکم دینے والے محبوب خدا ہیں۔ مہاجرین اور انصار حضور اکرمؐ کے حکم پر جان دیتے ہیں۔ وہ دونوں تیار ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن سے کمزوری سرزد ہوگئی، انہوں نے تساہل سے کام لیا۔ ان میں سے ایک کعب بن مالک بہت بڑے آدمی ہیں انہوں نے مشکل اور صبر آزما حالات میں حضور صلعم کی مبیعت کی تھی۔ حضور صلعم مکّی زندگی میں جس وقت اذیت پر اذیت اٹھا رہے تھے اور اہلِ مکہ سے مایوس ہو کر حضور صلعم نے طائف کا سفر کیا لیکن وہاں بھی سخت مخالفت ہوئی۔ پھر حج کے دنوں میں مقام منیٰ پر جا جا کر قبائلِ عرب کو دعوت اسلام دی اس امید پر کہ شاید کچھ قبائل کے لوگ بات سننے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

کعبؓ بن مالک اور انکے دو ساتھی

اس وقت ان مشکل حالات میں کعب بن مالکؓ نے عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر بیعت کی۔ انہوں نے تمام لڑائیوں میں شرکت کی اور جوانمردی کا ثبوت دیا۔ دوسرے دو آدمی ہلال بن اُمیّہ اور مرارہ بن ربیع تھے۔ وہ بدری تھے۔ انہوں نے جنگِ بدر کے موقعہ پر بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس وقت کمزوری کا عالم تھا، دشمن طاقت ور اور آلاتِ حرب سے مسلح تھا، اس لئے وہ لوگ جنہوں نے جنگ بدر میں حصّہ لیا، ان کو بدری کہتے ہیں اور یہ ان کا بہت بڑا رتبہ ہے۔ ان آیتوں میں ان تینوں اصحاب کا ذکر ہے۔ فرمایا و علی الثلثۃ الذین خلفوا یہ تینوں پیچھے رہ گئے تھے۔ لیکن ان کے ارادے میں پیچھے رہ جانا نہیں تھا۔ کعب بن مالک کہتے ہیں کہ فصل پکی ہوئی ہے۔ مَیں نے سوچا کہ میرے پاس سواری ہے میں اپنے کاروبار کو سنبھال کر لشکر اسلامی سے جا ملوں گا۔ ایک دن گذر گیا کام ختم نہ ہوا تو سوچا کل چلا جاؤں گا۔ روزانہ ارادہ سفر کرتا لیکن وقت گذرتا چلا گیا اور مسافت لمبی ہوتی گئی اور اس طرح ارادہ ڈھیلا پڑتا گیا۔ تساہل بڑھ گیا۔ اور بغیر نافرمانی کے ارادے کے نافرمانی ہوگئی۔ کبھی نافرمانی ارادتاً ہوتی ہے اور کبھی ارادتاً نہیں ہوتی، تاہم وہ نافرمانی ہی شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کعب بن مالک شریکِ جہاد نہ ہو سکے تو بڑے مایوس اور پریشان ہوئے کہ اب کیا ہوگا۔

تبوک سے واپسی اور احتساب

حضور صلعم سرحد شام پر پہنچے۔ دشمن سامنے نہیں آیا۔ آپؐ واپس مدینہ تشریف لے آئے حضور صلعم کا قاعدہ تھا کہ جب سفر سے واپس ہوتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ ساری عمر آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ خدا پرست انسان ہیں پہلے خدا کے گھر میں حاضری دینا ضروری سمجھتے ہیں پھر اپنے گھر میں تشریف لے جاتے تھے۔ اس موقعہ پر جب حضور صلعم مسجد میں تشریف لے گئے تو وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے ایک ایک کرکے معافی مانگی اور اپنے اپنے عذر پیش کئے۔ حضور صلعم کا یہ طریقہ تھا کہ آپؐ حسنِ ظنّ سے کام لیتے تھے۔ آپؐ کسی کے خلاف برافروختہ نہیں ہوئے اور یہ نہیں کہا کہ فلاں گستاخ ہے اس نے ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ باوجودیکہ یہ خطرناک غفلت تھی ملکی اور ملّی فرائض سے کوتاہی کی گئی تھی۔ ستّر اسّی کے قریب آدمیوں نے معافی مانگی اور حضور صلعم نے انہیں معاف کر دیا۔

اطاعت و محبّت کا بے نظیر نمونہ

کعب کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ حضور صلعم حسنِ ظنّ سے کام لیتے ہیں تاہم میں نے اور میرے دوسرے دو ساتھیوں نے کوئی عذر پیش نہیں کیا اور ہم نے صاف صاف حقیقت بیان کر دی کہ ہمارے ارادہ میں تھا کہ لشکرِ اسلامی میں جا شریک ہوں گے لیکن ارادہ میں کمزوری آگئی اور اس سعادت سے محروم رہ گئے۔ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ ان تین اصحاب کے بارے میں امرِ الٰہی کا انتظار کیا جائے اور جب تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی حکم نہ آئے ان کا مقاطعہ کیا جائے

کعبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے اس ارشاد پر ہمارے لئے آبادی کے سب لوگ غیر افراد کی طرح ہو گئے۔ انہوں نے ہم سے میل ملاپ، گفت و شنید ترک کر دی۔ ہمارے لئے بھری آبادی ویرانہ بن گئی۔ کوئی دوست دوست نہ رہا۔ ہمارے لئے بھرے بازار بے رونق ہو گئے۔ دنیا نے ہم سے رُوگردانی کرلی۔ اندازہ لگائیے اس وقت کا ہیولا کسی نے بات کرنا روا نہ سمجھا۔ غور کیجئے کہ حضور صلعم پر قوم کس قدر فدا تھی کوئی نظر نہیں آتا کہ حضور صلعم اس حکم کو ٹال دے۔ تمام قوم کا آپؐ پر ایمان ہے کہ آپؐ صادق مصدوق انسان ہیں۔ خدا کے محبوب ہیں ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ، آپؐ اپنی خواہش کے مطابق کوئی حکم نہیں دیتے بلکہ امرِ الٰہی کے تحت آپ حکم دیتے ہیں۔

بھائی کے ایمان کی آزمائش

کعبؓ کہتے ہیں کہ ابو قتادہ رضؓ میرے عزیز بھائی تھے، وہ مجھے بہت محبوب تھے اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتے تھے میں ایک دن موقعہ پا کر اس کے باغ میں گیا انہیں السلام علیکم کہا اس نے منہ موڑ کر وعلیکم السلام کہہ دیا۔ میں نے کہا کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں، مسلمان ہوں، حضرت صلعم کا فرمانبردار ہوں، خدا کو مانتا ہوں، تم نے میری طرف سے منہ موڑ لیا ہے۔ ابو قتادہؓ نے جواب دیا اللہ اعلم و رسولہ۔ میرا جاننا کافی نہیں اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس وقت علم اور حکم تو خدا اور اس کے رسول کا ہے۔ کعب کہتے کہ میں حیران ہوگیا کہ اس تخلیہ میں بھی میرا عزیز بھائی مجھ سے نہیں ملنا چاہتا بڑی پریشانی ہوئی۔ حالات بتلاتے ہیں کہ قوم حضور صلعم پر کس قدر فدا ہے۔ اور خدا اور رسولؐ پر کس قدر

مخلصانہ ایمان رکھتے اور خدا کو اپنے سامنے حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔ فرمانبرداری کی انتہا ہو گئی۔

فوق العادت استقامت

پھر کعبؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ایسی مایوسی کی حالت میں بازار جا رہا تھا کہ غسان کے بادشاہ کی طرف سے مجھے ایک خط ملا۔ اس میں لکھا تھا کہ تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے تم ہمارے ہاں آ جاؤ، ہم تمہاری قدر کریں گے۔ ایسی مایوسی اور ایسی امید کی حالت میں انسان جماعت اور لیڈر کو چھوڑ جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میرے ساتھ قوم اور لیڈر کی یہ بدسلوکی ہے، اور ایک مقتدر بادشاہ مجھے پناہ دیتا ہے کیوں نہ وہاں چلا جاؤں۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ یہ میرے لئے ایک اور آزمائش تھی۔ یہ ایک بہت بڑا ابتلاء تھا میں نے وہ خط لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے تنور میں پھینک دیا۔ اندازہ لگایئے کہ یہ لوگ کس رتبہ کے مالک ہیں۔ ان میں کس قدر اطاعت و خلوص کا جذبہ ہے۔ انہوں نے بہت دنوں تک مصائب کا مقابلہ کیا ان لوگوں کے ایمان کیسے تھے۔ وہ کہتے ہیں اس حالت اضطرار میں پچاس دن گذر گئے۔ میں نے اپنی بیوی سے ایک معاملہ میں بات کرنا چاہی تو وہ مخاطب نہ ہوئیں۔ میں نے کہا کہ اب جبکہ یہ حالت ہے آپ اپنے ماں باپ کے ہاں چلی جائیں۔ کعب کو کوئی مونس و غمخوار نظر نہیں آتا۔ اس حالت پہ پچاس دن گذر گئے۔ پھر ایک دن وہ اپنے مکان کی چھت پر حیران و پریشان بیٹھے ہوئے تھے یہ اور ضاقت علیھم الارض اور ضاقت علیھم انفسھم کی کیفیت ہے زمین باوجود وسیع ہونے کے ان کے لئے تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ ہو گئے۔

توبہ کی قبولیت

تو جب وہ صبح کے وقت نماز پڑھ رہے تھے تو پہاڑ پر سے آواز آئی یا کعب البشرٰی اے کعب تمہارے لئے بشارت اللہ تعالےٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے میں اسی وقت سجدہ میں گر گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالےٰ کا مجھ پر فضل اترا ہے پھر دیکھا لوگ دوڑے ہوئے میرے گھر کی طرف آ رہے ہیں کوئی بشارت دینے میں ایک دوسرے سے مسابقت کرنے کا متمنی ہے۔ ایک آدمی گھوڑے پر چڑھ کر تیزی سے میرے ہاں آیا۔ مقاطعہ کیا تھا اور کلام تک نہیں کرتے تھے۔ وہی آج فرطِ مسرت اور انبساط سے پھولے نہیں سماتے اور بشارت دینے کے لئے دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ جا کر حضرت نبی کریمؐ کی زیارت کروں۔ میں سرعت کے ساتھ حضور صلعم کی خدمت میں پہنچا۔ حضور صلعم کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا وہ خوش تھے۔ ان کے چہرے پر نور اور بشاشت تھی میں نے سلام عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ دن وہ ہے کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو کوئی دن اس سے بہتر تمہارے لئے نہیں چڑھے گا۔ خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے غرض یہ ہر دو آیتیں بہت ہی سبق آموز ہیں جو ہمیں سیکھنی چاہئیں ان آیات کا تعلق ان سے مابعد کی آیات سے ہے۔ وہ آیات یہ ہیں لقد تاب اللہ علی النبی و المھاجرین والانصار ... وعلی الثلثۃ الذین خلفوا یعنی اللہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصارؓ پر مہربان ہوا اور ان لوگوں پر مہربان ہوا جنہوں نے تنگی کے وقت میں آپؐ کا ساتھ دیا۔ اس آیت میں آپؐ کو اور مہاجرینؓ اور انصارؓ سب کو اکٹھا کر دیا ہے ان کے ساتھ فرمایا وعلی الثلثۃ خدا تعالےٰ کا کرم و فضل ان تین اشخاص بھی ہوا جس کے معاملہ میں امر الٰہی ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اس طرح ان تین کو بھی حضورؐ کے ساتھ اور مہاجرین اور انصار کی صف میں کھڑا کر دیا ان کے زخمی دلوں پر اپنے کرم کا پھایہ رکھ دیا۔ اور جس رتبہ کو کھو چکے تھے پھر وہ رتبہ اور مقامِ عزت ان کو حاصل ہو گیا۔ یہ کتنا بڑا رتبہ ہے جو ان لوگوں کو میسر آیا۔ جن سے تساہل ہوا۔ اور بغیر ارادے کے ان سے نافرمانی ہوئی۔

ان کی توبہ بھی اللہ تعالےٰ نے قبول فرمائی۔

رحیم و کریم حبیبِ خدا

یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا نقشہ ہے، آپؐ ڈسپلن بھی قائم کرتے ہیں اور آپؐ رحیم و کریم بھی ہیں۔ اللہ تعالےٰ رحیم و کریم بھی ہے تو اس کا پیغمبر اور محبوب بھی رحیم و کریم ہے۔ ایک مقام پر منافقین کے متعلق جو جنگوں میں شامل نہ ہوئے فرمایا ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدًا ولا تقم علٰی قبرہٖ۔ وہ جو نافرمان ہیں ان میں سے جو مر جائے اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کرنا اور اس کی قبر پر بھی نہیں جانا۔ اور نافرمانوں سے کہہ دو کہ لن تقاتلوا معی عدوًا۔ تمہیں میرے ساتھ جہاد میں جانے اور دشمن سے لڑنے کی اجازت نہیں۔ تم محروم کر دیئے گئے ہو۔ اللہ تعالےٰ رحیم و کریم ہے تو اس کے رسولؐ بھی رحیم و کریم ہیں۔ لیکن حکم الٰہی کے ماتحت ڈسپلن ضروری ہے۔ یہ آیات ہمارے لئے عبرت آموز ہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ہم دین کے لئے

ایسے حالات میں کس قدر عملدرآمد کر رہے ہیں۔ ہمارے اندر کس قدر وفا اور ایمان ہے اور ہم کس قدر اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے فرمانبردار ہیں، ہم سب کے لئے آج غور کا مقام ہے۔ ہمیں اپنے دل میں جھانکی لگانا چاہیئے کہ ہم کیا ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ اور ہمیں کیا ہونا چاہیئے اور کیا کرنا چاہیئے۔ جو شخص اللہ کا شکر نہیں کرتا اور اس کے احکام پر نہیں چلتا اور اپنے تئیں قوم کا خیر خواہ ثابت نہیں کرتا بلکہ غیر مفید ثابت ہوتا ہے اس کو خدا تعالےٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

والدہ مرحومہ کی وصیت کی تعمیل میں

اشاعت اسلام کے لئے پندرہ سو روپیہ کا عطیہ

ماڈل ٹاؤن لاہور سے جناب شہاب الدین صاحب کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں:-

"مکرم و محترمی حضرت امیر ایدہ اللہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

گذشتہ جمعہ آپ کے نیاز حاصل ہوئے۔ دل کو بے انتہا روحانی مسرت و سکون حاصل ہوا۔ جیسا کہ اس دن آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ میری والدہ ماجدہ کو رحلت فرمائے کافی عرصہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے حالت نزع میں ایک وصیت فرمائی تھی، ان کا حکم تھا کہ جب میری مالی حالت اچھی ہو تو ان کی جانب سے انجمن کو اشاعت اسلام اور دیگر کارِ خیر کے لئے ایک معقول رقم آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ جناب خداوند کریم کے فضل و کرم سے میں آج اس حالت میں ہوں کہ مرحومہ والدہ کی وصیت کو پورا کروں۔ میں آپ کی خدمت میں بذریعہ چیک مبلغ پندرہ سو روپے کی حقیر رقم ارسال کر رہا ہوں۔ آپ اس رقم کو جیسا مناسب سمجھیں اشاعتِ اسلام و دیگر کارِ خیر میں تصرف کا حکم صادر فرمائیں۔

آخر میں میں اپنا اور والدہ مرحومہ کا تعارف کرا دوں تو بے جا نہ ہو گا۔ ناچیز بزرگوار مولوی عبدالمجید صاحب (ایڈیٹر اسلامک ریویو) کا بھانجا اور میری والدہ ان کی چھوٹی ہمشیرہ تھیں۔ آپ کی خدمت میں درخواست و التماس ہے کہ والدہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت اور ناچیز کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ فقط آپ کی دعاؤں کا طالب

خاکسار۔ شہاب الدین

(بسلسلہ صفحہ ۲)

—— اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں سورۃ المائدۃ۔ آیت نمبر ۹۰-۹۱ میں فرمایا ہے:-

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہیں صرف شیطان کے عمل سے ہیں۔ سو اس سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کی وجہ سے عداوت اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ سو تم ضرور (ان باتوں سے) رک جاؤ"

اپنی بات منوانے یا کسی حکم کے خلاف بھوک ہڑتال نہ کرنا۔

(۱۱) جو لوگ گاندھی اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں کی تقلید میں احتجاج کے طور پر بھوک ہڑتال کرتے ہیں، وہ صریحاً حکم قرآنی۔ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے ہاتھ سے (جان بوجھ کر) اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو) کے خلاف جاتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ حکم کو سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے خواہ وہ حکم پسند آئے یا پسند نہ آئے۔ جب تک حاکم کسی گناہ کا حکم نہ دے۔ اور جب وہ گناہ کا حکم دے تو مسلمان پر اس کی اطاعت واجب نہیں۔

(بخاری و مسلم)

(۱۲) معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے ایمان کی بہترین خصلتوں کا سوال کیا۔ آپؐ نے (جواب میں) فرمایا۔ تو (صرف) خدا کے واسطے محبت کر اور خدا ہی کے لئے تو دشمنی اور بغض رکھ۔ اور خدا ہی کی یاد میں زبان کو گویا رکھ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا۔ آپؐ نے فرمایا اور یہ کہ تو جس چیز کو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہے، دوسروں کے لئے بھی اس کو بہتر سمجھ۔ اور جس کو اپنے لئے برا خیال کرتا ہے۔ دوسروں کے لئے بھی برا خیال کر۔ (سنن امام احمد)

حضرت نبی کریم صلعم کی ذاتِ اقدس پر کثرتِ ازدواج کا اعتراض اور اس کا جواب

تقریر: مرزا مسعود بیگ صاحب برموقعہ جلسہ عید میلاد النبیؐ

نٓ ۔ والقلم وما یسطرون .... وانک لعلیٰ خلق عظیم ــــــــ (سورۃ القلم ۔ ۶۸ : ۱تا۴) ــ

عید میلاد النبی صلعم کے موقعہ پر ہر سال جلسے ہوتے ہیں۔ جلوس نکالے جاتے ہیں۔ سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ چراغاں کیا جاتا ہے۔ شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ ریڈیو پر خصوصی پروگرام نشر کئے جاتے ہیں اور یوں حضرت نبی کریم صلعم کی ذات اقدس کے ساتھ عشق کا اظہار ہوتا ہے۔ کسی فعل کے اچھا یا بُرا ہونے کا مدار اس کی نیت پر ہے۔ ہم اس طریق اظہارِ عشق کو بُرا نہیں سمجھتے البتہ یہ جوش و خروش سرسری اور عارضی ہوتا ہے اور اس کے مستقل اور دیرپا نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے متبعین نے ہر زمانہ میں مختلف طریق پر حضورؐ سے والہانہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے اور اس لحاظ سے بھی آپؐ کی ذات اقدس تمام دنیا میں ممتاز اور منفرد ہے یعنی کسی اور پیغمبر یا مذہبی رہنما یا لیڈر کی ذات سے اس کے ماننے والوں نے ایسا پیار نہیں کیا۔ تاریخ کے صفحات ایسی مثالوں سے چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے غزوۂ احد میں حضورؐ کے جاں نثاروں نے آپؐ کے گرد حلقہ بند ہو کر اپنے جسم پر تیروں کی بارش روکی اور حضورؐ تک تیر نہ پہنچنے دیا۔ آپؐ کے ایک اشارہ پر اموال کے ڈھیر لگ جاتے تھے اور مسلمان اپنا تن من دھن سب کچھ نچھاور کرنے پر تیار نظر آتے تھے۔

قرآن مجید کے بعد سب سے عظیم کتاب جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے وہ امام بخاری کی کتاب حدیث ہے۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ایک ایک حدیث کے لئے سینکڑوں میل کا سفر کیا۔ اس زمانہ میں جبکہ سفر کی سہولتیں موجود نہ تھیں یہ بڑا کٹھن کام تھا۔ پاپیادہ سفر کے دوران امام موصوفؒ روٹی کے سوکھے ٹکڑے اپنے ساتھ رکھتے تھے اور کھانے کے وقت یہی ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے تھے۔ اس عظیم اور کٹھن مہم کو شروع کرنے کے بارہ میں امام موصوف فرماتے ہیں کہ انہیں رؤیا میں حضرت نبی کریم صلعم کی زیارت ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ حضور صلعم کے جسم مبارک پر مکھیاں بیٹھی ہیں اور حضورؐ نے امامؒ سے فرمایا کہ یہ مکھیاں ہٹا دو۔ چنانچہ امام موصوف نے اس رؤیا سے یہ استنباط کیا کہ بہت سی غلط اور ناگوار باتیں حضورؐ کی طرف منسوب ہو رہی ہیں اور یہ ضروری ہے کہ احادیث کی چھان بین کی جائے اور غلط روایات اور ناگوار خاطر اقوال کو صحیح احادیث سے الگ کیا جائے۔ یہ بھی عشقِ رسولؐ کا اعلےٰ درجہ کا اظہار ہے اور امام بخاریؒ نے وہ کام کیا کہ ساری اُمتِ مسلمہ ان کے احسان کے نیچے دبی ہوئی اور ان کی مرہونِ منت ہے۔

اسی طرح اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی رات دن کی لگن اور دلی تڑپ یہ تھی کہ حضور نبی کریمؐ کا خوبصورت چہرہ اور حضورؐ کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جائے اور تمام ان اعتراضات کا جواب دیا جائے جو جاہل اور بدباطن معترضین آپؐ کی ذات اقدس پر کیا کرتے تھے۔ آپ نے بیشمار قصائد حضورؐ کی مدح میں لکھے اور چند در چند تصانیف نبوتِ محمدیہؐ کی صداقت اور نبی کریم صلعم کے جمالی اور جلالی رنگ کے اظہار کے لئے رقم فرمائیں اور لیکھرام جیسے شاتمانِ رسولؐ کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

ہمارے زمانہ میں اسی شہر لاہور میں ایک نہایت دلآزار کتاب ''رنگیلا رسول'' کے نام سے لکھی گئی جس میں ذاتِ اقدس صلعم پر بڑے گندے حملے کئے گئے اور معاذ اللہ حضورؐ کو نفس پرست اور شہوت کا غلام قرار دیا گیا۔ ایک غیور مسلمان غازی علم الدین شہید نے اس دریدہ دہن آریہ کو واصلِ جہنم کر دیا لیکن ان اعتراضات کا جواب کسی نے نہ دیا۔ رنگیلا رسول کا مقدمہ ایک مدت تک چلتا رہا اور اس کی پیروی زیادہ تر ہماری جماعت لاہور نے کی اور ان گندے اعتراضات کا جواب بھی ہماری طرف سے شائع کیا گیا۔

آج کل بھی اخبارات میں اکثر کسی دلآزار کتاب یا مضمون کے بارہ میں احتجاج ہوتا ہے اور قراردادیں پاس ہوتی ہیں جس سے وہ کتاب ضبط ہو جاتی ہے لیکن اس کے نفسِ مضمون کی طرف توجہ نہیں دی جاتی اور نہ ہی اعتراضات کا جواب دینے اور غلط فہمیوں کو دُور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پس ہماری جماعت کا اظہارِ عشق یہ ہے کہ ہم ہر وقت نبی کریم صلعم کی شان کو بلند کرتے اور آپؐ کے دین اور آپؐ کی ذات پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے تیار رہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے متعلق ایک اعتراض بہت دوہرایا جاتا ہے اور مغربی ملکوں میں بالخصوص اسے بار بار پیش کیا جاتا ہے اور اس سے غلط نتیجہ نکالا جاتا ہے اور وہ ہے حضورؐ کے ہاں متعدد ازدواج کا ہونا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے نوجوان اور بچے سب ان شادیوں کے اسباب و عوامل سے واقفیت حاصل کریں اور اعتراض کے جواب سے بخوبی آگاہ ہو جائیں۔ اور جب کوئی معترض بات کرے تو اس کا معقول اور مدلل جواب دے سکیں۔

حضور نبی کریم صلعم نے اپنی زندگی میں گیارہ شادیاں کیں۔ ان میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زینبؓ نے آپؐ کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا اور جب حضرت نبی کریم صلعم کی وفات ہوئی تو آپؐ کی نو ازواج مطہراتؓ زندہ موجود تھیں۔ اب اُن میں سے ہر ایک کا ذرا تفصیلی بیان ضروری ہے۔ حضرت نبی کریمؐ نے پچیس سال کی عمر تک تجرد کی پاک و مطہر اور بے داغ زندگی گذاری اور ہر کوئی آپؐ کی اس پاک دامنی کا معترف تھا۔

پچیس ۲۵ سال کی عمر میں جو بھرپور جوانی کا وقت تھا آپؐ نے ایک بیوہ خاتون سے شادی کی جو عمر میں پندرہ برس آپؐ سے بڑی تھیں اور پورے پچیس سال آپؐ نے اسی ایک خاتون کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کی اور حضورؐ کی تمام اولاد سوائے ایک لڑکے ابراہیمؑ کے اسی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئی۔ ہر صاحب انصاف اندازہ کر سکتا ہے کہ اس میں کس قدر نفس کا دخل تھا؟ جب حضورؐ کی عمر پچاس سال کی تھی تو ہجرت سے تین سال قبل حضرت خدیجہؓ نے انتقال فرمایا اور حضرت نبی کریم صلعم بہت مغموم ہوئے۔ دو وجود آپؐ کے لئے بڑے سہارے کا موجب تھے۔ ایک حضرت خدیجہؓ اور ایک آپؐ کے چچا ابوطالب۔ دونوں نے یکے بعد دیگرے انتقال فرمایا تو حضور نبی کریم صلعم نے اس کا گہرا اثر لیا اور اسی نسبت سے اس سال کو عام الحزن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے جو آپؐ کے مخلص اور جاں نثار دوست تھے آپؐ کے رنج و غم سے متاثر ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کا رشتہ پیش کیا اور حضورؐ نے اسے منظور فرما لیا۔ حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت بہت چھوٹی تھی اور وہ نکاح کے بعد تین سال اور آٹھ مہینے اپنے والد کے گھر میں رہیں اور ہجرت کے نو دس ماہ بعد نبی کریم صلعم کے گھر میں تشریف لائیں۔ اس وقت حضورؐ کی عمر ترپین برس کی تھی۔

حضرت عائشہؓ سے اس چھوٹی عمر میں نکاح کرنے میں یہ حکمت تھی کہ آپؐ کے حرم میں ایک ایسی خاتون آئے جس کی تربیت آپؐ خود فرمائیں اور پھر وہ آئندہ قوم کی تربیت کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ذریعہ نصف دین ہم تک پہنچا ہے۔ بڑے بڑے صحابہؓ حضرت عائشہؓ سے دین سیکھا کرتے تھے اور آپ کی شان یہ تھی کہ آپ عالمۃٌ زاھدۃٌ فقیھۃٌ مشہور تھیں۔ آٹھ سو آئمہ حدیث آپ کے شاگرد تھے اور آپ کا فرمودہ سند کا درجہ رکھتا تھا۔ تو حضورؐ کا یہ نکاح قوم کی تعمیر و تربیت اور ترویجِ علم کے لئے تھا اور اس میں خواہشِ نفس کا شائبہ نہ تھا۔

حضرت عائشہؓ سے نکاح کی تجویز ہو چکی تھی کہ اس دوران میں حضرت سودہؓ آپکی زوجیت میں آئیں۔ حضرت سودہؓ ایک عمر رسیدہ بیوہ خاتون تھیں۔ ان کے خاوند نے اوائل اسلام میں حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور جب وہ حبشہ سے مکہ واپس آ رہے تھے تو راستہ میں ان کا انتقال ہو گیا اور حضرت سودہؓ بے سہارا ہو گئیں۔ اس عالم میں انہوں نے نبی کریم صلعم سے درخواست کی کہ وہ آپ کو اپنے سایہ عاطفت میں جگہ دیں اور حضورؐ نے اسے منظور فرما لیا۔ ۳ھ میں حضرت حفصہؓ حضورؐ کے نکاح میں آئیں۔ یہ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں اور ان کے خاوند غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے جس سے حضرت حفصہؓ بے سہارا ہو گئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دونوں دوستوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ وہ حفصہؓ کو اپنے سایہ میں لے لیں مگر انہوں نے عذر کیا اور جب حضور صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کے پاسِ خاطر سے اور حضرت حفصہؓ کو سہارا دینے کے لئے انہیں اپنے زوجیت میں لے لیا۔ اسی سال حضورؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا جن کے خاوند عبداللہ بن جحش

غزوہ احد میں کام آئے تھے اور زینبؓ کا سہارا قائم نہ رہا۔ اس زمانہ میں عرب میں شادی کے قابل مردوں کی بھی قلت تھی اور بیوہ عورتوں کا نکاح کے بغیر رہ جانا کئی قباحتوں کا موجب ہو جاتا تھا۔ حضرت نبی کریم صلعم جن کا وجود امت کے لئے موجب رحمت تھا اور جو سب کے ملجا و ماویٰ تھے ایسی بیوہ عورتوں کا خود سہارا بن جاتے تھے اور ان کی پرورش فرماتے تھے۔ اسی قسم کی شادی ابوسلمہ کی بیوہ حضرت ام سلمہؓ سے ہوئی۔

۵ھ میں حضورؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا جو آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ اس شادی کو عیسائی معترضین نے بہت مہتم بالشان مسئلہ بنا دیا ہے اور بڑے بڑے رنگ چڑھاتے ہیں۔ حضرت زیدؓ بن حارث تو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے اور اولین مسلمانوں میں سے تھے۔ نبی کریم صلعم نے انہیں اپنا متبنیٰ بنایا اور ان سے بڑی محبت کا سلوک روا رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ سے ان کی شادی کرادی۔ حضرت زینبؓ بوجہ عالی نسب ہونے کے ایک آزاد شدہ غلام سے شادی کرانے پر راضی نہ تھیں لیکن نبی کریم صلعم اسلام کی تعلیم مساوات کا عملی نمونہ قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے اس لئے آپ نے اس رشتہ پر زور دیا اور بالآخر زینبؓ نکاح پر راضی ہو گئیں۔ لیکن یہ شادی کامیاب نہ ہوئی اور میاں بیوی کی ناچاقی اس حد تک بڑھی کہ آخر طلاق تک نوبت آئی اور حضرت زیدؓ نے زینب کو طلاق دے دی۔ مطلقہ ہونا عورت کے لئے بڑا عیب سمجھا جاتا ہے اور حضرت زینبؓ اپنے آپ کو داغدار سمجھنے لگیں۔ چونکہ وہ حضورؐ کی عزیزہ تھیں اور ان کی تربیت میں پلی تھیں اور ان کے اصرار پر ہی زیدؓ سے شادی کرنے پر راضی ہوئی تھیں اس لئے حضورؐ نے حضرت زینبؓ کی دلجوئی کی خاطر انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس سے دو باتیں واضح ہو گئیں اول یہ کہ مطلقہ عورت سے شادی کرنا مستحسن ہے، اور دوسرا یہ کہ متبنیٰ اصل بیٹے کا حکم نہیں رکھتا اور زمانہ جاہلیت کی یہ رسم بھی ختم ہو گئی۔

اسی سال یعنی ۵ھ میں غزوہ بنو المصطلق کے دوران بہت سے مرد و زن گرفتار ہو کر آئے۔ جنہیں بطور لونڈی اور غلام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان میں قبیلہ کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہؓ بھی تھیں حارث جب اپنی بیٹی کا فدیہ ادا کر کے انہیں رہائی دلانے آیا تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے دو بیٹے بھی مسلمان ہو گئے۔ جویریہؓ کا خاوند مارا جا چکا تھا اس لئے حارثؓ نے حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا جو حضورؐ نے منظور فرمایا۔ اس شادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے بنو المصطلق کے تمام قیدی رہا کر دیئے اور ایک قبیلہ جو پہلے قریش کا حلیف تھا اب مسلمانوں کا دوست بن گیا۔

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہؓ بھی تھیں۔ یہ اپنے خاوند عبیداللہ کے فوت ہو جانے پر ۶ھ میں مدینہ واپس آئیں اور ان کی درخواست پر حضورؐ نے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ حضرت صفیہؓ رئیس خیبر کی بیٹی تھیں اور ان کا شوہر بنو نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر کے قتل کے بعد صفیہؓ کی حیثیت جنگی قیدی یا کنیز کی تھی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے جو خلق عظیم کے مالک اور مجسم رحم و کرم تھے صفیہؓ کی خاندانی عزت کے لحاظ سے انہیں آزاد کر دیا اور اس طرح ایک مقتدر یہودی قبیلہ کو گرویدہ بنا لیا۔ یہ شادی سیاسی اور مذہبی حیثیت سے اہم تھی اور حضورؐ کے اس طرز عمل اور حسن اخلاق سے اہل عرب کو اسلام کی طرف رغبت اور کشش ہوئی تھی۔

اسی سال مصر کے بادشاہ مقوقس نے ایک لونڈی ماریہ قبطیہؓ تحفۃً حضور نبی کریم صلعم کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے ماریہؓ کو آزاد کر دیا اور اپنے حرم میں داخل کیا۔ اور ان کے بطن سے آپ کے صاحبزادہ ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور بیوہ میمونہ نے حضورؐ سے سہارا طلب کیا اور ان کی درخواست پر حضورؐ نے انہیں اپنے عقد میں لیا۔

مجموعی طور پر ان شادیوں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ نے پانچ بیوگان کو سہارا دینے کے لئے اور ایک مطلقہ کی دلجوئی کے لئے اور تین دشمن قبیلوں کی عورتوں سے انہیں دوست بنانے کے لئے اور اسلام سے قریب لانے کے لئے شادیاں کیں۔ آپ کی ازواج مطہراتؓ میں صرف حضرت عائشہؓ صدیقہ باکرہ خاتون تھیں اور باقی سب کی سب بیوہ۔ پچاس برس کی عمر تک بلکہ ترپن برس تک آپ نے صرف ایک زوجہ کے ساتھ زندگی بسر کی اور باقی تمام شادیاں بڑھاپے کی عمر میں کیں جبکہ نفس کی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں، اور عیش و نشاط کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں حضورؐ کی حد درجہ سادہ زندگی اس بات کی شہادت ہے کہ آپکی ازدواجی زندگی میں تعیش اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا کوئی سامان نہ تھا۔ ازواج مطہراتؓ کے حجرے جو مسجد نبویؐ سے ملحق تھے کچی اینٹوں کے چھوٹے چھوٹے کمرے سات آٹھ فٹ چوڑے اور دس فٹ لمبے جن میں کھجور کی ٹٹی سے ایک حجرہ کو دوسرے سے الگ کیا جاتا تھا۔ ان میں نہ کوئی فرنیچر تھا اور نہ زیب و زینت کا سامان تھا۔ شام کو گھر میں چراغ بھی نہ جلتا تھا اور مہینوں چولہے میں آگ نہ جلتی تھی اور دن بھر کھجور اور تھو یا رات کے وقت دودھ پر گزارا و قناعت ہوتی تھی اور بسا اوقات کئی وقت کا فاقہ بھی ہوتا تھا۔ بادشاہ بن کر بھی حضورؐ کی فقیرانہ زندگی میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اور آپ نے اپنی ازواج کو بھی اسی قناعت کی زندگی پر راضی کر لیا اور جب انہوں نے ایک مرتبہ مال دنیا کا تقاضا کیا تو انہیں تنبیہ فرمائی کہ پھر وہ رسول کے گھر میں نہ رہ سکیں گی اور انہیں رخصت کر دیا جائے گا۔ آپ کی زندگی کا یہ نقشہ ان تمام اعتراضات کو رد کر دیتا ہے کہ آپ معاذ اللہ خواہش نفس کے تحت شادیاں کرتے تھے۔ پھر عبادت کا یہ عالم تھا کہ اکثر نصف یا دو تہائی رات خدا کے حضور کھڑے ہو کر گذارتے تھے اور کھڑے رہنے کی وجہ سے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ ایسی پاک اور مطہر زندگی پر اعتراض کرنا چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

اللھم صل علی محمد و بارک وسلم

دفتر کی تبدیلی

مقامی جماعت کا دفتر احمدیہ مارکیٹ کمرہ نمبر ۵۱ کے بجائے کمرہ ۵۹ میں منتقل ہو چکا ہے احباب نوٹ فرمالیں۔ ناظم شعبہ نشر و اشاعت

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

از حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ

سرکارِ دو عالمؐ کی چند خصوصیات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قد آور شخصیت اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ نہ حضورؐ سے پہلے نہ حضورؐ کے بعد کوئی ایسی شخصیت صفحہ عالم پر ظہور پذیر ہوسکی اور نہ ہو سکے گی۔ یہاں ہم حضورؐ کی چند خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں جو عام طور پر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ ویسے تو حضور صلعم کی شان میں لاکھوں کتب تصنیف ہو چکی ہیں اور نہ معلوم آئندہ کس قدر کثیر اور عظیم الشان لٹریچر آپؐ کے محور کے گرد گھومتا رہے گا۔ آج ہم اپنی بصیرت کے مطابق کچھ ایسے اشارے کرنا چاہتے ہیں جو تاریخ کے گوشوں میں پنہاں ہو کر رہ گئے ہیں۔ یقیناً جو کچھ ہم ذیل میں لکھنے والے ہیں اس پر بھی خامہ فرسائی ضرور ہوئی ہوگی، مگر ہمارا ذوق یہ چاہتا ہے کہ اسے پھر نمایاں طور پر پیش کیا جائے۔ ہم حتی الوسع نہایت اختصار سے کام لیں گے اور چند اشاروں پر اکتفا کر کے اس مضمون کو ختم کر دیں گے۔ ہماری دانست میں وہ خصوصیات حسب ذیل ہیں:۔

قرآن کریم کی زبان اور اسکے اوصاف

۱۔ حضور صلعم کو جس کلامِ الٰہی سے سرفراز فرمایا گیا ہے یہ عربی زبان میں ہے حضورؐ سے قبل دنیا میں ہزارہا انبیاءؑ مبعوث ہوئے اور وہ سب اپنے اپنے وقتوں میں کتب اور صحیفے لاتے رہے۔ محمد صلعم حضور کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کو جو صحیفہ عطا ہوا وہ ایسی زبان میں ہے جو دنیا کے ایک حصہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ وہ بڑی وسیع اور عالی اوصاف کی زبان ہے۔ اس میں فصاحت بھی ہے اور بلاغت بھی۔ فلسفہ بھی ہے اور حکمت بھی۔ نقطہ دانی بھی ہے اور دقیقہ سنجی بھی تعریفیت بھی ہے اور وعظ بھی، وہ سائنس بھی ہے اور لٹریچر بھی، اس میں ذوق بھی ہے اور شیرینی بھی، اس میں دلربائی اور دلپذیری بھی وہ کانوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے اور دماغوں کو راحت۔ قلوب اس سے ذوق و مستی میں جھومنے لگتے ہیں۔ حافظہ اسے محفوظ کر لیتا ہے آپ دنیا کے کسی گوشہ میں چلے جائیں انڈونیشیا میں چلے جائیں اور اس کے دور دراز دیہاتی علاقوں میں گھومیں۔ ملائشیا میں جائیں اور اس کی وسیع آبادیوں کے بعید کونوں میں نکل جائیں۔ چین میں پہنچیں اور شہری آبادیوں سے بہت دور کسانوں اور مزدوروں، غریبوں اور مسکینوں کے گھروں کی طرف نکل جائیں، ہندوستان کے انتہائی گوشوں یعنی مدراس وغیرہ کے دیہاتی عوام میں پہنچ جائیں تو آپ کو مسلمانوں کے کئی گھر نظر آئیں گے وہاں مساجد بنی ہوئی آپ دیکھیں گے خواہ پختہ ہوں یا کچی ان مساجد میں آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں گے جو بچوں کو صفوں پر بٹھا کر کچھ پڑھا رہے ہوں گے۔ ان کی اپنی زبانیں مختلف ہوں گی، مگر یہ سب لوگ قرآن کریم کو عربی زبان میں تلاوت کر رہے ہوں گے یا تلاوت کرنا سیکھ رہے ہوں گے۔ سب کی زبانوں پر قرآن کریم کے حروف آسانی سے ادا کئے جا رہے ہوں گے۔ وہاں خوش الحانی سے قرأت بھی ہو رہی ہوگی۔ یہ وہ نظارہ ہے جو آپ کو دنیا کی کسی الہامی کتاب کے متعلق دیکھنا نصیب نہیں ہوگا۔

دیگر سماوی کتُب اور انکی زبانیں ناپید ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی الہامی کتاب کسی ایسی زبان میں دستیاب ہی نہیں ہوسکتی جو دنیا کے ہر گوشے میں بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ تراجم کی بات اور ہے لیکن اس کتاب جن کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوئی ہے کسی بولی جانے والی زبان میں اس وقت دنیا کے کسی خطہ میں موجود نہیں وہ دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں اور ان کے معانی میں اس قدر اختلاف ہے کہ ہر ایک عالم اپنی مرضی کے مطابق ہر لفظ کے جو معنی مناسب سمجھے کر سکتا ہے، برہمن اس بات کے قائل ہیں کہ وید شرک اور بُت پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ کہیں آگ کی پوجا سکھائی جا رہی ہے، کہیں شجر اور حجر کو معبود بنا کر پیش کیا جا رہا ہے کہیں آگ اور پانی کی عبادت کرائی جا رہی ہے کہیں چاند اور سورج کو بھگوان کہہ کر پکارا جا رہا ہے۔ کہیں انسانوں کو خالق کون و مکان ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اسی وید سے سوامی دیانند نے اپنی مرضی کے مطابق ہر لفظ کے کچھ نرالے ہی معنے کر لئے جس سے وید کے علماء حیران و ششدر رہ گئے۔ وہ کہتا ہے کہ وید کا ہر شلوک توحید ہی کی دعوت دیتا ہے۔ اس تضاد اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ وید سنسکرت زبان میں ہے اور وہ زبان اب دنیا کے کسی حصہ میں نہ بولی جاتی ہے نہ سمجھی جاتی ہے۔ یہی حال دوسری الہامی کتابوں کا ہے۔

قرآن کریم کا کمال

قرآن کریم کا کمال یہ ہے کہ اس کو از بر کر لینا آسان کر دیا گیا ہے۔ دنیا کے تمام حصوں میں مختلف زبانوں اور بولیوں میں کلام کرنے والے لوگ قرآن کریم کے حافظ ہیں۔ اور ان میں سے اکثر ماہ رمضان میں تمام قرآن کریم تراویح کی نمازوں میں ایک ماہ کے اندر اندر حافظہ سے تلاوت کرتے ہیں۔ یہ نعمت کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ قرأت کے معاملہ میں عجمی قراء عربی قاریوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور مقابلہ میں سبقت حاصل کر کے انعام بھی پاتے ہیں۔

قرآن کریم کی حفاظت

قرآن کریم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ خود محفوظ ہے اور اس کے متن کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کی ذمہ داری درج ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنے ہم ہی اس قرآن کریم کو اتارنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہیں۔ دشمن اور دوست اس پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے جو نسخے اس وقت دنیا میں متداول ہیں وہ وہی قرآن ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل محمد رسول اللہ نے لوگوں کو دیا تھا۔ دیگر تمام کتابیں محرف و مبدل ہو گئیں، بعض میں علانیہ اور بعض میں خفیہ طور پر انسانی ملونیاں شامل کر دی گئیں۔

قرآن نافع النّاس ہونے کی وجہ سے زندہ کتاب ہے

اس سلسلہ میں قرآن کریم کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ عربی زبان خود زندہ زبان ہے۔ ترقی پذیر زبان ہے، علمی زبان ہے بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔ دلوں پر حاوی۔ زبانوں پر مسلط زبان ہے۔ وہ کسی دوسری زبان کی محتاج نہیں۔ اس کے بالمقابل تمام دیگر الہامی کتابیں نہ خود محفوظ رہیں نہ اُن کی زبانیں زندہ رہ سکیں، دست برد زمانہ نے ان کتابوں کی قدر و قیمت کو ضائع کر دیا اور وہ جو نوشتہ تقدیر قرآن کریم میں مرقوم ہے کہ ہم صرف نافع النّاس اشیاء کو زندہ رکھتے ہیں باقی چیزیں فنا ہو جاتی ہیں، دنیا کے سامنے ایک حقیقت بن کر آ گیا۔

نبی کریم صلعم کے اخلاق عالیہ

۲۔ حضورؐ کے خلقِ عظیم پر ہزارہا کتابیں لکھی گئیں۔ شجاعت میں، عدالت میں، سیاست میں، معیشت کے سمجھنے اور سمجھانے میں۔ معاشرت کے اصولوں کے لئے میزان قائم کرنے میں۔ تنازعات کے فیصلوں میں قانون کی تدوین میں، تہذیب کی ترتیب میں، اخلاق کی تحریک اور اس کا نمونہ قائم کرنے میں رحم اور کرم نوازی میں، جلوت اور خلوت میں یکرنگی قائم کرنے میں۔ دوستوں سے وفاداری اور دشمنوں سے صحیح اصولوں پر رواداری برتنے میں حضورؐ کا کوئی ثانی نہیں، اس وقت ہم حضورؐ کے ایسے اخلاق کی طرف قارئین کی توجہ دلاتے ہیں جو بظاہر متضاد نظر آتا ہے اور سرسری نگاہ سے دیکھنے والا آدمی اس میں تطبیق اور توافق پیدا نہیں کر سکتا۔ اس وقت قرآن کریم ہمارے ہاتھ میں ہے سورۃ القلم کے شروع ہی پر ہماری نظر ہے۔ یہ سورۃ ابتدائی زمانہ کی سورۃ ہے، حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ سب سے پہلی سورۃ اقراء نازل ہوئی اور اس کے بعد سورۃ القلم نازل ہوئی۔ اس کی ابتدائی چھوٹی چھوٹی ۱۶۔ آیات ہیں جو عجیب قسم کی تعلیم ہمارے سامنے لاتی ہیں اور خلقِ عظیم کے سلسلہ میں ایک محیر العقول قسم کی روشنی ڈالتی ہیں۔ ان میں فرمایا گیا ہے کہ جوں جوں دنیا میں علوم پھیلتے جائیں گے، لٹریچر کی اشاعت ہوگی، صحائف اور کتب کا انتشار ہوگا دنیا پر دو حقیقتیں ظاہر ہوں گی، ایک تو یہ کہ حضورؐ مجنون نہیں، ان کا کلام دیوانے کی بڑ نہیں بلکہ ان کے مخالفین جن میں ان کے ہم عصر مخالفین بھی شامل ہیں۔ جاہل اور دیوانے ثابت ہوں گے۔ اور حضورؐ کے اخلاقِ عظیمہ علماء و فضلاءِ جہان سے خراج تحسین وصول کرتے چلے جائیں گے یعنے علم کی روشنی کے ساتھ ساتھ حضورؐ کے اخلاق بھی روشن ہوتے جائیں گے۔

کس قسم کے اخلاق حضور صلعم سے صادر ہوئے

بہت لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں سے

ہنس ہنس کر بولنا اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا۔
ان کے معبودانِ باطلہ کی تعریفیں کرتے رہنا
اپنے موقف پر استوار نہ رہنا۔ تسخیر قلوب
کے لئے مخالفین سے نرم روی اور مداہنت
اختیار کرنا کوئی بڑا خلق ہے، قرآن کریم
اس قسم کے اخلاق نہیں سکھاتا، وہ حضورؐ
کو خلقِ عظیم کے تخت پر بھی بٹھاتا ہے اور
اسی تخت پر بٹھا کر حضورؐ کے ہاتھ میں ایسی
تیغ براں دیتا ہے اور حضورؐ کی زبان میں ایسی
شوکت اور تمکنت پیدا کرتا ہے کہ اسے
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفوں پر بڑی
سختی کی گئی ہے، زبان درشت ہے کلمات
سخت ہیں، تلخی اور حرارت ایک ایک لفظ
میں پنہاں ہے۔ قرآن کی نگاہ میں یہ کوئی
خلق نہیں کہ باطل پرستوں سے ہنس ہنس
کر ملو۔ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ۔ یہ الفاظ
اسی وقت دنیا کو سکھائے گئے جبکہ حضورؐ کے
رفیقانِ کار انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے اور
ہر طرف مخالفت کے طوفان اٹھ رہے
تھے۔ آپؐ غالباً اس وقت ایک یا دو یا تین
کی اقلیت میں تھے۔ باطل اور باطل نوازوں
کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے تھے اور انہیں
للکار کر فرماتے تھے کہ مجھ سے مداہنت کی
توقع مت کرو، میں تمہاری باطل نوازیوں
کو جانتا ہوں تم جھوٹے ہو۔ کاذب ہو، اور
جھوٹی قسمیں کھانے والے ہو۔ میری
مادی کمزوریوں کے باوجود مجھ سے میل ملاپ
رکھنا چاہتے ہو۔ میں اس کا روادار نہیں۔
تم [illegible] والے ہو۔ [illegible] والے ہو۔ تم سمجھتے ہو
کہ میری جماعت میں داخل ہونا ناک کٹوا
دینے کے برابر ہے۔ یاد رکھو کہ تمہاری ناکیں
کٹ جائیں گی۔ تم میں جھوٹی قسمیں کھانے
والے ذلیل آدمی۔ عیب لگانے والے۔
چغلیاں کھانے والے۔ حد سے بڑھے
ہوئے گنہگار جھگڑالو قسم کے بدمعاش موجود
ہیں، مجھے ان کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ قرآن
کہتا ہے کہ ان الفاظ کے بولنے والا خلق عظیم
پر ہے۔ ایک طاقتور بادشاہ ایک غالب غنیم
اگر کسی مخالف سے اس طرح کا سلوک کرے
تو وہ سمجھ میں آسکتا ہے، مگر بظاہر ایک غریب
مسکین، یتیم، بے نوا، بے سہارا بپھرے
ہوئے دشمن ہجوم کے مقابل پر آ کر اس قسم
کے اعلانات کرے تو یہ اس کے دل کی صفائی
قلب کی کبریائی، صداقت پر ایمان اور اپنے
بھیجنے والے پر پورے پورے ایقان کا
ثبوت ہے۔ ان الفاظ کو قرآن میں درج کر
دیا گیا اور قیامت تک کے لئے تلاوت کرنے
کے لئے محفوظ کر دیا گیا، اس وقت کے
مخالفوں کو بھی سنا دیا گیا اور آج کے مخالف
بھی اس کو پڑھ سکتے ہیں۔

ان اخلاق پر مشتمل آیاتِ قرآنی

قرآن کریم کی یہ ۱۶ چھوٹی
چھوٹی آیات مسلمانوں کے قلوب کی تقویت
کا باعث ہیں۔ آؤ آج ان کو پھر دہرائیں۔
ان کو پڑھیں۔ ان پر غور کریں۔ باطل نما مخالفوں
کو دل کی قوت اور قلب کی استقامت سے چیلنج
کرنا سیکھیں، کمزوری کا علاج مصنوعی رواداری
کا اختیار کرنا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن کریم کی اپنی
عبارت ہماری تشریح سے زیادہ فصیح ہے ہم اس
کو ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

نٓ ۔ والقلم وما یسطرون
ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ۔
وان لک لاجرا غیر ممنون ۔ و
انک لعلیٰ خلق عظیم ۔ فستبصر
ویبصرون ۔ بایکم المفتون ۔ ان
ربک ھو اعلم بمن ضل عن
سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین
فلا تطع المکذبین ۔ ودوا لو تدھن
فیدھنون ۔ ولا تطع کل حلاف مھین
ھماز مشاء بنمیم ۔ مناع للخیر
معتد اثیم ۔ عتل بعد ذالک زنیم
ان کان ذا مال وبنین ۔ اذا تتلیٰ
علیہ ایتنا قال اساطیر الاولین ۔
سنسمہ علی الخرطوم ۔

قارئین کی سہولت کے لئے ہم ان آیات
کا ترجمہ بھی ذیل میں تحریر کرتے ہیں:-
(۱) دوات گواہ ہے اور قلم اور جو کچھ وہ
لکھتے ہیں تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ
نہیں اور یقیناً تیرے لئے اجر ہے جو کبھی
منقطع نہ ہوگا۔ اور تو یقیناً بلند اخلاق
رکھتا ہے تو دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے
کہ تم میں سے کس کو جنون ہے۔ تیرا رب اسے
خوب جانتا ہے سو تو جھٹلانے والوں کی بات
نہ مان۔ وہ چاہتے ہیں کہ تو مداہنت اختیار
کرے تو وہ بھی مداہنت اختیار کریں تو قسمیں
کھانے والے ذلیل آدمی کی بات نہ مان جو
عیب لگانے والا، چغلیاں کھانے والا ہو
بھلائی سے روکنے والا سب سے بڑھنے والا
سخت گنہگار سخت جھگڑالو اس کے علاوہ
شرارت میں مشہور ہے اس لئے کہ وہ مال اور
بیٹوں والا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں
پڑھی جاتی ہیں کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں
ہم اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

جنگوں میں حضرت نبی کریمؐ کی استقامت

قرآن کریم کی یہ تعلیم قائد انسانیتؐ
کو آنے والے معرکوں کے لئے تیار کر رہی تھی
اور اسی تعلیم کا یہ نتیجہ تھا کہ جنگ احد میں
جب مسلمانوں کے ایک دستہ کی غلطی کی
وجہ سے اس وقت کے خالد بن ولید کو موقع
مل گیا کہ مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر
ان پر ٹوٹ پڑے اور مسلمانوں کے قدم اکھڑ
گئے اور وہ بے تحاشا میدان قتال کو چھوڑ
کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ اس وقت محبوب خدا
تنہا میدان میں کفار کی طرف اللہ اکبر کا نعرہ
لگا کر بڑھتا جا رہا تھا۔ مسلمانوں کے بکھر جانے
کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضور نبی کریمؐ کی خبر اڑ
گئی جب حضور کی آواز مسلمانوں کے کانوں
میں پڑی تو وہ دوبارہ سب حضورؐ کے گرد جمع
ہو گئے اور حضورؐ
کو جو زخمی ہو چکے تھے اٹھا لیا اور انکے ارد
گرد اپنے جسموں کا حصار قائم کر دیا میدان
پھر مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا اور کفار بھاگ نکلے
اسی طرح جنگ حنین میں ہوا جہاں مسلمانوں
کی اکثریت تھی قبائل عرب کی تیر اندازی نے
اسلام کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا اور
بہت لوگ تیروں کی بوچھاڑ سے عاجز آ کر بھاگ
نکلے اس وقت بھی حضورؐ کی واحد شخصیت تھی
جو کہ صرف میدانِ جنگ میں استقامت سے
کھڑی رہی بلکہ کفار کی صفوں کی طرف حملہ آور
ہو کر بڑھتی چلی گئی۔ حضورؐ کی اس شجاعت
اور بے پایاں استقامت کو دیکھ کر لشکر اسلام
پلٹ آیا اور میدان حنین میں ایسا زبردست
معرکہ برپا ہوا کہ کفار کو ہزیمت ہوئی اور اتنا
مالِ غنیمت ہاتھ آیا کہ اس سے پہلے ایسا واقعہ
کبھی نہ ہوا تھا۔ دل کی مضبوطی اپنے موقف
ایمان دشمنوں سے مرعوب ہونے کی بجائے
ان پر ہمیشہ اپنے غلبہ اور جلال کا اظہار ایسے
اخلاقِ عظیمہ ہیں جن کو نظر انداز کر کے کئی
باکمال زوال پذیر ہوئے۔ حضورؐ دشمنوں کو
معاف بھی کر سکتے تھے جیسا کہ فتح مکہ میں
ہوا۔ اور یہ غلبہ اور فتح کے وقت اظہار خلق
تھا بے بسی اور بے کسی کے زمانہ میں دشمنوں
کو خاطر میں نہ لانا اور اپنے موقف پر قائم رہنا
اور دشمن کی رذالت کا اظہار کر دینا
یہ اس سے بھی بڑا خلق عظیم ہے اللہ تعالیٰ
مسلمان قوم کو توفیق دے کہ تقویت کے موقع
محل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اخلاق عالیہ کو
ظاہر کرنا سیکھیں۔

- - - - - - -

دشمنوں کے اشتعال سے چچا کی مرعوبیت اور آپؐ کا استقامت بھرا جواب

حقیقت یہ ہے کہ یہ الفاظ گو بڑی شدت
تلخی لئے ہوئے ہیں۔ مگر اس حقیقت پر مبنی
مشرکین کو جو آپؐ کے پہلے مخاطب تھے قرآن
شریف میں رجس بھی کہا گیا، ان کو شر البریہ
ذریت شیطان کے ناموں سے بھی موسوم کیا
گیا اور ان کے معبودوں کو وقود النار اور
حصب جھنم سے بھی موسوم کیا گیا
اس سے مشرکین کو اشتعال بھی پہنچا جس پر ان کے
چچا ابوطالب نے ان کو روکا بھی کہ میں خود کمزور
ہوں تیری اشتعال انگیزیوں سے دشمنوں میں اضافہ
ہو رہا ہے۔ تو اس دشنام دہی سے رک جا۔
ورنہ میں کمزوری کی وجہ سے دشمنوں کا مقابلہ
نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلعم نے جواب دیا کہ
"اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ
اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی
تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔
اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی
اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں، میری
زندگی اسی راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر
سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا اور اے چچا
اگر تجھے اپنی کمزوری اور تکلیف کا خیال ہے تو تو
مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جا
بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں۔ میں احکام
الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا۔ مجھے
اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز
ہیں۔ بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو
چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی
راہ میں مرتا رہوں یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے
اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اس کی راہ میں
دکھ اٹھاؤں آنحضرت صلعم یہ تقریر کر رہے تھے
اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی
رقت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلعم
تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار
ابوطالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ
میں تیری اس اصلی حالت سے بے خبر تھا
تو اور ہی رنگ میں اور اور ہی شان میں ہے
جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں
جہاں تک میری طاقت میں ہے میں تیرا
ساتھ دوں گا" (ازالہ اوہام صـ ۱۸)
ابوطالب کے قلب پر کس چیز کا اثر
ہوا تھا جس نے اس کی آنکھیں پرآب کر دیں
حضور نبی کریمؐ کی تقریر سے اس پر یہ امر ثابت

ہوگیا کہ جو کچھ قرآن کریم میں دشمنوں کے متعلق لکھا ہے وہ دُشنام دہی نہیں بلکہ حقیقت الامری ہے اور اخلاق کا بہترین نمونہ ہے حق کی فطرت میں ہے کہ اس میں تلخی ہوتی ہے مگر حق کو یہ پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کی تلخی کسی کے دل کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ حق تو آتا ہی اس لئے ہے کہ وہ باطل کو کاٹ کر رکھ دے پس قرآن کریم نے جو سورۃ القلم میں حضورؐ کے خلق عظیم کا ذکر کیا وہیں دشمنوں کے خلاف سنگین ترین الزامات اور تلخ ترین کلمات بھی رقم کر دیئے اور قرار دیا کہ ان الفاظ کی تلخی اور مرارت خلق عظیم ہی کا ایک حصہ ہے۔

طبقہ اناث کی نمائندہ خاتون خدیجۃ الکبریٰؓ کا ایمان

۳۔ انسانیت کو مختلف نقطہ نگاہ سے مختلف طریقوں سے تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک تقسیم تو اس کی یہ ہے کہ وہ نر اور مادہ میں تقسیم ہے ایک حصہ اس کا رجال کہلاتا ہے اور دوسرا النساء ایک تقسیم اس کی یہ ہے کہ وہ اشراف اور رذائل میں تقسیم ہو جاتی ہے تیسری تقسیم اس کی یہ ہے کہ بزرگ اور خورد میں منقسم ہے چوتھی تقسیم اس کی یہ ہے کہ وہ جاہلوں اور عالموں پر منقسم ہے۔ حضور نبی کریم صلعم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اور وہ غار حرا سے یہ وحی سُن کر مکہ تشریف لائے تو یہ ایک بڑا عظیم الشان واقعہ تھا جس نے صدیوں بعد انسان کا تعلق آسمان سے پیدا کیا۔ اگر اس وقت اخبارو، اور صحیفوں کا زمانہ ہوتا تو یہ خبر بڑے جلی حروف میں سلسنی خیز طریق سے پیش کی جاتی۔ اگر آسمان میں بھی اخباروں کی اشاعت ہوتی تو وہاں بھی زمین سے آسمان کے تعلق پر بڑا شور اور غلغلہ بلند ہوتا اس واقعہ نے دنیا کی تہذیب اس کے کلچر اس کی معیشت اس کے اخلاق۔ اس کی سیاست، اس کی روحانیت کے رُخ بدل دیئے۔ محمد رسول اللہ صلعم بعثت کے دن ایک انقلاب انگیز پیغام لے کر آئے تھے سب سے پہلے یہ پیغام ہماری مندرجہ بالا انسانیت کی تقسیم یعنی اناث و ذکور کو مدّنظر رکھ کر پہنچایا گیا چنانچہ نسلِ انسانی کے حصّہ اناث کی بہترین نمائندہ اس وقت کے عرب میں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ تھیں وہ ممتاز خاندان کی ایک رئیسہ تھیں اور حضورؐ کے نکاح میں آئے ان کو پندرہ سال گذر چکے تھے بعثت کے وقت حضورؐ کی عمر ۴۰ سال تھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی عمر ۵۵ سال تھی وہ بڑی روشن خیال مدبّر اور جذبات سے خالی ہو کر معاملات کو سمجھنے کی اہلیت رکھتی تھیں، رسول کریمؐ کی راستبازی امانت اور دیانت میں حضورؐ کا کمال اس خاتون کو بڑا متاثر کئے ہوئے تھا، حضورؐ کا اس واقعہ کو بیان کرنا تھا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا تمام نظام پگھل کر پانی پانی ہوگیا۔ ان کے سینہ میں نورِ ایمان آناً فاناً بھڑک اُٹھا اور وہ حضورؐ کی سب سے پہلی مؤمنہ ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اس ایمان نے طبقہ اناث کو طبقۂ ذکور پر بھی فوقیت دے دی۔

طبقہ ذکور میں حضرت ابوبکرؓ کا ایمان

طبقہ ذکور کا بہترین طریق پر نمائندگی کرنے والا اس دور کا عظیم الشان انسان حضرت ابوبکرؓ ہے۔ بعثت کے دن جب وہ باہر سے گھر تشریف لائے تو ان کو ان کی لونڈی نے بتایا کہ آج تو آپؓ کے دوست نے یہ خبر سُنا دی ہے کہ وہ نبی ہے اور اس پر وحی آنا شروع ہوگئی ہے، حضرت ابوبکرؓ نے فوراً یہ جواب دیا اگر یہ محمد رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اس شخص نے کبھی کسی انسان پر جھوٹ نہیں بولا وہ خدا کی ذات پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہ بھاگے بھاگے حضورؐ کے گھر پہنچے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ کیا آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو رسول کریمؐ نے چاہا کہ ہاں کے الفاظ میں جواب دینے کی بجائے اس دعوے کے ثبوت میں دلائل دینے چاہئیں۔ آپؐ دلائل دینے لگے تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ حضور مجھے دلائل کی ضرورت نہیں مجھے صرف یہ فرما دیجئے کہ آپؐ کا نبوت کا دعویٰ ہے یا نہیں۔ حضورؐ نے پھر اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل کو پیش کرنا چاہا تو اس دلدادۂ عشق نے اصرار کیا کہ مجھے ہاں یا نہ میں جواب ملنا چاہیئے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں مجھے خدا نے نبوت کے منصب پر کھڑا کر دیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اسی وقت کہا کہ میں آپؐ کے دعوے پر ایمان لاتا ہوں اور دل سے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور طبقہ ذکور میں سے حضرت ابوبکرؓ نے ایمان لا کر انسانیت کے اس طبقہ کو چار چاند لگا دیئے۔

حضرت علی رضؓ کا قبولِ اسلام

حضرت ابوبکرؓ بزرگوں میں شمار ہوتے تھے انسانیت کی دوسری تقسیم جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے بزرگوں اور خوردوں کی ہے، حضرت علی رضؓ اس وقت نوجوانوں کے بہترین نمائندہ تھے۔ ان کی عمر اس وقت ۱۲ سال کی تھی۔ وہ حضورؐ کے سایۂ عاطفت میں دن گذار رہے تھے ان کے اخلاق سے واقف تھے ان کی عادات کو خوب جانتے تھے حضورؐ نے اپنے خاندان کے اکابر کی دعوت کی جس میں ان کے چچے بھی شامل تھے۔۔ دعوت کے بعد حضورؐ نے ان سے کہا کہ میرے کندھوں پر گراں بہا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ اصلاح خلق کا کام دنیا میں مشکل ترین کام ہے۔ تم میں سے کون کون میری امداد کرے گا۔ مجمع پر خاموشی چھا گئی اور ایک کونہ سے ایک ۱۳ سالہ نوجوان اُٹھا اور اس نے کہا کہ میں عمر میں چھوٹا ہوں جسمانی لحاظ سے بظاہر کمزور ہوں مجھے آشوب چشم بھی ہے، لیکن دنیا گواہ رہے اور میرے اکابر سن لیں۔ کہ میں اس بارِ گراں کو اُٹھانے میں محمد رسول اللہ صلعم کے انصار میں سے ہوں گا۔

زید بن حارث کا قبولِ اسلام

اس زمانہ میں غلاموں کو بہت حقیر سمجھا جاتا تھا اور انسانیت اشراف اور رذائل میں تقسیم تھی۔ زید بن حارثؓ آپؐ کا آزاد کردہ غلام تھا اس کو حضورؐ کی کوئی خوشامد مطلوب نہ تھی۔ وہ آزاد ہو کر اب خود اپنے پاؤں پر کھڑا تھا۔ جب اسے حضورؐ کے دعوے کا علم ہوا تو وہ بھی السابقون الاوّلون میں شامل ہوگیا۔ آزاد کئے جانے کے بعد اس کے باپ حارث کو علم ہوا کہ اس کا لڑکا مکہ میں حضورؐ کے پاس سکونت پذیر ہے تو اس نے خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر آپؐ سے اجازت چاہی کہ وہ اپنے لڑکے کو اپنے ہمراہ لے جائے تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں تم اس لڑکے سے دریافت کر لو اگر وہ جانا چاہے تو ہمراہ لے جاؤ۔ مگر ادھر اس غلام کی یہ حالت تھی کہ وہ ظاہرا طور پر غلامی سے آزاد ہو چکا تھا مگر حضورؐ کے اوصافِ حمیدہ نے اس کے قلب کو ایسا مقید کر دیا ہوا تھا کہ اس کے لئے حضورؐ سے سوائے موت کے جُدا ہونا ناممکن ہوگیا تھا۔ اس نے جسمانی باپ کے ساتھ جانا پسند نہ کیا اور روحانی باپ کے قدموں پر پڑے رہنے کو ہی اپنی سعادت سمجھی۔

غریبوں کی رفاقت اور معاشی مشکلات کا حل حضورؐ کے دامنِ عاطفت میں

اس کے بعد حضورؐ کے حلقۂ اثر میں سب سے غریب اور مسکین اور غلام اور کنیزیں کثرت سے شامل ہونے لگیں اور دنیا کو یہ معلوم ہونے لگا کہ شاید حضور غرباء کے طبقے کے لئے ہی مبعوث ہوئے ہیں، ہاں ہاں یہ صحیح ہے کہ حضورؐ اسی طبقہ کے لئے خیر بن کر آئے تھے اور حضورؐ کے دل کی گہرائیوں سے ان تمناؤں کا کئی دفعہ اظہار ہوا کہ اے خدا مجھے غریبوں ہی میں رکھیو، غریبوں ہی میں میں زندگی گذاروں اور قیامت کے دن غریبوں ہی کی رفاقت میں کھڑا کیا جاؤں۔ حضورؐ کی ساری عمر غریبوں کی پرورش اور یتیموں کی ہمدردی اور غرباء کی اعانت میں گذری اور جس دن حضورؐ دنیا سے رخصت ہوئے حضورؐ کی میت کسی محل سے نہیں اُٹھی بلکہ مٹی کے بنے ہوئے ایک جھونپڑے سے اُٹھائی گئی جس کے اندر پانی پینے کے لوٹے اور کھجور سے بنی ہوئی ایک چارپائی اور چند مٹی کے برتنوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ حضورؐ کا یہ کمال تھا کہ حضورؐ نے امیروں کو غریب نہیں بنایا۔ بلکہ غریبوں کو دنیا جہان کا کشور کشا بنا دیا۔ بکریوں اور بھیڑوں کے گلہ بان قیصر و کسریٰ کے تختوں کے وارث ہوگئے دولت کی عادلانہ تقسیم سے انسانیت کے طبقوں میں ہمواری اور یگانگت پیدا کر دی اور حالت یہاں تک پہنچی کہ مدینہ کی گلیوں میں لوگ زکوٰۃ لینے والوں کی تلاش کرتے پھرتے تھے اور کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ تھا۔ آج لوگوں نے غریبوں کے ماویٰ یتیموں کے ملجا کو بھلا دیا ہے اور لینن اور سٹالن کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ نہیں جانتے کہ لینن اور سٹالن نے غریبوں، مسکینوں، بے نواؤں اور بے سہارا لوگوں کو مشین کے پرزوں کی طرح کام پر لگایا ہوا تھا اور ان کی آزادی اور حریت اور انا کو ختم کر دیا تھا۔ آج بھی دنیا اگر محمدؐ صلعم کے آستانہ پر گر جائے تو اس کی تمام معاشی مشکلات قرآن کی روشنی میں بڑی آسانی سے حل ہو سکیں گی۔

اسلام کی بنیاد عقائد و نظریات پر

۴ - علامہ اقبال کی زندگی میں جب کہ وہ زندگی کی آخری حدوں کو چھونے والے تھے دیوبند کے ناظم مولینا حسین احمد مدنی نے اسلام کی عالمی حیثیت اور اس کے عالمگیر پیغام کو یہ کہہ کر ٹھکرانے کی کوشش کی کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں، عقائد اور نظریات سے کوئی قوم وجود میں نہیں آسکتی۔ علامہ اقبال مدنی صاحب کے اس اعلان سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ ان کی نیند حرام ہوگئی اور انہیں سکون نہیں آیا جب تک انہوں نے

نظم اور نثر میں بڑے پُر زور پیرایہ میں مولینا کے اعلان کو ملیامیٹ کر کے نہیں رکھ دیا۔ علاّمہ اقبال کے اس اضطراب نے برّصغیر ہند و پاک میں ایک تہلکہ مچادیا اور حسین احمد مدنی کا پیدا کردہ زہریلا اثر بالکل ختم ہوگیا۔

مجیب الرحمٰن کا فتنہ

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے کئی سال بعد مجیب الرحمٰن نے پھر وہی طوفان اُٹھاتے ہوئے بنگلہ دیش کا نعرہ بلند کیا۔ اس نے صرف پاکستان سے ہی نہیں بلکہ اسلام سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اس کی امداد کے لئے بھارت کی عظیم سلطنت اپنے تمام ذرائع و وسائل کو لے کر میدان میں آگئی۔ دنیا کے نقشہ میں بھارت دنیا کی سلطنتوں کے مقابلہ میں تیسرے یا چوتھے نمبر پر ہے۔ اس نے یہ خیال کیا کہ مشرقی پاکستان کی امداد کرنے والے دُور بیٹھے ہیں اور درمیان میں سمندر کا ایک بہت بڑا ٹکڑا حائل ہے۔ بھارت نے اپنے علاقہ سے پاکستانی ہوائی جہازوں کی پرواز ممنوع قرار دے دی اور اپنے خیال میں دونوں حصّوں کو آپس میں منقطع کر دیا۔ بظاہر حالات نہایت خطرناک تھے۔ اور بنگالیوں اور ہندؤوں کو یقین ہو گیا کہ اب مشرقی پاکستان مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر ہندؤوں سے مل جائے گا۔ یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ جس طرح اس نے پہلے کئی دفعہ کفّار کے مقابل پر مسلمانوں کی امداد کی ہے اَب بھی وہ باغیوں اور ہندو دشمنوں کے مقابل پر اسلام کی امداد کے لئے کھڑا ہوگیا اور مخالفوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملادیا اگر مجیب غدّار کے منصوبے کامیاب ہو جاتے تو مغربی پاکستان بھی پنجابیوں سندھیوں اور بلوچیوں میں تقسیم ہو جاتا اور پاکستان کی خواب خواب پریشان بن جاتی۔

پاکستان کی بُنیاد دین پر

پاکستان کی بُنیاد ہی اس بات پر ہے کہ اس کے تمام افراد اور اس کی تمام جماعتیں اور اس کے تمام قبیلے اور تمام نسلیں دین کے رشتے کی وجہ سے باہم متحد ہو کر ایک قوم کی شکل میں دنیا کے نقشے پر پاکستان کا ملک پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، اگر دین کی بنیاد منہدم ہو جائے تو پاکستان ایک منٹ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا۔

. . . .

حضرت مجدّدِ وقت علیہ السلام نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بیعت لی

دُنیا کو شاید معلوم نہ ہو مگر اللہ تعالےٰ نے آج سے پون صدی قبل آسمان سے ایک شخص کو ایک نئی تحریک کا بانی بنا کر اس امر کے لئے مبعوث کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو قومیت کا صحیح مفہوم بتلادے اور اپنی تحریک کی بنیاد ہی دین کو قرار دے چنانچہ جب اس نے مجدّد ہونے کا دعوٰی کیا اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے بیعت لینی شروع کی تو ہر ایک بیعت کنندہ سے یہ اقرار لیا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے گا۔ یہ تقدم اور تاخر ہی پاکستان کے مسٔلے کا واحد حل ہے۔ اگر دین مقدّم ہے تو پاکستان کو کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ اگر پاکستانیوں نے دین کو پیچھے چھوڑ دیا تو پھر پاکستان خاک میں مل جائے گا۔

موجُودہ بحران نے تمام پاکستانیوں کی آنکھیں کھول دی ہیں اور انہیں یقین ہو گیا ہے کہ پاکستان کو صرف نظریات کی ہم آہنگی اور عقائد کی یکرنگی سے ہی بچایا جا سکتا ہے۔ پس اس زمانے کے ماموُر نے بیعت کے وقت جو عہد اپنے مریدوں سے لیا اسی وہ عہد دل کی گہرائیوں اور ایمان و یقین کی مضبوطی سے ہر ایک پاکستانی کو خود اپنے خدا کے روبرو اور علےٰ رؤس الاشہاد کرنا چاہیئے ہر پاکستانی صحیح معنوں میں اسی وقت پاکستانی کہلانے کا مستحق ہوگا جب کہ وہ یہ عہد کر لے کہ وہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے گا ہماری تمام اخبارول، صحیفوں، کتابچوں اور پمفلٹوں میں بڑی کثرت سے اس عہد کے تقدّس کا ذکر آنا چاہیئے اور ہر محب وطن پاکستانی کو اس عہد کو عمل میں لانے کے لئے ہرگز شرمانا نہیں چاہیئے۔

قومیّت کا تصوّر عالمگیر برادری کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔

حضُور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں دو عظیم الشان سلطنتیں عرب کے اردگرد موجود تھیں۔ جو آپس میں متصادم رہتی تھیں اور دنیا میں اقتدار اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کی رقیب تھیں اسی زمانہ میں حبشہ میں بھی ایک عادل بادشاہ کی حکومت تھی یعنے نجاشی کی جو اپنے عدل، شجاعت، اور مضبوطی کی وجہ سے ان دونوں سلطنتوں کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اسی زمانہ میں یہی کچھ انسانیت کی کائنات تھی حضورؐ کی بعثت سے ابتدائی ایام ہی میں دنیا کو قومیت کا نیا تصوّر دیا جانے لگا اور اسی تصوّر کی عملی شکل میں رُوم کی نمائندگی حضرت صہیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ، ایران کی حضرت سلمان فارسی رضؓ اور حبشہ کی نمائندگی حضرت بلال رضؓ نے کر دی اور ان تمام مصائب و آلام کو شروع ہی سے عرب صحابیوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر برداشت کرنا شروع کر دیا۔ ابوجہل۔ ابولہب اور اسی قماش کے دوسرے لوگ قومیت کے اس تصوّر سے محروم کر دیئے گئے اور جغرافیائی اور علاقائی حدود کو پھاند کر یہ نیا تصوّر اس طرح جنم لینے لگا کہ چند ہی سالوں میں عراق۔ شام۔ مصر۔ سوڈان وغیرہ اپنی سابقہ قومیّتوں کے تمام نقوش مٹا کر اسلام کی عالمگیر برادری میں شامل ہو گئے اور جلد ہی بعد خلافت راشدہ کے زمانہ میں ایران سارے کا سارا مسلمان ہوگیا۔ مصر نے اپنی اصلی زبان کی جگہ عربی زبان کو قبول کر لیا۔ خود حضورؐ نے دنیا کے تمام بادشاہوں کو اسلام کا پیغام خطوط کی شکل میں پہنچایا۔ چند ہی سالوں میں افغانستان مسلمان ہوگیا۔ ہندوستان کا شمال مغربی حصہ بھی اسلام کے زیرنگین آگیا اور پھر تو کرّہ ارض کے تمام حصّے تہ و بالا ہو گئے۔ سپین سے نکل کر اسلام فرانس تک پہنچ گیا اور اب دنیا خلوص اور محبت کے عالمگیر نغموں میں انسانیت کی وحدانیت سے گونج اُٹھی۔ عجیب بے چارہ کیا جانے اسلام کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے والے کی طاقت کتنی بڑی ہے اور اسلام کے ذریعہ وہ کونسا مقصد ہے جسے حاصل کرنا قدرت کو منظور ہے۔ مقام شکر ہے کہ پاکستان کے تمام باشندگان اس حقیقت کو سمجھنے لگ گئے ہیں کہ اگر ہمارے دین کی بنیاد قائم ہے تو پاکستان قائم ہے، اور اگر دین قائم نہیں تو پاکستان نہیں۔

صدرِ مملکت کا پیغام

پاکستانیوں کے اجتماعی خیالات کی نمائندگی صدرِ پاکستان نے آج عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پہ قوم کو پیغام دیتے ہوئے ان الفاظ میں کی ہے جسے ہم اپنے مضمون میں درج کر کے بڑی مسرت حاصل کرتے ہیں کہ خدا صدرِ مملکت کو عمر دراز عطا کرے اور اس کو اس ملک کا صحیح راہ نما اور نجات دہندہ بنا دے۔ اس نے فی الواقع بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں اللہ تعالےٰ اس کو توفیق دے کہ وہ اس سے بڑھ کر اسلام اور پاکستان کی خدمت کرتا رہے اور دشمنانِ اسلام کو شکست در شکست دیتا چلا جائے۔ صدرِ مملکت آغا محمد یحییٰ خان نے عید میلادالنبی صلعم کے موقعہ پر قوم کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"قوم مادرِ وطن پاکستان کی حفاظت کے لئے خود کو وقف کر دے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان بطور نظریاتی مملکت اسلام کی عظمت کا انمٹ نشان ہے۔ یہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا، انہوں نے کہا کہ پاکستان نہایت ہی نازک دَور سے گذر رہا ہے۔ انہوں نے اپنے ہموطنوں سے اپنی اس دعا میں شامل ہونے کے لئے کہا کہ خدا کرے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلعم کا یہ یوم پیدائش ہمارے لئے امن و ترقی کے نئے دَور کا آغاز ثابت ہو۔ آج ہم اپنے محبوب پیغمبر اسلام حضرت محمد صلعم کا یوم پیدائش منا رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لانے کا دن ہے جس نے اپنی لامحدود رحمت سے نوعِ انسانی کو عظیم تر مبلغ باعث رحمت اور نجات دہندہ سے نوازا۔

اپنی زندگیوں کو اسلام کے اصولوں کے مطابق بناؤ

پیغمبر اسلام کی زندگی نہ صرف امت کے لئے بلکہ ساری انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، انہوں نے مساوات اخوت اور انصاف کے اصولوں پر مبنی ضابطہ حیات پیش کیا جو علاقائی نسلی اور جغرافیائی تعصبات کو ختم کر دیتا ہے برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے لئے وطن حاصل کیا تھا تاکہ اپنی زندگیاں اسلام کے عظیم اصولوں کے مطابق تعمیر کر سکیں۔ آج ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیئے کہ ہم کہاں تک انفرادی اور اجتماعی طور پر ان اصولوں پہ کاربند رہے ہیں۔ پاکستان ہماری امنگوں اور قومی وقار کا آئینہ دار ہے پاکستان انتہائی نازک دَور سے گذر رہا ہے میں اپنے ہموطنوں سے کہتا ہوں کہ آیئے مل کر دُعا کریں کہ پیغمبر اسلام کا یوم پیدائش ہمارے لئے امید امن اور ترقی کا نیا دَور لائے۔ آیئے آج ہم اپنے اس مادرِ وطن کی حفاظت کے لئے جسے ۲۴ سال قبل ہم نے دشمن سے نجات حاصل کر کے اللہ تعالےٰ کے فرمان کے مطابق اپنی زندگیاں گذارنے کے لئے حاصل کیا خود کو وقف کر دیں۔ پاکستان نظریاتی مملکت ہونے کی بناء پر اسلام کا انمٹ نشان ہے یہ ہمیشہ

اخبار احمدیہ

ولادت باسعادت

احباب کے لئے یہ خوشخبری کا موجب ہو گا کہ ہمارے مخلص نوجوان اور الصحت کلینک کے مالک چوہدری ریاض احمد صاحب کو خداوند تعالےٰ نے فرزند عطا کیا ہے۔ بطور شکرانہ چوہدری صاحب نے مبلغ -/25 روپے انجمن کو عطیہ عنایت فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ خدا تو مولود کو دین و دنیا میں سرفرازی عطا فرمائے اور والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔

شیخ محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹی کی وفات پر تعزیتی ریزولیوشن

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جنرل کونسل منعقدہ ۹ ۵/۷۱ میں شیخ محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹی کی وفات پر حسب ذیل ریزولیوشن پاس ہوا:

"یہ مجلس معتمدین کا یہ اجلاس شیخ محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے مرحوم جماعت کے لئے ایک فعال شخصیت تھے۔ ان کے وجود سے سلسلہ احمدیہ کو بڑی تقویت پہنچی ہے، خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت دے آمین۔

یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اس کی اطلاع اخبارات کو بغرض اشاعت اور لواحقین کو دی جاوے۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش
آنریری جنرل سیکرٹری

وفات

محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ دختر شیخ فضل الٰہی صاحب گوردا سپوری مرحوم گذشتہ دو تین سال بعارضہ سرطان بیمار رہ کر اتوار ۱۶ مئی کو وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحومہ سعید احمد خان صاحب کی اہلیہ تھیں اور اپنے پیچھے ۹ بچے اور بچیاں چھوڑ گئی ہیں۔ احباب سے مرحومہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کی استدعا ہے۔ شیخ ظہور الحسن ٹرنک بازار راولپنڈی۔

پیغام صلح: ۲۱-۵-۷۱ کو بعد نماز جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی قیادت میں نماز جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

. . . .

انتقال پُرملال

معاصر روشنی (سرینگر کشمیر) رقمطراز ہے:

"انتہائی افسوس اور قلق سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے دوست مسٹر غلام محی الدین صاحب نائب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، پرنسپل گورنمنٹ ہائر سکنڈری سکول باغ دلاور خان سری نگر ۶ مئی کی رات کو ۱۱ بجے اچانک دماغ کی رگ پھٹ جانے سے بے ہوش ہو گئے۔ انہیں فوراً صدر ہسپتال پہنچایا گیا۔ لیکن انتہائی کوششوں کے باوجود آپ دوسرے دن شام کے قریب ۵ بجے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم انتہائی ملنسار، لائق دفائق اور سنجیدہ قومی کارکن تھے۔ تحریک حریت کے ابتدائی دور میں قید و بند کی سختیاں بھی بھگت چکے تھے اور اب بھی قومی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اور ہر ایک کے ساتھ بلا لحاظ مذہب و ملت محبت و مروت سے پیش آتے تھے۔

نماز جنازہ میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی اور نماز جنازہ میر واعظ مولوی محمد فاروق صاحب نے پڑھائی اور اسی دن شام کے آٹھ بجے تجہیز و تکفین عمل میں لائی گئی۔ آپ کی رحلت پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، گورنمنٹ ہائر سکنڈری سکول کلیکٹی اور احمدیہ مسلم گرلز سکول نے تعزیتی قراردادیں پاس کیں، جن میں آپ کی وفات کو قومی نقصان قرار دیا گیا۔"

اس صدمہ میں ہمیں مرحوم کے فرزند مظفر احمد صاحب ایم اے اور دوسرے متعلقین کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تمام احمدیہ جماعتوں سے جنازہ غائبانہ پڑھنے کی استدعا ہے۔

پیغام صلح
خود پڑھنے کے بعد احباب کے مطالعہ میں لائیں

جماعت احمدیہ لاہور کا مسلک بالکل صحیح اور درست ہے

خلیفہ ربوہ کے ایک بیعت کنندہ کا بیان

چک ورکاں میں جماعت احمدیہ ربوہ اور جماعت احمدیہ لاہور کے مسلک پر بحث

جماعت احمدیہ چک ورکاں ضلع گوجرانوالہ نے جماعت ربوہ کے ساتھ ایک گفتگو کا پروگرام طے کیا تھا، چنانچہ مکرم حافظ شیر محمد صاحب نوشاہی۔ مکرم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل مکرم محمد صالح نور صاحب اور خاکسار چک مذکور میں پہنچے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ جماعت ربوہ کے احباب گفتگو کے پروگرام کو بعض وجوہ کی بنا پر ختم کر گئے ہیں۔ چنانچہ رات احباب جماعت نے مختلف قسم کے بیسیوں سوالات کئے جن کے رات کے پونے ایک بجے تک جوابات دیئے گئے۔ صبح نماز فجر کے بعد خاکسار نے حفاظت قرآن کریم کے متعلق درس دیا۔ ازاں بعد پندرہ بیس دوست جمع ہو گئے۔ بعض ان میں سے جماعت ربوہ سے بھی تعلق رکھتے تھے مسئلہ نبوت خلافت پر ہم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس کی توثیق کی جس کا اثر حاضرین پر نمایاں رنگ میں ہوا۔ ایک مولوی صاحب نے جنہوں نے کوئی ایک ماہ ہوا خلیفہ صاحب ربوہ کی بیعت کی تھی مجلس میں اس بات کا برملا اور واضح رنگ میں اعلان کیا کہ جماعت ربوہ کا مسلک درباره نبوت مسیح موعود غلط ہے اور جماعت احمدیہ لاہور کا مسلک بالکل صحیح اور درست ہے۔ اس کے بعد خاکسار نے حضرت مجدد زمانؑ کا نعتیہ کلام سنایا اور یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ جماعت احمدیہ چک ورکاں کے احباب نہایت خلوص اور محبت سے پیش آئے، اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے اخلاص و محبت میں برکت دے۔ آمین والسلام مرزا محمد سلیم اختر

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قصرِ نبوّت کی آخری اینٹ ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل النّاس یطوفون به ویعجبون له ویقولون ھلّا وضعت ھٰذہ اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیّین۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے اس شخص کی مثال کی طرح ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا بنایا اور اسے خوبصورت بنایا سوائے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ کے سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور اس پر تعجب کرتے اور کہتے کہ یہ اینٹ کیوں نہ لگائی گئی تو فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں سب نبیوںؑ کے آخر میں ہوں۔

نوٹ۔ از حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ:-

یہ حدیث ختم نبوّت کے مسئلہ پر اس قدر واضح ہے کہ ادنیٰ اشتباہ کی گنجائش باقی نہیں چھوڑتی اور وہی شخص ختم نبوّت کے بعد نبیوں کے آنے کا قائل ہو سکتا ہے جو اس حدیث کو ردّی میں پھینکنے کی جرأت کرے۔ اس میں سلسلہ نبوّت کو ایک محل سے تشبیہہ دی ہے جس کے صرف کونے کی اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا میں وہ اینٹ ہوں۔ پس جب قصرِ نبوّت میں صرف ایک ہی اینٹ کی جگہ خالی تھی اور وہ جگہ آنحضرت صلعم کے آنے سے پُر ہو گئی تو اب کسی اور نبی کو لا کر اسے کونسی جگہ دی جائے گی۔ کیا اس آخری اینٹ کو اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ اب اس نئی اینٹ سے پُر کی جائے گی نعوذ باللہ منہ۔ یا کیا محمد رسول اللہ صلعم جس

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

مَیں دو ہی مسئلے لیکر آیا ہوں

اوّل خدا کی توحید اختیار کرو
دوسرے آپس میں ہمدردی ظاہر کرو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات گرامی

جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر پہلے میں بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب ہو گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کیلئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجے کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ **میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔** وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی۔ راولپنڈی

حضرت مسیح موعودؑ کی چند کرامات

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی بھی کرامات دیکھنے میں آئیں جن کا آنکھوں دیکھا حال قلمبند ہو چکا ہے اور کسی شک و شبہ یا تاویل کی ضرورت نہیں۔ ان میں سے چند ایک قارئین کرام کے ازدیاد ایمان کے لئے یہاں بیان کرتا ہوں۔ اور پہلے اس واقعہ سے کرتا ہوں جس کا تعلق میری ذات سے ہے۔

(۱) میری بچپن کی شدید علالت اور والد صاحب (حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم) کا حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں درخواست دعا کے لئے حاضر ہونا۔

اس واقعہ کو والد صاحب نے اپنی خود نوشت (احمدیت کے بیان میں) اخبار پیغام صلح کے کسی گذشتہ نمبر میں لکھا ہے۔ اور میں نے اسی بیان کو کتاب "بشارات احمدیہ" جلد اول میں بھی شامل کیا ہے۔ اس سے مختصراً لیا جاتا ہے:—

"........ ممتاز احمد کو ٹائیفائڈ فیور ہو گیا اور ایسا خطرناک کہ ۱۰۵ درجہ کا بخار بلکہ اس سے بھی تیز بخار شب و روز رہنے لگا۔ .... امرتسر کے قابل ڈاکٹروں نے بالاتفاق اپنی تشخیص مکمل کرکے کہہ دیا کہ ٹائیفائڈ فیور بہت سخت قسم کا ہے۔ اگر زندگی ہے تو تین چار ہفتہ سے کم میں نہیں اترے گا۔ میں ایک ہفتہ کی رخصت لے کر آیا تھا۔ بچہ شب و روز دماغی بے ہوشی کی وجہ سے میت کی طرح پڑا رہتا تھا اور کوئی صورت بچنے کی نہ تھی۔ بخار کو گیارواں دن تھا میری رخصت ختم ہو چکی تھی۔ بخار کی تیزی اور بیہوشی کا وہی عالم تھا۔ میری بے قراری کی کوئی انتہا نہ تھی۔ .... اتفاق سے ان دنوں حضرت مرزا صاحبؑ کی کتاب "برکات الدعا" ہمارے ہاں آئی ہوئی تھی میری بیوی نے بھی پڑھی تھی۔ وہ مجھے کہنے لگیں کہ تم خود جا کر دعا کراؤ تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل کر دے۔ انہوں نے اپنی کتاب برکات الدعا میں نیز زور سے لکھا ہے:—

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

والد صاحب ایک احمدی دوست کو ساتھ لے کر رات کے دو بجے قادیان پہنچے۔ رات سخت اندھیری تھی۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ قادیان میں (سڑک کی) لالٹینوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ سردی کا موسم، گھروں کے دروازے بند۔ آدم نہ آدم زاد۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ خدا جانے اس وقت مرزا صاحبؑ کیا کر رہے ہوں گے .... اندھیرے میں کچھ پتہ نہ لگتا تھا کہ ناگاہ حضرت مرزا صاحبؑ کے مکان کے ایک دروازہ پر میرے دفعتہً کا ہاتھ پڑا .... اور وہ کھٹکے سے کھل گیا۔ حضرت مرزا صاحبؑ تہجد پڑھ رہے تھے۔ اسی وقت آپ نے سلام پھیرا اور دریافت کرنے پر فرمایا کہ اوپر مسجد مبارک میں چلے جائیں .... دیکھا کہ ساری مسجد مبارک میں لوگ نماز تہجد بڑے خشوع خضوع سے پڑھ رہے ہیں .... صبح کی نماز کی سنتیں پڑھ کر بیٹھا ہی تھا جو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم تشریف لائے (ان سے سیالکوٹ سے واقفیت تھی) ...... بڑے تپاک سے ملے۔ مجھے کہنے لگے "آخر آپ آئے"۔ ہاں خدا ہی لے آیا۔ اس کے بعد میں نے تذکرہ کیا کہ میرا بچہ سخت بیمار ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ فرمانے لگے کہ آپ ابراہیمؑ کی طرح حنیف بنیں۔ آپ کے لئے بھی آسمان سے آواز یا نار کونی برداً سلاماً علیٰ ابراہیم کی آجاوے گی۔ اور آپ کی یہ آگ اللہ تعالیٰ ٹھنڈک اور سلامتی سے بدل دے گا........ اتنے میں حضرت مرزا صاحبؑ اندر سے تشریف لائے .... مولوی عبدالکریم صاحب نے میرا بازو پکڑ کے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا، عرض کی "حضور یہ بھی ایک سعید روح ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں" حضرت نے بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا........ نماز کے ختم ہونے کے بعد حضرت صاحب اندر تشریف لے گئے.... حضرت صاحب نے تھوڑی دیر بعد ہی اندر بلا بھیجا........ [illegible] کہ کوئی ایسا نصائح فرماتے رہے اور اسی ضمن میں حضرت صاحب نے یہ فقرہ فرمایا کہ اگلے جہان چلنے کے لئے یوں تیار رہنا چاہئے جس طرح ایک دور افتادہ مسافر اپنے وطن کو جانے کے لئے بخوشی آمادہ رہتا ہے .... میں ایسا مدہوش بیٹھا تھا کہ نہ لڑکے کی بیماری یاد رہی تھی نہ دنیا کا کوئی کام۔ ذہن میں باقی رہ گیا تھا........ میں نے عرض کی حضور میری بیعت لے لیں میں کب تک اس طرح بھٹکتا رہوں گا۔ آپ نے میری بیعت لی اور دعا کی۔

جب رخصت ہونے لگے تو لڑکے کی بیماری کے متعلق عرض کیا کہ بچہ بہت بیمار ہے حضور خاص توجہ سے دعا فرمائیں۔ آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دیر تک دعا فرماتے رہے۔ دعا کے بعد مجھے رخصت ہونے کے لئے اجازت دی گئی......... وہاں سے والد صاحب اپنی ڈیوٹی پر شکر گڑھ چلے گئے....... وہاں تیسرے دن خط آیا کہ بخار اتر گیا ہے۔ اور لڑکا بالکل اچھا ہے...... جب امرتسر گیا تو معلوم ہوا کہ جس روز صبح میں نے حضرت مسیح موعود سے دعا کرائی ہے اس روز حالت بہت خراب تھی۔ رات جو آئی تو ایک مایوسی کا عالم تھا۔ ۱۲ دن بخار کو ہو چکے تھے۔ پچھلی شب کو ٹمپریچر جو لیا تو نارمل تھا۔ ...... جب معالج کو خبر دی تو اس نے کہا دیوانے ہوئے ہو کہیں ٹائیفائڈ فیور بھی جو اس قدر سخت قسم کا ہوتا ہے بارہ دن میں اترا ہے......... وہ خود آیا بار بار ٹمپریچر لیا نبض دیکھی حیران رہ گیا۔ کہنے لگا کہ خدا کا خاص فضل ہی ہے میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا........ یہ تو کوئی اعجاز مسیحائی ہے کہ مردہ زندہ ہو گیا

حضرت مسیح موعود کیا سچ فرماتے ہیں:—

ہزار مرض و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بری کار یک دعا باشد

۲۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب (مرحوم) کی علالت اور معجزہ نما شفایابی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے طاعون کی وبا کے پھیلنے کی پیشگوئی کی تھی جو کہ ایک عذاب الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتی تھی۔ طاعون تمام ملک میں شدت سے پھیلی اور قادیان کے اردگرد الا الذین علوا استکبارا (کہ بیشک میں حفاظت کروں گا ہر ایک کی جو اس گھر کے اندر ہے سوائے اس کے جو سرکشی اور تکبر اختیار کرے)۔ اس لئے حضرت اقدسؑ نے بہت سے دوستوں کو اپنے گھر کے اندر رہنے کی دعوت دے دی۔ ان میں مولوی محمد علی صاحب بھی تھے۔ اتفاق سے مولوی صاحب کو سخت بخار چڑھا۔ انہوں نے خیال کیا کہ کیا عجب ہے کہ مجھ میں کوئی کمزوری ہو اور اس کی وجہ سے میں طاعون میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے مفتی محمد صادق صاحب کو بلوا کر وصیت لکھوانی شروع کر دی۔ حضرت اقدس کو خبر ہوئی تو آپؑ فوراً مولوی صاحب کے کمرہ میں تشریف لائے اور حال دریافت کیا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مجھے طاعون ہو گئی ہے۔ دیکھئے کس قدر سخت بخار ہے۔ حضرت اقدس نے نہایت جذبہ کے ساتھ فرمایا کہ "اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعوئے الہام غلط ہے"۔ یہ کہہ کر آپ نے جو نبض پر ہاتھ رکھا تو عجیب نمونہ قدرتِ الٰہی کا ظاہر ہوا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد ہو گیا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔ ایک اور اعجاز مسیحائی اس طرح ظاہر ہوا۔

۳۔ نواب محمد علی خان کے بیٹے عبدالرحیم کی شفایابی۔

اکتوبر ۱۹۰۳ء میں عبدالرحیم تپ محرقہ سے بیمار ہو گیا۔ نہایت تیز بخار۔ ہوا اس میں فتور اور سخت بے ہوشی رہتی تھی۔ مولوی نورالدین رحؓ معالج تھے مگر وہ بھی نا امید نظر آتے تھے۔ حضرت اقدس کو ہر روز دعا کے لئے توجہ دلائی جاتی تھی۔ حضرت نے فرمایا بڑے درد دل سے دعا کی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتلایا گیا ہے کہ بیماری اور موت تقدیر مبرم ہے اور مقدر ہے۔ اس وقت حضرت صاحب پر حد سے زیادہ حزن طاری ہوا اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۲)

مسیح موعودؑ کی بعثت کی اصل غرض

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی اصل غرض کیا ہے؟ کیا دلائل و براہین سے دشمنان اسلام پر غلبہ پانا اصل غرض ہے؟ کیا محض اسلام کو دنیا میں پھیلانا اور دلائل و براہین سے اس کی صداقت ثابت کرنا ہی آپ کے آنے کی حقیقی غرض اور منشاء ہے، بے شک یہ بھی آپ کے مشن میں داخل ہے، لیکن آپ کی بعثت کی اصل غرض یہ نہیں، اصل غرض ایک ایسی جماعت پیدا کرنا ہے جو اصلاح و تقوےٰ کے رستے پر چلنے والی ہو، اور اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو فکر لاحق تھا، اور جو خیال آپ کو کھا رہا تھا، اس کا ذکر آپؑ نے خود حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے جو جماعت احمدیہ کے ہر فرد کی خصوصی توجہ کے لائق ہے فرماتے ہیں: —

"میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقوےٰ کے رستے پر چلے، اور اخلاق کا اعلےٰ نمونہ قائم کرے، تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو، پس یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی، تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا"

اس وقت جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی یاد میں مختلف شہروں کی احمدیہ جماعتیں سالانہ اجلاس منعقد کر رہی ہیں، ہم حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا ارشاد کی طرف انہیں خصوصی توجہ دلانا چاہتے ہیں، اور یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے جلسوں میں جہاں آپ کے عظیم الشان کارناموں اور اشاعت اسلام کے متعلق جماعت کی فاتحانہ جد و جہد کا ذکر کیا جائے گا، وہاں آپؑ کے اس ارشاد کو بھی خاص طور پر پیش نظر رکھا جائے اور تمام افراد جماعت کو حضرت مسیح موعودؑ کے منشاء کے مطابق اصلاح و تقوےٰ کے رستے پر چلنے اور آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہونے اور اخلاق کے اعلےٰ نمونے قائم کرنے کی تلقین کی جائے، تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی اصل غرض پوری ہو اور اس بارہ میں جماعت کے اندر کمی کے متعلق جو خیال آپ کو کھا رہا تھا، اس کا پورے طور پر مداوا ہو سکے اور آپؑ کی روح پر فتوح کی خوشی کا موجب ہو۔

اپنی جماعت کے علاوہ ہم ان غیر از جماعت اصحاب کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا ارشاد کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں، جو آپؑ کو طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بنائے رکھتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہیئے کہ اس ارشاد میں آپؑ نے اپنی بعثت کی جو غرض بیان کی ہے اور جس قسم کی مومن جماعت تیار کرنا اپنا مقصد قرار دیا ہے، کیا وہ کسی ایسے شخص کا بیان ہو سکتا ہے جو خدا سے دور اور ذاتی اور نفسانی اغراض کا بندہ ہو؟ کیا جو غم حضرت مرزا صاحبؑ کو کھائے جا رہا تھا، وہ آپؑ کے ہدایت یافتہ ہونے اور تقرب الی اللہ کا شاہد نہیں؟ آپ سو عیوب بیان کریں لیکن یہی ایک بات آپؑ کی پاک باطنی کی کھلی ہوئی دلیل اور تمام مفروضہ عیوب کی صفائی کی موجب ہے کیا ہمارے مخالفین اس پر غور کریں گے؟

ہم نور رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں ✤ دل سے ہیں خدام ختم المرسلیںؐ
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب ✤ کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

میاں نثار احمد صاحب شیخ کی والدہ ماجدہ کا انتقال پُر ملال

گذشتہ اتوار بتاریخ $\frac{5}{71}$ ۹ شام کو عزیزی میاں نثار احمد صاحب شیخ کی والدہ ماجدہ کا ملتان میں انتقال ہو گیا ہے۔ جس سے میاں نثار احمد صاحب و ان کے دیگر اعزہ و اقارب کو سخت صدمہ ہوا ہے۔ مرحومہ جناب شیخ میاں فضل الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ کی ہمشیرہ تھیں نیکی۔ تقوےٰ و طہارت میں جیسا اُن کا مرحوم بھائی بے مثال تھا، ویسے مرحومہ بھی صحیح معنوں میں بہت ہی اونچے درجہ کی متقی۔ مخیّر و غریب پرور و نافع الناس خاتون تھیں۔

بوجہ تعلق رشتہ داری مجھے مرحومہ کی زندگی کو نہایت ہی نزدیک سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ مرحومہ پرلے درجہ کی متقی۔ نیک۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ چونکہ مرحومہ ذیابیطس و بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں۔ اور ان کے پاؤں کے تلوؤں و دیگر جگہ کئی بار اپریشن ہوئے اُن دنوں بھی نماز سوتے ہوئے اشاروں سے ادا کی۔ اور انہوں نے کوئی نماز قضا نہیں کی ہے۔ اور اسی طرح ماہ رمضان میں بھی سالم روزے پورے کئے اور قرآن شریف کی تلاوت بھی باقاعدگی سے ہمیشہ جاری رکھی ہوئی وہ صحیح معنوں میں ایک مکمل مسلمان خاتون تھیں۔ غرباء کی امداد کرنا ان کا روزمرّہ کا کام تھا جس سائل کو انہوں نے روٹی دی ہے اس کو روٹی کے ساتھ سالن، اچار یا لسّی ضرور دی ہے۔ خالی چپاتیاں میں نے ان کو کبھی دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب وہ خود اور ان کے بچے کھانے کی خاطر اکٹھے ہو کر بیٹھتے تھے، تو وہ گھر کے ملازمین کو بھی اپنے ساتھ اکٹھے بٹھلا کر کھانا کھلاتی تھیں۔ ملازمین کو بھی وہی کھلانا کھلاتی تھیں، جو وہ خود یا ان کے بچے کھاتے تھے۔ انہوں نے کبھی کسی سائل یا ملازم کو تلخ یا ترش جواب نہیں دیا۔

سائل نے جس جس چیز کے متعلق سوال کیا وہ کوشش کرتی تھیں کہ ان کی ضرورت پوری کی جا سکے۔ میں ان کو ہنس کر ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ آپ کی یہ نیکی اور غرباء کی دعائیں آپ کو سیدھی جنت میں لے جاویں گی۔ غرضیکہ مرحومہ بہت ہی اونچے اخلاق کی مالکہ تھیں، اور بہت ہی صائب الرائے خاتون تھیں۔ میں اپنے گھریلو معاملات میں بھی ان سے مشورہ لیتا تھا۔ مرحومہ کو احمدیت اپنے والد مرحوم سے ورثہ میں ملی تھی، اور وہ احمدیت کا مکمل نمونہ تھیں، وہ فرماتی تھیں کہ چنیوٹ میں ان کے والد صاحب مرحوم نے پہلے پہل حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

مرحومہ نے اپنے پیچھے دو بچے اپنی یادمیں چھوڑے ہیں۔ سب سے بڑے میاں نثار احمد صاحب ہیں، جو اچھے پیمانے پر اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ اور ان سے چھوٹی عزیزہ رفیعہ بی بی ہیں۔ جو میرے لڑکے عزیزی خورشید محمد خان چانڈیہ منیجر یونائیٹڈ بنک کے ساتھ شادی شدہ ہیں مرحومہ نے اپنے دونوں بچوں کی تعلیم و تربیت اخلاق کے سلسلہ میں بہت ہی محنت سے کام لیا ہے۔

میں تمام احباب جماعت احمدیہ لاہور سے خاص طور پر اپیل و التجا کرتا ہوں، کہ تمام احمدی بھائی اپنے اپنے مقامات پر مرحومہ کا نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں اور مرحومہ کے لئے درد دل سے دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کو جنت میں بہت ہی اونچا مقام عطا فرمائے اور مرحومہ کے بچوں کے لئے بھی خاص طور پر دُعا فرمائی جاوے کہ اللہ تعالےٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اللہ تعالےٰ ان پر اپنا فضل و کرم کرے اور وہ اپنی والدہ مرحومہ کے نقش قدم پر چلیں اور دین و دنیا میں کامیاب و کامگار ہوں۔ والسلام۔

خاکسار۔ عبدالرحیم چانڈیہ۔ بلاک ۲۸ ڈیرہ غازی خاں $\frac{5}{71}$ ۱۶

ایک مرحوم بزرگ کی برسی کی تقریب پر دعوت

سیکرٹری صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور اطلاع دیتے ہیں: —

محترم صلاح الدین ناصر خاں صاحب کے والد محترم السابقون الاولون احمدیوں میں سے تھے ۱۷ جون کو بروز بدھ ½ ۵ بجے شام ان کے یوم وفات پر ایک تقریب "یادرفتگان" محترم صلاح الدین ناصر خاں صاحب کی قیام گاہ پر منعقد ہو رہی ہے، گردو نواح کے احباب سلسلہ سے شمولیت کی درخواست ہے۔ اس موقعہ پر وہاں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی رابطہ کمیٹی کا ماہوار اجلاس بھی ہو رہا ہے جس میں صدر و عہدیداران اور ارکان انتظامیہ بالخصوص شرکت کر رہے ہیں۔

جائے تقریب F/71، وحدت کالونی۔ لاہور ہے۔ جہاں بذریعہ اومنی بس ۲۷ و ۲۸ "اسکول سٹاپ" پر اتر کر بآسانی پہنچا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر مبارک احمد شیخ۔ آنریری جنرل سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

"مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب ۱۰ جون بروز جمعرات ۸ بجے صبح بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچ رہے ہیں"

لاہور میں یومِ وصال حضرت مسیح موعودؑ کی تقریب

امامِ وقتؑ کے کارناموں اور خدماتِ اسلام پر تقاریر

بشیر احمد سوز

مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۷۱ء کو بروز بدھ لاہور کی مقامی جماعت احمدیہ کے زیرِ اہتمام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صد چہاردہم کی ۶۳ ویں برسی منائی گئی۔ احمدیہ ہال میں احباب لاہور کا جلسہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کے زیرِ صدارت منعقد ہوا جس میں مقررین سلسلہ نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی حیات، آپؑ کے مقام و مرتبہ اور تجدیدِ دینِ اسلام و احیاءِ ملت کے عظیم الشان کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی خدمت میں پرخلوص نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے کام کو آگے بڑھانے اور پھیلانے کے عزم کا اظہار کیا۔

تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد ڈاکٹر مبارک احمد صاحب سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے احمدیہ ہال کے بارہ میں تحریک کی کہ یہ ہال ہماری جماعتی سرگرمیوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کی تزئین مقامی جماعت کے تحت ہو رہی ہے۔ انجمن نے اس سلسلہ میں پانچ ہزار روپے کی گرانٹ منظور کی ہے۔ جو ناکافی ہے۔ انجمن آئندہ بجٹ میں ۵ ہزار روپے کی رقم مزید مختص کرے۔ علاوہ ازیں خواتین و احباب سلسلہ فرداً فرداً اس فنڈ میں رقوم دیں۔

حضرت امیر قوم کا خطاب

حضرت امیر قوم نے حاضرین سے خطاب فرماتے ہوئے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ کسی انسان کی عظمت کا انحصار اس کے کارناموں پر ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے نہایت نامساعد حالات میں تجدیدِ دین کا احیاءِ ملت اور ابطال مذاہبِ باطلہ کے تاریخ ساز کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ آپؑ ایک پسماندہ گاؤں قادیان میں پیدا ہوئے۔ جہاں تعلیم و تدریس اور علم و معرفت کے کوئی سامان نہ تھے۔ آپؑ نے جب مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا تو مذہبی طبقہ میں آگ لگ گئی۔ برصغیر ہند و پاک کے علمائے اسلام آپ کے خلاف ہو گئے اور کفر کے فتوے جاری کر دیئے۔ ان کے علاوہ آریوں، عیسائیوں، سکھوں اور ہندوؤں نے بھی زبردست مخالفت کی۔ کیونکہ آپ نے ان سب مذاہب کو باطل ثابت کیا۔ اس طرح مصائب و مشکلات کے پہاڑ آپ کے خلاف کھڑے ہو گئے، لیکن آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ آپؑ اپنے ربانی مشن کی بجا آوری میں شب و روز مشغول و مصروف رہے۔ تجدید و تبلیغ کے کام میں اپنے مال و وقت اور اپنی جان و جسم کو تا دمِ مرگ لگائے رکھا۔ آپؑ نے اردو، فارسی اور عربی میں ستر اسّی کتابیں لکھیں اور اسلام اور مذاہبِ عالم پر بے نظیر لٹریچر پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ دعوےٰ کیا کہ میری تصانیف کا بلحاظ لٹریچر اور بلحاظ معارف قرآنی کوئی بڑے سے بڑا عربی دان مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ کسی شخص کو اس چیلنج کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ یکسر الصلیب کی پیشگوئی جو رسول کریم صلعم نے آنے والے مسیح موعودؑ کے متعلق کی تھی آپؑ کے ہاتھوں پوری ہوئی، اور آپ نے دلائل و براہین اور تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ حضرت عیسٰےؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے نہ وہ آسمان پر گئے۔ یروشلم سے ہجرت کر کے کشمیر آئے اور وہیں پر وفات پائی۔ چنانچہ آج کی پڑھی لکھی دنیا حضرت مرزا صاحبؑ کے اس موقف کی ہمنوا ہو رہی ہے۔ جرمنی کے ممتاز عیسائی عالم نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس کفن کی تصاویر دی ہیں جو واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسٰےؑ کو پہنایا گیا جس میں خون کے دھبے اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ صلیب سے زندہ اتار لئے گئے۔ یہی حضرت مرزا صاحبؑ کا موقف تھا جس نے صلیبی مذہب کو باطل ثابت کر دیا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنائی جس کے ذریعہ مغربی دنیا کو توحید الٰہی اور رسالت نبویؐ کا پیغام پہنچایا گیا اور دنیا کے لاکھوں افراد بیرون حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا یہ بھی ایک مشن تھا کہ:-

مسلماں را مسلماں باز کردند

چنانچہ انہوں نے رسموں اور بدعتوں اور غیر اسلامی مروجہ عقائد کے خلاف جہاد کیا اور حقیقی اسلام کی چہرہ نمائی کی۔ ضرورت ہے کہ حضرت مجدد وقتؑ کے اس تجدیدی کام کو اپنے تمام وسائل و ذرائع کے ساتھ جاری رکھا جائے۔ اور تجدید دین اور احیاء امت کے لئے نئے تقاضوں کے تحت امامِ وقتؑ اور سلسلہ کے پیدا کردہ لٹریچر اور علم کلام کو وسیع پیمانہ پر شائع کیا جائے۔

سلسلہ احمدیہ میں اختلاف کی بناء

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر کے بعد محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "سلسلہ احمدیہ میں اختلاف [illegible] کے" موضوع پر محققانہ تقریر فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ یہ ایک افسوسناک المیہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد سلسلہ احمدیہ جو منشائے الٰہی کے ماتحت قائم ہوا تھا دو حصوں میں بٹ گیا۔ اس تفرقہ سے سلسلہ کی ترقی برسوں پیچھے رہ گئی۔ جناب ڈاکٹر صاحب مکرم نے اس تفرقہ کے اسباب و عوامل پر واقعات و حقائق سے روشنی ڈالتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا کہ یہ تفرقہ کسی قیادت، امارت کے تنازعہ کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کی ابتداء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات میں ہی اس وقت ہو چکی تھی جب حضورؑ نے کتاب "الوصیت" رقم فرمائی اور اس کے تحت سلسلہ کا انتظام و انصرام ایک انجمن کے سپرد فرمایا اور بعض لوگوں نے اس بناء پر ایسے مسائل کھڑے کر دیئے جو آپؑ کی وفات کے بعد تفرقہ پر منتج ہوئے اور آخرکار میاں محمود احمد کے زیرِ قیادت پوپ کی طرز پر ربوہ میں گدی بن گئی۔ مفصل تقریر آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

جماعت احمدیہ کی تشکیل اس کی غرض و غایت اور اس کی تکمیل کے ذرائع

موضوع بالا پر مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی تشکیل کی غرض و غایت وہی تھی جو حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض تھی یعنے اشاعت و تبلیغ اسلام۔ آپ نے اُمت میں سلسلہ مجددین کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اور گذشتہ صدیوں کے مجددین کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا کہ ہر زمانہ کا مجدد اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق مفاسد زمانہ کا علاج کرتا اور تجدید و احیاء کا فریضہ انجام دیتا ہے آپ نے بتایا کہ یہ سلسلہ ایک الٰہی نظام کے تحت چلتا ہے چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مجدد اول نے خلافت راشدہؓ کے نظام کا احیاء کیا۔ امام غزالی رحؒ نے یونانی فلسفہ کو تابع قرآن کرنے کا مجددانہ کام سرانجام دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ شہنشاہ اکبر کے زمانہ کے زہر کا تریاق لے کر آئے۔ اور اسلام کی برتری کے دلائل دیئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے زمانہ میں صوفیاء و فقہاء کے جھگڑوں اور مسائل کو سلجھایا۔ تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی رحؒ نے غیر اسلامی بدعات اور رسومات کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ اور سکھوں کے مظالم کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی۔ چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ نے تقاضائے وقت کے تحت اللہ تعالےٰ کی ہستی اور رسول کریم صلعم کی صداقت پر زور دیا۔ اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ اللہ تعالےٰ کے انکار کا فتنہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس فتنہ کا سدِباب کیا اور خدا تعالےٰ کی ہستی پر زور دیتے ہوئے دنیا کو چیلنج کیا کہ آؤ میں تمہیں زندہ خدا دکھاؤں اور اس ضمن میں آپؑ نے تعلق باللہ کی ایمان افروز اور زندہ و تازہ شہادتیں اور نشانات پیش کئے۔ مکرم مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ حضرت امامِ وقت مسیح موعودؑ کی بعثت کی اغراض میں حفاظتِ اسلام (بیرونی حملوں سے دفاع اور اندرونی مفاسد کا علاج) اور اشاعتِ اسلام کے عظیم الشان کام شامل ہیں جن کے لئے آپؑ نے بے نظیر علم کلام پیش کیا اور اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنائی جو نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے اس جہاد میں مصروف ہے۔ مکرم مرزا صاحب نے خواتین و احباب سلسلہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سلسلہ کی غرض و غایت کی تکمیل کا ذریعہ یہی ہے کہ آپ میں سے ہر شخص انفرادی طور پر پورے خلوص اور جذب و عشق سے اس کام میں حصہ لے آپ نے فرمایا کہ کوئی خاندان یا جماعت اور قوم اسی وقت ترقی کی منزلیں طے کر سکتی ہے جب اس کا ایک ایک فرد اس کے اغراض و مقاصد میں حصہ لے لہذا آپ توجہ کریں اور اپنی ذات سے تقویت پہنچائیں۔

آخر میں مکرم غلام نبی صاحب مسلم ایڈیٹر روحِ اسلام نے "حضرت مجدد زمان کی مقناطیسی شخصیت اور انقلابِ اثر" کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا جو کسی آئندہ اشاعت میں شائع ہوگا۔ دوران جلسہ میں حاضرین کی

لیکن پاکستان تئیس سال میں اور زیادہ بُرائیوں میں ملوّث ہوگیا

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تمام انبیاءؑ پر ایمان ضروری قرار دے کر بین الاقوامی اتحاد کی بُنیاد رکھی

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے شجاعانہ کارنامے اور غیر قوموں سے عدل و انصاف

میلاد النبی صلعم کے جلسہ منعقد ۱۷ مئی میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے نبوت کا یہ کام تاڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سپرد کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا تاڑنا اور اس کا انتخاب اس کے وسیع علم پر مبنی ہے۔ دُنیا جہان کی حکومتیں اپنے ایلچی اور سفیر اپنی حیثیت اور دوسرے ملک کے وقار و سطوت کے پیش نظر مقرر کرتی ہیں اللہ تعالےٰ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ وہ زمین و آسمان، ان کی درمیانی خلاؤں، سمندروں اور خشکی کا بادشاہ ہے، اس کی طرف سے جو سفارت بھیجی جائے اس کی اہمیت و عظمت کا مقام کسقدر بلند ہوگا۔ فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ، اللہ تعالےٰ انتخاب نبوت و رسالت کے بارے میں خوب جانتا ہے کہ کس کو اس عظیم الشان منصب پر فائز کرنا ہے اس عظیم بادشاہ نے قوموں کے نظریات اور ان کی عادات و اخلاق کو سامنے رکھ کر ایک عظیم الشان رسولؐ مبعوث فرمایا جس کو رسول من ربّ العالمین فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا وانک لعلیٰ خلق عظیم آپؐ عظیم اخلاق عالیہ کے مالک ہیں، اس خلق عظیم کے ذریعہ آپؐ نے سارے عرب کو پاک و صاف کر دیا۔ عرب میں ہر قسم کی برائیاں تھیں، بت پرستی، جوئے بازی شراب خوری، فحاشی، قبائلی تفاخر و تباغض، غرض کوئی برائی نہ تھی جو ان میں نہ پائی جاتی ہو، آپؐ نے ان سب برائیوں کو ان کے دلوں سے مٹا دیا۔ اور وہی لوگ نیکی و پاکیزگی میں دنیا کے ہادی و رہبر بن گئے۔

حضرت نبی کریمؐ کی تعلیم و تربیت کے شاندار نتائج

پاکستان جب وجود میں آیا تھا تو لوگوں کو خیال تھا کہ ہم اس کو نیکی و بھلائی کا گہوارہ بنا دیں گے۔ آج تئیس چوبیس سال پاکستان قائم ہوئے گذر گئے۔ لیکن وہ پاک ہونے کے بجائے اور زیادہ برائیوں میں ملوّث ہوگیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے تئیس سال کے عرصہ میں سارے عرب کو پاک کر دیا۔ حضور صلعم کی تربیت سے آپؐ کی اُمّت بے نظیر انسان پیدا ہوئے۔

آپؐ نے بین الاقوامی اِتحاد کی بنیاد رکھی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ اعلان کر کے کہ تمام قوموں کے اندر ہادی و رہبر آتے رہے ہیں۔ جن پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے، بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد رکھی۔ فرمایا کان الناس اُمّۃ واحدۃ۔ بنی نوع انسان ایک ہی قوم و ملت سے تعلق رکھتے ہیں۔ فرمایا انسانی فطرت ایک ہی ہے۔ اس لئے سب قوموں کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ایک ہی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ہی فرمایا ہے الحمد للہ ربّ العالمین۔ اللہ تعالےٰ سب قوموں کا ربّ ہے وہ سب کی روحانی اور جسمانی تربیت کرتا ہے۔ یہ بڑی عظیم الشان بات ہے کہ اقوام عالم کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ اللہ تعالےٰ ساری قوموں کا خالق و مالک ہے۔ حضور صلعم نے خود اپنے نظریات کا یوں اعلان فرمایا کہ کوئی آسمانی کتاب جو کسی زمانہ میں اتری ہو، کسی زبان میں ہو، اگر دوسری قومیں بھی اس پر عمل پیرا ہوں اور مختلف انبیاءؑ اور ان کی تعلیمات کے برحق ہونے پر ایمان رکھیں تو یہ بین الاقوامی اتحاد کا بہت بڑا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم پر درود کی اہمیّت

اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے انہی کارناموں کی وجہ سے آپؐ پر درود و سلام بھیجتا ہے آپ پر فرشتے درود بھیجتے ہیں اور حکم دیا ہے کہ اے مومنو! تم بھی آپؐ پر درود و سلام بھیجو۔ ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ حضور صلعم کی خدمات بہت بلند ہیں۔ ہم ان کا اجر نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالےٰ ہی اس کا اجر دے سکتا ہے۔ دنیا جہان کے ساٹھ ستر کروڑ مسلمان شب و روز نمازیں اور اس کے علاوہ اور وقتوں میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت کا ثبوت ہے۔

حضرت مجدّد زمانؒ نے فرمایا کہ سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود و سلام پڑھا جائے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ تمام برکات حضور نبی کریم صلعم کے سینے پر اترتی اور تمام مخلوق پر تقسیم کی جاتی ہیں۔ ایک دفعہ میں بہت سوز و الحاح سے درود پڑھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے دائیں بائیں سے نور کی مشکیں لئے ہوئے آئے اور کہا۔

هٰذا ما صلیت علیٰ رسول اللہ صلعم

یہ وہ نور ہے جو تو نے رسولِ کریم صلعم کے لئے درود کے رنگ میں بھیجا۔

حضرت نبی کریم صلعم کی شجاعت و استقامت

حضرت نبی کریم صلعم کی ذات ستودہ صفات کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ اشجع الناس سب سے بڑھ کر شجاع تھے۔ آپؐ نے جب توحید الٰہی کا ڈنکا بجایا تمام عرب دشمن ہوگیا۔ تیرہ سال تک آپؐ کو انتہا درجہ کی تکالیف دی گئیں۔ آپؐ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں بھی آرام سے بیٹھنے نہ دیا گیا چڑھائی پر چڑھائی کی، حملہ پر حملہ آپؐ پر کیا گیا۔ آپؐ کے پاس سلطنت نہ تھی، طاقت و سرمایہ نہ تھا، لاؤ لشکر نہ تھا، اسلحہ جمعیّت نہ تھی۔ باوجود اس کے حضور صلعم نہایت استقامت اور شجاعت کے ساتھ ان خطرناک حملوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

حضور صلعم کے اعزّا و اقرباء کی قربانیاں اور خود راہِ خدا میں قربان ہونیکا ولولہ۔

حضورؐ نے ایک مثال قائم کر دی ہے کہ اپنے خاندان کے لوگوں کی دین و ملّت کے لئے قربانی دے دی۔ جنگوں میں خود سب سے آگے ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر اللہ کی راہ میں قربان ہو جاؤں۔ یہی جذبہ حضور صلعم نے اپنے اقرباء کے دلوں میں جاگزین کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ شہید ہوئے۔ حضرت جعفر رضؓ شہید ہوئے۔ حضرت علی رضؓ کو زخم آئے، آپؐ کے اپنے دانت شہید ہوئے۔ چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ دشمن نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی تو قوم جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہوئے آپؐ کے ارد گرد حصار بنا کر کھڑی ہوگئی کہ آپؐ کو کسی قسم کی گزند نہ پہنچے۔

میدانِ جنگ میں حضورؐ کے شجاعانہ کارنامے

بنی ہوازن کی ساری قوم میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ لیکن حضور صلعم اکیلے خچر پر جمے رہے اور بلند آواز سے اعلان کرتے رہے الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ۔ اوّل تو لیڈر کے لئے صف اوّل میں لڑنا مشکل ہے پھر قوم ساتھ چھوڑ کر بھاگ نکلے تو لیڈر کا میدان میں موجود

رہنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے، آپؐ بڑے قوی القلب انسان تھے۔ میدانِ جنگ میں اکیلے ہو کر اعلان کرتے ہیں اور دشمن کو اپنی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں اس شجاعت کی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ جنگِ احد میں قوم آپؐ کے گرد حصار بنا کر کھڑی ہو جاتی ہے، قوم کے دل میں اگر آپ کی عزت و قدر اور عظمت نہ ہوتی تو ایسے حالات میں کبھی آپؐ کا ساتھ نہ دیتی۔

راہِ خدا میں عورتوں کی قربانیاں

حضرت صفیہ رضؓ نے جب سنا کہ حضور صلعم زخمی ہو گئے تو بھاگی ہوئی میدانِ جنگ میں پہنچیں۔ ان کو علم ہوا کہ میرے بھائی حمزہ رضؓ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں حضور صلعم نے فرمایا کہ صفیہ رضؓ کو حمزہ رضؓ کی لاش نہ دکھائی جائے کہ وہ بہت صدمہ زدہ ہوں گی۔ لیکن صفیہ رضؓ نے کہا کہ انی اعلم ما فعل بہ۔ مجھے پتہ ہے کہ حمزہ رضؓ کے ساتھ کیا ہوا ہے وذالک یسیر فی جنب طاعۃ اللّٰہ اور اللہ تعالےٰ کی اطاعت کے لئے یہ مصیبت بڑی آسان ہے۔ لیکن مجھے محمد رسول اللہ کی خبر دو۔ حضور صلعم نے عورتوں کے اندر یہ قلب پیدا کیا۔ وہ قدسی صفت عورتیں میدانِ جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی ہیں پانی پلاتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر گھر ہر مرد عورت کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ ہم نے راہ خدا میں جان دینی ہے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر بارگاہِ الٰہی میں تسبیح و تہلیل۔

اہلِ مکہ سے سخت ترین اذیتیں اُٹھانے کے بعد جب مکہ فتح ہوا، تو حضور صلعم نے وہاں طاقت و سطوت اور جاہ و جلال کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ حضورؐ نے اور ساری قوم نے بارگاہ الٰہی میں تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے ساری رات ذکر الٰہی میں گذار دی۔ کوئی جشن و رنگ رلیاں نہیں منائی گئیں۔ ساری قوم بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہے۔

اہلِ مکہ کی اذیتیں اور دشمنیاں معاف کر دی گئیں۔

دوسری طرف مکہ والے کانپ رہے تھے کہ اب کیا ہوگا، اب تک اس قوم نے طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آج کا انگریز یا جرمن یا روس وغیرہ ہوتے تو حکم دیتے کہ اس قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ عرب بڑے منتقم لوگ تھے، ذرا ذرا بات کا انتقام لینا ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن حضور صلعم نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ یہ ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات جن کی نظیر کسی لیڈر، کسی کمانڈر، کسی بادشاہ، کسی ہادی و رہنما میں نظر نہیں آتی۔

ایک باغی کے ساتھ احسان و مروّت کا سلوک

صفوان بن امیہ مکہ کا بہت بڑا آدمی تھا فتح مکہ کے موقعہ پر اس نے کہا کہ میں مسلمان نہیں ہوں گا۔ حضور صلعم نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس کی حریت کو قائم رکھا۔ اور یہاں تک اس کے ساتھ مروّت کی کہ ایک جنگ میں سینکڑوں اونٹ ہاتھ آئے تو دو سو اونٹ اس کو عطا کر دیئے وہ حیران ہو گیا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اس باغی انسان کو کچھ نہ دیتا، لیکن حضور صلعم کے قلب کا اندازہ لگایئے کہ آپؐ باغی کی نہ صرف حریت ضمیر کو قائم رکھتے ہیں بلکہ اس پر احسان و مروّت بھی فرماتے ہیں، جس طرح حضورؐ شجاعت میں لاجواب تھے اسی طرح حضورؐ سخاوت میں بھی بے نظیر تھے۔ اس سخاوت سے متاثر ہو کر صفوان بن امیہ سرنگوں ہو گیا اور اسلام لے آیا۔

حضور صلعم بے نظیر فصاحت و بلاغت رکھتے تھے۔

ایک اور امر جس کی قوم میں بہت عزت و قدر تھی، وہ زبان کی فصاحت و بلاغت تھی حضور صلعم کے متعلق ساری قوم جانتی تھی کہ باوجود امی ہونے کے آپؐ افصح الناس ہیں، فصاحت و بلاغت میں کوئی آپؐ کا ہمسر نہیں، یہ خوبیاں اہلِ عرب کو نہایت پسند تھیں، حضورؐ ان خوبیوں میں یکتا ثابت ہوئے قوم ان صفات سے متاثر ہوئی۔

مسلمانوں کی فتوحات اور غیر قوموں سے عدل و انصاف

ان کی وجہ سے شمالی افریقہ، سپین، ترکی و ایران مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے غیر قوموں پر حکومت کی اور عدل و انصاف کی مثالیں قائم کی ہیں۔ مجھے ایک دفعہ ایک انگریز چیف جسٹس سر ٹریور ہیرس سے ملاقات کرنے کا موقعہ ملا۔ دورانِ گفتگو میں نے کہا کہ انگریز اعلیٰ درجہ کا منصف و جج ہے۔ لیکن اس میں ایک نقص ہے کہ جب کبھی کسی انگریز اور دیسی کے درمیان مقدمہ ہوا تو انگریز جج ہمیشہ نفیل ہو گیا۔ اس نے ہر حالت میں انگریز کے حق میں اور دیسی شخص کے خلاف فیصلہ دیا۔

. . . .

حضرت نبی کریم صلعم کا عدل و انصاف

دنیا میں ایک ہی انسان ہوا ہے جس نے اپنی قوم اور غیر اقوام میں مساوات اور عدل و انصاف کی شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔ آج بیسویں صدی میں جب کہ علم و سائنس ترقی پر ہے، پڑھی لکھی قومیں فیل ہو گئیں۔ میری اس بات کو سُن کر چیف جسٹس دم بخود ہو گئے میں نے چیف جسٹس کو بتایا کہ حضور نبی کریمؐ نے آج سے چودہ سو سال پیشتر اپنے اور غیروں کے معاملات میں فیصلہ جات دیتے ہوئے دکھایا کہ عدل کی کرسی کے سامنے اپنے اور غیر میں کوئی رعایت یا ظلم جائز نہیں ہے مثال کے طور پر میں نے بیان کیا کہ ایک مسلمان اور یہودی کا مقدمہ حضور نبی کریمؐ کے سامنے پیش ہوا۔ اس کی تفصیلات یہ ہیں کہ ایک یہودی کے مکان سے چوری کی زرہ بکتر برآمد کی گئی۔ اس پر یہودی پر چوری کا مقدمہ چلایا گیا۔ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ چوری کا ارتکاب میں نے نہیں کیا ہے اصل مرتکب طعمہ انصاری ہے۔ اس نے کسی جگہ سے زرہ بکتر چرائی اور پھر کسی جبہ سے اس نے میرے مکان میں ڈال دی تاکہ سزا سے بچ جائے اور اس کی جگہ میں گرفتار ہو جاؤں اب حضور صلعم کے سامنے دو ایسے اشخاص کا مقدمہ ہے جن میں سے ایک شخص انصار میں سے ہے اور دوسرا یہودی قوم کا فرد تھا۔ انصار نے حضورؐ کو پناہ دی تھی اور حضورؐ ان کے احسانمند تھے۔ یہودی قوم برابر حضورؐ کی دشمنی پر تلی رہتی تھی۔ حضورؐ کی تفتیش نے ثابت کیا کہ طعمہ انصاری چوری کا مرتکب ہے اور یہودی بے گناہ ہے۔ یہودی کو حضورؐ نے بری کر دیا اور طعمہ کو مجرم قرار دیا۔

مہاتما گاندھی کی نظر میں آنحضرت صلعم کی عظمت۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سناتا ہوں۔ مجھے مانگرول جانے کا اتفاق ہوا۔ جب صابرمتی کا اسٹیشن دیکھا تو میں وہیں اتر گیا، اور صابرمتی کے کنارے کنارے چلتا ہوا مہاتما گاندھی کے استھان پر جا پہنچا۔ ان سے ملاقات کا موقعہ ملا تو عرض کیا کہ ایک دفعہ آپ نے لاہور میں میری موجودگی میں ایک مجلس میں کہا تھا کہ جس بات کو میں حق سمجھتا ہوں اس پر استقلال سے جما رہتا ہوں میرا قدم آگے ہی آگے بڑھتا رہتا ہے لیکن عملاً آپ تو یہاں دھونی رمائے بیٹھے ہیں اور پھنس ہو کر رہ گئے ہیں۔ دنیا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسے شخص ہیں جن کا قدم ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا رہا ہے۔ حضورؐ کے قلب میں استقامت اور عزم تھا۔ گاندھی جی کہنے لگے کہ کہاں وہ اور کہاں میں میں تو ان کے مقابل ان کے پاؤں کی مٹی ہوں۔

حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ کی پیروی کی جائے

غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کی ایک دنیا قائل ہے ہمیں چاہیئے کہ آپؐ کی عظمت کے پیش نظر اپنے آپ کو اپنے عمل سے آپؐ کے متبعین ثابت کریں اور آپؐ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوں۔

اخبار احمدیہ

محترم مرغوب عالم صاحب کا خط

—— چٹا گانگ (مشرقی پاکستان) سے محترم مرغوب عالم صاحب لفٹننٹ کمانڈر لکھتے ہیں۔

اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۸۔ اپریل میں اپنے متعلق اعلان پڑھا۔ میں اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ حملہ آوروں کے پاس شاٹ گنیں تھیں اور غالباً ۸ یا ۱۰ نمبر کے کارتوس۔ مولا کریم کی عطا کردہ شفا سے ہی تمام زخم ٹھیک ہو گئے تھے۔ جہاں ڈاکٹر نایاب تھے اور ہسپتال مریضوں نہیں بلکہ صحتمندوں کے بدن سے خون نکال کر بنگلہ دیش کا سرمایہ واپس حاصل کرنے میں مشغول تھے تو میرا ہسپتال میں داخل نہ ہونا بھی باعث عافیت تھا۔ اب اگرچہ پانچ چھرے داہنے پاؤں کی ایڑی میں پیوست ہیں مگر مجھے کوئی تکلیف نہیں اور اپنا کام باقاعدہ کر رہا ہوں۔

مہربانی فرما کر خبر کی ضروری تصحیح کے ساتھ دوبارہ جملہ احباب سے دعا کی تحریک کریں اور ہر دوسرے ہفتے کرتے رہیں۔ میں سلسلہ عالیہ کے تمام افراد سے للّٰہی ہمدردی کی بناء پر دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں۔

مخیّر احباب کی خدمت میں درخواست

—— دفتر میں ایسے افراد کی طرف سے عام طور پر درخواستیں آتی رہتی ہیں۔ جو اخبار پیغام صلح، لائٹ اور رُوحِ اسلام میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر چندہ سالانہ ادا کرنے کی استطاعت

(باقی برصفحہ ۸ کالم ۳)

محمد صالح نور صاحب - لائل پور

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

سرکارِ دو عالمؐ کی ولادت، بچپن اور جوانی نزولِ قرآن سے قبل کے چند واقعات

چشمۂ زمزم کی تلاش میں کامیابی

جب خالق کون و مکان کے ہاں محبوب ارض و سما کے ظہور کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور زمین و آسمان کو منور کرنے کے لئے رُوحانی سُورج کے ظہور کا زمانہ قریب آ رہا تھا اسی دَور میں عبدالمطلب نے گم شدہ چاہِ زمزم کی تلاش زوروں سے شروع کر دی۔ آخر یہ گمشدہ چشمہ مل گیا۔ کسے معلوم تھا کہ اس زمینی چشمہ کے ملنے کے بعد اسی سرزمین سے عنقریب وہ روحانی چشمہ جاری ہونے والا ہے جس سے عام دنیا کو سیراب کیا جائے گا اور ابراہیمؑ خلیل اللہ کی دُعا اور ابنِ مریم مسیحا علیہ السلام کی بشارت کے پُورا ہونے کے دن قریب ہیں۔

ذبیح اللہ ثانی کے عوض میں سو اونٹ کی قربانی

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ کا مقام حاصل ہے ایسے ہی حضورؐ کے والد بزرگوار کے بارے میں بھی عبدالمطلب نے یہ منت مانی تھی کہ اگر چاہِ زمزم کی تلاش میں کامیابی ہوئی تو میں اپنے ان بیٹوں میں سے ایک فرزند خدا کی راہ میں قربان کر دوں گا۔ قرعہ فال حضرت عبداللہ کے نام نکلا مگر اس کے عوض ایک سو اونٹ قربان کیا گیا کہ رحیم کریم خدا کو ان کی پشت سے نور محمدؐ کا ظہور منظور تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا انا ابن الذبیحین اور حضرت عبداللہ کو اس جہان فانی میں اتنی مختصر زندگی ملی کہ شادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔

اصحاب الفیل کی تباہی اور محافظ کعبہ کی پیدائش

آنحضرت صلی اللہ علیہ کی پیدائش سے قبل یمن کے والی ابرہۃ الاشرم نے کعبۃ اللہ کی عزت و احترام ختم کرنے کے لئے یمن میں ایک معبد تیار کیا مگر جب عربوں کا رجحان اس طرف نہ ہوا تو کعبہ کو تاراج کرنے کے ارادے سے ساٹھ ہزار کا لشکر اپنے منہ زور ہاتھیوں سمیت لے کر مکہ پر چڑھائی کر دی۔ مکہ کے باہر پڑاؤ ڈالا اور ظالمانہ فوج کشی کے آداب کے تحت اس کے سپاہی مکہ کے جانور بھی ہانک کر لے گئے اس پر عبدالمطلب جو مکہ کے سردار تھے ابرہہ کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ ہمارے جانور ہمیں دلوائے جاویں۔ جانور تو اس نے عبدالمطلب کی وجاہت اور نجابت سے متاثر ہو کر دیدیئے مگر کہا کہ "میں تمہارے کعبہ کو مسمار کرنے آیا ہوں، مگر تم نے اس کی فکر نہ کی اور اپنے اونٹوں کی فکر کی" عبدالمطلب نے ایک عجیب ایمان اور یقین میں ڈوبے ہوئے انداز سے کہا کہ "میں تو صرف اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے مجھے ان کی فکر ہے مگر کعبہ کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا"

اس جواب پر ابرہہ بہت سیخ پا ہوا اور کہنے لگا: "اچھا میں پھر دیکھوں گا کہ اس گھر کا مالک مجھے اس سے کیسے روکتا ہے" مگر خدا تعالےٰ کی تدبیر کے آگے اس کا تمام غرور اور تکبر خاک میں مل گیا اور آن واحد میں وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت کعصفٍ مأکول کر دیا گیا۔ الغرض اس دن ہی اسلام اور کفر کی جنگ کے فیصلہ کا اعلان کر دیا گیا تھا کہ اب آئندہ جو بھی کعبۃ اللہ کے مالک کے ارادوں سے مزاحم ہو گا اسے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ اور وہ وقت آتا ہے کہ دین الٰہی کے مقابلہ پر باطل پرستی کا سر کچل کر رکھ دیا جائے گا۔

محبوبِ خدا کی یتیمی کی حالت میں پیدائش

اللہ رب العزت کو جو اُلفت اور محبت اپنے محبوب سے تھی اس نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ جب آپؐ اس دنیا میں رونق افروز ہوں تو ان پر کسی اور کا سایہ ہو۔ ان کا محافظ اور نگہبان صرف وہ رب العالمین ہو جو آپؐ کو انسانیت کی بہبود کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیج رہا ہے۔ قریش کے قبیلہ بنو زہرہ کی آمنہؓ بنت وھب کو آپؐ کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا جبکہ آپؐ کے والد عبداللہ آپؐ کی ولادت سے قبل ہی ایک تجارتی سفر کے دوران مدینہ میں انتقال فرما گئے۔

حضرت آمنہ کو رُویائے صادقہ کے ذریعہ یہ دکھلایا گیا تھا کہ ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا اور تلقین کی گئی کہ اس کا نام "محمد" رکھنا نیز انہوں نے ایک رویا دیکھی کہ "میرے جسم سے ایک چمکتا ہوا نُور نکلا ہے اور وہ دُور دراز علاقوں میں پھیل گیا ہے۔"

۱۲ ربیع الاوّل بروز شنبہ اس عالم کون و مکان کو روشن کرنے کے لئے محبوب خدا سرور دو جہاں محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سراجاً منیراً بن کر سپیدۂ صبح کے ساتھ اس جہان میں تشریف لائے۔ اور وہ "دعائے خلیل" اور "نوید مسیحا" جس کا تمام نوشتوں میں ذکر چلا آ رہا تھا اور دنیا کی نگاہیں جس کی منتظر تھیں، اس نے ظہور فرمایا... دفعتاً ایک انقلاب برپا ہو گیا، دُور دراز نیک اور خدا دوست ہستیوں کو آپکی پیدائش کا علم دے دیا گیا اور وہ توحید کی داستان جسے صدیوں سے فراموش کر دیا گیا تھا اس کا نقطۂ آغاز نمودار ہوا۔

انتہائی بچپن میں آپؐ کے قلب اطہر کی صفائی

آپؐ نے اپنی زندگی کے ابتدائی چار سال بنو ہوازن کی ایک ...... پاک باز خاتون حلیمہ سعدیہ کی گود میں گذارے اور وہ آپؐ کی رضاعی والدہ کہلائیں۔ اس عرصہ میں ایک واقعہ گذرا جسے "شق صدر" کا واقعہ کہا جاتا ہے۔ آپؐ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ مل کر کھیل رہے تھے کہ اچانک دو سفید پوش آدمی نظر آئے جنہوں نے آپؐ کو لٹا کر آپؐ کا سینہ چاک کیا اور آپؐ کا دل نکال کر مصفےٰ کرنے کے بعد واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ اس واقعہ کو دوسرے بچوں نے بھی دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ واقعہ یاد رہا۔ یہ دراصل عین بیداری کا کشف تھا جس میں دیکھنے والے بھی گواہ کے طور پر شامل کر لئے گئے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ بچہ اپنے قلب اطہر کے ساتھ کروڑوں اور اربوں دلوں کی پاکیزگی کا باعث ہو گا۔ اور جہاں یہ دینِ خداوندی کی تعلیم دنیا کو دے گا وہاں تمام جہان کے تزکیہ نفوس کا باعث بھی ہو گا۔ اور جس طرح اللہ تعالےٰ نے اس کے قلب کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا ہے یہ بیت الحرام کو شرک اور بتوں کی تمام آلائشوں سے منزہ کر دے گا اور توحید کا پھر سے اس عالم میں بول بالا ہو گا۔

ایک یتیم بچہ کا والدہ کی گود سے محروم ہو جانا

جب ہم اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے حالات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کن مخالف اور نا مساعد حالات میں حضورؐ کا بچپن پروان چڑھ رہا ہے۔ قدم قدم پر ایک چھوٹے سے بچہ کے لئے کتنی بڑی بڑی مصیبتوں اور پریشانیوں کے پہاڑ کھڑے نظر آتے ہیں۔ اوّل تو آپؐ پیدا ہوئے تو والد کا سایہ نہ تھا۔ اب آپؐ چھ سال کے ہوتے ہیں تو آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا مدینہ کے سفر سے واپسی پر راستہ میں ہی انتقال ہو جاتا ہے۔ اب آپؐ مکمل یتیم تھے۔ اس عظیم صدمہ کے وقت گو آپؐ شعور کی ابتدائی منزل میں تھے تاہم اس واقعہ نے آپؐ کے دل پر بہت گہرا اثر چھوڑا اور طبعی طور پر آپؐ کے دل میں مصیبت زدوں اور غم کے ماروں کے ساتھ ہمدردی کا جو جذبہ کارفرما تھا، وہ بچپن میں آپؐ کے دل پر والدہ کی وفات سے اچانک گھائل ہو جانے کا ایک یقینی نتیجہ تھا۔ اور اس مکمل یتیمی کی حالت کو دیکھ کر کون یہ اندازہ کر سکتا تھا کہ یہ آج کا بیکس اور یتیم بچہ کل کو عرب و عجم کا بادشاہ ہو گا اور کروڑوں لوگ اسے اپنا پیشوا اور نجات دہندہ اور خداوند تعالےٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت غیر مترقبہ یقین کریں گے۔ جوں جوں دُنیا کے اسباب منقطع ہوتے گئے اتنا ہی اللہ تعالےٰ نے آپؐ پر اپنے افضال اور رحمتوں کا نزول شروع کر دیا اس کی طرف قرآن کریم میں اشارہ کیا گیا ہے "الم یجدک یتیما فاوٰی"

عبدالمطلب کا آسرا بھی ٹوٹ گیا

والدہ کی وفات کے بعد آپؐ اپنے عظیم دادا عبدالمطلب کے زیر سایہ پروان چڑھ رہے تھے۔ آپؐ کے دادا کو آپؐ سے بہت پیار تھا۔ ایک تو اس لئے کہ مرحوم بیٹا کی نشانی تھے پھر آپؐ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا تھا مزید برآں اس قدرت نگاہ بوڑھے کو آپؐ کی پیشانی پر عظمت اور سربلندی کی علامات جھلکتی نظر آتی تھیں، جس کی وجہ سے وہ ہر دم اس باعث کون و مکان

کو اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے اور کسی دم بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے حتیٰ کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت بھی آپ کو اپنے کندھوں پر بٹھا لیتے۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ جو آج اپنے بوڑھے دادا کے کندھوں پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے کل کو اسی بیت العتیق کی سربلندی اور عظمت کا باعث ہوگا۔ عبدالمطلب مکہ کے سردار تھے جب خانہ کعبہ میں مجلس لگا کر مسند نشین پر بیٹھتے تو کسی دوسرے سردار کو حتیٰ کہ ان کے کسی فرزند کو بھی ساتھ بیٹھنے کی جرأت و حوصلہ نہ تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے کھیلتے محبت کے جوش میں سیدھے مسند نشین پر ساتھ جا بیٹھتے آپ کے چچا بعض اوقات اس جرأت پر آپ کو ٹوکتے مگر عبدالمطلب آڑے آجاتے۔ اسی مسرت و شادمانی میں اس یتیم بچہ کے دن گذر رہے تھے کہ یک دم عبدالمطلب کو پیغام اجل آگیا روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ کے قلب پر اس قدر گہرا غم لگا کہ آپؐ عبدالمطلب کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔

چچا ابوطالب کی کفالت اور بحیرا راہب کا کشف

ابوطالب آپؐ کے چچا تھے اس لئے عبدالمطلب نے جب اپنا آخری وقت قریب محسوس کیا تو آپؐ کا ہاتھ ابوطالب کے ہاتھ میں دیا اور وصیت کی کہ آپؐ کا خاص خیال رکھیں۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ ابوطالب نے اپنے باپ کی اس وصیت پر خوب عمل کیا۔ بچپن میں کسی دم بھی آپ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیا حتیٰ کہ رات کے وقت اکثر اپنے ساتھ ہی سُلاتے تھے۔

آپؐ ابھی بارہ سال کے تھے کہ ابوطالب کو شام کا سفر درپیش ہوا، چونکہ آپ ابھی جوانی کے ابتدائی مراحل سے گذر رہے تھے اور ان دنوں کے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے قابل نہ تھے اس لئے شروع میں ابوطالب ہمراہ لے جانے پر رضامند نہ ہوئے۔ مگر آپؐ کی ضد پر آپؐ کو ساتھ لے لیا گیا جب یہ قافلہ شام کے قریب بُصریٰ کے مقام پر پہنچا تو ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ وہاں ایک عیسائی راہب بحیرا نامی رہتا تھا اس نے کشفی حالت میں دیکھا کہ تمام شجر و حجر سجدہ ریز ہو گئے ہیں وہ خوب جانتا تھا کہ الٰہی نوشتوں کے مطابق عنقریب ملک عرب میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے اس کی جستجو میں جاگی اور اس نے اپنی فراست سے محسوس کیا کہ یہ قافلہ جو عرب سے آیا ہے اس میں ضرور وہ ظہور کرنے والا وجود موجود ہے اور موقعہ پاکر اس نے حضورؐ کو پہچان لیا۔ اور قافلہ سالار ابوطالب سے کہا کہ اس بچہ کے یہ آثار ہیں اور نوشتوں کے مطابق اور اس کی پیشانی کے آثار یہ بتلاتے ہیں کہ یہ نبی کرکے مبعوث کئے جانے والا ہے۔ تم اہل کتاب سے اسے محفوظ رکھنا، وہ ضرور اسے گزند پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اسے یہ خبر نہ تھی کہ اس بچہ کی زندگی کی کشتی کو کس کس منجدھار سے نکال کر اللہ تعالیٰ نے اس عمر تک پہنچایا ہے۔

معاہدہ حلف الفضول میں حضورؐ کی شرکت

آپؐ نے انتہائی بچپن اپنی رضاعت کے دوران بنو سعد میں گذارا اور ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ بکریاں چراتے رہے مگر تاریخ و واقعات شاہد ہیں کہ کبھی بھی فضول اور لغو کاموں میں آپؐ نے شرکت نہ کی۔ اگر کبھی غزل اور شعر و شاعری اور کہانیاں سننے کا ارادہ بھی کیا تو حکمتِ خداوندی نے خود آپؐ کو اس سے دُور رکھا۔ اور اگر جنگ کا موقعہ آیا تو بجائے لڑنے کے صرف اپنے بزرگوں سے تعاون اور امداد تک اپنے آپ کو محدود رکھا جب آپ عین عالم جوانی میں تھے اور عمر بیس سال سے تجاوز کر رہی تھی تو آپ ایک معاہدہ "حلف الفضول" میں شریک ہوئے جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ

"ہم ہمیشہ حق دار کو اس کا حق حاصل کرنے میں
مدد دیں گے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے"

اس رجحان سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود بھرپور جوانی کے جو امنگوں اور ولولوں کا دَور ہوتا ہے آپ کی توجہ محض انسانیت کی خدمت اور مظلوموں کو ظالم کے پنجہ ہائے استبداد سے نجات دلانے کی طرف تھی۔ اور یہ دراصل اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ ایک ایسی اُمتِ مسلمہ کی بنا ڈالیں گے جو ہمیشہ اس نیک مقصد کے لئے برسرِ پیکار رہے گی کہ مظلوم کو اس کا حق دلوائے اور ظالم کو اس کے ظلم سے ہر طریق کو بروئے کار لاکر روکے رکھے۔

حضرت خدیجہ طاہرہؓ سے آپؐ کی شادی

انسان کا اخلاق، ایمان، صدق و صفا، امانت دیانت اور کردار کی بلندی تمام سہاروں سے بڑھ کر سہارا ہوتے ہیں آپ گو اس دنیا میں بے آسرا اور بے سہارا تھے مگر آپ نے اپنی راستبازی، صداقت اور ایمانداری کا سکّہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا رکھا تھا۔ اس پر آپؐ مکہ میں امین اور صدوق کے نام سے مشہور ہو گئے۔ سب آپؐ پر بھروسہ کرتے امانتیں آپ کے پاس رکھواتے۔ ایک موقعہ پر قبیلہ بنو اسد کی ایک نہایت معزز شریف اور دولت مند خاتون خدیجہ بنت خویلد نے اپنا مال تجارت دے کر آپؐ کو شام کی طرف تجارت کی غرض سے بھجوایا۔ آپؐ کی محنت اور دیانت داری نے اس تجارت کو بہت پھل لگایا۔ حضرت خدیجہؓ آپؐ کے اخلاق فاضلہ کو دیکھ کر آپؐ کی گرویدہ ہو گئی۔ اور آپؐ کو نکاح کا پیغام بھجوایا جسے آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب کے مشورہ سے قبول کیا۔ روایت کے مطابق اس وقت آپؐ کی عمر ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر جو عالم بیوگی میں تھیں چالیس سال بیان کی جاتی ہے۔

"کونے کے پتھر" حجر اسود کا اپنے مقام پر رکھنا

انہی دنوں تعمیر کعبہ کا کام شروع تھا اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ بھی اس میں حصہ لیتے رہے۔ جب قریش کعبہ کی تعمیر کے دوران حجر اسود تک پہنچے تو حجرِ اسود کی حرمت اور تقدس کے باعث قبائل میں یہ اختلاف رونما ہو گیا کہ اس مقدس پتھر کو اس کی اصل جگہ پر کون رکھے۔ یہاں پر بھی الٰہی تقدیر کارفرما نظر آتی ہے۔ تمام قبائل نے جو اس اختلاف پر لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے تھے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ آج جو سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا وہی اس کا فیصلہ کریگا آخر تقدیر خداوندی کہ حضورؐ تشریف لائے تو سب یکزبان ہو کر پکار اُٹھے کہ وہ "امین" آگیا ہم اس کے فیصلہ کو حتمی یقین کریں گے۔" آپؐ نے اس وقت نصرتِ خداوندی سے یہ فیصلہ فرمایا کہ اپنی چادر بچھا کر اس میں حجرِ اسود کو رکھ دیا اور تمام قبائل سے کہا کہ وہ چادروں کونے پکڑ کر اس جگہ لے چلیں جہاں حجرِ اسود رکھنا مقصود ہے۔ اس طرح پر آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اس کے اصل مقام پر نصب فرمایا۔ اس امر میں اس طرف اشارہ تھا کہ اس وجود کے ذریعہ تمام قبائل کے اختلافات ختم کرکے انہیں متحد کر دیا جائے گا۔ اور عنقریب نبوت کی عمارت کے کونے کا پتھر آپؐ کے وجود کے ذریعہ ظہور پذیر ہوگا۔

ویرانوں میں عبادت الٰہی کے خوش کن نتائج

جب سے آپؐ نے شعور کے میدان میں قدم رکھا تھا آپ کا رجحان عبادت الٰہی کی طرف تھا اور اکثر و بیشتر آپ مکہ سے دُور باہر ویرانوں میں جاکر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے اور توحید کے بول بالا کے لئے اس کے حضور مناجاتیں کرتے۔ عام طور پر آپؐ مکہ سے تین میل دُور کوہِ حرا کے ایک غار میں خصوصی عبادات فرمایا کرتے تھے اور کئی دفعہ سامانِ خورد و نوش ہمراہ لے جاکر کئی کئی روز وہاں عبادت میں گذار دیتے۔ اسی دوران آپؐ کو رؤیائے صالحہ اور کشوف سے بارگاہِ خداوندی سے نوازا جاتا رہا۔ اور یہ آپؐ کی دعائیں اور آہیں تھیں جنہوں نے دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا کی راہیں کشادہ ہو گئیں اور صدیوں کے مردوں کو زندہ کرنے کا جو پروگرام عرش پر تیار ہو رہا تھا روئے زمین پر اس کے لئے راہیں ہموار کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کا پیغام نازل ہونا شروع ہوا۔ ویرانوں کی ان دعاؤں اور ان کے نتائج کو اس زمانہ کے امام اور مردِ مومن نے یوں بیان فرمایا ہے۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علیہ وآلہٖ"۔

(بقیہ از صفحہ ۶)

نہیں رکھتے۔ ادارہ حسب استطاعت دو دو چار چار ماہ کے لئے مفت اخبار جاری کر دیتا ہے اور پھر بند کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہمارے مخیّر احباب اس سلسلہ میں کوئی قدم اُٹھائیں، تو معمولی قربانی سے بہت سے تشنگان صداقت اور متلاشیانِ حق کی دلجوئی ہو سکتی ہے ہمارے صاحب ثروت دوستوں کے لئے پانچ دس پرچوں کا چندہ سالانہ ادا کرنا بڑی بات نہیں ہے۔ سالانہ چندہ پیغام صلح آٹھ روپے لائٹ چھ روپے اور روح اسلام چار روپے ہے۔

ڈاکٹر اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری۔

جماعت احمدیہ لائل پور کا جلسہ

۲۸ مئی کو بروز جمعہ جماعت احمدیہ لائل پور نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی دوران مجدد زمان مسیح موعود کا یوم وصال بڑی عقیدت و احترام سے منایا مفصل رپورٹ آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کی جائے گی۔

غلام نبی مسلم - ایم - اے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب، استقامت اور عفو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جن مصائب، آلام اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی شدت، طوالت اور ہمہ گیری کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی اور آپؐ کو جو فوق العادت کامیابی اور عظمت نصیب ہوئی اس کی وجہ آپؐ کے سامنے عظیم ترین مقصد، اور اس پر کوہ وقار استقامت تھی، اور آپؐ کی عظمت اس وقت خاص کر نمایاں ہوتی ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپؐ کے سامنے ایک ایسے مشن کی تکمیل ہے جو عرب کے تند خو، آتش مزاج، خود سر بادیہ نشینوں کے عقاید وسیرت کا شدید مخالف ہے جس مشن کی تبلیغ آسمانی ذریعہ ہے، جو شِن اقتادِ طبع کے لحاظ [illegible] انتہائی عزیز ہے، اور جس پر ثابت [illegible] استقامت اور صبر آپؐ ہی کا دل گردہ تھا۔

فرمانِ الٰہی

آپؐ کو تعلیم دی گئی تو ساتھ ہی حکم ملا بلغ ما انزل الیک من ربک۔ جو تعلیم اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپؐ کو ملی ہے اُسے دنیا تک پہنچا دیجئے، یاایھا المدثر قم فانذر اے کمبلی پوش۔ اُٹھئے اور لوگوں کو بد اعمال کے بد نتائج سے ڈرایئے۔ وانذر عشیرتک الاقربین، اپنے خویش و اقرباء کو بھی ڈرایئے، وام القریٰ ومن حولھا، مکہ اور اردگرد کے لوگوں کو توحید کی دعوت دیجئے، ہم نے تمہیں تمام دنیا کے لئے نیک اعمال پر بشارت دینے والا اور بد اعمال پر ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے، اور آپؐ کی اس تعلیم میں مروجہ بُت پرستی، نسل پرستی، خاندانی و قبائلانہ غرور اور ملکی تعصب، زنا، شراب، جُوا، حرام خوری، ظلم، دختر کشی، مردم آزاری، غلامی وغیرہ کی مذمت موجود تھی، جو ایک اکھڑ، خونخوار، غرور پسند طاقت ور، جنگ جُو، قوم کو بھڑکانے کے لئے کافی تھی۔

دلی تڑپ

اس کے ساتھ ساتھ آپؐ کے دل میں اس گمراہ اور وحشی مزاج قوم کی سیاسی، معاشی، اخلاقی اور دینی پستی و بے راہ روی کے خلاف ایک لاوا جوش ماں تھا۔ آپؐ کو یہ تڑپ بے قرار رکھتی تھی۔ کہ نسلِ انسانی اور بالخصوص آپؐ کی قوم بُت پرستی کی نجاست سے چھٹکارا پائے انسانی عزت و احترام بحال ہو، بداخلاقی دُور ہو، مظلوم عورت، غلام اور غرباء ظلم و تشدّد کی چکی میں نہ پسیں، آپؐ کی رُوح میں بنی نوع انسان کے لئے جو سوز اور جلن تھی، اس کے متعلق خود بلّغ ما انزل الیک کا حکم دینے والا پکار اُٹھا فلعلک باخعٌ نفسک علیٰ آثارھم۔ کیا ان کی خاطر رنج کے مارے اپنی جان ہلاک کر لو گے، لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین کیا اپنی جان کو ہلاک کر لو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، لاتحزن علیھم ولاتکن فی ضیق مما یمکرون۔ ان کی خاطر غم نہ کرو اور آپؐ کے خلاف جو تدبیریں کرتے ہیں ان کی وجہ سے تنگ دل ہونے کی ضرورت نہیں، فلا تذھب نفسک علیھم حسرات، ان کی حالت پر افسوس کر کے اپنی جان ہلاک نہ کر بیٹھئے اپنے دشمنوں کے متعلق اس قدر ہمدردی، بے قراری اور خیر خواہی کی نظیر کہاں ملتی ہے۔ دنیا میں آپؐ سے قبل بڑے بڑے ہی تو اولوالعزم آئے۔ لیکن انہوں نے آخر بے چین ہو کر اپنی قوموں کے لئے بد دُعائیں کیں، یا ان سے گریز کر گئے، لیکن آپؐ کی تڑپ میں کمی نہ آئی اور اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف ہی کرتے رہے، خود خدا نے آپؐ کے ہمعصروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم، حریص علیکم۔ کہ تم ہی لوگوں میں سے ایک رسول، تمہارے پاس آیا جس پر تمہاری تکلیف شاق گذرتی ہے۔ جو تمہاری بھلائی کا حریص ہے، ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم۔ اور اپنے ہمجنسوں کے بوجھ دُور کرتا ہے اور ان زنجیروں کو توڑتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے ہیں۔

ایک طرف تعلیماتِ الٰہی کی تبلیغ کا حکم ہے اور اس کے ساتھ برادرانِ نوع کی بہی خواہی کی انتہاء تڑپ ہے۔ جو ان انسانوں کے لئے کامل نمونہ ہے۔ جو ہم جنسوں کی خدمت اور قیادت کے لئے کامل نمونہ ہے۔ جو ہم جنسوں کی خدمت اور قیادت کے لئے میدان میں اترتے ہیں۔ تو دوسری طرف مشکلات، مخالفت مصائب اور رکاوٹوں کے وہ پہاڑ ہیں۔ جو ہر قدم پر آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور جن پر چڑھنا جان جوکھوں کا کام ہے لیکن ان ہی مخالفتوں کے مقابل ثابت قدمی ہی سے آپ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

مصائب و آلام

آپ سے پہلے بھی دنیا میں جس قدر انبیاء اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مبعوث ہوئے انہیں جھٹلایا گیا۔ دیوانہ، شاعر، ساحر، کاہن، جاہ پرست کہا گیا انہیں اور ان کے نام لیواؤں کو دکھ دیئے گئے حتّیٰ یقول الرسول والذین امنو معہ متیٰ نصر اللہ، رسول اور اس پر ایمان لانے والے پکار اُٹھے کہ خدا کی نصرت کب آئے گی، آپؐ اور آپؐ کے جاں نثار اس کلیہ سے الگ نہ تھے، بلکہ آپ کو جو دکھ دیئے گئے اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں۔ ما اوذی نبی کما اوذیت، جس قدر مجھے دکھ دیا گیا ہے کسی ایک نبی کو اس قدر دکھ دیا گیا، اور ذیل میں ان دکھوں پر استقامت اور عفو و درگذر کے چند واقعات درج کرتے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کے ارشاد کی تائید کرتے ہیں۔

آپ کی جائز توقعات

جس وقت ورقہ بن نوفل سے آپ نے نزول جبریل کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کاش میں اس وقت تک زندہ ہوتا جبکہ آپ کی قوم آپؐ کو وطن سے نکال دے گی" اس جملے پر آپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی، آپ قوم میں ہر دل عزیز تھے۔ صادق و امین مشہور تھے۔ ہر خورد و کلاں آپ کی نیکی و شرافت کا معترف تھا۔ پھر آپ کے دل میں قوم کی خیر خواہی، محبت، غرباء پروری مسکین نوازی اور سخاوت کے جو گہرے جذبات احساسات موجزن تھے ان کی موجودگی میں قوم کی طرف سے دشمنی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر آپ کی تعلیم قوم کے جدّامجدّ حضرت اسماعیلؑ کے دین اور حرمت کعبہ کی مؤید تھی۔ آپ نے دنیا کو حریت، اتحاد اور انصاف کا پیغام دیا۔ اور کچلی ہوئی انسانیت کو حیات نو کی دعوت دی۔ اس لئے آپ کو ہرگز توقع نہ تھی کہ دنیا اپنے محسن عظیم کی مخالفت اور دشمنی پر کمربستہ ہو جائے گی۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

مخالفت کی ابتداء

آپ نے وانذر عشیرتک الاقربین (اہلِ خاندان کو ڈراؤ) کے ماتحت تمام افراد خاندان کو دعوت پر بلایا اور توحید و رسالت کا پیغام دیا اس پر اہلِ خاندان نے نفرت کا اظہار کیا، اور وہ آپ کے پیغام سے اس قدر متنفر تھے کہ آپؐ کے تیرہ سالہ مکّی دورِ نبوّت میں آپؐ کے پروردہ نو سالہ علی ایمان لائے یا بعد میں حضرت حمزہ شریک پیغام ہوئے، گو ان کا قبول اسلام بھی ابتداء میں خاندانی عصبیّت کا مظاہرہ نظر آتا تھا انہی کے زیر اثر حضرت حمزہ کے لے پالک حضرت جعفر داخل اسلام ہوئے، اور بقیہ خاندان نہ صرف مخالف رہا بلکہ ان میں آپ کے چچا عبدالعزیٰ ابولہب اور ان کی زوجہ ام جمیل دشمنوں کی صف اوّل میں تھے۔

ابتداء میں مخالفت نے استہزا کی شکل اختیار کی۔ اور چونکہ مخالفین کو آپؐ کے مشن سے بظاہر کسی خطرے کا احساس نہ تھا اس لئے انہوں نے آپؐ کو مجنون، شاعر، کاہن اور جادوگر کہہ کر نظر انداز کر دینا مناسب سمجھا، لیکن جب آپ کی جماعت میں مکّہ اور عرب کے اکابر شریک ہونے لگے اور قریش کے سرداروں کو اپنی چودھراہٹ خطرے میں نظر آنے لگی تو انہوں نے مخالفت میں شدّت اختیار کی، اور اگر ایک طرف آپ کے نام لیواؤں کو ہدفِ جور و ستم بنایا تو دوسری طرف خود آپ کی ذات کو ہرگونہ جسمانی اور ذہنی عقوبتوں کا شکار بنایا۔

آپ نے قُم فانذر کے ماتحت ایک دن اہلِ مکہ کو صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا، جب سب یکجا جمع ہو گئے تو آپؐ نے انہیں اپنے مشن اور تعلیمات سے آگاہ کیا۔ اس پر اہل مکہ مشتعل ہو گئے اور آپؐ کو بُرا بھلا کہتے ہوئے لوٹ گئے۔ اور آپؐ کے لئے مصائب کا آغاز ہو گیا۔ حضرت مولنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی الاسلام کا کام شروع کیا تو ابتداء میں آپؐ کو زیادہ تکلیف نہیں دی گئی۔ پہلے پہلے زیادہ تر استہزاء سے کام لیا گیا۔ اور آپؐ کی دعوت کو تحقیر کی نظر سے دیکھا گیا۔ کبھی آپؐ کو شاعر بنا کر یہ امید ظاہر کی گئی۔ کہ خود حوادث زمانہ ہی آپؐ کا فیصلہ کر دیں گے۔ کبھی کاہن بنایا گیا، کبھی مجنون کہہ کر چھوڑ دیا گیا۔ مگر جب بڑے بڑے فہمیدہ اور اخلاق میں اعلےٰ پایہ کے لوگ آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہوئے تو کفار کو فکر ہوا، اور انہوں نے آہستہ آہستہ ایذا رسانی شروع کی۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں جاکر نماز پڑھا کرتے تھے، وہاں ابوجہل اور دیگر دشمنانِ دین کبھی آپ پر تمسخر کرتے کبھی ایذا پہنچاتے"

(سیرت خیر البشر صفحہ ۷۱)

آپؐ کے پیروکاروں پر تشدد ہوتا تو آپؐ بے چین ہوتے کہ انہیں بے گناہ پیٹا جاتا ہے اور یہ بھی ڈر تھا کہ ان میں سے کوئی ظلم کی وجہ سے ٹھوکر نہ کھائے، پھر یہ بھی غم تھا کہ اہل قوم آپ کی تعلیمات کو رد کر کے اللہ تعالےٰ کے عذاب کے مستحق بن رہے تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ آپؐ کو جو دکھ دیئے جاتے ان کی وجہ سے جہاں آپؐ کے عزم کی آزمائش ہوتی وہاں کمزور طبع لوگوں کو قبول حق سے روکتی۔

مکہ کا ہر فرد آپ کا دشمن بن گیا، آپ جدھر جاتے آپؐ پر آوازے کسے جاتے، جس سے آپؐ کو دکھ پہنچتا قد نعلم انه ليحزنك الذی يقولون۔ اللہ جانتا ہے کہ جو کچھ دشمن آپؐ کے خلاف کہتے ہیں۔ اس سے آپؐ کو رنج والم ہوتا ہے لقد نعلم انك يضيق صدرك بما يقولون۔ خدا جانتا ہے کہ دشمن جو بدزبانی کرتے ہیں۔ اس سے آپؐ کو اذیت پہنچتی ہے۔ کیوں نہ ہو، ہر گونہ استہزاء کے علاوہ آپؐ کے رستے میں کانٹے بچھائے جاتے، سر پر مٹی ڈالی جاتی طعنے دیئے جاتے، ایک دن آپؐ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ کسی نے اونٹ کی غلاظت آلود اوجھڑی آپؐ کی گردن پر پھینک دی، اسی طرح ایک دن نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن معیط ایک کافر نے آپؐ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے مروڑا جس سے آپ کا سانس رک گیا، اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ ادھر آ نکلے اور آپؐ کو بچایا جس پر دشمن حضرت ابوبکرؓ پر جھپٹ پڑے اور اس قدر پیٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ اسی طرح ایک دن کعبے میں ابوجہل نے پہلے آپؐ کو گالیاں دیں اور پھر آپؐ کے سر پر پتھر مار کر زخمی کر دیا۔

دوسری طرف حکم خداوندی یہ ہے کہ جو میرا پیغام پہنچا، استقم كما امرت، اور خدائی حکم پر ثابت قدم رہ فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل اور ایک صاحب عزیمت رسول کے صبر کا نمونہ پیش کر۔

ابولہب

قریش نے جہاں خود آپؐ کی ذات اقدس کو طعن و تشنیع اور جور و ستم کا نشانہ بنایا وہاں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کو آپؐ کا کلام سننے سے منع کر دیا۔ حتیٰ کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کو بتا دیا جاتا کہ چونکہ آپؐ جادوگر ہیں۔ اس لئے آپؐ سے بات چیت نہ کی جائے۔

آپؐ کے خلاف کام کرنے والوں میں آپؐ کا چچا ابولہب پیش پیش تھا، اور روزِ اوّل ہی سے آپؐ کے مشن کا دشمن بن چکا تھا۔ اس کی بیوی ام جمیل تورات کی تاریکی میں آنحضرتؐ کے رستے میں کانٹے بچھاتی اور گذرتے وقت ادھر کوڑا پھینکتی۔ یہ خود آنحضرت صلعم کے ساتھ ساتھ رہتا بالخصوص حج کے ایام میں جہاں کہیں حضرت لوگوں کو دعوت اسلام دیتے تو یہ کہتا کہ میرا بھتیجا دیوانہ ہو گیا ہے، اس کی باتوں کی طرف توجہ نہ دو۔

استہزاء کے لئے کمیٹی

قریش مکہ کے ۲۵ سرداروں نے ایک کمیٹی بنائی اس کا صدر ابولہب تھا۔ اس کمیٹی میں طے پایا گیا کہ "محمدؐ کو ہر طرح سے تنگ کیا جائے۔ بات بات میں اس کی ہنسی اڑائی جائے تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دی جائے محمدؐ کو سچا جاننے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار بنایا جائے"۔

مزید آزمائش

اس قدر دکھوں کے درمیان آپؐ کو قریش نے لالچ دیا کہ ہم آپ کو سردار بنا لیتے ہیں۔ دولت دیتے ہیں۔ اور حسین ترین خواتین سے شادی صرف بتوں کی مذمت چھوڑ دیجئے، اپنی اور اپنے ساتھیوں کی مظلومیت اور بے بسی کے درمیان اس قدر جسمانی آرام کا اعلان ایک بڑی آزمائش تھی۔ مگر آپؐ کو نہ خوف راہ راست سے ہٹا سکا اور نہ ہی دنیا کی شوکت و راحت قدموں کو متزلزل کر سکی، اور آپؐ نے مخالفوں کی پیشکش ٹھکرا دی۔

پھر قریش نے آپؐ کے چچا ابوطالب کو دھمکی دی کہ اگر محمدؐ نے بتوں کی مذمت نہ چھوڑی تو ان کی جان خطرے میں ہے، اس پیغام سے ابوطالب بجا پریشان ہوئے اور آپؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا "یا میں اس کام کو ختم کر کے چھوڑوں گا یا اس کام میں خود ختم ہو جاؤں گا"۔

آخر قریش نے دیکھا کہ ان کا مذہب معاشرت، اور عرب قبائل میں برتری خطرے میں ہے تو انہوں نے خاندان بنی ہاشم کو آنحضرتؐ کا ساتھ چھوڑ دینے کو کہا تاکہ وہ بلا خوف حضور اکرمؐ کو قتل کر سکیں۔ مگر ابولہب کے سوا سب نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ اس پر قریش نے بنی ہاشم کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اور ان سے بول چال، لین دین، کاروبار ختم کر دیا۔

یہ بائیکاٹ تین سال تک رہا۔ اور اس عرصے میں آپؐ کو انتہائی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ لیکن آپؐ کے عزم میں فرق نہ آیا۔ اس بائیکاٹ کے ختم ہونے کے معاً بعد آپؐ کے چچا ابوطالب اور رفیقہ حیات حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا جس سے آپؐ کی مشکلات کئی گنا اور بڑھ گئیں۔

مکے میں آخری ایام

حضرت خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کے انتقال کے بعد قریش کا ظلم تیز تر ہو گیا، چنانچہ ایک دن راہ چلتے آپؐ کے سر پر مٹی پھینک دی گئی، جسے آپؐ کی صاحبزادی نے دھویا۔ اب مکہ کا شہر اپنی وسعت کے باوجود آپؐ پر تنگ ہو گیا تو آپؐ تبلیغ کے لئے طائف کے مقام پر تشریف لے گئے۔ لیکن وہ رؤساء کے اشارے پر بازاری لوگوں نے آپؐ کے ساتھ ہنسی شروع کر دی وہ بازار کے دونوں طرف لوگ کھڑے ہو گئے اور جونہی آپؐ ان کے درمیان سے گذرتے تھے آپؐ کی ٹانگوں پر پتھروں کی بوچھاڑ شروع کر دی، لہولہان ہو کر جب آپؐ بیٹھنے لگتے تو ایک بدبخت آتا اور ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیتا کہ یہاں تمہارے ٹھہرنے کا کیا کام۔ دو تین میل تک یہی حالت رہی اور آپؐ پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ جوتیاں خون سے بھر گئیں۔

جوشِ رحمت

یہ ایک عظیم امتحان تھا۔ اور ایک بڑے سے بڑے انسان کے ارادے کو متزلزل کرنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن آپؐ کے ارادے اور ثبات میں فرق نہ آیا، اور نہ ہی دل میں اپنے دشمنوں کی خیر خواہی اور شفقت کم ہوئی، جب دشمن اس حالت میں چھوڑ گئے تو بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے:۔

"اے میرے اللہ! میں اپنی کمزوری، اپنی طاقت کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں ہیچ ہونے کی تیری طرف ہی شکایت کرتا ہوں، اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے تو ہی کمزوروں کا رب ہے، اور تو ہی میرا رب ہے، تو مجھے کس کے سپرد کرے گا، کسی اجنبی دشمن کے جو ترش روئی سے پیش آتا ہے یا قریبی دوست کے جس کے سپرد تو نے میرا معاملہ کر دیا ہے، اگر تیری ناراضگی مجھ پر نہیں تو ان تمام باتوں کی مجھے کچھ پرواہ نہیں لیکن تیری حفاظت میرے لئے بہت وسیع ہے، میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جس کے سامنے تمام تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ اور جس سے دنیا اور آخرت کے امور اصلاح پذیر ہوتے ہیں، ہاں اس بات سے میں تیرے منور چہرے کی پناہ میں آتا ہوں۔ کہ مجھ پر تیری ناراضگی ہو یا تیرا غصہ ہو۔ تیرے حضور عذر کرتا ہوں یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے [illegible] طاقت اور قوت نہیں مگر تیرے [illegible]"

چشم فلک نے اس قدر دردناک نظارہ کب دیکھا ہو گا، آمنہ کا لعل، عبداللہ کا جگر گوشہ، انبیاء کا میثاق، خلیل اللہ کی دعا اور مسیح کی بشارت، رحمت دوعالم، صاحب خلق عظیم، خاتم الانبیاء طائف کے شہدوں کی بدزبانی اور پتھروں کا ہدف ہے، بے یار و مددگار ہے۔ لیکن دشمنوں کے لئے بددعا نہیں دیتا، اور اس امید پر درگذر سے کام لیتا ہے کہ شاید کسی وقت راہ راست پر آجائیں اور صرف اس قدر فرماتے ہیں اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون۔ مولا میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ میرے مقام کو نہیں پہچانتے۔

مکے کو لوٹتے ہیں مگر جان کا خطرہ ہے آخر ایک قبائلی رئیس مطعم بن عدی کی پناہ میں شہر میں داخل ہوتے ہیں۔

ایک دن خانہ کعبہ میں جاتے ہیں تو استہزا کا نشانہ بنتے ہیں۔ آپؐ نے قریش کو اسلام کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا کہ "ہم آپؐ پر اس وقت ہی ایمان لائیں گے جبکہ آپؐ ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دیں گے یا ہمارے لئے کھجوروں کا ایک باغ تیار ہو جائے جس میں نہریں بہتی ہوں، یا جیسا کہ آپؐ کا خیال ہے ہم پر آسمان کا ٹکڑا گر پڑے، یا آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں، یا آپؐ کا ایک سونے کا مکان بن جائے یا آسمان پر چڑھ جائیے، مگر چڑھ جانا ہی کافی نہیں، حتیٰ کہ آپؐ ایک کتاب اتار لائیں جسے ہم خود پڑھ لیں"۔ ان باتوں کے پورا ہونے سے ممکن ہے کہ کچھ لوگ ایمان لے آتے، لیکن آپؐ انسان تھے، اور یہ امور آپؐ کے اختیار سے باہر تھے، ذہنی تھکن اور شکست کا احساس نہیں ہوتا اور صرف اسی قدر فرماتے ہیں هل كنت الا بشرا رسولا۔ میں تو تم جیسا ایک بشر ہوں جو محض خدا کا پیغام پہنچانے پر مامور ہوں۔

جلاوطنی۔ قریش کے مظالم بڑھ گئے

تو آپؐ نے پہلے تو اپنے نام لیواؤں کو ایمان و جان بچانے کے لئے حبش کو ہجرت کرنے کی اجازت دی، اور اس کے بعد باقی ماندہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا جہاں بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اپنی صداقت، حق کی حمایت، نصرت اور اپنے مومنین سے محبت کا کیا عظیم ظاہرہ ہے۔ خود دشمنوں سے گھرے ہوئے ہیں لیکن حمزہؓ، عمرؓ، ابو عبیدہؓ وغیرہ بہادروں کو مدینہ روانہ کر دیا ہے۔ چنانچہ دشمنوں نے ارادہ کر لیا کہ سب مل کر آنحضرت صلعم کو قتل کر دیں، آخر ایک رات وہ ننگی تلواروں کے ساتھ آپؐ کے گھر کو گھیر لیتے ہیں، لیکن آپؐ خدا کے ارشاد کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ کا رخ کرتے ہیں۔ دشمن تلاش میں ہے۔ تین رات ایک غار میں پناہ لیتے ہیں۔ وہاں سے نکلتے ہیں تو سراقہ ابن مالک انعام کے لالچ میں آپؐ کا تعاقب کرتا ہے، لیکن آپ تک پہنچنے میں ناکام ہوتا ہے اور آخر جان کی امان پا کر لوٹ جاتا ہے۔ [illegible] دشمن سے بچ کر مدینہ پہنچ جاتے ہیں۔

مدنی زندگی

مکی زندگی میں زیادہ تر لوگوں کی طرف سے فرداً فرداً مصائب و آلام دیئے جاتے تھے۔ اور آپؐ کے قتل کی سازش صرف ایک ہی بار کی گئی۔ لیکن مدینہ پہنچنے پر قریش مکہ، قبائل عرب، یہود اور خود منافقین مدینہ آپؐ کے اور دیگر اہلِ اسلام کے دشمن بن گئے، اور انہوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے مٹھی بھر رفقاء کو نیست و نابود کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور آپ کئی سال تک موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہے۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال ہی قریش مکہ نے زبردست لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اور اس طرح بدر کا معرکہ پیش آیا۔ اگلے سال قریش زیادہ قوت کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔ یہودیوں نے عہد نامہ کے باوجود آپؐ کا ساتھ نہ دیا اور قریش سے سازباز کی، تین صد منافقین عین جنگ کے وقت اسلامی لشکر سے نکل گئے، اور مسلمانوں کی پوزیشن کو نازک بنا گئے۔ اس جنگ میں آپؐ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ آپؐ کے سر اور بازو پر زخم آئے، دانت شہید ہوئے اور آپؐ بے ہوش ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے۔

دو سال بعد ۵ ہجری میں تمام عرب مدینہ پر اُمڈ آیا اور آپؐ شہر میں محصور ہو گئے۔ اندرونِ شہر یہود نے کفار سے سازباز کی، لیکن آپؐ کی استقامت اور تائیدِ ایزدی نے دشمن کو بے نیل مرام بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

اس کے بعد حالات نے رخ بدلا تاہم جنگیں جاری رہیں اور آپؐ نے خیبر، تبوک، ہوازن، طائف اور دیگر مقامات پر لشکر کشی کر کے مشکلات کا سامنا کیا۔ اور ملک کے اندر امن قائم کیا، دس سال کی مختصر سی مدت میں آپؐ کو ستر کے قریب معرکوں میں شرکت کرنا پڑی۔ ان اجتماعی خطرات کے پہلو بہ پہلو آپؐ کو قتل کرنے کی سازشیں بھی ہوئیں چنانچہ ایک بار یہود نے آپؐ کو اپنے محلے میں بلایا۔ اور ایک جگہ بٹھا کر اوپر سے پتھر گرا کر مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن آپؐ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا چنانچہ آپؐ وہاں سے چلے آئے اور اس طرح یہ سازش ناکام رہی۔

جب آپؐ نے خیبر فتح کیا تو ایک یہودن نے آپؐ کو دعوت دی، کھانے میں زہر ملا دیا جس کے کھاتے ہی ایک مسلمان فوراً شہید ہو گیا۔ لیکن آپؐ وقت پر معلوم ہو جانے سے بچ گئے۔ آپؐ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، مکہ سے عمیر بن وہب آیا۔ وہ صفوان بن امیہ سے آپؐ کے قتل کا عہد کر کے آیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے پکڑ لیا اور آپؐ کی خدمت میں لے آئے آنحضرت صلعم نے جب آنے کی وجہ پوچھی اور اس نے بات کو ٹالا تو آپؐ نے فلاں جگہ صفوان کے ساتھ سازش کی، عمیر کو اعترافِ جرم کرنا پڑا مگر آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔

آپؐ کی حیاتِ عالیہ کے یہ مختصر واقعات اور ان پر آپؐ کی استقامت اپنی مثال آپ ہے پھر اس مصائب کے مقابل آپؐ نے جس عفو و درگذر سے کام لیا وہ ناممکن اور بے نظیر ہے۔ اور تاریخ کا طالب دنیا کی تاریخ سے ایسے نظائر تلاش کرنے کی بے کار کوشش کرے گا جن میں آپؐ رحمتی وسعت کل شیء کا کامل مظہر نظر آتے ہیں۔

رئیس المنافقین

عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا وہ بظاہر مسلمان تھا مگر درپردہ آنحضرت صلعم کو ختم کرنے کے لئے دشمنوں سے میل جول رکھتا تھا۔ چنانچہ جنگِ احد میں وہ اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑ گیا۔ غزوہ تبوک سے اس کے بہت سے ساتھی گریز کر گئے۔ حضرت عائشہؓ کے خلاف اس نے الزام تراشی میں بہت حصہ لیا۔ غزوہ خیبر کے بعد اس نے مہاجر مسلمانوں کو ختم کرنے کی دھمکی دی، انصار و مہاجر کے تعلقات کو بگاڑنے کی بار بار سعی کی لیکن جب یہ دشمنِ خدا و رسول مر گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنا کرتہ اس کی لاش کو پہنانے کے لئے دیا اور خود اس کا جنازہ پڑھا۔ اور باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ آپؐ ستر بار بھی اس کے حق میں دعا کریں گے تو قبول نہ ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں ستر بار سے زیادہ اس کی مغفرت کی دعا کروں گا۔ کیا رحم اور عفو کی اس سے زیادہ اچھی مثال ممکن ہے؟

قریش مکہ

قریش مکہ نے آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہ پر ظلم کے جو پہاڑ گرائے ان کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے۔ پھر انہوں نے آپؐ کو، آپؐ کے دین کو اور آپؐ کے نام لیواؤں کو مٹانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، بار بار مدینہ پر لشکر کشی کی آپؐ کو قتل کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ کئی ایک بے گناہ مومنوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور آخر کار عہد نامہ حدیبیہ کو توڑ کر مسلمانوں کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے آدمیوں کو قتل کیا، جس پر آپؐ نے مکہ کو فتح کر لیا، اور قریش مجرموں کی طرح آپؐ کے سامنے حاضر کئے گئے۔ تو آپؐ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو انہوں نے آپ سے رحم و کرم کی بھیک مانگی۔ اس پر دریائے رحمت جوش میں آیا اور آپؐ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء۔ آج تمہارے گذشتہ جرموں کی کوئی پرسش نہیں ہو گی اور تم بالکل آزاد ہو۔

کیا بلند مقصد، اس کی اشاعت، استقامت، استقلال، صبر، رحم، درگذر، چشم پوشی، بے لوثی اور حق و انصاف کے میدان میں، آپ خلاصہ کائنات نہیں؟ اور نسل انسانی آپ پر بجا طور پر فخر نہیں کر سکتی؟

چند کرامات

(سلسلہ صفحہ ۲)

یا الٰہی اگر یہ دعا کا موقع نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں، اس پر الٰہی ڈانٹ آئی کہ ...... من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے مگر اس کی اجازت کے ساتھ) اس جلالی وحی سے آپ کا بدن کانپ اٹھا اور سخت ندامت اور خوف اور حیرت وارد ہوئی کہ میں نے بلا اذن شفاعت کی ہے۔ ایک دو منٹ بعد پھر وحی ہوئی انک انت المجاز (تجھے اجازت ہے) اس کے نتیجہ میں عبدالرحیم کی بیماری کم ہو گئی اور اس کی صحت درست ہو گئی۔

سرخ چھینٹوں والا نشان

یہ ۱۸۸۵ء کی گرمیوں کا ذکر ہے۔ رمضان کی ستائیسویں تاریخ اور جمعہ کا دن تھا مسجد مبارک کے شرقی جانب کمرے میں حضرت اقدس لیٹے ہوئے تھے، اور مولوی عبداللہ سنوری صاحب آپ کے پاؤں دبا رہے تھے آپ نے رؤیا میں دیکھا جیسے ایک وسیع اور مصفّا مکان ہے اس میں ایک پلنگ بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک شخص حاکم کی صورت میں بیٹھا ہے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ڈالا گیا یہ احکم الحاکمین رب العالمین ہے اور اس وقت میں اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہوں کہ جیسے کوئی حاکم کا سررشتہ دار ہوتا ہے اسی اثناء میں دشمنانِ اسلام اور ہم میں جو جھگڑا چل رہا ہے اس کی مسل جناب الٰہی میں پیش کرنے کے لئے میں جو نزدیک گیا تو انہوں نے نہایت شفقت سے مجھے اپنے پاس پلنگ پر بٹھا لیا۔ اس وقت مجھ پر رقت طاری ہوئی کہ اللہ اللہ کس قدر شفقت اور رحم ہے کہ اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر جناب الٰہی نے سرخ سیاہی میں ڈبو کر اس مسل پر دستخط کئے۔ مگر دستخط کرنے سے قبل قلم کو جو جھاڑا تو اس سے سرخ چھینٹے نکل کر میرے کرتے پر پڑے۔ معاً آنکھ کھل گئی اور حیرت یہ کہ وہ سرخ چھینٹے اسی طرح جس طرح عالم رؤیا میں آپ کے کرتے پر پڑے تھے اور ابھی وہ سرخ قطرے خشک نہ ہوئے تھے بلکہ گیلے تھے، مولوی عبداللہ سنوری صاحب نے غل مچایا کہ ہیں یہ سرخ چھینٹے کہاں سے آ کر پڑے۔ ابھی تازہ بتازہ آپ کے کرتے پر پڑے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے یہ رؤیا سنائی اور فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آجکل آریوں سے ہماری بحث اس پر چل رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیست سے ہست کرنے پر قادر ہے یا نہیں۔ سو ہمارے خدائے قادر مطلق نے ہمارا یقین پختہ کرنے کو یہ تازہ نشان نمائی کی ہے کہ نیست سے ہست کر کے دکھا دیا۔ مولوی عبداللہ سنوری کی درخواست پر یہ کرتہ ان کو اس شرط پر دے دیا گیا کہ ان کے فوت ہونے پر ان کے ساتھ ہی دفن ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۷ جون ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۱

بحرِ حکمت کے موتی۔ بسلسلہ صفحہ اوّل

قصر کے کونے کی اینٹ ہیں وہ تو مکمل ہو گیا مگر اب اس قصر کی بجائے ایک نیا سلسلۂ نبوّت شروع کر کے نیا قصرِ نبوّت تیار کیا جائے گا۔ یہ دونوں باتیں باطل ہیں۔ نبوّت کا ایک ہی قصر ہے اور آپؐ کے بعد اس میں کسی نبی کے آنے کی گنجائش نہیں نہ نئے کی نہ پرانے کی۔ یہ حدیث ایک اور رنگ میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس میں آنحضرت صلعم نے اپنے آپ کو قصرِ نبوّت کے کونے کی اینٹ کہا ہے اور کونے کے پتھر کے متعلق حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسٰیؑ دونوں کی پیشگوئی صاف الفاظ میں موجود ہے۔ ”وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا ہے کونے کا سرا ہو گیا ہے یہ خداوند سے ہوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے“ (زبور ۱۱۸: ۲۲، ۲۳) یسوع نے انہیں کہا کہ تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راہگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لی جائیگی اور ایک قوم جو اس کے پھل لائے دی جائے گی۔“ (متی ۲۱: ۴۲-۴۳) مقامِ غور ہے کہ وہ رد کردہ پتھر حضرت اسمٰعیل ہیں جن کی نبوّت کا اہلِ کتاب نے انکار کیا ہے مگر حضرت ابراہیم انہیں مکہ میں چھوڑ گئے اور انہی کی اولاد سے وہ آخری نبی پیدا ہوا۔ بنی اسرائیل میں تو نبی پر نبی آئے لیکن بنی اسمٰعیل میں صرف ایک ہی نبی ہوئے یعنے محمد رسول اللہ صلعم اور وہی کونے کا پتھر ہیں۔ اور حضرت مسیح نے تو بنی اسرائیل کو صاف کہدیا کہ تم سے خدا کی بادشاہت لیکر دوسری قوم کو دی جائیگی اور وہ بنی اسمٰعیل یا ان کی قوم ہے۔

لاہور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام
ہر نبوّت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے

نہ اس پر ظلم کرے نہ ظالم کے ہاتھ میں چھوڑے

عن عبد اللّٰہ ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللّٰہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللّٰہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیٰمۃ ومن ستر مسلما سترہ اللّٰہ یوم القیٰمۃ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے (ظالم کے ہاتھ میں) چھوڑے اور جو اپنے بھائی کے کام میں ہوگا اللہ اس کے کام میں ہوگا اور جو مسلمان پر سے مصیبت دور کرے گا اللہ اس پر سے قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے (بڑی) مصیبت اس سے دور کر دے گا اور جو مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے قیامت کے دن اللہ (اس کے عیب) پر پردہ ڈالے گا۔

نوٹ ۔از حضرت مولانا محمد علی صاحب رح:۔
ان ہدایات میں قومی قوت کا راز ہے
اسلامی اخوت کے یہاں پانچ حقوق بتائے ہیں
اوّل ۔ اس پر ظلم نہ کرے یعنی اس کا کوئی حق نہ چھینے
دوم ۔ اگر کوئی دوسرا اس پر ظلم کر رہا ہو تو اس کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑائے یعنی دوسرے کو

(باقی بر صلا کالم ۱۲)

تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے

"کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات گرامی

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالےٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو، ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے، اس نے بھی تکبّر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا

(باقی بر صلا اشتہار کے نیچے)

کائناتِ کبریٰ میں اللہ تعالیٰ کے کمالات و احسانات

کائناتِ صغریٰ میں انسانی عقل و فہم کے کرشمے اور نفسِ انسانی میں نیکی و بدی کی تمیز

خطبہ جمعہ
مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیرِ قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

والشمس و ضحٰھا - والقمر اذا تلٰھا - الخ ——— سورۃ الشمس (۹۱ - ۱ تا ۱۵)

اس سورت میں کائنات اور اس کے بادشاہ کا ذکر کیا گیا ہے - فرمایا والشمس وضحٰھا - اس کائنات کا ایک بادشاہ تو وہ ہے جس کو سورج کہتے ہیں - اس کی گرمی اور روشنی سے ساری دنیا آباد ہے - کائنات میں اس کی وجہ سے بہاریں ہیں، تمام قسم کی روئیدگی - پھل پھول اسی کے اثرات کا نتیجہ ہیں - تمام دریا سمندر، پہاڑ اور آبشاریں اسی سے مستفید ہیں، لیکن ان سب فوائد کے باوجود جو سورج سے حاصل ہوتے ہیں، اس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں وہ نہیں جانتا کہ میں دنیا جہان کو فائدہ پہنچا رہا ہوں - اس کے اندر کوئی حیات نہیں کہ وہ اپنے ارادہ سے کام کرتا ہو، اس لئے اس کا کوئی احسان دنیا پر نہیں ہے - احسان اس حقیقی بادشاہ کا ہے جس نے سورج اور قمر کو ان فوائد کے ساتھ پیدا کیا چنانچہ اس مالک حقیقی کا ارشاد ہے کہ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر سورج اور قمر کی پرستش نہیں کرنا کیونکہ یہ بغیر ارادہ اور جذبہ کے انسان کو فائدہ پہنچا رہے ہیں پرستش تو اس بادشاہ کی کرو جس کی حکمت و قدرت نمائی اس سورج اور قمر میں نظر آتی ہے اور اس بات پر غور کرو کہ اس کی تخلیق سے سورج اور قمر کتنی بڑی خدمات سرانجام دے رہے ہیں - نہ ان میں کوئی ارادہ ہے اور نہ فرشتوں کے اندر کوئی ارادہ ہے - فرشتوں کے متعلق فرمایا یفعلون ما یؤمرون وہ تو حکمت الٰہی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے حکم سے مشین کی طرح کام کرتے ہیں - اس لئے اگر کوئی ہستی پرستش کے قابل ہے تو وہ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس کی قدرت و حکمت کے نمونے اس کائنات میں کرشمے نظر آتے ہیں - سورج کے دم قدم سے ہی دنیا جہان کے سارے کاروبار چل رہے ہیں - سورج نکلتا ہے تو زندگی نمودار ہو جاتی ہے، کاروبار شروع ہو جاتے ہیں - دن بھر کام کرنے کے بعد رات

آجاتی ہے جس میں انسان کو آرام حاصل ہوتا ہے رات کو ستارے مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں، فرمایا وبالنجم ھم یھتدون اور روشنی کی ضرورت ہو تو قمر بھی موجود ہے یہ تمام کائنات کائناتِ کبریٰ کہلاتی ہے اسی طرح ایک کائنات صغریٰ ہے جو خود انسان ہے اس کا ذکر یوں فرمایا ونفسٍ وما سوّٰھا - اگر کائناتِ کبریٰ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے نظر آتے ہیں اور کمالات و احسانات دکھائی دیتے ہیں تو خود انسان کے اندر بھی عجائبات کی ایک بستی ہے اس کے عجائبات بھی ختم ہونے میں نہیں آتے اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم پیدا کیا ہے اور فرمایا کہ ہم نے انسان کو اپنی صورت میں پیدا کیا ہے، انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کے عجیب و عجیب کمالات دکھائی دیتے ہیں - اس کمال پر پہنچتے انسان کو پہنچایا ہے اگر اس کائنات کے اندر سورج اور قمر نظر آتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے کاروبار میں گرم بازاری ہے تو انسان کے اندر بھی عقل و فہم کے چراغ روشن ہیں جس کے ذریعہ سے وہ سب معاملات سمجھتا ہے اور نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتا ہے اور وہ نقصان دہ چیز سے بچتا ہے - اس کا جہاں عقل و فہم کا چراغ انسان کی راہنمائی کرتا ہے وہاں نفس لوامہ اس کو نقصان دہ رستہ پر چلنے سے روکتا ہے، یہ نفس لوامہ اس کو ملامت بھی کرتا ہے -

اس کی مثال ایسی ہے جیسے سڑکوں پر سپاہی نظر آتے ہیں جو لوگوں کو غلط اقدام سے روکتے ہیں، نفس لوامہ بھی غلط قدم اٹھانے سے روکتا ہے، اگر انسان نفس لوامہ کی پرواہ نہ کرے اور غلط رستے پر چلنے سے نہ رکے تو بھی ملامت کا فعل جاری رہتا ہے - اس شخص کا دل کمزور ہوتا چلا جاتا ہے اس کو

اندیشہ لاحق رہتا ہے کہ میری کرتوت کا پتہ لگ جائے گا تو میرا حشر کیا ہوگا، یہ اندیشہ اس کے قلب کو کمزور کرتا چلا جاتا ہے - جب قلب کمزور ہوتا چلا جائے تو اس کا نتیجہ تکلیف دہ ہوتا ہے - اور جب وہ کمزور ہوتا جاتا ہے تو اس کو خطرہ لاحق رہتا ہے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے - لیکن اس کے اعضا آنکھ، کان چہرے اور جسم پر اس کے اعمال کے اثرات نظر آجاتے ہیں یہ ریکارڈ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود بخود ہوتا رہتا ہے -

مجھے کچھ وقت بطور انسپکٹر تعلیم کام کرنے کا موقعہ ملا ہے - مجھ سے پہلے اس جگہ پر انسپکٹر بڑے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا - میں نے دورے میں اکثر اساتذہ سے سنا کہ وہ رات کو بڑبڑاتا رہتا ہے، اور خواب میں کسی سے چار اور کسی سے پانچ روپے مانگتا رہتا ہے کیونکہ دن کے وقت بھی وہ اکثر استادوں سے چار چار یا پانچ پانچ روپے مانگتا رہتا تھا - وہی ذکر خواب میں اس کے منہ سے نکلتا تھا، تو انسان جو کچھ کرتا ہے اس کا نروس سسٹم اس کے افعال کا ریکارڈ تیار کرتا رہتا ہے فرمایا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ہم نے انسان کے دل میں بھلائی اور برائی کی تمیز رکھدی ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ اونٹوں کی مہار پکڑ کر لے جاتا ہے اور اونٹ بلا چون و چرا اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں - لیکن راستہ میں اگر کوئی کھائی یا گڑھا آجائے تو وہ آگے قدم نہیں اٹھاتے - ایک بچہ نہیں دس آدمی زور لگائیں تو وہ آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتے - مرغی اور بطخ کے بچے ساتھ ساتھ چل پھر رہے ہوں جب پانی نظر آجائے تو بطخ کا بچہ پانی میں چھلانگ لگا دیتا ہے لیکن مرغی کا بچہ پانی میں ہرگز نہیں کودے گا - ان کی فطرت میں ہدایت رکھدی گئی ہے، ایک دنبے کے آگے گوشت

اور کتے کے آگے انگور رکھ دیئے جائیں تو وہ اس کو نہیں کھائیں گے - ان کی فطرت ایک نہیں ہے - انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور ساری کائنات اس کی خدمت میں لگادی ہے اسے احسن تقویم میں پیدا کیا ہے اور اسے بڑا علم و قدرت عطا فرمائی ہے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں گھوم پھر رہا ہے، وہ ریلیں چلا رہا ہے اور ہوائی جہاز چلا رہا ہے، یہاں تک کہ چاند تک پہنچ گیا ہے - اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے - اس کو قوت ارادی عطا فرمائی ہے، وہ اپنے افعال کا خود ذمہ دار ہے، اگر بدی کرتا ہے تو سزا کا مستوجب ٹھہرتا ہے اور نیک کاموں سے اچھے نتائج پیدا ہوتے ہیں، اس کی طبیعت میں رکھ دیا گیا ہے کہ بدی مضر اور نیکی مفید ہے فرمایا فالھمھا فجورھا و تقوٰھا - اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں نیکی اور بدی کی تمیز ودیعت کر دی ہے غرض اللہ تعالیٰ نے انسان کو لاجواب خلقت عطا فرمائی ہے اور ساری کائنات اس کی خدمت کے لئے پیدا کی ہے چاہیئے کہ انسان ان عظیم احسانات کو سامنے رکھ کر خدا تعالیٰ کی پوری پوری فرمانبرداری کرے اور آرام و راحت کی زندگی بسر کرے۔

الہام کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ کلام کرتا ہے، لیکن مخلوقات کی فطرت میں جو چیز رکھ دی گئی ہے اس پر بھی وحی کا لفظ بولا جا سکتا ہے - جیسے شہد کی مکھی کے متعلق فرمایا واوحینا الی النحل ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی - اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی طبیعت میں رکھ دیا گیا ہے کہ

باقی برصفحہ کالم ۳

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۹ جون ۱۹۷۱ء

ایک اور شر انگیز کتاب

... بیانیوں اور دلخراش بیانیوں کا طومار کھڑا کر کے یہ توقع کی باتی رہی کہ ان باتوں سے اس سلسلہ کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اپنی تحریرات کو احمدیت کے تابوت کی آخری میخ قرار دے کر یہ اعلان کر دیا کہ اب اس تحریک کا کچھ بھی باقی نہیں رہا لیکن خدا کا فضل و کرم سمجھئے کہ اس نے ان تمام زبردست حملوں کے باوجود ہمیشہ حق کی حمایت کی اور جس صداقت کو لے کر حضرت مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے، وہ پھیلتی ہی چلی گئی، یہاں تک کہ ہر طبقہ کے سنجیدہ اور فہمیدہ مسلمانوں کو اس جماعت کی خدمات اسلام کا چار و ناچار اعتراف کرنا پڑا اور ایک امریکی مصنف مسٹر فری لینڈ ایبٹ نے اس حقیقت کا اظہار کھلے لفظوں میں کیا کہ

"جماعت احمدیہ نے دیگر ادیان کے بارے میں جس قدر دلائل پیش کئے ہیں، زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کے مخالفوں نے انہیں بتمام و کمال قبول کر لیا ہے ..... اپنے تبلیغی جوش، اور عیسائیت کے خلاف پے در پے اور کثیر الاشاعت حملوں سے اس جماعت نے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کر دیا ہے گو یہ امر درست ہے کہ جمہور مسلمانوں میں مرزا غلام احمد کے ذاتی دعاوی نے قبولیت حاصل نہیں کی اور آپ کی تحریک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، تاہم اس نے مسلمانوں کے قلوب میں یہ ایمان و یقین پیدا کر دیا ہے کہ یورپ کی موجودہ ترقی اور قوت کا سرچشمہ عیسائیت ہرگز نہیں اور دنیا کا نجات دہندہ صرف اسلام ہے، اس تحریک کی یہی بنیادی خصوصیت ہے مگر یہ امر کس قدر تعجب انگیز ہے کہ اس تحریک کی ہر دو شاخوں نے دوسرے مذاہب کے مقابل دین اسلام کی حفاظت و ترویج کے میدان میں سب سے زیادہ کام کیا ہے، پاک و ہند کے مسلمان سب سے زیادہ اس جماعت کے خلاف صف آرا ہیں۔"

یہ ہے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا سب سے بڑا نشان، کہ ایک امریکی مصنف کا آخری فقرہ بدگو مخالفین کے منہ پر زبردست تھپیڑ ہے کہ جس شخص کو تم دشمن اسلام قرار دے کر دن رات اس کی مخالفت میں صف آرا ہو اسی کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے مقابل دین اسلام کی حفاظت اور ترویج کے میدان میں سب سے زیادہ کام ہو رہا ہے، اور اسی کے اثر و نفوذ سے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا ہوا ہے۔ غرض جس قدر لٹریچر اس ربانی سلسلہ کے خلاف شائع کیا گیا اور جس قدر اس کے مخالفین نے اس پاک تحریک کے انہدام کی پیشگوئیاں کیں اسی قدر اللہ تعالے نے اس کو ترقی اور فروغ عطا کیا ہے اور کر رہا ہے۔

ان مخالفین حق کی تعداد میں ایک نیا اضافہ جماعت اہلحدیث کے قائد مولوی احسان الٰہی ظہیر کی صورت میں پیدا ہوا ہے، جنہوں نے احمدیت کے خلاف ایک اور شر انگیز کتاب عربی زبان میں "القادیانیہ دراسات و تحلیل" کے نام سے شائع کی ہے اور اب شیخ محمد اشرف صاحب تاجر انگریزی کتب اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں شائع کر رہے ہیں۔

اس کتاب کو ہم نے "شر انگیز" کا خطاب دیا ہے، کیونکہ اس کا جو مقدمہ ماہنامہ "ترجمان الحدیث" میں شائع ہوا ہے وہ از سر تا پا غلط بیانیوں اور شر انگیزیوں سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے ابتدائی فقرات ہی کو ملاحظہ کیجئے لکھا ہے:-

"مسلمانوں کی تاریخ میں انیسویں صدی کا نصف آخر اس لحاظ سے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں اسلام دشمن طاقتوں نے دو ایسے فرقوں کو وجود بخشا جنہوں نے مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، اور انہوں نے اعدائے اسلام کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے میں اپنی پوری توانائیوں کو صرف کر دیا کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ و کعبہ اور ان کی امنگوں اور آرزوؤں کے مراکز مکہ اور مدینہ منورہ سے منقطع کر کے انہیں ان کے دیسوں اور وطنوں میں محصور کر دیا جائے۔ ان کے دیہاتی اور شہری میں تاکہ وہ مضبوط رابطہ اور تعلق ختم ہو کر رہ جائے جو کروڑوں انسانوں کو شرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ایک لڑی میں منسلک کئے ہوئے ہے اور جس کی بنا پر بخارا و سمرقند میں بسنے والے مسلمان وادیٔ نیل کے کلمہ گوؤں کی ادنےٰ سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے اور حجاز اور نجد کے صحرا نورد اور بادیہ نشین ہمالیہ کے دامنوں میں بسنے والوں اور کشمیر کی بلندیوں میں بسنے والوں کی مصائب کو اپنی مصیبت تصور کرتے ہیں ..." سراپا وہ شر انگیز نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ تحریک جس کا سارا انحصار مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے شائع ہونے والی پاک تعلیمات (قرآن کریم اور حدیث شریف) پر ہے۔ جو ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للناس پر پکا اور سچا ایمان رکھتی ہے اور اس کا حج کرنا اسلام کا اہم ترین رکن یقین کرتی ہے اور جس کے وابستگان آئے دن حج اور عمرہ کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ان کا یقین ہے، کہ مسلمانان عالم کی ان مقدس مقامات سے وابستگی ہی ان کی زندگی کا سرمایہ اور اخوت اسلامی کا حقیقی ذریعہ ہے، اس تحریک پر یہ الزام کہ وہ مسلمانوں کو مکہ و مدینہ سے منقطع کرنے کے لئے کھڑی کی گئی ہے پرلے درجے کی شر انگیزی نہیں تو اور کیا ہے۔

اس قسم کی اور بہت سی غلط بیانیاں صرف اس کتاب کے مقدمہ میں درج ہیں جن کی شر انگیزی کو ہم آئندہ اشاعتوں میں واضح کریں گے۔

مخیّر احباب کی خدمت میں درخواست

دفتر میں ایسے افراد کی طرف سے عام طور پر درخواستیں آتی رہتی ہیں جو اخبار پیغام صلح، لائٹ اور روح اسلام میں گہری دلچسپی لیتے ہیں مگر چندہ سالانہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ادارہ حسب استطاعت دو دو چار چار ماہ کے لئے مفت اخبار جاری کر دیتا ہے، اور پھر بند کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہمارے مخیّر احباب اس سلسلہ میں کوئی قدم اٹھائیں، تو معمولی قربانی سے بہت سے تشنگان صداقت اور متلاشیان حق کی دلجوئی ہو سکتی ہے۔ ہمارے صاحب ثروت دوستوں کے لئے پانچ دس پرچوں کا چندہ سالانہ ادا کرنا بڑی بات نہیں ہے۔ سالانہ چندہ پیغام صلح آٹھ روپے، لائٹ چھ روپے اور روح اسلام چار روپے ہے۔

ڈاکٹر اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت مسیح موعودؑ کی وصیّت دربارہ انجمن

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔" (ضمیمہ الوصیت)

"عارف ممتاز"

(ابو راشد)

وہ جواں سال کہ تقدیسِ وطن کی خاطر
لے کے مغرب سے گیا شرق میں یوں جانِ غریب
جیسے اُلجھی ہوئی راہوں میں کوئی راہ شناس
عارفِ شوق کی مانند ہو منزل کے قریب

اخبارِ احمدیہ

کامیابی اور عطیہ

—— سیالکوٹ سے مرزا منظور احمد بیگ صاحب سیکرٹری صاحب انجمن کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ میرے لڑکے خالد منصور احمد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بی اے کے امتحان میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیابی عطا فرمائی ہے۔ شکرانے کے طور پر مبلغ بیس روپے اشاعت اسلام کے لئے ارسال خدمت ہیں (جزاکم اللہ خیرا۔ پیغام صلح کی طرف سے مبارکباد عرض ہے)

لیفٹیننٹ عارف ممتاز شہید ہوگئے

حضرت شیخ نیاز احمد صاحبؒ (وزیر آباد) کے پوتے، بیگم و شیخ ممتاز احمد صاحب کا لختِ جگر اور ہمارا پیارا بھائی لیفٹیننٹ ممتاز عارف ۲۸ مئی کو وطنِ عزیز کی حفاظت کرتے ہوئے مشرقی پاکستان میں شہید ہوگئے، اس نوخیز جوان نے ابھی زندگی کی ۲۲ بہاریں بھی نہ دیکھنے پائی تھیں کہ جامِ شہادت نوش کر لیا۔ اتنی چھوٹی عمر میں عارف شہید نے وہ بلندیاں حاصل کرلیں جو برسوں کی عبادت و ریاضت کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتیں۔ شہید کے والدین نے صبر کا ایسا کمال نمونہ دکھایا جو مومنوں کے شایانِ شان ہوتا ہے۔ خدا شہید کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل بخشے۔

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کا عزمِ پاکستان

—— برلین (جرمنی) سے مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام برلن بغرض اطلاع لکھتے ہیں کہ :-

" محترم مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ خدا کے فضل سے بخیریت سے ہوں گے۔

پاکستان رخصت پر آنے کے سلسلہ میں ٹکٹ ملنے کی اطلاع مجھے ۲۵ مئی بذریعہ لفتھانزا ملی۔ ۲۶ مئی کو میں ان کے دفتر میں گیا۔ اور سیٹ ریزرو کروانے کی کوشش کی۔ تو مجھے اطلاع ملی ہے کہ چونکہ PIA کی فلائٹس ہفتہ میں تین بار کی بجائے ایک بار ہوگئی ہے لہٰذا صرف بدھ کے دن جگہ مل سکتی ہے۔ اس بناء پر میں نے اپنی سیٹ ۹ ماہ حال بروز بدھ ریزرو کرا دی ہے میں انشاءاللہ جمعرات کے دن ۱۰ ماہ حال کو لاہور ہوائی اڈہ پر صبح ۹ بجکر ۲۵ منٹ پر بذریعہ ہوائی جہاز PK 302 پہنچ جاؤں گا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سفر بخیریت گذرے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار۔ محمد یحییٰ بٹ

بیماری اور درخواستِ دُعا

—— علی پور گھلواں سے گل محمد تاتاری صاحب لکھتے ہیں :-

بندہ کو ۲۲ سے کھانسی کے ذریعہ منہ سے خون آنے لگا۔ متواتر دو دن تک پھر بندہ نے ایکسرے کرایا۔ تو ڈاکٹر مختلف رائے سے دوائیاں دیتے رہے۔ خون تو بند ہوگیا ہے۔ مگر بلغم کا بہت اخراج ہوگیا ہے اب بھی جب کھانسی آتی ہے تو نڈھال ہو جاتا ہوں بندہ اسی تکلیف کے سبب سے نہ چٹھی تحریر کر سکا نہ چندہ دے سکا۔ دل کو بہت ہی حیرانی اور پشیمانی ہے، ایک بھائی محمد اقبال صاحب چغتائی دماغ خراب ہو جانے کے سبب آپ کی خدمت میں پہنچ چکا ہے، امید ہے اب اس کی صحت میں پہلے سے ضرور فرق ہوگا۔ ان کے حال سے بھی ضرور آگاہ فرمادیں۔

بندہ ابھی تک ٹیکے، شربت اور گولیاں بدستور استعمال کر رہا ہے دعا فرمادیں۔

بھارت میں یومِ وصال مسیح موعودؑ منایا گیا۔

—— گیا۔ نیا کریم گنج۔ بہار (بھارت) سے ایس ایم شوکت صاحب سیکرٹری لائبریری صدر اعلیٰ ہاؤس ۲۶ مئی کو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دیتے ہیں کہ آج حسب دستور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ وفات کے سلسلہ میں صدر اعلیٰ ہاؤس نیا کریم گنج گیا (بھارت) میں زیر صدارت جناب ایم اے صمد صاحب مسیح موعودؑ کا یوم وصال منایا گیا۔ فاتحہ خوانی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ پر روشنی ڈالی گئی اور دعا کی گئی وولکنگ کے احمدیہ مشن کی ترقی اور کامیابی کے لئے بھی خاص طور پر دُعا کی گئی اس کے بعد حاضرین کی تواضع فواکہات سے کی گئی۔

اخبار کے چندہ کیلئے مخیر احباب سے اپیل

—— کوہاٹ سے ایک صاحب نے خط کے ذریعہ اطلاع دی ہے کہ ان کے نام عبدالباقی صاحب مرحوم نے پیغام صلح جاری کروایا تھا اور اسی کے ذریعہ ان کو جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد پسند آئے تھے۔ اب عرصہ دو سال سے ان کے ذمہ چندہ بقایا ہے۔ ان کا ذریعہ آمدن کوئی نہیں اور غریب آدمی ہیں۔ اگر کوئی مخیر آدمی ان کے نام بطور صدقہ جاریہ پرچہ جاری رکھنا چاہیں تو براہ مہربانی ان کا چندہ بھجوا دیں

جشنِ رسالتؐ کو مسلمانوں تک محدود نہ کیا جائے اس کو یومِ انسانیت بنایا جائے

کراچی ۲۶ مئی۔ آدی باسی لیڈر، سوامی کلجگا آنند کبیر پنتھی نے ایک بیان میں کہا کہ حضرت محمد رسول خدا " جگت دیالو " (تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں) آپؐ کا جشنِ مبارک " یوم انسانیت " کے نام سے منایا جائے صرف مسلمانوں تک محدود نہ رکھا جائے۔ آپؐ نے غلامی دور کر کے آزادی لائی کمزوروں اور مظلوموں کی ہمیشہ عملی امداد کی اس طرح سے اسلام کے انصاف کے جھنڈے کو بلند کیا۔ اور پاکستان اسی لئے قائد اعظمؒ نے بنایا ہے کہ آپؐ کی مقدس تعلیم کو عام کیا جائے۔ ہذا سیرت النبیؐ کے جلسوں میں مظلوم دنیا کے بدھسٹوں، اچھوتوں، آدی باسیوں اور سکھوں وغیرہ کو خاص طور پر دعوت دے کر شریک کیا جائے

قائد اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد۔ اچھوتستان اور بدھستان بنانے میں ضرور امداد کی جائے گی۔ اسی لئے پاکستان کی حمایت ڈاکٹر امبیدکر۔ سوامی بدھانند جی سوامی اچھوتانند جی اور میں نے کی تھی ہذا سیرت النبیؐ کے جلسے کمزوروں اور مظلوموں کی امداد کیلئے ہونا چاہئیں

بین المذاہب اتحاد کے لئے حضرت مرزا صاحبؒ کی خدمات

شریمتی سرلا دیوی (صاحبزادی کرنیل ڈاکٹر ڈیسائی) سیکرٹری جنرل پاکستان بھگوت گیتا سوسائٹی نے ایک بیان میں کہا کہ :-

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے قادیان سے ہندوؤں کے مشہور بزرگ سری کرشن جی مہاراج کے متعلق یہ آواز حق بلند کی کہ وہ اس ملک کے مقدس بزرگ تھے جن کی بزرگی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس صداقت کا اعلان لاہور کی بڑی بڑی کانفرنسوں میں بھی علانیہ کیا تھا، اس کے بعد بہت سے مسلمان علمائے کرام نے بھی اس صداقت کو اپنی کتابوں میں نظم اور نثر کیا ہے، بین المذاہب اتحاد کے لئے حضرت مرزا غلام احمد نے زبردست جدوجہد کی ہے اور اس جدوجہد کو آپ نے اسلامی تعلیم بتایا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس وقت آپؒ کے مشن کو امن کے لئے پیش کیا جائے تاکہ مذہبی اور صوبائی نفرتیں دور ہو سکیں۔

درسِ قرآن و تنظیمِ جماعت

—— مرزا محمد شفیق انور لکھتے ہیں :-

—— خاکسار جماعت احمدیہ لاہور صدر بازار تلہ گنگ کے ساتھ درس دے رہا ہے (ہفتہ میں ایک بار) کل مورخہ ۲۰-۵-۷۱ کو احمدی احباب کے علاوہ کافی غیر از جماعت دوست بھی تشریف لائے درس قرآن مجید کے بعد ان کے اصرار پر تقریباً نصف گھنٹہ تک جماعت احمدیہ کی امتیازی خصوصیات پر خاکسار نے تقریر کی۔ جس کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھا اثر ہوا اور اس طرح جلسہ کی سی کیفیت بن گئی۔ احمدی نوجوانوں میں بھی دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ اور وہ اپنی تنظیم کے سلسلہ میں باہم مشورے کر رہے ہیں احباب جماعت کے اصرار پر درس کا وقت زیادہ کر دیا گیا ہے۔ آئندہ انشاءاللہ غیر از جماعت دوستوں سے ان کی خواہش کے مطابق پروگرام بنا کر علیحدہ تبادلہ خیالات کا پروگرام بنایا جا رہا ہے۔

احمدی احباب کی تعداد بھی نماز میں بڑھتے بڑھتے پندرہ تک پہنچ گئی ہے دعا فرمادیں کہ یہ سلسلہ اسی طرح چل نکلے اور اس میں ترقی ہو۔ موجودہ حالات بہت حوصلہ افزا ہیں اطلاعاً تحریر خدمت ہے۔ والسلام

مرزا شفیق انور

کامل توحید کا مقصد انسانی زندگی میں نظریۂ حیات کی وحدت کا قیام ہے

صداقتِ اصولِ اسلام کا ثبوت، سائنس اور علم کے معیاروں پر

قوانینِ فطرت سے مطابقت اور انسانی تجربہ و تحقیق کی شہادت،

ذہن اور روح، عقل اور ضمیر، دین اور دنیا، سعی اور ایمان، اسباب مؤثرہ اور دعا میں باہم تضاد کی بجائے ہم آہنگی و مناسبت۔

ع ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور، اٹھو! دیکھو! سنایا ہم نے
(حضرت مسیح موعودؑ)

"قل انّ صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العٰلمین۔ لاشریک لہٗ وبذٰلک اُمرت وانا اوّل المُسلمین

(ترجمہ) کہدو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت (غرضیکہ میری ہر حرکت ادا) محض خدا کی خوشنودی کے لئے وقف ہے (جس کی صفت عالی یہ ہے کہ) وہ جملہ عالمین کا رب ہے اس کا کوئی شریک کار نہیں۔ مجھے یہی حکم ملا ہے اور میں سب سے اوّل فرمانبردار ہوں۔" (الانعام)

خطبۂ جمعہ۔ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۷۱ء۔ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بمقام جامع احمدیہ لائل پور۔ بر موقعہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ

دینِ اسلام نے اصولِ توحید کو جس قدر دنیا میں جاری و قائم کیا ہے، اس قدر کسی اور مذہب نے نہیں کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مطہرہ میں توحیدِ الٰہی کو عملاً قائم کر کے دکھلایا اور آپ کے متبعین نے اسوۂ حسنہ نبیؐ کی پیروی میں اس اصول کو اپنی زندگی کے عمل سے دکھلایا، پھر یہ مسلمان دنیا میں نکل گئے اور دنیا جہان کے افراد و اقوام کی زندگیوں میں توحیدِ الٰہی کو قائم کر دیا۔ اس کا ذکر بھی قرآن کریم کے اس مقام پر بڑے نمایاں طور پر کیا گیا ہے۔ فرمایا قل انّ صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العٰلمین۔ یعنی ان سے کہدو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا، سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ حقیقی توحید در اصل یہی ہے کہ انسان زندگی میں جو کوئی بھی قدم اٹھائے، اس میں اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی مدِنظر ہو۔ زندگی کے یہ اقدام صرف اپنے نفس کی تسکین کے لئے یا دوسرے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اگر کئے جائیں تو یہ مقام کامل توحید کے منافی بات ہے۔ اس سے تو لذاتِ نفس اور ریاکاری ظاہر ہوتی ہے۔

یہاں اس رکوع میں بیان ہوا ہے قل انّنی ھدٰنی ربّی الیٰ صراطٍ مستقیم دیناً قیماً ملّۃ ابراھیم حنیفاً۔ یعنے ان سے کہدو مجھ کو میرے پروردگار نے سیدھا راستہ بتایا ہے۔ قائم رکھنے والا دین ابراہیم راست رو کا طریقہ، اور ہم بھی حضرت ابراہیمؑ کی پیروی میں ان کی تعلیم و تلقین پر قائم ہیں اور ان کی بتائی ہوئی توحید کی راہ پر گامزن ہیں، توحید پر قائم ہونے کا مقصد یہ بھی ہے کہ صفاتِ ربوبیتِ الٰہیہ جو ہیں ان کا مقصد پورا ہو جائے۔ یہاں فرمایا ہے للہ ربّ العٰلمین۔ میرا سب کچھ اس اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ انسان کے اندر اللہ تبارک وتعالےٰ نے اخلاقی روحانی صلاحیتیں رکھی ہیں۔ اگر انسان کسی کی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کے کام نہ کرے تو وہ صلاحیتیں ترقی نہیں پاتیں۔ اور یوں انسان کی زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ ربّ العٰلمین نے تو انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ اس کی اخلاقی اور روحانی استعدادیں ترقی پاویں، اسی لئے فرمایا ہے وجعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعضٍ درجٰتٍ لیبلوکم فی ما اٰتٰکم۔ کہ ہم نے زمین میں تمہیں اپنا نائب اس لئے بنایا ہے اور بعضوں کو بعضوں پر درجوں میں فوقیت اس لئے دی ہے کہ تم کو اپنی دی ہوئی نعمتوں میں آزمائش کرے۔ یہ درجات اور یہ مقام و مرتبہ اور یہ عہدۂ حکومت مقصود بالذات نہیں ہیں کہ دنیا پر تحکم ہو اور اپنے اقتدار پر اترایا جائے، یہ درجات کے تفاوت تو امتحان اور آزمائش کے لئے ہیں، یہ تو خدمتِ خلق کے لئے درجاتِ دولت کئے ہیں۔ تو ربّ العٰلمین یہاں اسی لئے بیان ہوا ہے کہ انسان کی اعلےٰ استعدادیں ترقی کریں۔ یہ جو ارشادِ الٰہی ہوا ہے کہ قل انّ صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العٰلمین۔ اس سے معلوم ہوا کہ کامل مومن کی زندگی ایک وحدتِ عظیم ہے اس وحدت میں کوئی دوئی نہیں ہے۔ بعض مذاہب نے زندگی میں تفریق ڈال کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ حیات دین کا ہے اور دوسرا دنیا کا۔ قرآن و اسلام اس تقسیم کو نہیں مانتا۔ اسلام دین اور دنیا دونوں کو ہی ایک زندگی میں سموتا ہے، یہ دونوں ایک ہی ہستی کے پیدا کردہ ہیں۔ ان کی تمام قوتوں کے درمیان ہم آہنگی ہے، ان میں تضاد نہیں ہے، تضاد پیدا کرنے والے غلطی خوردہ ہیں، عیسائیت کبھی ایک انتہا پر تھی پھر اس کے ردِ عمل کے طور پر دوسری انتہا پر چلی گئی، اس طرح اس نے زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے اس نے رہبانیت کا تصور پیش کیا کہ دنیا کو تیاگ دیا جائے اور اس کے علائق سے دور ہو جاؤ لیکن پھر اس رہبانیت کے ردِ عمل کے طور پر یہ فکر پیدا ہوا جو آجکل کی مغرب کی تہذیب میں نمایاں نظر آتا ہے وہ یہ کہ دین کو دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے عیسائیت نے گرجے سے دنیا کو نکال دیا اور بازار سے دین کو نکال دیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے علم و عقل کو دین سے خارج کر دیا ہے اور کاروباری زندگی میں خدا اور ایمان کو جواب دے دیا، چنانچہ اگر آپ پوچھیں کہ عیسائیت کے عقائد و تعلیم، تثلیث، کفارہ اور الوہیتِ مسیح عقل و علم کے کہاں تک مطابق ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ایمان و عقیدہ میں علم و عقل کو کوئی دخل نہیں ہے صرف ایمان کا تعلق ہے اس کے مقابلہ میں دنیا میں علم و عقل کو یہ قوم کس طرح بروئے کار لا رہی ہے وہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ انسان ان کی علمی اور سائنسی ترقیوں پر حیران ہے، کہ چاند پر ہو آئے ہیں۔

زندگی کے بارے میں ان کا یہ دو عملی نظریہ صرف اس وجہ سے ہے کہ عیسائیت توحید پر گامزن نہ رہی، اس نے زندگی میں ایک ایسا تضاد پیدا کر دیا ہے جس نے زندگی کی قدروں اور اس کے مقاصد کو بری طرح پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ صرف یہ اقدام عیسائیت سے ہی نہیں ہوا بلکہ آج آپ مسلمان کی اپنی زندگی میں بھی یہی کچھ دیکھ رہے ہیں۔ مغرب کی تہذیب پرستی میں یہ مسلمان بھی یہی کہہ رہا ہے اور عمل سے عیسائیت کے نظریۂ حیات کی توثیق کر رہا ہے۔ مسلمان نے دین کو مسجد میں مقید کر کے رکھ دیا ہے۔ اور محض ظاہری ارکانِ دین یعنے نماز، روزہ، حج زکوٰۃ اور وِرد و وظائف کو ہی سارا دین اور دین کی روح سمجھ لیا گیا ہے، اور عملی زندگی ...... میں دین کی کسی اقدار سے کوئی کام نہیں لیا جاتا، زندگی کے دنیاوی پہلو کو اپنی منشا پر چھوڑ دیا گیا ہے جیسے چاہو ویسے کرو، زندگی کو اس طرح دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کر دینے کا نتیجہ نہایت افسوسناک نکلا ہے جو آج ہمارے سامنے واضح ہو کر آ گیا ہے۔ ہماری سماجی اور معاشرتی زندگی میں زہر ارج چکا ہے، ہم اخلاق سے بالکل اپنی زندگی میں لاوہ پالی ہے۔

حضرات! دینِ اسلام یہ نہیں کہتا اور سکھاتا۔ وہ تو دین اور دنیا کو ایک ہی پیمانہ پر رکھتا اور تولتا ہے۔ توحید کا بھی یہ منشا نہیں ہے، یہ ایک المیہ ہے جو مسلمان کی زندگی میں نظر آرہا ہے اور یہ نتیجہ ہے اس حقیقت کا کہ اس نے اسلام کی تعلیم کو چھوڑ کر مغربی تہذیب اور عیسائیت کی نقالی شروع کر دی ہے۔ مسلمان نے زندگی کو دو حصوں دین اور دنیا میں تقسیم کر کے تعلیم اسلام کو عملاً جھٹلا دیا ہے۔ وہ دین کے احکامات اور اس کی حد بندیوں اور تقاضوں کو اپنی روزمرہ کی سماجی زندگی پر مؤثر و محرک کرنے سے کتراتا اور اخلاقی قدروں سے روگردانی کرتا ہے۔

یہ باتیں میں نے تمہیداً عرض کی ہیں، آج ہم چودھویں صدی کے امام حضرت مجدد مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب منا رہے ہیں۔ میں آپ کی توجہ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادِ گرامی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آپؑ نے فرمایا کہ صرف رسم و رواج سے کچھ نہیں بنتا، جب تک نورِ ایمان اور عمل زندگی میں پیدا نہ ہو۔ حضرتؑ کا دل جاتا رہا اک رسم دین کی رہ گئی پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلح دیں کیا بکار اور حضرت صاحبؑ نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ دین اسلام، عقل و علم کے خلاف نہیں ہے بلکہ دینِ اسلام کے اصول قوانینِ فطرت کے عین مطابق ہیں، آپؑ نے اصولِ اسلامی کی حقیقت کو قوانینِ فطرت سے ثابت کیا ہے، قرآن کریم بار بار کہتا ہے افلا تعقلون۔ افلا تبصرون۔ افلا تتفکرون۔

حقائقِ دینیہ کی صداقت پر عقل و تجربہ یعنے سائنس و علومِ حقّہ کی شہادت۔

قرآن کریم میں کیا فکر، عقل اور تدبر کو بڑی اپیل کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دینی و روحانی امور عقل سے بالاتر ضرور ہیں لیکن ان کا اثبات علم و عقل، دلائل و حقائق اور تجربہ و مشاہدہ کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے اگرچہ ہمیں ہستی باری تعالے ملائک، وحی و الہام اور جنت و دوزخ کی کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی، انبیاء و رسل علیہم السلام کو جو پیغامات الٰہیہ ملتے ہیں ان کے بارے میں بھی عام انسان نہیں سمجھ سکتا تاہم یہ حقائق عقل کے خلاف نہیں ہیں، سائنس کا ایک بڑا اصولی تجربہ ہے، اس اصول کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے مذہب کی حقیقتوں کو ثابت فرما دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے دنیا کی رہنمائی کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں، میری گواہی قبول کرو۔ مجھ سے خدا کلام کرتا ہے۔ فرشتے مجھ پر نازل ہوتے ہیں، علم غیب کی باتوں پر مجھے مطلع کیا جاتا ہے، میرا اس راہ میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ روح اور دین کی یہ باتیں غیر معقول ہیں وہ میرے پاس آئے، میں ان پر حقیقت حال وا انکشاف کر سکتا ہوں۔ میری ذات گواہ ہے، کوئی ہے جو آزمائے، اور میرے پاس آئے، حضرت صاحبؑ کے دور میں نیچری تحریک چل رہی تھی، وہ قرآن کریم کی تعلیمات کو موجودہ علم و فلسفہ کے تابع کر رہے تھے۔ وہ سائنس اور فلسفہ سے مرعوب نظر آتے تھے لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ موجودہ سائنس و فلسفہ کے مقابلہ میں قرآن کریم کی تعلیمات اور اصول اٹل ہیں، سائنس اور فلسفہ کی باتیں غلط ہو سکتی ہیں لیکن قرآن کریم کی تعلیمات غلط نہیں ہو سکتیں، چنانچہ آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:-

امورِ روحانیہ اور حقائقِ دینیہ کی صداقت پر زبردست ذاتی مشاہدہ اور تجربہ۔

"میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ بعض دعائیں خطا جاتی ہیں اور ان کا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں یہی حال دواؤں کا بھی ہے کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کر دیا ہے؟ یا ان کا خطا جانا غیر ممکن ہے مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی ان کی تاثیر کا انکار کر سکتا ہے؟ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بے حرمت نہیں کیا۔ اور نہ اسباب کو بے اعتبار کر کے دکھایا۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے باہر نہیں ہیں مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو تو اسباب علاج پورے طور پر میسر آجاتے ہیں اور جسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ ان سے نفع اٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے تب دوا نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہے۔ یہی قاعدہ دعا کا بھی ہے۔ یعنے دعا کے لئے بھی تمام اسباب و شرائط قبولیت اسی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ الٰہی اس کے قبول کرنے کا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے نظامِ جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ مؤثرات اور متاثرات میں باندھ رکھا ہے۔ پس سید صاحب کی سخت غلطی ہے کہ وہ نظامِ جسمانی کا تو اقرار کرتے ہیں مگر روحانی نظام سے منکر ہو بیٹھے ہیں۔"

(برکات الدعاء)

خدائی تقدیر میں دواؤں کی مانند دعا بھی ایک عظیم روحانی سبب موثرہ ہے

یہ طویل اقتباس میں نے اس لئے پڑھا ہے کہ آپؑ نے اس زمانہ میں روحانی امور کو مبنی بر حقیقت ثابت کیا ہے، آپؑ نے موجودہ دور کے علوم و فلسفہ کو غلط اور ضائع قرار نہیں دیا آپؑ نے فرمایا کہ روحانی حقائق اپنی اٹل حیثیت رکھتے ہیں۔ روحانی عالم کا معاملہ وہم، تاثر اور خیالی نہیں ہے۔ اور روحانی امور اسلوب کا پلندہ نہیں ہیں بلکہ یہ حقائق اور ٹھوس حقیقتیں ہیں جن کو روحانی آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ دین کو سچا ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

بحرِ حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

اس پر ظلم نہ کرتے تھے۔ سوم - اس کا کوئی کام ہو تو کر دے۔ چہارم مسلمان پر مصیبت ہو تو اسے دُور کر دے۔ پنجم - اپنے بھائی میں کوئی عیب یا کمزوری دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔ افسوس کہ ان بیش بہا نصائح کے اُلٹ آج ہو رہا ہے مسلمان مسلمان پر ظلم کرتا ہے دوسرا اس پر ظلم کیسے تو اس کو اس کے پنجے سے چھڑانے کی کوئی کوشش نہیں کرتا بلکہ دوسروں کے ظلم کا آلہ کار بنتا ہے آج اگر کسی ہندو یا عیسائی کو مسلمان پر ظلم کرنے کی ضرورت ہو تو وہ اس کے مسلمان بھائی کو ہی اس کا آلہ کار بناتا ہے۔ اپنے بھائی کا کام کرنا یہ سب سے بڑی بات تھی اور یہ جوہر آج مسلمانوں میں سے مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ اپنی اغراض کے لئے ہر شخص ہر دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہے مگر اپنے مسلمان بھائی کے لئے ایک تنکا ہلانا بھی ایک پہاڑ نظر آتا ہے، ایک بھائی پر مصیبت ہو دوسرا اس کے پاس اپنی عیش میں مصروف ہے اور پرواہ تک نہیں کرتا۔ عیب پوشی کی جگہ ایک دوسرے پر مطاعن کا دروازہ کھلا ہے۔ اور دن رات ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنے میں مصروف ہیں۔

(فضل الباری)

خطبہ جمعہ

بسلسلہ صفحہ ۲

فلاں کام اس نے کرنا ہے۔ فرشتے مکھی کو الہام نہیں کرتے۔ وہ تو جو چھتہ بناتی ہے۔ شہد تیار کرتی ہے، پھولوں سے رس چوستی ہے اور نکھٹو مکھیوں کو سزا دیتی ہے، یہ تو مکھی کو الہام کیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تو ستاروں اور سیاروں کو بھی الہام کر رکھا ہے جس کی وجہ سے اس کی ہدایت کے مطابق وہ کام کر رہے ہیں دوسری صورت وحی و الہام کی یہ ہے کہ فرشتہ کے ذریعہ انبیاءؑ پر وحی کی جاتی ہے، یا اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو الہام کرتا ہے۔ اس الہام کے اندر کوئی حکم اور شریعت نہیں ہوتی تو نبی اور رسول کی شناخت یہ ہے کہ جبرائیلؑ اس پر احکام شریعت لیکر آتا ہے۔ اور دیگر بزرگوں اور آئمہ اور صالحین پر جبرئیلؑ کے ذریعہ ... اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نبوت بند ہے اور اب مجددین، محدثین اور اولیاء اُمت پر احکام الٰہی کا نزول نہیں ہو سکتا۔

انسان کا دل نیکی سے تقویت پاتا ہے، حلال طیب روٹی سے اس کے اعضاء میں تقویت آتی ہے اور وہ شجاع ہوتا ہے، فرمایا قد افلح من زکّٰھا۔ جس نے تقویٰ اختیار کیا وہ کامیاب ہو گیا وقد خاب من دسّٰھا اور وہ نامراد ہوا، جس نے اپنے آپ کو خرافات کے اندر ڈال دیا اور اپنے نفس کو بدیوں سے ناپاک کر دیا، اللہ تعالےٰ نے یہ باتیں ہمارے سامنے اس لئے رکھ دی ہیں کہ ہم غور کریں اور نیک اعمال بجالائیں، ہمیں اللہ تعالےٰ کے احکامات پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ وہ ہم سے خوش ہو، خدا کا بندہ وہ ہے جو اس کے احکام کی پابندی کرے اور اس کی مخلوق کے ساتھ پیار کرے۔ اسلام کی تعریف ایک مختصر سے جملہ میں یوں کی گئی ہے التعظیم لامر اللہ ...

حضرت امیر ایدہ اللہ

جمعرات مؤرخہ ۳ رجون کو راولپنڈی کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے اور اس کے بعد بغرض تبدیل آب و ہوا کوہ مری تشریف فرما ہوئے۔ ۴ رجون کو لاہور میں نماز جمعہ مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب نے پڑھائی۔

از قلم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ

حضرت مرزا صاحبؒ کا سب سے بڑا منصب

جب حضرت مرزا صاحبؒ نے تیرھویں صدی کی عوام اور خواص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی ۔ چنانچہ ان کی گراں بہا تصانیف عام طور پر پڑھی جانے لگیں اور ہر جگہ گفتگو کا موضوع بن گئیں ۔ جب ان کی معرکۃ الآرا تصنیف براہین احمدیہ منظر عام پر آئی تو بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے جو بعد میں آپ کے سخت معاند ہو گئے اس کی تعریف میں بڑی بڑی تقریظیں لکھیں ۔ یہاں تک کہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو آپ کا سب سے بڑا مکفر اور دشمن بنا رہا اپنی تنقید میں اس کتاب کو تاریخ اسلام کی سب سے اونچی کتاب قرار دیا ۔ تحسین و آفرین کی کیفیت ایک عرصہ تک جاری رہی یہاں تک کہ حضرت میرزا صاحبؒ نے یہ دعوےٰ کر دیا کہ مجھ سے مکالمہ مکاشفہ الٰہیہ ہوتا ہے اور مجھے مجدد کے منصب پر سرفراز کیا گیا ہے لوگوں نے اس پر آمنا و صدقنا کہہ دیا اور ان کی طرف عام طور پر خلق کا رجوع ہونے لگا مگر آپ نے بیعت لینے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ جب تک خدا کا حکم نہ ہو میں ایسا نہیں کر سکتا ۔ ۱۸۹۲ء میں آپ نے اعلان کر دیا کہ مسیح ناصریؑ جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے آسمان پر بجسد عنصری موجود نہیں ہیں بلکہ دیگر انبیاءؑ کی طرح وہ بھی اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار چکے ہیں اور وہ جو مسیح موعود آنے والا ہے اور جس کی آمد کے متعلق تمام اُمت متفق ہے وہ میں ہی ہوں آپؑ کا یہ اعلان کرنا تھا کہ علماء کے حلقوں میں ایک کھلبلی مچ گئی ۔ عوام مشتعل ہو گئے اور خواص مضطرب ۔ مسلمانوں کے دلوں میں عیسےٰ پرستی کی جڑیں ایسی مضبوطی سے جم چکی تھیں کہ عیسائیوں سے زیادہ مسلمانوں کو حضرت میرزا صاحبؒ کے اس اعلان سے تکلیف پہنچی ۔

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارا انگریزی پڑھا لکھا طبقہ مغرب زدہ ہے اور ان کے خیالات تصورات اور احساسات پر مغربی فلسفہ چھایا ہوا ہے ۔ مگر اس امر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ ہمارے علماء کا طبقہ ان سے پہلے زیادہ شدت کے ساتھ کلیسا زدہ ہے موجودہ مسیحیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا دین نہیں ہے بلکہ عیسائی مذہب ہے جس کا واضع پولوس ہے اس دور کے حسب حال شمس پرست مذہب نے مراسم اور شعائر لے کر عیسائیت میں داخل کر دیئے ۔

اسلام نے جب اپنے ابتدائی مراحل طے کر لئے اور وہ سیل رواں کی طرح عرب سے نکل کر ممالک غیر میں پھیلنے لگا تو عیسائی اقوام جوق در جوق اس میں داخل ہو گئیں اور پولوس کے ایجاد کردہ عقائد جو مسیحؑ کی وفات کے کئی صد برس بعد اصل مسیحی مذہب کو داغ دار کر رہے تھے اور یہ نووارد ان کو اسلام میں داخل کرنے لگ گئے اور حضرت عیسےٰؑ کی ذات کو نظام روحانی کا شمس بنا کر آخر اسے خدا کا بیٹا بھی بنا دیا ۔ اور اس کا تخت آسمان پر بچھا دیا موت کے عمل سے ہی ان کو بچا دیا ، اس کی پیدائش کو غیر معمولی اور غیر فطری قرار دیدیا بلکہ اس کی تمام زندگی معجزات کا ظہور بنی رہی جو مردوں کو زندہ کرتے ، کوڑھیوں کو زندہ کرتے ، اندھوں کو بینائی اور بہروں کو شنوائی بخشنے سے تعلق رکھتے ہیں بالفاظ دیگر جو خدائی صفات ممکن ہو سکتی ہیں وہ سب ان کی ذات میں کوٹ کر دی گئیں ۔ ان صفات کو مدنظر رکھ کر عیسائیوں نے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ سمجھا کہ وہ خدا کا اکلوتا بیٹا ہے ۔ مگر مسلمانوں کے قلوب پر ان اعتقادات کے باوجود توحید کے نقوش نہ مٹ سکے وہ حضرت عیسےٰؑ کی صفات کو اسی نوعیت کی تسلیم کرتے رہے مگر اس کے منطقی نتیجہ سے اعراض کر گئے خدا کے بیٹے کی تمام صفات کی موجودگی میں اس کو خدا کا بیٹا نہ کہہ سکے ۔ جب میدان مناظرہ میں عیسائی اور مسلمان صف آرا ہوتے تو عیسائی پادری مسلمان مناظروں کو چاروں شانے چت لٹا دیتے بر صغیر ہند میں عیسائیت کی رو بڑے زور سے چلنے لگی ۔ ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے حدیث مجدد کے ماتحت حضرت مرزا صاحبؒ کو چن کر مجدد کے منصب جلیلہ پر کھڑا کر دیا اور کوئی دوسرا دعوے دار تمام صدی میں پیدا نہ ہونے دیا ۔ اس مجدد کا کام یہ تجویز کیا کہ وہ پولوسیت کا قلع قمع کر دے ۔

یہ صدی عیسائیت کے جلال کی صدی ہے عیسائیت کے غلبہ کی صدی ہے ، عیسائیت کی حکمرانی کی صدی ہے ، عیسائیت کا مرکز یورپ ہے اور ذہنی علوم و فنون کا بھی مرکز ہے ۔ چنانچہ اس صدی کے مجدد نے جب اپنے فرائض کی ادائیگی کا پروگرام بنایا تو اس کی ابتداء یوں کی کہ عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے قرآن شریف کی تیس آیات دنیا کے سامنے پیش کیں جن کا کوئی جواب کسی کے پاس نہ تھا ۔ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں بلکہ ان کی ولادت بھی قانون قدرت کے تحت ہوئی ہے ، ہر شریف اور نجیب آدمی کی طرح وہ بھی ایک والد رکھتے تھے اور اپنی جائز پیدائش پر انہیں ناز تھا ۔

مولینا ابوالکلام آزاد بھی وفات مسیحؑ ہی کے قائل تھے ۔ مصر کی جامع ازہر کے علماء نے بھی وفات مسیحؑ کی تصدیق کر دی ہوئی ہے ۔ حال ہی میں مولانا اسد نے جو تفسیر قرآن کریم کی مکہ معظمہ سے شائع کی ہے اور جس کی تائید تمام عرب علماء نے کر دی ہے اس میں بھی مسیحؑ کی وفات کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے ۔ مولینا غلام احمد صاحب پرویز وفات مسیحؑ کے قائل ہیں اور اپنی تفسیر مفہوم القرآن میں انہوں نے اس کو بیان کر دیا ہوا ہے مسلمانوں میں عام طور پر اب حیات مسیحؑ کو اس طریق پر پیش نہیں کیا جاتا جیسا کہ پہلے کیا جاتا تھا یہاں تک کہ مولانا مودودی صاحب نے اس مسئلہ کو اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں بالکل گول کر دیا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ قرآن سے نہ حیات کی وضاحت ہوتی ہے نہ وفات کی اللہ تعالےٰ مولانا کو معاف کرے انہوں نے قرآن ایسی واضح اور مبین کتاب کے متعلق محض رائے عامہ سے ڈر کر اس قسم کے نازیبا الفاظ درج کر دیئے ہیں ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے جس قدر معجزات بیان کئے گئے ہیں وہ بالکل روحانی کیفیت تھی روحانی طور پر لوگ مُردہ ہو چکے تھے ۔ گونگے اور بہرے تھے حضرت مسیحؑ نے انہیں روحانی طور پر دولت کر دیا صحتیاب کر دیا اور اس سے کئی گنا زیادہ مؤثر طریق پر حضور نبی کریم صلعم نے دنیا میں اپنی شخصیت اور روحانی طاقت کا لوہا منوایا ۔ اور تمام عالم انسانیت میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر کے دکھا دیا ۔

مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی تصریحات

حضرت میرزا صاحبؒ نے مسیح موعود کا دعوےٰ کیا اور لوگوں کی حیرت دیکھی اور اپنے مریدوں کو پریشان دیکھا تو انہوں نے نثر اور نظم دونوں ذریعوں سے اپنے مریدوں پر دعوےٰ کی حقیقت کو واضح کیا ۔ کس خوبصورت انداز میں وہ لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ نظم

چوں کا فرازستم بہر سند مسیح را
غیوری خدا ابرشش کرد ہمسرم

پھر یہ شیریں نغمہ گا دیا ۔

چوں مرا نور سے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

اور کیا لوگوں کا جھجک دور کرنے اور اسلام کی

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

احادیث و روایات کا انکار

اَب پوزیشن یہ ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ یہ تو مانتا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں مگر ان کا رجحان یہ ہے کہ وہ کسی آنے والے مسیح موعودؑ کو نہیں مانتے ، اس کے متعلق جس قدر روایات آثار اور احادیث ہیں وہ انہیں تسلیم نہیں کرتے ۔ ان لوگوں کی یہ پوزیشن حقائق کے خلاف ہے ۔ اس زمانہ میں مولانا غلام احمد پرویز نے تو اپنا ایک مشن بنا رکھا ہے کہ مسلمانوں کو نبی کریم صلعم کے بعد کسی آنے والے کے انتظار میں نہ رکھا جائے اور ایسی تمام روایات اور احادیث کا انکار کر دیا جائے جس میں مسیح موعودؑ کی آمد کا ذکر ہے ۔ مگر کیا کریں تاریخ کے واقعات مولانا غلام احمد اور ان کے ہم نوا لوگوں کے راستہ میں پہاڑ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں ۔

اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیشگوئی موجود ہے اور گذشتہ تیرہ صدیوں تک تمام عالم اسلامی کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آئے گا جو عیسےٰ بن مریم کہلائے گا ۔ بخاری مسلم ۔ ترمذی وغیرہ جملہ کتب حدیث میں اس آنے والے کے متعلق کثرت سے پیشگوئیاں موجود ہیں ۔ اگر احادیث کو پرکھنے کا کوئی معیار ہے اور ان سب کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے اگر کسی قطعی یقینی نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے تو تو پھر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ یقیناً یقیناً آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی ہے یہ تو وہ احادیث ہیں جو اہل سنت والجماعت کی مسلمہ ہیں ۔ ان کے ساتھ اگر شیعہ صاحبان کی احادیث کو بھی ملا لیا جائے تو اس پیشگوئی کا تواتر اور بھی قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے ۔ ہمارے ہاں صوفیا کرامؒ نے ایک بلند پایہ لٹریچر پیدا کر رکھا ہے ۔ ان میں بھی مسیح موعود کے آنے کی

خبریں تو اتوں سے ملتی ہیں۔ انجیل کا اگر مطالعہ کیا جائے تو وہاں بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کی یہ پیشگوئی ظہور اسلام سے قبل کے زمانہ میں بھی مشہور تھی۔ یا تو بالکل احادیث کا انکار کر دیا جائے اور یوں اسلام کے بہت بڑے حصے کو ضائع کر دیا جائے یا کم از کم ان احادیث کو جن میں تواتر ہو اور کئی جہت سے ان کی صداقت کا ثبوت موجود ہے تسلیم کر لیا جائے۔

یہ احادیث ہی ہیں جن کی رُو سے ہماری تمام عبادات کی تفصیل معلوم ہوتی ہے اور احادیث کی ترتیب سے پہلے بھی مسلمانوں میں مسیح موعود کے آنے کی پیشگوئیاں تمام عالم اسلام میں مشہور تھیں ایک اور بڑی عجیب بات ہے کہ مسیح موعود کے آنے کی پیشگوئی ایسی پیشگوئی ہے جس کے ساتھ اور بھی بہت سی پیشگوئیاں وابستہ ہیں۔ مثلاً یہ ہے کہ مسیح موعود کے آنے کے وقت نصاریٰ کا دنیا پر غلبہ ہوگا۔ علماء اسلام علماء یہود کے مشابہ ہو جائیں گے۔ نصاریٰ کی حکومت دنیا پر غالب ہوگی۔ اور تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہوگی۔ یہ وہ زمانہ ہوگا جب زمین کے کثیر حصے زیر کاشت آ جائیں گے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر سڑکیں بنائی جائیں گی اور دریاؤں سے بکثرت نہریں جاری کی جائیں گی، اسلام کی حالت بڑے تنزل میں ہوگی، فضا میں سواریاں اڑتی پھریں گی اسلام پر بڑی بڑی مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوں گی۔ اگر یہ تمام واقعات اس وقت ظہور پذیر ہو رہے ہیں تو یقیناً مسیح موعودؑ کے نزول کا بھی یہی زمانہ ہے۔ اور وہ بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

قرآن کریم کی شہادت

اس زمانہ کے اہل علم کو جب تک قرآن سے نہ دکھایا جائے کہ مسیح موعود کا آنا ضروری ہے ان کا اطمینان نہیں ہوتا۔ اس مختصر سے مضمون میں ہم مختصر پیرایہ میں قرآن کریم سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یعنے اس قرآن کریم کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ قرآن کریم کے صرف الفاظ محفوظ ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے ایسا انتظام فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیرات بھی محفوظ ہیں اور اس کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی جانب سے متبعین رسولؐ میں سے بعض آدمیوں کو خلعت مکالمہ مخاطبہ مکاشفہ پہنا کر ان کی شخصیت میں قوت مقناطیسی رکھ دیتا ہے۔ علماء اور حکماء بھی موجود ہوتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی کتاب پڑھاتے ہیں اور اس کی تشریح و توضیح بھی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن تزکیہ نفس کا خاص کام ان اولیاء اللہ سے مخصوص کر دیا جاتا ہے جن کی صحبت میں رہ کر لوگ فیض یاب ہوتے ہیں ایک قال کا مقام ہے اور ایک حال کی کیفیت ہے مجدّد کے اندر تسخیر قلوب کی قوت ودیعت کی جاتی ہے اور اسے تزکیہ نفس کے کام کا خاص ملکہ عطا ہوتا ہے اور ایسے مجددین صدی میں آتے ہیں حدیث مجدد کی تائید قرآن کی آیت آیہ استخلاف سے ہوتی ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے :-

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ یعنے خدا نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ البتہ انہیں زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے گزر گئے اور ان کے دین کو جو ان کے لئے پسند کیا ہے ثابت کر دے گا اور ان کے خوف کے بعد امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ خلافت کا چلا تھا اسی طرح یہاں نبی کریم صلعم کے بعد بھی سلسلہ خلافت کا چلے گا۔ قرآن کریم میں نبی کریمؐ کو مثیل موسیٰؑ قرار دیا گیا ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ اس موسوی سلسلہ میں چودہ صد برس کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول ہوا اور یہاں بھی چودہویں صدی میں مسیح موعود کا نزول لازمی ہے پس مذکورہ بالا دلائل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ انسانوں کی اصلاح کے لئے بعد وفات رسول صلعم مصلحین آتے رہیں گے جو دین حق کی طرف دعوت دیں گے اور ہر ایک بدعت جو دین سے مل گئی ہوگی اسے دور کریں گے اور آسمانی روشنی ہی سے دلائل و براہین تیار کریں گے اور لوگوں کے دلوں میں ایمان و یقین پیدا کریں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے پاک نمونہ سے لوگوں کو خدا کی طرف کھینچ لائیں گے اور ان کا تزکیہ نفس کر کے انہیں خدا سے ملا دیں گے

اور یہ بات صرف اس طریق سے ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ مبعوث ہوں مکالمہ۔ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوں اور اس قابل ہوں کہ منقولات کو مشہودات میں تبدیل کر سکیں اور یہ سلسلہ ہر صدی میں موجود رہے اور قیامت تک کے لئے جاری رہے۔ اس مسئلہ پر مجدّد زمانہ حال نے یوں روشنی ڈالی ہے :-

اور نئے معلموں کی اس وجہ سے ضرورت پڑتی ہے کہ بعض معلم قرآن شریف کے از قبیل حال ہیں نہ از قبیل قال۔ اور آنحضرت صلعم نے جو پہلے معلم اور اصل وارث اس تخت کے ہیں حالی طور پر ان دقائق کو اپنے صحابہ رضی اللہ کو سمجھایا ہے۔ مثلاً خدا تعالےٰ کا کہنا ہے کہ میں عالم الغیب ہوں اور میں مجیب الدعوات ہوں اور میں قادر ہوں اور میں دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور طالبوں کو روشنی پہنچاتا ہوں اور میں اپنے صادق بندوں کو الہام دیتا ہوں اور جس پر چاہتا ہوں اپنے بندوں میں سے اپنی روح ڈالتا ہوں یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ جب تک معلم خود ان کا نمونہ بن کر نہ دکھلاوے تب تک یہ کسی طرح سمجھ آ ہی نہیں سکتیں پس ظاہر ہے کہ صرف ظاہری علماء جو خود اندھے ہیں ان تعلیمات کو سمجھا نہیں سکتے بلکہ وہ تو اپنے شاگردوں کو ہر وقت اسلام کی عظمت سے بدظن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ باتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں اور ان کے ایسے بیانات سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام اب زندہ مذہب نہیں اور اس کی حقیقی تعلیم پانے کے لئے اب کوئی بھی راہ نہیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کا اپنی مخلوق کے لئے یہ ارادہ ہے کہ وہ ہمیشہ قرآن کریم کے چشمہ سے ان کو پانی پلاوے تو بیشک وہ ان قوانین قدیمہ کی رعایت کرے گا جو قدیم سے کرتا آیا ہے اگر قرآن کریم کی تعلیم صرف اس حد تک محدود ہے جس حد تک ایک تجربہ کار اور لطیف الفکر فلاسفر کی تعلیم محدود ہو سکتی ہے اور آسمانی تعلیم کے نمونہ سے سمجھائی جاتی ہے۔ تو پھر نعوذ باللہ قرآن کا آنا لاحاصل ہے مگر میں مانتا ہوں کہ اگر کوئی ایک دم کے واسطے بھی اس مسئلہ میں فکر کرے کہ انبیاء کی تعلیم اور حکیموں کی تعلیم میں بصورت فرض کرنے پر صحت تعلیم کے مابہ الامتیاز کیا ہے تو بجز اس کے اور کوئی مابہ الامتیاز قرار نہیں دے سکتا کہ انبیاء کی تعلیم کا بہت سا حصہ مافوق العقل ہے جو بجز حالی تفہیم اور تعلیم کے اور کسی راہ سے سمجھ ہی نہیں آ سکتا اور اس حصہ کو وہی لوگ دلنشین کر سکتے ہیں جو صاحب حال ہوں۔ مثلاً ایسے ایسے مسائل ہیں کہ کس طرح پر فرشتے جان نکالتے ہیں اور پھر یوں آسمان پر لے جاتے ہیں اور پھر قبر میں حساب اس طور سے ہوتا ہے اور بہشت ایسا ہے اور دوزخ ایسا ہے اور پلصراط ایسا اور عرش اللہ کو چار فرشتے اٹھا رہے ہیں اور پھر قیامت کو آٹھ اٹھائیں گے اور اس طرح پر خدا اپنے بندوں پر وحی نازل کرتا ہے یا مکاشفات کا دروازہ ان پر کھولتا ہے یہ تمام حالی تعلیم ہے کہ بغیر توسط ان معلموں کے جو مرتبہ حال پر پہنچ گئے ہوں ہرگز سمجھ نہیں آ سکتا اور دنیا ذرہ ذرہ بات پر ٹھوکریں کھاتی ہے پس اگر اسلام میں بعد آنحضرت صلعم ایسے معلم نہیں آئے جن میں ظلی طور پر نور نبوت تھا تو گویا خدا تعالےٰ نے عمداً قرآن کو ضائع کیا اس کو حقیقی اور واقعی طور پر سمجھنے والے بہت جلد دنیا سے اٹھا لئے مگر یہ بات اس کے وعدہ کے برخلاف ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنے ہم نے ہی قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، اب سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر قرآن کے سمجھنے والے ہی باقی نہ رہے اور اس پر یقینی اور حالی طور پر ایمان لانیوالے زاویہ عدم میں مختفی ہو گئے تو پھر قرآن کی حفاظت کیا ہوئی، کیا حفاظت سے یہ حفاظت مراد ہے کہ قرآن بہت سے نسخے خوشخطوں میں تحریر ہو کر قیامت تک صندوقوں میں بند رہے گا جیسے اور مدفون خزانے گو کسی کے کام نہیں آتے مگر زمین کے نیچے مدفون پڑے رہتے ہیں کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت سے خدا تعالےٰ کا یہی منشاء ہے اگر یہی منشاء ہے تو ایسی حفاظت کوئی کمال کی بات نہیں بلکہ یہ تو ہنسی کی بات ہے اور ایسی بات کا منہ پر لانا دشمنوں سے ٹھٹھا کرانا ہے کیونکہ جبکہ علت غائی مفقود ہو تو ظاہری حفاظت کا کیا فائدہ، ممکن ہے کہ کسی گڑھے میں کوئی نسخہ انجیل یا توریت کا بھی ایسا ہی محفوظ پڑا رہا ہو اور دنیا میں تو ہزارہا کتابیں اس قسم کی پائی جاتی ہیں کہ جو یقینی طور پر بغیر کسی کمی بیشی کے کسی مولف کی تالیف سمجھی گئی ہیں تو اس میں کمال کیا ہوا اور اُمت کو خصوصیت کے ساتھ کیا فائدہ پہنچا اس سے انکار نہیں کہ قرآن کی حفاظت ظاہری بھی دنیا کی تمام کتابوں سے بڑھ کر ہے اور خارق عادت بھی۔ لیکن خدا تعالےٰ کہ جس کی روحانی امور پر نظر ہے ہرگز اس کی ذات کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اتنی حفاظت سے مراد صرف الفاظ اور حروف

کا محفوظ رکھنا ہی مراد لیا ہے حالانکہ ذکر کا لفظ بھی صریح گواہی دے رہا ہے کہ قرآن شریف بحیثیت ذکر ہونے کے قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس کے حقیقی ذاکر ہمیشہ ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے اس پر ایک اور آیت بھی قرینہ ہے اور وہ یہ ہے بل هو آيات بينات في صدور الذين اوتوا العلم۔ یعنے قرآن آیات بیّنات ہیں اور جو اہل علم کے سینوں میں ہے پس ظاہر ہے کہ اس آیت کے معنے ہیں کہ مومنوں کو قرآن کریم کا علم اور نیز اس پر عمل عطا کیا گیا ہے اور جبکہ قرآن کی جگہ مومنوں کے سینہ میں ٹھہرے تو پھر یہ آیت انا نحن نزلنا الذكر و انا له لحافظون بجز اس کے اور کیا معنے رکھتی ہے کہ قرآن سینوں سے محو نہیں کیا جائے گا جس طرح کہ توریت اور انجیل یہود اور نصاریٰ کے سینوں سے محو کئے گئے۔ اور گو توریت اور انجیل ان کے ہاتھوں اور ان کے صندوقچوں میں تھی لیکن ان کے دلوں سے محو ہو گئی، ان کے دل اس پر قائم نہ رہے اور انہوں نے توریت اور انجیل کو اپنے دلوں میں قائم اور بحال نہ کیا غرض یہ آیت بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ کوئی حصہ تعلیم قرآن کا برباد اور ضائع نہیں ہوگا اور جس طرح روز ازل سے اس کا پودہ دلوں میں جمایا گیا یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

(شہادت القرآن)

آخری زمانہ کے متعلق کی ہوئی پیشگوئیاں دھڑا دھڑ پوری ہو رہی ہیں۔

حالات زمانہ بتا رہے ہیں کہ اس زمانہ کے متعلق جو پیشگوئیاں نسبت قوم مسلم کی گئی تھیں وہ حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں اس امت کے علماء یہودیوں کے فقیہوں کی طرح دن رات بے معنی جھگڑوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں اور دین کا کوئی احترام ان کے دلوں میں نہیں رہا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر کفر کے فتاویٰ صادر کرتے ہیں اس امت کے لوگ حرام مال کھانے کو کوئی پاک نہیں سمجھتے۔ مکر۔ فریب اور دغابازیوں میں یہ لوگ اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتے، قوم کی قوم روحانیت سے خالی پڑی ہے، سستی اور غفلت اس پر چھائی ہوئی ہے، قرآن شریف بھی اس زمانہ کے نصاریٰ کے غلبہ کی پیش گوئی کرتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون۔ یعنی یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے تو وہ سربلندی سے اتش انتقام سے بھڑک اور جوش طاقت سے اچھل اچھل کر ممالک اسلامیہ پر ٹوٹ پڑیں گے اور ہر جگہ اپنی قوت کے بل بوتے پر پھیلتے جائیں گے یاجوج اور ماجوج کا فرقہ قوم نصاریٰ ہی ہے۔ اور ایک جگہ یوں بھی ہے کہ وتركنا بعضهم يومئذ يموج في بعض ونفخ في الصور فجمعنٰهم جمعا۔ یعنے ہم اس دن انہیں ایک دوسرے پر موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونکا جائے گا۔ پس ہم ان کو اکٹھا کر دیں گے یہاں اشارہ انگریزی اور روسی بلاک کی طرف ہے جو آپس میں سخت متصادم ہوں گے اور ان کی ایک دوسرے کے خلاف صف آرائی تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہوگا اور یہی وہ وقت ہوگا جب قرنا پھونکی جائے گی اور پھر متفرق اور تشتت فرقے اکٹھے ہو جائیں گے اور یوں اس کرہ ارض پر ایک بہت بڑا روحانی انقلاب آئیگا اور یہ اشارہ اس صدی کے عظیم الشان مجدد کی بعثت کی طرف ہے جس کا مقابلہ عیسائی طاقت یعنے دجال سے ہوگا۔ دجال لوگوں کو بکھیرے گا، مسیح موعود لوگوں کو اکٹھا کرے گا۔

اصل منصب مجددیت ہی کا ہے

حضرت مرزا صاحبؑ کی تائید میں یہ بات بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ اس صدی میں سوائے حضرت مرزا صاحبؑ کے کوئی شخص مدعی منصب مجددیت نہیں رہ گیا اور وہ اکیلے ہی اب تک میدان میں اعلان کر رہے ہیں کہ وہی اس صدی کے واحد مجدد ہیں۔ حضرت صاحبؑ نے خود کئی دفعہ یہ تشریح کی ہے کہ مسیح موعود کا منصب مجدد کے منصب سے بڑا نہیں چونکہ اس صدی کے مجدد کا کام مسیحیت کے فتنہ کو دور کرنا ہے اور ان غلط عقائد کی تردید کرنی ہے جو دنیا میں مسیح کے نام پر شائع کئے گئے ہیں۔ اسی لئے حضرت صاحبؑ نے بار بار کہا ہے کہ مسیح موعود کے نام سے لوگوں کے اندر کوئی گھبراہٹ پیدا نہیں ہونی چاہیئے۔

اندرونی و بیرونی اصلاحات

حضور کا اصل منصب مجددیت ہی کا ہے اور اسی منصب کی وجہ سے حضرت مرزا صاحبؑ نے مسلمانوں کے اندرونی اور بیرونی فتنوں کا ازالہ کیا ہے مسلمانوں کا اعتقاد تھا کہ قرآن شریف کی بہت سی آیات منسوخ ہیں حضرت صاحبؑ نے دلائل بیّنہ سے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اس امت میں علماء کی کثیر تعداد نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ حضورؑ کا ارشاد ہے کہ یہ دروازہ قیامت کے لئے کھلا ہے۔ اہل حدیث کے جید علماء نے یہ عقیدہ بنا رکھا تھا کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اور کہ حدیث قرآن کی ناسخ بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت صاحبؑ نے ان عقائد کی بھی اصلاح کی اور مولینا محمد حسین بٹالوی سے جو اپنے وقت کے رئیس المحدثین تھے ایک زبردست مناظرہ کیا جس میں قرآن شریف کی متعدد آیات سے حضور نے زبردست استدلال کئے اور اس مباحثہ کے بعد عام طور پر اب علماء کا یہی عقیدہ ہے کہ حدیث نہ تو قرآن کی قاضی ہے نہ اس کی ناسخ ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ کچھ احکام قرآن میں ایسے ہیں جن کی تلاوت تو منسوخ ہے مگر گو احکام قابل اجراء ہیں مثال کے طور پر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن میں ایک آیت تھی جس کی رو سے زانی کو سنگسار کیا جاتا تھا مگر اب وہ آیت مرفوع از تلاوت ہے مگر اس حکم پر عمل کرنا ضروری ہے۔ حضرت صاحبؑ نے اس عقیدہ کو بالکل باطل قرار دیا ہے اور بہت سے اہل علم حضرت صاحبؑ کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ علماء میں چھوٹی چھوٹی سی چپقلشوں کی بنا پر یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رہے تھے حضرت صاحبؑ نے اعلان کر دیا کہ کلمہ طیّبہ کا قائل مسلمان ہے اسے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتا۔

مسیح موعود کے منصب کے لحاظ سے آپؑ نے بڑے زور سے عیسائیت کی تردید کی کفارہ کے مسئلہ کے ابطال کو ثابت کر کے رکھ دیا اور سب سے بڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ قرار دے کر موجودہ مسیحیت کا خاتمہ کر دیا۔ احمدیہ جماعت نے حضور کے حکم کی تعمیل میں ممالک اسلامیہ جا بجا اسلامی مشن قائم کر دیئے۔ علمائے فرنگ اور فضلائے کلیسا کو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے متاثر کیا اور اہل علم کے ایک خاص طبقہ کو دائرہ اسلام میں داخل کر دیا اگر ہمارے مسلمان بھائی احمدیہ جماعت سے تعاون کریں تو تمام دنیا حلقہ بگوش اسلام ہو سکتی ہے۔ کاش کہ دور حاضر کے مسلمان مسیح موعود کے منصب کی روح کو سمجھ لیتے اور جماعت احمدیہ کے اشاعت اسلام کے کام میں روڑے نہ اٹکاتے تو آج دنیا کی روحانی اور اخلاقی حالت ہی بدل جاتی۔

حضرت صاحبؑ نے مسیح موعود کے لفظ کے متعلق بہت دفعہ مسلمانوں کو سمجھایا کہ اس لفظ سے کوئی گھبراہٹ پیدا نہیں ہونی چاہیئے کیا پیارے انداز میں وہ فرماتے ہیں ؎

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

حضرت صاحبؑ کی شان مسیحائی ایک نعمت تھی مسلمان خواہ اس سے بدکتے اور جھجکتے ہیں یہ زمانہ جس میں سے ہم گذر رہے ہیں علم کا زمانہ ہے، دلائل اور براہین سے لوگوں کو قائل کرنے کا زمانہ ہے سائنس اور فلسفہ منقولات نہیں بلکہ مشاہدات کے متقاضی ہیں۔ حضرت صاحبؑ نے اسی لئے اپنی شخصیت کو مشاہدہ کے معیار پر بھی پیش کیا اور لوگوں کو چیلنج دیا کہ وہ آکر میری صحبت میں رہیں اور دیکھیں کہ خداوند تعالےٰ کا مجھ سے کیا معاملہ ہے جو لوگ ان کی صحبت میں گئے وہ سراپا نور بن گئے۔ وہ دیکھتے تھے کہ میرزا صاحبؑ براہ راست خدا تعالےٰ کے زیر سایہ ہیں ان سے خداوند تعالےٰ ہم کلام ہوتا ہے۔ علم غیب ان پر کھولتا ہے۔ ان کی التجاؤں اور تمناؤں کو سنتا ہے ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے حضور نے ۱۳۰۰ھ میں مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا اب ہجری کی اس صدی میں صرف ۹ سال باقی ہیں ابھی وقت ہے کہ اشاعت اسلام کی تحریک کو مسلمان قوت بخشیں اور اسے عمل میں لانے کیلئے ترتیب دیئے ہوئے پروگرام کو پورا کرنے کی بھی سعی کریں تاکہ اس صدی کے پورا ہونے تک اسلام کا پیغام دنیا کے تمام گوشوں میں پہنچ جائے۔

اس مختصر سے مضمون میں ہم نے ناظرین کی توجہ چند سچائیوں کی طرف مبذول کی ہے اگر کسی کو مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق ہو تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے لٹریچر منگوا کر اس تحریک کا مکمل طور پر مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو ہدایت کرے کہ وہ اسلام کے خادم بنیں اور باطل کے قلع قمع کرنے میں ایک دوسرے کے ممد و معاون ہو جائیں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

جماعت احمدیہ لائل پور کا یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کے موقعہ پر جلسہ

امام عصر حاضر کو خراج عقیدت پیش کرنیکی صحیح اور حقیقی صورت یہ ہے کہ سلسلہ کے اغراض و مقاصد پورے کئے جائیں

جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کے قلوب میں یہ ایمان و یقین پیدا کر دیا ہے کہ دنیا کا سچا دین صرف اسلام ہے

"تم اپنے سچے خداوند خدا اپنے حقیقی خالق اپنے واقعی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کیلئے پیدا کئے گئے ہو"

(حضرت مسیح موعودؑ)

بشیر احمد سوز - ایم اے

۲۸ مئی ۱۹۷۱ء کو بروز جمعہ بوقت ۱½ بجے دوپہر جامع احمدیہ لائل پور میں جماعت احمدیہ لائل پور نے بانی سلسلہ احمدیہ مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کی سالانہ تقریب منائی۔ یہ تقریب مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں مقامی جماعت کے عہدیداران و ممبران جماعت اور خواتین و احباب کے علاوہ چک ۱۲۲ نواح لائل پور، لاہور، سرگودھا، چک جنوبی ۸۱، پنڈ دادن خان، پینیوٹ اور ملتان کے اصحاب سلسلہ اور غیر از جماعت مہمانوں اور ربوائی جماعت کے دوستوں نے شرکت کی اور مقررین نے اشاعت و مدافعت اسلام کے متعلق حضرت مرزا صاحبؒ کی مجددانہ خدمات پر ایمان افروز روشنی ڈالی۔

جلسہ سے پہلے محترم میاں ظفر سلیم صاحب خلف الرشید میاں شریف احمد صاحب نے اپنی قیام گاہ پر معزز مہمانوں کو پرتکلف ظہرانہ دیا۔ بعد ازاں نماز جمعہ، جامع احمدیہ پرمیئر فلور ملز فیکٹری ایریا لائل پور میں ادا کی گئی۔ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ دیا۔ (جو اسی اشاعت میں درج ہے) بعد نماز سیالکوٹ کے شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی مغفرت و بخشش کے لئے نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

نماز جمعہ کے بعد اجلاس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ جماعت احمدیہ لائل پور کے سیکرٹری مکرم جناب ملک نذر حسین صاحب نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ حافظ خدا بخش صاحب متعلم ادارہ تعلیم القرآن لاہور نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ دو ننھے بچوں فرخ سلیم ولد مکرم میاں ظفر سلیم صاحب و شہزاد احمد ولد مکرم میاں محمد احمد صاحب نے بھی قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کیں۔ اس پر صاحب صدر نے کہا کہ اس سلسلہ میں جماعت لائل پور کے مبلغ محترم حافظ نذیر احمد صاحب خوشابی مستحق مبارکباد ہیں کہ وہ جماعت کے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔ بعد ازاں محترم ملک ظفر احمد صاحب امن، مولینا شیر محمد صاحب خوشابی نے شاعر سلسلہ محترم مولانا مرتضیٰ خان حسن مرحوم کا کلام "مسیح وقت بے شک الآن ہمدوش تم ہو" ترنم سے پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔ اور عزیز صادق نور ولد محترم محمد صادق نور صاحب فاضل نے ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ذوق تحقیق

محترم غلام نبی مسلم صاحب ایم اے نے "حضرت مسیح موعودؑ کا ذوق تحقیق" کے عنوان سے ایک محققانہ تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے علمی اور تحقیقی کارناموں پر مفصل روشنی ڈالی، آپ نے فرمایا کہ

"انسانی تاریخ بڑے بڑے مشاہیر کے کارناموں سے عبارت ہے، ان انسانوں میں بلند ترین مقام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، آپؐ نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا اور زمانے کی رفتار روک دی، آپؐ نے قیصر و کسریٰ کی سلطنت کو ختم کر دیا، مذاہب باطلہ کو شکست دے دی، اور پہلے سوتے خشک کر کے سیاست، مذہب، فکر، معاشرت اور معیشت کی دنیا میں ایک نئے انقلاب کی بنیاد رکھی۔ آپؐ کا یہ عمل چودہ سو سال سے جاری ہے اور اس مقصد کے لئے اس مشن کی تکمیل کے لئے مجددین کا سلسلہ جاری ہے اور اس صدی کے مجدد حضرت مرزا صاحبؒ اس مشن کی تکمیل کے لئے آئے۔ شبلی نعمانی نے مجدد کی ایک خصوصیت یہ بتائی ہے کہ جو خیال اس کے ذہن میں آیا ہو کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو۔

جناب شبلی کا خیال ہے کہ مجدد کارناموں کی وجہ سے بنتا ہے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ مجدد مبعوث ہوتا ہے اور جس طرح نبی پہلے دن ہی سے نبی ہوتا ہے۔ لیکن حضرت صاحبؒ پہلے مجددین سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ چنانچہ سلسلہ مجددین میں آپؒ پہلے مامور ہیں، جنہوں نے خدا سے مکالمہ مخاطبہ کی صداقت اسلام کو دلیل کے طور پر پیش کیا، ہزاروں پیشگوئیاں کیں جو پوری ہوئیں۔ غیر مذاہب کے دینی راہنماؤں کو للکارا کہ وہ خدا نمائی کا نشان دیں، ورنہ ہم سے اسلام کی صداقت کا نشان دیکھیں اور ایمان لائیں۔ پھر تاریخ اسلام میں آنحضرت صلعم کے بعد آپؒ واحد شخص ہیں جنہوں نے غیر مسلم سلاطین، امراء اور دینی راہنماؤں کو اسلام کی دعوت دی اور ان پر اسلام کی صداقت پر دلائل پیش کئے۔ اس کے علاوہ آپؒ نے قرآن و سیرت نبویؐ کی اشاعت کا عالمی نظام قائم کیا۔ اس مقصد کے لئے ایک پُرجوش تبلیغی جماعت تیار کی جس نے انگریزی میں قرآن کی اولین تفسیر شائع کر کے ایک عالمی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ مشرق و مغرب کے کفرزاروں میں مساجد بنوائیں تبلیغی مشن کھولے، اور اپنے اعلیٰ کردار سے دنیا کو متاثر کیا۔

آپؒ نے تحقیق کے میدان میں بھی حیرت انگیز کام سرانجام دیا۔ چنانچہ آپ نے حضرت مسیحؑ کی وفات کے انیس سو سال بعد یہ ثابت کیا کہ حضرت مسیحؑ صلیب سے اتر کر بنی اسرائیل کی گم شدہ "بھیڑوں" کی تلاش میں کشمیر پہنچے اور یہیں محلہ خانیار، سرینگر میں مدفون ہوئے، آپؒ نے اس ضمن میں ایک وفد تحقیق کے لئے کشمیر بھیجا اور دوسرا وفد عراق کے لئے تیار کیا، اور آپ کی اس تحقیق کو آپ کے ایک پیرو خواجہ نذیر احمد مرحوم نے سات سال کی شبانہ روز مساعی سے مکمل کر کے دنیا میں آپ کے اس مشن کو پورا کیا۔

اسی طرح ہندوستان میں سکھوں کے گورو بابا نانک کے مسلمانوں کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں اسلامی تعلیمات اور مسلمان صوفیا کے اقوال موجود ہیں۔ پھر بابا نانک صاحب کے مسلمان صوفیاء سے تعلقات تھے۔ سکھوں کی روایت کے مطابق بابا نانک کو آسمان سے ایک چولا ملا جس پر سارا قرآن لکھا تھا۔ وہ چولا ڈیرہ بابا نانک میں موجود تھا اور بیسیوں غلافوں کے نیچے تھا۔ حضرت صاحبؒ خود وہاں تشریف لے گئے اور وہاں سے اصل چولا نکلوایا۔ اس پر کلمہ طیبہ آیت کرسی اور دیگر قرآنی آیات درج تھیں آپؒ نے اس تحقیق سے ایک نئے باب کا اضافہ کر کے ثابت کر دیا کہ بابا نانک سچے مسلمان تھے۔ اسی طرح بابا نانک کی ایک کتاب پوتھی صاحب (کتاب مقدس) گورو ہرسہائے میں موجود تھی۔ حضرت صاحب نے مولانا محمد علیؒ اور چند دیگر مریدوں کو کتاب کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ کتاب کو دیکھا گیا تو وہ قرآن مجید کا ایک قلمی نسخہ نکلا جسے بابا نانک صاحب تلاوت کے لئے اپنے پاس رکھتے تھے۔ تحقیق کی دنیا میں آپ کا یہ عظیم کارنامہ تھا۔

عربی قرآن کی زبان ہے جو اپنی وسعت معنی کے لحاظ سے بے نظیر ہے، حضرت صاحب نے تاریخ میں پہلی بار تحقیق سے ثابت کیا کہ عربی زبان "اُم الالسنہ" (زبانوں کی ماں) ہے اور اس سلسلے میں کئی سال کی کاوش کے بعد ایک کتاب منن الرحمان میں اس

دعوے کی صداقت ثابت کی، یہ سلسلہ آپ کے مرید باصفا حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ ایک کتاب لکھ کر آگے بڑھایا اور حال ہی میں حضرت صاحب کے ایک خادم جناب محمد احمد مظہر صاحب لائل پوری نے اس کو مکمل کر دیا ہے۔

پھر آپ نے ثابت کیا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ بے ہوشی کی حالت میں صلیب سے اتار لئے گئے اور مرہم عیسیٰ یا مرہم حواریین کے استعمال سے آپ کے زخم مندمل ہوئے۔ اس مرہم کا نسخہ ہر زمانے میں کتب طب میں مذکور چلا آیا ہے۔ آپ نے طب کی مختلف کتب سے ثابت کیا کہ یہ وہی مرہم تھی جو حضرت مسیح کے زخموں کے لئے تیار کی گئی۔

مذہبی دنیا میں تحقیق کا یہ کام مذاہب کے طریق کار کے بالکل خلاف تھا۔ کیونکہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہیں اتر سکتا۔ آپ کے اس کام کو آپ کے شاگردوں نے جاری رکھا، قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ عیسائی پادری یضاھؤن قول الذین کفروا کہ الوہیت مسیح کے متعلق عیسائیوں کے عقائد کفار کے باطل عقائد کا چربہ ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم میں "میثاق النبیین" کا ذکر ہے کہ پہلے انبیاء سے خدا نے عہد لے رکھا تھا کہ وہ اپنی امتوں کو آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کی تلقین کرتے رہیں گے، یہ شرف حضرت مرزا صاحب کے ایک خادم حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کو حاصل ہے کہ آپ نے اس دعوے کی سچائی کی خاطر تمام مذاہب کی کتب کا مطالعہ کیا اور وہ تمام پیشگوئیاں یکجا جمع کر کے اور "میثاق النبیین" نامی کتاب میں انہیں شائع کر کے قرآن کی صداقت اور آنحضرت صلعم کی عظمت کو نمایاں کیا، قرآن حکیم میں درج ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم کہ یہود و عیسائی آنحضرت صلعم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اور دیگر بزرگان سلسلہ نے عہد نامہ قدیم و جدید میں سے وہ پیشگوئیاں ڈھونڈ نکالیں جو آنحضرت صلعم کی بعثت سے متعلق ملتی ہیں اور جن کی رو سے اہل کتاب حضور صلعم کی آمد کے منتظر تھے۔ اور اس طرح قرآن حکیم کے بے شمار مسائل کو صاف کیا، جن کی مولوی غلط تاویلیں کرتے تھے اور جن کی وجہ سے اسلام غیر مسلموں میں بدنام ہو رہا تھا، اور یہ وہ امر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی عظمت اور انفرادیت پر روشن دلیل ہے۔

تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم

محترم مرزا محمد شفیق انور صاحب نے مذکورہ موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ فرقے یا تو اصولی اختلافات کی بنا پر بنتے ہیں یا فقہی مسائل کی بنا پر، بعض گروہ فرقوں کی شکل میں ظہور میں آتے ہیں۔ احمدیت ان ہر دو شکلوں میں کوئی فرقہ نہیں بلکہ یہ احیائے اسلام کی وہ عالمگیر تحریک ہے جس کا مقصد اشاعت اور حفاظت اسلام کے سوا کچھ نہیں اور اس تحریک کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں پیش آنے والی جملہ رکاوٹوں کو دور کیا جائے خواہ وہ فرقہ بندی کی وجہ سے پیدا ہوں یا غلط عقائد کی ترویج کی وجہ سے پیدا ہوں اور یا اسرائیلی روایات کے ماخذ تفسیر قرآن بن جانے کی وجہ سے پیدا ہوں۔ آپ نے کہا کہ حضرت مسیح موعود نے جن رکاوٹوں کو دور کیا ہے ان میں سے عقیدہ حیات مسیح سرفہرست ہے ورنہ وفات مسیح کا اثبات احمدیت کی غرض و غایت ہرگز نہیں بلکہ یہ اصل مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی طرح حضرت بانی سلسلہ کے دعاوی پر ایمان کا مقصد بھی یہ ہے کہ ان سے روحانی تعلق پیدا کرنے کے بعد انسان یقین کی محکم چٹان پر قائم ہو اور شکوک و شبہات کی گہرائیوں میں گرنے سے بچ جائے۔ اور علیٰ وجہ البصیرت صحیح اسلامی عقائد کو دنیا کے سامنے پیش کرے اور اس کی عملی زندگی میں ایک ایسا انقلاب پیدا ہو جو آئندہ ہونے والے انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ حضرت مسیح موعود سے تعلق پیدا کر کے انسان کے اندر ایسی معرفت پیدا ہوتی ہے کہ وہ غیر اللہ کو کبھی خاطر میں نہیں لاتا اور اپنے وجود کو کلیتہً خدا کی رضا کے ماتحت کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود سے جن لوگوں نے تعلق پیدا کیا ان کی زندگی ہمارے سامنے ایک مثال ہے ہمیں چاہئے کہ حضرت امام کی پیروی اسی بے نفسی سے کریں جس کی مثال ہمارے بزرگوں نے قائم کی۔

حضرت مسیح موعود کا پیغام جماعت احمدیہ کے نام

مکرم چوہدری عبدالحق صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے موضوع بالا پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مسیح موعود نے اشاعت و مدافعت اسلام کے لئے ایک جماعت تیار کی جس کے لئے آپ نے ایک پروگرام وضع کیا اور اس جماعت کے افراد کے لئے بعض حدود و قیود بنائیں جن کے اندر رہ کر اس نے کام کرنا ہے۔ اور ان نواہی کی نشاندہی کی جن سے اجتناب کو ہر فرد جماعت کا فرض قرار دیا۔

مکرم چوہدری صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کتاب "کشتی نوح" سے ایک فکر انگیز اقتباس پڑھ کر سنایا جس میں حضرت بانی جماعت نے اپنی جماعت کو تلقین فرمائی ہے کہ تم نے فلاں فلاں قول و فعل سے بچنا اور اس سے دور رہنا ہے اور جو کوئی ان سے اجتناب نہیں کرے گا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ اقتباس زریں حروف سے لکھ کر در و دیوار پر لگانے کے قابل ہے۔ چاہیئے کہ احباب اس کتاب کا بالاستیعاب اور بغور مطالعہ فرمائیں اور اس کی روشنی میں اپنا محاسبہ کریں اور سوچیں کہ کیا ہم ان اوامر کی پابندی کر رہے ہیں جن کی حضرت امام وقت نے تاکید و تلقین فرمائی اور کیا ہم ان نواہی سے بچے ہوئے ہیں یا بچنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے بچنے کی تنبیہہ حضرت مجدد وقت نے کی ہے۔ حضرت صاحب کا یہ پیغام احباب جماعت کے لئے غور و فکر کے ہزار ور مقام رکھتا ہے۔ خدا کرے کہ ہم اس پیغام پر استقلال و استقامت کے ساتھ عمل پیرا ہوں، اپنے امام کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے کہ ہم آپ کی تعلیمات پر خلوص بھرے قلب و نظر کے ساتھ عمل پیرا ہوں، اور اپنے قول و فعل سے حضرت مسیح موعود کی صداقت کی شہادت دیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:—

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں، جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے، جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہے ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں، جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقعہ مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ فاجر۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۷) (باقی باقی)

ملفوظات ۔ بقیہ صفحہ اوّل

نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے کام لیا ہے، ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے، اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے، سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔

(نزول المسیح)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۹ر جون ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ • شمارہ ۲۲

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور جناب مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور ۷ سے شائع کیا۔

جلد ۵۸ | یوم چہار شنبہ، مؤرخہ ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۶ جون سنہ ۱۹۷۱ء | نمبر ۲۳

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجدّدوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

اپنے بھائی کی مدد کرو
ظالم ہو یا مظلوم

عن انسٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصر اخاک ظالمًا او مظلومًا قالوا یارسول اللہ ھذا ننصرہ مظلومًا فکیف ننصرہ ظالمًا قال تاخذ فوق یدیہ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ مظلوم ہونے کی حالت میں تو ہم اس کی مدد کریں گے ظالم ہونے کی حالت میں کس طرح مدد کریں فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر (ظلم سے) روک دے۔

عن عبد اللہ بن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الظلم ظلمات یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔

نوٹ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ یہاں ظلم کا لفظ وسیع معنے میں استعمال ہوا معلوم ہوتا ہے ہر ایک بُرا کام ظلم ہے کیونکہ لغت میں ظلم کے معنے وضع الشئی فی غیر محلہ ہی ہیں۔ گویا ہر قوت کا غلط استعمال ظلم ہے یہی قیامت کے دن ظلمت یا اندھیرا بن جائے گا اور قوت کا صحیح استعمال ایک نور بن جائیگا۔ یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورھم بین ایدیھم۔ (فضل الباری)

مجدّدِ زمانہ رسول اللہ صلعم کی عزّت و جلال کیلئے ایک خاص قسم کی غیرت لیکر آیا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ارشادات گرامی

عیسائیوں کا فتنہ اُم الفتن ہے۔ اس لئے چودھویں صدی کے مجدّد کا کام یکسر الصلیب ہے۔ پھر چونکہ یہ علامت اس پر صادق آئی اس لئے چودھویں صدی کا مجدّد مسیح موعود قرار پایا۔ کیونکہ احادیث سے مسیح موعود کا کام یکسر الصلیب ثابت ہوتا ہے۔ اب جبکہ ہمارے مخالفوں کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ چودھویں صدی کے مجدّد کا کام یکسر الصلیب ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اس کے سامنے یہی مصیبت ہے۔ پھر انکار کے لئے کونسی گنجائش ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدّد ہی ہوگا۔ ہماری توجہ اُن لوگوں کی طرف ہے جن کو حق کی پیاس ہے۔ لیکن جو حق کی تلاش نہیں چاہتے جن کی طبیعتیں معکوس ہیں وہ ہم سے کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ یاد رکھو ہدایت تو ان کو ہوتی ہے جو تعصب سے کام نہیں لیتے۔ وہ لوگ فائدہ نہیں اُٹھاتے جو تدبر نہیں کرتے۔ پس طالب ہدایت سمجھ لے کہ موجودہ حالتوں میں چودھویں صدی کے مجدد کا یہ کام ہے کہ کسرِ صلیب کرے۔ کیونکہ صلیبی فتنہ خطرناک پھیلا ہوا ہے۔ اسلام ایسا دین تھا کہ اگر ایک بھی اس سے مرتد ہو جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ لیکن اب کس قدر افسوس ہے کہ مرتد ہونے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ اور وہ لوگ جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کامل انسان کی نسبت جس کی پاک باطنی کی کوئی نظیر دنیا میں موجود نہیں قسم قسم کے دل آزار بہتان لگا رہے ہیں۔ کروڑوں کتابیں اس سیّد المعصومین کی تکذیب میں اس گروہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ بہت سے مستقل ہفتہ وار اور ماہوار اخبار اور رسالے اس غرض کے لئے جاری کر رکھے ہیں۔ پھر کیا ایسی حالت میں خدا تعالےٰ کوئی مجدد نہ بھیجتا۔ اور پھر اگر کوئی مجدد آتا تو تم ہی خدا کے واسطے سوچ کر بتاؤ کہ کیا اس کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ رفع یدین کے جھگڑے کرے یا آمین بالجہر پر لڑتا مرتا پھرے؟

غور تو کرو جو مرض وبا کی طرح پھیل رہا ہے طبیب اس کا علاج کرے گا نہ کسی اور مرض کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی حد ہو چکی، لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اپنی ماں سے سُن کر اس کو مار دیا تھا۔ یہ غیرت اور حمیّت تھی مسلمانوں کی۔ مگر آج یہ حال ہو گیا ہے کہ توہین کی کتابیں پڑھتے اور سنتے ہیں غیرت نہیں آتی اور اتنا نہیں ہو سکتا کہ ان سے نفرت ہی کریں بلکہ اُلٹا جس شخص کو خدا نے خاص اس فتنہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت اور جلال کے لئے خاص قسم کی غیرت لے کر آیا ہے ۔۔۔

راولپنڈی میں جلسۂ سیرت النبی صلعم

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگوں کی تقاریر

جماعت احمدیہ راولپنڈی کے زیر اہتمام مؤرخہ ۱۰ کو سیرت النبی صلعم کا ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا۔ پنڈال کو دو دھیا رنگ کی ٹیوبوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ چاندنی رات اور وجہ تخلیق کائنات کے ذکر کے نور نے مجلس کے قلب و نگاہ کو مسحور کر دیا۔ اس جلسہ کی کارروائی کا آغاز محترم میاں اللہ بخش صاحب کی زیر صدارت مولوی عبدالرحمان صاحب امام مسجد کی تلاوت سے شروع ہوا، بعد ازاں خاں کسل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نعتیہ کلام پیش کیا، اس کے بعد محترم میاں فاروق احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات مبارکہ سنائے امام الزمانؑ کے ملفوظات کا ہر لفظ سامعین کے دلوں اور روح کی گہرائیوں میں اُتر گیا۔

ملفوظات کی سماعت کے بعد سٹیج سیکرٹری مکرم مولانا بشیر احمد صاحب منٹو نے تقریر کے لئے مکرم مولانا عبدالمنان صاحب عمر کا نام پکارا۔ آپ نے سورہ نجم کی ابتدائی آیات تلاوت کرنے کے بعد فرمایا ان آیات میں سات زمانوں کا ذکر کیا گیا ہے ان زمانوں کی تفصیل کے بعد آپ نے فرمایا کہ پھر طلوع فجر ہوگی یعنی مسیح موعودؑ کا ظہور ہوگا اور رات کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی، یہ تاریکیاں کیونکر چھٹیں گی فرمایا کہ دلوں کو صاف کرنے سے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر انسان کا دل درست ہو جائے تو سب کچھ درست ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ نفس کو کیسے پاکیزہ بنایا جائے۔ آپ نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کونوا مع الصادقین سو پہلا ذریعہ یہ ہے کہ اصدق الصادقین یعنے نبی کریم سے لو لگائی جائے یعنے کثرت سے ذکر اللہ کیا جائے دوسرا ذریعہ احادیث میں جو دعائیں آئی ہیں ان کو حفظ کیا جائے۔ تیسرا ذریعہ نماز تہجد باقاعدگی سے ادا کی جائے چوتھا ذریعہ نماز کی پابندی کی جائے۔ پانچواں ذریعہ ملائکہ سے تعلق پیدا کیا جائے یعنی جب کسی نیکی کی تحریک دل میں پیدا ہو اسی وقت انسان اسے کر گذرے۔ چھٹا ذریعہ آنحضرت صلعم پر کثرت سے درود بھیجا جائے۔ ساتواں ذریعہ آنحضرت صلعم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے، اس کے لئے باقاعدہ بچوں، نوجوانوں اور نو وارد سفروں کے لئے الگ الگ کتابیں ہونی چاہئیں۔ آٹھواں ذریعہ صلحاء اُمت کے حالات کا مطالعہ ہے، اور اس دور میں مامور زمانہ کو قبول کرنا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ مامور زمانہ کو نہ ماننے سے انسان کافر تو ہوتا نہیں اس لئے نہ ماننے میں حرج کیا ہے، آپ نے فرمایا ہیضے اور طاعون کے جراثیم اپنے اندر داخل کرنا کوئی کفر نہیں کیا کوئی اس کے لئے تیار ہے مگر کوئی بھی اس فعل کو کرنا پسند نہیں کرتا، آپ نے بڑے مدلل رنگ میں فرمایا کہ مامور زمانہ کو ماننے بغیر ایمان کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔

آخر میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی طرف احباب کو توجہ دلائی کہ وہ اس محروم فضل سے بچنے کے لئے خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی مامور زمانہ کی کتب کے مطالعہ کی طرف راغب کریں۔

آپ کی تقریر کے بعد حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ کی ابتدائی آیت تلاوت فرمائی اور پھر قرآن مجید کے دوسرے متعدد مقامات سے آیات سنا کر وحدت نسل انسانی اور مساوات کے قرآنی نظریئے کو نہایت بلیغ انداز میں پیش کیا اور آیت ولقد کرمنا بنی آدم کو پیش کر کے فرمایا کہ جس پر انسان کا لفظ اطلاق پا جائے اس کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔ قرآن مجید اختلاف نسل، لون اور زبان کا ذکر کرتا ہے مگر پھر بھی فرماتا ہے کہ سب انسانوں کی عزت کرو اور تفرقہ کی صورت پیدا نہ کرو اس سے ہلاکت پیدا ہوتی ہے تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ محبوب خدا نے بیان فرمایا "امنت بما انزل اللہ من کتاب" کہ جہاں کوئی بھی کتاب اتری ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں اسی طرح فرمایا امرت لاعدل بینکم کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عدل و انصاف کروں آپ نے یہ بھی اعلان کر کے وحدت انسانی اور مساوات کا عظیم گر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہمیں قرآن کریم اور سنت رسولؐ کی اتباع کا حکم ہے میں نے مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے، وہ اخوت کی بیعت لیتے تھے نبوت کی بیعت نہیں لیتے تھے اگر وہ نبی تھے تو ستر کروڑ کلمہ گو کو کافر قرار دینا پڑتا ہے یہ برکت محی الدین زمانؑ کی ہے اُلارڈ ہیڈلے جیسے عظیم انسان ان کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔

آپ کی تقریر کے بعد محترمہ بیگم صاحبہ میاں فاروق احمد صاحب نے تقریر فرمائی آپ نے قرون اولیٰ کی مسلمان عورتوں کے کارہائے نمایاں کو پیش کر کے بتایا کہ عورت ہر میدان میں مرد کا جوڑ ثابت ہوئی ہے اور کائنات کی ہر چیز اپنے جوڑے سے اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے۔ آپ نے احمدی مستورات کو تلقین کی کہ وہ بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کریں تا حیدر کرار اور خالد جانباز جیسے لوگ پیدا ہو کر شجر اسلام کی آبیاری کریں۔ اس کے بعد محترمہ خاور سلطانہ صاحبہ نے نظم سنائی۔

اس کے بعد محترمہ ڈاکٹر جہاں آرا ملک صاحبہ نے تقریر کی، آپ نے فرمایا اس وقت تک جو کتب شائع ہو چکی ہیں وہ زیادہ تر اختلافی مسائل پر ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ سلطان القلم کے شاگرد ملک و قوم کی دیگر ضروریات پر بھی قلم اُٹھائیں۔ اسلامی اخوت اور وطنیت کے متعلق بھی کتابیں لکھیں۔

اس کے بعد محترم مرزا محمد لطیف صاحب فاضل نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تقریر فرمائی آپ نے متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کو پیش کر کے آپ کی صداقت کو مبرہن کیا آپ کی تقریر بڑی پسند کی گئی۔

آپ کے بعد بیگم صاحبہ فضل رمضان صاحب نے تقریر کی جس میں آپ نے مستورات کو نیک نمونہ اختیار کرنے کی طرف تلقین کی اور بچوں کی تربیت کی طرف بھی توجہ دلائی سب سے آخر میں محترم میاں اللہ بخش صاحب نے صدارتی تقریر فرمائی آپ نے فرمایا آج کا پروگرام نہایت عمدہ تھا مجھے آج بہت مسرت حاصل ہوئی ہے کہ مستورات نے بھی جلسہ سیرت النبیؐ میں مردوں کے دوش بدوش تقاریر کی ہیں، آپ نے فرمایا ہم احمدی ہیں ہماری نگاہ میں عورت کی بہت قدر ہے بیگم میاں فاروق احمد صاحب کی تقریر تربیت اولاد کے بارہ میں بہت اچھی تھی، اسی طرح جہاں آرا ملک صاحب کی تقریر بڑی فلسفیانہ تھی حضرت امیر قوم کی تقریر تو ہمیشہ نور علیٰ نور ہوتی ہے، محترم مولینا عبدالمنان صاحب عمر اور میاں فاروق احمد صاحب نے ہمیں بتایا کہ ہمیں امام زمانؑ کے ارشادات کی پابندی کرنی چاہیئے تا ہم سب بھائی بھائی ہو جائیں۔ آخر میں [illegible]

سمن آباد میں احباب کا اجتماع

گذشتہ ماہ مسلم صاحب کے مکان پر سمن آباد اسلامیہ پارک اور مقامی جماعت کے دیگر احباب کا اجتماع ہوا جس میں قرار پایا کہ اس حلقہ کے احباب باہم مشورہ سے مسلم صاحب یا دوسرے احباب کے ہاں ہر روز یا ہفتہ میں ایک بار اجتماع کا انتظام کریں، چنانچہ اس مقصد کے لئے اس حلقہ کے احباب ۵ جون بروز ہفتہ چھ بجے شام محترم محمد علی دائیں صاحب کے دولتکدہ پر ندیم روڈ سمن آباد میں جمع ہوئے۔ لائل پور سے محترم بزرگ شیخ محمد امین صاحب مالک لائلپور ڈیری فارم نے شرکت کا وعدہ کیا تھا، مگر آپ اپنے بھائی کی اچانک موت کی وجہ سے لائل پور تشریف لے گئے۔ ان کی عدم موجودگی کو محسوس کیا گیا، اور آپ کے برادر مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

اس اجتماع میں جہاں احباب جماعت کے حالات کا جائزہ لے کر ملنے جلنے پر زور دیا گیا وہاں یہ بھی طے پایا کہ آئندہ ہر ہفتہ شام کی نماز جناب غلام نبی مسلم صاحب کے مکان 45 N سمن آباد پر ادا کی جائے اور بعد ازاں قرآن حکیم کی کسی آیت، سیرت نبویؐ اور حضرت امام زمانؑ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے جائیں۔ اور اس سلسلے میں احباب حلقہ سمن آباد کو مل کر راغب کیا جائے۔

اس کے بعد محترم دائیں صاحب نے گرم و شیریں مشروبات و ماکولات سے مہمان نوازی کی، اور یہ اجتماع بہ خیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔

اس ضمن میں اپنے بھائی دائیں صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ دائیں صاحب احمدیت کے لئے غیر معمولی جوش رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و اموال میں برکت دے، ساتھ ہی ہم احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آئندہ اجتماعات میں شرکت فرما کر خدمت دین کا فریضہ بجا لائیں۔ (نامہ نگار)

پیغام صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۶ر جون ۱۹۷۱ء

غلط اور شر انگیز بیانات

گذشتہ اشاعت میں ہم اس شر انگیز کتاب کا ذکر کر چکے ہیں جو مسٹر احسان الٰہی ظہیر مدیر "ترجمان الحدیث" نے حال ہی میں زبان عربی میں تصنیف کر کے اس کے انگریزی ترجمہ کا اعلان کیا ہے ہم نے بتایا تھا کہ اس کتاب کا جو مقدمہ ماہ جون کے ترجمان الحدیث میں شائع کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب نہایت غلط بیانیوں اور شر انگیز خیالات سے پُر ہے چنانچہ شروع ہی میں یہ ناپاک بہتان تراشا گیا ہے کہ بانی سلسلۂ احمدیہ اور آپ کے متبعین نے "اعداءِ اسلام کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے میں اپنی پوری توانائیوں کو صرف کر دیا کہ مسلمانوں کو اس کے قبلہ، کعبہ اور ان کی اُمنگوں اور آرزوؤں کے مرکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے منقطع کر کے انہیں ان کے دیسوں اور وطنوں میں محصور کر دیا جائے جن کے وہ باسی اور شہری ہیں تاکہ وہ مضبوط رابطہ اور تعلق ختم ہو کر رہ جائے جو کروڑوں انسانوں کو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ایک لڑی میں منسلک کئے ہوئے ہے۔"

یہ کس قدر غلط اور شر انگیز بیان ہے، جس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ سلسلہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی کو عام مسلمانوں کی نظروں میں مقہور ٹھہرایا جائے، وہ پاک امام جو اسلام کا حقیقی فدائی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع ہے، اور جس کی تحریرات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا سے بھری پڑی ہیں کیا وہ مراکز اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد و مدفن مکہ اور مدینہ منورہ سے انقطاع کا خیال بھی دل میں لا سکتا ہے! مسٹر احسان الٰہی کو اس کا کوئی ثبوت آپ کی تحریرات سے تو نہیں مل سکا، لے دے کے ایک ہندو ڈاکٹر شنکر داس کے اس لایعنی بیان کو تائید میں پیش کیا ہے کہ:-

"ہندوستانی قوم پرستوں اور محبانِ وطن کو ایک ہی اُمید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آشا کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے جس قدر مسلمان قادیانیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیانیت کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے۔"

اور اس ناپاک شعاع امید کی بنا ڈاکٹر شنکر داس کے نزدیک کیا ہے لکھا ہے:-

"آؤ ہم قادیانی تحریک کا قومی نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کریں پنجاب کی سرزمین میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اُٹھتا ہے اور مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ اے مسلمانو! خدا نے قرآن میں جس نبی کے آنے کا ذکر کیا ہے وہ میں نبی ہوں اور میرے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ اگر نہیں آؤ گے تو خدا تمہیں قیامت کے دن نہیں بخشے گا۔"

مسٹر احسان الٰہی ظہیر ڈاکٹر شنکر داس کے اس بیان سے تائید حاصل کرنے میں بہت دُور کی کوڑی لائے، کیا وہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے ڈاکٹر شنکر داس کے اس بیان کا ثبوت دے سکتے ہیں، ہم چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی ستر اسّی کتابوں، ان کے ملفوظات اور تقاریر وغیرہ سے ایک ہی ایسا فقرہ پیش کر دیں جس سے پایا جاتا ہو کہ "خدا نے قرآن میں جس نبی کے آنے کا ذکر کیا ہے وہ میں نبی ہوں آؤ میرے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ اگر نہیں آؤ گے تو خدا تمہیں قیامت کے دن نہیں بخشے گا۔"

کیا مسٹر احسان الٰہی ظہیر اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور ہرگز وہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے ایسا کوئی فقرہ اور کوئی حرف پیش نہیں کر سکتے جس میں انہوں نے اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہو، وہ تو اعلان کرتے ہیں کہ:-

"ولست بنبی ولکن محدث اللہ وکلیم اللہ لاجدد دین المصطفٰی" یعنے میں نبی نہیں ہوں بلکہ محدث اور ملہم من اللہ ہوں، میرا کام دین مصطفٰے کی تجدید کرنا ہے" (آئینہ کمالات اسلام ۳۸۳)

اور فرمایا:-

"یا اخوانی انی ارسلت محدث من اللہ الیکم" یعنے اے بھائیو میں اللہ تعالٰے کی طرف سے محدث بنا کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں" (آئینہ کمالات اسلام ۳۸۳)

"چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں" (شہادت القرآن ۲۷ ایڈیشن دوم)

"ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے بڑھ کر جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقوٰے اور دیانت کو چھوڑتا ہے غرض **نبوت کا دعوٰے اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعوٰی ہے۔**" (مجموعہ اشتہارات)

یہ ہے حضرت مرزا صاحبؑ کا دعوٰے جس کا اعلان وہ اپنی تمام تصنیفات میں بار بار کر چکے ہیں، اور جس سے مسٹر احسان الٰہی ظہیر اور ان کے ہم نوا بخوبی واقف ہیں، لیکن ازراہ بغض و معاندت خواہ مخواہ ایسے شر انگیز خیالات کا اظہار کرتے ہیں، جن کا کوئی ثبوت کسی کتاب یا اشتہار سے پیش نہیں کر سکتے، لے دے کے اگر ان کو تائید حاصل ہوتی ہے تو ایک دشمنِ اسلام ہندو کے بیان سے، کاش کچھ خدا کا خوف ہوتا، کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاسِ ادب ہوتا، جنہوں نے بہتان تراشی اور افتراء پردازی کو پرلے درجے کا اخلاقی جرم قرار دیا، کاش اپنی مولویت اور اہلحدیث کہلانے کا ہی پاس ہوتا تو ایسی شر انگیز باتیں لکھتے ہوئے شرم و حیا سے گردن جھک جاتی، لیکن کیا کریں آخری زمانہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے علماءھم اشر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود آخری زمانہ کے علماء سقف آسمانی کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے ان کے اندر سے ہی فتنے پھوٹے گا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔

اس فرمودۂ نبوی کا نظارہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور حیران ہیں کہ اچھے بھلے سمجھدار اور دیندار کہلانے والے مولوی مدینہ یونیورسٹی کے سند یافتہ ہو کر شر انگیز بیانات دیتے اور فتنہ پیدا کرتے ہیں کس قدر پست و چالاک ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ بحمد اللہ بخیریت کوہ مری پہنچ گئے ہیں۔ دوران سفر مختصر وقت کے لئے آپ راولپنڈی میں فروکش ہوئے اور جماعت راولپنڈی کے جلسۂ سالانہ میں صدارت و تقریر فرمائی۔

—— جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نماز جمعہ کا خطبہ و امامت فرما رہے ہیں۔

—— شیخ عبدالرحمٰن ناظر صاحب از لاہور بیمار ہیں، احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے دعا فرمائیں۔

جماعت پشاور کا سالانہ اجلاس } ۱۵ر مئی کو جماعت احمدیہ پشاور کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی روئداد آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کی جائے گی۔

ایک پُرمسرت تقریب } مؤرخہ ۷ر جون بوقت چھ بجے شام جناب غلام محبوب خان صاحب سیکشن آفیسر کی دختر نسرین ریحانہ کا نکاح جناب صاحبزادہ محمد ابراہیم فزیکل ڈائریکٹر گورنمنٹ کالج پشاور سے بعوض دس ہزار روپے مہر اور بیس تولہ سونا کے ہوا۔ خطبہ نکاح جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ نے پڑھا۔ فاضل خطیب نے حقوق زوجین پر مفصل بحث کی۔ تمام حاضرین کو ایک پُرتکلف عصرانہ دیا گیا۔ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ یہ رشتہ جانبین کے لئے باعث برکت ہو۔ والسلام محمد الرحمٰن سیکرٹری جماعت پشاور

مولینا محمد یحیٰی بٹ صاحب کی پاکستان میں آمد

مولینا محمد یحیٰی بٹ صاحب مبلغ جرمنی اس ہفتہ تین سال کے بعد تین ماہ کی رخصت پر پاکستان تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے ۱۰ر جون کو صبح ۸ بجے لاہور ایرپورٹ پر اترنا تھا لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے ان کا ہوائی جہاز کراچی چار گھنٹے لیٹ پہنچا۔ اس لئے دوسرے دن صبح کی فلائٹ سے کراچی سے لاہور روانہ ہوئے لیکن لاہور کا موسم خراب ہونے کی وجہ سے انہیں لاہور کے بجائے راولپنڈی اترنا پڑا اور وہاں سے بذریعہ بس شام کو ۹ بجے لاہور پہنچے اور آدھ گھنٹہ احمدیہ بلڈنگس میں قیام کرنے کے بعد سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ ان کا پتہ خط و کتابت: معرفت بابو رحمت صاحب۔ گلی کمہاراں سیالکوٹ شہر

اخبار و افکار

بشیر احسن سوز ایم اے

حق گو انشاء پرداز

مئی کے آخری ہفتے میں کراچی میں علامہ نیاز فتحپوری مرحوم کی برسی منائی گئی - علامہ مرحوم ایک حق گو نقاد اور معروف انشاء پرداز تھے - آپ آزادی فکر اور حق پسندی کے وصف سے متصف تھے - اگست ۱۹۵۹ء میں علامہ مرحوم نے اپنے ماہنامہ "نگار" میں احمدی جماعت کے متعلق لکھتے ہوئے کہا کہ :-

"میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے - اور یقیناً یہ دعوے انہوں نے ایسے زمانے میں کیا جب قوم کی اصلاح و تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی علاوہ اس کے دوسرا معیار جس سے ہم کسی کی صداقت کو جان سکتے ہیں نتیجہ عمل ہے - سو اس بات میں احمدی جماعت کی کامیابیاں اس درجہ واضح و روشن ہیں کہ اس سے ان کے مخالفین بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتے ـــــ اس وقت دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جہاں ان کی تبلیغی جماعتیں اپنے کام میں مصروف نہ ہوں اور انہوں نے خاص عزت و وقار حاصل نہ کر لیا ہو - پھر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کامیابیاں بغیر انتہائی خلوص و صداقت کے آسانی سے حاصل ہو سکتی ہیں - کیا یہ جذبۂ خلوص صداقت کسی جماعت میں پیدا ہو سکتا ہے اگر اسے اپنے ہادی و مرشد کی صداقت پر یقین نہ ہو اور کیا وہ ہادی و مرشد اتنی مخلص جماعت پیدا کر سکتا تھا اگر وہ خود اپنی جگہ صادق و مخلص نہ ہوتا -"

علامہ مرحوم کی اس حق گوئی پر مخالفت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا، چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی - جس کا جواب علامہ مرحوم نہایت پامردی اور حق گوئی کے ساتھ دیتے رہے ایک بار آپ نے لکھا :-

"ایک مرد عمل سرزمین قادیان سے اُٹھا اور اس نے تن تنہا تمام مخالف طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ مدھم تو ہو سکتا ہے لیکن اسے بجھایا نہیں جا سکتا -"

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے مئی ۱۹۶۲ء کے نگار میں لکھا کہ :-

"نیاز صاحب نے آزادی فکر و نظر اور آزادی گفتار و قلم کی ایک صحت مند اور جرأت مندانہ روایت کو پروان چڑھایا ہے - جس معاشرہ میں جہالت عام ہو، تعصب اور کوتاہ نظری پر لوگ فخر کرتے ہوں، روایت پرستی جہاں جزو ایمان سمجھی جائے وہاں ایسی روایت قائم کرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا آسان نہیں -"

یوم شوکتِ اسلام

۳۱ مئی کو طلباء کی مختلف انجمنوں اور سوسائٹیوں نے یوم شوکت اسلام کی تقریب منائی - ان کے مطابق شوکت اسلام کا دن منانے کا مقصد کسی خاص سیاسی پارٹی کی قوت کا مظاہرہ نہیں بلکہ یہ مظاہرہ ہر قسم کی سیاسی گروہ بندیوں سے بالاتر ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ یہ ملک صرف اسلام کے لئے حاصل کیا گیا ہے -

خیال تو اچھا ہے لیکن یہ سمجھ لینا صحیح نہیں کہ یوم شوکت اسلام منانے سے شوکت اسلام قائم ہو جائے گی یا یہ ملک اسلامی بن جائے گا یہ کس کو معلوم نہیں کہ یہ ملک صرف اسلام ہی کے لئے حاصل کیا گیا تھا لیکن اس سے وہ اسلامی ملک تو نہیں بن جاتا جب تک اس کے ساکنین اسلام پر عمل پیرا نہ ہوں، اس کے لئے نہ کسی قانون کی ضرورت ہے نہ حکومت کی نہ کسی نعرہ بازی کی بلکہ قوم کا عمل و کردار ہی اسے اسلامی ملک بنا سکتا ہے -

شامتِ اعمالِ ما ـــ!

ہفت روزہ اہلحدیث لاہور بحریہ ۴ جون ۱۹۷۱ء لکھتا ہے :-

"آج دنیا میں جس طرح فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے اس کو دیکھ کر ایک دانشمند حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ آخر اس کا مآل و انجام کیا ہوگا - پوری دنیا بڑی تیز رفتاری سے ہلاکت اور تباہی کی طرف بھاگی جا رہی ہے، اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے - انسانی شرافت و ہمدردی اور رواداری عنقا ہو کر رہ گئی ہے - احترام آدمی اُٹھ چکا ہے مذہبی اصول و ضوابط فراموش کر دیئے گئے ہیں اور اس وقت پوری طرح اس آیت کا مصداق بن کے رہ گیا ہے :-

ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس خشکی اور تری میں کوئی جائے امن باقی نہیں رہی - انسان کی بے راہ روی اور بداعمالی نے دونوں کے سکون کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود انسان اسی سکون کے حصول کے لئے مارا مارا پھرتا ہے لیکن وہ اسے ڈھونڈے نہیں ملتا -"

معزز معاصر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس سکون کے حصول کے لئے وہ مارا مارا پھر رہا ہے وہ اس جماعت میں آج بھی اس کو مل سکتا ہے جو مجدد زمانہ نے قائم کی، اور جسے وہ کافر قرار دے کر اپنے سکون کو برباد کر رہے ہیں -

اہلِ علم کے نظریات اور قرآن کریم

لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی کو پختہ یقین ہے کہ لوگ بلکہ روسی کمیونسٹ بھی اگر وقت نکال کر ذہانت اور صداقت ذہن سے قرآن کا مطالعہ کریں، تو فوراً اسلام قبول کر لیں گے - لیبیا کے ۲۹ سالہ صدر نے ان خیالات کا اظہار فرانس کے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ لی موندے کے نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا - لیبیا کے صدر نے فرانسیسی نامہ نگار سے انٹرویو کا آغاز ان الفاظ سے کیا یہاں قرآن پڑھو یا اسے دوبارہ پڑھو تمہیں تمہارے سوالات کے جواب مل جائیں گے، عرب، اتحاد، سوشلزم حقوق وراثت، معاشرہ میں عورت کا مقام سلطنت روم کی ناگزیر تباہی، ایٹم بم کی ایجاد کے بعد ہماری زمین کی بربادی یہ سب کچھ وہاں موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اسے پڑھنا چاہے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے کرنل قذافی نے اپنے میز پر رکھے ہوئے قرآن کریم کا ایک نسخہ اٹھایا اور کئی آیات پڑھ ڈالیں، انہوں نے ایک آیت کی تفسیر کے لئے ایک کتاب کا حوالہ دیا اور انتہائی پُر اعتماد اور پُر خلوص لہجہ میں کہا کہ لوگ بلکہ روسی کمیونسٹ بھی اسلام قبول کر لیں اگر وہ قرآن کو ذہانت اور صداقت ذہن سے پڑھیں، کرنل قذافی اپنے خلوص کے لئے خاصے مشہور رہیں - ان کے سیاسی حریف انہیں ایک بوائے سکاوٹ سے تشبیہ دیتے ہیں، آزاد افسروں کا گروہ جو کئی سال کی تیاری کے بعد یکم ستمبر ۱۹۶۹ء کو انقلاب لایا ان کے احکام کے تابع رہنے کا پابند تھا اور اسے شراب، تمباکو نوشی، قماربازی، تفریحات اور بازاری عورتوں سے لازمی طور پر پرہیز کرنے کی پابندی تھی بلکہ حکومت کی اجازت کے بغیر انہیں شادی کرنے کی بھی ممانعت تھی - لیبیا کے مستقبل کے رہنما کسی مخصوص نظریئے کے پابند نہیں تھے، کرنل قذافی نے اصرار کیا کہ قرآن کے سوا کوئی اور کتاب ان کے خیالات کو متاثر نہیں کر سکی انہوں نے مزید کہا کہ ہمارا انقلاب ایک بدکار حکومت، خارجی دباؤ، سماجی ناانصافی اور علاقہ پرستی کے خلاف معاشرے کے تمام کارکن عوام کا انقلاب ہے - عرب سوشلزم جس کی ہم حمایت کرتے ہیں استحصالی سامراج اور کمیونزم کا درمیانی راستہ ہے جو اسلام میں موجود ہے یہ کہیں سے درآمد نہیں کیا گیا اور ہر امیر و غریب کو یکساں اجازت دیتا ہے کہ انصاف کے پیش نظر معاشرے کی تشکیل میں بھرپور حصہ لے انہوں نے فلسطین کی آزادی کے لئے عرب ممالک کے اتحاد پر زور دیا -

کرنل قذافی کے خیالات ہر صاحب دانش و بینش کے غور کے قابل ہیں، قرآن کریم نے اہل علم کے فطری نظریات کا ذکر اس آیت کریمہ بل هو آيات بينات في صدور الذين اوتوا العلم میں نہایت وضاحت سے کیا گیا ہے - فی الواقعہ اہل علم لوگ اگر قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو اسے اپنے نظریات کا مؤید پا کر مسلمان ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے -

اسلام کی تبلیغ

ذیل میں مودودی صاحب کے بیان کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے جسے صحیح مان کر قبول کر لینے کے بعد اسلام ایک عالمگیر تبلیغی دین ہونے کے بجائے ایک تسلطائی کلیت بنا دیا جائے گا اور جسے صرف عوامی ہجوم کی قوت سے ہی دنیا میں پھیلایا جا سکتا ہے - مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

"میں ابتداء میں عرض کر چکا ہوں کہ ہم لوگ اسلام کی تبلیغ کرنے نہیں اُٹھے ہیں بلکہ اسلئے اُٹھے ہیں کہ وہ نظام زندگی اپنی ہمہ گیر اور مکمل صورت میں قائم ہو جو اسلام نے ہمیں دیا ہے -"

(اخبار دعوت ۷ مارچ ۱۹۷۱ء ص۸ کالم ۵)

یہ ہے مودودی صاحب کے بنیادی عقائد کا ایک حصہ جو دین کی تبلیغی روح کو اندر ہی اندر کھا رہا ہے - گذشتہ سالوں میں ہندوستانی جماعت اسلامی کی طرف سے ایک لوری کتاب اس

(باقی برصفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

مادی بےبسی اور دنیاوی دولت سے محرومی کی حالت میں الٰہی وعدوں کا پورا ہونا مامورین الٰہی کی صداقت کی دلیل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تشنانوں کو یاسی نہ ہونے دیجئے۔

وقالوا یاایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون ۔ لوما تاتینا بالملئکۃ ان کنت من الصٰدقین ۔ ما ننزل الملئکۃ الا بالحق وما کانوا اذاً منظرین ۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ―――― (سورۃ الحجر ۱۵: ۶ تا ۹) ――――

خطبہ جمعہ

مورخہ ۴ جون ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

دامت برکاتہ

بمقام

جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

" ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کفار کہتے ہیں اے وہ شخص جس پر یہ ذکر اُتارا گیا ہے تو تو دیوانہ ہے ۔ اگر تم سچوں میں سے ہو تو کیوں فرشتوں کو ہمارے سامنے نہیں لاتے ہم فرشتے نہیں اتارا کرتے مگر ضرورت حقہ کے ساتھ اور پھر تو منکروں کو مہلت بھی نہیں دی جاتی ۔ یہ ذکر ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔"

کفار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جنون کیوں منسوب کرتے تھے اس لئے کہ باوجود بے سروسامانی کے بار بار غالب آنے کے دعوے کئے جاتے تھے چنانچہ اس سورۃ کے شروع میں بھی کہا ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین ۔ یعنے وقت آئے گا کہ یہ کفار کفِ افسوس ملتے ہوئے کہیں گے کہ کاش ہم شروع میں مسلمان ہو جاتے ۔

مجنون کہنے کی وجہ

یہ کلمہ جب انہوں نے سنا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعوےٰ ہے کہ یہ لوگ جو کافر ہیں اور آپ کا انکار کرتے ہیں، ان پر ایسا وقت آئے گا کہ حضور صلعم ان پر غالب آجائیں گے اور کافر لوگ مجبور ہو جائیں کہ حضور کی اطاعت کریں ۔ اس کلمہ اور قول کو کافر لوگ مجنونانہ کلام قرار دیتے اور اسے دیوانے کی بڑ کے برابر خیال کرتے تھے ۔ اس لئے کہ غلبہ کا یہ دعوےٰ کہ نہ ہم صرف عرب پر بلکہ ساری دنیا پر غالب آجائیں گے" ان حالات میں ناممکن امر تھا ۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ غلبہ تو ہمیشہ دنیاوی نکتہ نگاہ سے ظاہری اسباب کے ذریعہ ہوتا ہے ۔ وہ شخص تو ان حالات میں فتح و غلبہ کی باتیں کر سکتا تھا جس کے پاس مال و اسباب اور اسلحہ وجتھا ہو ۔ دنیاداری کے سارے سامانوں کا مالک ہو اور قوت و طاقت اس کے قبضہ میں ہو لیکن حضرت نبی کریم ان سب چیزوں سے تہی دامن ہیں ۔ تن تنہا ہیں، مال نہیں ۔ روپیہ نہیں، جتھا نہیں، ساتھی جو ہیں وہ غریب و مسکین ہیں، اکثر ان میں سے غلام ہیں ۔ کچھ عورتیں ہیں اور لونڈیاں ہیں ۔ جن کی اس وقت کوئی حیثیت نہ تھی ۔ اس وقت کوئی طاقت مسلمانوں کی ایسی نہیں تھی کہ وہ کفار کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئیں اور ان کو شکست فاش دے کر ان پر غلبہ حاصل کر لیں ۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار کا قول

چنانچہ جب حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا تو ایک شخص کفار مکہ کی طرف سے نمائندہ بن کر آیا ۔ اس نے حضرت نبی کریم صلعم کو مخاطب کرکے کہا کہ یہ متفرق لوگ ہیں یہ کیا آپ کے کام آسکیں گے گویا اس وقت تک بھی کفار کا یہی خیال تھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کا دعوےٰ کامیابی مجنونانہ بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ۔

آنحضور صلعم کی قوم اور ابوطالب کی بےبسی

اس سے قبل مکہ میں بھی جب شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا تو بنو ہاشم مقابلہ کے لئے کھڑے نہ ہو سکے ۔ ابوطالب نے بھی ایک دفعہ آپ کو کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ تم بتوں کو برا کہنا چھوڑ دو ۔

آنحضور صلعم کا یقین کامل

لیکن حضور صلعم نے جواب دیا کہ آپ ساتھ چھوڑ دیں ۔ میرے ساتھ خدا ہے وہ حیران تھے کہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ میرے ساتھ خدا ہے اور میرے ساتھ خدا کے فرشتوں کے لشکر ہیں ۔ وہ کیا جانتے تھے کہ خدا کے لشکر کیا ہوتے ہیں اور کس طرح کام آسکتے ہیں لیکن حضرت نبی کریم صلعم کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے للہ جنود السمٰوات والارض ۔ وما یعلم جنود ربک الا ھو

دشمن کی شکست کا اعلان

پس خدا کے فرشتوں کے لشکروں کی مدد کے بھروسہ پر یقین رکھتے ہوئے اعلان فرما رہے تھے سیھزم الجمع ویولون الدبر کہ اے کفار سن لو کہ تمہارے یہ لشکر جن کو تم طاقتور سمجھ رہے ہو یہ سب شکست کھا جائیں گے اور دُم دبا کر بھاگیں گے وہ حیران ہوتے تھے کہ کیا بلند بانگ دعاوی ہیں، جن کے پورے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ایسی باتیں کرنا تو جنون کا کام ہے کوئی عقل مند انسان ایسی باتیں نہیں کر سکتا ۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے ۔ ہمارے پاس سامانِ حرب ہے ۔ بڑے بڑے جنگجو بہادر ہیں ۔ بھلا یہ گنتی کے چند غیر مسلح لوگ کس طرح ہمارا مقابلہ کر سکیں گے ۔

کفار کی طرف سے فرشتوں کو لانے کا مطالبہ

چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف سے یہ دعوےٰ کیا جاتا تھا کہ گو انسانوں کی فوجیں میرے پاس نہیں لیکن فرشتوں کی فوجیں میرے ساتھ ہیں اس لئے کفار تمسخرانہ لہجہ میں مطالبہ کرتے تھے کہ پھر ان فرشتوں کی فوجوں کو ہمارے مقابلہ میں لاؤ چنانچہ وہ کہتے اگر تم سچے ہو تو فرشتوں کو لڑنے کے لئے لاؤ ۔ فرمایا کہ ہم اپنے رسول کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتے ضرورت حقہ کے وقت فرشتوں کو اتارا کرتے ہیں پھر کفار کو مہلت نہیں دی جاتی ۔ چنانچہ جب وقت مناسب آیا تو دنیا نے دیکھ لیا کہ بدر و اُحد کے میدانوں میں فرشتے اترے اور ان کی مدد سے مسلمانوں کو کتنی بڑی کامیابی حاصل ہوئی اسی طرح غزوۂ احزاب یعنی غزوہ خندق کے موقعہ پر بھی مسلمانوں کو جس چیز نے کامیاب کیا، کیا وہ فرشتوں کی مدد نہ تھی جسے آنحضور صلعم کی دعائیں کھینچ لائیں ۔

فرشتوں کا اعلان

فرشتوں کا یہ اعلان کہ ہم تمہارے دوست ہیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ تم خوف و حزن سے آزاد ہو، یہ باتیں جب خدا تعالےٰ کی طرف سے کہی جاتیں تھیں تو مسلمانوں کے دل مضبوط ہو جاتے تھے گھبراہٹ دور ہو جاتی تھی اور دشمن انہیں اپنے مقابلہ میں مرے ہوئے کیڑے کی مانند نظر آتے تھے ۔

اصحاب الفیل کے تذکرہ کا موجب تسلی ہونا ۔

اصحاب الفیل کا واقعہ یاد کرا کر ایک طرف تو مسلمانوں کو تسلی دی اور دوسری طرف کفار کو بتلایا کہ دیکھا تم نے کہ کس طرح خدا کے لشکر کام کیا کرتے ہیں ۔ کس طرح فرشتوں نے پرندوں کی شکل میں ظاہر ہو کر ابرہہ جیسے طاقتور انسان کو بمع اس کے لشکر کے تباہ کر دیا ۔ بدر، اُحد، خندق کے وقت اللہ تعالےٰ کے ملائکہ وقت

امداد کو پہنچ گئے اور دشمنوں کو عبرت ناک شکست دی - ابھی ہم ڈھیل دے رہے ہیں تا یہ سمجھ جائیں ورنہ فرشتے تو ضرور حضرت نبی کریم صلعم کی مدد کے لئے آئیں گے - اس وقت ثابت ہو جائے گا کہ آنحضور صلعم کا یہ فرمانا کہ میرے ساتھ فرشتوں کی فوجیں ہیں مجنونانہ بڑ نہیں -

نفی جنون کے دلائل

سورۃ القلم میں بھی آنحضور صلعم کے جنون کی نفی کی گئی ہے - فرمایا ما انت بنعمۃ ربک بمجنون - آپ اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں - وان لک لاجراً غیر ممنون اور بیشک تیرے لئے ایسا اجر ہے جو ختم نہیں ہوگا جنونی کا قول تو کوئی حقیقت نہیں رکھتا - لیکن آپ کو اتنے بڑے اجر کا وعدہ دیا جا رہا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا - وانک لعلیٰ خلق عظیم - اور بے شک آپ کے اخلاق اعلیٰ پائے کے ہیں - اے کفار تم غور نہیں کرتے کہ کیا مجنون کے بھی کوئی اخلاق ہوتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق بھی اس امر کی یقینی دلیل ہیں کہ آپؐ مجنون نہیں -

ذکر کی حفاظت کا زبردست وعدہ

لوگ اندازہ لگا رہے ہیں کہ آپؐ اکیلے ہیں - اور لشکر نہیں ہے - مقابلہ میں دشمن کا لاؤ لشکر ہے - آپؐ کامیاب نہیں ہو سکتے دشمن اپنی طاقت کے گھمنڈ کی بناء پر کہتا ہے کہ جس کتاب کے متعلق دعوے کیا جاتا ہے کہ وہ محمد صلعم اور آپؐ کی قوم کے لئے شرف اور عظمت حاصل کرانے کا ذریعہ ثابت ہوگی اسے ہم نابود کر دیں گے ان کے اس ادعا کے جواب میں فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - یقیناً یقیناً یہ ذکر ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں -

لفظ ذکر اختیار کرنیکی وجہ

قرآن یا کتاب کے لفظ کی بجائے ذکر کا لفظ یہاں اس لئے اختیار کیا گیا ہے کیونکہ اس میں شرف اور عظمت کا مفہوم پایا جاتا ہے - فرمایا کہ صرف آپؐ کے لئے ہی نہیں بلکہ آپؐ کی قوم کے لئے بھی یہ کتاب موجب شرف ہوگی انہ لذکر لک ولقومک فرمایا کہ یہ ذکر جس کو تم مٹانا چاہتے ہو اور اس کوشش میں ہو کہ اس کا قلع قمع ہو جائے تاکہ لوگ اس کو نہ مانیں - لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم اس ذکر کی حفاظت کریں گے اور اسے بلند کریں گے - یہ کتنی بڑی پیشگوئی اور کتنا بڑا وعدہ ہے، چاروں طرف سے آپؐ کی مخالفت ہو رہی ہے - حضور اکرم صلعم مکہ سے طائف جاتے ہیں شاید وہاں پر حامی دین نکل آئیں، لیکن وہاں کے لوگ آپ پر اس قدر پتھراؤ کرتے ہیں کہ آپ لہولہان ہو جاتے ہیں - اس وقت بڑے الحاح اور درد دل کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں - آخر مکہ میں کفار نے آپؐ کے قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا - ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص لے لیا کہ آپؐ کا خون سارے قبیلوں پر پڑ جائے اور بنو ہاشم کسی ایک قبیلہ سے انتقام نہ لے سکیں لیکن اللہ تعالےٰ نے ایسا انتظام کیا کہ آپؐ مکہ سے نکلے لیکن کوئی نہ دیکھ سکا - اللہ تعالےٰ نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا - صبح ہوئی تو حضرت علی رضؓ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے - قریش نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی زندہ یا مردہ حالت میں آپؐ کو لے آئے گا ہم سو اونٹ اس کو انعام دیں گے -

حضورؐ جس غار کے اندر پناہ گزین تھے، اللہ تعالےٰ نے وہاں بھی آپؐ کی حفاظت کی - کھوجی کہتا ہے کہ یا تو آپؐ اسی غار کے اندر ہیں یا پھر آسمان پر چلے گئے ہیں - اس کے کہنے کا مقصد یہی تھا کہ آپؐ غار کے اندر ہی ہیں - ایک شخص نے کہا کہ یہ تو مکڑی کا جالا اس کے منہ پر کئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں - غار کے اندر کوئی کیسے جا سکتا ہے خدا کا تصرف قلوب پر کتنا ہے کہ کسی کو بھی توفیق نہیں ہوئی کہ جھانک کر دیکھ لیا جائے اگر کوئی دیکھ لیتا تو فوراً نظر آ جاتے - خدا کے آگے کوئی چیز اور کوئی امر انہونا نہیں ہے -

جب حضور صلعم مدینہ کی راہ جا رہے تھے تو ایک گھوڑ سوار آپؐ کا پیچھا کرتا ہے لیکن گھوڑا چل نہیں سکتا - ڈگمگاتا ہے، گر پڑتا ہے یہ خدائی تصرف ہے - ایک وقت آتا ہے کہ مکہ فتح ہو جاتا ہے - تمام پیشگوئیاں اور وعدے پورے ہوتے ہیں - کفار کو زبردست ہزیمت اٹھانی پڑتی ہے اور سارے وہ امور جن کو لوگ جنونی کی بڑ خیال کرتے تھے ایک ایک کر کے پورے ہو گئے

قرآن کی حفاظت کے ذرائع

قرآن کریم کی حفاظت مندرجہ ذیل طرق سے کی گئی، اول الفاظ کی حفاظت، اس کے لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں القاء کیا کہ وہ اس کے ایک ایک لفظ کو حفظ کر لیں، چنانچہ سب سے پہلے خود آنحضور صلعم نے اور آپؐ کے متبعین رضؓ نے اس کو حفظ کیا - پھر مسلمانوں میں ہزاروں حفاظ قرآن پیدا ہوئے لیکن اس سے بڑھ کر دو طرح پر اور بھی حفاظت کے سامان ہوئے - اوّل یہ کہ اس کے حقائق و معارف اور اس کے صحیح علم کی ترویج کا انتظام فرمایا دوسرے یہ کہ اس کی تاثیرات کو اجاگر کیا چنانچہ ایسے لوگ ان میں بکثرت پیدا ہوتے رہے جن کو اس کی پیروی کے انعامات و ثمرات ملتے رہے - چنانچہ صاحب حال لوگ اس کی تاثیروں کو ظاہر کر کے اس کے زندہ کتاب ہونے کا ثبوت بہم پہنچاتے رہے ہیں لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا والاخرۃ کے وعدہ کے مطابق بشارتیں حاصل کرنے والے ہزاروں لوگ امت میں پیدا ہوئے - اس وعدہ کے متعلق فرمایا لاتبدیل لکلمات اللہ یعنے خدا کے ان کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا - اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی اسی کتاب کی پیروی میں ہی سب کچھ ملے گا الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کتاب کی پیروی سے مقربین الٰہی کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور جو اللہ تعالےٰ کے ولی ہو جاتے ہیں وہ خوف و حزن سے پاک ہوتے ہیں - دنیا ان کے لئے خوف کے مواقع پیدا کرتی رہتی ہے، لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خوف کے مواقع ختم کر دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالےٰ دنیا میں بھی ان کو بشارتیں دیتا ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بشارتیں ہیں - وہ استقامت و استقلال کے پیکر ہوتے ہیں -

امام زمانہ کے حق میں الٰہی وعدوں کا پورا ہونا -

اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے امام مبعوث ہوا لوگوں نے انکی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا، طرح طرح کے مقدمات آپ پر کئے گئے - قتل کے الزامات عائد کئے گئے - جیل بھجوانے کے منصوبے کئے، چنانچہ ایک مقدمہ میں ہندو مجسٹریٹ نے ہتھکڑی لگوا کر جیل بھجوانے کا منصوبہ اس طرح بنایا کہ ہفتہ کے روز آخری وقت میں ۵۰۰ روپے جرمانہ کا فیصلہ سنایا کہ اتنی بڑی رقم ان کے لئے فوری طور پر مہیا نہیں ہو سکے گی آخر جیل بھجوا دیئے جائیں گے - اس طرح کم از کم ہفتہ اور اتوار تو جیل میں رہیں گے پیر کو ہی جرمانہ ادا کر سکیں گے - لیکن اللہ تعالےٰ نے دست غیب سے اس رقم کا انتظام کر دیا ہوا تھا کیونکہ اس نے اپنے اس بندہ کے ساتھ اس قسم کی ذلت سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہوا تھا - چنانچہ اپیل پر جرمانہ کی وہ رقم بھی واپس مل گئی اور مجسٹریٹ کو بھی تنبیہہ کی گئی -

حفاظت کا طریق

اللہ تعالےٰ نے اس کے علوم اور اس کی روحانی تاثیروں کی حفاظت کا جو ذریعہ اختیار کیا ہوا ہے اس کا ذکر آیت استخلاف وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات - الخ میں کیا ہے - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان سے اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو نبی کریم صلعم کے خلیفے اسی طرح بنائے گا جس طرح کہ پہلی امت میں خلیفہ بنائے گئے اور اس دین کو جو اس کے لئے پسند کیا ہے جما دے گا اور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا یہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے -

یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے اور یہ نہایت بے بسی اور بے کسی کی حالت میں کی گئی لیکن یہ پیشگوئی اب تک پوری ہو رہی ہے اور تواتر کے ساتھ پوری ہو رہی ہے کس قدر اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں جن کے ذریعہ ہمیشہ دین و ملت کو استحکام حاصل ہوتا رہا ہے - اس پیشگوئی کے مطابق ہمارے زمانہ میں بھی حضرت مرزا صاحب علیہ السلام اس زمانہ کے مہدی و مسیح بن کر آئے - اور حفاظت دین و غلبۂ ملت کا کام کیا اور اسلام کی تعلیمات کو برحق اور اسلام کے دین کو زندہ دین ثابت کر کے دکھایا - مامورین الٰہی اس لئے آتے ہیں کہ خدا پر حقیقی ایمان پیدا کیا جائے -

پاکستان میں قرآنی ہدایات کو اختیار کرنے پر زور

آج پاکستان میں اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ اسلام اور قرآن کے قوانین ملک میں رائج کئے جائیں - یہ مطالبہ درست ہے

اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ مگر یہ مطالبہ بھی مطالبہ ہے، جب تک دلوں کے اندر یہ یقین پیدا نہ ہو جائے کہ قرآن کریم فی الحقیقت خدا کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے اور قیامت تک کے لئے یہ ہدایت نامہ ہے اس وقت تک اس کی طرف کون توجہ کر سکتا ہے، اس لئے سب سے پہلے تو یہ یقین پیدا ہونا چاہیئے کہ خدا ہے اور اس کی کتاب قرآن مجید فی الحقیقت ابدی حیات پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے، جب تک یہ بات پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک قرآن کریم کو مشعل راہ بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مبنی بر بصیرت ایمان کا اعلان

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی کہدے کہ خدا کی طرف بلانا ہی میرا کام ہے لیکن علیٰ وجہ البصیرت اسی طرح میرے حقیقی متبعین کا بھی یہی کام ہوگا۔ کہ وہ بھی خدا کی طرف لوگوں کو علیٰ وجہ البصیرت ہی بلائیں سو حضرت مرزا صاحبؒ نے علیٰ وجہ البصیرت ہی کہا اور بشارت دی کہ خدا ہے۔ یہ علیٰ وجہ البصیرت ایمان پیدا کرنے کی اس زمانہ میں اشد ضرورت ہے حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا:-

”میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا۔ اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پُر ہو جائیں۔“

پھر ابتلا بھی آئے، اور مصائب کے پہاڑ بھی گرنے لگے۔ لیکن ہم نے استقامت و استقلال پایا اور پہلے سے زیادہ ایمانوں میں پختگی پیدا ہوئی۔ مخالفت ہوئی لیکن یہ اپنے آپ ہی دم توڑ گئی۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اکیلا ہی نہیں بلکہ میرے متبعین بھی ایسے ہی ہوں گے جو علیٰ وجہ البصیرت ایمان پر قائم ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان پیدا کرنے کا ذریعہ خدائی نشان ہوتے ہیں

اللہ تعالےٰ پر بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا کرنے کا ذریعہ خدا کے نشان ہوتے ہیں اس زمانہ میں مادہ پرستی کا بڑا زور تھا اس لئے کثرت سے نشان دکھلانے کی ضرورت تھی سو خدا نے وعدہ کے مطابق اپنے مسیحؑ کو بھیج کر نشانوں کی بارش کی جن سے دلوں میں زندہ ایمان پیدا ہوا۔ رسمی ایمان نے حقیقی ایمان کی شکل اختیار کر لی۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ ان پیشگوئیوں اور نشانوں کو باسی نہ ہونے دیں حضرت مسیح موعودؑ نے بھی وصیت فرمائی تھی کہ میرے نشانوں کو باسی نہ ہونے دینا۔ دنیا میں انہیں پیش کرنا چاہیئے۔ ہم خلیفہ بنائے گئے ہیں ہمیں تمکنت و تبلیغ اسلام کے سامان کرنے چاہیئیں ایک وقت تھا کہ عیسائی لوگوں کی پُر زور تبلیغ و اشاعت اور ان کے دنیاوی رعب کی وجہ سے اسلام اور امتِ مسلمہ پر کمزوری دکھائی دے رہی تھی لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ لکھی تو اس کے ذریعہ سے خوف امن میں بدل گیا تو آج اسلام کی راہ میں بھی مجاہدہ کرنے کی اشد ضرورت ہے فرمایا کہ ہم نے مجاہدین کو قاعدین پر فضیلت دی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ خدا کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے اور قرآنی پیشگوئیوں اور دلائل کو عام کرنے کیلئے اُٹھ کھڑے ہوں اور حقیقی ایمان پیدا کریں اس کے بغیر کچھ نہیں بنتا۔

برلن (جرمنی) میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب

دو جرمنوں کا قبولِ اسلام

مولٰینا محمد یحیٰی بٹ صاحب امام مسجد برلین کا مکتوب

سیّدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت ہم نے ۸ رمئی بروز ہفتہ منایا جس میں آپؐ کی زندگی مبارک، آپؐ کا پیغام اور اُسے دلوں تک پہنچانے میں آپؐ کی مشکلات، اور مشکلات پر غالب آنے کا طریق، آپؐ کے بارہ میں توریت اور انجیل میں سے پیشگوئیاں اور آپؐ کا خاتم النبیّین ہونا وغیرہ ایسے امور پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔ احباب ساڑھے دس بجے شام تک میرے ہاں ٹھہرے۔

مسجد اور دیگر مقامات پر اسلام پر لیکچر اور سوال و جواب

مقامی دو پبلک سکولز میں ماہ فروری اور ماہ مارچ کے ۲ دو دن لیکچروں کا سلسلہ جاری رہا۔ حاضرین نے لیکچرز کے سننے میں کافی دلچسپی لی۔ ان لیکچرز کے علاوہ ماہ فروری سے ماہ مئی تک ہر ہفتہ ۲ دو لیکچرز مسجد میں ہونے والے اجتماعات میں ہوتے رہے۔

جمعہ کے اجتماعات میں مسلمان ممالک سے آئے ہوئے بعض افسران شامل ہوتے رہے۔ ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات میں مسلمان بھائی اور عیسائی دوست حصہ لیتے رہے۔ قرآن کریم کے کئی ایک حصص کو ان اجتماعات میں واضح کیا گیا۔ بعد میں مختلف موضوعات پر سوال و جواب ہوتے رہے۔ ہفتہ کے دن ہونے والے اجتماعات میں شامل ہونے والے بعض عیسائی نوجوانوں نے اپنے حلقہ میں اسلام پر لیکچر کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ان کے حلقہ میں پہنچکر ایک گھنٹہ لیکچر دیا۔ ایک گھنٹہ تک ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

ان لیکچرز کے علاوہ پانچ لیکچرز پانچ مختلف گروپوں کے سامنے مسجد میں دیئے گئے ایسے گروپوں میں شامل ہونے والوں کی تعداد تیس سے ساٹھ تک تھی۔ ایک گھنٹہ تک ایسے گروپ مسجد میں رہے۔ بعض اُن میں سے مغربی جرمنی سے آئے۔ ان کے سامنے اسلام کے اصولوں کو واضح کیا گیا، اور بعد میں ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اس کے علاوہ مقامی سکولوں کے طلبا مع اپنے اساتذہ کبھی آئے۔

سکولوں میں مسلمانوں کے لئے تعطیلات کے دن

مقامی اسکولوں میں مسلمان طلباء کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ چنانچہ وزیر تعلیم نے مسلمان بچوں کے مذہبی تہواروں پر چھٹی کے بارہ میں دریافت کیا تو انہیں ذیل کی چھٹیوں کے بارہ میں لکھا گیا: عید الفطر عید الاضحیٰ پورے دن کی چھٹی۔ جمعۃ المبارک بارہ بجے کے بعد چھٹی تا بچے جمعہ کی نماز میں شامل ہو سکیں۔

دعوت چائے و تقریب نکاح } مرکزی حکومت کے ایک ادارہ نے برلین میں چائے کی دعوت دی۔ وہاں مسلمان ممالک سے آئے ہوئے افسران سے ملاقات ہوئی۔ ایک اجتماع شادی کے سلسلہ میں منعقد ہوا۔ نوجوان افغانستان سے آیا ہے، لڑکی جرمنی ہے۔

دو جرمن داخلِ اسلام ہوئے } ایک نوجوان مرد اور ایک نوجوان لڑکی۔ مرد ڈینٹسٹ ہے۔ ایک ایرانی مرد فوت ہو گیا۔ اس کے جنازہ کے لئے قبرستان جانا پڑا۔

ریڈیو پر تقاریر } ماہ جون کی ۹ تاریخ کو میں پاکستان رخصت پر آرہا ہوں۔ واپسی پر انشاء اللہ ریڈیو پر تقاریر کرنے کی دعوت کو پورا کر سکوں گا۔ ریڈیو پر دو تقاریر کرنے کی دعوت آئی ہوئی ہے۔

والسلام۔ خاکسار محمد یحیٰی بٹ

جماعت احمدیہ لائل پور کا سالانہ جلسہ

حضرت بانی سلسلہ کا مقصد پاک و مطہر مومنوں کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا ہے جو اپنے نیک عمل سے اشاعت اسلام کا فریضہ ادا کرے

(گذشتہ سے پیوستہ)

بشیر احمد سوہن

حضرت مسیح موعودؑ کے تجدیدی کارنامے۔

مقررین حضرات ایک طرف حاضرین کی روحانی پیاس بجھانے کے سامان کر رہے تھے اور دوسری طرف انتظامیہ جسمانی پیاس بجھانے کے لئے حاضرین کی تواضع یخ بستہ مشروبات سے کر رہی تھی۔ اسی دوران محترم محمد صالح نور مولوی فاضل نے حضرت مسیح موعود کے تجدیدی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ عصر حاضر کے بطل جلیل اور مامور الٰہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تحقیقی۔ علمی۔ تجدیدی اور روحانی کارنامے اس قدر ہیں کہ ان پر کوئی ایک مجلس و محفل میں سیر حاصل تذکرہ نہیں ہو سکتا۔ ان کو پڑھ یا سُن اور دیکھ کر ذات باری تعالےٰ اور اسلام کی صداقت پر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ان کا بکثرت مطالعہ کیا جائے اور بار بار ان کا تذکرہ کیا جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے تقاضائے وقت کے ماتحت تجدید دین اور احیاء ملت کے جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں سے چند بنیادی امور مثلاً حیات و وفات مسیح ناصریؑ، ختم نبوت، اُمت مسلمہ میں سلسلہ مجددین و محدثین، اشاعت و غلبہ اسلام، قیام جماعت اور اس کے اغراض و مقاصد پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے محترم مقرر صاحب نے کہا کہ آپ نے رسمی و رسمی اسلام کے بجائے حقیقی اسلام پیش کیا اور جو عقائد و مسائل، روایات و رواج اسلام میں راہ پا گئے تھے ان کی نشاندھی فرمائی اور تجدید دین و احیاء شریعت کا قابل رشک فریضہ انجام دیا۔ اور نہایت مایوس کن حالات میں غلبۂ اسلام کا روح افزا مژدہ سنایا اور اس کو ایک حقیقت بنا کر دکھا دیا۔ اگرچہ اول اول تو علمائے اسلام اور معاندین سلسلہ نے آپؑ پر طرح طرح کے اعتراضات و الزامات عائد کیے لیکن جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے حقائق و مشاہدات اور علم و تاریخ سے حضرت امام زمانہؑ کے موقف کی تائید و توثیق ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ حیات و وفات مسیحؑ وغیرہ قسم کے وہ مسائل جن کے تحت آپ پر کفر و الحاد کے فتوے لگائے جاتے تھے اب ان میں علماء اسلام خود ہی حضرت صاحبؑ کے ہم خیال ہوتے جاتے ہیں۔ محترم موصوف نے اپنی تقریر کے آخر میں کہا کہ حضرت امام وقتؑ نے اسلام کی اشاعت و حفاظت اور دعوت کے لئے یہ جماعت تیار کی، زمانہ شاہد ہے کہ یہی ایک جماعت ہے جسے اس فریضہ کی تکمیل کی توفیق الٰہی حاصل ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی پہلی کتاب "فتح اسلام" کا ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے محترم مقرر نے کہا کہ حضرت صاحبؑ نے جو لائحہ عمل پیش کیا ہے اس پر جماعت کو نہایت عزم و استقلال کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا مقصد انجمن سازی تھا نہ گدی بنانا بلکہ ان کا مقصد پاک و مطہر مومنوں کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا تھا جو اپنے نیک عمل سے اشاعت اسلام کا فریضہ ادا کرے جس کا تعلق آسمان والے سے ہو اور دنیا جہان کو آسمان والے سے ملا دے۔ حضرت امام زمانؑ جماعت میں وہ روحانی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے جو تعلیم قرآنی اور خلق محمدیؐ کی اتباع کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"بعض کہتے ہیں کہ انجمنیں قائم کرنا اور مدارس کھولنا ہی تائید دین کے لئے کافی ہے، مگر وہ نہیں سمجھتے کہ دین کس چیز کا نام ہے اور اس ہماری ہستی کی انتہائی اغراض کیا ہیں اور کیونکر اور کن راہوں سے وہ اغراض حاصل ہو سکتی ہیں۔ سو نہیں جاننا چاہیئے کہ انتہائی غرض اس زندگی کی خدا تعالےٰ سے وہ سچا اور یقینی پیوند حاصل کرنا ہے جو تعلقات نفسانیہ سے چھوڑا کر نجات کے سرچشمہ تک پہنچاتا ہے سو اس یقین کامل کی راہیں انسانی بناوٹوں اور تدبیروں سے ہرگز کھل نہیں سکتیں اور انسانوں کا گھڑا ہوا فلسفہ اس جگہ کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ یہ روشنی ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ ظلمت کے وقت میں آسمان سے نازل کرتا ہے اور جو آسمان سے اترا وہی آسمان کی طرف لے جاتا ہے۔ سو اے لوگو جو ظلمت کے گڑھے میں دبے ہوئے اور شکوک و شبہات کے پنجہ میں اسیر اور نفسانی جذبات کے غلام ہو صرف اسمی اور رسمی اسلام پر نازمت کرو اور اپنی سچی قانیت اور اپنی حقیقی بہبودی اور اپنی آخری کامیابی انہیں تدبیروں میں نہ سمجھو جو حال کی انجمنوں اور مدارس کے ذریعہ سے کی جاتی ہیں۔ یہ اشغال بنیادی طور پر فائدہ بخش تو ہیں اور ترقیات کا پہلا زینہ متصور ہو سکتے ہیں مگر اصل مدعا سے بہت دور ہیں۔ شاید ان تدبیروں سے ماتی چالاکیاں پیدا ہوں یا طبیعت میں تیزی اور ذہن میں تیزی اور خشک منطق کی مشق حاصل ہو جائے یا علامیت اور فاضلیت کا خطاب حاصل کر لیا جائے اور شاید مدت دراز کی تحصیل علمی کے بعد اصل مقصود کے کچھ ممد بھی ہو سکیں مگر تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ سو جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ، مبادا سفر آخرت ایسی صورت میں پیش آوے جو در حقیقت الحاد اور بے ایمانی کی صورت ہو یقیناً سمجھو کہ فلاح عاقبت کی اُمیدوں کا تمام مدار و انحصار رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا اور اس آسمانی نور کے اترنے کی ضرورت ہے جو شکوک و شبہات کی آلائشوں کو دور کرتا اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا اور خدا تعالےٰ کی سچی محبت اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے۔"

(فتح اسلام)

مکرم مرزا مظفر بیگ ساطع کا خطاب

مکرم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ اسلام نے اپنی کمزوری و نقاہت طبع کے باوجود اس روحانی مجلس سے خطاب فرمایا آپ کے چہرے پر پانچ ماہ کی طویل و صبر آزما علالت کے نشان ظاہر تھے، لیکن آپ کے انداز تخاطب میں کوئی اضمحلال نہ تھا۔ وہی پہلے کی سی گھن گرج اور جوش تھا۔ آپ نے حضرت امام عصر علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے تبلیغ و تعلیم اسلام کے جو تاریخ ساز کارنامے سر انجام دیئے ہیں وہ تاریخ تجدید و احیائے اسلام کا ایک سنہری باب ہے۔ آپ نے ہر قدم پر غیرت دین، اشاعت و حفاظت اسلام کا اظہار کیا۔ اپنوں کو دلائل و براہین سے سمجھایا اور غیروں کے سامنے حقائق و شواہد رکھے۔ مکرم مرزا صاحب نے کہا کہ حضرت امام زمانؑ کی تربیت روحانی اللہ تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے کی تھی، اور معاندین و مخالفین کے مقابلہ پر ہمیشہ توفیق الٰہی شامل حال رہی۔ آپ نے جہاد اسلام کا بے نظیر کارنامہ انجام دیا۔ جو کبھی لڑائی لڑی۔ اور اپنے معاندین عیسائیوں آریوں۔ بہائیوں اور سکھوں کے عقائد کی غلطیاں واضح کرتے ہوئے اسلام کی حقانیت و صداقت پر مہر تصدیق ثبت کی۔ آپ نے اپنے وجود سے زندہ خدا کے زندہ کارناموں اور اس کی عظمتوں اور قدرتوں کے ہزاروں نشان دکھائے اور اس طرح اسلام کی فتح و نصرت کے جھنڈے اکناف عالم میں گاڑ دیئے۔ اس فتح نصیب جرنیل کے سپاہیوں کے کارنامے بھی بڑے ہیں مثلاً مولنا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت عبرانی نے تماشا ندار کارنامہ ہے۔

مذاہب عالم کی آسمانی کتب سے حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارتوں کے متعلق ایک علمی کتاب لکھ کر خدمت اسلام کا شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ مکرم مرزا صاحب نے سلسلہ احمدیہ کی تاریخ پر سرسری روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اشاعت اسلام کا جو کام یہ جماعت کر رہی ہے اس نے دنیا جہان میں توحید و رسالت کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں صحرائے افریقہ اور مغرب کی وادیوں میں اس کی آذانیں بلند ہو رہی ہیں۔ آپ نے کہا کہ اشاعت اسلام کا جو فریضہ یہ جماعت ادا کر رہی ہے وہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے کہا کہ جماعت کو چاہیئے کہ اپنے مفوضہ کام کی تعمیل و تکمیل میں زیادہ سے زیادہ سرگرمی پیدا کریں کہ اپنے امامؑ کو خراج عقیدت پیش کرنے کا یہی سب سے عمدہ و اعلیٰ ذریعہ ہے۔

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

آخر میں صدر جلسہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے صدارتی تقریر فرماتے ہوئے اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دینی و روحانی تاریخ میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قلب و نظر کے انقلاب، حرب و آلات آہنی اور لاؤ لشکر سے نہیں آیا کرتے بلکہ یہ ایمان و یقین کی قوتوں اور حقیقتوں کے طفیل ظہور میں آتے ہیں۔ **اس کا معاملہ دل سے تعلق رکھتا ہے حضرت امام زمانؑ کا زندہ خدا پر زندہ ایمان تھا۔** اسی حق الیقین اور علیٰ وجہ البصیرت ایمان کی طاقتوں کے ذریعہ یہ روحانی اور تجدیدی کارنامے آپؑ نے سر انجام دیئے۔ اگر یہ کچھ نہ ہوتا تو اسلام و قرآن کی اشاعت و

باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳

غلام نبی مسلم صاحب ایم اے

حضرت مسیح موعودؑ کی مقناطیسی شخصیت کا انقلاب آفرین اثر

(یہ مقالہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کے موقعہ پر ۲۶ رمئی ۱۹۷۱ء کو احمدیہ ہال لاہور میں پڑھا گیا)

اولیاء اللہ کی ذات والا صفات اپنی قوتِ قدسی جاذبیت اور اثر اندازی کے لحاظ سے نسلِ انسانی میں بلند ترین مقام رکھتی ہے۔

جلا سکتی ہے شمعِ کُشتہ کو موجِ نفس اُن کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ حق کے سینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ انکو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں، اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے، انہیں خلوت گزینوں میں
کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جب ایک انسان نیک بندوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وقت کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ خود اس کے ہمنشین نیکی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اور انبیاء و مجددین کے نفوس قدسیہ کی بدولت جو انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اس کی نظیر دوسری جگہ کم نظر آتی ہے۔ اور ان کے فیضانِ نظر سے انسان اخلاق کی انتہائی رفعتوں تک جا پہنچتا ہے

اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مامورین کی بعثت کا ایک مقصد تو اللہ تعالیٰ کے احکام کا لوگوں تک پہنچانا ہے، لیکن اصل منشا انسانوں کے قلوب میں تبدیلی پیدا کر کے انہیں آستانہ الٰہی پر لا ڈالنا اور ان لذات سے روشناس کرانا ہے جو نفسِ مطمئنہ کی غذا ہیں اور جو ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جن کے قلوب ان آسمانی نعمتوں کے لئے موزون و مستعد ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم صلعم کی قوتِ قدسی سے اس امت میں لاکھ در لاکھ ایسے ولی ہو گذرے ہیں۔ خود برصغیر پاک و ہند میں ایسے مردانِ خدا شناس بکثرت ہوئے ہیں جن کی صحبت اور فیضانِ نظر سے ناقص لوگ باکمال اور اہلِ کمال خدا نما بن گئے، اور ہمارے زمانے میں یہ عالی مقام اس زمانے کے امام و مامور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صد چہاردہم مسیح موعود علیہ السلام کو میسّر تھا، جن کی غلامی کا ہم سب کو شرف حاصل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خادموں میں سے تھے جو ہمیشہ سے اس امت میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ تاکہ وہ خدا کی ہستی، اسلام کی روحانی جاذبیت اور حضرت نبی کریم صلعم کی قوتِ قدسی کا زندہ ثبوت پیش کریں، اور اپنے انفاسِ طیبہ سے لوگوں کو آستانہ الٰہی پر لا ڈالیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"اے تمام وہ لوگو! جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو، میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے۔ جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں"

آپ نے اپنے پاک حبیبؐ کی کامل اتباع سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل کیا، آپ کی یہ واحد امتیازی خصوصیت تھی، جو خدا کے وجود اور انبیاء کی صداقت پر زندہ شہادت تھی، آپ اسی شہادت کے لئے مبعوث ہوئے اور اسی کی طرف لوگوں کو بلایا

میں وہ پانی ہوں کہ اُترا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا، جس سے ہوا دن آشکار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
پشتیٔ دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہوں
نارسا ہے دستِ دشمن تا بفرقِ ایں جدار

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد
گُلے کہ رُوئے خزاں را نگہے نخواہد دید
بہ باغ ماست اگر قسمتِ رسا باشد
محال است کزیں فتنہ ہا شوی محفوظ
مگر ترا بہ من گامِ اقتدا باشد
کمالِ پاکی و صدق و صفا کہ گم شدہ بود
دوبارہ از سخن و وعظِ من بپا باشد
ہر آنکہ بے خبری نزدِ ما بیا و نشیں
کہ ظلِ اہلِ شفا موجبِ شفا باشد
مقیمِ حلقۂ ابرار باش روزے چند
اگر عنایتِ قادر گرہ کُشا باشد
زہے خجستہ زمانے کہ سوئے ما آئی
زہے نصیب تو گر شوق و التجا باشد

حضرت مرزا صاحبؑ اپنے مقتدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر تھے تاکہ اہلِ ایمان کا تزکیہ نفس کریں، ان کے قلوب نورِ معرفت سے بھریں اور انہیں دنیا کی محبتوں سے پاک کر کے معبودِ حقیقی سے ملا دیں چنانچہ امام الزمانؑ کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

"حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں۔ اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے۔ انتشارِ روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں۔ پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے۔ اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے۔ اس کے تدبر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد اور پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے۔ اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے۔ اس کو استدلال اور اتمامِ حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے۔ اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشارِ روحانیت کا نتیجہ ہوتی ہیں جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد کے دل پر نازل ہوتی ہے"

(ضرورت الامام صفحہ ۴-۵)

مگر مسیح موعودؑ کے زمانہ کو اس سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت حاصل ہے، اور وہ یہ کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے۔ کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشارِ روحانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا۔ اور نابالغ بچے نبوت کریں گے۔ اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے، اور یہ سب کچھ مسیح موعودؑ کی روحانیت کا پرتو ہوگا، جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منور ہو جاتی ہے، اور اگر چونہ اور قلعی سے سفیدی کی گئی ہو تو پھر اور بھی زیادہ چمکتی ہے اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی، مگر دیوار دعوےٰ نہیں کر سکتی کہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر مجھ میں ہے، کیونکہ سورج کے غروب ہونے کے بعد پھر اس روشنی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ پس ایسا ہی امام الزمانؑ کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے اور اگر کوئی قسمت کا پھیر نہ ہو۔ اور خدا کی طرف سے کوئی ابتلاء نہ ہو۔ تو سعید انسان جلد اس دقیقہ کو سمجھ سکتا ہے"۔ امام الزمان کے مقام اور اس کی فیض رسانی کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:-

"خدا کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے اور اس کے زمانے میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کو جاننے اور کمالاتِ افاضہ اور اتمامِ حجت میں اس کے برابر ہو۔ اس کی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔ اور اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو۔ تو حق اس کی طرف ہوتا ہے۔ کیونکہ علوم حقہ کے جاننے میں نورِ فراست اس کی مدد کرتا ہے۔ اور وہ نورانی چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، پس جس طرح مرغی انڈوں کو اپنے پروں کے نیچے لے کر ان کو بچے بناتی ہے۔ اور پھر بچوں کو پروں کے نیچے رکھ کر اپنے جوہر ان کے اندر پہنچا دیتی ہے۔ اسی طرح یہ شخص اپنے علومِ روحانیہ سے صحبت یابوں کو علمی رنگ سے رنگین کرتا رہتا ہے۔ اور یقین اور معرفت میں بڑھاتا چلا جاتا ہے مگر دوسرے ملہموں اور زاہدوں کے لئے اس قسم کی بسطت ضروری نہیں کیونکہ نوعِ انسان کی تربیت ان کے سپرد نہیں کی جاتی"۔

حضرت صاحبؑ کو امام زمان کے فیضِ صحبت کا سب سے بڑھ کر علم تھا اور آپ سے اکتسابِ نور کر کے قربِ الٰہی حاصل کریں، چنانچہ اپنے حلقہ بگوشوں کو بار بار ملاقات اور ہم نشینی کی دعوت دیتے ہیں فرماتے ہیں:-

"ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں آنے

اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور ہم جو کسی کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں تو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیر خواہی سے کہتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ **ایمان درست نہیں ہوتا جب تک کہ انسان صاحب ایمان کی صحبت میں نہ رہے۔**"

ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ کیا بن جائیں، وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا وہ پوری نہیں ہو سکتی **جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں۔ اور آنے سے ذرا بھی نہ اکتائیں۔**"

حضرات! آپ شجر طیبہ اسلام کا شیریں ثمر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس **امام الزمانؑ** کا زمانہ دیا اور شناخت کی توفیق بخشی۔ جس کی دید کی آرزو کرتے ہوئے کروڑ ہا عوام اور لاکھوں اولیاء اللہ اس دنیا سے گزر گئے۔ آیئے آپ کو نوے سال قبل کے پُر نور زمانے میں لے چلیں جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ملک میں جلوہ افروز ہوئے اور عالم اسلام کو **غلبہ** اسلام کی نہ صرف بشارت دی بلکہ انہیں راہ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کا پیغام دیا۔

مشہور مقولہ ہے کہ انسان اپنے مجلسوں سے پہچانا جاتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، آیئے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے وابستگانِ دامن کی شخصیتوں سے پہچانیں اور دیکھیں کہ آپ کے گرد جو لوگ اکٹھے ہوئے وہ نیک تھے یا بُرے اور اگر نیک تھے تو وہ عظمت کے کس مقام پر تھے، اور آپ کی صحبت اور توجہ سے کہاں تک پہنچے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تو آپ نیکی اور تقوےٰ اور علوم قرآنیہ میں غیر معمولی عظمت کے لحاظ سے ملک بھر میں شہرت دوام حاصل کر چکے تھے۔ آپ کی عظمت کے لئے یہ امر شہادت نیرہ ہے کہ جو لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آئے اُن میں سے ایک تو وہ لوگ تھے جو علم و معرفت کے بلند مقام پر فائز تھے اور دوسرے وہ لوگ تھے جو انگریزی حکومت کے قائم کردہ کالجوں کے اعلےٰ تعلیم یافتہ تھے۔ یہ دونوں گروہ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ دینی اور روحانی میدان میں بڑھتے چلے گئے دنیا کی چکاچوند کو ترک کر دیا اور آپ سے اس طرح وابستہ ہو گئے کہ مرتے دم تک جدا نہ ہوئے۔ کون ہے جو ان فیوض کا اندازہ کر سکے جو ان عظیم المرتبت ہستیوں کو آپ سے پہنچے اور ان لوگوں کا آپ سے جدا ہونا اس بات پر شاہد ہے کہ بڑے سے بڑے اہل حق بھی بلندی درجات کے حصول میں آپ کی باطنی توجہ، رہنمائی اور فیض سے بے نیاز نہ ہو سکے۔

آپ نے سُنا ہوگا کہ "قدر زر زرگر شناسد"

جن سعید لوگوں نے ابتدائی ایام میں آپ کا دامن پکڑا، ان میں سے اکثر ایسے لوگ تھے جو نہ صرف علوم دینیہ میں بلند پایہ رکھتے تھے بلکہ وہ اہل اللہ کے صحبت یافتہ اور خود روحانیت میں بلند پایہ رکھتے تھے، اور دنیا انہیں عقیدت و احترام سے دیکھتی تھی، اس فہرست میں ہمیں حضرت مولانا نورالدین اعظم، حضرت مولانا محمد احسن امروہی حضرت صوفی احمد جان لودھیانوی، حضرت سراج الحق نعمانی، حضرت سید میر عابد علی، حضرت نواب محمد علی خاں آف جھجر، حضرت مولینا عبدالکریم سیالکوٹی، حضرت سید میر حامد الدین، حضرت سید نظر علی پشاوری وغیرہم سابقون الاوّلون کی صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ پھر آپ کے مداحوں اور قدردانوں میں حضرت پیر سید احسان الدین صاحب العلم سندھی حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف اور سب سے بڑھ کر شہید اکبر حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف علیہ الرحمۃ شریک ہوئے اور صاحبزادہ صاحب نے تو اپنی جان قربان کر کے آپ کی صداقت پر مہر ثبت کی۔ یہ اکابر اور ان کی طرح بیسیوں دوسرے اہل حق نے آپ کی آستان بوسی اختیار کی اور روحانی منازل طے کیں۔

دینی علوم کے شیدائیوں کے علاوہ دنیوی کالجوں کے سعید الفطرت جاں نثاروں کے ایک گروہ نے بھی آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ ان میں خواجہ کمال الدین، حضرت مولانا محمد علی، حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ، حضرت ڈاکٹر بشارت احمد، حضرت مولانا عزیز بخش، حضرت مولانا صدرالدین حضرت مفتی محمد صادق، حضرت مولوی شیر علی وغیرہم ایسے نوعمر اہلِ علم تھے، جنہوں نے دنیا کی چکاچوند سے منہ موڑ لیا۔ عہدوں اور منصوبوں کو پرِ کاہ کے برابر وقعت نہ دی۔ قربِ امام کو ہر شئے پر ترجیح دی اور حضرت صاحب کے فیضانِ صحبت سے محبت الٰہی اور عشق رسول میں اس قدر ترقی کی کہ دنیا کی محبت سینوں میں سرد پڑ گئی اور اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ اسلام کی سربلندی اور حضرت مرزا صاحبؒ کے مشن کی تکمیل میں صرف کر دیا۔ اور اپنے اپنے دائرہ عمل میں تجدید دین کا حیرت انگیز کام کر گئے۔

سرزکف، دز فرق افتادہ کلاہ
بس ہمیں باشد نشانِ اولیاء

کیا یہ حضرت امام زمانؑ کی قوتِ جاذبہ نہیں تھی جس کی بدولت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کے لئے اپنا وطن مالوف اور قیمتی جائداد چھوڑ دی۔ شہرت کو لات ماری، کاروبار قربان کیا، قادیان میں ایک کچے مکان پر اکتفا کیا۔ اور پھر تمام عمر درس قرآن و حدیث اور خدمت مرشد میں بسر کر دی۔ حضرت مولانا محمد علی حضرت صاحبؒ کے ارشاد کی تعمیل میں چند دنوں کے لئے قادیان حاضری دیتے ہیں۔ حضرت صاحب نے آپ کے سپرد کچھ تحریری کام کیا، دن مہینوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ لیکن نہ مرید رخصت کا لفظ زبان پر لاتا ہے اور نہ ہی مراد جانے کا اشارہ کرتا ہے۔ گیارہ ماہ گذرنے پر حضرت فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے پاس رہیں۔ آپ کے دل کی مراد پوری ہوئی اور عرض کیا سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ یہ کیا بات تھی کہ حضرت خواجہ کمال الدین کا بچہ پشاور میں بیمار ہے، اور آپ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہیں بیماری اور پھر شدید بیماری کی اطلاع آتی ہے مگر آپ مرشد سے جدا نہیں ہوتے، پھر وفات کی اطلاع ملتی ہے تو تار دیتے ہیں کہ دفن کر دو میں نہیں آسکتا ؎

میں آکی محفل عشرت سے کانپ جاتا ہوں
جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

اور آج بھی حضرت امام کی یادگار، ہمارے میر مجالس اسی جذب، ایثار اور قربانی کا زندہ نمونہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ کیا یہ لوگ جذب کے زندہ نشان نہیں ہیں۔

اسی جذب کا نتیجہ تھا کہ اہلِ ثروت آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے تو یادہ شبانہ کی سرمستیوں نے ذکر نیم شبی کا رنگ اختیار کر لیا۔ اور ان کی دولت نام و نمود کی بجائے دین کی سربلندی کے لئے خرچ ہونے لگی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اموال میں برکت دی اور انہوں نے اپنے اموال حق پر نچھاور کر دیئے۔

حضرت امام وقتؑ کے انفاس طیبہ سے ہمارے بزرگوں نے

۱۔ علم و معرفت میں بے پایاں ترقی کی۔
۲۔ وہ دنیا سے کٹ کر ذکر الٰہی میں لذت پانے لگے
۳۔ ان کے اعمال اسلامی سیرت کے سانچوں میں ڈھل گئے
۴۔ انہوں نے دنیا کے کونے کونے میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے امام وقتؑ کے ارشادات کو ترجمان بنایا۔
۵۔ معارف قرآن کے جو دریا بہائے آج وہ دنیا بھر میں اثر انداز ہو رہے ہیں اور اپنے امامؑ کی معیت میں انہوں نے اسلامی فکر کا دھارا بدل دیا ہے۔
۶۔ انہوں نے رفاہ عامہ اور خدمت خلق کے چشمے جاری کئے جن سے ہر انسان بلا امتیاز مذہب و ملت فیضیاب ہوتا رہا اور آج بھی ہو رہا ہے آج بھی آپ ان کاموں میں اولیت اور افضلیت پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں اور آج ہماری گردنیں اپنے امام اور ان کے حلقہ بگوشوں کے علم، خدا، رسول اور قرآن سے عشق، ایثار دینی تڑپ اور بلند سیرت کے سامنے احتراماً جھک جاتی ہیں۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک

فیض جاری ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دور قیامت تک ممتد ہے اور جب تک اسلام ادیانِ باطل پر کما حقہ غالب نہیں آجاتا آپ کا دور جاری ہے آپ کا فیض بھی جاری ہے۔ اور اگر آپ ذرا گہری نظر سے دیکھیں گے تو آپ کی جماعت آج بھی حضرت صاحبؑ کے روحانی فیوض اور تصرف باطنی سے بہرہ ور ہے۔ البتہ چشم بصیرت و تقابل کی ضرورت ہے۔

آج بھی آپ میں ایسے اہلِ ایمان ہیں جو زندگی کے ہر میدان میں عاشق قرآن و اسلام رہے، انہوں نے ہر جگہ اپنی نیک سیرت کا نقش چھوڑا، قرآن پاک کا مطالعہ اور درس جاری کیا، اسلام پر مضامین اور کتب لکھیں جوانی سے بڑھاپے تک اپنی نیک کمائی انشراح صدر کے ساتھ راہ حق میں صرف کی اور کوئی ترغیب، تحریص اور ترہیب ان کے قدموں کو متزلزل نہ کر سکی، کس کس کا نام لیا جائے اپنے ارد گرد نگاہ دوڑا یئے آپ کے ہاں قرآن کا درس ہوتا ہے، اسلام پر مضامین لکھے جاتے ہیں، کتابیں تحریر کی جا رہی ہیں۔ اسلام اور سلسلہ پر اعتراضات کے جوابات دیئے جا رہے ہیں اور ان علماء سلسلہ میں آپ کو ڈاکٹر، سول سروس کے آفیسر، انجنیئر اور دیگر انگریزی تعلیم یافتہ ملیں گے۔ پھر اسی جماعت کے تاجر اور کارخانہ دار قیامِ اسلام کے لئے لاکھوں روپے قربان کر رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا یہ امام ربانیؑ کا جذب نہیں جس نے ہمارے نوجوانوں کے قلوب میں آج بھی خدمتِ اسلام کی چنگاری روشن کر رکھی ہے۔ انہیں اُلفت اسلام سے زیادہ کوئی شئے اپنی طرف نہیں کھینچتی اور یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم

ہے اور اس کی اہمیت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب کہ دوسرے مسلمانوں کے اشغال و اعمال سے اپنے احباب کا مقابلہ کرتے ہیں۔

جہاں ہم اپنی خوش بختی پر ناز کرسکتے ہیں وہاں حضرت صاحبؑ کے الفاظ میں آپ کو متنبہ کرنا ضروری ہے آپ فرماتے ہیں:—

"تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو، لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔"

"خدانخواستہ اگر کوئی اس الٰہی انوار کو نہ سمجھے اور امام الزمان کے ظہور کی خبر سن کر اس سے تعلق نہ پکڑے تو پھر اول ایسا شخص امام سے استغنا ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر استغنا سے اجنبیت پیدا ہوتی ہے اور پھر اجنبیت سے سوءظن بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور پھر سوءظن سے عداوت پیدا ہوتی ہے اور پھر عداوت سے نعوذباللہ سلب ایمان تک نوبت پہنچتی ہے۔"

"جب عیسائی مذہب بوجہ مخلوق پرستی کے مر گیا اور اس میں حقیقت اور نورانیت نہ رہی تو اس وقت کے یہود اس گناہ سے بری ہو گئے کہ وہ عیسائی کیوں نہیں ہوتے۔ تب اس (یہودی قوم) میں دوبارہ نورانیت پیدا ہوئی اور اکثر ان میں صاحب الہام اور صاحب کشف پیدا ہونے لگے۔ اور ان کے راہبوں میں اچھے اچھے حالات کے لوگ تھے۔"

حضرت مسیح موعودؑ کی ان تصریحات سے عیاں ہے کہ اول تو ایمان، خونی رشتہ اور وراثت سے تعلق نہیں رکھتا، جیسا کہ خود قرآن حکیم میں حضرت نبی کریمؐ کو کہا گیا انک لا تھدی من احببت کہ آپ اپنی ذاتی محبت کی بناء پر کسی کو راہ ہدایت پر نہیں چلا سکتے، اس لئے کسی بزرگ کی اولاد ہونا خدا کے ہاں کارآمد نہیں دوسرے یہ فیض صحبت اختیار کرنے سے ملتا ہے۔ دوری کی وجہ سے ختم ہو کر خسران کا موجب بن جاتا ہے تیسرے محض بیعت کا اقرار بے کار ہے جب تک کہ ہم قدم قدم پر احتساب نفس نہ کریں کہ آیا ہم بیعت کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کر رہے ہیں۔ اور ہم اپنے خیالات کاروبار، صرف اموال، معاملات، تعلق باللہ اور خلق خدا سے سلوک میں دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔

برادران محترم! یہ اسلام کے غلبے کا دور ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اسی غلبے کے پیامبر ہیں، آپ کا الہام هو الذی ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله پیام امید و حیات ہے۔ باطل کی قوتیں مضمحل ہو چکی ہیں اور وہ آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتیں، پھر دنیا کے حالات عالم اسلام کا انتشار اور خود پاکستان کی تفرقہ سے پہلی آپ کی راہ تک رہی ہے شرط اسی قدر ہے کہ آپ کے قلوب میں یقین کمزور نہ ہو اور یہ یقین امام زمانؑ کی صحبت سے ہی پیدا ہو کر ترقی کرسکتا ہے۔ یہ مت خیال کیجئے کہ امام زمان مر گئے، اپنے زمانے کا امام مرنے کے لئے پیدا نہیں ہوتا وہ آج بھی اپنی تحریروں، قوت قدسی اور کارناموں کی شکل میں زندہ ہیں۔

بشنو ید اے مردگان من زندہ ام
اے شبان تیرہ من تابندہ ام

خود آپ کی جماعت کا وجود حیات امام پر زندہ گواہ ہے۔ امام زمان کے فیوض و برکات آپ سے جدا نہیں، صرف آپ کو احساس نہیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ ایمان تازہ ہو۔ تو پھر تجدید عہد کیجئے اور اگر آپ مندرجہ ذیل امور پر سنجیدگی سے توجہ فرمائیں گے تو زمین و آسمان سے برکات آپ پر نازل ہوں گے۔

۱۔ آپ ہر صبح نماز سے قبل دس شرائط بیعت کو سوچ سمجھ کر پڑھیئے اور ان پر عمل کرنے کا عہد دہراتے رہیئے۔

۲۔ اللہ تعالےٰ کی عظمت، اپنی عاجزی اور غلبۂ اسلام کے وعدے کو سامنے رکھ کر نماز ادا کیجئے۔ اور درد و سوز سے دعا کیجئے۔

۳۔ نماز کے بعد قرآن حکیم کا بالالتزام مطالعہ کیجئے۔

۴۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا بہ کثرت مطالعہ کیجئے۔ بالخصوص براہین احمدیہ، اسلامی اصول کی فلاسفی (تعلیم اسلام) کشتی نوح اور الوصیت کا۔

۵۔ اپنے خیالات اور کردار کا احتساب کیجئے اور رفتار، گفتار اور کردار میں اسوۂ نبویؐ اور سیرت مسیح موعودؑ کو ملحوظ رکھئے۔

۶۔ اپنے اہل و عیال کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے بچائیے۔

۷۔ سونے سے پہلے بستر پر لیٹ کر دن بھر کے کام کا جائزہ لیجئے، کہ آپ نے رضائے الٰہی کے لئے کس قدر کوشش کی ہے*

*کیا اس سے زیادہ ممکن تھا۔ اور اگر تھا تو یہ عہد کر کے سوئیے کہ کل انشاءاللہ میں آج سے بھی زیادہ خدمت دین کروں گا۔

اگر آپ صرف چالیس دن تک ان گذارشات پر عمل کریں گے تو آپ ایک عظیم انقلاب کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جلسۂ سالانہ لائلپور

(بسلسلہ صفحہ ۲)

تبلیغ اور حفاظت و مدافعت کے کام ہرگز نہ ہو سکتے تھے۔ اس حقیقت کا اعتراف ایک عیسائی مصنف نے کیا ہے وہ اپنی ایک کتاب "اسلام اور پاکستان" میں لکھتا ہے:—

"جماعت احمدیہ نے دیگر ادیان کے بارے میں جس قدر دلائل پیش کئے ہیں، زمانہ گذرنے کے ساتھ اس سلسلہ کے شدید ترین مخالفین نے انہیں بتمام و کمال قبول کر لیا ہے..... اپنے تبلیغی جوش اور عیسائیت کے خلاف پے در پے اور کثیر الاشاعت حملوں سے اس جماعت نے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کر دیا ہے۔ گو یہ امر درست ہے کہ جمہور مسلمانوں میں مرزا غلام احمد صاحب کے ذاتی دعاوی نے مقبولیت حاصل نہیں کی، اور آپؑ کی تحریک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تاہم اس نے مسلمانوں کے قلوب میں یہ ایمان و یقین پیدا کر دیا ہے کہ یورپ کی موجودہ ترقی اور قوت کا سرچشمہ عیسائیت ہرگز نہیں اور دنیا کا سچا دین صرف اسلام ہے۔ اس تحریک کی یہی بنیادی خصوصیت ہے۔ مگر یہ امر کس قدر تعجب انگیز ہے کہ جس تحریک کی ہر دو شاخوں نے دوسرے مذاہب کے مقابل دین اسلام کی حفاظت و توسیع کے میدان میں سب سے زیادہ کام کیا ہے، پاک و ہند کے مسلمان سب سے زیادہ اسی جماعت کے خلاف صف آراء ہیں۔" (اسلام اور پاکستان)

اس شہادت کو پیش کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حضرت صاحبؑ کی اپنے مشن میں کامیابی کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں اسلام کی صداقت حقانیت اور اس کی فتح و غلبہ کا بے پناہ یقین تھا۔ یہ یقین دوسروں کے دلوں میں بھی اترا۔ انہوں نے بھی فتح اسلام کی شمع روشن کی۔ مکرم صاحب صدر نے حضرت صاحبؑ کی ایک تحریر کا مندرجہ ذیل اقتباس پڑھ کر تقریر ختم کی:—

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلےٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے۔ جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ [illegible] فتح کے نشان نمودار ہیں [illegible] فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔ میں متعجب ہوں کہ آپ نے کس سے اور کہاں سے سن لیا کہ جو باتیں اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس نے پیدا کی ہیں وہ اسلام پر غالب ہیں۔ حضرت خوب یاد رکھو کہ اس فلسفہ کے پاس تو صرف عقلی استدلال کا ایک ادھورا سا ہتھیار ہے اور اسلام کے پاس یہ بھی کامل طور پر اور دوسرے کئی آسمانی ہتھیار ہیں پھر اسلام کو اس کے حملے سے کیا خوف۔" (آئینہ کمالات اسلام)

اختتام تقریب پر دعائے خیر کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ بعد ازاں صدر جماعت احمدیہ لائلپور مکرم میاں رشید احمد صاحب کی طرف سے خواتین و حضرات کی تواضع پرتکلف چائے سے کی گئی۔ اور جماعت کی طرف سے عشائیہ دیا گیا اس موقعہ پر جلسہ گاہ میں ایک بک سٹال لگا ہوا تھا جس میں سلسلہ کی کتب و لٹریچر کی نمائش کی گئی تھی۔ قیمتی کتب کے علاوہ دوسرا لٹریچر بھی مفت تقسیم کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اس تقریب کی کامیابی کے لئے صدر و انتظامیہ اور جماعت لائلپور کی خدمت میں مبارکباد پیش ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اخبار و افکار

(بسلسلہ صفحہ ۲)

اس موضوع پر شائع ہو چکی ہے اب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو بھی سامنے رکھ لیجئے۔ کہ بلغوا عنی ولوایۃ اور اللہ پاک نے بار بار اپنے رسول اکرم کو یہ حکم دیا تھا کہ تیرا کام صرف ابلاغ و تبلیغ ہے اکراہ و جبر نہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین انما علیک البلاغ وعلینا الحساب۔ افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مؤمنین لست علیھم بمصیطر لا اکراہ فی الدین۔

مُفت
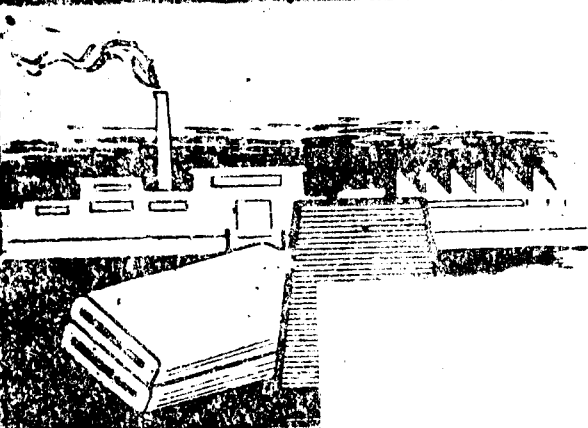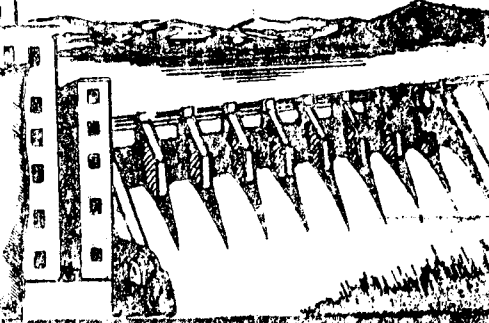
آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام برانڈرتھ روڈ لاہور کے شعبہ مفت اشاعت سے ڈاک خرچ بھیج کر ہر قسم کا اسلامی لٹریچر حاصل کریں ؛

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۔ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۸ شمارہ ۲۳

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بر و شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

زمین کے جھگڑے اور ناجائز دستبرد

عن ابی سلمۃ انہ کانت بینہ وبین اناس خصومۃ فذکر لعائشۃؓ فقالت یا ابا سلمۃ اجتنب الارض فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ظلم قید شبر من الارض طوقہ من سبع ارضین۔

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ رضؓ سے روایت ہے کہ ان میں اور چند لوگوں میں جھگڑا تھا تو حضرت عائشہ رضؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اے ابوسلمہؓ زمین سے دور ہی رہو کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے جو بالشت برابر زمین ظلم سے لے گا تو اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جاوے گا۔

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا جو کوئی (کسی کی) کچھ زمین ناحق لے گا تو وہ اس کے عوض قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ: — یہاں سات زمینوں کا طوق پہنایا جانے کا ذکر ہے اگلی حدیث میں ہے کہ وہ سات زمینوں تک نیچے دھنس جائے گا۔ یہ سب مثال کے رنگ میں ذکر ہے۔ اور زمین کے جھگڑوں سے بچانا اصل غرض ہے جو لوگ زمین کے جھگڑوں میں پڑتے ہیں وہ بسا اوقات زمین کی قیمت سے سات گنا خرچ کر کے بھی آخر ذلیل ہوتے ہیں۔

سورۃ الفیل میں دشمنانِ اسلام کی تباہی کی پیشگوئی

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کے ارشادات گرامی

اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں ایک سورۃ بھیجکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدر اور مرتبہ ظاہر کیا ہے اور وہ سورۃ ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ یہ سورۃ اس حالت کی ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مصائب اور دکھ اٹھا رہے تھے اللہ تعالےٰ اس حالت میں آپکو تسلی دیتا ہے کہ میں تیرا مؤید و ناصر ہوں۔ اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب الفیل کے ساتھ کیا کیا۔ ان جانوروں کے ہاتھوں میں کوئی بندوقیں نہ تھیں بلکہ مٹی تھی سجیل بھیگی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں اس سورۃ شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خانہ کعبہ قرار دیا ہے اور اصحاب الفیل کے واقعہ کو پیش کر کے آپؐ کی کامیابی اور تائید اور نصرت کی پیشگوئی کی ہے۔

یعنی آپؐ کی ساری کارروائی کو برباد کرنے کے لئے جو سامان کرتے ہیں اور تدابیر عمل میں لاتے ہیں ان کے تباہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ ان کی ہی تدبیروں کو اور کوششوں کو الٹا کر دیتا ہے۔ کسی بڑے سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے ہاتھی والوں کو چڑیوں نے تباہ کر دیا ایسا ہی یہ پیشگوئی قیامت تک جائے گی۔ جب کبھی کوئی اصحاب الفیل پیدا ہوگا تب ہی اللہ تعالےٰ ان کے تباہ کرنے کے لئے ان کی کوششوں کو خاک میں ملا دینے کے سامان کر دیتا ہے۔

اس وقت اصحاب الفیل کی شکل میں اسلام پر حملہ کیا گیا ہے مسلمانوں کی حالت میں بہت کمزوریاں ہیں۔ اسلام غریب ہے۔ اور اصحاب الفیل زور میں ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ وہی نمونہ پھر دکھانا چاہتا ہے۔ چڑیوں سے وہی کام لے گا۔ ہماری جماعت ان کے مقابلہ میں کیا ہے۔ ان کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ ان کے اتفاق اور طاقت اور دولت کے سامنے نام بھی نہیں رکھتے لیکن ہم اصحاب الفیل کا واقعہ سامنے دیکھتے ہیں۔ کہ کیسی تسلی کی آیات نازل فرمائی ہیں۔ مجھے بھی یہی الہام ہوا ہے۔ جس سے صاف صاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی نصرت اور تائید اپنا کام کر کے رہے گی۔ ہاں اس پر وہی یقین رکھتے ہیں جن کو قرآن سے محبت ہے اگر قرآن سے محبت نہیں اسلام سے الفت نہیں وہ ان باتوں کی کب پروا کر سکتا ہے۔ اسلام اور ایمان یہی ہے کہ خدا کی راہ سے راضی ملائے۔ جو اسلام کی عزت اور غیرت نہیں کرتا خواہ وہ کوئی ہو خدا کو اس کی عزت اور غیرت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور وہ دیندار مسلمان نہیں۔ خدا کی باتوں کو حقیرت سمجھو اور ان لوگوں کو قابل رحم سمجھو جنہوں نے تعصب کی وجہ سے حق کا انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ امن کے زمانہ میں کسی کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ افسوس ان پر وہ نہیں دیکھتے کہ اسلام کس طرح دشمنوں کے نرغہ میں پھنسا ہوا ہے چاروں طرف سے اس پر حملہ ہو رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جاتی ہے پھر بھی کہتے ہیں کہ کسی کی ضرورت نہیں۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب ایڈووکیٹ گجرات

احمدیت اور حالات حاضرہ

مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا وہ تاریخ انسانی کا بہت بڑا المیہ ہے۔ وہاں کے پیدا شدہ حالات و واقعات نے نہ صرف پاکستان کی بنیاد کو چیلنج کیا ہے بلکہ خود اسلام کو بھی دعوت مبارزت دے دی ہے۔ پاکستان کے بانیوں نے تمام دنیا کے سامنے قومیت کا ایک نظریہ پیش کیا تھا جس کی پذیرائی صرف اسلام کی چار دیواری کے اندر مقید رہی ہے باقی کل دنیا اس نظریہ کی منکر ہے۔ دوسرے لوگوں نے تو کبھی ایک مخصوص علاقہ میں رہنے والوں کو ایک قوم کہہ دیا کبھی نسلی ہم رنگی کو قومیت کا نام دے دیا۔ کبھی زبان کی یکسانیت کی بنا پر انسانوں کے ایک جتھہ کو قوم کے نام سے موسوم کر دیا صرف اسلام ہی تھا جس نے خیالات کی وحدت کو قومیت کے جنم کا موجب بنا دیا۔ قائداعظم نے جب ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو ایک اکائی میں پرو کر قومیت کا رنگ دینا چاہا تو اقوام عالم نے اس کا مضحکہ اڑایا۔ ہندوؤں نے اس کی سخت مخالفت کی، انگریزوں نے اسے ناقابل عمل اور ناقابل فہم قرار دیا اور خود مسلمانوں کے اندر علماء کے ایک مضبوط طبقہ نے اس کے خلاف آواز اٹھائی مگر قائداعظم نے ان تمام مزاحمتوں کو ایک پھونک سے اڑا دیا اور خیبر سے لے کر راس کماری تک کے تمام مسلمانوں کو علاقوں نسلوں، زبانوں، تہذیبوں اور رنگوں کے امتیازات کے باوجود ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا محض دلائل اور منطق سے کام لے کر قائداعظم چند سالوں میں ایک عظیم الشان قوم منظر عام پر لے آئے۔ یہ قوم مسلمانوں کی قوم تھی اور ان کا طغرائے امتیاز اسلام تھا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں وہ اسلامی نظریات کے مطابق اپنی سلطنت قائم کر لیں۔ باقی حصوں میں مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر اقلیتی حیثیت میں زندگی بسر کریں گے۔ جن مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ رہنا تھا اور اس مصیبت کو برداشت کرنا تھا انہیں اس کا خوب احساس تھا مگر انہوں نے دیدہ دانستہ اسلام کی سربلندی اور اسلامی حکومت کے قیام کے لئے اپنی جانوں کی قربانی پیش کرنے کا تہیہ کر لیا۔ گذشتہ پچیس سال کے عرصہ میں ان مظلوم مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ بیتی وہ تاریخ کا ایک المناک حصہ بن چکی ہے مگر آہ! یہ کس کو معلوم تھا کہ خود پاکستان کے اندر مشرقی پاکستان کے اکثریتی صوبہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہو گا جو مسلمانوں کی کثیر آبادی کو ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر دے گا اور کمیونسٹ ہندو اس مسلم آبادی کو ایسا ورغلائیں گے کہ وہ اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے بدقسمت مسلمان پاکستان کے نظریہ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیں گے۔

مارچ اور اپریل ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں ہندو مسلمانوں کے آقا تھے، قائد تھے، سربراہ تھے اور انہیں اسلام کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے پیالے پلا رہے تھے۔ اور کروڑوں روپے کی پاکستانی املاک ضائع کر دی گئیں اور لاکھوں بے گناہ مسلمان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ بنگالیوں نے یقین کر لیا کہ پنجابی، پٹھان اور بہاری اور دیگر غیر بنگالی مسلمان سب مشرقی پاکستان کے بنگالی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

انتہا درجے کی دکھ کی بات یہ ہے کہ ان مسلمان بنگالیوں نے ہندوؤں کے زیر کمان اپنے غیر بنگالی مسلمان بھائیوں کو نہایت بیدردی سے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچا کر قتل کیا۔ اس طرح تو شاید تاریخ کے کسی دور میں بھی غیر مسلموں نے بھی مسلمانوں کو قتل نہ کیا ہو گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی پاکستان کی مسلم اکثریت نے اپنے بہیمانہ افعال سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی نظریات کی بنا پر کوئی قوم وجود میں نہیں آسکتی اور کہ قومی نقطۂ نگاہ سے پاکستان کے دونوں حصص میں کوئی چیز مابہ الاشتراک نہیں۔ مغربی پاکستان کا کلمہ گو مشرقی پاکستان کے کلمہ گو کی نظر میں کافر سے بدتر ہے۔ ہندو بنگالی تو مسلمان بنگالی کا بھائی ہو سکتا ہے مگر پنجابی اور بنگالی گو مسلمان ہوں آپس میں کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

بنکوں کو لوٹ لیا گیا، عمارتوں کو منہدم کر دیا گیا، درسگاہوں کو برباد کر دیا گیا، غیر بنگالی مسلمانوں کے بال بچوں کو ذبح کر دیا گیا اتلاف جان کے علاوہ مسلمانوں کی عزت، مسلمانوں کا وقار، مسلمانوں کا جلال، مسلمانوں کی ثقافت اور مسلمانوں کا مذہب ہراساں اور پریشان ہو کر رہ گئے قریب تھا کہ مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان کی آزادی کا اعلان کر دیتا، اس اعلان کے ساتھ ہی یہ بھی طے کر لیا گیا تھا کہ ہندوستان مجیب کی حکومت کو فوری طور پر تسلیم کر لے گا۔ اور اس کا معاہد اور معاون بن جائے گا۔ اس صورت میں مشرقی بنگال پاکستان سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جاتا اور ہندوستان کے ساتھ جلدی ہی ملحق ہو کر اس کا حصہ بن جاتا مگر اہل زمین کی اس سکیم کو آسمان والے نے منظور نہ کیا اور قادر مطلق نے ایسے وقت میں بھی مسلمانوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ یہ گھڑی آزمائش کی گھڑی تھی اور مسلمانوں کو قرآن کریم کا یہ فرمودہ یاد دلایا گیا تھا کہ:۔

"کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ زبانی ایمان کے دعوے سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے اور ان کو آزمائشوں میں نہ ڈالا جائے گا (نہیں! انہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے) کہ ان سے پہلے لوگ بھی سخت آزمائشوں میں ڈالے گئے اور یوں صادقین اور کاذبین کا امتیاز ہوتا رہا۔"

پس قرآن کریم کے بیان کردہ اس قاعدے کی رو سے پاکستان کے لوگ بھی سخت آزمائش میں ڈال دیئے گئے۔ مسلمانوں کی زبانوں پر تو اسلام ہی اسلام تھا مگر ان کے دلوں میں اسلام کا شائبہ تک نہ تھا۔ خدا ہی کی نگاہ دلوں پر ہے۔ مسلمانوں کی اس روحانی کیفیت کے باوجود جب ہندوستان نے مشرقی پاکستان میں مداخلت کی اور فوج اور اسلحہ سے باغیوں کی امداد کرنی شروع کر دی تو اللہ تعالےٰ کی غیرت آسمان سے اتر کر زمین پر مسلمانوں کا سہارا بن گئی۔ افواج پاکستان نہایت خاموشی اور عجلت کے ساتھ مشرقی پاکستان کے ساحلوں پر اتریں۔ باغیوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ بنگالی رجمنٹیں بھی سامنے آگئیں اور پولیس بھی مزاحم ہوئی۔ مگر افواج قاہرہ پاکستان کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ دشمن بھاگنے شروع ہو گئے اور بہت سے باغیوں کا صفایا کر دیا گیا اور بہت جلد تمام مشرقی پاکستان پر پاک فوج کا قبضہ ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کی امداد غیبی سے پاکستان اس بحران سے بچ نکلا۔ بنگالی مسلمانوں کے ہوش بھی بجا ہونے لگے۔ ان کی آنکھوں سے غلط فہمی کی پٹیاں اترنے لگیں اور کھلے طور پر حقائق ان کے سامنے آنے لگے۔ ان کو اب پتہ لگ گیا کہ وہ ہندوؤں کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے اور دین اور دنیا دونوں سے ہاتھ دھو رہے تھے۔ اب ملک کے تمام گوشوں سے پاک فوج کا بڑے فخر و مسرت اور تشکر سے استقبال ہو رہا ہے۔ مشرقی پاکستان کے مسلمان پوری طرح تو ابھی صحت مند نہیں ہوئے مگر انشاءاللہ آہستہ آہستہ ان کے زخم مندمل ہو جائیں گے۔ ملک کی اقتصادی حالت بہت خراب ہو چکی ہے اور ماہرین اقتصادیات اس کی اصلاح میں مصروف ہو گئے ہیں، دلوں کی دنیا بدلنے کے لئے ابھی اور وقت چاہیئے۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان حالات میں احمدیت کے کیا فرائض ہیں۔ اس سلسلے میں ہم چند معروضات پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

۱۔ بانیٔ تحریک احمدیت نے جب خدا کے حکم کے ماتحت ایک جماعت بنائی تو ان سے سب سے پہلا یہ عہد لیا کہ **ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔** اگر اس عہد پر ساری قوم مجتمع ہو جائے تو پاکستان کے سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ دین کی بنا پر یہ ملک معرض وجود میں آیا ہے اور اگر دین کو مقدم رکھا جائے تو پاکستان کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔ جب ہم نے عہد کر لیا کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے تو قرآن کریم نے ہمیں بتلا دیا کہ اللہ کے نزدیک صحیح دین اسلام ہی ہے اور اسلام کے سوا اور کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔[1] قرآن کریم نے یہ بھی بتا دیا کہ دین اسلام کو قبول کر لینے کے بعد حکومت اور عوام کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ بے سہارا لوگوں کے لئے معقول ٹھکانا اور روزی کا مکمل انتظام کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ دین کے مکذب ہیں مصدق نہیں، یہ ہم نے قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ کیا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔

۲۔ احمدیت اس اصول کی بھی علمبردار ہے کہ اسلام کے اندر داخل ہو کر کوئی شخص دلگیر اور خستہ حال نہیں رہ سکتا۔ اسلام یاس اور ناامیدی سے لگاؤ نہیں رکھتا۔ اسلام ایک پیغام امید ہے! اور اس کا یہ مقصد ہے کہ وہ دنیا کے تمام ادیان پر غالب آجائے۔ ہندوازم یا عیسائیت یا کوئی اور ازم اسلام سے متصادم ہو گا تو پاش پاش ہو کر ختم ہو جائیگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کے اندر روحِ ایمان پیدا کی جائے اور یہ پیدا نہیں ہو

---

[1] ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔

(باقی بر صفحہ کالم اوّل)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۳ر جون ۱۹۷۱ء

انگریزی حکومت اور جماعت احمدیہ

پیغام صلح کی سابقہ اشاعتوں میں ہم اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے زمانہ میں انگریزی حکومت کے متعلق جن وفاداںانہ جذبات کا اظہار کیا، وہ محض اس مذہبی آزادی کا نتیجہ تھا جو انگریزی عہد میں ہر مذہب و ملت بالخصوص مسلمانوں کو حاصل تھی، اس سے قبل سکھوں کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں پر بے انتہا ظلم اور جبر و تشدد روا رکھا جاتا تھا، ان کی مسجدوں کو گرا دیا جاتا یا اصطبل بنا دیا جاتا تھا، انہیں اونچی آواز سے اذان دینے کی اجازت نہ تھی اور مُسلے کے نام سے انہیں پکارا جاتا تھا، اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں:-

" ابھی بہتیرے ایسے لوگ زندہ ہیں جنہوں نے کسی قدر سکھوں کا زمانہ دیکھا ہوگا اب وہی بتائیں کہ سکھوں کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں کا کیا حال تھا۔ ایک ضروری شعار اسلام جو بانگ نماز ہے وہی ایک جرم کی صورت میں سمجھا گیا تھا، کیا مجال کہ کوئی اونچی آواز سے بانگ کہتا اور پھر سکھوں کی برچھیوں اور نیزوں سے بچ رہتا تو کیا اب خدا نے یہ بڑا کام کیا کہ جو سکھوں کی بے جا دست اندازیوں سے مسلمانوں کو چھڑایا اور گورنمنٹ انگریزی کی امن بخش حکومت میں داخل کیا اور اس گورنمنٹ کے آتے ہی گویا نئے سرے سے پنجاب کے مسلمان مشرف باسلام ہوئے، چونکہ احسان کا عوض احسان ہے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اس خدا کی نعمت کو جو ہزاروں دعاؤں کے بعد سکھوں کے زمانہ کے عوض ہم کو ملی ہے یونہی رد کر دیں۔"

مسٹر احسان الٰہی ظہیر نے اپنی شرانگیز کتاب کے مقدمہ میں اس بات کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کی برائیوں میں شمار کیا ہے کہ انہوں نے انگریزی حکومت کی تعریف کی حالانکہ اس زمانہ کی تاریخ کو اگر دیکھا جائے تو تمام مسلمان زعماء اور خود جماعت اہل حدیث اسی جرم کی (اگر اسے جرم کہا جاتا ہے) مرتکب پائی جاتی ہے، مولانا حالی کے ان اشعار کو پڑھیئے۔

حکومت نے آزادیاں تم کو دی ہیں ۔ ترقی کی راہیں سراسر کھلی ہیں
صدائیں یہ ہر سمت سے آ رہی ہیں ۔ کہ راہ ہے پر جانا کہ سب کھلی ہیں
تسلط ہے ملکوں میں امن و اماں کا ۔ نہیں بند رستہ کسی کارواں کا
نمازیں خوشی سے پڑھو مسجدوں میں ۔ اذانیں دھڑلے سے دو مسجدوں میں

اور اس سے بڑھ کر علامہ اقبال نے (جن کے جماعت احمدیہ کے خلاف بیانات مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں نقل کئے گئے ہیں) شہنشاہ برطانیہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے:-

اے تاجدار خطۂ جنت نشانِ ہند ۔ روشن تجلیوں سے تری خاورانِ ہند
محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند ۔ تیغِ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند
ہنگامہ دعا میں مرا سر قبول ہو
اقبال کی یہ نذرِ محقر قبول ہو

اور سب سے بڑھ کر جماعت اہل حدیث کی طرف سے ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی کے موقعہ پر جو ایڈریس دیا گیا اس میں صاف طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ:-

" برٹش رعایائے ہند میں کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں اس مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی، اور اس کے بال بال سے صدائے مبارک باد نہ اٹھتی ہوگی مگر ہمارا یہ فرقہ اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائے وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کو ایک فرض مذہبی قرار دیتا ہے اس اظہار مسرت اور ادائے مبارک باد میں دیگر رعایا سے پیش قدم ہے علی الخصوص گروہ اہلحدیث منجملہ اہل اسلام اس اظہار مسرت و عقیدت اور دعائے برکت میں پیش قدم اور یہی سبقت رکھتا ہے۔"

ان حالات کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحبؒ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے کے لئے یہ پراپیگنڈا کرنا کہ وہ انگریزوں کے بہی خواہ اور سلطنت برطانیہ کے وفادار تھے اور انہیں انگریزوں نے اس بات کے لئے کھڑا کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے اکھیڑ کر اسلامی نہیں بلکہ ہندی قوم بنا دیں، کیا یہ پرلے درجے کی شرانگیزی نہیں؟ کاش اگر ان لوگوں میں ذرا بھی دیانت و امانت کا مادہ ہوتا تو ایسی بات لکھنے سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھتے کہ جو الزام ہم مرزا صاحبؒ پر لگا رہے ہیں، ان کے اسلاف بھی اسی جرم کے مرتکب تھے، اگر گروہ اہل حدیث منجملہ اہل اسلام سلطنت برطانیہ کے جشن جوبلی کے موقعہ پر اظہار مسرت و عقیدت اور دعائے برکت میں پیش قدم اور یہی سبقت رکھتا تھا، تو حضرت مرزا صاحبؒ کا اظہار عقیدت و وفاداری کونسا بڑا جرم ہے، کیا انہوں نے سرکار انگریزی سے کوئی مربعے حاصل کئے؟ کیا انہیں کوئی مال و متاع انگریزی حکومت نے عطا کیا؟ کیا انہیں اعلیٰ درجہ کے خطابات سے نوازا گیا، ہرگز نہیں، ان کا اظہار عقیدت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر مبنی تھا جس میں عادل بادشاہ کی اطاعت کو مذہبی فریضہ قرار دیا گیا ہے، وہ خود فرماتے ہیں:-

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

ہاں ان کی جماعت میں ایسے لوگ بھی تھے جو سلطنت برطانیہ میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے لیکن جماعت احمدیہ ہی کی خصوصیت نہیں، مسلمانوں میں عام طور پر اور جماعت اہلحدیث میں بالخصوص سلطنت برطانیہ کے بڑے بڑے عہدیدار اور خانصاحب اور خان بہادر وغیرہ خطاب پانے والے لوگ موجود تھے، اس کو اس رنگ میں پھیلانا کہ انگریزوں نے جماعت احمدیہ کو مسلمانوں کے خلاف آلۂ کار بنانے کے لئے احمدیوں کو عہدے دیئے تھے، سوائے شرانگیزی کے اور کیا ہے، کیا اس قسم کی فتنہ پردازی ایک مذہبی جماعت کے قائد اور مدینہ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ کے لئے جائز اور روا ہے اور کیا ایسے فتنہ پرداز علماء ھم اشر من تحت ادیم السماء کے مصداق نہیں؟

اجلاس رابطہ کمیٹی مقامی جماعت احمدیہ لاہور

۱۷ر جون کو مقامی جماعت کی رابطہ کمیٹی کا ماہوار اجلاس وحدت کالونی میں محترم صلاح الدین ناصر خاں صاحب کی قیام گاہ پر منعقد ہوا جس میں مقامی جماعت کے صدر اور انتظامیہ کے ممبران نے شرکت کی۔ اسی دن معزز میزبان نے اپنے والد بزرگوار کی برسی منائی جس میں مرحوم موصوف کی زندگی اور اسلام و سلسلہ کیلئے انکی لائق قدر خدمات پر روشنی ڈالی گئی اور زور دیا گیا کہ نوجوانوں کو اپنے بزرگوں کی زندگیوں اور ان کے اسلام و سلسلہ سے عشق و جذب کی یادوں اور روایات کو تازہ رکھنا چاہیئے اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اسلام و سلسلہ کی ترقی کے لئے اپنی بھرپور صلاحیتوں کو بروئے کار لانا اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنے اوقات اس راہ میں لگا دینا چاہئیں۔ مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ محترم میزبان نے مہمان حضرات کی تواضع پرتکلف چائے سے کی۔

انتظامیہ کی ماہوار میٹنگ

مقامی جماعت احمدیہ کی انتظامیہ و عہدیداران کی ماہوار میٹنگ ۱۳ر جون ۱۹۷۱ء اتوار کو جامع احمدیہ، مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوئی جس میں ایجنڈا کے مطابق مختلف امور زیر غور آئے۔ (شعبۂ نشر و اشاعت)

صد حیف!

(ابو ارشد)

راستوں کو سنوارنے والے
جا کے منزل پہ سو گئے صد حیف
رہنما تھے جو ملک و ملت کے
رہگذاروں میں کھو گئے صد حیف

محمد الرحمٰن صاحب سیکرٹری جماعت پشاور

جماعت پشاور کا سالانہ جلسہ

ہمارے اجلاس کا مقصد اخوت کا پیدا کرنا اور تزکیہ نفس ہے

اس جلسہ میں صوبہ سرحد کی تمام جماعتوں نے شرکت کی۔ بنوں سرائے نورنگ سے صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب، صاحبزادہ عبدالرب صاحب۔ صاحبزادہ محمد احمد صاحب عظیم کلے سے جناب محمد مشعل خان صاحب کے صاحبزادے شامل ہوئے۔ چارسدہ سے میاں عبداللہ شاہ۔ سید فضل حق بادشاہ۔ سید علی بادشاہ کے علاوہ ایک دو دوست غیر از جماعت بھی شامل تھے۔ پرنسپل عبدالستار خان بھی چارسدہ کالج سے تشریف لائے۔ صوابی سے مولوی محمد اسحٰق صاحب، ہزارہ سے ماسٹر عبدالرؤف صاحب ماسٹر غلام ربانی خان صاحب۔ مولوی عبدالاحد صاحب عالم خان صاحب۔ گل زمان خان صاحب، حکیم مبارک عبداللہ خان کے صاحبزادہ عبدالسمیع اور عبدالعزیز صاحب تشریف لائے تھے۔ دیر سے ڈاکٹر عبداللہ جان رسول سرین اور عبدالرزاق صاحب سواتی بھی شامل ہوئے۔ لاہور سے جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔ جناب مولانا عبدالمنان صاحب جناب حافظ شیر محمد صاحب۔ میرزا محمد لطیف صاحب تشریف لا کر شریک جلسہ ہوئے۔ ان کے علاوہ شیخ محمدی۔ گگہ والا سفید ڈھیری کے سب احباب شریک جلسہ ہوئے اور راقم الحروف سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

مورخہ ۱۵/۵ کو ٹھیک ۳ بجے پہلا اجلاس زیر صدارت جناب میاں عبداللہ شاہ صاحب منعقد ہوا۔ جلسہ کا افتتاح جناب مولوی عبدالاحد صاحب مبلغ اسلام جماعت ایبٹ آباد نے تلاوت قرآن شریف سے کیا۔ پھر نعتیہ کلام جناب عطاء الرحمٰن خان صاحب نے سامعین کو سنا کر داد و تحسین حاصل کی۔ اس کے بعد میاں عبدالرشید خان نے حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات سنائے۔ پھر راقم الحروف نے پیام محبت اور اغراض جلسہ پر تقریر کی جس میں یہ بتایا کہ جماعت کی زندگی اخوت اور آپس میں محبت سے وابستہ ہے۔ ان اجلاس کی بڑی غرض اس اخوۃ کا جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہم میں پیدا کی کو احیاء ہے۔ میرے بعد جناب مرزا محمد لطیف صاحب اور جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ہر دو نے جامع اور پُر معارف تقاریر کیں۔ اس کے بعد سب احباب نے مل کر چائے نوش فرمائی۔ شام کو درس جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے دیا۔

مورخہ ۱۶/۵ کو صبح ساڑھے آٹھ بجے دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب صدر جماعت پشاور منعقد ہوا۔ حافظ شیر محمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے اس کا افتتاح کیا اور پھر عطاء الرحمٰن اور ماسٹر محمد اسحاق صاحبان نے علی الترتیب اردو اور پشتو میں منظوم کلام سنایا۔ اس کے بعد محمد جمیل الرحمان صاحب نے "حضرت مسیح موعودؑ کے عظیم الشان کارنامے" پر ایک پُر از معلومات تقریر فرما کر سامعین کو مستفید کیا۔ پھر قاضی محمد انور صاحب ایڈووکیٹ نے "آج دنیا کی مشکلات کا حل صرف اسلام میں ہے" کے موضوع پر تقریر فرما کر سامعین کے علم میں اضافہ کیا۔ پھر جناب میاں عبداللہ شاہ صاحب نے روحانیت سے بھرپور تقریر فرمائی۔ پھر جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "دینِ اسلام" پر تقریر فرمائی آپ کی علمی اور جامع تقریر سامعین کے لئے باعث ازدیاد علم تھی۔ آپ کے بعد جناب حافظ شیر محمد صاحب نے ختمِ نبوت پر تقریر کی جس کے بعد یہ اجلاس ختم ہوا اور سب احباب نے مل کر کھانا کھایا۔

۲ بجے نماز ظہر و عصر جمع کی گئی اور ۲½ بجے تیسرا اجلاس زیر صدارت جناب غلام محبوب خان صاحب سیکشن آفیسر منعقد ہوا۔ اس کا افتتاح جناب مولوی عالم خان صاحب نے تلاوت قرآن شریف سے کیا۔ بعدہٗ عزیزم عبدالباسط نے پشتو زبان میں اپنی والدہ صاحبہ کے تیار کردہ اشعار جو حضرت امام زمانؑ کی توصیف میں تھے سنائے۔

پھر جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ نے "دجالی فتنہ" پر ایک جامع اور پُر معارف تقریر کی۔ پھر مرزا محمد لطیف صاحب نے "پیشگوئی درباره مصلح موعود" پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ وہ مامور ہوگا اور مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اور اس کے زمانہ میں تقریباً ۳۰۰ سال کا بُعد ہوگا۔

آخر میں مولینا عبدالمنان صاحب نے "پیغامِ احمدیت" کے موضوع پر تقریر فرما کر سامعین کے علم میں اضافہ کیا۔ آپ کی تقریر کافی عالمانہ اور ہر لحاظ سے قابلِ ستائش تھی۔ اس کے بعد صدر جلسہ نے بھی تقریر کی۔ اور جماعت کمان کی کمزوریوں کی طرف توجہ دلا کر فرمایا کہ جماعت کے اصل مقصد کو پورا کریں۔

آخر میں صدر جماعت پشاور نے سب احباب کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہمارے جلسوں کا مقصد اخوت کا پیدا کرنا اور تزکیہ نفس ہے۔ ہمارے بزرگوں کی زندگیاں مشعل راہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمیں اسی اصول کے تحت جماعت کی بہتری اور بہبود کیلئے سوچنا چاہیئے۔

آپ نے کافی تفصیلات سے افراد کی استعدادوں اور قدروں کو اجاگر کیا۔ اس کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ خدا کے فضل سے یہ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔

بھارت میں یوم مسیح موعودؑ

آج حسب دستور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ وفات کے سلسلہ میں صدر اعلیٰ ہاؤس تیا کریم گنج گیا (بھارت) میں زیر صدارت جناب قبلہ ایم اے صمد صاحب ایم اے مسیح موعودؑ کا یوم وصال منایا گیا فاتحہ خوانی کے بعد مسیح موعودؑ کی خدمت اسلام پر روشنی ڈالی گئی اور دعا خوانی کی گئی۔ ووکنگ کے احمدیہ مشن کی ترقی اور کامیابی کے لئے بھی خاص طور پر دعا کی گئی۔ اس کے بعد حاضرین کی تواضع نو اکہات سے کی گئی۔

ناچیز ایس ایم شوکت۔ سیکرٹری لائبریری صدر اعلےٰ ہاؤس۔ کریم گنج گیا بہار بھارت

کھدّرواہ (مقبوضہ کشمیر) میں

جلسہ یوم وصال مسیح موعودؑ

۲۶ مئی ۱۹۷۱ء ۴½ بجے سے ۷½ بجے تک احمدیہ مسجد کھدّرواہ کے وسیع ہال میں جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کی تقریب منعقد ہوئی مسٹر عبدالرشید صاحب کی تلاوت قرآن کریم، نظم اور چوہدری عبدالحمید صاحب بی ایس سی کی افتتاحی تقریر سے جلسہ شروع ہوا اس کے بعد جناب ڈاکٹر قطب الدین احمد اور ماسٹر عبدالکریم صاحب نے سیرت الرسول صلعم، صداقت اسلام، سیرت مسیح موعود علیہ السلام پر تقاریر کر کے نظریات سلسلہ احمدیہ۔ کارگذاری، حضرت امیر کے دورۂ یورپ وغیرہ کا تفصیلی ذکر کر کے حاضرین کو مستفید کیا۔ مسجد کا پہلا ہال مردوں سے جن میں اساتذہ۔ کلرک۔ طلباء کالج مسلم و غیر مسلم ہر طبقہ کے لوگ تھے بھرا ہوا تھا۔

بالائی ہال میں بھی ہر طبقہ کی مستورات اور طالبات شامل تھیں۔ سب نے نہایت شوق سے کارروائی سُنی اور سلسلۂ عالیہ کے کارہائے نمایاں کی تعریف کی۔

مسٹر شبیر احمد۔ بشارت سلیم۔ بشارت احمد محمد اقبال وغیرہ نے مکالمات کی صورت میں "احمدیت کیا ہے؟" "اسلام کیا ہے؟" پورے جذبہ اور جوش کے ساتھ پیش کیا۔ جسے حاضرین نے بے حد پسند کیا۔ اختتام جلسہ پر مقامی جماعت نے اپنا چھپوایا ہوا اردو، انگریزی، ہندی لٹریچر صداقت اسلام، سیرت النبی صلعم اور حقانیت احمدیت پر مشتمل ۳۰۰ کے لگ بھگ مفت تقسیم کیا۔

خاکسار۔ عبدالحفیظ پبلسٹی سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کھدّرواہ

کتب انجمن کے متعلق ایک خط

غلام رسول صاحب بی اے۔ عربیہ ملیہ کالج۔ جامع محمدی شریف ضلع جھنگ سے رقمطراز ہیں:-

آپ کی مرسلہ کتب:

(1) The Death of Jesus.
(2) Quranic View of Human Freedom.
(3) Islam The Religion of Humanity.
(4) وفاتِ مسیح و نزولِ مسیح

حاصل ہوئے موصول ہوئی ہیں۔ یکبارگی پورے طور پر سب کو پڑھ ڈالا۔ مگر ایسی تحقیق و تدقیق نظر آئی کہ دوبارہ سہ بارہ پڑھنے کو دل چاہا۔ یہی خیال تھا کہ مکمل مطالعہ کے بعد اپنی رائے سے ادارہ کو مطلع کر دوں گا۔ سو مصنفین خصوصاً مولینا محمد علی صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تحقیق کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا محمد علی صاحبؒ نے وفاتِ مسیح میں "رفع الی اللہ" اور نزول مسیح کے بارے میں عیسائیت کے جو دندان شکن صحیح دلائل پیش کئے ہیں، وہ اچھوتے اور اپنے انداز میں بہت ہی نرالے ہیں۔

جناب ڈاکٹر صاحب کے اپنے کتابچے "قرآنی تصوّرِ انسانیت" میں مختلف آیات کی تشریح بہت کمال اور مؤثر انداز میں کی گئی ہے۔ جسے پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔

میرا خیال ہے کہ آپ اسی قسم کے دیگر پمفلٹ ضرور اور جلد روانہ کریں گے تاکہ مطالعہ کا یہ تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

قرآن کریم شرف اور عظمت عطا کرنیوالی کتاب ہے اسکے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے استحکام کے لئے مجددین کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے

خُطبہ جُمعہ
مؤرخہ ۱۱ جون ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت مولینا شیخ عبدالرحمن مصری صاحب دامت برکاتہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ ولبئس المصیر ———— (النور - ۵۵ تا ۵۷) ————

گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں میں نے بتایا تھا کہ کفار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعوذ باللہ مجنون کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے اس کی وجہ یہی تھی کہ حضور نبی کریم صلعم کی طرف سے بار بار اعلان ہوتا تھا کہ اے گروہ منکرین! اگرچہ تم تعداد میں بہت ہو، تمہارا جتھا بہت مضبوط ہے۔ تم جائیدادوں اور اموال والے ہو، سامان حرب بھی تمہارے پاس بکثرت ہے سارا عرب تمہارا مددگار ہے اور وہ بڑے قومی مددگار ہیں لیکن یاد رکھو کہ جب مقابلہ کا وقت آئے گا تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ من اضعف ناصراً واقل عدداً کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور تعداد انجام کے لحاظ سے کم ہے۔ یقیناً تمہارے مقابلہ میں ہم ہی کامیاب اور فاتح ہوں گے۔ تمہیں اپنے لشکر پر گھمنڈ ہے تو سن لو امن ھذا الذی ھو جند لکم ینصرکم من دون الرحمٰن ان الکفرون الا فی غرور یعنے یہ جو تمہارا لشکر ہے رحمان خدا کے مقابلہ میں کیا تمہاری مدد کر سکے گا۔ رحمٰن کے لشکروں اور اس کی طاقت کے مقابلہ میں تمہارے لشکروں کی کیا حیثیت ہے۔ خدا کی قدرت کے سامنے کسی کی کیا پیش جا سکتی ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ اپنے لشکروں اور اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ میں دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ سارا عرب ہمارے ساتھ ہے فرمایا کہ یہ لشکر خدا تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے مقابلہ پر کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

پھر فرمایا امن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ بل لجوا فی عتو ونفور - یعنے دیکھ لو وہ ذات جو تمہیں رزق دے رہی ہے اگر وہ رزق روک لے تو تمہاری کیا حالت ہوگی اس وقت تو تم اپنی دولت اور کشائش کی حالت کی وجہ سے گھمنڈ میں ہو کہ ہم سے ہمارا رزق کون چھین سکتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے عملاً ان سے رزق چھین کر ان پر ثابت کر دیا کہ تمام اسباب وسائل خدا تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہیں ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سات سال قحط ان پر ڈال کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فاقوں سے مرنے لگے، اس قحط کی شدت سے مخلصی کی کوئی راہ انہیں نظر نہ آئی سوائے اس کے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی اور وہ قحط آخر آنحضرت صلعم کی دعا سے ہی دور ہوا، سو خدا کے رزق کے چھین لینے کی وعید کو عملی جامہ پہنا کر کفار کو متنبہ کر دیا کہ تمہاری شکست کی جو پیشگوئی کی جا رہی ہے وہ بھی وقوع میں آ کر رہے گی ایک کا پورا ہونا دوسرے کے پورا ہونے پر یقین دلانے کے لئے کافی سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔

تو میں نے بتایا تھا کہ حضور نبی کریم صلعم کو لوگ اس لئے مجنون کہتے تھے کہ آپ کے پاس نہ جتھا تھا نہ لشکر نہ مال تھا نہ اسلحہ۔ اس بے بسی اور بے کسی کی حالت کے باوجود آپ اعلان فرماتے تھے کہ ہم تم پر جو کامیابی کے مادی سامان وافر رکھتے ہو باوجود بے سر و سامانی کے غالب آئیں گے۔ اس لئے وہ ایسے دعووں کو جنون کی بڑ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ علاوہ اس کے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے مستحکم طور پر قائم ہو جانے کی جو پیشگوئی کی جا رہی ہے یہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔ ہم تو حضور صلعم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ اس لئے آپ کی تعلیم بھی خود بخود ہی ختم ہو جائے گی نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

ان کے اس قول کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ یعصمک من الناس یعنے اللہ تعالیٰ لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا یہ تیری زندگی کا خاتمہ کر سکتے ہی نہیں کیونکہ خدا اور فرشتے آپ کی حفاظت کریں گے، تو یہ ساری باتیں ان کے سامنے اتھونی تھیں - اس لئے وہ ان کو جنون کی طرف منسوب کرتے تھے، خدا تعالیٰ کے نازل کردہ ہدایت نامہ قرآن کریم کے بارہ میں ان کے اس دعوےٰ کے جواب میں کہ ہم اسے مٹا دیں گے اس کو رائج ہی نہیں ہونے دیں گے۔ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - ہم نے ہی اس ذکر یعنے شرف اور عظمت دینے والی کتاب کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کر کے دکھائیں گے۔ کیسے حفاظت اللہ تعالیٰ نے کی۔ اس کے الفاظ کی حفاظت کے لئے لاکھوں حفاظ پیدا کر دیئے، اس کے علوم وغیرہ کی حفاظت کے لئے الراسخون فی العلم پیدا کر دیئے، اس کی پاک تاثیروں کی حفاظت کے لئے اولیاء اللہ اور اہل دل لوگوں کی جماعت ہر زمانہ میں پیدا کرنیکا انتظام کر دیا۔ حفاظت کے وعدہ میں مذکورہ بالا تمام امور کی حفاظت شامل ہے۔

دوسرے یہ کہ لا مبدل لکلمات اللہ - اس کتاب کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ یعنے امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو خدا کی توحید پر قائم رہیں گے اس کا ثبوت یہ ہے کہ خدا کے فرشتے ان پر نازل ہوں گے کہ نہ تم کچھ خوف کرو اور نہ غم کھاؤ۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہم تمہارے دوست ہیں۔

جب مؤمنوں کے ساتھ فرشتوں کی معیت دنیا میں ثابت ہو جائے گی تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآنی کلمات اپنی جگہ قائم ہیں ان میں تبدیلی نہیں آئی فرمایا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - اس بہشت کی خوشی مناؤ جس کا وعدہ تم کو دیا جاتا ہے۔

فرمایا نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون - ہم اس ادنیٰ زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی - جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملتا رہے گا۔ تمہاری سب سے بڑی خواہش تو یہی ہے کہ توحید پھیل جائے تو اس کے سامان بھی ہوتے رہیں گے، تم چاہتے ہو کہ پاک لوگ پیدا ہوں تو ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ اگر تمہاری یہ خواہش ہو کہ خدا کے آگے جھکنے والے اور داعی الی اللہ لوگ پیدا ہوں تو خدا ایسا بھی کرتا رہے گا۔ دیکھ لو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ نے تیار کر دیئے ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً اس سے بڑھ کر کسی کا کیا قول اچھا ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف بلاتا ہے اور اس کے اعمال بھی صالح ہوتے ہیں، وقال اننی من المسلمین اور کہتا ہے کہ میں فرمانبردار ہوں آؤ میری زندگی کو دیکھ لو فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون - میری پہلی زندگی اور بعد کی زندگی دیکھ لو۔ کیا ان دونوں میں کوئی فرق نظر آتا ہے۔ کیا ان میں کوئی اعتراض کی صورت پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی عیب نکال سکتے ہو، یہ چیلنج حضرت نبی کریم صلعم نے بھی اہل مکہ کو دیا اور آنحضرت کے غلام سیدنا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

(مسیح موعود) نے بھی اس زمانہ میں اپنے مخالفین کو دیا لیکن کوئی اسے قبول نہ کر سکا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت صاحبؑ کا سخت ترین دشمن تھا۔ ایک دفعہ بٹالہ کے اسٹیشن پر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے ان کو کہا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی پہلی زندگی کے پاک ہونے کے بارے میں تم نے شہادت دے دی اور بعد کی زندگی ہم نے خود اپنی آنکھ سے دیکھ لی۔

من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً۔ یہ چیلنج کرنے والے خدا کے مقربین و صالحین ہی ہوتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں ساڑھے ستر کروڑ مسلمان ہیں اور اس وقت سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ (مسیح موعود) کی ذات کے سوا اور کوئی شخص اس مقام پر کھڑا ہوا نظر نہیں آتا جس نے علی الاعلان یہ دعوے کیا کہ میں خدا کا سچا فرمانبردار ہوں اور سچے مسلم کی علامات اگر دیکھنی ہوں تو میرے وجود میں دیکھ لو۔

آپؑ نے قبولیت دعا کے نشانات دکھائے۔ مباہلہ پر لوگوں کو بلایا۔ قرآن کریم کے حقائق و معارف بیان کرنے کے لئے لوگوں کو مقابلہ کی دعوت دی۔ خارق عادت امور آپؑ کی ذات سے رونما ہوئے۔ یہ سب قسم کے چیلنج آپؑ نے دیئے۔ یہی امور کسی مامور کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت ہوتے ہیں۔ دیکھو اگر اسلام میں یہ لوگ پیدا نہ ہوں تو اسلام کی زندگی کا کیسے پتہ چل سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہونگے کہ دیگر مذاہب کی طرح اسلام بھی مردہ ہو گیا ہے۔ اس میں بھی مقربان الٰہی پیدا نہیں ہوتے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوں گے کہ کلمات اللہ بدل گئے اور قرآن کریم کا یہ دعوے لاتبدیل لکلمات اللہ باطل ثابت ہوا۔

جلسۂ مذاہب اعظم کے موقعہ پر جن مسلمان علماء نے تقاریر کیں ان میں مولوی محمد حسین بٹالوی بھی تھے انہوں نے اقرار کیا کہ اُمت میں اولیاء اللہ جس قدر تھے وہ سب زیر زمین چلے گئے ہیں اور اقرار کیا کہ اب ہم میں کوئی ولی نہیں۔ جس کو ہم پیش کر سکیں۔ مولینا عبدالکریم صاحبؒ نے حضرت مسیح موعودؑ کا مضمون پڑھ کر سنایا اس کے اندر آپؑ نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ میرے اندر ولایت کی علامات ہیں دیکھ لو۔ اور اپنے وجود کو بطور ایک کامل ولی اللہ کے پیش کیا۔ فرمایا مجھے اللہ تعالےٰ کا مکالمہ مخاطبہ حاصل ہے، مجھے بشارتیں ملتی ہیں، اور اسلام میں یہ سلسلہ تیرہ سو سال سے برابر جاری ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے منتخب بندوں سے کلام کرتا ہے۔

فرمایا لاتبدیل لکلمات اللہ کہ اس کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ کس قدر زبردست چیلنج ہے، یہی حقیقی خدا ہے جو حضور اکرم صلعم نے پیش کیا ہے۔ آنحضور صلعم کو ارشاد ہوتا ہے اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لامبدل لکلماتہ ولن تجد من دونہ ملتحدا یعنی جو کتاب تیرے رب کی طرف سے تجھ پر بذریعہ وحی اتاری گئی ہے اسے لوگوں کو پڑھتے ہو اس کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور اس کے سوا ہرگز اور کوئی جائے پناہ بھی نہیں پاؤ گے، اگر تم نجات چاہتے ہو تو اسی خدا کی اور اس کی اسی کتاب کی طرف آؤ۔ تو فرمایا کہ ہم قرآن کریم کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پس اس امت میں عام اہل اللہ کے علاوہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ماموریت کے مقام پر کھڑے کئے جائیں گے۔ چنانچہ سورۃ المؤمن میں فرمایا:۔

رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علےٰ من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق

یعنے ایسے لوگ بھی اس امت میں اللہ تعالےٰ پیدا فرمائیں گے جن پر خدا اپنی روح نازل کرے گا اور ان کو حکم ہو گا کہ وہ لوگوں کو یوم التلاق سے ڈراتے رہیں۔

اب اگر تاثیر دل والے لوگ پیدا نہ ہوں تو سمجھا جائے گا کہ خدا کے کلمات بدل گئے ہیں۔ لیکن اگر یہ تاثیریں اپنا کام کر رہی ہوں تو ثابت ہو گا کہ یہ زندہ کتاب ہے۔ اور اس زندہ کتاب کا حامل زندہ رسولؐ ہے۔ تو خدا نے بتایا ہے کہ کتاب کی حقیقی حفاظت کا یہی طریق ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کو ارشاد خداوندی ہوتا ہے قل ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علےٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی میں بصیرت کی بناء پر لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں اور یہی میرا راستہ ہے اور میرے متبعین بھی بصیرت کی بناء پر لوگوں کو خدا کی طرف بلائیں گے۔

آیت استخلاف میں جسے میں نے شروع میں تلاوت کیا تھا اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں امت میں ایسے لوگوں کے دائمی طور پر پیدا کرنے کا وعدہ کیا ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کے نائب ہونے کی حیثیت سے دین کی تمکنت کا باعث بنتے رہیں گے اور جس سے اسلام کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں سے وعدہ کرتا ہے جو ایمان لائیں گے یعنے ان کے عقائد بالکل اسلامی تعلیم کے مطابق ہوں گے اور پھر اعمال بھی ان کے شرائع غراء کے مطابق ہوں گے ایسے لوگوں سے میرا یہ وعدہ ہے کہ ضرور بالضرور ان کو زمین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے بناؤں گا جیسا کہ پہلی اُمتوں میں میں بناتا رہا ہوں اب پہلی امتوں کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ یعنے ان میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو اگرچہ نبی تو نہیں ہوتے تھے لیکن خدا تعالےٰ کے مکالمہ کا شرف ان کو حاصل ہوتا تھا۔ اور خدا تعالےٰ کا مکالمہ ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔

پس خدا تعالےٰ نے اسلام کی حقیقی شکل کو قائم رکھنے کے لئے امت میں حضرت نبی کریم کے خلفاء کے سلسلہ کو جاری رکھنے کا انتظام کیا ہوا ہے اور یہ سلسلہ خدا تعالےٰ کی طرف سے دائمی طور پر چلتا رہے گا اور ان خلفاء کا فائدہ یہ ہو گا کہ ان کے ذریعہ سے دین کو تمکنت حاصل ہوتی رہے گی۔ جب بھی دین میں کسی قسم کے ضعف کے آثار نمودار ہوں گے تو فوراً اللہ تعالےٰ رسول صلعم کے کسی نائب کو کھڑا کر دے گا جو اس ضعف کو دُور کر کے دین میں قوت پیدا کر دے گا اور اگر اس کی ہستی کو خطرے میں پڑنے کا خوف درپیش ہو گا تو اس خوف کو خلیفۃ الرسول امن سے بدل دے گا۔

دین اسلام کو قائم رکھنے کے لئے جو خلفاء کی بعثت کا نظام قائم کیا ہے جنہیں حدیث میں مجدد کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یہ نظام اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ یہی اب کامل دین ہے۔ چنانچہ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ یعنی آج تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا گیا ہے اور وہ نعمت جو دین کی تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں مل سکتی ہے اسے بھی انتہا تک پہنچا دیا ہے اس لئے اس دین کا احیاء اور تجدید ضروری تھی تو خلفاء کے ذریعہ یہ فریضہ سرانجام پاتا رہے گا۔ اسکا لئے اسلام میں مجددین پیدا ہونے کا حتمی وعدہ ہے جنہیں آیت میں خلیفہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ان کا سب سے بڑا کام بھی یہی ہے کہ کہیں ضعف نظر آیا اس کو دُور کر دیا۔ فرمایا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ کہ اس دین کو جو ان کے لئے پسند کیا ہے جما دے گا۔ اور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ اس زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کو تباہ کرنا چاہا ضعف اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ معترضین کے اعتراضوں کا تسلی بخش جواب دینے والا کوئی نہ تھا کیونکہ جن عقائد کی بناء پر اسلام پر اعتراض ہوتا تھا وہ بالعموم مسلمانوں کے مسلمہ عقائد تھے گو ان عقائد کو اسلامی تعلیم سے دُور کا بھی واسطہ نہ تھا لیکن مسلمان ان کو درست تسلیم کرتے تھے۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اس کے مٹ جانے کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔ غیر مسلم یہ سمجھنے لگ پڑے تھے کہ اسلام اب آخری سانسوں پر ہے اسے ختم کرنے میں اب کچھ دیر نہیں لگے گی۔ خود مسلمانوں میں بھی یہ احساس پیدا ہو گیا تھا کہ اسلام کا دَور اب ختم ہو چکا ہے۔ موجودہ زمانہ کے علوم کا یہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہزاروں مسلمان عیسائیت کی گود میں جا پڑے چنانچہ خود ایک حدیث نے اسلام کے اس ضعف کا نقشہ بدیں الفاظ کھینچا ہے کہ چاروں اطراف سے حملہ ہو رہا ہو گا۔ چنانچہ مذاہب باطلہ اسلام کو ختم کرنے کے درپے تھے۔ مسلمان تو خود خوف زدہ تھا کہ اب کیا ہو گا۔ ان کے اندر خود ایمان اور عقیدہ کی کمزوریاں پیدا ہو گئی تھیں لکھا ہے کہ یہ زمانہ ایسا ہو گا کہ مشرک قومیں بھی اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گی۔ حضور صلعم سے پوچھا گیا کہ کیا مسلمان تعداد میں تھوڑے ہوں گے۔ فرمایا نہیں تعداد میں کمی نہیں ہو گی بلکہ ایمانی کمزوری ہو گی۔ دین پر پکا ایمان نہیں ہو گا۔ چنانچہ اس زمانہ میں جب اسلام میں ضعف نے اس حد تک راہ پالی تو خدا نے اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کو یاد کر کے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت نبی کریم صلعم کا ایک نائب سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے وجود میں کھڑا کر دیا جسے مسیح اور مہدی کا لقب عطا کر کے ایک طرف تو اسے مسلمانوں کی اصلاح کا کام سپرد کیا اور دوسری طرف مخالفین اسلام کے حملوں کو پسپا کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ چنانچہ اس کمزوری کے وقت میں سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ

تشریف لائے انہوں نے آکر کایا پلٹ کر رکھ دی۔ دشمن سمجھتے تھے کہ ہم اسلام اور اس کے ماننے والوں کو ختم کر کے رکھ دیں گے اور مسلمان خود خیال کرتے تھے کہ اسلام خطرے میں ہے چاروں اطراف سے اعتراضوں کی بارش ہو رہی تھی۔ لیکن حضرت مرزا صاحبؒ نے صرف اعتراضوں کے معقول جواب ہی نہ دیئے بلکہ دلائل و براہین کا ایک منہ توڑ جوابی حملہ کیا کہ طاغوتی طاقتیں ختم ہو کر رہ گئیں۔ اور اسلام بڑی مضبوط چٹان پر قائم ہو گیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے ہر رنگ میں حجت تمام کر کے رکھ دی۔ افسوس ہے مسلمانوں نے کوئی غور نہیں کیا۔ ان پر خوف کا زمانہ آیا ہوا تھا جس کو ایک مامور کے ذریعہ امن میں بدل دیا گیا لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ ان خلفاء اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی عملی حالت یہ ہو کہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ یہ لوگ ایسے ہوں گے جو خدا کی خالص عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے کسی چیز کو غیر محل و موقع پر رکھ دینے کو ظلم کہتے ہیں۔

ایک شرک تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں کسی کو شریک قرار دیا جائے دوسرے شرک کا نقشہ اس آیت میں پیش کیا گیا ہے۔ قل ان کان اٰباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم الخ۔۔۔۔۔۔۔ واللہ لا یہدی القوم الفسقین (۲۴:۹) یعنی ان سے کہو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور تمہاری سوسائٹی اور تمہارے معاشرت کے لوگ اور مال جو تم کماتے ہو اور کاروبار جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہوتا ہے۔ اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ خدا کو محبوب رکھنے والوں اور مادی اسباب کو محبوب رکھنے والوں کے متعلق جاری کر دے اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا مادی اشیاء کو محبوب رکھنے والوں کو نہ روحانی طور پر ہدایت دیتا ہے اور نہ حقیقی معنی میں کامیابی سے ہی ہمکنار کرتا ہے اب واقعات یہ ہیں کہ جب تک مسلمانوں نے دین کو مقدم رکھا اور غیر اللہ کو محبوب بنانے سے اجتناب کرتے رہے اور اس شرک سے بچتے رہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو کامیابی سے ہمکنار رہے اور جس وقت سے انہوں نے دنیا کو دین پر مقدم کر لیا اس وقت سے ان پر زوال آنا شروع ہو گیا۔ شرک کی تیسری قسم اس آیت میں بیان کی گئی ہے ارئیت من اتخذ الٰہہ ھواہ افانت تکون علیہ وکیلا یعنی کیا تیرے سامنے اس شخص کی حالت ہے جس نے اپنی سفلی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے یعنے خدا اور اس کے رسولؐ کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کی پیروی کو ان کی اطاعت پر ترجیح دی ہے پس اسلامی تزکیہ اسباب پر بھروسہ کرنا اور خواہشات نفسانی کی اطاعت میں منہمک ہو جانا یہ سب خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے مترادف ہیں۔ پس خلفاء اور ان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے شرک کی تمام قسموں سے الگ رہتے ہیں، اسلام کی حفاظت کے اتنے بڑے نظام کو الٰہی وعدے کے مطابق عملی جامہ پہنتے ہوئے دیکھ کر بھی جو لوگ خدا کی اطاعت سے منحرف ہو کر حقیقی اسلام میں داخل ہونے سے انکار کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے نافرمان ہونے کی وجہ سے فاسق ہیں اور خدا کا ان کے ساتھ وہی سلوک ہو گا جو نافرمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے پس اے مسلمانو جب بھی اسلام کے ضعف کے وقت خدا کا ایسا خلیفہ امت میں ظاہر ہو تو اس کے ساتھ ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ خدا کے ہاں تمہارا نام بھی نافرمانوں کی لسٹ میں لکھا جائے پس اس کے ساتھ ہو کر نماز کو حقیقی رنگ میں مخلصانہ طور پر قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور ہر بات میں خدا کے رسولؐ کی اطاعت کرو تا تم اللہ کی رحمتوں کے وارث بن جاؤ۔ (۲) بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ کافر لوگ جو اسلام اور اس کے خدا کو عاجز کرنا چاہتے ہیں خدا کو عاجز نہیں کر سکیں گے۔ عاجز کرنا تو کجا خود ان کی یہ حالت ہو جائے گی کہ وہ دنیا میں حسرت کی آگ میں جلتے رہیں گے اور آخرت میں دوزخ کی آگ میں انہیں جلنا پڑے گا اور ان کا انجام نہایت ہی برا ہو گا چنانچہ دیکھ لو کہ خدا کے خلیفہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ظہور کے ساتھ مخالفین اسلام کا کیا حشر ہوا۔ یہ لوگ عاجز اس لئے نہیں کر سکیں گے کہ خدا نے اسلام کے استحکام کے لئے خلفاء کا مضبوط انتظام قائم کیا ہوا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب نے علیٰ وجہ البصیرت اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور اپنے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کے دلوں میں زندہ اور بصیرت سے بھرا ہوا ایمان پیدا کر دیا اور جب تک ایسا ایمان پیدا نہ ہو اس وقت تک قرآن کریم کو حقیقی مشعل راہ بنانا مشکل ہے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کی زندہ ہستی کے نشانات دکھلائے اس قدر کہ خدا کی ہستی کو آشکار کر کے رکھ دیا۔

نہیں چاہیئے کہ ہم اس مقام کے اہل بنیں اور اپنے آپ کو اس کے تمام مقام بنائیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی روحانی حالت کو ایسا بنائیں کہ لوگوں کی توجہ اس طرف ہو۔ ایک وقت تھا کہ احمدی کتاب و سنت کا چلتا پھرتا نمونہ ہوتا تھا۔ لوگ اس کو دیکھ کر متاثر ہوتے تھے۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ایسا نمونہ پیدا کریں اور اسلام و سلسلہ کی تقویت کے موجب بنیں ہمارے اندر سے شرک دور ہو اور ایاک نعبد و ایاک نستعین کا جیتا جاگتا نمونہ پیش کریں۔

درخواست دعا

شیخ عبدالرحمٰن ناظر صاحب علیل ہیں ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے احباب دعا کریں۔

خطبات ریکارڈ کرنے کا انتظام کیا جائے

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب اپنے خط مورخہ ۲۸/۲/۷۱ میں ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی خدمت میں لکھتے ہیں:۔

"آپ کے خطبات کی کتاب مل گئی ہے۔ جزاک اللہ اگر خطبات ریکارڈ کرنے کا بندوبست ہو۔ تو یہ ریکارڈ باہر جماعتوں میں بھیجے جا سکتے ہیں۔ یہاں Sanenth Day Adnentists لوگ ریکارڈ ٹیپ کے ذریعہ اپنے لیکچروں کو Exchange کیا کرتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے چرچ کے جلسوں اور تقاریب کے فوٹو لے کر slides بنا کر دوسرے مقامات پر بھیجتے ہیں۔ اگر مرکز سے اس قسم کا بندوبست کیا جائے اور ایک ڈیپارٹمنٹ ایسا ہو جو Tape Recording کیا کرے اور slides تیار کرے۔ اور ان کو مختلف جماعتوں میں بھیجا کرے تو امید ہے اس طریقہ سے جماعتوں میں کافی دلچسپی اور بیداری پیدا ہو سکتی ہے۔

قارئین کرام سے

ہم جرائد انجمن کو بہتر بنانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ آپ بھی ہمارا ہاتھ بٹایئے اور ان کی اشاعت بڑھانے میں تعاون کیجئے۔

اخبار احمدیہ

کیپٹن عبدالواحد صاحب کا خط

مشرقی پاکستان سے مولانا احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادہ کیپٹن عبدالواحد صاحب لکھتے ہیں:۔

محترمی مکرمی آنریری جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

آپ کی یاد آوری کے لئے ممنون ہوں۔ آپ کی اور دیگر احباب کی دعاؤں کا شکریہ غالباً انہی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت مشکل وقت میں اپنی حفاظت میں رکھا

لاہور سے واپسی کے بعد میں اپنا چندہ نہیں بھیج سکا ہوں، بڑی وجہ یہاں کے حالات رہے ہیں جو کہ ایک لمبے عرصہ سے رو بہ تنزل تھے۔ اگلے ماہ اس طرف آنے کا ارادہ ہے تمام حساب انشاء اللہ تعالیٰ صاف کر دوں گا۔

قرارداد تعزیت

آج بعد نماز جمعہ زیر صدارت محمد شریف خاں صاحب صدر جماعت احمدیہ ملتان جماعت نے محترم میاں نثار احمد شیخ صاحب کی والدہ محترمہ کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا۔ جماعت باری تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں قرب عطا فرمائے اور مغفرت فرمائے۔ تمام جماعت محترم میاں نثار احمد شیخ صاحب اور جملہ لواحقین کے رنج و غم میں برابر کی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ میاں نثار احمد شیخ صاحب اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا مصری صاحب کا پتہ

بعض لوگ مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا موجودہ پتہ معلوم کرنے کے خواہاں ہیں۔ ان کا پتہ حسب ذیل ہے:۔

25 - T، GULBERG - 2
LAHORE

درخواست دعا

محترم کیپٹن عنایت شاہ صاحب منیجر چک 6/4 L اوکاڑہ کی دو بچیاں سخت بیمار ہیں احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

جماعت کے کچھ احباب مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کے لئے احباب دعائیں فرمائیں۔

(بسلسلہ صفحہ ۲)

سکتی جب تک اسلام کو زندہ مذہب ثابت نہ کیا جائے۔ اسلام کا خدا خود زندہ ہے اور اپنے نام لیواؤں کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اپنی ذات میں قائم ہے اور اپنے بندوں کو قائم رکھتا ہے۔ اسی لئے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے دنیا کے تمام مذاہب کو چیلنج کیا کہ وہ ہمارے مقابل میں آکر دو طرح سے ہماری آزمائش کریں:—

(ا) دلائل کا مقابلہ دلائل سے ہو گا۔ قرآن مجید اسلام کی الہامی کتاب ہے اسلام کے مقابلے پر آنے والا اپنی الہامی کتاب لے کر آجائے اور صرف الہامی کتابوں کی بناء پر مذاہب عالم کی صداقت کو پرکھا جائے۔ جو کچھ پیش کیا جائے اپنی اپنی الہامی کتب سے ہی پیش کیا جائے۔ دعوے کے ثبوت میں جو دلائل دیئے جائیں وہ بھی الہامی کتب سے ہی دیئے جائیں۔ ایسے مقابلوں میں اسلام اپنے مخالفوں کو چاروں شانے چت گرا دے گا۔ اٹھارہ سو چھیانوے میں حضرت مرزا صاحبؒ کی زندگی میں مذاہب عالم کا ایک مقابلہ اسلام سے ہوا اور بمقام لاہور تمام مذاہب کے مشاہیر اس مقابلہ میں لنگر لنگوٹے کس کر آگئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علمائے ہند نے حضرت مرزا صاحبؒ کے خلاف کفر کے فتوے صادر کر رکھے تھے۔ مرزا صاحبؒ کے علاوہ کچھ اور علمائے اسلام بھی اس مقابلے میں شامل ہوئے۔ آریوں سناتن دھرمیوں برہمو سماجیوں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر مذاہب کے نمائندگان نے مذاہب عالم کے اس اجلاس میں اپنے اپنے مقالے پڑھے حضرت مرزا صاحبؒ کی باری آئی تو ان کا مضمون اتنا دلچسپ، مفید اور پر از معارف ثابت ہوا اور اس میں ایسے براہین قاطعہ، دلائل نیرہ موجود تھے کہ ایک مولوی صاحب نے اپنا وقت بھی حضرت مرزا صاحبؒ کو دے دیا اور مرزا صاحبؒ کا مضمون جاری رہا اور پھر بھی ختم نہ ہوا تو منتظمین نے اجلاس میں ایک دن کا اضافہ کر دیا۔ لوگ اس تمام عرصہ میں حضرت مرزا صاحبؒ کے مضمون کو نہایت عقیدت، سکون قلب اور پورے اطمینان اور مسرت سے سنتے رہے جب مضمون ختم ہو گیا تو حاضرین نے تحسین اور آفرین کے نعرے بلند کئے اور بیک آواز یہ قرار دیا کہ حضرت مرزا صاحبؒ کا مضمون سب سے بالا رہا۔

دوسرے دن ملک کے تمام اخبارات نے حضرت مرزا صاحبؒ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اس اجلاس کی سب روئداد صرف اسی وقت شائع ہوئی مگر حضرت مرزا صاحبؒ کا مضمون ایسا تھا جو آج تک متواتر چھپتا چلا آرہا ہے۔ اس کے بیسیوں ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے یہ مضمون سینکڑوں غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں لانے کا موجب ہوا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ کے علاوہ کسی اور مقالہ پڑھنے والے کا مضمون ایک دفعہ کی چھپی ہوئی روئداد کے علاوہ دوسری جگہ کہیں نہیں چھپ سکا۔

(ب) دوسرا طریقہ حضرت مرزا صاحبؒ نے یہ بتایا کہ منقولات کے علاوہ مشاہدات سے بھی خدا کی ہستی ثابت کی جا سکتی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ خدا موجود ہے اور اپنی موجودگی کا ثبوت یوں دیتا ہے کہ اپنے مقرب بندوں سے ہمکلام ہوتا رہتا ہے۔ اس کی سنتا ہے اور اپنی سناتا ہے۔ بندے التجائیں کرتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، خدا ان کا جواب دیتا ہے اور انہیں قبول کرتا ہے، نیز خدا اپنے خاص بندوں کو غیب کی خبروں پر مطلع کرتا ہے اور وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ آنے والے واقعات کی قبل از وقت اطلاع لوگوں کو دے سکیں، جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ ان مقربین الٰہی سے جو لوگ مقابلہ کرتے ہیں وہ ناکام رہتے ہیں۔ خدا کا سلوک ان سے خارق عادت ہوتا ہے۔ خدا انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ پس احمدیت لوگوں کو یہ خوشخبری سناتی ہے کہ جب وہ خدا پر بھروسہ کریں گے تو خدا انہیں کامیاب کرے گا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گا!!

۳۔ احمدیت نے مسلمانوں کو ایک گر یہ سکھایا ہے کہ مسلمان کا مسلمان سے ایک ایسا رشتہ ہے جو کبھی منقطع نہیں ہو سکتا یہ رشتہ کلمہ طیبہ پڑھنے سے قائم ہو جاتا ہے اور پھر ہر مسلمان کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی جان، عزت اور مال کی اس طرح حفاظت کرے کہ جس طرح اپنی جان، عزت اور مال کی حفاظت کرتا ہے۔

۴۔ احمدیت مسلمانوں کو یہ بھی سبق دیتی ہے کہ خدا سے تعلق قائم رکھنے کا واحد ذریعہ نظام نماز ہے مسلم اور کافر میں نماز ہی مابہ الامتیاز ہے۔ نماز کے اپنے چند آداب ہیں انہیں ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

۵۔ احمدیت مسلمانوں کو یہ پیغام بھی دیتی ہے کہ وممّا رزقنٰہم ینفقون یعنی جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ دوسروں پر خرچ کرتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالیٰ کی جو جو نعمتیں انسانوں کو ملی ہیں وہ ان سے دوسروں پر صرف کو دیا کریں۔

یہ نعمتیں خواہ مال و دولت کی شکل میں ہوں خواہ دنیاوی شکل میں ہوں یا قابلیت اور استعداد کی شکل میں ہوں، قوت اور ذہانت کی شکل میں ہوں وہ ان سے دوسروں کو متمتع کرتے رہتے ہیں۔ پس مسلمان کا قدم ہر وقت قربان گاہ امتحان میں رہتا ہے اور وہ اس امتحان میں ہمیشہ کامیاب نکلتے ہیں۔ مسلمانوں کی قوم خیر الامم ہے۔ اور یہ ہر میدان میں ہمیشہ فاتح رہتی ہے، اور اسلام ہی بالآخر تمام دینوں پر غالب آئے گا۔

یہی وقت ہے کہ احمدیہ جماعت ان اصولوں کو لے کر مشرقی پاکستان کی اصلاح کے لئے میدان عمل میں آجائے اور وہاں کے کمزور سے کمزور اور اخلاق کے پست سے پست گڑھے میں پڑے ہوئے انسانوں کو سہارا دے کر انسانیت کی بلندی پر لے آئے اور پھر اس انسانیت کو اور بلند کر کے اخلاقی سطح پر مرتفع کر دے اور پھر اخلاقی بلندیوں سے اٹھا کر روحانیت کی رفعت تک پہنچا دے تاکہ وہاں سے وہ از خود باخدا بن جائیں۔ اے خدا تو ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کر سکیں اور انہیں توفیق دے کہ وہ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے لگ جائیں اے خدا تو ہمارا اور ان کا حامی و ناصر ہو۔

وما توفیقی الا باللہ

حضرت مولینا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دل میں کس قسم کے مسلمان تیار کرنے کی تڑپ تھی

نبی کریم صلعم کے ظہور سے قبل عرب کی حالت۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے اردگرد بدکاریوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھا۔ چاروں طرف گندہی گند پھیلا ہوا تھا۔ اگرچہ ساری دنیا ہی مختلف قسم کی بدیوں میں مبتلا تھی لیکن عرب میں تمام برائیاں نہ صرف ایک جگہ جمع ہوگئی تھیں بلکہ اتنے بڑے پیمانے پر ارتکاب ہو رہا تھا کہ اس کی نظیر کہیں بھی نہ ملتی تھی۔

حضرت نبی کریم صلعم کی پاکیزہ زندگی اور قوم کا اعتراف

ایسے ماحول میں ہر ایک قسم کی بدی سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے پاکیزہ زندگی بسر کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر حضرت نبی کریم صلعم نے اس کو کر کے دکھا دیا، یہاں تک کہ قوم نے آپؐ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارنا شروع کر دیا۔ اور دعوئے نبوت کے بعد بھی جب آپ نے قوم کو یہ کہہ کر چیلنج کیا فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون تو قوم کے کسی فرد کو بھی اس چیلنج کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی ایک معمولی سے معمولی لغزش بھی آنحضور صلعم کی طرف منسوب نہیں کی گئی۔

دعوٰی کے بعد کی شہادت

اگر دعوے سے قبل آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم قوم میں صادق اور امین کے نام سے مشہور تھے تو دعوے کے بعد بھی قوم کے اس اعتقاد میں کوئی فرق نہیں آیا۔ چنانچہ باوجود دشمن ہو جانے کے پھر بھی آنحضور صلعم کے کیرکٹر کے پاکیزہ ہونے کی شہادت دیتے رہے جیسا کہ ابوسفیان رئیس مکہ کی اس شہادت سے ظاہر ہے جو اس نے ہرقل قیصر روم کے سامنے دی حالانکہ ابوسفیان رئیس مکہ آنحضور صلعم کا اس وقت جانی دشمن تھا۔ آنحضورؐ کے قلب مطہر پر خدا کی یاد اس قدر غالب تھی کہ دشمنوں کی زبان سے بھی بے ساختہ یہ نکل جاتا تھا عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ، یعنے محمد (صلعم) اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے پیغامِ نکاح کی وجہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیرکٹر کی یہ پاکیزگی ہی تھی جس نے حضرت خدیجہ رضؓ جیسی مالدار اور قوم میں معزز عورت کی توجہ آپؐ کے عقد میں آنے کی طرف منعطف کرائی۔ حالانکہ عرب کے بڑے بڑے مالدار اور دنیاوی لحاظ سے عزتوں کے مالکوں نے انہیں نکاح کا پیغام دیا۔ لیکن اس پاکباز عورت نے ان سب پیغاموں کو رد کر دیا اور حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ شادی کرنے کی خود خواہش کی حالانکہ حضرت نبی کریم صلعم کے پاس ان رؤساء کے مقابلہ میں نہ مال تھا اور نہ ہی آپ دنیاوی لحاظ سے ان جیسی عزت کے مالک تھے لیکن جو دولت آنجناب صلعم کے پاس تھی وہ کیرکٹر کی پاکیزگی کی دولت تھی اور حضرت خدیجہ رضؓ نے اسی دولت کو مادی دولت پر ترجیح دیتے ہوئے آنحضور صلعم کو شادی کا پیغام دیا اس سے حضرت خدیجہ رضؓ کے دل کی پاکیزگی اور کیرکٹر کی بلندی کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔

دونوں کا باہمی صدق وصفا

پھر دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ صدق وصفا کا جو نمونہ دکھلایا وہ بھی اپنی ذات میں بے نظیر ہے۔ دعوئے نبوت ہوتے ہی حضرت خدیجہ رضؓ نے فوراً آپؐ کی تصدیق کی ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو اس دعوے کے قبول کرنے میں تردد نہیں ہوا اور آخر عمر تک آپ نے آنحضورؐ کا ساتھ دیا اور اس راہ میں جو تکالیف اور مصائب بھی آپ کو برداشت کرنے پڑے خندہ پیشانی سے انہیں برداشت کیا اور آنحضورؐ کی وفا کا یہ عالم تھا کہ ان کی وفات کے بعد بھی ہمیشہ انہیں جذبۂ محبت کے رنگ میں یاد کرتے رہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضؓ جیسی بیوی کو بھی رشک آ جاتا تھا۔ آنحضور صلعم ہمیشہ تحائف بھیجتے وقت حضرت خدیجہ رضؓ کی سہیلیوں کو یاد رکھتے تھے اور انہیں تحفے تحائف بھجواتے رہتے تھے۔

. . . .

حضرت نبی کریم صلعم کا تعبد اور حضورؐ پر وحی کا نزول۔

جو گند روسائٹی میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کی بو کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ قلب کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔ آپؐ ہمیشہ ان لوگوں کی صحبتوں سے کنارہ کش رہتے تھے اور آخر شادی کے بعد آنحضور صلعم نے اس بدبو سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے تنہائی کی پناہ لی، آپ لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر غارِ حرا میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہونے لگ پڑے اور وہیں وحی الٰہی سے نوازے گئے اور نبوت کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز کئے گئے اور وہیں اصلاح خلق کا فریضہ آنجناب صلعم کے سپرد کیا گیا جس سے عہدہ برآ ہونا کوئی آسان کام نہ تھا خود اپنی قوم کو ہی بدیوں کو الوداع کہنے پر آمادہ کر کے اس کو نیکیوں پر گامزن کرا دینا ہی اتنا بڑا کام تھا کہ اس کا پورا کرنا پہاڑوں کو زمین سے اکھاڑ پھینکنے سے مشکل تھا چہ جائیکہ ان کے اندر نیکی اور تقوٰے کی ایسی روح پھونک دی جائے کہ وہ صرف اپنے نفوس کی ہی اصلاح پر اکتفا نہ کریں بلکہ دنیا کی اصلاح کا بھی بیڑا اٹھانے کے لئے تیار ہو جائیں اور قرآن شریف کے ارشاد کذالک جعلناکم امۃً وسطًا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ چنانچہ رسول اکرم صلعم کی تربیت سے تربیت یافتہ ہونے کے بعد وہ دنیا میں پھیل گئے اور قوموں کی قوموں کو تقوٰی کے رنگ میں رنگین کر دیا یہ وہ قوم تھی جس کو حضرت نبی کریم صلعم نے تیار کیا تھا اور اسی قسم کی قوم تیار کرنے کی تڑپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھی۔

حضرت نبی کریم صلعم کے خوف کی حقیقت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد اصلاح خلق کا کام جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے کیا گیا تو آپؐ فرماتے ہیں خشیت علٰی نفسی یعنے میں نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا (علٰے بمعنی فی بھی عربی زبان میں آتا ہے) خوف کس بات کا تھا اور کیوں دامنگیر ہوا خوف اسی بات کا تھا کہ یہ بار گراں جو آپؐ کے کندھوں پر ڈالا گیا تھا آپؐ سے اٹھایا بھی جائے گا یا نہیں دل میں اس خیال کے پیدا ہونے کی وجہ یہی تھی کہ قوم کی حالت کو دیکھ رہے تھے کہ بالعموم اس کی اخلاقی گراوٹ اس انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ اسی میں پڑے رہنے پر ان کے دل مطمئن تھے اس پستی سے انہیں بلندی کی طرف کھینچ کر لانا کوئی آسان کام نہ تھا۔

آنحضرت صلعم کو خدا کی طرف سے شرح صدر عطا ہونا۔

اللہ تعالےٰ نے آنحضور صلعم کی اس قلبی کیفیت کو ملاحظہ فرما کر آنحضور صلعم کو شرح صدر عطا فرمایا اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس کام کے لئے انسان کے دل میں شرح صدر پیدا ہو جائے وہ کام خواہ کتنا ہی مشکل ہو اس کو سرانجام دینے کے لئے زبردست ہمت پیدا ہو جاتی ہے، انشراح صدر خدا کی بہت بڑی نعمت ہے جو انسان کے ارادوں اور اس کے عزم میں پختگی پیدا کرنے کا موجب ہو جاتی ہے، اور اس کے قدم کو آگے ہی آگے بڑھاتی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی اس نعمت کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک کیا ہم نے تیرے سینہ میں انشراح نہیں پیدا کر دیا تھا جس کے ذریعہ تیرے کندھوں سے اس بوجھ کو اتار لیا گیا جو تیری کمر کو توڑ رہا تھا۔ یہ آیت صاف اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ قوم کی اصلاح کے کام میں جو مشکلات آپؐ کو نظر آ رہی تھیں وہ آپؐ کی کمر کو توڑ رہی تھیں اور یہی خوف آپؐ کو دامنگیر ہوا تھا کہ ان مشکلات پر کس طرح قابو پایا جائے گا۔ اور خدا کے اس ارشاد کی تعمیل میں کامیابی سے کس طرح ہمکلام ہونے کی سعادت حاصل کی جائے گی، سو خدا نے آپؐ کو تسلّی دے کر اس مہم کو سر کرنے کے لئے مستعد کر دیا اور یہ تسلّی آپ کو وقتاً فوقتاً ملتی رہی چنانچہ سورۃ طٰہٰ کے شروع میں ہی ان الفاظ میں تسلّی دی ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی۔ یعنے یہ قرآن ہم نے اس لئے تو نہیں اتارا کہ تو ناکامی کی شقاوت کا شکار رہے مطلب آیت کا صاف ہے کہ قرآن کریم تیرے کام کو آسان کر دے گا کیونکہ اس کے اندر اس قدر زبردست قوت اور کشش ہے کہ یہ خود بخود ان اکھڑ لوگوں کو بھی اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

قوم کے بدیوں میں مبتلا ہونے کی اصل علت

چنانچہ الٰہی ارشاد کے ماتحت جب اپنے تبلیغی فریضہ کو انجام دینے کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو آپؐ نے سب

سے پہلے اس علت کو معلوم کرنا چاہا جو قوم کو بدیوں میں مبتلا کرنے کا موجب بنی ہوئی تھی۔ پس آپؐ کو صاف نظر آگیا کہ تمام خرابی کی جڑھ اللہ تعالےٰ سے دوری اور اس سے قطع تعلق ہے حقیقی خالق کی معرفت سے محرومی اور باطل معبودوں سے محبت ہی ان کو کشاں کشاں ہر قسم کی برائیوں کی طرف لئے جا رہی ہے۔ سو آپؐ کو یقین ہو گیا کہ تمام خرابیوں کا علاج ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ان کے دلوں میں حقیقی خدا کی ہستی پر کامل ایمان پیدا کیا جائے اور بتوں کی محبت دلوں سے نکال دی جائے۔ اور اپنی رسالت پر یقین دلا دیا جائے۔

قرآن کریم کا اشارہ حقیقی علاج کی طرف

چنانچہ خود قرآن کریم نے اسی علاج کی طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کی فرمایا یاایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر۔ یعنے اے وہ شخص جس نے حق وحکمت کا مال کثرت سے حاصل کر لیا ہے (ادثر کے معنے مالِ کثیر حاصل کرنا بھی ہے) کھڑا ہو جا اور قوم کو انذار کر یعنے ان کی بدیوں کے بُرے انجام پر انہیں متنبہ کر اور اس کا طریق یہی ہے کہ اپنے ربّ کی بڑائی بیان کر یعنے ان کے دلوں میں خدا کی عظمت اور بڑائی پیدا کر، اور جب ان کے دلوں میں خدا کی عظمت اور بڑائی پیدا ہو جائے گی تو بدیاں خود بخود ان کو چھوڑتی چلی جائیں گی اور اپنے دامن کو بھی ہر بدی سے پاک رکھ (مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ اپنے نیک نمونہ سے دوسروں کو متاثر کرے) اور ہر قسم کی پلیدگی سے کنارہ کش رہو اور تبلیغی کوششوں کو اس خیال سے منقطع نہ کرو کہ ہم نے بہت تبلیغ کر لی ہے اور اس راہ میں جو تکالیف پیش آئیں انہیں محض اپنے ربّ کے لئے صبر سے برداشت کرو، یہ وہ تبلیغ کے اصول ہیں جو حضرت نبی کریم صلعم کو شروع میں سکھلائے گئے اور انہی اصولوں پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر کاربند رہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تڑپ کا نقشہ قرآن کریم میں

آنحضور صلعم کے دل میں قوم کی اصلاح کے لئے جو تڑپ موجزن تھی اور حقیقی خدا کے ساتھ اس کے ٹوٹے ہوئے تعلق کو جوڑنے کے لئے جو جوش آپؐ کے دل میں پایا جاتا تھا اس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے فرمایا لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین۔ الشعراء ع۱۔ کیا تو اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ پھر سورۃ الکہف میں فرمایا فلعلک باخع نفسک علےٰ آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفًا۔ یعنے اگر یہ لوگ قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتے تو کیا تو ان آثار کی وجہ سے جو یہ لوگ اپنے پیچھے چھوڑنا چاہتے ہیں غمزدہ ہو کر اپنی جان کو ہلاک کر دے گا۔ پھر الانعام ع۴ میں اس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی کیفیت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے فرمایا وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقًا فی الارض او سلمًا فی السماء فتاتیھم بایۃ ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدیٰ فلا تکونن من الجاھلین، انما یستجیب الذین یسمعون والموتیٰ یبعثھم اللہ ثم الیہ یرجعون۔ یعنے اگر تجھ پر ان لوگوں کا حق وصداقت سے منہ پھیر لینا گراں گذرتا ہے (قرآن کریم کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک تکلیف محسوس کر رہا تھا اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کے بارے میں کتنی زبردست خواہش آنحضور صلعم کے دل میں پائی جاتی تھی) اس کے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اگر یہ بات آپؐ کے دل پر گراں گذرتی ہے تو پھر اگر طاقت رکھتے ہو تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈھ نکالو اور وہاں سے کوئی ایسا نشان لے آؤ جو ان کی گردنیں اس حق کے سامنے جھکا دے لیکن یاد رکھو کہ یہ جبر ہے اور جبر خدا کی سنّت میں داخل نہیں اگر جبر سے ہی کام لینا خدا کی سنّت میں داخل ہوتا تو خدا بغیر رسول بھیجنے کے ہی ان لوگوں کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس آپ اس سنّت اللہ سے بے خبر نہ رہیں ورنہ خواہ نخواہ غم میں گھلتے رہو گے یاد رکھو، اس ہدایت کو وہی لوگ قبول کریں گے جو غور سے اس کو سنیں گے اور مردوں کو خدا اٹھائے گا پھر یہ اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اسی مضمون کو سورۃ یوسف ع۱۱ میں بدیں الفاظ دھرایا۔ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین یعنے تو کتنی بھی حرص کرے اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس حرص کا غلبہ تھا کہ سب لوگ حقیقی مؤمن بن جائیں۔ پھر فاطر ع۲ میں برائیوں کے مرتکبین کے برائیوں پر قائم رہنے کی وجہ سے جو صدمہ آنحضور صلعم کے دل کو پہنچتا تھا اس کو دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی دی ہے افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا فان اللہ یضل من یشاء ویھدی من یشاء فلا تذھب نفسک علیھم حسرات ان اللہ علیم بما یصنعون۔ یعنے تو ان لوگوں کی انکی بداعمالیوں پر اصرار کی وجہ سے حسرتوں کا شکار مت بن، اللہ تعالےٰ ان کی کرتوتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

حضور صلعم کی زندگی کے واقعات سے قرآن کریم کی تصدیق

یہ تو قرآن شریف کی شہادت ہے اس درد پر جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں قوم کی اصلاح کے لئے تھا، اب ہم آپؐ کی عملی زندگی پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو واقعات بھی اسی قرآنی شہادت کی تصدیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ہر وہ شخص جس نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے ان مشکلات سے واقف ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تبلیغی فریضہ کو سرانجام دینے میں پیش آئیں، جونہی آنحضور صلعم نے قوم کو خالص توحید کی طرف دعوت دی اور اپنی رسالت کے اقرار کی طرف بلایا اور بتوں کے متعلق واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ یہ نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ ضرر کے یہ محض پتھر ہیں نہ اس دنیا میں تمہارے کسی کام آئیں گے اور نہ آخرت میں، تمہارا دعوٰی ہے کہ تم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہو کہ یہ تمہیں خدا کا قرب حاصل کرا دیں گے جیساکہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ سے ظاہر ہے بھلا ایک آدمی تو ایسا پیش کرو جس نے ان کی عبادت کے نتیجہ میں قرب الٰہی حاصل کیا ہو، قرآن کریم کا ان کو یہ کھلا چیلنج تھا قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون اذًا لا بتغوا الی ذی العرش سبیلا (بنی اسرائیل ع۵) اس اعلان کا کرنا تھا کہ مخالفت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا بتوں کی محبت جو نسلاً بعد نسلٍ ان کے رگ و ریشہ میں سمائی چلی آرہی تھی وہ [illegible] طرح ان کے دلوں سے نکل سکتی تھی، اگرچہ دلائل کے سامنے وہ عاجز تھے لیکن صدیوں کے راسخ شدہ عقیدہ کو چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ چھوڑنا تو درکنار تمام کے تمام قبائل اپنے بتوں کی حمایت اور دفاع میں ایک قوم بن کر کھڑے ہو گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیست و نابود کرنے کے منصوبے تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ دلائل کا مقابلہ دلائل سے تو وہ کر نہیں سکتے تھے اس لئے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے طاقت کو کامیاب ذریعہ سمجھا۔ سو اندھا دھند اسے استعمال کرنا شروع کیا ادھر اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ایذا رسانیوں کا ہدف بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو ادھر جناب صلعم پر ایمان لانے والوں پر وہ سختیاں روا رکھیں کہ ان کے تصور سے بھی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

کفّارِ مکہ کے تین حربے

مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے یہ سب حیلے بیکار جا رہے ہیں ایمان لانے والوں میں سے کسی ایک شخص کو بھی حق سے پھیرنے میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ ان کا جور وستم دوسروں کو بھی اسلام میں داخل ہونے سے نہیں روک سکا اور دن بدن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

پہلا حربہ

تو بعد مشورہ انہوں نے سختی کی یہ صورت نکالی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی حامی قوم بنو ہاشم اور تمام مسلمانوں کا مکمل بائیکاٹ کر کے انہیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور اس قدر شدید نگرانی کی کہ ایک دانہ بھی نہ اندر جانے دیتے تھے۔

دوسرا حربہ

جب یہ حربہ بھی ان کا ناکام ہوا اور اس سے بھی کسی ایک مسلمان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی تو انہوں نے سختی کی بجائے لالچ سے کام لینے کا منصوبہ بنایا ان کا ایک وفد حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین باتیں پیش کیں کہنے لگے اگر آپؐ کو عورت کی خواہش ہے تو عرب کی سب سے خوبصورت لڑکی آپؐ کے نکاح میں دے دیتے ہیں، اگر آپ کو دولت کی خواہش ہے تو مال و زر کے ڈھیر آپ کے سامنے لگا دیتے ہیں اور اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں، لیکن آپ ہمارے بتوں کی مذمت چھوڑ دیں۔

ان میں سے ہر ایک پیشکش ایسا جال تھا جس میں مضبوط سے مضبوط عزم کا مالک بھی آسانی سے پھنس سکتا تھا خصوصًا جبکہ وہ ان خطرناک مشکلات اور مصائب میں گھرا ہوا تھا جن میں حضرت نبی کریم صلعم گھرے ہوئے تھے مگر چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کا قلب مطہر ہر ایک قسم کی دنیوی خواہش سے مبرا تھا اور جو کام آپؐ کر رہے تھے

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار سے پہلے)

STAR
BANASPATI
THE PUNJAB VEGETABLE GH
تعارفی دام پر
دستیاب ہے
نیا سٹار بناسپتی
★ سٹار کی پہچان۔ خوش ذائقہ پکوان
تیار کردہ۔ دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ۔ لاہور

حضرت نبی کریم صلعم کی تڑپ

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

وہ محض خدا کے لئے تھا اور اس کی تربیا ایک ہی جذبہ کار فرما تھا اور وہ قوم کی خالص ہمدردی کا جذبہ تھا جس کے ماتحت آپؐ اسے شرک توہم پرستی اور جہالت کی دلدل سے نکال کر توحید، حقیقت پسندی اور حرفت الٰہی کے صاف و شفاف چشمہ پر لاکھڑا کرنے کا عزم رکھتے تھے، اس لئے آپؐ نے قوم کی ان تینوں پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور ہر قسم کی تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے اپنے کام میں مصروف رہے۔

(باقی سیاقی)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۲۳ جون ۱۹۷۶ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ۔ شمارہ نمبر ۲۴

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۷ جمادی الاوّل ۱۳۹۱ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۷۱ء | نمبر ۲۵

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرّسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجدّدوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

بغیر حق کے حاکم کے غلط فیصلہ سے فائدہ اُٹھانا آخرت کی عقوبت سے نہیں بچا سکتا

عن اُم سلمۃ رض زوج النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انہ سمع خصومۃ بباب حُجرتہ فخرج الیھم فقال انّما انا بشرٌ وانّہ یاتینی الخصم فلعلّ بعضکم ان یکون ابلغ من بعضٍ فاحسب انّہ صدق فاقضی لہ بذالک فمن قضیت لہٗ بحقِ مسلمٍ فانّما ھی قطعۃٌ من النّار فلیاخذھا اوفلیترکھا۔

ترجمہ:۔ حضرت اُم سلمہؓ نبی صلعم کی بیوی نبی صلعم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑا سُنا تو آپؐ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا میں بشر ہی ہوں اور میرے پاس مقدمہ والے آتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک دوسرے سے زیادہ فصیح بلیغ ہو اور میں سمجھ لوں کہ وہ سچّا ہے اس لئے فیصلہ اس کے حق میں دوں پس جس شخص کے لئے میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے چاہے تو اسے لیلے اور چاہے اسے چھوڑ دے۔

نوٹ۔ از حضرت مولنٰا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کتنا بھی جج نیک نیتی سے فیصلہ کرنے والا ہو اس کا فیصلہ غلط ہوسکتا ہے۔ طرفین مقدمہ کو سمجھایا ہے کہ اگر وہ دوسرے کا حق کھاتا ہے تو محض حاکم کے فیصلہ سے آخرت کی عقوبت سے نہیں بچ سکتا ٭ (فضل الباری)

مال و دولت یا نسبی بزرگی پر بیجا فخر کرکے

دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو

دانشمندی، حلم اور درگذر کے ملکہ کو بڑھاؤ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ گرامی

اخلاقی حالت ایسی درست ہو کہ کسی کو نیک نیتی سے سمجھانا اور غلطی سے آگاہ کرنا ایسے وقت پر ہو کہ اسے بُرا نہ معلوم ہو کسی کو استخفاف کی نظر سے نہ دیکھا جاوے۔ دل شکنی نہ کی جاوے۔ جماعت میں باہم جھگڑے فساد نہ ہوں، دینی غریب بھائیوں کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو مال و دولت یا نسبی بزرگی پر بے جا فخر کرکے دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو، خدا تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وہی ہے جو متقی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم دوسروں کے ساتھ بھی پورے اخلاق سے کام لینا چاہیئے جو بداخلاقی کا نمونہ ہوتا ہے وہ بھی اچھا نہیں ہماری جماعت کے ساتھ لوگ مقدمہ بازی کا صرف بہانہ ہی ڈھونڈتے ہیں۔ لوگوں کے لئے ایک طاعون ہے ہماری جماعت کے لئے دو طاعون ہیں۔ اگر کوئی جماعت میں سے ایک شخص بُرائی کرے گا تو اس ایک سے ساری جماعت پر حرف آئے گا۔ دانشمندی حلم اور درگذر کے ملکہ کو بڑھاؤ۔ نادان سے نادان باتوں کا جواب بھی متانت اور سلامت روی سے دو۔ یاوہ گوئی کا جواب یاوہ گوئی نہ ہو۔ میں جانتا ہوں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم میں کچھ ایسی ہی حکمت عملی تھی کہ اگر ایسا نہ کرتے تو روز ماریں کھاتے پھرتے۔ رومیوں کی سلطنت تھی یہود کے فقیہہ اور فریسی اس کے مقرب تھے اس وقت اگر وہ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسرا گال نہ پھیرتے تو روز ماریں کھایا کرتے اور روز مقدمے ہوتے باوجودیکہ وہ ایسی نرم تعلیم دیتے تھے پھر بھی یہودا نہیں دم نہ لینے دیتے تھے۔ اس وقت کی موجودہ حالت انجیل

(باقی بر صلا کالم ملا)

"چونکہ یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

(وصیت حضرت اقدس)

میرا عارف جو اَب شہید ہے

والدہ عارف ممتاز (بیگم شیخ ممتاز احمد صاحب وزیرآباد) کے جذبات

میرا پیارا بیٹا عارف ممتاز جو اَب شہادت کے مرتبہ کو پہنچ چکا ہے ۱۸ راگست ۱۹۴۹ء کو اپنے ننہال سیالکوٹ میں پیدا ہوا اس کی پیدائش سے چند روز قبل ان کے والد کے کان میں "مبارک" کی آواز آئی چنانچہ سب نے یہ کہا کہ یہ بچہ خاندان کا نام روشن کرنے والا ہو گا۔ اسی طرح عارف کے دادا جان حضرت شیخ نیاز احمد صاحب نے بھی یہ کہا کہ اس بچے کا ستارہ مجھے بلند دکھائی دیتا ہے اور آنے والے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی یہ بچہ ہماری سربلندی کا باعث بنا حضرت شیخ صاحب مرحوم نے اس خوشی کے موقعہ پر غریب اور نادار لوگوں میں نہایت فراخدلی سے روپیہ تقسیم کیا۔ اور سینکڑوں غریبوں کو کھانا کھلایا۔

عارف صحت مند اور انتہائی سعادتمند بچہ تھا۔ تعلیم میں بھی خاصا ذہین تھا۔ ایف اے میں کامیاب ہونے کے بعد فوج میں جانے کا شوق جنون کی حد تک ہو گیا۔ مجھ سے اجازت مانگی۔ پہلی دفعہ تو میں نے روکا کہ تعلیم مکمل کر لو پھر فوج میں چلے جانا۔ مگر دوسری مرتبہ پھر اس نے اصرار کیا تو میں نے بخوشی اجازت دے دی۔ خدا کے فضل سے اسے ہر مرحلہ پر نہایت شاندار کامیابی ہوتی رہی اور اپنی محنت اور نیک خصلتوں کی وجہ سے افسروں اور دوستوں میں بہت جلد ہر دلعزیز ہو گیا، خدا خدا کر کے اس کی پاسنگ آؤٹ پریڈ کا دن آیا ہم سب مل کر کاکول گئے۔ پریڈ وغیرہ دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی جب حلف وفاداری اٹھانے کا وقت آیا تو میرے دل سے یہی دعا نکلی کہ اے اللہ میرے بچے کو ثابت قدم رکھیو۔ یہ قوم کی امانت ہے۔ بار بار میرے منہ سے یہی الفاظ نکلتے رہے۔ اس کے بعد ہم وہاں سے ایک وسیع ہال میں چلے گئے جہاں چائے کا انتظام تھا۔ وہاں بھی ایک عجیب نظارہ تھا۔ قوم کے نوجوان اپنی اس کامیابی پر شاداں نظر آرہے تھے۔ میں دل میں یہی سوچتی اور رشک کرتی رہی اور خدا کا شکر ادا کرتی رہی کہ اس نے مجھے ایسا قابل بچہ عطا کیا جس کی بدولت آج ہمیں یہ خوشی کا دن دیکھنا نصیب ہوا اور پھر ہم سب خوشی خوشی وزیرآباد واپس آگئے ہر طرف سے مبارکبادیں مل رہی تھیں، عزیز رشتہ داروں کے آنے جانے سے خوب رونق تھی۔

پھر عارف کی پوسٹنگ لاہور ہو گئی، کسی نہ کسی اتوار کو آ کر مل جاتا دل کو تسلی رہتی۔ اسی طرح پورا ایک سال بیت گیا۔ عارف کو ایک کورس کے لئے کوئٹہ جانا تھا۔ اس نے لکھا کہ وہ کسی دن ملنے آئے گا، اور چند دنوں بعد ہی اچانک شام کے وقت ہمیں ملنے آ گیا ہم سب مل کر بہت خوش ہوئے پوچھا کہ کوئٹہ کب جا رہے ہو تو کہنے لگا امی میں تو مشرقی پاکستان جا رہا ہوں۔ پھر بھی میرے دل سے یہی دعا نکلی کہ جہاں رہو خیریت سے رہو۔ وہ بھی مجھے تسلی دیتا رہا۔ اور میں اسے خدا کے سپرد کرتی رہی۔ رات دیر تک ماں بیٹے کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر ہم سو گئے صبح ہوتے ہی عارف عزیزوں کو ملنے سیالکوٹ چلا گیا، اس کے ماموں اور ممانی سب کے سب اسے بہت پیار کرتے تھے ۱۸ راپریل کی شام کو میرا عارف سب سے مل کر لاہور کے لئے روانہ ہو گیا۔ جاتی دفعہ بھی حسب معمول اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں چمک۔ جب بھی میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی نگاہیں میری طرف ہی ہوتی تھیں، خدا نے اس موقعہ پر مجھے بہت حوصلہ دیا اور میں نے اسے ہنسی خوشی رخصت کیا۔ یہ خیال دل میں آیا ہی نہیں تھا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہو گی، اس کے بعد اس کے خطوط اور فون اکثر آتے رہتے، فون پر اس کی آواز سن کر دل کو سکون ملتا۔ وہ ہر خط میں مجھے تسلی دیتا کہ آپ فکر نہ کریں میں بالکل خیریت سے ہوں اور امی جان سے دعا کرنے کے لئے خاص طور پر کہتا اسے دعا پر بہت یقین تھا۔ میں بھی اسے ہر خط میں لکھتی کہ ہم دونوں کی دعائیں تیرے ساتھ ہیں پھر ۲ ر جون کو صبح دس بجے ہم اپنے کاموں میں مصروف تھے کہ فون کی گھنٹی بجی میری بچی دوڑتی ہوئی آئی کہ امی ڈھاکہ سے فون آیا ہے ہم سب انتہائی خوشی سے عارف سے ملنے کے لئے فون کی طرف لپکے میرے بیٹے عارف کی آواز کی جگہ کچھ اور ہی پیغام ملا وہ یہ کہ میرا بیٹا میرا جگر گوشہ جسے میں پیار سے عارف کہتی تھی ملک و ملت کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گیا ہے۔ آہ وہ وقت بھی کیا تھا آنکھیں پتھرا گئیں دل ڈوب گیا، منہ سے یہی کلمہ جاری تھا کہ الٰہی یہ تیری ہی امانت تھی لیکن یا اللہ تو نے اس طرح مجھے کیوں آزمائش میں ڈالا مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا لوگ مجھے کہتے تھے کہ رو لو مگر میں آسمان کی طرف منہ کر کے یہی کہتی تھی میرے بچے تم خدا کی امانت تھے تم اپنے وعدے پر پورے اترے میں ایک شہید بیٹے کی ماں بن گئی، خدا مجھے بھی اپنے بچے کی طرح ثابت قدم رکھے آخر ماں ہوں دل کا غم آنسو بن کر بہہ نکلتا ہے، میں دل کو سمجھاتی ہوں کہ رونا نہیں چاہیئے شہید تو ہمیشہ زندہ رہتے ہیں کہیں میرے رونے سے بچے کو تکلیف نہ ہو۔ دل میں اس ایمان سے اطمینان ہوتا ہے اور مجھے خدا کی رضا پر راضی ہونا چاہیئے۔

انسان دنیا میں خدا سے اولاد اس لئے مانگتا ہے کہ وہ بڑی ہو کر اس دنیا میں اس کے لئے سہارا بن سکے اور کوئی عاقبت کے لئے دعا کرتا ہے کہ میرا بیٹا ہمارے لئے آخرت کا سہارا بنا اب میری تین بیٹیاں ہیں اور تین چھوٹے بیٹے ہیں، آپ سے التماس ہے کہ آپ سب ان کے لئے دعا کریں، میرے لئے بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے مزید آزمائش میں نہ ڈالے۔

بہت سے بہن بھائیوں نے تعزیتی خطوط لکھے ہیں، ہم دونوں کے لئے انکا فرداً فرداً جواب دینا ممکن نہیں، ایسے تمام بہن بھائیوں کو خدا جزائے خیر دے جو ہمارے غم میں شریک ہوئے۔

شہید کی ماں
ثریا ممتاز

شکریہ تعزیت

میرے چھوٹے بھائی شیخ ممتاز احمد صاحب کے لڑکے لیفٹیننٹ عارف ممتاز کی شہادت پر بہت سے دوست احباب وزیرآباد تشریف لائے۔ تعزیت کے خطوط اور تار ابھی تک موصول ہو رہے ہیں۔

ان خطوط کو پڑھ کر ہمیں کافی حوصلہ ہوا ہے۔ سب دوستوں نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہادت کا مقام بیان کیا۔ جہاں تک بشریت کا تقاضا ہے کہ جوان سال بیٹے کی جدائی سے دلوں پر کیا گذری ہے۔ مگر دل کو تسلی صرف شہادت کے رتبہ سے ہی ہے جو اس کو ملک کی سالمیت برقرار رکھنے سے ملا ہے۔

اس کی شہادت پر زندگی کو افسوس ہوا ہو گا کہ اس نے ایک غیرت مند نوجوان کو کھو دیا مگر موت نے اس خوبصورت چیز کو بڑے فخر سے خدا کے حضور پیش کیا ہو گا کہ یہ وہ عارف ممتاز ہے جس نے اپنے آج کو قوم کے کل پر قربان کر دیا۔

جیسا کہ پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے عارف شہید کے والدین نے واقعی صبر کا ایسا کمال نمونہ دکھایا ہے جو مومنوں کے شایان شان ہوتا ہے۔

عارف کے والدین عمر کے لحاظ سے ہمارے گھر میں سب سے چھوٹے ہیں مگر اس مرتبہ کی وجہ سے آج وہ پورے خاندان میں سب سے بلند مقام پر ہیں۔

سب دوستوں کو فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے، اس خط کے ذریعہ ہم سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہم اعظم علوی صاحب کے خاص طور پر شکر گذار ہیں کہ انہوں نے قطعہ بہت ہی اچھے انداز میں پیش کر کے شہید کے مقصد کا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے۔

سب دوستوں کی خدمت میں السلام علیکم
مخلص۔ غلام احمد گل۔ وزیرآباد

ایبٹ آباد میں پندرہ روزہ تربیتی کلاس کا اجراء

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے ایبٹ آباد میں ایک پندرہ روزہ تربیتی کلاس کے اجراء کا پروگرام بنایا ہے جو ۱۵ رجولائی تا ۳۰ رجولائی جامع احمدیہ ایبٹ آباد میں جناب خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کی زیر سرپرستی جاری رہے گی۔ معلمین میں خانصاحب موصوف کے علاوہ حافظ ملک شیر محمد صاحب خوشابی اور جناب محمد صالح نور صاحب شامل ہیں۔ ان دو ہفتوں میں احباب کے لئے پنجوقتہ نمازوں اور تہجد میں شرکت اور روزانہ تعلیم و تدریس کی کلاسوں میں شمولیت ازبس ضروری ہے۔ اس عرصہ میں قرآن و حدیث کے درس اور ملفوظات امام عصرؑ، مطالعہ تقابل ادیان اور اسلام و سلسلہ احمدیت کی تعلیم و مطالعہ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس سکول کا مقصد احباب کی دینی و روحانی تربیت ہے لہذا جو اصحاب صرف ان مقاصد کے حصول و تکمیل کے لئے نہ کہ سیر و تفریح کے لئے دو ہفتے مجاہدہ میں گذار سکیں وہی اس میں شمولیت کا عزم فرمائیں۔ اس وقت صرف دس اصحاب اس کلاس میں شمولیت کر سکیں گے۔ خواہشمند اصحاب ۷ رجولائی تک مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے دفتر میں اطلاع دیں۔

مکرم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے ازراہ کرم شامل ہونے والے احباب کے لئے رہائش کی سہولتیں بہم فرمائی ہیں۔ آمد و رفت اور خورد و نوش کے اخراجات احباب کو خود برداشت کرنے ہوں گے اور لوکل بستر سب دوست اپنے ساتھ لائیں۔

خاکسار۔ ڈاکٹر مبارک احمد شیخ۔ آنریری جنرل سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ
۵ احمدیہ مارکیٹ برانڈرتھ روڈ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــــــــ مورخہ ۳۰ جون ۱۹۷۱ء

پاکستان کے پیش آمدہ امور کے متعلق صدر پاکستان کی نشری تقریر

صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ خان نے ۲۸ جون کو ریڈیو اور ٹیلیویژن پر ملک کے موجودہ معاملات کے بارہ میں جو تقریر نشر کی ہے وہ صدر موصوف کی دانشمندی، معاملہ فہمی، گہری سیاسی نظر، حب الوطنی اور اسلام کے ساتھ دلی لگاؤ کی روشن مثال ہے، ابتدائے تقریر میں انہوں نے ملک میں قیام جمہوریت کے لئے اپنی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے اس سیاسی بحران کی طرف توجہ دلائی جو انتخابات کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں کی غدارانہ سرگرمیوں اور ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے ہر قسم کی متشددانہ کارروائیوں، لوٹ مار، آتشزنی اور قتل و غارت کی صورت میں رونما ہوا، اس ضمن میں صدر موصوف نے پیش آمدہ حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت افسوس کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر کیا کہ "کالعدم عوامی لیگ کے چند سرکردہ عناصر نے ملک کے متنازعہ فیہ سیاسی اور آئینی مسائل کو قومی سالمیت کی خاطر باہمی رواداری اور بات چیت سے سلجھانے کے بجائے توڑ پھوڑ اور علیحدگی کی راہ اختیار کی۔ اس طرح کالعدم عوامی لیگ کے مٹھی بھر رہنماؤں نے میری وہ تمام کوششیں ناکام بنا دیں جو میں نے سیاسی جماعتوں کو ایک پائدار اور قابل قبول آئینی ڈھانچے پر متفق کرنے کے لئے کی تھیں، اور اسی سلسلہ میں ہندوستانی مداخلت کاروں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ "ہمارے ہمسائے ملک نے ہمیں کمزور اور مفلوج کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس صورت حال کو مزید بگاڑنے کے لئے وہ فوراً آدمیوں اور ساز و سامان سے علیحدگی پسندوں کی مدد کو اتر آیا، یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کیا گیا" اس صورت حال کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ "جیسے جیسے ہمارہ افواج آگے بڑھتی اور پھیلتی گئیں ویسے ویسے کالعدم عوامی لیگ کے انتہا پسندوں، باغیوں اور پاکستان دشمن ہمسایہ کے درمیان گٹھ جوڑ کا بھیانک منصوبہ سامنے آتا گیا اور یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ علیحدگی پسندوں، باغیوں، شرانگیزوں اور سرحد پار کے جعل اندازوں نے عرصہ تک آپس میں مل بیٹھ کر نہایت احتیاط کے ساتھ اس مہم کی ایک ایک تفصیل تیار کی تھی۔"

صدر پاکستان کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن اور اس کے شرانگیز ساتھیوں نے جو کچھ کیا وہ ہندوستانی حکومت کی شہ پر بھارت کے اس دیرینہ خواب کو پورا کرنے کے لئے کیا گیا، جو پاکستان کو تباہ کر کے اس پر تسلط جمانے کے لئے وہ دیکھتا رہا ہے، بہرحال ان تباہی خیز حالات کے مقابلہ پر پاکستان کی مسلح افواج نے صدر پاکستان کے حکم سے جس دلیری اور شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا اور شرانگیزوں اور مداخلت کاروں کی سرکوبی کر کے ملک میں امن و امان قائم کرتے میں جو قابل قدر اقدام کیا، اس کی داد دیتے ہوئے صاحب صدر نے فرمایا کہ :۔

"آج قوم کو بجا طور پر اپنی مسلح افواج پر فخر ہے اور اس کارنامہ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے آیئے ہم اس موقعہ پر خدائے بزرگ و برتر کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اس کا شکریہ ادا کریں کہ اس نے ہمارے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچا لیا۔"

ہم صاحب صدر کے اس جذبہ کی قدر کرتے ہیں، فی الواقعہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی اور فضل و کرم کا نتیجہ ہے، کہ ایسے نازک حالات میں صاحب صدر کو وہ شعور عطا ہوا جس کے تحت انہوں نے پاکستانی افواج سے کام لینے کا دلیرانہ قدم اٹھایا اور اللہ تعالےٰ نے ان بہادران وطن کو وہ ہمت اور مردانگی عطا کی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، اس کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

اسی ضمن میں صاحب صدر نے اسمبلیوں کے ان منتخب ارکان کے متعلق جنہوں نے مملکت یا معاشرہ کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لیا یا کسی مجرمانہ فعل کے مرتکب ہوئے یہ بتایا کہ انہیں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی رکنیت سے محروم کر دیا جائے گا، اور اس کے بعد جو نشستیں خالی ہوں گی انہیں ضمنی انتخاب کے عام قاعدہ کے مطابق پُر کیا جائے گا"، اس کے ساتھ ہی انہوں نے کالعدم عوامی لیگ کے ان منتخب ارکان سے جن کا اپنی جماعت کے حکمران ٹولے سے علیحدگی پسندانہ پالیسی سے کوئی واسطہ نہیں تھا اور جنہوں نے اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوئی مجرمانہ فعل نہیں کیا یا

جنہوں نے اپنے ہم وطنوں پر مظالم نہیں توڑے، یہ اپیل کی کہ وہ مشرقی پاکستان کے سیاسی ڈھانچہ کی از سر نو تعمیر کے لئے آگے بڑھیں اور اس سلسلہ میں اپنی پوری کوشش کریں۔

ان حالات کے بیان کرنے کے بعد صدر پاکستان نے ملک کے لئے آئین بنانے کی تجویز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

"موجودہ صورت حال خاص طور پر حالیہ واقعات کے غور اور احتیاط سے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسمبلی کے ذریعہ آئین بنانا ممکن نہیں ہے" اس ضمن میں انہوں نے ملک کی سابقہ آئین سازی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ اس سے پہلے مختلف اوقات میں دستور سازی نے بدترین قسم کے سیاسی جھگڑوں اور جوڑ توڑ کو ابھارا جس سے ملک کا وجود ہی خطرہ میں پڑ گیا۔ ان حالات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ :۔

"اس پس منظر اور موجودہ حالات کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے سوائے اس کے کوئی اور چارہ کار نہیں کہ میں ماہرین کی ایک جماعت سے آئین بنواؤں، قومی اسمبلی اس آئین میں ترمیم کر سکے گی، اور اس کا طریق کار اس آئین میں بتا دیا جائے گا۔ اس آئین کو مرتب کرتے وقت کئی دوسرے آئینوں سے استفادہ کیا جائے گا اور اس میں پاکستان کے دوسرے مختلف علاقوں میں بسنے والے لوگوں کی امنگوں کا لحاظ رکھا جائے گا جس کا اندازہ میں نے گذشتہ دو سال سے زائد عرصہ میں خود لگایا ہے، میں نے ایک آئین کمیٹی قائم کر دی ہے، جو آئین کا مسودہ تیار کر رہی ہے، جب مسودہ تیار ہو جائے گا تو میں اس کی دفعات کے بارہ میں اسمبلی کے مختلف لیڈروں سے صلاح و مشورہ کروں گا، مختلف ماہروں اور رہنماؤں کے ساتھ میری بات چیت اور مشوروں کی روشنی میں آئین کو آخری شکل دی جائے گی۔"

اسی ضمن میں آپ نے آئندہ آئین کے متعلق کچھ اہم اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ :۔

"پاکستان کے آئین کی بنیاد اسلامی نظریہ پر رکھی ہے جس کی بنیاد پر خود پاکستان بنا اور جس کی بنیاد پر وہ اب تک برقرار ہے، آئین کو صحیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور ہونا چاہیئے، آئین معاشرہ کے مختلف طبقوں کے لئے مکمل معاشرتی اور اقتصادی انصاف کی ضمانت دے گا۔ یہ آئین وفاقی طرز کا ہوگا اور ان تمام خصوصیات کا حامل ہوگا جو ایک وفاقی آئین میں پائی جاتی ہیں۔"

ہم سمجھتے ہیں، صاحب صدر کا یہ بیان کہ آئین اسلامی نظریۂ حیات پر مبنی ہوگا، پاکستان کی سالمیت کی سب سے بڑی ضمانت ہے، اور امید کی جا سکتی ہے کہ اس سے مختلف جماعتوں اور طبقوں میں اتفاق و اتحاد کی صورت پیدا ہو سکے گی، بشرطیکہ اس میں مختلف جماعتوں کے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر کے تمام کلمہ گوؤں کو ایک وحدت قرار دیا جائے اور کسی کلمہ گو کی تکفیر کو قابل مواخذہ جرم ٹھہرایا جائے۔

دوران تقریر میں صاحب صدر نے ملک کی اقتصادی صورت حالات اور درآمدی پالیسی پر بھی تبصرہ کیا اور اس ضمن میں بیرونی ممالک کی امداد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حالات اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ غیر ملکی امداد پر اب سیاسی رنگ غالب آنے لگا ہے اور پاکستان کے عوام یہ تاثر لے رہے ہیں کہ غیر ملکی امداد کو مشروط بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اگر یہ درست ہے تو میں واضح طور پر یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی امداد ہمارے لئے قابل قبول نہیں جو ہماری قومی خود مختاری میں دخل انداز ہوتی ہو، ہم اس کے بغیر گذارہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں، مجھے یقین ہے کہ نجی شعبہ پاکستان کے وسائل کو ترقی دینے کے لئے سامنے آئے گا اور اس کام میں سرگرمی سے حصہ لے گا، بچتوں سے حاصل ہونے والی رقوم کے ذریعہ بھی سرمایہ کاری اس موقعہ پر معیشت کو بحال کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے"۔

اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ :۔

"قوم آج ایک بحران سے دوچار ہے، ہم نے پہلے بھی کئی بار پختہ عزم اور مصمم ارادے کے ذریعہ پاکستان کی سالمیت کو اندرونی خلفشار اور بیرونی حملوں سے بچایا ہے آج ہمیں پھر اسی عزم اور ارادے کی ضرورت ہے، ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ جانفشانی سے کام کرے اور اقتصادی سرگرمیوں کی رفتار بحال کرے اور اقتصادی ترقی کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے اجتماعی طور پر پیداوار کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوششیں جاری ہیں ہر کسان اپنے کھیت میں اور ہر مزدور اپنے کارخانے میں پیداوار بڑھا کر ان قومی کوششوں میں شریک ہو سکتا ہے، اور اس طرح ملک کی سالمیت اور اتحاد کو برقرار رکھنے میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔"

صاحب صدر کی یہ اپیل قوم کے ہر فرد کے لئے قابل غور اور لائق عمل ہے، ضروری ہے کہ تمام افراد قوم متحدہ طور پر اپنے اپنے وسائل کو ترقی دے کر ملک کی پیداوار کو بڑھائیں اور اس طرح اس بام عروج

(باقی بر صفحہ ۴ کالم ۳)

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز، ایم اے

ایمان اور آزمائش

معاصر "ایشیا" ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

" انبیائے کرامؑ کو اعلانِ توحید کرنے کے جرم میں منکرینِ توحید نے کبھی ستایا۔ ان کے پاک جسم آرے سے چیر دیئے گئے، ان کی بوٹیاں نوچ لی گئیں، وہ زندہ زمین میں گاڑ دیئے گئے لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ اور ان کے ساتھیوں پر بھی مصیبتیں توڑی گئیں یہی سلوک جلیل القدر آئمہ اور بزرگانِ دین سے ہوتا رہا مگر ساری دنیا کو مخالف دیکھ کر بھی انہوں نے حق کا ساتھ نہیں چھوڑا اور اپنے دین کی حفاظت میں جان سے گذر گئے ۔"

احمدیہ تحریک کی تاریخ ایسے ہی مردانِ وفاکیش کے صبر و استقامت سے لبریز ہے۔ اس تحریک کے بانی حضرت مجدد زمانؑ اور آپ کے ساتھیوں کو جو اذیتیں پہنچائی گئیں، وہ سابق جلیل القدر آئمہ اور بزرگانِ دین کے مصائب سے کم نہیں، حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؒ اور مولینا عبدالرحمٰنؒ کی شہادت اس کی نمایاں مثالیں ہیں ایسا ہی کئی لوگوں کے ساتھ محض احمدیت کی وجہ سے تشدد اور ایذا رسانی کا برتاؤ کیا گیا، لیکن ان وفاکیش بزرگوں نے محض رضائے الٰہی کے لئے ہر قسم کے مصائب کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا، کیا یہ مثالیں اس جماعت اور اس کے مقدس بانیؑ کی حقانیت کا ثبوت نہیں ؟

مشرقی پاکستان اور اسلام

مشرقی پاکستان میں جو افسوسناک واقعات گذشتہ مہینوں میں ظہور پذیر ہوئے ہیں اگر ان کے اسباب و عوامل پر غور و فکر کیا جائے اور اس کے نتائج مرتب کئے جائیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہ واقعات دراصل اسلام سے دوری اور نظریہ پاکستان سے روگردانی کا نتیجہ ہیں، پھر گذشتہ بائیس تیئس سال میں اور خصوصاً ایام انتخابات میں "اسلام والوں" اور "اسلام پسندوں" نے اپنے طرزِ عمل سے اسلامی اقدار کو جس بری طرح پامال کیا اور اپنے سفید مطلب اسلام کے نام کو استعمال کرکے اس کی روح کو جس طرح مجروح کیا ہے، اس سے نوجوان نسل میں اسلام اور اسلام کا نام لینے والوں سے بیزاری پیدا ہو گئی۔ اس نے اسلام اور اسلامیوں کو ان کے باہمی تفرقہ و انتشار، مفاد پرستی اور ذاتیات کے لڑائی جھگڑوں کا منبع سمجھ کر ان سے نظری و عملی بغاوت کا اظہار کیا۔ اور جب ان تاثرات کے تحت ملک کے اساسی نظریہ کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اور اسلام کا نام لینے والوں نے اس بیماری کا علاج نہ کیا تو یہ دینی اور دین سے فرار کے رجحان پرورش پانے لگے اور یہ فضا اور ماحول طرح طرح ازموں کی پرورش گاہ بن گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو ملک اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا اس میں علیحدگی پسندانہ رجحانات نے اس قدر تقویت حاصل کرلی کہ خون خرابے تک نوبت پہنچ گئی۔

مشرقی پاکستان کے بحران پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن کے اخبار "سنڈے ٹائمز" نے اپنی ۱۴ مارچ ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں لکھا تھا کہ اب اسلام قوم پرستانہ سیاست کے آگے دم توڑ رہا ہے اور اس کے ماننے والوں میں دیسی قوم پرستی ابھر رہی ہے جو دوسری قوموں کا خاصا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ صورت حال پیدا کرنے میں ماضی کی سیاست کا بھی دخل ہے لیکن غالب سبب اسلامی روح کا فقدان اور نظریہ پاکستان سے روگردانی ہے۔

حقیقی علاج

ضرورت ہے کہ ان اسباب و عوامل کی بیخکنی کی جائے، جن سے مذکورہ بالا افسوسناک اتفاقات رونما ہوئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ نئی نسل میں نظریہ پاکستان سے واقفیت پیدا کی جائے۔ اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے قوم کو روشناس کروایا جائے۔ وہ تعلیمات جو ملت اسلامیہ کے انتشار کا موجب ہوں، جن سے اختلافات جنم لیں اور تعصبات کے رجحانات پرورش پائیں، وہ تعلیمات جن کے تحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر و مرتد قرار دے وہ یقیناً اسلام کی تعلیمات نہیں ہیں۔ آج پاکستان اور پاکستانی مسلمان صرف اور صرف اسی ایک اساس پر قائم رہ سکتے ہیں اور مضبوط ہو سکتے ہیں کہ آج سے چودہ سو سال قبل کے اسلام کے احیاء اور اس کی نشر و اشاعت کی کوشش کی جائے اور اسلام اسی پورے دل سے عملدرآمد کیا جائے جس نے فرقوں، ذاتوں، جماعتوں اور قوموں کو ایک ہی وحدت میں قائم کرکے ایک ہی ملت بنا دیا تھا۔ ہر کلمہ گو فرد اس ملت کی اکائی تھا۔ آج دینی اسلام پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے جس کی نشر و اشاعت صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہی کر سکتی ہے اور اسی کو ہم بالخصوص توجہ دلاتے ہیں کہ موجودہ حالات جس سرگرمی بے جگری اور جانبازی کے ساتھ تبلیغ و نشر و اشاعت اسلام کرنے کے متقاضی ہیں وہ حالات غالباً پہلے میسر نہیں آسکے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ کتاب و سنت کو عام کرکے مشرق و مغرب کی دو دلوں کو کلمہ واحدہ کی برکتوں کی نذر کر دیں کہ حضرت خاتم النبیینﷺ کی تعلیمات اور اسوہ حسنہ پر عمل ہی ہماری ملکی و ملی وحدت کو قائم و دائم رکھ سکتا ہے۔

بقیہ مقالہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

پر ملک کو پہنچا دیں، جہاں بیرونی امداد سے وہ مناسب فنی ہو کر اپنی حیثیت کو آپ استوار کرسکے۔

آخر میں آپ نے ان بیرونی ممالک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنہوں نے موجودہ مشکل حالات میں حکومت پاکستان کے اقدام کی پوری تائید کی ہے، ہندوستان کی مسلسل مداخلت اور دھمکیوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ :-

" اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قسم کے اقدامات اور بیانات سے گریز کیا جائے جن سے مزید اشتعال پیدا ہو، مسائل تصادم سے نہیں بلکہ مسلسل دانشورانہ طریقے ہوتے ہیں تدبر کا تقاضا ہے کہ صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ تاکہ ہمارے مسائل مزید پیچیدہ نہ ہونے پائیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ مسلح تصادم سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا، جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم اپنے سب ہمسائیوں کے ساتھ صلح و آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، ہم کسی کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے اور نہ ہم کسی کو اجازت دیں گے کہ وہ ہمارے معاملات میں دخل انداز ہو لیکن اگر اس قسم کی صورت حال ہم پر ٹھونس دی گئی، تو ہم اپنی علاقائی سالمیت اور خود مختاری کی حفاظت کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔ پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت کو برقرار رکھنے کا ہم پختہ عزم رکھتے ہیں اس سلسلے میں ہمارے عزم کی پختگی کے متعلق کسی کے ذہن میں کوئی غلط فہمی یا غلط تاثر نہیں ہونا چاہیئے۔"

سب سے آخر میں آپ نے فرمایا :-

" قوم کڑی آزمائش سے گذر رہی ہے ہم میں سے ہر ایک کو انتہائی دیانت داری اور خلوص کے ساتھ اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہمارا وطن جو ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہے بدستور ترقی کی راہ پر گامزن رہے ملک کے اقتصادی استحکام اور قومی اتحاد کی خاطر ہمیں بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیئے اس کام کے لئے ہمیں اپنے اندر وہی جذبہ اور وہی جوش پیدا کرنا ہوگا جس کے لئے ہم نے پاکستان قائم کیا، اور اسی عزم و استحکام کا مظاہرہ کرنا ہوگا جس کا اظہار ہم مختلف اوقات میں ملک کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے بچانے کے لئے کرتے رہے ہیں، ہمارے دشمن اس جھوٹی اُمید پر خوش ہیں کہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا ہو جائے گا، انہوں نے ہمارے ملک کو ختم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں **ایک ایسی قوم سے واسطہ پڑا ہے جس کی زندگی محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہے جس کے دل میں ایمان کی شمع روشن ہے** اور جنہیں خدائے بزرگ و برتر کی مدد پر پورا بھروسہ ہے آیئے ہم وقت کی نزاکت کو محسوس کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کو تیار کریں، آیئے ہم اپنے آپ کو بابائے ملت کی توقعات پر پورا اترنے کا اہل بنائیں اور ایک بار پھر دشمنوں پر ثابت کر دیں کہ ہم ایک متحدہ قوم کے فرد ہیں، اور ان کے مذموم اور مذموم ارادوں کو کچلنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ ہم میں سے ہر فرد مجاہد ہے اور جو کوئی ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا خود تباہی کا خطرہ مول لے گا، مجھے اپنے ہموطنوں کے جذبہ حب الوطنی پر پورا بھروسہ ہے اور یقین ہے کہ پاکستان کا بچہ بچہ مشترکہ مقاصد کے حصول میں میرے ساتھ پورا تعاون کرے گا یہ مقاصد جمہوریت کی بحالی ملک کی سالمیت اور اتحاد کی حفاظت اور عوام کی بہبودی پر مشتمل ہیں خدا ہمیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔

" پاکستان پائندہ باد "

آمین ہم صدر پاکستان کے ان نیک ارادوں اور قومی و اسلامی جذبات پر صدق دل سے

منبعِ فیوض و برکات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے

ہماری سب محبتیں اللہ تعالےٰ کی محبتوں ہی پر نثار ہونا چاہئیں

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۸ رجون ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

دامت برکاتہ

بمقام

جامع احمدیہ ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ ولو یری الذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعاً وان اللہ شدید العذاب ۔

(البقرہ ع ۲۰)

توحید الٰہی کے اقرار اور شرک سے اجتناب پر زور

اللہ تبارک و تعالےٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید الٰہی پر بڑا زور دیا ہے اور شرک سے اپنی امت کو دور رکھنے کے لئے بڑی تاکید و تلقین فرمائی ہے گو پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قوموں کو توحید الٰہی اختیار کرنے اور شرک سے مجتنب رہنے کی تلقین کرتے رہے ہیں، لیکن جس قدر زور اس پر قرآن کریم اور حضرت رسول کریم صلعم کے کلام میں پایا جاتا ہے وہ زور پہلے انبیاء علیہم السلام کے کلام میں نہیں ملتا یہی وجہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی قوموں نے خود اپنے نبیوں کو ہی خدا قرار دے کر ان کی پرستش شروع کر دی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں محمد رسول اللہ کہکر اور حضرت نبی کریم صلعم نے کلمہ طیبہ میں جسے ہر مسلمان ہر وقت اپنی زبان سے دوہراتا رہتا ہے اپنے عبد اور رسول ہونے کی حقیقت داخل کر کے اپنے آپ کو معبود بننے سے محفوظ کر لیا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ کو اور ہندوؤں نے رام چندر اور کرشن کو خدائی کے مقام پر پہنچا کر ان کی پرستش شروع کر دی۔ یہود نے بھی عزیر کو ابن اللہ قرار دے دیا اسی طرح ان سے پہلی قوموں نے اسی طریق کو اختیار کیا۔ لیکن اگر کوئی قوم اپنے نبی کو معبود بنانے سے محفوظ رہی ہے اور اس شرک عظیم سے مجتنب رہی ہے تو وہ مسلمان قوم ہی ہے اور یہ قرآن کریم اور کلمہ طیبہ کی صراحت کی برکت ہی ہے جس نے مسلمانوں کو اس شرک سے محفوظ رکھا ہے۔ شرک کے متعلق قرآن شریف کے صریح الفاظ ہیں ان الشرک لظلم عظیم ظلم کے معنے یہ ہیں کہ کسی چیز کی طرف وہ بات منسوب کی جائے جو اس میں نہیں پائی جاتی ہے پس جو صفات اللہ تعالےٰ سے مخصوص ہیں۔ ان صفات کا حامل کسی اور غیر اللہ ہستی کو بنایا اور سمجھایا جائے اور منبع فیوض و رحمت اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو خیال کیا جائے حالانکہ منبع فیوض صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذات والاصفات ہے۔ عام طور پر ہوا یہ ہے کہ دنیا میں جو چیز فیض رساں نظر آئی۔ اس کی پرستش کی جانے لگی۔ سورج جو زندگی کے قیام کے سلسلہ میں ایک نمایاں کام کر رہا ہے، اس کی برکتوں کو دیکھ کر لوگوں نے اس کو منبع فیوض جان کر اسی کو معبود بنا لیا گویا یہ سمجھ لیا کہ اس کی طرف سے ہمیں پہنچنے والے فوائد اس کے ذاتی ہیں اور وہ کوئی باشعور اور بااختیار ہستی ہے جو جس وقت چاہے ان فوائد کو روک لے اور جس وقت چاہے انہیں جاری کر دے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام فیوض کا منبع صرف اللہ تعالےٰ کی ہی ہستی ہے اگر اللہ تعالےٰ نے سورج میں یہ فوائد نہ رکھے ہوتے اور اس میں ہم تک ان فوائد کو پہنچانے کی اہلیت نہ ودیعت کی ہوتی تو اس سے ہمیں ذرہ بھر بھی فائدہ نہ پہنچ سکتا یہی حال کائنات کی ان تمام اشیاء کا ہے جن سے ہم فوائد حاصل کرتے ہیں۔ پس ان اشیاء کی پرستش کرنے والوں نے ان اشیاء کو غیر محل پر رکھ دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ شرک عظیم کے مرتکب ہوئے ہیں شروع قرآن ہی میں الحمد للہ کہکر اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ تمام خوبیاں اور قابل تعریف باتیں جو کسی شئے میں نظر آتی ہیں ان کا مالک درحقیقت اللہ ہی ہے اسی لئے فرمایا لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون ۔ اے لوگو! تم سورج اور چاند کی پرستش نہ کرو۔ اگرچہ یہ بہت مفید کام کر رہے ہیں اور زندگی کی رونق انہی سے وابستہ ہے لیکن یہ مخلوق ہیں ان میں یہ صفات اللہ تعالےٰ نے ہی رکھے ہیں۔ اس لئے سورج اور چاند کی پرستش کرنے کی بجائے اس ذات کی پرستش کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم اسی کی پرستش کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

ہر چیز کا رب خدا ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اللہ تعالےٰ نے کہلوایا ہے کہ کیا میں غیر اللہ کو اپنا رب بنا لوں۔ حالانکہ وہ تو ہر چیز کا رب ہے فرمایا قل اغیر اللہ ابغی ربا وھو رب کل شیء دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالےٰ نے نہ پیدا کی ہو۔ فرمایا ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ۔ دنیا جہان میں جس قدر چیزیں ہیں یہ سب تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں، آسمانوں اور زمینوں کی ساری چیزیں مخلوق اور مربوب ہیں۔ اور سخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض کہکر بتا دیا کہ یہ سب اشیاء تمہاری خدمت کے لئے پیدا کی گئیں ہیں اور تمہارے اندر یہ اہلیت رکھ دی ہے کہ تم ان سے خدمت لے سکتے ہو۔

قوم کا مطالبہ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کا جواب

حضرت موسےٰ کی قوم نے جب حضرت موسےٰ سے مطالبہ کیا کہ ان کے لئے بھی ایسا ہی معبود بنا دیں جیسے معبود کی دوسری قومیں پرستش کرتی ہیں۔ تو حضرت موسےٰ نے انہیں یہ جواب دیا اغیر اللہ ابغیکم الٰھا وھو فضلکم علی العالمین ۔ کیا میں غیر اللہ کو تمہارے لئے معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں جہان کی تمام اشیاء پر فضیلت دی ہے، پس جہان کی جس چیز کو میں تمہارے لئے معبود قرار دوں گا تم اس چیز سے افضل ہو پس تم سے ادنیٰ چیز تمہارا معبود کس طرح ہو سکتی ہے تو تم ان چیزوں کو جو تمہاری خدمت کے لئے بنائی گئی ہیں ان اپنے خادموں کو اپنا معبود بناتے ہو!؟ اس سے بڑھ کر کیا حماقت ہو سکتی ہے۔ ہر وہ چیز جس کو تم خدا کی شریک بناؤ گے وہ نہ صفت خالقیت سے متصف ہو گی اور نہ وہ اپنی اصل اور ذات کے اعتبار سے تمہیں کوئی فائدہ پہنچا رہی ہو گی۔ کلمہ طیبہ میں جو ہم پڑھتے ہیں۔ اور گواہی دیتے ہیں وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ احد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں نہ اس کے افعال میں نہ فیوض پہنچانے میں۔ وہ رحمان ہے۔ اور رحیم ہے۔ وہ جسمانی طور پر ربوبیت اور پرورش کر رہا ہے۔ اور روحانی طور پر وحی و الہام اور نبوت و رسالت کے ذریعہ سے قلب و نظر کی تطہیر و تربیت کر رہا ہے۔ وہ فلاح و صلاح کے لئے کتب نازل فرماتا رہا ہے۔ فرمایا زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب تمہارے فائدہ کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ شرک سے بچنے کی بڑی تلقین و تاکید کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا زور دیا ہے اور شرک کے ارتکاب کی سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ عیسائیوں نے کہا ہے کہ دوسری قوموں نے اپنے نبیوں اور مصلحین کو خدائی صفات دے کر ان کی پرستش شروع کر دی اور ان کو اپنا معبود بنا لیا۔ لیکن اگر کوئی نبی اور رسول اس امر سے بچا ہے کہ اسے خدا قرار دے کر اس کی پرستش کی گئی ہو تو وہ صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہی ہیں۔ کیونکہ کلمہ طیبہ میں ہی ہر مسلمان سے یہ کہلوایا جاتا ہے کہ اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلعم) خدا کے بندے اور خدا کے رسول ہیں، اب اس واضح اقرار کے بعد کوئی مسلمان کس طرح آنحضور صلعم کو خدا قرار دے سکتا ہے پس آنحضور صلعم کو معبود بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

توحید کا مطلب

شرک کے بعد دوسرا امر جس پر اسلام میں زور دیا گیا ہے وہ توحید الٰہی کا اقرار ہے توحید صرف اسی کا نام نہیں کہ خدا کو ایک مانا جائے بلکہ توحید کا اقرار ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہمارا ہر قول اور ہر فعل خدائی ہدایات کے تابع ہو اور حق اور صداقت پر قائم رہنے اور اس کے اظہار کے موقعہ پر اظہار کرنے سے غیر اللہ کا خوف ہمیں روک نہ سکے اسی کی طرف اسی آیت میں اشارہ ہے قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین۔ ان سے کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب فرمانبرداروں سے اول درجہ کا فرمانبردار ہوں۔ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ صرف ظاہری عبادتیں ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری حرکت و سکون ہمارا ہر قول و فعل محض خدا تعالےٰ کے لئے ہی ہو اور موت تک یہی ہمارا عمل رہے۔ پس توحید کا یہی تقاضا ہے جسے ہر موحد کو پورا کرنا چاہیئے۔ دنیا میں ہر انسان پر والدین کا بڑا حق ہے لیکن یہ حق بھی خدا کے بعد آتا ہے اسی لئے دوسرے مقام پر فرمایا وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ کہ تیرے پروردگار نے قطعی حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کسی کی بندگی نہ کرو۔ وبالوالدین احسانا۔ ہاں بے شک ماں باپ کا درجہ اور مرتبہ بہت بلند ہے۔ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہے۔ ان کے ساتھ احسان اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤ لیکن مقدم اللہ تعالےٰ کی ذات کو ہی رکھو۔ اگرچہ والدین کا حکم ماننا اولاد پر فرض کے برابر ہے، لیکن اگر وہ شرک کی تلقین کریں۔ اور خلاف شرع حکم دیں تو ان کی اس امر میں اطاعت ہرگز نہ کرو بلکہ ان کے قول کو ٹھکرا دو۔ تو جس انسان کا دل توحید کے نور سے منور ہو وہ شرک کی طرف نہیں آ سکتا۔

ساحروں کی استقامت

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے ان ساحروں کی مثال ہمارے سامنے ہے جنہیں فرعون نے حضرت موسیٰ کے مقابلہ کے لئے بلایا تھا۔ ان پر جب حقیقت کھل گئی تو وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے اور خدا کی وحدانیت کا علانیہ اقرار کر لیا اس پر فرعون نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور صلیب دینے کی دھمکی دی تو انہوں نے جو جواب دیا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہم تمہیں اے فرعون ان بینات پر جن کا انکشاف ہم پر ہوا ہے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے اور نہ اس خدا پر ہم تمہیں ترجیح دیں گے جس نے ہم کو پیدا کیا تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر لے تو صرف ہماری دنیاوی زندگی کو ہی ختم کر سکتا ہے اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کر سکتا، اب تو ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اور جس امر پر یعنی حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر تو نے ہم کو مجبور کیا تھا اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اسی ایمانی کیفیت کا اظہار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ نے کیا، انہوں نے بھی توحید الٰہی سے محبت کا بے نظیر ثبوت پیش کیا انہیں قتل کیا گیا سخت سے سخت اذیتوں کا نشانہ ان کو بنایا گیا جن کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن انہوں نے اُف تک نہیں کی بلکہ بڑی خندہ پیشانی سے ان اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے خدا کی وحدانیت کا اقرار ان کی زبان پر جاری رہا ان میں سے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے حتیٰ کہ لونڈیوں اور غلاموں تک کو دیکھ لو کہ باوجود جانکاہ تکالیف کا نشانہ بنائے جانے کے انہوں نے کبھی شرک کا اظہار نہیں کیا بلکہ احد احد ہی کہتے رہے اور بعض نے اسی حالت میں جان دے دی۔ میں نے جیسا کہ کہا ہے کہ توحید موحد کو خوف اور حزن سے آزاد کر دیتی ہے چنانچہ فرمایا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اللہ تعالیٰ کے جو بندے ہوتے ہیں ان کے لئے کوئی خوف و حزن نہیں ہوتا۔ توحید الٰہی ایسی چیز ہے کہ اس کے بعد حقیقی موحد انسان کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا۔ صرف اور صرف خدا کا خوف ہی دامن گیر رہتا ہے۔ خدا کی محبت دل میں گھر کرتی چلی جاتی ہے اللہ ان پر اپنی رضا کی راہیں کھولتا چلا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے اور اس وعدہ کو ہم نے مصلحین امت اور مامورین الٰہی کی زندگیوں میں پورے ہوتے دیکھا خصوصاً اس زمانہ میں اپنے امام ہمامؑ کے وجود باجود میں نمایاں طور پر اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

موحد اور مشرک کا مقابلہ

ان آیات میں جو میں نے شروع خطبہ میں تلاوت کی ہیں اللہ تعالےٰ نے ایک موحد انسان اور مشرک انسان کا مقابلہ کر کے دکھلایا ہے۔ فرمایا ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ۔ کہ لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالےٰ کے سوا دوسری ہستی کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہیئے ند کہتے ہیں کسی کے جوہر میں کسی کو شریک ٹھہرا لینا صرف بتوں کو شریک ٹھہرانا ہی توحید کے خلاف نہیں بلکہ دنیا کی کسی چیز کو بھی خدا کے مقابلہ میں رکھنے کا نام اسے ند بنانا ہے مثلاً بعض لوگ والدین کو بعض اولاد اور املاک کو اور بعض اپنی خواہشات کو بعض دوستوں اور اقارب کو اور بعض سوسائٹی کو اور بعض دیگر دنیاوی مفاد کو خدا کا مثل بنا لیتے ہیں یعنے ایسے تمام لوگ خدا کے مقابلہ میں ان کو ترجیح دیتے ہیں خدا کے حکم کو ٹھکرا کر ان کی خوشنودی کو حاصل کرنے میں لذت محسوس کرتے ہیں یہ نقشہ مشرکین کا ہے اور مومنوں کے بارے میں فرمایا والذین آمنوا اشد حباً للہ۔ اور جو مومن ہیں ان کی محبت جو وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ رکھتے ہیں دوسری تمام اشیاء کی محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے، وہ خدا کے مقابلہ میں ہر شئے کو ٹھکرا دینے پر تلے رہتے ہیں اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا لایؤمن احدکم حتی یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما یعنے کوئی شخص مومن بن ہی نہیں سکتا جب تک خدا اور اس کا رسولؐ اس کو تمام دیگر اشیاء سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضور صلعم کے صحابہ رضؓ کا نمونہ ہمارے سامنے ہے میں نے بتلایا ہے کہ جس توحید کو حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے صحابہ رضؓ کے دلوں میں رچا دیا اور راسخ کر دیا اس کو رچانے میں پہلے انبیاء کامیاب نہیں ہوئے تھے حضرت موسےٰ کے صحابہ نے یہ کہکر حکم ماننے سے انکار کر دیا کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو ان جباروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت مسیحؑ کے حواریوں نے مشکل کے وقت حضرت عیسےٰ کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن حضرت نبی کریم صلعم کے صحابہ رضؓ نے نہایت ہی نازک گھڑی میں یہ جواب دیا کہ ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے پیچھے بھی لڑیں گے دائیں بھی لڑیں گے بائیں بھی لڑیں گے۔ دشمن ہماری لاش پر سے گذر کر ہی آپ تک پہنچ سکے گا ہم موسیٰؑ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جا تو اور تیرا رب لڑے۔ ہمیں آپ سمندر میں گھوڑے ڈالنے کے لئے کہیں گے تو ہم ڈال دیں گے یہ اس توحید کے نور کا اثر تھا جو آنحضرتؐ نے ان کے دلوں میں پیدا کی تھی حالانکہ بڑا طاقتور دشمن اپنی پوری تیاری کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا اسی طرح اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کا نمونہ بھی ہمارے سامنے ہے وہ موحد انسان تھے۔ ان پر بڑے بڑے ابتلاء آئے۔ مشکلات کا سامنا ہوا۔ لیکن آپ نے مرد مومن کا کردار ادا کیا اور توحید الٰہی پر ثابت قدم رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اسلام اور ملت اسلامیہ کی حالت دگرگوں تھی حقیقی ایمان دلوں میں نہیں رہا تھا۔ ایمان ثریا پر چلا گیا تھا اسلام صرف اسمی اور رسمی رہ گیا تھا۔ مغز جاتا رہا تھا اور صرف چھلکا باقی رہا تھا۔ اس وقت کے امامؑ نے حقیقی ایمان اور حقیقی اسلام صرف پیش کر کے ہی نہیں دکھلایا بلکہ دلوں میں بھی اسے پیدا کر دیا چنانچہ آپؑ کی بیعت کرنے والوں کے دلوں میں حقیقی توحید کی شمع روشن ہو گئی جس کی برکت سے انہوں نے ان تمام تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جو شروع میں انہیں دی گئیں ان میں سے کسی کے عزم میں لغزش نہیں آئی سب اپنے ایمان پر قائم رہے۔

تو مومنوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لئے ان کی محبت پختہ ہوتی ہے اور بڑی شدت کے ساتھ توحید پر قائم رہتے ہیں۔ چنانچہ احمدیوں نے بھی اپنے وقت میں حدیث نبویؐ کا مصداق ثابت کیا کہ کوئی مومن بن نہیں سکتا جب تک اللہ اور رسولؐ اس کو سب سے بڑھ کر پیارے نہ ہوں یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ان میں حقیقی ایمان پیدا ہو گیا تھا۔ ہمیں ان آیات کی روشنی میں اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہیئے اگر بندے ایسی استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو خدا بھی ان سے محبت کرتا ہے اور خدا جس سے محبت کرتا ہے اس کے لئے ہر فتح و کامرانی مقدر کر دیتا ہے۔ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں بت پرستوں نے کس قدر ظلم ڈھائے۔ اور قتل کرنے کی کسقدر نامسعود مساعی کی ہیں۔ اور کس قدر لاؤ لشکر کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئے۔ لیکن وہ مومنین کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور آخر ش ان پر یہی ثابت

ہوا کہ ان القوۃ للہ جمیعًا کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کو حاصل ہے۔ یہ دعوےٰ کہ قوت سب کی سب اللہ کے ہی قبضہ میں ہے اس دعویٰ کا عملی ثبوت تبھی مل سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دوسروں کے مقابلہ میں کامیابی سے ہمکنار کرے پس حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں صحابہ کرام رض کفار کے ظلم وستم برداشت کرتے رہے لیکن جب ان کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا تو ان کو حکم ہوا۔ اُذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر۔ اب ان مسلمانوں کو اجازت دے دی جاتی ہے کہ وہ ظالموں کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکل آئیں ان کی طاقت وغیرہ کا خوف نہ کریں کیونکہ یقینًا اللہ تعالےٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو حضرت نبی کریم صلعم کو اس الزام کا مورد بناتے ہیں۔ اس آیت پر غور کریں کہ جس وقت مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اس وقت مسلمان صرف ۳۱۳ تھے اور کفار کا لشکر ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا اور ہر ایک قسم کے ہتھیاروں سے لیس تھا اور مسلمانوں کے پاس علاوہ نفری کی قلت کے سامان حرب بھی نہ تھا لیکن فتح مسلمانوں کو ہی حاصل ہوتی ہے کیا دعوےٰ ان القوۃ للہ جمیعًا اور دعویٰ ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر کا جنگ بدر عملی ثبوت بہم نہیں پہنچا رہی چنانچہ اس جنگ کے بعد بھی ہر جنگ میں مسلمان ہی فاتح رہے۔ یہاں تک کہ کسریٰ و قیصر کی حکومتوں نے بھی جب اسلام کو مٹانا چاہا تو منہ کی ہی کھائی اور ان کی حکومتیں ختم ہوگئیں۔ پس خدا بھی اپنے وفادار بندوں سے وفا کا سلوک کرتا ہے ان کی مدد سے کبھی ہاتھ نہیں کھینچتا کوئی ان کو زک نہیں پہنچا سکتا فتح مکہ کے بعد جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ زوجہ ابوسفیان سے یہ عہد لیا کہ وہ آئندہ شرک نہیں کرے گی اور بتوں کی پرستش نہیں کرے گی تو اس نے جواب دیا کیا اب بھی ہم ان بتوں کی پرستش کر سکتے ہیں؟ اگر ان میں کوئی طاقت ہوتی تو کیا آپؐ آج ہم سے بیعت ہی لیتے۔ ہم نے ان کی امداد کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ لیکن یہ کچھ نہ کر سکے اگر ان میں طاقت ہوتی تو ہم کامیاب ہوتے۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت کمزور تھی لیکن فرمایا کہ اب وقت آگیا ہے کہ شرک کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہو۔ اس وقت فتح وکامرانی کے اسباب میں سے کوئی سبب ساتھ نہیں تھا۔ لیکن اس کمزوری اور ناتوانی کے وقت خدا تعالےٰ کی قدرت کے نظارے نظر آئے جس کا اقرار صرف ہندہ نے ہی نہیں بلکہ تمام کفار نے کیا اور ان کو نظر آگیا کہ مؤمن کا دعوےٰ ان القوۃ للہ جمیعًا سچا دعوےٰ ہے اور اسی مشاہدہ نے ان کو آمادہ کیا کہ وہ اسلام کی پیش کردہ خدا کی ہستی اور اس کی حکمتوں اور قدرتوں پر ایمان لائیں اور بتوں کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہیں کیونکہ تمام جنگوں میں ان کے حربی آلات دھرے کے دھرے رہ گئے اور ان کی جنگی مہارت بھی کسی کام نہ آئی اور خدا تعالےٰ کا کلام کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز کہ اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے ہی سچا ثابت ہوا۔

امام الزمانؑ کے دعاوی کا سچا ثابت ہونا۔

اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں بھی حضرت نبی کریم صلعم کے غلام کو بطور امام بھیج کر دنیا پر دوبارہ اپنی قوت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے دعوےٰ کیا تو مخالفت کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا، مولویوں نے کفر کے فتوے لگا دیئے قتل کے منصوبے بنائے اور قتل کے مقدمے تیار کئے۔ مگر حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں کہ خدا میرے ساتھ ہے یہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تمام منصوبے انکے خاک میں مل جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عملی طور پر آپ کامیاب ہوگئے۔ آپ نے وباؤں کے نازل ہونے کی پیشگوئیاں کیں اور وہ سب خدا سے وحی پاکر کیں جن کے نتیجہ میں طاعون پھوٹی جس نے ملک میں تہلکہ مچا دیا اور حضورؑ کا الہام تھا کہ اس وبا کی شدت کو دیکھ کر اور احمدیوں کو علی العموم اس سے محفوظ دیکھ کر لوگ بول اٹھیں گے یا مسیح الخلق عدوانا فن تری من بعد موادنا وفسادنا یعنے اے خلق کے مسیح اس متعدی بیماری سے ہمیں بچا۔ اس کے بعد تو ہمارے گندے مواد اور اپنے نلاعت ہمارے فساد کو نہیں دیکھے گا یعنی ہم تائب ہو کر تیرے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جائیں گے چنانچہ اس الہام کے ماتحت طاعون کی شدت کے زمانہ میں دھڑا دھڑ لوگ حضورؑ کی بیعت میں داخل ہونا شروع ہوگئے مولویوں کے فتووں کی کچھ پیش نہ گئی گویا دنیا نے دوبارہ ان القوۃ للہ جمیعًا کا نظارہ کر لیا۔

اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو کامیاب کرتا ہے۔

ایک شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت صاحبؑ کو ملنے گیا تو راستہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے اسے روک لیا اور قادیان جانے سے منع کیا اس شخص نے کہا خدا کے بندے کی سچائی کا ثبوت یہی ہے کہ تم جیسے اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن کو اپنے خدا سے سب سے بڑھ کر محبت اور غیرت ہوتی ہے حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ کو دیکھ لو۔ دنیاوی حالات کو سامنے رکھ کر کیا کوئی اندازہ کر سکتا تھا کہ یہ کامیاب ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی قوت و قدرت نے ان کو کامیاب کیا۔ اور ہر قوت ان کے مقابلہ میں خاک راہ ہو کر رہ گئی۔ فرمایا وکان حقًا علینا نصر المؤمنین اور فرمایا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر۔

حضرت نبی کریم صلعم کی قوم کی جاں نثاری

میں نے ذکر کیا کہ حضرت موسےٰؑ و عیسیٰؑ کی قوم کا مقابلہ نبی کریم صلعم کی قوم سے کیجئے ان کے ایمان میں ذرّے اور آفتاب کا فرق ہے مشکل اوقات میں موسےٰؑ و عیسےٰؑ کی قوموں نے اپنے مرشد وہادی کا ساتھ چھوڑ دیا اور کہا کہ ہم تمہارے ساتھ نہیں جاتے۔ تم جاؤ ہم آجائیں گے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے کہا حضورؐ! ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے پیچھے بھی لڑیں گے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ تو آپؐ کی قوم کو خدا کی زندہ ہستی اور اس کی قوت و قدرت پر زندہ ایمان تھا۔ اس کی وجہ سے ان میں قوت و استقلال تھا۔ وہ ہر دنیاوی چٹان کے مقابلہ میں سینہ تان کر کھڑے ہوگئے۔ فرشتوں نے ان کی امداد کی۔ توحید پرستی کا یہی نشان ہوتا ہے تو موحد انسان اور قوم کو خدا کے سوا کسی ہستی کا خوف و خطر لاحق نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ اپنی قدرت دکھلاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اپنے مشن میں کامیابی

اس زمانہ میں بھی اللہ تعالےٰ کی قدرت و حکمت کے نشان دکھلائے گئے پھر مؤمنوں کی مدد کا ذکر کرنے کے بعد ان کے مخالفین کے متعلق فرمایا وان اللہ شدید العذاب اس عذاب کے نظارے بھی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں کفار مکہ پر قحط کا عذاب بھی آیا اور جنگوں میں شکستوں کے عذاب کا بھی مزا انہوں نے چکھا اور اب اس زمانہ میں آنحضور صلعم کے غلام کے مقابلہ میں آنے والوں کو مختلف قسم کی وباؤں وغیرہ کے عذاب کا مزا چکھنا پڑا چنانچہ بالکل ابتداء میں ہی حضورؑ نے اپنا یہ الہام شائع کیا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ حضورؑ کی سچائی کے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوئے علماء پیچھے رہ گئے۔ یہ تمام مخالف اپنے مشن میں بری طرح ناکام ہوئے لیکن ان کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مامور کو ہر میدان میں کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کیا یہ خالص توحید ہی کا اثر تھا کہ خدا نے اپنے دعوےٰ ان القوۃ للہ جمیعًا کو سچا ثابت کرنے کے لئے اپنے بندے کی نصرت فرمائی۔ اور خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں بھی دکھلایا کہ میں قادر ہوں میری قدرت کا کوئی اندازہ نہیں، میرا کوئی شریک نہیں، میں اپنے بندے کی مدد پر قادر ہوں، چنانچہ لوگوں نے حضرت صاحبؑ اور آپ کی جماعت کو ختم کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ لیکن کچھ نہ بگاڑ سکے۔ خدا کے فضل سے احمدیت کا پودا بڑھتا اور پھلتا پھولتا چلا گیا۔

ہمارا کام

تو ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اشد حبًا للہ بن جائیں۔ ہماری سب محبتیں خدا تعالےٰ کی محبتوں پر نثار ہو جائیں ہماری خواہشات اور ہمارے ارادے سب کچھ اللہ تعالےٰ کے لئے ہوں اور اسی کی رضا کی چوکھٹ پر اپنی گردن رکھ دیں، ہم خدا کے خالص بندے بن جائیں، حق و صداقت کو لوگوں تک پہنچانے میں ہمیں سوائے خدا کے اور کسی کا خوف و ڈر نہ ہو۔ حق کی تبلیغ ہمارا فرض ہے جسے ہمیں بغیر خوف لومۃ لائم ادا کرنا چاہیئے۔ ہمارا کام دنیا میں حقیقی اسلام کی اشاعت ہے۔ جو عشق قرآن کا حضرت مسیح موعودؑ میں تھا وہ عشق پیدا کریں۔ ہمیں اس رنگ میں رنگین ہونا چاہیئے اور دنیا میں حق اور صداقت کو پھیلانے کے لئے کوتاہی سے کام نہیں لینا چاہیئے اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اشد حبًا للہ کے صحیح معنوں میں مصداق بن جائیں اور حق کے پہنچانے میں کسی مخالفت کی پرواہ نہ کریں ؛

حاصلِ مطالعہ

ایک موازنہ

محمد صالح نور صاحب (لائلپور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ طریق تھا کہ جو کتاب آپ شائع فرماتے اس پر اپنے دستخط فرما کر اور "الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ" کی مہر لگا کر علماء کو بھجواتے۔ راقم الحروف کو قبلہ والد صاحب مرحوم نے مندرجہ ذیل تین کتب عنایت فرمائی تھیں جن پر حضورؑ کے دستخط، تاریخ اور مہر ثبت ہیں:—

۱ – ضرورت الامام ——— (۱۸۹۸)
۲ – کشف الغطا ——— (۱۸۹۸)
۳ – ایام الصلح ——— (۱۸۹۹)

چند روز ہوئے یہی "ایام الصلحؔ" زیر مطالعہ تھی کہ ایک موازنہ ذہن میں آیا جسے ہدیہ قارئین کرام کیا جاتا ہے:—

جماعت احمدیہ ربوہ کا حضرت مسیح موعودؑ کے دعوٰی کے متعلق یہ عقیدہ ہے:— کہ
"نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے اور چونکہ "ایک غلطی کا ازالہ" ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے"
(حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۱)

حضورؑ نے مندرجہ ذیل چند آیاتِ قرآنی، حدیث اور الہام بار بار اپنے دعوٰے کی تائید میں پیش فرمائے ہیں:—

۱ – ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ
۲ – آیت "ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین"
۳ – آیت "واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم"
۴ – حدیث "لا نبی بعدی"
۵ – الہام "جری اللہ فی حلل الانبیاء"

اب عقل اور نقل کا تقاضا ہے کہ اگر جماعت احمدیہ ربوہ کا یہ موقف درست ہے کہ:—
— آپ پر نبوت کا مسئلہ ۱۹۰۱ء میں کھلا
— "ایک غلطی کا ازالہ" میں آپ نے نبوت کا اعلان بڑے زور شور سے کیا۔
— ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی

تو لازم ہے کہ آپ جن آیات قرآنی، احادیث اور الہامات کو ۱۹۰۱ء سے قبل پیش فرماتے رہے ہیں بعد میں ان کے استدلال میں تبدیلی پیدا ہو، اور جن دلائل کو آپ نبوت کی نفی میں پیش فرماتے رہے تھے ان سے اثبات کا پہلو پیش کیا گیا ہو مگر ایسا قطعاً نہیں ہے۔ ہم یہ امر نہایت ذمہ داری سے پیش کرتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہر کتاب کا موازنہ بعد کی کتب سے پیش کیا جا سکتا ہے جس سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے ذیل میں صرف کتاب ایام الصلح (۱۸۹۹) اور ایک غلطی کا ازالہ (۱۹۰۱) کا موازنہ پیش کیا جاتا ہے ؎

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

ایام الصلح (۱۸۹۹)	ایک غلطی کا ازالہ (۱۹۰۱)
(۱) "اس وجہ سے براہین احمدیہ میں بھی ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے حق میں ہیں دیکھو صفحہ ۴۹۸ میں یہ الہام ہے "ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی" اس جگہ رسول سے مراد یہ عاجز ہے۔"	(۱) "چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے "ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ (دیکھو ص۴۹۸ براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔"
(۲) "اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسٰی نبی اللہ ہو کر توریت کی تصدیق کے لئے آئے تھے پس ان کے مقابل پر تمہاری گواہی کیا قدر رکھتی ہے اس جگہ بھی تصدیق جدید کے لئے کوئی نبی ہی چاہیئے تھا سو اس کا جواب ہے کہ اسلام میں اب نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو بنا سکتا جماتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی ...... اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ہیں۔"	(۲) "بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں .... بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت "ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین" اور حدیث "لا نبی بعدی" اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔"
(۳) "اور پھر دیکھو صفحہ ۵۰۴ براہین احمدیہ میں یہ الہام جری اللہ فی حلل الانبیاء" جس کا ترجمہ ہے خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں"	(۳) "پھر اس کے بعد اس کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء" یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔" (دیکھو براہین احمدیہ ص۵۰۴)
(۴) اور آیت "واٰخرین منھم" میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جیسا کہ یہ جماعت مسیح موعود کی صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے مشابہ ہے ایسا ہی جو شخص اس جماعت کا امام ہے وہ بھی ظلی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی موعود کی صفت فرمائی کہ وہ آپ سے مشابہ ہو گا۔"	(۴) "یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جاویں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم" اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے۔"
(۵) علاوہ ان باتوں کے مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے "ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیّین" اور ایسا ہی یہ حدیث بھی کہ لا نبی بعدی" یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آ جائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے۔"	(۵) "تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسٰیؑ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلآزاری کا موجب ہو گا۔"

مندرجہ بالا موازنہ سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں یا کسی اور وقت حضرت مسیح موعودؑ کے عقیدہ یا دعوے میں کسی قسم کی کوئی بھی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ "فتح اسلام" (جو آپؑ کے دعوے کی سب سے پہلی تصنیف ہے) سے لے کر یوم وصال تک آپ نے ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار تحریر اور تقریر میں فرمایا اور آپ کی طرف دعوے میں تبدیلی یا عقیدہ میں تبدیلی کا الزام سراسر بعد کی ایجاد ہے۔

وفات حسرت آیات

یہ خبر احباب کے لئے افسوس کی موجب ہو گی کہ ہمارے معزز دوست محمد صالح نور صاحب کی والدہ ماجدہ مورخہ ۲۰ جون ...... وفات پا گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت فردوس میں جگہ دے اور ہمارے بھائی محمد صالح نور صاحب اور دیگر اعزہ و اقارب کو صبر جمیل عطا کرے۔

پتہ خط و کتابت:۔ محمد صالح نور صاحب 294/B ناظم آباد۔ لائل پور

حضرت مولینا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کس قسم کے مسلمان تیار کرنے کی تڑپ تھی

(۲)

تیسرا حربہ

قوم نے جب دیکھا کہ ان کا لالچ والا حیلہ بھی بیکار گیا تو انہوں نے دھمکی کے حربہ سے کام لینا چاہا، چنانچہ ان کا ایک وفد آنحضور صلعم کے چچا ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کے بھتیجے کے کاموں سے ہم تنگ آ گئے ہیں۔ ہم اپنے بتوں کی مذمت مزید سننے کی تاب نہیں رکھتے، یا تو اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو، ورنہ تمام قبائل متحد ہو کر آپ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیں گے۔ ابو طالب اس دھمکی سے خوفزدہ ہو گئے۔ ان کا خوفزدہ ہونا ایک طبعی امر تھا کیونکہ اکیلے بنو ہاشم تمام قبائل کا کس طرح مقابلہ کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کو بلایا اور کہا اے میرے بھتیجے مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کا اٹھانا میری طاقت سے باہر ہو ـ بتوں کے خلاف وعظ کرنا چھوڑ دو، قوم اسے اب مزید برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے جب اپنے چچا کو اس قدر خوفزدہ پایا تو آپ نے صاف لفظوں میں کہا کہ اے چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں طرف رکھ دیں اور چاند کو بائیں طرف تو میں اس کام کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ یہی تو کام ہے جس کے لئے میں مامور کیا گیا ہوں میری جان بھی اس میں چلی جائے تو میں اس کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔

اگر آپ قوم کے مقابلہ سے عاجز ہیں تو اپنی پناہ کو واپس لے لیں میرا خدا میرے لئے کافی ہے۔ آنحضرت صلعم کی یہ تقریر اس قدر اثر اپنے اندر رکھتی تھی کہ ابو طالب کا دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ وہ بیساختہ بول اٹھے کہ میرے بھتیجے جو چاہو کرو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ قوم کو انہوں نے صاف جواب دے دیا کہ میں نہ اپنے بھتیجے کو حوالہ کروں گا اور نہ اس کی امداد سے دستکش ہوں گا۔

ان حربوں کا ٹھکرانا کس بات پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا کفار کے مذکورہ بالا تینوں حربوں کو اس بری طرح ٹھکرا کر ناکام بنا دینا صاف دلیل ہے اس بات پر کہ آنحضور صلعم کی دعوت الی الحق ہر قسم کے دنیوی مفاد کے خیال سے مبرا تھی جو کچھ آپ کر رہے تھے وہ اگرچہ محض خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل میں کر رہے تھے لیکن اس کے ساتھ قوم کی سچی خیر خواہی کا جذبہ ملا ہوا تھا۔ پس جیسا کہ قرآن کریم نے شہادت دی ہے کہ قوم کو ہدایت کی طرف لانے کے غم میں آپ گھلے جاتے تھے واقعات بتلا رہے ہیں کہ وہ بالکل سچی شہادت ہے۔

مدینہ کی طرف ہجرت

کفار مکہ نے جب بار بار اپنی تدابیر کو ناکام ہوتے دیکھا تو ان کے غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی جس سے مشتعل ہو کر اسلام کی ترقی کے سیلاب کو روکنے کے لئے انہوں نے بالآخر حضرت نبی کریم صلعم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضور صلعم کو ان کے اس منصوبہ سے بذریعہ وحی اطلاع دے دی اور حکم دیا کہ وہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ خدا کے اس حکم کی تعمیل میں آنحضور صلعم دشمنوں کے شدید پہرہ کے باوجود جنہوں نے آنحضور صلعم کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا صحیح سلامت گھر سے نکل گئے اور باوجود اس کے کہ کفار نے یکصد اونٹ انعام دینے کا اعلان کر دیا تھا اس شخص کے لئے جو آپ کو زندہ پکڑ لائے یا آپ کا سر لائے۔ علاوہ اس کے سرداران قریش نے خود بھی آپ کو گرفتار کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، لیکن خدا کا جلیل القدر رسول دشمنوں کی تمام مساعی کو ناکام بناتے ہوئے محض خدا کی حفاظت میں اپنے جاں نثار رفیق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے جہاں آنحضور صلعم کی آمد سے قبل ہی اسلام پھیل چکا تھا، وہاں دو قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے جن میں اسلام جڑ پکڑ چکا تھا اور آنحضرت صلعم کے جانے کے بعد آنجناب کی پاک تاثیروں سے بہت جلد ان دونو قبیلوں کے اکثر آدمی اسلام میں داخل ہو گئے لیکن ایک شخص عبداللہ بن ابی نامی جو بادشاہ بننے کا خواب دیکھ رہا تھا اور لوگ بھی اس کے اثر و رسوخ کی بناء پر اسے اپنا بادشاہ بنانے کی تیاریوں میں مشغول تھے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی آمد نے اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور لوگوں کی توجہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منعطف ہو گئی، اس کے ساتھ بھی قوم کا ایک طبقہ تھا جو طوعاً کرہاً اس کے ساتھ رہا تھا، اپنی آرزوؤں کے محل کو منہدم ہوتے دیکھ کر گو ظاہر وہ قوم کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو گیا لیکن دل میں وہ نبی کریم صلعم اور مسلمانوں کا دشمن ہی رہا اور انتقام کی آگ اس کے سینہ میں سلگتی رہی اور وہ حضرت نبی کریم صلعم کو گرانے اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے موقعہ کی تلاش میں رہا، کبھی وہ مدینہ کے یہود کو نبی کریم صلعم کے خلاف اکساتا، کبھی کفار مکہ کے ساتھ ساز باز کرتا، کبھی دوسری قوموں کو بھڑکاتا، کبھی مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا، غرضیکہ اسلام کو ختم کرنے کا کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کرتا، لیکن یہ خدا کا دین تھا جس کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تعالےٰ نے کیا ہوا تھا اور رسول اکرم صلعم خدا کے محض رسول ہی نہ تھے بلکہ آپ خَاتَمُ النَّبِیِّین تھے جن کی نبوت نے قیامت تک اپنا کام کرنا تھا اس لئے خدا کی دائمی تائید اور نصرت الٰہی آنحضرت صلعم کے شامل حال تھی ایسے دین کو بھلا کون مٹا سکے اور ایسے رسول کو کوئی کس طرح ناکام بنا سکے۔ اس لئے جس طرح کفار مکہ کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں، اسی طرح عبداللہ بن ابی اور اس کے دوسرے ساتھیوں کی مساعی سب خاک میں مل گئیں۔

تین خطرناک دشمن

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہو گیا، پہلے تو صرف کفار مکہ ہی دشمن تھے جنہوں نے مکہ سے چلے آنے کے بعد بھی حضرت نبی کریم صلعم کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور اپنی ایذا رسانیوں کا سلسلہ بند نہ کیا وقتاً فوقتاً آنحضور صلعم کے مویشیوں پر چھاپے مارتے رہے اور مالی و جانی نقصان پہنچاتے رہے اور دوسرے عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے، آخر بدر، احد اور جنگ احزاب کی مہموں میں پے در پے شکستیں کھا کر ان کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ ہوا اور بالآخر فتح مکہ کے بعد کلیتہً ان کی ریشہ دوانیوں اور مخالفتوں کا خاتمہ ہو گیا اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

دوسرے دشمن

مدینہ کے یہود تھے جنہوں نے بظاہر صلح کا معاہدہ کر لیا لیکن درپردہ وہ بھی کفار مکہ کے ساتھ ساز باز کر کے اسلام کو مٹانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ آخر ان کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور نہایت ذلت کے ساتھ مدینہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الوداع کہنا پڑا۔

تیسرے دشمن

عبداللہ بن ابی اور ان کے ساتھی تھے گویا اس کے وجود میں دشمنوں کا ایک نیا گروہ مدینہ میں پیدا ہو گیا تھا جو منافقین کے نام سے موسوم ہوا اور یہ سب سے زیادہ خطرناک دشمن تھے کیونکہ بظاہر یہ مسلمانوں میں ملے جلے تھے اور مسلمان کہلاتے تھے لیکن درپردہ اسلام کی بیخ کنی کے درپے رہتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات ان کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ مگر بآخر خدا نے ان کے شر سے بھی اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔

مسلمانوں کی بے بسی اور کفار کے غرور کا نقشہ

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ مدینہ کے اندر بھی دشمن اور باہر بھی دشمن، اندر یہود اور منافقین ریشہ دوانیاں کر رہے تھے اور باہر کفار مکہ ایک طرف اور دیگر تمام قبائل دوسری طرف جن کو کفار مکہ نے آپ کے خلاف مشتعل کیا ہوا تھا آپ کی بیخ کنی کے درپے تھے۔ اتنے کثیر التعداد دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کے پاس مٹھی بھر جماعت مسلمانوں کی تھی جب دشمنوں کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں، صلح اور امن سے زندگی بسر کرنے کی تمام تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں، دشمن اپنی کثرت تعداد کے گھمنڈ میں سمجھتا ہے کہ وہ اس چھوٹی سی جماعت کو آسانی سے کچل سکتا ہے تو وہ اس جماعت کو میدانِ جنگ میں لانے کے لئے چھیڑ چھاڑ شروع کر دیتا ہے جو بالآخر بدر کے میدان میں فریقین کو بالمقابل لانے پر منتج ہوتی ہے۔ دشمن ایک ہزار کی تعداد میں سامان حرب کی بہت بڑی مقدار کے ساتھ اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے پوری طرح مسلح ہو کر میدان میں آتا ہے اور ادھر مسلمان تعداد میں صرف

۳۱۳ ہیں سامانِ حرب نہ ہونے کے برابر ہتھیار بھی سب کے پاس نہیں۔ دشمن کی فوج ماہرین حرب پر مشتمل ہے ادھر سوائے چند افراد کے باقی جنگ کے طریقوں سے بھی ناواقف ہیں غرضیکہ جہاں تک ظاہری اسباب کا تعلق ہے مسلمانوں کی شکست یقینی تھی دشمن بھی اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھا اس لئے وہ سمجھتا تھا کہ آج اسلام کو ختم کر دینے کا موقع میسر آ گیا ہے اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اپنے دیرینہ مقصد کو حاصل کر کے رہنا چاہیئے

خُدا کی نصرت کا وعدہ

مسلمانوں کی اس بے بسی کے عالم میں خدا تعالےٰ کی طرف سے انہیں نصرت اور فتح کا یقین دلایا جاتا ہے۔ آنحضور صلعم پر وحی نازل ہوتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"یقیناً اللہ تعالےٰ مؤمنوں کی طرف سے دفاع کرے گا کیونکہ مؤمنوں کے مقابل میں جو لوگ ہیں وہ انتہا درجہ کے خائن اور کفر میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتا ان کے مقابل پر مسلمان مظلوم ہیں ان کو جنگ میں زبردستی گھسیٹا گیا ہے یعنی بار بار چھیڑ چھاڑ کر کے ان پر جنگ ٹھونپ دی گئی ہے اب یقیناً اللہ تعالےٰ ان کی مدد پر قادر ہے ان کو ان کے گھروں سے بغیر کسی وجہ کے نکالا گیا ان کا جرم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ یہ کہتے تھے کہ اللہ ان کا رب ہے۔"

جنگ بدر کے موقعہ پر خدا کی طرف سے یہ پُر تسلی الفاظ کس قدر مسلمانوں کے دل میں سکینت نازل کرنے کا موجب ہو سکتے تھے اس کا تصور ہر وہ شخص خود ہی کر سکتا ہے جس کو اس وحی کے خدا کی طرف سے ہونے کا یقین ہے اور اس وقت کے سچے مسلمان تو قرآن کریم کے ہر لفظ کو خدا کی وحی یقین کرتے تھے اس بارے میں شک و شبہ ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا۔

مکی سُورۃ کا وعدہ

اس سے قبل مکہ میں بھی آپؐ کو بشارت مل چکی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"کیا کفار کہتے ہیں کہ ان کا بڑا لشکر ہے جو غالب ہو کر رہے گا۔ یہ یاد رکھیں کہ ان کا یہ لشکر جس پر ان کو ناز ہے شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔"

اس مڈھبیڑ کی وجہ

پھر سورۃ انفال میں فرمایا کہ:۔

"ہم نے بے سرو سامان قلیل التعداد مسلمانوں کی مڈبھیڑ کثیر التعداد اور ہر قسم کے سامان سے لیس کفار سے اس لئے کرائی تا یہ ثابت ہو جائے کہ حق حق ہی ہے اور باطل باطل ہی ہے۔"

یعنی حق اور باطل میں پوری طرح تمیز ہو جائے اور کسی پر یہ امر مشتبہ نہ رہے نتیجہ اس جنگ کا جو نکلا وہ ظاہر ہی ہے۔

پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور خدا کی ہستی پر زبردست دلیل۔

دشمن کا عظیم الشان اور طاقتور لشکر کمزور مسلمانوں کے ہاتھ سے ہزیمت اٹھاتا ہے۔ کچھ مارے جاتے ہیں اور باقی پیشگوئی یولون الدبر کو پورا کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں خدا کی نصرت کی جو پیشگوئی تھی وہ بھی پوری ہو جاتی ہے بالکل خلاف توقع مسلمانوں کو یہ فتح نصیب ہوتی ہے جس نے ثابت کر دیا کہ خدا فی الحقیقت موجود ہے اور تمام طاقتوں کا وہی مالک ہے زمین آسمان کا ذرہ ذرہ اس کے حکم کے ماتحت ہے اسی کے تصرف کے ماتحت وہ کام کرتے ہیں جس کی مدد میں کھڑے ہونے کے لئے انہیں حکم ہوتا ہے اس کی مدد کے لئے وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جس کے خلاف کھڑے ہونے کا انہیں حکم ہوتا ہے اس کے خلاف وہ کھڑے ہو جاتے ہیں بہرحال بدر کی جنگ نے آنکھیں رکھنے والے کے لئے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ہی حق ہے اور اس کے سوا باقی سب باطل ہے۔

آج بھی مسلمان ایسی فتح کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں

اگر آج مسلمان بھی ویسا ہی ایمان اپنے اندر پیدا کریں اور کلیتہً خدا کے ہو جائیں تو ان کے دشمنوں کے تمام سامانِ حرب خدا تعالےٰ ایک آن میں تباہ کر سکتا ہے، ایک زلزلہ ان کے ایٹم بم بنانے والے کارخانوں کو تباہ کر سکتا ہے، فضا میں ذرا سا تغیر ان کے ہوائی سامانِ حرب کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتا ہے خدا کے لشکروں کا کون احاطہ کر سکتا ہے اصحاب الفیل کا واقعہ خدا نے قرآن کریم میں اسی لئے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کو یقین آجائے کہ جس لشکر کو وہ شکست نہیں دے سکتے خدا تعالےٰ اس کو تباہ کرنے کے لئے آسمانی اسباب پیدا کر سکتا ہے، افسوس تو یہی ہے کہ مسلمان اس ایمان کو کھو بیٹھے ہیں جو نصرت الٰہی کے جذب کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ بہرحال تو یہ معترضہ تھا جس نے میرے دردِ دل کو سپردِ قلم کرنے پر مجبور کیا ہے۔

جنگ بدر کا ایک عجیب واقعہ

جنگ بدر میں ایک عجیب واقعہ پیش آتا ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نصرت الٰہی کے وعدوں پر یقین کو ثابت کرتا ہے کون نہیں جانتا کہ جنگ میں فوج کی کثرت و قلت کتنی اہمیت رکھتی ہے مسلمانوں کی تعداد پہلے ہی قلیل ہے لیکن اس قلیل کو مزید قلیل بنانے کے لئے بھی آپ آنحضور صلعم تیار نظر آتے ہیں وہ اس طرح کہ انصار کے ساتھ مکہ میں ایک معاہدہ ہوا تھا کہ اگر دشمن مدینہ میں آپ پر حملہ آور ہو گا تو انصار آپ کی مدد کریں گے لیکن جنگ مدینہ سے باہر تھی اس لئے آنحضور صلعم نہیں چاہتے تھے کہ انصار کو اس جنگ میں شریک ہونے پر مجبور کریں اس لئے انصار سے ایسے رنگ میں دریافت کیا گیا جس کے نتیجہ میں اگر وہ چاہیں تو الگ ہو جائیں۔ لیکن انصار نے بیک زبان ہو کر کہا کہ وہ وقت اور تھا جب یہ معاہدہ ہوا تھا اب تو آپ ہمیں اگر حکم دیں کہ سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دیں تو ہم بخوشی ڈال دیں گے، یا رسول اللہ ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے، دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ یا رسول اللہ دشمن آپ تک ہماری لاشوں پر سے ہی گذر کر پہنچ سکتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ کہ اس لشکر میں تعداد انصار کی ہی زیادہ تھی باوجود اس کے آنحضور صلعم نے معاہدہ کا احترام کرتے ہوئے ان کو جنگ کی آگ میں دھکیلنا پسند نہیں کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضور صلعم کو کامیابی کے متعلق تعداد پر نہیں بلکہ محض خدا تعالےٰ کی کامل مدد پر کامل یقین تھا کہ وہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور ظاہر ہو گی چنانچہ خدا تعالےٰ نے آندھی اور بارش کو بھیج کر جنگ کا پانسہ پلیٹ دیا اور یہ دونوں آسمانی لشکر مسلمانوں کی فتح اور دشمن کی شکست کا موجب بن گئے۔

اہلِ یورپ اور ان کے ہمنوا دشمنانِ اسلام کی آنکھیں کھولنے والے جاں نثاری کے نمونے۔

اگر اہلِ یورپ اور ان کے ہمنوا دشمنانِ اسلام اس جواب پر جو انصار نے بدر کے میدان میں آنحضور صلعم کو دیا تعصب کی پٹی آنکھوں سے اُتار کر غور کریں تو ان پر ان کے اس اعتراض کا بودا پن کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے واضح ہو جائے گا۔ کیا ایسی جاں نثاری کا نمونہ وہ لوگ دکھلا سکتے ہیں جو زبردستی اسلام میں داخل کئے گئے ہوں جو انصار نے پیش کیا۔ اس کے برخلاف اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کئے جانے والے لوگوں کے لئے تو یہ سنہری موقع تھا کہ وہ دشمن کے ساتھ مل کر زبردستی کرنے والے شخص کا قلع قمع کرنے میں اس کی مدد کرتے نہ یہ کہ اپنی جانیں ایسے شخص پر نثار کرنے کے لئے تیار ہو جاتے، کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ وہ شخص ان کو الگ ہو جانے کا خود اختیار دیتا ہے لیکن وہ اس اختیار کو بھی قبول نہیں کرتے۔ ظاہری حالات ایسے ہیں کہ موت سامنے نظر آ رہی ہے صرف ایک ہی چیز فتح کا یقین دلانے والی ہے اور وہ ہے خدا کا وعدہ۔ ورنہ مادی اسباب تو سب کے سب مایوسی پیدا کرنے والے ہی تھے۔ کہتے ہیں کہ انگریزی فوج کے ۶۰۰ سپاہی ایک لڑائی میں اپنے کمانڈر کے حکم کی تعمیل میں دشمن پر حملہ آور ہوئے لیکن حالات کے مخالف ہونے کی وجہ سے وہ سب کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے لیکن جنگِ بدر میں اس کے برعکس نظارہ ہم کو نظر آتا ہے یہ تین صد مسلمان دشمن کے ایک ہزار لشکر کو شکست دے کر کامیاب و کامران واپس آتے ہیں۔ اس قلیل التعداد لشکر کے بچے بھی بہادری کے وہ جوہر دکھاتے ہیں کہ جس کی نظیر تلاش کرنا عبث ہے۔ دشمن کے لشکر کے کمانڈر انچیف ابوجہل کو مسلمانوں کے دو کم سن سپاہیوں نے موت کے گھاٹ اُتارا جب کہ وہ زبردست فوجی پہرہ میں محفوظ مقام پر کھڑا تھا یہ دونوں کم سن سپاہی اس کی فوج کو چیرتے ہوئے اس تک جا پہنچے اور اس کو قتل کر کے ہی واپس آئے۔ یہ تھا اس قوت کا کرشمہ جو مسلمانوں کے دلوں میں خدا نے پیدا کر دی تھی۔

اسی طرح زبردستی اسلام میں داخل کرنے کا الزام لگانے والوں کو ان لوگوں کے

باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲

فون نمبر ۵۳۷۴۳
تار کا پتہ: "تبلیغ" لاہور

مدیر: دوست محمد
مدیر معاون: بشیر احمد سوز
• سالانہ چندہ: ۸ روپے
• بیرونی ممالک سے: ایک پونڈ
ایک سو روپے پیشگی
آنے پر پرچہ تا زندگی جاری ہو سکتا ہے!
جلد ۵۸ ○ یوم چہار شنبہ، مورخہ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۹۱ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۷۱ء ○ شمارہ ۲۶

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابے حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابل احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحر حکمت کے موتی

صلح کرانیوالا جھوٹا نہیں ہوتا

عن ام کلثوم بنت عقبۃ انھا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیراً او یقول خیراً۔

ترجمہ: حضرت ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلعم کو سنا فرماتے تھے وہ جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کراتا ہے (یعنی) بات پہنچاتے یا اچھی بات کہے۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہاں نہ عنوان باب میں نہ حدیث میں جھوٹ بولنے کا ذکر ہے نبی کریم صلعم نے فرمایا وہ شخص جھوٹا نہیں جو صلح کراتا ہے اور طرفین کو ایک دوسرے کی اچھی باتیں پہنچاتا ہے یعنی فساد اور جھگڑے کی باتیں جو وہ ایک دوسرے کے خلاف کریں وہ نہیں پہنچاتا تو اس سے جھوٹ بولنے کا جواز نہیں نکلتا بعض نے مطلب سے اس کے یہی معنی نقل کئے ہیں۔ لوگوں نے یہ ایک موقعہ بنایا ہوا ہے جس میں جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ لوگوں میں صلح کراتے وقت جھوٹ بولنا جائز ہے ایسی صلح کیا کام دے گی اور کب تک رہے گی جس کی بنیاد جھوٹ پر ہو۔

(فضل الباری۔ کتاب الصلح)

> "پیغام صلح" خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

تمہاری فتح تقوے سے ہے

اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ صلعم کی تلواروں کے برابر ہیں لیکن فتح و نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میں (اپنی) جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمال صالحہ کی۔ خدا تعالےٰ کے حضور اگر کوئی چیز جا سکتی ہے تو وہ یہی اعمال صالح ہیں الیہ یصعد الکلم الطیب۔ خود خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں لیکن فتح اور نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو۔ خدا تعالےٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کان حقاً علینا نصر المؤمنین مومنوں کی نصرت ہمارے ذمہ ہے اور لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ اللہ مومنوں پر کافروں کو راہ نہیں دیتا اس لئے یاد رکھو کہ تمہاری فتح تقوے سے ہے۔ ورنہ عرب تو نرے لٹیرا اور خطیب اور شاعر ہی تھے انہوں نے تقوے اختیار کیا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فرشتے ان کی امداد کے لئے نازل کئے۔ تاریخ کو اگر انسان پڑھے تو اسے نظر آ جائے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس قدر فتوحات کیں وہ انسانی طاقت اور سعی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک بیس سال کے اندر ہی اندر اسلامی سلطنت عالمگیر ہو گئی۔ اب ہم کو کوئی بتاوے۔ کہ انسان ایسا کر سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ بار بار فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون متقی کے معنے ہیں ڈرنے والا۔ ایک ترک شر ہوتا ہے اور ایک افاضۂ خیر۔ متقی ترک شر کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور محسن افاضۂ خیر کو چاہتا ہے۔ میں نے اس کے متعلق ایک حکایت پڑھی ہے۔ کہ بزرگ نے کسی کی دعوت کی۔ اور اپنی طرف سے مہمان نوازی کا پورا اہتمام کیا اور حق ادا کیا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو بزرگ نے بڑے انکسار سے کہا کہ میں آپ کے لائق خدمت نہیں کر سکا۔ مہمان نے کہا کہ آپ نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ میں نے احسان کیا ہے کیونکہ جس وقت تم مصروف تھے میں تمہاری املاک کو آگ لگا دیتا تو کیا ہوتا۔ غرض متقی کا کام یہ ہے۔ کہ برائیوں سے باز آ دے۔ اس سے آگے دوسرا درجہ افاضۂ خیر کا ہے۔ جس کو یہاں محسنون کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے کہ نیکیاں بھی کرے پورا راست باز انسان تب ہوتا ہے جب بدیوں سے پرہیز کر کے یہ مطالعہ کرے کہ نیکی کونسی کی ہے؟

(ملفوظات احمدیہ جلد اول)

محترم محمد عبداللہ صاحب کیلیفورنیا (امریکہ)

امریکہ میں تبلیغِ اسلام

میری بیماری

مکرمی محترمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ خط یہاں کے ایک مقامی ہسپتال سے بھیج رہا ہوں جس میں خاکسار ۱۹ جون کو داخل ہوا تھا۔ اسی روز میں اسلامک سنٹر کی، ہواری میٹنگ کی شرکت کے لئے ہیورڈ سے سان فرانسسکو بذریعہ بس جا رہا تھا کہ راستہ میں چھاتی کے درد اور گردانی سرکی شکایت نمودار ہوئی۔ سڑک کے کنارے ایک ہسپتال دیکھی مصلحت یہی سمجھی کہ بس سے اتر کر اسی ہسپتال میں برائے علاج داخل ہو جاؤں تشخیص کے بعد ڈاکٹروں نے فوری علاج شروع کر دیا۔ اور ایک دن اور دو رات مجھے سپیشل کمرے میں رکھا گیا۔ اس کے بعد جنرل وارڈ میں منتقل کر دیا گیا ہوں۔ تین روز سے چلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اور انشاء اللہ دو روز کے بعد گھر جانے کی اجازت مل جاوے گی۔ بزرگانِ سلسلہ اور احباب جماعت سے کامل صحتیابی کے لئے دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

محمد یسین صاحب آف سرینام کا خط

جناب محمد یسین صاحب آف نکیری سرینام (ڈچ گیانا) کے تازہ خط سے (جو انہوں نے مجھے ارسال کیا ہے) معلوم ہوا ہے کہ آپ بمع اہل وعیال ہالینڈ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اپنے بال بچوں کو ہالینڈ میں چھوڑ دیں گے اور آپ خود دو ہفتے کے لئے پاکستان اور ہندوستان جاویں گے۔ ہندوستان میں ان کا آبائی وطن ہے اور رشتہ دار ہیں۔ پاکستان میں اپنی جماعت کے بزرگوں کی ملاقات کا اشتیاق ہے۔ اخویم محمد یسین صاحب نکیری فلاح کے سرگرم ممبر ہیں۔ آپ نے جوانی کے عالم میں سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اسلام کی تبلیغ کے لئے اردو میں اخبار جاری کیا تھا اور اس کو کافی عرصہ تک اپنے خرچ پر چلاتے رہے۔ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب نے نکیری کے دورہ میں ان کو "فلاسفر" کا خطاب دیا تھا۔

ڈچ زبان میں تبلیغی لٹریچر کی ضرورت

ڈچ گیانا جس کو سرینام SURINAME کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ہالینڈ کے قبضہ میں ہے۔ یہاں کی سرکاری زبان ڈچ ہے۔ نوجوان طبقہ کی توجہ ڈچ زبان بولنے کی طرف جا رہی ہے۔ وہ وقت قریب آ رہا ہے جبکہ یہاں کے باشندے ٹرینیڈاڈ اور برٹش گیانا کی طرح اپنی آبائی زبان کو بھول جاویں گے۔ اور اس کی جگہ ڈچ زبان لے لیگی۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ ہالینڈ مشن کو مضبوط کیا جائے۔ اور ڈچ زبان میں کافی تعداد میں لٹریچر پیدا کیا جاوے۔ ہالینڈ کے مشنری سال میں ایک ماہ سرینام کا دورہ کریں اور وہاں کی تبلیغی ضروریات کا جائزہ لیں۔

قبولِ اسلام

گذشتہ ماہ کراچی (پاکستان) کے مسٹر جعفر کی صاحبزادی شیلا جعفر نے خاکسار کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ان کے بعد ان کا نکاح مسٹر محمد اکبر آف کراچی سے پڑھا گیا۔ مسٹر محمد اکبر ایک ایرلائن میں ملازم ہیں۔ وہ نو آکلینڈ شہر کے ایک متمول امریکن کے مہمان تھے۔ اور اس موقعہ پر ان کے میزبان نے اپنے دوستوں کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ تمام غیر مسلم امریکن مہمانوں نے میرے خطبہ اور طریق نکاح کو پسند کیا۔ اور میری عدم موجودگی میں وہ اس کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کرتے رہے۔ شیلا جعفر اور اس کے والدین رومن کیتھولک تھے لیکن شیلا جعفر کو خداوند کریم نے راہ ہدایت دکھائی اور وہ برضاء خود مسلمان ہو گئی۔ اس کی تعلیم بی اے تک ہے۔

۲۰ جون کو ایک امریکن نے میرے مکان پر آکر اسلام کا اعلان کرنا تھا۔ اس کو میرا ایڈریس عرب انفارمیشن سنٹر کے ڈائرکٹر سے ملا تھا۔ میں نے اسے ترجمۃ القرآن انگریزی مطالعہ کے لئے دو ماہ ہوئے دیا تھا۔ اور اب وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ تھا۔ افسوس کہ مجھے ہسپتال آنا پڑا انشاء اللہ تعالیٰ اگلے ہفتہ اس سے کلمہ شہادت پڑھاؤں گا۔

شادی کی رسومات

امریکہ میں مختلف ممالک کے مسلمان آباد ہیں۔ اور ان کی شادی کی رسومات بھی مختلف ہیں لیکن اسلامی نکاح کے وقت یا اس سے پیشتر میں ان پر واضح کر دیتا ہوں کہ دولہا اور دلہن کا ایجاب و قبول دو گواہوں اور قاضی کے سامنے ہونا چاہیئے۔ دلہن کو ایک کمرے میں چھپا کر رکھنا اور قاضی کو دلہن کی عدم موجودگی میں نکاح پڑھا دینا قانون کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس موقعہ پر فضول خرچی کی جاوے۔ مسلمان عام طور پر میرے اس طریق کو پسند کرتے ہیں اور نکاح خوانی کے لئے خاکسار کو ہی دعوت دیا کرتے ہیں۔

گیانا کی چوتھی کنونشن

سرینام کی کنونشن کی یاد ابھی تک تازہ ہے گیانا اور سرینام کے جلسے نہایت کامیاب تھے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقاریر نہایت ایمان افروز تھیں۔ جماعتوں کے ممبران کے خلوص اور جوش ایمانی کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا تھا۔ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم اپنی ضروریات کے لئے قرضہ لے لیتے ہیں۔ کیا ہی خوب ہو کہ ہم دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھی اگر قرضہ لینا پڑے تو اس سے دریغ نہ کریں۔ آپ کی یہ آواز میرے کانوں میں گونجا کرتی تھی۔ آخر وہ وقت بھی خداوند کریم نے میری زندگی میں ہی نصیب کیا کہ میں سرینام کی کنونشن کے لئے ساڑھے پانچہزار روپیہ (۷۰۰ ڈالر) بینک سے لینے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ خداوند کریم کے فضل سے اس قرضہ کی ادائیگی ماہ اگست میں ہو جائے گی ہماری جماعتوں میں کئی ایک ایسے مخیر دوست ہیں جن کو خداوند کریم نے مال و دولت کی فراوانی بخشی ہوئی ہے۔ ان کو گیانا کی کنونشن میں ضرور جانا چاہیئے۔ سیروا فی الارض۔ خدا کے فرمان کی تعمیل بھی ہو جائے گی اور پاکستان کے وفد سے ہماری ویسٹ انڈیز اور جنوبی امریکہ کی جماعتوں کے حوصلے بھی بڑھیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اگر ایک گز خدا کی طرف چل کر آتا ہے۔ تو اس کا خدا سینکڑوں گز اس کی طرف چل کر آتا ہے۔ بندہ خدا کی طرف چل کر آتا ہے۔ تو خدا اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ یہ ہزاروں میلوں کا سفر ایک بڑا مجاہدہ ہوگا۔ جو اپنی ذات اور اسلام کی بہبودی اور ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

والسلام
خاکسار۔ محمد عبداللہ۔ ۲۶ جون ۱۹۷۱ء

میری والدہ محترمہ کی اچانک وفات اور درخواست دعا

صرف ایک روز کی بیماری کے بعد مؤرخہ ۲۰ جون کو میری والدہ محترمہ کا ۷۰ سال کی عمر میں ربوہ میں انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس اچانک اور جانکاہ صدمہ نے دل و دماغ کو بری طرح متاثر کیا ہے گو کسی پل چین اور سکون نہیں آتا، مگر خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اس مرحلہ میں میرے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صبر اور سکون عطا فرمائے۔ اور میری والدہ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

میرے نانا جان منشی محمد رحیم الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے اور والدہ مرحومہ جو ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئیں پیدائشی احمدی تھیں، حد درجہ نیک، کم گو، عبادت گذار تقوےٰ شعار اور احمدیت میں پختہ یقین اور ایمان رکھتی تھیں۔

پانچ سال کے عرصہ میں میری تین بہنیں یکے بعد دیگرے بیوہ ہوئیں مگر ہر موقعہ پر والدہ مرحومہ نے نہایت صبر اور استقلال کا نمونہ دکھایا اور خدا کی رضا پر راضی رہیں۔ تاہم ان غموں اور صدموں کی وجہ سے ان کی روح اور جسم پر نمایاں اثر تھا۔ احباب جماعت اور بزرگان سے مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ اس موقعہ پر اپنی خصوصی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ اپنے دستِ شفقت سے ہماری دستگیری فرمائے اور صبر جمیل عطا فرمائے اور والدہ مرحومہ کو اپنے فضل، رحمت اور مغفرت سے نوازے۔ آمین۔

غم زدہ۔ محمد صالح نور
۲۹۴۔ بی۔ ناظم آباد۔ لائل پور

امتحان میں کامیابی کیلئے درخواست دعا

بندہ نے پچھلے دنوں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کا فائنل امتحان دیا ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ نماز جمعہ میں میرے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار۔ غلام مصطفےٰ۔ کراچی

درخواست دعا

اے۔ آر۔ یوسف صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے التماس کی ہے۔ کہ ان کی ایک آنکھ کی بینائی خراب ہو گئی ہے۔ ان کے لئے احباب جماعت نماز جمعہ میں دعا فرمائیں۔

جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۷ جولائی ۱۹۷۱ء

حضرت مجدد زماںؑ کا پیدا کردہ ایمان

مسیح موعودؑ کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ اس کے زمانہ میں ایمان ثریا تک بھی چلا جائے گا تو وہ وہاں سے واپس لے آئے گا، یہ نظارہ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کے وجود کے ذریعہ دیکھنے میں آیا جس کے کئی شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں، انہی میں سے ایک مثال ذیل میں پیش کی جاتی ہے جو لائل پور کے ہفت روزہ المنیر مجریہ ۲۱ مئی ۱۹۷۱ء میں مولینا عبدالماجد دریابادی صاحب کے ایک مضمون ——— الحاد سے اسلام تک ——— میں پائی جاتی ہے اس مضمون میں مولینا موصوف نے اپنی آپ بیتی رقم فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح وہ الحاد و ارتداد کے جنگل میں پھنسے اور کس طرح اس سے چھٹکارا حاصل کیا۔ ان کا بیان ہے کہ

" الحاد و ارتداد کا زور کہنا چاہیئے کہ پورے دس سال تک رہا۔ ۱۹۰۹ء کے قبل سے شروع ہو چکا تھا اور ۱۹۱۸ء تک رہا ——— لمبی مدت ہوئی! معلوم ہوتا تھا کہ ابدی ہے۔ اب کبھی ختم نہ ہوگی۔ زندگی بھر ساتھ دے گی۔ اپنے کو بھی یہی محسوس ہوتا اور دیکھنے والوں کو بھی یہی، دوست، دشمن، موافق مخالف سب ہی کو — الحاد و ارتداد کا رنگ اسی دور کی تحریروں میں بھی قدرتاً جھلکنے لگا تھا۔ اور فلسفۂ اجتماع میں جو ۱۹۱۴ء کی تصنیف ہے یہ رنگ خاص طور پر نمایاں ہوگیا۔"

اس کے بعد مولینا موصوف نے مذاہب اور مذہبی قسم کے فلسفیوں کا مطالعہ شروع کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ :—

" مادیات کے علاوہ روحانیات کا بھی ایک علم ہے اور مرئیات و مشہودات کے علاوہ "غیب" بھی وجود رکھتا ہے۔" اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں :—

" ان تدریجی اندرونی تبدیلیوں کے ساتھ نیم مسلمان تو ہو ہی چکا تھا اور اسلام کی طرف سے اچھی خاصی خوش ظنی پیدا ہو چکی تھی کہ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں ایک عزیز کے پاس اورنگ آباد میں مولوی محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمۃ القرآن دیکھنے میں آیا۔ نیا نیا نکلا تھا اور تفسیری حاشیئے کثرت سے تھے اس کے مطالعہ نے آنکھیں کھول دیں اور بیسیوں شبہات کے جوابات شعوری او نیم شعوری طور پر مل گئے۔ اور چند ہفتہ بعد اپنے دل کو جو ٹٹولا تو اب میں پورا مسلمان تھا ——— اسلام سے جس طرح دبے پاؤں چپکے چپکے نکلا تھا اللہ کی کریمی کہ ٹھیک اسی طرح دبے پاؤں آہستہ آہستہ پھر اسلام میں داخل ہوگیا اور جس طرح ارتداد کو کسی معین دن اور تاریخ کے ماتحت لانا مشکل ہے اسی طرح تجدید اسلام یا از سرِ نو قبول اسلام کو بھی کسی متعین دن اور تاریخ کا پابند کرنا دشوار ہے خلاصہ یہ کہ جس طرح اخراج تدریجی ہوا تھا بازگشت بھی اسی راستہ سے ہوئی اور اکبر کے الہامی مصرعہ ؎

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

کی تصدیق اپنی آپ بیتی سے بھی ہو کر رہی۔

ہندو فلسفہ اور جوگیانہ تصوف نے کفر و ایمان کے درمیان گویا پل کا کام دیا اس نکتہ کو وہ دیندار حضرات خاص طور پر نوٹ کر لیں، جو ہندو فلسفہ اور جوگیانہ تصوف کے یکسر مخالف ہیں بہت دفعہ انہیں سے ہدایت کا کام بھی لیا جا سکتا ہے اور یہ حضرات اپنے جوش دینداری میں شبلی، امیر علی محمد علی لاہوری وغیرہ کی تبلیغی خدمات کو حقیر نہ سمجھیں خدا معلوم کتنوں کو ہدایت انہیں ذرائع سے ہوتی ہے جس ذہنی منزل میں اس وقت تھا حضرت تھانوی جیسے بزرگوں کی تحریریں قطعی غیر مؤثر رہتیں بلکہ الٹا ہی اثر پیدا کرتیں۔"

یہ ہے حضرت مجدد زماںؑ کے فیوض روحانی کا اثر جس نے مولینا محمد علی صاحبؒ، خواجہ کمال الدین صاحبؒ اور کئی دیگر انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کو نورِ ایمان سے منور کیا اور پھر ان کے ذریعہ مولینا عبدالماجد ہی نہیں خدا جانے کتنے دہریہ منش لوگوں کو الحاد سے نکال کر ایمان و ایقان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ان شواہد کے ہوتے ہوئے بھی منہ اغلام احمد صاحبؑ کی مجددیت پر شبہ رکھنا کیجرفہمی ہے۔

جنوبی افریقہ میں عیسائیت اور تبلیغِ اسلام

سعودی عرب کے محکمہ اوقاف کی طرف سے ایک عربی ماہنامہ "مجلۃ الحج" شائع ہوتا ہے اس میں "جنوبی افریقہ میں اسلامی تبلیغ کی ضرورت" کے زیر عنوان ایک مضمون درج ہوا ہے جس کے مطابق جنوبی افریقہ کی یونین کا قیام ۱۹۱۰ء میں عمل میں آیا۔ اس کی مجموعی آبادی ۱۸۶۹۱۸ ملین افریقی باشندے ۱۳۶۳۴۰ ملین، سفید اقوام ۳۷۷۲۸ ملین، رنگ دار ۱۹۵۹ ملین، ایشیائی ۶۱۹۱ ملین اور مسلمانوں کی تعداد ۲۰۶۰۰۰ ہے۔

اس ملک میں ایک سو سال سے بھی زیادہ مدت سے سفید فام اقوام اپنے مذہب کی نشر و اشاعت کے لئے کوشاں ہیں۔ ڈچ چرچ دس لاکھ پونڈ سالانہ افریقیوں میں تبلیغ پر خرچ کر رہا ہے۔ اس کے ممبران 475000 پونڈ سالانہ فلاح و بہبود کے کاموں کے لئے چندہ دیتے ہیں۔ یہاں ان کے سینکڑوں ادارے اندھوں، بہروں، لاعلاج مریضوں اور غرباء میں شب و روز کام کر رہے ہیں اور عیسائی مغربی استعماریت کے مفاد کے پیش نظر مصروف عمل ہیں اور لاکھوں افریقیوں کو مسیحی بنا چکے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام وہاں نہایت سست رفتاری سے ہو رہا ہے ۲۰۰ سال کے عرصہ میں صرف ۵ ہزار افراد کو مسلمان بنایا جا سکا ہے۔ اگر ایک فعال و متحرک پروگرام کے ماتحت یہ کام ہوتا تو افریقہ بھر کی آبادی مسلمان ہو گئی ہوتی۔ جو اسلامی تنظیمیں (اسلامی تبلیغی مرکز، مسلم نوجوانوں کی تنظیم، المجاہد تحریک، اسلامی تبلیغی جماعت) وہاں کام کر رہی ہیں، انکے ذرائع و وسائل نہایت محدود ہیں اور ان کا دائرہ کار بھی وسیع نہیں ہے۔

حال ہی میں یہاں سوازی لینڈ (SWAZI LAND)، بوتسوانا (BOTSWANA) اور لیسوتو (LESOTHO) کے نام سے تین ریاستیں قائم ہوئی ہیں جہاں اشاعت اسلام کا زرین موقع ہے۔ وہاں کے مسلمان امراء و علماء اشاعت دین کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں اور اس جگہ کے رہنے والے اسلام سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ لوگ مسیحیت سے اکتا چکے ہیں۔ اور لاکھوں سادہ لوح باشندے روحانی اندھیرے میں راستہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور کروڑوں انسان مظاہر پرست ہیں اور اسلام کے پیغام کے سب سے زیادہ محتاج ہیں، اگر جماعت احمدیہ کے ارباب حل و عقد اپنے وسائل سے کام لے کر ان کی اس احتیاج کو دور کر کے اس تاریک خطۂ ارض کو اسلامی روشنی سے منور کر سکیں تو یہ ان کی تبلیغی خدمات کا ایک اور بڑا کارنامہ ہوگا۔ (م ا س)

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا انتخاب

مورخہ ۲ جولائی کو بعد از نماز جمعہ جامع احمدیہ میں ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس زیر صدارت جناب وسیم الحسن صاحب منعقد ہوا جس میں نئے سال کے لئے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس انتخاب کا سب سے اچھا پہلو یہ تھا کہ کسی بھی عہدہ کے لئے ووٹ نہیں ڈالے گئے، بلکہ مختلف اصحاب کو یہ ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔ اجلاس کے آخر میں نوجوانوں نے دعا کی کہ خدا تعالےٰ ہمیں دین کی خدمت کی توفیق عطا کرے اور صحیح احمدی بننے کی توفیق دے۔ فیصلہ کے مطابق جو خدمات جن جن اصحاب کے سپرد کی گئیں انکی فہرست درج ذیل ہے :—

صدر - خالد عمر صاحب ۔ نائب صدر - محمود انور ملی صاحب ۔ سیکرٹری جنرل - ارجمند صادق صاحب ۔ نائب سیکرٹری - پرویز اقبال صاحب ۔ فنانشل سیکرٹری - شیخ محمد اشرف صاحب۔

خاکسار - ارجمند صادق - سیکرٹری جنرل ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

اے فقیہو عالمو مجھ کو سمجھ آتا نہیں
یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیں اور یہ نقار
صدق کو جب پایا اصحابِ رسول اللہ نے
اس پہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار
(مسیح موعودؑ)

یورپ میں تبلیغ اسلام

۱۹۳۸ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں تقسیم اسناد کا اجلاس جاری تھا۔ لارڈ لوتھین نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:-

"یورپ اپنے سیاسی، معاشی، تمدنی اور عائلی مسائل کا تسلی بخش حل دریافت کرنے میں ناکام ہوچکا ہے۔ آپ حضرات کا دعویٰ ہے کہ اسلام زندگی کا مکمل دستورالعمل ہے، اور اس میں اجتماعی مسائل کا بہترین حل موجود ہے اس لئے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ بلاد مغرب میں جاکر وہاں کے باشندوں کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کریں۔"

یہ ۲۵ سال پہلے کی بات ہے۔ انگریز خطیب نے ان الفاظ میں مسلمان نوجوانوں کو ایک پیغام اور ایک چیلنج دیا ہے، ان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے اور ان کی لئے مقصد حقیقی کی طرف رہنمائی کی ہے لیکن یہ پیغام اور چیلنج عامۃ المسلمین کے لئے اب تک ایک سوالیہ نشان بنا ہوا ہے اگرچہ جماعت احمدیہ کی طرف سے کئی سال سے اس چیلنج کا عملاً جواب دیا جاچکا ہے، اور حضرت مجدد زمانؑ سے فیض یافتہ بزرگ اسلامی تعلیمات سے اہل یورپ کو آگاہ کرچکے ہیں اور کر رہے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہے کہ کئی اہل دل یورپین اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرچکے ہیں، چنانچہ لارڈ ہیڈلے الفاروق، پروفیسر ہارون مصطفیٰ لیون، مسٹر مارماڈیوک پکھال، بیرن عمر ایرنفلز اور کئی ایک دیگر نومسلم انگریز و جرمن نومسلمین اس کی زندہ مثالیں ہیں افسوس کہ بعض شوریدہ سر مسلمانوں نے اس مقدس کام میں ہاتھ بٹانے کے بجائے ووکنگ مسجد پر دھاوا بول کر اس میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی، تاہم خدا کے فضل سے انگلستان اور جرمنی میں اب تک تبلیغ اسلام کا کام جاری ہے، جو حضرت مجدد زمانؑ کی نمایاں خدمات اسلام کا ایک حصہ ہے، ہمارا ایمان ہے کہ آج دعوت اسلام کا کام صرف مجدد زمانؑ ہی سے تعلق رکھتا ہے اور صرف وہی لوگ اسکو کامیابی کے ساتھ سرانجام دے سکتے ہیں اور دے رہے ہیں جو آپ سے [...]

"المنبر" کی شہادت

مندرجہ بالا حقائق کی شہادت ہفت روزہ "المنبر" مجریہ ۱۸ جون ۱۹۷۱ء کے حسب ذیل بیان میں ملاحظہ کیجئے لکھا ہے:-

"مسلمان اگرچہ آج پچاس کروڑ کی تعداد میں کرۂ ارض پر آباد ہیں مگر جدید دنیا میں انہیں داعیانہ مقام حاصل نہیں ہے ۔۔۔ قادیانی جن کو ہمارے علماء متفقہ طور پر کافر قرار دیتے ہیں ان کا عالم یہ ہے کہ مغربی دنیا میں اسلامی مبلغ کا مقام انہیں حاصل ہوتا ہے اور جب کوئی عالمی کانفرنس مذاہب کے بارے میں ہوتی ہے تو اسلام کی نمائندگی کے لئے قادیانیوں کو بلایا جاتا ہے ہم نے بڑی بڑی تحریکیں کیں۔ بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں، ہمارے نعروں اور تقریروں نے "زمین شش شد و آسمان ہشت شد" کا منظر پیش کردیا۔ مگر ملت اسلامیہ جس زبوں حالی میں مبتلا تھی آج بھی اسی زبوں حالی کی شکار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم غلط راہوں میں اپنی طاقت صرف کرتے رہتے ہیں اور صحیح رخ پر کوئی کام نہیں کیا۔"

معاصر موصوف نے اس بیان میں حقیقت حال کا جس ایمانداری سے تجزیہ کیا ہے وہ لائق صد تحسین ہے۔ اور حضرت مامور وقت علیہ السلام کے مندرجہ ذیل بیان پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے جو آپ نے ازالہ اوہام میں ارشاد فرمایا:-

"میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے، دوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"

ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو جو کلمہ طیبہ کی حقیقت اور اس کی برکتوں پر ایمان رکھتے ہیں ملتمس ہیں کہ وہ زندہ اسلام کی زندہ تعلیم کو اکناف عالم میں پھیلانے اور روح کی تاریکیوں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو اس کے مقام پر پہنچانے کے لئے جماعت احمدیہ سے تعاون کریں۔ ان کے ساتھ ہوکر اور ان کو اپنے ساتھ لے کر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے نکل کھڑے ہوں کہ اس زمانہ میں تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی مکلف اسی تحریک کو بنایا گیا ہے اور اسلام کی فتح و نصرت اسی فوج کے ہاتھوں مقدر ہے جو امام وقت کے دامن سے وابستہ ہے۔

اصلاح کیلئے اقتدار کی نہیں انفرادی تبدیلی کی ضرورت ہے

اصلاح و تطہیر قلب و نظر کا یہ طریق کوتاہ فکری کی دلیل ہے، اقتدار و قیادت کی الٹ پلٹ سے قوم و معاشرہ میں دیرپا تبدیلیاں پیدا نہیں ہوتیں اور نہ اقتداروں اور قیادتوں کے لاٹھی ڈنڈے سے معاشرہ کے دل و دماغ کا اپریشن کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ معاشرہ میں کوئی تبدیلی یا انقلاب جو خیر و خوبی کی جنتیں لئے ہوئے ہو وہ تو [...]

ہے۔ اور معاشرہ کی تعمیر و تطہیر اور تربیت و تہذیب میں ایک فرد کے افکار و اعمال کا بڑا دخل ہے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ فرد فرد کے اندر نیکی اور بدی کی ہدایت دکھا کر اور پھر وحی و الہام اور کتب و شرائع کے ذریعہ اس کی رہنمائی کرکے یہ واضح کردیا ہے کہ معاشرہ فرد کی اکائی کا مرہون ہے۔ اگر فرد نہ ہو تو معاشرہ کہاں؟! چنانچہ معاشرہ کے بننے بگڑنے میں فرد کے کردار کا بڑا دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے فرد کے کردار کی تعمیر پر بڑا زور دیا ہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ کی عظمت کی نشاندہی جو چیز کرتی ہے وہ فرد کی صالحیت اور اس کی سیرت کی بلندی ہے ایک ایک صالح و پاک باطن فرد کے نمونے سے جس معاشرہ نے جنم لیا، اس کی برکتوں اور رحمتوں کا اندازہ کیجئے چنانچہ اسلام نے معاشرہ کی تطہیر و تہذیب میں فرد کی تطہیر و تہذیب کو پہلا مقام دیا ہے اور اس کے قلب و نظر کی اصلاح کو ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن آج ہمیں ایک ایسا طبقہ نظر آتا ہے جو فرد کی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ فرد کی ہدایت کو اپنی ذات سے ہی وابستہ کرتا ہے۔ وہ فرد کے خود سوچنے سمجھنے، جانچنے، تولنے اور چلنے پھرنے کے رجحان کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ وہ اپنی تقلید و قیادت کو ہی حق و صداقت کا معیار قرار دیتا ہے اور اپنی اتباع سے روگردانی بیزاری کو گمراہی اور ہلاکت قرار دیتا ہے تاکہ قیادت کی باگ ڈور انہی کے دست بامراد میں رہے۔ یہ ٹولہ سمجھتا ہے کہ موجودہ دور کے مسائل اور چہار اطراف پھیلی ہوئی پژمردگی دور ہوسکتی ہے تو اس طرح کہ اقتدار پلٹ دیا جائے اور وہ اس کی جھولی میں آگرے۔

صرف عوام کے قلب و نظر میں انفرادی تبدیلی ہی خود ذمہ دار ہے لیکن ایک طالع آزما ٹولہ یہ کہتا ہے کہ محض قیادت ہی خیر و خوبی کا منبع ہے اور وہ قیادت بھی ان کی اپنی۔ ان کی قیادت ہی اصلاح و تعمیر کا کام کرسکتی ہے اس لئے حکومت انہی کو ملنا چاہیئے۔ ملک و قوم کی تمام بھلائیوں کا محور سیاسی اقتدار کا حصول بنائے رکھنے سے نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ فرد میں خود اعتمادی اور خود عملی کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور وہ صلاح و فلاح کے لئے ان اقتدار پسندوں کی طرف نظریں جمائے بیٹھے ہیں اور جنت نشان معاشرہ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ نوجوان نسل ہر فعل حسن سے دست کش، نن آسانی، مایوسی و محرومی اور مزعومہ اقتداریوں کی حکومت کو نجات دہندہ سمجھ کر اصلاح احوال کے لئے سوچ نہیں سکتی۔ چاہیئے کہ افراد کے فکر و نظر کی اصلاح کی جائے، ان ... کے کردار میں صالحیت پیدا کی جائے کہ صالح افراد سے ہی صالح معاشرہ جنم لے سکتا ہے۔

یہ بھی کوئی خدمت ہے ......؟!

ماہ نامہ بینات کراچی میں آج کل مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے ملفوظات شائع ہو رہے ہیں ان میں سے تین ایک ہدیہ قارئین کرام کئے جاتے ہیں۔

"فرمایا۔ ایک بزرگ نے مرتے وقت وصیت کی کہ تم قلم دوات میری قبر میں رکھ دینا۔ میں آخرت کے حالات معلوم کرکے لکھوں گا۔ اور تم تیسرے روز قبر پر سے کاغذ قلم دوات اٹھالینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز لکھا ہوا قبر پر ملا کہ:-

"اجمالاً حالت تو وہ ہے، جو نصوص میں وارد ہے اور شریعت کا حکم ہے اس پر یقین کرو اور تفصیلی حالت بدون گذرنے کے معلوم نہیں ہوسکتی۔"

۔۔۔ فرمایا ایک بزرگ کو دفن کیا گیا کچھ عرصہ بعد دریا بُردی شروع ہوگئی۔ ورثاء نے ارادہ کیا کہ ان کی لاش نکال کر دوسری جگہ لے جائیں چنانچہ اس بزرگ کی قبر کھودی گئی تو دیکھا گیا کہ اس میں ان کی بجائے ایک خوبصورت لڑکی پڑی ہے، ایک شخص نے پہچانا کہ یہ لڑکی نصاریٰ میں سے ہے خفیہ مسلمان ہوگئی تھی، اور پھر فلاں جگہ مدفون ہوئی تھی، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اس لڑکی کی قبر میں وہ بزرگ عیسائی گورستان میں پڑا ہے۔ ورثاء سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ غسل جنابت کے [...]

نماز سے قربِ الٰہی میسر آتا اور فرد اور قوم پر اللہ تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں

جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کو قرآنی تعلیمات اور خُلقِ محمدیؐ کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہیئے

خُطبہ جُمعہ

۲۵؍جون ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

دامت برکاتہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

اذا تتلیٰ علیھم اٰیٰت الرحمٰن خرّوا سجّدًا وّ بکیًّا ـ فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیًّا ـ الّا من تاب واٰمن وعمل صالحًا فاولٰئک یدخلون الجنّۃ ولا یظلمون شیئًا ـــــ سورۃ مریم ۱۹: ۵۸ - ۵۹) ـــــ

ترجمہ آیات تلاوت کردہ

"جب ان کو رحمٰن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اور روتے تھے، پھران کے بعد ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز ضائع کی، اور اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے، سو اس کے بدنتائج انہیں بھگتنا پڑیں گے۔ مگر جس نے توبہ کرلی، اور ایمان لایا۔ اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی کچھ حق تلفی نہ کی جائے گی۔"

بندگانِ الٰہی کی قلبی کیفیت

اللہ تعالےٰ کی آیات سن کر سجدہ ریز ہونے والے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرنے والے کون لوگ تھے؟ یہ خدا کے برگزیدہ بندے تھے جن کا ذکر اوپر گذرا ہے جیسے حضرت موسٰے و ہارون اور اسمٰعیلؑ وغیرہ یہ برگزیدہ ہستیاں اپنی اپنی قوموں کو نماز کی پابندی اور ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیتی تھیں جیسا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے واذکر فی الکتٰب اسمٰعیل ـ انّہٗ کان صادق الوعد وکان رسولًا نبیًّا ـ یعنی اس کتاب میں حضرت اسمٰعیل کا ذکر کر، وہ وعدہ کا سچا اور رسول نبی تھا وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربّہ مرضیًّا ـ یعنے وہ اپنے گھروالوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ تھا۔ جب ان پر خدا کی آیات اترتی تھیں تو ان کے سننے سے اس قدر ان پر اثر ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور گڑگڑاتے تھے اور زار زار آنسو بہاتے تھے۔ اس قدر ان پر رقت طاری ہوتی تھی کہ زاری کرتے ہوئے الٰہی احکام کے آگے جھک جاتے تھے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ونصرت ان کے شامل حال رہے۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

ناخلف لوگ

اور پھر فرمایا کہ جب یہ پاک لوگ دنیا میں ہوتے ہیں تو وہ اپنی قوم کو نیکی کی تلقین کرتے اور ان کو خدا تعالےٰ کی عبادت میں لگائے رکھتے ہیں، لیکن جب وہ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور ان کے گذرنے پر ایک عرصہ گذر جاتا ہے، تو پھر ایسے لوگ ان کی قوموں میں پیدا ہوجاتے ہیں جو نالائق و ناخلف ثابت ہوتے ہیں۔ وہ نماز کو ضائع کر دیتے ہیں۔ نماز کو ضائع کرنا دو طریق سے ہوتا ہے اوّل تو یہ کہ بعض تو بالکل ہی تارک الصلوٰۃ ہو جاتے ہیں اور بعض نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن اس کے مقصد سے غافل ہوتے ہیں اور پابندی نماز میں غفلت کرتے ہیں۔

منافقوں کی حالت

ان کی نماز محض رسم کے طور پر ہوتی ہے۔ اس میں اخلاص کا فقدان ہوتا ہے چنانچہ منافقوں کے متعلق یہی کہا گیا ہے اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالٰی یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الّا قلیلًا یعنی نمازوں کے لئے سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ ظاہری طور پر دکھاوے کے لئے اور نہیں یاد کرتے اللہ کو مگر تھوڑا سا یخادعون اللہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں خدا بھی ان کی اس دھوکہ دہی کی سزا ان کو دیتا ہے یعنے نہ ان کو مومن سمجھتا ہے اور نہ مومنوں والا ان سے سلوک کرتا ہے، مومن کے ساتھ تو اس کا یہ سلوک ہوتا ہے کہ اسکو وہ ہدایت کے نور سے منور کرتا رہتا ہے لیکن منافق اس نور سے محروم رہتا ہے۔

اس کے برعکس منافق کے متعلق فرمایا فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضًا یعنے منافق کی روحانی حالت دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے اور مرض نفاق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اس کی اندرونی بیماریاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مومنوں والا سلوک ان سے نہیں ہوتا، مومنوں کا قدم تو ترقی کی طرف اُٹھتا چلا جاتا ہے اور منافق لوگ تاریکیوں کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ منافق کے دل میں روشنی پیدا نہیں ہوتی۔ یخادعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون ـ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے ماننے والوں کو دھوکہ دے رہے ہیں لیکن وہ تو خود اپنی جانوں کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں۔ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ تو دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ اُن کے اپنے دل ہی سیاہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ جو عمل کرتے ہیں وہ رضا الٰہی کے تحت نہیں ہوتے اسلئے ان کے دل کی سیاہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ حالت اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ نفاق سے تائب نہیں ہو جاتے۔

نماز ہر برائی سے بچاتی ہے

تو پاک لوگوں کا کام اصلاح احوال اور تزکیہ نفس ہے۔ ان کے دلوں کے اندر عبادت الٰہی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ پھر ان کے بعد ناخلف اور نالائق لوگ پیدا ہوجاتے ہیں، انکی نالائقی یہ ہے کہ نمازوں میں سست ہوتے ہیں، پڑھتے ہیں تو غفلت ان پر غالب ہوتی ہے، دل زبان کا ساتھ نہیں دے رہا ہوتا ایک رسم کے طور پر نماز کو ادا کرتے ہیں۔ ایسی نمازوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اسی لئے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا فویل للمصلّین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراؤن ویمنعون الماعون یعنی ایسے نمازیوں کے لئے بجائے رحمت الٰہی کے ویل ہوتی ہے جو نماز کی روح اور حقیقت سے غافل ہوتے ہیں، وہ محض دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ دنیا کے اندر فائدہ مند چیزیں نہیں پھیلا سکتے، ماعون کے معنی فائدہ پہنچانے والی چیز کے ہیں، یہ جو فرمایا اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات یہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا نماز کو ضائع کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگ نماز سے الگ ہو کر شہوات کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ لیکن حقیقی نماز کے متعلق فرمایا واتل ما اوحی الیک من الکتاب واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر یعنے اے رسولؐ ان لوگوں کو اس کتاب کی پیروی کی طرف توجہ دلا جو تجھ پر وحی کی گئی ہے اور نماز کو قائم کر، قائم کرنے کے تین معنی ہیں (۱) توجہ سے ادا کرو (۲) دوام اختیار کرو (۳) اس کو دوسروں میں رواج دو، دیکھو حضرت نبی کریم صلعم کو نماز قائم کرنے کے لئے حکم ملتا ہے کتاب پڑھنے کے بعد جو نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کتاب کے تمام احکام پر عمل کرنے کا ذریعہ ہے کیونکہ نماز میں ہم اقرار کرتے ہیں کہ اے خدا ہم تیری ہی اطاعت کریں گے یہ اقرار تمام الٰہی احکام پر ہمیں عمل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا الصّلوٰۃ معراج المؤمن یعنے نماز مومن کا معراج ہے، یعنے عروج کا ذریعہ۔ معراج کے معنے وہ ذریعہ اور آلہ جس کے ذریعہ کوئی ترقی کرے۔ تو فرمایا کہ حقیقی نماز وہ ہے جو انسان کو تمام قسم کی کھلی کھلی بدیوں اور ناپسندیدہ امور سے بچاتی ہے۔ یہ محض قرآن کریم کا دعوٰے ہی نہیں بلکہ حضرت نبی کریم صلعم کے

زمانہ کے واقعات نے اس دعوے کی سچائی پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔

عرب میں عظیم الشان انقلاب

وہ قوم جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے وہ عرب قوم تھی۔ وہ قوم ہر قسم کی بدی میں مبتلا تھی۔ کوئی بدی اور برائی نہیں تھی جو وہاں پائی نہ جاتی ہو۔ ان کے بارے میں فرمایا لفی ضلال مبین کہ وہ کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے فرمایا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے لیکن جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کے اندر عبادت الٰہی کا شوق پیدا ہوا اور وہ نمازوں کے پابند ہو گئے تو عرب کی کایا پلٹ گئی۔ یہ عبادت الٰہی کا ہی نتیجہ تھا کہ عرب قوم بدی سے بچ گئی۔ قوم فرشتہ بن گئی۔ کوئی غلطی ہو جاتی تو اقرار کر لیتے۔ یہ بہت بڑا انقلاب تھا، بہت بڑی تبدیلی تھی۔ نیکی میں ان کا قدم آگے ہی آگے تھا۔ ان کے کردار کو دیکھ کر دیگر قومیں مسلمان ہو گئیں ان کے کردار کا دوسروں پر بھی اثر پڑا۔ نماز نے ان پر ایسا اثر کیا کہ ہر قسم کی نیکی کرنے کے لئے وہ تیار رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ شراب کی عادت پڑ جائے تو نہیں چھوٹتی۔ امریکہ اپنی قوم کو اس بری لعنت سے چھٹکارا نہ دلوا سکا۔ لیکن عرب میں اعلان ہوتا ہے کہ آج شراب حرام ہو گئی وہاں کوئی قانون نہیں کوئی پولیس نہیں اور کوئی نگہبانی نہیں۔ تو اس اعلان کی تعمیل میں مٹکے کے مٹکے گلیوں میں انڈیل دیئے جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ گلی کوچوں میں شراب اس طرح بہہ رہی تھی جس طرح سیلاب کے نتیجہ میں پانی بہہ رہا ہوتا ہے۔ یہ وہ انقلاب تھا جو نماز نے دلوں کے اندر پیدا کیا تھا۔

انسان کا اللہ تعالیٰ کے حضور اقرار

انسان دن رات میں کم از کم چالیس دفعہ خدا کے حضور کھڑا ہو کر یہ اقرار کرتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین کہ میں صرف اور صرف تیری ہی فرمانبرداری کرتا ہوں۔ اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں۔ کسی نہ کسی وقت انسان کا دل مائل ہو جاتا ہے کہ اس اقرار کے باوجود اگر میں کوئی نافرمانی کرتا ہوں تو جھوٹا ہوں۔ چنانچہ وہ اطاعتِ الٰہی کی طرف رجوع کرتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کے نفس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ بے شک ہم دنیا میں اور ہستیوں کی بھی اطاعت کرتے ہیں، مثلاً والدین کی اطاعت، حکومت کی اطاعت، کمپنی اور معاشرے کے قوانین و اصولوں کی اطاعت لیکن یہ اطاعت تابع ہے الٰہی اطاعت کے کیونکہ خدا نے ہی ان تمام اطاعتوں کا ہمیں حکم دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے بعد والدین کا درجہ ہے۔ قرآن کریم میں والدین کی اطاعت فرمانبرداری کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے، لیکن فرمایا کہ اگر والدین بھی منشاء الٰہی کے خلاف تمہیں حکم دیں تو اس وقت ان کی اطاعت بھی نہیں کرنا اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق یعنے کسی مخلوق کی ایسی اطاعت نہیں کرنی جس سے خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو۔

پس ہمارا ہر فعل ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تعبیر ہونا چاہیئے میں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک لوگ پیدا ہوئے وہ خود بھی نمازوں پر قائم ہوئے اور لوگوں کو بھی نماز پر قائم کیا لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے نماز سے غفلت برتی اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کی اطاعت سے دُور چلے گئے اور تباہی کا شکار ہو گئے یعنے اس غفلت کے نتائج انہیں بھگتنے پڑے۔

ماموروں کی بعثت

جب قوم کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس غفلت اور اتباع الشہوات سے قوم کو نکالنے کے لئے اپنے کسی بندے کو مامور بنا کر بھیجتا ہے جو لوگوں کو پھر نیکی کی طرف بلاتا اور نماز پر قائم ہونے کی طرف رغبت دلاتا ہے اس دعوت کے نتیجے میں جو لوگ لبیک کہتے ہوئے اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں ان کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ فرمایا الّا من تاب وامن وعمل صالحاً یعنے لوگ اس مامور کے ذریعہ سے توبہ اختیار کرتے ہیں اور اس مامور کے ساتھ ہو جاتے ہیں، اس پر ایمان لاتے ہیں یعنے حقیقی ایمان ان میں پیدا ہو جاتا ہے اور اعمال ان کے نیک ہو جاتے ہیں تو وہ خدا کی رضا کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور ان کے نیک اجر میں ذرہ بھر بھی کمی نہیں کی جاتی۔

اہمیت نماز

قرآن کریم کے اس مقام سے نماز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلعم نے نماز کی ادائیگی میں پابندی کا عظیم الشان نمونہ دکھلایا ہے، مرض الموت میں مبتلا ہیں لیکن اس کمزوری کی حالت میں بھی مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے آتے ہیں بالکل موت کے قریب کمرے سے جھانکتے ہیں۔ مسلمانوں کو نماز میں مشغول دیکھ کر چہرہ پر بشاشت کے آثار نظر آنے لگ پڑتے ہیں، پابندی نماز کا یہ عالم ہے کہ میدان جنگ میں بھی نماز ترک نہیں کی جاتی وہاں بھی نماز ادا ہو رہی ہے، بیماری کی حالت ہے تو نماز لیٹ کر ادا ہو رہی ہے، وقت رحلت ہے تو صحابہ رض کو نماز ادا کرتے دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں پس نماز کی تلقین و تاکید ہر نبی و رسول کو ہوتی ہے اور اس نے اس کا سبق اپنی اپنی قوم کو دیا ہے۔ حضرت موسیٰ کو فرمایا انا اخترتک فاستمع لما یوحیٰ۔ اننی انا اللہ لا الٰہ الّا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری۔ میں نے تجھے اختیار کر لیا ہے پس اس وحی کو غور سے سُن جو تجھ پر ہو رہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھ گویا یاد الٰہی کا ذریعہ نماز ہی ہے حضرت مسیح بھی فرماتے اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیاً۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نماز کی بڑی تلقین کی گئی ہے۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ جب کنارہ آ جائے تو کشتی کی ضرورت نہیں حالانکہ قرب الٰہی کے سمندر کا تو کوئی کنارہ ہی نہیں جو یاد الٰہی کی کشتی کو درمیان میں چھوڑ دیگا وہ یقیناً ہلاک ہو گا۔

سو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرب الٰہی اور معرفت خداوندی کا تو کوئی کنارہ ہی نہیں، یہ تو لا انتہا مقام ہے۔ ہر انسان خواہ نبی اور رسول ہو جوں جوں ذکر الٰہی کرتا چلا جائے گا۔ توں توں مقام قرب معرفت میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور اس کے درجات بلند ہوتے جاتے ہیں، خدا غیر محدود اس کی معرفت بھی غیر محدود جنت میں بھی ذکر الٰہی کا وظیفہ جاری رہتا ہے نہ اس زندگی میں نہ آخرت میں ذکر الٰہی چھوٹ سکتا ہے، ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلعم سے نماز کی معافی کی درخواست کی تو حضور صلعم نے نماز کو معاف نہیں کیا ہے۔ بلکہ فرمایا کہ وہ مذہب نہیں جس میں نماز نہیں۔

ہمارے زمانے میں ایک وقت یہ آیا کہ مخالفین اسلام پے درپے حملے کر رہے تھے دین کی حقیقت ختم ہو گئی تھی۔ چھلکا ہی چھلکا رہ گیا تھا۔

قادیان میں عشقِ نماز کی کیفیت

اس زمانہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ مسجدیں تو بہت ہوں گی لیکن نمازی نہیں ہوں گے تو اس حالت کمزوری میں اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات محمد رسول اللہ کے خادم کو مامور کر کے بھیجا۔ اس نے لوگوں کے اندر نماز کے لئے جذبۂ عشق پیدا کیا۔ انہوں نے فواحشات سے توبہ کر لی۔ ان میں حقیقی ایمان پیدا ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے ان پر اپنے بڑے بڑے فضل و کرم کئے۔ قادیان میں مسجد تہجد گذارنے والوں سے بھری ہوتی تھی۔ بچے اور عورتیں نمازوں میں لگے ہوتے تھے، عبادتِ الٰہی کا ایک جذبہ تھا جس کا اظہار قادیان میں نظر آتا تھا، بعض غیر از جماعت اصحاب قادیان کی ملی فضا کو دیکھنے آتے اور متاثر ہوتے۔ غرضیکہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے نتیجہ میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ دلوں میں حقیقی ایمان پیدا ہو گیا۔ احمدیوں میں قرآنی تعلیم خلقِ محمدیؐ کا نمونہ نظر آتا تھا۔ یہ لوگ صدق و صفا کے پیکر نظر آتے تھے مشہور تھا کہ احمدی جھوٹ نہیں بول سکتا، ایک احمدی نے اپنے بیٹے کے خلاف قتل کی شہادت دی۔ عدالت والے حیران تھے کہ سچائی کا یہ عالم۔ تو مامور وقت کا یہ زمانہ تھا کہ وہ لوگ عملِ صالحہ کے مجسمہ تھے۔

ہمیں بھی نمازوں کے قیام کی فکر کرنی چاہیئے

میں نے ان آیات کی تلاوت اس لئے کی ہے کہ ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے، ہم میں بھی نمازوں کے متعلق سستی پیدا ہو رہی ہے۔ بڑی توجہ اور فکر کرنا چاہیئے۔ اولاد کی تربیت نماز کی طرف توجہ دینی چاہیئے سات سال کے بچے کو مار کر بھی نماز پڑھانے کی تاکید آئی ہے۔ پس ہمیں خود بھی نماز قائم کرنی چاہیئے اور اولاد کی بھی ایسی ہی تربیت کرنی چاہیئے کہ وہ بھی نمازوں کے پابند رہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جائیں، اگر ہم خدا کی ناراضگی سے بچنا چاہتے ہیں تو نمازوں میں دوام اختیار کریں۔ اپنی اولاد کو نماز کی طرف راغب کریں اور ہر ہر فرد نماز کا پابند ہو جائے۔ قرآن کریم میں اس کی بڑی تاکید ہے۔ نماز کے فوائد ہیں۔ اس سے قرب الٰہی میسر آتا ہے۔ اس کی برکات اتنی ہیں فرد اور قوم کے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ بدی ختم ہوتی ہے اور سلامتی کے دروازے کھلتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنے میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اور ہماری آنکھ کی ٹھنڈک بھی نماز میں ہونی چاہیئے۔ قرآن کریم میں ہمیں دعا سکھلائی گئی ہے ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما یعنی اے ہمارے رب ہمیں اپنی ازواج اور اپنی اولاد کے ہمارے متعلق آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ بنا۔ اب جبکہ یہ ثابت ہے کہ مومن کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز اور نیک کاموں میں ہی ہوتی ہے تو اس دعا کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ ہماری اولاد کو نماز کا

شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام ۔ کراچی

حضرت یعقوبؑ کے سب بیٹوں کو نبی ماننا خلاف قرآن ہے
حسب و نسب کا امتیاز قرآن کے نزدیک ناجائز ہے
مولوی احتشام الحق صاحب کا فہم قرآن

مولوی احتشام الحق نے قرآن پاک کی اس آیت مقدسہ "وقالوا کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین" کی توضیح اخبار جنگ مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۸۱ء میں شائع کی ہے اس کا طویل حصہ اسرائیلی روایات یا قصہ جات کے مطابق کہا جا سکتا ہے مگر اصولِ اسلام ۔ وقارِ نبوت اور تعریف نبوت و رسالت کے بالکل خلاف ہے ۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں دونوں پر اتمام حجت کرتا ہے کہ جب تمہارے نزدیک بھی ملت ابراہیمیؑ کا اصل الاصول اللہ تعالیٰ کی توحید کامل یعنی ہر قسم کی شرک کی آمیزش سے کلی طور پر پاک و صاف کا ہونا ہے ۔ اور تم دونوں مذہبوں نے شرک کو جو ہر بدی کی جڑھ ہے، اپنے اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے تو کس منہ سے تم دونوں اس دعوے میں حق بجانب قرار دیئے جا سکتے ہو، کہ تم میں سے کسی ایک کے مذہبی اصول قبول کر لینے سے انسان ہدایت یافتہ کہلا سکتا ہے اس صاف اور سیدھے بیان کے ساتھ ساتھ جناب مولوی صاحب نے بغیر موقعہ و محل یا بغیر کسی ضرورت کے حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کی نبوت کے غلط دلائل تحریر فرمائے ہیں جس کی یہ آیت مقدسہ متحمل نہیں ہو سکتی ۔ بہرحال جو کچھ جناب مولوی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہے :۔

"یہ دراصل اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے تمام بیٹے پیغمبر اور انبیاء تھے .... بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے علاوہ ان کے اور بھائی نبی نہیں تھے ..... لیکن محققین علماء کی رائے بھی یہی ہے کہ وہ سب کے سب نبی تھے۔ ان حضرات نے اس سلوک کے متعلق (حضرت یوسفؑ کے ساتھ) یہ فرمایا ہے کہ ان کی (یعنی برادران یوسف کی) محبوبیت و مقبولیت کی بنا پر ان کی نبوت میں اسی طرح قادح نہیں جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشاجرات اور بعض امور میں باہمی نزاع و اختلافات ان کی عدالت میں قادح نہیں ہے بعض ایسی لغزشیں جو دوسروں سے سرزد ہوں تو علامت نفاق قرار پائیں، لیکن ان سے (یعنے برادران یوسف سے بوجہ خاندان نبوت) سرزد ہوئیں تو ان کو عفو و درگزر قرار دیا گیا، جیسا فتح مکہ کے موقع پر حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ حدیث شریف میں ہے ۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے القاء الواح اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ان کا برتاؤ کے واقعات خود قرآن کریم میں مذکور ہیں، حالانکہ کسی غیر نبی سے یہ اعمال سرزد ہوتے تو سنگین جرم قرار پاتے ۔ لیکن حضرت موسیٰؑ کی نبوت و رسالت میں ان سے کوئی فرق نہیں آیا۔"

(اخبار جنگ صفحہ ۲ مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۸۱ء)

جناب مولوی صاحب کا مذکورہ بیان سراسر اصول اسلام ۔ مقام نبوت اور عصمت انبیاءؑ کے خلاف ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب بیٹوں کو نبی تسلیم کرنا قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات کے صریحاً خلاف ہے ۔

ا ۔ ن اقتلوا یوسف او اطرحوہ ارضا ۔ اس آیت مقدسہ میں برادران یوسف کی خفیہ سازش کا ذکر فرمایا ہے جس میں انہوں نے حضرت یوسف کو قتل کرنے یا ملک بدر کرنے کا فیصلہ کرنا تھا

ب ۔ لا تقتلوا یوسف والقوہ فی غیابت الجب ۔ باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ یوسف کو قتل نہ کرو ۔ بلکہ اس کو کسی گہرے، بے آباد اور اندھیرے کنوئیں میں پھینک دیا جائے ۔

ج ۔ فلما ذھبوا بہ واجمعوا ان یجعلوہ فی غیابت الجب ۔ فیصلہ کے مطابق انہوں نے حضرت یوسف کو بغیر منڈیر والے کنوئیں میں پھینک دیا ۔ بالفاظ دیگر سب بھائی قریباً قریباً قتل عمد کے مجرم بن گئے ۔

د ۔ وجاءوا اباھم عشاء یبکون ۔ اس آیت مقدسہ میں برادران یوسف کی مکاری و عیاری کا ذکر ہے کہ وہ روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس گئے ۔ باپ نے جب رونے کی وجہ دریافت کی ۔ تو ذیل جھوٹ کا ارتکاب کیا: "قالوا یاابانا انا ذھبنا نستبق وترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب" اے باپ ہم ایک دوسرے سے آگے نکلتے ہوئے چلے گئے اور یوسفؑ کو سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑا ۔ بھیڑیا آیا اور وہ یوسفؑ کو کھا گیا ۔

مذکورہ بالا آیات مقدسہ نے جو جرائم برادران یوسف کے گنوائے ہیں ۔ یہ تو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برادران یوسف کی توبہ قبول فرما لی ہو ۔ لیکن ان کو نبی کسی صورت میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا ۔ کیونکہ یہ بڑی ہی مضحکہ خیز بات ہو گی ۔ کہ جناب مولوی احتشام الحق صاحب اور ان کے محقق علماء تو برادران یوسف کو نبی مانتے رہیں ۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں ان کے جرائم کا تا قیامت اعلان کرتا رہے ۔

۲ ۔ برادران یوسف کے سلوک کو ان کی نبوت کے خلاف نہ سمجھنا ۔ یا ان کے ایسے سلوک کو صحابہ کرامؓ کے باہمی نزاع اور اختلافات کے برابر قرار دینا میرے نزدیک صحابہ کرامؓ کی ہتک کے مترادف ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کرام کی فضیلت ۔ بلند مرتبے اور شان کے متعلق بیسیوں مقامات پر ذکر فرمایا ہے ۔ مثلاً کہیں فرمایا ۔ کہ صحابہ کو سچائی کے ساتھ محبت ہے (۲) انہوں نے اپنی ساری خواہشات کو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ذبح کر دیا ہے (۳) کہیں اللہ تعالیٰ ان کو "عباد الرحمٰن" کے معزز لقب سے مشرف فرماتا ہے بدیں مفہوم کہ وہ اس مقام عبودیت کو حاصل کر چکے ہیں جہاں ان سے کبھی گناہ ہی سرزد نہیں ہو سکتا جیسے صحابہ کرام کی عصمت کا بلند مقام کا اظہار فرمایا ہے (۴) کبھی ان کو جنت کی خوشخبری سناتا ہے ۔ یہاں تک کہ (۵) رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا دائمی سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا ۔ کیا جناب مولوی صاحب اور ان کے محقق علماء ان واقعات کی روشنی میں صحابہ کرام کے مقدس گروہ کا مقابلہ برادران یوسف کے ساتھ کرنے میں حق بجانب ہیں ۔ جن کی دنیاداری کے چند واقعات تو قرآن کریم نے بھی گنوائے ہیں ۔ رہ گیا امر صحابہ کرام کے مشاجرات اور باہمی نزاع و اختلافات کا، مولوی صاحب کو علم ہونا چاہیئے ۔ کہ اس مقدس گروہ کے سب حضرات کی نہایت نیک نیتیں تھیں ۔ ان کا جنگوں میں حصہ لینا کسی دنیوی غرض کے ماتحت نہیں تھا ۔ بلکہ مسلمانوں میں مصالحت کی غرض سے تھا ۔ اللہ تعالیٰ دونوں جنگ کرنے والے گروہوں کو مومن قرار دیتا ہے ۔ خواہ وہ گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہو یا حضرت امیر معاویہ کا ۔ حضرت علی نے حضرت زبیر و طلحہ کے قاتلوں کے متعلق نہایت نفرت و حقارت کے الفاظ استعمال کئے ۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو نہایت ادب اور تکریم کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا ۔

۳ ۔ جناب مولوی صاحب نے اپنے بیان میں حسب و نسب کی جو فضیلت یا برتری قائم کرنے کے لئے کوشش کی ہے وہ اس لئے قابل پذیرائی نہیں کہ قرآن کریم فرماتا ہے (۱) ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ کی رو سے تمام قومی اور نسبی امتیازات کا خاتمہ کر دیا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ معزز ہے جو احکام قرآنی کو نگاہ میں رکھے (۲) فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز کوئی نسب (بجز اعمال صالحہ) کام نہ آئے گا ۔ آپ غور فرمائیں کہ کیا کسی سید کے نعوذ باللہ مرتد ہو جانے سے اس کی نجات ہو جائے گی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مسئلہ کو یہاں تک صاف فرمایا کہ اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صاف لفظوں میں فرمایا کہ قیامت کے روز میں تمہارے کام نہ آ سکوں گا ۔ نیز یہ بھی آپ کے ارشادات گرامی میں ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرے تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیئے جائیں ۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ برادران یوسف کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا ۔ اس صحابی کی نیت نہایت نیک تھی ۔ چنانچہ جب خط کے متعلق ان سے دریافت کیا گیا ۔ تو حاطب نے صاف صاف اقرار کیا اور رسول اللہ صلعم کو وجہ بتلائی کہ مہاجرین کے رشتہ دار تو مکہ میں موجود ہیں ۔ کیونکہ میں قوم قریش سے نہیں ہوں، میں نے خیال کیا کہ مکہ والوں کے

ساتھ کوئی احسان کو چھوڑ دوں۔ تاکہ دو بڑے رشتہ دار دوں کو نہ ستائیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عذر کو قبول فرمایا کہاں یہ واقعہ اور کہاں آپ کا تحریر کرنا کہ برادران یوسف کا چونکہ ان کے خاندان نبوت ہو لغزشیں ان سے سرزد ہوئیں، ان کی نبوت میں قادح نہیں ہے۔ سراسر خلاف قرآن ہونے کے باعث رد کرنے کے قابل ہے۔

۴۔ آپ کے بیان کا آخری حصہ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جس طرح حضرت موسےٰ کا سلوک حضرت ہارونؑ کے ساتھ یا القاء الواح کا واقعہ جو بقول آپ کے عام آدمی سے سرزد ہوتا تو سنگین جرم قرار پاتا۔ مگر حضرت موسےٰ کی نبوت و رسالت میں کچھ فرق نہ آیا سراسر آپ کی ناواقفیت قرآن پر مبنی ہے۔ غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قال فانا قد فتنا قومك من بعدك واضلهم السامری" جس سے ثابت ہے۔ کہ حضرت موسےٰ کو تو میقات طور کے وقت ہی معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی غیر حاضری میں سامری نے ان کی قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس لئے حضرت موسےٰ قوم کے مشرکانہ فعل پر غصہ میں تھے۔ ایسا غصہ خدا تعالےٰ کی نظر میں مذموم فعل نہیں بلکہ غیرت ایمانی کے باعث مستحسن ہوتا ہے اس لئے حضرت موسےٰ کا حضرت ہارون کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا اس غصہ کے باعث تھا۔ جو صحیح تھا۔ کیونکہ حضرت موسےٰ کو خیال ہو گا کہ حضرت ہارون نے عمداً بچھڑا بنانے سے کیوں نہیں روکا۔ لیکن جب حضرت ہارون نے حضرت موسےٰ پر واضح کیا کہ قوم نے مجھ کو کمزور جانا۔ قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیا جاتا۔ اس لئے میں نے آپ کا انتظار کیا۔ اس پر حضرت موسےٰ نے دلی محبت کے ساتھ حضرت ہارون کو بھی اپنے ساتھ دعاؤں میں شامل کر لیا۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتا۔ کہ حضرت موسےٰ نے حضرت ہارون کے ساتھ کہاں ایسا برا سلوک کیا ہے۔ جو عام آدمی سے سرزد ہونے کے باعث سنگین جرم قرار پاتا۔ ٹھیک اس طریق پر آپ اور آپ کے محقق علماء القاء الواح کے واقعہ کو بھی نہیں سمجھ سکے۔ القاء کے معنی ڈالنا یا زمین پر رکھنے کے ہیں۔ اس کے معنے توڑنا ہرگز ہرگز نہیں۔ آپ کے محقق علماء کو در حقیقت اسرائیلی روایات سے غلطی لگی ہے۔ تورات نے تو بالعموم سب انبیاء پر اور بالخصوص حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے متعلق ایسی لغو اور لچر باتیں لکھی ہیں کہ بعض ان میں سے انسانی تہذیب و شائستگی پر ایک بدنما دھبہ ہیں۔ اگر تورات کو دوبارہ لکھنے والوں نے اسی طریق پر حضرت موسےٰ پر یہ بیہودہ الزام لگا دیا۔ کہ انہوں نے تورات کی تختیوں کو توڑ ڈالا۔ تو یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیا آپ کے نزدیک نبی غصہ میں ہونے کی حالت میں خدا تعالےٰ کے کلام کی ہتک کر سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید تورات کی تختیوں کو توڑنے کو رد کرتا ہے۔ بلکہ القی الالواح کے الفاظ نے اس کی تصدیق کر دی کہ حضرت موسےٰ نے حضرت ہارون کو اپنی طرف کھینچنے کے وقت تورات کی تختیوں کو بحفاظت زمین پر رکھ دیا تھا۔ جب حضرت ہارون کے ساتھ ان کا معاملہ درست ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے انہی الواح کا "اخذ الالواح" کے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ یعنی حضرت موسےٰ نے ان تختیوں کو پھر اٹھا لیا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت موسےٰ سے ایسا کوئی فعل سرزد نہیں ہوا۔ جس سے حضرت ہارون کی کوئی ہتک ہوئی ہو۔ یا حضرت موسےٰ نے تورات کی بےادبی کی ہو۔ کیا برادران یوسف نبی تھے۔ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات ان کو نبی ثابت کرنے کے لئے ممد و معاون بن سکتے ہیں۔ نیز حضرت موسےٰ اور ہارون کے جو واقعات آپ نے لکھے ہیں وہ بھی درحقیقت آپ کی قلت تدبر کا نتیجہ ہیں۔

اخبار احمدیہ

ولادت

ہمارے عزیز دوست اصغر علی صاحب صدیقی کے فرزند ارجمند نعیم جاوید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے، اس خوشی میں صدیقی صاحب نے مبلغ -/5 روپے بطور شکرانہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ جماعت کے احباب نومولود کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کریں کہ اس کی عمر دراز ہو اور خادم دین بنائے۔ آمین۔

اشاعت قرآن کیلئے عطیہ

کراچی جماعت کے بزرگ محترم ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب نے مبلغ -/550 روپے قرآن کریم (انگریزی اور اردو نصف نصف کاپیوں) کی مفت تقسیم کے لئے عطا فرمائے ہیں ڈاکٹر صاحب کی دلی خواہش ہے کہ جماعت کے تمام احباب اس کار خیر میں حصہ لیں تاکہ قرآن کریم کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا جا سکے اور انشاء اللہ یہ کام اسی جماعت کے بزرگوں سے ہی انجام پائے گا۔ — محمد حسن خان کراچی

ڈھاکہ میں جلسہ میلاد النبی صلعم

لاہور احمدیہ مشن ڈھاکہ کی اطلاع مظہر ہے کہ ۹ مئی ۱۹۷۱ء کو لاہور احمدیہ مشن ہاؤس ڈھاکہ میں میلاد النبی صلعم کی تقریب پر ایک جلسہ زیر صدارت ڈپٹی خلیل الرحمان خادم صاحب ڈائرکٹر تبلیغ منعقد ہوا جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی بلند پایہ تعلیمات اور سیرت پاک پر حسب ذیل اصحاب نے تقاریر کیں:۔

(۱) مسٹر عبد المنان صاحب جلال آبادی ایڈیٹر انگریزی پکچر انفارمیشن۔

(۲) مسٹر عبد الصمد جمالی صاحب۔

(۳) مولانا محمد عبد اللہ صاحب آف کومیلا۔

آخر میں جناب کے آر خادم صاحب نے صدارتی تقریر فرمائی۔ اس جلسہ میں زیادہ تر احمدی حضرات اور ڈھاکہ کے ممتاز غیر از جماعت اصحاب شامل ہوئے جلسہ کے اختتام پر حاضرین کی تواضع ماکولات سے کی گئی۔

جلسہ یوم وصال مسیح موعودؑ

۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال پر لاہور احمدیہ مشن ہاؤس ڈھاکہ میں جلسہ منعقد ہوا جس میں مسٹر کے آر خادم صاحب، سید احمد حسین صاحب ایڈیٹر دی ڈیلی نیوز اور ڈاکٹر وسیم خاں صاحب نے تقاریر کیں، جن میں حضرت مسیح موعودؑ کی شاندار خدمات اسلام پر مفصل روشنی ڈالی گئی، بہت سے احمدی اور غیر احمدی اصحاب شامل جلسہ ہوئے۔

کویت سے ایک دوست کا خط

کویت سے ہمارے نہایت ہی مخلص دوست مفتی عبد الحی صاحب ہمیشہ باقاعدگی سے چندہ ماہوار بھیجتے اور اخبارات منگواتے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے ایک خط میں ماہوار چندہ، مفت اشاعت اور طبی خدمات کے لئے کچھ رقم ارسال کی ہے۔ ان کے اور ان کے خاندان کے لئے احباب سے خاص طور پر دعا کی درخواست ہے۔

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب کا پتہ

گذشتہ ہفتہ پیغام صلح میں مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب کی آمد کی خبر شائع ہوئی۔ جس میں ان کا پتہ غلط درج تھا۔ صحیح ایڈریس درج ذیل ہے:۔

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب
معرفت بابو رحمت اللہ صاحب محلہ کمہاران
شہر سیالکوٹ

شہداء کا مرتبہ بہت بلند ہے

وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں

موت اور مصائب پر صبر اور رضائے الٰہی پر شاکر ہونا بہت بڑے اجر کا موجب ہے

شیخ نثار احمد صاحب کی عارف شہید کی رسم قل پر تقریر

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ —— (سورۃ بقرہ۔ ۱۵۴ تا ۱۵۶)

ان آیات میں تکلیفوں، مصیبتوں اور ابتلا کا ذکر ہے جو انسانوں کو لاحق ہو جاتے ہیں۔ خوف جو بے چین اور پریشان کر دیتا ہے۔ بھوک اور تنگ دستی کی تکلیف ہے۔ جانوں کا جاتے رہنا۔ اپنوں کا بچھڑ جانا۔ مال کا نقصان۔ فصل کا برباد ہو جانا۔ یہ سب ایسے نقصانات ہیں جن سے انسانی معاشرہ دوچار ہوتا ہے۔ اور فرمایا یہ تمہارے رب کی طرف سے آزمائش ہے۔ جو اس پر ثابت قدم رہتا ہے ان کے لئے اجر کا وعدہ ہے۔ اور فرمایا صبر کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے وہ اس انداز سے سوچیں کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہی ہے اور وہ کبھی اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔ مرجع سب کا آخرت ہی ہے۔

صبر آسان چیز نہیں۔ کہہ لینا آسان ہے مگر اس پر پورا اُترنا بھی ایک مجاہدہ ہے۔ ان آیات میں ہدایات بھی فرما دی ہیں کہ ان تکلیفوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے جائیں۔ دو باتیں بیان فرمائیں سب سے پہلے صبر کی تلقین ہے۔ بے صبری سے کچھ نہیں بنتا۔ بے حالی اور پریشانی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اور صبر میں ہی اجر ہے۔ بے حال ہو کر اور جزع فزع کے بعد صبر آیا تو کیا کمال کیا۔ ضعف انسانی تو بہرحال اس کو خاموش کر دے گا۔ اس لئے فرمایا کہ تکلیفوں کو صبر سے برداشت کرو اور صبر کا ذریعہ بھی بتا دیا کہ نماز کے ذریعہ اس کو حاصل کر لو۔ خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ دلوں کو اطمینان ذکر الٰہی اور یاد الٰہی سے ہوتا ہے۔ جس کا جی چاہے اس نسخہ کو آزما کر دیکھ لے۔ پریشان ہو کر ہی نہ آنا ہو دو رکعت نماز میں کھڑے ہو جائیے کیفیت ہی بدل جائے گی۔

ان آیات میں ایک بات کا بالخصوص ذکر فرمایا یعنی رحلت کا یعنی اس دنیا سے کوچ کر جانا اس حالت میں کہ یہ راہ حق میں ہو۔ خدا کے رستہ میں جان دینے والا ہو۔ راہِ حق میں جان دینا کیا ہے فرائض حقہ کی بجا آوری میں اس دنیا سے کوچ کر جانا یہ شہداء کا گروہ کہلاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے اور ان کا مقام بہت بلند ہے اور ان کا ذکر کلام پاک میں آیا ہے اور خصوصیت ان کی یہ ہے کہ فرمایا جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں۔ مگر تم جانتے نہیں محسوس نہیں کرتے تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ اور ایک اور مقام پر بھی آیا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، انہیں مردے مت خیال کرو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں یہ کئی ایک احادیث سے معلوم ہوتا ہے شہداء کو خاص مراتب قرب عطا ہوتے ہیں اور ان کو رزق بھی ملتا ہے۔ یہ رزق وہی ہے جو جنت میں ملتا ہے۔ کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْھَا مِنْ ثَمَرَۃٍ رِّزْقًا قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔

تو یہ بہت بڑا مقام ہے ان کے لئے بھی اور لواحقین کے لئے بھی۔ اور پسماندگان کے لئے بھی درجات کا موجب ہے۔ کوئی نیکی اور قربانی ضائع نہیں جاتی اس کا اثر دوسروں پر ہوتا ہے۔ اور شہداء کی قربانیوں سے تو ساری قوم اور سارے ملک کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ایک مفکر نے کیا خوب کہا ہے، کتنے کھوڑوں سے کتنے بہتوں کو فائدہ پہنچا ہے، جان دینے والے تو تھوڑے ہوتے ہیں۔ ان کی جانفشانی کا ثمر کھانے والے کتنے کثیر ہیں۔ یہ معمولی رتبہ نہیں ہے۔ بہرحال جو رضائے الٰہی مقدر ہو اس کے سامنے کسی کو اختیار نہیں اور اس پر راضی رضا ہی بلندی کردار ہے۔ سبحان اللہ، آنحضرت صلعم کی زندگی ہر رنگ میں نمونہ ہے۔ کیا سچ فرمایا وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ رسول اللہ صلعم تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ حضورؐ کا جوان سال بیٹا فوت ہو گیا، صحابہؓ نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں اشکبار ہیں، پوچھا یا رسول اللہ آپ اور آنسو؟ فرمایا یہ تو بشریت کا تقاضا ہے۔ پھر آپؐ اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میرا دل غم سے بھرا ہوا ہے اور آنکھوں میں آنسو ہیں مگر میں تیری رضا پر راضی ہوں، جن کو یہ بلند مقام نصیب ہو جائے یعنے خدا کی رضا کو مقدم رکھنا، اس کے احکام کے سامنے اپنی خواہشات کو ثانوی حیثیت دینا، اور اس کی مشیت کو قبول کر لینا اور حرف شکایت لب پر نہ لانا تو یہ بہت بڑی سعادت ہے اور ان کے لئے جنت کی ضمانت ہے۔

قرآن حکیم میں پانچ باتیں ایسی لکھی ہوئی ہیں جن کے متعلق کسی کو آگاہ نہیں کیا گیا اور اس کا علم نہیں دیا گیا اور نہ اُن پر کسی کو دسترس حاصل ہے۔ ان میں سے تین باتیں یہ ہیں (۱) وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کل کیا کرنا ہے یعنی آئندہ اس کے لئے کیا مقدر ہے۔ اس کے منصوبے مکمل ہوں گے یا نہیں۔ کل کی خبر نہیں۔ (۲) وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔ کسی کو یہ علم نہیں کہ کس زمین میں اس نے مرنا ہے، اور تیسری بات علم الساعۃ ہے۔ ساعت دو قسم کی ہے، ساعت کبریٰ یعنی قیامت اور روز محشر اور ساعت صغریٰ، اس دنیا سے کوچ کرنے کی گھڑی، یہاں سے رحلت کر جانا۔ موت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے مگر اس کے وقت کا کسی کو علم نہیں۔ ہے تو یہ کتاب مجملہ مقدر ہے مگر معلوم نہیں کہ کب۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ آج تک ان کو کوئی جھٹلا نہیں سکا اور نہ اس کے مقابل پر اپنا اختیار دکھا سکا، اور یہی دلیل کافی ہے خدا کی ہستی پر، خدا کی باتیں سچی ہیں، فرمایا فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ صبر کر خدا کے وعدے سچے ہیں یہ ہو کر رہیں گے۔

انبیاءؑ اور مجددینؒ یہی یقین پیدا کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں کہ خدا ہے اور اہل دنیا دنیا سے رغبت کم کریں اور معبود حقیقی کی طرف رجوع کریں اور خشیۃ اللہ اپنے اندر پیدا کریں جو کہ نیکی اور طہارت کی جڑ ہے ارشاد ربانی ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی۔ دنیا کے سامان تو قلیل اور عارضی ہیں اور آخرت اس کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اس زمانہ کے مجددؒ نے بھی اسی بات پر ہی زور دیا ہے۔ آپ نے تریاق القلوب میں صدق کے مرتبہ کو بیان فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ صدیق وہ ہے جس کو دنیا سے نفرت ہو اور ہر ایک لغو امر سے طبعی کراہت ہو۔ اس عادت کے راسخ ہونے پر صدق کا دوسرا درجہ پیدا ہوتا ہے جس کو انس، شوق اور رجوع الی اللہ کہتے ہیں اور پھر صدق کا تیسرا درجہ پیدا ہوتا ہے جس میں انقطاع اتم ہوتا ہے یعنے سالک فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ تمام پاک سچائیاں اور اعلیٰ درجہ کے معارف اس کے پاک نفس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور روح القدس اس کے اندر بولتی ہے اور تمام جھوٹ۔ کذب اور دروغ کا حصہ اس کے اندر سے کاٹا جاتا ہے کیونکہ یہ روح سے پاتا ہے۔ روح سے بولتا ہے اور روح سے لوگوں پر اثر ڈالتا ہے

ع دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

اور اس کا نام صدیق اس لئے ہے کہ اس سے کذب اور جھوٹ کی تاریکی بکلی نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ سچائی کی روشنی اور پاکیزگی اپنا دخل کرتی ہے، اس کی زبان پر بھی اعلیٰ درجہ کے معارف جاری ہوتے ہیں، اس کو سچائیوں کا کامل طور پر علم بھی ہو اور وہ ان پر قائم بھی ہو۔ شرک سے نفرت ہو۔ کامل مرتبہ کا اخلاص، عبودیت کی حقیقت اور وحدانیت باری تعالیٰ کیا شئے ہے، اطاعت کیا شئے ہے۔ توبہ کی حقیقت کیا ہے۔ صبر توکل اور رضا کیا ہے۔ وفا، تواضع سخا۔ ابتہال۔ دعا۔ عفو اور حیا کیا ہے۔ دیانت اور امانت کیا ہے۔ اور اخلاق فاضلہ کی کیا کیا حقیقتیں ہیں اور پھر ان پر قائم بھی ہو۔

پھر مرتبہ شہادت بھی ہے اور وہ یہ ہے

(باقی ص ... کالم ...)

تاریخ احمدیت میں ایک اور تحریف

"چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد"

(محمد صالح نور صاحب)

— کسی قوم کی تاریخ میں ردّ و بدل ایک ایسا جرم ہے جسے کوئی بھی حق پسند معاف نہیں کر سکتا پھر خاص طور پر ایک مامور من اللہ کی تحریرات اور الہامات میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرنا تو کسی طور بھی لائق چشم پوشی نہیں ہے اور جن لوگوں نے اللہ تعالےٰ کے فرستادگان کے کلام میں ردّ و بدل کیا ہے انہیں آئندہ آنے والی نسلیں اچھے نام سے یاد نہیں کر سکتی۔

— ہم نے گذشتہ سطور میں جماعت احمدیہ ربوہ کی بعض اس قسم کی جرأتوں کا ذکر ان صفحات پر کیا ہے مگر ہماری مخاطب جماعت بجائے اس کے متعلق رائے زنی کرنے کے اپنے آرگن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے مسائل پیادارہے لکھنے میں مصروف ہے۔

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و یاد خدا را بہانہ ساخت

— حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت اور ارادت رکھنے والے اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ حضورؑ نے اپنے دعوے پر ایمان نہ لانے والے کو کبھی کافر نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ:-

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

(تریاق القلوب)

اس کے برعکس جماعت احمدیہ ربوہ کا یہ عقیدہ ہے کہ:-

(۱) "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔

(آئینہ صداقت)

(۲) "جو مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔ (کلمۃ الفصل)

(۳) "حضرت اقدسؑ نبی ہیں ان کے منکروں کا حکم انبیاء کے منکروں کا ہوگا۔"

(مباحثہ راولپنڈی)

اب ذیل میں حضرتؑ کے مکتوبات میں سے ایک الہام مع تشریح کے درج کیا جاتا ہے اور بعد میں مؤرخینِ ربوہ کی محرفانہ عبارت کا ذکر کیا جائے گا۔

حضورؑ اپنے مکتوب مؤرخہ ۱۲ر جون ۱۸۸۳ء میں تحریر فرماتے ہیں:-

"چند روز ہوئے کہ خداوند کریم کی طرف سے ایک اور الہام ہوا تھا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ انی متوفیک و رافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ وقالوا انّی لک ھذا۔ قل ھو اللہ عجیب یجتبی من یشاء من عبادہ۔ وتلک الایام نداولھا بین الناس۔

ترجمہ: کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔ میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور میں تیرے تابعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا لوگ کہیں گے کہ یہ مقام تجھے کہاں سے حاصل ہوا کہہ وہ خدا عجیب ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے چن لیتا ہے اور یہ دن ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔

اور یہ آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ بار بار الہام ہوئی اور اس قدر متواتر ہوئی کہ جس کا شمار خدا کو ہی معلوم ہے اور اس قدر زور سے ہوئی کہ میخ فولادی کی طرح دل کے اندر داخل ہو گئی اس سے یقیناً معلوم ہوا کہ خداوند کریم ان سب دوستوں کو جو اس عاجز کے طریق پر قدم ماریں بہت سی برکتیں دے گا اور ان کو دوسرے طریقوں کے لوگوں پر غلبہ بخشے گا اور یہ غلبہ قیامت تک رہے گا اور اس عاجز کے بعد کوئی مقبول ایسا آنے والا نہیں کہ جو اس طریق کے مخالف قدم مارے اور جو مخالف قدم مارے گا اس کو خدا تباہ کرے گا اور اس کے سلسلہ کو پائیداری نہیں ہوگی۔ یہ خدا کی طرف سے وعدہ ہے جو ہرگز تخلف نہیں کرے گا۔

اور کفر کے لفظ سے اس جگہ شرعی کفر مراد نہیں صرف انکار مراد ہے غرض یہ وہ سچا طریقہ ہے جس میں ٹھیک ٹھیک حضرت نبی کریمؐ کے قدم پر قدم ہے اللّٰھم صلّ علیہ وآلہ وسلّم"

(مکتوبات جلد اوّل ص۲۴)

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ مکتوب مکتوبات جلد اوّل میں بعینہٖ شائع شدہ موجود ہے نیز حضورؑ کے الہامات کا جو مجموعہ دسمبر ۱۹۳۵ء میں قادیان سے مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی زیر نگرانی "تذکرہ" کے نام سے پہلی بار شائع ہوا اس کے صفحہ ۵۹ و ۶۰ پر بھی یہ مکتوب بعینہٖ درج کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ اس مکتوب کی مندرجہ ذیل عبارت جماعت احمدیہ ربوہ کے عقیدہ کے خلاف تھی کہ:-

"اور کفر کے لفظ سے اس جگہ شرعی کفر مراد نہیں صرف انکار مراد ہے"

لہٰذا الہامات کا مجموعہ "تذکرہ" جب بارِ دگر ربوہ سے شائع کیا گیا تو اس مکتوب کو اس عبارت سے پہلے ہی ختم کر کے اس مذکورہ عبارت کو حذف کر دیا گیا تا کہ یہ امر کسی طور نظروں سے اوجھل رکھا جا سکے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ عقیدہ تھا کہ الہام "وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا" میں کفر کے لفظ سے شرعی کفر مراد نہیں بلکہ صرف آپؑ کا انکار مراد ہے۔ مگر تذکرہ کو دوبارہ شائع کرنے والوں کی نظر سے یہ بات اوجھل رہی کہ روزِ روشن میں جو جرم کیا جاوے وہ کس طرح نگاہ دوربین سے پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

— اس مرتبہ ہم جماعت احمدیہ ربوہ کے موجودہ سربراہ سے یہ امر [illegible] کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح [illegible] تحریرات اور فرمودات میں اس قسم کی کا [illegible] اور ردّ و بدل کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے [illegible] کیا آپ بھی اس قطع و برید میں برابر کے حصہ دار ہیں یا ان تاریخی جرائم کو علماء جماعت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے؟ اور ہم جو آج تک توریت اور انجیل کو محرّف اور مبدّل کرنے والوں پر نقطہ چینی کرتے چلے آئے ہیں اس میں ہم کہاں تک حق بجانب سمجھے اور کیا

شہداء کا مرتبہ بہت ہے

(بسلسلہ صفحہ ۹)

کہ انسان اپنی قوتِ ایمانی سے اس قدر اپنے خدا اور روزِ جزا پر یقین کر لیتا ہے کہ گویا خدا تعالےٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ تب اس یقین کی برکت سے اعمالِ صالحہ کی مرارت اور تلخی دور ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہر ایک قضا اور قدر شہد کی طرح اس کے دل میں نازل ہوتی ہے اور ہر ایک تکلیف اور آزمائش اس کو انعام کے رنگ میں دکھائی دیتی ہے، یہ ہے مؤمن کی شان جو اس زمانہ کے مجددؑ نے بیان کی ہے اور آپؑ فرماتے ہیں کہ شہید اس کو کہتے ہیں جو قوتِ ایمانی کی وجہ سے خدا تعالےٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کی تلخ قضاء و قدر سے شہد شیریں کی طرح لذت اٹھاتا ہے اور اس معنے کی رُو سے شہید کہلاتا ہے۔ یہ مرتبہ کامل مؤمن کے لئے بطور نشان ہے۔

پھر صالحین کا مرتبہ بیان فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں، صالح اس وقت کسی کو کہا جاتا ہے جب ہر ایک فساد سے اس کا اندرون خالی اور پاک ہو جائے اور تلخ مواد کے دور ہونے کی وجہ سے عبادت اور ذکر الٰہی کا مزہ اعلیٰ درجہ کی لذت پر آ جائے۔ کیونکہ جس طرح زبان کا مزہ جسمانی خلطوں کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے ایسا ہی روحانی مزہ روحانی مفاسد کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے۔

غرض یہ بیان کردہ مراتب ایسے ہیں کہ جن کو طلب کرنا ہر ایک ایماندار کا فرض ہے۔ اور جو شخص کلی ان سے محروم ہے وہ ایمان سے محروم ہے۔ اور یہ دعا جو سکھائی گئی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس میں منعم علیہم یہی پاک گروہ ہیں یعنی انبیاء، صدیق، شہداء اور صالحین۔ اور انسان کامل ان کمالات کا مجموعہ اپنے اندر رکھتا ہے۔

مجددِ زمانؑ کی یہ نصیحتیں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان پر کاربند ہونے کی سعادت نصیب ہو جائے تو یہ نہایت ہی خوش نصیبی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل دے۔ آمین۔

آخر میں چند اشعار پیش ہیں اور میں دعا کرتا ہوں اور آپ سے بھی یہی درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان (عارف ممتاز) کی قربانی کو قبولیت بخشے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین۔

مرتبہ تجھ کو شہادت کا ملا، تجھ پر سلام
فرش سے تا عرش ہے گونجی صدا، تجھ پر سلام

ہو حیاتِ جاوداں تجھ کو مبارک جانِ عم
خلد میں حوریں پڑھیں صبح و مسا، تجھ پر سلام

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمن مصری صاحب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کس قسم کے مسلمان تیار کرنے کی تڑپ تھی

(۳)

۔۔جب یہ افواہ پھیلتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم شہید ہو گئے تو ایک صحابیؓ یہ کہکر مسلمانوں کو جنگ جاری رکھنے پر آمادہ کرتا ہے کہ تم بھی اسلام پر جان دے دو جس پر نبی کریم صلعم نے جان دی کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام کی سچائی ان کے دلوں میں گھر کر چکی تھی اور اس کے لئے جان دینے کو وہ سعادت یقین کرتے تھے۔ پھر اس عورت کی محبت دیکھو جو لوگوں سے نبی کریم صلعم کے متعلق دریافت کرتی ہے اور لوگ اسے جواب دیتے ہیں کہ تیرا خاوند مارا گیا ہے وہ کہتی ہے مجھے نبی کریم صلعم کے متعلق بتلاؤ کہ ان کا کیا حال ہے پھر وہ کہتے ہیں کہ تیرا بیٹا شہید ہو گیا۔ مگر پھر وہ کہتی ہے کہ مجھے نبی کریم صلعم کے متعلق بتلاؤ جب وہ کہتے ہیں کہ آنحضور صلعم زندہ ہیں تو اس کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمہ نکلتا ہے کہ الحمد للہ کہ اگر آپؐ زندہ ہیں تو تمام مصیبتیں اس کے مقابل ہیچ ہیں، غور کرو کہ کیا یہ محبت جبر سے پیدا ہو سکتی ہے۔ جبر سے مسلمان ہونے والوں کا دل تو نعوذ باللہ نبی کریم صلعم کی موت کی خبر سن کر خوشی سے اچھلنا چاہیئے تھا کہ شکر ہے کہ جبر کے ڈنڈے سے تو ہمیں نجات ملی اب ہم ضمیر کی آزادی کی نعمت سے مالا مال ہو گئے ہیں۔

دو مزید نمونے

مسلمانوں کی محبت اور جان نثاری کے نمونے تو بے شمار ہیں لیکن خوف طوالت کی وجہ سے صرف دو مزید نمونوں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے، ایک تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جو صدمہ مسلمانوں کو پہنچا وہ بجز محب کو اپنے محبوب کی جدائی سے ہی پہنچ سکتا ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بار بار پڑھنا ؎

كنت السواد لناظري فعمي عليك الناظر
من شاء بعدك فليمت فعليك كنت احاذر

۔۔جذبات محبت کی ترجمانی کر رہا ہے جو مسلمانوں کے دلوں میں اس وقت موجزن تھے۔ دوسرا واقعہ جنگ تبوک کا ہے اس وقت مسلمانوں کو ایک ایسی قوم کے مقابلہ میں نکلنے کا حکم ہوتا ہے جو باقاعدہ اور تربیت یافتہ فوج رکھتی ہے جس کے نام سے عرب کانپتے تھے۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے کا خیال ان کو خواب میں بھی کبھی نہ آتا تھا پھر گرمی بھی شدت کی پڑ رہی ہے پھل پکے ہوئے ہیں فصلیں تیار ہیں ان کو کاٹنے کا وقت ہے سفر بھی لمبا ہے۔ لیکن حکم ملتے ہی سب مسلمان تعمیل کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مسلمان چند دن میں تیاری کر کے روانہ ہو جاتے ہیں۔ صرف تین مسلمان پیچھے رہ جاتے ہیں۔ باقی سب روانہ ہو جاتے ہیں اسلام کے لئے یہ قربانی بھی ان کی اس والہانہ محبت اور جذبۂ جاں نثاری پر دلالت کرتی ہے جو ان کو اسلام اور نبی کریم صلعم کے ساتھ تھی۔ اور جس کے لئے وہ اپنی ہر عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ کیا یہ ولولہ جبر سے پیدا ہو سکتا ہے، خدا کے لئے غور سے کام لو۔

کیا فتوحات کے بعد جبر سے کام لیا گیا۔

معترضین کہہ سکتے ہیں کہ ابتداء میں تو نہیں لیکن فتوحات کے بعد تلوار سے کام لیا گیا۔ لیکن واقعات ان کے اس خیال کی بھی تردید کر رہے ہیں۔ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت مخفی نہیں رہ سکتی کہ مسلمانوں نے جس ملک کو بھی فتح کیا اس ملک کے باشندوں کو مکمل آزادی دی، کبھی کسی کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ ان کی عبادتگاہوں کی حفاظت کی ان کے علماء کی تعظیم و تکریم کی بد ۔۔۔

۔۔۔ لوگ اسلام میں داخل ہوئے وہ اسلام کی خوبیوں کے باعث اور مسلمانوں کے نیک نمونے کو دیکھ کر مسلمان ہوئے اسلئے معترضین کا یہ اعتراض بھی واقعات کی روشنی میں کوئی وزن نہیں رکھتا بلکہ محض ان کے تعصب دلی پر دلالت کرتا ہے۔

اس اعتراض کا ایک اور نقطہ نگاہ سے

معترضین کے اس اعتراض پر ہم ایک اور نقطہ نگاہ سے بھی غور کرتے ہیں، یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اول تو جبر کے ذریعہ دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے والا شخص کبھی یہ اعلان نہیں کر سکتا کہ دین کے بارے میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔ لیکن قرآن کریم صریح الفاظ میں یہ اعلان کرتا ہے لا اکراہ فی الدین۔ دوسرے یہ کہ ایسا شخص کبھی دوسروں سے ان کے عقائد کے صحیح ہونے پر دلائل کا مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ لوگ اسے کہہ سکتے ہیں تم اپنے مذہب کی سچائی پر کونسے دلائل دے رہے ہو تم بھی تو ہمیں جبر سے ہی اپنے مذہب میں داخل ہونے پر مجبور کر رہے ہو۔ تیسرے جبر سے اپنے مذہب میں داخل کرنے والا شخص تو داخل ہونے والوں کی ہمت افزائی کرے گا نہ کہ ان کے حق میں حوصلہ شکن الفاظ استعمال کرے گا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے متعلق جو دل سے اسلام قبول نہیں کرتے بڑے ہی حوصلہ شکن الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جبر سے مسلمان ہونے والا شخص دل سے اسلام کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ ایسے لوگوں کا نام منافق رکھا گیا ہے، اس کو مومن کا لقب دینے سے انکار کیا گیا ہے۔ ان کو جھوٹا اور کذاب کہا گیا ہے، ان کو جہنمی کہہ کر پکارا گیا ہے ملاحظہ ہو ذیل کی آیت :-

ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الاخر وما هم بمؤمنين

یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو زبان سے تو کہتے ہیں ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے لیکن وہ خدا کے نزدیک مومنوں میں شامل نہیں اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ یہ لوگ خدا اور مومنوں ۔۔۔۔۔۔ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ خود دھوکا خوردہ ہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ بیماری ان کے نفاق کی وجہ سے بڑھتی جائے گی ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس جھوٹ کی وجہ سے جو یہ بول رہے ہیں۔ یعنی دل تو اسلام قبول نہیں کر رہا لیکن زبان سے یہ اسلام کا اقرار کر رہے ہیں اب یہ ظاہر ہے کہ جبر کے ذریعہ مسلمان ہونے والے اپنے متعلق یہ الفاظ سن کر کیا یہ کہہ نہیں سکتے کہ اس جھوٹ پر مجبور کرنے والے تم خود ہی تو ہو پھر ہم پر جھوٹ بولنے کا الزام کیوں لگا رہے ہو جو ہمارے دلوں میں یہ بیماری خود ہی تو پیدا کر رہے ہو اگر ہم تم کو دھوکا دینا چاہتے ہیں لیکن ہمیں خود ہی تم دھوکا دہی پر مجبور کر رہے ہو باوجود اس کے ہم کو دھوکہ باز قرار دیتے ہو۔ اگر اسلام جبر کو جائز قرار دیتا تو دل سے مسلمان نہ ہونے والوں کے متعلق کبھی ایسے الفاظ استعمال نہ کرتا۔ پھر سورۃ منافقون میں فرماتا ہے جب تیرے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے۔ اللہ تو جانتا ہی ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جو کچھ کہہ رہے ہیں یقیناً جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ اب انصاف سے بتلاؤ اگر جبر کے ذریعہ مسلمان ہونے والے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کیا بوالعجبی ہے کہ ایک طرف تو ہم کو جھوٹ پر مجبور کر رہے ہو اور دوسری طرف ہم پر جھوٹ کا الزام لگا کر ہم کو بدنام کرتے ہو۔

پھر قرآن کریم ایسے منافقوں کے متعلق صریح الفاظ میں فرماتا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کہ منافق جہنم کی سب سے نچلی سطح میں ہوں گے اور تو ہرگز اس کے لئے کوئی مددگار نہیں پائے گا۔

جبر کے ذریعہ مسلمان ہونے والے لوگ کیا یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو اسلام میں داخل ہونے پر ہمیں جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ دل سے اسلام کو قبول نہ کرنے والے جہنم کا ایندھن بنیں گے پھر دنیا میں بھی ہم کو بے یار و مددگار چھوڑا جاتا ہے۔ گویا نہ ہم ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی ظلم ہو سکتا ہے۔ پھر قرآن کریم ایسے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ان کی مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتا ہے مرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھی منع کرتا ہے یہاں تک کہ بالآخر ایک ایک منافق کو چن چن کر سوسائٹی سے باہر نکال دیا جاتا ہے اور نام لے لے کر ہر ایک کے متعلق پبلک میں اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ منافق ہے کیا جبر کے ذریعہ اسلام میں داخل کرنے والوں کے ساتھ یہ ذلت آمیز سلوک انصاف کی رو سے روا ہو سکتا ہے۔

کیا ان آیات سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام جبر سے کسی کو مسلمان بنانے کو ہرگز جائز قرار نہیں دیتا اور نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کے اسلام لانے پر خوش ہو سکتے تھے بلکہ اس فعل کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ایسے لوگوں کی قطعاً کوئی عزت آپؐ کے دل میں نہ تھی، آپؐ محض تعداد

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہارات کے بعد)

پر تو نہیں ہوتے تھے بلکہ مخلص لوگوں کی جماعت آپ بنانا چاہتے تھے اور واعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین کا ارشاد فرماتے تھے اور مخلصین کی جماعت ہی تھی جنہوں نے آخری وقت تک آپ کا ساتھ دیا۔ اور مخلصین کی جماعت ہی تھی جنہوں نے دین کے لئے بے نظیر قربانیاں کیں اور انہی پر آپ کو بھی اور اسلام کو بھی ناز تھا اور انہی کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی بشارت ملی اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی پیروی کا حکم مسلمانوں کو دیا گیا اور جن کے کارناموں پر مسلمان آج تک فخر کر رہے ہیں اور فی الحقیقت یہ پاک ہستیاں قابلِ فخر ہیں کیونکہ یہی وہ مخلص ہیں جنہوں نے اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ہر قسم کی صعوبتیں اٹھائیں، اسلام کی جو نعمت ہم کو ملی ہے وہ انہی کی انتھک کوششوں کی مرہونِ منت ہے۔

خطبہ
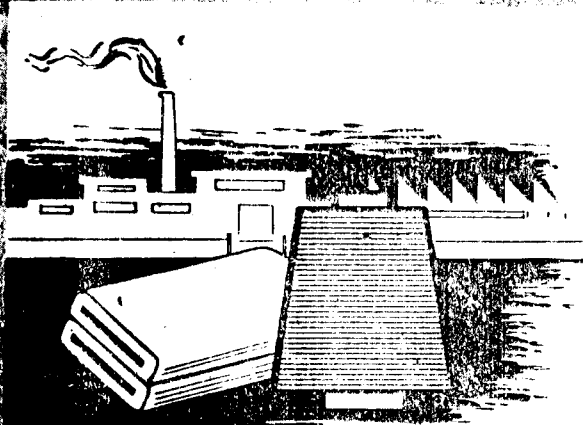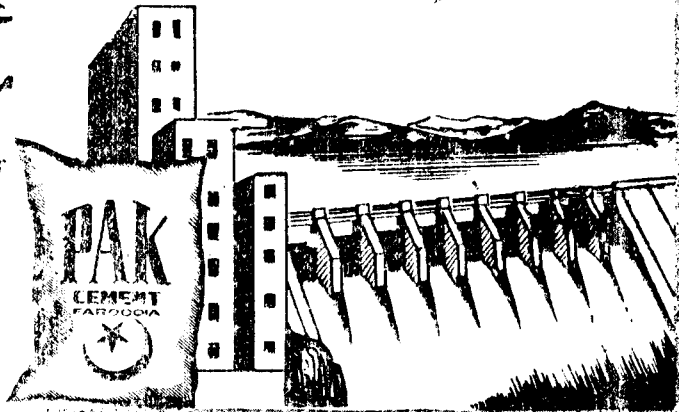
۲ جولائی کو جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور میں خطبہ جمعہ محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے دیا۔ اور امامت فرمائی۔ خطبہ جمعہ آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔

ہفت روزہ پیغام صلح - مورخہ ۷ جولائی ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۶

ایورگرین پریس چیمبر لین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مُصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اِسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

حلال اور حرام کمائی میں عدمِ تمیز کا زمانہ

عن ابی ھریرۃ رضؓ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم قال یاتی علی النّاس زمانٌ لایبالی المرءُ ما اخذ منہ امن الحلال ام من الحرام۔

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضؓ نبی صلعم سے روایت کرتے ہیں، فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آجائے گا کہ آدمی کچھ پرواہ نہ کرے گا کہ جو وہ مال لیتا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔

رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے فراخی رزق

عن انس ابن مالکؓ رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول من سرّہ ان یبسط لہٗ رزقہٗ او ینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہٗ۔

ترجمہ:

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا۔ فرمایا جسے اچھا لگے کہ اس کا رزق فراخ کردیا جائے یا اس کی عمر بڑی ہو تو رشتہ داروں سے سلوک کرے۔

فضل الباری

کفّار اور مؤمنوں کی زندگی

اِنسانی پیدائش کی اصل غرض و غایت عبادتِ الٰہی ہے

حضرت امامِ زمان مجددِ دوران مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کے ارشاداتِ گرامی

سورۃ العصر میں اللہ تعالےٰ نے کفار اور مؤمنوں کی زندگی کے نمونے بتائے ہیں۔ کفار کی زندگی بالکل چوپایوں کی سی زندگی ہوتی ہے۔ جن کو کھانے اور پینے اور شہوانی جذبات کے سوا اور کوئی کام نہیں ہوتا یاکلون کما تاکل الانعام۔ مگر دیکھو اگر ایک بیل چارہ تو کھالے لیکن ہل چلانے کے وقت بیٹھ جائے، اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی ہوگا۔ کہ زمیندار اسے بوچڑ خانہ میں جاکر بیچ دے گا۔ اسی طرح ان لوگوں کی نسبت (جو خدا تعالےٰ کے احکام کی پیروی نہیں کرتے۔ اور اپنی زندگی فسق و فجور میں گذارتے ہیں) فرماتا ہے قل مایعباء بکم ربی لا دعاؤکم۔ یعنے میرا ربّ تمہاری کیا پرواکرتا ہے۔ اگر تم اس کی عبادت نہ کرو۔ یہ امر بحضورِ دل یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے محبت کی ضرورت ہے۔ اور محبت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک محبت تو ذاتی ہوتی ہے۔ اور ایک اغراض سے وابستہ ہوتی ہے۔ یعنی اس کا باعث صرف چند عارضی باتیں ہوتی ہیں۔ جن کے دُور ہوتے ہی وہ محبت سرد ہو کر رنج اور غم کا باعث ہوجاتی ہے۔ مگر ذاتی محبت سچی راحت پیدا کرتی ہے۔ چونکہ انسان فطرتاً خدا ہی کے لئے پیدا ہوا جیسا کہ فرمایا ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس کی فطرت ہی میں اپنے لئے کچھ نہ کچھ رکھا ہوا ہے۔ اور مخفی در مخفی اسباب سے اسے اپنے لئے بنایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے تمہاری پیدائش کی اصلی غرض یہ رکھی ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو۔ مگر جو لوگ اپنی اس اصلی اور فطری غرض کو چھوڑ

"چونکہ انجمن خُدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دُنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

(وصیت حضرت اقدسؑ)

انگریزی حکومت کے بارہ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی

مدحیہ، رزمیہ اور دُعائیہ نظم

"سانحۂ جلیانوالہ باغ کے شہرت یافتہ مائیکل اوڈوائر پہلی جنگِ یوروپ میں پنجاب کے گورنر تھے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے برطانی حکومت کی برکات کے ذکر سے معمور یہ مدحیہ، رزمیہ اور دعائیہ نظم (جس کا ہر مصرع برجستگی۔ زورِ سخن۔ آمد اور بے ساختگی کا مرقع ہے) ۱۹۱۸ء کے ایک مشاعرہ میں ان کی موجودگی میں پڑھ کر بے پناہ دادِ تحسین وصول فرمائی۔ جو بعد میں "وکیل" (امرتسر) اور بعض دوسرے جرائد میں بھی شائع ہوئی۔" (ادارہ)

اے تاجدارِ خطۂ جنت نشانِ ہند — روشن تجلیوں سے تری خاورانِ ہند

محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند — تیغِ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند

ہنگامۂ وغا میں مرا سر قبول ہو

اقبال کی یہ نذرِ محقر قبول ہو

تلوار تیری دہر میں نقادِ خیر و شر — بہروزِ جنگ توز جگر سوز سینہ در

رایت تری سپاہ کا سرمایۂ ظفر — آزادہ، پرکشادہ، پری زادہ، یم سپر

سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے

ذرّے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے

آزادیٔ زبان و قلم ہے اگر یہاں — سامانِ صلحِ دیر و حرم ہے اگر یہاں

تہذیبِ کاروبارِ اُمم ہے اگر یہاں — خنجر میں تاب تیغ میں دم ہے اگر یہاں

جو کچھ بھی ہے عطائے شہِ محترم سے ہے

آبادیٔ دیار ترے دم قدم سے ہے

وقت آگیا کہ گرم ہو میدانِ کارزار — پنجاب ہے مخاطبِ پیغامِ شہریار

اہلِ وفا کے جوہرِ پنہاں ہوں آشکار — معمور ہو سپاہ سے پہنائے روزگار

تاجر کا زر ہو اور سپاہی کا زور ہو

غالب جہاں میں سطوتِ شاہی کا زور ہو

دیکھے ہیں میں نے سینکڑوں ہنگامۂ نبرد — صدیوں رہا ہوں میں ہی اوّلی کارہ نورد

طفلِ صغیر بھی مری جنگاہ میں ہیں مرد — ہوتے ہیں انکے سامنے شیروں کے رنگ زرد

میں نخل ہوں وفا کا محبت ہے پھل مرا

اس قول پر ہے شاہد عادل عمل مرا

ہندوستاں کی تیغ ہے فتاحِ ہفت باب — خونخوار۔ لالہ بار۔ جگر دار۔ برق تاب

بے باک۔ تابناک۔ گہر پاک۔ بے حجاب — دل بند۔ ارجمند۔ سحر خند سیم ناب

یہ تیغ دل نواز اگر بے نیام ہو

دشمن کا سر ہو اور نہ سودائے خام ہو

اہلِ وفا کا کام ہے دنیا میں سوز و ساز — بے نور ہے وہ شمع جو ہوتی نہیں گداز

پردے میں موت کے ہے نہاں زندگی کا راز — سرمایۂ حقیقتِ کبریٰ ہے یہ مجاز

سمجھو تو موت ایک مقامِ حیات ہے

قوموں کے واسطے یہ پیامِ حیات ہے

اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض — خدمت بھی بے غرض ہے اطاعت بھی بے غرض

عہدِ وفا و مہر و محبت بھی بے غرض — تختِ شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض

لیکن خیالِ فطرتِ انساں ضرور ہے

ہندوستاں پہ لطف نمایاں ضرور ہے

جب تک چمن کی جلوۂ گُل پر اساس ہے — جب تک فروغِ لالۂ احمر لباس ہے

جب تک نسیمِ صبح عنادل کو راس ہے — جب تک کلی کو قطرۂ شبنم کی پیاس ہے

قائم رہے حکومت آئیں اسی طرح

دبتا رہے چکور سے شاہیں اسی طرح

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز۔ ایم اے

علمائے اسلام اور مساجد کی تنظیم

یکم جولائی کو شام ہمدرد کی تقریب میں ناظم اعلیٰ اوقاف مغربی پاکستان راجہ حامد مختار نے کہا کہ "قوم کی اصلاح اور فلاح و بہبود کے لئے مسجد کو مرکز قرار دیا جانا ضروری ہے۔ اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے صحیح علماء کی ضرورت ہے، افسوس کا مقام ہے کہ پاکستان میں صحیح علماء کا فقدان ہے"۔

راجہ حامد مختار صاحب کی یہ تجویز ضروری اور مناسب حال ہے اور علمائے کرام کے بارے جو رائے ظاہر کی ہے وہ بھی حقیقت حال کی کھری اور سچی ترجمانی ہے۔

اسلام میں ملی تعمیر کے سلسلہ میں مسجد کو ایک اہم مقام حاصل رہا ہے اس مقام میں ملک و ملت کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود اور ترقی و خوشحالی کے پروگرام طے ہوتے اور عمل میں لائے جاتے تھے۔ اسلامی تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں ہے جس میں مسجد کو یہ اہمیت و مقام حاصل نہ ہو یہ مقام عبادت گاہ بھی تھا، تعلیم و تربیت کا مرکز بھی۔ مسافروں کے لئے پناہ گاہ اور عدل و انصاف کا سرچشمہ تھا۔ جہاں فرد اور معاشرہ کے قلب و نظر کی تطہیر و تہذیب کے سامان ہوا کرتے تھے۔ لیکن آج مساجد کی حالت دیگر ہے ان میں ملی انتشار کے جراثیم پرورش پاتے ہیں۔ فرقہ پرستی کی عصبیتیں جنم لیتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں، کفر و ارتداد کے فتوؤں پر مہریں ثبت ہوتی ہیں۔ یہاں کتاب و سنت کی تعبیریں، ذاتی ہوس اور فرقی مفاد کے تحت کی جاتی ہیں۔

پرانی اور فرسودہ روایات اور تورات و انجیل کی کہانیاں قرآنی آیات کی تفسیر میں بیان کی جاتی ہیں، جو قرآن کی محکم آیات کے صریح خلاف ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کہ بقول راجہ صاحب موصوف یہاں صحیح علماء کا فقدان ہے۔ کج فہم اور غلط کار علماء نے مساجد کے مقام و مرتبہ اور اس کے وقار و اہمیت اور اس کی اغراض و مقاصد کو نظر انداز کر کے فرقہ وارانہ عصبیت اور گروہی اختلافات کی افزائش کا اڈہ بنا دیا ہے۔

پاکستان کی چوبیس سالہ تاریخ کو ہی سامنے رکھیئے ملک و ملت کو جس قدر پریشانی کے حالات سے ان اڈوں کے پیدا کردہ غیر تعمیری اقدامات

. . . .

. . . . کی وجہ سے گزرنا پڑا ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ ضرورت ہے کہ مساجد کے صحیح اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک ہمہ گیر سروے کیا جائے اور ایسے علماء و ملی مبلغین مقرر کئے جائیں جو کتاب و سنت کی صحیح تعلیمات سے واقفیت رکھتے ہوں تاکہ تعمیر قوم، وحدت ملت اسلامیہ اور اسلامی اخوت و مودت کے سرچشمے مساجد سے پھوٹیں اور انتشار و انشقاق میں مبتلا قوم ایک بار پھر اپنی اجتماعی قوت و صلاحیت سے کام لے سکے اور امامت وسطیٰ کے مقام پر فائز ہو کر اقوام عالم کی دینی و دنیوی سرپرستی کر سکے۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔

فروعی اختلافات اور اتحاد اسلامی

ہفت روزہ عروج جھنگ مورخہ ۱۶ رجون سنہ ۱۹۷۱ء میں جلسۂ سیرت النبی صلعم منعقدہ جھنگ کی روئداد شائع ہوئی ہے۔ جس کے مطابق مقررین نے "علمائے اسلام سے اپیل کی ہے کہ وہ ملک کی سلامتی اور بقاء کے لئے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر کے متحد ہو جائیں۔ سرکار دو عالمؐ نے ان لوگوں کو بھائی بھائی اور ایک جان بنا دیا جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے چلے آ رہے تھے۔ اسلام کے سچے پیرو کار مسلمانوں کو آپس میں لڑنے کے بجائے انہیں اتفاق و اتحاد کا درس دیتے رہتے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلام دشمن طاقتوں کی ناپاک سازشوں کو ناکام بنا دیں"۔

خدا کا شکر ہے کہ ملت اسلامیہ کے تشتت و افتراق اور باہمی تکفیر و تفسیق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے روشنی کی ایک کرن پیدا ہوئی ہے جس سے حق کی ایک ایسی آواز سننے میں آئی ہے جو اگر تمام عالم اسلامی میں پھیل جائے تو ملت اسلامیہ اتحاد و اتفاق کے مضبوط رشتے میں بندھ کر اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا عملی نقشہ پیدا کر دے کہ اسی میں اس کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔

انبیاءؑ اور انکے نائبین کا کام — تعلق باللہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لائل پور کے ہفت روزہ المنبر مجریہ ۱۸ رجون سنہ ۱۹۷۱ء میں بعنوان "توحید" رقمطراز ہیں:۔

"انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشینوں کا اصل کام یہ ہے کہ وہ اللہ سے بندوں کا قوی ترین اور قریب ترین تعلق اور وابستگی پیدا کریں۔

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء

ان کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی سب سے کٹ کر اور یکسو ہو کر ابراہیم حنیف کی راہ پر۔

اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کوئی حجاب اور روک نہ رہے الفت و انس، محبت و عشق، محویت و شغل، قصد و عمل، سعی و جہد، رجوع و انابت، اطاعت و عبادت، التجاء و تضرع، سرگوشی و مناجات خوف و طمع یعنی قلب و دماغ سب کا قبلہ اسی کی ذات ہو۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے تابعین برحق کی تمام مساعی کا مرکز اور سب سے بڑا مقصد یہی ہوتا ہے، اسی کے لئے ان کا جہاد ہے ان کی ہجرت ہے ان کی تبلیغ ہے اور اسی راہ میں ان کی زندگی اور موت ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین۔ (انعام ۱۶۳)

اور اسی مقصد میں باذن اللہ تعالے وہ اپنے حلقہ اور متبعین کی جماعت میں پورے طور پر کامیاب ہوتے ہیں وہ دلوں اور دماغوں کو غیر اللہ کی مشغولیت اور گرفتاری سے جسموں کو غیر اللہ کی حکومت اور قانون سے آزاد کر دیتے ہیں"۔

اور یہی کام اس دور کے امامؑ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے کر کے دکھلا دیا۔ جو ان کی صداقت و حقانیت کی زبردست دلیل ہے۔

جماعت ایبٹ آباد کا جلسہ

جماعت ایبٹ آباد ہر سال ایک جلسہ منعقد کرتی ہے امسال یہ اجتماع ۲۲، ۲۳ رجولائی سنہ ۱۹۷۱ء بروز جمعرات و جمعہ جامع احمدیہ ایبٹ آباد میں منعقد ہو رہا ہے۔ جلسہ کی تقریبات جمعرات کو صبح دس بجے سے شروع ہو کر نماز جمعہ تک جاری رہیں گی جس میں مقررین سلسلہ ایمان افروز تقاریر فرمائیں گے تمام احباب سے اس دو روزہ اجتماع میں شرکت کی درخواست ہے۔ — آنریری جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام برلین مسلم مشن کے لیکچر

محترم مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام برلن مسلم مشن جرمنی آج کل تین ماہ کی رخصت پر پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ جماعتوں کے دورہ اور تقاریر کا پروگرام زیر غور ہے جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان سے درخواست ہے کہ مولانا موصوف کے دورے کی تاریخ کے بارے میں فیصلہ کر کے دفتر کو ایک ہفتہ کے اندر اندر مطلع فرمائیں تاکہ یہاں بٹ صاحب کی موجودگی سے جماعتیں مغرب میں تبلیغ اسلام کے مقصد کے پیش نظر استفادہ کر سکیں اور پروگرام مرتب کر کے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ — آنریری جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایک احمدی نوجوان کی نمایاں کامیابی

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے آنریری جنرل سیکرٹری ڈاکٹر مبارک احمد شیخ صاحب لکھتے ہیں ... جماعت کے حلقوں میں یہ خبر بڑی مسرت سے پڑھی جائے گی کہ جماعت کے ایک ہونہار اور لائق نوجوان شیخ ناصر احمد صاحب پسر شیخ صالح محمد صاحب پنجاب یونیورسٹی کے ایم ایس (باٹنی) کے پہلے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اول آئے ہیں اور پنجاب یونیورسٹی نے انہیں پی ایچ ڈی کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اور وہ Plant diseases (امراض پودہ جات) پر ریسرچ کریں گے۔

شیخ صالح محمد صاحب نے اس کامیابی کی خوشی پر مقامی جماعت احمدیہ کو پانچ روپے کا عطیہ دیا ہے۔ احباب جماعت سے استدعا ہے کہ وہ اس ذہین احمدی نوجوان کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔ مقامی جماعت طالب علم مذکور کو سال گذشتہ سے دو سال کے لئے ماہوار تعلیمی وظیفہ بطور قرض حسنہ جاری کیا ہوا ہے۔

روسی مساوات — اور — اسلامی مساوات

روسی مساوات

(بحوالہ لنڈن ٹائمز نومبر ۴۹ء)

صدر جمہوریہ روس نے قازان کا دورہ کیا۔ جہاں کی آبادی مسلمان ہے اور خلافت عباسیہ کے زمانے میں وہاں ایک اسلامی حکومت بھی قائم تھی۔ جسے مسلمان مؤرخ بلغار کہتے ہیں۔ صدر جمہوریہ نے کسان قائدین سے خطاب کیا اور کہا کہ میں صوبہ قازان کے ایک مقام پر وہاں کے مسلمان کسانوں سے خطاب کر رہا تھا۔ کہ ایک ایک عورت میرے سامنے آئی۔ اور چلا کر کہنے لگی۔

"— تمہارے جوتے تو اتنے اچھے ہیں
مجھے جوتے کب ملیں گے؟"

میں نے اسے جواب دیا کہ:

"— کیا تم چاہتی ہو کہ صدر جمہوریہ چپلوں میں ٹھاپیتا پھرے؟"

آس پاس کے لوگوں نے میری تائید کی اور کہا کہ ٹھیک ہے، عورت احمق ہے۔ جو اتنا بھی نہیں سمجھتی — پھر میں نے اُن سے کہا کہ:

"— اگر تم چپلیں پہنو تو کوئی محسوس نہیں کرے گا۔ لیکن اگر میں پہنوں۔ تو ہر کوئی نظر ڈالے گا۔"

ان قائد بے وقوف نہ تھے۔ فوراً یہ نکتہ سمجھ گئے۔

اسلامی مساوات

"— بے شک وہ عورت احمق ہی ہوگی۔ جو روس میں رہتے ہوئے بھی اسلامی مساوات کے نشہ میں چور تھی۔ اور بوقت اس کے ذہن میں وہ واقعہ ہوگا۔

"جب فاروق اعظمؓ سے بھرے مجمع میں ایک شخص نے سوال کیا کہ "کیا وجہ ہے کہ امیرالمؤمنین کو تو دو کپڑے ملیں، اور مجھ غریب کو ایک ہی"

کوئی معمولی انسان ہوتا۔ تو اس کی تیوری میں بل پڑ جاتے۔ ان حضرت عمر فاروق رضؓ نے پہلے تو خدا تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ کہ ملت اسلامیہ میں ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو خلیفہ وقت پر بھی تنقید کرتے نہیں جھجکتے — پھر اپنے صاحبزادے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا — "اس تنقید کا جواب دو"

صاحبزادے نے کھڑے ہو کر نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ:

"— امیرالمؤمنین کو بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک ہی کپڑا ملا تھا۔ چونکہ امیرالمؤمنین دراز قد ہیں۔ اس لئے میں نے اپنا کپڑا دے دیا تھا"

غذائی مساوات

عتبہ بن فرقد نے اس زمانہ کے روسی ترکستان کا علاقہ آذربائیجان فتح کیا تو انہوں نے دو بڑی ٹوکریوں میں مٹھائی بھر کران کو چمڑے اور نمدے سے منڈھا کر اور اپنے آزاد کردہ غلام سحیم کے ذریعہ حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں بھیجا۔ سحیم جب حضرت عمر رضؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت فرمایا:

"— تم میرے پاس کیا لائے ہو؟ درہم یا دینار؟"

پھر کھولنے کا حکم دیا۔ مٹھائی چکھی اور کہا۔ "بڑا اچھا ہے لیکن کیا یہ مٹھائی تمام مہاجرین نے بھی سیر ہو کر کھائی ہے؟"

انہوں نے کہا "جی نہیں! یہ تو آپ ہی کے لئے بھیجی گئی ہے" — اس پر آپ رضؓ نے عتبہ کو لکھا:

"— اللہ کے بندے امیرالمؤمنین کی طرف سے عتبہ بن فرقد کے نام — امّا بعد!
یہ نہ تو تمہاری کوشش اور مشقت کا پھل ہے نہ تمہاری ماں کی کوشش اور مشقت کا، اور نہ تمہارے باپ کی کوشش اور مشقت کا۔ ہم کوئی ایسی چیز نہیں کھاتے جو تمام مسلمانوں کے گھروں میں کافی تعداد میں نہ ہو —"

(بلاذری فتوح البلدان۔ صفحہ ۱۷۱)

یہی عتبہ بن فرقد — (جو بعد میں کسی صوبے کے گورنر بنے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضؓ اس وقت خاصہ تناول فرما رہے تھے انہیں اندر ہی بلوا لیا۔ حضرت عمر رضؓ کی معمولی غذا دیکھ کر عتبہ نے کہا:

"— کیا آپ کھانے میں اس سے بہتر غذا استعمال نہیں فرماتے جسے میدہ کہتے ہیں؟"

حضرت عمر رضؓ نے پوچھا "اے ابن فرقد! کیا عرب میں کوئی مجھ سے زیادہ اقتدار رکھنے والا ہے؟"

اس نے کہا "اے امیرالمؤمنین! آپ سے زیادہ اقتدار رکھنے والا کون ہے؟"

حضرت عمر فاروق رضؓ نے کہا "کیا سارے مسلمانوں کو میدہ میسر آسکتا ہے؟"

اس نے کہا "نہیں امیرالمؤمنین!"

تو حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا:

"— میں بہت ہی بُرا حاکم ہوں گا کہ خود اچھا کھاؤں اور لوگوں کو بُری غذا کھلاؤں"

(تاریخ طبری۔ عہد فاروقی)

ایک اور

جنگ ایران میں جبکہ جنرل ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔ چند ایرانی عہدہ دار آپ کی خدمت میں کھانے اور حلوے تیار کر لائے ابوعبیدہؓ نے پوچھا: "کیا تم نے ہماری فوج کے افسران میں بھی ایسی ہی دعوت کی ہے؟"

انہوں نے جواب دیا: "نہیں!"

ابوعبیدہ رضؓ نے وہ دعوت مسترد کر دی اور کہا:

"— ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ابوعبیدہ بہت بُرا شخص ہوگا۔ اگر وہ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو خون بہانے میں ساتھ ہیں۔ کوئی چیز اپنی ذات خاص کے لئے حاصل کرے بخدا ابوعبیدہ ان چیزوں سے جو خدا نے مسلمانوں کو عطا کی ہیں۔ وہی کھا سکتا ہے جو سب مسلمان کھائیں گے"

(تاریخ طبری عہد فاروقی)

لباس میں مساوات

معرور کہتے ہیں کہ میں نے جو ایک چادر ابوذر غفاری رضؓ کو اور اسی قسم کی ایک اور چادر ان کے غلام کو اوڑھے ہوئے دیکھا اور ابوذر سے کہا:

"— اگر تم اس چادر کو بھی لے کر اوڑھ لیتے تو اس چادر کی جوڑی ہو جاتی۔ اور اس کو کوئی اور کپڑا دے دیتے —"

ابوذر رضؓ نے کہا کہ — "میں نے ایک دفعہ ایک شخص کی ماں کو جو غیر عربیہ تھی۔ کچھ بُرا بھلا کہہ دیا۔ اس نے حضور نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ حضور اکرم صلعم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ:

"— کیا تم نے فلاں عورت کو بُرا بھلا کہا ہے"

میں نے عرض کیا کہ "ہاں"

حضور اکرمؐ نے فرمایا "تم میں ابھی جاہلیت کی بو باقی ہے"

میں نے کہا "کیا میرے اس بڑھاپے کے زمانہ میں بھی"

فرمایا — "ہاں وہ تمہارے بھائی ہیں جسے جس کے ماتحت خدا نے اس کے بھائی کو کیا ہو۔ تو چاہیئے کہ جو خود کھائے وہی اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے۔ وہی اسے بھی پہنائے۔ اور جو کام اس کی طاقت سے باہر ہو۔ اس کی اسے تکلیف نہ دے۔ اور اگر دے بھی تو خود بھی اس میں اس کی مدد کرے —"

(بخاری پ ۲۵ کتاب الادب)

بہر طور مساوات

حضرت عمر رضؓ کے عہد میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا جسے تواریخ میں عام الرمادہ کا نام دیا گیا ہے — مؤرخین لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس قحط کے ایام میں عوام کو کافی تعداد میں گوشت نہ ملنے پر

خود حضرت عمر رضؓ نے بھی گوشت کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ اور بجائے گھی کے صرف تیل ہی استعمال فرماتے تھے۔ تیل کے استعمال سے امیرالمؤمنین کے چہرے کی رنگت تک تبدیل ہو گئی تھی۔

(خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ (منیجر)

اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی قومیت کی بنیادیں۔

دینِ اسلام (اللہ و رسول صلعم) کی محبت و غیرت تمام علاقائی و گروہی محبتوں و غیرتوں پر غالب ہو۔

انسانی و اخلاقی اقدار کی ترقی دیگر تمام مادی انفرادی و اجتماعی ترقیات پر مقدم و فائق ہو۔

ماموروقت کی مومنانہ فراست نے پیش آمدہ ملکی حالات قبل از وقت منکشف کر دیئے تھے۔

خُطبہ جُمعہ

۲ر جولائی ۱۹۷۱ء

فرمودہ

مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مد ظلہٗ دامت برکاتہم

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد الخ
ان اللہ قوی عزیز ——— (سورۃ الحدید۔ رکوع ۳)

میں نے سورہ شریفہ الحدید کے تیسرے رکوع کی آیات تلاوت کی ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ آگاہ رہو کہ یہ ادنیٰ پہلو زندگی صرف کھیل تماشا اور آرائش اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور ایک دوسرے پر مالوں اور اولاد میں سبقت حاصل کرنا ہے۔ اس کی مثال بارش کی سی ہے۔ جس کے ذریعہ کسانوں کو اس کی کھیتی کی نشوونما بھلی لگتی ہے مگر پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ وہ زرد پڑ جاتی ہے بالآخر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے گناہوں کی معافی اور خوشنودی بھی ہے۔ اور یہ ادنیٰ زندگی تو صرف دھوکہ کا سامان ہے۔ اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف مسابقت کا قدم بڑھاؤ اور اسی بہشت کی طرف جس کا پھیلاؤ .. آسمان اور زمین کے پھیلاؤ جیسا ہے وہ ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ کا فضل تو بہت بہت بڑا ہے ....

مشرقی پاکستان کے حالیہ المناک واقعات میں عظیم درسِ عبرت

یہ آیات میں نے اس غرض کے لئے تلاوت کی ہیں کہ جو کچھ گذشتہ دنوں میں مشرقی پاکستان میں واقعات رونما ہوئے ان میں ہمارے لئے کیا سبق ہے وہ ہدایات ان میں موجود ہیں۔ اگلے روز صدر پاکستان نے تقریر فرمائی۔ بڑی عمدہ اور مؤثر تقریر تھی۔ اس میں صدر صاحب نے فرمایا کہ مشرقی پاکستان میں جو المیہ ظہور پذیر ہوا ہم تو اس کے مقابلہ کے لئے تیار نہ تھے، یہ جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی ہے محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی یہ ایک معجزانہ کامیابی ہے، تو یہ بالکل درست اور صحیح بات ہے۔ یہ معجزہ نمائی . . . . جو پاکستان کی سالمیت و استحکام کے بارے میں رونما ہوئی ہے بلکہ خدا تعالےٰ کی جانب سے قدرتاً معجزہ نمائی تین مرتبہ ظہور پذیر ہو چکی ہے۔ جن لوگوں کو مطالبہ و قیام پاکستان کی تاریخ کا علم ہے وہ جانتے ہیں کہ جب پاکستان کے قیام کا مطالبہ کیا گیا تھا تو اس مطالبہ کے حصول کی کوئی امید نہ تھی اور کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے اور تاریخ کی شہادت ہے کہ پاکستان کا مطالبہ منظور ہوا، اور یہ مملکت بن کر رہی۔ یہ پہلا معجزہ ہے۔ دوسری مرتبہ ۱۹۶۵ء میں معجزہ ظہور میں آیا۔ کہ ہمارے ہمسایہ ملک نے اعلانِ جنگ کئے بغیر اور بین الاقوامی قواعد کی پرواہ کئے بغیر اچانک اور یک لخت پاکستان پر حملہ کر دیا۔ اور پوری طاقت کے ساتھ چڑھ آیا۔ چنانچہ پاکستان اس وقت بھی اس حملہ کے دفاع کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ پاکستانی افواج کو فتحمندی حاصل ہوئی، اور جارح دشمن کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا، حالانکہ بالمقابل دشمن کی عسکری طاقت و اسلحانہ قوت پانچ گنا تھی۔ یہ دوسرا معجزہ تھا جس کا اعتراف تمام دنیا نے برملا کیا۔

اب تیسرا معجزہ یہ ظہور پذیر ہوا جبکہ بھارت نے پاکستان کے ایک طبقہ کو اپنے ساتھ ملا کر پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانا اور اس کو دو ٹکڑے کرنا چاہا۔ اس مرتبہ بھی بھارت کو اپنی کامیابی پر ایسا ہی حتمی یقین تھا جیسا ۱۹۶۵ء کے حملہ کے وقت تھا جس کا اظہار اس وقت کے وزیر اعظم مسز سری کا اعلاناً کر دیا تھا۔ اس کو یقین تھا کہ یہ وار خطا نہیں جائے گا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے دشمن کی چالوں کو خائب و خاسر کیا۔ اور پاکستان کی سالمیت کو محفوظ و مصئون رکھا۔ الحمد للہ۔ تو تئیس سال کے عرصہ میں پاکستان کے قیام و استحکام اور سالمیت کے سلسلے میں ہم نے تین معجزے دیکھے ہیں۔ ان واقعات سے اللہ تعالیٰ کا منشاء ظاہر ہے کہ وہ اس ملک پاکستان کو قائم و دائم رکھنا چاہتا ہے اور اس کی سالمیت کی حفاظت وہ آپ کر رہا ہے۔

اس وقت ہمارے لئے غور کے قابل بات یہ ہے کہ خود ہم میں سے ہی ایک طبقہ نے دشمن قوم و ملک کے ساتھ مل کر اپنی قوم و ملک کے ساتھ ایک باغیانہ طریق کیوں اختیار کیا؟ ان اسباب کے معلوم ہو جانے پر پھر ہمیں اس کے سدباب کے لئے تدابیر اختیار کرنا ازبس ضروری پڑتی ہیں۔

مملکت پاکستان کی بناء ایک دینی نظریہ حیات پر قائم کی گئی تھی۔ مسلمانوں کا موقف یہ تھا کہ جملہ کلمہ گو ہندوؤں سے ایک علیحدہ قوم ہیں کیونکہ ہمارا دین الگ ہونے کے باعث ہماری تہذیب و ثقافت علیحدہ نظریہ حیات پر قائم ہے اس لئے ہمیں اپنے دین کے ماتحت ترقی و فروغ کی خاطر ایک الگ و علیحدہ خود مختار سلطنت کی حاجت ہے جہاں ہم اپنے دین و مذہب اور تہذیب و روایات کے مطابق گذر بسر کر سکیں اگرچہ یہ مطالبہ تو سلطنت کے حصول کا تھا لیکن اس کی بنیادیں دین کی علیحدگی پر رکھی گئی تھیں، چنانچہ اللہ تعالےٰ کے ہاں یہ مطالبہ منظور و قبول ہوا اور سلطنت قائم ہو گئی۔ مقصد یہ تھا کہ اس ملک و سلطنت میں دینِ اسلام کی عالی اقدار کی ترقی پذیری ہو۔

پاکستان کی اصل بناء اور اسکی بنیادوں پر عظیم حملہ

لیکن ہمارے اندر یہ جو تیسری بار اندرونی خلفشار پیدا ہوا۔ اس کے اسباب و عوامل اور اس کے نتائج، پاکستان کے حصول کا غرض اور اس کی بنیاد پر بڑا بھاری حملہ اور اس پر ایک زبردست زد ہے، آپ غور فرمائیں کیا یہ نظریہ کہ ہم ایک الگ قوم ہیں، ہمارا ایک علیحدہ دین ہے۔ ہماری ایک الگ تہذیب و معاشرت ہے اور ہم تمام مسلمان و کلمہ گو افراد زبان، علاقہ اور رنگ و نسل کے اختلافات کے باوجود ملت اسلامیہ جسدِ واحد ہیں اور کیا تخریب کاری کا یہ عقیدہ اور فرسنگ ساتھ کہ مشرقی پاکستان کے مسلمان مغربی پاکستان کے مسلمانوں سے الگ و علیحدہ قوم ہیں اور ہر بنگالی ہندو اس کا بھائی ہے .... یعنی زبان اور نسل اور علاقائی یکسانیت کی وجہ سے ہندو قوم کے ساتھ قومیت کا تعلق دینی اخوت پر فائق و افضل درجہ رکھتا ہے۔ کیا یہ علاقائی نظریہ پاکستان کے اسلامی نظریہ پر صریح اور بڑی بھاری زد نہیں ہے؟ یہ تو صریحاً تضاد اور کلیۃً رجعت قہقری ہے۔ اسلامی نظریہ کو برباد کرنے کے لئے کیسا خطرناک راستہ اختیار کیا گیا ہے یہ تو اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے کہ پاکستان قائم رہا اور اس کی سالمیت کو نقصان نہیں پہنچا۔ لیکن اس تمام علیحدگی پسندانہ باغی تحریک کے اسباب کیا ہیں؟ تو اس پر جب غور فرمائیے میں سمجھتا ہوں کہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اسلامی نظریہ کی بجائے دوسرا متضاد علاقائی نظریہ قائم کر لیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نظریہ کے تحت پاکستان قائم

ہوا تھا اس نظریہ کی طرف سے یکسر ایسی بے توجہی برتی گئی کہ یہ علم ہی نہ رہا کہ کونسا نظریہ تنگ نظری و تعصبانہ جذبات پر بنا رہے اور کونسا نظریہ حیات عالمگیر اخوت و عالی اقدار پر مبنی ہے۔ افسوس ہے گذشتہ تئیس سالوں میں اسلامی نظریہ حیات کو فروغ دینے کے لئے بہت کم اور غیر مؤثر انفرادی اور اجتماعی کوشش کی گئی۔ اس کے برعکس علاقائی اور مادی نظریہ حیات کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ چاہیئے یہ تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں فکر و عمل اور تعلیم و تلقین اور قول و فعل کے ذریعہ سے صحیح اسلامی نظریہ حیات کو اس کی تمام تر خوبیوں اور بھلائیوں کے ساتھ شائع کر کے اسے جاری و ساری کیا جاتا۔

وطن پرستی کا جذبہ تو اپنے طور پر درست ہے لیکن جو جذبہ دیگر تمام جذبوں پر غالب اور ان سے فائق ہونا چاہیئے وہ دین کا جذبہ اور محبت اور غیرت ہے۔ تئیس سال میں ہم نے اس کے برعکس کیا۔ دین کے ساتھ تو کوئی خاص محبت اور غیرت پیدا نہ ہوئی بلکہ روز بروز نئی نسل کا بُعد دین اور اس کے اصولوں سے زیادہ سے زیادہ تر ہوتا چلا گیا اور یہ سلسلہ بسرعت ترقی پر ہے ہم نے دنیا کے ہر شعبہ اور میدان میں ترقی کی طرف انفرادی و اجتماعی قدم اُٹھایا لیکن دین کے میدان میں کوئی سبقت اختیار نہ کی بلکہ اسے خالی چھوڑ دیا۔

مشرقی پاکستان کے سانحہ کے اندر ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں جھنجھوڑا ہے، اور غفلت سے بیدار کرنا چاہا ہے اور ہمیں اپنے مقصد کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہم نے کس لئے پاکستان حاصل ہو جانے پر عملی زندگی میں کیا رنگ دکھایا۔ یہ ایک تنبیہ ہے کہ قوم اپنے قومی نظریہ پر قائم ہو جائے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ملت اسلامیہ میں اتحاد و اتفاق قائم رہ سکتا ہے اور جس کے ذریعہ سے ہمارے ملک کی سالمیت برقرار رہ سکتی ہے اور اس میں مضبوطی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ باقی نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری قومیت میں قدر مشترک صرف دین ہی تو ہے۔ اس قدر مشترک جتنی مضبوطی حاصل ہو گی اسی قدر ہماری قومی وحدت کی مضبوطی پیدا ہو گی۔

قدر مشترک یعنی دین اسلام کی محبت کو سب مفادات کی محبتوں پر فائق ہونا چاہیئے۔

یہ جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں بھی یہی مضمون چل رہا ہے کہ محض دنیا کے مادی مفادات کے حصول کو ...... مقصدِ حیات بنالینا صحیح نہیں۔ یوں تو سارا قرآن کریم صحیح نظریہ حیات کے ذکر سے بھرا پڑا ہے مگر اس سورۃ الحدید کے آخری دو رکوعوں میں بالمقابلہ اس کی خوب وضاحت کی گئی ہے۔ ایک طرف آخری رکوع میں یہ ذکر فرمایا کہ عیسائیوں نے ابتداء میں رہبانیت کو دین سمجھ کر دنیا سے قطع تعلقی کر لی جو خدا کا حکم ہرگز نہ تھا۔ پھر انہوں نے اس میں بھی غلو کا راستہ اختیار کیا فما رعوھا حق رعایتھا۔ اس میں بھی انہوں نے جائز حدود کو مدنظر نہ رکھا۔ تو دوسری طرف جو آیات میں نے تیسرے رکوع سے پڑھی ہیں ان میں دنیا پرستی سے منع فرمایا اور فرمایا کہ زندگی کا مادی پہلو نمائشی اور کمتر محض لہو و لعب، باہمی زینت و تفاخر اور اموال و اولاد میں مسابقت کا جو ہے یہ انسانی زندگی کی اصل غرض و غایت ہرگز نہیں بلکہ انسان کے لئے اصل مسابقت کا میدان خیرات و حسنات کے حصول اور سابق بالخیرات ہونے میں ہے اس طرح یہ امر واضح کر دیا ہے کہ نہ تو دنیا اور اس کے فرائض سے قطع تعلقی یا پہلو تہی دین کا تقاضا ہے اور نہ ہی دوسری انتہا درست ہے کہ حیات کا مقصد انہی مادی احتیاجات کے پورا کرنے تک ہی محدود ہے۔ اس طرح جملہ دیگر اُمور کی مانند یہاں بھی ایک توازن و اعتدال کا راستہ تجویز کر دیا۔ اسی لئے اس رکوع میں فرمایا کہ ہم نے انبیاء پر جہاں اپنا قانون نازل کیا وہاں میزان بھی نازل کی۔ یہ میزان یا صراطِ مستقیم دنیا اور دین کے بارہ میں اعتدال و میانہ روی کا نام ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کی قلبی و حقیقی محبت تو خدائے تعالیٰ اس کے رسول صلعم اور احکامات کی تابعداری میں ہی مضمر ہے تاہم اسے اپنے دنیاوی فرائض بھی ادا کرنا ضروری ہیں مگر ان موخرالذکر مقاصد دنیوی کی محبتیں خدا و رسولؐ کی محبت سے بعد اور اس کے ماتحت ہونا لازم ہیں یا اسے یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ انسانی و اخلاقی اقدار کو بحکم خدا اور رسول صلعم تقدم حاصل ہے۔ انہیں برقرار رکھ کر اور قائم کرتے ہوئے دنیاوی معاملات و فرائض کی بجا آوری کرنا ہے نہ کہ ان عالی اقدار کو نظر انداز کر کے یا توڑ کر۔

پاکستان میں یہ جو رجحان بڑی شدت کے ساتھ بڑھ رہا ہے کہ ہر شخص اس کوشش میں ہے کہ دولت و ثروت کی فراوانی میں دوسروں سے چند دنوں میں سبقت حاصل کر جائے۔ مگر اس دوڑ میں جو انسانی و اخلاقی اقدار کو پامال کیا جا رہا ہے اس کی جانب ذرہ بھی فکر و خیال نہیں۔ حالانکہ اس مادی نظریہ حیات کو بدلنے اور اس کے ابطال کی اشد ضرورت ہے . . .

. . . . اس کی بجائے اسلامی نظریہ حیات کو قائم کرنے کی ضرورت ہے اور مسابقت بالاموال کی بجائے مسابقت فی الخیرات و حسنات کا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا سے جائز حدود میں متمتع ہونا منع نہیں لیکن دین کو مقدم کرنا ضروری ہے۔ دین اور دنیا میں توازن اور اعتدال کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے، چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرتے لیکن ہم نے کیا یہ کہ دنیا کو دین پر مقدم کر لیا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دین اور اس کے متقاضیات کے بارہ میں ہمارے اندر کوئی جذبہ غیرت موجود نہیں، اِلّا ماشاء اللہ تو یہ قومی تجزیہ نہایت صحیح ہو گا۔ اس کے نتائج ظاہر ... ہو سکتے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ ہر معاملہ زندگی میں فساد اور تخریب اور غلط کاری راہ پا چکی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کشفی آنکھ نے ہمالیہ واقعات کو مجموعی طور پر دیکھ لیا تھا۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیاسی اور دنیا کے پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ محض حکومت وقت کے ساتھ وفاداری کی تاکید کی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کو ایک کتاب "پیغام صلح" سے اقتباس پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس میں ہندوؤں کو جو پیغام صلح دیا ہے۔ اس میں آپؑ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو غلطی لگی کہ انہوں نے ہندوؤں کے ساتھ عدم تعاون کیا اور گورنمنٹ انگریزی سے اپنے حقوق سیاسی کے مطالبہ میں ان سے تعاون نہ کیا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اس ملک میں دونوں قوموں نے رہنا ہے۔ اس لئے تم آپس میں سچا اتحاد و اتفاق پیدا کر لو۔ اور اس کا صحیح طریق کار یہ ہے کہ ایک دوسرے کے پیشواؤں کی عزت و احترام کرنا سیکھو۔ ان کو کسی قسم کی گالی نہ دو، اس طریق پر ہمارا سچا و دائمی اتحاد ہو سکتا ہے۔ آپ یہاں دنیا سے قطع تعلقی کا سبق نہیں دے رہے۔ بلکہ دنیاوی معاملات میں اپنے حقوق لینے کے لئے تلقین فرما رہے ہیں۔ البتہ ان سیاسی حقوق کے مطالبہ کے لئے اور ہندو قوم سے صلح و اتحاد کی خاطر ایک دینی طریق کار اختیار کرتے ہیں ہم نے تو سیاسیات سے دین کو خارج کر دیا ہے لیکن حضرت اقدسؑ نے سیاسیات کی بنا بھی دین پر قائم کرنا چاہی ہے اور اسی کو کہتے ہیں "دین کو دنیا پر مقدم کرنا"۔ کیا حقیقت افروز باتیں تلقین فرمائی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ انہیں کے الفاظ میں سُنیں۔ آپ فرماتے ہیں :-

"یہ بات ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اور کیوں ان کی کانگرس کی شمولیت سے انکار کرتے رہے ہیں۔ اور کیوں آخر کار ان کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی مگر ان کی شراکت کو قبول نہ کیا۔

صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اگر آج وہی ہندو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمانوں سے آ کر بغلگیر ہو جائیں یا مسلمان ہی ہندو بن کر اگنی وایو وغیرہ کی پرستش وید کے حکم کے موافق شروع کر دیں اور اسلام کو الوداع کہیں تو جن تنازعات کا نام اب پولیٹیکل رکھتے ہیں وہ ایک دم میں ایسے معدوم ہو جائیں کہ گویا کبھی نہ تھے پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام بغضوں اور کینوں کی جڑ دراصل اختلاف مذہب ہے۔ یہی اختلاف مذہب قدیم سے جب انتہا تک پہنچتا رہا ہے تو خون کی ندیاں بہاتا رہا ہے۔

دوسرے مسلمانو جبکہ ہندو صاحبان تمہیں بوجہ اختلاف مذہب کے غیر قوم جانتے ہیں اور تم بھی ان کو اس وجہ سے ایک غیر قوم خیال کرتے ہو، پس جب تک اس سبب کا ازالہ نہ ہو گا کیونکر تم میں اور ان میں ایک سچی صفائی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں ممکن ہے منافقانہ طور پر باہم چند روز کے لئے میل جول ہو جائے۔ مگر وہ دلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہیئے صرف اسی حالت میں پیدا ہو گی جبکہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لو گے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کر کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کر لیں گے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور [illegible] ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی

خبر نامہ

مقامی جماعت احمدیہ لاہور

بابت ماہ مئی و جون ۱۹۷۱ء

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت

رابطہ کمیٹیاں

مقامی جماعت نے تقسیم کار کے مطابق لاہور کو تین حلقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور ہر سہ حلقوں میں ایک ایک رابطہ کمیٹی اپنے اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔ یہ کمیٹیاں احباب سلسلہ سے قریبی تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں۔ جس سے باہمی اخوت محبت استوار ہو رہی ہے اور تنظیمی پہلو مضبوط ہو رہا ہے۔ ایک عام سروے کے مطابق احباب جماعت کے حالات معلوم کرنے کے بعد اب یہ کمیٹیاں احباب کے حالات مخصوصہ میں ان کا ہاتھ بٹانے میں ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں اور سلسلہ کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے ان کو تحریک کر رہی اور ان کا تعاون حاصل کر رہی ہیں، ان کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک ہیں

ماہوار اجلاس

رابطہ کمیٹیاں اپنے اپنے حلقہ جات میں ماہوار اجلاس منعقد کرتی ہیں جن میں احباب حلقہ کو آپس میں مل بیٹھنے اور ایک دوسرے کے حالات و کوائف سے آگاہی حاصل کرنے کا اجتماعی موقعہ میسر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل تقریبات کا اجرا کیا گیا ہے جس کے نتائج حوصلہ کن اور تسلی بخش ہیں۔

تقریب سمن آباد

ماہ مئی میں محترم غلام نبی مسلم صاحب کی قیام گاہ واقعہ سمن آباد میں رابطہ کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں سمن آباد اور گردو نواح کے اصحاب نے شرکت فرمائی۔ یہ تقریب نتائج کے اعتبار سے بڑی حوصلہ افزا تھی۔ سمن آباد و نواح کے اصحاب نے ہفتہ وار درس قرآن کے آغاز کا فیصلہ کیا جس کے مطابق محترم محمد علی وائیں صاحب کی قیام گاہ پر ایک منعقدہ تقریب میں اصحاب حلقہ نے پروگرام بنایا کہ ہر ہفتہ شام کو نماز مغرب کے وقت احباب محترم غلام نبی مسلم صاحب کے ہاں جمع ہوا کریں۔ چنانچہ یہ انتظام جاری ہے۔ احباب سے شرکت کی پرزور درخواست ہے۔

تقریب وحدت کالونی

ماہ جون میں رابطہ کمیٹی کا ماہوار اجلاس وحدت کالونی میں محترم صلاح الدین ناصر خانصاحب کی قیام گاہ پر منعقد ہوا۔ جس میں وحدت کالونی و نواح کے احباب نے شرکت کی۔ اس روز میزبان موصوف نے اپنے والد مرحوم کا یوم وصال بھی منایا۔ مرحوم بنگال کے السابقون الاوّلون احمدیوں میں سے تھے۔ محترم صلاح الدین ناصر خان صاحب نے مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انکی اسلام و احمدیت کی خدمات کا بالخصوص ذکر کیا اور تجویز پیش کی کہ ہمیں اپنی نوجوان نسلوں کو اپنے بزرگوں کی زندگیوں اور ان کی دینی خدمات سے روشناس کروانے کا تحریک "یادِ رفتگان" کے تحت کوئی باقاعدہ اور مناسب انتظام کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان میں بھی وہی لگن اور جذب و تڑپ پیدا ہو اور بزرگوں کے لگائے ہوئے پودا کی آبیاری کرتے رہیں اور جو چراغ بزرگوں نے روشن کیا تھا اس کی روشنی سے نہ صرف اپنے آپ کو روشن کریں بلکہ اس روشنی سے دوسروں کو بھی منور کریں۔

تقریب کرشن نگر

حلقہ کرشن نگر میں رابطہ کمیٹی کا ایک ماہوار اجلاس محترم قاضی سمیع اللہ خانصاحب کی قیام گاہ پر منعقد ہو چکا ہے۔ ماہ جولائی میں دوسرا ماہوار اجلاس محترم پروفیسر غلام رسول صاحب کی قیام گاہ پر منعقد ہو رہا ہے۔ تاریخ انعقاد سے احباب کو پیغام صلح کے ذریعہ اطلاع دی جائے گی۔

شعبہ فلاح و بہبود

شعبہ ہذا اپنے فرائض کی تکمیل بڑی مستعدی سے کر رہا ہے۔ اس نے جماعت کے تین ذہین اور مستحق طلباء کے نام 225/ روپے ماہوار وظیفہ جاری کیا ہے۔ نیز ضرورت مندوں کو قرضہ حسنہ کے طور پر ایک معقول رقم فراہم کی۔ بیاہ شادیوں اور دوسرے احتیاج کے موقعوں پر مادی اور اخلاقی امداد دی۔ کم آمدنی والے اصحاب کے لئے سستے داموں اشیاء خورد و نوش اور کپڑا فراہم کرنے کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے جس سے احباب کو مالی سہارا مل رہا ہے۔ گذشتہ ماہ دو سو گز کپڑا ۱۱ روپے 675 پیسے مالیتی رعائتی نرخوں پر مہیا کیا گیا۔

مفت طبی امداد

احباب جماعت کے علاج کے لئے مفت طبی امداد پر مقامی جماعت ہر ماہ ایک معقول رقم خرچ کر رہی ہے۔ ماہ مئی میں ۱۴۷ افراد زیر علاج رہے جن کے علاج معالجہ پر 75-546 روپے خرچ ہوئے۔ اس کار خیر سے جماعت کے کم آمدنی والے احباب مستفید ہو رہے ہیں۔ محترم ڈاکٹر وحید احمد صاحب، محترم ڈاکٹر مبارک احمد شیخ صاحب اور محترم شیخ محمد حسین صاحب احباب کے جسمانی دکھوں کا بڑے خلوص و ایثار سے مداوا کر رہے ہیں۔ جزاہم اللہ۔

محترم چوہدری ریاض احمد صاحب مالک الصحت کلینک (چوک میو ہسپتال) لاہور نے ایکسرے اور پیشاب و خون اور تھوک کے معائنہ فیس میں احباب جماعت کو خصوصی رعایت دے رکھی ہے اصحاب اس رعایت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب کے ایثار کو قبول فرمائے۔

زنانہ دستکاری سکول

اس شعبہ نے حال ہی میں زنانہ دستکاری سکول کا منصوبہ بنایا ہے۔ جس کے مطابق یہ سکول احمدیہ بلڈنگس میں قائم کیا جائے گا جہاں جماعت کی خواتین فنی تربیت حاصل کریں گی تاکہ وہ حصول معاش کے قابل ہو کر مالی پہلو کو مستحکم کر سکیں۔ یہ سکول قریبی وقت میں ہی کام شروع کر دے گا۔

روزگار کمیٹی

اس شعبہ کے تحت ایک روزگار کمیٹی قائم کی گئی ہے جس کا مقصد افراد جماعت کی آمد کے متعلق ایک تفصیلی جائزہ لینا اور ان کے موجودہ ذرائع آمد کے پیش نظر ان میں اضافہ کے لئے غور کرنا اور بے روزگار اصحاب کے لئے حصول معاش کے لئے ان سے ہر قسم کا تعاون کرنا ہے۔

شعبہ تبلیغ و نشر و اشاعت

اس شعبہ کے ماتحت امور ذیل انجام پا رہے ہیں۔

محفل اطفال احمدیہ

مولوی برکت علی صاحب کی زیر نگرانی احمدی بچوں کی کلاس جاری ہے جس میں احمدی بچوں کو تقاریر و مکالمہ کے ذریعہ اسلام و سلسلہ کی تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

تعلیم قرآن کلاس

جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس میں بچے بچیوں کو قرآن کریم (ناظرہ) پڑھانے کا سلسلہ پہلے سے ہی جاری ہے۔ مقامی جماعت نے مسلم ٹاؤن اور صدر میں بھی یہ کلاسیں جاری کر دی ہیں۔ مسلم ٹاؤن میں مولوی احمد گل صاحب اور صدر میں قاضی عبدالحفیظ صاحب بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے ہیں۔

درس قرآن کریم

جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس لاہور میں درس قرآن کا سلسلہ حسب سابق جاری ہے فجر کی نماز کے بعد محترم مرزا محمد شفیق صاحب اور نماز ظہر کے بعد محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب درس دیتے ہیں۔

مقامی جماعت نے دور دور کے اصحاب کی سہولت کے لئے مسلم ٹاؤن، صدر اور سمن آباد میں بھی درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ مسلم ٹاؤن میں آج کل محترم مرزا مسعود بیگ صاحب، صدر میں محترم مرزا محمد شفیق صاحب اور سمن آباد میں محترم غلام نبی مسلم صاحب درس قرآن کریم دے رہے ہیں۔ ان دروس میں حلقہ و نواح کے اصحاب بشوق شرکت فرما رہے ہیں۔

درس حدیث

مقامی جماعت درس حدیث کے اجراء کے لئے بھی مرکزی انجمن کو تحریک کر رہی ہے جو احمدیہ بلڈنگس میں جاری ہوگا۔ اس کے لئے ضروری انتظام کیا جا رہا ہے

. . . .

رسائل و لٹریچر

احباب جماعت کو حالات جماعت سے باخبر رکھنے کے لئے انجمن کے اخبار رسائل اور تازہ لٹریچر حسب موقعہ مہیا کیا جا رہا ہے اور ایسے احباب جو جماعت کا لٹریچر پڑھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں انہیں عاوضہ و بلامعاوضہ اخبار و رسائل جاری کئے گئے ہیں۔ جماعت کے چند مستحق احباب کے نام بھی رسائل جاری کئے گئے ہیں اور زیر رپورٹ میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی احباب میں مفت تقسیم کی گئی ہے۔

تبلیغی و تربیتی کلاس

موسمی تعطیلات میں ۱۵ سے ۳۰ جولائی تک ایبٹ آباد میں احباب جماعت کے لئے تبلیغی و تربیتی کلاس جاری رہے گی۔ ... جس میں مقامی جماعت کے احباب حصہ لے رہے ہیں، اس کی سرپرستی مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب، دامت برکاتہ کر رہے ہیں معلمین میں خان صاحب موصوف کے علاوہ محترم حافظ شیر محمد صاحب خوشابی اور محترم محمد صالح نور صاحب کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی شمولیت بھی متوقع ہے۔

اطلاعات و نشریات

احباب جماعت کو مقامی سرگرمیوں اور تحریکات و تقریبات کی اطلاعات فراہم کرنے کے سلسلہ میں یہ شعبہ پوری طرح کام کر رہا ہے اور اخبارات انجمن میں اطلاعات اور روئداد درج کی جاتیں اور ایک ماہوار خبرنامہ شائع کیا جاتا ہے۔

یوم میلاد النبی صلعم

۹ر مئی کو مقامی جماعت کی سرپرستی میں مسلم ہائی سکول ۲ لاہور کی بزم ادب کے زیر اہتمام یوم میلاد النبیؐ کے موقعہ پر بین المدارس مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ مقررین نے "حضرت خاتم الانبیاءؐ کی زندہ تعلیم" کے موضوع پر تقاریر کیں۔ محترم میاں نصیر احمد صاحب فاروقی سابق چیف الیکشن کمشنر حکومت پاکستان نے صدارت فرمائی بلحاظ نتائج پہلے چار مقررین کو مقامی جماعت کی طرف سے ایک رننگ شیلڈ اور ٹرافی دی گئیں۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے "اسلامی اصول کی فلاسفی" اور "زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم" مہر دو کتب تمام مقررین مذاکرہ کو پیش کی گئیں۔

۸ر مئی کو جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے زیر اہتمام یوم میلاد النبی صلعم کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب کے انعقاد کے سلسلے میں مقامی جماعت نے ہر ممکن تعاون سے کام لیا۔

یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ

۲۶ر مئی کو مقامی جماعت نے یوم وصال حضرت مسیح موعودؑ کی سالانہ تقریب حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے زیر صدارت احمدیہ ہال، احمدیہ بلڈنگس میں بڑے تزک و احتشام سے منائی جس میں خواتین و احباب سلسلہ کے علاوہ غیر از جماعت دوستوں اور ہوائی احباب نے بھی شرکت کی۔ مقررین کرام حضرت امیر قوم ایدہ اللہ، محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، محترم مرزا مسعود بیگ صاحب اور غلام نبی مسلم صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ کی حیات طیبہ اور آپ کے تجدید دین اور احیاء ملت کے بے نظیر کارناموں پر ایمان افروز روشنی ڈالی۔ حاضرین کی تواضع مشروبات سے کی گئی۔

شعبۂ فروغ مالی وسائل

یہ شعبہ جماعت کے بجٹ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے روپیہ فراہم کرنے کے ذرائع پر مختلف طریق سے غور کرتا ہے جماعت کے مستحق افراد کو حسب حالات امداد جاری رکھنے اور ان کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے جن فنڈز کی ضرورت پیش آئے اس کے حصول کے لئے مساعی کو بروئے کار لاتا ہے۔ اس شعبہ کی کوشش یہ ہے کہ جماعت کا ہر چھوٹا بڑا فرد چندہ دینے سے مستثنیٰ نہ ہو خواہ چندہ کی مقدار اس کی حیثیت کے مطابق کم سے کم کیوں نہ ہو چندہ کی وصولی کا کام اور انتظام معقول ہے، جماعت کے محصل محترم عبدالغنی بٹ صاحب بڑی محنت جذبہ سے چندہ کی وصولی کا کام کر رہے ہیں۔ جماعت کے فنڈز کو مضبوط کرنے کے لئے خوشی کے مواقع پر افراد سے خاص طور پر عطیہ جات حاصل کئے جا رہے ہیں۔ جس سے شعبہ فروغ مالی وسائل کو تقویت حاصل ہو رہی ہے۔

اجلاس عہدیداران و مجلس انتظامیہ

مقامی جماعت کے عہدیداران اور مجلس انتظامیہ کے اجلاس ہر ماہ مختلف حلقہ جات میں منعقد ہو رہے ہیں ماہ مئی میں احمدیہ بلڈنگس اور ماہ جون میں مسلم ٹاؤن میں منعقد ہوا اور ماہ جولائی میں گلبرگ میں منعقد ہو رہا ہے، ان اجلاس میں افراد جماعت کے تنظیمی، تربیتی، تبلیغی پہلوؤں پر غور کیا جاتا اور مختلف امور فیصل ہوتے ہیں۔

انتظامیہ میں ایک نئے ممبر کی شمولیت

ماہ مئی میں انتظامیہ کی ایک خالی جگہ پر محترم صلاح الدین ناصر احمد صاحب کو نامزد کیا گیا ہے۔

تبدیلیٔ دفتر

مقامی جماعت احمدیہ کا دفتر اب دوسری جگہ منتقل ہو چکا ہے۔ احباب پتہ ذیل پر خط و کتابت فرمائیں:-

کمرہ 59 ۔ احمدیہ مارکیٹ
احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷

تزئین احمدیہ ہال

احمدیہ ہال کی تزئین کا کام مقامی جماعت کی نگرانی میں جاری ہے، پنکھے نصب کئے جا چکے ہیں، پچاس علاوہ آہنی کرسیاں خرید کر لی گئی ہیں اور غسلخانہ میں... پیشاب گاہ وغیرہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور ایگزاسٹ فین نصب کئے جا چکے ہیں۔ سلسلہ کے بزرگان کی تصاویر کے لئے متعلقہ احباب سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔

قرارداد تعزیت

ماہ مئی میں مقامی جماعت کے ایک اجلاس میں بیگم ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم۔ بنت محبوب اشرف صاحب... اعجاز مصطفےٰ صاحب اور ہمشیرہ صاحبہ... کی وفات پر قرارداد تعزیت پاس کی گئی۔ سیالکوٹ کے عارف ممتاز شہید کے لئے دعائے مغفرت .... کی گئی۔ اور ان کے لواحقین سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا...... اور مشرقی پاکستان میں حالیہ واقعات کے دوران جو احمدی گھرانے متاثر ہوئے ہیں ان سے اظہار ہمدردی کے لئے ڈپٹی خلیل الرحمٰن صاحب کو خط ارسال کیا گیا۔

دارالمطالعہ حضرت امیر مرحوم

حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ کے ذاتی دارالمطالعہ کی صفائی و ترتیب کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ کتب کی فہرست مرتب کر لی گئی ہے اور بعض کتب کی جلد بندی ہو رہی ہے۔ محترم میاں محمد احمد صاحب کی زیر نگرانی ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو اس دارالمطالعہ کے انتظام و انصرام اور اوقات قارئین، محققین و طلباء کو مستفیض و مستفید ہونے کے مواقع پیدا کرنے پر غور و خوض کر رہی ہے۔

نوجوانوں کی ذہنی تربیت

مقامی جماعت احیاء احمدیت اور نئی پود کی ذہنی و اخلاقی تربیت کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر ایک قابل عمل منصوبہ تیار کر رہی ہے جس کی تعمیل و تکمیل کی صورت میں متعلقہ مقاصد کے نتائج انشاء اللہ خوشگوار نکلیں گے۔

تنظیم خواتین احمدیہ

اس تنظیم کو فعال و متحرک بنانے کے لئے مقامی جماعت ذمہ دار خواتین سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہے، اس سلسلے میں بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو سنبھالیں۔ امید ہے اس تحریک سے تنظیم ہذا کی سرگرمیاں جاری ہو جائیں گی۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

احباب کے لئے یہ امر موجب خوشی و مسرت ہے کہ .... گزشتہ جمعہ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی مقامی شاخ کے سالانہ انتخابات ہو گئے ہیں۔ مقامی جماعت ایسوسی ایشن کو بھرپور تعاون کا یقین دلاتی ہے۔ انشاء اللہ مقامی جماعت ایسوسی ایشن کے تعمیری پروگراموں میں ہر قسم کا تعاون کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گی۔

استقبالیہ

مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ اسلام متعینہ ... جو نبی آجکل تین ماہ کی رخصت پر پاکستان آئے ہوئے ہیں، مقامی جماعت ان کو اور ڈاکٹر خلیل الرحمان صاحب کو استقبالیہ دینے کا انتظام کر رہی ہے۔

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کا پیغام

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ موسم گرما گزارنے کے لئے گزشتہ ماہ کوہ مری تشریف لے گئے تھے، آپ وہاں بخیریت ہیں الحمدللہ ... خالد والا ... آپ کی عدم موجودگی میں جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مکرم مولینا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری، اور محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔

مقامی مبلغ کی ضرورت :- مقامی جماعت کو احباب کی دینی ضروریات اور متعلقہ فرائض کی انجام دہی ... [illegible]

دل ہے۔" (صفحہ ۱۴-۱۵ پیغام صلح)

مامور وقت کی فراست مومنانہ کیسی سچ ثابت ہوئی۔

دنیا نے دیکھ لیا کہ مامور وقت کی فراست ربانی کس قدر صحیح و سچی نکلی۔ مذہب میں اختلاف کی بنا پر دو قومی نظریہ وجود میں آیا مگر وہ صلح جو ہندو مسلم میں ہوئی کس طرح ناپائدار و عارضی ثابت ہوئی۔ پھر دنیا نے یہ بھی دیکھ لیا کہ مذہب کے اختلاف کی بنا پر فرمودہ ماثور کے مطابق کتنی ناحق خون کی ندیاں بہہ گئیں اور معلوم نہیں کب تک یہ جاری رہیں گی۔

صرف اسی قدر ہی مامورانہ فراست نے مسلمانوں کو خبردار کیا تھا بلکہ حضرت اقدس نے اسی اپنے صلح کے پیغام میں یہ حقیقت بھی صاف واشگاف کر دی تھی کہ مسلمان شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے تو صلح کر سکتے ہیں مگر اس متعصب و انتہائی تنگ نظر قوم ہندو سے صلح نہیں کر سکتے ملاحظہ ہوں آپ کے اپنے الفاظ:-

"اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور رسول اور مصلح ماننا اور ان میں تفرقہ نہ ڈالنا اور ہر ایک نوع انسان سے خدمت سے پیش آنا ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔ مگر جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابان کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارے ہیں ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام نہیں کرنا چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔"

(صفحہ ۱۵ پیغام صلح)

پھر کس طرح دنیا نے واقعات میں ان امور کو پورا ہوتے دیکھ لیا، کس طرح اب ہر شخص شاہد ہے کہ ہندو قوم مسلمانوں کو محض ان کے مذہبی اختلاف کی بنا پر موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہے کس طرح درندوں اور وحشیوں سے بھی بڑھ کر اس قوم نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے ہیں یہاں تک کہ وہ صریح جارحانہ کارروائی سے

یا خفیہ مکاری و عیاری کے منصوبوں کے ساتھ اسلامی مملکت کو جسے اس نے بننے کے وقت قبول کر لیا تھا مٹانے کے درپے ہے۔

حبّ رسول اور حبّ اسلام کا بے نظیر نمونہ

کاش! مسلمان اپنی خواب غفلت سے جاگیں اور ہندو قوم میں پیغام اسلام کی حقیقت پیش کر کے اسے قبول کرائیں یا کم از کم اس تعصب، تنگ نظری و تنگ ظرفی کو ختم کرائیں جو ہندو دل کو اسلام اور مسلمانوں سے ہے۔ مامور وقت کا سیاسی تجزیہ ملک و قوم کس قدر صحیح ثابت ہوا! مامور وقت کا سچا صلح کا طریق کار کس قدر صحیح کامیاب ہے خود مسلمانوں کے لئے بھی ان الفاظ میں سبق ہے کہ یہ مامور وقت رسول خدا صلعم سے کس قدر محبت اور غیرت رکھتا تھا اور دین اسلام سے کس قدر وابستگی و شیفتگی کا دلدادہ ہے کہ دین اور رسول اللہ صلعم کی محبت پر تمام دیگر محبتوں کو قربان کر چکا ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ یہود اور ہنود دونوں انتہائی تنگ ظرف اقوام ہیں یہ اپنے سوا کسی اور کو انسان سمجھنے کی روادار نہیں ہیں اور نہ ہی انہیں انسانی حقوق انصاف و آزادی دینا چاہتے ہیں۔ بہرحال یہ تجزیہ بڑا دلچسپ ہے اور اس کتاب کے مندرجات کئی واقعات کی شہادت دے رہے ہیں، اس کتاب کا مطالعہ احباب کو کرنا چاہیئے۔ آپ کو نظر آ جائے گا کہ امام وقت کی کشفی آنکھ نے ان دونوں قوموں کی بدباطنی اور بدذہنیت کو کس طرح دیکھا اور پڑھ لیا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت امام وقت کا تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ تھا۔ اسی لئے یہ باتیں آپ نے قبل از وقت بتا دیں علاوہ اس کے آپ نے تلقین فرمائی کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ اور فرمایا:-

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

جب سلطنت حاصل ہو جائے تو اس وقت اس مقصد کو سامنے رکھو کہ مسلمان کو مسلمان بنایا جائے مگر یہ ہم نے نہیں کیا۔ اس کی طرف ہماری توجہ نہیں ہے اور یہ مشرقی پاکستان کا المیہ ہوا ہی یوں ہے کہ ہم نے تمام قسم کی محبتیں اور غیرتیں اپنے دل و دماغ پر مستولی کر لیں، مگر دین اسلام کی محبت اور غیرت کو یکسر بھلا دیا۔ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق محبت اور غیرت کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ ان مقاصد و تعلیمات کو سامنے رکھ کر اس پر عمل و ترویج

کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محدود وطن پرستی کا جذبہ ایسا ابھرا کہ اسلامی قومیت کے جذبہ پر غالب آ گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا ؎

از رہِ دین پروری آمد عروج اندر نخست
باز بینی آید بے ما ہم ازیں رہ بالیقیں

پس آپ یقین کریں کہ کسی مسلمان قوم کی تمام ترقیوں کی سیڑھی دین اسلام پر قائم ہوتی ہیں ہے۔ پہلے بھی دین کی محبت اور غیرت کے نتیجہ میں مسلمان قوم نے زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی اور دنیا جہان کی رہنمائی کی۔ علم، اخلاق، سائنس، سلطنت، سماج اور معاشرت کی ان تمام تر ترقیوں اور بھلائیوں کا منبع و مخرج اسلام ہے۔ آج دین کی محبت اور غیرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور پاکستان میں یہ تحریک بڑے زور سے پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں عوام اس تحریک کو چلائیں وہاں حکومت کا بھی کام ہے کہ وہ اسلامی نظریہ حیات کی ترویج و اشاعت کے لئے عملی اقدام کرے۔ دنیا کی ہر قسم کی محبت اور غیرت پر دین کی محبت اور غیرت کو غالب کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن اور رسول کریم صلعم کے ساتھ محبت اور غیرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ نہیں ہوگا۔ اس وقت تک ہماری دیگر ترقیاں فائدہ مند ثابت نہیں ہوں گی۔ اس نظریہ کو پھیلانا چاہیئے۔ تاکہ ہمارے ملک و ملت کو استحکام حاصل ہو۔ اسی میں ہماری نجات اور ملت اسلامیہ کی بھلائی ہے اور ملک پاکستان کی مضبوطی بھی اسی میں ہے، کیا ہی خوب قومی شاعر نے فرمایا ؏

اپنی ملت کا قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
اور ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

تعینّاتی اور عطیہ

گجرات سے محترم چوہدری فضل داد صاحب پنشنر لکھتے ہیں کہ میری لڑکی مسرت چوہدری کی تعیناتی بطور A-D-I فزیکل ایجوکیشن جہلم ہوئی ہے، اور اس نے چارج بھی لے لیا ہے۔ اس کی والدہ صاحبہ کی خواہش کے مطابق اس تعیناتی کی خوشی میں اشاعت اسلام کے لئے مبلغ ۲۰ روپے بنام محاسب احمدیہ انجمن بھیج رہا ہوں۔

درخواست دُعا

خانبہادر غلام ربانی خانصاحب لکھتے ہیں کہ:-
"مولوی عبدالاحد صاحب اپیل نویس مانسہرہ میں بیمار ہیں ... [illegible]

تربیتی کورس ایبٹ آباد ۱۵ کی بجائے ۲۰ جولائی کو ہوگا

احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام تربیتی کورس جو ۱۵ جولائی سے ایبٹ آباد میں شروع ہونے والا تھا اب بعض ناگزیر وجوہات کے باعث ۲۰ جولائی سے شروع ہو کر ۳۰ جولائی تک جاری رہے گا۔ وہ اصحاب جو اس کورس میں شرکت کے خواہشمند ہیں اپنا نام ۱۸ جولائی تک خاکسار کے پاس رجسٹر کرا دیں دیگر معلومات بھی خاکسار سے حاصل کی جا سکتی ہیں اس کورس کی غرض و غایت اور دیگر تفصیلات قبل ازیں پیغام صلح ۱۳ جون کے شمارہ میں شائع ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر مبارک احمد شیخ
سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی رابطہ مہم

مورخہ ۹ کو بعد از نماز جمعہ جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کا اجلاس زیر صدارت جناب خالد عمر صاحب منعقد ہوا جس میں نوجوانوں کی رابطہ مہم جاری کرنے کا فیصلہ ہوا، اس لئے ہمیں سلسلہ کے بزرگان کی مدد کی ضرورت ہے۔

بزرگان سلسلہ سے استدعا ہے۔ کہ ان کے جو عزیزان لاہور میں زیر تعلیم یا ملازمت پیشہ ہوں، ینگ مینز کے جنرل سیکرٹری کو ان کے پورے کوائف بھیج کر شکریہ کا موقع دیں۔

اجلاس میں یہ بھی فیصلہ ہوا ہے کہ تمام لوکل جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنی اپنی جماعت میں ینگ مینز کی تنظیم قائم کریں اور صدر دفتر کو اس سے مطلع فرمائیں۔

خاکسار۔ ارجمند صادق
جنرل سکرٹری۔ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن۔
احمدیہ بلڈنگس لاہور

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

اہلِ ربوہ سے، معذرت کے بعد

(اعتذار: مدیر محترم پیغام صلح نے اخبار کے لئے کچھ لکھنے کو کہا۔ ان دنوں صحت پر کمزوری کا قبضہ ہے پر دوست کا تقاضا عذر سننے کو تیار نہیں۔ ایک دوسرے کرم فرما بزرگ نے اخبار الفضل کا پرچہ بھیجکر ایک مضمون کی وضاحت طلب کی۔ لو ایک مشکل تو آسان ہوئی کہ لکھوں تو کیا لکھوں؟ عبدالحق)

مذہبی دنیا میں میری سیاحت گوناگوں مشاہدات پر مشتمل ہے۔ دماغ کی پرانی فائلوں کا جائزہ لیا تو ایک یادداشت پر نظر پڑی۔ امرتسر میں اللہ دتا صاحب کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا (وہ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کے پرانے معتقدین میں سے تھے) کہ میاں محمود احمد صاحب کے نانا میر ناصر نواب صاحب تشریف لائے ضعفاء کے لئے چندہ ان کا شغل تھا چندہ لینے کے بعد ارشاد فرمایا آپ کے خلافت حضرت صاحب کے گھر سے باہر چلی گئی ہے آئندہ اسے اپنے گھر لانا چاہیئے۔ زمانہ حضرت مولانا نورالدین رح کی خلافت کا تھا، نانا جان کا اشارہ اسی طرف تھا۔

۲۔ خلافت کو گھر لانے کے لئے ایک جماعت ناصر کی جمع الصالح اس کے ساتھ اللہ برکت کے لئے جوڑ کر نام نہاد انصار اللہ کھڑی کی گئی اور کام روٹھی ہوئی خلافت کو منانا پڑ وکھا نہ کرو گھر چلو، تجویز ہوا اس کے بعد کی ایک یاد ملی۔ لاہور کابلی مل کی حویلی میں حکیم محمد حسین مفرح عنبری رہتے تھے مغرب کی نماز بالعموم یہاں پڑھا کرتا تھا کچھ دوست جمع ہو جایا کرتے تھے اور نماز کے بعد باتیں ہوا کرتی تھیں۔ دن وہ تھے جب خواجہ کمال الدین صاحب غفرلہ کا اسلامی دنیا میں شہرہ تھا۔ خواجہ صاحب نے اشاعت اسلام کے لئے اپنی چلتی وکالت کی قربانی دی تبلیغ اسلام کے لئے زندگی وقف کی آپ کے حسن بیان کا مسلمانوں میں چرچا تھا، بڑے بڑے ذی وجاہت انگریز اور اد باء فرنگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے جو خواجہ صاحب کے حسن بیان کا معجزہ تھا۔ مولانا شبلی رح کا خواجہ صاحب کی فوق الکرامت کامیابی پر خراج تحسین۔

اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

اس وقت کے مسلمانوں کے دلوں میں جماعت احمدیہ کی قدر و منزلت کا آئینہ ہے۔ حضرت مولانا محمد علی رح کی قلم خارا شگاف نے یورپ اور اسلامی دنیا میں دیویا وحت ریلیجنز کے ذریعہ صداقت اسلام کی دھاک بٹھا دی تھی۔ مشہور انگریز ادیب محمد مارما ڈیوک پکتھال نے بالآخر یہ اقرار کیا:۔

"احیاء اسلام کے لئے کسی زندہ انسان نے غالباً اس قدر طویل اور قیمتی خدمات انجام نہیں دیں جتنی مولانا محمد علی رح لاہوری نے دی ہیں۔"

ڈاکٹر اقبال نے آپ کی خدمات کا جس طرح اعتراف کیا وہ اخبار میں کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے جماعت احمدیہ کا نصب العین اور سرمایہ زندگی نصرِ خلافت کے لئے اینٹیں تھاپنا نہ تھا اس کا محبوب مقصود چہرہ اسلام پر مسیحی مشنریوں کے تھوپے ہوئے سیاہ دھبوں کا ازالہ۔ تعلیمات اسلامیہ کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلعم کا منور رخ دنیا کو دکھانا تھا خود بانی سلسلہ رح کا ارشاد ہے۔

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را نام من ابن مریم بنہادہ اند

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا نور فراست اسی صراط پر گامزن تھا آپ نے خواجہ صاحب کو اسی نور سے نوازا اور ولایت میں جشن کی بنا ڈالی جس کا نتیجہ دنیائے اسلام میں خواجہ صاحب کے حسنِ بیان اور امیر مرحوم کی قلم نور افشاں کی کامیابیوں پر مسرت اور آفریں باد کے ترانے اور چرچے تھے۔ مگر نام نہاد انصار اللہ کے دلوں میں حسد کی آگ اور انتہائی سوز کے آبلے تھے، چنانچہ اس مجلس میں جس کا ذکر میں کر چکا ہوں خواجہ صاحب کے بارہ میں نازیبا الفاظ کہے گئے۔ اس پر میں نے کہا حضرت مولانا نورالدین صاحب کے منہ سے یہ الفاظ سنے ہیں جو خواجہ صاحب پر اعتراض کرتا ہے وہ دیوث ہے وہ میرے زیر ہدایت کام کر رہے ہیں، یہ الفاظ سن کر وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

۳۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب رح کے بعد خلافت خانہ نشین ہو گئی مگر نہ کوئی لاؤ بھیڈ لے دنیا مارماڈیوک پکتھال نہ مارون مصطفیٰ لیون پی ایچ ڈی۔ نہ محمد صادق ڈڈلے رائٹ۔ نہ حمید مارکوس اور نہ آرچی بالڈ ہیملٹن وغیرہ وغیرہ جیسی شہرۂ آفاق شخصیات کو دائرہ رشید او اسلام بنانے کی توفیق ملی اور نہ قصرِ خلافت کی چلمنوں سے باہر جھانکنے کی ہمت ہوئی۔

قصرِ خلافت کو راحت منزل بنانا آسان ہے پر میدان تبلیغ و اشاعت کی کٹھن اور جانکاہ منزل کا سفر مشکل۔ مگر سستی شہرت سے مشہور ہونا وہ بھی چاہتے ہیں وہ خود گاڑنا نہیں جانتے پر غیر مستند حاشیہ بردار انہیں اڑاتے ہیں چنانچہ ایک صاحب لیکھ ہر انسان نظر آتے ہیں پر اپنے آپ کو گداز بے نوا فاکس رہ خلافت کے نام سے متعارف کراتے ہیں، انہوں نے ڈارون کے دستور الارتقاء کی خاک یوں اڑائی ہے کہ نوعِ انسانی کا نقطۂ منتہیٰ میاں محمود ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے عسیٰ

ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

(۱۷:۷۹) یہ ظاہر ہے کہ آیت میں مخاطب آنحضرت صلعم ہیں اور اس سے پہلے ذکر ہے

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق الیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک

سورج ڈھلنے سے شروع کرکے رات کے اندھیرے تک نماز قائم رکھ صبح کے قرآن کو بھی، بےشک صبح کے قرآن میں حضور (دل) ہوتا ہے، گویا آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر روز پانچ نمازیں باقاعدگی سے پڑھتے رہو اور راتوں کو جاگ کر قرآن پڑھتے رہو امید ہے تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے پانچ نمازیں دن کو اور راتوں کو اٹھ کر قرآن پڑھتے رہنا یہ محمد صلعم کا کام ہے مگر اس پر مشقت عبادت و ریاضت کا صلہ یہ ہوگا کہ خلیفۃ المسیح ثانی کو مقام محمود پر کھڑا کیا جائے گا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ قرآن مجید کے ساتھ مذاق نہیں تو کیا ہے کاش اس بے نوا گدائے خاکِ راہ خلافت کو

اس رزق سے موت اچھی۔ الخ

پاربسلو کی زندوستا میں میاں محمود کی خلافت

اپنی پرانی یادداشتوں میں ایک عجیب یوں مرقوم ہے: مولانا ابو رحمت حسن میرٹھی ایک چلتے پھرتے مولوی تھے وہ سکھوں کے ہاں پہنچے تو کہا کہ میں پرانی زبانوں کی شہادت سے ثابت کر سکتا ہوں کہ پنجابی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔ یہ کتاب لکھنے کے لئے بہت سی کتابوں اور مصالحہ پینے روپیہ کی ضرورت ہے قادیان پہنچے تو میاں صاحب کو یہ خوشخبری سنائی کہ خلافت محمود کا ذکر ژند وستا میں ہے ازالہ شہرت کے متوالوں کو اور کیا چاہیئے کتاب لکھنے کو کچھ روپیہ نقد اور بہت کا وعدہ دے دیا گیا۔ اتفاق کی بات میرٹھی صاحب نے یہ کتاب احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آ کر لکھوانی شروع کر دی میں نے جو کاتب سے مضمون لے کر پڑھا تو بے سر و پا کیا دیدہ پایا حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب رح سے اس کا ذکر کیا انہوں نے وہ مضمون کاتب سے لے کر پھاڑ دیا اور میرٹھی صاحب کو مہمان خانہ سے چلتا کیا، یوں خلافت میاں محمود ژندا وستا سے ایسی بھاگی کہ پھر واپس نہ آئی۔

خلافت باہر چلی گئی تھی اَب اندر آ گئی۔

باہر اور اندر دو نسبتی الفاظ ہیں، خلافت پہلے باہر چلی گئی تھی اَب گھر لوٹ آئی۔ صبح کی بھولی شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولی نہ سمجھیں۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو گھر آنے میں اس کی عزت و آبرو اور شرافت کہلا سکتی ہے پہلی خلافت میں اسے مقام محمود نہ ملا اس لئے شبہ جو من نکالتا ہے تو اس کے باہر چلے جانے پر بات جو کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ خلافت اپنی خوشی سے گھر نہیں لوٹی مرحوم نانا جان کو بایں ضعیفہ عمر اور رکمر اسے واپس لانے میں کتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑی۔ مولانا محمد علی رح امیر مرحوم کی بے نظیر تفسیر قرآن اور مساعی احیاء اسلام اور خواجہ کمال الدین رح کے حسن بیان کے اثر سے بچانے کے لئے انصار اللہ کو کتنے جھوٹے سچے پاپڑ بیلنے پڑے۔ زمانہ جمہوریت کا سر پر تھا۔ حضرت بانی سلسلہ علیہ الرحمۃ نے صدر انجمن احمدیہ قائم کی اور اختیارات نظم و نسق اسے سونپے خلافت اگر گھریلو تھی تو محمود ماشاءاللہ زندہ اور جوان تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے عسیٰ

ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

پڑھ کر ہی محمود نام رکھا ہوگا۔ ان کے ساتھ نکاح پڑھ دیا جاتا آپ کے فیصلے کے سامنے کوئی دم نہ مارتا۔ بات کسی قدر لمبی ہو گئی ہے الفضل کا پرچہ کہتا ہے اِتوں باتوں میں مجھے نہ بھول جانا، ایک بات گنگر اس کی سنتا ہوں حضرت مولانا نورالدین رح کو کوئی خلیفہ اوّل نہ کہتا تھا نہ لکھتا تھا مگر اب خلیفۃ المسیح ثانی لکھا جانے لگا باہر کی خلافت اندر کی خلافت یا خلافتِ ثانیہ میں تضاد معنوی ہے، وہ خلافت حضرت مسیح موعودؑ کے نقشِ قدم پر تھی یہ خلافت کا دوسری ہی قسم ہے کتنی باتوں میں اس

سے مختلف ہے مضمون پڑھنے والے بھی تو ہیں اور میں بھی اس موضوع کو کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھتا ہوں۔

میاں ناصر احمد کی طالمودی خلافت

اس قوم کی دانش اور بینش کا نوحہ پڑھیئے کہ جس کے نزدیک خلافت تو مومنین کی اور اس کا ثبوت ہو پارسیوں کی کتاب ژند اوستا میں یا یہود کی اسرائیلیات طالمود میں، ژند اوستا والی خلافت ثانیہ فالج کی خوفناک بیماری میں سالہا سال ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دنیا سے رخصت ہوئی تو خلافت ثالثہ طالمود سے آن کر تخت پر آ بیٹھی۔ پاکستان میں نہ کوئی ژند اوستا کو جانتا ہے نہ طالمود کو (الا ماشاء اللہ) چلو ایک بڑا ٹانک دوا ور دربار خلافت سے عہدہ اور انعام لو یہ بڑا نہ صرف خطبات الفضل میں طمطراق سے شائع ہوئی بلکہ سال گذشتہ ولایت میں بھی جا کر بڑ کاٹی گئی کہ دادہ کے خلیفہ کا ذکر طالمود میں ہے (دیکھئے آؤ یہودیو تم بھی اس کی بیعت میں اپنی عقل و ہوش بیچ ڈالو) یہود کے گمراہ فرقوں میں توراۃ دو قسم ہے توراۃ شبکتب (توراۃ مکتوبی) اور شبعلپی (زبانی روایات یا اسرائیلیات) جن کا لکھنا منع تھا۔ جناب مسیح علیہ السلام کے زمانہ مابعد تک کبھی نہیں لکھی گئی۔ یہودہ ہگرلیش نے جو سنہ ۱۹۰ء میں فوت ہوا ہے مشنا کو لکھا (مشنا کے معنے دوہرانا اور تکرار کرنا ہے مشنا کی تفسیر گیمرا کہلاتی ہے (Gemara) اصل اور تفسیر دونوں کے مجموعہ کا نام طالمود ہے۔ اوّل تو توراۃ مکتوبی کی ہی سند نہیں دوسری اسرائیلیات کا مجموعہ ہے۔ طالمود بھی دو ہیں طالمود یروشلم اور طالمود بابلی، پہلی کا سنہ سنہ ۳۹۰ء اور دوسری کا سنہ ۴۲۰ء۔

ان دونوں میں کتر بیونت ہوتی رہی ہے۔ ان کی زبان مغلق، مہمل اور اکثر مبہم ہے اور غلطیاں بے شمار ہیں کہ پڑھنا اور سمجھنا دوزانہ ہوتی کی کوئی کتاب تاریخی طور پر اتنی غیر مستند نہ ہوگی یہ رائے اس کتاب کے بارہ میں علماء کی ہے۔ اس دفتر اسرائیلیات میں کہا جاتا ہے کہ مسیح کے دو خلیفوں کا ذکر ہے شکر ہے تیسرے کا نہیں۔ بہرحال اگر کوئی دعویٰ کرے کہ اس گندی نالی میں کچھ اچھی شئے ہے تو جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانا ضروری ہو جاتا ہے، اس لئے کسی قدر وضاحت ہونی چاہیئے، بالخصوص جب اشتہار باز نے بڑے زور سے بڑ ماری ہو کہ میاں ناصر احمد کی خلافت یہود کی اسرائیلیات میں مرقوم ہے۔

طالمود میں فرضی مسیح کا قصہ یوں شروع ہوتا ہے

مسیح کا سوال اکثر سامنے آتا ہے ایلیا کے فرقہ کی روایت ہے کہ دنیا کی عمر چھ ہزار برس ہے۔ دو ہزار سال خرابی اور ابتری کے دو ہزار سال قانون کے، دو ہزار سال مسیح کے زمانہ کے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسیح کا زمانہ گذر گیا ہے، ربی کہتا ہے کہ مقررہ وقت مدت ہوئی گذر چکا۔۔۔، طالمود یروشلم کہتی ہے کہ ایک یہودی کو یہ واقعہ پیش آیا جبکہ وہ ہل چلا رہا تھا کہ اس کا بیل سجدہ میں گر پڑا، ایک عرب جو وہاں سے گذر رہا تھا، اس نے اس کی آواز سُنی اے یہودی اے یہودی اپنے بیل کو چھوڑ دے اور ہل چلانا بند کر دے کیونکہ خدا کا گھر برباد ہو گیا ہے کچھ دیر بعد اس نے پھر سجدہ کیا اے یہودی اے یہودی اپنا بیل جوت اور ہل چلا کیونکہ مسیح پیدا ہو گیا ہے، یہودی نے کہا اس کا نام کیا ہے اس نے کہا مینا شیم۔ اس نے پھر پوچھا اس کے باپ کا نام کیا ہے اس نے بتایا حزقیاہ۔ اس نے پوچھا وہ ہے کہاں؟ بولا بیت اللحم کے شاہی محل میں یہودی گیا اور جا کر اس کی زیارت کی۔ مگر جب وہ مکرر گیا تو ماں نے بتایا کہ آندھی نے لے کے دوڑا دیا ہے، اسی طرح کی گپیں طالمود نے ہانکتے ہانکتے وہ بات کہی ہے جس سے میاں ناصر احمد کی خلافت ٹپکتی ہے۔

"مسیح کی حکومت ہزار سال چلے گی
کیونکہ جو حکومت اچھی ہوتی ہے
وہ زوال آشنا نہیں ہوتی، یہ بھی
کہا گیا ہے کہ وہ مسیح مر جائے گا
اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے
کو ملے گی اور پوتے کو، اس کا
ثبوت یسعیاہ ۴۲: ۴ سے ملتا ہے
کہ وہ ناکام نہ ہوگا اور نہ دل شکستہ
یہاں تک کہ وہ دنیا میں انصاف
قائم کرے گا۔ لوگوں کی عمر صدہا
سال لمبی کی جائے گی وہ موت
پر فتح پا کر اسے نگل لے گا بچہ
سو سال کا ہو کر مرے گا یعنی
سو سال کا ہو کر بھی بچہ ہی ہوگا۔
مگر صدہا سال کی عمر اسرائیل
کی ہوگی اور سو سال کا بچہ غیر
اسرائیلی ہوگا۔"

یہ ہے وہ حوالہ جس سے میاں ناصر احمد کی خلافت تبلیغی کہ دتی باہر نکلتی ہے بلکہ ولایت میں جا کر بھی ڈنکا پیٹتی ہے۔ دین کے ساتھ یہ مذاق اس وقت شروع ہوا جب گھر سے بھاگی ہوئی خلافت کو گھر والے نے کی ہانڈی پکانی شروع ہوئی مگر ہمیں اس حوالہ پر ذرا وضاحت کی روشنی ڈالنی چاہیئے، اوّل تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ کسی نبی کی وحی یا کلام نہیں زیادہ سے زیادہ یہودی ہل چلانے والے کے بیل کا مکاشفہ ہے۔

(۲) مسیح کے بعد اس کے بیٹے کا بادشاہ نہیں تو کم از کم خلیفہ ہونا بتایا گیا ہے جیسے خلیفہ اوّل کا نعوذ باللہ قبضہ ناجائز غاصبانہ تھا کیونکہ اس کا ذکر نہیں۔

(۳) روایت کا سیاق و سباق ظاہر کرتا ہے کہ یہ بیل اور گدھوں کی روایات ہیں۔

(۴) کیا شان ہے اس مسیح کی جسے آندھی ماں کی گود سے اڑا کر لے جاتی ہے۔

(۵) یہ کونسا مسیح ہے جس کی حکومت ہزار سال چلی اور ہزار سال بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔

(۶) کم از کم ہزار سال بعد پوتا سریرآرائے خلافت ہوگا (یہاں تو بیٹا قبل از وقت جوگیوں کا بھیس بدل کر قادیان سے ربوہ پہنچا)

(۷) اس مسیح کا بیٹا سو سال کا ہو کر بھی ابھی بچہ ہوگا۔

(۸) اس کے ماننے والے (انصار اللہ) کا قد ۵۷۰ فٹ ہوگا (مگر یہ نہیں بتایا کہ عقل ٹخنوں میں)

(۹) یہ ہے وہ خلافت منونہ اسرائیلیات جس کے حسن پر بایں پیرانہ سالی مولانا یعقوب خاں صاحب دل کی بازی ہار بیٹھے۔

(بقیہ از کالم ۴)

عبث ہے۔

بعد از نماز جمعہ ایک بڑ کے درخت کے نیچے ۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

صداقت حضرت امام کا خوب نقشہ کھینچا۔ نماز عشاء کے بعد مستورات کا اجتماع ہوا جس میں انہوں نے رات کے ایک بجے تک احمدیت اور احمدی خاتون کا تصور اجاگر کیا۔

الراقم۔ نور محمد
چک ۸۱ جنوبی

چک ۸۱ جنوبی میں تبلیغی و تربیتی اجلاس

مورخہ ۲۳ جون کو بعد دوپہر مرزا محمد لطیف صاحب اور مرزا محمد سلیم اختر صاحب چک ۸۱ تشریف لائے اور ۲۳ تا ۲۶ جون مصروف ترین اوقات گذار کر ۲۶ جون کو بوقت صبح واپس روانہ ہوئے۔

اس سے پیشتر کہ میں کارگذاری کی تفصیل قلمبند کروں بڑی بے انصافی ہوگی اگر میں اس لگن جذبے اور شوق کا ذکر نہ کروں جس کا مرزا برادران نے یہاں مظاہرہ کیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ داد جس کے یہ حضرات بجا طور پر مستحق ہیں نہ دے کر خود مجرم بن جاؤں۔

اشخاص کو سامنے بٹھا کر متکلم جو کچھ کہتا ہے اسے تقریر کہا جاتا ہے۔ لیکن ہر تقریر کو دل کی آواز نہیں کہا جا سکتا۔ مرزا صاحبان نے جتنی یہاں تقریریں کیں اور تقاریر کے مواقع پیدا کئے۔ ہم اہلیانِ چک ۸۱ چاہے مرد ہوں یا مستورات بالاتفاق معترف ہیں کہ احمدیت کا عشق مرزا صاحبان کے روئیں روئیں میں رچا ہوا ہے۔ اور کہ یہ لوگ کرائے کے آدمیوں کی طرح کام نہیں کرتے۔ ایسا یقین ہوتا ہے کہ اس کام کو یہ لوگ اپنا ذاتی کام سمجھتے ہیں۔ کم از کم یہاں ہمارے سامنے انہوں نے اسی قسم کا مظاہرہ کیا ۔۔۔۔۔۔۔

انہیں رات کے ڈھل جانے کا احساس ہوتا ہے اور نہ سورج کی تپش کا خیال کرتے ہیں۔ گھر گھر پھرتے ہیں۔ بندے بندے سے ملتے ہیں، خود گرم ہیں اور دوسرے کو گرما جاتے ہیں۔

اللہ کرے جذبۂ شوق اور زیادہ

۲۴ جون کو مرزا محمد سلیم اختر صاحب نے نماز مغرب پڑھائی اور تنظیم جماعت کی ترغیب دلائی۔

نماز عشاء کے بعد غیر احمدی احباب کے سوالات کے جوابات رات گئے تک دیئے۔

۲۴ جون کو احمدی احباب سے فرداً فرداً ملاقاتیں کرتے رہے۔ اور دوپہر کے وقت ایک مجلس میں امام مہدی کے ظہور کے بارے میں قرآن و حدیث اور اقوال اکابرین سے خوب وضاحت کی۔

۲۵ جون کو جمعہ تھا۔ خطبے کا جزوِ اعظم یہ تھا کہ جب تک ہم مثالی مسلمان نہ بنیں، جب تک قرآن حکیم کے ہر حکم کو روح کی غذا نہ بنائیں ہمارا دین دنیا

(باقی کالم ۳ کے نیچے)

غلام نبی مسلم صاحب ایم اے

دشمن کو دشمن سمجھو

هُمُ العدو فاحذرهم

پر تواضع ہائے دشمن تکیہ کردن ابلہی است
پائے بوسِ سیل از پا افگند دیوار را

ہندو مسلمان کا دشمن تھا، اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا اور ہندو کی مسلمان دشمنی ایک عقیدہ ہے۔ دین ہے، اور ابدی اصول ہے۔ اور اگر پاکستان کے مسلمان بالخصوص اور عالمِ اسلام کے کلمہ گو بالعموم اس کا یہ کو نظر انداز کر کے اپنی پالیسی وضع کریں گے تو اس کا نتیجہ ان کی مسلسل پریشانی اور بالآخر زوال کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ یہی حقیقت تھی جسے سپین کے مسلمانوں نے نظر انداز کر دیا تھا اور جس کے نتیجہ میں وہ عیسائی سپین اور یورپ کی مسلسل نفرت، معاندت اور حقارت کا نشانہ بن گئے۔ اور اگر اس اصول کو ہم نے برصغیر پاک و ہند میں نگاہوں کے سامنے نہ رکھا تو نتیجہ سپین سے مختلف نہ ہوگا بالخصوص جبکہ بھارت کی پشت پر انہی قوتوں کا ہاتھ ہے۔ جو سپین میں مسلمانوں کے زوال اور خاتمے کا موجب ہوئیں۔

بھارت ۱۹۴۷ء سے پاکستان کو ختم کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اس نے ابتداء ہی سے پاکستان کو کمزور کرنے کی راہ اختیار کی، چنانچہ اس نے کشمیر، حیدر آباد، جونا گڑھ، مانا وادر، مانگرول کے علاقے ہتھیا لئے اور ان کو ہضم کر گیا۔

بھارت نے ۱۹۶۵ء میں پاکستان پر بھرپور حملہ کیا۔ اور پاکستان کو اپنی مدافعت پر اکتفا کرنا پڑا، پاکستان ہر بار زخم چاٹ کر بیٹھ گیا، لیکن بھارت اپنی ناکامی کی روشنی میں پھر ضرب لگانے کی تیاری میں مصروف رہا اور اس مقصد کے لئے اس نے اپنا محاذ بدلا۔ تیغ و تفنگ کی بجائے اس نے فکری میدان میں کام کیا اور خود اہلِ پاکستان کے قلوب میں ایک دوسرے کے خلاف وہ زہر بھرا کہ الحفیظ والامان، اور اگر ہماری افواج جرأت مندانہ اقدام سے ملک کی سالمیت کو برقرار نہ رکھتیں تو ہمارا بھارتی دشمن اپنے کسی نقصان کے بغیر پاکستان کو ختم کر چکا ہوتا۔

دشمنی کی وجہ

۱۔ بھارت کے ہندو نیتاؤں کے دلوں میں مسلمان کے خلاف ہزار سال سے بغض (و) کینہ نشو و نما پا رہا ہے۔ پھر وہ ہر مادہ پرست یوم حساب سے بے فکر قوم کی طرح ارد گرد کی اقوام کو زیر اثر رکھنے کا خواب دیکھ رہا ہے، تاکہ وہ اسی طرح کمزور ہمسایہ اقوام کا خون چوس سکے جس طرح صدیوں سے برہمنی سامراج بھارت کے کروڑوں اچھوتوں اور غریبوں کا خون چوس رہا ہے اور ایک طاقتور زندہ اور آزاد پاکستان اس کے ارادوں کی راہ میں ایک سنگ گراں ہے۔ اور وہ اس پتھر کو جس قدر جلدی ہو دور کرنا چاہتا ہے۔

۲۔ پھر اس کی نظریں قریبی اسلامی ملکوں کی سیاہ دولت (تیل) اور ان کی منڈیوں پر ہے۔ اور ایک مضبوط پاکستان اسلامی دنیا کے اتحاد اور استحکام کے سلسلے میں جو کردار ادا کر رہا ہے۔ وہ بھارت کی آنکھوں میں بری طرح کھٹکتا ہے اور اسلامی اتحاد اور ملتِ اسلامیہ کے استحکام کو روکنے کا واحد ذریعہ ہے کہ پاکستان کو کمزور کر کے اپنا دست نگر بنا لیا جائے۔ اس کی آزاد خارجہ پالیسی کا گلا گھونٹ دیا جائے اور پاکستان کے ذریعہ مسلمان ممالک میں جو سیاسی، معاشی، عسکری اور دینی بیداری پیدا ہو رہی ہے وہ ختم ہو جائے۔

دوسرے دشمن

بھارت کے علاوہ مغرب کے بعض دوسرے ممالک بھی اسلامی ممالک کے روزِ اول ہی سے دشمن ہیں۔ ان کی ملکی مصلحتوں کا تقاضا ہے کہ مسلمان ممالک کمزور رہیں اور ان کے محتاج رہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ دنیا کا ایک طاقتور اسلامی ملک پاکستان بے بس ہو کر رہ جائے۔ بھارت کو مغربی ممالک کی اس کمزوری کا علم ہے اس لئے وہ اپنے مقاصد کے لئے پاکستان دشمن ممالک استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ ان ممالک میں امریکہ، روس، برطانیہ اور بعض دیگر یورپی ممالک شامل ہیں۔ ان کے سیاسی اور تجارتی مقاصد کا تقاضا ہے کہ مشرق اوسط میں ان کی تجارتی منڈیاں اور حلقہ ہائے اثر قائم ہیں، جو اسی صورت میں ممکن ہے کہ مسلم اقوام زندگی کے حقائق اور تقاضوں سے غافل رہیں، ان میں ملی شعور پیدا نہ ہو۔ جو پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے ابھر رہا ہے اور پاکستان سے فنی، عسکری اور سائنسی مشوروں اور افرادی قوت سے ان ملکوں میں زندگی پیدا ہو رہی ہے، یہ برہمن کا کمال ہے کہ اس نے اسلامی دنیا میں اپنی اغراض کو پاکستان دشمنی کی آڑ میں چھپا رکھا ہے اور مغربی اقوام اس لئے اس کی امداد کر رہی ہیں کہ بھارت کی پاکستان دشمنی سے پاکستان کمزور ہو کر ان کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ لیکن بھارتی شیواجی کا خفیہ ہاتھ انہیں نظر نہیں آ رہا جو پاکستان کی کمزوری کی صورت میں مشرق اوسط میں حریفوں کے گریبان کی طرف بڑھے گا۔

بھارت کے تین فوری اور اہم مقاصد

موجودہ دور میں بھارت کے سامنے ذیل کے اہم مقاصد ہیں۔ کشمیر کی طرف سے پاکستان کی توجہ ہٹانا اور کشمیری مسلمانوں کو بے بسی کا احساس دلا کر آزادی کے مطالبے سے دستبردار کرانا۔

پہلا مقصد

۱۹۶۵ء میں پاکستان پر اچانک حملہ روس، امریکہ اور بھارت کی ملی بھگت کا نتیجہ تھا۔ کہ پاکستان پر اچانک ضرب کاری لگا کر اُسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا جائے لیکن جب ۶ ستمبر سے ۲۳ ستمبر تک یہ مقصد پورا نہ ہو سکا تو روس کی سرپرستی میں معاہدہ تاشقند کے ذریعہ کشمیر کے معاملہ کو کھٹائی میں ڈال دیا گیا۔ اور روس نے روایتی دشمنی کے تحت کشمیر کے تنازعہ میں مطلق دلچسپی نہ لی اور اقوام متحدہ کی بڑی اقوام کو سانپ سونگھ گیا۔ پھر حال ہی میں بھارت نے بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کر کے بھارتی فضا میں پاکستانی طیاروں کی پرواز پر پابندی لگائی تو کسی بڑی طاقت کو زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ماتحت ہو رہا تھا۔ اور آج اسی بات کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ مشرقی پاکستان میں گڑبڑ پاکستان کا داخلی معاملہ ہے۔ امدادی کنسورشیم کے رکن ممالک نے پاکستان کی امداد روک کر اپنی اس دشمنی کا ثبوت دیا ہے جس نے دلوں کو مضطرب کئے ہوئے ہے۔ قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر لو کانوا یعلمون (ان کی زبانوں سے بغض ظاہر ہو گیا ہے اور دشمنی کی جو آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ کاش مسلمانوں کو اس کا شعور علم ہوتا)

دوسرا مقصد

بھارت کا دوسرا مقصد خود اس سیاسی فریب کے اثرات سے بچنا ہے جو شریمتی اندرا گاندھی کی حکومت نے الیکشن کے وقت بھارتیوں سے کیا، اس نے انقلابی معاشی اصلاحات کے نام پر کامیابی حاصل کی، روس اور امریکہ نے اس کا ساتھ دیا۔ تاکہ چین دوست رہنما برسر اقتدار نہ آ جائیں۔ لیکن بالخصوص امریکہ ایسے اقدامات کی تائید نہیں کر سکتا جو ملکی بنکوں اور دیگر وسائل دولت کو قومیانے کا ذریعہ بنیں، اور اندرا گاندھی اپنے وعدوں کو کھٹائی میں ڈالنے سے اسی وقت رک سکتی تھی، جب کہ وہ اپنے سامراجی آقاؤں سے مل کر ملک کے باہر کوئی بڑا فتنہ کھڑا کر دے۔ چنانچہ امریکہ اور روس کی مدد سے مشرقی پاکستان میں فتنے کو ہوا دی گئی۔ اور اب اسے طویل کیا جا رہا ہے تاکہ بھارتی لوگوں کی توجہ اپنے معاملات اور مصائب کی طرف نہ ہو سکے۔ لیکن جیسا کہ مغربی بنگال کی نکسل باڑی تحریک اور جنوبی ہند کے پچھڑے ہوئے لوگوں کے حالات سے ظاہر ہے۔ بھارتی حکومت کا یوم الحساب قریب ہے اور جو آگ اس نے پاکستان کے لئے سلگائی تھی وہ منرود خود اس میں بھسم ہو کر رہ جائے گی اور ملک کے عوام سامراجیوں اور ان کے ایجنٹوں کی قبرستان کے خوفناک (؟) گڑھے ہوں گے۔

تیسرا اہم مقصد

مشرق اوسط کے حالات ہمیں نظر

ہونا اور رام بکیول اور یہودیوں کے حق میں عربوں کے موقف کو کمزور کرنا ہے۔ بھارت کچھ عرصہ سے اسرائیل کی حمایت میں سرگرم عمل ہے گو حکومت نے کھل کر عربوں کے خلاف یہودیوں کی حمایت نہیں کی تاہم اس نے ملک میں اسرائیل کے حق میں مظاہرے کرا کر دو ڈیڑھ یہود کا ساتھ دیا اور چونکہ اردن، سعودی عرب، لیبیا اور خود متحدہ عرب جمہوریہ میں پاکستان کے بے خوف تعاون سے عسکری اور تکنیکی میدان میں بیداری اور قوت پیدا ہوئی۔ اور اس بات کے آثار ظاہر ہونے لگے کہ مستقبل قریب میں عرب ممالک اسرائیلی جارحیت سے نجات حاصل کر لیں گے، اس لئے پاکستان کی توجہ عرب ممالک کی طرف سے کم کرنے کے لئے روس اور امریکہ کی سازش سے مشرقی پاکستان میں فتنے کا جال پھیلایا۔ اور اس طرح پاکستان کی مشکلات میں اضافہ کیا۔ امریکہ اور روس وغیرہ کی ہمدردی اور امداد حاصل کی، یہودی دنیا کی ہمدردیاں حاصل کیں اور عربوں کو احساس دلایا کہ تم بھارت کو نظر انداز کر کے زندہ نہیں رہ سکتے۔

اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ روس اب سامراجی ملک بن چکا ہے۔ جس نے مشرقی یورپ کے کئی ایک ممالک کو دبا رکھا ہے۔ وہ چین ــــ ایک اشتراکی ملک ــــ کے خلاف بھارت ایسے سامراجی ملک کا حامی ہے۔ کیونکہ چین روس کے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑا ہو گیا ہے اور چونکہ پاکستان چین کا دوست ہے۔ اس لئے روس تلا ہوا ہے کہ وہ بھارت کو خوش رکھنے کے لئے پاکستان کے خلاف بھارت کا ساتھ دے۔

پھر روس ہرگز نہیں چاہتا کہ عرب ممالک اس قدر طاقتور ہوں کہ وہ اسرائیل پر ضرب کاری لگا سکیں۔ ورنہ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں وہ آسانی سے اسرائیل کو روک سکتا تھا۔ اس کے بعد بھی اس نے جمہوریہ مصر کی صرف اس حد تک مدد کی کہ وہ اسرائیل کے حملے سے بچاؤ کر سکے اسے ضرب لگانے کے قابل نہ بنایا تاکہ عرب ممالک اس کے محتاج رہیں اور اس کے اثر و رسوخ کو مشرق اوسط سے ختم نہ کر سکیں۔ پس اندرا گاندھی نے امریکی اور روسی سامراجیوں سے مل کر پاکستان کے لئے مشکلات پیدا کر کے یہودیوں کے حق میں ایسے وقت قدم اٹھایا جب کہ پاکستان کی مدد سے عرب ممالک بتدریج اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔

. . . .

اسوۂ صدیقی رض

دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے پاکستان جس مرحلے پر پہنچ چکا ہے وہ اس بات کا متقاضی ہے کہ درست راستے پر مضبوط قدم اٹھایا جائے۔ اور وہ ہے اسلام کے تسلط اور قیام کے لئے بلا خوف و لحاظ زبردست عمل، ہماری تاریخ میں آنحضرت صلعم کے وصال کے معاً بعد ایسا نازک دور آیا تھا جبکہ کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔ اکثر نے سرکاری خزانے میں زکوٰۃ بھیجنے سے انکار کر دیا اور ملک میں مختلف طالع آزماؤں نے الگ الگ حکومتوں کے قیام کا اعلان کر دیا۔ اور گو حالات کے زیر اثر ساتھیوں نے صلح پسندی اور مصالحت کوشی کا مشورہ دیا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے قیام کے پیش نظر جرأت مندانہ قدم اٹھایا، مصلحت کوشی کا دروازہ بند کر دیا، ملک و قوم کے دشمنوں سے قدم قدم پر جنگ کی، حتیٰ کہ ملک میں امن قائم ہو گیا۔ نظم و نسق کو استحکام نصیب ہو گیا۔ اور مسلمان ایک بار پھر متحد ہو کر مشترک قومی مقاصد ــ اعلائے کلمۃ اللہ ــــــ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر تسخیر عالم کی مہم پر چل نکلے۔

ہمارا قدم

اس لئے ہماری ملت اگر ان دشمنوں سے نمٹنا چاہتی ہے تو اسے ان تمام تصورات اور مصلحتوں سے نجات حاصل کرنا ہو گی جو اس ملک میں اسلام کے قیام کی راہ میں حائل ہیں اور یہ کام کوئی سیاسی ادارہ نہیں کر سکتا، ایک فوجی ادارہ ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ کیونکہ ایک فوجی ہی ہر مشکل میں سخت روش اختیار کر سکتا، اس پر دوسروں سے عمل کروا سکتا ہے۔ اور اس کی ابتداء اسی امر سے ہو گی کہ ملک کے ڈھانچے کو اسلامی اصول کی سادگی، بے نفسی، قربانی، استغناء اور جفاکشی کے مطابق تبدیل کیا جائے۔ اور انفرادی اور اجتماعی زندگی سے ان تمام اعمال و عناصر کو سختی سے خارج کر دیا جائے جو اسلامی حیات کے تقاضوں سے ہم آہنگ نظر نہ آئیں۔

پھر ملک میں ان تمام عناصر کو ختم کر دیا جائے، جو اسلامی حیات کی پاکیزگی، غیرت، ادب، تڑپ، ولولہ اور غلبہ کے منافی ہوں اور ملک کو ان عناصر اور تصورات سے پاک کر دیا جائے جو اسلامی اقدار حیات کے خلاف ہوں۔ ہماری مختصر سی قوم ایسی عیاشی کو برداشت نہیں کر سکتی کہ قوم کے معصوم اور سادہ ذہنوں کو ہر شہرت پسند اور طالع آزما شخص کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ یہاں ہر شخص کو زندہ رہنے کا حق تو ملنا چاہیئے لیکن کسی شخص کو ایسے وسائل اختیار کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے جن کے ذریعے سے قوم کے خیالات کو اسلام سے دور لے جایا جا سکے، یہی بات قوم کو بنیانٌ مرصوص بنا سکے گی۔ اور اس کے زیر اثر ہم بڑے سے بڑے دشمن کو ناکوں چنے چبوا سکیں گے، اگر ہمارے آباؤ اجداد نے قلیل تعداد میں بڑی بڑی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔ اگر ہمارے زمانے میں چند کروڑ مومنوں نے آن واحد میں دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان کے فرزندان توحید دشمنوں کو چھٹی کا دودھ نہ یاد دلا دیں۔

بلاشبہ ہماری روش مدافعانہ ہونی چاہیئے لیکن دنیا میں بہترین مدافعت یہ ہے کہ ہم میں جارحیت کی طاقت ہو، اگر کوئی قوم ہمیشہ مدافعت کے لئے تیار رہے گی تو اس کی بربادی اور موت کا وقت دور نہیں۔ ہم میں اس قدر قوت ہونی چاہیئے کہ اگر دشمن ہم پر وار کرے تو ہم اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکیں، اور اس کی ایسی پٹائی کریں کہ نہ صرف اسے دوبارہ ہماری سرحدوں کی طرف بری نظر سے دیکھنے کی جرأت نہ ہو بلکہ اس کی نسلیں بھی یہ سبق یاد رکھیں اور وہ دشمن کبھی سر نہ اٹھا سکے، جو ابھی تک ہماری سرحدوں سے اوجھل ہے۔ ہم نے ۱۹۶۵ء میں دشمن کا وار روک لیا۔ لیکن اس کے گھر میں گھس کر یہ سبق نہ دے سکے کہ ہم پر حملہ کرنا مہنگا پڑا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اس نے زیادہ شدت اور جرأت سے حملہ کیا ہے۔ اور اگر آج ہم اس پر ضرب کاری لگا سکتے تو پھر اس کی کمر ٹوٹ جاتی، اگر ہم اسی طرح مدافعت کی جنگ ہی لڑتے رہے تو ملک کا مستقبل تاریک اور بھیانک ہے اور اگر ہم آج ہی اس بات پر تل جائیں کہ ہم نے دشمن کے حملے سے قبل ہی اس معاندت کو ختم کر دینا ہے تو ہمیں اس قدر تیاری کرنا ہو گی کہ دشمن ہماری قوت سے کانپے، ہماری زندگی اسی میں ہے اگر کوئی قوم اپنے دشمن کی کمر توڑنے کی سکت نہیں رکھتی تو اس کی قسمت میں ذلت ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم دینی، اخلاقی، معاشی، سائنسی، تکنیکی اور مادی لحاظ سے مضبوط ہوں، ملک کی تمام قوتوں کو تمام قوم اور ہر فرد کے لئے ترقی دی جاوے۔ اس کی حفاظت کی جاوے۔ اور اسے ملک و ملت کے اجتماعی مفاد کے لئے کام میں لایا جائے عدل و انصاف کی حکمرانی ہو، ملک سے ناجائز وسائل سے روزی کمانے کے راستے بند کر دیئے جائیں، رشوت، ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، بلیک مارکیٹ، استحصال، جتھہ داری، کنبہ پروری، نسل پرستی، علاقہ نوازی کے رجحانات کا خاتمہ کیا جائے، نئی پود کی کامل ذہنی اور جسمانی نشوونما ہو، ان پر کاروبار کے دروازے کھولے جائیں۔ ان میں حب الوطنی کے جذبات پیدا کئے جائیں، ان کے سامنے دشمن کے کچلنے اور اپنے نظریہ حیات کو دنیا میں غالب کرنے کی روح پھونکی جائے تاکہ بارہ کروڑ مسلمانوں کا یہ گروہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ایک بار پھر کھوئے ہوئے وقار اور مقام کو حاصل کر لے۔

خدا حافظ

آج سے دو سال قبل ٹرینیڈاڈ (جزائر غرب الہند) کا ایک احمدی نوجوان مصطفےٰ کمال ہائیڈل پشاور یونیورسٹی سے بی اے کرنے کے لئے پاکستان آئے شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے مبلغ جزائر غرب الہند کی صحبت میں انہیں جو شغف پیدا ہوا تھا، وہ رنگ لایا اور انہوں نے اس دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور کا رخ کیا اور ادارہ تعلیم القرآن کے اساتذہ کے درس و تدریس میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب، محترم نصیر احمد صاحب فاروقی، محترم مرزا مسعود بیگ صاحب، محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور مولینا احمد یار صاحب سے قرآن مجید اور دیگر مسائل پر مسلسل درس لئے، اگرچہ وہ ابھی اپنی دینی تعلیم مکمل نہیں کر سکے (ان کا ارادہ ہے کہ وہ واپس آ کر تعلیم مکمل کریں گے)

جماعتہائے جزائر غرب الہند کی چوتھی سالانہ احمدیہ کانفرنس میں انہیں شمولیت کے لئے دعوت آنے پر انجمن نے انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی ہے اور وہ ۱۵ جولائی ۱۹۷۱ء کو ۱½ بجے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی روانہ ہوں گے اور وہاں دو یوم قیام کر کے ۱۷ کو ٹرینیڈاڈ جانے کے لئے لندن پرواز کر جائیں گے۔ احباب ان کے لئے دعا کریں کہ سفر بخیر و خوبی گزرے اور انہیں الوداع کہنے کے لئے وقت مقررہ پر ہوائی اڈہ پر ضرور پہنچیں۔

۱۴ جولائی کو بعد از نماز عصر پانچ بجے ان کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب منعقد کی جا رہی ہے احباب اس میں شامل ہو کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ والسلام

آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح۔ مورخہ ۱۴ ؍ جولائی ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۲۸

ہفت روزہ "پیغام صلح"
خود مطالعہ کرنے کے بعد
دوسرے احباب تک پہنچائیں۔

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

کو حیوانوں کی طرح انکی زندگی کی غرض صرف کھانا پینا اور سو رہنا ہو جاتی ہے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دُور جا پڑتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی ذمہ داری ان کے لئے نہیں رہتی وہ زندگی جو ذمہ داری کی ہے یہی ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پر ایمان لاکر زندگی کا پہلو بدل لے موت کا اعتبار نہیں ہے۔ سعدی کا شعر سچا ہے

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار ⁂ مباش ایمن از بازئ روزگار

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

لاہور گرین پرنٹنگ پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

نبی کریم صلعم کے گھر میں حالت بادشاہت میں غربت

عن انس رضہ انّہٗ مشٰی الی النّبی صلی اللہ علیہ وسلم بخبز شعیر واھالۃٍ سنخۃٍ ولقد رھن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم درعًا لہ بالمدینۃ عند یھودیؐ واخذ منہ شعیراً لاھلہٖ ولقد سمعتہ یقول ما امسٰی عند اٰل محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم صاع برٍّ ولا صاع حبٍّ و انّ عندہٗ لتسع نسوۃٍ۔

ترجمہ:—

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلعم کے پاس جَو کی روٹی اور باسی چربی لے گئے اور نبی صلعم نے اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور اس سے اپنے گھر والوں کے لئے جَو لئے اور میں نے آنحضرت صلعم کو سنا فرماتے تھے کہ محمد صلعم کے گھر والوں کے پاس گیہوں یا غلے کا ایک صاع شام تک نہیں رہا اور آپؐ کے پاس ۹ بیویاں تھیں۔

نوٹ۔ از حضرت مولٰنا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ حدیث بہت قابلِ غور ہے۔ آنحضرت صلعم کے پاس گھر میں ایک صاع غلہ یا گیہوں کا جمع نہ رہنا اور آپؐ کا اپنے گھر والوں کے گزارہ کے لئے زرہ رہن رکھ کر ایک یہودی سے قرضہ لینا اس زمانہ کی بات ہے جب آپؐ کے پاس

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

جو شخص نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا

حضرت امام زمان مجددِ دوران مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ارشادات گرامی

عمر پائیدار پر بھروسہ کرنا دانشمند کا کام نہیں ہے موت پہنچی آکر لتاڑ دیتی ہے اور انسان کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ جب کہ انسان اس طرح پر موت کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ پھر اس کی زندگی کا خدا تعالیٰ کے سوا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ اگر زندگی خدا کے لئے ہو تو وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ سے محبت کا رابطہ پیدا کر لیتا ہے، خدا تعالےٰ اس کے اعضاء ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ مَیں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتیٰ کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب انسان جذباتِ نفس سے پاک ہو جاتا ہے، اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک فعل خدا کے منشاء کے موافق ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خدا تعالےٰ اسے اپنا فعل ہی قرار دیتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے قربِ الٰہی کا جہاں پہنچ کر سالک کی منزلوں کو پُورے طور پر طے نہ کرنے والوں نے یا تو ٹھوکر کھائی ہے یا الہیات سے ناواقف اور قربِ الٰہی کے مفہوم کو نہ سمجھنے والوں نے غلط فہمی سے کام لیا ہے۔ اور وحدت وجود کا مسئلہ گھڑ لیا ہے۔ اس بات کو بھی ہرگز بھولنا نہ چاہیئے کہ جہاں انسان ابتلا میں پڑتا ہے، وہ فعل خدا کے ارادہ سے موافق نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ کی رضا اس کے خلاف ہوتی ہے۔ ایسا شخص اپنے جذبات کے نیچے ہوتا ہے نہ کہ منشاء الٰہی کے ماتحت۔ لیکن وہ انسان

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

(وصیت حضرت اقدس)

غلام نبی مسلم

صحبتِ صالحین اور حضرت مسیح موعودؑ

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا (مولانا روم)

شیخ سعدیؒ نے سچ فرمایا کہ "صحبت صالح ترا صالح کند" نیک بندوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے بھی فرمایا ہے الصالحون اخوانی، اللہ کے صالح بندے میرے بھائی ہیں۔ آپ کی صالح فطرت نے ابتدا ہی سے آپ کے قلب سلیم کو نیکی کی طرف جھکا رکھا تھا۔ اور جس طرح مچھلی پانی سے باہر رہنے میں اپنی ہلاکت سمجھتی ہے، آپ بھی پاکیزہ ماحول کے دلدادہ اور بری صحبت اور ناپاک خیالات سے متنفر اور دُور رہتے، بچپن میں آپ کو صالح والدہ اور پاک سیرت ہمشیرہ کی گود نصیب ہوئی۔ چند سال حضرت مولوی فضل احمد صاحب کی پاکیزہ اور موحدانہ صحبت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی آپ کی صالح و معصوم فطرت پر حضرت مولوی صاحب کا گہرا اثر چھوڑا وہ حضورؑ کے الفاظ میں پڑھیئے:۔

"حضرت مولوی فضل احمد صاحب مرحوم ایک بزرگوار عالم باعمل تھے مجھ کو ان سے از حد محبت تھی کیونکہ علاوہ استاد ہونے کے وہ ایک باخدا صاف باطن اور زندہ دل اور متقی اور پرہیزگار تھے عین نماز کی حالت میں اپنے مالک حقیقی کو جاملے۔ اور چونکہ نماز کی حالت ایک تبتل اور انقطاع کا وقت ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا واقعہ ایک قابل رشک واقعہ ہے۔ خدا تعالےٰ ایسی موت سب مومنوں کو نصیب کرے۔"

(ازالہ اوہام ص۱۸۷)

چند سال بعد ملازمت کے سلسلے میں سیالکوٹ تشریف لے گئے تو وہاں ایک مردِ صالح حضرت مولوی محبوب عالم صاحب نقشبندی قادریؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جو گوشہ نشین، عابد اور پارسا بزرگ تھے، آپ کو اُن سے دلی محبت ہو گئی۔ اور قیام سیالکوٹ کے دوران اکثر ان سے ملنے جاتے، قادیان لوٹنے پر بھی اہل اللہ کی صحبت کی تڑپ اور لگن رہی، طالب پور ضلع گورداسپور کے قریب ایک مقام سلم شریف ایک بزرگ میاں شرف الدین رہتے تھے، آپ کئی بار ان سے ملاقات کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ قادیان میں جو درویش آتا اسے اپنے ہاں ٹھہراتے، خوب خاطر مدارات کرتے، ایک درویش کے شاہ سکنہ لیل نزد دھاریوال ضلع گورداسپور سے آپ کے ہاں آیا کرتے تھے۔ آپ ان کے لئے خود گرم پانی لاتے اور آسائش و راحت کا سامان کرتے ایک دفعہ سائیں کوڈے شاہ آئے۔ جاتے وقت کہنے لگے گھوڑی ہو تو جاؤں، آپؑ نے جھٹ ایک گھوڑی خرید کی، اس پر سوار کرایا اور گھوڑی انہیں بخش دی۔ "صحبت درویشاں" پر آپؑ نے ایک طویل نظم بعنوان "فرخ در صحبت درویشاں" رقم فرمائی۔ فرخ آپ کا تخلص تھا۔ جسے دعوئے مجددیت کے بعد ترک کر دیا۔ ذیل میں چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ان درویشوں سے روحانی فیض بھی حاصل کیا

(۱) گر ترا رحم آں یگاں بکنند
دولتت سوئے شاہ عناں بکنند

(۲) زیں جماعت اگر جدا رفتے
در نخستیں قدم تو پا رفتے

(۳) وائے آں دور ماندہ زیں بستاں
باز ماندہ بدشت بر گذرداں

(۴) وائے آں بد نصیب بے دولت
کہ ندیداست ایں چنیں صحبت

(۵) گر دریں راہ بسر شتافتمے
آنچہ زو یافتم نہ یافتمے

(۶) ہست نرمی سر شمائل پاک
خاک شو کہ بیش ازاں کہ گردی خاک

(اگر تمہیں ان بے نظیر لوگوں کی رحمت جذب کرے اور تیری قسمت تیری باگ ان کی طرف موڑ دے، اگر کوئی شخص اس گروہ سے الگ ہو جائے تو وہ پہلے ہی قدم پر گر پڑے، افسوس ہے اس پر جو اس چمن سے دور رہے۔ کیونکہ اس طرح تو وہ جنگل میں چوروں کے قابو آگیا اس بد قسمت پر افسوس ہے جس کو ایسی صحبت حاصل نہ ہوئی۔ اگر میں اس راہ میں سر کے بل بھی دوڑ کر جاتا پھر بھی جو کچھ ان سے پایا نہ پاتا ان کی پاکیزہ سیرت کا نچوڑ نرمی اور عاجزی ہے۔ اس لئے مٹی میں مل جانے سے پہلے ہی خاک کی طرح عاجز ہو جا۔

حضرت سید عبداللہ غزنویؒ

پاکستان میں غزنوی خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت مولوی سید محمد عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت عالم، متقی اور سنت کے پابند بزرگ تھے، حضرت مرزا صاحبؑ کے الفاظ میں آپ فرماتے ہیں:

"ایک بزرگ نہایت درجہ صالح جو مردانِ خدا میں سے تھے اور مکالمہ الٰہیہ کے شرف سے مشرف تھے اور بمرتبہ کمال اتباع سنت کرنے والے اور تقویٰ اور طہارت کے جمیع مراتب اور مدارج کو ملحوظ اور مرعی رکھنے والے تھے، اور ان صادقوں اور راستبازوں میں سے تھے، جن کو خدا تعالےٰ اپنی طرف کھینچا ہوا ہوتا ہے۔ اور پرلے درجے کے معمور الاوقات اور یادِ الٰہی میں محو اور غریق اور اسی راہ میں کھوئے گئے تھے، جن کا نام عبداللہ غزنوی تھا۔"

(حیات النبی ص۸)

افغانستان کے جاہل اور تنگ نظر ملاؤں نے انہیں حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس کے جرم میں ترک وطن پر مجبور کر دیا۔ وہ ہندوستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے ان کی خدا پرستی کے متعلق مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کا یہ قول سند ہے کہ:۔

"سید محمد عبداللہ غزنوی نے مجھ سے حدیث سیکھی اور میں نے ان سے نماز پڑھنا سیکھی۔"

جلاوطنی کے بعد سید صاحب موصوف امرتسر کے قریب موضع خیردی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اور وہ ولی اللہ اور صاحب کشف والہام تھے، حضرت صاحبؑ کو اہل اللہ سے گہری عقیدت اور محبت تھی۔ چنانچہ آپ ان کی خدمت میں جاتے رہے، جس کا ذکر حقیقۃ الوحی ص۲۳۹ پر بالفاظ ذیل کرتے ہیں:۔

"جب وہ (حضرت سید عبداللہ غزنوی رح۔ ناقل) زندہ تھے، ایک دفعہ مقام خیردی میں اور دوسری دفعہ مقام امرتسر میں ان سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ ملہم ہیں۔ ہمارا ایک مدعا ہے۔ مگر آپ کو نہیں بتلاؤں گا کہ کیا مدعا ہے۔ انہوں نے کہا "در پوشیدہ داشتن برکت است انشاء اللہ دعا خواہم کرد۔ والہام امر اختیاری نیست"۔ (پوشیدہ رکھنے میں برکت ہے۔ انشاء اللہ دعا کروں گا۔ اور الہام اپنے بس کی بات نہیں۔ ناقل) اور میرا مدعا یہ تھا کہ دین محمدیؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام روز بروز تنزل میں ہے۔ خدا اس کا مددگار ہو۔ بعد اس کے میں قادیان چلا آیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد بذریعہ ڈاک ان کا خط مجھے ملا، جس میں لکھا تھا کہ ایں عاجز برائے شما دعا کردہ بود۔ القا شد وانصرنا علی القوم الکافرین۔ فقیر را کم اتفاق افتد کہ بدیں جلدی القا شود۔ ایں از اخلاص شما می بینم (اس عاجز نے آپ کے لئے دعا کی تھی، القا ہوا ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت دے، فقیر کو کم ہی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اتنی جلدی القا ہو۔ یہ سب کچھ آپ کے خلوص کی وجہ سے سمجھتا ہوں۔ ناقل)

ان حقائق سے واضح ہے کہ آپ جہاں اولیاء اللہ کے تذکرے پڑھتے رہتے تھے۔ وہاں آپ اہل حق نیکوکار اور صالح لوگوں کی صحبت کے دلدادہ اور متلاشی رہتے تھے، ان سے دعا کے متمنی ہوتے اور ان کے سوا دوسرے لوگوں کی صحبت سے حتی الوسع کنارہ کش اور گریزاں رہتے، خلوت کو جلوت پر ترجیح دیتے بزرگانِ دین کا ہمیشہ سے یہی شعار رہا ہے اور حضرت مرزا صاحبؑ بھی منازل سلوک طے کرتے ہوئے اسلاف کی سنت پر کاربند رہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۷۱ء

انگریزی حکومت کی حمایت
اور
مکہ و مدینہ کی تعلیمات

ایک سابقہ اشاعت (مورخہ ۹ جون ۱۹۷۱ء) میں ایک "شر انگیز کتاب" کے عنوان سے ہم نے مسٹر احسان الٰہی ظہیر کے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی تھی جو ماہنامہ "ترجمان الحدیث" بابت ماہ جون میں درج ہوا ہے ، اور جس میں ایک عربی کتاب "القادیانیۃ دراسات وتحلیل" کے انگریزی ترجمہ کا مقدمہ لکھتے ہوئے مسٹر ظہیر نے احمدیت پر ناپاک الزام لگایا ہے کہ اس تحریک نے :-

"اعدائے اسلام کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے میں اپنی پوری توانائیوں کو صرف کر دیا کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ و کعبہ اور ان کی امنگوں اور خواہشوں کے مرکز مکہ اور مدینہ سے منقطع کرکے انہیں ان کے دیسوں اور وطنوں میں محصور کر دیا جائے جن کے وہ باسی ہیں"

اس الزام کے جواب میں ہم نے مسٹر ظہیر کو اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی تھی کہ :-

"وہ تحریک جس کا سارا انحصار مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے شائع ہونے والی پاک تعلیمات (قرآن کریم اور حدیث شریف) پر ہے جو ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین پر پکا اور سچا ایمان رکھتی ہے اور اس کا حج کرنا اسلام کا اہم ترین رکن یقین کرتی ہے اور جس سے وابستگان آئے دن حج اور عمرہ کا شرف حاصل کرتے ہیں اور اس کا یقین ہے کہ مسلمانان عالم کی ان مقدس مقامات سے وابستگی ہی ان کی زندگی کا سرمایہ اور اخوت اسلامی کا یقینی ذریعہ ہے اس تحریک پر یہ الزام کہ وہ مسلمانوں کو مکہ سے منقطع کرنے کے لئے کھڑی کی گئی ہے پرلے درجہ کی شر انگیزی نہیں تو اور کیا ہے "

ہمارے اس حقیقت افروز بیان کے جواب میں مسٹر ظہیر نے ماہ جولائی کے "ترجمان الحدیث" میں گالیوں سے بھرا ہوا ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے "مرزائی مفتری" اور شروع مضمون میں لکھتے ہیں :-

"مرزائی منافقوں کی جماعت لاہور کے ہفتہ وار پرچے "پیغام صلح" نے ایک دفعہ پہلے ہم پر دشنام دہی کا الزام تراشا تھا جس کا مدلل و مسکت جواب ہم نے ترجمان الحدیث میں اسی وقت تفصیل سے ذکر کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ مدیر پیغام صلح سے چوک ہوئی سب و شتم پیشہ سفہا ہے اسے ہم نے نہیں ان کے مزعومہ مجدد و مصلح مرزا غلام احمد قادیانی نے اختیار کیا اور اب امت مرزا اسے شعار بنائے ہوئے ہے ، چنانچہ جب سے اب تک مدیر پیغام صلح کو ہمارے جواب کی ہمت نہیں ہوئی بلکہ اپنی خاموشی سے انہوں نے ہمارے جواب کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے "

مسٹر ظہیر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مدیر پیغام صلح کی خاموشی ان کے جواب کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے نہ تھی بلکہ یہ خاموشی "اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما" کے حکم قرآنی کی تعمیل میں اختیار کی گئی ، اور اب بھی جس قدر گالیاں انہوں نے زیر نظر مضمون میں دی ہیں اسی حکم قرآنی کے ماتحت ان کا جواب دینے سے ہم قاصر ہیں ۔

لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ زیر بحث مضمون سے اس سب و شتم کا کیا تعلق ہے ، جس کا ذکر مسٹر ظہیر نے مندرجہ بالا فقرات میں کیا ہے ، زیر بحث امر تو یہ تھا کہ تحریک احمدیت پر مسلمانوں کو مکہ مدینہ سے منقطع کرنے کا الزام کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ اس تحریک کا سارا انحصار ہی مکہ مدینہ سے شائع ہونے والی تعلیمات (قرآن و حدیث) پر ہے اور ان دونوں مقامات کے مبارکا و ھدی للعالمین ہونے پر اس تحریک کے وابستگان کا پکا و سچا ایمان ہے اور وہ مکہ معظمہ کا حج کرنا اسلام کا اہم ترین رکن یقین کرتے ہیں اور آئے دن حج اور عمرہ سے شرف اندوز ہوتے ہیں

اس کا جواب دینے کے بجائے "مرزائی مفتری" اور "مرزائی منافقوں کی جماعت لاہور" اور اس قسم کی دیگر دشنام طرازیوں پر اتر آنا ہی ان کی شرافت اور ایمانداری ہے ۔

ہاں ان دشنام طرازیوں کے بعد ایک جواب بھی دیا ہے وہ یہ کہ مرزا صاحبؑ نے اپنے خاندان کو انگریزی حکومت کا خیر خواہ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ :-

"میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی روح کے جوش سے اس بات میں مصروف ہیں کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اس کی اطاعت کی فرضیت لوگوں کے دلوں میں جما دیں" (درخواست بحضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۷ صلا)

حضرت مرزا صاحبؑ کے اس بیان پر مسٹر احسان الٰہی ظہیر کو یہ اعتراض ہے کہ :-

"مکہ اور مدینہ کی وہ کونسی تعلیمات ہیں جن میں کافر استعمار کی خدمت روح کے جوش کے ساتھ مشغول اور مصروف ہونے کی ہدایت کی گئی اور کفر کے احسانات و فوائد ظاہر کرنے اور کفار کی اطاعت کی فرضیت لوگوں کے دلوں میں جمانے کی تاکید کی گئی ہے حالانکہ مکی و مدنی تعلیمات ہمیں اس کے برعکس یہ سکھاتی اور ہمارے دل و دماغ کو یوں گرماتی ہیں :- وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین اور مشرکوں سے سب کے سب لڑو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کا ساتھی ہے ۔ اور فرمایا قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتٰب حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون ان یہودیوں اور عیسائیوں سے جہاد کرو جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور یوم آخرت کو نہیں مانتے اور نہ ہی ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں جنہیں اللہ اور رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اور نہ ہی سچے دین کو تسلیم کرتے ہیں ان سے لڑو اور تب تک لڑو جب تک کہ زیر نگیں ہو کر جزیہ نہیں ادا کرتے"

"مکی اور مدنی ارشادات تو کفار کو مطیع کرنے اور مطیع رکھنے کی تلقین کرتے ہیں اور رسول ہاشمی اس پر یہ نوید سناتے ہیں ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار کسی بھی بندے کے قدم جہاد کرتے ہوئے غبار آلود نہیں ہوتے مگر جہنم کی آگ اس پر حرام ہو جاتی ہے ——— اور مرزا غلام احمد قادیانی خود مسلمانوں کو کفار کی دعوت دیتا اور ان کی غلامی کے طوق کو گردن میں پہننے کی تلقین کرتا اور اس کی فرضیت دلوں میں بٹھاتا ہے کیا یہ ہدایات اور وہ ارشادات ایک ہی ہیں"

مسٹر ظہیر کے اس اعتراض کے جواب میں ہم سوائے اس کے کیا کہیں کہ سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است
ان دو آیات میں جو مسٹر ظہیر نے پیش کی ہیں قاتلوا کا لفظ بتلا رہا ہے کہ صرف ان مشرکین اور اہل کتاب سے قتال کا حکم ہے جو مسلمانوں سے مقاتلہ کریں یہاں اقتلوا نہیں فرمایا ، اور نہ ہی بلا وجہ ان پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ پہلی آیت میں فرمایا ہے کما یقاتلونکم کافۃ اور دوسری جگہ صریح الفاظ میں یہ حد بندی کر دی گئی ہے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ۔ خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو ۔

مسٹر احسان الٰہی ظہیر غور فرمائیں کہ ان آیات میں خواہ مخواہ کفار کے ساتھ جنگ کرکے انہیں مطیع کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ، جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کریں پھر ان کا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ انگریزوں کی با امن حکومت اور مذہبی آزادی کے ہوتے ہوئے ان کی فرمانبرداری کے بجائے مکی و مدنی تعلیمات میں ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ انگریزی حکومت کی اطاعت کسی حالت میں بھی واجب نہ تھی اور ان سے جنگ کرنا ضروری تھا تو ان فتاوے کے متعلق آپ کیا کہیں گے جو جماعت اہلحدیث کے پیشواؤں کی طرف سے انگریزی حکومت سے وفاداری اور علامہ جہاد کے متعلق دیئے گئے ، مثلاً :-

"۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی سرگروہ موحدین لاہور نے بجواب و سوال و مسئلہ

اور اس فتوے سے کہ آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمانان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانا چاہئے یا نہیں یہ جواب دیا اور بیان کیا کہ جہاد یا جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا بمقابلہ اس حاکم کے کہ جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف و ممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے آزادگی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں، پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اس دعوے اور جواب کی تصدیق کل علماء پنجاب و اطراف ہند کے پاس اپنے فتوے جوابی کو بھیج دیا اور اچھی طرح سے مشتہر کیا اور کل علماء ہند و ملک پنجاب سے اس بات کی تصدیق مہری و دستخطی کرایا کہ عموماً مسلمانان ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سنت و ایمان موحدین ہے اور نیز کل علماء ملک پنجاب و ہند نے تائید قول مولوی محمد حسین کی کی ہے اور اپنے اپنے دستخط مہر کرکے مولوی محمد حسین کو اس فتوے میں بہت سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے اپنی اپنی رضائے اسلامی و ایمانی سے اس فتوے کو قبول کیا ہے اور جانا اور مانا ہے کہ بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اٹھانا خلاف اسلام اور ایمان کے ہے۔" (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

کیا مولوی احسان الٰہی ظہیر کل علمائے پنجاب و ہندا و فرقہ موحدین کے (جو آجکل اہلحدیث کے نام سے موسوم ہیں) اس فتوے کے متعلق ارشاد فرمائیں گے کہ ان کی مزعومہ مکی و مدنی تعلیمات کے یہ کہاں تک مطابق ہے اور کیا ان سب علماء اور فرقہ موحدین کے متعلق وہ یہ فتوے دینے کے لئے تیار ہیں کہ وہ سب کے سب انگریز کی وفاداری کی تعلیم دے کر مسلمانوں کو مکہ و مدینہ سے جُدا کرنا چاہتے تھے؟ صرف حضرت مرزا صاحبؒ نے ہی نہیں، گروہ اہلحدیث نے بھی ملکہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی کے موقعہ پر جو ایڈریس دیا اس میں صاف لکھا ہے کہ:-

"برٹش رعایائے ہند میں کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں اس مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارک باد نہ نکلتی ہوگی مگر خاص کر فرقہ اہل اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائے وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا ہے اور اس کو ایک فرض مذہبی قرار دیتا ہے اس اظہار مسرت اور ادائے مبارکبادی میں دیگر رعایا سے پیش قدم ہیں علی الخصوص گروہ اہلحدیث منجملہ اہل اسلام اس اظہار مسرت و عقیدت اور دعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے۔"

لیجئے صاحب! آپ کے اپنے گروہ اہلحدیث کے بھی بال بال سے انگریزی حکومت کے لئے صدائے مبارک باد نکلتی اور اظہار مسرت و عقیدت اور دعائے برکت میں وہ منجملہ اہل اسلام چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے اور انگریزی سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائے وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا ہے۔ یہ کونسا مقدس مذہب ہے جو مولوی ظہیر کے خلاف گروہ اہلحدیث کو انگریزی اطاعت و عقیدت سکھاتا اور اس کی فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے کیا وہ اس گروہ کے خلاف وہی فتوے دینے کے لئے تیار ہیں، جو حضرت مرزا صاحبؒ پر انہوں نے لگایا ہے؟ کیا وہ ان لوگوں کے متعلق یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ وہ سب کے سب انگریزی حکومت کی فرمانبرداری کی تعلیم دے کر مسلمانوں کو مکہ و مدینہ سے جُدا کرنا چاہتے تھے؟

اس قسم کے کئی بیانات ہیں، جو گروہ اہل حدیث کی طرف سے انگریزی حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری کے حق میں اور ان سے جہاد کے خلاف شائع شدہ موجود ہیں مگر بوجہ عدم گنجائش ہم یہاں نقل کرنے سے قاصر ہیں لیکن مولوی ظہیر صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ گالی گلوچ کو چھوڑ کر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں کہ جو فتوے وہ مرزا صاحبؒ پر عائد کرنا چاہتے ہیں کیا ان کے اپنے پیشروؤں پر صادق نہیں آتا؟ سچ ہے ع

وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

احباب!

(الوارشد)

بیٹے دیں، اُلجھتے تھے احباب چند! ستاروں پہ ڈالیں، نہ ڈالیں کمند؟
کہا، آئیں بیٹھیں کریں بست وبند، نشستند و گفتند و برخاستند!!

مسٹر مصطفےٰ کمال ہائیڈل کے اعزاز میں الوداعی تقریب

مسٹر مصطفےٰ کمال ہائیڈل جو گذشتہ تین سال سے ٹرینیڈاڈ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جنوبی امریکہ کی خصوصی دعوت پر آئندہ ماہ اگست ۱۹۷۱ء میں گیانا میں ہونے والی احمدیہ کنونشن میں شرکت کے لئے ۱۵ر جولائی کو لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو گئے ہیں۔

اس سے قبل ۱۴ر جولائی کو پانچ بجے شام جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مرکزی انجمن کی طرف سے انہیں ایک الوداعیہ دیا گیا۔ یہ تقریب چوہدری منصور احمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ محترم مرزا محمد شفیق انور صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ بعد ازاں مسٹر کمال نے انگریزی میں تقریر کی جس کا اردو ترجمہ محترم ناصر احمد صاحب نے سنایا۔ (صدر) صاحب نے مسٹر کمال کے لئے دعا کی اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ احباب کی تواضع خوشگوار مشروبات سے کی گئی۔ اگلے روز ½۱ بجے بعد دوپہر احباب نے ہوائی اڈہ پر جاکر ان کو الوداع کہا۔

محترم مصطفےٰ کمال صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ وہ علاقہ ٹرینیڈاڈ کے دوسرے طالبعلم ہیں جنہیں یہ فخر حاصل ہے کہ خود احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آکر انجمن کے علماء سے فہم قرآن اور اسلامی تعلیمات کے معارف کے بیش قیمت خزانہ سے کچھ حاصل کیا اس سے پیشتر جناب مولینا امیر علی صاحب تشریف لائے تھے۔ جنہوں نے واپس جاکر ٹرینیڈاڈ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ کمال صاحب نے کہا کہ پاکستان آنے سے پیشتر ان کا انجمن سے گہرا تعلق تھا۔ وہ انجمن کے رسائل اور لٹریچر پڑھتے رہتے تھے لیکن دل میں ہر وقت ایک تمنا رہتی تھی کہ وہ فوراً احمدیہ بلڈنگس جاکر اس چشمہ سے فیض یاب ہوں جس نے ایک دنیا کو سیراب رکھا ہے۔ چنانچہ اسی جذبہ کے ماتحت وہ پاکستان تشریف لائے اور تین سال قیام کرنے کے بعد اب واپس جارہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ میں جلد پھر یہاں آنے کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ تحصیل علم کے جو پہلو تشنہ رہ گئے ہیں انہیں پورا کرسکوں۔ انہوں نے نوجوانوں میں نیا عزم پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ وہ ایمان اور تجربہ کی بناء پر حتمی یقین رکھتے ہیں کہ احمدیہ تحریک مستقبل قریب میں اپنے بام عروج پر پہنچے گی۔

انہوں نے مزید کہا کہ باہر سے آنے والے ہر طالب علم کو مشکلات کا سامنا ضرور ہوتا ہے لیکن اراکین انجمن کی محبت و شفقت نے مجھے کبھی ان مشکلات کو محسوس نہ ہونے دیا۔ آخر میں انہوں نے احباب سے درخواست کی کہ وہ ان کے بلند مقاصد میں کامیابی کیلئے دعا فرمائیں

ایبٹ آباد میں تربیتی کلاس کا آغاز

۱۹ر جولائی مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے اصحاب کا ایک گروپ تربیتی کلاس میں شمولیت کی غرض سے کل ۲۰ر جولائی کو صبح سویرے ایبٹ آباد کے لئے روانہ ہو رہا ہے اس کلاس کی کامیابی اور اس کے مفید نتائج کے لئے احباب سے دُعا کی درخواست ہے۔

جماعت ایبٹ آباد کا جلسہ

جماعت ایبٹ آباد ہر سال ایک جلسہ منعقد کرتی ہے۔ امسال یہ اجتماع ۲۲ ر ۲۳ر جولائی ۱۹۷۱ء بروز جمعرات و جمعہ جامع احمدیہ ایبٹ آباد میں منعقد ہو رہا ہے جلسے کی تقریبات جمعرات کو صبح دس بجے شروع ہو کر اگلے روز نماز جمعہ تک جاری رہیں گی جس میں مقررین سلسلہ ایمان افروز تقاریر فرمائیں گے۔ تمام احباب سے اس دو روزہ اجتماع میں شرکت کی درخواست ہے۔

آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

دلائل اور نشانات کے لحاظ سے دُنیا کا سچّا دین اسلام ہے

بین الاقوامی اتحاد و اتفاق کا ذریعہ یہ ہے کہ بزرگانِ عالم کا احترام و اکرام کیا جائے

اوّل و آخر کی حسنات سے متمتع ہونے کے لئے اعمال کی اصلاح ضروری ہے

خُطبہ جُمعہ

مُورخہ ۹ جولائی ۱۹۷۱ء

فرمُودہ

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب دامت برکاتہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

وقالوا کونوا ھودًا او نصٰرٰی تھتدوا۔ قل بل ملّۃ ابراھیم حنیفا ——— ونحن لہٗ مخلصون ——— (البقرۃ ۱۳۵ : ۱۳۹) ———

سچے دین و مذہب کی پہچان

دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں۔ اور ہر مذہب ایکدوسرے سے مختلف عقائد و خیالات رکھتا ہے۔ پھران مذاہب میں باہمی جنگ و جدل ہے۔ ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے اعتقادات نظریات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان مختلف عقائد و نظریات کی موجودگی میں یہ ضرور کا ہے کہ ان کی پرکھ کے لئے بھی کوئی طریق ہو کہ ان میں سے کونسا مذہب سچّا اور کھرا ہے اور خدا کے ہاں پسندیدہ ہے۔ کھرے اور سچے مذہب کی پہچان یہی ہے کہ اس مذہب کا پیروکار خدا تعالےٰ کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔ جبکہ دوسرے باطل مذاہب انسان کو اس مرتبہ پر نہیں لے جاسکتے۔ اس آیت میں بھی یہی کچھ کہا گیا ہے۔ فرمایا قالوا کونوا ھودًا او نصٰرٰی تھتدوا۔ یعنے یہودی کہتے ہیں کہ تم یہودی ہوجاؤ تمہیں نجات مل جائے گی، اسی طرح عیسائی کہتے ہیں کہ تم عیسائی ہوجاؤ تمہیں ہدایت میسر آجائے گی یہ تو مثال کے طور پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، لیکن ہر مذہب کا یہی دعوےٰ ہے کہ صرف اور صرف میری اتباع سے ہی نجات مل سکتی ہے، چنانچہ قرآن کریم کے دوسرے مقام پر ہے وقالوا لن یدخل الجنۃ الّا من کان ھودًا او نصٰرٰی۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ جنت میں یہودی کے سوا اور کوئی نہیں جاسکے گا۔ اسی طرح عیسائی کہتے ہیں کہ جنت میں عیسائی کے سوا اور کوئی نہ جاسکے گا تلک امانیّھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ یہ تو ان کی اپنی آرزوئیں اور خواہشات ہیں۔ فرمایا اگر تم اپنے اس دعوےٰ میں سچے ہو تو کوئی ایسی ٹھوس اور روشن دلیل پیش کرو جس سے تمہارے اس دعوےٰ کی سچائی نمایاں ہوجائے اور وہ دلیل ایسی ہونی چاہیئے جسے حسّی طور پر انسان محسوس کرے ورنہ دعوےٰ بے دلیل قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

اور اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا قالت الیھود لیست النصٰرٰی علٰی شیئٍ وقالت النصٰرٰی لیست الیھود علٰی شیئٍ وھم یتلون الکتٰب یعنے یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی ایمان پر قائم نہیں ہیں ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودکا دین ہیں۔ ان میں کوئی حقیقت نہیں اور وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں ہی اللہ تعالےٰ کی کتاب پڑھتے ہیں وکذٰلک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم ایسا ہی قول وہ تمام قومیں بھی کہتی ہیں جو علم نہیں رکھتیں گویا اس آیت میں ایسا قول تمام قوموں کی طرف منسوب کردیا گیا ہے جس کے معنے ہوئے کہ تمام مذاہب ایک دوسرے کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور ہر کوئی اپنے آپ کو ہی برحق خیال کرتا اور دوسرے کو باطل پر قرار دیتا ہے۔

سچے مذہب کی دلیل

فرمایا قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ پھران سے پوچھو کہ تمہارے پاس وہ دلیل کونسی ہے جس کے تحت تم یقین کرتے ہو کہ تمہارے مذہب کے پیرو ہی جنت میں جاسکتے ہیں اور کوئی نہیں جاسکتا۔ تو اللہ تعالےٰ مذہب کے سچے اور برحق ہونے کی دلیل طلب فرماتا ہے۔ دلیل وہ ہونی چاہیئے جو اس بات کا یقین دلائے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی رضا کا مالک بن جاتا ہے۔ کیونکہ برہان ایسی ہی دلیل کو کہتے ہیں جو روزِ روشن کی طرح ثابت کردے کہ کیا گیا دعوےٰ برحق ہے۔ اور یہ مذہب انسان کو یقیناً یقیناً جنت میں داخل کردیگا۔ تو فرمایا ھاتوا برھانکم۔ تم اپنی دلیل پیش کرو۔ پس دلیل ایسی چاہیئے کہ دنیا میں اس مذہب کی پیروی کے نمایاں آثار انسان اپنے وجود میں محسوس کرے اور اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں جن میں قربِ الٰہی کی علامات نمایاں طور پر نظر آئیں۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا دین ہی قابلِ اقتدا ہے

تو یہ جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان کے مطابق ہر مذہب یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ تم ہمارے مذہب میں داخل ہوجاؤ تو تمہیں نجات مل جائے گی۔ اس کے جواب میں فرمایا قل بل ملّۃ ابراھیم حنیفا کہدو کہ یہ بات نہیں بلکہ ابراہیمؑ کا طریق ہی سیدھا اور صاف طریق ہے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا باقی تمام مذاہب میں تو شرک کی ملونی پائی جاتی ہے اس لئے تم کو ابراہیمؑ کے طریقے پر چلنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا ومن یرغب عن ملّۃ ابراھیم الّا من سفہ نفسہ ولقد اصطفینٰہ فی الدنیا وانّہ فی الاٰخرۃ لمن الصٰلحین اذ قال لہٗ ربّہٗ اسلم قال اسلمت لربّ العٰلمین یعنی کون ابراہیمؑ کے طریق سے بے رغبتی کرسکتا ہے سوائے اس شخص کے جو اپنے آپ کو جہالت کا شکار بنالے۔ ہم نے دنیا میں ہی ان کو برگزیدہ بنادیا تھا۔ یہ الفاظ بتلا رہے ہیں کہ جس شخص کے اعمال ایسے ہوجائیں جو اللہ تعالےٰ کے ہاں پسندیدہ ہوں تو وہ شخص دنیا میں نجات یافتہ ہوجاتا ہے اور آخرت میں بھی اسے رضائے الٰہی حاصل ہوگی۔

حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت الٰہی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ خدا نے انہیں کہا کہ میری فرمانبرداری کرو۔ جواب میں عرض کیا کہ ہم تو ربّ العالمین کے فرمانبردار ہیں۔ قال لہٗ ربّہٗ اسلم۔ قال اسلمت لربّ العٰلمین۔ آزمائش کے لئے ایک جگہ کی نشاندہی کرکے حکم ہوتا ہے کہ بیوی بچوں کو اس جگہ چھوڑ دو۔ وہ جگہ بے آب و گیاہ تھی۔ نہ وہاں کوئی خوراک کا انتظام تھا نہ پانی کا نام و نشان تھا نہ کوئی آبادی تھی، ویران اور سنسان جگہ تھی بچہ بھی گود کا بچہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالےٰ کے بھروسہ پر انہیں وہیں چھوڑ دیا اور جب خود وہاں سے جانے لگے تو بیوی نے پوچھا کہ ہمیں کہاں چھوڑے چلے ہو کس کے سپرد کرکے چلے ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ میں تمہیں خدا کے سپرد کرچلا ہوں، اس پر حضرت ہاجرہؓ نے کہا کہ پھر ہمیں خدا ضائع نہیں کرے گا۔ پھر جوان بیٹے کو ذبح کرنے کا اشارہ ہوتا ہے تو حضرت ابراہیمؑ ایسا کرنے کے لئے فوراً تیار ہوجاتے ہیں اور بیٹا بھی ذبح ہونے کے لئے تیار ہوجاتا ہے اور کہتا ہے کہ ابّاجان جو آپ کو حکم الٰہی ہوا ہے کر گذریئے۔ آج وہ جگہ ساری

دنیا کے لئے ملجا و ماویٰ ہے اور یہ روحانی بلندی
میاں بیوی اور بچے نہیں پیدا ہوتی جب یہ
روح نمودار ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا قرب
حاصل ہوتا ہے اور انسان برگزیدہ بن جاتا ہے
کسی شخص کے برگزیدہ ہونے کا یہی طریق یہی
ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید نازل
ہو اور ایسے آثار ظاہر ہوں جس سے ظاہر ہو
کہ خدا نے اسے پسند کر لیا ہے اور یہ خدا
کا مقرب ہے۔ . . . .

پھر . . . . فرمایا قولوا آمنا باللہ وما
انزل الینا وما انزل الیٰ ابراہیم
واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب
والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ
وما اوتی النبیون من ربہم لا نفرق
بین احد منہم ونحن لہ مسلمون
کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہماری طرف
اتارا گیا۔ اور جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ،
یعقوبؑ اور ان کی اولاد کی طرف اتارا اور
جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا اور جو دیگر تمام
انبیاء کو دیا گیا۔ ہم ایمان کے لحاظ سے ان میں سے
کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے
فرمانبردار ہیں۔

ہر مذہب کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ وہ
صرف اور صرف اپنے آپ کو ہی سچا اور برحق
خیال کرتا اور دوسرے کو باطل اور غلط قرار
دیتا ہے۔ لیکن اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے
جو یہ کہتا ہے کہ حقیقت اور اصلیت کے لحاظ
سے ہر دین و مذہب سچا ہے لیکن ان کے
ماننے والوں نے اپنی ذاتی اغراض و مفاد
کے لئے ان میں تحریف و ترمیم اور تنسیخ و تبدیلی
کر ڈالی۔ اور اس کو خدائی مذہب کی بجائے
انسانی مذہب بنا لیا ورنہ خدا نے تو ہر قوم
میں انبیاء بھیجے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وان
من امۃ الا خلا فیہا نذیر اور وہ سب
کے سب الٰہی پیغام لے کر آئے اور اسی
پیغام کو اپنی اپنی قوم تک پہنچایا اور وہ توحید
خالص کا ہی پیغام تھا تو بعد میں شرک وغیرہ
اس میں داخل کر دیا گیا۔

دنیا کی کسی قوم کے متعلق یہ ثابت ہو
جائے کہ اس میں نبی آیا اور کتاب و شریعت
اتری تو مسلمان قرآنی تعلیم کے مطابق اس
کو تسلیم و یقین کرے گا کہ فی الحقیقت یہ
مذہب بھی اپنی اصلیت کے لحاظ سے سچا
تھا۔ اسی بناء پر ہمارے امامؑ نے کرشن اور
رام چندر کو بھی سچے اوتار تسلیم کیا ہے
کیونکہ لا نفرق بین احد منہم
کے ماتحت مسلمان خدا کے فرستادوں میں سے

ایمان کے لحاظ سے کسی ایک میں بھی
فرق نہیں کرتا۔

اس آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
. . . کے ذریعہ اس بلند پایہ تعلیم کو دی گئی ہے
یعنی تمام انبیاء اقوام برحق ہیں۔ لیکن ان کے
اندر اختلافات بعد میں پیدا ہو گئے۔ فرمایا
اگر تمام قومیں اس حقیقت کو تسلیم کر لیں اور
اس پر قائم ہو جائیں تو تمام قوموں میں جس قدر
تنازعات پائے جاتے ہیں ختم ہو جائیں۔
ایک دوسرے سے نفرت کی وجہ یہی ہے کہ
ہر قوم دوسری قوم کے بزرگوں کو برے
الفاظ سے یاد کرتی ہے جسے کوئی غیرت مند
انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی وجہ سے
فساد شروع ہو جاتا ہے اسی لئے فرمایا
فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ
فقد اھتدوا اگر جیسا تم ایمان لائے
ہو ویسا ہی ایمان باقی قومیں بھی لے آئیں تو یہ
راہ ہدایت پر آ گئے پھر کامیابی کے راستہ
پر گامزن ہو جائیں گے وان تولوا فانما
ھم فی شقاق اگر انحراف کریں تو بات
یہ ہے کہ ان کی اس ضد اور ہٹ کی وجہ سے
ان میں اختلاف رہے گا۔ کیونکہ کوئی قوم
یہ بات برداشت نہیں کرتی کہ کوئی شخص
اس کے بزرگوں کو برا بھلا کہے۔

اتحاد و اتفاق کا ذریعہ

اس زمانہ میں حضرت امام الزمان مسیح موعود
علیہ السلام نے ہندوؤں کو بھی پیغام دیا کہ
ہماری اور تمہاری صلح اس طرح ہو سکتی ہے
کہ تم ہمارے پیغمبر نبی کریم محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول مان لو۔ ہم تو
رام چندر اور کرشن کو ہندو قوم کا بزرگ
اوتار مانتے ہیں۔ اس طریق سے نفرت اور
اختلافات ختم ہو جائے گا۔ آپؑ نے یہی
علاج تجویز فرمایا قوموں میں باہمی صلح و
اتفاق کا۔ ہر مذہب حقیقت کے لحاظ سے
توحید الٰہی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی لئے اتحاد
بین الاقوام کی اسلام نے ایک اور تلقین
فرمائی ہے کہ قل یا اھل الکتاب
تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم
الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ
شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا
من دون اللہ۔ یعنی ان سے کہہ دو کہ
اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو
ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے
کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس
کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے

سوا کسی کو اپنے میں سے اپنا رب نہ بنائیں
یہ وہ کلمہ ہے جس پر تمام مذاہب اکٹھے ہو
سکتے ہیں۔ قوموں کے اندر اتحاد پیدا کرنے
کا جو اعلیٰ تر اصول قرآن نے پیش کیا ہے
یہی درست ہے۔ یہی تعلیم سابق انبیاء کرام
نے دی تھی۔ تمام انبیاء بہر حال خدا کی
طرف سے تھے ان کو جھوٹا نہیں کہنا چاہئے
تو اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے اور ساری
قومیں اس اصول پر چلنے کے لئے تیار ہو
جائیں ایک دوسرے کے بزرگوں کو برا نہ کہا جائے
تو بڑی حد تک نفرت دور ہونے کی صورت
نکل سکتی ہے۔

کامل و مکمل دین اسلام

کوئی مذہب ایسا نہیں ہے کہ جس کی
کتب میں کوئی نہ کوئی سچائی نہ ہو۔ قرآن
کریم نے فیھا کتب قیمۃ کہہ کر
اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ
پہلی کتب کی قابل منسوخ باتیں منسوخ کر کے
قرآن کریم نے ان سے بہتر تعلیمیں پیش
کر دیں ہیں اور جو رہ سکنے کے قابل تھیں ان کی
مثل پیش کر کے ان کو قرآن کریم میں
جمع کر دیا ہے تاکہ قرآن کریم کی موجودگی میں
کسی سچائی کی تلاش کے لئے کسی اور کتاب
کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش نہ
آئے ساری قوموں کے ہاتھ میں ایک جامع
کتاب آ جائے۔ اسی لئے فرمایا الیوم
اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی۔ یہ وہ دین ہے جس کو
ہم نے ہر پہلو سے مکمل کر دیا ہے اور ہر مذہب
کی پیروی کے نتیجہ میں جو نعمت الٰہی انسان کو
مل سکتی ہے وہ اسلام کی پیروی کے نتیجہ میں
مکمل طور پر اس کی پیروی کرنے والے کو
ملے گی اور اسلام کے سوا کسی اور دین کی
پیروی کرنے والا اپنی مراد کو نہیں پہنچے گا کیونکہ
خدا کے ہاں وہ پیروی قبول نہیں ہو گی۔ اسی
لئے فرمایا ہے ان تولوا فانما ھم
فی شقاق۔ کہ اگر تم اس طریق کو اختیار
نہیں کرو گے تو تم میں لڑائی جھگڑا قائم رہے گا

اسلام کا خدا زندہ خدا ہے

فسیکفیکھم اللہ۔ باقی رہا
کہ جو کوئی اسلام پر حملہ آور ہو گا خواہ سارے
مذہب مل کر بھی حملہ آور ہوں اللہ تعالیٰ اسلام
کا حامی و ناصر ہو گا اور ان کے حملوں کو پسپا
کرتا رہے گا۔ وھو السمیع العلیم
وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ

کی پیشگوئی ہے جو قیامت تک اپنا اثر
دکھلاتی رہے گی۔ چنانچہ ہمارے اس زمانہ
میں بھی یہ پیشگوئی بڑی شان اور وضاحت
سے پوری ہو رہی ہے اور انشاء اللہ پوری
ہوتی رہے گی۔ فرمایا ومن یبتغ غیر
الاسلام دینا فلن یقبل منہ
وھو فی الاخرۃ من الخسرین کہ
جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے
گا تو اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ
آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے
ہو گا۔ اور خدا تعالیٰ کے افضال ایسے
شخص پر نہیں ہوں گے۔ تو فرمایا میرے
خلاف جو کوئی کارروائی کرے گا خدا میری
حفاظت کرے گا۔ اسی لئے فرمایا وھو
السمیع العلیم۔ وہ سننے والا اور جاننے
والا ہے۔ تم دعائیں کرو وہ سنے گا تمہارے
دلوں کے حالات سے واقف ہے اس
لئے وہ تمہارے اخلاص سے بھی بے خبر نہیں
وہ جانتا ہے کہ کس طرح سے حفاظت کرنا
ہے۔ وہ تمہاری نیات سے واقف ہے
دیکھ لو ہمارے زمانہ میں اسلام پر بے انتہا
شدت کے ساتھ حملے ہوئے تو اسی کمزوری کی
حالت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت
مرزا صاحب علیہ السلام کو کھڑا کر دیا۔ تاکہ وہ
اسلام کی حفاظت و قوت کا موجب بنیں۔
حضرت مسیح موعودؑ نے تمام مذاہب کو للکارا
اور ان سب کا حملہ پسپا کر دیا۔ تو حمایت
و نصرت الٰہی کی یہ پیشگوئی حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ تک ہی نہیں بلکہ قیامت تک
کے زمانہ تک ممتد ہے۔

اللہ کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ

فرمایا صبغۃ اللہ ومن احسن
من اللہ صبغۃ۔ خدا کی مدد اور تائید
حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ اپنے اندر الٰہی صفات
کو پیدا کرو۔ خدا کے بندے بن جاؤ۔ خدا
کے رنگ میں رنگین کون ہیں وہ جو سمجھتے ہیں کہ
المخلوق عیال اللہ کہ دنیا جہان کے
سارے کے سارے انسان اللہ تعالیٰ کی
مخلوق اور مربوب ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہی
سبق دیا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس
کی مخلوق کی خدمت و خیر خواہی چاہو۔
اسلام یہی ہے کہ العظمت لامر اللہ
والشفقت علیٰ خلق اللہ۔ یعنی
ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی عظمت دلوں
میں قائم کی جائے اور دوسری طرف اس کی

مخلوق پر شفقت کی جائے ونحن لہ عابدون۔ ہم اسی کے عابد اور اطاعت گذار ہیں، اسی کے رنگ میں رنگین ہو جائیں۔

اصحاب رسول صلعم کی صفات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضور صلعم کے صحابہؓ میں صبغۃ اللہ نظر آتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ اکناف عالم میں پھیل گئے اور دنیا کو فتح کر لیا اور رعایا، محکوم اور ذمی قوموں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ شام میں جب ذمیوں کی حفاظت نہ کر سکے تو ان کا جزیہ واپس کر دیا۔ وہاں کی رعایا پر اس کا گہرا اثر پڑا۔ ہرقل عیسائی بادشاہ کے مقابلہ میں مسلمان بادشاہ کو انہوں نے پسند کیا یہ صرف صفات الٰہی اپنے اندر پیدا کرنے کا نتیجہ تھا۔ کہ وہاں کی رعایا نے اپنی زبان تک چھوڑ دی اور اسلامی زبان و تہذیب کو اپنا لیا۔ جہاں کہیں گئے، ہندوستان میں، سپین میں، افریقہ میں۔ انہوں نے اخلاق اسلامیہ کی وجہ سے علم و فن اور تہذیب و ثقافت کا یہ عظیم الشان نمونہ قائم کیا۔

معیار صداقت

پھر آگے فرماتا ہے قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہ مخلصون۔ اگر ایک دوسرے کے بزرگوں کو سچا مان لیا جائے تو اتحاد و اتفاق قائم رہ سکتا ہے ملکی حالات اچھی رہ سکتی ہے اگر ایسا نہیں ہو تو نقصان اٹھانا پڑے گا اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو کیا اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ خدا تو ایک ہی ہے تمہارا بھی وہی رب ہے ہمارا بھی وہی رب ہے پھر اس کا سلوک ہم دونوں سے جدا جدا کیوں ہے اس کی وجہ اعمال کا جدا جدا ہونا ہے کیا وجہ ہے کہ ہمارے اعمال کے نتیجہ میں وہ ہم کو اپنا قرب عطا کرتا ہے تمہارے مقابلہ میں ہمیں اپنا تائید یافتہ بناتا ہے اور ہماری حمایت کرتا ہے اور تمہیں خذلان کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اعمال کے نتائج ہی اس بات کے پرکھنے کی کسوٹی ہیں کہ کس کے اعمال خدا کو پسند ہیں اور کس کے ناپسند ہیں، بس یہی لوگ ہمارے اعمال کے نتائج کو بھی دیکھ لیں اور اپنے اعمال کے نتائج کو بھی دیکھتے جائیں . . . . یہ اعمال ہی فیصلہ کریں گے کہ کس کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ ہم بھی عمل کر رہے ہیں تم بھی عمل کرو . . . . . ۔ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے دین اسلام کو مکمل کر دیا ہے۔ میں نے تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا ہے اور اپنی نعمتیں تمہارے اوپر پوری کر دی ہیں اس کے نتیجہ میں تمہیں نعمتیں ۔ میسر آئیں گی اور جو کوئی اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو قبول کرے گا وہ قبول نہ کیا جائے گا ایسا شخص گھاٹے میں رہے گا اس کا مقصد حاصل نہیں ہوگا اسے قرب الٰہی میسر نہیں آ سکتا اگر خدا کے ساتھ اور بھی معبود ہوں تو کیسے پتہ چلے کہ خدا فلاں کے ساتھ ہے تو ایسی صورت میں معیار صداقت قرب الٰہی کی علامات کا پایا جانا ہے جیسا کہ فرمایا قل لو کان معہ الہۃ کما یقولون اذاً لابتغوا الی ذی العرش سبیلا یہ لوگ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم بتوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں لیقربونا الی اللہ زلفی لیکن یہ پیش ایک شخص کو بھی نہیں کر سکتے جس نے اس طریق سے ذوالعرش خدا تک اپنے قول کے مطابق رسائی حاصل کی ہو صحیح بات یہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کی رہنمائی کرتے ہیں وہ زندگی کے مقصد میں کامیاب و کامران ہو جاتے ہیں اور خدا کے مقرب بن جاتے ہیں۔ یہی ایک چیز فریقین کے درمیان فرق کرنے والی ہے کہ حقیقی خدا سے تعلق پیدا کرنے سے اعمال کے درخت کو پھل لگتے ہیں، وہ پھل کیا ہے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے رسولؐ ان کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح وعدہ ہے کہ رسول اکرم صلعم کی حقیقی اور مخلصانہ پیروی سے انسان پاک و صاف ہو جاتا ہے تو یہ معیار ہے جس سے پرکھا جا سکتا ہے کہ کونسا مذہب سچا ہے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کے برحق ہونے کی نشانی یہی ہے کہ مسلمان اسلام کی تائید میں ہر وقت کھڑا ہے چنانچہ جب بھی مسلمانوں کے لئے تائید دکھلانے کا وقت آیا اللہ تعالیٰ نے اس کی مشکلات دور کرنے کے خود ہی سامان کر دیئے چنانچہ فرمایا کہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ اس کے مقابلہ پر کوئی دوسری کتاب لاؤ، ان دونوں میں سے جو زیادہ ہدایت والی ہوگی میں اس کی پیروی کروں گا اگر اس چیلنج کو قبول نہ کریں تو سمجھ لو کہ یہ اپنے ھوی کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اپنی ھوی کی پیروی میں ہی مصروف رہے اس سے ثابت ہوا کہ یہی کتاب برحق ہے اور اسی کی اتباع سے روحانی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ قبولیت دعا کے نشانات میسر آتے ہیں۔ خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہوتا ہے اور مشکلات و مصائب کے وقت رہنمائی و تائید الٰہی میسر آتی ہے تو یہ معیار ہے قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا اور کامل کتاب ہونے کا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۰۰ علماء کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ سب بھاگ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے کم از کم دس آئیں جتنے زیادہ آئیں تو میرے مخالفین مراد ہے۔ اگر ایک بھی مباہلہ کے اثر سے بچ جائے تو میں جھوٹا ہوں۔ تو خدا کی تابعداری بڑی چیز ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ نصرت الٰہی کے نظارے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کے اعمال کو پھل لگے ہر جگہ انہیں کامیابی و کامرانی حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے جو وعدے تھے وہ پورے ہوئے۔ سورۃ الکافرون کے آخر میں بھی ہر دین کی پیروی کے نتائج کو ہی معیار صداقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے لکم دینکم ولی دین یعنی تمہاری جزا تمہارے لئے ہے اور میری جزا میرے لئے ہے۔ میری جزا کی طرف تو . . . . . . اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً کے الفاظ میں اشارہ کر کے میری کامیابی کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے جس کامیابی کا شروع سے ہی وعدہ ہوتا چلا آ رہا تھا اس کے مقابل میں منکرین کی جزاء کا ذکر تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب میں کر دیا ہے۔ ان کی نہ کوئی تجویز ان کے کام آئی نہ افرادی قوت ان کے کام آئی نہ مال ان کے کام آیا اور ان کے منصوبے کام آئے۔ مقابلہ میں کافر لوگ ہر جگہ خائب و خاسر رہے۔ وہ ہر جگہ میدان چھوڑ گئے۔ اور بڑی ناکامی و نامرادی کا سامنا انہیں کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو کامیابی کا وعدہ دیتے ہوئے جو یہ فرمایا تھا ان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ اللہ تعالیٰ انکی نصرت پر قادر ہے۔ کہاں مسلمانوں کے حق میں باوجود بے سر و سامان ہونے کے یہ پیشگوئی اور اس کا پورا ہونا۔ اور کہاں کافروں کا باوجود ہر قسم کے سامانوں کے لیس ہونے کے حال یہ کہ تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب کے ماتحت ہلاکت اور تباہی کا نشانہ بننا۔

حضرت امام زمان علیہ السلام کے ذریعہ احیاء دین۔

یہ دونوں انجام ہمارے سامنے ہیں۔ ان سے دیکھ لو کہ کس کے اعمال نتیجہ کے لحاظ سے قابل قبول ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلعم کو جس جزاء کا وعدہ دیا ہے اس میں صرف آنحضور صلعم کی زندگی میں ہی کامیابی مدنظر تھی بلکہ تا قیامت آنحضور صلعم کے دین اور آنحضور صلعم کے زندہ رسول اور خاتم النبیین ہونے کا زندہ ثبوت پیش کرتے رہنے کا وعدہ بھی شامل تھا اسی وعدہ کے ماتحت آنحضور صلعم کے دین کی حفاظت بذریعہ حفاظ اور بذریعہ خلفاء اور مجددین و اولیاء امت ہوتی چلی آ رہی ہے اور اسی وعدہ کے مطابق اس زمانہ میں جبکہ اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے اور مخالفت کا بازار گرم تھا۔ سیدنا حضرت مرزا صاحب کو بطور مجدد و مسیح و مہدی مبعوث فرما کر اسلام کو پھر تمکنت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ مامور اس ایمان کو جو ثریا پر جا چکا تھا دوبارہ زمین پر اتار لایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی تائید و حمایت کے کامیاب نشانات سے نوازا۔ ان کی دعائیں قبول کیں، مخالفین پر طرح طرح کے عذاب وارد ہوئے کہ ان کی کمریں ٹوٹ گئیں، آپ نے تمام مذاہب کو مردہ ثابت کر دیا اور دلائل اور آسمانی نشانوں سے اسلام کے سوائے باقی تمام مذاہب کو ہلاک کر دیا پس حضرت مرزا صاحبؒ کی آمد بھی آنحضرت صلعم کی جزا کا ایک نشان ہے تا اس زمانہ کے لوگ بھی حضرت نبی کریم صلعم کی جزا کے آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ایک ہی طاعون کے حملے نے ایسی نیست نازل کی کہ چاروں طرف سے لوگ بیعت کے لئے یہ کہتے ہوئے دوڑ پڑے یا مسیح الخلق عدوانا اے خلقت کے مسیح ہمیں اس متعدی بیماری سے بچا لیں تر من بعد موادنا وفسادنا اس کے بعد تو ہمارے نہ گند کو دیکھے گا اور نہ ہمارے فساد کو دیکھے گا۔

اپنے اعمال کو درست کرو

تو دلائل کے لحاظ سے اور نشانات کے لحاظ سے کامیاب اور برحق مذہب اسلام ہی ہے۔ اس کے ماننے والوں پر کثرت سے نشانات ظاہر ہوئے تقریب کی علامتیں انکو ملیں

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳)

ربوہ میں بہشتی مقبرہ کا قیام
منشاءِ ایزدی کے منافی ہے!

(محمد صالح نور۔ لائل پور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب الہامِ الٰہی کے ذریعہ یہ اطلاع دی گئی کہ آپ کی وفات قریب ہے تو ساتھ ہی کشفی رنگ میں ایک جگہ دکھلائی گئی جہاں آپ کے برگزیدہ ساتھیوں کی قبریں ہیں اور اس جگہ کا نام "بہشتی مقبرہ" بتلایا گیا۔ اس غیبی اشارہ پر آپ نے قادیان میں ایک قطعہ زمین اس غرض کے لئے تجویز کیا اور اس میں برکت ڈالنے اور اسے فی الواقعہ بہشتی مقبرہ بنانے کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور دُعا کی۔ آپ بیان فرماتے ہیں:

"اور مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ میری قبر کی جگہ ہوگی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے۔ تب ایک مقام پر پہنچ کر اس نے مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام "بہشتی مقبرہ" رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔ ...... میں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا انتظام کیا جائے اس لئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین .... اس کام کے لئے تجویز کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے"

(الوصیت ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء)

اس قبرستان کے لئے حضور کی شرائط، دعائیں، دفن کی شرائط، انتظام کے لئے انجمن کی تشکیل وغیرہ کی تفصیلات رسالہ "الوصیت" میں درج ہیں۔ اس مقبرہ کی انفرادیت اور عظمت کے متعلق حضور کو ایک الہام بھی ہوا جس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:۔

"پھر بعد اس کے کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھلایا گیا جس کا نام خدا نے "بہشتی مقبرہ" رکھا ہے اور پھر یہ الہام ہوا

"كُلُّ مَقَابِرِ الْاَرْضِ لَا تُقَابِلُ هٰذِهِ الْاَرْضَ"

"یعنی زمینِ ہند کے تمام قبرستان اس زمین سے مقابلہ نہیں کر سکتے یعنے اس زمین کو جو برکتیں دی گئیں وہ برکتیں تمام پنجاب اور ہندوستان میں کسی اور قبرستان کو نہیں دی گئیں۔"

(تذکرہ ص۶۰۶ بار دوم)

اللہ تعالےٰ نے اپنے اس الہام کے ذریعہ اس مقبرہ کو باقی تمام قبرستانوں کے مقابلہ میں ایک خاص امتیازی مقام عطا فرمایا ہے۔ مگر ۱۹۴۷ء میں جب جماعت قادیان کو پاکستان آجانا پڑا تو انہوں نے محض افرادِ جماعت کے اموال کے حصول کے لئے اس الہام کو پس پشت ڈالتے ہوئے بہشتی مقبرہ قادیان کے بالمقابل ایک متوازی "بہشتی مقبرہ" ربوہ میں قائم کر لیا۔ حالانکہ اس الہام الٰہی کی روح کس وضاحت سے اس امر کی غمازی کر رہی ہے کہ اس قسم کی جرأت اور کوشش سراسر منشاءِ الٰہی کے منافی اور الہامِ الٰہی کی کھلی توہین ہے۔ اور جو کوئی بھی اس قبرستان کے مقابلہ میں اس کے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی قبرستان قائم کرے گا تو گویا وہ خدا تعالےٰ کے خاص مقاصد اور ارادوں میں دخیل ہونے کی کوشش کا مرتکب ہوگا۔

جماعت احمدیہ ربوہ سے ہماری مؤدبانہ گذارش ہے کہ حسنِ نیت سے اصلاحِ احوال میں کوئی قباحت نہیں ہوتی کیا یہ بہتر نہیں کہ وہ اپنے قبرستان کا کوئی اور اچھا سا نام رکھ لیں اور اگر اس موجودہ قبرستان کے سہارے جماعت کے اموال کا حصول وصیتوں کے ذریعہ ضروری خیال کرتے ہوں تو اس کا نام "مقبرہ موصیان" زیادہ مناسب رہے گا۔ جماعت ربوہ کے اکثر احباب کی بھی یہی رائے ہے مگر "جلالِ خلافت" کی وجہ سے برملا اظہار نہیں کر سکتے۔

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

چک نمبر ۱۸ جنوبی میں
مستورات کا تربیتی اجلاس

مورخہ ۲۵ بعد از نماز عشاء "تنظیم خواتین" کے زیرِ اہتمام مکرم مولوی نور محمد صاحب کی زیرِ صدارت ایک تربیتی اجلاس کا انعقاد عمل میں آیا۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو عزیزہ بشرےٰ شاہین بنت چوہدری احمد دین صاحب نے کی۔ اس کے بعد خاکسار نے "احمدی عورت کا بلند مقام" کے موضوع پر تقریر کی اور مستورات کے فرائض کی طرف انہیں توجہ دلائی خاص طور پر تربیتِ اولاد کے متعلق نہایت تفصیل کے ساتھ قرآن مجید اور حدیث شریف سے اس کی وضاحت کی اور یہ بھی بتایا کہ موجودہ دَور میں تہذیب نو کے جو اثرات ہمارے معاشرہ پر پڑ رہے ہیں وہ نہایت تباہ کن ہیں اس لئے ہماری مستورات کو جدید قسم کے فیشنوں سے دور رہنا چاہیئے اور ایسے لباسوں سے بچنا چاہیئے جو لباس کم اور برہنگی کے آئینہ دار زیادہ ہیں اور قرونِ اولےٰ کی مستورات کی طرح پردہ کی پابندی لازمی کرنی چاہیئے۔

خاکسار کی تقریر کے بعد برادرم مرزا احمد لطیف صاحب فاضل نے "صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام" پر قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں تقریر کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی علامات کو بڑی تفصیل سے ساتھ پیش کیا اور حضور علیہ السلام کے مقام کی خوب وضاحت کی اور پھر مقامی مجالس کی خواتین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ باقاعدہ اجلاس منعقد کیا کریں اور اس کی رپورٹ پیغامِ صلح میں چھپوایا کریں تا دوسرے شہروں کی مستورات کے اندر مسابقت کی روح پیدا ہو اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سالانہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر چک نمبر ۱۸ کی دو مستورات تقاریر کریں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے یہاں کی مستورات خواندہ ہیں۔ تمام مستورات اور بچیاں قرآن کریم پڑھی ہوئی ہیں اب انہوں نے ترجمہ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔

آخر میں صاحب صدر نے مقررین کا شکریہ ادا کیا اور مستورات کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے فرائض اور واجبات کو احسن رنگ میں ادا کر کے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

دعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ ہم مکرم چوہدری محمد عالم صاحب اور مکرم چوہدری نور محمد صاحب کے نہایت ممنون ہیں جن کے تعاون سے ہمیں ہر کام میں سہولت میسر آئی اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بزرگوں کو خدمتِ سلسلہ کی بہت سے بہتر رنگ میں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

مرزا محمد سلیم اختر مولوی فاضل۔

جماعت ربوہ سے قطع تعلق اور جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر بزرگانِ جماعت کی کتب کا تفصیلی اور بغور مطالعہ کرنے کے بعد خاکسار اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی صحیح اور حقیقی جانشین جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منصب، خلافت، مصلح موعود اور تکفیر کے بارہ میں جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد ہی درست ہیں اس صداقت کو سمجھ لینے کے بعد میں بغیر خوف لومۃ لائم جماعت ربوہ سے قطع تعلق اور جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کا اعلان کرتا ہوں بزرگانِ سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ میری استقامت کے لئے دعا فرما دیں! والسلام

خاکسار۔ طالب دُعا (مولوی) کریم بخش رند۔ از بستی رندان تحصیل و ضلع ڈیرہ غازی خاں

بقیہ از کالم اول:۔

ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اختیارات اور حقوق غصب کرنے کی نارو‌ا کوشش نہ کی جاوے، جو اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں اپنے الہام کے ذریعہ صرف مامور من اللہ کے لئے مخصوص فرمائے ہیں۔

شیخ میاں ظہور احمد صاحب لائل پور

احباب کی باہمی ملاقات اور تعلقات کے فوائد

اخلاقیات کی دو لیبارٹریز ــــ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ

ہر دو مقامات کی زیارت کا شرف حضرت مجدد زمانؑ کے دعوے کی اشاعت کے لئے کمیٹی بنائی جائے

احباب کے باہمی رابطۂ اخوت کے استحکام کے لئے بستی دار الامان کا قیام

باہمی ملاقات کے فوائد

حضرت مجدد زمانؒ نے پسند فرمایا کہ عاشقان رسولؐ اور خادمانِ دین ہر سال ایک مرتبہ ایک مقام پر جمع ہوں۔ جہاں تبلیغ اسلام کے متعلق تجاویز کی جاویں۔ سابقہ برس میں جو کارروائیاں اشاعت اسلام کے لئے کی گئیں ان کا جائزہ لیا جاوے۔ اور آئندہ برس کے لئے جو منصوبہ تیار کیا جاوے۔ اس جلسہ کی دوسری غرض یہ بھی ہے کہ احباب جماعت میں رابطہ قائم ہو۔ اور اخوت کا رشتہ مضبوط تر ہوتا جاوے۔ میرے والد محترم جناب شیخ میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دو مؤمنوں کی ملاقات سے وہی فائدہ ہوتا ہے جو دو چھریوں کو آپس میں رگڑنے سے جس طرح ایک کند چھری کی دھار تیز ہو جاتی ہے، اسی طرح مؤمنوں اور مؤمنات کی ملاقات ان کی کوتاہیوں کو رفع کرتی ہے اور نیکیوں کی موجب بنتی ہے۔

عملی اخلاقیات

تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ جب تک اخلاقی خوبیاں پیدا نہ کی جاویں۔ انسانی نقطۂ نظر سے نسل ادھوری رہ جاتی ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلعم نے اخلاقی پہلو پر زور دیا۔ بے شمار ایسے واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ اگر ایک طرف نماز قائم کرنے کی تاکید ہے، تو دوسری طرف یہ واقعہ بھی یادگار رہے گا کہ حضور گھوڑوں پر سوار جب منزل مقصود پر پہنچے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ نماز مغرب کا وقفہ بہت کم ہوتا ہے۔ سورج کے غروب ہوتے ہی نماز ادا کی جاتی ہے۔ لیکن حضورؐ کے پیروکاروں نے دیکھا کہ بجائے نیت نماز حضورؐ کاٹھی اتار کر گھوڑے کی مالش کر رہے تھے۔ البتہ یہ کام بڑی تیزی سے کیا گیا اور بعد میں نماز ادا فرمائی۔ سرور کائناتؐ جب تک کسی اصول پر خود عمل نہ کرتے، دوسروں کو پند و نصائح نہ فرماتے۔ ان سنہری اصولوں کی وجہ سے ہی آپ نے اہل مکہ اور مدینہ کے دل موہ لئے۔ اہل علم و متلاشئ حق اور شریف النفس انسان جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے تحریک صداقت دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی۔

اخلاقیات کی دو لیبارٹریز

زیارت بیت اللہ و بیت الرسولؐ کا پہلا موقعہ مجھے ۱۹۵۷ء میں میسر آیا تو میں نے ساتھیوں سے عرض کی کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بلاد ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اخلاقیات کے مدرسہ کی دو لیبارٹریز ہیں۔ ایک حصہ میں تعلیم کا انتظام ہے۔ اور دوسری میں عملی مظاہرہ "DEMONSTRATION" ہوتا ہے ... لیبارٹریز سے نور کی شعاعیں نمودار ہوئیں اور کرہ ارضی پر پھیلتی گئیں۔ نہ سیاہی تھی نہ قلم، نہ طباعت کا لمبا چوڑا انتظام۔ یہی تصور کریں کہ چھوٹی سی جگہ میں ایٹم کا تجربہ کر کے ایٹم تیار کیا گیا۔ جب ایٹم کو باہر نکالا گیا تو نورٌ علیٰ نور عالم معرض وجود میں آیا۔

خلافت راشدہؓ کی بے لوث خدمات مہاتما گاندھی کی نظر میں

جب ہندوستانی لیڈر مہاتما گاندھی کانگریس حکومت بنانے میں کامیاب ہوئے تو کانگریسی وزراء کا ماہوار الاؤنس صرف پانچ صد روپے مقرر ہوا۔ اس پر ملک بھر میں تعریف کی گئی لیکن مہاتما گاندھی نے اعلان کیا۔ کہ اگرچہ وقت اور حالات کے مطابق (یہ) تنخواہ حیرت انگیز ہے، لیکن اس کا مقابلہ اگر خلافت راشدہؓ کے حکمرانوں کے معاوضہ اور مراعات سے کیا جاوے تو یہ تعریف ماند پڑ جاتی ہے۔ گویا کہ کانگریسی وزراء کی قربانی خلافت راشدہؓ کے خلفاءؓ کی بے لوث خدمت اور انصاف کے سامنے ہیچ تھی۔

زیارت بیت اللہ و بیت الرسولؐ

میں عرض کر رہا تھا کہ زیارت بیت اللہ و بیت الرسول کا موقع ۱۹۵۷ء میں میسر آیا دوسری دفعہ عمرہ کے لئے ۱۹۶۲ء میں حاضری ہوئی اور گذشتہ برس ماہ رمضان اور نماز عید کی سعادت نصیب ہوئی۔ مثل مشہور ہے "این سعادت بزور بازو نیست" دراصل بزنس کی غرض سے یورپین ممالک میں جانا مقصود تھا۔ میں نے بیگم کو دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ کئی بار ان ممالک میں جانے کا موقعہ ملا ہے اس لئے پروگرام نہیں بنتا۔ البتہ اگر واپسی پر عمرہ یعنی حج اصغر کا پروگرام مرتب کر لیا جاوے تو بخوشی ساتھ دیں گی۔

چنانچہ ہم ۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو عازم سفر ہوئے۔ اور سوئٹزرلینڈ، بیلجیم، انگلستان اور اٹلی ہوتے ہوئے یکم نومبر کو بیروت سے جدہ اور جدہ سے علی الصبح مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ ماہ رمضان کے ستائیس روزے بیت اللہ اور بیت الرسولؐ میں نصیب ہوئے اور نماز عید مدینہ منورہ سے واپسی پر خانہ کعبہ میں ادا کی۔ زندگی میں پہلا موقعہ تھا۔ یہ نصیب اور یہ لذت جس قدر شکر کروں کم ہوگا۔ نہ الفاظ میں اور نہ قلم میں طاقت ہے کہ اس خوش نصیبی کے حالات بیان کئے جاویں۔ البتہ ایک واقعہ دلپذیر مختصر طور پر درج کرنے کے بعد اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ پہلی اور دوسری زیارت پر تڑپ تھی کہ غار حرا کی زیارت کی جاوے۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔ اس دفعہ آنحضرت صلعم کی قیامگاہ اور اس بے مثال یونیورسٹی کی زیارت کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

غار حرا علم و معرفت کی یادگار

جہاں شاہ دوجہاںؐ سکونت فرماتے تھے اور جہاں خلوت میں عبادت کرتے تھے قیامگاہ میں لائبریری منتقل کر کے اسے قیامت تک یادگار بنا دیا گیا ہے۔ اور غار حرا اسی علم و معرفت کی یادگار ہے۔ جہاں قادر مطلق نے اپنے حبیبؐ کو علم کے زیور سے مزین فرمایا۔ جب فرشتہ پیغام خدا لے کر آیا اور کہا "اقرأ" آپؐ نے فرمایا "ما انا بقارئ"۔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے پھر وہی لفظ دہرائے اور آپؐ نے بھی اسی جواب کا اعادہ کیا۔ اس طرح تین مرتبہ پیغام اور جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار حکم ہوا "اقرأ باسم ربك الذى خلق"

سبحان اللہ!

جب استاد اپنی محنت سے شاگرد کو پڑھاتا ہے تو وہی شاگرد کسی دن لیڈر بن جاتا ہے۔ کبھی کالج کا پرنسپل کبھی ڈاکٹر اور کبھی ہائیکورٹ کا جج۔ لوگ کہتے ہیں کہ میرا استاد ارسطو تھا۔ مولینا شبلی اور حالی تھے۔ فلاں تھا اور فلاں، لیکن جب علم و معرفت کا پیدا کرنے والا سائیکالوجی اور فلسفہ کا موجد۔ نیستی سے ہستی کو قائم کرنے والا پروردگار عالم خود اپنے حکم سے علم سے بہرہ ور کرے تو وہ علم بے مثل نہ ہو تو کیا ہو۔ پس جب مالک ارض و سما نے رسول اللہ صلعم کو یہ دولت بخشی تو نتیجہ کے رنگ میں وحی نازل ہوئی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العٰلمین" جبل النور کی بے مثل درگاہ میں حاضری کا شرف زندگی کی بے شمار نعمتوں میں سے عظیم ترین نعمت تصور کرتا ہوں۔ جس قدر شکر بجا لاؤں کم ہے۔

حضرت مجدد وقتؒ کا نبی کریم صلعم سے کسب فیض

حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ مجدد صدی چہاردہم غائبانہ طور پر حضور سرور کائنات صلعم کے رنگ میں رنگین تھے لیکن کوتاہ نظری سے جماعت کے ایک طبقہ نے جناب کو نبوت کے مقام پر کھڑا کر دیا۔ اور اسی غرض میں رکاوٹ ڈال دی جس کا پورا کرنا مسیحؑ وقت کے فرائض میں داخل تھا۔ جناب نے فرمایا:

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

کس قدر اطاعت کا جذبہ ہے کہ علوم معرفت کی اسی (۸۰) کتب کا مصنف اپنی تمام علمی تخلیقات کو حضور پرنور رسول اکرم صلعم کے مقابل پہ ایک قطرہ تصور کرے بلکہ تحریر گواہی دے۔ کہ جو کچھ پایا اور خلق خدا کو دیتا ہوں وہ خاتم الانبیاء کے سمندر میں سے

ایک قطرہ ہے۔ تعجب ہے۔ کہ ان تحریرات کے باوجود جزو کو کُل کا مرتبہ دے کر جزو کی قدر و منزلت کم کر دی جاوے۔

حضرت مرزا صاحبؒ کے دعویٰ مجددیت کی اشاعت کی جائے

مَیں ہر احمدی سے اپیل کرتا ہوں۔ وہ لاہوری جماعت کا ہو یا ربوی جماعت سے تعلق رکھتا ہو۔ کہ اس وضاحت کے لئے کمربستہ ہو جاویں۔ کہ جناب مرزا صاحبؒ مجدد صدی چہاردہم ہیں۔ حضرت رسولِ کریم صلعم سے نور حاصل کرتے اور آپؐ کی اطاعت میں رہ کر اسی نور کو پھیلاتے ہیں۔ دین اسلام بنی نوع انسان کی آنکھ سے اوجھل ہو رہا تھا۔ علماء بھی ایسی حالت پر مرثیہ خواں تھے۔ پس مخلوق کو جب اضطراب کی حالت میں پایا۔ تو خالق نے بصد رحمت ایسے انسان کو اُمت محمدیہ کی رہبری کے لئے بھیجا۔ اور حضرت صاحبؑ علماء "امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کا مصداق ٹھہرے۔ اب صدی کے تین حصے گذر چکے ہیں۔ علماء دین جب ہر صدی کے آغاز پر مجدد کی تشریف آوری مانتے ہیں۔ اور یہ امر احادیث اور تاریخ اسلام سے بھی ثابت ہے تو کیوں گمراہی پر بضد ہو کر چودھویں صدی کے مجدد کا انکار کر رہے ہیں شاید یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے اس نقطہ سے روشناس نہیں کیا۔ جماعت اس معاملہ پر غور کرے۔ اور چند احباب پر مشتمل ایک کمیٹی مرتب کرے جس کا مقصد حضرت صاحبؑ کے دعوے سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنا ہو۔

جلسہ سالانہ کے منصوبوں کا جائزہ لیا جائے

دوسری درخواست یہ ہے کہ ہماری جماعت نے گذشتہ جلسہ پر چند ایک مقاصد سامنے رکھے تھے۔ ہمیں جائزہ لینا چاہیئے کہ ان مقاصد کو کہاں تک پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ۱۹۷۱ء کا جلسہ منعقد ہو اور اس وقت ہمیں یہ احساس ہو کہ سابقہ منصوبے ادھورے رہ گئے۔ ابھی پانچ ماہ کا عرصہ باقی ہے۔ کوتاہی کو رفع کیا جا سکتا ہے۔ اور کوشش سے کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ یاد رکھیئے اگر آدمی آگے چلتا ہے تو منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے لیکن تعطل اور رکاوٹ سے نہ منازل طے ہوتی ہیں نہ مقاصد حل ہوتے ہیں۔ آؤ ان امور پر غور کرنے کے لئے حضرت امیرایدہ اللہ کی سرکردگی میں ایک نشست مقرر کریں۔ جہاں انہی امور پر تبادلۂ خیالات کیا جائے۔

احمدیہ بستی "دارالامان" کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد

اس ضمن میں جماعت کے تمام بھائیوں اور بزرگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا تھا۔ کہ جماعت کے نوجوانوں کے لئے ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جہاں اسلامی فضا میں قوم کے افراد دینی خدمات سرانجام دیں۔ ایسے نشانات اور ادارے یقیناً آئندہ نسلوں کے لئے باعث تقویت اور موجب رہبری ہوں گے اس خواہش کے تحت "دارالامان" یعنی احمدیہ بستی کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور جماعت کے فیصلہ کے مطابق چند عمارات تعمیر ہو گئی ہیں۔ یہ منصوبہ سردست پانچ برس پر مبنی ہے۔ پہلے برس (۱۹۷۰-۱۹۷۱) میں دارالامان کمیٹی نے منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر جو کام مکمل کیا اس کا جائزہ لیتے ہوئے اس بستی میں آبادی کا انتظام کیا جاوے۔ اور تجاویز کی جاویں۔ جو اشاعت اور تبلیغ کے لئے مفید ثابت ہوں۔ یہی کام مجدد وقتؑ جماعت کے سپرد فرما گئے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے ہی ہماری جماعت کا وجود ہے۔

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی رابطہ کمیٹی کا خصوصی اجلاس

مقامی جماعت کی مجلس انتظامیہ کے ممبران اور کرشن نگر اور اس کے مضافات میں رہائش پذیر احمدی احباب سے درخواست ہے کہ وہ مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۷۱ء بروز ہفتہ بوقت ۵ بجے بعد دوپہر جناب پروفیسر غلام رسول صاحب کے مکان پر (معرفت ملک عزیز الرحمٰن صاحب مسافر گلی۔ مدن لال کرشن نگر لاہور) .... تشریف لائیں۔ اس روز وہاں پر مقامی جماعت احمدیہ لاہور رابطہ باہمی کے پیش نظر پروفیسر صاحب موصوف کی خواہش پر ایک خصوصی میٹنگ کر رہی ہے۔ امید ہے تمام احباب اس میٹنگ میں شامل ہو کر باہمی یگانگت اور بھائی چارہ کا ثبوت دیں گے۔

سیکرٹری
مقامی جماعت احمدیہ لاہور

نئے ممبرانِ انجمن سے خطاب

گذشتہ ۹ر مئی کو مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس معتمدین کا انتخاب عمل میں آیا جس کے بعد محترم شیخ اللہ بخش صاحب ملز اونر لائل پور نے منتخب ہونے والے ممبران سے خطاب کرتے ہوئے حسب ذیل پیغام دیا:

انجمن نے اسی سال نئی مجلس معتمدین کو تشکیل دیا جس کی پہلی میٹنگ آج ہو رہی ہے۔ ہم لوگ جو اس مجلس کے لئے منتخب ہوئے ہیں ہمارے بہت اہم فرائض ہیں اور قوم کی طرف سے ہم پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

ہم میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں جو ان بزرگوں کی اولاد ہیں جنہوں نے اس انجمن کی بنیاد رکھی۔ اس کی آبیاری کی اور اس کو فروغ دینے کے لئے اپنے خون اور پسینہ سے سینچا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کو حضرت مسیح موعودؑ کے مشن سے گہرا لگاؤ ہے۔ ہمارے پہلو میں درد بھرے دل ہیں۔ اور ہم اشاعت اسلام اور دین محمدؐ کو لوگوں تک پہنچانے کا عہد کئے ہوئے ہیں۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور مسرت کا مقام ہے کہ آج میں اس مجلس میں کثرت سے نئے چہرے دیکھ رہا ہوں جن میں نوجوان بھی ہیں اور آزمودہ کار بزرگ بھی۔

مَیں نئے ممبران کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اور انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے نئے ممبران کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ ان پر انجمن کا بوجھ آج سے ڈال دیا گیا ہے جس کو اُٹھانا اور اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونا ان کے لئے عین سعادت ہو گی۔ اور یہ ان کی خوش نصیبی ہے کہ ان کو خدمتِ دین کا موقع ملا۔ یہ ایک امتحان ہے اور بہت بڑا امتحان ہے۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا۔

یہ مجلس آپ کی انجمن میں اپر ہاؤس کا مقام رکھتی ہے۔ ہم سب نے ایک پلیٹ فارم سے باتفاق رائے سے۔ متحمل مزاجی سے ہر قسم کی پارٹی پالیٹکس کو .... بالائے طاق رکھتے ہوئے۔ بڑے پرخلوص کے ساتھ انجمن کے ہر منصوبے کو بطریق احسن چلانا ہے۔ یہ بہت اچھی فال ہے کہ نوجوان طبقہ ہمارے ساتھ شانہ بشانہ کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے۔ ہمیں اپنے نوجوانوں کی بڑی قدر ہے یہی لوگ ہیں جو آگے چل کر انجمن کی باگ ڈور سنبھالنے والوں میں سے ہوں گے۔

نوجوان عزیز و محترم بزرگو! یقین دلاتا ہوں کہ ہر اس تجویز کو جو انجمن کے لئے مفید ہو ہماری تائید حاصل ہو گی۔ لیکن جہاں کہیں ایسا نہ ہو وہاں اختلاف رائے از بس ضروری ہو گا۔ اختلاف رائے اگر ایمانداری پر مبنی ہو تو عین صحت مندانہ اقدام ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں کبھی یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اختلاف رائے کیوں پیدا ہوا۔

ہم سب اپنی اپنی رائے رکھتے ہیں ہر کسی کا اپنا اپنا نظریہ ہوتا ہے جس کے تحت ہر ممبر کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی تجویز پیش کرے اور کسی تجویز پر اپنی رائے کا آزادی کے ساتھ اظہار کرے۔

لیکن اختلاف رائے جب کبھی پیدا ہو جائے تو ہمیں فراخدلی سے کام لیتے ہوئے فیصلے کرنے ہوں گے۔ اور فیصلہ وہی ہو گا جو حضرت مسیح موعودؑ کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہو۔ جو انجمن کے مفاد کے لئے بہتر ہو اور جو جماعت کے لئے موزوں ہو، ہماری ذات اس ضمن میں کوئی حیثیت نہ رکھے۔ ہمارے دلوں میں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال پیدا نہ ہو کہ میری تجویز پر اختلاف کیوں ہوا اور میری قرارداد کیوں منظور نہ ہوئی۔

ہم نے اپنے نظریہ کے مطابق بہترین سکیم جماعت کے سامنے پیش کر دی ہو سکتا ہے کہ وہ جماعتی طور پر قابل قبول نہ ہو۔

اس لئے ہمیں اپنے اندر ایک عظیم تبدیلی کی ضرورت ہو گی، ہمیں بڑے فراخ دل اور حوصلے سے کام لینا ہو گا۔

مجھے پوری طرح یقین ہے کہ ہم خدا کے فضل و کرم سے ایسا کر سکیں گے اور انجمن کے اصل کام کو فروغ دیتے ہوئے قوم پر ثابت کریں گے کہ جو اعتماد قوم نے ہم پر کیا ہم اس کے اہل تھے۔ اس کے علاوہ ہمیں فرداً فرداً اللہ کے حضور بڑی عاجزی سے دعاؤں میں لگ جانا چاہیئے تا ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ملے اور ہم اللہ کی رضا پر راضی ہونے والوں میں سے ہوں۔ آمین

پیغام صلح خود پڑھنے کے دیگر احباب تک پہنچائیں

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع آنریری مسلم مشنری لکھنؤ

شہید کی ماں

حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روز افزوں کامیابیوں کو دیکھ کر عیسائی بادشاہ ہرقل نے مدینہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ اس خبر کو سنتے ہی حضور صلعم نے فیصلہ فرمایا کہ بجائے اس کے کہ ہرقل مدینہ کی سرحدوں پر نظر آئے ہرقل کو محمدؐ اس کی سرحدوں پر نظر آئے گا۔

حضور سرورِ کائنات صلعم نے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اور مسلمانوں کو نہ صرف جنگ کے لئے اپنی جانیں بلکہ اپنا مال پیش کرنے کا بھی حکم دیا۔ اس جنگ کے واسطے جو فوج تیار ہوئی اس کی تعداد تیس ہزار تھی۔ مسلمانوں نے اپنی جانوں کے علاوہ اپنے مال کی قربانی بھی کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے سارے مال کا نصف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال پیش کر دیا۔ اپنی قمیص کے بٹن بھی اتار کر مال میں لا دیئے لوگوں نے دیکھا کہ صدیق اکبر رضہ اپنے بیٹے کو ڈھانپنے کے لئے کیکر کا ایک کانٹا لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کثرت سے گھوڑے، اونٹ۔ نقد روپیہ اور جنگی سامان دیا۔ غریب سے غریب مسلمان بھی دیوانہ وار اپنی پونجی لے کر رسول خدا کی خدمت میں پہنچ گیا۔ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کا ہجوم تھا۔ سونا چاندی نقد روپیہ اور اپنے زیورات پیش کر رہی تھیں کہ یکایک عورات کے مجمع سے ایک خاتون کی آواز آئی۔

"میرے پاس روپیہ نہیں۔ زیورات نہیں میرے پاس صرف ارمعانی سال کا ایک بچہ ہے یہاں اس کو حضور رسول خدا کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔"

بچہ حضورؐ کی گود میں پہنچایا گیا۔ اس پر حضورؐ نے اس خاتون سے دریافت فرمایا:۔

"خاتون! آپ کا یہ ننھا بچہ جنگ میں بھلا کس کام آئے گا؟"

خاتون نے جواب دیا:۔

"جب رسول خدا پر کوئی دشمن حملہ کرے تو میرے اس بچہ کو بطور ڈھال سامنے رکھ کر رسول اللہ کو بچایا جائے۔ اپنے بچے کے اس طرح شہید ہونے پر میں ساری عمر فخر کروں گی کہ میں ایک شہید کی ماں ہوں۔"

خاتون کے اس بیان سے صحابہ کرام رضہ پر رقت طاری ہو گئی گریہ سے مسجد میں ایک کہرام مچ گیا۔ حضور سرورِ کائنات بھی رو دیے تھے۔

حضور سرورِ کائنات صلعم نے فرمایا کہ ہم اس بچے کا نام آج ہی شہید رکھتے ہیں اور اس کی ماں آج سے ہی شہید کی ماں کہلائے گی۔

اس پر چاروں طرف سے مبارک مبارک کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ خاتون اس کے بعد جدھر سے گذرتی لوگ اس کو شہید کی ماں کہہ کر پکارتے۔

عیسائی بادشاہ ہرقل بیت المقدس میں حج کی غرض سے آیا ہوا تھا وہیں سے وہ مدینہ کی طرف بڑھنے کا منصوبہ رکھتا تھا مگر یکایک اس نے سنا کہ محمدؐ تیس ہزار فوج لے کر آ رہے ہیں تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ اپنے گھر کو سدھار گیا۔

تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کا گذرا کہ مسلمانوں نے متعدد جنگیں لڑیں اور ہر قوم کو نیچا دکھایا۔ ان جنگوں میں مسلمانوں نے جانی و مالی قربانیوں کے علاوہ وہ نمونے پیش کئے کہ تاریخ عالم ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مسلمانوں نے جان دے کر اپنے خدا کے حضور یہ کہا:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مارے گئے تو شہید۔ زندہ رہے تو غازی اس نظریے کو مسلمانوں نے ایسا اپنایا کہ یہ چیز ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ انگلستان کی ایک خاتون نے ساری دنیا کا دورہ کر کے مختلف اقوام کی عورتوں کے حالات لکھے وہ لکھتی ہیں کہ:۔

"میں نے ترکی عورتوں میں جذبہ جہاد بدرجہ اتم پایا ہے۔ ہر شادی شدہ عورت یہ سمجھتی ہے کہ یہ زمین ایک گیند ہے اور یہ گیند اس کے شوہر کی تلوار کی نوک پر رکھا ہے۔ ہر وہ عورت جس کا شوہر جنگ میں مارا گیا گردن تان کر بڑے فخر سے کہتی ہے کہ میں ایک شہید کی بیوی ہوں"

بھارت نے گذشتہ ایام مشرقی پاکستان میں اپنے زرخرید ایجنٹوں سے سازش کی ہزاروں تربیت یافتہ فوجی سفید کپڑوں میں اور بے شمار ہتھیار بلکہ مشرقی پاکستان میں بھیج کر پاکستان کے اس حصہ کو بھارت میں مدغم کرنے کا ناپاک ارادہ کیا۔ پاکستان کی بہادر افواج نے بروقت آگے بڑھ کر ایک بار پھر بھارت کا منہ توڑ کر رکھ دیا۔ مغربی پاکستان کی ماؤں نے خوشی خوشی اپنے نوجوان بچوں کو مشرقی پاکستان روانہ کیا کہ ملک و ملت کی حفاظت کے لئے دٹ کر جائیں۔ ہمارے عزیز شیخ ممتاز احمد صاحب وزیر آبادی اوران کی بیگم صاحبہ نے بھی اپنے پیارے بیٹے لفٹننٹ عارف کو خوشی خوشی مشرقی پاکستان بھیجا۔ ان خوش نصیب جوڑے کی قربانی بہاں پر قبول ہوئی اور عارف شہید ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لفٹننٹ عارف زندہ رہتا تو شاید جنرل بن جاتا مگر اس نے خدا کی راہ میں جان دے کر بہت بڑا گریڈ عہدہ اور منصب حاصل کیا یعنے شہید کا لقب پایا

اک قدم میں منزلیں طے ہو گئیں جنتی کہ تھیں

ہم عارف کی ماں کو "شہید کی ماں" بننے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ کریم ہر مسلمان مرد و عورت میں جذبۂ جہاد کو اجاگر کرے۔

آمین

بقیہ خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۷)

اللہ تعالےٰ ہمارے اعمال کو درست فرمائے اور ہمیں ذریعہ ہدایت بنائے۔ ہمارے اعمال اور ہمارے کردار ثابت کریں کہ ہم خدا کے بندے ہیں، جب تک یہ اعمال پیدا نہیں ہوتے اس وقت تک خدا تعالےٰ کی نصرت و تائید حاصل نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ اس کی اور اس کے رسولؐ کی مکمل اتباع کریں اور دنیا و آخرت کی حسنات سے متمتع ہوں۔

ضرورت حدیث - قیمت: ۳/۲۵

قرآن مجید کی آیات اور دیگر شواہد سے اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ حدیث کی حیثیت محض تاریخی ہے نہ کہ اسکو دین کا کوئی مستند ماخذ مانا جائے۔

ملفوظات

بقیہ صفحہ اوّل

جو اللہ کا ولی کہلاتا ہے اور خدا جس کی زندگی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جس کی وہ ہر حرکت و سکون بلا استصواب کتاب الٰہی نہیں ہوتی وہ اپنی ہر بات اور ارادہ پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے مشورہ لیتا ہے

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلہ صفحہ اوّل

۹ بیویاں تھیں جیسا کہ حدیث میں صراحت موجود ہے اور یہ ۸ھ ہجری اور ۹ھ کے بعد کا زمانہ ہے جب آپ بادشاہ عرب تھے جب آپ کے پاس دور دور سے خراج کی بڑی بڑی رقمیں آتی تھیں۔ جب آپ کے جاں نثار صحابہ رضہ تجارت کی وجہ سے مالدار تھے۔ اگر آپؐ کا اشارہ بھی ہوتا تو یہ لوگ اپنے مال و دولت آپؐ کی خدمت میں لا حاضر کرتے۔ مگر کس قدر دنیا سے بے رغبتی ہے اور کس قدر اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق ہے کہ اس حالت میں بھی اپنے گھر میں اسی پہلی غربت کی حالت کو قائم رکھا۔ بادشاہ ہو کر یہ نمونہ دکھانا اعلےٰ سے اعلےٰ زہد کا مقام ہے دنیا سے کنارہ کش ہو جانے والے کے زہد کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں اور ۹ بیویاں گھر میں ہوتے ہوئے یہ حالت بتاتی ہے کہ آپؐ نے ان بیویوں سے اپنے حظ نفس کے لئے شادی نہیں کی بلکہ ان کی خبر گیری کے لحاظ سے یا اور وجوہ پر کی۔

فضل الباری کتاب البیوع

حضرت امام زمانؑ کی ایک فیصلہ کن تحریر

میری تو رائے یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے۔ اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں، کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی، لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے۔ کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے۔ اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہو گا۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء

ضرورت ٹیچر

"مولوی فاضل اد۔ ٹی اور منشی فاضل اد۔ ٹی ٹیچر کی ضرورت ہے تنخواہ بمطابق گورنمنٹ گریڈز۔ تمام درخواستیں بنام ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی ۱۸-۷-۱۵ تک پہنچ جانی چاہئیں موزوں امیدواران کو ہفتہ عشرہ کے اندر اندر دیگر شرائط سے بذریعہ خط مطلع کر دیا جائے گا تقرری ۱-۹-۷۱ سے ہو گی"

عبد الغنی ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی ۔ ضلع سیالکوٹ

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۲ شمارہ ۲۸

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہو گی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

صدقہ ہر مسلمان پر واجب ہے

عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علی کل مسلم صدقۃ فقالوا یا نبی اللہ فمن لم یجد فقال یعمل بیدہ فینفع نفسہ و یتصدق قالوا فان لم یجد قال یعین ذا الحاجۃ الملھوف قالوا فان لم یجد قال فلیعمل بالمعروف و لیمسک عن الشر فانھا لہ صدقۃ۔

ترجمہ:—

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلعم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے لوگوں نے عرض کیا یا نبی اللہ جسے نہ ملے۔ فرمایا اپنے ہاتھ سے مزدوری کرے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ انہوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ ملے فرمایا حاجت مند مصیبت زدہ کی امداد کرے۔ انہوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ ملے فرمایا نیک کام کرے اور برائی سے بچا رہے یہی اس کے لئے صدقہ ہے۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ:—

یہاں صدقہ ہر مسلمان پر امیر ہو یا غریب واجب قرار دیا ہے اور دوسری طرف اس کے مفہوم کو وسیع کیا ہے تاکہ ہر شخص اس ارشاد پر عامل ہو سکے پہلی صورت تو یہ بتائی کہ انسان کچھ وقت اپنے معمولی فرائض سے بچا کر ہاتھ سے کام کرے۔ خود آپ کی بیوی حضرت زینبؓ باغ کا کام کر کے صدقہ کرتی تھیں۔ جو یہ بھی نہ کر سکے وہ کسی حاجت مند کی مدد ہی کر دے۔ مثلاً کوئی

(باقی بر صہ۔۔ کالم ۲-۳) ۴۴

انسان کا سینہ بیت اللہ ہے اور دل حجرِ اسود

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یہ بات بخوبی دل یاد رکھو کہ جیسے بیت اللہ میں حجرِ اسود پڑا ہوا ہے اسی طرح قلب سینہ میں پڑا ہوا ہے۔ بیت اللہ پر بھی ایک زمانہ آیا ہوا تھا کہ کفار نے وہاں بت رکھ دیئے تھے۔ ممکن تھا کہ بیت اللہ پر یہ زمانہ نہ آتا۔ مگر نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک نظیر کے طور پر رکھا۔ قلبِ انسانی بھی حجرِ اسود کی طرح ہے۔ اور اس کا سینہ بیت اللہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ ماسوی اللہ کے خیالات وہ بت ہیں جو اس کعبہ میں رکھے ہیں۔ مکہ معظمہ کے بتوں کا قلع قمع اس وقت ہوا تھا جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کی جماعت کے ساتھ وہاں جا پڑے تھے اور مکہ فتح ہو گیا تھا۔ ان دس ہزار صحابہ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ لکھا ہے اور حقیقت میں ان کی شان ملائکہ ہی کی سی تھی۔ انسانی قوٰے بھی ایک طرح پر ملائکہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ جیسے ملائکہ کی یہ شان ہے کہ **یفعلون ما یؤمرون** اسی طرح پر انسانی قوٰے کا خاصہ ہے کہ جو حکم ان کو دیا جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں ایسا ہی تمام قوٰے اور جوارح حکمِ انسانی کے نیچے ہیں۔ پس ماسوی اللہ کے بتوں کی شکست اور استیصال کے لئے ضروری ہے کہ ان پر اسی طرح سے چڑھائی کی جاوے۔ یہ لشکر تزکیہ نفس سے تیار ہوتا ہے۔ اور اسی کو فتح دی جاتی ہے جو تزکیہ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے **قد افلح من زکٰھا**۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو جائے تو کل جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور یہ کیسی سچی بات ہے۔ آنکھ۔ کان۔ ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ جس قدر اعضاء ہیں وہ دراصل قلب کے ہی فتوے پر عمل کرتے ہیں۔ ایک خیال آتا ہے۔ پھر وہ جس اعضاء کے متعلق ہو وہ فوراً اس کی تعمیل کے لئے

(باقی بر صہ۔ کالم ۲)

---

۴ بیکار ہے اس کو حصول ملازمت میں مدد دیدے کوئی تکلیف میں ہے اس کی رفع تکلیف میں مدد دیدے۔ اور آخری مرتبہ صدقہ کا یہ ہے کہ خود نیک کام کرے اور برائی سے بچا رہے یہ بھی گویا اس کی طرف سے ایک خیرات ہے اور کوئی دیکھنے والا اس کی نیک مثال سے فائدہ اٹھا سکتا ہے (فضل الباری)

> چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔ الوصیۃ

مسلمانانِ سرینام (ڈچ گیانا) کے تمدّنی و مذہبی حالات اور فروغِ احمدیت کی تاریخ

سرینام، ڈچ گیانا، جنوبی امریکہ کا ایک زرخیز علاقہ ہے، جہاں جماعت احمدیہ لاہور کی چوتھی کنونشن کا انعقاد آئندہ ماہ اگست ۱۹۷۱ء میں ہو رہا ہے، اس موقعہ پہ وہاں کے ایک نیک دل احمدی بزرگ جناب محمد یٰسین صاحب نے مسلمانانِ سرینام کے تمدنی و مذہبی حالات اور وہاں فروغِ احمدیت کی تاریخ لکھنی شروع کی ہے، جس کی پہلی قسط برائے اشاعت موصول ہوئی ہے جو امید ہے قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگی۔

سرینام کی آبادی اور تمدّنی حالات

اس وقت سرینام کی آبادی چار لاکھ کے قریب ہے۔ ایک لاکھ پچاس ہزار سے زیادہ عیسائی آباد ہیں۔ نوّے ہزار کے لگ بھگ ہندو ہیں۔ ستر ہزار کے قریب انڈونیشی مسلمان ہیں اور تیس ہزار کے لگ بھگ ہندوستانی مسلمان آباد ہیں تھوڑے یہودی اور دیگر مذاہب کے لوگ ہیں۔ اسی لئے سرینام میں کئی قومیں آباد ہیں، اور مختلف مذاہب کا مسکن ہے، اور ہر ایک قوم کی زبان علیحدہ ہے۔ مگر سرینام میں نہ زبان کا جھگڑا ہے، اور نہ قوم و مذہب کا ہمارے تعلقات ایک دوسرے سے بہت خوشگوار اور برادرانہ ہیں۔

عوامی حکومت کا قیام

دوسری عالمگیر جنگ کے بعد ہر ملک میں انقلاب آیا، اور ہر ملک نے پرانی چولی اتار کر نئی پہن لی، سرینام نے بھی کروٹ بدلی اور شاہی حکومت کے بجائے عوامی حکومت قائم ہوئی، صرف فوجی دیکھ بھال ہالینڈ کے قبضہ میں رہ گئی، جس کا خرچ بھی ہالینڈ سرکار ادا کر رہی ہے، اور سرینام و ہالینڈ کے درمیان بڑے دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔ آج پوری دنیا ایک دور سے گذر رہی ہے۔ ساری دنیا ایک گھرانہ یا خاندان بن گئی ہے، ذات پات اونچ نیچ، چھوٹے بڑے کی دیواریں گر رہی اور حد بندیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ سامراجی اور شخصی حکومت کی دیواریں گر چکی ہیں، اور اس کے بجائے عوامی حکومت نے جگہ لے لی ہے مگر آج سے پچاسوں سال پہلے نہ دنیا کی یہ حالت تھی اور نہ ہی سرینام اس حالت میں تھا، حکمران جو کچھ چاہتے تھے، وہ محکوم رعایا کے ساتھ کرتے تھے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ تھا۔

. . . .

نوجوان ہندوستانی سرینام میں اور ان کی مشکلات

ہندوستان سے جو ہندوستانی سرینام میں آئے، وہ کم عمر نوجوان اور ناتجربہ کار تھے بمشکل ان لوگوں کی عمر سترہ، اٹھارہ اور بیس بائیس سال کی ہوگی، ہزاروں میل بحری سفر طے کر کے آنا کوئی آسان کام نہ تھا، آج تو سفر میں ہر قسم کی سہولتیں موجود ہیں آج نامہ و پیام کی تار برقی لاکھوں میل سفر کرتے ہوئے اپنے عزیزوں دوستوں سے بات چیت کر سکتے ہیں، مگر جب یہ ہندوستانی غریب سرینام میں آئے، تو ان کو مفلسی اور غربت کے سوائے کچھ بھی میسر نہ تھا بادبانی جہاز تین چار مہینہ میں پہنچتا تھا۔

اگر کشتیاں طوفان میں پھنس جاتیں، یا کسی بحری ہوا کا شکار ہو جاتیں تو مدت ہائے دراز کے بعد خشکی والوں کو کہیں جا کر پتہ لگتا، کہ فلاں کشتی تباہ و برباد ہو گئی۔ کوئی امداد پہنچنے سے پہلے ہی مسافر بحری جانوروں کے لقمہ اجل بن جاتے، یا جو سمندر سے بچ نکلتے وہ بھوک اور کمزوری کی وجہ سے ساحل کے کنارے دم توڑ دیتے تھے۔ اس زمانہ کا تصور کرتے ہی دل بھر آتا ہے، کہ ہمارے بزرگ کن کن مصیبتوں کا مقابلہ کر کے سرینام میں آئے۔

پچاسوں سال پہلے اور آج

آج جہاں پر ہم پکی سڑکوں، موٹر کاروں اور ہوائی جہازوں کو اڑتے دیکھ رہے ہیں وہاں پر آج سے پچاسوں سال پہلے بن، جنگل، اژدھا درندے اور شیر بستے تھے یہ ہمارے بزرگوں کی محنت، مشقت، اور قربانیوں کا پھل ہے جو آج سرینام جنت نشان ملک بنا ہوا ہے اور سارا ملک سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا ہے یہ پڑھے لکھے لوگ نہ تھے۔ مگر انہوں نے اپنی اولاد کو پڑھایا، ڈاکٹر، وکیل، انجنیئر بنایا اور ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کے قابل بنا کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے، آج سرینام کی باگ ڈور انہی ہندوستانی اور افریقیوں کی اولاد کے ہاتھوں میں ہے جو غلام گرمٹ اور ایبیڑ رہ کی حیثیت سے آئے تھے، آج پچاسوں سال کے بعد ان پر اپنے بزرگوں کو نہیں بھول سکتے، جنہوں نے سرینام کو جنت بنایا خداوند تعالیٰ ان سب بزرگوں کو جوار رحمت میں جگہ دے اور اپنی رحمتیں ان پر نازل فرماتا رہے۔

مذہبی تحریکات

کچھ لوگ پانچ سال گرمٹ کاٹ کر ہندوستان واپس چلے گئے۔ جو باقی بچے انہوں نے یہیں سکونت اختیار کر لی کئی سال تک سرینام میں نہ مسجد تھی نہ مندر، پھر کچھ لوگوں نے مذہب کی ضرورت محسوس کی اور ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ سرینام میں مسجدیں اور مندر بننے شروع ہو گئے، مگر اس کے ساتھ ہی مسلمانان سرینام کے اوپر بے راہ روی کی تند و تیز آندھیاں گھنگھور بادل بن کر چھائی ہوئی تھیں کہنے کو تو کچھ لوگ مسلمانوں کی قیادت کے لئے کھڑے ہو گئے مگر وہی پیر پرستی، تعزیہ پرستی، توہم پرستی، بدرسوم، مسلمانوں کے گلے کا ہار بن کر رہ گئیں اس بھول بھلیاں سے نہ خود وہ نکلتے تھے اور نہ دوسروں کو نکلنے دیتے تھے، کچھ ایسے مولوی بھی تھے جو اپنا اقتدار بڑھانے کے لئے مسلمانوں کے شیرازہ کو پراگندہ کر رہے تھے، یہ ۱۹۲۶ء سے پہلے کا واقعہ ہے۔

انجمن اسلامیہ عالم وجود میں

۱۹۲۷ء میں کچھ نیک مسلمانوں نے مسلمانان سرینام کی زبوں حالی دیکھ کر انجمن بنانے کی تجویز پیش کی، جہاں تک میں نے تحقیقات کی ہے اس وقت تک چند بزرگوں کے نام مل سکے ہیں مثلاً جناب مولوی شیخ احمد علی مرحوم مدیر حقیقت الاسلام اور جناب مولوی عبد الحفیظ خاں صاحب، سردار کرامت علی صاحب مرحوم وغیرہ نے انجمن بنانے کی تجویز پیش کی، مسلمانوں میں جب کوئی انجمن نہ تھی تو مسلمانان سرینام سردار کرامت علی کو اپنا لیڈر مانتے تھے اس لئے سردار کرامت علی مرحوم نے اس تجویز پر کافی توجہ کی، اس جد و جہد میں دو سال گذر گئے۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد اکابرین قوم نے انجمن بنانے کی منظوری دے دی۔ جہاں تک ہو سکا مسلمانان سرینام کی مردم شماری کی گئی اور ماہ نومبر ۱۹۲۹ء میں مسلمانان سرینام کی پہلی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی ماہ فروری ۱۹۳۰ء میں ڈچ گورنمنٹ نے انجمن کو تسلیم کر لیا، اور مسلمانان سرینام کو [illegible] مذہب اسلام کی اشاعت کی اجازت مل گئی، اس لئے انجمن اسلامیہ مسلمانان سرینام کی سب سے پہلی اور پرانی انجمن ہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور سے خط و کتابت

انجمن کے صدر سردار کرامت علی صاحب مرحوم بنائے گئے۔ سردار کرامت علی نے فوراً انجمن حمایت اسلام لاہور سے خط و کتابت کی، اور گذارش کی کہ سرینام میں تبلیغ اسلام کے لئے مبلغ ارسال کیجئے۔

انجمن حمایت اسلام نے جواب دیا کہ ہمارے پاس کوئی ایسا مبلغ نہیں، جو غیر ممالک میں جا کر اشاعت اسلام کا کام کرے۔ اس لئے آپ کا خط احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پاس بھیج دیا گیا ہے۔ یہ لوگ غیر ممالک میں اشاعت اسلام کا کام کرتے ہیں وہ آپ سے پورا تعاون کریں گے، اور اس نیک کام میں آپ کا ہاتھ بٹائیں گے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے خط و کتابت

اس پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے خط و کتابت ہونے لگی۔ انجمن کے قیام کو ابھی ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ مجمع عام میں سردار کرامت علی صاحب نے حمایت اسلام لاہور اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جوابات سنائے، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے لٹریچر آنے لگا، جنہیں ممبران انجمن تقسیم کرتے رہے۔

باہمی اختلافات

انجمن اسلامیہ بننے سے مسلمانان سرینام اسلامی کام کرنے کے لئے مولوی شکر اللہ کے پاس روپیہ جمع کرتے تھے، انجمن قائم ہونے کے بعد مسلمانوں کو تاکید کر دی گئی۔ کہ آئندہ روپیہ انجمن کے خزانچی کے پاس جمع کیا کریں اور جن لوگوں کے پاس مسلمانوں کا روپیہ ہے وہ فوراً انجمن میں جمع کر دیں، کچھ لوگوں نے جمع کرا دیا۔ مولوی شکر اللہ کے پاس بھی کچھ روپیہ نکلتا تھا۔ مگر انہوں نے انجمن میں روپیہ جمع کرانے سے انکار کر دیا، اور انجمن اسلامیہ پر اعتراضات کرنے لگے، ابھی اسلامیہ انجمن نے اپنے آپ کو سنبھالا بھی نہ تھا کہ مخالفت کی گھنگھور گھٹائیں، ایک

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۷۱ء

حضرت مسیح موعودؑ کا جہاد

مسٹر احسان الٰہی ظہیر فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ :-
"کسی بھی بندے کے قدم جہاد کرتے ہوئے غبار آلود نہیں ہوتے مگر جہنم کی آگ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔"

یہ بالکل صحیح ہے، لیکن　　　معلوم ہونا چاہیئے کہ جہاد دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جہاد جو ارشاد الٰہی فَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ کی تعمیل میں کفار کے حملے کے جواب میں قتال کی صورت میں کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کا جہاد اسلام پر اعتراضات کے دفعیہ اور تبلیغ اسلام کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس دوسری قسم کے جہاد کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کبیر قرار دیا ہے، چنانچہ ایک جنگ سے واپسی کے بعد فرمایا رجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر، ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اس ارشاد میں حضور صلعم نے جنگ اور قتال کو جہاد اصغر (چھوٹا جہاد) قرار دیا ہے کیونکہ وہ عارضی طور پر اس وقت ہوتا ہے جب کفار کی طرف سے جنگ کی صورت پیدا ہو لیکن جہاد اکبر (بڑا جہاد) دعوت و تبلیغ اسلام کی صورت میں ہمیشہ جاری رہتا ہے،

جہاں تک انگریزوں کے ساتھ جہاد کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق علمائے اسلام کے فتاوے کتاب "ترجمان وہابیہ" بالتفصیل نقل شدہ موجود　　　ہیں جن میں سب علماء نے انگریزی حکومت کے ساتھ جہاد کو ناجائز قرار دیا ہے اور اسے بغاوت کے نام ..... موسوم کرتے ہوئے قابل سزا ٹھہرایا ہے، یہی مسلک حضرت مرزا صاحب کا بھی تھا، اس لئے یہ کہنا کہ وہ انگریزی حکومت کے آلہ کار تھے اور انہوں نے اس حکومت کے خلاف جہاد کو منسوخ قرار دے کر شریعت اسلام کی خلاف ورزی کی، بالبداہت غلط اور سراسر ناجائز اتہام ہے۔ تمام علمائے اسلام جس چیز کو ناجائز قرار دیں اگر حضرت مرزا صاحب بھی وہی بات کہیں تو ان پر اعتراض کے کیا معنے؟

لیکن حضرت مرزا صاحب نے جہاد کو مطلقاً منسوخ نہیں کیا۔ انہوں نے علمائے اسلام کی تائید میں جہاد اصغر (یا تلوار کے جہاد کو) منسوخ قرار دیتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں جہاد اکبر کو جاری رکھا، علمائے اسلام تو صرف تلوار کے جہاد کو ناجائز قرار دے کر خاموش ہو کر بیٹھ گئے لیکن حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں (جو انگریزوں کا مذہبی نام ہے) ہندوؤں کے مختلف فرقوں (آریہ سماج، سناتن دھرم اور دیو سماج ؟) اور نیچریوں اور دہریوں کے ساتھ جہاد جاری رکھا، اور ان کے اعتراضات اور حملوں کا جواب دیتے ہوئے اسلام کی مدافعت میں وہ بیش بہا لٹریچر پیدا کیا جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

غور کرنا چاہیئے کہ اگر حضرت مرزا صاحب انگریز کے آلہ کار تھے تو کس طرح وہ ان کے مذہب پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ مذہب پر ہی نہیں بلکہ انگریزی حکومت کی خیر خواہی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اسکے بنائے ہوئے قوانین پر کھلے طور نکتہ چینی بھی کی اور لکھا کہ :-

"ہم اس (گورنمنٹ) کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے اور نہ اس کے قوانین بنانے کا اصول رعایا کی کثرت رائے ہے گورنمنٹ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی کہ وہ اپنے قوانین میں غلطی نہ کرے اگر ایسے ہی قوانین محفوظ ہوتے تو ہمیشہ نئے نئے قانون کیوں بنتے رہتے۔"　　(نور القرآن صفحہ ۳)

اور آگے چل کر یہ بھی لکھا کہ :-

"اس مذہب کے لشکری لوگ جو بباعث حفظ قوت راہبانہ زندگی بھی بسر نہیں کر سکتے بلکہ شہوت کی جنبش دینے والی شرابیں پیتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ خوراکیں کھاتے ہیں نا سپاہیانہ کاموں کے بجا لانے میں چست و چالاک رہیں جیسے گوروں کی پلٹن وہ کیونکر بدکاریوں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہیں .... انجیل میں ایسے مجردوں کا کچھ علاج لکھا تھا تو پھر کیوں سرکار انگریزی نے ایکٹ چھاؤنی ہائے نمبر ۱۳ ۱۸۸۹ء جاری کر کے یہ انتظام کیا کہ گورے سپاہی فاحشہ عورتوں کے ساتھ خراب ہوا کریں یہاں تک کہ سر جارج رائٹ صاحب کمانڈر انچیف افواج ہند نے ماتحت حکام کو ترغیب دلائی کہ ایسی خوبصورت اور جوان عورتیں گوروں کی زناکاری کے لئے بہم پہنچائی جائیں، یہ ظاہر ہے کہ اگر ایسی ضرورتوں کے وقت جنہوں نے حکام کو ان قابل شرم تجویز وں کے لئے مجبور کیا انجیلوں میں کوئی تدبیر ہوتی تو وہ حلال طریق کو چھوڑ کر ناپاک طریقوں کو اپنے بہادر سپاہیوں میں رواج نہ دیتے۔"

اور اس کے ساتھ ہی اسلام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ :-

"اسلام میں کثرت ازدواج کی برکتوں نے ہر ایک زمانہ میں سلاطین کو ان ناپاک تدبیروں سے بچا لیا، اسلامی سپاہی نکاح سے اپنے تئیں حرامکاری سے بچا لیتے ہیں۔"

(نور القرآن حصہ دوم ص ۵۲)

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے حضرت مرزا صاحب کا جہاد، کہ عیسائی پادری کے ناپاک حملہ کے جواب میں حضرت نبی کریم صلعم کی مدافعت کرتے ہوئے انگریزی حکومت کے فوجی قوانین پر نکتہ چینی بھی آپ نے کی۔ کیا کسی مولوی، کسی عالم یا بڑے سے بڑے قومی لیڈر کو یہ جرأت ہوئی کہ رسول کریم صلعم کی ذات اقدس پر پادریوں کے ناپاک حملوں کا جواب دیتا اور اس ضمن میں انگریزی حکومت کے فوجی قوانین کے نقائص بیان کر کے اپنی جرأت ایمانی کا ثبوت دیتا؟

یہ حضرت مرزا صاحب ہی تھے جنہوں نے انگریز کے مذہب کی خامیوں کو کھلے طور پر بیان کر کے اسلام کی برتری اور فضیلت ثابت کی، یہ نہ کہیئے کہ انگریز حکام کو اپنے مذہب کے ساتھ لگاؤ نہ تھا، ..... وہ تو عیسائیت کو پھیلانا اپنی سلطنت کا اصل مقصد سمجھتے تھے، چنانچہ ۱۸۶۲ء میں انگلستان کے وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن نے پادریوں کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے صاف طور پر کہا کہ

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں، یہ ہمارا فرض ہی نہیں خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے، فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں۔"[1]

ایسا ہی سر ڈونلڈ میکلوڈ لفٹننٹ گورنر پنجاب نے یہ اعلان کیا کہ

"میں اپنے اس یقین کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سرزمین ہند میں اپنی سلطنت کا تحفظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ ملک عیسائی ہو جائے۔"[2]

انگریز حکام کے ان اعلانات کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود کا عیسائیت کے لئے سینہ سپر ہو جانا اور عیسیٰ پرستی کے خلاف ایسے زبردست اعتراضات کرنا جنہوں نے عیسائی پادریوں کے منہ توڑ دیئے کیا جہاد اکبر سے کم حیثیت رکھتا ہے؟

یہی نہیں حضرت مرزا صاحب نے انگریزوں کو کھلے لفظوں میں دجال قرار دیا، اور صاف طور پر لکھا کہ :-

"اب اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ علامات خاصہ دجال کی انہی لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ انہی لوگوں نے مکروں اور فریبوں کا اپنے وجود پر خاتمہ کر دیا ہے اور دین اسلام کو وہ ضرر پہنچایا ہے جس کی نظیر دنیا کے ابتدا سے نہیں پائی جاتی اور انہی لوگوں کے متبعین کے پاس وہ گدھا (خر دجال) بھی ہے جو دخان کے زور سے چلتا ہے جیسے بادل ہوا کے زور سے اور انہی لوگوں کے متبعین زمین کو آباد کرتے جاتے ہیں اور جس ملک ویران پر قبضہ کرتے ہیں اس کو کہتے ہیں کہ تو اپنے خزانے باہر نکال، تب ہزار ہا وجوہ تحصیل مال کی اس ملک سے نکال لیتے ہیں، زمین کو آباد کر دیتے ہیں لیکن وہ تمام خزائن انہی کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور انہی کے ملک کی طرف وہ روپیہ کھنچا ہوا چلا جاتا ہے مثلاً ملک ہند کے خزانے یورپ کی طرف حرکت کر رہے ہیں، اس بات کو کون نہیں جانتا کہ یورپ کے لوگ اپنے ان خزائن کو نکالتے ہیں اور پھر اپنے ملک کی طرف روانہ کر دیتے ہیں۔"　(ازالہ اوہام حصہ دوم طبع اول ص ۷۳۱)

کیا کسی مولوی، ملا کو یہ جرأت ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب کے ہم نوا ہو کر یا از خود انگریزوں کو دجال اور ان کی ریل کو خر دجال قرار دیتا؟ باوجود اس کے یہ کہنا کہ مرزا صاحب انگریزوں کے آلہ کار اور جہاد کے منکر تھے، کس قدر بہتان عظیم ہے، کیا انگریزوں نے ایسے ہی شخص کو آلہ کار بنانا تھا جو انکی سلطنت کے مقصد حقیقی (عیسائیت) پر تابڑ توڑ حملے کر کے اس کی دھجیاں بکھیر دے؟ پھر کیا اس کو آلہ کار بنا کر

[1] THE MISSIONS BY R. CLARK LONDON 1904. P234.
[2] " " " " " " " " P247

کوئی انعام بھی انہیں دیا۔ دوسرے لوگوں کو جنہوں نے انگریزی حکومت کے حق میں خوشامدانہ تحریریں شائع کیں بڑے بڑے انعامات دیئے گئے، سر سید احمد کو سر کا خطاب دیا گیا، مولوی نذیر احمد، شبلی نعمانی محمد حسین آزاد، مولوی ذکاء اللہ وغیرہ کو شمس العلماء کے خطابات دیئے گئے اور کئی دوسرے لوگوں کو خانصاحب، خان بہادر وغیرہ کے خطابات سے نوازا گیا، کئی لوگوں کو زمینیں اور مربعے دیئے گئے، مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھی چار مربعے عطا ہوئے لیکن مرزا صاحب کو کیا ملا؟ اور انہوں نے کب انگریز کی دی ہوئی آزادیٔ مذہب کو انہوں نے نعمت عظمیٰ سمجھ کر بطور شکرانہ ایسی حکومت کی وفاداری کی تلقین کی، جیسا کہ دوسرے علماء اور لیڈران قوم تلقین کرتے رہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ان کو دجّال بھی کہا اور ان کے مذہب کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور اپنے اس عمل سے فرمودہ نبوی یکسر الصلیب کو (جو مسیح موعود کی علامات میں سے ہے) پورا کر دیا۔ مولویوں نے اس زمانہ میں کبھی آپ کو دم نہ لینے دیا اور مولوی محمد حسین اور دوسرے علماء آپ کو مہدی سوڈانی سے زیادہ خطرناک کہکر انگریزوں کے کان بھرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز پادریوں کی طرف سے اقدام قتل کا مقدمہ آپ پر بنایا گیا، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی بریت کی، نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے آپ کو "خطرناک مذہبی جنونی" قرار دیا، محض اس وجہ سے کہ آپ نے اللہ سے علم پا کر عیسائی پادری عبداللہ آتھم کی (جس نے رسول کریم صلعم کے بارہ میں ناپاک الفاظ استعمال کئے تھے) موت کی پیشگوئی کی اور اس کو اسلام کی صداقت کا نشان قرار دیا۔

حضرت مرزا صاحب وہ مجاہد اعظم ہے جس نے ۱۸۹۲ء میں برطانیہ کی فرمانروا ملکہ وکٹوریہ کو جسے حامیٔ دین عیسائیت کہا جاتا تھا مخاطب کر کے تلقین کی کہ:۔

"اے ملکہ! توبہ کر اور اس ایک خدا کی اطاعت میں آ جا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ شریک اور اس کی تمجید کر، کیا تو اس کے سوا کوئی اور معبود دیکھتی ہے جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ خود مخلوق ہیں اے زمین کی ملکہ اسلام کو قبول کر تا کہ تو بچ جائے تو مسلمان ہو جا۔"

اور پھر تمام جہان کو یہ دعوت دی:۔

"اے تمام وہ لوگو! جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو، جو مشرق و مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی صرف وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ وسلم ہے (تریاق القلوب صـ)

حیرت ہے کہ اسلام کے اس جری سپاہی اور حامی دین متین کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ انگریز کا آلۂ کار اور جہاد کا منکر تھا، حالانکہ حضرت مرزا صاحب ہی اس زمانہ میں ایک ایسا انسان ہوا جس نے عملاً اسلام کی مدافعت میں وہ جہاد اکبر کیا جس کی نظیر گذشتہ زمانوں میں نظر نہیں آتی کاش مخالف مولوی صاحبان اور ان کے ہم نوا بغض و تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھیں اور سنجیدگی کے ساتھ ان کارناموں پر نظر ڈالیں جو حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی تائید اور غیر مذاہب بالخصوص انگریز کے مذہب (عیسائیت) کے خلاف جہاد کرتے ہوئے سر انجام دیئے۔

احباب سے گذارش

پیغامِ صلح۔ لائٹ اور ریویو اسلام تینوں ہماری جماعت کے قومی اخبار ہیں، ان کی توسیع اشاعت ہر احمدی کا قومی فرض ہے، ضرورت ہے کہ آپ ان جرائد کو اردو، انگریزی پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچا کر انہیں خریدار بنانے کی کوشش کریں یا غیر مستطیع لوگوں کے لئے خود چندہ سالانہ دے کر ان کے نام جاری کرائیں تاکہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پھیلے ہوئے غلط الزامات کا ازالہ ہو سکے۔

کلامِ امامؑ

اے ہوش و عقل والو یہ غیرت کا ہے مقام
چالاکیاں تو ہیچ ہیں تقویٰ سے ہو دیں کا کام
بڑھ کے ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اس کا سب رہا

اخبار و افکار

نئی پود کی یاس و ناامیدی کا علاج

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ایس اے رحمان صاحب نے اسلامیہ کالج قصور میں تقریر کرتے کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے

"نئی پود میں یاس و ناامیدی کی جو فضا پائی جاتی ہے، اس کی بڑی وجہ مسجد سے ہمارے رابطہ کا انقطاع ہے۔ اور موجودہ بحران سے نکلنے کے لئے ہمیں مسجد کو مرکز بنانا ہوگا اور اپنے سماجی، اقتصادی، تعلیمی تہذیبی اور مذہبی تمام امور اسلام کے مطابق طے کرنے ہوں گے۔"

بجا ارشاد فرمایا، فی الحقیقت مسجد ہی مسلمانوں کے لئے ہر قسم کی ترقیات کا موجب ہو سکتی ہے اور مسجد کے ساتھ رابطہ پیدا ہونے سے نئی پود کی یاس و ناامیدی دور ہو سکتی ہے بشرطیکہ پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے مسجد کو مرکز بنایا جائے اور مساجد کی امامت ان لوگوں کے سپرد ہو، جو ہر قسم کے مسائل کو اسلام کے مطابق حل کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ مساجد سے موجودہ انقطاع اور نئی پود کی یاس و ناامیدی کی وجہ یہی ہے کہ مساجد کی امامت ان لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو نہ اسلام سے پورے طور پر واقف ہیں، نہ ہی پیش آمدہ مسائل کو صحیح طور پر حل کر سکتے ہیں علاوہ ازیں نئی پود کی توجہ مسجد کی طرف منعطف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری اعلیٰ سوسائٹی کے لوگ بھی مسجد کی طرف رُخ کریں اور کم از کم پنجگانہ نمازوں میں شامل ہو کر نئی پود کے لئے ترغیب و تحریص کا موجب ہوں۔

طلباء و طالبات کی بے ہنگم فیشن پرستی

محکمہ تعلیم پنجاب نے گورنر پنجاب کی ہدایت پر تعلیمی اداروں کو ایک سرکلر بھیجا ہے جس میں اس بات کی شکایت کی گئی ہے کہ:

"تعلیمی اداروں میں طلباء و طالبات کی ایک کثیر تعداد اس بے ہنگم فیشن سے متاثر ہو رہی ہے جو معاشرتی اقدار کے لئے باعث تشویش ہے اور اس سے دانش گاہوں کا تقدس مجروح ہونے کا احتمال ہے"

"احتمال" ہی نہیں دانش گاہوں کا تقدس نہ صرف بے ہنگم فیشن کی وجہ سے بلکہ ان فحشانہ حرکات کی وجہ سے بھی جو طلباء و طالبات کی طرف سے آئے دن سرزد ہوتی ہیں، تباہ و برباد ہو چکا ہے یہ نتیجہ ہے زیادہ تر مخلوط تعلیم اور ان مناظر کا جو سینماؤں کے اندر دکھائے جاتے ہیں اور یہ صرف طلباء و طالبات تک ہی محدود نہیں عام طور پر نوجوانوں میں (پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ) سینماؤں کے ناپاک اثرات اس طرح سرایت کر چکے ہیں کہ ان کا ازالہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتا کہ سینماؤں میں دکھائے جانے والے فلموں میں ناپاک مناظر کے بجائے پاکیزگی اور تقدس کا رنگ پیدا کیا جائے، کیا حکومت اس سلسلہ میں کوئی قدم اٹھانے کے لئے تیار ہے؟

دُنیا کے مسائل کا حل قرآن میں

مسٹر جسٹس ذکی الدین پال جج ہائی کورٹ لاہور نے ایم اے او کالج کے طلبائے قدیم کی ایک تقریب میں فلسفۂ قرآن کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "قرآن کی تعلیمات پر عملدرآمد کیا جائے تو دنیا کو درپیش تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔"

یہ وہ حقیقت ہے، جس کی طرف حضرت مجدد زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام آج سے تقریباً ایک صدی پہلے توجہ دلا چکے ہیں اور آپ کی کتابوں میں اور جماعت احمدیہ کے تمام لٹریچر میں بار بار اسی امر کو دہرایا جاتا رہا ہے کہ قرآن کریم میں دنیا کے تمام مسائل کا حل موجود ہے! پر عمل درآمد کرانے سے مسلمان ہر طرح کامیاب اور سرخرو ہو سکتے ہیں، حضرت مجدد زمان کا ایک ہی شعر اس حقیقت کی پورے طور پر نشاندہی کرتا ہے ؎

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

افسوس ہے کہ مسلمان قرآن کریم کو چھوڑ کر مغربی فلسفہ اور ادھر ادھر کی روایات میں کھو گئے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے، علامہ ڈاکٹر اقبال نے سچ فرمایا تھا ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (منیجر)

سورہ کوثر کی دو عظیم الشان پیشگوئیاں

(۱) حضرت نبی کریم صلعم کی شاندار کامیابی اور (۲) دشمنوں کی دائمی ناکامی

دونوں پیشگوئیاں آنحضرت صلعم کی زندگی میں پوری ہوئیں اور ہمیشہ پوری ہوتی رہیں گی

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء

فرمودہ

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر　(سورۃ الکوثر ۱۰۸)

سورۃ الکوثر کی اہمیت

یہ سورۃ جو سورۃ الکوثر کے نام سے مشہور ہے قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورۃ ہے۔ یہ سورۃ صرف تین آیات پر مشتمل ہے۔ گویہ سب سے چھوٹی سورت ہے لیکن اپنے مطالب کے لحاظ سے جامع سورۃ ہے اگر اس کے مطالب پر غور کی نظر ڈالی جائے تو وہ نہایت ہی ایمان افروز امور کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس میں دو نہایت ہی عظیم الشان پیشگوئیاں مذکور ہیں۔ ایک پیشگوئی کا تعلق حضرت نبی کریم صلعم کی دائمی شاندار کامیابی سے ہے اور دوسری کا تعلق آنحضرت صلعم کے دشمنوں کی دائمی ناکامی سے ہے۔ ان دو پیشگوئیوں کے علاوہ اس میں انفرادی اور قومی ترقی کے دو گر بھی بتلائے گئے ہیں جن پر اگر مسلمان باقاعدگی سے عامل رہیں تو ان کی دنیاوی اور اخروی　دونوں زندگیاں سنور جائیں۔

مکی زندگی کی مشکلات

حضرت نبی کریم صلعم کی مکی زندگی میں جن مشکلات کا سامنا تھا اور جن مصائب سے آنجناب صلعم دوچار رہتے تھے وہ کسی مؤرخ سے مخفی نہیں۔ حالات یہ تھے کہ ساری قوم آنحضور صلعم کی دشمنی میں حد سے تجاوز کر گئی تھی، صرف آنجناب کی ایذا کے ہی درپے نہ رہتی تھی بلکہ آنجناب صلعم پر ایمان لانے والوں کو جن اذیتوں کا نشانہ بناتے رہتے تھے وہ بھی آنحضور صلعم کے لئے ذہنی کوفت کا ذریعہ بنا رہتا تھا۔ دشمن اپنی دشمنی میں تمام اخلاقی حدود کو پھاند چکا تھا۔ مظلوم اور بے کس عورتیں تک بھی ان کے مظالم سے محفوظ نہ تھیں۔ چاروں طرف سے مصائب اور تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے لیکن حضرت نبی کریم صلعم اور حضور کے چند ساتھی صبر و تحمل سے ان تکالیف کو برداشت کرتے چلے جا رہے تھے۔ ان کی درندگی کا خوف مسلمانوں پر اس قدر طاری تھا کہ خدا کی عبادت بھی علانیہ نہیں کر سکتے تھے۔ نماز چھپ چھپ کر ادا کی جاتی تھی، علانیہ اسلام کا نام لینا گویا موت کو دعوت دینا تھا، خوف کی حالت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ اگر کوئی شخص باہر سے آنحضور صلعم کا دعوئے نبوت سن کر تحقیق کے لئے مکہ آتا تھا تو وہاں کے لوگوں کی خطرناک ذہنیت کا مشاہدہ کر کے جو یہ لوگ حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق رکھتے تھے آنحضور صلعم کا پتہ دریافت کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔

ابوذر غفاریؓ کا اسلام اور سرداران قریش کا انکے ساتھ سلوک

چنانچہ ابوذر غفاری رضؓ کا ہی واقعہ ہے کہ ان کو جب حضرت نبی کریم صلعم کے دعویٰ کا علم ہوا تو وہ برائے تحقیق مکہ میں آئے کئی دن تک سرگردان پھرتے رہے لیکن کسی سے دریافت کرنے کی جرأت نہ کر سکے حضرت علی رضؓ روزانہ انہیں سرگردان دیکھتے رہے آخر انہیں خیال آیا کہ اس شخص سے دریافت کیا جائے کہ یہ کس شخص کو ملنا چاہتا ہے دریافت کرنے پر انہوں نے حضرت علیؓ کو اپنا اصل مقصد بتلایا حضرت علی رضؓ نے انہیں کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ میں تمہیں اس مدعی تک پہنچا دیتا ہوں اگر راستہ میں مجھے کوئی ایسا شخص نظر آیا جس سے کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ ہوا تو میں ایک طرف ہٹ کر پیشاب کے لئے بیٹھ جاؤں گا تم آگے چلے جانا میں نہیں آؤں گا۔ اس طرح ابوذر غفاری حضرت نبی کریم صلعم تک پہنچے اور مسلمان ہو گئے۔

مسلمان ہوتے ہی انہوں نے خانہ کعبہ میں آکر اپنے مسلمان ہونے اعلان کر دیا جس پر سرداران قریش نے ان کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور اس قدر مارا کہ قریب تھا کہ وہ مرجاتے لیکن حضرت عباس رضؓ نے یہ کہکر خلاصی دلوائی کہ اے مکہ والو! تمہارے تجارتی قافلے ان کے قبیلہ سے ہو کر گذرتے ہیں اگر تم نے ان کو ماردیا تو اس کا قبیلہ تمہارا تجارتی راستہ بند کر دے گا۔

حضرت نبی کریم صلعم کے غریب ساتھیوں کے ساتھ صنادید قریش کا حقارت آمیز سلوک

ظاہر ہے کہ آنحضور صلعم کے پاس نہ مال تھا کہ وہ لوگوں کے لئے آنحضور صلعم کے پاس آنے کے لئے موجب کشش ہوتا نہ جتھا تھا کہ جس کے رعب سے دشمن مرعوب ہو کر ایذا رسانی سے باز آجاتے۔ صرف چند لوگ آنحضور صلعم پر ایمان لائے تھے اور ان میں بھی بیشتر غریب تھے جن کے پاس بیٹھنا بھی سرداران قریش اپنی ہتک یقین کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن بعض سرداران آنجناب صلعم کے پاس گفتگو کرنے کے لئے آئے اثنائے گفتگو میں اتفاقاً ایک صحابیؓ ابن ام مکتوم جو نابینا تھے حضور صلعم کے پاس تشریف لے آئے تو اس سردار نے جو آنحضور صلعم سے گفتگو کر رہا تھا تیوری چڑھائی اور بیچ اپنے ساتھیوں کے واپس چلا گیا۔ قرآن کریم کے الفاظ عبس و تولی جہاں تک میں سمجھتا ہوں اسی سردار کے حق میں استعمال ہوئے ہیں۔

سفر طائف اور طائف والوں کی بدسلوکی

صحابہ رضؓ کی تکلیف اور ناقابل برداشت مصائب کو دیکھ کر حضرت نبی کریم صلعم نے صحابہ رضؓ کو حبشہ کی طرف ہجرت کو جانے کا ارشاد فرمایا تھا تا وہ وہاں امن کی زندگی بسر کر سکیں۔ اسی طرح آنحضرت صلعم خود مکہ والوں کی بے رخی کو دیکھ کر طائف تشریف لے گئے اس امید پر کہ وہاں حق کے انصار میسر آجائیں گے مگر یہ لوگ مکہ والوں سے بھی بڑھ کر بدسلوکی سے پیش آئے چند لونڈوں کو پیچھے لگا دیا جو گالیاں دیتے ہوئے اور پتھراؤ کرتے ہوئے آنحضور صلعم کو شہر سے باہر نکال آئے۔

پتھراؤ سے آنحضور صلعم لہولہان ہو گئے اور شہر سے باہر ایک باغ میں پہنچکر سانس لیا۔ اس وحشیانہ اور بہیمانہ سلوک کو دیکھ کر آنحضور صلعم کا دل بھر آیا اور متواتر اور مسلسل اس قدر شدید تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے آخر آنحضور صلعم اللہ تعالے کے حضور اس باغ میں خاص التجا کرنے پر مجبور ہو گئے۔

متیٰ نصر اللہ کے نعرہ کا وقت

دشمنوں کے ظلم وستم کو برداشت کرتے کرتے آخر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ خود رسول بھی متیٰ نصر اللہ کی صدا بلند کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ایسے وقت کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے:-

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متیٰ نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب (البقرہ ع۲۶)

کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر ابھی وہ حالات نہیں آئے جو ان لوگوں پر آئے تھے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں ان کو ہر قسم کے دکھ اور تکلیف اور ضرر رساں حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور

ان پیش آمدہ مصائب نے ان کو ہلا دیا تھا یہاں تک کہ خود رسول بھی اور آپؐ کے ساتھ ایمان لانے والے بھی سب پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی کان کھول کر سب سن لو کہ اللہ کی مدد یقیناً قریب ہی ہے، ظلم و ستم جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اپنے رسول مقبول اور اس کے ساتھیوں کے دل خدا کی نصرت کو پکارنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ القاء الٰہی کے نتیجہ میں ہوتا ہے چنانچہ طائف والوں کے سلوک نے حضرت نبی کریم صلعم کے دل کو اس پکار پر آمادہ کر دیا، سو بارش میں حضورؐ نے الٰہی مدد کے لئے خاص الحاح سے دعا کی جس کے نتیجہ میں الا ان نصر اللّٰہ قریب کے وعدہ الٰہی کے مطابق نصرت کے سامان پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

حج کے موقعہ پر مدینہ والوں سے ملاقات

چنانچہ حج کے موقعہ پر جب مدینہ سے چند لوگ مکہ میں حج کے لئے آئے اور اس موقعہ پر ان کی ملاقات حضرت نبی کریم صلعم سے ہو گئی اور آئندہ سال وہ اپنے ساتھ کچھ اور لوگ بھی لائے وہ بھی مسلمان ہو گئے حضرت نبی کریم صلعم نے ایک صحابی کو ان کی تعلیم کے لئے مدینہ روانہ کر دیا اور بالآخر جب مکہ والوں نے حضرت نبی کریم صلعم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو اس کے نتیجہ میں مدینہ میں آہستہ آہستہ اسلام پھیلنا شروع ہو گیا

سورۃ الکوثر کے نزول کا وقت اور قرآن کریم کا کوثر میں داخل ہونا

مکہ میں یہ تکلیف دہ حالات تھے کہ سورۃ الکوثر نازل ہوتی ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم کو کوثر عطا کرنے کا وعدہ دیا جاتا ہے کوثر کے معنی الکثیر من کل شئی کے ہیں یعنی ہر چیز کی کثرت اس عطا میں حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ وعدہ کیا جا رہا ہے کہ اے رسول! ہم نے آپ کو ان تمام ذرائع کی کثرت عطا کر دی ہے جن سے آپ کا مشن کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے اس وعدہ کو ماضی کے لفظ سے ادا کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ضرور بالضرور آپ کو یہ تمام ذرائع میسر آ جائیں گے اور پھر اے رسول! ان تمام نعمتوں سے تمہیں نوازا جائے گا جن سے خدا کے مقبول اور پیارے بندے نوازے جاتے ہیں، سب سے بڑی نعمت تو دین ہے سو ہم نے دین کو اے رسول! تمہارے ہاتھ پر مکمل کر دیا ہے فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا یعنی آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور دین کی شکل میں جو نعمت انسانوں کو ملتی چلی آ رہی تھی اسے آپؐ کے ذریعہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے اور دوسرے اتممت علیکم نعمتی کے معنے یہ ہیں کہ دین کی تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جو انعام انسان کو مل سکتا ہے وہ بھی اب مکمل شکل میں اس دین کی کامل پیروی کرنے والوں کو ملتا رہے گا اور اب دنیا کے لئے اسلام کو ہی ہم نے بطور دین پسند کیا ہے باقی دین اب اس قابل نہیں رہے کہ خدا کی خوشنودی اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکیں یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے سب سے پہلے قرآن کریم کو ہی کوثر میں داخل کیا ہے۔

کوثر کے ماتحت دوسری نعمت

دوسری نعمت جو کوثر کے وعدہ کے تحت آنحضور صلعم کو عطا کی گئی ہے وہ حضورؐ کے نفس میں تزکیہ کی قوت تھی اور یہ قوت بے نظیر تھی کسی سابق نبی کو اس شدت کی قوت تزکیہ عطا نہیں کی گئی جس شدت کی قوت تزکیہ حضرت نبی کریم صلعم کو عطا کی گئی اسی قوت تزکیہ کی طفیل آنحضور صلعم کے ہاتھ پر جو لوگ مسلمان ہوئے وہ زمینی سے آسمانی بن گئے اور انہوں نے فرشتوں سے جا ہاتھ ملائے بدیوں سے نفرت اور نیکیوں سے محبت ان کے دلوں میں رچ گئی۔

ایسے پاک باز اور صدق و صفا سے بھرے ہوئے ساتھیوں کی بہت بڑی جماعت آنحضور صلعم کو میسر آ گئی اسی لئے مفسرین نے کوثر میں اتباع النبی صلعم کو بھی شامل کیا ہے۔

اس پاک جماعت نے دین کے لئے جس جانثاری کے نمونے چھوڑے ہیں تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی) پھر انجام کار آنحضور صلعم کی کامیابی کا وعدہ اور دشمنوں کی ناکامی اور نامرادی کا وعدہ بھی کوثر میں داخل کیا گیا ہے اسی قسم کے عظیم الشان وعدوں کو سن کر ہی کفار آنحضرت صلعم کو نعوذ باللہ مجنون کا لقب دیا کرتے تھے کیونکہ سمجھتے تھے کہ یہ شخص بے یار و مددگار ہے نہ اس کے پاس جتھہ ہے اور نہ مال ہے، اور مقابل میں ہم سب طاقتوں کے مالک ہیں تو جہاں تک مادی اور دنیاوی سامانوں کا تعلق ہے یہ کس طرح ہم پر غالب آ سکتا ہے یہ دعاوی تو نعوذ باللہ محض مجنونانہ بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

قیامت تک کوثر کا دامن پھیلا ہوا ہے

چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اس لئے کوثر کے وعدہ کا دامن بھی قیامت تک پھیلا رہے گا چنانچہ دیکھ لو کہ حضرت نبی کریم صلعم صرف عرب پر ہی غالب نہ آئے بلکہ حضورؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے کسریٰ اور قیصر کی حکومتوں کو بھی تہ و بالا کر دیا صرف یہیں تک نہیں بلکہ فتوحات اسلامیہ نے یورپ، ایشیا، افریقہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ان تمام براعظموں میں اسلامی جھنڈا لہرانے لگ پڑا مسلمان جب تک اسلام کی تعلیم پر حقیقی معنوں میں عامل رہے کامیابی ان کے قدم چومتی رہی جب انہوں نے خود خدائی ہدایات پر عمل چھوڑ دیا تو زوال اور ادبار کے بادلوں میں یہ گھر گئے۔ بہرحال کوثر میں امت کے تمام علماء ربانی۔ مجددین۔ محدثین۔ اولیاء سب شامل ہیں جو اسلامی تعلیم کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بنے رہے۔

ایک خاص شخص کے ظہور کی پیشگوئی

کوثر کے عطا کے وعدہ میں ایک خاص عطاء کا ذکر بھی مفسرین نے کیا ہے چنانچہ وہ کوثر کے مختلف معانی میں ایک یہ معنی بھی لکھتے ہیں الرجل الکثیر العطاء والخیر یعنی آنحضور صلعم کی امت میں ایک خاص شخص پیدا ہوگا جس کے پاس خیر کے خزانے ہوں گے اور وہ عطا کے ذریعہ ان خزانوں سے لوگوں کی جھولیاں بھر دے گا۔ احادیث صحیحہ نے اس امتی کو مسیح اور مہدی کے لقب سے پکارا ہے چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ جب مسلمان علمی لحاظ سے تہی دست نظر آ رہے تھے اور قرآنی علوم سے ان کو اس قدر دوری ہو گئی تھی کہ دشمنوں کے اعتراضات کا وہ جواب دینے سے قاصر تھے تو خدا کی طرف سے اس خاص امتی کو مسیح اور مہدی کا لقب دیکر مبعوث کیا گیا جس نے نہ صرف تمام اعتراضات کو صاف کر دیا بلکہ قرآنی حقائق و معارف کا دریا بہا دیا و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کے ماتحت اس خیر سے لوگوں کی جھولیاں بھر دیں اور صاف فرمایا

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے

لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اور قرآن کریم پر تدبر کی راہ کھول دی جس سے اب مسلمان فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے اس مامور من اللہ کو دل سے قبول نہیں کیا اس لئے بعض جگہوں پر ٹھوکر...... کھا جاتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم کی آیت انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلعم کے دین کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھا لیا ہوا ہے اور اس کا ذریعہ آیت استخلاف میں بتلا دیا کہ آنحضور صلعم کے خلفاء یعنی نائبین کے ذریعہ سے یہ کام لیا جائے گا اور حدیث میں ان خلفاء کا نام مجدد رکھا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ چودہ سو برس سے اسی ذریعہ سے دین کی حفاظت ہوتی چلی آ رہی ہے اور اس زمانہ میں مجدد اعظم و خاتم الخلفاء حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کے ذریعہ اس کی برتری کے سامان پیدا کئے گئے جس نے تمام ادیان پر اسلام کو غالب کر کے دکھلا دیا جس کا عملی ثبوت تمام دنیا نے جلسہ مذاہب اعظم کے موقعہ پر مشاہدہ کر لیا۔

دشمنوں کی تباہی

حضرت نبی کریم صلعم کی عظیم الشان کامیابی جس شان سے پوری ہوئی ہے اور ہوتی چلی آ رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے اسی طرح دوسری پیشگوئی بھی یعنی دشمنوں کی تباہی اور ناکامی کی پیشگوئی بھی حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ سے لے کر آج تک پوری ہوتی چلی آ رہی ہے اس زمانہ میں علمی مقابلہ ہے اس میں ان شانئک ھو الابتر کے ماتحت جس قدر اسلام کے دشمنوں کو پسپائی سے دوچار ہونا پڑا ہے وہ بھی سب کے مشاہدہ میں آ چکا ہے۔ شانئ ایسے دشمن کو کہتے ہیں جو عداوت اور بغض میں حد سے بڑھ گیا ہو اس زمانہ میں آدیوں میں سے پنڈت لیکھرام شانئ کے لفظ کا مصداق تھا جو خدا کے مسیح کی پیشگوئی کے مطابق ہلاکت کے گڑھے میں گرا اور امریکہ میں ڈوئی اس لفظ کا مصداق پیدا ہوا وہ بھی حضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق ذلت و رسوائی کا منہ دیکھتے ہوئے آخر تباہی و بربادی سے دوچار ہوا۔

کامیابی کے گر

حضرت نبی کریم صلعم کو کوثر کے دیئے جانے کے وعدہ کے بعد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش تم پر ہو تو خدا کو بھول نہ جانا بلکہ محض اپنے رب کی خوشنودی کے لئے نمازوں میں مشغول رہنا اور اپنے قیمتی سے قیمتی اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرنا۔ اسلام کے دو ہی ستون ہیں جن پر اسلام کی ساری عمارت کھڑی ہے ایک ستون تو عظمت اللّٰہ کا ہے اور دوسرا ستون شفقت علیٰ خلق اللّٰہ کا ہے سو ان دونوں ستونوں کو تھامے رکھنے کی تلقین فرمائی کہ دلوں میں خدا کی عظمت کو

باقی برہ اے کالم ۲

غلام نبی مسلم

حضرت مسیح موعود مجدد صد چہاردہم
راہِ حق میں بے نظیر صبر و استقامت

اس مضمون کی تین اقساط قبل ازیں ۴، ۷، ۱۸ نومبر ۱۹۷۰ء کے پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہیں، یہ اسی مضمون کی چوتھی قسط ہے:

مولانا شبلی نعمانی نے مجدد زمان کی تیسری علامت یہ بتائی ہے کہ اس نے حق پر غیر معمولی صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا ہو۔ راہ حق پر صبر و استقامت ہی کلیدِ کامرانی ہے۔ جن لوگوں کو مسیح موعود مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا زمانہ دیکھنا نصیب ہوا ہے یا جنھوں نے آپ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ نے جہادِ اسلام اور تبلیغ دین میں جو قوتِ ارادت ثابت قدمی دکھائی اس کی مثال ہم عصروں کے علاوہ گذشتہ چند صدیوں میں کم ہی ملتی ہے۔ اور آپ نے اپنے نبی متبوع حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل کا کامل نمونہ پیش کیا

بکارِ دیں نترسم از جہانے
کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
دریں راہ گر کشندم در بسوزند
نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ
نباشد نیز شایانِ محمدؐ

یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ حق پر استقامت اپنے مقصد کی عظمت اور مخالفت کی شدت اور نوعیت سے جانچی جا سکتی ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور سیرت کا یہی پہلو ہے جس میں آپ ہمعصروں اور اکثر ماموران اُمت میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے حضرت مرزا صاحب کے بچپن ہی میں مسلمانوں کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔ دولت کی جگہ غربت علم کی جگہ جہالت، دین کی جگہ لادینیت۔ اخلاق عالیہ کی جگہ سفلہ پن نے لے رکھی تھی ملک کے انگریز حکمران اور غیر مسلم اکثریت اپنی اپنی مصلحت اور صدیوں پر مبنی دشمنیوں اور نفرت کی بنا پر اس ملک سے اسلام اور مسلمان کا نام مٹا دینے تک آمادہ تھی۔ اسلام پر حملے ہو رہے تھے، اور مسلمان حکمران قوم کی اسلام دشمنی کے خوف، مغربیت اور اسلامی تعلیمات پر شدید اعتراضات کے زیر اثر عیسائیت، آریہ مت اور برہمو سماج کی آغوش میں پناہ لے رہے تھے۔ علماء اکثر دینی اور قومی مصلحتوں سے بے خبر تھے۔ امراء کو عیاشیوں نے قومی تقاضوں سے غافل کر رکھا تھا اور مسلمان عوام مُلّا اور لادین گدی نشینوں اور جاہل صوفیوں کے دام تزویر و جہالت میں پھنس کر نیم جاں ہو چکے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کے ہم عصر مولانا الطاف حسین حالی نے "مدو جزر اسلام" میں دردناک پیرائے میں مسلمانوں کی بے بسی اور بربادی کا نقشہ پیش کیا ہے۔ جس کے چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں:—

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے
وہ دین کہ ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
آج اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے
جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدال چار طرف اس میں بپا ہے
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی
وہ عرضۂ تیغِ جہلا و سفہا ہے
جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے
ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے
عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے
یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز
یہ مجلس اعیاں ہے وہ بزم شرفا ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے
. . . .

بیڑا یہ تباہی میں پڑا تھا جو اسلام کا... مخالفت سے تیر دار
جو نیلگوں ہے اسے چلتی خلاف انکم ہوا ہے
جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی
اب ظلم کا وار نام نہ حکمت کا پتا ہے
کھویا ہے انہی کے کہ علامت کا ایک لگتا ہے راستا
گم دشت میں اک قافلہ بے راہبر و راہ ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے

حضرت مرزا صاحب کے ایک اور ہم عصر نوخیز شاعر ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنی طویل نظم "جواب شکوہ" میں بھی ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا ہے جس کے چند چیدہ چیدہ اشعار پڑھیے:

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
اُمتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں
جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
قلب میں سوز نہیں رُوح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

خود حضرت مرزا صاحب نے ایک شعر میں اس بے کسی کا نقشہ کھینچا ہے:

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

آپ نو عمر ہی تھے کہ دہلی کی مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ ملک پر انگریز قابض ہو گئے۔ مسلمانوں نے ۱۸۵۷ء میں دشمن کو نکالنے کی ادھوری سی کوشش کی اور ناکام رہے۔ لاکھوں مسلمان تہ تیغ کر دیئے گئے۔ امراء اور فضلاء موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جاگیریں اور مکانات چھین لئے گئے۔ ملک کے نظم و نسق پر ہندو اور انگریز چھا گئے اور مسلمان غدار قرار دیئے گئے۔ ان کی بے بسی سے فائدہ اٹھا کر سیاسی مذہبی اور کاروباری عناصر ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور خوف کے مارے کوئی مسلمان مقابلے کی جرأت نہ کرتا تھا۔

ان مایوس کن حالات میں قادیان کا گوشہ نشین ایک رئیس گھرانے کا ناز و نعمت میں پلا ہوا خلوت گزیں فرزند، دین کی بے بسی، مسلمانوں کی بے کسی اور ان کی دینی و اخلاقی پستی سے بے قرار ہو کر میدان میں آیا اور احیائے دین و قوم کے لئے احمدیت کے نام سے ایک ایسی تحریک چلائی جس نے اپنے علم، جوش اور تڑپ سے باطل کی قوتوں کا منہ موڑ دیا۔ مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کی، جماعت احمدیہ کے نام سے ایک گروہ کو منظم کر کے دین کے دشمنوں پر حملہ کر دیا، اور انہیں میدان سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ حتیٰ کہ مغربی پادریوں کا ان کے گھر تک پیچھا کیا۔ یہ حملہ آج بھی جاری ہے۔ اور دنیا اس دینی اور علمی انقلاب کے آثار دیکھ رہی ہے جس کی اساس چودھویں صدی کے اس مجدد اور امام مسیح موعود علیہ السلام نے رکھی۔

آپؑ کی استقامت اور کام کی عظمت اور عزیمت کا اندازہ اس عظیم الشان کام سے ہو سکتا ہے جو آپؑ نے اٹھائیس سالہ دور مجددیت اور بالخصوص مسیح موعودؑ کے دعوے کے بعد اٹھارہ سال کی قلیل مدت میں انجام دیا، اور گو کثرت ریاضت اور زیادہ مطالعہ اور تحریر و تقریر کی وجہ سے آپ کو کئی ایک بیماریاں لاحق تھیں تاہم یہ جسمانی عوارض آپ کے ارادوں کو متزلزل نہ کر سکے اور آپ تادم واپسیں دینی جہاد میں منہمک رہے کیونکہ آپ کی یہی تو ایک آرزو تھی

جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفےٰ
این است کامِ دل اگر آید میسرم

گو آپ کی مصروفیت گوناگون تھی، مگر ہم اس پر چار پہلوؤں سے غور کریں گے (۱) مخالفوں سے مناظرے (۲) تبلیغی دورے، (۳) مخالفوں کی طرف سے مقدمات اور الزام تراشیاں۔ (۴) تنظیم و تربیت جماعت۔

(۱) مخالفوں سے قلمی جہاد

جو شخص میدانِ جنگ میں حق کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگاتا ہے وہ نہایت ہی قابل قدر ہے، لیکن اس سے بھی مشکل کام وہ ہے جو انبیاء اور مصلحین کو سونپا جاتا ہے یعنی اعلان و تبلیغ حق، اس پر استقامت اور رنجیدہ دلوں کو حق پر آمادہ کر کے تاریخ کا رُخ موڑنا۔ اور اس کام پر اس وقت تک ثابت قدمی دکھانا کہ داعی الی الحق اپنے مقصد کی تکمیل کر لے یا اس کام میں اپنی جان قربان کر دے۔

ابتداء میں حضرت مرزا صاحبؑ کو حکمران قوم کے پادریوں سے واسطہ پڑا، آپ حکومت کے ملازم تھے کہ سیالکوٹ میں ایک انگریز پادری بٹلر اور دیسی پادریوں سے بھی مناظرے کرنے پڑے، اور آپ نے جوانی ہی میں انہیں لاجواب کر دیا۔ پھر دین کی تڑپ نے آپؑ کو ملازمت چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ آپ گھر چلے آئے

اور دنیا سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشین ہو کر یاد الٰہی اور مطالعہ میں لگ گئے۔ انہی دنوں بٹالہ کے ایک مسیحی مشن سے پادری قادیان تبلیغ کے لئے آتے آپ ان کا مقابلہ کرتے اور انہیں دلائل سے اس قدر متاثر کیا کہ وہ قادیان میں کامیابی سے مایوس ہو گئے۔ اور ایک وقت آیا کہ سرزمین قادیان سے دنیا بھر کے عیسائی مراکز پر قرآنی دلائل کی گولہ باری ہونے لگی اور اسلام کے مقابل پادری کا راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

مناظرے

۱۸۷۵ء میں پنجاب میں آریہ سماج کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے بانی سوامی دیانند جی نے دیگر مذاہب کے علاوہ اسلام کو بالخصوص اپنا نشانہ بنایا۔ اور اس کے چیلے جاٹوں کی بدزبانی کا دائرہ قادیان تک وسیع ہو گیا۔ ہندوؤں کا ایک طبقہ آریہ سماج کا رکن بن گیا اور خود قادیان کے مسلمانوں میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی شروع ہو گئی۔ اس پر حضرت مرزا صاحب بے قرار ہو گئے اور جہاں اخباروں میں مضامین کے ذریعہ آریہ دھرم کے عقائد کی قلعی کھول دی وہاں آریوں سے مناظروں کی طرح ڈالی۔ چنانچہ مشہور آریہ مناظر بابا کھڑک سنگھ کو شکست دی اور وہ آریہ دھرم سے متنفر ہو کر اسے چھوڑ بیٹھا۔ آپ نے پنڈت دیانند اور اندر من مراد آبادی کو بار بار مقابلے کے لئے للکارا مگر وہ مقابلے میں نہ اُترے۔ پنڈت اندر من تو دیانند کے مذہب کو غلط سمجھ کر اس سے الگ ہو گئے اور سوامی دیانند جی حضرت مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی کے مطابق فوت ہو گئے۔ اس کے علاوہ بابا نرائن سنگھ امرتسری نے رّدوں کے بے اثر ہونے پر دیانند کی تائید میں قلم اُٹھایا مگر حضرت صاحب کے ایک ہی جواب میں ہمیشہ کے لئے میدان چھوڑ گئے۔

اسی عرصے میں آپ غیر مسلم ملاقاتیوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ چنانچہ آپ کی کوشش سے ایک تعلیم یافتہ سکھ رئیس سردار سنت سنگھ اپنی اہلیہ سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح آپ کی حکمت عملی اور تعلیم سے بٹالہ کے ایک مولوی صاحب جو عیسائی ہو گئے تھے دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ ان دونوں واقعات سے ہندوؤں اور عیسائیوں کو مایوس ہونا پڑا۔

۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک آپ اپنی مشہور معرکۃ الآرا تصنیف "براہین احمدیہ" کی تصنیف و اشاعت میں مصروف رہے

اسی کتاب میں آپ نے دلائل نیرہ سے قرآن پاک اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کی اور دیگر مذاہب کو چیلنج کیا کہ وہ اپنی کتب مقدسہ کی صداقت بھی ایسے ہی دلائل سے ثابت کریں، یا ہمارے دلائل کو توڑ کر دکھائیں۔ اور ایسا کرنے والے کو آپ نے دس ہزار روپے بطور انعام دینے کی پیشکش کی، مگر کوئی بھی مقابلے پر نہ آیا

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

۱۸۸۶ء کی ابتداء میں آپ خدائی اشارہ کے ماتحت ہوشیارپور تشریف لے گئے حکم الٰہی کے مطابق چالیس دن تک الگ تھلگ ایک مکان میں یاد الٰہی میں مصروف رہے اور کسی سے ملاقات نہ کی۔ چالیس دن کے بعد ایک آریہ پنڈت مرلی دھر نے آپ سے اسلام کی صداقت پر مباحثہ کی طرح ڈالی۔ چنانچہ یہ تحریری مباحثہ ہندو اور مسلمان معززین کی موجودگی میں شروع ہوا، لیکن حضرت مرزا صاحب کے دلائل کے سامنے وہ پنڈت نہ ٹھہر سکا۔ دوران مباحثہ میں جانے کا بہانہ کرنے لگا اور اپنے ہم مذہبوں کے سمجھانے کے باوجود بھی مباحثہ ادھورا ہی چھوڑ گیا۔ یہ مباحثہ آخر "سرمہ چشم آریہ" کے نام سے حضرت صاحب نے شائع کر دیا اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ اسلام کا یہ پہلوان ناقابل تسخیر ہے۔ اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سید ابو الحسن علی ندوی "قادیانیت" میں لکھتے ہیں:-

"مرزا صاحب نے اپنی اس کتاب میں نہ صرف اس معجزہ (شق القمر — ناقل) کی پرزور وکالت کی ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ معجزات و خوارق کا وقوع عقلاً ممکن ہے۔ محدود انسانی عقل اور علم اور محدود انفرادی تجربات کو اس کا حق نہیں کہ وہ معجزات و خوارق کا انکار کریں، اور اس کائنات کے احاطہ کا دعوے کریں وہ بار بار اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ انسان کا علم محدود مختصر اور امکان کا دائرہ بہت وسیع ہے ان کا اس پر بھی زور ہے کہ مذاہب عقائد کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے اور اس میں اور عقل میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ عقل غیر محیط ہے۔" صفحہ ۶۲-۶۳

پادری فتح مسیح اور پادری برکٹ کا فرار

۱۸ مئی ۱۸۸۸ء کو آپ بچے کے علاج کے لئے بٹالہ تشریف لے گئے۔ وہاں پادری فتح مسیح نے اعلان کیا کہ مرزا صاحب جس قدر پیشگوئیاں کریں گے میں بھی مقابلے میں اسی قدر کروں گا۔ حضرت مرزا صاحب نے چیلنج قبول کر لیا۔ اور دن مقرر کر کے تمام مذاہب کے معززین کو بلایا۔ مقررہ دن فتح مسیح چند حواریوں کے ساتھ دیر سے پہنچا، اور بے محل باتیں کرنے لگا۔ اس پر ہندو اور سکھ معززین نے اسے ٹوکا کہ اصل مقصد کی طرف آؤ۔ تو اسے اعلان کرنا پڑا کہ میرا دعویٰ الہام نہیں ہے، میں نے تو صرف مرزا صاحب کے مقابل محض ایک دعوے کر دیا تھا کیونکہ میں انہیں جھوٹا سمجھتا تھا۔ اس پر معززین نے اسے لعنت ملامت کی اور وہ نادم ہو کر چلا گیا اور اسلام کو فتح ہوئی اس کے بعد فتح مسیح نے ڈھٹائی سے اخبار نور افشاں میں لکھا کہ میں نے الہام کا دعوے نہیں کیا تھا اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ اگر حضرت مرزا صاحب اپنے دعووں میں سچے ہیں تو ہم ایک کاغذ میں چار سوال لکھ کر بند کر دیتے ہیں اور مرزا صاحب الہاماً بتائیں کہ وہ سوالات کیا ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے یہ چیلنج فوراً قبول کر لیا لیکن لکھا کہ پادری فتح مسیح قابل اعتماد نہیں۔ بٹالہ مشن کے انچارج پادری برکٹ سامنے آئیں اور حلفی اعلان کریں کہ اگر مرزا صاحب نے دس بند سوالات بتا دیئے تو میں دین مسیحی سے بیزار ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور اگر ایسا نہ کر دوں تو ایک ہزار روپیہ انجمن حمایت اسلام لاہور کو تاوان دونگا۔ اور مقابلے میں یہ بھی تجویز کی کہ اگر میں نہ بتا سکا تو میں دعوئے الہام ترک کر دوں گا، اور جو سزا میرے لئے تجویز ہو گی اسے بخوشی قبول کروں گا۔ مگر پادری برکٹ اس پر آمادہ نہ ہوئے اور اسلام کا یہ شیر غالب آیا۔

مسیح موعود کے دعوے کے بعد آپ لدھیانہ تشریف لے گئے۔ مولویوں نے آپ کے خلاف فتنہ و عناد کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ مخالفت میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پیش پیش تھے۔ انہوں نے شہر بھر میں تقاریر کر کے جہاں یہ تاثر دیا کہ قرآن اور حدیث کی رُو سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام جو کہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ وہاں حضرت صاحب کو کافر ثابت کرنے پر سارا زور استدلال صرف کر دیا۔ لوگ حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں اعتراضات لے کر آتے۔ اور جواب باصواب پا کر لاجواب ہو کر جاتے۔ چنانچہ ایک مولوی غلام نبی صاحب خوشابی لدھیانہ پہنچے اور اپنے علم سے لوگوں کو متاثر کیا، لوگ انہیں کھینچ کر حضرت صاحب کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت صاحب نے ان کی پوری تسلی کر دی تو وہ آپ کے دعوے پر ایمان لے آئے۔

مباحثہ لدھیانہ

مولوی محمد حسین بٹالوی کو اپنے علم پر ناز تھا۔ حضرت صاحب لدھیانہ میں تھے کہ مولوی محمد حسین صاحب وفات مسیح اور صداقت مسیح موعود کے موضوع پر مباحثہ پہ آمادہ ہو گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے سارا زور اس بات پر لگایا کہ حدیث قرآن پر مقدم ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب فرماتے تھے کہ بنیادی کتاب قرآن حکیم ہے اور حدیث وہی درست ہے جو قرآن کے مطابق ہو۔ ۱۲ روز تک تحریری مباحثہ ہوتا رہا۔ لوگ مولوی صاحب کو بار بار کہتے رہے کہ آپ اصل موضوع پر بحث کیجئے تو وہ ٹالتے رہے اور آخر ۱۲ دن کے بعد یہ سلسلہ نامکمل ترک کر دیا گیا۔ حضرت صاحب نے یہ مباحثہ "الحق مباحثہ لدھیانہ" کے نام سے شائع کر دیا۔ اور لوگ مولوی صاحب کے دلائل سے محروم رہے تاہم حضرت صاحب کے علم قرآن کی دھاک بیٹھ گئی۔

مباحثہ الحق دہلی

دسمبر ۱۸۹۱ء میں حضرت صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ تو مولوی پنجے جھاڑ کر آپ کے پیچھے پڑ گئے۔ اس پر آپ نے سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور ان کے چیلوں کو دعوت مناظرہ دی لیکن دنیا آپ کے دلائل کی بے پناہی سے واقف تھی۔ اس لئے مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔ اور اپنا زور گالیوں اور ہنگاموں پر صرف کر دیا۔ سید نذیر حسین کے علاوہ آپ نے مولوی رشید احمد گنگوہی پیر مہر علی گولڑوی، مولوی عبد الحق مؤلف تفسیر حقانی دہلوی، اور دیگر علماء اور مشائخ کو مقابلہ کی دعوت دی مگر کسی نے مقابلے کی جرأت نہ کی۔

دہلی میں آپ نے مولوی محمد بشیر بھوپالی اور مولوی عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی کو بھی حیات و وفات مسیح پر مباحثہ کے لئے للکارا۔ مولوی عبد الحق صاحب نے تو حاضر خدمت ہو کر اپنی کم علمی کا اعتراف کر لیا لیکن مولوی محمد بشیر صاحب مقابلہ پر آمادہ ہو گئے چنانچہ پہلے دن تو جو دلائل ان کے پاس تھے پیش کر دیئے۔ لیکن حضرت صاحب نے اپنا جواب لکھا۔ تو مولوی صاحب کے لئے جواب

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳)

خواتین سیالکوٹ کی تبلیغی سرگرمیاں

بیگم صاحبہ راجہ محمد انور سیالکوٹ چھاؤنی کا مکتوب

محترم و مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح!
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

بہت دنوں سے ارادہ کر رہی تھی کہ آپ کو اپنی جماعت خواتین سیالکوٹ چھاؤنی کے متعلق تحریر کروں لیکن بعض مصروفیات کی وجہ سے تاخیر ہو گئی۔ یہ اس خیال سے لکھ رہی ہوں تاکہ باقی شہروں میں بھی بہنوں کو تحریک ہو اور وہ اپنے دینی فریضہ کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔

پہلے پہل تو میں ذاتی طور پر تھوڑا بہت کام جماعت کے اندر اور غیر از جماعت خواتین میں بھی کرتی رہی۔ چھاؤنی میں بھی رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے مجھے اکثر فوجی لوگوں کے گھروں پر مجالس میلاد اور ختم قرآن کی محفلوں میں شرکت کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ وہاں میں ہمیشہ قرآن کریم ترجمہ و تفسیر کے ساتھ سناتی ہوں۔ سات سال پیشتر ہم نے اپنی جماعت کا افتتاح کیا تھا۔ جس میں صدر بیگم شیخ منظور احمد صاحبہ (مرحومہ) تھیں وہ میری بڑی ہمشیرہ بھی تھیں اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ بڑا کام انہوں نے جماعت کے لئے کیا تھا۔ سال بھر کا چندہ پیشگی ادا کر دیا کرتی تھیں سیکرٹری کے فرائض مجھ ناچیز کو سونپے گئے تھے اور خزانچی بیگم سلیم اختر صاحبہ ہیں۔ ہم نے فی خاتون ایک روپیہ چندہ مقرر کیا (یہ ماہوار چندہ کے علاوہ ہے جو ہم جماعت لاہور کو بھیجتی ہیں) خدا کے فضل سے ہمارے پاس خاصی رقم جمع ہو گئی ہے اس کے علاوہ ہم نے اپنا لاؤڈ سپیکر بھی خواتین کے چندہ سے خریدا اور کئی جلسے بھی کئے۔

عید میلاد النبی پر اور دوسرے اسلامی تہواروں کے موقعوں پر بھی جلسے کرتی رہی ہیں ان جلسوں میں بڑے بڑے مقررین کی بجائے ہم نے چھوٹی بچیوں کو موقع دیا کہ وہ اپنے مضامین سنائیں نعتیں پڑھیں۔ قرآن کریم سے قرأت سنائیں تاکہ انہیں دین سے لگاؤ پیدا ہو اور اپنی اہمیت سمجھیں اور انہیں یہ احساس ہو کہ ہم نے آگے چل کر اس کام کو سنبھالنا ہے ہم تو اب چراغ سحری ہیں جانے کب بجھ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری بچیاں اس قابل نہ ہوں کہ بعد میں کام کو سنبھال سکیں۔

اکتوبر ۱۹۶۹ء کو بیگم شیخ منظور احمد صاحبہ کا انتقال ہو گیا تو اب صدر کے لئے نئے چناؤ کا خیال ہے میرا ارادہ ہے کہ کسی نوجوان بچی کو صدر کے فرائض سونپے جائیں تاکہ بچیوں کے دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ ان کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔ اور وہ دینی کاموں میں بڑھ کر حصہ لیں۔ تازہ ذہن میں زمانے کی رفتار کے ساتھ نہ بہہ جائیں۔ بڑوں کے تجربہ سے فائدہ اٹھائیں۔

۲۶ر فروری کو جب لاہور سے شیخ محمد طفیل صاحب یہاں جلسہ کے سلسلہ میں تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں یہ احساس دلایا کہ جماعت کے شائع شدہ لٹریچر کا مطالعہ بھی اپنی مجالس میں شامل کر لیں۔ اور انہوں نے بشارات احمدیہ حصہ اوّل کا مطالعہ شروع کرنے کا مشورہ دیا سو اس کے بعد ہم نے بشارات احمدیہ حصہ اوّل کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور طریق کار یہ ہے کہ چونکہ ہمارے گھر ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں روزانہ مجالس نہیں ہو سکتیں، لہذا جمعہ کے روز بعد از نماز ہم اپنی مجلس قائم کرتی ہیں۔ پہلے میں درس قرآن پاک دیتی ہوں پھر لڑکیاں باری باری بشارات احمدیہ پڑھتی ہیں اور جہاں کوئی مشکل محسوس کرتی ہیں۔ میں انہیں تفصیل سمجھا دیتی ہوں۔ اس طرح بچیاں اب بہت شوق سے سجد میں آتی ہیں اور پڑھنے کی خواہش کرتی ہیں۔ کبھی کبھی بڑی خواتین بھی پڑھ لیتی ہیں اور باقی تمام سنتی ہیں۔ دعا کریں ہماری مجالس اور ہمارے کام میں خداوند کریم برکت ڈالے۔ آمین

تبلیغ کا کام مشکل ترین کام ہے کیونکہ اس پر لوگوں کو اکٹھا کرنا پڑے صبر و تحمل کو چاہتا ہے۔ اس کام میں کوئی مادی اور دنیاوی منفعت لوگوں کو نظر نہیں آتی۔ لیکن نیک لوگ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس کے فضل سے حصہ لینے کی خاطر اس میں ضرور شامل ہوتے ہیں چونکہ یہ خدا کا کام ہے اس لئے وہی اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے۔

ایک چیز کی مجھے شدت سے کمی محسوس ہوتی ہے وہ یہ کہ ہماری انجمن نے خواتین کی تربیت کے لئے کوئی ادارہ قائم نہیں کیا۔ جس طرح مردوں کے لئے مبلغ تیار کئے جاتے ہیں اسی طرح کوئی انتظام خواتین کے لئے بھی ہو جائے جہاں ان کو

(ق م) انہیں ٹھیک طور پر دینی تربیت دی جا سکے قرآن کریم ترجمہ و تفسیر کے ساتھ سکھایا جائے تو بہت ہی احسن اقدام ہو گا۔ ہمارے سکولوں اور کالجوں میں بھی جو اسلامی لٹریچر ہوتا ہے برائے نام ہی ہوتا ہے اور اسے ایک فالتو مضمون سمجھ کر زیادہ توجہ بھی نہیں دی جاتی اس کا بھی انتظام ہونا چاہیئے۔ انشاء اللہ میں گاہے گاہے اپنی مصروفیات کے متعلق آپ کو لکھتی رہوں گی۔ پچھلے دو ماہ میں اپنی مجالس کے علاوہ مجھے آٹھ بیرونی مجالس میں بھی قرآن پاک سنانے کا موقعہ ملا۔ ٹل پور راولپنڈی اور شہر سیالکوٹ میں بھی ایسے ہی مواقع میسر آئے۔ والسلام

خورشید جہاں (اہلیہ راجہ محمد انور مرحوم)

اخبار احمدیہ

آہ! علی بہادر خاں

—— ذیل کی خبر جو زیدہ سے خانصاحب عبدالعزیز خانصاحب نے ارسال کی ہے تمام جماعت میں نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی:—

"ہمارے عزیز علی بہادر خان صاحب ایک لمبی علالت کے بعد قریباً ۳ بجے صبح بستر پر نماز کے لئے قبلہ رُو ہوئے اسی وقت ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور وہ قبلہ رُو پڑے رہے۔ ان کا جنازہ پڑھنے کے لئے اپنی جماعت میں سے کوئی شامل ہونے کے لئے نہ آ سکا۔ تار گھر اور ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع تھا۔ اس جگہ قریباً ۱۵ ہزار کی آبادی میں بعض ملاؤں وغیرہ نے کافی عرصہ سے ہماری جماعت کے خلاف نفرت پھیلا رکھی ہے۔ قبر کھودنے کے لئے نہ عام مزدور اور نہ عام آدمی مل سکا۔ کافی مشکل کے ساتھ قبر تیار کی گئی اور نہایت محدود رشتہ داروں نے جنازہ اُٹھایا اور پڑھا اور آخری آرامگاہ میں لٹایا۔ ان کا چہرہ پر نور تھا جو کبھی بھی اتنا خوبصورت نہ تھا جتنا اب تھا۔ ان کو امام مہدی آخر زمان حضرت مرزا صاحب سے بے انتہا عقیدت تھی۔ مجھے امید ہے کہ اگر زیدہ میں ان کی نماز جنازہ میں مخالف لوگوں نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے تو ان کی غائبانہ نماز جنازہ ہماری جماعت کے بھائی اور دوست تمام دنیا میں جہاں کہیں ہوں ضرور ادا فرمائیں گے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے۔ نیازمند عبدالعزیز"

پیغام صلح: ہمیں اس خبر سے انتہائی رنج و افسوس ہوا ہے لیکن سوائے انا للہ و انا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جا سکتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ علی بہادر خاں مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے تمام احمدیہ جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

ایک احمدی بچہ کی کامیابی اور عطیہ برائے اشاعت اسلام

—— ایک احمدی بچہ انوار احمد پسر جناب ماسٹر محمد اصغر علی صاحب پاک میڈیکل سٹور ایبٹ آباد نے امسال جماعت ہشتم کے امتحان میں ۴۳۴ نمبر حاصل کر کے سکالرشپ کا حقدار ہو گیا ہے، اس خوشی میں ماسٹر صاحب نے پانچ روپے مرکز کے لئے بغرض اشاعت اسلام ارسال کئے اور پانچ روپے مقامی فنڈ میں دیئے ہیں اور یہ عہد کیا ہے کہ سکالرشپ کی رقم بھی فی سبیل اللہ دوں گا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ماسٹر صاحب کے بچوں کی کامیابی کے لئے دعا فرما دیں۔ (قاضی عبدالاحد۔ ایبٹ آباد)

ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کے صاحبزادہ کی شادی اور گرانقدر عطیات

—— محترم ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کے صاحبزادے کی شادی محترم عبدالرحمان صاحب کی صاحبزادی سے حال ہی میں ہوئی ہے۔ اس خوشی میں بیگم رحمان صاحبہ نے مبلغ -/250 روپے حضرت امیر مرحوم اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کی تصنیفات اور سلسلہ کی دیگر کتب کی مفت تقسیم کے لئے مرحمت فرمائے ہیں۔ اور -/250 روپے اس خوشی میں محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے بھی اس مد کے لئے عطا کئے ہیں دعا ہے اللہ تعالےٰ اس شادی کو بابرکت بنائے اس گرانقدر عطیہ کا انجمن کی طرف سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

تبلیغی دَورہ

—— خاکسار اس ماہ مندرجہ ذیل جماعتوں کا تبلیغی دورہ کرے گا:—

۲۱/۷ تا ۲۳/۷ - چک دوکاں
۲۴/۷ تا ۲۵/۷ - گوجرانوالہ
۲۷/۷ تا ۲۸/۷ - گجرات شہر
۲۹/۷ تا ۳۱/۷ - بدوملھی

مرزا سلیم اختر

هفت روزہ پیغام صلح
خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

محمد امین نومسلم سابق عمانوایل جہنگا پادری

اہلِ اسلام سے اپیل

ہر فردِ ملت کے نام جسے اسلام کے دعویٰ آخرت پر یقین ہے

ہم ملت کے ہر درد مند بہی خواہ مسلمانوں اور دین پسند جماعتوں کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ جہاں سوشلزم۔ قادیانیت۔ سرمایہ دارانہ غیر اسلامی نظریات اور دیگر جماعتوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں مرکوز کر رہے ہیں وہاں ملک میں بڑھتی ہوئی عریانی۔ فحاشی۔ بے راہ روی عریاں مناظر کی علانیہ نمائش اور شرمناک تشہیر و اشاعت کے خلاف بھی ایک متحدہ محاذ بنا کر اس کے قرار واقعی انسداد اور قلع قمع کے لئے میدان میں نکل آئیں موجودہ حیا سوزی اور بے حیائی کی ترویج و اشاعت دراصل سوشلزم۔ یہودیت اور عیسائیت کی ملی بھگت سے اسلام کے خلاف ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم اور ایک ذلیل سازش ہے۔ جس کی بنیادی غرض و غایت یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کے دلوں سے غیرت ملی۔ نسوانی حجاب۔ قومی حمیت اور شرم و حیا کا خاتمہ کیا جائے۔ جب قوم ان امور کو برداشت کرے اور اسلام کی تہذیبی و اخلاقی اقدار کھو بیٹھے تو پھر اس پر جو بھی چھاپ لگائی جائے گی کامیاب ہوگی۔

چنانچہ اس سکیم کے مطابق سکولوں۔ کالجوں میں مخلوط تعلیم۔ زنانہ لباس میں بیہیائی اور ٹیڈی ازم۔ عریانی سینمائی تصاویر کی چوک بہ چوک نمائش۔ اخبارات میں فلمی رقاصاؤں اور عصمت فروش عورتوں کی لہا دہن کے تو تو شارع عام پر جگہ جگہ ننگی اور حیا سوز حرکات کے عکاس بڑی بڑی تصاویر۔ رسائل و اخبارات میں عورتوں کی تشہیر۔ زنانہ سکولوں کی سرگرمیاں اور دیگر تقریبوں کی بے پردہ تصاویر۔ مختلف اشتہارات اور سائن بورڈوں اور کمپنیوں کے لیبلوں پر لازمی زنانہ مناظر کشی۔ اس کے علاوہ عام جنسی لٹریچر کی ترویج و اشاعت۔ گندے ناول۔ غیر ملکی مطبوعات۔ ریڈیو پر عشقیہ فلمی گانے۔ ٹیلی ویژن پر انگریزی عریاں اور اخلاق سوز فلمیں۔ ان سب امور کی وجہ سے عوام و خواص کی دینی غیرت و حمیت دن بدن زائل ہو رہی ہے اور نوجوان اور بالخصوص طلبار دین سے متنفر اور عیاشی کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ برائی کھل کر سامنے میدان میں آگئی ہے اور نیکی مسجدوں کی نمازوں تک ہی محدود ہوتی جا رہی ہے۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ جس طرح برائی منظم اور علانیہ طور پر دین و ایمان پر حملہ آور ہونے کے لئے میدان میں ڈٹ گئی ہے بلکہ ہمارے گھروں کے اندر تک کسی نہ کسی رنگ میں رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہمارا بھی فرض ہے کہ نہ صرف اس کی مدافعت کریں بلکہ ان برائیوں کا بڑھ کر قلع قمع کر دیں۔ صرف مدافعانہ زندگی پرستاران ربّ ذوالمنن کی شایان شان نہیں ہے۔ ہم جب تک دل و جان اور مال سے اسلامی تہذیب و اخلاق کی بحالی قرآنی تمدن کی ترویج اور پیغمبرانہ اقدار کی عملی نشر و اشاعت کے لئے منظم ہو کر میدانِ عمل میں نکل نہیں آتے ہم ملت اسلامیہ کا تحفظ نہیں کر سکتے۔

یاد رکھیے۔ ہم خداوند قدوس کے ہاں اس برائی کے انسداد کے لئے جوابدہ ہیں جو پوشیدگی کی حدود کو توڑ کر علانیہ ہو رہی ہے ہیں خم ٹھونک کر آ گئی ہے۔ یہ مصیبت کے طوفان خدائے واحد و قہار کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ عذاب سے بچنے کی یہی ایک راہ ہے کہ اس کی مدافعت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

تباہی اور ہلاکت سے بچنے کے لئے قرآن مجید پکار پکار کر عبرت انگیز داستانیں سنا رہا ہے۔ خود عہد حاضر کی بین الاقوامی صورت حال ہر مسلمان کو دعوت غور و فکر دے رہی ہے۔ قبلۂ اول مفتوح ہو کر نذر آتش کر دیا گیا ہے۔ ممالک عربیہ قومیت پرستی کی زد میں آ چکے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی عام نسل کشی کا عمل بسرعت جاری ہے۔ قبرص کشمیر اور فلسطین کا مجبور و مقہور مسلمان جبر و تشدد کا تختۂ مشق بن چکا ہے۔ یہودیت نے ممالک عربیہ کو نیپام بموں سے بھون ڈالا ہے امریکی سازشوں نے اسلامیت کے کلی طور پر استیصال کی قسم کھا رکھی ہے۔ ہندوستان کی بے تحاشا اسلحہ بندی اور خوفناک جنگی تیاریاں اور پاکستان کی سرحدات پر مسلح تنے اور اس کی پاکستان سے مسلمہ عداوت "نوشتہ دیوار" ہے خود مملکت خداداد پاکستان، جو دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت اور آخری حصار اسلام سمجھا جاتا ہے۔ آزاد لادینی مہلک نظریات اور اسلام کش اثرات بن آ چکا ہے

اندریں حالات اگر ہم نے جلد از جلد اپنی دینی حمیت و غیرت کا تحفظ نہ کیا تو تاریخ گواہ ہے کہ قدرت نے کبھی بے غیرت اور بے حمیت قوموں کی سرفرازی کا نام و نشان تک باقی نہیں رکھا۔ زوال امت کی داستانیں قرطبہ اور غرناطہ کے در و دیوار، الحمرا کے محلوں، سپین اور اندلس کے مرغزاروں۔ بلخ و بخارا اور سمرقند کی مسجدوں اور دار العلوموں سے پوچھ لو۔ پہلے غیرت چھینی گئی۔ پھر لادینی طریق عمل اور مذہبی اختلافات نے قوم کو پراگندہ کیا۔ پھر اس کی پاداش میں جو کچھ بھی ہوا سو ہوا۔

اگر ہم فی الواقعہ پاکستان کو آخری حصار بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں منظم ہو کر ہر جگہ موجودہ عریانی اور بے غیرتی کے خلاف سخت آواز ہو جانا چاہئے۔ میں تمام کلمہ گویان محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور تمام اسلامی جماعتوں سے ناموس اسلام اور غیرت کے نام پر نہایت دلسوزی سے اپیل کرتا ہوں کہ برائے خدا اس کام کی اہمیت کا احساس کریں اور موزون اقدام کے لئے آگے بڑھیں۔ ہماری تنظیم سے تعاون کریں اور اپنے اپنے ماحول میں ایسی ہی تنظیمیں بنا کر کام شروع کر دیں۔ مجھے خداوند قدوس کی ذات گرامی سے پورا یقین ہے کہ اگر ہمارے اندر خلوص سچی تڑپ اور حقیقی جانسوزی ہوئی تو فحاشی کے اس سیلاب عظیم کے باوجود خداوند کریم ہمیں کامیاب کرے گا۔

مجھے سچا طور پر اسلام۔ ایسا لازوال مذہب قبول کرنے کے بعد اپنے ملک پاکستان کے اکثر محترم اخبارات سے گلہ ہے کہ انہوں نے دعوت اسلام کے باوجود گندے اور عریاں فلمی اشتہارات کی نشر و اشاعت کو قبول کر لیا ہے۔ جب میں یہ اخبارات سکولوں اور کالجوں کے طلباء و طالبات اور مسجدوں اور پردہ دار عورتوں کے ہاتھوں میں دیکھتا ہوں تو سر ندامت سے جھک جاتا ہے میں انہیں مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ غور کریں کہ وہ قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق تو نہیں کہ "جو لوگ چاہتے ہیں کہ فحاشی کی مسلمانوں میں نشر و اشاعت ہو۔ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے" (سورۃ النور) افسوس کہ بعض علماء کرام نے بھی آنے والے کفر پسند سیلاب اور فحاشی اور بدکرداری کی ہلاکت آفرینیوں کا احساس نہیں کیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے ارباب مسجد و منبر منظم و متحرک ہوں ورنہ اس سیلاب کو روکیں۔ وہ خدا کے ہاں پوچھے جائیں گے۔ للہ اپنے آپ کو سنبھالو اور فی طغیانہم یعمہون کے مصداق نہ بنو کہ جو چاہے آپ کو پکڑ لے جس کی بات سنی اسی کے ساتھ ہو لئے دوست دشمن کو پہچانو۔

آپ نے اغیار کی کتب اور نقل و حرکت کو دیکھا۔ آپ نے منفعت کی خوبصورت اوراق کی کتب کو پڑھا مگر الفاظ پر غور نہ کیا۔ آپ نے چمکدار گلاس کو دیکھا مگر اس کے اندر کے زہر قاتل کو نہ پہچانا۔ کچھ ہوش سے کام لیجئے زمانہ بہت ترقی پر ہے خواب غفلت کو چھوڑیئے اور دیکھئے زمانہ کس طرف جا رہا ہے دہریت اور عیسائیت کا سیلاب جوش زن ہے اغیار کا ہر فرد مبلغ ہے اور آپ بالکل بے بہرہ ہیں۔ آپ تو شکاری تھے لیکن اب خود شکار بن گئے۔

آخر میں نیک پردہ دار مستورات سے مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ "عورتوں" میں سینما بینی اور فیشن پرستی و عریانی بدن بڑھ رہی ہے۔ خدا کا نام لے کر اٹھیں اور اپنے اپنے حلقوں اور زنانہ اجتماعوں میں ایسی بے راہ عورتوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

کراچی میں درسِ قرآن

چوہدری فضل حق صاحب آنریری جائنٹ سیکرٹری و انچارج تنظیم جماعت نے کراچی سے بذریعہ ٹیلیفون اطلاع دی ہے کہ محترم مرزا محمد لطیف صاحب مولوی فاضل ہر سوموار کو چھ بجے شام سے نماز مغرب تک مرکز کراچی میں درس قرآن کریم دیا کریں گے۔ احباب اس سے استفادہ کریں۔

نیز یہ پروگرام بھی طے ہوا کہ ہر ماہ کی پہلی سوموار کو دوستوں کے گھروں پر یہ درس ہوگا چنانچہ اگست کی پہلی سوموار کو عزیزم فاروق انور صاحب ایگزیکٹو انجینئر کے مکان پر درس قرآن کریم ہوگا۔ ان کا پتہ یہ ہے:۔

فاروق انور چوہدری صاحب ایگزیکٹو انجینئر
49 B/2 لالہ زار، نیو کوئنز روڈ۔ کراچی
فون نمبر 239707

مسلمانانِ سرینام

(بسلسلہ صفحہ ۱۲)

دوسرے کی ذاتیات پر گندگی اچھلنی شروع ہوگئی، مخالفت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وفاتِ مسیح اور نزولِ مسیح کا مسئلہ منبرِ عام پر آگیا۔

کیسبر ترات میں مسجد کرنے کے لئے زمین خریدی گئی۔

اسرد آو کرامت علی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے کیسبر ترات میں مسجد کی تعمیر کے لئے ایک زمین خریدی مگر زمین پر کچھ قرض باقی رہ گیا، ایک طرف مخالفت اور بحث چل رہی تھی، دوسری طرف ممبروں نے مسجد تعمیر کرنے کا پروگرام پیش کر دیا۔ مولوی شکر اللہ وغیرہ نے بڑی کوشش کی، اور انجمن اسلامیہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔

۱۹۳۳ء میں مسجد تعمیر ہوگئی

۱۹۳۳ء میں مقروض زمین پر مسجد تعمیر ہوگئی۔ ۱۹۳۴ء میں سارے سرینام میں ہندو مسلم بائیکاٹ ہوا۔ کچھ مسلمانوں نے آپس میں اتفاق قائم کرنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر ان بزرگوں کی کوششیں رائیگاں گئیں۔

احمدیت کا پہلا مبلغ مولوی امیر علی۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ہدایت کی کہ ہمارا ایک مبلغ مولوی امیر علی صاحب ٹرینیڈاڈ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں، ضرورت ہو تو آپ لوگ ان کو بلا لیں۔ ۸ / اگست ۱۹۳۴ء کو مولوی امیر علی صاحب سرینام تشریف لائے، ڈیڑھ ماہ تک اسلامیہ انجمن کے مہمان رہے، شہر اور گاؤں گاؤں آپ نے لیکچر دیئے اس وقت ہندو مسلم بائیکاٹ کا زمانہ تھا۔ پھر بھی بہت سے نیک دل اور انصاف پسند ہندو بزرگ مولوی صاحب کے لیکچروں میں شریک ہوئے اور وقتاً فوقتاً اسلام کی صداقت و رواداری پر ملکی ڈچ اخبارات میں مضامین شائع کرتے رہے۔ کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور مولوی صاحب سرینام میں ہر دلعزیز بن گئے، مولوی صاحب نے اسلامیہ انجمن کی پہلی شاخ امدادیہ اسلام بات فالوانیکہ کی سنگِ بنیاد ڈالی اور ۱۹۳۴ء ماہ ستمبر کے آخری ایام میں ٹرینیڈاڈ واپس چلے گئے۔

انجمن اسلامیہ پر نحوست

ہر طرح کی نحوستیں جو قوموں، ملکوں، جماعتوں حکومتوں، یا افراد پر آیا کرتی ہیں، یہ سب ان کی اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لیکن بدنام کیا جاتا ہے بچاری تقدیر کو، اللہ میاں نے تقدیر میں ایسا لکھ دیا تھا، کیا کریں؛ تقدیر سے کون بھاگ سکتا ہے؟ اگر عقلمند دل سے کوئی غور کرے کہ تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کیا ہے؟ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ تقدیر معلق ہر انسان اپنے ہاتھوں بناتا اور بگاڑتا ہے۔ تو پھر وہ وہی کام کرے گا جس سے اس کی تقدیر سنورتی رہے،

اس لئے ہر انسان خود اپنے ہاتھوں اپنی تقدیر بناتا ہے، اور خود اپنے ہاتھوں اپنی تقدیر بگاڑتا ہے، جیسا کہ اوپر میں نے تحریر کیا ہے کہ انجمن دو ٹکڑوں میں بٹ گئی اور اس مقروض زمین پر مسجد تعمیر کر لی گئی۔ امیر جماعت سردار کرامت علی صاحب نے کئی اجلاس کئے۔ لوگوں نے بڑی بڑی تقریریں کیں مگر کسی پر کچھ بھی اثر نہ ہوا، مخالفت اور بڑھتی رہی کوئی بھی ٹس سے مس نہ ہوا قرضخواہ کے تقاضے روز بروز بڑھتے رہے اور ایک دن ایسا آیا کہ انجمن کی زمین آج فروخت ہو یا کل۔ چند حضرات انجمن کی تاریک گھٹاؤں میں روشنی کی تلاش کرنے لگے۔ آخر اگست ۱۹۳۷ء کو ایک خدا کے نیک بندے بدھو میاں نے پانچ ہزار قرض اور سود بھی ادا کر دیا۔

میں ابھی تک یہ بھی معلوم نہ کر سکا کہ انہوں نے اسلامیہ انجمن کو یہ روپیہ خیرات دیا تھا یا قرض۔ خیر انہوں نے اسلامیہ انجمن کی عزت بچالی اور زمین و مسجد بکتے بکتے بچ گئی۔ انجمن تو پہلے ہی نو ہزار روپے مقروض تھی، پانچ ہزار قرض ادا کرنے کے بعد چار ہزار باقی قرضہ رہ گیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ صاحب باقی قرض بھی ادا کر دیتے، مگر مسلمانوں پر کچھ ایسی غفلت طاری تھی کہ آپس میں ان بن ہوگئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ انجمن کی ساری ملکیت ہاتھوں سے نکل گئی، مسجد پر دوسروں کا قبضہ ہوگیا۔ اسلامیہ انجمن چاروں طرف بدنام ہوگئی، اب اس کے پاس نہ میز تھی نہ کرسی اور نہ سر چھپانے کی جگہ، مگر اب بھی انجمن مقروض تھی۔ اور ابھی سینکڑوں روپے باقی واجب الادا تھے۔

باقی آئندہ

پیغام صلح دیگر احباب تک پہنچائیں۔

حضرت مسیح موعودؑ مجدد صد چہاردہم

(بسلسلہ صفحہ ۵)

مشکل ہوگیا۔ اور علیحدگی میں جواب لکھنے کی اجازت چاہی)۔ گو یہ بات شرائط مناظرہ کے خلاف تھی۔ مگر حضرت صاحب نے اجازت دے دی۔ چنانچہ مولوی صاحب دوسرے کمرے میں گئے اور جیب سے لکھا ہوا پرچہ لے کر نقل کرنے لگے، حضرت صاحب نے یہ بات بھی گوارہ کر لی، چونکہ مولوی صاحب کا مبلغ علم جواب دے چکا تھا اس لئے تین پرچوں پر مباحثہ ختم ہوگیا۔ اور حضرت صاحب کو نمایاں کامیابی حاصل ہوگئی۔

زبانی لیکچروں، شب و روز مباحثوں اور تحریروں کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ مولویوں کی مخالفت کی بناء پر آپ کے خلاف اشتعال بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے ملک بھر میں گھوم کر آپ کے خلاف فتوئے کفر تیار کیا اور بہت سے علماء کے دستخط کرا کر اسے ملک بھر میں نشر کیا نتیجہ یہ ہوا کہ جاہل عوام کی دشمنی شدت اختیار کر گئی، آپ کی زندگی کا خطرہ بڑھ گیا لوگوں کو قتل پر اکسایا گیا اور ملک بھر میں اذیت کے دروازے کھل گئے۔ (باقی ــ باقی)

خطبہ جمعہ

(بقیہ از صفحہ ۲)

برقرار رکھنے کے لئے نمازوں کو پابندی سے ادا کرتے رہو اور وہ بھی کسی دکھاوے کے لئے نہیں اور نہ کسی دنیاوی غرض اور مفاد کو حاصل کرنے کے لئے بلکہ اپنے رب کو خوش کرنے کے لئے اس فرض کو انجام دیتے رہو اور قومی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہو فرمایا لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ اموال کے خرچ کرنے پر اسلام نے بڑا ہی زور دیا ہے یہاں تک کہ زکوٰۃ فرض کر کے مسلمانوں پر اس کی ادائیگی لازمی قرار دے دی ہے جس کے متعلق فرمایا تؤخذ من الاغنیاء وترد الی الفقراء اگر اس فریضہ کی ادائیگی پورے اخلاص کے ساتھ کی جائے تو مسلمانوں میں غربت کا نام نشان نہ رہے قوم ترقی کے بلند مقام تک پہنچ جائے اب سود کے ذریعہ مال کو بڑھانے کے لئے بنکوں میں روپیہ بند کر دیا جاتا ہے تجوریاں بھرنے کی فکر دامنگیر ہے مگر قوم کی بھلائی کے لئے روپیہ خرچ کرنے کے لئے گریز کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سود روپیہ بڑھانے کا ذریعہ نہیں بلکہ الانفاق فی سبیل اللہ اموال بڑھانے کا صحیح ذریعہ ہے۔ پس ہم خدا کے مسیح کی جماعت ہیں ہمیں نمازوں کا پابند ہونا چاہیئے۔ آج جس شخص کے پاس دولت آ جاتی ہے وہ بالعموم نمازوں کے تارک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے ہر فرد کو اس سے بچائے اور ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم اس کی راہ میں اموال خرچ کرنے سے بخل سے کام نہ لیں اے اللہ ایسا ہی کر آمین۔

مَلْفُوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

ہو جاتا ہے۔ غرض اسی خانہ کو بتوں سے پاک صاف کرنے کے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے اور اس جہاد کی راہ میں تمہیں بتاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو ان بتوں کو توڑ ڈالو گے۔ اور یہ راہ میں اپنی خود تراشیدہ نہیں بتاتا بلکہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں بتاؤں اور وہ راہ کیا ہے؟ میری پیروی کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ یہ آواز نئی آواز نہیں ہے۔ مکہ کو بتوں سے پاک کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا تھا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اسی طرح پر اگر تم میری پیروی کرو گے تو اپنے اندر کے بتوں کو توڑ ڈالنے کے قابل ہو جاؤ گے اور اس طرح پر سینہ کو جو طرح طرح کے بتوں سے بھرا پڑا ہے پاک کرنے کے لائق ہو جاؤ گے۔

ملفوظاتِ احمدیہ جلد اوّل

نجم الہدیٰ (اردو)

احباب جماعت کراچی و مضافات متوجہ ہوں

انجمن نے ۱۵ر جولائی سے احمدیہ مسلم مشن کراچی میں محترم مرزا محمد لطیف صاحب مولوی فاضل کو انچارج مشن بنا کر بھیجا ہے تاکہ جماعت کراچی اور مضافات کی جماعتوں میں تبلیغ و تنظیم اور استحکام پیدا کریں ۔ احباب ان کی مساعی میں ممد و معاون ہوں ۔ نیز اپنے ٹھکانوں کے مفصل پتے بھی انہیں تحریر کر دیں تاکہ وہ دورے کی صورت میں ان سے ملاقات کر سکیں ۔ نیز کراچی مرکز میں اپنی مصروفیات درس و تدریس کے اوقات سے احباب کو مطلع کرتے رہیں اس طرف فوری توجہ کی جائے ۔

ان کا پتہ یہ ہے :۔

مرزا محمد لطیف صاحب مولوی فاضل
مبلغ اسلام
2 40/5/21 P-E-C-H-S
شاہراہ قائدین کراچی ۲۹
KARACHI 29

عبدالحق
برائے آنریری جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۸ر جولائی ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۱۳۸ شمارہ ۲۹

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعود)

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفان ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مصیبت کے وقت مومن اور کافر کی مثال

عن کعب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مثل المومن کالخامۃ من الزرع تفیئھا الریح مرۃ وتعدلھا مرۃ و احدۃ۔

ترجمہ:—
حضرت کعب رضی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مومن کی مثال کھیتی کے تازہ سبزہ کی ہے کبھی اس کو ہوا جھکا دیتی ہے اور کبھی اس کو اٹھا دیتی ہے۔ اور منافق کی مثال صنوبر کی شکل ہے ایک ہی طرح رہتا ہے۔ یہاں تک کہ یکبارگی جڑھ سے اکھڑ جاتا ہے۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ:—
جو حوادثِ زمانہ یا مصائب مسلمان پر آتی ہیں ان کو ہواؤں سے تشبیہ دی ہے تازہ نکلی ہوئی کھیتی ہوا کے سامنے جھک جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی جب اس پر مصائب آتی ہیں تو خدا کی طرف جھکتا ہے اور کافر ان کے آگے اکڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ یکبارگی وہ ان سے تباہ ہو جاتا ہے۔

فضل الباری۔ کتاب المرضیٰ
صفحہ نمبر ۱۳۲۲

پورے مسلمان بنو

جو شخص کچھ رو بدنیا رہتا ہے اور کچھ رو بخدا وہ کبھی مقصود اصلی حاصل نہیں کر سکتا

حضرت مجددِ زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ارشادات گرامی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب تم دنیا سے بالکل انقطاع کر کے اس کی طرف آجاؤ گے وہ خود تمہارا متولی اور متکفل ہو جائے گا۔ جو آدمی تبتل تام نہیں کرتا۔ بلکہ کچھ رو بدنیا رہتا ہے۔ اور کسی قدر رو بخدا رہتا ہے وہ کبھی بھی مقصود اصلی کو حاصل نہیں کر سکتا اسے نہ دین کی عزت مل سکتی ہے نہ دنیا کی۔ خدا تعالیٰ تم سے یہ چاہتا ہے کہ تم پورے مسلمان بنو۔ مسلمان کا لفظ ہی دلالت کرتا ہے کہ انقطاع کلی ہو اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو مسلمان پیدا کر کے لا انتہا فضل کئے ہیں بشرطیکہ وہ غور کرے اور سمجھے۔ ایک ہندو سے رامچندر کے خدا ہونے یا خدا تعالیٰ کے خالق ہونے پر بحث کرو۔ اس وقت تمہیں ایک لذت سرور آئے گا کہ تمہارا خدا کیسا قادر مطلق محی۔ ممیت۔ خالق کل شئے خدا ہے۔ اور برخلاف اس کے جنہوں نے رامچندر جیسے کھانے پینے کے محتاج انسان کو خدا بنایا ہے۔ جب یہ کہیں گے کہ اس کی بیوی کو راون نکال کر لے گیا۔ تو کس قدر شرم اس خدا کے ماننے والوں کو دامنگیر ہوگی۔ کہ عجیب خدا ہے جو اپنی بیوی کی بھی حفاظت نہیں کر سکا۔ ایسا ہی آریہ جب اپنے خدا کی یہ صفت مخالف سے سنے گا۔ کہ اس نے ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کیا اور وہ اپنے کسی بڑے سے بڑے پریمی اور بھگت کو بھی کبھی نجات نہیں دے سکتا یا اس نے ایسی شریعت انسانوں کے لئے بنائی کہ ایک مرد اپنی بیوی کو اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے مرد سے اولاد پیدا کرنے کے واسطے ہمبستری کی اجازت دے سکتا ہے تو اسے کیسا شرمندہ ہونا پڑیگا اگر اس میں غیرت اور حیا کا کوئی مادہ باقی ہو لیکن ہمارا کیسا [illegible]

چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں

الوصیۃ

احمدیہ جماعت کا مقصد تقوی اللہ اختیار کرنا اور اس کا نام دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچانا ہے

حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ ہو کر ہم اسلام کی برتری، فتحمندی اور غلبہ پر حتمی یقین رکھتے ہیں

ڈاکٹر سعید احمد صاحب

قاضی عبدالرشید صاحب

(رپورٹ بشیر احمد سوز)

ایبٹ آباد ۲۲ جولائی۔ آج صبح جامع احمدیہ ایبٹ آباد میں جماعت احمدیہ ایبٹ آباد کا دو روزہ سالانہ جلسہ شروع ہو کر دوسرے روز بعد نماز جمعہ اختتام پذیر ہوا اس جلسہ میں ملتان، لاہور، لائل پور، سیالکوٹ گجرات، راولپنڈی، پشاور اور ایبٹ آباد و ضلع ہزارہ کے دیگر مقامات مانسہرہ، ستھانہ دیب گراں، غازی کوٹ، کاکول، عطر شیشہ، چھرڑ، گندف، داتہ، دربند، بجالی، حویلیاں، زیارت کاکا صاحب، بالاکوٹ کے احباب نے شرکت کی۔

پہلی نشست

پہلی نشست دس بجے صبح مکرم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ستارۂ خدمت کی صدارت میں شروع ہوئی۔ محترم قاضی عبدالاحد صاحب مبلغ اسلام نے قرآن کریم کی تلاوت فرما کر تقریب کا آغاز کیا۔ ان دو ایام میں منعقد ہونے والی ہر سہ تقریبات میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جماعت احمدیہ پشاور کے جنرل سیکرٹری کا محترم محمد الرحمٰن صاحب نے ادا کئے۔ دربند کے مستعد نوجوان عبدالعلی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام ”اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار“ ترنم سے پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ محترم محمد الرحمٰن صاحب نے ملفوظات امامؑ پڑھ کر سنائے۔

صاحب صدر کی افتتاحی تقریر

خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب صدر جلسہ نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ محترم محمد الرحمٰن صاحب نے حضرت امام زمانؑ کے جو ملفوظات پڑھے ہیں ان کے اندر جماعتی خصوصیات کا ذکر ہے ضروری ہے کہ وہ ہم سب اپنے سامنے رکھیں اور ان کی روشنی میں اپنا محاسبہ کریں۔ اور حسب استعداد اس معیار پر پورا اترنے کی کوشش کریں جو حضرت امام زمانؑ نے اپنی جماعت کے لئے تجویز فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا میں آپ سب کو اس جلسہ میں شمولیت کی مبارکباد دیتا ہوں اور آپ سب خواتین و احباب اور عزیز جوانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ یہ تکلیف اٹھا کر اپنے مال، وقت اور آرام اور مشاغل کی قربانی کر کے یہاں تشریف لائے ہیں۔ یہ جلسہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے منعقد کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی قسم کی کوئی غرض نہ جلسہ منعقد کرنے والوں کے ذہن میں ہے اور نہ شامل ہونے والوں کے دل میں ہے عام طور پر مختلف قسم کے جلسے آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور کثرت سے ہوتے ہیں لیکن ہمارے جماعت کے اجلاس کی کیفیت اور ہی ہے۔ اور اس قسم کے جلسے جو محض رضائے الٰہی کے لئے منعقد ہوں ان کے فوائد اور برکات بے شمار ہیں۔ اجتماعات میں باہمی تعلقات استوار ہوتے ہیں اور بھائیوں کے ایک دوسرے کے قریب ہو کر مل بیٹھنے سے محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے اور روح کو صیقل کرنے اور اس کی صفائی اور پاکیزگی کی موجب بنتی ہے علاوہ ازیں دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور بعض حکمت و موعظت کی باتیں سن سنا کر اخلاق اور آداب میں اصلاح ہوتی ہے۔ سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور اجتماعی طور پر دعائیں کرتے ہیں جو اپنے اندر بڑی برکات رکھتی ہیں۔

مکرم خانصاحب ممدوح نے فرمایا کہ اس دفعہ جیسا کہ آپ کو پیغام صلح کے ذریعہ معلوم ہوا مقامی جماعت لاہور کی طرف سے ایک مبارک تحریک شروع ہوئی ہے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک تربیتی کورس منعقد کیا جائے جس میں دس پندرہ دن کے لئے نوجوان دینی تعلیم و تربیت حاصل کریں اور وہ سب مل کر عبادت الٰہی میں مصروف ہوں، دینی مباحثات میں حصہ لیں اور اپنے نصاب کے مطابق تعلیم مطالعہ جاری رکھیں۔ حسن اتفاق سے موسم گرما میں اچھے موسم کی وجہ سے یہ کلاس ایبٹ آباد میں جاری کرنے کا فیصلہ ہوا جیسا کہ کل صبح تربیتی کلاس کے افتتاح کے موقعہ پر صدر صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ یہ گویا ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اس تحریک کے اجراء کے لئے اوّلیت کی سعادت ملی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایبٹ آباد کا اس نیک اور نافع الجماعت کام کے لئے تجویز کرنا محض اس مسجد (جامع مسجد احمدیہ ایبٹ آباد) کا معجزہ ہے کہ نہایت مشکل اور دشمنی کے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت کے تحت یہ مسجد بنا دی۔ ورنہ ہمارے لئے یہ ناممکن امر تھا۔ یہاں پر طرح طرح کی رکاوٹوں کو کھڑا کیا گیا۔ یہاں سینما گھر بنتے ہیں، ہر قسم کے ہوٹل تعمیر ہوتے ہیں۔ لیکن نہیں بننے دیا جاتا تو اللہ کا گھر بننے نہیں دیا جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان ہے کہ یہ مسجد بن گئی اور یہ اس مسجد کی برکات میں سے ہے کہ صدر صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے محسوس کیا کہ تربیتی کلاس یہاں منعقد کی جائے یہ مبارک قدم ہے جو نیکی کی طرف اٹھایا گیا ہے یہ ایک تجربہ کے طور پر ہے۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ چل نکلا تو اس سے جماعت کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں نہایت مبارک نتائج برآمد ہوں گے۔ اس کی مطابقت میں جا بجا کورس جاری کئے جائیں گے۔ سردیوں میں اس قسم کے کورس کے انعقاد کے لئے بہترین جگہ لاہور ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تربیتی کورس کو کامیاب فرمائے۔ یہ کورس قرآن کریم کی اس آیت کی تصریح ہے جہاں فرمایا وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ سب مومنوں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ سب کے سب جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ تو کیوں ایسا نہ کیا جائے کہ ہر ایک قبیلہ اور قریہ میں سے کچھ لوگ اپنے گھروں سے نکل آئیں اور مرکز میں آ کر علم دین حاصل کریں بعد ازاں ہر کوئی اپنے اپنے ہاں واپس جا کر اپنے قبیلہ کو اپنے قول و فعل سے تعلیم دیں۔

پس یہ الٰہی طریق ہے۔ حضرت نبی کریم کا یہی طریق تھا۔ حضرت امام زمان علیہ السلام نے بھی یہی طریق اختیار کیا۔ اس لئے ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ اس نیک کام کی ابتداء ہمارے ہاں سے کی جا رہی ہے۔ یہ ہمارے لئے بڑی مسرت اور بڑے فخر کا مقام ہے۔ آئیے مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے اور ہمیں اس راہ میں خدمت کی توفیق دے اور جو اس پروگرام کے مجوز ہیں اور جنہوں نے اس پروگرام کو عملی صورت دی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رضا اور انعام سے نوازے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ قرآن کریم کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوام پر بڑی بڑی رحمتیں اور برکتیں نازل کیں، انہیں انعامات سے نوازا ایسے منعم علیہ گروہ کو ہم نے بھی اس دور میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان انعام یافتہ لوگوں کے خلف اپنی بداعمالیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ عبادت الٰہی سے کنارہ کش ہو جاتے اور اپنی خواہشات کے بندے بن جاتے ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ اپنے افضال و اکرام کا ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور وہ اقوام تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے امام عصر حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی روشنی میں فرمایا کہ اس جماعت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔ دوسری چیز جس کی طرف ہمیں خاص طور پر توجہ دینی چاہیئے وہ یہ ہے لا تفرقوا۔ آپس میں پھوٹ نہ ڈالیں۔ اس سے قوم برباد ہو جاتی ہے۔ حضرت صاحب نے اس کی طرف بار بار جماعت کو توجہ دلائی ہے رائے کا اختلاف کوئی بری چیز نہیں ہے یہ برکت و رحمت ہے اگر اختلاف کو ذاتی چیز بنا لیا جائے انفرادی وقار کا مسئلہ قرار دے لیا جائے تو یہ ٹھیک نہیں ہے، اس سے قوم اور جماعت کا اتحاد و اتفاق پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا ہے حضرت صاحب کے الفاظ میں اس بارے بڑی سخت وعید ہے۔ تفرقہ اور اعلائے کلمۃ اللہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سب اجتماعی دعائیں کریں۔ انسانوں میں انفرادی طور پر اپنی اپنی روحانی تاثیرات ہوتی ہیں، کبھی ایک مومن کی وجہ سے ایک بستی کو با برکت بنا دیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے دکھ درد دور ہو جاتے ہیں، پس آپ سوز و گداز اور درد دل سے دعائیں کریں۔ وطن عزیز کے تحفظ، سالمیت

(باقی بر صفحہ نمبر ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۴ اگست ۱۹۷۱ء

تحفہ

۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء کے الفضل میں خلیفہ صاحب ربوہ کا ایک خطبہ شائع ہوا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ :-

"اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین اہم اور بنیادی نعمتیں عطا فرمائی ہیں (۱) تفسیر القرآن (بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (۲) شرف انسانی (۳) خلافت راشدہ کا قیام۔"

خلیفہ ربوہ کی ان اہم بنیادی نعمتوں میں سے تیسری نعمت کے متعلق ان کا ارشاد ہے کہ :-

"تیسری نعمت عظمیٰ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت ہم احمدیوں کو حاصل ہے وہ خلافت راشدہ کا قیام ہے .... ایک ہے خلافت اور ایک ہے خلیفہ، خلافت نظام ہے اور خلیفہ جتنی بھی اللہ تعالیٰ اس کو زندگی دے وہ اللہ تعالیٰ کے منشاء سے منتخب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو منصب خلافت پر بٹھاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصطلاح میں خلافت قدرتِ ثانیہ کی مظہر ہوتی ہے۔"

خلیفہ صاحب کے اس ارشاد کو پڑھ کر چند سوالات ہمارے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ اصطلاح انہوں نے کہاں سے معلوم کی کہ "خلافت قدرتِ ثانیہ کی مظہر ہوتی ہے"۔ "الوصیت" میں قدرتِ ثانیہ کا ذکر بے شک ہے، لیکن خلافت کا لفظ تک نہیں، نہ اپنے بعد آپ نے کسی شخصی خلافت یا نظامِ خلافت کے قیام کا کوئی ذکر کیا ہے، اپنے جانشین کا ذکر بے شک کیا ہے، لیکن کسی فرد کی طرف اسے منسوب نہیں کیا بلکہ صاف لفظوں میں لکھا کہ "انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے"۔ ان صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے "قدرتِ ثانیہ" کو خلافت کی اصطلاح قرار دینا اور اسے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے، غور کیجئے حضرت مسیح موعود تو اپنے آپ کو "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ" قرار دیتے ہیں، اور انجمن کو اپنا جانشین ٹھہراتے ہیں، جس کو انہوں نے خود اپنی زندگی میں قائم کیا اور سلسلہ کے تمام امور اس کے سپرد کرتے ہوئے یہ لکھ کر دے دیا کہ :-

"جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی صحیح سمجھا جانا چاہئے اور وہی قطعی ہونا چاہئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میری ہرگز نہیں کرے گی صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو، اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔"

اس تحریر میں بھی جو حضرت مسیح موعودؑ کے قلم کی لکھی ہوئی موجود ہے آپ نے اپنے بعد "ہر ایک امر میں" صرف انجمن ہی کا اجتہاد کافی قرار دیا ہے، اور یہ نہیں لکھا کہ میرے بعد جو خلفاء ہوں گے ان کو بھی دینی امور میں انجمن کے فیصلوں کی اطلاع دی جایا کرے،

پھر سمجھ نہیں آتا کہ وہ خلافت جس کو خلیفہ ربوہ نے نعمتِ عظمیٰ اور خلافتِ راشدہ قرار دیا ہے کہاں سے پیدا ہو گئی، حضرت مسیح موعود بھی "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ" اور ان کے بعد بھی خلیفہ (جس کا کوئی ذکر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی الوصیت میں نہیں) "جو بقول میاں ناصر احمد" اللہ تعالیٰ کے منشاء سے منتخب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو منصب خلافت پر بٹھاتا ہے"۔ عقل محو حیرت ہے کہ این چہ بوالعجبی است، ہاں یہ میاں ناصر احمد کے لئے نعمت عظمیٰ بے شک ہے، کہ انجمن کو بالائے طاق رکھ کر ہر سال مختلف فنڈوں اور نذرانوں کے ذریعہ ہزارہا روپیہ ان کی جیب میں پہنچ جاتا ہے، ان کے والد ماجد میاں محمود احمد صاحب نے بھی اس نعمتِ عظمیٰ کے ملنے پر یہ راگ الاپا تھا :-

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

بالفاظ دیگر قوم جائے بھاڑ میں ہم کو خلافت کا لعلِ بے بدل مل گیا۔

بیشک ہم بھی تائید کرتے ہیں کہ ربوی خلافت خلیفہ صاحب کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے، جس کا وہ جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے ...... سابق خلیفہ ربوہ کی طرح یہ نہیں کہا کہ مجھ پر پیچھے اعتراض کرنے والا بھی جہنمی ہے، بلکہ فرمایا کہ ان زغت فقومونی اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو، نہ ہی مرتے وقت کسی بیٹے کو خلیفہ بنایا بلکہ قوم میں سے ایک اولوالعزم ترین انسان حضرت عمرؓ کو خلافت کے منصب پر بٹھایا گیا، جن کی یہ حالت تھی کہ جب مال غنیمت کا کچھ کپڑا ان کے حصہ میں آیا، جس سے انہوں نے اپنی قمیص بنائی تو بر سر منبر ان پر اعتراض کیا گیا کہ ان کے حصہ کا کپڑا اتنا نہیں تھا جس سے ان کے قد کے مطابق قمیص بن سکتی، باقی کپڑا انہوں نے کہاں سے لیا تو ان کے بیٹے نے کھڑے ہو کر جواب دیا، کہ میں نے اپنے حصہ کا کپڑا بھی باپ کو دے دیا تھا، جس کو ملا کر ان کی قمیص بن گئی، اور ایسا ہی جب انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ تم لوگ عورتوں کے مہر زیادہ باندھنے لگ گئے ہو، میں حق مہر کی رقم مقرر کر دوں گا کہ اس سے زیادہ نہ باندھا جائے تو ایک عورت نے اٹھ کر انہیں اس طرح مخاطب کیا یا ابن الخطاب! اے خطاب کے بیٹے اللہ یعطینا وانت تمنع اللہ ہمیں دیتا ہے اور تو روکتا ہے اور ساتھ ہی قرآن کریم کی آیت پڑھ دی وان اعطیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئاً۔ اگر تم عورتوں کو ڈھیروں ڈھیر سونا دو تو ان سے اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کس قدر جرأت ہے، خلیفہ وقت امیر المومنین خطبہ دے رہے ہیں اور ایک عورت اٹھ کر یا ابن الخطاب کر کے مخاطب کرتی ہے اور کھلے بندوں ان کی تردید کرتی ہے لیکن آپ اسے نہیں کہتے کہ اے عورت تو کون ہوتی ہے ہم پر اعتراض کرنے والی، تو جہنم میں جائے گی بلکہ نہایت عاجزی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور فرماتے ہیں نساء المدینۃ افقہ من عمر مدینہ کی عورتیں بھی عمر سے زیادہ قرآن کو سمجھتی ہیں، اور پھر وفات کے وقت آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک بورڈ بنا دیتے ہیں جس میں اپنے فرزند کو بھی بطور ممبر شامل کرتے ہیں لیکن یہ وصیت کرتے ہیں، کہ اس بورڈ میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنایا جائے سوائے ابن عمر کے، یعنے اپنے فرزند کو خلافت کا حقدار قرار نہیں دیا۔

یہ تھی خلافت راشدہ! کیا ربوی خلافت میں ایک بھی ایسا واقعہ بتایا جا سکتا ہے جس میں خلیفہ کے کسی فعل پر اعتراض کیا گیا ہو اور انہوں نے معقولیت کے ساتھ اس کا جواب دیکر یا اپنی کسی غلطی کا اعتراف کر کے معترض کا منہ بند کیا ہو؟ اس کے خلاف وہاں اعتراض کی کسی کو جرأت ہی نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی شخص بھولے بھٹکے کوئی بات خلیفہ صاحب کی مرضی کے خلاف کہہ بیٹھے تو اسے راندۂ درگاہ قرار دے کر جماعت میں سے خارج اور ربوہ سے دیس نکلا کر دیا جاتا ہے، اس کو خلافتِ راشدہ کہنا خلافت کا منہ چڑانا نہیں تو اور کیا ہے،

اسی خطبہ میں خلیفہ صاحب ربوہ نے ایک اور بھی انکشاف کیا ہے آپ فرماتے ہیں :-

"ہماری جماعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت کے جو کرتا دھرتا لوگ تھے اور جن کا دل کرتا تھا کہ سب کچھ صدر انجمن کو مل جائے اور ہر چیز ہمارے کنٹرول میں اور ہمارے ہاتھ میں آ جائے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ سمجھے کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ جو ہمارے نہایت ہی پیارے خلیفۂ اوّل ہیں انکو منتخب کر کے خلیفہ بنا لیا جائے اور بنانے والوں نے بنایا اور تاریخ نے اس کو ریکارڈ کیا ہے کہ آپس میں جب باتیں کرتے تھے تو کہتے تھے بڈھا ہے دو چار سال میں ختم ہو جائے گا اور پھر ہر چیز ہمارے پاس آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ بہ ظاہر عقل و ہنر رکھنے والے تھے ماہر تجربہ کار تھے جن کے ہاتھ میں سارا اقتدار تھا مگر ان کی نگاہ میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے عالم دین یا بزرگ کی شکل میں نمایاں نہیں آتے تھے بلکہ وہ انہیں ایک ایسے بڈھے کی شکل میں دیکھتے تھے جس پر عنقریب دورِ فنا آنے والا ہوتا ہے مگر وہ عظیم شخص جس پر بظاہر بڑھاپے کا عالم بھی طاری تھا جسے بڑھاپے کی کمزوریاں بھی لاحق تھیں اور جس کے متعلق یہ

سمجھا گیا تھا کہ ہم جو چاہیں گے اس سے منوا لیں گے۔ جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوا تو ان کی ایک غلطی پر اس نے ان کو وہ جھاڑ پلائی کہ ساروں کی چیخیں نکل گئیں اور آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہ تھے اس وقت وہ جلال کا جلوہ جو دنیا نے، احمدیت نے دیکھا اور تاریخ احمدیت نے جسے محفوظ رکھا وہ اس بوڑھے کی طاقت کا جلوہ نہیں تھا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس وعدے کا جلوہ تھا کہ میں جس کو بھی اس منصب پر فائز کروں گا میرے جلال اور جمال کو تم اس کے وجود میں مشاہدہ کرو گے۔ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوگا۔"

غور کیجئے کس قدر بہتان بازی سے کام لیا گیا ہے، سب سے پہلے ہم خلیفہ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ "کرتا دھرتا" کون تھے جن کا "دل کرتا تھا کہ سب کچھ صدر انجمن کو مل جائے اور ہر چیز ہمارے کنٹرول میں اور ہمارے ہاتھ میں آ جائے" کیا ذہی نہ تھے جن کو حضرت مسیح موعودؑ نے خود انجمن کے "کرتا دھرتا" بنایا تھا اور انہیں لکھ کر دے دیا تھا کہ میرے بعد "ہر ایک امر میں صرف انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" پھر کونسا "سب کچھ" تھا جس کے متعلق وہ لوگ چاہتے تھے کہ انجمن کو مل جائے۔ "سب کچھ" تو خود حضرت مسیح موعودؑ نے ہی ان کو تفویض کر رکھا تھا،

باقی باتیں جو خلیفہ صاحب نے ارشاد فرمائی ہیں کہ "آپس میں جب باتیں کرتے تھے تو کہتے تھے بڈھا ہے دو چار سال میں ختم ہو جائے گا اور پھر ہر چیز ہمارے پاس آ جائے گی" یہ انہوں نے کہاں سے سنا اور ربوہ کی بنائی ہوئی تاریخ کے سوا کس نے اس کو ریکارڈ کیا ہے، اور وہ کونسی چیز تھی جو ان "کرتا دھرتا" لوگوں کے پاس نہ تھی جس کے لئے وہ مولوی نورالدینؓ کی موت کا انتظار کرتے تھے، سلسلہ کا نظم و نسق اور آمد و خرچ تو مولینا نورالدین صاحب کی زندگی میں ہی انہی کے پاس تھا، انہیں آپ کی وفات کی انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی بالخصوص جبکہ حضرت مولانا انجمن کے معاملات میں دخل نہ دیتے تھے، اور اسے بااختیار انجمن سمجھتے تھے اس بارہ میں خود حضرت مولانا مرحوم کا ارشاد سن لیجئے،

"حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ تمہیں کھول کر سناتا ہوں، جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور ادھر چودہ اشخاص (معتمدین صدر انجمن احمدیہ۔ ناقل) کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو، تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اس کو اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا پھر نہ صرف چودہ بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہوگیا۔"

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ وہ ممبران انجمن کو بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح سمجھتے تھے اور حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے مطابق ان کے فیصلوں کو قطعی مانتے تھے، ایسی حالت میں یہ کہنا کہ وہ لوگ حضرت مولانا کی موت کا انتظار کرتے تھے تا کہ سب کچھ ان کے ہاتھ میں آ جائے کس قدر غلط بیانی ہے وہ کونسا "سب کچھ" تھا جس کے ہاتھ میں آنے کے لئے وہ بے تاب تھے، یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے خود ہی حضرت مولانا نورالدین صاحب کو خلیفہ منتخب کیا اور ان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی، اور جن کو حضرت مولینا اپنے پیارے دوست سمجھتے تھے، اور جب حضرت مولانا محمد علی صاحب انہیں ترجمہ قرآن سنانے جاتے تو خوش ہو کر کہتے "تو بیا کہ زندہ مانم" ہم خلیفہ صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا نے ان کی کس غلطی پر کونسی جھاڑ انکو پلائی تھی جس سے ان ساروں کی چیخیں نکل گئیں اور آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہیں تھے۔" کیا خلیفہ صاحب اس کی وضاحت کریں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولینا کی موت کی انتظار انجمن کے کرتا دھرتاؤں کو نہیں بلکہ جناب میاں محمود احمد صاحب اور ان کے افراد خاندان کو بے چینی کے ساتھ لگی ہوئی تھی، اور ان کو افسوس تھا کہ میاں صاحب کو چھوڑ کر حضرت مولانا کو خلیفہ کیوں بنایا گیا اسی وجہ سے میاں صاحب کے نانا جان قریہ بہ قریہ اور گھر گھر جا کر افراد جماعت کو بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہتے پھرے کہ خلافت مسیح موعودؑ کے بیٹے کا حق تھا، اس سے چھین کر دوسرے کو دے دی گئی، آئندہ کے لئے احتیاط کی جائے۔ اسی غرض سے میاں صاحب نے حضرت مولانا کی زندگی میں مجلس انصار اللہ بنائی، اور ایسے اعتقادات وضع کئے جن کو مسیح موعودؑ کے خلاف ہونے کی وجہ سے انجمن کے "کرتا دھرتا" ماننے کے لئے تیار نہ تھے، اور اسی وجہ سے حضرت مولانا کی وفات پر کرتا دھرتاؤں کو الگ کر کے میاں صاحب خلافت کی گدی پر متمکن ہو گئے، اور انہوں نے شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے بے ساختہ کہا

> شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
> کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہوگیا

یہ وہ حقائق ہیں، جو تاریخ احمدیت کا جزو لاینفک ہیں، ان کو نظر انداز کر کے خلیفہ ربوہ جو صاف چاہیے غلط سلط باتیں بنا کر اپنی خلافت کی نعمت عظمیٰ کے گیت گائیں لیکن حضرت مسیح موعود کے مقرر کردہ ممبرانِ انجمن اور آپ کے بہترین رفقا اور حضرت مولینا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے پیارے دوستوں پر آوازے کسنا کسی طرح روا نہیں ؟

جلسہ ایبٹ آباد

(بسلسلہ صفحہ ۲)

اور بقاء کے لئے دعائیں کریں۔ یہ پاکستان بڑے بلند ارادوں کے ساتھ بنا تھا۔ اور بنتے ہی مصیبتوں کا شکار ہوگیا۔ اس دنیا میں ہر جگہ اس کے دشمن ہی دشمن نظر آتے ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال سے خوش ہوگا تو ہمارا ملک بھی بچ سکتا ہے، اگر ملک نہیں ہے تو ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہوگا آپ اس کی سلامتی اور استحکام کے لئے دعائیں کریں کہ ہم سچ مچ کے مسلمان بن جائیں۔ ہماری حالت نہایت خراب ہے۔ اپنی جماعت کے لئے دعا کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے، اور قرآن و سنت کو ہر جگہ پہنچانے کا عزم کئے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ اپنی توفیق و تائید سے نوازے اور اپنے دوسرے دوستوں کے لئے دعا کریں جو مصائب و مشکلات اور بیماریوں میں مبتلا ہیں دوسروں کے لئے دعا کرنا اصل دعا ہے۔

میں نے اس سال جماعت کے وفات یافتہ خواتین و احباب کی فہرست مرتب کروائی ہے یہ لمبی چوڑی فہرست دیکھ کر صدمہ ہوا۔ ان سب کی مغفرت کے لئے دعا کریں، دنیا سے جو لوگ چلے جاتے ہیں وہ اپنے بھائیوں کی دعاؤں کے محتاج ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (دعا کی گئی)

محترم قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ پشاور کی تقریر

مکرم قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ پشاور نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ قرآن کریم ایک دائمی معجزہ ہے اس رنگ میں کہ اس کی تعلیمات حیات بخش ہیں۔ اس سے عرب کی مردہ قوم کو زندگی ملی۔ ایسی زندگی جس کو دوام حاصل ہے۔ تو قرآن کریم پر جو کوئی قولاً اور فعلاً عمل پیرا ہوگا اس کو ایک مقدس و مطہر زندگی نصیب ہوگی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس معجزہ کو اپنوں اور غیروں کے سامنے پیش کیا اور اس وقت پیش کیا جب مساجد میں ہر قسم کی کتب پڑھائی جاتی تھیں لیکن باری نہیں آتی تھی تو قرآن کریم کی نہیں آتی تھی۔ دیوبند میں مشکل سے بیضاوی میں سے ایک دو سورتیں پڑھا دی جاتیں۔ جامی، سعدی اور دوسرے بزرگوں کی کتب کو تو معجزہ سمجھا جاتا مگر قرآن کریم کو معجزہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا اور بلند آواز سے اعلان کیا کہ قرآن کریم معجزہ ہے اور اس کا خود دعوے ہے کہ میں لوگوں کو زندہ کر دوں گا جو حیات بخش امور ہیں قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے ان پر روشنی ڈالی ہے۔

مکرم قاضی صاحب نے فرمایا کہ آباء پرستی، پیر پرستی عام ہے، مروجہ خیالات اور پیروں کی باتیں اندھا دھند مان لینا عام بات ہے لیکن قرآن کریم اسے غلامی کا طوق قرار دیتا ہے۔ اس نے وسیع القلبی اور آزادی فکر و عمل کی اس حد تک تعلیم دی ہے کہ خود فرمایا ہے کہ اگر تم قرآن سے بہتر کوئی دوسری کتاب لے آؤ تو ہم اس پر عمل کریں گے۔ آدمی کو انسان بنانے والی اور اس کی استعدادوں کو جلا بخشنے والی چیز عقل ہے۔ یہی ایک چیز ہے جو حیوان اور انسان میں مابہ الامتیاز ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمِ انسانیت پر احسان ہے کہ انہوں نے اس کی گردن سے تقلید اور آباء پرستی اور رسم و رواج کے بُت توڑ دیئے اور انہیں فکر کی آزادی عطا فرمائی ہے لہذا ہمیں اس کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ زمانہ آگے جا رہا ہے اور کہیں دُور نکل گیا ہے۔

مکرم قاضی صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ احمدیہ تحریک نے اس خصوصیت کو برقرار رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم یورپ والوں کی تہذیب سے متاثر نہیں ہیں۔ ہم یورپ کو دجال اور یاجوج ماجوج قرار دیتے ہیں اور ان اقوام کی اصلاح اور ان سے نجات دینے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے آپ نے ان اقوام کا دجل ظاہر فرمایا اور ان کے مذاہب کا ابطال فرمایا اور اسلام کی حقانیت و صداقت پیش کی۔ ہم جو حضرت صاحب کے دامن سے وابستہ ہیں ان کو اسلام کی برتری، فتحمندی اور اقوام عالم پر غلبۂ اسلام کے بارے میں حتمی یقین ہے یہی وجہ ہے کہ ہم مغرب و مشرق میں جاتے ہیں اور سلسلہ احمدیہ کے علم الکلام سے مسلح ہو کر اونچی گردن کر کے مخالفین و معاندین اسلام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا امت مرحومہ پر احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں دجال کی شناخت دی۔ مولوی لوگ

باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲

دینِ اسلام کی اساس ـــــ حصولِ رضائے الٰہی اور خدمتِ خلق

ربّانی صفاتِ حسنہ کا ارتقاء یا انسانی حیات کا حقیقی نظریہ

سابق بالخیرات و الحسنات کا زرّیں اصولِ مقابلہ

احمدیہ جماعتیں اپنے کردار و سیرت سے اسلامی معاشرہ کی رہنمائی کا فریضہ ادا کریں

خُطبہ جُمعہ

مؤرخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۷۱ء

فرمودہ

مکرّم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

وکذالک جعلنکم اُمّۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرّسول علیکم شھیدا ـ (البقرہ ۲: ۱۴۳)

وقال اللہ تعالیٰ ــــ ولکلٍّ وجھۃ ھو مولّیھا فاستبقوا الخیرات ـ این ما تکونوا یأت بکم اللہ جمیعًا انّ اللہ علیٰ کلّ شیءٍ قدیر ــــ (۲ : ۱۴۸)

وقال اللہ تعالیٰ ــــ لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیّین ـ واٰتی المال علیٰ حبّہٖ ذوی القربیٰ الخ ــــ اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون ــــ (۲ : ۱۷۷)

بیں نے سورہ شریفہ البقرہ کے مختلف مقامات سے تین آیات تلاوت کی ہیں۔ پہلی آیت میں یہ ذکر ہے کہ اسی طرح ہم نے تم کو بہترین اُمّت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ یعنی ان کے پیشرو بنو جیسے یہ رسول صلعم تمہارے لئے امام و نمونہ ہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ ہر جماعت اور قوم کی کوئی نہ کوئی منزل اور مقصد ہوتا ہے تو اے مسلمانو! تمہارے سامنے منزل اور مقصد سابق بالخیرات کا ہونا چاہئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم تمام دنیا میں پھیل جاؤ گے تو بھی تمہارے اندر اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے گا۔ سابق بالخیرات ہونا ایسی خوبی اور جملہ نیکیوں کی جڑ ہے کہ جس میں عالمگیر اتحاد مضمر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر ہیں کہ جو اس کو مقصد بنا لیں گے وہ متحد ہو جائیں گے۔

تیسری آیت میں فرمایا کہ اصل نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو۔ بلکہ حقیقی نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں اور اپنے محبوب مال کو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں اور گردنوں کے آزاد کرنے میں دیتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جب عہد کر لیتے ہیں تو اپنا قول پورا کرنے والے ہوتے ہیں اور تنگی اور بیماری اور جنگ کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے اعتقاد میں سچے اور اپنے عمل میں پرہیزگار ہیں۔

پہلے تو مسلمانوں کو ترغیب دلائی ہے کہ وہ دوسری قوموں کے لئے شہید یا رہنما بن کر دکھائیں۔ لفظ شہید کے تین طرح معنی آتے ہیں۔ رہنمائی کرنا۔ علم میں پختگی کا ہونا اور پاکیزہ زندگی اختیار کرنا۔ تو اس طرح اس لفظ شہید میں ساری […] کی ساری زندگی کی غرض و غایت کی تشریح آگئی یہ کہ مسلمانوں کو پہلے علم و یقین میں پختگی حاصل کر کے باطنی پاکیزگی اختیار کرنا ہے اور پھر دو[…]ب کے لئے نمونہ قائم کرنا ہے۔ یہ جو فرمایا ہے جعلنکم امّۃً وسطاً تو جس طرح سورۃ فاتحہ کی آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں یہی دعا سکھائی گئی ہے۔ کہ ہم کو اے اللہ سیدھے راستے پر چلائے رکھ۔ ان کا راستہ جن پر تو نے اپنا انعام اور فضل کیا نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ہی گمراہوں کا۔ یہاں بھی مسلمانوں کو اس وسط راستے پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے جو دو انتہائی و متضاد راستوں کے درمیان کا صراط وسطیٰ ہے۔ دونوں متضاد راستے غلط ہیں مگر ایک راستہ جو ان کے درمیان اعتدال و میانہ روی کا راستہ ہے وہی صحیح ہے اور یہی سیدھا و مستقیم ہے۔

صراطِ مستقیم یا اعتدال و توازن کا راستہ

انسان اگر غور کرے تو کام کرنے کے تین ہی راستے ہیں۔ دو ادھر ادھر کے انتہائی راستے جو متضاد ہیں مگر ایک راستہ ان کے بین بین درمیانی ہے۔ تو جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کی رہنمائی کے لئے نمونہ ہیں اسی طرح اصحابِ رسولؓ نے بھی رشد و ہدایت کی اعلےٰ سے اعلےٰ اور بلند سے بلند تر مثالیں قائم کی ہیں لہٰذا تم بھی دنیا میں اعلےٰ اور عمدہ نمونہ قائم کر کے دکھاؤ۔ اور وہ نمونۂ زندگی […] کے اس راز میں مضمر ہے جو فاستبقوا الخیرات کے جملہ میں مرکوز ہے۔ نیکیوں اور بھلائیوں [میں] ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی مسابقت یا دوڑ میں لگ جانا ہے۔ نیکی میں ترقی اتحادِ حقیقی کا راستہ ہے کیونکہ جہاں نا اتفاقی پائی جاتی ہے وہاں اگر جہالت نہیں تو پھر وہاں پر خود غرضی ضرور پائی جائے گی۔ غرضیکہ دنیا میں اتحاد و اتفاق کا راستہ قرآن کریم نے اس لائحۂ حیات کو کھول کر بتلا دیا کہ جب تم اعمالِ حسنہ میں ایک دوسرے سے بڑھنے کو حیات کا مقصد بنا لو گے اور اسے اپنے اندر باہمی بطور اصول مقابلہ (COMPETITION) بنا لو گے تو اس کا نتیجہ لازماً یہ نکل کر رہے گا کہ تمہارے مابین اتحاد و محبّت اور الفت و یگانگت پیدا ہو کر رہے گی۔ یہ سوال کہ خیرات کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں فرمایا کہ یہ جو دین کے چھوٹے چھوٹے ارکان ہیں کہ اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو۔ یہ تو فی الذات کوئی نیکی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق دوسری جگہ ارشاد ہوا فاینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ جس طرف بھی تم منہ کرو گے ادھر ہی خدا کا رخ ہے۔ بلکہ حقیقی نیکی کے کام ایمان و عملِ صالحہ سے وابستہ ہیں، اللہ اور آخرت، فرشتوں اور کتب اور اور انبیاءؑ پر ایمان لانا، آسمانی صحائف اور انبیاء کے نمونے جو تمہاری رہنمائی کے لئے بھیجے ان پر ایمان لا کر ان کے مطابق عمل کرنا، حلال طیّب کمائی کھانا۔ بنی نوع انسان سے خیر خواہی اور ہمدردی کا سلوک کرنا اور اپنے اندر اعلےٰ صفات پیدا کرنا، مصائب و مشکلات کے وقت صبر و ضبط کا اعلےٰ نمونہ دکھلانا۔ پس سابق بالخیرات یا شہید ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو اعلےٰ صفات حسنہ کی نشو و نما میں [?] والے ہوں۔

میں نے صرف تین مقامات سے یہ باتیں بیان کی ہیں مگر سارا قرآن کریم ہی ان مضامین سے بھرا پڑا ہے اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے احکامات کی پیروی کی جائے اور مخلوق خدا سے خیر خواہی کا سلوک کیا جائے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے مذہب کے متعلق جو تصوّر دیا ہے اس کا خلاصہ ایمان باللہ اور عمل صالحہ ہے یعنے خدا کے احکامات کی تابعداری اور خدا کی مخلوق سے محبت و خیر خواہی کا تصوّر ہی ہے باقی تمام باتیں زوائد میں سے ہیں یا ثانوی حیثیت رکھتی ہیں جو ایمان کی تقویت کا موجب تو ہوتی ہیں مگر ان میں فی الذات کوئی نیکی نہیں ہوتی جیسا کہ عام طور پر ایسا سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ ایک عام غلط فہمی ہے۔ دنیا میں مذہب کے متعلق اس سے بڑا المیہ کوئی نہیں ہوا کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اعلیٰ صفات میں ترقی ہو یا نہ ہو، خدا پر ایمان ہو یا نہ ہو،

[illegible]

مخلوق خدا کی خیر خواہی ہو یا نہ ہو لیکن رسوم و رواج کی پابندی ضرور ہو۔ انہی رسوم و رواج کو ہی دین کی غرض و غایت سمجھ لیا جائے اس طرح ان رسوم کو جن کے اندر دین کی کوئی رُوح موجود نہیں بطور کفارہ قرار دے کر تسکین و تسلی اور نجاتِ اُخروی کا موجب قرار دے لیا گیا ہے، حالانکہ مذہب کی اصل غرض یہ نہیں ہے کہ ارکانِ دعبادت کو محض بطور رسم و رواج کے صرف دکھاوے کے [illegible]

حضرت امام الزمان مسیح موعودؑ اسی صدی میں تشریف لائے ان کا مقصد اصل دین کا احیاء تھا، اسی دین کے احیاء کے لئے جو کہ قرآن اور انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ اس دین کی عظمت دلوں میں پیدا کرنا اور زندگی کے اعمال میں اس کو جاری و ساری کرنا حضرت مسیح موعود کا مدعا و نصب العین تھا۔ ہم نے ابھی محض کتب اور تقاریر ہی کی بعونی کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیمات کو پیش نظر رکھا ہے مگر اس بات کی بہت کم پرواہ کی ہے کہ ہمارے باطن میں بھی اس تعلیم کا کچھ اثر ہوا یا نہیں جو ایمان و یقین کا تقاضا ہے۔ نہیں تو یہ تلقین کی گئی تھی کہ اپنے نفس اور اپنے باطن سے پاکیزگی اور طہارت کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلعم نے پیش کیا اور جو صلحاء اُمت نے پیش کر کے دکھلایا ہم اپنی باطنی روحانی و اخلاقی صفات کو ترقی دے کر ہی دنیا کے رہنما بن سکتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کے اصحاب رضی نے یہ کمال حاصل کیا تو وہ دنیا کے معلم و ہادی بن گئے۔ وہ صحیح معنوں میں شہید ثابت ہوئے۔ انہوں نے اپنے وجود اور زندگی کے واقعات سے شہادت دی کہ حقائق و تعلیمات دین درست اور مبنی بر حقیقت ہیں۔ انہوں نے محض باتوں سے نہیں بلکہ نئی زندگی کے وجود اور حسن عمل سے یہ امر ثابت کیا۔ علاوہ اور نشاناتِ علم غیب دکھلانے کے انبیاء و رسل علیہم السلام اور مامورین و مجددین بھی معجزات و کرامات دکھلاتے ہیں کہ ان کی زندگیاں اور ان کے اعمال و افعال شہادت دے رہے ہوتے ہیں کہ ان کا تعلق خدا سے ہے۔ ان کو خدا سے مکالمہ مخاطبہ حاصل ہے میں ایک دو مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک واقعہ ہے کہ جب آپ نے ہجرت کی اور غارِ ثور میں پناہ لی۔ دشمنوں کو وہاں آپؐ کی تلاش میں غار کے سر پر کھڑے ہوئے دیکھ کر حضرت ابوبکر رضؓ گھبرا گئے۔ اس بے بسی کی حالت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے جو کلمہ نکلا وہ یہ ہے لا تحزن ان اللّٰہ معنا۔ کہ ہرگز نہ گھبرایئے! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے!! دیکھئے یہ محض ایک کلمہ ہے لیکن آپ خیال کریں کہ کن حالات یہ حقیقت آپ کے روح و قلب میں رچ بس چکی تھی اس لئے زندگی کے ایسے حالات میں بھی یہی کلمہ آپؐ کے قلب مبارک سے نکل کر زبانِ مبارک پر آجاتا تھا۔ اس مقام پر عقل سے احاطہ کرنا مشکل ہے، یہ انہی صادقین کاملین کا خاصہ ہے کہ وہ اسے سمجھ سکیں جن کا زندہ تعلق زندہ خدا سے ہوتا ہے۔

زندگی کا یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ ایسے کئی واقعات سے آنحضورؐ کی زندگی لبریز ہے۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا واقعی و زندہ تعلق زندہ خدا سے قائم ہے۔

اب ایک واقعہ حضرت اقدس مسیح زمان علیہ السلام کی حیات کا بیان کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ کوئی انسان محض اپنی عقل سے یہ باتیں نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ تو وہی انسان کہہ سکتا ہے جس کو عرفان الٰہی یا زندہ خدا پر زندہ ایمان حاصل ہو۔ حضرت صاحب ایک مرتبہ دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ چند خدام بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں مولوی صاحبان سے مناظرہ ہو گیا مسجد مخالفین سے بھر گئی مخالفین بڑے غصے اور جوش و طیش میں تھے۔ کیونکہ وہ مولوی صاحبان کے بہکانے سے سمجھتے تھے کہ یہ شخص نعوذ باللہ کافر اور دجال ہے۔ اس کا اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دینا عین ثواب ہے۔ اس موقعہ پر آپؐ کے خدام کو پریشانی ہوئی اور خطرہ لاحق ہونے لگا۔۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدسؑ سے کہہ ہی دیا کہ حضور! جوش حد سے بڑھ رہا ہے۔ ہزاروں کے مجمع میں یہ چند لوگ تھے اور مخالفین مرنے مارنے کا فیصلہ کر کے آئے تھے۔ خدام کو یہ پریشانی لازمی تھی، لیکن ایسے نازک موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ مُردے ہیں زندوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایسے حالات میں جب جان پر آبنی ہو اور انسان مخالفین کے نرغے میں پھنس گیا ہو کوئی عقل کی بناء پر کیسے یہ الفاظ کہہ سکتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب تک کوئی بات آسمان پر نہ ہو لے تب تک زمین پر کیسے ہو سکتی ہے؟ گویا حضرت صاحبؑ کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی پر پورا پورا یقین ہے اور اس بناء پر آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر ایسا قتل ہونا مقدر ہوتا تو کیا خدا تعالیٰ مجھے مطلع نہ کرتا۔ پس قدر ہی کام ہے تو دوسری طرف خدا کی معیت و معاونت اور نصرت و تائید کا کس قدر یقین دل میں جاگزیں ہے! تو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے واقعات خود شہادت دے رہے ہیں اور آپؑ کی عالی صفات استقلال و ثبات قدم بھی عملی شہادت دے رہی ہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور اور ربوہ ہر دو کے لئے غور کرنے کا مقام ہے کہ ہم نے کہاں تک اپنی زندگیوں میں ان عالی صفات کو ترقی دی ہے؟ نیز اس میں ہمیں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی؟ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ تو دینِ اسلام اور اس کی حقیقتوں کو انسانی زندگیوں میں زندہ و تازہ کرنے کے لئے آئے تھے تاکہ ہم اپنی زندگیوں سے گواہی دیں کہ خدا ہے اور آخرت ہے۔ ہم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں اگر دینِ اسلام کے اس تصور اور تصویر کو اپنی زندگیوں سے من حیث الجماعت اپنے کردار کے نمونہ سے پیش کیا جائے اور اس مقصد کی طرف نگاہ ہو اور پھر اس کے ساتھ ہم اشاعت اسلام کا کام بذریعہ کتب و لٹریچر کریں تو وہ مبارک اور نور علیٰ نور ہے۔ لیکن میں یہ کہتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ یہ تصور اور یہ مقصد ہم نے کہاں تک قائم رکھا ہے؟ اس موقعہ پر میں حضرت صاحب کی ایک فیصلہ کن تحریر پڑھ کر سناتا ہوں۔ آپ غور سے سنیں۔ اس میں ہمیں اپنے مقصد و تصور کا تعین نظر آئے گا اور یہ امر بھی کھل کر سامنے آجائے گا کہ ہم اس مقصد و تصور کے کس قدر قریب ہیں یا دور۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعثت کی اصل غرض

آپؑ فرماتے ہیں:۔

"چند دنوں سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے۔ پس ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال پکر کر رہا ہوتا ہے وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں خیال اس زور سے ساتھ میرے دماغ پر سبب پائے ہوئے ہے کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی۔ تو وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو۔ اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اُسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستہ پر چلے اور اخلاق کے اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ بس یہ خیال ہے جو مجھے آج کل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔"

یہ ہے حضرت امام زمان علیہ السلام کا ارشاد۔ اس ارشاد کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ جماعت کا مقصد و مسلک اور عمل رہے آپؑ کے ارشاد کے مطابق جماعت کا اولین مقصد ان اعلیٰ انسانی صفات کو پیدا کرنا ہے، جو ایمان اخلاق اور علم میں پختگی اور رسوخ کا موجب ہوں

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

ملک الٰہی بخش صاحب راولپنڈی

حضرت مسیح موعودؑ کے مزعومہ دعویٰ نبوت کے متعلق چند سوالات کے جوابات

ایک صاحب ملک محمد شریف لائلپوری ربوہ جماعت کے سرگرم ممبر ہیں کئی سال ہوئے جب میں نے میاں محمود احمد صاحب کے عدالتی بیان پر تبصرہ کیا تھا تو کئی دفعہ مجھے خطوط لکھ اور مباحثہ کے لئے میرے گھر بھی آتے رہے مگر میں نے کم توجہ دی، کچھ عرصہ خاموشی کے بعد دو تین ہفتے ہوئے پھر حواروں سے بھرا ہوا ایک خط لکھا جس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے علاوہ حضرت امیر مرحوم اور مصری صاحب کے حوالے بھی لکھے، میں نے توجہ نہ دی تو میری بیٹی جہاں آرا کو خط لکھا کہ تمہارا باپ تحریری اور تقریری مباحثہ سے کتراتا ہے اسے کہیں مباحثہ کرے، اس پر بڑی محنت سے ذیل کا مضمون لکھا ہے: —

مکرم ملک محمد شریف صاحب۔ السلام علیکم۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے بلا سابقہ تعارف میری بیٹی کو مخاطب کیا ہے آپ کی یہ جسارت کس نا پسندیدہ ہے بفضلہ تعالے وہ اپنی علمی قابلیت اور فطری ذہانت کے باعث حضرت مسیح موعود کے دعوے کو عقلی نقلی دلائل کی بناء پر پہچانتی ہے اور آپ کے عقائد کو حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب کا باعث یقین کرتی ہے اور وہ اس عقیدہ پر شدت سے قائم ہے۔

۲۔ میرے نام آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے "آپ لوگوں کے سامنے کلمۂ حق احسن طور پر پیش کر سکوں"۔ اور پھر مجھے ان الفاظ سے نوازا ہے "ضد۔ بغض۔ عناد کی پٹی اپنی آنکھوں سے اتار پھینکیں" "ضدی انسان متعصب انسان۔ بغض و کینہ رکھنے والا انسان۔ بے انصاف انسان خدا کو نا پسند ہے"۔ ان حسین القاب کے بعد کس کا دل چاہے کہ ایسے انسان کی تحریر پڑھے جس پر قرآن کریم کا یہ فتویٰ منطبق ہوتا ہو کہ لما تقولون ما لا تفعلون جس پر خود عمل نہیں کرتے وہ بات کیوں کہتے ہو۔

۳۔ آپ نے لکھا ہے "آپ (یعنی حضرت مسیح موعود۔ ناقل) کی دونوں زمانوں کی تحریرات میں اختلاف ضرور ہے۔ اور اس کا کوئی شریف النفس انسان انکار نہیں کر سکتا اگر کوئی شخص ضد سے کام نہ لے......... تو بات بالکل عیاں ہے کہ دونوں زمانوں کی تحریرات ایک دوسرے کے متناقض ہیں اور ایک دوسرے کی ضد"۔ اگر کسی ذی عقل کے سامنے یہ کہیں تو وہ فوراً کہے گا کہ ایسے شخص کی تحریرات نہ قابل اعتبار ہیں اور نہ درخور اعتنا۔ مگر حضرت تو خود فرماتے ہیں "میرے کلام میں کچھ تناقض نہیں" (حقیقت الوحی) (کیونکہ) میں خدا تعالے کی وحی کی پیروی کرتا ہوں"۔ یہاں حضرت اقدس اپنی تحریرات میں تناقض سے انکار کرتے ہیں تو کیا آپ کے نزدیک حضرت اقدس شریف النفس انسان تھے؟ کیونکہ وہ تو وحی یعنی کلام الٰہی کی پیروی کرتے تھے جس میں تضاد ممکن ہی نہیں۔ توضیح مرام میں اپنی رائے کے بارہ میں لکھا ہے (اس امر میں بینات الہام سے قائم کیا گیا ہوں"۔ اگر اس وقت وہ غلطی پر تھے تو وہ بیّنات بھی غلط ثابت ہوئیں۔ اور اللہ تعالے کے کلام کے متعلق یہ بڑا بول ہے۔

اس کے بعد مقابلہ کے لئے آپ نے اپنی تائید میں دونوں زمانوں کی کچھ تحریرات متقابل کالم میں لکھی ہیں۔ ان میں سے دو یہ ہیں: —

۱۹۰۱ء سے پہلے	۱۹۰۱ء کے بعد
۱۔ "نبوت کا دعوےٰ نہیں محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔	"میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔ اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہے"۔
۲۔ "جس شخص کو میری تحریروں میں لفظ نبی شاق گذرے۔ وہ لفظ نبی کی جگہ محدث سمجھ لے۔ اور لفظ نبی کاٹا ہوا سمجھے"۔	"خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے میں نبی بھی ہوں اُمتی بھی۔ ۱۳۰۰ سال میں...... نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی فردِ واحد مخصوص کیا گیا ہوں"۔

ان حوالوں میں تو آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کو نعوذ باللہ گنہگار ثابت کر دیا ہے کہ اپنی تحریروں میں خود ہی نبی کا لفظ لکھا اور خود ہی اسے کٹوا دیا۔ تو کیا اس طرح اپنی نبوت سے انکار کر کے وہ گناہ کے مرتکب نہ ہوئے؟ فتدبروا۔ اللہ تعالےٰ تو عالم الغیب ہے جس کو ماضی، حال اور مستقبل کا پورا علم ہے اس لئے اس کے کلام میں تو تضاد ممکن ہی نہیں۔ جو کذب پر دال ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر حضرت مسیح موعودؑ کے کلام میں تضاد ہے۔ تو وہ اللہ تعالےٰ کا کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنے کلام کی صداقت کے لئے ذات باری تعالےٰ نے قرآن کریم نے یہ کلیہ بیان فرمایا ہے "لو کان من عند غیر اللہ۔ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا" اگر قرآن کریم غیر اللہ کا کلام ہوتا۔ تو اس میں بڑا تضاد ہوتا) لہٰذا اگر اللہ تعالےٰ نے بقول آپ کے دعوےٰ نبوت کے بارہ میں پہلے حضرت اقدس کو ایک علم دے کر بعدہٗ اس کے برعکس علم دیا تھا۔ تو یہ خدا کا کلام تو ہو نہیں سکتا۔ اس لئے یا تو ان دونوں زمانوں میں دیئے ہوئے حکموں کا مفہوم ایک ہے۔ اور یہی صحیح بھی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس نے لفظ نبی اور محدث کو ہم معنی قرار دیتے ہوئے لفظی نزاع سمجھ کر اپنی تحریروں میں نبی کا لفظ کاٹ کر محدث لکھ لینے کے لئے کہا تھا۔ اور اس کی تائید خود آپ کے پیش کردہ حوالہ ۲ کے علاوہ حضرت اقدس کے مندرجہ ذیل اقوال سے بھی ہوتی ہے: —

۱۔ الحکم ۱۷؍اپریل ۱۹۰۳ء میں حضرت اقدسؑ نے لکھا تھا۔ "آنحضرتؐ کی اُمت میں ہزاروں بزرگ نبوت کے نور سے منوّر ہوئے......... اور آنحضرت صلعم کی اُمت میں ہزاروں انسانوں کو نبوت کا درجہ ملا"۔ یعنی صرف شرف مکالمہ مخاطبہ حاصل ہوا۔ نہ منصب نبوت۔

۲۔ الوصیت میں ہے "۔ اللہ تعالےٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ مطہرہ کا شرف ایسے اشخاص کو عطا کیا جو فنافی الرسول کی حالت تک بدرجۂ اتم پہنچ گئے......... اور ان کو نبیوں کی طرح مکالمہ مخاطبہ نصیب ہوا۔ پس اس طرح بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا۔ باایں وہ نبی تھے۔

۳۔ "صدہا لوگ ایسے گذرے ہیں کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی۔ اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا"۔ (آئینہ کمالات اسلام) یعنی وہ فنافی الرسول تھے نہ کہ نبی۔

ان آخری دو حوالوں سے ثابت ہے کہ فنافی الرسول کا درجہ پا کر کامل اُمتی، نبوت کا درجہ اور خطاب پاتے ہیں۔ جس سے مراد شرف مکالمہ مخاطبہ پانا ہوتا ہے نہ نبوت اسی لئے ایسے کسی بزرگ کو آپ بھی نبی نہیں مانتے۔ حالانکہ خود حضرت مسیح موعود جن کو آپ نبی مانتے ہیں اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں کہ بعض اُمتیوں نے نبوت کا درجہ اور خطاب پایا۔ لہٰذا اگر دونوں زمانوں کے منقولہ بالا حوالے ہم معنی نہیں تو حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ مفتری قرار دینا پڑے گا۔ جنہوں نے متضاد کلمات خدا کی طرف منسوب کئے جس کے کلام میں تضاد اور تناقض ممکن ہی نہیں۔ آپ کہتے ہیں پہلے تو خدائے قدوس نے حضرت اقدسؑ کو کہا تم محدث ہو مگر بعد میں یہ کہ تم نبی ہو۔ حالانکہ حضرت اقدسؑ اخبار عام کے نام اپنے خط میں جو ان کا آخری بیان اور اعلان ہے۔ اپنی تحریرات میں تضاد کے خلاف صاف لکھ گئے ہیں "میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں۔ اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے پر لگایا جاتا ہے۔ کہ گویا...... میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی حاجت نہیں سمجھتا......... یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعوےٰ میرے نزدیک کفر ہے۔ نہ آج سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں یہی لکھتا آیا ہوں۔ کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعوےٰ نہیں یہ میرے پر سراسر تہمت ہے۔ جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں......... سو میں اس درجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے علم پا کر بکثرت پیشین گوئی کرنے والا سو خدا نے مجھے اپنے کلام کے ذریعہ بکثرت علم غیب عطا کیا ہے......... پس اسی بناء پر خدا نے میرا نام رکھا ہے...... اس لئے محض امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا۔ اور یہ مجھے عزت کا خطاب (نہ کہ منصب نبوت۔ ناقل) دیا گیا ہے تاکہ ان (یعنے دوسرے عام ملہمین امت محمدیہ۔ ناقل) میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جائے۔ ان معنوں سے میں نبی ہوں اور اُمتی بھی"۔

اوپر حضرت اقدس کے اقوال سے دکھایا گیا ہے کہ بعض اُمتیوں نے نہ صرف "نبوت کا درجہ"

اور "نبی کا خطاب" پایا۔ بلکہ ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ کا نام بھی پایا۔ یعنی وہ بھی فنافی الرسول تھے لیکن ان سے تمیز کرنے کے لئے حضرت اقدسؑ کو نبی کا خطاب بطور عزت بھی دیا۔ کیونکہ آپ کو اخبار غیب اور بشارت کا حصہ کثیر ملا۔ اور چونکہ وہ موعود مجدد تھے جن کے لئے پیشگوئیوں میں لفظ نبی آیا تھا۔ اس لئے ان کو یہ عزت کا خطاب ملا۔

نوٹ :- یہاں حضرت اقدسؑ تو دعوئے نبوت کو کفر قرار دیتے ہیں لیکن آپ ... مودی ہمت نہیں نکالتے؟ حالانکہ حضرت اقدسؑ لکھتے ہیں: "... علماء ان کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمت اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں کئی مرتبہ خدا کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا دعوئے نہیں کرتا ...... مگر افسوس کہ یہ علماء میرے تمام بیانات سن کر بھی یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں کفر ہے اور زبان پر ایمان۔ گویا انہوں نے دل چیر کر دیکھ لیا ہے"۔ پس مذکورہ بیان کے خلاف اگر کوئی شخص حضرت اقدسؑ کو مدعی نبوت مانے تو مخالف علماء حضرت اقدس پر مداہنت کا الزام لگانے میں سچے ثابت نہ ہوں گے؟ تفکروا یا اولی الابصار۔ خواہ اس کی ذمہ داری آپ ذات باری تعالےٰ پر ہی کیوں نہ ڈال دیں جو بقول آپ کے حضرت مرزا صاحب کو تشنا د احکام الہام کرتا رہا۔ کیا آپ نے حضرت اقدسؑ کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے کہ خدا کی قسمیں کھانے کے باوجود ان کے دل میں کچھ اور تھا اور زبان پر کچھ اور؟ اور وہ الزام جسے حضرت اقدس نے اوپر اپنے خط میں سراسر تہمت قرار دیا ہے۔ مخالف علماء کے فتوئے کفر اور مرحوم خلیفہ صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں یکساں دلائل کی بناء پر یوں مذکور ہے :-

مرحوم خلیفہ صاحب کی حقیقۃ النبوۃ میں	مخالف علماء کے فتوئے کفر میں
باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقع میں ضروری ہیں آپ میں پائی جاتی تھیں ...... اور گو وہ ان سب باتوں کا دعوےٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے ...... لیکن نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوا کسی میں پائی نہیں جاتیں اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں (خلیفہ صاحب مرحوم نے حضرت اقدس کے دعوئے نبوت سے انکار کرنے کی یہ وجہ بتلائی ہے کہ نعوذ باللہ وہ بے علمی اور نادانی کی وجہ سے خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے تھے۔ ناقل)	ہر چند قادیانی نے نفس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے .... ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس نبوت کا دوسرا نام محدثیت ہے جس سے ...... اس نبوت کے دعوے سے محدثیت کا دعوےٰ مراد ہے نہ حقیقتاً اور معناً نبی ہونے کا ...... جواب یہ ہے کہ اگرچہ قادیانی (کو) ...... جس نبوت کا دعویٰ ہے .... اس کا دوسرا نام محدثیت ہے ...... اس کا وہ مدعی ہے مگر ساتھ ہی اس نے محدث کے ایسے معنے کئے ہیں ...... کہ بجز نبوت کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ مخالفین نے تو حضرت اقدس کی زندگی میں اور متبعین نے ان کی وفات کے بعد جو یکساں الزام (یعنی دعوئے نبوت) حضرت اقدس کی طرف منسوب کیا ہے وہ حضرت اقدس پر سراسر تہمت ہے جس کی تردید وہ نہ صرف ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ کرتے رہے بلکہ وفات سے ایک دو روز پہلے آخری بار دعوئے نبوت سے بیزاری کا اظہار کر کے اور اسے اپنے اوپر تہمت قرار دیکر سب پر حجت تمام کر دی جزاہ اللہ تعالےٰ احسن الجزاء۔ خود "ایک غلطی کا ازالہ" میں بھی جسے آپ تبدیلی عقیدہ کی بنیاد قرار دیتے ہیں حضرت اقدس لکھتے ہیں: ۱۔ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمدؐ اور احمدؐ ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام مجھے بحیثیت فنافی الرسول ملا ہے ۲۔ جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں ...... شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں ...... مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے ...... علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی ان معنوں سے (یعنی مکالمہ مخاطبہ کے ذریعہ علم غیب پانے اور ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہونے کے معنوں سے۔ ناقل) نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا" اور یہ لغوی نبوت ہے جس سے مراد اخبار غیب پانا ہے گویا نفس نبوت کا الزام پہلے مخالف علماء نے اور بعد میں ان کی اتباع کرتے ہوئے ان کے نادان پیروؤں نے لگایا حضرت اقدس اسے سراسر تہمت سمجھ کر اس کی تکذیب کرتے رہے یعنی جس نبوت (یعنی مکالمہ مخاطبہ اور اخبار غیب پانے) کا دعوئے ۱۹۰۱ء سے پہلے کیا تھا وہی تادم واپسیں رہا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور یہ فنافی الرسول کا مقام ہے نہ کہ حقیقی اور مستقل نبوت کا۔ ... ہوں ... طور سے ... (یعنی یہ کہ وہ بروزِ محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی۔ ناقل) "پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعوئے نبوت کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بناء پر بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول رکھا...... میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد مصطفےٰ صلعم ہے اسی لحاظ سے (یعنی فنافی الرسول اور بروز ہونے کی وجہ سے۔ ناقل) میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہ گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام"۔

۴۔ اور فرمایا "ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اس طور سے ...... محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد صلعم ہی نبی رہے نہ کوئی اور یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلعم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعوےٰ کیا"۔

یہ تصریحات کیسے مائل ہیں۔ کم علم اور جاہل انسان ایسے مسائل کما حقہ کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر ظل نفس نبوت کے لحاظ سے اپنے اصل کے برابر ہو جائے تو وہ ظل نہیں رہے۔ اور اگر حضرت اقدس خود ہی رسول اور نبی بن گئے ہوتے تو اپنے آپ کو فنافی الرسول کہنا چھوڑ دیتے۔ مگر انہوں نے تو جیسا کہ حوالہ بالا سے ظاہر ہے۔ فنافی الرسول ہونے کا دعوےٰ کیا اور جو کچھ پایا اسی ذریعہ اور یہی دعوےٰ اخیر زندگی تک رہا۔

۵۔ چنانچہ فرمایا "مسیح موعود ظلی طور پر اس کا (حضرت محمدؐ کا۔ ناقل) نام لے گا خلق لے گا۔ علم لے گا۔ ایسا ہی اس کا نقب بھی لے گا" (نہ یہ کہ نفس نبوت کے لحاظ سے اپنے آقا آنحضرت صلعم کے مقابل مدعی نبوت بن کر کھڑا ہو گا جیسا کہ جماعت ربوہ کا عقیدہ ہے)

اس سے تو آپ کو انکار نہ ہو گا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود خدا سے تدریجی علم پا کر نبی ہونے سے انکار کرتے تھے مگر مخالف ان کے الہامات کی بناء پر انہیں مدعی نبوت قرار دیتے تھے (ملاحظہ ہو فتوئے کفر کی عبارت مندرجہ بالا) اور بقول آپ کے اس وقت خود حضرت اقدس ہی اپنا دعوےٰ سمجھنے میں غلطی اور دھوکہ میں مبتلا تھے تو ظاہر ہے کہ وہ خود اور ان کے عالم فاضل مرید نعوذ باللہ جھوٹے اور ان کے مخالف سچے تھے۔ یہ کوئی گہری منطق نہیں اگر ایک مسئلہ میں دو آدمی مخالف عقیدہ یا رائے رکھتے ہوں اور آپ کے نزدیک ایک غلطی پر ہو تو ظاہر ہے کہ دوسرا راستی پر ہو گا۔ لہٰذا یہ عند العقل غلط اور حضرت مسیح موعودؑ کے عطا کردہ علم کلام کے خلاف ہے کہ ایک شخص غلطی اور دھوکہ میں مبتلا بھی ہو۔ اور سچا بھی ہو پس اگر بقول آپ کے حضرت مرزا صاحب اللہ تعالےٰ سے وحی اور حکم پا کر اس کے مطابق عمل کرنے کی بجائے تاویل کر کے اس کے خلاف کرتے تھے۔ تو اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالےٰ کا کلام صحیح طور پر سمجھنے کی نعوذ باللہ استعداد ہی نہ رکھتے تھے۔ اور ان کو اپنے الہام یعنے اللہ تعالےٰ کے کلام پر پورا یقین ہی نہ تھا۔ لہٰذا اس کی تاویل کرتے تھے یا پھر مخلوق سے ڈر کر خالق کے فرمان اور اس کے الہام کے مطابق عمل کرنے سے قاصر رہے۔ لیکن ۱۹۰۱ء سے پہلے بقول آپ کے غلطی میں مبتلا ہو کر بھی عوام کو کہتے رہے کہ "یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں" (سراج منیر) کیا ایسے شخص پر نعوذ باللہ یہ مقولہ اطلاق نہیں پائے گا کہ "ہر کہ خود گم است کرا رہبری کند"۔ بہر صورت آپ کے عقیدہ کے مطابق حضرت اقدس ۱۹۰۱ء سے لگاتار (بقول خلیفہ صاحب مرحوم) تئیس سال تک اللہ تعالےٰ کے حکم کی نافرمانی کرتے رہے مگر ہمارے نزدیک تو یہ ایک

بے بنیاد الزام ہے کیونکہ وہ تو خدا کی قسم کھا کر اپنی وحی اور الہام کو نقص سے پاک بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ✦ بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم ✦ از خطاہا ہمیں است ایمانم

یعنی خدا کا کلام ہونے کی وجہ سے جیسے قرآن کریم تضاد اور تناقض سے پاک ہے۔ میری وحی اور الہام بھی چونکہ خدا کا کلام ہے اس میں بھی تضاد اور تناقض ممکن نہیں۔ لہٰذا ایسے پیران عظام پر سخت تعجب ہے جو اپنے مقتداء کو غلطی اور دعوؤں میں مبتلا ماں کر نعوذ باللہ انہیں جھوٹا بھی ثابت کرتے ہیں لیکن اسے نبی بھی مانتے ہیں۔ مرحوم خلیفہ صاحب ربوہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر کبیر میں بینا اور نابینا کی یہ تشریح کی ہے :- بینا تو نور کو دیکھ لیتا ہے لیکن اندھا نہیں دیکھ سکتا...... اسی طرح جو خدا سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے آنے والے کلام کو پہچان لیتے ہیں لیکن دوسرے نہیں پہچان سکتے ...... اندھا فوراً اپنی مقصود چیز تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ ٹھوکریں کھاتا اور ٹٹولتا ہوا پہنچتا ہے اس کے برعکس بینا مقصود چیز تک فوراً پہنچ جاتا ہے۔" حضرت اقدس باوجود خود خدا سے وحی اور الہام پاکر بقول آپ کے تیئس سال تک اپنے دعوے اور مقام کو نہ سمجھ سکے مگر مخالفین فوراً سمجھ گئے۔ تو یہاں تفسیر کبیر کی تشریح کی روشنی میں بینا کون ہوا اور نابینا کون ؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی غور طلب ہے کہ حضرت اقدسؑ "اعجاز احمدی" میں جو ۱۵ر نومبر ۱۹۰۲ء یعنی "ایک غلطی کا ازالہ" کے بعد کی تصنیف ہے، لکھتے ہیں :- "جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے ...... نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور ان کی تعلیمات کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔" (اعجاز احمدی ص۲۷) حضرت اقدسؑ کے ان صریح الفاظ کے خلاف یہ کہنا کہ آپ کو اپنے دعوے کے متعلق غلطی لگی رہی اور نبی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے رہے کس قدر ظلم اور خلاف حق بات ہے۔

اپنے عقیدہ کے متعلق حضرت اقدسؑ کا مجمل اعلان دونوں زمانوں میں یہ رہا ہے :-

۱۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے۔ میں اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آں جناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا ...... ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ (نشان آسمانی) یہ حضرت اقدس کا محکم ایمان ہے جو کسی مخالف عالم یا موافق خلیفہ اور مرید کی تہمت اور بے جا الزام سے متزلزل نہیں ہو سکا۔

۲۔ پھر ۱۹۰۱ء کے بعد فرماتے ہیں :- عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلعم اس کا نبی اور خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے۔ اور اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (کشتی نوح) اور اپنے متعلق براہین حصہ پنجم میں لکھا ہے "کل برکۃ من محمد صلعم الخ یعنے ہر ایک برکت آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے۔ پس بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے تعلیم کی یعنی آنحضرت صلعم۔ اور پھر اس کے بعد بہت برکت والا وہ ہے جس نے تعلیم پائی یعنی یہ عاجز۔ پس اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام اُمتی ہوا۔ اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا ...... لوگ بار بار اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام نبی رکھا گیا ہے۔ ان پر لازم ہے کہ وہ ہمارا یہ بیان توجہ سے پڑھیں کیونکہ جس مسلم میں آنے والے کا نام نبی رکھا ہے۔ اسی مسلم میں آنے والے عیسیٰ کا نام اُمتی بھی رکھا گیا ہے۔" اور نزول مسیح میں ہے۔ "میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے۔ اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء کا نام پاکر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں"۔ ادارہ اصلاح وارشاد ربوہ نے اپنے ہینڈ بل "جماعت احمدیہ کے عقائد" میں حضرت اقدس کے اپنے الفاظ میں یہ عقائد لکھے ہیں :- "غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کوئی اور الزام لگاتا ہے۔ وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے"۔ اور اہل سنت کا یہی اجماعی عقیدہ ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہے ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

خاکسار راقم الحروف نے دونوں فریق کے مابین متنازعہ امور پر رسالے لکھ کر ان پر ذرا تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ فی الواقعہ حضرت اقدسؑ نے مساجد میں کھڑے ہو کر قسمیں کھا کر اور مدعی نبوت پر لعنتیں بھیجکر خود ہی سن ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کر لیا تھا تو یہ ان کے کذب کا ثبوت ہے نہ صداقت کا۔ خصوصاً جب سن ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اپنے دعوے کی ہمیشہ وہی تشریح کرتے رہے جو پہلے کرتے۔ کہ میں نبی نہیں (رسول ہو کر صرف علم غیب یعنے مکالمہ مخاطبہ پانے کی وجہ سے ایک پہلو سے (کامل) امتی اور ایک پہلو سے (ظلی اور بروزی) نبی ہوں۔ لہٰذا تبدیلی عقیدہ یعنی اقوال میں تضاد بے جا الزام ہے۔ وہ ختم نبوت پر محکم ایمان رکھتے تھے آپ کے مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل کتب اور رسائل ہیں۔ ان کو غور سے پڑھیں۔ اگر میرے دلائل سے آپ کو اتفاق نہ ہو۔ تو مجھے پرچہ بازی کی دعوت دینے کی بجائے ان کی تردید کے لئے کتابیں لکھیں یا اپنے اخبار الفضل۔ تحریک جدید اور فرقان میں مضامین لکھیں تاکہ آپ کے ہم خیال احباب بھی اس سے مستفیض ہو سکیں مگر مجھے اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ نہ خود آپ ایسا کر سکیں گے۔ اور نہ آپ کے اخبارات آپ کے مضامین کو اپنے کالموں میں جگہ دیں گے۔ بہرحال اس کے بعد اس موضوع پر مجھے (دستی یا بذریعہ ڈاک) خط نہ بھیجیں۔ کیونکہ جب میں نے "عدالتی بیان پر تبصرہ" شائع کیا تھا تو آپ کی جماعت کے کئی احباب نے پرچہ بازی کے ذریعہ بحث کا مطالبہ کیا تھا۔ جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری نے بھی ستر اعتراض لکھ کر بھیجے تھے ہر ایک کے ساتھ پرچہ بازی میں اُلجھنا میرے بس کی بات نہیں لہٰذا میں نے افادۂ عام کے لئے ان کا جواب چھاپ دیا ہے آپ بھی ہمت کریں۔ کارِ ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے گا۔ کتابیں یہ ہیں :-

(۱) مرحوم خلیفہ صاحب کے عدالتی بیان پر تبصرہ (۲) اس تبصرہ پر قاضی محمد نذیر صاحب فاضل کے اعتراضات اور ان کے جوابات (۳) اہل ربوہ کے عقائد کے متعلق علامہ شمس مرحوم سے خط و کتابت (۴) نبوت حضرت مرزا صاحب کی کہانی مرحوم خلیفہ صاحب ربوہ کی زبانی۔ (۵) حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور حضرت مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کے یکساں دلائل۔

اس قدر لکھ چکنے کے بعد قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کا رسالہ "نبوت مسیح موعود کا عقیدہ احمدیوں کے دونوں فریق کی مصالحت میں مانع نہیں" میری نظر سے گذرا۔ اس میں لکھا ہے :-

"ہمارے اور آپ کے درمیان محض ایک ایسا اختلاف ہے جو صرف نزاع لفظی تک محدود ہے۔ یہ مصالحت میں مانع نہیں ہو سکتا۔ تتمہ حقیقۃ الوحی میں تو حضرت مسیح موعودؑ نے غیر از جماعت لوگوں کی بھی اپنی نبوت کے متعلق ایک لفظی نزاع ہی قرار دی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں "میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کے مقابل کھڑا ہو کر نبوت کا دعوےٰ کرتا ہوں۔ (ربوی احباب جو نفس نبوت کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب کو انبیاء علیہم السلام بمعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام کے برابر قرار دیتے ہیں وہ اس پر غور کریں۔ تاقل) ...... صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہے جو آنحضرت کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف ...... لفظی نزاع ہوئی کہ آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی) پس جب غیر احمدیوں سے حضرت مسیح موعود کی اپنی نبوت کے متعلق محض ایک نزاع لفظی ہے تو جماعت احمدیہ کے دونوں فریق جو حضرت مسیح موعود کی اس عبارت کو سچا سمجھتے ہیں بدرجہ اولیٰ نزاع لفظی ہوئی نہ کہ حقیقی نزاع"۔ اس کے بعد قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر لاہوری فریق یہ سمجھ جائے کہ ظلی نبوت ایک قسم کی نبوت ہے اور مسیح موعود نے سن ۱۹۰۱ء کے بعد ظلی نبوت کو محدثیت سے بالاتر قرار دیا ہے تو یہ نزاع لفظی بھی دور ہو جاتی ہے۔

محترم قاضی صاحب نے غالباً سب کو ربوی سمجھ لیا ہے۔ اگر ظلی نبوت جس کو لاہوری محدثیت اور آپ ایک قسم کی نبوت مان کر محدثیت کے مقام سے بالاتر مانتے ہیں تو یہ نزاع لفظی کیونکر ہوئی ؟ کیونکہ نزاع لفظی سے تو یہ مراد ہے کہ ایک ہی مفہوم کے لئے الگ الگ الفاظ استعمال کئے جائیں) اور پھر بلحاظ نتائج عقائد تو بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ (۱) لاہوری فریق کے نزدیک تو محدث (یعنی حضرت اقدسؑ) کا منکر کافر نہیں ہوتا مگر آپ ایک قسم کی نبوت کا مدعی قرار دیکر حضرت اقدس کے منکر کو کافر خارج از اسلام کہتے ہیں کیونکہ ایک نبی کا منکر تو کافر ہی ہوتا ہے۔

(۲) حضرت مسیح موعودؑ کے ان ماننے والوں کو جو انہیں نبی نہیں مانتے ربوہ کے انہیں فاسق کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو سچا اور صحیح العقیدہ سمجھنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔

(۳) محدث کو نہ ماننے کی بناء پر لاہوری فریق مسلمانوں سے سوشل مقاطعہ (یعنے ان سے رشتے نہ کرنا۔ ان کے جنازے نہ پڑھنا شرعاً حرام قرار دیتے ہیں لہٰذا ان دونوں میں نزاع لفظی نہیں ہے بلکہ اصولی اور معنوی ہے جو مصالحت کی بنیاد جب بن سکتا ہے کہ اپنے دعوے کی تشریح کے لئے

حضرت اقدس نے شروع سے اخیر تک جوایک ہی الفاظ استعمال کئے ہیں اور جو ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہیں۔ ان پر محکم ایمان رکھ کر ان سے محدثیت مراد لیں۔ کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں :۔

"سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اس لئے خداتعالے نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔" (ازالہ اوہام) یعنے وہ محدث تھے نہ نبی۔

حقیقت الوحی کے اس حوالہ بالا سے ثابت ہے کہ خود حضرت تو اس وقت (یعنی سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد سنہ ۱۹۰۷ء تک بھی لفظ نبی سے وہی معنے مراد لیتے تھے جو اس سال سے پہلے لیتے تھے یعنے صرف مکالمہ مخاطبہ پانے والا اور غیر نبی چنانچہ اسے لفظی نزاع قرار دیکر مسلمانوں کو دعوت مصالحت دی تھی لیکن حضرت اقدس کے برعکس مخالف مسلمان چونکہ اس لفظ سے قاضی کی طرح نبوت ہی مراد لے کر ان کو مدعی نبوت ٹھہراتے تھے اس نزاع کو ہم مفہوم نہ سمجھ کر نزاع لفظی تسلیم نہیں کیا تھا۔

میں اپنے کلام میں درشت یا نازیبا الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب ضروری سمجھتا ہوں جس سے قاری کا دل دکھے اور میری تحریر کا اثر زائل ہوجائے لیکن آپ بے باک اور آزاد ہیں۔ میں نے بنظر اختصار ایک عدالتی سوال کے جواب کو پورا نقل نہیں کیا تھا۔ تو اس کی پاداش میں مجھے بے ایمانی کا مورد قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اسے پورا لکھنے سے جواب کے مفہوم میں فرق نہیں پڑتا تھا ہمدا میں نے تو وہ حصہ اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ اس پر تنقید کے دوران مرحوم خلیفہ صاحب پر یہی الزام عائد نہ ہو۔ نہ اس خوف سے کہ پوری عبارت لکھنے سے جواب "نہیں" سے "ہاں" میں تبدیل ہوجائے گا۔ شکر ہے کہ میرے متعدد رسالوں کے سینکڑوں صفحات کے جواب میں مجھے گالیاں دینے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اک بہانہ مل گیا مگر کاش کہ چھوڑے ہوئے الفاظ لکھ کر ان سے "نہیں" کی بجائے "ہاں" کا مفہوم نکال کر دکھاتے اور مجھے بے ایمانی کا مستحق ثابت کرتے تو بات ہوتی۔ بلاشبہ میں مرحوم خلیفہ صاحب سے عقیدہ میں اختلاف رکھتا ہوں لیکن ان کی شان میں کوئی نازیبا لفظ ہرگز پسند نہیں کرتا ہذا جو کچھ اب لکھ رہا ہوں وہ صرف مجھ پر آپ کے الزام کی تردید کے لئے لکھا ہے اور اس کی ذمہ داری آپ پر ہے نہ مجھ پر۔

تحقیقاتی عدالت میں سوال ہوا تھا	تو جواب دیا تھا
۱۔ کیا مسیح یا مہدی کو نبی کا رتبہ حاصل ہوگا؟	جی ہاں۔
۲۔ کیا مسیح یا مہدی پر ایمان لانا مسلمانوں کے عقیدہ کا ضروری جزو ہے؟	جی ہاں۔ اگر کوئی یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ دعوے درست ہے تو اسے ماننا اس پر فرض ہوجاتا ہے۔" (یعنے جو نہ ہی سمجھ جائے اور نہ ہی مانے اس پر فرض تو نہیں ہوجاتا لیکن وہ ان کے عقیدہ کے مطابق کافر ضرور ہوجاتا ہے خواہ اس کو دعوت نہ بھی پہنچی ہو۔ ناقل)
۳۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعوے کیا؟	جی ہاں
۴۔ ...."ذکر الٰہی ص۲۲ ..... پر حسب ذیل عبارت ہے "میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں دو گروہ ہیں۔ ایک مؤمن دوسرے کافر۔ پس جو حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے والے ہیں وہ مؤمن ہیں اور جو ایمان نہیں لائے خواہ ان کے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ ہو وہ کافر ہیں۔" کیا یہاں لفظ کافر مؤمن کے مقابل پر استعمال نہیں ہوا؟	اس عبارت میں مومن سے مراد وہ شخص ہے جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان لاتا ہے اور کافر سے مراد وہ شخص ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے (یہ سوال کا اصلی جواب نہیں ہے۔ ناقل)

آیت قرآنی اِنَّمَا المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ (النور۔ ۶۱) (مومن صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں) کے مطابق نبی آخر الزمان کی رسالت کے بارہ میں تمام عالم اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ کفر اور اسلام کی حدِ فاصل کے لحاظ سے دنیا میں دو گروہ ہیں مومن اور کافر۔ جو اللہ اور خاتم النبیین محمد پر ایمان لاتے ہیں یعنے کلمہ پڑھتے ہیں وہ مومن اور جو ایمان نہیں لاتے خواہ ان تک دعوت اسلام نہ بھی پہنچی ہو وہ کافر ہیں۔ چنانچہ اسی عالمگیر بنیادی عقیدہ کو ذہن میں رکھ کر اور حضرت مرزا صاحب کو حضور نبی کریم صلعم کی طرح پر حقیقی اور مستقل نبی قرار دے کر خود خلیفہ صاحب مرحوم نے "ذکر الٰہی" کی عبارت منقولہ میں اسی بنا پر حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے والوں کے خلاف مرحوم خلیفہ صاحب نے مندرجہ ذیل فتوے دیئے :۔

(۱) "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہیں سنا کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہیں۔" (آئینہ صداقت ص۳۵) اس کے خلاف خود حضرت اقدس کا اعلان حقیقت الوحی ص۱۷۸ پر دیکھیں جس میں آپ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کے جواب میں فرماتے ہیں :۔

"ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے، کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا یہ ڈاکٹر مذکور کا (اور ان کے ہم نوا میاں محمود احمد صاحب کا۔ ناقل) سراسر افترا ہے، میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا اس پر فرض ہے کہ وہ کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے یہ افترا میرے پر کیا ہے یہ تو ایسا امر ہے کہ بداہت کوئی عقلمند اس کو قبول نہیں کر سکتی، جو شخص بکلی نام سے بھی بے خبر ہے، اس پر مواخذہ کیونکر ہو سکتا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۱۷۸)

میاں صاحب کا فرمان ہے "جو شخص اس کو جو آپ کو کافر نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا ہے بلکہ وہ بھی جو دل سے آپ کو سچا مانتا ہے اور زبانی بھی انکار نہیں کرتا (یعنی اقرار باللسان و تصدیق بالقلب بھی کرتا ہے۔ ناقل) لیکن اسے بیعت میں کچھ توقف ہے کافر کہا ہے۔" (تشحیذ ص۱۴۱) (کیا یہ زبان اور دل سے سچا ماننے کا صلہ ہے ؟۔ ناقل)

(۳) "ہمارا فرض ہے ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں..........کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا کے ایک نبی کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں۔" (انوار خلافت ص۹۰)

(۴) قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ مانتے ہیں اس لئے ہم آپ کے منکرین کو کافر کہتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان سنہ ۱۹۱۴ء)

(۵) تفسیر کبیر میں مرحوم خلیفہ صاحب نے لکھا ہے :۔ "ہر رسول کا انکار اس کا اپنا انکار ہی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالے کا انکار ہوتا ہے جس نے وحی کی۔

اور حقیقی نبوت کے متعلق لکھا ہے :۔

(۱) شریعت اسلامی کی اصطلاح کے مطابق جن لوگوں کو نبی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ حقیقی معنوں میں نبی تھے۔" (حقیقت نبوت)

(۲) "قرآن کریم اور شریعت اسلامی کی اصطلاح کے رو سے آپ حقیقی نبی تھے۔" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴)

(۳) سوائے اس کے چارہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کو محدثوں والی نبوت سے علیحدہ نبوت قرار دیا جائے اور وہ ایک ہی نبوت ہے یعنی نبیوں کی نبوت۔" (حقیقت النبوت ص۲۳۹)

جج صاحبان جو مسلمان تھے۔ مومن اور کافر کی حد فاصل اور مفہوم سے بخوبی آگاہ تھے کہ یہ عقیدہ اور الفاظ تو ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کی بنا پر حضرت نبی آخر الزمان کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں لیکن خلیفہ صاحب مرحوم نے سوال بالا ۲ کے جواب میں ان الفاظ کو حضرت مرزا صاحب پر منطبق کیا تو جج صاحبان نے جھٹ تعجب سے یہ سوال کر دیا :۔

(۵) "تو کیا مرزا غلام احمد پر ایمان لانا ضروری جزو ایمان ہے" ؟ (یعنی ایسا ضروری جزو ہے جیسا حضرت نبی پاک صلعم پر ایمان لانے کے لئے ؟۔ ناقل) تو جواب دیا "یہاں لفظ مومن صرف مرزا غلام احمد پر ایمان لانے کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے نہ کہ اسلام کے بنیادی عقیدوں پر ایمان لانے کے مفہوم میں"۔ (اس جواب کے آخری الفاظ سے واضح ہے کہ خود خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی مومن اور کافر کی یہ حدِ فاصل بھی صرف حضرت نبی اکرم صلعم کیلئے ہے اور یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ اس لئے کفر و اسلام کی یہ حد فاصل بھی صرف انہی کے لئے ہے نہ کسی اور کے لئے۔ اور یہ ہمیشہ رہے گی کیونکہ ان کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ یہ تعریف جو ختم نبوت کے بنیادی عقیدوں پر مبنی ہے بدلے گی۔ تو کیا اس کا صحیح مفہوم سمجھتے ہوئے پہلے اسی مفہوم کے رو سے مومن اور کافر کے دو گروہ بنا کر انہیں حضرت اقدس کے حق میں استعمال نہیں کیا تھا اور بعد میں عدالت کے روبرو حلفیہ بیان دیتے وقت منحرف نہیں ہو گئے ؟ کیا آپ اسے ایمانداری کہیں گے ؟ فتدبروا یا اولی الالباب۔

غرض خلیفہ صاحب مرحوم نے "ذکر الٰہی" کی عبارت بالا میں اور سوال بالا ۵ کے جواب میں یہ تو

تسلیم کر لیا کہ حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والے کو کافر ہی قرار دیتے ہیں لیکن جب وہی سوال ایک نئے پیرایہ میں پوچھا گیا تو اس سے بھی منکر ہو گئے۔ ملاحظہ ہو سوال ذیل ۶۔

۶۔ کیا آپ مرزا صاحب کو ان مامورین میں شمار کرتے ہیں۔ جن کا ماننا مسلمان کہلانے کے لئے ضروری ہے (یعنی مسلمانوں کا ضروری جزو ایمان ہے؟ - ناقل) تو کہا: "کوئی شخص جو مرزا غلام احمد صاحب پر ایمان نہیں لاتا وہ **دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا**" (بالفاظ دیگر وہ کافر نہیں کیونکہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان لانا جزو ایمان نہیں لہٰذا ان کا منکر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ دراصل جواب ہاں اور نہیں میں دے کر اصل حقیقت کا اخفا کیا ہے - ناقل)

خلاصہ کلام یہ کہ سوالات بالا ۱ تا ۳ میں تو تسلیم کیا ہے کہ مسیح یا مہدی کو نبی کا رتبہ حاصل ہو گا اور اس پر ایمان لانا عقیدہ کا ضروری جزو بھی ہے اور حضرت مرزا صاحب نے ہی مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ لہٰذا انہیں نبی ماننا بھی جزو ایمان ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ سب کچھ تسلیم کر لینے کے بعد سوال ۵ اور ۶ کے جواب میں خلیفہ صاحب مرحوم حضرت اقدسؑ پر ایمان لانا ایمان کا ضروری جزو تسلیم نہیں کرتے، کیا مذہبی عقائد میں یہ واضح تضاد نہیں؟ اس کو ایمانداری کہو گے۔ یا کچھ اور؟ کیونکہ کلام میں تضاد تو کذب پر دال ہوتا ہے۔ والسلام

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۱۰)

تاکہ دنیا ان کی طرف توجہ کرے۔

ہمارے لئے یہ بڑے غور و فکر کا مقام ہے۔ حضرت اقدسؑ کو یہ غم کس قدر لاحق تھا اور کس درد اور غم کے ساتھ اس کا اظہار بیان فرمایا۔ میں تو اس وقت کانپ رہا ہوں کہ میرا کیا حشر ہو گا۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ ہم اس پر پورے اتر رہے ہیں یا نہیں؟ یہ آپ از خود اندازہ کریں، واقعات خود فیصلہ کرتے ہیں دنیا بھی دیکھ رہی ہے۔ ہمیں اس نکتہ کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے اور اپنی کوتاہی اور کمزوری کو بھی محسوس کر کے اسے دور کرنا ضروری ہے۔ یہ اولین قدم ہے جو ہمیں ترقی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ اگر ہم اپنے مقصد پر نظر رکھ کر اس کے مطابق قدم اٹھائیں اور اصلاح احوال کے لئے کوشاں ہوں تو ہو سکتا ہے کہ خدا کی مغفرت اور بخشش حاصل ہو جائے۔ آپ دعا فرمائیں کہ خدا مجھے اس کی توفیق بخشے ۔

تقریر قاضی عبدالرشید صاحب

(بسلسلہ صفحہ ۴)

نے حضرت صاحب کو نہ پہچانا اور اس مامور وقت کو نہ مانا وہ اس الٰہی مامور کے ساتھ ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نہ نکلے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام کے فوائد و مقاصد کے حصول کے میدان میں پیچھے رہ گئے۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہیں اور قابل مواخذہ ہیں۔

مکرم قاضی صاحب ممدوح نے فرمایا کہ دجالی مذہب و تہذیب نے عقل کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے حالانکہ اس سے آگے عشق کے اور کئی مقام ہیں جن سے گزر کر انسان حیات روحانی حاصل کرتا ہے۔ دجال نے جو عقل سے برتے پر غلط قدم اٹھایا وہ یہ ہے کہ اس نے دین اور دنیا کو ایک سمجھنے کی بجائے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس تقسیم کی وجہ سے عالم انسانیت میں ایک اضطراب ہے بے چینی ہے اور ہر وقت موت کا خطرہ ہے۔ اسلام نے دین اور دنیا کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا بلکہ لازم ملزوم قرار دیا ہے البتہ دین کو فوقیت دی ہے اور اس عالمی اضطراب اور بدامنی کا حل یہ پیش کیا ہے کہ توحید الٰہی پر ایمان رکھا جائے اور بنی نوع انسان کی وحدت تسلیم کر لیا جائے۔

اپنی تقریر کے آخر میں مکرم قاضی صاحب نے فرمایا کہ دعا ایک زبردست قوت ہے۔ دعا کے ہتھیار سے ناممکن امر ممکن ہو جاتے ہیں۔ اس ہتھیار سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی حکمرانی دنیا پر جاری کی جا سکتی ہے۔ یہی ایک ٹیکنیک ہے جس کے ذریعہ سے دنیا کا اضطراب سکون و سلامتی میں اور یہاں کا خوف و ہراس امن و آشتی میں بدل سکتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے قوموں کی جنگ سامانیوں اور معاندانہ قوتوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ دعا سے بڑی بڑی مشکلات حل ہوتی ہیں۔

درخواستہائے دُعا

(۱) میرے ایک دوست عاشق حسین صاحب ٹھیکیدار بعض جسمانی اور ذہنی تکالیف میں مبتلا ہیں، احباب جماعت سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ احباب ان کی صحت کیلئے دردِ دل سے دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (اعظم بلوچ)

(۲) گجرات سے حافظ حکیم محمد حسین صاحب نے اپنے پوتے کی ولادت کی خوشی میں صدقے عطا کئے ہیں۔ بچہ کے لئے دعا کی جائے۔

مقامی جماعت حلقہ کرشن نگر کا مبارک اجتماع

مقامی برادران جماعت کے مابین رابطہ بڑھانے کے سلسلے میں چند ماہ سے لاہور کے مختلف علاقوں میں اجتماعات ہو رہے ہیں۔ جن کی برکات سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس ضمن میں ہمارے محترم بھائی پروفیسر غلام رسول صاحب ایم اے نے مقامی جماعت کی وساطت سے برادران سلسلہ کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ جس کا پیغام صلح میں اعلان کر دیا گیا۔ چنانچہ ۲۴ جولائی بروز ہفتہ ۵ بجے شام احباب چوہدری صاحب کے دولت کدہ مدن ولا، مسافر سٹریٹ کرشن نگر میں جمع ہوئے، حاضرین میں میزبان موصوف اور محترم بھائی ملک عزیز الرحمٰن صاحب گورنمنٹ کنٹریکٹر کے علاوہ جناب ڈاکٹر مبارک احمد صاحب، جناب مرزا محمد حسین صاحب چیف ایڈیٹر ہفت روزہ لائٹ، جناب مولانا احمد یار صاحب، جناب مظہر الدین ملتانی اور گرد و نواح سے دیگر حضرات شریک محفل تھے، صدر محترم میاں فضل احمد صاحب شرکت کے لئے لاہور میں فروکش تھے، مگر انہیں اچانک ایک اہم اجلاس میں شمولیت کے لئے اسلام آباد جانا پڑا، اس لئے آپ نے معزز میزبان کو معذرت کا خط لکھا، ان کی غیر موجودگی کو سب نے محسوس کیا، آپ کی معذرت کو سراہا گیا، اس سے قبل آپ ایسے تمام اجتماعات میں شامل ہوتے رہے ہیں۔

یہ اجتماع غیر رسمی قسم کا ہوتا ہے جس کا بڑا مقصد احباب کا باہم تعارف اور رابطہ قائم کرنا ہے، اس موقعہ پر محترم ملک عزیز الرحمٰن صاحب نے کئی ایک اہم مسائل پر روشنی ڈالی۔

تبادلۂ خیالات میں اکثر احباب نے حصہ لیا، اس طرح جماعت کے مختلف امور زیر نظر آئے۔ اور یہ امر احباب کی دلچسپیوں کا عکاس ہے، ملک عزیز الرحمٰن صاحب کی تجویز پر طے پایا کہ قرب و جوار کے احباب کی فہرست مہیا کی جائے۔ تاکہ فرداً فرداً احباب سے ملاقات کر کے مزید ملاقاتوں کی صورت پیدا کی جائے۔

محترم پروفیسر صاحب نے ٹھنڈے مشروبات سے محفل کا افتتاح کیا تو اس کا اختتام گرم و شیریں مشروبات و مٹھائیوں سے کیا جس سے اگر کام و دہن کی لذت کا سامان بہم پہنچا تو ساتھ ہی دلوں میں چاہت اور گرمیٔ محبت میں بھی اضافہ ہوا۔ جس سے احباب بہت محظوظ و ممنون ہوئے۔ منتشر ہونے سے قبل سب نے مل کر حضرت صاحب کے مشن کی ترقی کے لئے دعا کی۔ ہم اس کامیاب اجتماع پر پروفیسر صاحب موصوف اور ان کی اہلیہ محترمہ کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے انتہائی خلوص کے ساتھ اس دینی کام کو بخیر و خوبی سر انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق بخشے اور ان کی نیک تمناؤں کو بر لائے۔ (نامہ نگار)

اخبار احمدیہ

— چوہدری فضل حق صاحب جائنٹ سیکرٹری انجمن کراچی سے لکھتے ہیں:—

مرزا محمد لطیف صاحب کراچی پہنچ گئے ہیں اور تبلیغ و تنظیم کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ ہر سوموار نماز عصر کے بعد نماز مغرب تک ایک گھنٹہ درس قرآن مجید، حدیث شریف وغیرہ ہوا کرے گا۔ اور مہینہ میں ایک دن باری باری دوستوں کے گھروں میں درس ہوا کرے گا جس سے آپس میں انشاء اللہ تعالیٰ رابطہ بڑھے گا۔

۱۷ جولائی کو ۴ بجے مرزا محمد لطیف صاحب مبلغ اسلام نے نصف گھنٹہ قرآن کریم اور ۲۰ منٹ حدیث شریف کا درس دیا اور ۱۵ منٹ ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ احباب نے اسے بہت سراہا ہے۔

۱۸ جولائی۔ اتوار کو محترم میاں رحیم بخش صاحب کے دولت کدہ پر چند دوستوں کا اجتماع ہوا اور بعض جماعتی امور پر غور کیا گیا۔

درخواست دُعا

— شیخ اللہ بخش صاحب سیکرٹری جماعت بدوملہی آنکھوں کے اپریشن کے لئے ڈسکہ سول ہسپتال میں داخل ہو گئے تھے۔ دو تین روز ہوئے اپریشن ہو چکا ہے احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپریشن کامیاب فرمائے۔

عطیہ

محترمہ فضل بیگم صاحبہ چک ۸۱ جنوبی نے -/۵۵ روپے برائے اشاعت قرآن انگریزی برائے ممالک غیر مرحمت فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۴ اگست ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۔ شمارہ نمبر ۳۰

جماعت احمدیہ جنوبی امریکہ کی چوتھی کنونشن میں شیخ میاں فاروق احمد صاحب اور شیخ محمد طفیل صاحب کی شمولیت

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ ہماری جنوبی امریکہ کی احمدیہ جماعتوں کی چوتھی کنونشن اس سال ماہ اگست میں سرینام (ڈچ گیانا) میں منعقد ہو رہی ہے۔ اس میں شمولیت کے لئے جناب شیخ میاں فاروق احمد صاحب راولپنڈی سے اور محترم شیخ محمد طفیل صاحب لندن سے تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ جیسا کہ قبل ازیں اعلان ہو چکا ہے ٹرینیڈاڈ کے مصطفےٰ کمال ہائیڈل بھی جو دینی تعلیم کے لئے لاہور آئے ہوئے تھے، وہاں تشریف لے گئے ہیں۔

ہمارا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کنونشن کو غیر معمولی کامیابی عطا فرمائے اور مذکورہ بالا اصحاب کو بخیر و خوبی واپس لائے۔

ایڈیٹر: ...

لعل ... ورلڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ، مورخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۷۱ء | نمبر ۳۱

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں،
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور اِن کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجدّدوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

مومن جسے کوئی تکلیف پہنچے

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ وھو یوعک وعکاً شدیداً وقلت انک لتوعک وعکاً شدیداً قلت ان ذالک بان لک اجرین قال اجل ما من مسلم یصیبہ اذی الا حات اللہ عنہ خطایاہ کما تحات ورق الشجر۔

ترجمہ:—

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی بیماری میں آیا، اور آپ کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا میں نے عرض کیا آپ کو سخت بخار ہے اور یہ بھی عرض کیا کہ یہ اس لئے ہے کہ آپ کے لئے دو اجر ہیں تو فرمایا ہاں کوئی مسلمان نہیں جسے کوئی تکلیف پہنچے مگر اللہ تعالےٰ اس کے گناہ جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

انبیاءؑ کے مصائب

اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الاول فالاول—

ترجمہ: لوگوں میں سے شدت کی مصیبت والے انبیاءؑ ہیں پھر جو (مرتبہ میں) اول ہے پھر جو اول ہے۔

نوٹ از مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:—
انبیاءؑ کی قوت ایمانی اور قوت برداشت سب سے

(باقی بر صہ ۲ کالم ۳)

خدا کے محبوبوں کی تکالیف اور مصائب

آخر کار اُن کی عظمت کو چمکانے کا موجب ہوتی ہیں

حضرت مجددِ زمانؑ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ارشادِ گرامی

پس یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا چنانچہ فرمایا ہے ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین انبیاء اور ابرار کا نام ابد تک زندہ رہتا ہے گذشتہ زمانہ کے بادشاہوں یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ برخلاف اس کے خدا تعالےٰ کے راستبازوں اور برگزیدوں کی دُنیا مداح ہے۔

دیکھو ہمارے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عظمت دنیا میں قائم ہے۔ ۹۴ کروڑ مسلمان آپ کے نام لینے والے موجود ہیں جو ہر وقت آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ کیا کوئی قیصر و کسریٰ پر بھی درود پڑھتا ہے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی کس قدر عظمت ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ نادانوں نے اپنی جہالت اور کم مائیگی کی وجہ سے ان کو خدا بنا رکھا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ رسولوں کا طبقہ مصائب اُٹھا کر دنیا سے گذر گیا۔ مگر ان کا خدا کے لئے دنیا کے عیش و آرام کو چھوڑ کر طرح طرح کے آلام و مصائب کے بار کو اُٹھا لینا ان کی عظمت کا باعث ہوگیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ خدا کے محبوبوں کو تکالیف آتی ہیں۔ ان کی تکالیف میں ایک لطیف سِر ہوتا ہے۔ ان پر اس لئے سب سے زیادہ تکالیف اور مصائب نہیں آتی ہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں۔ دیکھو دنیا میں ہر جوہر قابل کے لئے خدا نے یہی قانون ٹھہرایا ہے۔ کہ اُن کو انہیں صدمات کا تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ کسان زمین میں ہل

(باقی بر صہ ۲ کالم ۱)

چونکہ انجمن خُدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔ (الوصیۃ)

جماعت کے ممتاز اور ضرورتمند طلباء کی تعلیم کے لئے فنڈ قائم کیا جائے

قوم کے اہل ثروت اور متموّل اصحاب اور خواتین سے اس فنڈ میں حصہ لینے کی اپیل

شیخ میاں ظہور احمد صاحب کی طرف سے اس فنڈ کے لئے پانچہزار روپے کی پیشکش

میرا بیٹا اعلیٰ ٹیکسٹائل کی تعلیم کیلئے انگلستان جا رہا ہے اس کی کامیابی کیلئے احباب سے دُعا کی درخواست

(شیخ میاں ظہور احمد صاحب)

میرا بیٹا عزیز افضر ناصر احمد (جن کو والد مکرم جناب شیخ میاں محمد مرحوم و مغفور ناصر عثمان غنی کے نام سے پکارا کرتے تھے) آجکل پنجاب یونیورسٹی کے نیوکیمپس میں بی ٹی کا امتحان دے رہا ہے۔ ۹ ماہ حال کو امتحان سے فارغ ہو کر انشاء اللہ ۱۲ راگست کو انگلستان روانہ ہوگا۔ جہاں Higher Textile Technology کی تعلیم حاصل کرے گا۔

میری احمدی بھائی سے درخواست ہے کہ اس بچے کے لئے آئندہ جمعہ کی نماز میں دعا کریں۔ کہ خدا اسے امتحان میں کامیابی عنایت فرمائے جس مقصد کے لئے وہ انگلستان جا رہے ہیں انہیں کامیابی اور آسانی حاصل ہو، اور بخیریت واپس آ دیں۔ میری فیملی میں یہ بچہ سب سے چھوٹا اور آخری طالب علم ہے اس اعلے سلسلہ تعلیم کو جاری رکھنے کے لئے میں تجویز کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے اہل ثروت اور متموّل احباب ایک فنڈ قائم کریں۔ جو ضرورتمند اور ممتاز طلباء کی ٹیکنیکل تعلیم کے لئے مختص ہو، اس عظیم الشان فنڈ کے لئے میں نے پانچہزار روپے الگ کئے ہیں۔ شرطیہ ہوگی کہ (۱) جماعت کا طالب علم ہو (۲) سال ۱۹۸۱ء یا اس کے بعد بی۔ ایس سی کے امتحان میں امتیازی پوزیشن حاصل کرلی ہو۔ (۳) حالات ساز گار نہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم جاری نہ رکھ سکتا ہو۔ اور یہ (۴) کہ Higher Technical Education (اعلیٰ فنی علوم) کے حصول کا خواہشمند ہو۔ میری پیشکش صرف دو برس کے لئے ہے۔ اگر اس عاجز کی تحریک پر احباب جماعت توجہ فرماویں۔ اور خدا ان کے قلوب میں جذبہ پیدا کر دے۔ تو تعجب نہیں، کہ بیس افراد کی حرکت سے ایک لاکھ روپیہ کا فنڈ جمع ہو جاوے۔ اور یہ سلسلہ دو سال تک کیا ہمیشہ کے لئے مستقل طور پر قائم ہو جاوے۔ اور ضرورتمند افراد استفادہ کرتے رہیں۔ اور یہی بھائی بعد میں اسی فنڈ میں معاون ہو جاویں۔ ہمارے نبی پاک نے فرمایا تھا۔ کہ تعلیم حاصل کرو۔ اور اگر تحصیل علم کے لئے چین کے دُور دراز ملک میں جانا پڑے۔ تو یہ سفر بھی اختیار کرو۔ گویا علم ایک نایاب زیور ہے۔ جس کے حصول کے لئے ہر تکلیف، ہر مصیبت برداشت کرو۔ اور دولت خرچ کرنے سے دریغ مت کرو۔

میں تجویز کو دوہراتا ہوں، اور ہر جماعت کے ہر ممبر کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ خود اور دیگر بھائیوں کو جن کو قدرت نے فراوانی بخشی ہے اس فنڈ کو قائم کرنے میں ہاتھ بٹائیں۔ میری معزز بہنیں اور قوم کی مقتدر خواتین اس خطاب میں شامل ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو توجہ کریں۔ اور اگر میں یہ مانتا ہوں کہ آپ کا رفیق زندگی اس تحریک میں حصہ لینے کی توفیق رکھتا ہے۔ تو میری اس تجویز پر لبیک کہتے ہوئے اس کار خیر میں شرکت فرماویں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ قوم کی خدمت کرنے سے خدا آپ کی مدد کرے گا۔ علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

قوم کے بچوں کو اپنا بچہ سمجھو۔ فرد کو جماعت کا قیمتی جزو تصور کرو۔ اگر یہ نہیں تو جماعت کا وجود بے معنی ہے۔

مَلفُوظات

(بسلسلہ صفحۂ اوّل)

پہلا کر اس کا جگر پھاڑتا ہے۔ اور اس مٹی کو باریک کرتا ہے، یہاں تک کہ ہوا کے جھونکے اسے ادھر ادھر لئے پھرتے ہیں۔ نادان خیال کرے گا کہ زمیندار نے بڑی غلطی کی جو اچھی بھلی زمین کو خراب کر دیا۔ مگر عقلمند خوب سمجھتا ہے کہ جب تک زمین کو اس درجہ تک نہ پہنچایا جاوے وہ پھل پھول پیدا کرنے کی قابلیت کے جوہر نہیں دکھا سکتی۔ اسی طرح اس زمین میں بیج ڈال دیا جاتا ہے۔ جو خاک میں مل کر بالکل مٹی کے قریب ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا وہ دانے اس لئے مٹی میں ڈالے جاتے ہیں کہ زمیندار ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے؟ نہیں وہ دانے اس کی نگاہ میں بہت ہی بیش قیمت ہیں۔ اس کی غرض ان کو مٹی میں گرانے سے صرف یہ ہے کہ وہ پھلیں اور پھولیں۔ اور ایک ایک کی بجائے ہزار ہزار ہو کر نکلیں۔ جبکہ ہر بیج ہر قابل کے لئے خدا نے یہی قانون رکھا ہے وہ اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے۔ اور لوگ ان کے اُوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کچلے جاتے ہیں۔ مگر کچھ وقت نہیں گذرتا کہ وہ اس سبزہ کی طرح (جو خس و خاشاک میں دبے ہوئے دانے سے نکلتا ہے) نکلتے ہیں۔ اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔ یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن نہ اس لئے کہ غرق کئے جائیں۔ بلکہ اس لئے کہ ان موتیوں کے وارث ہوں جو دریائے وحدت کی تہ میں ہیں۔ وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ جلائے جائیں۔ بلکہ اس غرض کے لئے کہ خدا تعالےٰ کی قدرت کا تماشا دکھایا جاوے۔ غرض ان سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور ہنسی کی جاتی ہے۔ ان پر لعنت کرنا ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالےٰ اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ اور اپنی نصرت دکھاتا ہے اس وقت دنیا کو ثابت ہو جاتا ہے۔ اور غیرت الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے۔ اور ایک ہی تجلی میں اعدا کو پاش پاش کر دیتی ہے سو اول نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے۔ اور آخر اس کی باری آتی ہے۔ اسی کی طرف خدا تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے والعاقبۃ للمتقین۔

بحرِ حکمت کے موتی

(از صفحہ اوّل)

بڑھ کر ہوتی ہے اور جس قدر مصائب کا سامنا ان لوگوں کو ہوتا ہے عام دنیاداروں کو کبھی نہیں ہوتا مخلوق خدا کے خیر خواہ ہوتے ہیں مگر انہی کے ہاتھ سے دکھ پر دکھ اُٹھاتے ہیں ثم الاول فالاول یعنے جس قدر اللہ تعالےٰ سے تعلق زیادہ ہوگا اسی قدر مصائب اور مشکلات کا مقابلہ زیادہ ہوگا۔ پس اولیاء اللہ پر بھی مصائب ہجوم کر کے آتی ہیں۔ (فضل الباری)

حضرت اقدسؑ کی کُتب کا پہلا ایڈیشن بکار ہے

مندرجہ ذیل کتب حضرت مسیح موعود کے وہ پہلے ایڈیشن بکار ہیں جو حضرت اقدس کی زندگی میں شائع ہوئے۔

جن اصحاب کے پاس یہ کتب یا ان میں سے کوئی کتاب موجود ہو اور وہ بطور عطیہ یا قیمتاً انجمن کو دینا پسند کریں تو ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ سیکرٹری انجمن کو اس بارہ میں مطلع کریں۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

فہرست کُتب جن کا پہلا ایڈیشن بکار ہے:۔

۱۔ حجۃ الاسلام	۱۴۔ راز حقیقت
۲۔ سچائی کا اظہار	۱۵۔ مسیح ہندوستان میں
۳۔ جنگ مقدس	۱۶۔ روئداد جلسہ مذاہب
۴۔ شہادت القرآن	۱۷۔ لجۃ النور
۵۔ انوار الاسلام	۱۸۔ الہدیٰ
۶۔ منن الرحمان	۱۹۔ ایک غلطی کا ازالہ
۷۔ معیار المذاہب	۲۰۔ ریویو مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی
۸۔ اسلامی اصول کی فلاسفی	۲۱۔ لیکچر سیالکوٹ
۹۔ انجام آتھم	۲۲۔ لیکچر لدھیانہ
۱۰۔ استفتاء	۲۳۔ چشمہ مسیحی
۱۱۔ محمود کی آمین	۲۴۔ تجلیات
۱۲۔ البلاغ (فریاد درد)	۲۵۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم
۱۳۔ نجم الہدیٰ	۲۶۔ پیغام صلح
———	۲۷۔ براہین ہر چہار حصص

پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۱ اگست ۱۹۷۱ء

پاکستان کی سالگرہ

۱۴ اگست ۱۹۷۱ء پاکستان کی چوبیسویں سالگرہ کا دن ہے، اس دن بجا طور پر ملک کے ہر حصہ میں مختلف قسم کے اقدامات سے خوشی و مسرت کا اظہار کیا جائے گا اور صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ خان بھی قوم کو اس دن کے مناسب حال پیغام دیں گے۔

ہم اس موقعہ پر جب ان حالات پر نظر ڈالتے ہیں، جن میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور ان مقاصد و نظریات کو پیش نظر رکھتے ہیں جو حصول پاکستان کے وقت قوم کے سامنے تھے، اور اس کے مقابلہ میں موجودہ حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر مشکل حالات میں اس ملک کی تشکیل عمل میں آئی، یوں سمجھیئے کہ محض خدائی امداد ہی تھی، جس نے انگریز کے استبداد اور ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں اور اس کے ساتھ بعض مقتدر مسلمانوں کی شرکت کے باوجود پاکستان کا خواب عالم وجود میں آگیا، اس وقت کہا جاتا تھا اور یہی حقیقت ہے کہ پاکستان اسلامی نظریات کو عمل میں لانے اور قوم کو حقیقی معنوں میں مسلمان بنانے کے لئے قائم کیا گیا، لیکن واقعات نے کیا صورت اختیار کی ہے اور آج ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں، یہ ایک ایسی داستان ہے، جس کو پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ ان چوبیس سالوں میں ہم نے اسلام کو اپنے عمل سے درخشاں کرنے کے بجائے ایک ایسا رنگ اختیار کر لیا ہے جو اسلام کے قطعاً مطابق نہیں، باہمی انتشار و نفاق، ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا، سیاسی اختلافات کو ذاتیات کا رنگ دے کر ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا اور فروعی مذہبی مسائل کے اختلافات پر باہمی تکفیر اور تفسیق کے فتوے صادر کرنا ہمارے لیڈروں، ہمارے علماء اور قومی رہنماؤں کا مشغلہ بن چکا ہے۔ اور عوام جن کی قیادت حاصل کرنے کیلئے یہ تمام جتن کئے جاتے ہیں، ان کی حالت اس سے بھی بدتر ہے، قتل و مقاتلہ، چوری و رہزنی، عورتوں کی بے حرمتی، اور اسی قبیل دیگر جرائم آج پاکستانی عوام کا دن رات کا مشغلہ ہے، ہر چند حکومت ان جرائم کو روکنے کے لئے ہر قسم کی جد و جہد کرتی اور مجرموں کو خطرناک قسم کی سزائیں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتی، لیکن جرائم دن بدن بڑھتے ہی جاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ جرم کرنا پاکستانی عوام کی گھٹی میں پڑ چکا ہے، جس سے ان کا چھٹکارا مشکل ہے۔

اس کے علاوہ سرکاری و غیر سرکاری محکموں اور تجارتی اداروں میں ناجائز جلب منفعت اور رشوت ستانی اس قدر فروغ پا چکی ہے کہ نیچے سے لے کر بالائی طبقوں تک بہت کم ایسے کارکن ہوں گے جو اس کے اثر سے بچے ہوئے ہوں، عام طور پر جس دفتر میں جائیں، جس کام کے لئے جائیں رشوت کے سوائے کچھ کام نہیں بن سکتا، تجارتی اداروں میں مہنگائی اور اشیائے صرف میں ملاوٹ ایک علم دیا ہے جو ہر حصہ ملک میں پھیلی ہوئی ہے،

کیا یہ ان پاک مقاصد اور اسلامی نظریات کے مطابق ہے، جن کے فروغ کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا؟ افسوس ہے کہ پاکستان کی ہر سالگرہ ایسے ہی ناگفتہ بہ حالات لے کر آتی ہے جن پر خوشی و انبساط کے بجائے دکھ اور افسوس کا اظہار کرنا پڑتا ہے، کاش ہمارے لیڈر اور وہ مذہبی رہنما جو سیاست کی الجھنوں میں پھنس کر عوام کی اصلاح سے منہ موڑ چکے ہیں، ان حالات پر غور کریں، اور کوئی ایسا رستہ اختیار کریں جو ان حالات کی درستی اور پاکستانی عوام کو اسلام پر چلانے کا موجب ہو، یہ خیال نہ کیجئے کہ حکومت کے اندر اقتدار حاصل ہونے اور اسلامی آئین کے نفاذ سے حالات سدھر جائیں گے، اسلامی آئین بے شک نافذ کیجئے، لیکن عوام کے اندر جب تک ایمان کا ذرہ پیدا نہ ہو، جب تک اسلام کی عظمت دلوں میں راسخ نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی حاکمانہ جبر و استبداد حالات کی اصلاح اور دلوں کی تبدیلی کا موجب نہیں ہو سکتے، اسلام کی تاریخ کو دیکھ لیجئے رسول کریم صلعم سے لے کر صحابہ کرام اور بعد کے زمانوں میں امت کی اصلاح خدا کے ان نیک بندوں اور اولیائے عظام کے ذریعہ سے ہی ہوئی۔ جنہوں نے کسی حاکمانہ جبر و استبداد سے نہیں بلکہ اپنے نیک نمونہ، حسن کردار اور امر بالمعروف سے ناپاک سے ناپاک دلوں کو پاک کر دیا۔ اس زمانہ میں بھی ایک مرد خدا اٹھا آپ اسے جتنا چاہیں برا کہیں لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اپنے مسیحی نفس کردار سے بے شمار دلوں کو پاک کر دیا، بے شمار ملحدین کے قلوب کو ایمان کی روشنی سے منور کر دیا، اور اسلام قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت دلوں میں پیدا کی، کہاں سے متاثر ہو کر کئی لوگ اسلام کے دلدادہ و شیدا ہو گئے، کاش ان لوگوں کو عوام کی اصلاح و ارشاد کا موقعہ دیا جائے

(باقی بر صفحہ ۴)

یہ وحشیانہ پن!

مشرقی پاکستان کے حالیہ واقعات کے متعلق حکومت کی طرف سے جو قرطاس ابیض شائع ہوا ہے، اسے پڑھتے ہوئے ایک سنگدل سے سنگدل انسان بھی خون کے آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا، آج تک جس قدر مظالم دنیا نے دیکھے ان میں شاید ہی کوئی ایسا واقعہ نظر آیا ہو، جس میں نہتے انسانوں کو پکڑ پکڑ کر کسی مکان یا ہال کے اندر بند کر کے زندہ جلا دیا گیا ہو، معصوم بچوں کو ذبح کر کے ان کے والدین کو ان کا خون پینے پر مجبور کیا گیا ہو، شوہروں کو گولی مار کر بیویوں سے ان کی قبریں کھدوائی گئی ہوں، خواتین کو برہنہ کر کے ان کے جلوس نکالے گئے ہوں۔

یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات، جو مشرقی پاکستان کی عوامی لیگ کی طرف سے ظہور پذیر ہوئے اس حقیقت کے مظہر ہیں کہ انسانیت وحشت و بربریت کے اتھاہ گڑھے میں دفن ہو چکی ہے، جو لوگ اس قسم کے لرزہ خیز واقعات کے مرتکب ہوئے ان کا ہندو یا مسلمان ہونا تو ایک طرف انہیں انسان کہنا بھی انسانیت کی ہتک ہے، کیا یہی سنگدل اور وحشی انسان بنگلہ دیش بنانے کے خواہشمند ہیں، جن کی ابتداء یہ ہے۔ ان کی انتہا کیا ہوگی اور ان کا نام نہاد بنگلہ دیش اگر بن جاتا تو خونین دیش سے بڑھ کر اور کیا ہوتا۔

اس سلسلہ میں یہ امر اور بھی افسوسناک ہے کہ اس تحریک کا بانی جو نام کا مسلمان (شیخ مجیب الرحمٰن) لیکن عملاً اسلام دشمن اور بھارت جیسے دشمن پاکستان کا حامی ہے، کچھ عرصہ قبل سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان کے عہد میں ایک ایسی ہی سازش پر اس کے خلاف مقدمہ بنایا گیا، جو اگرتلہ کیس کے نام سے مشہور ہے لیکن بعض نام نہاد خیر خواہان وطن کی سفارش پر اس مقدمہ کو رفع دفع کر دیا گیا، اگر اس وقت اس کو قرار واقعی سزا دے کر اس سازش کا انسداد کر دیا جاتا تو آج یہ واقعات پیش نہ آتے، یہ کتنی شرمناک بات ہے، کہ پاکستان میں بیٹھے ہوئے پاکستانیوں کے ووٹوں سے آئندہ پاکستانی حکومت میں اقتدار کا حق حاصل کرتے ہوئے ایک علیحدہ دیش بنانے کے لئے بھارت جیسے دشمن ملک سے سودا کر کے پاکستان ہی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش کر لی گئی، اور جب اس سازش کو دبانے کے لئے جو بغاوت کا رنگ اختیار کر کے بے گناہ لوگوں کو خون میں رلا رہی تھی، پاکستانی فوجوں نے نوابوں کے دہانے کھولے تو بھارتی ملاعنت کار چیخ اٹھے اور دہائی دینے لگے کہ پاکستان ظالمانہ اقدام کر رہا ہے بھارت کی اس چیخ و پکار سے بعض دوسرے ممالک بھی متاثر ہو کر پاکستان کے خلاف طرح طرح کے اقدامات پر تل گئے، لیکن آخر حق ظاہر ہو گیا اور حکومت کے قرطاس ابیض نے تمام واقعات کو کھول کر رکھ دیا اور دنیا کو نظر آ گیا کہ کالعدم عوامی لیگ کے حامیوں نے کیا کیا انسانیت دشمن کارروائیاں کیں اور بھارت نے خواہ مخواہ مداخلت کر کے کیسی کیسی وحشیانہ حرکات سے انسانیت کے نام کو بٹہ لگایا، ضرورت ہے کہ یہ قرطاس ابیض دنیا کے ہر ملک میں پہنچایا جائے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ بھارت پاکستان کے خلاف کیا کیا انسانیت کش کارروائیاں کر رہا ہے، اور ابھی تک پاکستانی سرحدوں پر فوجیں جمع کر کے اور بار بار جنگ کی دھمکیاں دے کر ایک ایسی خطرناک صورت پیدا کرنا چاہتا ہے، جو جنوب مشرقی ایشیا ہی نہیں بلکہ دنیا کے امن کو تباہ کرنے کا موجب ہوگی، صدر پاکستان جنرل یحییٰ خان کی یہ دانشمندی ہے، کہ وہ بھارت کی ان اشتعال انگیز کارروائیوں کا جواب دینے میں انتہائی صبر و تحمل سے کام لے رہے ہیں اور غیر ملکی ٹیلی ویژن سٹیشنوں کے نمائندوں کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے اس موقف کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان جنگ نہیں چاہتا کیونکہ جنگ سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد ان گنت اور پہلے سے بھی زیادہ سنگین حالات پیدا ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے، کہ پاکستان نے ہر ایسا قدم اٹھانے سے گریز کیا ہے جس سے برعظیم کی کشیدگی میں شدت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، وہ تہیہ کر چکا ہے کہ کسی ملک کے خلاف جنگ چھیڑنے میں کبھی پہل نہیں کرے گا۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ پاکستان احساس کمتری میں مبتلا ہے، صدر پاکستان نے سچ کہا ہے کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگر کوئی آپ کے ایک گال پر طمانچہ مارے تو آپ دوسرا گال بھی اس کے آگے کر دیں، میں ملک کے دفاع کے لئے اپنا دوسرا گال دشمن کے سامنے نہیں کروں گا، قومی سرحدوں اور قومی مفادات کے تحفظ کے لئے ہر ضروری قدم اٹھانا حکومت کا اولین فرض ہے۔ پاکستان دشمن کے ہر حملے کا دندان شکن جواب دینے کے لئے پوری طرح تیار ہے بھارت کو اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیئے کہ وہ پاکستان کے خلاف جنگ شروع کر کے اپنے سیاسی اور استعماری عزائم میں کامیاب ہو جائے گا، اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اپنی لگائی ہوئی آگ میں وہ خود ہی بھسم ہو کر رہ جائے گا ضرورت ہے کہ پاکستان کے عوام بھارت کے ان خطرناک ارادوں کے پیش نظر ہر قسم کی قربانیاں دینے کیلئے تیار ہوں اور باہمی انتشار کو ختم کر کے ایک ایسی بنیان مرصوص بن جائیں، جس کو دشمن کسی طرح بھی توڑ نہ سکے یاد رکھیئے باہمی اتفاق و اتحاد ہی ایک ایسی چیز ہے جو دشمن کے تمام عزائم کو تہ و بالا کرنے کا موجب ہوگا، اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں اور اس سے مدد طلب کریں کہ اس کے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

پاکستان کی سالگرہ۔ (بسلسلہ کالم اوّل)

اور "مرزائی" کے خطاب سے لوگوں کو ان سے برگشتہ کرنے کے بجائے ان کے احمدیانہ طریق عمل سے فائدہ اُٹھایا جائے تو ممکن ہے کہ حالات بہت حد تک اصلاح پذیر ہو جائیں۔

بہرحال جہاں تک پاکستان کے چوبیس سالہ قیام اور ان چوبیس سالوں میں مختلف قسم کے نامساعد حالات سے گذر کر اس کے استحکام کا تعلق ہے، ہم سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت اور تائید اس کے ساتھ ہے، اور اس کا وجود انشاء اللہ ہمیشہ قائم و برقرار رہے گا جس کے لئے ہم اہلیان پاکستان کو مبارکباد دیتے اور دعا کرتے ہیں کہ پاکستان پائندہ باد۔

اخبار احمدیہ

امتحان میٹرک کے نتائج

امسال میٹرک کے امتحان میں جماعت کے متعدد طلباء کامیاب ہوئے ہیں، جن میں سے بعض کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں جو درج ذیل ہیں :۔

۱۔ مرزا مسعود بیگ صاحب کے فرزند سلمان مسعود 726 نمبر لے کر فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے ہیں اور وظیفہ کے حقدار قرار پائے ہیں، مرزا صاحب نے اس خوشی میں مبلغ دس روپے انجمن کو بطور عطیہ اشاعت اسلام مرحمت فرمائے ہیں فجزاہ اللہ۔

۲۔ شیخ محمد یٰسین صاحب خازن انجمن کے فرزند محمد اشرف 659 نمبر لے کر فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے ہیں۔

۳۔ مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم کی صاحبزادی بشریٰ آفتاب 6/5 نمبر لے کر فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئی ہیں۔

۴۔ مرزا مقبول بیگ صاحب کے فرزند محمود بیگ اور ان کی صاحبزادی بھی اچھے نمبر لے کر کامیاب ہوئی ہیں۔

۵۔ ملتان سے محترم رحمت اللہ سلیم صاحب کے فرزند فرخ سلیم صاحب اور ان کی دختر فوزیہ نہاد سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئی ہیں، اس خوشی میں سلیم صاحب نے انجمن کو دس روپیہ عنایت فرمائے ہیں، جزاہ اللہ۔

ہم ان سب دوستوں اور ان کے بچوں کو تہ دل سے مبارکباد دیتے اور ان کی آئندہ دینی و دنیوی کامیابیوں کی دعا کرتے ہیں۔

وفات

——— ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) ڈپٹی خلیل الرحمٰن صاحب ڈائرکٹر تبلیغ نے یہ افسوسناک خبر ارسال کی ہے کہ ہمارے مبلغ محمد صدیق حسن صاحب سکنہ دیناج پور ایسے گاؤں میں باغیوں کے خلاف فوجی کارروائیوں کے دوران ہلاک ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ گذشتہ جمعہ مورخہ ۶ راگست کو لاہور میں پڑھی گئی۔ تمام بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائب کی استدعا ہے۔

زکوٰۃ

اگلا چاند رجب کا ہوگا

مال کی تطہیر کے لئے زکوٰۃ نکالنے کا اگرچہ کوئی وقت مقرر نہیں مگر ماہ رجب میں چونکہ بالعموم زکوٰۃ نکالنے کا رواج ہے اس لئے ان احباب سے جو ماہ رجب میں زکوٰۃ نکالتے ہیں گذارش ہے کہ اپنی زکوٰۃ نقدی و زیورات بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ارسال فرمائیں۔

نصاب زکوٰۃ حسب ذیل ہے :۔

۱۔ نقدی پر چالیسواں حصہ یعنی ہر صد پر ۲½ روپے۔

۲۔ زیورات بھی نقدی کے حکم میں آتے ہیں چاندی ۵۲ تولے اور سونا ۷½ تولے یا اس سے زیادہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔

افسر تحصیل

درخواست دعائے صحت و عطیہ

——— جہلم سے ماسٹر عبدالحکیم صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر لکھتے ہیں، کہ سیٹھ سعادت دین کا پوتا مرتضےٰ محمود صاحب اگلے دن انگلینڈ سے تشریف لائے ہیں، کل رات اچانک معدہ کی خرابی میں مبتلا ہو گئے۔ سیٹھ صاحب نے خیرات کے طور پر اشاعت اسلام کے لئے مبلغ دس روپیہ عطا فرمائے ہیں اور وہ احباب سے گذارش کرتے ہیں کہ ان کے پوتے کی شفایابی کے لئے ساری جماعت سے دعا کی درخواست بذریعہ پیغام صلح کی جائے امید ہے احباب ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں گے۔

تقریب شادی

——— لائل پور سے یہ خوشخبری آئی ہے کہ صفیہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری غلام قادر صاحب مرحوم کا عقد نکاح ہمراہ جناب محمد خورشید اکمل صاحب متعینہ سعودی عرب بعوض بیس ہزار روپے حق مہر یکم اگست ۱۹۷۱ء کو ہوا۔ خطبہ نکاح جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے پڑھا۔ اس تقریب سعید کا اہتمام دولہن کے برادر اکبر جناب چوہدری عبدالکریم صاحب فورمین سیکم پاور سٹیشن نشاط آباد لائل پور کے گھر پر کیا گیا تھا۔ چوہدری صاحب نے اس موقعہ پر مبلغ دس روپے بطور شکرانہ عطیہ اشاعت اسلام مرحمت فرمائے ہیں جزاہ اللہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے خوشی و انبساط کا موجب ہو۔

گیانا (جنوبی امریکہ) میں چوتھی احمدیہ کنونشن کا انعقاد

پاکستان، امریکہ، انگلستان، غانا اور دیگر ممالک سے مندوبین کی شمولیت

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ جنوبی امریکہ کے مختلف مقامات میں جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھنے والے تیس ہزار سے زائد احمدی مسلمان موجود ہیں جن کی طرف سے ہر سال ایک عظیم الشان تبلیغی کانفرنس منعقد ہوتی ہے، گذشتہ سال اس کانفرنس میں پاکستان کے مشہور صنعت کار شیخ میاں فاروق احمد اور شیخ محمد طفیل مبلغ انگلستان کے علاوہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ نے بھی شرکت فرمائی تھی، اور جنوبی امریکہ کے مختلف مقامات پر آپ نے اسلام اور احمدیت پر کئی تقاریر کیں جو بہت ہی موثر ثابت ہوئیں اور جوق در جوق لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔

امسال یہ کنونشن گیانا (جنوبی امریکہ) کے مشہور شہر کیمپ ٹاؤن میں ۳۱ جولائی سے ۸ اگست ۱۹۷۱ء تک منعقد ہوئی جس میں پاکستان سے جناب شیخ میاں فاروق احمد صاحب اور ٹرینیڈاڈ کے نوجوان دینی عالم مصطفےٰ کمال ہاپڈل، انگلستان سے محترم شیخ محمد طفیل صاحب جو برطانیہ کی ورلڈ کانگریس آف فیتھس اور ینجس اینڈ ائرز دی ایسوسی ایشن اقوام متحدہ ہر دو کی انتظامیہ کے رکن ہیں) امریکہ سے سیاہ فام مسلمانوں کے رہنما جناب عالیجاہ محمد کے فرزند ولیتھ محمد ٹرینیڈاڈ اور ٹوبیگو کے ستر مندوبین اور غانا سے عربی کے فاضل معلم ایس بی طاہا اور بقول پاک ٹائمز مورخہ ۳ راگست ۱۷ ر ممالک کے مبلغین اسلام شامل ہوئے ان مندوبین کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے ٹرینیڈاڈ کا انگریزی اخبار ایکسپریس مورخہ ۲۵ ر جولائی ۱۹۷۱ء رقمطراز ہے :۔

"احمدیت ایک عالمی اسلامی تبلیغی تحریک ہے، جس کا صدر مقام لاہور (پاکستان) میں ہے ان کی اس کنونشن کا مقصد ایک دین، ایک ملت اور ایک خدا کی تبلیغ کرنا ہے۔"

کنونشن کی مفصل روئداد موصول ہونے پر ہدیہ قارئین کی جائے گی۔

شیخ محمد طفیل صاحب کا خط

جنوبی امریکہ کی احمدیہ کنونشن کے سلسلہ میں محترم شیخ محمد طفیل صاحب رقمطراز ہیں۔

"خاکسار اتوار ۱۸ رجولائی کو ٹرینیڈاڈ پہنچ گیا تھا ایرپورٹ پر بہت سے دوست لائے۔ ۱۹ رجولائی کا دن آرام کے لئے اور ملنے ملانے کے لئے وقف تھا۔ ۲۰ رجولائی سے مختلف جماعتوں میں دورہ اور تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا اس عرصہ میں حضرت اقدس کی بہت سی نئی نظمیں یہاں کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے یاد کرنی شروع کر دی ہیں تا گیانا کی کنونشن میں سنائی جا سکیں۔ ان نظموں کے عنوان حسب ذیل ہیں :۔

(۱) نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا

(۲) جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے

(۳) اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے

علاوہ ازیں محمد اعظم صاحب علوی کی نظم "ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قربان کر دیں گے" بھی بڑے ذوق اور شوق سے گائی جا رہی ہے اگر ممکن ہوا تو ٹیپ لاہور بھجواؤں گا۔ امریکہ سے عالیجاہ محمد کے صاحبزادے وارث محمد ٹرینیڈاڈ بسلسلہ کنونشن آ رہے ہیں۔ پھر ہمارے ساتھ گیانا جائیں گے۔

اگلے ہفتے ہمارے گیانا کے مبلغ مسٹم ایس پی تاہیر (TAHIR) پہنچ رہے ہیں اور جناب میاں فاروق احمد شیخ بھی پاکستان سے پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان دوستوں کی مساعی کو کامیاب کرے۔

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱ اگست ۱۹۷۱ء

فرمودہ

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

بمقام

جامع احمدیہ ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

صفاتِ باری تعالیٰ کا بے نظیر قرآنی تصوّر

حقیقی ایمان باللہ اور عملِ صالحہ پر قائم ایک جماعت دُنیا میں عظیم انقلاب لانے کا باعث بنتی ہے۔

اسلامی قومیت اور اسلامی حکومت کے قیام و دوام کا انحصار مسلمان افراد میں ایمانی و اخلاقی باطنی انقلاب سے وابستہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی قیام و دوام پاکستان سے متعلق عظیم پیشگوئیاں۔

لو انزلنا ھٰذا القراٰن علیٰ جبل الخ ـــــــ وھو العزیز الحکیم ۔ (الحشر ۵۹ : ۲۱ تا ۲۴))

یہ آیات میں نے سورۃ الحشر کے آخری رکوع سے تلاوت کی ہیں ۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے ۔ تو تو اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا ریزہ ریزہ دیکھتا ۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں ۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ، وہ بے انتہا رحم والا بار بار رحم کرنے والا ہے ، وہی اللہ تعالیٰ ہے ۔ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ۔ بادشاہ پاک سلامتی والا ، امن دینے والا نگہبان ، غالب بگڑے کو بنانے والا ، سب بھلائیوں کا مالک ، اللہ اس سے پاک ہے جو وہ شرک کرتے ہیں ۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا روح کا پیدا کرنے والا ، شکلیں بنانے والا ۔ اسی کے لئے سب اچھے نام ہیں ۔ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے ۔

قرآن کریم نے جو تصوّر اور نظریہ ہمیں اس کائنات کی تخلیق اور صفاتِ ہستی باری تعالیٰ کا دیا ہے وہ بہت بلند و بے نظیر ہے ۔ ان آیات اور دیگر آیاتِ قرآنیہ جن میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کا ذکر ہے ۔ مغربی مستشرقین نے ان کو پڑھ کر کہا ہے کہ قرآن نے جو صفاتِ الٰہیہ بیان کی ہیں ۔ ان جیسی کسی اور الہامی اور مذہبی کتاب میں نہیں پائی جاتیں ۔ یہ بالکل صحیح اور درست بات ہے ۔ اللہ تعالیٰ جو اس کائنات کا خالق اور موجد ہے ۔ اس کا بہترین اور حقیقی و سچا تصوّر قرآن کریم نے پیش کیا ہے ۔ اور یہی وہ ایمانی قوت ہے جو قرآن انسان کے اندر پیدا کرتا ہے ۔ یوں تو ایک فلاسفر اور سائنسدان بھی اس بات کا قائل ہے کہ اس کائنات کے کارخانے کے پیچھے کوئی علت العلل اور مسبب الاسباب ہے ۔ مگر اس ہستی کی صفات کو کوئی فلاسفر نہیں بتاتا اور نہ ہی بتلا سکتا ہے ۔ سائنسدان یہ کہا کرتے ہیں کہ کسی نے کائنات بنا کر اور ایک قانونِ قدرت رائج کر کے اسے یونہی چھوڑ دیا ہے ۔ اور اب یہ کائنات ان قوانین کے تابع خود بخود کام کر رہی ہے ۔ اب اس کا کوئی بھی تعلق خالقِ کائنات کے ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی تعلق انسان پیدا کر سکتا ہے اور اگر بالفرض پیدا کر بھی لیا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ کارخانہ ایک خود کار مشین کی مانند خود بخود بلا کسی نگران اور حاکم کی نگرانی کے کام کرتا چلا جا رہا ہے ۔ لیکن اس کے مقابلہ میں قرآن کریم نے ایک زندہ مدبّر بالارادہ حکمران و نگران اور اس کائنات کی حکومت پر متمکن خدا کا تصوّر پیش کیا ہے ۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۔ وہ ذات تخلیقِ کائنات کے بعد الگ تھلگ ہو کر نہیں بیٹھ گئی بلکہ اس کی حکومت و نگرانی پر متمکن و قائم ہے ۔

جب انسان کے دل میں یہ ایمان و یقین گڑ جائے تو وہ ایک عظیم انقلاب اس دنیا میں لے آتا ہے جس کی مثال ڈھونڈھنا مشکل ہے ۔ اس لئے فرمایا کہ اگر ہم قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تو اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر یہ نظریہ الٰہی پوری طرح گڑ جائے تو ایک ایسا انقلاب آ سکتا ہے جس کے سامنے پہاڑ جیسی مشکلات بھی دور ہو جائیں اور اس بیان اور حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہے ، تاریخ شاہد ہے کہ قرآن کریم کے ایسے تصوّرِ الٰہی کی وجہ سے عرب کے اندر ایک عظیم الشان انقلاب آیا جس نے تاریخ میں ایک شاندار و بے مثل باب کا اضافہ کیا ۔ اور یہ انقلاب اسی رنگ میں آیا کہ عربوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات کے متعلق حتمی یقین پیدا ہو گیا ۔

سر ولیم میور کا اعتراف کہ صحابہؓ کا پیدا کردہ انقلاب ایمانی و اخلاقی قوتوں کے باعث ظہور پذیر ہوا ۔

ایک مستشرق مخالف اسلام سر ولیم میور لکھتا ہے کہ :۔

" ان ۱۳ سالہ مکی زندگی نے کیا عظیم انقلاب پیدا کر دیا تھا ۔"

حالانکہ ۱۳ سالہ مکی زندگی میں بظاہر کوئی انقلاب نظر نہیں آتا نہ کوئی اسلامی سلطنت بنی نہ جماعت صحابہ رضؓ کو کوئی قومی استحکام حاصل ہوا تھا ۔ صرف چند لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوئے اور ان کی حالت بھی مجبوری اور بے بسی کی انتہا کی تھی ۔ انکو سخت سے سخت مصائب میں مبتلا کیا گیا ۔ گھر سے نکالا گیا ۔ مخالف طاقتوں نے قتل اور مار دھاڑ کے منصوبے بنائے جس کی وجہ سے انہیں اپنے وطن مکہ سے ہجرت کرنا پڑی اور مدینہ میں بھی جا کر امن و امان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا بلکہ اب تو مسلمان جماعت کے کلیتہً نیست و نابود کرنے پر کفار مکہ تل گئے تھے ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳ سالہ مکی زندگی میں کوئی ظاہر و مادی انقلاب تو نہیں آیا تھا ۔ میں نے ولیم میور کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ مخالفِ اسلام نے تو اس حقیقت کو پا لیا کہ ملک عرب میں جو انقلاب رونما ہوا وہ ۱۳ سالہ مکی زندگی نے ہی پیدا کیا تھا ۔ اور یہ انقلاب ایمانی و اخلاقی قوتوں کا تھا جو قلوب صحابہؓ میں گاڑا گیا تھا اور جو پھر مدنی زندگی میں اپنا پھل لایا ۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل یہ حقیقت خود مسلمانوں کو بھی سمجھ نہیں آتی ۔ وہ اس بات پر مصر ہیں کہ اسلامی انقلاب دوبارہ لانا مقصود و مطلوب ہے تو مدنی زندگی کا طور و طریق اختیار کرو یعنی مقدم طور پر حکومت قائم کی جائے ۔ شرعی قانون کا نفاذ کیا جائے ۔ آئین اسلامی بنایا جائے وغیرہ ، پھر ہی ان چیزوں کے بل بوتے پر اسلام پھلے پھولے گا ۔

باطنی قلبی انقلاب اور بیرونی مادی ماحول ۔

گویا وہ انقلاب جو فی الحقیقت انسان کے قلب و نظر اور ایمان و عمل کا پیدا کردہ ہے جس کی بناء ایمان باللہ اور اخلاق عالیہ ہیں وہ اب صرف طاقت و قوت اور سلطنت و حکومت اور خارجی طور پر انسان کے اندر داخل کرنے سے معرض وجود میں لایا جا سکتا ہے ۔ یہ وہ اُلٹ اور برعکس تصوّر ہے جو آج کے مسلمان نے اپنے دل میں بٹھا رکھا ہے اور جو اسلامی تاریخ اور دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کے برخلاف ہے ۔ ان نظریات کو سامنے رکھ کر آپ کوئی اسلامی انقلاب نہیں لا سکتے ۔ اس کی مثال مشرقی پاکستان کے حالیہ واقعات پیش کر رہے ہیں ۔ آج حکومت نے قرطاس ابیض شائع کیا ہے ۔ وہ ہماری آنکھیں کھول لینے کے لئے کافی ہے ۔ وہاں پر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ۲۳ سال پہلے مطالبہ کیا تھا

کہ ہم ایک الگ قوم ہیں اور ہم مسلمان ہیں اور ہمارے دین، تہذیب اور تمدن کا تقاضا ہے کہ ہم ہندوؤں سے الگ قوم ہیں اب وہ اس وقت مشرقی پاکستان میں انہوں نے اس بنیادی تصور کی نفی کر دی ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی نہ رہا۔ بلکہ بنگال میں رہنے والے بنگالی خواہ وہ غیر مسلم ہی ہوں وہ بحیثیت ملکی اور وطنی قومیت کے ان کے نزدیک بھائی ہو گئے اور مغربی پاکستان کے مسلمان ان کے نہ صرف بھائی نہیں رہے بلکہ جانی دشمن بن گئے۔ چنانچہ خبروں کے مطابق کس طرح بنگلہ دیش کے قیام کی تحریک کے وقت کا خونیں ڈرامہ سامنے آگیا۔ جس طرح غیر مسلموں نے مسلمانوں سے خون کی ہولی کھیلی تھی اور ان کا المناک حشر ہوا وہی ہولناک منظر اور محشر مشرقی پاکستان میں مسلمانوں کے مابین برپا ہوا۔ مطالبۂ پاکستان کے وقت مشرقی پاکستان کے بنگالیوں نے اسلامی اخوت و قومیت کا مظاہرہ کیا تھا اور اب اس کے عین برعکس غیر بنگالی مسلمانوں کے برخلاف قتل و غارت گری کو عام کیا گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ اس وجہ سے ہوا کہ ہم نے اس وقت ایمانی و اخلاقی قومیت کا صحیح نظریہ اور تصور اپنے دلوں میں نہیں بٹھایا تھا بلکہ اس سلطنت کے بنانے کے وقت اکثر ہمارے سامنے یہی نظریہ تھا کہ ہمیں مال اور دولت حاصل ہوگا۔ ہم حاکم بن جائیں گے عہدے مل جائیں گے اور تمام دنیاوی ساز و سامان ہمیں میسر آجائے گا جب ہمیں سلطنت مل گئی تو جو ہمارے اندرونی خیالات و ارادے تھے اور اسلامی سلطنت کے قیام کا جو ظاہری ہمارے سامنے مقصد تھا وہ کھل کر سامنے آگیا۔ صحیح اسلامی تصور قومیت و حکومت تو ہمارے سامنے تھا ہی نہیں، اس لئے ہم تعلیم و تدریس کے ذریعہ سے اپنی نسل پر کیسے واضح کر سکتے تھے کہ ایمان اور اخلاق فاضلہ کے تقاضے کیا ہیں؟ اور ایمان کی بنا کس طرح استوار ہونی چاہیئے؟

پاکستان کے قیام کے پیچھے عوام میں ایمانی و اخلاقی طاقتوں کے نشو و نما کا شعور نہ تھا۔

پاکستان بننے کے بعد نفسا نفسی کا وہ عالم ہوا کہ خدا کی پناہ! اور انسانی و اسلامی اخلاق کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ جس کا تصور کبھی نہیں کیا جا سکتا اور ایمان کے برعکس وہ واقعات نظر آئے کہ الامان! اگر پاکستان کے قیام سے پہلے کچھ اخلاقی تقاضے موجود تھے تو پاکستان بن جانے کے بعد وہ بھی یکسر ختم ہو گئے۔ لیڈروں اور راہنماؤں نے یہ نہ سوچا کہ اس مملکت کی بنا کیا تھی۔ وہ صحیح یعنی اسلامی اخلاقی تعلیم و تدریس اور تربیت کے پہلو سے کنارہ کش رہے۔ جس کی وجہ سے نئی نسل قیام پاکستان کے تقاضا سے بالکل بے بہرہ رہی اور اس کا نتیجہ مشرقی پاکستان کے سانحہ [illegible] کی صورت میں نکلا [illegible] نتیجہ یہ کہ وہ چیز اپنا چین لائی، مسلمانوں میں تفریق پڑ گئی۔ اس عظیم دائم واقعہ سے یہ امر عیاں ہو گیا کہ صحیح اسلامی قومیت اور حکومت بیرونی ذرائع سے قلب پر نہیں ٹھونسی جا سکتی بلکہ یہ وہ انقلاب ہے جو انفرادی طور پر انسان کی روح و قلب میں سے پیدا ہوتا ہے۔

صحیح اسلامی حکومت کا قیام صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ فرد فرد کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ایسا ایمان پیدا کیا جائے جس سے انسان کے اخلاق ان صفات کے مظہر ہوں۔ حکومت اسلامیہ پہلے فرد اور پھر معاشرے میں روحانی اور اخلاقی انقلاب لانے سے معرض وجود میں آ سکتی ہے۔ اوپر سے یا باہر سے اسلامی سلطنت کا قیام ممکن نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایمان پیدا کرنے اور اخلاق کی تعمیر کے سلسلہ میں مسلمانوں کی کوئی توجہ نہیں گئی۔ اس زمانہ میں احمدیہ جماعت اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے قائم ہوئی۔ یہ مصلح وقت کی جماعت ہے اور اس جماعت کا تقاضا ہے کہ وہ صفات الٰہی کا تصور زندہ اور متحرک طور پر پیش کرے۔ اور ایمان کی پختگی اور "اخلاق" کی تعمیر کے لئے اقدامات کرے تاکہ ایک صالح اسلامی معاشرہ کو ظہور میں لائے۔ لیکن یہ جماعت بھی تفریق کا شکار ہو گئی اور ایمانی اور اخلاقی تقاضوں کی نشو و نما سے بے پرواہ ہو گئی۔ اس کی وجہ سے یہ جماعت وہ انقلاب نہ لا سکی جو ملک عرب سے صحابہ کرام رضی نے پیدا کیا تھا۔ اب بھی اگر کوئی راستہ ہے تو وہ یہی ہے کہ مسلمانوں میں ایک اسلامی معاشرہ کی تعمیر کی جائے جو قرآنی معیاروں پر ایمانی اور اخلاقی تقاضوں پر پورا اترنے والا ہو۔ ایمان باللہ اور عمل صالح کا مظہر ہو، یہی غرض احمدیہ جماعت کے قیام کی تھی اور اسی لئے اس کے بانی نے فرمایا تھا:

چو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

صرف نام کا مسلمان ہو جانا اور بعض ارکانِ دین کا بطور رسم و رواج بجا لے آنا کافی نہیں بلکہ قلبی کیفیت پیدا کرنا ضروری ہے جس کا اسلام مقتضی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے تحت یہ اسلامی دیا ہے لہٰذا حکومت قائم رہنے کے لئے ہی بنی ہے۔ ایک تو ۱۹۶۵ء میں ہمارے دشمن ہمسایہ نے اچانک ہم پر حملہ کر دیا۔ ہماری کوئی تیاری نہیں تھی بلکہ ہم اس حملہ سے بے خبر تھے۔ دشمن کی چار پانچ گنا طاقت تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دشمن پر معجزانہ رنگ میں نمایاں فتح عطا کی۔ اب مشرقی پاکستان میں خلاف توقع اور اچانک اندر سے آتش فشاں لاوا پھوٹا۔ جس کی ہمیں کوئی خبر نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے ہماری دستگیری فرمائی اور اپنی تائید سے غداروں، شرپسند اور تخریب کاروں کی تمام قوتیں ناکام رہیں اور پھر سے حضرت مسیح موعود کے الہامات پورے ہوئے:

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ اورانی مع الافواج اتیک بغتۃً

چنانچہ محمدیوں کا قدم محکم طور پر قائم ہوا اور خدا تعالیٰ کی نصرت پاکستانی افواج کے ذریعے دفعتہً حرکت میں آئی۔

نئی نسل کو ایمانی و اخلاقی صلاحیتوں سے لیس کرنا

سوال تو یہ ہے کہ ہم نے اپنی نسل کو اسلامی نظریۂ حیات سکھانے اور اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کے کیا ذرائع و وسائل اختیار کئے ہیں؟ کیا یہ بات ہم اپنے سکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اپنے نوجوانوں کو بتلاتے اور سکھلاتے ہیں یعنی یہ کہ اسلامی سلطنت کی بناء دوسری عام سلطنتوں کے قیام کی طرح نہیں اور اس کے قوانین دوسری حکومتوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ پاکستان کی حکومت کے قیام میں ایمانی اور اخلاقی قوتیں کام کر رہی ہیں اور اس کے استحکام و بقا کی بنیاد بھی انہی قوتوں پر ہے۔ جس قدر یہ قوتیں ہم میں زیادہ راسخ ہونگی اسی قدر ہمارا یہ ملک و وطن زیادہ مستحکم و مضبوط ہوگا۔ اور جس قدر ہماری ایمانی اور اخلاقی حالتیں کمزور ہوں گی اسی قدر ہماری اسلامی قومیت اور اسلامی حکومت بھی کمزور ہوگی۔ کیونکہ جب اسلام کی اصل بنا یعنی ایمانی و اخلاقی نشو و نما کمزور ہوگی تو اس پر استوار اسلامی قومیت اور حکومت کیونکر مضبوط ہوگی؟

پس اس حقیقت کی نشاندہی کرنا بھی از بس ضروری ہے۔ یہی اصل چیز ہے باقی چند دنوں میں اسلامی انقلاب رونما ہوسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ دلوں میں وہ ایمانی حقیقت پیدا کی جائے اور اعمال میں وہ اخلاقی قوت دکھلائی جائے جو قرآن کریم کا منشاء ہے اور جو مومنوں کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔

کراچی میں درس قرآن کا سلسلہ

مرزا احمد لطیف صاحب مولوی فاضل شاہد مبلغ کراچی ہر سوموار کو درس قرآن کریم۔ حدیث شریف و ملفوظات ۶ بجے شام سے لے کر مغرب کی نماز تک دیتے ہیں۔ درس ہر ماہ کی پہلی سوموار کو دوستوں کے گھر باری باری دیا جاتا۔ باقی دن مسجد میں۔ احباب سے استدعا ہے کہ وہ درس میں شامل ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ سوموار ۶ ستمبر کا درس محترم ہدایت اللہ صدیقی صاحب کے مکان پر ہوگا۔ احباب نوٹ فرمائیں۔

دوستوں کی خدمت میں سلام و دعا۔ دعا کا خواستگار۔ احقر فضل حق۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کا نتیجہ امتحان میٹرک

امسال ہمارے سکول سے میٹرک کے امتحان میں ۱۲۵ طلباء نے شرکت کی۔ جن میں سے ۳۵ فسٹ ڈویژن۔ ۵۹ سیکنڈ ڈویژن اور تھرڈ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ بحیثیت مجموعی نتیجہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے 85.2 فیصد رہا۔ جبکہ بورڈ کا اپنا نتیجہ 70.2 رہا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اوّل آنے والے امیدوار مسٹر انوار الحق نے ۷۵۳ نمبر لے کر بورڈ میں نمایاں پوزیشن حاصل کی کم از کم تیرہ طلباء کے وظائف کی توقع ہے۔

عبد الحمید ہیڈ ماسٹر

غلام نبی مسلم

حضرت مسیح موعود مجدد صد چہاردہم

راہِ حق میں بے نظیر صبر و استقامت

مباحثہ لاہور

فتوئ کفر کے بعد آپ کو خطوط کے ذریعے گالیوں اور دھمکیوں کا نشانہ بنا لیا گیا، اگر دُنیا ان گالیوں پر غور کرے جو آج بھی آپ کے مخالف مولوی اور عوام آپ کو دیتے ہیں۔ تو ان گالیوں اور دھمکیوں کا کسی قدر اندازہ کیا جا سکتا ہے جو آپ کی زندگی میں آپؑ کو دی جاتی تھیں، اور پھر آپ نے ان کے باوجود اپنے مقصد کی راہ میں جو جوانمردی اور استقامت کا مظاہرہ کیا وہ آپ کی بزرگی اور صداقت پر گواہ ہے۔ ۱۸۹۲ء میں آپ لاہور تشریف لائے، اور آپ کا مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے تحریری مناظرہ ہوا، مناظرہ کے دوران میں مولوی صاحب نے آپ کی طرف نبوت کا دعوےٰ منسوب کیا، چونکہ یہ بات حقیقت سے دُور تھی اور اس کی آپ پہلے بھی تردید کر چکے تھے، اس لئے آپ نے جلسے رہائش پر پہنچ کر ایک چٹھی کے ذریعے اس الزام کی تردید کی، جس میں آپ نے فرمایا:—

"میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں (جزوی نبوت، نبوت ناقصہ وغیرہ، نبی ناقص) سے ناراض ہیں۔ اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق گذرتے ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصوّر فرما کر بجائے اس کے **محدّث** کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں، کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں .... سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدّث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں، اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمائیں"

(مجموعہ اشتہارات ص ۹)

چنانچہ اس سے مطمئن ہو کر مناظرہ ختم کر دیا گیا۔

جنگ مقدس یا عیسائیوں سے مناظرہ

ہندوستان بھر میں عیسائی پادری اسلام اور بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس وقت سے قلم و زبان سے زہر اُگل رہے تھے جب سے انگریزوں کو اس ملک میں غلبہ حاصل ہوا حضرت مرزا صاحبؑ نے اسی ماحول میں ہوش سنبھالا اور باطل قوتوں کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے اسلام کے مجاہد مشہور ہو گئے۔ گو عیسائیوں کا آپ مدت سے تحریر کے ذریعے مقابلہ کرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن فیصلہ کن ٹکر ۱۸۹۳ء کو بمقام امرتسر ہوئی۔ جہاں ۲۲ مئی سے ۵ جون یعنی پندرہ دن تک مناظرہ ہوا مسلمانوں کی طرف سے حضرت مرزا صاحبؑ اور عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم مناظر تھے، مقابلہ تحریری تھا جو بعد میں "جنگِ مقدس" کے نام سے چھپ گیا، اس مناظرہ سے جہاں حضرت مرزا صاحبؑ کے علم کی دھاک ملک میں بیٹھ گئی، وہاں عیسائی مذہب اور علم کا کھوکھلا پن بھی عیاں ہو گیا اس کے بعد عیسائی پادریوں نے اسلام کے مقابلے میں آنے سے گریز اختیار کر لیا، حتیٰ کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ احمدیوں سے آئندہ ہرگز مناظرہ نہ کیا جائے اور احمدیوں کی یہ برتری آج بھی قائم ہے۔ فللہ الحمد۔

مولوی عبدالحق غزنوی

آپؑ کچھ عرصہ پہلے مکفر مولویوں کو مقابلے اور مباہلے کا چیلنج دے چکے تھے اور اس کے لئے امرتسر میں جمع ہونے کے لئے ۱۰ مئی ۱۸۹۳ء کا دن مقرر کر چکے تھے، گو مولویوں کے فتوے اور مخالفانہ پروپیگنڈے کے زیر اثر عامۃ المسلمین آپؑ کے سخت مخالف تھے، اور آپ کی جان ہر گھڑی خطرے میں تھی تاہم آپ خوف سے نا واقف تھے۔ وقت مقررہ پر عیسائیوں کے خلاف مناظرے سے وقت بچایا اور مقررہ مقام پر پہنچ گئے۔ مخالف مولویوں میں مولوی عبدالحق غزنوی جلسے میں پہنچے لیکن انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت مرزا صاحب نے دُعا مانگی کہ الٰہی اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے تباہ و برباد کر دے مگر

اس کے بعد آپ کا سلسلہ ترقی کرتا گیا، مخالفوں کو ناکامی نصیب ہوئی اور اس طرح دنیا کو ایک بار پھر جاننے کا موقعہ ملا کہ حق حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ہے اور آج جہاں دنیا بھر میں حضرت امام زمان کے نام کی دھوم مچی ہوئی ہے وہاں مولوی عبدالحق غزنوی کو کوئی جانتا تک نہیں

افسوس کے بعد آپ نے مخالفین سے کوئی قابلِ ذکر مباحثہ تو نہیں کیا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے فیض صحبت سے علماء کا ایک بڑا گروہ تیار ہو گیا تھا جس نے آپ کا کام سنبھال لیا تھا، پھر ہر احمدی اسلام کا ایک مجاہد بن چکا تھا جو ہر جگہ دشمنوں کے سر کچلنے کے لئے موجود ہوتا تھا، اور انہوں نے شب و روز اسلام اور آپ کی صداقت پر مناظرے کر کے آپ کا بوجھ اُٹھا لیا تھا اور آپ کو تحریر و تقریر کے میدان میں کام کا وقت ملا، اس کے علاوہ گو آپ نے مروجہ طریق سے مباحثے تو نہ کئے تاہم تحریر کے ذریعے مخالفوں کو متواتر مقابلے پر للکارا، اپنی صداقت اور مخالفوں کے ابطال میں کتب تحریر کیں اور ان کے جواب لکھنے کی صورت میں انعامات کی پیشکش کی مگر کسی کو مقابلے میں لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس چیلنج میں نہ صرف ہندوستان کے علماء مخاطب تھے، بلکہ آپؑ نے عرب و عجم کے علماء کو بھی ھل من مبارز کا چیلنج دیا۔ اور ان میں مصر کے مشہور عالم سید رشید رضا ایڈیٹر "المنار" بھی تھے مگر انہیں بھی عربی دانی کے باوجود آپ کی عربی تحریر کا فصاحت، بلاغت اور معانی کے لحاظ سے مقابلہ کرنے کی توفیق نہ ہوئی تحریر کے میدان میں آپ نے جو کارنامے سرانجام دیئے اس کے متعلق آپ کا ارشاد ہے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم ہی سے دکھایا ہم نے

اس کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے "مجدد اعظم" کے فاضل مؤلف حضرت ڈاکٹر بشارت احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:—

" آپ نے دیکھ لیا کہ ایک سال ۱۸۹۳ء میں آٹھ کتابیں شائع ہو کر نکل گئیں۔ آئینہ کمالات اسلام۔ برکات الدعا۔ حجۃ الاسلام۔ سچائی کا اظہار۔ جنگ مقدس۔ تحفہ بغداد۔ کرامات الصادقین شہادت القرآن۔ جن میں سے آئینہ کمالات اسلام کا نصف اور تحفہ بغداد، اور کرامات الصادقین ساری کی ساری نہایت فصیح و بلیغ عربی میں ہیں۔ اور بعض ان میں سے ضخیم کتابیں ہیں۔ پہلے آپ کی عمر ملاحظہ ہو۔ آپ پچپن سال کے ہو چکے تھے۔ جب دعوےٰ مسیحیت کیا گویا جس عمر میں گورنمنٹ اپنے لائق و فائق ملازم کو پنشن دے دیتی ہے۔ کہ بہ وجہ بڑھاپے کے چونکہ اس کے دماغ میں اب وہ تیزی اور قوتوں میں وہ چستی اور مستعدی نہیں رہی جو جوانی میں تھی، اس لئے مناسب ہے کہ اب وہ آرام کرے۔ لیکن یہاں پچپن سال کی عمر میں جب قویٰ کا اضمحلال ہونے لگتا ہے۔ حضرت اقدسؑ کو مسیحیت اور مہدویت کے منصب پر کھڑا کیا گیا، اور اس کے ساتھ ہی سکھوں، عیسائیوں اور آریوں اور دہریوں اور خود مولویوں کی مخالفت کے بلاخیز طوفان میں آپ کو ڈال دیا گیا، اور طرح طرح کے مصائب اور ابتلاؤں کے پہاڑ سے ٹکرانے کے واسطے آپ کو چھوڑ دیا گیا، حالانکہ یہ وہ عمر ہوتی ہے جب بڑے بڑے مناظر میدانِ مناظرہ سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں اور بڑے بڑے غور و فکر کرنے والے اہلِ علم گوشہ نشینی میں دماغ اور دل کا سکون ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اور انسان میں جفاکشی اور محنت طلبی کی بجائے آرام طلبی اور خلوت پسندی کے آثار رونما ہو جاتے ہیں۔ لیکن برخلاف اس کے حضرت اقدس مرزا صاحب کو اسی عمر میں جب انسان ابتلاؤں اور مشکلات سے بچنے کی کوشش کرتا ہے حکم ہوتا ہے کہ اپنی پچھلی ساری بنی بنائی شہرت کو خاک میں ملا دو۔ اور حق کی خاطر مخالفت کے ایک جہان سے ٹکر لے لو۔ ذرا غور کیجئے کہ مسیح کی وفات اور نزولِ مسیح کے عقائد کے اختلاف نے تمام مسلمانوں کو آپ کا دشمن بنا دیا ہے۔ مہدی کے دعوے نے گورنمنٹ کو بدظن کر دیا ہے۔ اور آپ کے اس دعوے نے کہ میں تمام مذاہب باطلہ پر اسلام کو غالب کرنے کے لئے مامور ہوں، تمام مذاہب کے لوگوں کو آپ کا دشمن بنا دیا ہے، اور آپ ہیں کہ تن تنہا جو قلمی جنگ میں اس چستی اور مستعدی اور زیرکی و دانائی کے ساتھ قلمی و روحانی جنگ میں منہمک نظر آتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے .... سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قدر کتابیں آپ کس وقت تصنیف کرتے تھے۔ خطوط بھی احباب کو خود لکھتے تھے، یہ تو بعد میں خط و کتابت بہت بڑھ گئی تھی تو ایک آدمی اس کام پر متعین کیا گیا۔ ورنہ ابتداء میں تمام احباب کے خطوط کا جواب خود ہی دیا کرتے تھے،

علاوہ مطبوعہ خطوط اور صدہا اشتہارات کے جو آپ نے وقتاً فوقتاً شائع فرمائے آپ نے اپنی عمر میں نوّے سے زیادہ کتابیں جن کے قریباً (بڑی تقطیع کے ناقل) دس ہزار صفحے بنتے ہیں تصنیف کرکے شائع کیں۔ ان میں سے دعوے مسیحیت سے قبل کے ایک ہزار صفحے ہیں اور بعد کے ۹ ہزار صفحے۔ گویا پچاس برس کی عمر کے بعد قریباً نو ہزار صفحے (عربی، فارسی، اردو کے، نظم و نثر کے۔ ناقل) لکھ کر شائع کئے .... پھر تصنیف بھی کیسی کہ علم و حکمت کا ایک دریا ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ نئے سے نئے مضامین ہیں جو قلم سے نکل رہے ہیں، ان میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث سے زبردست استدلال ہو رہا ہے نیز ضروریات زمانہ کے لحاظ سے ان میں نیا علم کلام پیدا ہو رہا ہے روزانہ نئے سے نئے اعتراضات کے جواب دیئے جا رہے ہیں۔ قرآن کریم کے جدید سے جدید حقائق و معارف بیان ہو رہے ہیں، جن کو پڑھ کر اہل علم اور طالبان حق سر دھنتے اور عش عش کرتے ہیں۔ اور پھر اس قدر کثرت اور مشاغل اور دماغی محنت کے باوجود ناغہ اور کوفت نام کو نہیں۔"

(مجدد اعظم جلد ۔ ۔ ۔)

تبلیغی دورے اور تشدد کا سامنا

مسیح موعود کے دعوے سے قبل حضرت مرزا صاحب شہرت کی انتہائی بلندیوں پر تھے، دنیا آپ کو ولی اللہ مجدد اور محدث تسلیم کرتی تھی اور آپ کا آستانہ مرجع خلائق بن چکا تھا لیکن دعوے مسیحیت کے ساتھ ہی آپ کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں تیس آیات قرآنی سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔ اور احادیث میں جس مسیح کے آنے کا ذکر ہے وہ مسیح ناصری نہیں بلکہ ایک مسلمان مجدد ہوگا جسے عیسائیوں میں کام کرنے کی وجہ سے مسیح کا نام دیا جائے گا۔ اور اس میں حضرت مسیح کے اخلاق کی جھلک پائی جائے گی۔ مولویوں نے آپ کے خلاف کفر کے فتوے لگا کر عوام کو آپ کے خلاف بھڑکایا اور آپ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ لیکن زمانے کا امام فوق العادت یقین، جرأت، استقامت اور صبر کی قوت لے کر آتا ہے اور راہ حق و صداقت میں اس کے قدموں کو ذرہ بھر لغزش نہیں ہوتی۔

> تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
> بڑھتا ہے اور جوشِ جنوں یاں سزا کے بعد

آج آپ کو رحلت فرمائے تو ایک سو سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے لیکن کون شخص ان گالیوں سے بے خبر ہے جو نفس پرست مولوی اور ان کے جاہل پیرو آج بھی آپ کو دیتے ہیں؟ اسی سے اس مخالفت، معاندت، ایذا رسانی اور بد زبانی کا قدرے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جس سے آپ کو اپنی زندگی میں سامنا کرنا پڑا تھا۔ چنانچہ مولویوں اور ان کے چیلوں نے گالیوں، اتہامات، کذب بیانیوں اور الزام تراشی کے ذریعے جس اخلاقی پستی اور انسانیت سوزی کا مظاہرہ کیا اس کے متعلق مولانا حالی کا یہی شعر کافی ہے۔ کہ ان بد لگام بد اخلاقیوں کے باوجود

> شقی، جتنے بد دو ہیں آپ دین کے
> نمونہ ہیں خلق رسول امینؐ کے

آپ کو گالیوں سے بھرپور خط روزانہ آتے تھے، جس میں آپ کی ذات اور مستورات کے خلاف اخلاق سوز حملے کئے ہوتے تھے۔ "تمام کی ڈاکیا رو زانہ آتی تھیں، لیکن یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے" کے مصداق آپ نے اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں قدم آگے ہی بڑھایا۔ ملک بھر کے دورے جاری رکھے، اور باوجودیکہ ہر مقام پر آپ کو اور آپ کے رفقاء کو دکھوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا آپ کے پائے ثبات کو لغزش نہ آئی۔ چنانچہ حق پر مرنا مثال استقامت کی ان تدر جھلک ذیل کے واقعات میں ملے گی، جو آپ کے تمام زمانہ ماموریت پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جن میں سے آپ مردانہ وار گزرے۔ دعوے مسیحیت کے بعد ۱۸۹۱ء میں حضرت مرزا صاحب اپنے خسر میر ناصر نواب کے ہاں لدھیانہ تشریف لے گئے۔ اس پر لدھیانہ کے بعض مولویوں نے آپ اور آپ کے مریدان باصفا کے خلاف طوفانِ مخالفت برپا کر دیا، عوام کو آپ کے خلاف بھڑکایا اور پبلک میں اس قدر اشتعال پیدا ہو گیا کہ جب حضرت صاحب یا آپ کے احباب باہر نکلتے تو لوگ گالیاں دیتے اور شرارتیں کرتے تھے تاکہ انہیں تشدد کا بہانہ ملے، اور مار پیٹ کا موقع مل جائے۔ لدھیانہ کے بدقسمت نو مسلم مولوی سعد اللہ کا مخالفت میں یہ حال تھا کہ ہر روز مخالفت میں گالیوں سے بھرا ہوا اشتہار شائع کرتا جس میں کبھی چوری کا الزام لگاتا، کبھی بغاوت کا، غرضیکہ بہتان طرازی اس کا دین بن چکا تھا۔ ایک بار تو انہوں نے پانچ کابلی افغانوں کو بھڑکا کر بھیجا کہ اس مکان میں ایک شخص رہتا ہے جو نبیوں کو گالیاں دیتا ہے اور قرآن اور رسول کو نہیں مانتا، یہ افغان غیض و غضب کی حالت میں مکان میں گھس گئے۔ آپ اس وقت ان شخص کے آنے پر قرآن حکیم کے حقائق و معارف بیان فرما رہے تھے، یہ افغان قرآن کریم کی تفسیر سننے رک گئے۔ اور زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان کا غیض و غضب عقیدت میں بدل گیا اور آگے بڑھ کر ادب و احترام کے ساتھ حضرت صاحب سے ہاتھ ملایا اور ہاتھ کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا اور آپ کی مخالفت پر اکسایا اب ہمیں حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ جو آپ کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے۔ اور جو آپ مسلمان نہیں تو پھر کوئی بھی مسلمان نہیں۔

ان حالات میں بھی آپ نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھا۔ مخالفین کی گالیاں سنتے اور اعتراضات کا جواب دیتے رہتے۔ مولویوں کو مقابلے کی دعوت دی۔ لدھیانہ کے اہل حدیث مولوی عبد اللہ، مولوی عبد العزیز، مولوی محمد، مولوی شاہ دین وغیرہم کو حیات و وفات مسیح پر تبادلہ خیالات کی دعوت دی۔ پھر مولوی رشید احمد گنگوہی کو بلایا۔ مگر وہ بھی نہ تو خود آمادہ ہوئے اور نہ ہی اپنے ہم نواؤں کو مناظرہ کی اجازت دی۔

امرتسر

ان ہی دنوں آپ خدام کے ساتھ چند روز کے لئے امرتسر تشریف لے گئے اور وہاں بازار میں ایک مکان میں رہائش اختیار کی، مگر مولویوں نے یہاں بھی شر پسندوں کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ اور انہوں نے وہ تمام حرکات کیں۔ جو آج بھی عوام الناس دین کی آڑ میں روا رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن بعض شریر لوگ آپ کے مکان میں گھس آئے اور زنان خانے کا رخ کیا۔ جنہیں خدام نے کمال جرأت سے روکا، اور بعد میں پولیس کی آمد پر بھاگ گئے۔

قیام دہلی

لدھیانہ سے آپ قادیان لوٹ آئے اور وہاں سے چند دنوں بعد اپنے مشن کی تبلیغ کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ کیونکہ ان دنوں وہاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولوی عبد الحق مؤلف تفسیر حقانی اور دیگر علماء جمع تھے، آپ نے کوچہ بلی ماراں میں ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کو جب آپ کی روانگی کا علم ہوا تو وہ ایک دن قبل دہلی جا پہنچے اور مولویوں کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی بات سننے اور آپ سے تبادلہ خیالات کی بجائے آپ کے خلاف عوام کو اکسایا گیا۔ چنانچہ حضرت صاحب کے مکان کے گرد ہجوم لگائے رکھتے، آپ کو گالیاں دیتے طرح طرح کی بکواس کرتے اور بات بات میں شہدہ پن ظاہر کرتے، حیوانوں کی سی بولیاں بولتے۔ یہاں تک کہ اچھے خاصے عمر رسیدہ سفید داڑھیوں والے لوگ بھی تالیاں بجا بجا کر گالیاں دیتے اور بکواس کرتے، اور آپ کے رفقاء کی بے عزتی کرتے

قتل کی سازش

شہر میں تو یہ فضا تھی کہ سید نذیر حسین کے حواریوں نے یہ اشتہار دے دیا کہ سید صاحب کا حضرت مرزا صاحب سے جامع مسجد دہلی میں مناظرہ ہوگا۔ حضرت صاحب کو اس سے بے خبر رکھا۔ اور وقتِ مقررہ پر ایک شخص عبد المجید خان دہلوی کو بھیجا کہ وہ حضرت صاحب کو مناظرہ کے لئے بلا لائے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مناظرے کا یہ اعلان ہمارے مشورے کے بغیر کیا گیا ہے۔ پھر لوگ ہمارے دشمن بنا دیئے گئے ہیں۔ جب تک سرکاری طور پر حفظ امن کا بندوبست نہ ہو ہم کیسے شرکت کر سکتے ہیں۔ دراصل منصوبہ یہ بنایا گیا تھا کہ جب مرزا صاحب مناظرہ کے لئے آئیں تو لوگ بلوہ کرکے انہیں قتل کر دیں، اور کسی پر ذمہ داری نہیں آئے گی۔ مگر آپ نے ان حالات میں جانے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح مخالفین بد ارادے میں ناکام رہے۔

اگلے دن آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ دشمن کے فریب کا پردہ چاک کر دیا۔ اس ناکامی کے بعد دشمنی کی آگ مزید بھڑکی، ایک دن چند اوباش مکان کی سیڑھی کے راستے حملہ کی نیت سے آئے۔ سیڑھی تنگ تھی، اور وہ آگے پیچھے۔ سید امیر علی شاہ سیالکوٹی اوپر موجود تھے، جب یہ لوگ ان کے کہنے پر نہ رکے تو انہوں نے سب سے اوپر والے شخص کو زور سے دھکا دیا اس کے ساتھ ہی دوسرے بھی نیچے آ گرے اور خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے

باقی ۔۔۔ باقی

تربیتی کلاس

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی تربیتی کلاس کا پندرہ روزہ پروگرام ایبٹ آباد میں بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا الحمد للہ۔ مفصل روئیداد مقامی جماعت کے ماہانہ خبرنامہ میں شائع کی جائے گی۔

جماعت احمدیہ ایبٹ آباد کے سالانہ جلسہ کی مختصر رپورٹ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

بشیر احمد سوز

"قرآن اور سائنس کے بنیادی اصولوں میں مطابقت اور ہم آہنگی"

نشست اوّل کی آخری تقریر مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے کی، آپ نے فرمایا کہ میری تقریر کا موضوع ہے کہ "قرآن کریم اور موجودہ سائنس کے اصولوں میں کس قدر ہم آہنگی اور مطابقت ہے"۔ شروع تقریر میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر کا درج ذیل اقتباس پڑھ کر سنایا جس کا عنوان ہے :—

"اسلام کے اقبال اور غلبہ کی پیشگوئی"

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئیں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الہٰی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے میں متعجب ہوں کہ آپ نے کس سے اور کہاں سے سن لیا اور کیونکر سمجھ لیا کہ جو باتیں اس زمانہ کے فلسفہ اور سائنس نے پیدا کی ہیں وہ اسلام پر غالب ہیں۔ حضرت خوب یاد رکھو کہ اس فلسفہ کے پاس تو صرف عقلی استدلال کا ایک ادھورا ہتھیار ہے اور اسلام کے پاس یہ بھی کامل طور پر ہے اور دوسرے کئی آسمانی ہتھیار ہیں پھر اسلام کو اس کے حملے سے کیا خوف ہے — (آئینہ کمالات اسلام)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر کو پڑھ کر آپ نے فرمایا کہ حضرتؑ نے یہ جو کچھ فرمایا ہے اس کو بغور پڑھیں اور سوچیں اور قرآن کریم کی تعلیمات اور سائنس کی تدریجی تحقیقات پر غور کریں تو آپ تسلیم کریں گے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی صحیح اور درست ثابت ہوئی ہے۔ حضرت امام زمان علیہ السلام نے اس زمانہ میں یہ پیشگوئی کی جس وقت سائنس مادے کو غیر فانی مانتا تھا۔ ایٹم کو ناقابل تقسیم سمجھتا تھا۔ پھر اس قسم کے دوسرے سائنسی اصولوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ان میں سے ایک نظریہ حیات کے متعلق ہے۔ اس کو سائنس نے مکینیکل نظریہ قرار دیا تھا کہ زندگی کچھ الگ شے نہیں ہے بلکہ مادہ کی ہی پیداوار اور ایک شاخ ہے۔ اس نظریہ حیات کی بنا پر انسانی نظریہ حیات کو غلط شکل دے دی گئی ہے۔ میں اس مادی نظریہ کو خاکی نظریہ کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اس کے مقابلہ میں روحانی نظریہ حیات کو میں نوری نظریہ حیات کہتا ہوں۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ قرآن کریم کے قوانین اٹل ہیں جبکہ سائنس کے اصول حالات و تجربات کی روشنی میں ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انیسویں صدی کے سائنس کے نظریات و اصولوں کو بیسویں صدی کے نظریات نے باطل قرار دے دیا ہے۔ اگر پہلے مادہ کو غیر فانی اور غیر منقسم سمجھا جاتا تھا تو بیسویں صدی کے سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ ایٹم مفرد نہیں بلکہ مرکب ہے اور قابل تقسیم ہے اور فنا پذیر ہے۔ اور یہ کہ مادی ایٹم انرجی میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم بھی یہی کہتا ہے کہ کلّ من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربّک ذوالجلال والاکرام۔ تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ غیر متبدل ہستی صرف ایک ہی ہے وکلّ شیٔ ھالک الا وجھہ، ھوالاول والاٰخر والظاھر والباطن وہی آغاز ہے وہی انجام ہے وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔

پس ایٹم کے بارے میں جدید نظریہ نوری نظریہ ہے۔ یہ مختلف عناصر کائنات کا سارا کھیل بجلی کے مثبت و منفی ذرات کا کھیل ہے۔ فرمایا اللہ نور السمٰوٰت والارض اور فرمایا للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وما بینھما۔ زمین و آسمانوں کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ زمین آسمانوں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اللہ ہی کے لئے ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے خاکہ جات دکھلاتے ہوئے ایٹم کی ہیئت پر روشنی ڈالی۔ اور دیگر مثالیں پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ کائنات اور اس میں کی ہر چیز بلکہ جاندار اور انسان متضاد قوتوں کے اجتماع سے بنے ہیں۔ جیسے کہ قرآن کریم نے فرمایا:— سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون۔ یعنے جملہ اشیا غیر جاندار اور جاندار میں زوج ہے۔ اور ان متضاد قوتوں میں ایک تناسب توازن کار فرما ہوتا ہے اگر اس تناسب و توازن کو بگاڑ دیا جائے تو تخریب ہلاکت لازم آتی ہے اس حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اسلام نے اعتدال توازن کی تعلیم دی ہے جو فطرتی اور قدرتی ہے والسماء رفعھا ووضع المیزان۔ یہ کائنات سماوی وارضی میزان پر قائم ہے اسی طرح سورۃ الحدید میں بھی فرمایا انزلنا معھم الکتاب والمیزان)۔ ہم نے ہر نبی کو کتاب دی اور توازن اعتدال قائم کرنے کی ہدایت کی۔ اس توازن اعتدال کو بگاڑ دینے سے انتشار۔ بربادی تخریب اور بے اتفاقی پیدا ہوتی ہے۔ توازن اور اعتدال کا راج صرف اس کائنات کی ادیات میں ہی نظر نہیں آتا بلکہ روحانی عالم میں بھی یہی اصول کار فرما ہے۔ انسان کے جذبات بھی اسی اصول کے تحت آتے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ فرد اور معاشرہ میں مادی یا خاکی نظریہ حیات پیدا کرنے کے بجائے روحانی یا نوری نظریہ حیات پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم کی غرض یہی ہے کہ مادہ کی موت سے نکال کر انسانوں کو نور کی زندگی میں لے آئے۔ اگر آج مذہب کی طرف بے توجہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم خاکی نظریہ حیات کے تابع ہیں اور اس سے مرعوب و مسحور ہیں جس کے پاس دولت و ثروت ہے وہی فوز و فلاح والا سمجھا تا ہے اس کی وجہ سے اخلاقی اقدار ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔ یہ ایک دھوکہ ہے جو دجال نے پیدا کر رکھا ہے۔ قاضی صاحب محترم نے جیسے فرمایا ہے کہ جماعت میں علوم پر ریسرچ کرنے والے پیدا ہونا چاہئیں۔ یہ بہت ضروری پہلو ہے، خدا کرے کہ ایسا ہو۔ افراد کی پرورش اور تربیت کے سامان ہوں اور علوم قرآنیہ پر تحقیق جاری ہو۔ جب علامہ اقبال حصول تعلیم کے بعد واپس وطن پہنچے تو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ان کو پیغام دیا کہ آپ عالم میں شاعر ہیں فلسفہ دان ہیں، مناسب ہے کہ آپ اپنی ان تعمیری صلاحیتوں اور دولت علم کو قرآن و اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دو۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں حیران ہوں کہ جس انسان نے اس دور میں دین قرآن کی ایسی بے نظیر خدمت کی جس نے مخالف قرآن سائنسی علوم کی جہالتیں ثابت ہونے کی پیشگوئی کی اور قرآنی علوم کے غلبہ اور فتح کی خوشخبریاں سنائیں اور اس عظیم پیشگوئی پر بیسویں صدی کی سائنس نے مہر صداقت ثبت کر دی اس عظیم منجانب اللہ شخص پر کفر کا فتوے لگایا جاتا ہے۔ اس انسان نے فرمایا تھا

گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

دوسری نشست

جماعت احمدیہ ایبٹ آباد کے جلسہ کی دوسری نشست ۲½ بجے بعد دوپہر زیر صدارت خانبہادر غلام ربانی خانصاحب رئیس مانسہرہ منعقد ہوئی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم محمد الرحمٰن صاحب پشاور انجام دے رہے تھے۔ مانسہرہ کے ڈاکٹر محمد دین صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور محترم عبد العلی صاحب دربندی نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام — جانم فدا شود برہ دین مصطفےٰ — ترنم سے پڑھا۔ مرزا محمد شفیق انور صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام و مرتبہ اور آپ کی عظمت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔

عالم اسلام کے موجودہ بحران میں جماعت احمدیہ کا فرض۔

جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے سورۃ ابراہیم کے ایک رکوع کی تلاوت کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں انہیں کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ فرمایا اگر تم ہماری نعمتوں کی شکر گذاری کرو گے تو ہم انہیں اور بڑھا دیں گے اور اگر (نعمتوں) کی ناشکری کرو گے تو خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ایسی صورت ناشکری میں اللہ تعالیٰ تم سے وہ نعمتیں چھین کر کسی اور کو دے دیتا ہے۔ شکر گذاری کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ نعمت اللہ سے خود بہتر طور پر فائدہ اُٹھایا جائے۔ اور پھر دوسروں کو بھی اس سے فائدہ پہنچایا جائے۔ یہ نعمت کی قدردانی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفراً و احلوا قومھم دار البوار۔ اس ارشاد الٰہی میں ایسے رہنما لیڈروں اور رہبروں کا ذکر ہے جو قوم کو غلط راستہ پر چلا دیتے ہیں اور ان کی ہلاکت و بربادی کے موجب ہوتے ہیں۔ یہ فکر کا مقام ہے اس وقت ہمارا ملک نہایت مشکل دور سے گذر رہا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ گذشتہ مہینوں میں قوم واقعی جہنم کے گڑھے میں گرنے والی تھی اور ایک غلط کار لیڈر کی وجہ سے ملک اور قوم کو جان و مال کا نقصان ہوا۔ اور صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام بحران کا عالم جاری ہے۔ بحیثیت مجموعی مسلمانوں کے عام حالت کبھی اچھی نہیں آپس میں نااتفاقی ہے۔ ہمارے ہمسایہ حکمران دشمنوں کا ریشہ دوانیاں زوروں پر ہیں، اور دوسری بالاتر حکومتوں کا دخل بھی اثر انداز ہے۔ ایسے ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کی صحیح طور پر قدر کرنی چاہیئے اور ملک کے اندر اتحاد قائم کرنا چاہیئے اس کی بقا اور سلامتی کے لئے ہر قسم کے جھگڑوں کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

آپ نے فرمایا کہ ایک اور نعمت اخوت اسلامی کی ہمیں حاصل تھی۔ لیکن اب مسلمان اس نعمت کی ناقدری کر رہے ہیں مسلمان غیر منظم ہیں۔ ممالک اسلامیہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نعمتیں دولت و مال کی صورت میں دے رکھی ہیں۔ پٹرول ہے، تیل ہے، ربڑ ہے پٹ سن ہے گرم مسالحہ ہے اور دوسری غذائیں ہیں یہ دولت ہماری ضائع ہو رہی ہے۔ غیر مسلم طاقتیں اس سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں، اور اپنے محروم ہیں۔ یہ اس لئے کہ ہم نے اخوت ایسی نعمت کی ناقدری کی اور اس ناقدری کا اظہار پچھلے دنوں شرقی پاکستان میں ہوا، یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

ایک دن یونٹ ٹوٹنے پر کئی قسم کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ صوبائی تعصب جنم لے رہا ہے جس میں زبانوں کا مسئلہ بھی شامل ہے یہ ساری باتیں اسلامی اخوت کے منافی ہیں۔ جماعت احمدیہ کو اس وقت اپنے پورے وسائل سے کام لے کر اپنے پاکستانی بھائیوں کو بتانا چاہیئے کہ یہ ساری باتیں اسلامی اخوت کی بربادی کا موجب ہے ہم سب مسلمان ہیں۔ اسلام ہمارا دین ہے۔ ہم پہلے مسلمان ہیں اور پھر کچھ اور۔ ایمان اور اتحاد دشمن کی کمر توڑ سکتا ہے۔ ہماری جماعت کا فرض ہے اس جہاد کے لئے اُٹھ کھڑی ہو۔ اتحاد و اتفاق کا پیغام دینا آج ہمارا جہاد ہے۔

آپ نے فرمایا کہ سلسلہ کا لٹریچر ہمارا قیمتی ورثہ اور خزانہ ہے۔ اگر ہم نے خاطر خواہ اس سے فائدہ نہ اُٹھایا اور دوسروں تک پہنچانے کا مناسب انتظام نہ کیا تو یہ بھی ایک قسم کی ناشکری اور ناقدری ہوگی۔ لٹریچر کی طباعت و اشاعت کے بارے جو یہاں پر تجاویز مقررین حضرات نے دی ہیں، میں ان کی پرزور تائید کرتا ہوں۔

ہر احمدی کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے

محترم محمد صالح نور صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہماری جماعت کے ہر فرد کو محاسبہ کرنا چاہیئے کہ ہم کہاں ہیں، کس مقام پر کھڑے ہیں، ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور کیا کر رہے ہیں۔ جو لوگ اس زمانہ کے مامور کے دامن سے وابستہ ہیں اور جس غرض کے لئے انہوں نے اپنے زمانہ کے مامور کے ہاتھ پر بیعت کی ہے انہیں غور و فکر کرنا چاہیئے کہ ہم کہاں تک اپنے عہد بیعت کو پورا کر رہے ہیں۔ اس زمانہ کے امام کا جو کام تھا وہ یہی تھا کہ زندہ خدا کی زندہ ہستی کو ثابت کیا جائے، اور جماعت کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ پیغام الٰہی کی نشر و اشاعت کے لئے اکناف عالم میں نکل کھڑی ہو۔ محترم مقرر نے کہا کہ ضرورت ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے لٹریچر کو بار بار پڑھیں۔ اگر ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ معاشرہ میں ہماری قدر نہیں۔ لوگ ہمیں "احمدی اور مرزائی" سمجھتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے حضرت امام وقت کی کتب کا بغور مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اگر پڑھی ہوں تو احمدی کا سر فخر و شکر سے اونچا ہونا چاہیئے۔ وہ دھڑلے سے کہہ سکتا ہے کہ میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر

حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے واوحی ربکم الی النحل کی تفسیر اللطیف فرمائی اور ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب حقائق و معارف بھرا لیکچر دیا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ تقریر بغرض اشاعت انشاء اللہ قریبی اشاعت میں پیغام صلح کو بھجوا دیں گے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کی تقریر کے بعد اجلاس کے اختتام کا اعلان ہوا اور عصر کی نماز ادا کی گئی۔ اسی ... کی تیسری اور آخری نشست اگلے روز منعقد ہوئی۔

اجلاس سوم

تیسری اور آخری نشست

۲۳ جولائی کو بوقت ۸ بجے صبح منعقد ہوئی۔ محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے اجلاس کی صدارت کی۔ مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ محترم مرزا محمد سلیم صاحب اختر نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام ــــ ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ــــ ترنم سے پڑھا۔ محترم ماسٹر اصغر علی ... فرزند رشید انوار احمد صاحب نے ایک مضمون پڑھا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت و حقانیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور کی آواز پر لبیک کہنا ضروری قرار دیا اور حضرت کی خدمات دینیہ کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے ارشادات پڑھ کر سنائے۔

احمدی نوجوانوں سے خطاب

خاکسار راقم الحروف نے "احمدی نوجوانوں سے خطاب" کے زیر عنوان تقریر کی جس میں قوم سازی کے لئے نوجوانوں کی مناسب دینی اور اخلاقی تربیت کی ضرورت بیان کی۔

تقریر پروفیسر خلیل الرحمن صاحب

پروفیسر خلیل الرحمن صاحب کی تقریر کا موضوع بھی "نوجوان" تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ نوجوانوں نے ہی آئندہ قوم کی ذمہ داریاں سنبھالنا ہے۔ اس لئے نوجوانوں کی تربیت ٹھوس بنیادوں پر ہونا ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ ہم ہمیشہ مغرب کی تہذیب سے متاثر رہے ہیں۔ اور مغرب کے اشاروں پر ناچنے کی کوشش کرتے ہیں اور عقل کی جو جولانیاں یورپ کی اقوام نے دکھلائی ہیں ان سے ہماری آنکھیں خیرہ ہیں۔ مغربی فلسفہ سفلی جذبات کی نشوونما اور تربیت کے ذرائع پیش کرتا ہے، اور وہ اس امر کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ دل کی خواہشات کو جائز و ناجائز کسی طرح سے بھی پورا کر دیا جائے تو وہ مثبت پہلو ہے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو وہ خواہش لاشعور میں چلی جاتی ہے اور جب کبھی اس خواہش کو ابھرنے کا موقعہ ملتا ہے تو خطرناک صورت میں باہر نکلتی ہے اور اس کے اثرات منفی ہوتے ہیں۔ یہ ہے فلسفہ مغربی تہذیب کا۔ اور اس فلسفہ نے ان اقوام کو اخلاق باختگی کے نہایت تاریک گڑھے میں جا گرایا ہے اور مغرب کی اس فلمی تہذیب نے مشرق میں بھی اپنے منحوس سائے پھیلا دیئے ہیں۔ اور مشرق کی نوری تہذیب کو مسموم کر دیا ہے۔ مغرب کا لٹریچر، اس کی فلمیں، اس کے ٹیلی ویژن، ریڈیو اور نشر و اشاعت کے دیگر ذرائع اسلام دشمن تحریکات کے ممد و معاون اور ان کو فروغ دینے کے موجب ہیں۔ وہ اسلامی اقدار کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان سے اکی آئیڈیالوجی چھیننا چاہتے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے کہا کہ اس مغربی فلسفہ کے بالمقابل ایک قرآنی فلسفہ ہے جو اس کائنات میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور قرآن کے قوانین مادی قوانین پر منطبق ہیں انسان کے اندر ایک مادہ تحقیق و تجسس کا ہے جس نے انسان کو اس بات پر مجبور کیا ہے کہ وہ اس کائنات کے پیدا کرنے والے کی تلاش کرے۔ اس تلاش و جستجو میں انسان نے کائنات میں سے سورج، قمر، آگ، پانی، حجر، شجر اور نہ جانے کس کس کے آگے سجدہ کیا ہے۔

انسان نے اس راہ میں عقل سے کام لے کر گوہر مقصود حاصل کرنا چاہا۔ لیکن اسے پتہ نہیں کہ یہ گوہر عقل سے نہیں عشق کی راہ پر گامزن ہونے سے میسر آتا ہے۔ خدا کی ہستی کی نشاندہی اگرچہ کائنات کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے لیکن اس کی حقیقی بصیرت و معرفت اور اس کا عرفان ان لوگوں کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جو اس کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو تکلیفوں اور ابتلاؤں کی بھٹی میں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن یہ تائید و توفیق یافتہ لوگ ان خطروں سے بچ نکلتے ہیں۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جو لوگ اس مامور کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں ان کے قدم ثبات و استقلال کے پہاڑ بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم میں ایک بامراد انسان بننے کے لئے کچھ راہیں سجھائی ہیں۔ قرآن کریم نے زندگی کا مقصود و مطلوب قرب الٰہی کا حصول قرار دیا ہے اور اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے تقوٰے اختیار کرنے پر زور دیا ہے تقوٰے کے ذریعہ ہی ایک متوازن شخصیت ابھرتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم انسانی جذبات کا Sublimate کرنے کی غرض سے مقرر کی ہیں تاکہ ان کے اندر توازن پیدا ہو جائے اور انسان کے اندر کی انسانیت کی تعمیر ہو جائے اس لئے آج اگر دنیا کے لئے امن و امان اور سکون کا کوئی ذریعہ ہے تو وہ اسلام میں ہے اور اس کی تعلیمات پر چلنے پر منحصر ہے ضرورت ہے کہ وہ لوگ جو دنیا جہاں کی ارواح کے علاج و فلاح کے لئے کام کر رہے ہیں وہ اخلاقی اور روحانی میدان میں آگے آگے ہوں اور بنی نوع انسان کو اپنی پیدائش کی غرض پیدا کرنے کے اہل بنائیں اور ان کو اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے راستہ پر ڈالیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رضا ہی سب سے بڑی چیز ہے جس کے لئے انسان کو جد و جہد کرنا چاہیئے۔ (باقی — باقی)

مسٹر ظفر عبداللہ کی الوداعی تقریب

۸ اگست ۱۹۷۱ء کو ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے ظفر عبداللہ صاحب خلف الرشید ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کی پاکستان سے روانگی کے موقعہ پر ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا نوجوانوں کے علاوہ مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، مقامی جماعت کے صدر و جنرل سیکرٹری صاحبان نے بھی شرکت کی۔ پُر تکلف چائے کے بعد تلاوت قرآن پاک سے الوداعی اجلاس کا آغاز ہوا۔ جناب خالد عمر صاحب صدر ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن نے ظفر عبداللہ صاحب کے دینی جذبہ کو خراج تحسین پیش کیا اور پاکستان میں ان کے مشن کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے دعا کی کہ خدا ان کو مزید دینی خدمات کا موقع دے۔ اس کے بعد مہمان خصوصی ظفر عبداللہ صاحب نے انگریزی میں تقریر کی انہوں نے نوجوانوں کی تربیت اور بلاد غیر میں اشاعت اسلام کے کام کو وسعت دینے کے سلسلے میں متعدد تجاویز کا تفصیل سے ذکر کیا۔ آخر میں جناب ارجمند صادق نے احباب کا شکریہ ادا کیا اور دعا پر اس پر لطف اور دلچسپ تقریب (کا اختتام ہوا)

سرینام سے ایک خط

سرینام (ڈچ گیانا) سے جناب عبدالرحیم بگو مبلغ جنوبی امریکہ رقمطراز ہیں:۔

ایک سنی مولوی کا عقیدہ

...ین نہیں ہو سکتا۔ اب خود اہل سنت والجماعت میں ہی اختلاف ہو گیا ہے ایک فریق دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز سمجھتا ہے دوسرا منع کرتا ہے۔

قادیانی مبلغ کی ناکامی

دوسری طرف ایک قادیانی مولوی فضل الٰہی بشیر صاحب بھی آئے ہوئے ہیں وہ دوبار میری ملاقات کے لئے آئے۔ پہلی مرتبہ تو کچھ نہیں کہا لیکن دوسری بار نبوت کا مسئلہ چھیڑا اور کہا کہ مرزا صاحبؑ کو اگر نبی نہ مانا جائے تو اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ میں نے جب ان کو خود حضرت مرزا صاحبؑ کا فتوٰے دکھایا تو پھر اس نے بات بدل کر کہا کہ آپ اچھی باتیں کرتی ہیں۔ باتیں بہت ہوئیں آخر میں نے ان کو کہا کہ صاحب اب تو قادیانی مبلغ خود ہماری جماعت میں شریک ہو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ حقیقت کو پا گئے ہیں اس پر وہ اٹھ کر چل دیا اور ہمارے نام ایک خط لکھا اور ورقلٹ شائع کیا جس پر ہماری جماعت کے نوجوانوں نے ان کو اچھی طرح جواب دیا، اس سے وہ صاحب بہت ہی مایوس ہو گئے ہماری طرف سے اسے پچھلے تمبر کا پیغام صلح بھی دکھایا گیا جس میں لکھا ہے کہ تین اشخاص قادیان سے ہماری جماعت لاہور میں آ کر شامل ہوئے ہیں اور وہ نبوت مسیح موعودؑ کے عقیدہ کو چھوڑ چکے ہیں۔ اسی طرح جناب ساقی صاحب رشید احمد صاحب نسیم صاحب۔ اور بیچرڈ صاحب آئے اور یہاں سے واپسی پر قادیانی عقیدہ کو چھوڑ گئے۔ اگر وہ نہ کچھ کہدیں تو اور ہے مگر ان سب کا دل قادیانیت سے بھر چکا ہے۔

چوتھی احمدیہ کنونشن

۱۵ اگست کے پہلے ہفتہ میں گیانا میں چوتھی احمدیہ کنونشن کی تیاری ہو رہی ہے دعا کریں اللہ تعالےٰ کامیاب کرے۔ آمین

سرینام احمدیہ جماعت کا نیا انتخاب

جنوری ۱۹۷۱ء کی ۱۷ تاریخ کو ہماری جماعت سرینام اسلامیہ جماعت (احمدیہ جماعت) کے لئے ممبران کا انتخاب ہوا ہے جس میں ڈاکٹر جمال الدین صدر اعلیٰ منتخب ہوئے ہیں یہ ہمارے سابق صدر الدین مرحوم کے بڑے بیٹے ہیں۔ ان کے ساتھ اور آٹھ ممبر منتخب کئے گئے۔

[illegible] ملک میں رہتے تھے تو اہل سنت والجماعت کو تاکیداً کہا تھا کہ اپنی بیٹیوں کو کسی غیر قوم کو دے دیں لیکن احمدیوں میں شادی نہ کریں۔ مگر خدا کی شان ابھی حال ہی میں ایک احمدی نوجوان کی شادی ایک سنی لڑکی سے ہوئی ہے۔

ایک پادری صاحب سے گفتگو

ڈچ اسلامی لٹریچر کی ضرورت

ان دنوں میں ایک پادری صاحب سے بات چیت کر رہا ہوں وہ اپنے مذہب کا لیڈر ہے۔ لیکن اس نے کسی جگہ میری کسی اسلامی مجلس میں تقریر سنی ہے جس کے فوراً بعد وہ مجھے ملا اور مجھ سے بات چیت کرنے کے لئے میرے مکان پر آنے کا دن مقرر کیا۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم پادری تو ہے لیکن اسلام اس کو نہایت صاف اور زمانے کے ساتھ چلنے والا مذہب معلوم ہوتا ہے! افسوس کہ ہمارے پاس ڈچ زبان میں کافی لٹریچر نہیں۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ مرکز سے آمدہ انگریزی لٹریچر ہی کام کرتا ہے۔

آپ کا مخلص۔ عبدالرحیم بگو
مبلغ اسلام جنوبی امریکہ

محترم مرغوب عالم صاحب کے گمشدہ فرزند کی بازیابی کے لئے دعا کی درخواست

قبل ازیں یہ افسوسناک خبر دی جا چکی ہے کہ مشرقی پاکستان کے گذشتہ ہنگاموں میں ہمارے محترم دوست مرغوب عالم صاحب لفٹننٹ کمانڈر کے فرزند اکبر ...مرغوب عالم صاحب بذریعہ... فاروق ... کے متعلق کوئی بھی خبر نہیں ملی ہے مجھے بفضلہ تعالےٰ یقین ہے کہ علیم و خبیر خداوند تعالےٰ کی عطا کردہ بشارت ضرور پوری ہوگی۔ تمام انسانی جد و جہد کے راستے مفقود اور مسدود ہیں میں اپنے طور پر ہر کوشش کر چکا ہوں۔ نتائج کا انتظار ہے۔ جب انسانی کوشش سعیٔ لاحاصل معلوم ہوتی ہے تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں لاتعداد رحمت کے نشان ظاہر کئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہمیں فضول تگ و دو کے راستوں سے بچانا چاہتا ہے۔ چند روز ہوئے میں نے اپنے مخبروں کے ذریعے ہمارے گھر پر حملہ آور ہونے والے گروہ کے سرغنہ کی موجودگی کا پتہ لگایا۔ یہ شخص ہینڈ گرینیڈ اور ریوالور سے مسلح ہو کر میرے ہمسائے کے گھر میں تلاشی لینے کے لئے آیا تھا اور اس کے واپس جانے کے بعد ہی فاروق عالم کو باہر بلوایا گیا تھا۔ متعلقہ افسران کو اطلاع دینے پر بھی کوئی کارروائی عمل میں نہ آئی۔ اس لئے اب میرا ارادہ ہے کہ آئندہ کسی انسانی ذریعہ کی امداد کی توقع نہ کروں گا۔ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔

کار ساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

مجھے اپنی ذمہ داری کا شدید احساس ہے اور اپنی خواہش نفس سے میں نے یہ راستہ اختیار نہیں کیا کہ فاروق عالم کی سلامتی کی امید رکھوں۔ ظنی خبروں اور اندازوں کی بناء پر ماتم کرنا تو ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی ہوتی اور اضطرار کی حالت میں اللہ تعالےٰ کے حضور فریاد کرنے پر تسلی کے کلمات القاء ہونے کے بعد اگر مایوسی اختیار کروں تو صاحب جلال کی ناقدری اور ناشکری کا مجرم ٹھہروں گا۔ چونکہ ایسے حالات سے زندگی میں پہلی مرتبہ ہی سامنا ہوا ہے میں نے قرآن کریم۔ احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کی روشنی میں بار بار اپنے طرز عمل کا جائزہ لیا ہے اور شرح صدر سے اس پر قائم ہوں۔

میں آپ کا سلسلہ کے تمام بزرگوں اور بھائیوں

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

بقیہ کالم ۲

شکر گذار ہوں کہ محض للہ ہمدردی اور اخوت کی بناء پر سب ہاتھ باری تعالےٰ کے حضور پھیلائے گئے اور دکھتے دلوں سے مخلصانہ درمندی کے ساتھ دعائیں اٹھیں۔ اس وقت بھی ایک امانت ہے جو کارگر ہو سکتی ہے اور اس جنس بے بدل کو مولا کریم نے اس عاجز کے لئے مہیا فرما کر اپنی ذرہ نوازی کا ایک اور نمونہ دکھا دیا ہے سب بزرگوں اور بھائیوں سے یہی درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں کہ مولا کریم ہمیں اس حالت میں اس آزمائش سے گذرنے کی توفیق بخشے کہ وہ ہمارے اعمال اور کردار سے راضی ہو۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور - مؤرخہ ۱۱ اگست ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۱

اورکومن پرنٹرز ۔۔۔ روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور ۔۔۔ دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر ہفت روزہ پیغام صلح احمدیہ بلڈنکس لاہور ۔۔۔ سے شائع کیا۔

اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت اور رسول کریم صلعم کی مصائب و مشکلات میں فراخدلی و عالی حوصلگی۔

حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے ارشادات گرامی

استقامت ایک ایسی چیز ہے کہ کہتے ہیں الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ استقامت ہی تو تھی کہ خواب میں حکم ہوا کہ تو بیٹا ذبح کر حالانکہ خواب کی تعبیر اور تاویل بھی ہو سکتی تھی مگر خدا تعالیٰ کے لئے ایسا ایمان اور دل میں ایسی قوت اور ایسی استقامت ہے کہ یہ حکم پاتے ہی تعمیل کے واسطے تیار ہو گئے۔ اور اپنے ہاتھ سے نوجوان بیٹے کو ذبح کرنے لگے۔ آج کل اگر کسی کا بچہ امراض میں مبتلا رہ کر مر جاوے تو خدا تعالیٰ کی نسبت ہزار شکوک پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور شکوہ و شکایت کے لئے زبان کھولتے ہیں۔ لیکن ایک ابراہیمؑ ہے کہ بیٹے کی محبت کو کچل ڈالا اور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کو تیار ہو گیا ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ایسے آدمیوں کے کلمات طیبات قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کو ذریعۂ دعا ان کے کپڑوں کو متبرک قرار دیا جاتا ہے یاد رکھو مومنوں کی کا ایلام برنگ انعام ہو جاتا ہے۔ اور اس سے عوام کو حصہ نہیں دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ سالہ زندگی جو مکہ میں گذری۔ اس میں جس قدر مشکلات و مصائب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آئیں۔ ہم تو ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ دل کانپ اٹھتا ہے جب ان کا تصور کرتے ہیں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی حوصلگی فراخ دلی استقلال

(باقی بر صفحہ ۳ کالم)

> چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔ (الوصیۃ)

بحرِ حکمت کے موتی

تمام مسلمان ایک جسم ہیں

عن النعمان بن بشیر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تری المؤمنین فی تراحمھم و توادھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکیٰ عضواً تداعیٰ لہ سائر جسدہ بالسھر والحمّٰی۔

ترجمہ:—

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مسلمانوں کو آپس میں ان کے رحم محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا۔ جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم ایک حصہ دوسرے حصہ کو بیداری اور بخار کے ساتھ پکارتا ہے۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جب تک مسلمانوں کی باہمی رحمت اور محبت کی یہ حالت تھی اس وقت تک ان کا قدم دنیا میں بھی آگے بڑھتا تھا مگر آج ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کو ہی اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھ کر اسی کی تباہی کے درپے ہوتا ہے۔ ایسی قوم کس طرح سرسبز ہو سکتی ہے اور اس قوم کو اس معلم سے کیا نسبت جس نے تمام مسلمانوں کو ایک جسم قرار دیا تھا۔

فضل الباری کتاب الادب

پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعود)

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا

امریکہ میں تبلیغِ اسلام

ایک امریکن کا قبولِ اسلام

گیانا کنونشن میں ایلجا محمد کے فرزند کی شمولیّت

صبود سنٹر میں ایک جوڑے کا قبولِ اسلام اور شادی

خالد عبداللہ صاحب کی دُلہن کی پیشوائی اور دعوت

احمدیہ کنونشن گیانا میں

۲۴ جون کو مسٹر وائس محمد فرزند ارجمند جناب ایلجا محمد آف شکاگو خاکسار کی ملاقات کی خاطر تشریف لائے، اور تین روز کے قیام کے بعد آپ احمدیہ کنونشن گیانا جنوبی امریکہ میں شرکت کے لئے ٹرینیڈاڈ تشریف لے گئے۔ جہاں سے وہ جناب عزیز احمد صاحب پریذیڈنٹ جنرل احمدیہ کونسل و دیگر احباب ویسٹ انڈیز کے ساتھ ۳۰ جون کو گیانا روانہ ہو جائیں گے۔ گیانا میں چوتھی احمدیہ کنونشن کے انعقاد کی تیاریاں کافی عرصہ سے ہو رہی ہیں۔ مسٹر وائس محمد کو سیکرٹری احمدیہ کونسل سے دعوت مل چکی تھی۔ میں نے بھی انہیں تحریک کی ہوئی تھی کہ وہ پاکستان گیانا کی کنونشن میں شمولیت کے بعد براہِ راست روانہ ہو جاویں۔ اور ممکن ہے کہ گیانا میں پاکستان سے آئے ہوئے ڈیلیگیٹ کے ساتھ لاہور جانے کا موقعہ مل جائے۔ مسٹر وائس محمد ایک بار پیشتر ازیں ماہ مئی میں میرے پاس آئے تھے تاکہ آپ میرے مشورہ سے پاکستان جانے کا پروگرام بنا سکیں۔ اب دوبارہ دو ہزار میل کا سفر طے کر کے یہاں آنا اور پھر یہاں سے گیانا ہو کر پاکستان جانا، ان کے اسلامی خلوص اور جذبات کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے اپنے خرچ پر گذشتہ سال ماہ نومبر میں مجھے شکاگو آنے کی دعوت دی تھی۔ تاکہ میں وہاں جا کر ان کے والد بزرگوار سے ملاقات کر سکوں۔

ایک عجیب لطیفہ

شکاگو میں میرا قیام ایک لطیفہ بن گیا تھا۔ مسٹر وائس محمد ہر روز اپنے والد سے میری ملاقات کے لئے وقت کا تعین کراتے۔ لیکن ان کے والد اپنی مصروفیات اور تیاری سفر جمیکا (ویسٹ انڈیز) کے بہانے سے اگلے روز پر ملتوی کر دیا کرتے۔ اسی طرح آج کل کرتے کرتے آٹھ روز گذر گئے۔ میں نے تنگ آ کر مسٹر وائس محمد صاحب سے واپسی سان فرانسسکو جانے کے لئے اجازت طلب کی۔ اور روانگی سے قبل ایک خط بطور اظہار ناراضگی مسٹر وائس محمد کے حوالہ کیا تاکہ وہ اپنے والد کو میری طرف سے دے دیویں۔ خدا کی شان ایک ہفتہ کے بعد ایلجا محمد صاحب جمیکا تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں کی امیگریشن نے ان کو وہاں سرزمین جمیکا پر قدم رکھنے نہیں دیا۔ اور آپ کو اُلٹے پاؤں اسی ہوائی جہاز پر واپس آنا پڑا۔ اس حسرت کو مٹانے کے لئے چند روز بعد آپ ایک برٹش جزیرہ پر سیر و تفریح کی خاطر گئے۔ لیکن اچانک بیماری کے حملہ کی وجہ سے فوراً ہی نیویارک ایک ہوائی جہاز چارٹر کرنا پڑا۔ مسٹر وائس محمد نے جب یہ حالات سنائے۔ تو میں نے اُن کو کہا کہ بارگاہِ الٰہی میں آپ کے والد صاحب کی حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے ادنیٰ غلام سے روگردانی پسند نہ آئی ہو گی۔ اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے ان کو دوبارہ ویسٹ انڈیز میں ٹھکرایا گیا ہو۔

قبولیّت اسلام

پیغام صلح کی گذشتہ رپورٹ میں ایک امریکن کے قبولِ اسلام کے متعلق میں نے تحریر کیا تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ ان کے لئے دن اور وقت بھی مقرر ہو چکا تھا۔ لیکن وہ ایک دن پیشتر ہسپتال میں داخل ہو گیا تھا۔ گذشتہ اتوار کو وہ خاکسار کے مکان پر تشریف لائے اور انہوں نے برضاد رغبت خود کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ آپ ایک بینک میں ملازم ہیں ان کا پتہ حسب ذیل ہے:-

MR. LAWRENCE
ENSLEY BLAZEK
3220 LOMA VERDE,
SAN JOSE, CALIF
U. S. A.

جو اصحاب ان کو مبارکبادی کا خط لکھنا چاہیں وہ اس ایڈریس پر لکھ سکتے ہیں۔

صبود سنٹر میں قبولِ اسلام اور شادی

پیشتر ازیں پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں صبود موومنٹ کے بارے میں لکھ چکا ہوں کہ وہ کس طرح امریکہ میں مقبول ہو رہی ہے۔ اس کے بانی جناب محمد صبوح انڈونیشیا میں رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی مریدی میں ہر مذہب و ملّت کو لے لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود مسلمان ہیں لیکن وہ اپنے غیر مسلم مریدوں کو مسلمان ہونے کے لئے مجبور نہیں کرتے، لیکن اگر ان کا کوئی مرید مسلمان ہو جائے۔ تو اسکا اسلامی نام خود تجویز کرتے ہیں اس جماعت کی مالی قربانیوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں نے حال ہی میں سان فرانسسکو سے ۳۰ میل دور ایک پرفضا مقام پر ایک وسیع عمارت اسّی ہزار 80,000 ڈالر میں خرید کی ہے۔ جس کے ہال میں تین چار سو کی نشستوں کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ ہال کے علاوہ دفاتر کے کمرے۔ کچن۔ ڈائننگ روم گودام ہیں۔ عمارت سے باہر صحن میں ایک شیڈ ہے جس میں گوشت بھوننے کے لئے ——— .... لوہے کی سیخوں والے چولھے ہیں اور نشستوں کا انتظام ہے تاکہ پکنک کرنے والے سہولت سے باہر بیٹھ کر کھانا کھا سکیں۔ اس سے اوپر تین چار ایکڑ زمین سیر و تفریح کے لئے ہے جس پر پھل دار اور سایہ دار پیڑ ہیں۔ یہاں گذشتہ ماہ اتوار کو ایک شادی کی تقریب تھی۔ اور خاکسار کو نکاح خوانی کے لئے تین ہفتہ قبل دعوت مل چکی ہوئی تھی۔

دعوت اور نکاح کی ادائیگی رسم کے لئے باہر درختوں کے سایہ میں انتظام کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے دولہا اور دُلہن نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا، اس کے بعد خاکسار نے خطبہ مسنونہ پڑھ کر اس کی تشریح کی۔ اور دولہا اور دُلہن سے ایجاب و قبول کرایا۔ خطبہ میں خاکسار نے اسلام کی مخصوص خوبیوں کی طرف مہمانوں کو توجہ دلائی اور بتایا کہ اگرچہ قبولیت اسلام کی رسم ادا ہو رہی ہے، اس کو ایسا خیال کرنا چاہیئے جیسے ہائی سکولوں یا کالجوں میں گریجویشن کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اگر کوئی طالب علم ہائی سکول سے گریجویٹ ہو کر کالج میں جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ ہائی سکول کے ٹیچروں کو خراب خیال کرتا ہے۔ (قہقہہ) میں نے کہا کہ وقت آنے والا ہے کہ رومن کیتھلک کے پوپ شادی بیاہ کو پادریوں کے لئے بھی لازمی قرار دے دیں گے اور اسی تعلیم پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہو جاویں گے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے ۱۴ سو سال پیشتر پیش کی۔

سادگی اور برادری کا قابلِ تقلید نمونہ۔

اس جماعت میں بعض خوبیاں ایسی ہیں جو ایک تبلیغی جماعت میں ہونی چاہئیں۔ شادی کے موقعہ پر کھانے کی تیاری میں سب مل کر حصہ لیتے ہیں۔ بعض اپنے گھروں سے اپنے خرچ پر کافی مقدار میں کھانا تیار کر کے لاتے ہیں۔ اس طرح شادی کرنے والے پر خرچ کا زیادہ بوجھ نہیں ہوتا۔

شادی کے موقعہ پر وہ غیر اسلامی رسومات یا شراب نوشی یا ناچ باجہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ ان کی شادی پر وہی نمونہ نظر آتا ہے جو اوائل اسلام کے زمانے میں تھا۔ سادہ لباس۔ کم خرچ بالا نشین۔ اخوت و برادری کا مظاہرہ نکاح کے بعد تمام ایک لائن میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک اپنی باری سے دولہا اور دُلہن کو مبارکباد دیتے ہیں۔ فراخ دلی کا نمونہ اس قدر بلند ہے کہ ان میں سے اگر کوئی اسلام قبول کرے تو وہ اس کو بُری نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ اس کے لئے بھی مبارکباد دیتے رہیں۔ ان سب نے مجھ سے مصافحہ کر کے میری تقریر کی داد دی اور شادی کی رسم کو سراہتے رہے۔

ہماری خوشی کا دِن

سینچر ۳۱ جولائی کا دن ہمارے لئے ذاتی طور پر خوشی اور انبساط کا دن تھا۔ اس روز صبح سے ہم سب خالد عبداللہ کی دلہن سلمہ پروین دختر میاں بشارت احمد صاحب کی آمد کی انتظار کر رہے تھے۔ لیکن پلین ٹوکیو سے چار گھنٹے لیٹ ہو گیا۔ ادھر ہم نے دُلہن کے اعزاز میں دعوتِ طعام دے رکھی تھی جو سات بجے شام کے لئے تھی۔ عزیزہ سلمہ پروین خالد بخیر و عافیت ½ ۱۱ بجے صبح سان فرانسسکو کے ایئرپورٹ پر پہنچ گئیں۔ ان کی ملاقات کے لئے عزیزم خالد ایئرپورٹ پر موجود تھے۔

ساڑھے چھ بجے سے مہمان ہمارے مکان پر آنے شروع ہو گئے۔ مہمانوں میں ہر مذہب و ملّت اور قوم کے لوگ موجود تھے۔ ہمارا موجودہ مکان HAYWARD ہیورڈ میں ہے جو سان فرانسسکو سے ۲۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ جہاں ہم اپنی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کی خاطر مقیم ہیں۔ اس دعوت کے انتظام اور انصرام میں ہمارے پڑوسیوں نے جو پرتگیزی قوم کے ہیں ہر طرح سے امداد کی۔

(باقی برملا کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ــــــ لاہور ــــــ مؤرخہ ۱۸ راگست ۱۹۷۱ء

اسلامی نظریۂ حیات

جس دن سے صدر پاکستان آغا محمد یحیٰی خان نے یہ اعلان کیا ہے کہ ان کے زیر ہدایت چند ماہرین کی کمیٹی پاکستان کا آئین بنانے میں مصروف ہے، جس کی بنیاد اسلامی نظریہ پر رکھی جائے گی، اخبارات میں یہ بحث چل رہی ہے کہ اسلامی نظریۂ حیات کیا ہے، حالانکہ یہ ایک سیدھی بات ہے کہ اسلامی نظریۂ حیات وہی ہے جس کی تلقین قرآن کریم اور سنت نبوی میں کی گئی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں صاف طور پر یہ اعلان کیا کہ ترکت فیکم ما ان تمسکتم اھتدیتم میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں جس کو اگر تم لائحہ عمل بناؤ تو ہدایت یاب ہو سکتے ہو، وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کتاب اللہ و سنتی کتاب اور میرا طریق عمل، اس واضح ہدایت کے ہوتے ہوئے یہ پوچھنا کہ اسلامی نظریۂ حیات کیا ہے؟ کم نظری کا ثبوت دینا ہے۔

اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسولؐ میں کن باتوں کی تلقین کی گئی ہے، جن پر اسلامی نظام حیات کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے یا آئین اسلامی مرتب کیا جا سکتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے اسلامی نظام حکومت کی بنیاد شورے پر رکھنے کی تلقین کی ہے، چنانچہ فرمایا والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم ومما رزقنٰھم ینفقون (سورۃ شوریٰ آیت ۳۸) اس آیہ کریمہ میں تین باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرنے والوں کو اختیار کرنی ضروری ہیں، اقامت نماز، انفاق فی سبیل اللہ اور امور حکومت باہمی مشورہ سے طے کرنا، ان میں پہلی دو باتیں (نماز اور انفاق) وہ ہیں جن کو قرآن کریم نے ہر مسلمان کی انفرادی زندگی کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ اور جگہ جگہ بار بار اس کی تلقین کی ہے، پہلی ہی سورۃ البقرہ کے شروع میں فرمایا ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون یعنے یہ کہ قرآن مجید ان متقی لوگوں کے لئے موجب ہدایت ہے جو غیب (یعنے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے) نماز قائم کرتے اور اللہ تعالےٰ کے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں، ایسا ہی دوسرے مقامات پر ان دو باتوں کو بار بار دہرایا ہے، کیونکہ اسلام کا خلاصہ بالفاظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی ہے التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ احکام الٰہی کی تعظیم اور مخلوق خدا پر شفقت۔

آیت مذکورہ میں امرھم شوریٰ بینھم کے ساتھ اقامت نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ان کی اہمیت کے پیش نظر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو باتوں کو بھی اسلامی حکومت کے لائحہ عمل میں شامل کرنا ضروری ہے کہ وہ قیام نماز اور انفاق فی سبیل اللہ پر زور دے، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا گیا ہے، کہ امور حکومت باہمی مشورے سے طے ہونے چاہئیں۔ بالفاظ دیگر اسلام نے زمام حکومت کسی فرد واحد کے ہاتھ میں نہیں دی بلکہ اسمبلی یا پارلیمنٹ کے ذریعہ حکومت چلانے کا حکم دیا ہے۔ احادیث میں بھی شورے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے ایک حدیث میں حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے بعد کوئی اہم امر پیش آئے جس میں قرآن کریم کی نص صریح نہیں نہ آپ کا کوئی فیصلہ ہے تو فرمایا میری اُمت کے نیک لوگوں کو جمع کرو اور مشورہ سے اس کا فیصلہ کرو اور اکیلے کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔ خود رسول اللہ صلعم نے جنگ احد کے موقعہ پر قوم سے مشورہ کیا، کہ مدینہ کے اندر محصور رہ کر جنگ کی جائے یا باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے، باوجودیکہ رسول اللہ صلعم کی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر نہ جائیں، لیکن صحابہ رضؓ کی کثرت رائے کی وجہ سے آپؐ نے باہر اُحد کے مقام پر جا کر دشمن کا مقابلہ کیا اس سے ظاہر ہے کہ اسلام نے مشورہ کو اسلامی حکومت کی بنیاد قرار دیا ہے اور یہ کسی دوسری مذہبی کتاب میں پایا نہیں جاتا۔

دوسری بات جس پر آئین اسلامی کی بنیاد رکھی گئی ہے، اس کا ذکر اس سے اگلی آیت میں ہے فرمایا وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ بدی کا بدلہ اس کی مثل سزا ہے، ہاں اگر اصلاح کی غرض سے معاف کر دیا جائے تو اس کی جزا اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے، اس آیہ کریمہ میں تعزیرات اسلامی کا اصل منشا بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ سزا کی غرض ظلم اور زیادتی کو روکنا ہے، بعض جرائم ایسے ہیں، مثلاً قتل، ڈاکہ، زنا اور چوری وغیرہ جن میں ان جرائم کی نوعیت کے پیش نظر اتنی ہی سزا دینا ضروری ہے، جتنا جرم سرزد ہوا ہو، لیکن باقی سزاؤں کے لئے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگر سزا دیئے بغیر مجرم کی اصلاح ہو سکتی ہو تو اسے معاف کر دیا ہے، کیونکہ تعزیرات کی اصل غرض یہی ہے کہ جرائم کی اصلاح ہو، انتقام لینا غرض نہیں۔

ان دو آیات میں اسلامی حکومت اور آئین اسلامی کے بنیادی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے، جن کو پیش نظر رکھ کر آئین مرتب کیا جا سکتا ہے۔

یہی اسلامی نظریۂ حیات ہے، جس کی تفصیلات قرآن کریم اور حدیث میں بالوضاحت بیان کی گئی ہیں، اور یہ یقینی امر ہے کہ صدر محترم کی مقرر کردہ کمیٹی ان بنیادی امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم اور اسوہ نبویؐ کی روشنی میں آئین مرتب کرے گی۔

اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں، محض آئین کا نفاذ قوم کی حالت کو بدل نہیں سکتا، جب تک قلوب میں ایمان کا نور پیدا نہ ہو، خدا تعالےٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہی اصل چیز ہے، جو دلوں کو بدل سکتی اور اسلامی نظریۂ حیات کو جزو زندگی بنا سکتی ہے۔ اس وقت پاکستان میں جو اندرونی خلفشار ہے، وہ اسی بات کا نتیجہ ہے کہ ایمان باللہ و ایمان بالآخرت دلوں سے محو ہو چکا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ معمولی فروعی اختلافات پر ایک دوسرے کو گالیاں دی جاتی ہیں، کافر و فاسق ٹھہرایا جاتا اور اسلامی تعلقات تک منقطع کر دیئے جاتے ہیں اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اخوت اسلامی اور اتحاد و اتفاق پر بہت زور دیا ہے، واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ اللہ تعالےٰ کی رسی (یعنے کتاب و سنت کو) سب کے سب مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو، واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً اور اللہ تعالےٰ کی نعمت کو یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اسی نے تمہارے درمیان اُلفت پیدا کر دی، پھر تم نعمت خداوندی سے بھائی بھائی بن گئے وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، تمہیں اس سے اللہ تعالےٰ نے بچایا۔

آہ! آج پھر ہم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہیں، وہ اُلفت و اخوت جو اسلام نے پیدا کی تھی، آج زائل ہو رہی ہے، اور مسلمان مسلمان کا دشمن ہو کر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے درپے ہے، مشرقی پاکستان کے واقعات اس حقیقت کا عملی مظاہرہ ہیں، جن کی تفصیل کی حاجت نہیں، مغربی پاکستان بھی فرقی اور سیاسی اختلافات اور کثرت جرائم کی وجہ سے میدان حشر بنا ہوا ہے، کاش، مسلمان اسلامی نظریۂ حیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی عملی زندگی کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کریں اسلامی اخوت کو از سر نو زندہ کریں، اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ قومی امور کو سرانجام دیں کہ اسی پر پاکستان کی بنا ہے اور اسی میں ان کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔

ملفوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

اور عزم و استقامت کا پتہ ملتا ہے کیسا کوہ وقار انسان ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ مگر اس کو ذرہ بھی جنبش نہیں دے سکتے وہ اپنے منصب کے ادا کرنے میں ایک لمحہ سُست اور غمگین نہیں ہوا وہ مشکلات اس کے ارادے کو تبدیل نہیں کر سکتیں، بعض لوگ غلط فہمی سے کہہ اُٹھتے ہیں کہ آپؐ تو خدا کے حبیب مصطفےٰ اور مجتبےٰ تھے پھر مصیبتیں اور مشکلات کیوں آئیں؟ میں کہتا ہوں کہ پانی کے لئے جب تک زمین کو کھودا نہ جاوے۔ اس کا جگر پھاڑا نہ جاوے وہ کب نکل سکتا ہے۔ کتنے گز گہرا زمین کو کھودتے چلے جائیں تب کہیں جا کر خوشگوار پانی نکلتا ہے جو مایہ حیات ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ لذت خدا تعالےٰ کی راہ میں استقلال اور ثبات قدم کے دکھائے بغیر نہیں ملتی۔ جب تک ان مشکلات اور مصائب میں سے ہو کر انسان نہ گذرے وہ لوگ جو اس کوچہ سے بے خبر ہیں۔ وہ ان مصائب کی لذت سے کب آشنا ہو سکتے ہیں اور کب اسے محسوس کر سکتے ہیں۔ انہیں کیا معلوم ہے کہ جب آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی اندر سے ایک سرور اور لذت کا چشمہ پھوٹ نکلتا تھا۔ خدا تعالےٰ پر توکل اس کی محبت اور نصرت پر ایمان پیدا ہوتا تھا۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

جماعت احمدیہ ایبٹ آباد کے سالانہ جلسہ کی مختصر رپورٹ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

بشیر احمد سوز

تقریر مولینا عبدالمنان صاحب عمر

مکرم مولینا عبدالمنان عمر صاحب نے قرآن کریم کی آیت کریمہ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم علوم ومعارف کا خزینہ ہے۔ حقائق ودقائق اور علم وعمل کا بحر زخار ہے۔ قرآن کریم پر جس قدر غور کیا جائے اور جوں جوں فکر دوڑایا جائے مضمون سے مضمون پیدا ہوجاتا ہے اور خیال سے خیال اترتا جاتا ہے اور انسان اس علم کے بعد عمل پر مستعد ہوتا ہے۔ قرآن کریم کا آغاز جن الفاظ سے ہوتا ہے وہ ہیں الم ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس میں ریب نہیں، بلکہ حقائق اور صداقتیں ہیں۔ قرآن کریم میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اللہ تعالےٰ کی عظمت کے منافی ہو اور اللہ تعالےٰ کی ذات پر کوئی تہمت نہیں لگاتا نہ کوئی لفظ اس کی صفات کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر کوئی اعتراض والزام کی صورت پیدا ہوتی ہو۔ اس لئے قرآن کریم میں کوئی ریب نہیں ہے۔ انجیل میں تو اللہ تعالےٰ اور انبیاء علیہم السلام کے بارے متضاد باتیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح انسان کے وجود کے بارے میں خلاف تکریم آدمیت قرآن کریم میں کوئی بیان نہیں ہے جبکہ بائبل کہتی ہے کہ انسان گندے چشمہ سے نکلا ہے، قرآن کہتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ولقد کرمنا بنی آدم۔ اس طرح بھی قرآن کریم لاریب کتاب ہے۔ اسی طرح آپ دامن فکر کو بڑھاتے جائیے، آپ کو انجام کار یہی معلوم ہوگا کہ قرآن کریم لاریب کتاب ہے۔

محترم مولانا صاحب نے فرمایا کہ پروفیسر خلیل الرحمان صاحب نے ایک لطیف مضمون بیان فرمایا ہے۔ اس میں انہوں نے .... کا ذکر کیا ہے قرآن میں .... کا مقصد ومطلب صرف پاک وصاف کرنا نہیں ہے بلکہ پاک کرکے بلندی کی طرف لے جانا ہے مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں تزکیہ نفس کے بارے میں دو مکاتب فکر کا ذکر کیا۔ ایک نظریہ تو آفادیین کا ہے۔ جن کا نظریہ یہ ہے کہ انسان اگر کوئی کام کرتا ہے اس سے اگر آرام وراحت حاصل ہوتی ہے تو ٹھیک ہے آرام وراحت مادی جسم کی پرورش کے لئے ہے اور جسم کا آرام وسکون ہی ان کا مطمع نظر ہے اس سے آگے وہ نہیں پڑھتے۔ دوسرا نظریہ اس کے اُلٹ ہے وہ یہ کہ جو جذبات ہمارے اندر پائے جاتے ہیں ان کو کچل دیا جائے، اس نظریہ سے ہی رہبانیت کا تصوّر پیدا ہوا ان دونوں نظریوں سے جب مسلمان متاثر ہوا تو غلط تصوف کا نظریہ پیدا کردیا۔ اور اس کو ترک دنیا، ترک لذت اور ترک ترک کا نام دیا اور اسی کو نیکی قرار دیا اور تعلق باللہ کا ذریعہ سمجھا اور خیال کیا کہ جو کچھ بھی ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔ لیکن قرآن کریم اس موقف کا مؤید نہیں ہے قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کائنات کو بے مقصد ومطلب پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس کے فوائد ہیں۔ پھر یہ بات کہ خدا تعمیر کرتا جائے اور انسان اس تعمیر کو تخریب کی صورت دیتا جائے یہ کوئی فطرتی اور اچھی بات نہیں ہے۔ اس دنیا میں جو بھلائی کی چیز ہے اس سے کام لینا انسان کا کام ہے عبادت اصل منزل نہیں ہے بلکہ منزل تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اس لئے یہ سمجھنا کہ منزل کے حاصل کرنے کے لئے اپنی قوتوں پر موت طاری کرلو اور ان کو کمزور سے کمزور کردو یہ قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ انسان کا مقصد حیات یہ ہے کہ انسان صفات اللہ کو حاصل کرے اور ان کا اظہار اس کے قول وفعل سے ہو یہ تزکیہ نفس ہے۔ قرآن کریم کے صفحہ صفحہ اور سطر سطر میں بڑی تکرار کے ساتھ صفات الٰہیہ بیان کی گئی ہیں۔ اس سے مقصود انسان کے قلب ونظر میں یہ صفات تعلی طور پر واضح کردینا ہے۔

اگر انسان اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین کرلے تو وہ حسن وجمال، خیر وخوبی کا مورد بن جاتا ہے، بدی اور گناہ ڈھل جاتے ہیں، اس لئے ہمیں الٰہی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب آپ قرآن کریم کو کھولیں وہاں کسی نہ کسی صفت الٰہی کا ذکر ہوگا، بس آپ کوشش کریں کہ آپ کے اندر بھی یہ صفت پیدا ہوجائے قرآن کریم کی اصل غرض یہی ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین ہوجائے۔ ہمیں اس فرض کو پورا کرنے کی طرف توجہ دیتے رہنا چاہیئے۔

تقریر عزیز الرحمن بادشاہ صاحب

محترم عزیز الرحمان بادشاہ صاحب پرنسپل کنگ سکول ایبٹ آباد نے ذکر الٰہی پر ایک حقائق ومعارف بھری تقریر فرمائی جو کسی قریبی اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگی۔

تقریر مرزا محمد سلیم اختر صاحب

محترم مرزا محمد سلیم اختر صاحب مبلغ اسلام نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اچھے نظریات کو صرف اپنا لینا ہی کافی نہیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی غرض یہی تھی کہ اچھے نظریات جو دین اسلام کی صورت میں ہیں ان کا عملی اظہار کیا جائے اور ان نظریات کو تازہ اور ان کا احیاء کیا جائے۔

محترم مرزا صاحب نے کہا کہ حقیقی مؤمن کے سامنے مادی نظریہ نہیں بلکہ روحانی جذبہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے ہم جو حضرت مامور وقت علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہیں ہمیں اپنے عملی نمونہ سے دنیا کی رہنمائی کرنی چاہیئے اور اپنے اخلاق وکردار سے اسلام کی تعلیمات کی افادیت ومنفعت ظاہر کرنی چاہیئے۔ حضرت صاحبؑ کی غرض ہمیں مثالی مسلمان بنانا ہے، اور اس کی طرف ہمیں خاص توجہ کرنا ضروری ہے۔

تقریر مولانا شبیر محمد صاحب خوشابی

مولانا حافظ شبیر محمد صاحب خوشابی مبلغ اسلام نے "پیشگوئی کا مفہوم کیا ہے اور یہ کس طرح پوری ہوتی ہے" کے موضوع پر ایک مدلل ومبسوط تقریر فرمائی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی بعض پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کا پورا ہونا ثابت کیا۔ آپ کی مکمل تقریر کسی آئندہ اشاعت میں شائع کی جائیگی۔

محترم کیپٹن عبدالواحد صاحب کی تقریر

محترم کیپٹن عبدالواحد صاحب نے مشرقی پاکستان کے حالیہ خوفناک واقعات پر روشنی ڈالی۔ اور اس کے اسباب وعوامل کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب کچھ پاکستان دشمن طاقتوں کا کیا کرایا ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہتھکنڈوں کا توڑ کریں اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہم باہمی اخوت ومحبت کو فروغ دیں اور اسلامی اتحاد واتفاق کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کریں۔ اور یہ کہ ہم مسلم ومؤمن کی جملہ صفات اپنے اندر پیدا کریں۔ اسلحہ وآلات سے کہیں بڑھ کر مؤمن کا ایمان اور اس کا عمل ہے۔

محترم کیپٹن صاحب موصوف نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ مشرقی پاکستان کا بحران مذہب سے دوری کا نتیجہ ہے ضرورت ہے کہ اسلامی انجمنیں اور جماعتیں ... میں اسلام کی نشر واشاعت اور تبلیغ کا مؤثر اقدام کریں۔ خصوصاً میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ وہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو اسلام کی عظمت کی تعلیم دیں اور اس کے غلبہ کا یقین ان کے دلوں میں پیدا کریں۔ تاوہاں سے مذہب بیزار تحریکات اور اسلام دشمن رجحانات کا قلع قمع ہوجائے اور پاکستان جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے وہ مقصد پورا ہو۔

تقریر شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹی

مکرم شیخ نثار احمد صاحب نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کی تلقین وموعظت کی طرف احباب کو توجہ دلائی۔ ان کی تقریر قریبی اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کی جائے گی۔

الوداعی تقریر

آخر میں مکرم خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے الوداعی تقریر میں فرمایا کہ جیسا کہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ دعا ایک ہتھیار ہے، آپ جانتے ہیں کہ دنیائے اسلام چاروں طرف سے نرغے میں ہے اور بڑی بڑی قوتیں اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے خواب دیکھ رہی ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں مسلمان ہیں ان میں اندرونی خلفشار پیدا ہورہا ہے اس لئے آپ دنیائے اسلام کی حفاظت وترقی کے لئے دعا کریں۔ ہمارا پیارا وطن پاکستان کچھ مشکلات کا شکار ہے ایسی مشکلات اس ملک میں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئیں۔ دعا کریں کہ وہ مشکلات دور ہوں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو پھر سے مسلمان کردے۔ اور ہماری اس جماعت کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اسے اندرونی وبیرونی ہر قسم کے فسادات سے بچائے۔ جو لوگ مشکلات میں مبتلا ہیں اور مختلف عوارض کے شکار ہیں ان کے لئے دعا کریں۔

ملتان کی خاتون صفیہ بیگم بنت میاں فضل الرحمٰن مرحوم کو اللہ تعالےٰ نے شفا عطا فرمائی ہے ان کے لئے دعا فرمائیں اور ان بزرگوں اور دوستوں کی مغفرت کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کریں جو سال رواں میں ہم سے

باقی بر صفحہ ۱۱ کالم اوّل

تعلیم یافتہ ذہنیت [illegible] ہونا چاہیئے

کائنات اور انسانی زندگی کی تخلیق بے معنی و بے مقصد نہیں۔ نیا نظامِ زندگی خدائے تعالےٰ کے قوانین و احکامات و ہدایات کے ماتحت ہونا لازم ہے۔

دجالی تہذیب، منافقت، سطحیت، ظاہریت، جھوٹ، مکر و فریب، دھوکہ دہی و ملمع سازی، تصنع و بناوٹ اور بزدلانہ رویہ کا مرقع ہے۔

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۱۳ اگست ۱۹۷۱ء

فرمودہ

محترم المقام جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب رفعکم اللہ تعالیٰ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لعبین ٥ لو اردنا ان نتخذ لھوًا لاتخذنٰہ من لدنا ان کنا فٰعلین ٥ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ط ولکم الویل مما تصفون ٥ ولہ من فی السمٰوٰت والارض ط ومن عندہ لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون ٥ —— (الانبیاء : ۱۶ تا ۲۰) ——

"زمین اور آسمان کو ہم نے پیدا کیا ہے اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ بے ہودہ بطور لہو و لعب کے پیدا نہیں کیا گیا۔ اگر ہمارا ایسا مقصد ہوتا کہ اسے کھیل تماشا بنائیں تو اپنے پاس سے بنالیتے مگر ہم ایسا کرنے والے ہرگز نہیں (نہ صرف لغو و بے مقصد تخلیق کرنا ہماری شانِ عظمےٰ کے برخلاف ہے) بلکہ ہم حق کو باطل پر مارتے ہیں سو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے پس ناگہاں وہ نابود ہو جاتا ہے (یعنی تخلیق کائنات اور انسان کا مقصد حق پرستی سے باطل کا نیست و نابود کر دینا ہے) اور تمہارے لئے اس کی وجہ سے افسوس ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ اور اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمان میں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ ہی تھکتے ہیں"

یہاں انسانی زندگی کی بڑی غرض بیان کی ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ انسان تمام کائنات کا خلاصہ ہے۔ تمام عناصر کے اجزاء اس میں موجود ہیں۔ اسے عالمِ صغیر بھی کہا جاتا ہے اگر یہ نظام بے ہودہ پیدا نہیں کیا گیا تو انسان بھی بے ہودہ طور پر تخلیق نہیں کیا گیا۔ اگرچہ انسان اکثر دفعہ بے مقصد زندگی گذارتا ہے ایسی زندگی باطل ہے۔ اچھے بامعنی نتائج پیدا کرنے والی زندگی وہ ہے جس کے سامنے اعلےٰ مقاصد ہوں۔ یا اعلےٰ درجہ پر ایسی حالت میں انسان اور حیوان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ بلکہ انسان ویاکلون کما تاکل الانعام (سورۃ محمد : ۱۳)

"اور یہ کھاتے ہیں جس طرح چارپائے کھاتے ہیں۔"

کا مصداق ہو جاتا ہے۔ لیکن قرآن حکیم اس کی تصدیق سے بھرا پڑا ہے فرمایا:-

اولٰئک الذین خسروا انفسھم وضل عنھم ما کانوا یفترون لاجرم انھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون ٥ (ھود - ۲۲)

"یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں رکھا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بناتے تھے ضرور ہے کہ وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں"

ایسے لوگ سطحی طور پر زندگی گذارنے کو زندگی کی حقیقت اور اس کا منتہائے نظر قرار دے لیتے ہیں جو بہت بڑی غلطی ہے جس سے قرآن حکیم نے ہمیں نکالنے کی کوشش کی ہے دوسری جگہ فرمایا:-

الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعًا ٥ اولٰئک الذین کفروا باٰیٰت ربھم ولقائہ - (الکھف ۱۰۵:۱۰۶)

"وہ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے بہت اچھے کام کر رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی باتوں اور ملاقات سے انکار کیا"

فرمایا:-

والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان ماءً حتیٰ اذا جاءہ لم یجدہ شیئًا ووجد اللہ عندہ فوفٰہ حسابہ واللہ سریع الحساب۔ (سورۃ النور)

زندگی کی اصل حقیقت سے منکر لوگوں کی مثال ریگستان میں اس پیاسے انسان کی طرح ہے جو پانی کی تلاش میں حیران و سرگرداں چلتا ہے۔ جب دور سے وہ چمکتی ہوئی ریت کو دیکھتا ہے تو اسے پانی سمجھ کر دھوکہ میں پڑ جاتا ہے مگر جب وہاں پہنچتا ہے تو اسے پانی نہیں ملتا۔

اسی طرح اگلی مثال میں فرمایا کہ زندگی کی حقیقتوں سے بے خبری ظلمات پر ظلمات کی مانند ہے وہ سطحی زندگی پر قناعت کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ اندھیرے میں ہیں۔ ان کے پاس نور نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس دنیا کی زندگی کے متعلق فرمایا:-

وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور ٥ (اٰل عمران : ۱۸۵)

"اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔"

قرآن حکیم کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہماری یہ زندگی بے حقیقت شئے ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ منکرینِ کلامِ الٰہی نے اس زندگی کو جو لہو و لعب سمجھ رکھا ہے ان کا یہ نظریہ غلط ہے انہیں دھوکہ لگ گیا ہے کیونکہ وہ صرف ظاہر پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور اس کے باطن سے سراسر بے خبر ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا یعلمون ظاھرًا من الحیٰوۃ الدنیا وھم عن الاٰخرۃ ھم غٰفلون۔ زندگی کے ظاہری پہلو سے ہی وہ خبر رکھتے ہیں مگر اس کی حقیقت سے غافل پڑے ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر فرمایا یاخذون عرض ھٰذا الادنیٰ۔ اس زندگی کے عارضی و ادنیٰ پہلو کو یہ اختیار کرتے ہیں

اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد۔ (الحدید ۔ ۲۱)

"جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے"

لہو و لعب یا ایک دوسرے سے زینت اور مال و دولت میں فوقیت حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرنے ہی کو جو زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں بس انہی کی زندگی حیوانات کے مشابہ ہے۔ اعلیٰ زندگی کے متعلق فرمایا کہ مومن اللہ کی عبادت کرتے وقت تھکتے نہیں۔ اور نہ ہی تکبر کرتے ہیں۔ ربّ العالمین اللہ تبارک و تعالےٰ کی ایک صفت ہے اس کے ماتحت بھی انسان بڑے اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

موجودہ تہذیب حقیقت، حق اور صداقت سے عاری ہے۔

آج جو تہذیب تو ہم پر مسلط ہے۔ اس

کی روشنی میں اگر ان حقائق پر غور کیا جائے تو قرآن حکیم کی تعلیم کی صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ اس مہذب دور میں زندگی کی اصل حقیقت مفقود ہو رہی اور صداقت ختم ہو رہی ہے کیونکہ یہ موجودہ تہذیب بس دکھاوا ہی دکھاوا اور فریب ہی فریب ہے۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ دوسروں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آئیں۔ ملاقات کے وقت خندہ پیشانی سے ملیں اور دوسرے کی بیہودہ بات پر خوش ہو اٹھیں تہذیب سمجھتے ہیں حالانکہ ایسی تہذیب محض نمائشی ہے جس میں اصلیت اور صداقت نام کو نہیں۔

آج قلوب میں انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر سکینت پیدا کرنے والی صفات عنقا ہو چکی ہیں کیونکہ وہ تو خلوص و صداقت کی طالب ہیں۔ سائنس کی روز افزوں ترقی سے انواع و اقسام کی ایجادات میں گو اضافہ ہو رہا ہے۔ مگر زندگی کی ٹھوس حقیقت گم ہو چکی ہے، موجودہ تہذیب محض دھوکا، فریب کاری اور ملمع سازی ہے جس سے رُوح ہمیشہ بیقرار رہتی ہے، نہ کوئی سکینت قلوب میں سرایت کرتی ہے اور نہ ہی اجتماعی امن و عافیت پیدا ہوتے ہیں۔

قرآن حکیم فرماتا ہے کہ پانی سے ہی پیاس بجھ سکتی ہے لیکن اگر انسان سُراب کو پانی سمجھ لے تو اس دھوکہ سے اس کی پیاس اور زیادہ بھڑک اُٹھتی ہے اس لئے اس مادی تہذیب نے ہمیں محض نمود و نمائش کی زندگی عطا کی ہے۔ جس میں بے چینی کے سوا کچھ نہیں اور زندگی کی اصل حقیقت کو بالکل مفقود کر دیا ہے۔

سیاسی لیڈر ہوں یا مذہبی رہنما۔ انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی تعلقات ہر جگہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح نظر آئے گی کہ صرف دکھاوا ہی دکھاوا مقصود زندگی بن چکا ہے۔ اِلّا ما شاء اللّٰہ اخلاص کہیں اور کسی میں بھی نہیں ہم جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ہمارا مقصد بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اگر آپ موجودہ سیاسی بحران میں بیرونی ممالک کے رویہ کا بغور مطالعہ فرمائیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ ان کارروائیوں میں خلوص نام کو نہیں۔ اسی طرح انفرادی زندگی کے میل ملاپ پر بھی غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ جن خیالات کا ہم اظہار کرتے ہیں ان میں اخلاص و صداقت اور اصلیت مفقود ہے۔ بلکہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ جس طرح ڈراموں اور فلموں میں اداکاری کی جاتی ہے اسی کے مطابق ہم بھی اپنی زندگیوں کو اداکاروں کی مانند ادا کرتے ہیں دل میں جو جذبات ہوتے ہیں اکثر و بیشتر ان کے برخلاف ہمارے افعال و اظہار ہوتے ہیں۔

دین کے علمبرداروں پر بہت ذمہ داری عاید ہوتی ہے مگر انکے ظاہرا افعال بھی محض دکھاوا ہی دکھاوا ہیں۔ ان میں تقوے نام کو نظر نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ صدق و خلوص کے فقدان کے باعث ان میں جاذبیت نہیں بلکہ لوگ انہیں دیکھ کر دین سے بیزار ہو جاتے ہیں اور راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ جب ہمارے مذہبی رہنماؤں اور سیاسی لیڈروں کی زندگیاں بھی ریاکاری اور دھوکہ و فریب کاری اور روبہ بازی کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عام انسان صاحب تقوے بن جائے؟

بلکہ اکثر دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قوم کے لیڈر جو کچھ کہتے ہیں حقیقت میں اس کے برعکس ہوتی ہے اگر وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی ادنیٰ اغراض کے لئے قوم کی وحدت کو پاش پاش کیا جائے تو وہ اس تخریبی کارروائی کو بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ اتحاد و تنظیم کی دعوت بڑے زور و شور سے دیتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ تفریق اور منافرت پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس لئے زندگی میں جب یہ ٹھوس حقائق اور گہرائی مفقود ہوں اور ظاہری تہذیب کو روحانی اور اخلاقی قدروں پر فتح حاصل ہو چکی ہو تو زندگی میں کس طرح سکون پیدا ہو سکتا ہے؟

دورِ حاضرہ میں جو وبا پھیلی ہوئی ہے وہ محض دکھاوا اور دھوکہ کی وباء ہے اس میں صداقت، اصلیت نام کو بھی نہیں صرف سطحیت و ظاہریت کارفرما ہے اور یہی وہ فساد ہے جو دجالی تہذیب نے پھیلایا ہے۔ قرآن حکیم نے ..... اسے سراب سے مشابہت دیکر اس کی حقیقت کو ظاہر فرمایا ہے۔

ظاہرا اعمال بجالانے والوں کا مقصد ریا ہوتی ہے وہ بظاہر نیک اعمال و اقوال بھولے بھالے انسانوں کو فریب میں پھنسانے کے لئے کرتے ہیں۔ ان کے ایسے ہی ظاہری اعمال سے رُوئے زمین پر فساد بپا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں جو شخص مصلح وقت ہو کر مبعوث ہوا، اس نے یہی فرمایا کہ یہ تہذیب محض دھوکا اور فریب ہے دجل ہے اس سے سکینت و قلبی اطمینان اور اجتماعی امن و عافیت کی تو توقعات رکھنا بالکل عبث بات ہے اس کی پکار یہی رہی کہ آؤ میں تمہیں امن و عافیت کا راستہ بتاؤں وہ راستہ جو قرآن حکیم کی مکمل تعلیم و ہدایت میں موجود ہے۔ اپنی رُوح کی قدر کو پہچانو۔ ان کو نیکی کے کاموں کے لئے بروئے کار لاؤ۔ جب تمہارا باطن درست ہو جائے گا تو تمہارے اعمال سے دنیا میں سکون پیدا ہو جائے گا۔ آپ کو جو اللہ تعالےٰ نے مسیح الزمان کا لقب مرحمت فرمایا وہ یونہی نہیں بلکہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے ؎

وقت ہے وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

محض زندگی کی ظاہری چمک دمک اور زیب و زینت سے سکینت پیدا نہیں ہو سکتی مگر انسان اس سے دھوکہ کھا کر اپنا امن و چین برباد کر لیتا ہے، حقیقت کو تلاش کرنے کی غرض سے ہر شخص اپنے اندر جھانکی لگائے۔ ہماری زندگیاں جب تک خلوص صداقت اور اصلیت و حقیقت کا سرچشمہ نہ بن جائیں اس وقت تک ہم نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے مسیح موعودؑ نے دنیا کے سامنے منکشف کیا۔ چنانچہ آپ کا ایک کشف بھی اسی حقیقت الامری کو ظاہر کرتا ہے جو بہت اعتراضات کا نشانہ بنا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ

میں نے دیکھا کہ میں خود خدا ہو گیا ہوں میرے تمام اعضاء میرے نہیں بلکہ خدا کے اعضاء ہیں پھر میں نے پایا کہ ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کروں اور ایک نیا نظام قائم کیا جائے۔ وغیرہ

یہ نیا نظام کیا ہے۔ وہ یہی نظام ہے کہ ہماری زندگیاں خلوص اور صداقت سے پُر ہو جائیں اور ہم اس روحانی زندگی کی سکینت سے لطف اندوز ہوں۔ اور جب ہم میں سکینت پیدا ہو جائے گی تو ہم پر زندگی کا راز آشکارا ہو جائے گا اور ہمیں دائمی زندگی نصیب ہو جائے گی۔ اور اسی نظام کو حضرت صاحب پیدا کرنا چاہتے تھے جس کی خاطر آپ کی بعثت ہوئی۔

نیا نظامِ زندگی۔ خدا کی رضا کے حصول کے لئے اپنے نفس کے فنا کر دینے اور احکاماتِ الٰہی کی تابعداری سے قائم ہوگا۔

انسان خدا نہیں بنتا بلکہ جب اس کی رضا کے لئے عمل کرتا اور اپنی رضا کو مکمل طور پر فنا کر دیتا ہے تو اس وقت یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ انسان فانی فی اللہ ہو گیا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کے اس کشف میں یہی راز مضمر ہے یعنی یہ کہ انسانیت جب رضائے الٰہی کو مکمل طور پر اپنے اعضاء و جوارح پر طاری کر لے گی اس وقت اس کی نجات ہو جائے گی ورنہ یہ ریاکاری کا نظام جسے ہم تہذیب کے معراج کے نام سے تعبیر کرتے ہیں خواہ وہ ظاہری طور پر کیسا ہی خوش کن ہو اس سے ہمیں طمانیتِ قلب کبھی پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ باہمی انسانیت، ہمدردی و اخوت کے جذبات تعلقات میں نظر نہیں آتے لیکن اگر اس میں خلوص اور رضائے الٰہی شامل ہو جائے تو ہماری زندگیاں اندھیروں سے نکل کر نور میں آجائیں، حضرت اقدس کا الہام ہے:

"دنیا میں ایک نذیر آیا لیکن دُنیا نے اسے قبول نہ کیا"

یقین رکھیں اور صدق دل سے یقین رکھیں کہ یہ الہام خدا تعالےٰ کا کلام ہے نہ کسی انسان کا تو معلوم ہوا کہ اس شخص نے فرقانی حقائق سے دنیا کو بیدار کرنے کے لئے کوشش کی ہے جب ضمیر بیدار ہو جائے گا۔ تو دنیا اس حقیقت کا اعتراف کرے گی۔ آپ لوگ جنہوں نے حضرت اقدسؑ کو پہچانا اور ان کی غلامی کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ پر اس بارہ میں زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم باوجود اپنی قلت اور بے سروسامانی کے دنیا کے ماحول اور تہذیب سے مرعوب نہ ہوں تو ہم بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کو حاضر و ناظر جان کر اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ اس میں صداقت و خلوص کتنی ہے اور ریا اور دکھاوا کتنا ہے؟ اپنے قول و فعل کو پرکھیں۔ ریاکاری کو چھوڑ کر اخلاص کو اپنائیں تب ہی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے زمانے کے امامؑ کو پہچانا ہے

فرقان حمید نے ایک بیّن ثبوت ہمارے سامنے رکھا ہے کہ ہم ظاہری نمائش و نمود کو چھوڑ کر خلوصِ دل سے اور رضائے الٰہی کی خاطر عملِ صالحہ بجالائیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو نیک عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

جماعت احمدیہ سیالکوٹ کا جلسہ

مورخہ ۱۵ راگست اتوار کو جماعت احمدیہ سیالکوٹ کا جلسہ پارک کیفے صدر سیالکوٹ میں منعقد ہوا۔ روئداد آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔

ادارہ

ہماری جماعت کا مقصد وحید یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے

تفرقہ سے بچو، تفرقہ اور خدمتِ دین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور نے تربیتی کورس منعقد کر کے ایک مبارک قدم اٹھایا ہے

افتتاحی تقریر از مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہٗ

بر موقعہ جلسہ جماعت ایبٹ آباد مؤرخہ ۲۲ جولائی ۱۹۷۱ء

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقتہٖ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ الخ رکوع (سورۃ آل عمران)

صدر محترم، خواتین اور میرے عزیز بھائیو!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات جو میرے عزیز محمد الرحمٰن صاحب نے سنائے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان کے بعد کسی تقریر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ان پاک الفاظ کے آئینے میں جب میں نے اپنا چہرہ دیکھا تو اس کا یہی نتیجہ ہے کہ میں آپ کے سامنے تقریر نہیں کر سکتا۔ مسیح موعودؑ نے ہمارے سامنے جو معیار رکھا ہے، اور جو ان کے دل کی تڑپ تھی کہ ان کی جماعت اس معیار پر پوری اترے وہ معیار موجود نہیں ہے۔ یہ ملفوظات جو محمد الرحمٰن صاحب نے منتخب کئے ہیں میں ان کا شکر گزار ہوں۔ ان ملفوظات کو آپ سب اپنے سامنے رکھیں اور ان کی روشنی میں اپنا جائزہ لیا کریں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم حضرت صاحبؑ کی صحیح جماعت کہلائیں تو ان ملفوظات کا آئینہ ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ جہاں تک ہماری فہم و قوت ہو، اس پر پورا اترنے کی کوشش کریں۔ میں آپ سب بھائیوں کو اس جلسہ میں شمولیت پر مبارکباد دیتا ہوں، اور آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ آپ تکلیف اٹھا کر اپنے وقت، اپنے مال اور اپنے آرام کی قربانی کر کے اس میں شامل ہوئے ہیں۔ یہ جلسہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے منعقد کیا گیا ہے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس جلسہ کی کوئی اور غرض نہ تو منتظمین جلسہ کے ذہن میں ہے اور نہ اس میں شامل ہونے والوں کے سامنے ہے۔ دنیا میں اجتماع و اجلاس تو بہت ہوتے ہیں لیکن لِلّٰہ فی اللہ اجتماعات بہت کم ہوتے ہیں۔ اس قسم کے اجلاس میں شمولیت کے بہت سے فوائد اور برکات ہیں۔ ایسے موقع پر باہمی تعلقات استوار ہوتے ہیں، اور بھائیوں کے ایک دوسرے سے مل بیٹھنے سے دلوں میں اخوت و محبت پیدا ہوتی ہے، اور یہ قلب و نظر کی پاکیزگی و صفائی کے موجب ہوا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں ایک عرصہ کے بعد اپنے استاد صاحب سے ملنے گیا تو انہوں نے شکایت کی کہ آپ ملتے نہیں۔ ملنا جلنا اچھا ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ کیا آپ کبھی کسی قصاب کی دوکان پر گئے ہیں، اور دیکھا ہے کہ جب اس کی چھریاں کند ہو جاتی ہیں، تو وہ انہیں ایک دوسرے پر رگڑتا ہے اور اس رگڑ سے چھریوں کی دھار تیز ہو جاتی ہے لہٰذا آپ جلدی جلدی ملا کریں۔ چنانچہ اس قسم کی مجالس اور ملاقاتوں میں یہ بھی ایک روحانی فائدہ ہوتا ہے اور دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور بعض عمدہ اور حکمت کی باتیں جو کسی وقت کسی بھائی کی زبان سے نکل جاتی ہیں انہیں سن کر انسان کے اخلاق کی اور اس کے دین کی اصلاح ہو جاتی ہے علاوہ ازیں سب مل کر بارگاہِ الٰہی میں جھکتے ہیں اور مل کر دعائیں کرتے ہیں۔ اجتماعی دعائیں اپنے اندر بڑی برکات رکھتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے ان کو جب نبوت ملی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ میرے بھائی ہارونؑ کو بھی میرے ساتھ ملا لیجئے۔ اور اس کی جو وجوہات بیان کی ہیں، ایک یہ وجہ بیان کی کہ نسبحک کثیراً ونذکرک کثیراً۔ ہم مل جل کر تیری تسبیح کریں۔ تو مل کر یاد الٰہی کرنے میں بڑی برکت ہوتی ہے، اور اس میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس قسم کے اجتماع میں یہ بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

اس دفعہ جیسا کہ آپ احباب میں سے اکثر کو معلوم ہے مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ایک بڑی مبارک تحریک اٹھی ہے، انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک تربیتی کورس منعقد کیا جائے جس میں لوگ دس پندرہ دن کے لئے اپنا وقت و آرام دین کی خاطر وقف کریں اور کسی ایک جگہ جمع ہوں، اور عبادتِ الٰہی، دینی مباحثات اور علم دین حاصل کرنے میں صرف کریں۔ تو حسن اتفاق سے موسم گرما ہونے کی وجہ سے وہ کورس ایبٹ آباد میں ۲۰ تاریخ سے شروع ہو گیا ہے مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے صدر صاحب نے اس موقعہ پر ایک پیغام بھیجا تھا جو کل صبح کورس کے افتتاح کے موقعہ پر پڑھ کر سنا دیا گیا تھا۔ اس میں انہوں نے بیان کیا کہ یہ گرمی کا موسم تھا، ہمارا خیال ایبٹ آباد کی طرف گیا۔ کہ وہاں جو دوست جائیں گے ان کی تفریح بھی ہو جائے گی اور ہم خرما و ہم ثواب والی بات ہو جائے گی۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اولیت کی سعادت اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں دے دی۔ اور یہ اس مسجد کی برکات میں سے ہے جیسا کہ میں نے ایک موقعہ پر پہلے بھی بیان کیا تھا کہ یہ مسجد معجزہ کے رنگ میں اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی قوت اور قدرت سے ہمارے لئے بنا دی ہے ورنہ ہمارے لئے یہ بات کسی طرح بھی ممکن نہ تھی۔ اس کی تعمیر میں اس قسم کی رکاوٹیں تھیں کہ وہ بظاہر حل ہونے والی نہیں تھیں اور مخالفین نے بہت کوششیں کیں۔ یہ بدقسمتی ہے کہ لوگ احمدیوں کی مسجدیں بننے نہیں دیتے۔ سینما گھر بنتے ہیں، گرجے تعمیر ہوتے ہیں کوئی مزاحمت نہیں کرتا۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہوا کہ یہ مسجد بن گئی۔ اور یہ اس مسجد کی برکات میں سے ہے، یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں دینی تعلیم کا کام پرسکون طور پر جاری رکھا جا سکتا ہے، یہ ایک مبارک قدم ہے، جو بھلائی اور نیکی کی طرف اٹھایا گیا ہے اور یہ ایک تجربہ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ ایک اچھا تجربہ ثابت ہو گا۔ اور یہ سلسلہ چل پڑے گا اور جابجا تربیتی کورس جاری ہو جائیں گے۔ اس کام کے لئے سردی کے موسم میں لاہور سب سے بہتر جگہ ہے۔ ہمارا وہاں مرکز بھی ہے وہاں بھی ایسا ماحول اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب کر دے جہاں بیٹھ کر یکسوئی سے دینی اور علمی کاموں میں لوگ مصروف و مشغول ہو سکتے ہیں، بہرحال یہ مبارک چیز ہے اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرے، یہ دراصل قرآن کریم کے ایک حکم کی تعمیل ہے اس لحاظ سے بھی بڑی مبارک ہے، سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ الخ آیۃ یعنی مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ سب کے سب ہی گھروں کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں۔ البتہ ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ اس کام کے لئے ایک جماعت گھروں سے نکل پڑے تاکہ وہ دین میں تفقہ حاصل کریں۔ جب وہ ایسا کر لیں تو اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جائیں اور ان کو وہ جا کر تعلیم دیں گویا اللہ تعالیٰ نے قوم کے بچاؤ کی تدبیر بتا دی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ بھی اس پر خاص زور دیتے تھے۔ جب اس تربیتی کورس کے بارے میں اخبار میں اعلان شائع ہوا تو میرے ایک عزیز نے یہ سمجھ کر کہ اس کا محرک شاید میں ہی ہوں مجھے ایک مبارکباد کا خط لکھا کہ یہ تو حضرت صاحبؑ کا کام تھا۔ آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ یہ کام آپ کے ہاں سے شروع ہوا ہے۔ حضرت صاحبؑ اس بات پر بڑا زور دیتے تھے کہ ہمارے پاس آؤ اور قادیان میں کچھ دن گزارو۔ جو آیات میں نے شروع میں پڑھی ہیں ان میں اس جماعت کے قیام کی غرض و غایت بیان ہوئی ہے۔ اس جماعت کا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے دعوت الی الخیر ہماری جماعت کا کام ہے۔ ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ۔ یعنے اس سے زیادہ خوبصورت کونسا کام ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ اس احسن کام کی بجا آوری کے لئے کچھ باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔ سب سے پہلی چیز تقویٰ اللہ ہے اور وہ بھی ایسا ہو جو تقویٰ کا حق ہے۔ دوسری جگہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ جتنا تمہارا زور لگتا ہے۔ اور جتنی تم میں استطاعت ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا:۔ جاھدوا فی اللہ حق جہادہٖ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرو جو کوشش کا حق ہے۔ ہر کام کی کامیابی کے لئے بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے۔

حضرت صاحبؑ نے تو فرمایا ہے کہ میری بعثت کی غرض یہ ہے کہ میں متقین کی ایک جماعت تیار کر دوں۔ تقویٰ نے خوفِ الٰہی اور اس کی مخلوق کے حقوق کو ادا کرنا ہے۔ بغیر تقوےٰ انسان کی زندگی کبھی سنور نہیں سکتی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ تقوےٰ کے بغیر بھی انسان کے اخلاق درست ہو سکتے ہیں وہ آج اہلِ یورپ اور امریکہ کی اخلاقی حالت پر نظر ڈالیں۔ انہوں نے مادی ترقی تو بہت کی ہے۔ لیکن وہاں خدا کا خوف نظر نہیں آتا اور ان کے اخلاق کی عریانی نے وہاں اس قدر سماجی برائیوں کو جنم دے دکھا ہے کہ وہ قوم اس صورت حال سے خود نالاں و پریشان ہے۔ بعض لوگوں کا دعوےٰ ہے کہ تقوےٰ کے بغیر بھی انسانی معاشرہ کی اصلاح ہو سکتی ہے مگر ہرگز نہیں ہو سکتی۔ آج صبح کی نماز میں آیات پڑھی گئی تھیں یہ آیات پڑھ کر میرا دل تو ہمیشہ کانپ جاتا ہے کچھ انبیاء علیہم السلام کا ذکر چلتا ہے۔ یہ ایک منعم علیہ گروہ تھا جس پر اللہ تعالےٰ نے اپنے انعامات کئے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور قرب کے لئے چن لیا۔ ان ذکر کے بعد ان کی تعریف کی ہے کہ جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور روتے ہیں۔ انبیاء کے ساتھ صدیقین، شہداء اور صلحاء شامل ہیں۔ ہم نے اپنی زندگی میں ایسے بعض لوگوں کو دیکھا ہے جو منعم علیہم تھے اور ہمارے پیشرو بزرگان میں ایک کثیر جماعت منعم علیہم کی تھی۔ آگے جو الفاظ ہیں وہ دل ہلا دینے والے ہیں وہ یہ ہیں فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ۔ ان کے بعد ان کی ناخلف اولاد آئی جنہوں نے نمازوں کو چھوڑ دیا اور شہوات کے پیچھے پڑ گئے۔ آگے الفاظ جو ہیں وہ تو اس سے بھی زیادہ ہیبت ناک ہیں فسوف یلقون غیا یعنی وہ بربادی اور ہلاکت کو جلدی ملیں گے۔ نیکوں کی اولاد پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے جنہوں نے اپنے باپ دادا کی پاک زندگیوں کو دیکھا ہوتا ہے۔

حضرت صاحبؑ اس واسطے آئے تھے کہ ایک قوم پیدا کریں جو نسلاً بعد نسلٍ نیکوں کی جماعت ہو، جو نیکی میں ممتاز ہو اور برگزیدہ ہو۔ یہ بڑے فکر کی بات ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو اس جماعت کے ممبر ہیں، دوسری چیز جس کی طرف ہمیں ان آیات میں توجہ دلائی گئی ہے وہ ہے ولا تفرقوا۔ کہ تفرقہ پیدا نہ کرو۔ حضرت صاحبؑ کے ملفوظات میں بھی جو آج پڑھ کر سنائے گئے ہیں اس امر پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ تفرقہ سے قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ تفرقہ کیوں پیدا ہوتا ہے۔ رائے کا اختلاف تو کوئی بری چیز نہیں ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا ہے اختلاف امتی رحمۃ۔ اس میں رحمت ہے۔ میرا ایک خیال ہے میرے بھائی کا دوسرا خیال ہے، جب وہ آپس میں تبادلہ خیال کرتے ہیں تو مختلف قسم کے خیالات سامنے آ جاتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک اچھا خیال قبول کر لیا جائے تو یہ ایک رحمت ہے لیکن جب اختلاف کو ایک ذاتی معاملہ بنا لیا جائے تو پھر وہ رحمت نہیں رہتا وہ تفرقہ ہو جاتا ہے۔ اپنی ذاتی رنجشوں کے لئے ناراضگیاں کرنے اور تفرقہ کرنے سے قوم مٹ جاتی ہے۔ آپ نے یہ واقعہ سنا ہو گا کہ حضرت علی رض کا ایک دشمنِ اسلام کے ساتھ مقابلہ تھا۔ آپ اس کے سینہ پر چڑھ گئے۔ اس کے سینہ میں اپنی تلوار گھونپنا چاہتے تھے کہ دشمن نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا اور وہ قتل فی سبیل اللہ تھا۔ اب اگر میں تمہیں قتل کروں گا تو یہ میری ذات کے لئے ہو گا۔ چونکہ تو نے میرے منہ پر تھوکا ہے اب میرا نفس بیچ میں آ گیا ہے جس کی وجہ سے مجھے غصہ آ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ میرے نفس کا غصہ تیرے قتل میں شامل ہو جائے۔ ایسی صورت میں میرا فعل قابلِ مواخذہ نہ ہو جائے۔ یہ کیسی باریک بات ہے۔ اگر کسی کو مجھ سے ذاتی رنجش ہے تو اسے جماعتی تفرقہ کی بنا بنانا درست نہیں۔ فرمایا فالف بین قلوبکم۔ تم تو دشمن تھے۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں کے اندر الفت ڈال دی۔ پھر تم بھائی بھائی ہو گئے۔ دینی بھائی ہو کر اپنی ذاتی باتوں کی بنا پر تفرقہ کرنا یہ ایک ایسی بری چیز ہے جو درگذر کے لائق نہیں ہے۔ حضرت صاحبؑ کے ملفوظات میں بھی تفرقہ کرنے والوں کے لئے بڑا وعید ہے۔ تفرقہ اور خدمتِ دین یہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس امر کو جماعت پیشِ نظر رکھے۔ اور دعوت الی الخیر میں مصروف رہے۔ فرمایا ولا تکونوا کالذین تفرقوا۔ یعنے تم پہلے لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ اور اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن دلائل آ گئے تھے۔ اولٰئک لھم عذاب عظیم ان لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس عذاب سے ہمیں ڈرنا چاہیئے اور تفرقہ سے بچنا چاہیئے۔

حضرات! ہمارے پاس آج اور کل کے دو دن ہیں آپ تقریریں کریں گے اور سنیں گے۔ جن میں انشاء اللہ بہت سی کام کی باتیں ہوں گی ہر تقریر کا ہمیں ایک ایک لفظ سننا چاہیئے کیونکہ یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ کس وقت کس انسان کی زبان سے ایسی بات نکل جائے جو دل کے اندر اتر جائے اور انسان کے لئے اس کی بہتری کا ذریعہ بن جائے۔ نمازیں تو یہاں مل کر پڑھتے ہیں اس کے علاوہ ہمیں دعائیں کرنا چاہیئے۔ یہ موقعہ دعائیں کرنے کا ہے۔ ایسے اجتماع میں بڑی برکات اور روحانی تاثیرات ہوتی ہیں کبھی ایک مومن کی وجہ سے اللہ تعالےٰ تمام بستی کو برکت بخشتا ہے، اور اس مقام کے در و دیوار کو مبارک کرتا ہے۔ حضرت صاحبؑ نے اس پر بڑا زور دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا جن لوگوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے ان کے گھر ان کے در و دیوار بھی بابرکت ہو جاتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے لیکن اللہ تعالےٰ کی نظر میں یہاں شاید ایسے مقبول بندے ہونگے جن کی موجودگی سے اللہ تعالےٰ تمام مجلس میں برکت ڈال دے گا۔ لا یشقیٰ جلیسھم حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والا کبھی شقی نہیں ہو سکتا۔

تو ان دو دنوں کے اجتماع سے ہمیں پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے اور کوشش کرنا چاہیئے اور ذہن میں یہ بات رکھنا چاہیئے کہ ہم نے اس موقعہ سے کچھ حاصل کرنا ہے، ہم نے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنا ہے۔ فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرتا ہے تو اس پر فرشتے اترتے ہیں۔ جب بھی کسی کے دل میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ میں نے اپنی اصلاح کرنی ہے تو سیدھی راہ پر چل نکلنے کا وہی وقت ہے اور پھر استقامت اختیار کرے تو اللہ تعالےٰ اسے اپنی قبولیت کے لئے چن لیتا ہے ایسے دنوں میں قبولیت دعا کا بڑا موقعہ ہے۔ اپنے لئے تو سب لوگ دعائیں کرتے ہیں ہمیں دوسروں کے لئے دعائیں کرنا چاہئیں سب سے پہلے ہمیں اپنے وطنِ عزیز کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔ پاکستان بڑے بلند ارادوں کے ساتھ بنا تھا۔ لیکن یہ بنتے ہی مصیبتوں کا شکار ہو گیا اور وہ بات پیدا نہ ہو سکی۔ اس وقت حالات خصوصیت سے تشویشناک ہیں۔ اس ملک کا دنیا میں کوئی دوست نہیں اگر اللہ تعالےٰ بھی بوجہ ہماری قوم کے اعمال کے دشمن ہو جائے تو پھر یہ ملک بچ نہیں سکتا اگر ملک بچ نہیں سکتا تو پھر کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔ ملک کی سلامتی اور استحکام کے لئے اور اس کے لوگوں کی اصلاح و فلاح کے لئے خصوصیت سے دعائیں کریں۔ پھر ایک دعا ہم نے اپنی جماعت کے لئے کرنی ہے کہ یہ جماعت جو اللہ تعالےٰ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے اور اللہ تعالےٰ کا کلام قرآن کریم دنیا میں پہنچانے کا عزائم رکھتی ہے اور جس کے عقائد نہایت درست ہیں کہ یہ عقائد رکھنے والا کسی مقام اور کسی میدان میں شرمسار نہیں ہو سکتا۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس جماعت کو استحکام بخشے اور یہ بھی دعا کریں کہ ہمارے جو بھائی مختلف عوارضات میں مبتلا ہیں یا بعض مصائب کے شکار ہیں اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو، اپنے لئے دعا کرنا کوئی دعا نہیں ہے۔ جب کوئی انسان دوسروں کے لئے دعا کر رہا ہوتا ہے جبکہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا اور نہ سن رہا ہوتا ہے اور نہ کسی کو علم ہوتا ہے کہ کوئی بھائی کسی بھائی کے لئے تنہائی میں دعا کر رہا ہے تو اللہ تعالےٰ بھی ایسی دعا کی بڑی قدر کرتا ہے، اللہ تعالےٰ کے فرشتے کہتے ہیں تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہو دوسروں کے لئے دعا کرنا درحقیقت اپنے لئے دعا کرنا ہے۔

پچھلے سال انہی ایام میں ہمارا جلسہ ہوا تھا۔ اس وقت سے اب تک ہمارے بہت سے احباب بہت سی خواتین اور بہت سے ہمارے بھائی وفات پا چکے ہیں، میں نے جب فہرست مرتب کروائی تو مجھے دیکھ کر بہت صدمہ ہوا کہ یہ بہت لمبی فہرست ہے۔ میں ان کے نام پڑھتا ہوں اور آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ ان سب کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ جو لوگ دنیا سے چلے جاتے ہیں وہ اپنے بھائیوں کی دعا کے محتاج ہوتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ نیک لوگوں کی دعاؤں کی بدولت مرے ہوئے لوگوں پر رحمت کرتا ہے۔ (فہرست پڑھی گئی) آؤ ہم سب مل کر ان سب کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔ (دعا کی گئی)

غلام نبی مسلم صاحب

حضرت مسیح موعودؑ مجدد صد چہاردہم راہِ حق میں بے نظیر صبر و استقامت

(بسلسلہ اشاعتِ گذشتہ)

جامع مسجد دہلی

حضرت مرزا صاحب تو دہلی تشریف ہی اس غرض کے لئے لائے تھے کہ لوگوں تک اپنی دعوت پہنچائیں۔ چنانچہ آپ نے حکام سے مل کر نظم و ضبط کا بندوبست کیا اور ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو جامع مسجد دہلی میں سید نذیر حسین صاحب سے مباحثہ کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا

"جو اس تاریخ کو جامع مسجد میں حاضر نہ ہو اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہو"

مولویوں کی کوشش تھی کہ مباحثہ کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ ۲۰ اکتوبر کو صبح ہی سے لوگ آپ کے پاس پہنچنے لگے کہ آپ جامع مسجد نہ جائیں کیونکہ دشمنوں نے بلوہ کر کے آپ کے قتل کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔ ان خیر خواہوں میں سے ایک حافظ محمد اکبر خان نے آکر کہا:-

"حضرت آپ جانے کو جائیں۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ دہلی کے لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں کسی کے ہاتھ میں چھریاں چاقو اور کسی کے ہاتھ اور دامن اور جیب میں نوکدار پتھر ہیں۔ پتھر ایک دم برسیں گے اور پھر چھریاں چلیں گی۔"

مگر خدا کے مامور خوف سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اور جب ایک کام کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اس سے قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ چنانچہ حضرت عالی نے فرمایا:-

"کوئی پرواہ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے واللہ یعصمک من الناس (کہ اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا) پس اللہ تعالےٰ کی حفاظت کافی ہے۔ اب جانے سے رک نہیں سکتے، کیونکہ ہم نے غیر حاضر پر لعنت لکھی ہے۔ اس لعنت کے مورد ہم خود نہیں بن سکتے۔"

وقت مقررہ پر آپ بگھیوں میں سوار ہوئے مقررہ راستے پر مخالفین کا ہجوم تھا۔ کہ آپ گذریں تو بلوہ کر دیں، اتفاق سے بگھی والوں نے دوسرا راستہ جانتے ہوئے پر اصرار کیا اور اس طرح آپ صحیح سلامت جامع مسجد جا پہنچے مسجد میں کثیر ہجوم تھا مگر آپ نگاہیں نیچی کئے محراب میں جا بیٹھے اور جب مشتعل ہجوم کو دیکھ کر مولانا عبدالکریم صاحب نے بے چینی کا اظہار کیا تو آپ نے پرسکون لہجے میں فرمایا:-

"مولوی صاحب مُردے زندہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

مولویوں کی نیت فساد کی تھی، حضرت صاحب نے حیات و وفات مسیح کے لئے بلایا تھا مگر مولویوں نے ضد کی کہ ہم پہلے آپ کے دعویٰ مسیحیت پر مباحثہ کریں گے ساتھ ہی طرح طرح کے حیلے تراشنے اور آوازے کسنے لگے اور شر پر آمادہ رہے۔ اس پر انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس نے سمجھانے کی کوشش کی اور جب صورت حال خطرناک دیکھی تو مجمع کو منتشر ہونے کا حکم دے دیا۔ مولویوں نے فرار کو غنیمت سمجھا، حضرت صاحب رفقاء سمیت باہر آئے تو بگھیاں غائب تھیں اور ہجوم کا اشتعال لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا، اس پر انگریز پولیس آفیسر نے اپنی لینڈو فٹن پیش کر دی اور حضرت صاحب مولانا عبدالکریم کے ہمراہ جانی دشمنوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے فرودگاہ پر جا پہنچے۔

آپ بکارِ دیں نہ ترسم از جہانے (کہ میں دین کے کام میں دنیا بھر سے نہیں ڈرتا) کے مصداق دہلی میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ڈٹے رہے۔ چند دنوں کے بعد مولوی محمد بشیر بھوپالی سے مناظرہ کیا، جس میں مولوی صاحب کو فرار کے سوائے کوئی صورت نظر نہ آئی اور اس طرح آپ اتمام حجت کر کے پٹیالہ لوٹے پٹیالہ میں مولویوں نے تہذیب شرافت سے عاری رویہ اختیار کیا، آپ سے بدکلامی کا مظاہرہ کیا لوگوں کو اکسایا اور آپؑ پر کفر کا فتوےٰ لگایا۔ مولویوں کی اس روش سے بیزار ہو کر حضرت مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر پٹیالہ کالج اور مشہور عالم دین حافظ محمد عظیم صاحب حضرت صاحب کی بیعت میں شامل ہو گئے۔

لاہور

حضرت مرزا صاحب جنوری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے اور اپنے دعاوی کے متعلق ایک تقریر کی، ایک عالم اُمڈ پڑا تھا لیکن مولویوں کی کم ظرفی نے یہاں بھی مخالفت کو ہوا دی۔ چنانچہ آپ گھر سے باہر نکلے تو ایک شخص آپ سے چمٹ کر گرانے کی کوشش کر کے کہنے لگا، مہدی تو میں ہوں تو کہاں سے مہدی بن گیا، آپؑ نے نہایت تحمل سے کام لیا اور جب جان نثار دل نے اسے پکڑنا چاہا تو آپ نے منع کر دیا۔

ان ہی دنوں لاہور ہی کا ایک واقعہ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بیان کرتے ہیں:

"ہم بیٹھک میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ دیکھا کہ حضرت صاحب کچھ لوگوں سے محو کلام تھے اتنے میں ایک آدمی نے آکر آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں، آپ خاموش سر جھکا کر سنتے رہے اور وہ بکتا رہا۔ جب وہ خاموش ہو گیا، تو آپ نے فرمایا کہ بھائی اور بھی کچھ کہنا ہو تو کہہ ڈالو، اس پر وہ نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہوا حاضرین میں سے ایک تعلیم یافتہ ہندو کہنے لگا کہ حضرت مسیحؑ کے تحمل کے متعلق بائیبل میں پڑھا ہوا تھا۔ مگر ایسا نمونہ آج دیکھنے میں آیا ہے۔ ان واقعات نے میرے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ میں نے بیعت کر لی۔"

سیالکوٹ

لاہور سے آپ فروری ۱۸۹۲ء میں سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ گو آپ وہاں ۲۴ سال کے بعد گئے تھے تاہم وہ لوگ ابھی تک حیات تھے جن کے درمیان آپ نے جوانی کے نہایت قیمتی چار سال بسر کئے تھے اور وہ آپ کے علم و تقوےٰ کے شاہد و معترف تھے۔ اس لئے اکثر احباب نے آپ کی بیعت کر لی اور لوگ جوق در جوق آپ کے معارف و مواعظ سے مستفید ہونے لگے۔ لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی کو آپکی مقبولیت گوارہ نہ تھی، چنانچہ وہ بھی سیالکوٹ پہنچے اور جگہ بہ جگہ تقاریر کر کے جہلاء کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ اور اگر ایک طرف حضرت صاحبؑ نے آریت اور عیسائیت کے خلاف اسلام کی عظمت ثابت کر کے مسلمانوں کے حوصلے اور سربلند کر دیئے تو دوسری طرف مولوی محمد حسین بٹالوی نے مسلمانوں کے مابین فتنے کو ہوا دی اور شہر میں سخت اشتعال پیدا کر دیا۔ لیکن بٹالوی صاحب کے مذموم ارادے بارور نہ ہوئے، بہت سے لوگوں نے حضرت صاحب کے دستِ حق پرست پر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی بیعت کی، اور چند دنوں کے بعد بخیر و عافیت قادیان لوٹ گئے۔

غیر مسلموں کی معاندانہ روش

اس زمانے میں مسلمانوں کے سیاسی زوال اور انگریز کی مسلم دشمنی کی وجہ سے تمام غیر مسلم فرقے اسلام کو بدنام کرنے، بزرگانِ اسلام کو برا بھلا کہنے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف تھے۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ اپنے زمانے کے واحد خادم اسلام تھے جنہوں نے ایک طرف غیر مذاہب پر اسلام کی برتری ثابت کی تو دوسری طرف دوسرے مذاہب کی مذہبی کتب سے ان کے اعتقادات کا کھوکھلا پن ثابت کیا اور اسی وجہ سے اغیار آپ کے شدید دشمن ہو گئے۔

سکھ

قادیان کے اردگرد سکھوں کا بہت زور تھا اور جیسا کہ ہم ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں حضرت مرزا صاحب کے خاندان سے سکھوں کو خاص دشمنی تھی، پھر آپ کے زیر اثر بعض سکھ رئیس اور اہل علم اسلام بھی قبول کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب، جنم ساکھی اور تاریخ سے ثابت کر دیا کہ سکھ مت کے بانی حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ مسلمان تھے۔ انکی تعلیمات قرآن کے مطابق تھیں، مسلمانوں کی طرح خدائے واحد، قیامت، بہشت و دوزخ، جزا و سزا پر ایمان رکھتے تھے، نماز کے پابند تھے انہوں نے مکہ معظمہ کا حج کیا، مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی، مزاروں پر چلے کاٹے اور مسلمان صوفیاء سے میل جول رکھتے تھے۔ آپ جو قرآن پڑھتے تھے وہ آج بھی سکھوں کے پاس موضع گورو ہر سہائے ضلع فیروز پور میں موجود ہے۔ اور آپ کا جو چولا ڈیرہ بابا نانک میں ہے۔ اس پر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں اور آپکے ایمان کا زندہ ثبوت ہے۔ اس پر بعض حق پرست سکھ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ لیکن مذہبی جنون کے زیر اثر اکثر سکھ آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور آپ کی دشمنی میں عام مسلمانوں کے دشمن اور شدید مخالف

ہو گئے اور آریوں اور عیسائیوں کی پیروی میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم کے خلاف بدکلامی اپنا دھرم بنا لیا۔

آریہ سماجی

آریہ سماج نے جہاں عیسائیوں، سکھوں، سناتن دھرمیوں وغیرہ مذاہب کے خلاف اپنی جہالت کی بنا پر انسانیت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا وہاں انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو بگاڑ کر پیش کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اپنے دعوے کے ابتدائی ایام میں حضرت مرزا صاحب کو سب سے زیادہ مقابلہ آریہ سماج سے کرنا پڑا۔ چنانچہ سوامی دیانند بانی آریہ سماج، پنڈت اندرمن مرادآبادی، بابا کھڑک سنگھ آریہ، پنڈت مرلی دھر وغیرہم سے یکے بعد دیگرے تبادلہ خیالات ہوا، اور انہیں راہ فرار اختیار کرنا پڑی، پھر آپ نے براہین احمدیہ میں آریہ پر کمر شکن حملہ کیا اور انہیں دس ہزار روپیہ انعام پیش کیا کہ جو دلائل آپ نے قرآن کی صداقت پر قرآن کی تعلیمات سے پیش کئے ہیں آریہ اس کا پانچواں حصہ وید کی صداقت پر وید ہی سے نکال کر پیش کریں۔ مگر ان میں سے کسی کو آپ کا چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

پنڈت لیکھرام

لیکن ان سب سے زیادہ منہ پھٹ ایک شخص لیکھرام پشاوری تھا۔ یہ شخص پولیس سے نکالا گیا تھا۔ جہالت کا پتلا مگر ان گالیوں کا ماہر تھا جو آریہ سماج کا سرمایہ تھیں، اس نے اسلام کے خلاف زبان کھولی اور حضرت مرزا صاحب کے محبت آمیز رویہ کے باوجود اس نے اپنی زبان کو لگام نہ دی، اس پر حضرت صاحب نے پیشگوئی کی کہ یہ شخص چھ سال کے عرصے میں ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ خدا اور رسول کا یہ دریدہ دہن دشمن مدت مقررہ کے اندر ہی اپنے گھر میں کسی قاتل کی چھری کا نشانہ ہو گیا۔ اس پر آریہ سماج نے ملک بھر میں حضرت صاحب کے خلاف اشتعال پیدا کیا، آپ پر قتل کی سازش کا الزام لگایا۔ جس پر آپ کی خانہ تلاشی لی گئی۔ حتیٰ کہ آپ کے قتل کے منصوبے بنائے گئے۔ چنانچہ ہندوؤں کے ایک اخبار آفتاب ہند مورخہ ۱۸ مارچ ۱۸۹۷ء نے لکھا:۔

"مرزا قادیانی بھی امروز فردا کا مہمان ہے بکرے کی ماں کب تک خیر منا سکتی ہے۔ آج کل اہل ہنود کے خیالات مرزا قادیانی کی نسبت بہت بگڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ عموماً مسلمانوں کی بابت۔ پس مرزا قادیانی کو خبردار رہنا چاہیئے کہ وہ بھی بکر عید کی قربانی نہ ہو جاوے۔"

اسی طرح اخبار رہبر ہند نے ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے شمارہ میں لکھا:۔

"کہتے ہیں کہ ہندو قادیان والے کو قتل کرائیں گے۔ اور یہ بھی افواہ ہے کہ علیگڈھ والے بڈھے (یعنی سر سید احمد خان) کا بھی خاتمہ کیا جائے گا۔"

لیکن آپ کا محافظ تو خود اللہ تعالیٰ تھا، غیر کیا بگاڑ سکتا تھا۔ یہ مخالفت کا طوفان اٹھا اور بیٹھ گیا۔ اور پنڈت لیکھرام کی موت تاریخ میں اسلام کی صداقت کا نشان بن کر رہ گئی۔

پادریوں کی مخالفت

مولویوں کے عیسائیت کے متعلق غلط عقائد کی وجہ سے لاکھوں کلمہ گو دجالی فتنہ کا شکار ہو چکے تھے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کی تقریر اور تحریر نے جہاں مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی صداقت کا یقین پیدا کر دیا وہاں آپ نے پادریوں کے غلط عقائد اور پروپیگنڈے کا تار و پود بکھیر دیا۔ اس پر پادری بوکھلا اٹھے۔ پہلے تو انہوں نے حضرت مرزا صاحب کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس میدان میں کرکری اور عوام پر مخالفانہ اثر ہوتے دیکھ کر آپ کے خلاف حکومت کے کان بھرنے اور مقدمات کھڑے کرنے لگے۔ چنانچہ انگریز حکومت کو بار بار توجہ دلائی کہ مرزا غلام احمد قادیانی مہدی ہونے کا مدعی ہے اور اس طرح وہ حکومت کے خلاف بغاوت کروا کر خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ آپ پر امرتسر کے پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک کو قتل کرانے کی سازش کا مقدمہ کھڑا کر دیا اور اس مقصد کے لئے ایک اوباش منش شخص عبدالحمید کو ساتھ ملا کر ڈپٹی کمشنر امرتسر کی عدالت میں بیان دلایا کہ مجھے مرزا صاحب نے پادری کلارک کے قتل کے لئے امرتسر بھیجا ہے۔ انگریز حکمران، پادری کلارک خود انگریز اور مقابلے میں مقہور قوم کا ایک عیسائیت، دشمن مبلغ اسلام مرزا غلام احمد قادیانی۔

مقدمہ کھڑا ہو گیا۔ مخالفت میں عیسائی پادری اور حکام وقت۔ لیکھرام کے سوگوار ہندو اور سکھ اور آپ کے دشمن مولوی متحد ہو گئے۔ گواہ تیار کئے گئے، حتیٰ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جھوٹی گواہی دی۔ مگر عدالت ہی میں ان کا پول کھل گیا اور گواہی رد کر دی گئی۔ جملہ شہادات آپ کے خلاف تھیں لیکن سلیم الفطرت جج ڈگلس کا ضمیر آپ کی بے گناہی کی گواہی دیتا تھا۔ وہ بے چین ہو گیا۔ آخری مرکزی گواہ کو پادری کی نگرانی سے نکال کر سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور کے سپرد کیا کہ اس سے حقیقت حال معلوم کرو، بدلے ہوئے ماحول میں اس نے سچائی کا اعتراف کیا، حضرت کی بے گناہی کی شہادت دی، اور پادریوں کے دجل پر مہر ثبت کر دی۔ مسٹر ڈگلس نے حضرت صاحب کو باعزت بری کر کے یہ ناصری سے مماثلت ثابت کر دی انہیں پیلاطوس نے بے گناہ قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ میں اس کے خون سے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ حضرت مسیح ناصری کو اس زمانے کے یہود نے بے گناہ صلیب پر ہلاک کرنے کی سازش کی اور اللہ تعالیٰ نے یہود نامسعود کے منصوبے کو خاک میں ملا کر انہیں بچایا اور حضرت مسیح موعود کو خود اس زمانے کے عیسائیوں نے بعض یہود صفت مولویوں کے ساتھ مل کر پھانسی دلانے کا منصوبہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کے ناپاک منصوبے کو خاک میں ملا کر ان کے کذب و افترا کی تشہیر کر دی، پھر دشمنوں کے متعلق حضرت مسیح ناصری نے فرمایا تھا۔

"اے خدا! اگر تو ان کو عذاب
دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں
اور اگر معاف فرما دے تو تیری
ذات غفور الرحیم" (المائدہ)

اسی طرح جب کئی ماہ مقدمہ چلنے۔ دکھ سہنے اور ہزاروں روپے کے اخراجات کے بعد جج نے آپ کو باعزت بری کر دیا اور ساتھ ہی اجازت دی کہ آپ ان عیسائیوں کے خلاف ہتک عزت اور جعل سازی کا مقدمہ کر سکتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"عیسائیوں سے ہمارا مقدمہ آسمان
پر چل رہا ہے۔ ہمیں آسمانی عدالت
کافی ہے۔ دنیا کی عدالتوں میں ہم
کوئی مقدمہ نہیں چلانا چاہتے"

کیا آج حق پر استقامت، صدق، اور رحم و کرم کی اس سے بہتر کوئی مثال ملتی ہے؟

مولوی محمد حسین بٹالوی کی شر انگیزی۔

حضرت مرزا صاحب کے خلاف متواتر ناکامیوں اور آپ کی روز افزوں کامیابی نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی آتش حسد و انتقام کو تیز تر کر دیا۔ پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک کی ناکامی اور حضرت صاحب کے خلاف کلارک کے مقدمہ میں مولوی صاحب کی رسوائی نے جلتی پر تیل کا کام کیا، جب فتوے کفر، مناظرہ جھوٹی گواہی اور مختلف شہروں میں حضرت امام الزمان کے خلاف اشتعال انگیزی ناکام رہی تو اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کا ایک ایڈیشن انگریزی میں شائع کیا اور پوشیدہ ... گورنمنٹ کو پیش کیا اور اس رسالہ میں لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مہدی ہونے کا مدعی ... مہدی سوڈانی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اور ابھی جو یہ اظہار وفاداری کرتا ہے تو محض وقت ٹالنے کے لئے ہے یہ سب حیلہ ہے۔ دراصل یہ اپنی طاقت جمع کر رہا ہے۔ جس وقت اسے کافی طاقت حاصل ہو گئی۔ تو یہ شخص فوراً گورنمنٹ سے بغاوت کرے گا۔ کیونکہ مہدی کے متعلق تو یہ مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ وہ تلوار سے کفار کو قتل کرے گا۔ اور اسلام بزور شمشیر پھیلائے گا اور اس مقصد کے لئے امیر عبدالرحمٰن والئے کابل سے خط و کتابت رکھتا ہے۔ پس گورنمنٹ برطانیہ کو چاہیئے کہ فوراً اس شخص کو گرفتار کرے۔ اور اپنے متعلق لکھا کہ میں مہدی کی آمد کے عقیدے کو غلط سمجھتا ہوں اور اسی لئے مرزا صاحب کو مہدی نہیں مانتا۔ دشمنی انسان سے کیا کچھ نہیں کرواتی۔ انگریز تو پہلے ہی مہدی سوڈانی کے زخم خوردہ تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو اس مخبری کے صلے میں ضلع لائل پور میں چار مربعے دیئے اور حضرت صاحب کے خلاف خفیہ تفتیش شروع کر دی گئی۔ چنانچہ اکتوبر ۱۸۹۸ء کے اختتام پر انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس آپ کی تلاشی لینے قادیان پہنچا اور کہا کہ آپ کا ارادہ حکومت کے خلاف بغاوت کا ہے اور اس مقصد کے لئے آپ امیر کابل کے ساتھ خط و کتابت رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنا مسلک اور مقصد بتایا اور ساتھ ہی دعوت دی کہ آپ کے گھر کی تلاشی لے لی جائے البتہ شام کی نماز کا وقت تھا۔ اس لئے آپ نے نماز ادا کرنے کی مہلت طلب کی حضرت مولانا عبدالکریم نے نماز پڑھائی ان کی سوز میں ڈوبی ہوئی قرأت نے عجیب سماں باندھ دیا، مقتدی رکوع و سجود میں روتے رہے۔ جب پولیس افسر نے یہ کیفیت دیکھی تو اس نے سرکاری شک کو غلط سمجھا اور تلاشی لئے بغیر حضرت صاحب سے رخصت لے کر چلا گیا۔ دوسری طرف علماء کو جب مہدی کے بارے میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے عقیدہ کا علم ہوا تو انہوں نے مولوی صاحب سے

(بقیہ از صفحہ ۲)

خدا ہو کر اپنے مولا سے حقیقی سے جا ملے ہیں آپ اپنے دلوں میں وہ کیفیت پیدا کریں جو انسان کو دعا کی قبولیت کے قریب کر دیتی ہے۔ کل میں نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایبٹ آباد میں پانچواں جلسہ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ الحمد للہ اور آج میں اس کے اس احسان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے جلسہ کو رونق بخشی ہے۔ اس لحاظ سے بھی کہ اس جلسہ میں جن لوگوں نے تقریریں کیں وہ نہایت قیمتی تھیں۔ بعض تقریروں کے متعلق نہ صرف میری بلکہ دوسرے لوگوں اور خواتین کی رائے ہے کہ اس دفعہ تقریریں بہت معیاری اور اچھی تھیں۔ یہ برکت یہ توفیق اور جلسہ کا معیار اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ہم شکرگذار ہیں۔ پھر میں اس احسان کے لئے شکرگذار ہوں کہ یہاں پر دور دور سے ہمارے پیارے دوست اور عزیز بھائی تشریف لائے جن سے مل کر از حد خوشی ہوتی ہے اور وہ روحانی لذت نصیب ہوتی ہے۔ ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ تقریریں سننا محض کانوں کی عیاشی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے اور یہ تقریریں بھی ہمارے لئے ذہنی عیاشی کی حیثیت رکھتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جلسہ کا مقصد پورا نہیں ہوا لیکن ان تقاریر سے اگر ہم نے اپنا تجزیہ اور محاسبہ کیا ہے اور جو مواعیظ اور پروگرام تجویز ہوئے ہیں ان پر عمل کرنے کا آپ نے عزم کیا ہے تو میرے نزدیک اس جلسہ کی اغراض پوری ہوگئیں۔ میں اپنے آپ کو، اپنے بھائیوں اور بہنوں کو مخاطب کرتا ہوں کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے اور بعد میں جو کچھ شائع ہو اور پڑھیں ان میں سے قابل عمل چیزوں کو اپنے دل میں نزدیک جگہ دیں۔

ہمارے سامنے حضرت مامور وقتؑ نے جو مقصد رکھا ہے اس سے بڑا مقصد دنیا میں اور کوئی نہیں۔ ہمارا کام اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہے۔ اسلام کے غلبہ کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس جماعت کے ذریعہ پورا کرے گا۔ حضرت امام زمانؑ کے وقت میں عیسائیت کا غلبہ تھا، سیلاب تھا لیکن حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ اسلام غالب ہوگا۔ چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ عیسائیت دم توڑ رہی ہے۔ ایک اور مقام پر حضرت صاحبؑ نے فرمایا تھا کہ اگرچہ عیسائیت ایک فتنہ ہے لیکن بڑا فتنہ سائنس ہے۔ اس وقت سائنس کی پرانی تھیوریاں زیر

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تا حال کوہ مری میں مقیم ہیں، آپ کی صحت بفضلہ تعالیٰ بہتر ہے۔

عطیہ شیخ محمد حسین صاحبؓ کے صاحبزادہ اشرف حسین سلمہ کی امتحان میٹرک میں نمایاں کامیابی کی اطلاع گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکی ہے اس کامیابی پر شیخ صاحب موصوف نے -/30 روپے عطیہ دار الشفاء کے لئے اور -/15 روپے انجمن کو مرحمت فرمائے ہیں۔ جزاکم اللہ اللہ تعالیٰ عزیز اشرف حسین کو دین و دنیا میں کامیاب و بامراد فرمائے۔ آمین

شیخ عبد الرحمٰن ناظر صاحب کے لئے درخواست دعا

— میرے بڑے بھائی جناب شیخ عبد الرحمٰن ناظر صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس، تقریباً تین ماہ سے بیمار ہیں بفضلہ تعالیٰ ان کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہے ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق مکمل آرام اور پرہیزی کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ اپنی کوٹھی نمبر 29-2 گلبرگ لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ صحت مند ہونے کی صورت میں ہمیشہ نماز جمعہ احمدیہ بلڈنگس میں التزام سے پڑھتے تھے۔ بیماری کی وجہ سے جمعہ میں تشریف نہیں لے جا رہے، حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت کے خدا رسیدہ بزرگوں سے التماس ہے کہ وہ نیم شبی دعاؤں میں مکرم بھائی صاحب کے لئے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد از جلد مکمل صحت عطا فرماوے۔ شاید بعض حضرات کو علم نہ ہو کہ آپ کو قرآن کریم اور حضرت اقدسؑ اور ان کی کتب سے غیر معمولی عشق ہے۔ والسلام

محمد عبد اللہ ولد شیخ محمد جان صاحب مرحوم وزیر آباد

ایک اور درخواست

— سید حسن شاہ صاحب گوجرانوالہ کچھ عرصہ سے گلے کی رسولی سے بیمار چلے آ رہے ہیں احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

دعا کیجئے

محترم مولانا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری دو تین ہفتہ سے بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو مکمل شفاء عطا فرمائے۔ محترم مصری صاحب کا وجود گرامی ایک قیمتی اثاثہ ہے، احباب دردِ دل سے ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

امریکہ میں تبلیغ اسلام

(بسلسلہ صفحہ ۲)

یہ مجلس تین چار گھنٹے جاری رہی۔ مہمان دلہن کے مداح تھے کہ دولہا کے لئے اچھا جوڑا ہے۔ اور ہر طرف سے مبارک بادی ہو رہی تھی۔ مہمان تحفوں کے آراستہ پارسل ساتھ لائے تھے۔ جو دولہا اور دلہن کے حوالے کئے گئے۔ چونکہ یہ دعوت اس علاقہ کے دوستوں تک محدود تھی۔ لہذا سان فرانسسکو کے احباب کو مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ اگلے ہفتے انشاء اللہ تعالیٰ ایک اور دعوت کا بندوبست کیا جاوے گا تاکہ جن دوستوں کو مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ ان کو دعوت دی جاوے اور کسی قسم کی شکایت پیدا نہ ہو۔

شکریہ کا خط

مسٹر سالمن اور مسز جازیفن جن کی شادی اور قبولیت اسلام کا تذکرہ مندرجہ بالا سطور میں ہو چکا ہے اپنے انگریزی خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ڈیر مسٹر عبد اللہ۔ آپ نے جو قرآن مجید کا خوبصورت تحفہ ہمیں دیا ہے۔ اس کے لئے ہم آپ کے شکرگذار ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے ہماری شادی اور قبولیت اسلام کی رسومات ادا کر کے ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ہم اس کے لئے آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہیں جونہی اس تقریب کے فوٹو تیار ہوئے آپ کو چند ایک بھیج دیئے جاویں گے۔ والسلام

آپ کے اسلامی بھائی اور بہن

سالمن۔ جوزیفین شیپٹل۔"

عزیزی ظفر اقبال کی واپسی امریکہ

عزیزی ظفر اقبال کے تازہ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیگم کے ساتھ ۱۵ اگست کو لاہور سے امریکہ روانہ ہو رہے ہیں اور براستہ مکہ معظمہ امریکہ جاویں گے اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں چند روز قیام کریں گے۔ دعا فرماویں کہ خداوند کریم ان کے سفر کو کامیاب کرے اور وہ امریکہ پہنچ کر اسلام کے سچے خادم اور مشنری ثابت ہوں۔

قربانی کا قابل قدر نمونہ

عزیزی ظفر اقبال نے مذہبی تعلیم کی خاطر پاکستان جانے میں قابل قدر قربانی کی مثال قائم کر دی ہے۔ کالج کی تعلیم ختم کرنے کے بعد اعلیٰ ملازمت حاصل کرنے کی کوششیں ہوتی ہیں اور دنیاداری کا بھوت سر پر سوار ہوتا ہے لیکن اس نے باپ کے مشورہ پر لبیک کہی اور اپنی مستقل ملازمت سے استعفیٰ دے کر دیوانہ وار لاہور جانے کی تیاری شروع کر دی۔ پراویڈنٹ فنڈ میں تین چار سو ڈالر کا خسارہ منظور کر لیا۔ کوئی اور ہوتا تو کہتا کہ بوڑھے باپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ آج کل مذہب کو کون پوچھتا ہے کہ میں اپنی عمر اس کے لئے خراب کروں۔ خدا کے لئے مجھے میری راہ پر چھوڑ دو۔ . . . . اس نے کسی کے مشورہ کی پرواہ کئے بغیر پاکستان میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ادارۃ القرآن میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے کمر باندھ لی۔ خداوند کریم کا شکر ہے۔ کہ اس نے تین سال کے قیام میں مذہبی تعلیم حاصل کی ہے اور اس کو بزرگانِ جماعت کی نیک صحبت میں بیٹھنے اور ان کے ساتھ نمازیں ادا کرنے کے مواقع حاصل ہوتے رہیں۔

واپسی سے چند ماہ پیشتر ان کی حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی مرحوم و مغفور کی پوتی سے شادی بھی ہو گئی ہے۔ احباب سلسلہ اور بزرگانِ ملت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ عزیز موصوف اور ان کی بیگم کے لئے دعا فرماویں کہ خداوند کریم ان دونوں کو دین و دنیا میں کامیاب فرماوے۔ آخر میں ان تمام دوستوں اور بزرگوں کا شکرگذار ہوں جنہوں نے ہر طرح سے عزیزی ظفر اقبال کی امداد اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

خاکسار۔ محمد عبد اللہ
یکم اگست ۱۹۷۱ء

چار ستمبر کا دن یاد رکھیں

اس روز مقامی جماعت احمدیہ لاہور، محترم مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن (جرمنی) کے اعزاز میں ایک استقبالیہ کا اہتمام کر رہی ہے۔ محترم بٹ صاحب جرمنی میں تبلیغِ اسلام کا کام پندرہ سال سے سرانجام دے رہے ہیں، آج کل پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ احباب جرمنی میں تبلیغ اسلام کے لئے ان کی سرگرمیوں کو ان کی زبانی سن کر بے حد محظوظ ہونگے۔

آئندہ اشاعت میں مقام اور وقت کا اعلان ملاحظہ کیجئے گا۔

سیکرٹری۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور

(بقیہ صفحہ ۱۱)
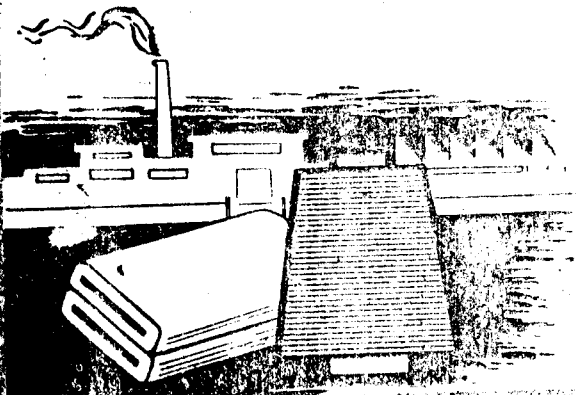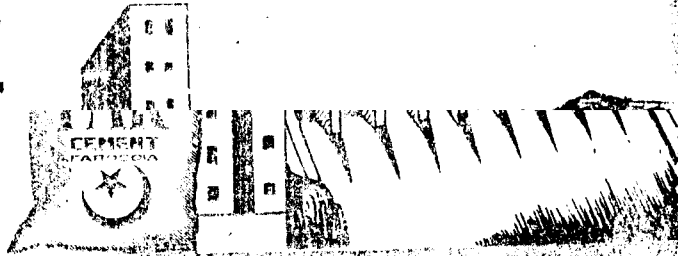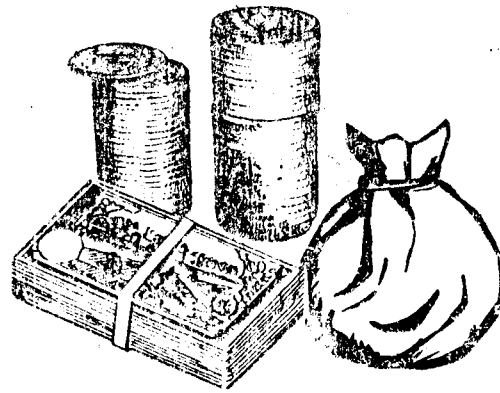
عمل تھیں۔ لیکن حضرت صاحبؑ کی کشفی آنکھ نے دیکھ لیا تھا کہ سائنس فلسفہ پرور ہوگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ عیسائیت کمزور دین ہے کہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔ سائنس اور مذہب کے مقابلہ میں عیسائیت شکست کھا جائے گی۔ اسلام اور سائنس کا مقابلہ ہوگا اور اسلام غالب آجائے گا۔ پس ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اس کا اجر تو اللہ تعالےٰ نے ہمیں مفت میں دینا چاہتا ہے۔ لیکن ہم جو اسرابات کے مدعی ہیں اگر اس کے لئے جدوجہد نہ کریں گے تو اللہ تعالےٰ یہ کام کسی اور کے سپرد کر دے گا۔ میں پھر تمام دوستوں کا جو اپنے وقت مال اور آرام کی قربانی کر کے یہاں آئے ہیں اور ہمارے ساتھ کچھ وقت گذارا ہے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میزبان کا یہ حق ہوتا ہے کہ مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے۔ تاہم اگر ہم سے کوئی کوتاہی اور فرد گذاشت ہوگئی ہو تو ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کا اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ بعدازاں جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۲

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۵۳۷۳۷

تار کا پتہ: "تبلیغ لاہور"

عشقِ الٰہی میں پیش آنے والے مصائب لذّت کا موجب ہوتے ہیں

وہ لذّت و سرور ہی تھا جس نے صحابہؓ کو مصائب و مشکلات میں حق پر قائم رکھا

مجدّدِ زمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ گرامی

محبّت ایک ایسی شئے ہے کہ وہ سب کچھ کرا دیتی ہے۔ ایک شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو معشوق کے لئے کیا کچھ نہیں کر گزرتا۔ ایک عورت کسی پر عاشق تھی۔ اس کو کھینچ کھینچ کر لاتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ ماریں کھاتی تھی۔ مگر وہ کہتی تھی۔ کہ مجھے لذّت ملتی ہے۔

جبکہ جھوٹی محبّتوں فسق و فجور کے رنگ میں جلوہ گر ہونے والے عشق کے اندر مصائب اور مشکلات کے برداشت کرنے میں ایک لذّت ملتی ہے تو خیال کرو کہ وہ جو خدا تعالےٰ کا عاشق زار ہو اس کے آستانۂ الوہیت پر نثار ہونے کا خواہشمند ہو وہ مصائب اور مشکلات میں کس قدر لذّت پا سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت دیکھو مکہ میں ان کو کیا کیا تکلیفیں پہنچیں۔ بعض ان میں سے پکڑے گئے۔ قسم قسم کی تکلیفوں اور عقوبتوں میں گرفتار ہوئے۔ مرد تو مرد بعض مسلمان عورتوں پر اس قدر سختیاں کی گئیں کہ ان کے تصوّر سے بدن کانپ اٹھتا ہے۔ اگر وہ مکّہ والوں سے مل جاتے تو اس وقت بظاہر وہ ان کی بڑی عزّت کرتے کیونکہ وہ ان کی برادری ہی تو تھے۔ مگر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو مصائب اور مشکلات کے طوفان میں بھی حق پر قائم رکھا۔ وہی لذّت اور سرور کا چشمہ تھا جو حق سے پیار کی وجہ سے ان کے سینوں سے پھوٹ نکلتا تھا۔

ایک صحابیؓ کی بات لکھا ہے کہ جب اس کے ہاتھ کاٹے گئے تو اس نے کہا کہ میں وضو کرتا ہوں

(باقی بر صفحہ کالم ...)

چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلّی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔ — الوصیۃ

بحرِ حکمت کے موتی

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

عن جریر بن عبد اللہ عن النّبیّ صلّے اللّٰہ علیہ وسلّم قال من لا یَرحم لا یُرحم۔

ترجمہ:—

حضرت جریر بن عبد اللہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ہمسایہ سے نیک سلوک کی تاکید

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا عن النّبیّ صلّے اللّٰہ علیہ وسلّم قال ما زال یوصینی جبریل بالجار حتّٰی ظننت انّہٗ سیورّثہٗ۔

ترجمہ:—

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا جبریلؑ برابر مجھ کو ہمسائے کے ساتھ (نیک سلوک کی) تاکید کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اس کو وارث بنا دے گا۔

نوٹ۔ از حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ: ہمسایہ مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلم بھی تو دونوں سے نیک سلوک کا حکم ہے۔

(فضل الباری)

ہفت روزہ پیغامِ صلح
خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر دوستوں تک پہنچائیں

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسلؐ خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

اسلام طاقتور ہے

وہ دہریت والی سائنس پر غالب آئے گا

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعہ دین کو غلبہ دونگا

ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس عہد کے ایفا کا اہل بنائیں

جلسہ سالانہ ایبٹ آباد میں محترم ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کی الوداعی تقریر

تلاوت قرآن کریم کے بعد فرمایا:۔

کل میں نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا کہ اس نے ہمیں ایبٹ آباد میں جماعت کا پانچواں سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج میں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے ہمارے اس جلسہ کو برکت بخشی۔ اس لحاظ سے کہ اس میں جس قدر تقریریں کی گئیں وہ نہایت ہی قیمتی تھیں۔ بعض تقریروں کے متعلق نہ صرف میرا بلکہ دوسرے لوگوں کا یہ تاثر ہے اور بعض دوستوں نے بھی مجھ سے ذکر کیا ہے کہ اس پایہ کی تقریریں پہلے کم سُنی گئی ہیں۔ یہ برکت ہمارے جلسہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ اس کے لئے ہم اس کے شکر گذار ہیں۔ اور اس لئے بھی شکر گذار ہیں کہ ہمارے کئی دوست بہت دُور دُور سے تشریف لائے اور ان کی شمولیت سے ہمیں بھاری روحانی لذت نصیب ہوئی۔ میں تقریریں کرنے والوں کا فرداً فرداً کیا نام لوں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگرچہ ان لوگوں کی تقریریں پہلے بھی سُنی ہیں لیکن اس دفعہ کی بعض تقریریں بہت ہی بے نظیر تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کے اظہار کے بعد مجھے تھوڑے سے وقت میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ تقریروں میں حسن بیان یا معارف اور نکات کا بیان یہ علمی معلومات کا اضافہ انسان کے دل کو خوش کرتا ہے۔ ہمارے ایک بزرگ کہتے تھے کہ اکثر تقریریں سننا سُنانا صرف کانوں کی عیاشی ہوتی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور اگر یہ تقریریں بھی ہمارے لئے صرف ایک ذہنی عیاشی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تو پھر اس جلسے کا مقصد پورا نہیں ہوتا لیکن اگر اس سے بڑھ کر ہمیں ان تقریروں کا کچھ فائدہ ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس جلسے کے انعقاد کی غرض پوری ہو چکی ہے۔ تو سب سے پہلے میں اپنے آپ کو اور پھر اپنے بھائیوں اور بہنوں کو مخاطب کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ ہم نے یہاں سُنا۔ اس کو اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ اور صرف دلوں میں جگہ دینا ہی کافی نہیں۔ اس کو اپنے عمل میں داخل کریں۔ تو پھر ہی اس جلسہ کی صحیح غرض پوری ہو سکتی ہے۔

حضرت مامور زمانہ نے ہمارے سامنے جو مقصد رکھا ہے۔ اس سے بڑا کام اور مقصد اور کوئی نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کا نام دُنیا کے کونوں تک پہنچانا ہے۔ اس مامورِ الٰہی نے بڑے یقین اور دعوے کے ساتھ کہا ہے کہ اسلام کے غلبہ کا آخری زمانہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو اس جماعت کے ذریعہ پورا کرے گا۔ یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ جب وہ مامور آیا اس وقت اسلام بڑے الخطاط کے دَور سے گذر رہا تھا۔ اس وقت اسلام کی سب سے بڑی معاند عیسائیت تھی۔ لیکن حضرت صاحب نے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ عیسائیت تو خود بخود مٹتی جاتی ہے۔ بڑا فتنہ تو دہریت والی سائنس ہے۔ اگرچہ سائنس اس وقت بھی کافی ترقی کر چکی تھی لیکن جو محیرالعقول ترقی اس وقت ہوئی وہ موجود نہ تھی۔

آج سے اسّی سال پہلے کی بات ہے جب حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ

> عیسائیت تو خود بخود مٹتی جاتی ہے، لیکن بڑا فتنہ دہریت والی سائنس ہے۔ خدانخواستہ اسے دیر یا مُہلت مل گئی تو پھر ساری دنیا دہریہ ہونے پر آمادہ ہو جائیگی سائنس اور مذہب کا اس وقت مقابلہ ہے۔ عیسائیت کمزور دین ہے سائنس کے آگے گر جائیگا لیکن اسلام طاقتور ہے سائنس پر بہ انشاءاللہ غالب آئے گا۔

اور یہ جو آپؑ فرماتے ہیں کہ اس دہریت والی سائنس پر بھی اسلام غالب آئے گا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ :۔

> اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعہ دین کو غلبہ دوں گا۔"

اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے متعلق تو یہ تصریح موجود ہے ان اللہ لا یخلف المعاد وہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔ ؎

> منت ازیں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
> قضائے آسمانست ایں بہرصورت شود پیدا

یہ تو اللہ تعالیٰ مفت میں تجھے اجر دینا چاہتا ہے۔ ورنہ اس قضائے آسمانی نے تو پورا ہو کر رہنا ہے۔ ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم ہی اس مامور الٰہی کی جماعت ہیں۔ اگر ہم اس کے لئے جد و جہد نہ کریں گے تو پھر یہ وعدہ ہمارے ہاتھوں تو پورا نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ دوسری قوم کھڑی کر دے گا۔ جب ایک قوم کسی کام کرنے کی اہلیت کھو بیٹھتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسری قوم کو لے آتا ہے۔

یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ تمہیں بدل کر کسی اور کو کھڑا کر دیگا۔ وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے۔ ہم ان باتوں کو ذہن میں رکھیں اور جو قیمتی باتیں ہم نے سنی ہیں ان کو اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ اور دلوں کی باتوں کو اپنے اعمال میں لے آئیں اور نیک امور کی انجام دہی میں زیادہ مستعدی دکھائیں اور اس عہد کو کہ ہم دین کو دُنیا پر مقدم رکھیں گے۔ ہر وقت اپنے سامنے رکھیں۔ آج آپ نے کیا کیا قیمتی خیالات ذکراللہ کی بابت سُنے یہ وہ چیز ہے جو روح کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ آج تو دُنیا زر کی پوجا میں لگی ہوئی ہے اور ذکر الٰہی سے سراسر غافل ہے اگر ہم اپنے اس عہد کو کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" نبھانے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی نظر قلت و کثرت پر نہیں ہوتی وہ تھوڑوں کی کوشش میں برکت ڈال دیتا ہے۔ انبیاء اور مامورین پہلے تنہا ہی ہوتے ہیں۔ پھر چند لوگ ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں وہ کتنا بڑا کام کر جاتے ہیں اس لئے کہ اللہ کی نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

اب جلسہ کے اختتام پر آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ آپ ہمیشہ اپنا مقصد سامنے رکھیں اور وہ کام جو ہمارے پیشرو ہمارے سپرد کر گئے ہیں اس کا پورا پورا حق ادا کریں۔ اسی مقصد کے لئے یہ جماعت بنی ہے اور یہی وہ غرض ہے جس کے لئے اس قسم کے جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔

اب میں اپنے تمام دوستوں کو جو اپنے وقت مال اور آرام کی قربانی کر کے یہاں تشریف لاتے ہیں اور ہمارے ساتھ کچھ وقت گذارا ہے اور بعض دوست بہت دُور دُور سے بھی آتے ہیں۔ کیپٹن عبدالماجد صاحب کو ہی دیکھئے کہ خدا انہیں کہاں سے لے آیا۔ میں فرداً فرداً فہرست کیا گنوں گا۔ ہم سب کے شکر گذار ہیں اور ایسے موقعہ پر مہمانوں کی خدمت کا میزبانوں پر حق ہوتا ہے اسے ہم کما حقہ ادا نہیں کر سکے۔ اس میں جو کوتاہی ہو اس کے لئے ہم معذرت چاہتے ہیں۔ یہ ایک جہاد ہے جس کے لئے آپ تشریف لاتے ہیں اور جہاد میں تو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہم دعا کریں گے اور جلسہ کا اختتام ہوگا۔ (دُعا کی گئی)

مَلفُوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

آخر لکھا ہے۔ کہ سر کاٹو تو سجدہ کرتا ہوا مر گیا۔ اس وقت اس نے دعا کی کہ یا اللہ حضرت کو خبر پہنچا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ میں تھے جبرئیلؑ نے جا کر السلام علیکم کہا اور آپؐ نے علیکم السلام کہا اور اس واقعہ پر اطلاع ملی۔ غرض اس لذّت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کچل کر مر جانا منظور ہوتا ہے۔ اور مؤمن کو سخت سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں۔ سچ پوچھو تو مؤمن کی نشانی ہی یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ مقتول ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو کہدیا جاوے کہ یا نصرانی ہو جا یا قتل کر دیا جاوے گا اس وقت دیکھنا چاہیئے کہ اس کے نفس سے کیا آواز آتی ہے۔ آیا وہ مرنے کے لئے سر رکھ دیتا ہے۔ یا نصرانی ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر مرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ تو وہ مومنِ حقیقی ہے ورنہ کافر ہے۔ غرض ان مصائب میں جو مؤمنوں پر آتے ہیں اندر ہی اندر ایک لذّت ہوتی ہے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اگر یہ مصائب لذّت نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السّلام ان مصائب کا ایک دراز سلسلہ کیونکر گذارتے۔

ملفوظات احمدیہ
جلد اوّل

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں (منیجر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۵؍اگست ۱۹۷۱ء

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فراست

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں نزول مسیح کی پیشگوئی پر بحث کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ :-

"پیشگوئیوں کے سمجھنے میں قبل اس کے جو پیشگوئی ظہور میں آوے بعض اوقات نبیوں نے بھی غلطی کھائی ہے پھر اگر کسی صحابی نے غلطی کھائی تو کونسی بڑے تعجب کی بات ہے۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی فراست اور فہم تمام اُمّت کی فراست اور فہم سے زیادہ ہے بلکہ اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آجائیں تو میرا تو یہی مذہب ہے جس کو دلیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں کہ تمام نبیوں کی فراست اور فہم آپ کی فراست کے برابر نہیں مگر پھر بھی بعض پیشگوئیوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود اقرار کیا ہے کہ میں نے ان کی اصل حقیقت کے سمجھنے میں غلطی کھائی، میں پہلے اس سے کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صاف طور پر فرما دیا تھا کہ میری وفات کے بعد میری بیبیوں میں سے پہلے وہ مجھ سے ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے روبرو ہی بیبیوں نے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی اس پیشگوئی کی اصل حقیقت سے خبر نہ تھی اس لئے منع نہ کیا کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے، آخر اس غلطی کو پیشگوئی کے ظہور کے وقت نے نکالا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس عبارت میں جہاں پیشگوئیوں کی حقیقت کو قبل از ظہور سمجھنے میں غلطی کے امکان کا ذکر ہے وہاں حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فراست کا بھی کھلے لفظوں میں اقرار کیا گیا ہے اور صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ آپ کی فراست اور فہم تمام اُمّت کی فراست اور فہم سے زیادہ ہے بلکہ تمام نبیوں کی فراست اور فہم بھی آپ کی فراست کے برابر نہیں۔

لیکن اخبار الاعتصام کے ایک نامہ نگار نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس بیان کو بازیگری قرار دیا ہے، کہ ایک طرف تو رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ آپکی فراست اور فہم کو تمام اُمّت اور انبیاء کی فراست اور فہم سے بڑھ کر قرار دیا ہے لیکن دوسری طرف ساتھ ہی پیشگوئیوں کی اصل حقیقت کو قبل از ظہور نہ سمجھنے کا ذکر کرکے آپؐ کی شان کی معاذ اللہ تنقیص کی گئی ہے، وہ لکھتا ہے کہ :-

"جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوت پر آرے چلائے ہوں اور آپ کی ردائے نبوت چھیننے کی کوشش کی ہو اس سے بڑا گستاخ کون ہو سکتا ہے"

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے دہلوی دوست حضرت مرزا صاحب کے متعلق اس قسم کے گستاخانہ کلمات لکھ کر اپنی کم ظرفی کا ثبوت دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، حضرت مرزا صاحب نے تو اپنی کتابوں میں بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ :-

"قرآن شریف میں خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لانبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آ سکتا۔" (کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴)

لیکن ان لوگوں کو کیا کہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے آپ کی ردائے ختم نبوت چھین کر ایک پرانے نبی (حضرت عیسٰے علیہ السلام) کو پہنانے کے منتظر بیٹھے ہیں، تعجب ہے، اپنے اس عقیدہ سے کہ حضرت عیسٰے دوبارہ دنیا میں آ کر حضرت خاتم النبیّین کی مسند نبوت پر براجمان ہوں گے، ختم نبوت پر آرے خود چلا رہے ہیں، اور الزام حضرت مرزا صاحب پر دیتے ہیں جنھوں نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ:

"اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے لانبی بعدی اور باوجود اس کے حضرت مسیح کی وفات نصوص قطعیہ سے ثابت ہو چکی لہذا دنیا میں ان کے دوبارہ آنے کی امید طمع خام، اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کیونکر خاتم الانبیاء ہیں" (ایام الصلح صفحہ ۴۶)

حضرت مرزا صاحب کے اس بیان کی روشنی میں کیا معترض صاحب بتا سکتے ہیں کہ ردائے ختم نبوت حضرت مرزا صاحب نے چھینی ہے یا آپ کے آنے والے مسیح نے؟

اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اصل مضمون کی طرف آتے ہیں، جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی فراست کو تمام امت اور کل انبیاء سے بڑھ کر قرار دیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ پیشگوئیوں کی اصل حقیقت کو قبل از ظہور سمجھنے میں باوجود فہم و فراست آپ کو بھی غلطی لگی۔

ہم نہیں سمجھتے کہ اس میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان پر کیا دھبّہ لگتا ہے، کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ کئی ایک پیشگوئیوں کی حقیقت کو قبل از وقت سمجھنے میں آپ نے غلطی کھائی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی مثال دیتے ہوئے آنحضرت صلعم کے اس فرمان کا جو ذکر کیا ہے کہ میری وفات کے بعد میری بیبیوں میں سے سب سے پہلے وہ بی بی مجھے ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے اور ازواج مطہراتؓ نے آپ کے رُوبرو اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے اور آپ نے نہ فرمایا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد ظاہری لمبے ہاتھ نہیں، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آنحضرت صلعم کے "رُوبرو" ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے تھے، بہت اچھا! حدیث میں اگر ذکر نہیں تو کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ علم نہ ہو سکتا تھا کہ آپؐ کی ازواج نے لمبے ہاتھوں سے ظاہری لمبے ہاتھ مراد لئے ہیں؟ اس کو اگر حضرت مرزا صاحب نے "رُوبرو" کے لفظ سے تعبیر کیا تو کونسا اندھیر آ گیا؟

اور اسی ایک حدیث پر ہی کیا منحصر ہے، کیا معترض کو اس واقعہ کا علم نہیں جس کا ذکر خود حضرت مرزا صاحب نے ہی اسی ازالہ اوہام میں دوسری جگہ ان الفاظ میں کیا ہے :-

"اس خواب کی بناء پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے (لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا۔ ناقل) جو بعض مومنوں کے لئے ابتلا کا موجب ہوئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورّہ سے مکّہ معظمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل در منزل طے کر کے اس بلدۃ مبارکہ تک پہنچے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اس وقت اس رؤیا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی لیکن کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسی امید پر سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں ہی طواف میسّر آ جائے گا اور بلاشبہ رسول اللہ صلعم کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنے سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا، تب ہی تو خدا جانے کتنے روز تک مصائب سفر اُٹھا کر مکہ معظمہ میں پہنچے، اگر راہ میں متنبہ کیا جاتا تو آنحضرت صلعم ضرور مدینہ منورہ میں واپس آجاتے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۸)

تعجب ہے حضرت مرزا صاحب کے اس بیان کا ذکر معترض نے کیوں نہیں کیا باوجودیکہ ہاتھ ناپنے کے ذکر میں اسی صفحہ کا بھی اس نے حوالہ دیا ہے اور اسی صفحہ میں حضرت مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے:

"ایسا ہی سورہ روم کی پیشگوئی کے متعلق جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی تھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا کہ بضع کا لفظ لغت عرب میں نو برس تک اطلاق پاتا ہے اور اس میں بخوبی اطلاع نہیں کیا گیا کہ نو برس کی حد کے اندر کس سال تک یہ پیشگوئی پوری ہوگی، ایسا ہی وہ حدیث جس کے یہ الفاظ ہیں فذھب وھلی الیٰ انہ الیمامہ او الھجر فاذا ھی المدینہ یثرب صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اجتہاد سے پیشگوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔" (صفحہ ۶۸۹)

تعجب ہے معترض نے لمبے ہاتھوں والی حدیث کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کی ان بیان کردہ مثالوں کا ذکر کیوں نہیں کیا، کیا اس لئے کہ ان سے حضرت مرزا صاحب کا موقف صحیح ثابت ہوتا ہے۔ ان تینوں مثالوں کو پھر آپ پڑھیئے :-

(۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ایک رؤیا کی بناء پر یہ سمجھتے ہوئے کہ اس سال مکہ معظمہ کا حج میسّر آئے گا مدینہ سے چل پڑے لیکن واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ کا خیال غلط تھا، کیونکہ حج کرنے سے آپ کو روک دیا گیا، اور دوسرے سال حج میسّر آیا۔

(۲) غلبت الروم کی پیشگوئی کے متعلق حضور صلعم نے فرمایا کہ مجھے نہیں پتہ دیا گیا کہ کس سال یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔

(باقی برصفحہ کالم ۱)

جنوبی امریکہ میں چوتھی احمدیہ کونونشن

شیخ محمد طفیل صاحب کا مکتوب

سالانہ احمدیہ کونونشن کے سلسلہ میں مجھے ۷ر جولائی کو ویسٹ انڈیز اور جنوبی امریکہ کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ ایک رات نیویارک میں بسر کی اور دوسرے روز ساڑھے تین بجے ٹرنی ڈاڈ میں پہنچ گیا۔ بہت سے دوست ہوائی اڈے پر لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مذہبی کمیٹی کے صدر مسٹر فرزند علی صاحب نے اپنے ہاں ٹھہرنے کا انتظام کر رکھا تھا۔ کمال ہیڈل کے والدین نے شام کو بہت سے دوستوں کو کھانے پر بلایا ہوا تھا۔ خیال تھا کہ کمال صاحب بھی اسی دن پہنچ جائیں گے لیکن وہ ایک ہفتہ کے لئے انگلستان ٹھہر گئے۔

۱۴ر جولائی کو دوست احباب ملنے کے لئے آتے رہے۔ جو نوجوان لڑکے لڑکیاں نظمیں پڑھتی تھیں ان کو حضرت صاحبؑ کی نظمیں صحیح طور پر پڑھنا سکھایا جن کے عنوان یہ ہیں:۔

(۱) نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا

(۲) جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے۔

جناب اعظم صاحب علوی کی نظم

(۳) ہم دین کی خاطر دنیا کی ہر چیز کو قرباں کر دیں گے

بھی نئی نظموں میں شامل ہے۔

۱۰ر تاریخ سے مختلف جماعتوں میں جانے کا پروگرام شروع ہو گیا جس کا سلسلہ ۲۸ر جولائی تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں عالیجا محمد کے صاحب زادے واٹس محمد بھی تشریف لے آئے اور وہ بھی مختلف جلسوں اور پروگراموں میں شریک ہوتے رہے۔ ٹرنی ڈاڈ میں ۱۲ دن بس آنکھ جھپکتے ہی گذر گئے۔ ۲۹ر تاریخ کو گیانا جانے کی تیاریاں ہو گئیں۔

شیخ میاں فاروق احمد صاحب کی آمد

گھانا سے ہمارے مبلغ ملّم ایس۔پی تاپو بھی پہنچنے والے تھے لیکن عین اس وقت پر تار ملا کہ بیمار ہو گئے ہیں اور ڈاکٹر نے سفر سے منع کر دیا ہے۔ اس خبر سے دوستوں کو بہت مایوسی ہوئی۔ جواباً تار بھیجا گیا کہ جب بھی صحت ہو جائے تشریف لے آویں۔

گیانا جانے کے لئے ہوائی اڈے پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ میاں فاروق احمد شیخ بھی اسی فلائٹ سے سفر کر رہے ہیں۔ پاکستان کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ان کا اتنا دُور دراز کا سفر اختیار کرنا مشکل نظر آتا تھا دوست انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

واٹس محمد صاحب، میاں فاروق احمد صاحب اور خاکسار چند دیگر دوستوں کے ہمراہ کنونشن سے دو روز قبل گیانا کے لئے روانہ ہو گئے۔

گیانا کی جماعتوں کی مہمان نوازی

گیانا پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے ترقی پر ہے اور دونئی مسجدیں ہمارے ساتھ پورا تعاون کر رہی ہیں۔ ریڈیو کے پروگرام باقاعدہ جاری ہیں۔ اور اسلامک گارڈین باقاعدہ شائع ہو رہا ہے ان نئی جماعتوں کے لئے باہر سے آئے ہوئے قریباً سو مہمانوں کی رہائش طعام اور ٹرانسپورٹ کا انتظام کرنا بہت مشکل نظر آتا تھا۔ لیکن انہوں نے جس خوش اسلوبی سے یہ کام سرانجام دیا اسے دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ ہماری کنونشن ایک شہر میں ہی نہیں تھی بلکہ گیانا کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھی۔ یوں سمجھئے کہ ہمارا قافلہ آج لاہور میں ہے تو دوسرے روز جہلم میں پھر دو دن پنڈی میں ہے تو دو دن پشاور میں ہر جگہ نئے قیام و انتظام۔ لیکن ان دوستوں کی ہمت بھی قابلِ داد ہے۔ کسی جگہ بھی انہوں نے خاطر و مدارات میں کمی نہیں کی۔ بعض مقامات پر مخالفین نے بالکل بائیکاٹ کیا۔ بعض غیر احمدی دوستوں نے اپنے گھروں کے دروازے ہمارے ممبروں کے لئے کھول دیئے تھے۔ جس گھر میں مجھے اور میاں فاروق احمد صاحب کو ٹھہرایا گیا تھا وہ غیر احمدی گھرانہ تھا۔ اس گھر میں ایک مولوی صاحب بچوں کو قرآن پڑھانے آتے تھے۔ ان مولوی صاحب نے ان بچوں کو منع کر دیا کہ جب تک ہم لوگ اس گھر میں ہیں وہ ہم سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ ان کے والد صاحب تو ہمیں ادھر ادھر لئے پھرتے تھے لیکن ان کا ایک بارہ سال کا لڑکا ہم سے کتراتا تھا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا انہوں نے مولوی صاحب کی نصیحت کا اپنے والد سے ذکر کر ہی دیا پھر والد کے کہنے پر میرے ساتھ

[illegible] دوست [illegible] ہمارے [illegible] کام کے متعلق باتیں پوچھتا رہا اور تبدیلیاں بھی ہمارے لٹریچر [illegible] میں [illegible] ہوتا رہا [illegible] خاندان کے قریب ہی ایک عظیم مسجد تعمیر کر رہی ہے۔ یہ لوگ پہلے ہمارے مخالف تھے لیکن اب انہوں نے ہمارے کام کو دیکھ کر ہم سے میل جول شروع کر دیا ہے اور یہ بات مخالف مولویوں کو بہت کھٹکتی ہے اور انہیں یہ خوف ہے کہ دیگر خاندانوں کی طرح یہ خاندان بھی ہماری طرف نہ جھک جائے۔

وزیر مواصلات سے ملاقات

ہفتہ کے روز آنریبل محمد قاسم وزیر مواصلات کے دفتر میں ملاقات کے لئے گئے اور کوئی ایک گھنٹہ کے قریب ان سے مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ محمد قاسم صاحب حکومت گیانا میں سینئر وزیر ہیں اور ہمارے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں اور ہماری مجلسوں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں۔ چند سال ہوئے گیانا میں میرا ایک لیکچر ہوا تھا ابھی تک اس کی بعض باتیں یاد کر کے محظوظ ہوتے ہیں۔ انہوں نے وزیر اعظم سے ہمارے وفد کے قائدین کو ملانے کا وعدہ کیا۔

سرینام سے آنے والے دوست

سرینام سے جناب مولوی عبدالرحیم جلو، ڈاکٹر جمال الدین اور آٹھ دوسرے دوست تشریف لائے تھے۔ ہفتہ کے روز ہمارے دوسرے دوست ٹرنی ڈاڈ سے پہنچ گئے جہاز ایک گھنٹہ لیٹ ہو گیا تھا اس لئے سب کو جلد از جلد ان کے اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ (باقی۔باقی)

استقبالیہ کا التواء

پیغام صلح کی گذشتہ اشاعت میں اعلان ہوا تھا کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام محترم مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ اسلام جرمنی کے اعزاز میں ۴ر ستمبر کو ایک استقبالیہ دیا جا رہا ہے۔ یہ تقریب بوجوہ چند فی الحال ملتوی کر دی گئی ہے اور ستمبر کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوگی۔ تاریخ و پروگرام کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

ڈاکٹر مبارک احمد شیخ

آنریری جنرل سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

بک بنک کا قیام

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور نے مستحق طلباء کی امداد کے لئے ایک بک بنک قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایسوسی ایشن ان تمام طلباء سے جنہوں نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کر لیا ہے یا دے رکھا ہے، پُرزور درخواست کرتی ہے کہ وہ اپنی کتابیں احمدیہ بک بنک کو دے دیں تاکہ ان کے غریب بھائی ان سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ شکریہ

پتہ:۔ خاکسار ارجمند صادق

جنرل سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن

احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار احمدیہ

شیخ غلام رسول صاحب وفات پا گئے

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست شیخ غلام رسول صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر پونچھ جو کچھ عرصہ مرکزی انجمن کے دفتر میں بھی کام کر چکے ہیں، گذشتہ ہفتہ دماغ کی رگ پھٹ جانے سے وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم کے سب سے بڑے فرزند غلام احمد صاحب کنزرویٹر محکمہ جنگلات پشاور کچھ عرصہ سے امریکہ گئے ہوئے ہیں، دوسرے بیٹے غلام ربانی صاحب پی۔ایف۔ایس جو وزارت خارجہ پاکستان میں ڈائرکٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔ شیخ صاحب کی وفات سے چند دن پہلے کونسل جنرل کے عہدہ پر فائز ہو کر مسقط تشریف لے گئے (انہیں ۱۴ر اگست کو یوم آزادی کے موقعہ پر صدر پاکستان کی طرف سے تمغہ پاکستان کا خطاب بھی عطا ہوا ہے) تیسرے صاحبزادہ غلام جیلانی کامران پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اور سب سے چھوٹے فرزند سعید احمد صاحب بوقت وفات لاہور میں موجود تھے، اور انہوں نے تجہیز و تکفین کے فرائض ادا کئے اور چند احباب اور دیگر دوستوں کی معیت میں مرحوم کو میانی صاحب کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ ہم مرحوم کے ان سب فرزندانِ گرامی اور دیگر لواحقین و پسماندگان کے ساتھ اس صدمہ میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

منکرین خدا اور دہریہ منش اصحاب کے لئے کھلا چیلنج

کلام خدا (قرآن کریم) اور پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفٰے خدائے تعالٰے کے وجود پر دو لا مثل ولا جواب اور محکم شہادتیں ہیں۔

خدا تعالٰی کا وجود اپنی معجزانہ طاقتوں، خوارق نشانوں اور قدرتوں سے ہی پہچانا جاتا ہے

اسلام میں مجدّدین کا سلسلہ خدائی کلام اور نشانات پر زندہ گواہی کے لئے جاری رکھا گیا ہے

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۷۱ء

فرمودہ

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

وخلق الله السموات والارض بالحق ولتجزی کل نفس بما کسبت وهم لا یظلمون ــــ ولکنّ اکثر النّاس لا یعلمون ــــ (الجاثیة ۴۵: ۲۲ تا ۲۶) ــــ

یہ زمانہ علم اور عقل کی ترقی کا زمانہ ہے۔ اس لئے آج کل کسی عقیدہ کو ماننے اور تسلیم کرنے کے لئے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس کی تائید میں ثبوت فراہم کئے جائیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک ہم ان ظاہری حواس کے ذریعہ ثبوت نہ پالیں اس وقت تک ہم کوئی عقیدہ نہیں مان سکتے۔ اس زمانہ میں پہلے زمانہ کی نسبت وہ لوگ جو اللہ تعالٰے کی ہستی کے منکر ہیں، زیادہ کثرت کے ساتھ ہیں۔ اور ان کا سوال یہی ہوتا ہے کہ بتائیں کہ خدا کہاں ہے۔ کس جگہ ہے۔ کیسا ہے اور کس نے دیکھا ہے۔ ہمیں بھی دکھائیے۔ اس پر کس نے اطلاع پائی ہے ہمیں بتلائیے وغیرہ پھر منکرین ہستی باری تعالٰے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو انسان کی ایک کمزوری ہے کہ وہ بعض وقت خوف کھاتا ہے اور بچنے کے لئے وہ کسی سہارے کی تلاش کرتا ہے۔ اس کمزوری کا علاج وہ اس طرح کرتا ہے کہ ایک غیر مرئی خیالی اور ظنّی چیز کو تسلیم کرکے اسکا فرضی سہارا بھروسہ لے لیتا ہے۔

ایک دفعہ روس کے سابق وزیر اعظم مسٹر خروشیف نے بھی طنزاً خدا کی ہستی پر پھبتی کستے ہوئے یہ کہا تھا کہ ہم نے تو آسمانوں میں بھی جاکر دیکھ لیا ہے ہمیں کہیں خدا نظر نہیں آیا۔ قرآن کریم میں اس کا جواب موجود ہے کہ آیا ان آنکھوں سے خدا تعالٰے کو دیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت موسٰے نے کہا ربّ ارنی انظر الیک کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ میں تیری طرف ایک نگاہ کروں۔ قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل

اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ ان ظاہری حواس کے ذریعہ تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکو گے لیکن اس پہاڑ کی طرف نظر اٹھاؤ تو پہاڑ پر تم جلوہ الٰہی کا نمونہ دیکھو گے۔ اس طرح اللہ تعالٰے کی ذات دیکھی جا سکے گی کیونکہ وہ اپنی عظیم طاقتوں، غیر مرئی عظیم طاقتوں کے وجود اور بالاتر بشری قدرتوں کے ذریعہ سے نظر آتا ہے۔ اسی قسم کا سوال بنی اسرائیل نے بھی کیا تھا۔ یٰموسٰی لن نؤمن لک حتٰی نری اللّٰہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ و انتم تنظرون ثم بعثنٰکم من بعد موتکم لعلّکم تشکرون

اے موسٰے ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ظاہرا آنکھوں سے خدا کو نہ دیکھ لیں تو اس پر بجلی کی کڑک سے تم پر بے ہوشی کے بعد تمہیں پھر سے ہوش دی تاکہ تم خدا کا شکر ادا کرو۔

غیر مرئی عظیم طاقتوں کا وجود

ہم دیکھتے ہیں کہ سائنسی علم اور انسانی عقل نے اس دور میں بہت ترقی کی ہے۔ ان ایجادات اور دریافتوں میں سے بجلی اور ایٹم کی دریافت عظیم ایجادیں ہیں۔ لیکن یہ دونوں لا انتہا طاقت در نظر آنے والی چیزیں نہیں ہیں مگر تاہم کیا ہم انکے وجود سے کبھی انکار کر سکتے ہیں اسی طرح اللہ تعالٰی کی ذات کا معاملہ ہے۔ وہ صرف اپنی قدرتوں اور نشانوں کے ذریعہ نظر آتا ہے۔ دوسری بات جو منکرین خدا کہتے ہیں یہ ہے کہ بالفرض یہ

مان لیا جائے کہ اس کائنات کے پیچھے ایک عظیم الشان طاقت کام کر رہی ہے۔ جس نے اس دنیا کے نظام کو سنبھالا ہوا ہے لیکن اس ہستی کا ہماری زندگی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس کو مسبب الاسباب اور علّت العلل مان لینے سے یا نہ ماننے سے ہر دو صورتوں میں ہماری زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے؟ یہی نہیں بلکہ وہ اس سے بھی ایک قدم آگے جاتے ہیں کہ دین و مذہب کو ماننے سے نہ صرف کوئی فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان ہی ہوتا ہے۔ اور انسان نے مختلف مذاہب میں تقسیم ہو کر آپس میں تنگ دلی اور تعصب و تنگ نظری پھیلا رکھی ہے جس سے انسان انسان کی خونریزی کا مرتکب ہوتا چلا آیا ہے۔ مذہب کے نام پر انسان نے اپنے بھائی بندوں پر بڑا ظلم و ستم روا رکھا ہے اور یہ کہ مذہبی اعتقادات ایسے ہیں جو انسان کو ترقی سے روکتے ہیں چنانچہ ان اعتقادات میں تقدیر، توکل اور دعا ایسے امور ہیں کہ انسان زندگی کی عملی جدوجہد سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ مذہب کی مثال ان کے نزدیک ایسی ہے جس طرح سے کسی آدمی کو افیون کھلا دی جائے۔ تو اس کو پھر اس کا نشہ چڑھ جائے۔ اور وہ دنیا جہان سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور سرور و نشہ میں مست محو ہو کر زندگی کے حقائق اور اس کی جدوجہد سے غافل و بے پروا ہو کر میٹھی نیند سو جاتا ہے اسی طرح مذہب بھی ایک افیون ہے جو لوگوں کو کھلا دی جاتی ہے جس سے انسانی ترقی پر معکوس اثر پڑتا ہے۔ اس قسم کے اعتراضات

ہیں جو مذہب کے بارے اٹھائے جاتے ہیں یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ غیر مسلم خدا کی ہستی کے منکر ہوں تو ہوں۔ مگر اس دور میں مسلمان بھی خدا کے منکر ہوتے جاتے ہیں ان کی اولادیں دہریت کی طرف مائل ہیں اور پھر بعض احمدیوں کی اولاد میں سے وہ لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو علانیہ خدا کا انکار کر رہے ہیں اور کھلی مجلسوں میں دین اسلام سے تمسخر و استہزاء کرتے اور دین کے سلسلہ کو ماننے والوں اور خدا پر ایمان لانے والوں کو احمق و نادان قرار دیتے ہیں۔ یہ المیہ ہمارے لئے بڑے غور و فکر کی بات ہے۔ ہمیں اس دہریت افروز ماحول کے اندر ایمان و یقین اور عملی زندگی کی شمع روشن کرنا چاہیئے۔ ہماری جماعت کا کام ہی زندہ اور سچے و حقیقی خدا کی ہستی کو پیش کرنا اور منوانا ہے۔

جملہ مصلحین عالم کیا مفتری و مکّار تھے؟

اللہ تعالٰے کی ہستی نہاں اور پوشیدہ ہے۔ وہ کائنات کے جلوہ اور یہاں کی قدرتوں اور حکمتوں میں نظر آتا ہے جو دہریہ منش یہ کہتے ہیں کہ خدا کا وجود ڈر اور خوف کا پیدا کردہ ہے، یہ امر بالکل بے بنیاد بات ہے۔ اس موقف کا کوئی ثبوت نہیں ہے آپ مذہب کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ تمام بانیان مذاہب اور اسلام کے بانی پھر اس

دین میں آنے والے صلحاء و مجدّدین سب نے دعوےٰ کیا ہے کہ خدا نہ صرف موجود ہے بلکہ وہ ہم سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر دہریہ لوگوں کا موقف تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ یہ سب لوگ جھوٹے اور کذّاب ہو گذرے ہیں۔ اور خدا اور اس کے مکالمہ کو انہوں نے افتراء کے طور پر مشہور کر دیا ہے اس لئے یہی لوگ دنیا میں سب سے بڑے مفتری و کاذب ہوئے جیسے کہ قرآن کریم نے خود اس قسم کے لوگوں کے متعلق بیان فرمایا ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذباً۔ اس سے بڑھ کر ظالم و مفسد اور کون ہوگا جو خدا پہ بہتان تراشے۔ اس سے بڑا جھوٹ و بہتان اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں اس ضمن میں جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر خدا اور اس سے مکالمہ کے متعلق جملہ انبیاء و اولیاء نے جھوٹ و افتراء بولا ہے اور لوگوں سے فریب و دھوکہ کیا تو اس جھوٹ و افتراء اور دھوکہ کی غرض کیا تھی؟ ان اصحاب معلّم، تزکیہ کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تاریخ کا مطالعہ تو ہمیں یہ تبلاتا ہے کہ ان کے سامنے تو اپنی کوئی غرض نہیں تھی۔ نہ اُن کے پیشِ نظر دنیاوی ترقی و فوائد کا حصول ہوتا ہے بلکہ وہ اگر کہتے ہیں تو یہ کہ ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ ہم تو تم سے کسی قسم کا کوئی اجر طلب نہیں کرتے۔ کوئی نفسانی خواہش کی تکمیل ہمارے سامنے قطعاً نہیں ہے واقعات بتلاتے ہیں کہ بزرگانِ الٰہی نے خدا کا نام لیکر اپنی قوم کو اپنا جانی دشمن بنا لیا۔ جو ان کی عزت و عظمت تھی وہ سب اس کلمہ تہلیلی علیا کے دعوےٰ سے مٹ گئی۔ اپنے ماحول کو اپنا دشمن بنا لیا کہ ان کی جان کے لالے پڑ گئے۔ کوئی مصیبت و اذیت نہ تھی جو ان کے ماننے والوں پر وارد نہ کی گئی ہو۔ جب دنیا میں ان کو دکھ درد سے ہی پالا پڑا تو پھر انکو خدا پر جھوٹ و بہتان کی غرض کیا تھی؟ دنیا میں انسان جھوٹ و بہتان، افتراء و مکر اور چالبازی و دھوکہ دہی تو کسی غرض کے حصول کے لئے کیا کرتا ہے نہ اس لئے کہ وہ جھوٹ بول کر ہزار آفت کو اپنے سر پر بلا لے۔ پس یہ کیسے لوگ تھے۔ جنہوں نے اس لئے جھوٹ بولا کہ اپنی جان و عزت اور مال و متاع کو تباہ و برباد کر دیں۔ دیکھو! مقربانِ الٰہی نے قتل ہونا قبول کر لیا، چیرے جانے، پھاڑے جانے کو منظور کیا۔ عزتوں، اموال و املاک سے دستبردار ہونا مان لیا، وطنوں سے نکالے جانا، عزیزوں رشتہ داروں سے جُدا ہونا۔ ہزارہا آفات و مصائب کو مدّت دراز تک اپنے اوپر وارد کر لینا یہ سب کچھ بخوشی قبول کیا۔ مگر یہ قبول نہ کیا کہ خدا کے وجود اور اس کے کلام سے منکر ہوں۔ تو کیا یہ سب کذب و جھوٹ کی خاطر گوارا کیا؟

تعجب تو اس امر پر ہے کہ جب ہم ان مقربینِ الٰہی کی تاریخ پڑھتے ہیں تو اس میں تواتر و تسلسل دکھائی دیتا ہے۔ اگر کسی زمانہ میں کوئی ایک آدھ سر پھرا ہوتا جس کے دماغ میں یہ بات سما گئی ہوتی کہ خدا ہے اور وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ تو پھر بھی یہ امر نظر انداز کیا جا سکتا تھا لیکن ایسے لوگوں کی ایک مسلسل تاریخی داستان ہے۔ ایسے لوگ جو خدا کے قائل ہیں۔ اس سے مکالمہ مخاطبہ کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ وہ ہر زمانہ ہر ملک اور ہر قوم میں موجود ہیں۔ جھوٹے پر یہ اتحاد کیسے ہو سکتا ہے؟

ان لوگوں کی زندگیاں ایک مثالی اور دعوتی اور تحریکی زندگیاں ہوا کرتی ہیں جیسا کہ ان پاک و مطہر وجودوں کے سردار و امام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوےٰ ہے فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ اے لوگو! عقل سے کام لو۔ دعوےٰ سے پہلے کی میری زندگی پڑھ لو کیا میں کسی موڑ اور کسی جگہ تمہیں کوئی جھوٹا اور کذّاب دکھائی دیتا ہوں؟ حضور صلعم کے متعلق تو قوم نے خاص طور پر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آپ صادق اور امین ہیں۔ قوم کے اندر یہ بات راسخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس زمانہ میں جبکہ قوم آپؐ کی مخالفت پر کمربستہ تھی، لوگ آپؐ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ اعتقاد میں عداوت کے باوجود یہ یقین تھا کہ آپ صدق و امانت اور دیانت میں بے مثل قابلِ اعتماد ہیں۔

ایسی پاک، مطہر، بے نفس اور بے غرض زندگیاں! ان کو کیا پڑی کہ وہ خدا کے بارے جھوٹ بولیں اور ہر روز یہ افتراء گھڑیں کہ خدا ہے اور ہم سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور پھر ایسا دعوےٰ کر کے ہزار آفت خرید لیں؟ افتراء کی کچھ وجہ اور جواز تو ہونا چاہیئے۔

مدعیانِ الہام اور کلامِ خدا نے دنیا میں کیا کیا انقلاب پیدا کر دکھلائے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اب آپ اس قول کو سامنے رکھیں اور ان انبیاء اور مامورینِ الٰہی کی زندگیوں اور ان کی مساعی کو دیکھیں کہ ان کی جد و جہد کو کیا پھل لگا؟ اس سلسلہ میں میں پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی دعوت کی تاریخ پیش کرتا ہوں کہ یہ بہت واضح اور روشن تاریخ ہے اور تواتر کے ساتھ قائم ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک، مطہر، صادق اور مخلوق کے خدمت گاروں اور ہمدردوں کی ایک جماعت پیدا کر دی۔ اب کوئی دہریہ مجھے بتائے کہ ایسا شخص جو خدا پر جھوٹ بولنے کا عادی ہے، کیا وہ اپنے گرد بیش صادقوں، بے غرض و بے نفس لوگوں، امانت و دیانت میں بے مثل انسانوں، غرباء کے سچے ہمدرد و خیر خواہ اشخاص کی جماعت بنا سکتا ہے؟ یعنی کیا اس امر کا امکان ہے کہ ایک شخص خود تو اوّل درجہ کا کاذب، جھوٹا، مکّار ہو یہاں تک کہ روزانہ خدا پر بہتان تراشتا ہو مگر اپنے اثر و تعلیم سے نیکی و پاکبازی اور قربانی و ایثار کے ایسے بے مثل پھل پیدا کر دکھلائے کہ دنیا اسے دیکھ کر دنگ رہ جائے؟

صحابہ کرامؓ و خلفاء راشدینؓ کی تاریخ جن معاندینِ اسلام نے مطالعہ کی ہیں وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی ہستیاں اس امر پر قطعی شہادت ہیں کہ آنحضرت صلعم ہرگز ہرگز مفتری و مکّار نہ تھے ورنہ ان جیسے رجالِ عظیم کو کیا پڑی تھی کہ وہ آپ کے گرد جمع ہو کر آپؐ کی شاگردی کو قبول کرتے۔ چنانچہ ایچ جی ویلز مشہور معاندِ اسلام اپنی کتاب "شارٹ ہسٹری آف دی ورلڈ" میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کیا فطرت انسانی کا تجربہ اور مشاہدہ یہی ظاہر کرتا ہے؟ اگر نہیں اور کوئی شخص گندہ اور جھوٹا ہو کر ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے گرد نیک اثر پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ تو ممکن ہے کہ وہ چند مہینوں چند سالوں اور اپنی زندگی بھر لوگوں کو دھوکے میں رکھے رہے لیکن اس کا دھوکہ اور دجل کب تک چل سکتا ہے، یہ کبھی نہ کبھی کھل کر رہے گا۔ زندگی میں نہ سہی لیکن اس کی موت کے بعد عیاں ہو جاتا ہے۔ دجل، دھوکہ، منصوبہ و سازش آخر کار۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انفاسِ قدسیہ سے بڑے بڑے انسان پیدا کئے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور اس طرح کے ہزاروں پاکباز اور مطہر و مزکّی انسانوں کی دس ہزار کی جماعت پیدا کر دی جن کی صالحیت اور سیرت اور صداقت پر ایک دنیا گواہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈر اور خوف کو دُور کرنے کے لئے خدا کا تصوّر قائم کیا گیا ہے۔ میں مانتا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ انسان عاجز، کمزور اور ناتوان ہے اور ہر شخص کی زندگی میں ایسی مصائب و مشکلات آتی ہیں کہ وہ گھبراتا اور ہراساں و پریشان ہوتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو مذہب کا ثمر ہیں ان کی صبر آزما زندگیوں میں ہمیں کہیں خوف و حزن کا احساس نظر نہیں آتا نہ پریشانی لاحق ہوتی نظر آتی ہے۔ وہ تو الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کے مصداق ہوتے ہیں۔ خدا پر ایمان سے خوف و حزن تو ان کی طبیعت سے بکلی نکل گیا ہوتا ہے قوت اور طاقت، عزم و استقلال صبر و ہمّت کی ایسی عظیم قوتوں کے وہ مالک بن جاتے ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے نہ ان کو جان و مال کی پرواہ ہوتی ہے نہ قوم و وطن کی، وہ ساری چیزیں خدا کی رضا کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔

خدا اور آخرت پر ایمان کیا افیون کی گولی ہے یا آبِ حیات اور حیاتِ زندگانی کا بہترین ٹانک (TONIC) ہے؟

ان کے قلب و نظر میں خوف و حزن کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ ایک فرنچ فلاسفر نے کہا ہے کہ اگر خدا نہ بھی ہو تو بھی اس نظامِ انسانی کو چلانے کے لئے خدا ماننا پڑے گا۔ یہ تو اس فلاسفر کا قول ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ خدا پر ایمان و یقین انسان کے اندر ایسی خارقِ عادت طاقت و ہمّت پیدا کر دیتا ہے جو کوئی فلاسفر کوئی سائنس دان کوئی مدبّر و مفکر پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ واقعات کیا ثابت کرتے ہیں؟ دین و مذہب ایک افیون کی گولی ہے؟ یا ایک ایسا حیرت کن و حیات بخش ٹانک ہے کہ جو انسان کی جملہ اعلیٰ اندرونی صلاحیتوں کے لئے بہترین تحریک و تقویت اور نشو و نما و ارتقاء کا موجب ہے؟

آپ غور کریں کہ مختصر سے عرصہ میں اصحابِ رسول صلعم نہ صرف ملکِ عرب بلکہ روئے زمین پر چھا گئے۔ کیا یہ افیون کی گولی کا اثر تھا؟ پھر غور کرو۔ فرمایا وقالوا

ماھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یہلکنا الا الدھر - وما لھم بذالک من علم ان ھم الا یظنون - یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں ہم جیتے ہیں اور سوائے زمانہ کے ہمیں کوئی ہلاک نہیں کرتا مگر انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں - وہ تو صرف اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں - لیکن جو مومن ہوتے ہیں ان کے دل میں حتمی یقین ہوتا ہے یہ یقین کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ کیا یہ جھوٹ پر قائم ہوتا ہے؟ وہ جنہوں نے زندگیاں قربان کر دیں اور اپنی گردنیں کٹوا دیں - یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا اس مفروضے میں کوئی عقل اور حقیقت نظر آتی ہے؟ کیا کسی انسان کا ایسا تجربہ ہے جس کی بناء پر تم اپنے مؤقف کو سہارا دے سکو؟

دہریہ منش لوگ کہتے ہیں اور فخر سے بیان کرتے ہیں کہ آج مذہب کو کون پوچھتا ہے کہ پرانے زمانے کی بے عقلی اور ناسمجھی کی باتیں تھیں اس وقت کی جبکہ علم و عقل کی روشنی نہ تھی - آج کل کی طرح تدبر و تفکر ترقی پذیر نہ تھے - دیکھو ہمارے پاس مال و اسباب ہیں - کارخانے اور فیکٹریاں ہیں، زمینیں اور املاک ہیں - جس طرح قارون نے ایک وقت بڑھ ہانکی تھی قال انما اوتیتہ علی علم عندی - کہ مجھ کو اپنے علم سے ملا ہے - اسی طرح یہ لوگ بھی اس قسم کی ہی علمیت و عظمت جتاتے ہیں اور فخر و تکبر کی ڈینگیں مارتے ہیں -

جب ہم جملہ مذہب کے بانیوں کی زندگیوں اور ان کے کاموں کو دیکھتے ہیں تو وہاں تقوے طہارت اور نیکی و خدمت خلق کوٹ کوٹ کر بھری نظر آتی ہے اور ان کے انفاس قدسیہ سے دوسرے انسان پاکیزگی حاصل کرتے ہیں اور لوگ اُن سے عقیدتمندی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں ان کا احترام راسخ ہو جاتا ہے - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان ملاحظہ ہو کہ آج کے زمانہ میں بھی تختوں پر بیٹھنے والے آپؐ کے نام گرامی پر کھڑے ہو جاتے اور سجدے میں گر پڑتے ہیں، کیا کوئی دہریہ فلاسفر اور سائنسدان ایسا ہوا ہے کہ اس نے کوئی ایسا سلسلہ جاری و قائم کر دیا ہو؟ اور اسے ایسی عزت و عظمت حاصل ہو گئی ہو؟ ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے - یہ مقام تو کسی منکرِ خدا کو میسر آ سکتا ہی نہیں ہے -

علمِ غیب خدائی خاصہ اور بشری طاقتوں سے بالاتر ہے

حضرات! آپ ایک اور امر پر غور کریں کہ ہستی باری تعالےٰ کا انکار دراصل اس کے کلام کا انکار ہے - یہ قرآن کریم جو ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ لوگ جو خدا کی ہستی کا انکار کرتے ہیں وہ اسے نہیں مانتے، یا دوسرے معنوں میں یوں کہیئے کہ وہ اسے خدا کا کلام نہیں یقین کرتے بلکہ انسانی دماغ کی تخلیق خیال کرتے ہیں، اور ان کے نزدیک حضرت نبی کریم صلعم خدا کے رسول نہیں ہیں، کیونکہ جب سرے سے خدا ہی کا کوئی وجود نہیں تو پھر اس کی طرف سے کلام اور اس کے بھیجے ہوئے پیغامبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اب کوئی شخص یہ بتلائے کہ یہ قرآن کریم جسے کلام الٰہی ہونے کا دعوےٰ ہے اور یہ کہ یہ بےمثل کتاب ہے اور بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے، کوئی انسان اکیلا یا اس کے ساتھی اکٹھے ہو کر اس جیسا کلام بنا سکتے ہیں؟ یہ ایک ایسا کھلا چیلنج ہے جسے آج تک قبول نہیں کیا گیا - پہلے زمانہ میں علم و عقل کو ترقی نہیں ہوئی تھی مگر اب تو یہ مسلم ہے کہ انسانی دماغ نے ارتقاء کی بہت سی منازل طے کر لی ہیں تو پھر اس ترقی کے زمانہ میں کیوں دہریہ اصحاب قرآن کریم ایسی پُرحکمت و حقیقت کتاب بنا کر لانے سے عاجز ہیں؟

یہ چیلنج قیامت تک کے لئے موجود ہے اس چیلنج کو قبول نہ کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ کلام اللہ تعالےٰ کا ہے کسی انسان کا نہیں ہے کیونکہ بےمثل ہونا اس امر پر محکم دلیل ہے کہ وہ منجانب اللہ ہے وگرنہ جو کلام ایک انسان بنا سکتا ہے اس جیسا کوئی اور کیوں بنانے سے عاجز ہیں؟ - پھر علم غیب خدا کا خاصہ ہے - انسان کو علم غیب حاصل نہیں ہے حضور نبی کریم صلعم کی زبان سے اللہ تعالےٰ نے کہلوایا قل لا اعلم الغیب کہہ دو کہ میں علم غیب نہیں رکھتا - یہ بات کہ کل میں کہاں ہوں گا - اس وقت میں کیا کر رہا ہوں گا - ہونگا بھی یا نہیں - اس بارے کوئی انسان کچھ نہیں کہہ سکتا فرمایا وما تدری نفس بای ارض تموت کوئی جان اور کوئی نفس یہ بات نہیں جانتا ہے کہ اس نے کس جگہ مرنا ہے - غیب کا علم انسان کے احاطہ سے باہر ہے - لیکن مامورین الٰہی انبیاء و رُسلؑ اور مجددین دنیا کو یہ چیلنج کرتے ہیں کہ آؤ ہمارے مقابلہ میں ہم کامیاب و کامران رہیں گے اور تم شکست کھاؤ گے - ان کو خدا کے دیئے ہوئے علم غیب پر یقین ہوتا ہے - قرآن کریم کی مکی سورتوں میں معاندین و مخالفین اسلام کو کس قدر تحدی اور ببانگ دہل چیلنج پر چیلنج دیئے گئے ہیں اور مخالفین اسلام کی ذلت و مسکنت اور پسپائی و شکست سے انذار کیا گیا ہے، جیسا کہ سیھزم الجمع و یولون الدبر بل الساعۃ موعدھم کہ دشمن کی فوجیں چڑھ چڑھ کر آئیں گی مگر وہ ہزیمت اُٹھائیں گی اور پیٹھ پھیر کر اور دُم دبا کر بھاگ جائیں گی - چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے دشمن لاؤ لشکر لے کر آتے تھے لیکن مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوتے - دوسری طرف مسلمانوں کے احوال کا آئینہ ہے - ان کو گھروں سے نکال دیا گیا - ان کی جائیدادیں ضائع ہو گئیں - قید و بند کی صعوبتیں پہاڑ کی طرح ان پر توڑ دی گئیں - ان کو قتل کیا گیا - کوئی ظلم ایسا نہیں جو ان پر روا نہ رکھا گیا ہو - عاجزی اور ناتوانی کا عالم ہے کوئی طاقت اور جتھہ نہیں لیکن دعویٰ یہ ہے کہ مخالف قوم نے بھاگ جانا ہے - اگر مسلمانوں کے پیچھے خدا کی تائید اور نصرت کام نہیں کر رہی تھی تو پھر بتلایا جائے کہ وہ اور کیا چیز تھی جو ماحول کے بالکل برعکس ان سے وہ باتیں اور دعوے کروا رہی تھی جو بعد میں واقعات اور مشاہدات بن گئیں؟ دس ہزار کی تعداد میں کفار عرب مدینہ پر چڑھ آئے تھے - مسلمانوں کی بےبسی اور مجبوری کا یہ عالم تھا کہ باہر نکل کر دشمن کے مقابلہ سے عاجز تھے - مدینہ کے اندر ہی پناہ لے کر مدافعت کرنے پر مجبور تھے - خندق کھودتے ہیں -

. . . .

شہر کی حفاظت کے لئے خندق کھودتے وقت ایک پتھر ایسا نکلا جو ٹوٹنے میں نہیں آتا تھا - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لی اور ضرب لگائی - اور اس میں سے جب روشنی نکلی آپ نے فرمایا کہ قیصر کے خزانے کی چابیاں مجھے دی گئیں - دوسری ضرب لگائی تو فرمایا کہ کسریٰ کے خزانے کی چابیاں میرے ہاتھ میں دی گئیں تیسری ضرب لگائی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں صنعا کے محلات دیکھ رہا ہوں -

مگر ان کشوف کے برخلاف واقعات تو یہ تھے کہ دشمن دس ہزار کی تعداد میں اُمڈ آیا سر پر منڈلا رہا ہے مگر آپؐ فرما رہے ہیں کہ عرب کے ارد گرد کی تمام سلطنتیں ہمارے قبضہ میں آئیں گی - یہ وہ حالات ہیں کہ علم اور عقل ان باتوں کے پورا ہونے کو واجب قرار نہیں دیتے لیکن بعد کے واقعات اور انقلابات نے انکو حقیقت بنا کر زمانہ کے سامنے گواہی دے دی -

حضرت عمر رضؓ نے جب ممالک فتح کئے تھے تو سراقہ کو سونے کے کنگن پہنا کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو عملی صورت میں پورا کر دکھلایا -

. . . .

. . . .

خدائی طاقت قدرت کا معجزانہ و لاجواب کرشمہ.... دس ہزار قدسیوں نے (صحابہ کرامؓ) روئے زمین پر حق، انصاف، آزادی و احسان کا انقلاب بپا کر دیا -

حضرات! یہ علم غیب کون دے سکتا ہے؟ کچھ تو غور کریں - اگر یہ خدائی طاقت نہیں تو کیا یہ انسان کی طاقت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کر کے رکھ دیا - نئی سلطنت قائم ہو گئی - نئی قوم پیدا ہو گئی - نئی ثقافت نے جنم لیا، نئی تہذیب اُبھری - نیا علم پیدا ہوا نئے فنون معرض وجود میں آئے - نئی تاریخ عالم نے جنم لیا - ایک مغربی مصنف کا فقرہ ہے کہ محمدؐ بیک وقت ایک نئے دین، ایک نئی سلطنت، ایک نئی تہذیب و تمدن کے بانی ہوئے، گویا زمین و آسمان بدل گئے - بارشاد قرآن کریم یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات - یعنی جس روز یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی - و برزوا للہ الواحد القھار - اور لوگ اللہ واحد غالب کے سامنے نکل کھڑے ہونگے

اب آپ بتائیں کہ یہ انقلاب آخر کیسے آ گیا؟ کچھ تو غور فرمائیں منکرین الٰہی غور فرمائیں کہ یہ عجائبات، یہ معجزات، یہ قدرتیں اور کمالات جو انسانی طاقتوں سے بلند و بالاتر ہیں یہ کس کے پیدا کردہ ہیں؟ یہ انقلابات کیونکر رونما ہو گئے؟ اگر یہ خدائی حکمتیں اور طاقتیں نہیں ہیں تو کس کی طاقتیں اور حکمتیں ہیں؟

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی پیغمبری کیا تو آنحضور صلعم کے پاس کوئی طاقت نہیں تھی، نہ دولت تھی نہ جتھا تھا - یتیم اور اُمی تھے - یہ کیسے ہو گیا کہ انہوں نے نہ صرف روئے زمین پر انقلاب لا کر دکھلا دیا بلکہ قلوب انسانی کو فتح کر لیا؟ کیا کوئی حکیم فلاسفر اور کوئی جرنیل یا فاتح ایسا انقلاب بپا کر سکتا ہے؟ تاریخ میں کیا ایسی مثال نشاندہی کی جا سکتی ہے؟

قرآن کریم کا چیلنج ہے کہ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین - اگر تم یہ نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے اپنا بچاؤ کر لو جس

لئے تیار کی گئی ہے۔

منکرینِ خدا کے لئے یہ دو چیلنج ان کو لاجواب اور شرمندہ کرنے کے لئے کافی موجود ہیں:۔

(۱) انسانی زندگی کو بہتر و اعلیٰ تر بنانے یعنی انسان کی باطنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے امور کو جمع کرکے اس کی تائید میں عقلی دلائل دیئے گئے ہوں اور ہر باطل اصول کے رد میں علمی براہین پیش کئے گئے ہوں۔

(۲) آنحضرت صلعم سے بڑھ کر کوئی معلّمِ اخلاق اور مُزکّیِ نفوس پیش کیا جائے کہ جس نے قرآن کی حکیمانہ تعلیم کو اپنے نمونہ و عمل میں لاکر دس ہزار قدوسیوں کی ایک جماعت پیدا کر دکھلائی ہو جو تمام عالم پر اپنی راستبازی و صدق و احسان و آزادیِ ضمیر کے باعث چھا گئی ہو۔

اگر تم اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو اور یقیناً عاجز ہو تو تبلاؤ کہ کلام اللہ اور رسولؐ کو صادق و منجاب اللہ تسلیم کرنے کی بجائے انہیں افتراء و باطل قرار دینے میں تم کتنے نادان اور ظالم ہو۔

اگر تم عاجز ہو اور یہ چیلنج قبول نہیں کر سکتے تو تمہارے پاس انکار کی کیا صورت ہے؟ اے عقل عقل پکارنے والو تم تو اس راہ میں خود عقل کے اندھے ثابت ہو رہے ہو۔ تم کلام اللہ کی مثال نہیں لا سکتے۔ تم صفاتِ الٰہیہ، انبیاء و رسلؑ کے سلسلہ اور مخاطبہ و مکالمہ کا انکار کرتے ہو۔ افسوس ہے تمہاری عقل خطا کھا گئی ہے اسی قسم کے عقل کے مارے ہوئے انسانوں کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے ختم علیٰ سمعہٖ وقلبہٖ وجعل علےٰ ابصارہٖ غشاوۃ۔ ان کی عقل اور بصارت جاتی رہتی ہے

تجدّد صد چہاردہم نے بھی کثیر زندہ خدائی نشانات دُنیا کو دکھلائے۔

یہ مضمون بہت لمبا ہے۔ موقعہ ملا تو پھر آپ کی خدمت میں بیان کروں گا۔ میں اس امر کریم کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جب خدا ہی نہیں تو خدا کا کلام کیا۔ ورنہ قرآن کو صادق کلام تسلیم کرکے خدا کا انکار کرنا ناممکن ہے کیونکہ قرآن کریم کے ایک ایک صفحہ پر خدائے تعالےٰ کی عظمت و جبروت اور جلال و کبریائی کا ذکر موجود ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ جو میرا انکار کرتا ہے اس کا قدم دہریت سے باہر نہیں رہے گا۔ اس لئے آپ کی جماعت خاص طور پر اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ آپ دہریت مادیت اور انکارِ الٰہی کی زہریلی کیلیوں کو نکال کر انہیں ان کا علاج حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں بتایا ہے۔ اس زہر کا تریاق کرنا آپ کا کام ہے۔

محترم کرنل سیّد بشیر حسین صاحب کے سبتی کو فوت ہو گئے ہیں اور جماعت کے ایک مخلص رُکن محترم شیخ غلام رسُول صاحب کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ احباب نماز جنازہ غائبانہ میں ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

(نماز جنازہ پڑھی گئی)

بقیہ اخبار احمدیہ از صفحہ ۲

ولادت اور عطیہ

ــــ ڈیرہ غازیخاں سے محترم عبدالرحیم صاحب پانڈیہ لکھتے ہیں:۔

مورخہ ۲۷/۶ کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ... دیا ہے۔ دُعا فرمائی جاوے کہ اللہ تعالیٰ اس نومولود کی عمر دراز کرے۔ اور خادمِ دین بنائے اور اس رستہ پر چلاوے جس میں اس کی رضا ہو۔

قاضی عبدالرشید صاحب کی علالت

ــــ پشاور سے محترم محمد الرحمان صاحب لکھتے ہیں:ــــ

جماعت پشاور کے ایک نہایت مخلص۔ متقی اور عالم فاضل دوست جناب قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ صاحبِ فراش ہیں جناب قاضی صاحب ۱۲ ماہ حال کو گلیات سے یہاں پشاور ایک کیس کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے ۱۲ تاریخ کو فارغ ہو کر عدالت سے باہر نکلے تو اچانک دائیں ٹانگ پر سخت تکلیف ہوئی ــــ ساری ٹانگ سوج گئی اور ... خراب ہو گئی۔ قاضی ... تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ... علاج جاری ہے۔ تمام احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ جناب قاضی صاحب کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دعا کریں ان کا وجود جماعت کے لئے نہایت قیمتی ہے۔ قاضی ...

بقیہ مقالہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

(۳) ہجرت کرنے کی خبر ملی آپؐ نے خیال کیا کہ اس سے یمامہ یا ہجر مراد ہے، حالانکہ واقعات نے ثابت کیا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس سے مدینہ کا شہر مراد تھا۔

پیشگوئیوں کی حقیقت کو قبل از ظہور سمجھنے میں غلطی کھا گئے، آخر اس میں قباحت کیا ہے، اور اس سے آپؐ کی شان میں کیا نقص واقع ہوتا ہے اور مذکورہ امثال کے ہوتے ہوئے اس حقیقت کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے کہ پیشگوئیوں کے پورا ہونے سے پہلے ان کی حقیقت کو سمجھنے میں حضور صلعم کو غلطی لگی، اور اسی طرح نزولِ مسیحؑ کے بارہ میں بھی بعض اسلافِ اُمت غلطی میں مبتلا رہے جس کو حضرت مرزا صاحب نے صاف کیا ہے۔ کیا معترض صاحب اس پر غور فرمانے کی تکلیف گوارا کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی غور طلب ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے رسول کریم صلعم کی ... صرف یہی ایک شان بیان نہیں کی کہ آپؐ کی فراست و فہم تمام اُمت ... اور تمام انبیائے کرام سے بڑھا ہوا تھا، بلکہ حضور صلعم کی شان میں انہوں نے نظم و نثر میں اس قدرت ... قصائد لکھے ہیں جن کی نظیر ملنی مشکل ہے، کاش معترض صاحب اعتراض کرنے سے پہلے ان پر بھی نظر ڈال کر حق و انصاف کے ساتھ اپنی رائے کا

ان تقرضوا اللہ قرضاً حسناً یضٰعفہ لکم

ذیل کا خط دفتر انجمن سے احباب جماعت کو بھیجا گیا ہے، امید ہے تمام احباب اس پر حسب استطاعت عمل پیرا ہو کر ثواب حاصل کریں گے۔

اخی المکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ اپنا مال خدا کی راہ میں دے کر تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ جزاکم اللہ۔ موجودہ حالات میں چونکہ انجمن کے تبلیغی اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں اس لئے ملتمس ہوں کہ آپ اپنی مالی قربانی کا از سرِ نو جائزہ لے کر چندہ ماہوار میں مناسب اضافہ فرمائیں۔

زکوٰۃ فریضہ الٰہی ہے۔ اس سے مال کی تطہیر ہوتی ہے۔ نصاب ذیل کے مطابق انجمن کے بیت المال میں جمع کرائیں۔

(۱) نقدی پر زکوٰۃ چالیسواں حصّہ ہے یعنی یکصد روپیہ پر ۲½ روپے۔

(۲) زیورات بھی نقدی کے حکم میں آتے ہیں۔ چاندی ۵۲ تولے اور سونا ۷½ تولے یا اس سے زیادہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔

رقوم بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ارسال فرمائیں۔

ڈاکٹر اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

ایبٹ آباد میں احمدیہ سمر سکول کا قیام

زیرِ اہتمام مقامی جماعت احمدیہ لاہور

بشیر احمد سوز

تعارف

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے سال رواں میں جو امور سر انجام دیئے ہیں ان میں سے احمدیہ تربیتی کلاس (سمر سکول) ایبٹ آباد کا پروگرام بڑا دلچسپ اور اصلاحی ہے۔ ماہ جون کی ایک اجلاس رابطہ کمیٹی میں محترم غلام نبی مسلم صاحب نے تجویز پیش کی کہ جماعت کے نوجوانوں کے تنظیمی اور تربیتی پہلو پر نظر رکھی جائے اور اس مقصد کے لئے ایسے حالات پیدا کئے جائیں جہاں ان کو اجتماعی اوقات گزارنے، سلسلہ کی روایات کو برقرار رکھنے اور تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے مواقع حاصل ہوں۔ یہ تجویز بر وقت مناسب حال اور ضروری تھی، اس لئے اس پر مزید غور و فکر کے بعد فیصلہ ہوا کہ اس سال ایبٹ آباد میں اس قسم کی تقریب کا انتظام کیا جائے۔ صدر صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے اس پروگرام کی تعمیل و تکمیل کے مختلف مدارج میں اوّل تا آخر بڑی گرم جوشی اور دلچسپی کا عملی اظہار فرمایا۔ انہوں نے ایبٹ آباد میں مکرم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب کے نام خط میں یہ پروگرام تحریر فرمایا تو بقول خانبہادر صاحب موصوف یہ پروگرام انہیں اتنا پسند آیا کہ بلا توقف و تردّد اسی لمحہ اثباتی جواب دیا کہ یہ احسن اور مبارک قدم ہے اس پر فوراً عمل ہو۔ میں اس معاملہ میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں عام طور پر اپنے مصروف اوقات کی بناء پر خطوط کے جواب بر وقت نہیں دے سکتا، دو دو تین تین ہفتے ہو جاتے ہیں، لیکن اس خط کا میں نے جواب فوراً ہی دیا۔

روانگی

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور [illegible] نوجوان اس کورس میں شمولیت کی غرض سے ۲۵ جولائی کی صبح بذریعہ ریل کار راولپنڈی کے لئے روانہ ہو گئے۔ راولپنڈی سے ایک بجے دوپہر روانہ ہو کر ۴ بجے شام ایبٹ آباد پہنچ گئے۔

قیام

ایبٹ آباد کا پُر فضا ماحول بڑا ہی دلکش تھا۔ پربتوں سے گھری ہوئی یہ خوبصورت وادی آرام و راحت کے بڑے سامان مہیا کرتی ہے ہر طرف ہریاول، پھلوں سے لدے ہوئے درخت اونچے اونچے ہرے بھرے پہاڑ اور صبح و شام چلتے پھرتے بادل عجیب منظر پیش کرتے تھے۔ ایک ملک پوُرہ کے ایک دلکش منظر کے پہلو میں حسین و جمیل جامع احمدیہ کا محل وقوع کیمیائی الفرادی نشان رکھتا ہے۔ اس کے پہلو میں آٹھ کمروں پر مشتمل مہمان خانہ ہے کہ جہاں آرام کی ہر سہولت میسر ہے۔

ہمارا قافلہ مہمانخانہ میں فروکش ہوا۔ عصر کا وقت قریب تھا۔ آذان ہوئی اور مکرم ڈاکٹر صاحب مسجد میں تشریف لے آئے۔ آپ ہر ایک سے بغلگیر ہوئے اور علیک سلیک کے بعد احباب کی آمد پر نہایت خلوص سے خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔ شام کی چائے مسجد میں آگئی۔ نماز کے بعد خانبہادر صاحب موصوف نے ایک ایک کمرے میں جا کر رہائش و قیام کے انتظامات کا معائنہ فرمایا اور ضرورت کی اشیاء فراہم کیں۔ آپ نے عرصہ قیام میں عزیز مہمانوں کی ہر سہولت و آرام کی فکر کئے رکھی۔ اور متواتر پانچ روز تک اپنے دسترخوان پر کلاس کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور باقی دنوں میں بھی گاہے گاہے مل بیٹھ کر کھانے پینے کی تقریب پیدا کرتے رہے۔ ان کی شفقت اور محبت کا ہم سب پر گہرا اثر ہے۔ وہ اپنے پیشہ کے اعتبار سے نہایت مصروف اوقات گزارتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ پانچ وقتہ نمازوں کے بعد بالالتزام طلباء سے ملتے رہے دینی، اخلاقی، اصلاحی اور تربیتی و تنظیمی امور کے متعلق وعظ و نصیحت فرماتے رہے اور ان کے احوال سے مطلع رہے۔ کسی کی معمولی سی بھی طبیعت گھبراتی اور بھاری ہوتی فوراً آپ دوا دارو فرماتے۔ بعض اوقات تو کلینک کے اوقات کے بعد بھی از خود دوائی لاتے اور دیتے۔ اور فکر مندی کے ساتھ صحت کے بارے میں دریافت فرماتے رہتے۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب ممدوح نے نماز مغرب سے نماز عشاء تک تین گھنٹے تعلیم و تدریس [illegible] خدمت کر رکھی ہے۔ یہ ان کی زندگی کا معمول ہے۔ آپ پانچوں نمازوں کی باقاعدگی سے امامت فرماتے ہیں اور نماز مغرب کے بعد قرآن کریم کا درس دیتے ہیں جس میں خواتین و احباب شرکت کرتے ہیں۔ آپ کے درس قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ لغت ادب سے آزاد ہو کر عام فہم انداز میں قرآن کریم کے مقامات کی تشریح فرماتے ہیں کہ ہر خواندہ اور ناخواندہ کو سمجھ آ جاتی ہے۔ آپ ایک رکوع کی تلاوت فرماتے ہیں پھر اس کے معنی اور تشریح کرتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو جو خوش الحانی عطا فرمائی ہے وہ قرأت و درس پر مستزاد ہے۔ درس قرآن کے بعد آپ حضرت امیر مرحوم کی کتاب فضل الباری سے چند احادیث پڑھتے اور اس کا ترجمہ و تشریح کرتے ہیں بعد ازاں حضرت امام زماںؑ کے ملفوظات پڑھے جاتے ہیں۔

افتتاح

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب ڈائرکٹر سمر سکول نے ۲۶ جولائی کو بعد نماز فجر کلاس کا افتتاح فرمایا اس موقع پر خاکسار نے صدر صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ مکرم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب نے خطاب فرمایا اور دعا کی۔

پیغام صدر صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور

محترم میاں فضل احمد صاحب صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے جو پیغام بھیجا اس کا متن درج ذیل ہے:-

"حضرات و احباب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں اس روحانی تربیتی کلاس کے افتتاح کے موقعہ پر آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا اور اس کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں۔ میں اس مبارک تقریب میں شمولیت بوجوہ چند نہیں کر سکا ہوں۔ اس لئے اس کی برکات سے محروم ہوں۔ ایسے بابرکت لمحات موجودہ دور میں مغتنمات میں سے ہیں۔ مبارک ہیں آپ لوگ کہ آپ محض للہ فی اللہ مجاہدہ میں شریک ہیں۔

اللہ تعالےٰ اپنے دین کی تمکنت و احیاء دو طریق سے کرتا ہے ایک تو مامورین و مصلحین کے ذریعہ سے دوسرے ان لوگوں سے کام لیتا ہے جو مامورین و مصلحین سے صحبت یافتہ ہوتے ہیں اور اپنے مقتداء کے مشن کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے دین اسلام کی تجدید و تبلیغ کے لئے ایک عظیم الشان مصلح و مہدی کو مبعوث فرمایا۔ جس نے اسلام کی بے نظیر خدمات کا ایک طویل باب باندھا ہے اور اسلام کے احیاء و تجدید کی تاریخ میں ایک یادگار کردار ادا کیا ہے۔ آپؑ کے بعد آپ کے پاس بیٹھنے والوں نے اس کام کو بخیر و خوبی آگے چلایا۔ ان میں خدمتِ دین کی ایسی آگ لگا دی جو انہیں کسی وقت چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ لیکن مرور زمانہ کے تحت ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری نوجوان نسل میں دین کے لئے وہ سرمستی اور جوش و جذبہ نہیں ہے جو ہمارے اسلاف میں تھا۔ کچھ تو مادی دور کے بلا خیز طاغوتی تمدن کی پرچھائیوں کا منحوس سایہ اس کمزوری کا باعث ہے کچھ دخل ہمارا اپنا ہے کہ ہم نے اپنے نوجوانوں کو دین کی تعلیم و تربیت کسی مربوط نظام کے ماتحت نہیں کی۔ یہ حقیقت ہے اور اس کا اعتراف و احساس ہی ہماری کامیابی کا پہلا قدم ہے۔ میرے دل میں یہ بات سائے کی طرح رہتی ہے کہ نوجوانوں کو احمدی روایات کے مطابق ڈھالنے کے لئے اگر کچھ مثبت اقدام اس وقت نہ اٹھائے گئے تو ہماری جماعتی ترقی بڑے طور پر متاثر ہوگی۔ اور ہماری جماعت کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے فکر کے پہلو سامنے آ جائیں گے۔ حسنِ اتفاق کہ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی رابطہ کمیٹی کے ایک ماہوار اجلاس منعقدہ بر مکان محترم صلاح الدین ناصر صاحب محترم غلام نبی مسلم صاحب نے تربیتی کلاس کے اجراء کی تجویز پیش کی۔ اس معقول تجویز کو انتظامیہ نے بخوشی منظور و قبول کیا۔ میں نے محترم بزرگ جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی خدمت میں اس بارے لکھا کہ وہ اس کلاس کی سرپرستی فرمائیں۔ انہوں نے بکمال لطف و عنایت اسے منظور فرمایا اور میرے خط کا بلا توقف جواب دیا۔ اور تربیتی کلاس میں شامل ہونے والوں کے لئے جملہ سہولتیں فراہم کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ مکرم ڈاکٹر صاحب ممدوح کی اس کرم نوازی کے لئے میرے پاس اظہار تشکر کے لئے الفاظ نہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو اجر دے اور خدمت دین کے بیش از بیش مواقع عطا فرمائے اور اساتذہ کرام حافظ ملک شیر محمد صاحب خوشابی اور محمد صالح نور صاحب کے لئے بھی دعا گو ہوں۔

اس موقعہ پر شاید بعض احباب خیال فرمائیں کہ اس کلاس کے لئے نو عمر احباب کا انتخاب کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ نوجوان طبقہ قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتا ہے۔ اس کی

صحیح تعلیم و تربیت ہی قوم کی مضبوطی اور استحکام کی موجب ہوتی ہے۔ یہ تربیتی کلاس یا سمر سکول بطور تجربہ ہے خدا کرے کہ اس کے نتائج باثمر ہوں اور ساتھ ہی میں جماعت احمدیہ کے اصحاب انصرام کی خصوصی توجہ اس امر کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اگر یہ تجویز مفید مطلب ہو تو اس کو جاری رکھنے کے لئے موثر انتظام کیا جائے اور مختلف مقامات پر ایسے تربیتی کورس جاری کئے جائیں۔ ایبٹ آباد میں اس کورس کے انعقاد کے لئے میرے پیش نظر سوائے اس کے اور کوئی امر نہیں تھا کہ نوجوانوں کو تعطیلات ہو چکی ہوئی ہیں وہاں پر اچھی فضا میں بزرگوں کے زیر نگرانی یہ نوجوان جماعت و اسلام کے بارے کچھ جان سمجھ سکیں گے۔ مقامی جماعت احمدیہ اس پروگرام کے جملہ اخراجات خود برداشت کر رہی ہے۔

اس موقعہ پر میں اپنے عزیز نوجوانوں کو جو اس کلاس میں شامل ہو رہے ہیں مشورۃً کہتا ہوں کہ یہ لمحات جو آپ کو میسر آ رہے ہیں نہایت مبارک اور روح پرور ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اور ہماری جو آپ سے توقعات ہیں اور اس کورس کے اجراء کے پس پشت جو امیدیں وابستہ ہیں ان کو اپنے عمل سے پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے۔ والسلام

خاکسار۔ فضل احمد

مکرم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب نے اس موقعہ پر اپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ ان کی افتتاحی تقریر میں ملاحظہ ہوں جو گذشتہ شمارہ میں درج ہے۔

تعلیم و تدریس

تربیتی کلاس کی تعلیم و تدریس کے لئے محترم حافظ ملک بشیر محمد صاحب نوشتابی اور محترم محمد صالح نور صاحب لائل پور سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے نصاب کے مطابق لیکچر دیئے۔ اس عرصہ میں ایبٹ آباد کی جماعت کا جلسہ بھی دو دن کے لئے ہوا۔ اس میں شرکت کے لئے دور و قریب سے بکثرت حضرات اور احباب تشریف لائے۔ اس تقریب کی وجہ سے تربیتی کلاس کے نوجوانوں کو ان حضرات کے ساتھ مل بیٹھنے اور ان کے مواعیظ و نصائح سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا۔ جلسہ کے یہ چار پانچ روز تو روحانی غذا کے ہزار سامان مہیا کر رہے تھے۔ مقررین سلسلہ نے بھی کلاس کو خطاب فرمایا۔ چنانچہ جن حضرات نے کلاس کو وقتاً فوقتاً ایک اور ایک سے زائد لیکچر دیئے ان میں مکرم خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب اور ہر دو اساتذہ کرام کے علاوہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی (۳ لیکچر) مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب (۵ لیکچر) مکرم مولانا عبدالمنان عمر صاحب (۳ لیکچر) مکرم خانبہادر غلام ربانی خانصاحب مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب، محترم پروفیسر خلیل الرحمان صاحب، محترم میاں فضل احمد صاحب شامل ہیں۔ کلاس نے ان حضرات سے جو لیکچرز سنے ان کے موضوعات یہ ہیں:

موضوعات برائے تربیتی کلاس

۱۔ تعارف اور چند ضروری امور
۲۔ اسلامی اصول کی فلاسفی پر تبصرہ
۳۔ ضروری سوالات اور اعتراضات کا جواب
۴۔ ادائیگی نماز کا مسنون طریق
۵۔ عیسائیت، یہودیت اور ہندو ازم کے متعلق ابتدائی امور۔
۶۔ جماعت احمدیہ کی غرض و غایت
۷۔ شناخت مامور من اللہ
۸۔ امام الزمان علیہ السلام کی حقانیت کے دلائل و نشانات
۹۔ میدان تبلیغ اور مبلغ کی خصوصیات
۱۰۔ ایک احمدی مسلمان کی روزمرہ زندگی
۱۱۔ صداقت مسیح موعود
۱۲۔ فتنہ دجال و یاجوج ماجوج
۱۳۔ تبلیغ اسلام قرآن کی روشنی میں۔
۱۴۔ غیراللہ کی عبادت کے رد میں قرآن مجید کے ۔۔۔۔ عقلی دلائل۔
۱۵۔ مسئلہ وفات مسیح
۱۶۔ حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ اور دونوں جماعتوں کے اختلافات کی حقیقت۔
۱۷۔ قرآن مجید کا صالح معاشرہ
۱۸۔ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ
۱۹۔ بعثت مجددین
۲۰۔ جماعت مومنین کی ذمہ داریاں اور فرائض
۲۱۔ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں
۲۲۔ جماعت احمدیہ لاہور کی امتیازی خصوصیت
۲۳۔ ختم نبوت
۲۴۔ تعارف مجاہد کبیر حضرت امیر مرحوم۔

طلباء نے پابندی اوقات نظم و نسق اور تعلیم و تدریس میں انہماک کا بہت اچھا نمونہ دکھلایا پنجگانہ نمازوں میں باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے، اور کاپیوں پر نوٹ لیتے رہے۔ انتظامیہ ایک پرچہ تیار کر رہی ہے جو طلباء کو حل کرنے کے لئے دیا جائے گا اس موقعہ پر چند ضروری کتب کا ایک ایک سیٹ دینے اور امتحان میں اول دوم سوم آنے والوں کو خصوصی انعامات دیئے جانے کی تجویز ہے۔

کلاس والوں نے جہاں یہاں کے دینی ماحول سے علم و عمل کی بہت سی باتیں سیکھیں وہاں ایبٹ آباد کی آب و ہوا سے بھی پوری طرح متمتع ہوئے۔ فرصت میں ایبٹ آباد اور نواح کے مقامات کی سیر و تفریح کرتے اور یہاں کے قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اس عرصہ میں احباب ایبٹ آباد نے طلباء سے جس محبت و شفقت کا عملی اظہار فرمایا وہ احمدی اخوت و مودت کا منہ بولتا نمونہ تھا۔ انہوں نے ہر طرح ان کی تکریم کی۔ اور یہ ہر خدمت کے لئے تیار رہے۔ جزاہم اللہ۔

مکرم خانبہادر غلام ربانی خانصاحب نے مانسہرہ میں دعوت طعام اور شام کی چائے دی۔ محترم ماسٹر اصغر علی صاحب نے شام کی چائے پر بلایا۔ محترم قاضی عبدالاحد صاحب مبلغ انجمن نے ۔۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ عزیز و محترم مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی برکات نازل کرے۔

باقی ــــ باقی

کرنل بشیر حسین صاحب کے برادر نسبتی کی وفات

قاضی سید مقبول عالم صاحب برادر خورد بیگم کرنل سید بشیر حسین صاحب (جو جالندھر کے قاضی سید محبوب عالم صاحب رئیس و جاگیردار کے صاحبزادہ تھے ۲ راگست کو لمبی علالت کے بعد ۵۲ سال کی عمر میں وفات پا گئے، ان کا جنازہ غائبانہ گذشتہ جمعہ کو لاہور میں پڑھا گیا ۔۔۔۔ جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

مؤذن صاحب جماعت پشاور کی اہلیہ صاحبہ کا اپریشن

جناب عبدالحکیم صاحب مؤذن جماعت پشاور کی اہلیہ محترمہ کے پتہ کا اپریشن مورخہ ۱۹۷۱ء کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں ہوا ہے ان کی صحت کاملہ کے لئے احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔ جناب عبدالحکیم صاحب نے مبلغ ۵ روپے صدقہ برائے اشاعت اسلام عنایت فرمائے ہیں۔ جزاہ اللہ

ملک عبدالولی خان صاحب کی اہلیہ محترمہ کا اپریشن

جناب ملک عبدالولی خان کی اہلیہ محترمہ کا بھی لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں اپریشن ہوا ہے احباب سلسلہ درد دل سے صحت کیلئے دعا فرمائیں

تقریب شادی

مورخہ ۲۵/۷/۷۱ کو سید تاج حسین صاحب ولد سید بہادر شاہ صاحب سکنہ گنذف کی شادی خانہ آباد دختر سید عبدالغفور شاہ صاحب سے ہوئی ہے اور سید اقبال حسین صاحب ولد عبدالغفور شاہ صاحب کی شادی دختر سید بہادر شاہ صاحب سے ہوئی ہے

حق مہر ہر ایک کا پانچہزار روپے مقرر ہوا ہے۔ اس خوشی میں سید بہادر شاہ صاحب و برادرش نے پانچ پانچ روپے اشاعت اسلام کے لئے انجمن کو ارسال کئے ہیں۔

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ ان رشتوں کو موجب سعادت دارین بنادے۔ قاضی عبدالاحد مبلغ جماعت احمدیہ ایبٹ آباد

ضرورت رشتہ

ایک سید زادی احمدی خاتون جو ایم اے (بی ایڈ) ہیں کیلئے ایک احمدی برسر روزگار رشتہ بکار ہے۔ پتہ ذیل پر خط وکتابت کریں:-

جنرل سیکرٹری۔ معرفت پیغام صلح لاہور ۷

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۲۵ راگست سنہ ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۸ شمارہ نمبر ۳۳

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
"مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجدّدوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

"وہ شخص ایمان نہیں لاتا"

عن ابی شریحٍ انّ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن ومن یا رسول اللہ قال الذی لایأمن جارہ بوایقہٗ۔

ترجمہ: ——

حضرت شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لاتا اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لاتا اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لاتا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کون فرمایا جس کا ہمسایہ اس کی بدیوں سے امن میں نہیں ہوتا۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

ایمان تو یہ ہے کہ ہر شخص اس کی بدی سے محفوظ رہے المسلم من سلم النّاس من لسانہٖ ویدہٖ لیکن ہمسایہ کی خصوصیت اس لئے فرمائی ہے کہ وہ تو اس بات کا حقدار تھا کہ اس کے ساتھ نیکی یا حسن کا سلوک ہوتا چہ جائیکہ ایک شخص کی بدی یا سختی سے اسے نقصان پہنچے۔

ملازم کے ساتھ حُسنِ سلوک

عن جابرٍ رضی اللہ عنہ یقول ماسئل النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم عن شیءٍ قطّ فقال لا۔

ترجمہ: ——

جابرؓ سے روایت ہے کہتے تھے نبی صلی اللہ ۴۳

۴۴ علیہ وسلّم سے کبھی بھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی کہ آپ نے نہیں کہا ہو۔

(فضل الباری کتاب الادب)

مجاہدہ کے بغیر انسان کسی ترقّی کے مقام کو نہیں پاسکتا

انسان جب تک اس کوچہ میں داخل نہ ہو اسے لذّت ہی نہیں آتی

ارشاداتِ گرامی حضرت مجدّد زماں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السّلام

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مکّی زندگی ایک عجیب نمونہ ہے اور ایک پہلو سے ساری زندگی ہی تکلیفات میں گذاری۔ جنگِ اُحد میں آپؐ اکیلے ہی تھے۔ لڑائی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی نسبت رسول اللہ ظاہر کرنا آپؐ کی کس درجہ کی شوکت جرأت اور استقامت کو بتاتا ہے۔

مَیں کہتا ہوں کہ انسان جب تک اس کوچہ میں داخل نہ ہو اسے لذّت ہی نہیں آتی یہ ایک ایسی لذّت ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ ہر مؤمن کو بلاتا ہے جس طرح اور لذّتوں کا مزہ چکھتے ہو اس کا بھی مزہ چکھو اور تلاش کرنے والے پا لیتے ہیں۔ اس طرف سے اگر تکاہل اور تساہل ہوگا تو ادھر سے بھی حرکت نہ ہوگی۔ ادھر سے مجاہدہ ہوگا۔ تو ادھر سے بھی حرکت ہوگی۔ مجاہدہ ایک ایسی شئے ہے کہ اسکے بدون کسی ترقّی کے بلند مقام کو پا نہیں سکتا۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔

غرض مجاہدہ کرو۔ اور خدا میں ہو کر کرو۔ تاکہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں۔ اور ان راہوں پر چل کر تم اس لذّت کو حاصل کر سکو جو خدا میں ملتی ہے۔ اس مقام پر مصائب اور مشکلات کی کچھ حقیقت نہیں رہتی۔ یہ وہ مقام ہے جس کو قرآن شریف کی اصطلاح میں شہید کہتے ہیں۔ لوگوں نے شہید کے معنے صرف یہی سمجھ رکھے ہیں۔ کہ کسی کافر یا غیر مسلم کے ساتھ جنگ کی اور اس میں مارے گئے تو بس شہید ہو گئے۔ اگر اتنے ہی معنے شہید کے لئے جاویں تو پھر مخالفوں کو بہت بڑی گنجائش اعتراض کی رہتی ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں اور آریوں نے اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے پھیلنے والا مذہب قرار دیا ہے۔ اگرچہ ان لوگوں کی نادانی ہے کہ وہ بدون دریافت کئے اصل منشاء کے اعتراض کر دیتے ہیں۔ مگر ہم کو ان مولویوں پر بھی افسوس ہے جنہوں نے قرآن شریف کے حقائق کو پیش نہیں کیا۔ اور خیالی اور فرضی تفسیریں اور مصنوعی قصّے بیان کرکے اسلام کے پاک اور خوشنما چہرہ پر ایک پردہ ڈال دیا ہے۔ (ملفوظاتِ احمدیہ جلد اوّل)

ایبٹ آباد میں احمدیہ سمر سکول کا قیام

زیر اہتمام مقامی جماعت احمدیہ لاہور

(۲)

[illegible]

محترم میاں فضل احمد صاحب جمعہ کے روز مری سے ایبٹ آباد تشریف لے آئے اور نماز جمعہ یہیں ادا کی۔ جمعہ خطبہ مکرم خانبہادر صاحب ممدوح نے دیا۔ طلباء کلاس کو خصوصی طور پر خطاب کیا اور ان کو بیش بہا نصائح سے سرفراز فرمایا۔ دوپہر کا کھانا میاں صاحب ممدوح کی معیت میں خانبہادر صاحب موصوف کے ہاں کھایا اور نماز عصر کے بعد چائے بھی انہی کے ساتھ پی۔ بعد ازاں ایک گروپ فوٹو لیا گیا۔ میاں صاحب سر شام واپس ہوتے ہوئے کلاس کو مری آنے کی تحریک کر کے دوپہر کے کھانے کی دعوت دے گئے۔ اس موقعہ پر محترم میاں صاحب نے جو تاثر لیا وہ اپنے ایک خط بنام ڈاکٹر مبارک احمد صاحب میں یوں رقمطراز ہیں :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

۳ر اگست۔

مکرم ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں نے گذشتہ جمعہ کا روز ایبٹ آباد گذارا۔ خانبہادر صاحب کا خطبہ سنا اور ان کی Inspiring Personality سے استفادہ کیا۔ اور اپنی محرومی پر رویا کہ سمر سکول میں شرکت کیوں نہ کی اور شرکاء کی خوش بختی پر رشک کیا۔ خدا کرے آئندہ سال میں اور آپ بھی شریک ہوں۔ اس میں ہمارا ہی بھلا ہے۔ اور ہماری عاقبت سنور جائے گی۔　　فضل احمد

ابتداءً یہ کلاس صرف دس روز کے لئے لگائی گئی تھی لیکن اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر پانچ دن اور بڑھا دیئے گئے اور ان ایام میں طلباء کو علم و عمل سے آگاہی کا پورا پورا موقعہ ملا۔

الوداع

۱۳ر اگست کو بادل نخواستہ حضرت ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے طلباء کو الوداع کہا۔ نماز عصر کے بعد چائے کی دعوت پر احباب ایبٹ آباد کو بھی بلایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو بیتی کلاس کو الوداعی پیغام دیتے ہوئے حضرت مکرم ڈاکٹر سعید احمد خانصاحب نے فرمایا :۔

" یہ جو چند دن آپ کی تشریف آوری کے بعد ہم نے یہاں اکٹھے گذارے ہیں میری زندگی کے خاص ایام میں سے ہیں اور ان ایام کی یاد میرے دل و دماغ میں باقی رہے گی۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

بڑے افسوس کی بات ہے کہ آنکھ جھپکتے ہی یار کی صحبت ختم ہو گئی۔ ابھی جی بھر کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ میں ان ایام کو اپنے لئے ایک بہار سے تعبیر کرتا ہوں۔ اور آپ کے یہاں سے چلے جانے کو خزاں سمجھتا ہوں، یہ شعر تو شاعر کا ہے۔ لیکن جو کیفیت اس میں بیان ہوئی ہے وہ میرے دل کی کیفیت ہے۔ آپ لوگوں کے یہاں آنے سے مجھے بہت فائدہ ہوا ہے اور یہاں کے ہمارے بھائیوں کو بھی بہت فائدہ ہوا ہے۔ اور آپ کو اس پندرہ روزہ قیام سے کس قدر فائدہ ہوا ہے یہ تو آپ کا دل، آپ نوجوانوں کے ساتھ یہ ایام گذارنے سے ہمارے دلوں میں بھی امنگ پیدا ہو گئی ہے۔ ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں مسجد کی تحریکات میں حصہ لیتے ہیں ان میں ہم خیال نوجوانوں کو دیکھ کر ایک زندگی اور ایک روحانی تفریح میسر آتی ہے۔ تو ہمیں تو آپ کی آمد سے بڑا فائدہ ہوا ہے اور آپ کو جو فائدہ ہوا ہے وہ آپ کا دل جانتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا یہ کورس بڑا کامیاب ہے۔ وہ ایام جو یونہی گذر جائیں اور وہ کام جو بغیر نتیجہ کے یونہی ضائع ہو جائے وہ تضیع اوقات ہے۔ میں بڑا حیران ہوں کہ اکثر لوگوں کو زندگی کی قیمت معلوم نہیں ہے۔ خصوصیت سے نوجوان اپنے قیمتی وقت کو بے مقصد صرف کر دیتے ہیں۔ جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہم لوگ زندگی کا بیشتر حصہ ضائع کر چکے ہیں۔ یہ پندرہ دن آپ نے فی سبیل اللہ وقف کئے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے آپ لوگ یہاں سنتے سناتے میں وقت لگاتے رہے۔ یہ زندگی کا بہترین حصہ ہے۔ لیکن بہترین حصہ اس وقت ہو گا جب اس کا کوئی پائیدار نتیجہ برآمد ہو گا۔ اگر آپ کا عزم ہو جائے کہ جو آپ کے کان میں اور ذہن اس بارے فکر مند ہوں اور وہ دوسری جگہ سے مل جاتا ہے تو وہ دیکھ کر فوراً اس کی طرف لپکتا ہوں اور اسے اٹھا کر اگر وہ پہلے اوپر کی جیب میں تھا تو پھر اندر کی جیب میں رکھتا ہوں۔ لہذا اگر آپ کو یہاں سے کوئی اچھی چیز ملے اور پسند کیا ہو اور اس پر آپ نے قبضہ کر لیا ہو تو یہ ہمارے لئے خوشی کی بات ہے۔ اچھی بات پر عمل ہو تو اس کا اثر ہوتا ہے۔ تفریح کے لئے تو لوگ یہاں بہت سے آتے ہیں ابھی ابھی سندھ سے چار جہاز آئے اور وہ سامان وغیرہ رکھ کر گھومنے پھرنے چلے گئے ہیں لیکن اس تفریح کا زندگی پر کیا اثر ہو گا۔ آپ نے تفریح بھی کی اور عبادت بھی کیا ہے۔ دونوں کام کئے ہیں۔ یہاں آپ نے عمل کی زندگی گذاری ہے۔ زندگی میں بعض لمحے ایسے آتے ہیں کہ زندگی ہی بدل جاتی ہے۔ تو ہم بڑے خوش قسمت ہیں اور ہمارے دوسرے احباب بھی بڑے خوش قسمت ہیں۔ اور پڑھنے والے پڑھانے والوں سے زیادہ خوش قسمت ہیں اور پڑھانے والے اس وقت خوش قسمت ہوں گے جب وہ پڑھنے والوں پر اس کا کچھ اثر دیکھیں گے۔

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم نمبر)

ہی جاتا ہے یا اللہ کھا لئے جاتا ہے۔ علم طور پر سکولوں اور کالجوں کے استاد نوجوانوں میں رہ کر ان کی عمر کا احساس کرتے ہیں اور انہی کی طرح اپنی زندگی کو خوش و خرم پاتے ہیں۔ بوڑھے لوگ جوانوں کی صحبت میں رہ کر اپنے . . . بڑھاپے کا احساس ختم کر کے . . . جوانوں میں سے اپنے آپ کو سمجھنے

اچھی بات پڑی ہے اس کو عمل میں لے آئیں . . . . تو یہ ایک بڑا کام ہے۔ اس سے زندگی کی تعمیر ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الحکمۃ ضالۃ المؤمن . . . . کہ حکمت مؤمن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں کہیں ملے اسے شوق اور تپاک کے ساتھ لے لینا مؤمن کا کام

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ یکم ستمبر ۱۹۷۱ء

یوم دفاع

آج یکم ستمبر ہے، آج سے چھ سال قبل ۱۹۶۵ء میں اسی مہینہ کی چھ تاریخ کو پاکستان کو اپنے سے پانچ گنا زیادہ بھارتی افواج کے حملہ کی صورت میں ایک ہولناک ابتلاء کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بھارتی افواج کا یہ حملہ ہر قسم کے سامان حرب سے آراستہ ہونے اور آدھی رات کو بلا اطلاع چھاپہ مارنے کی وجہ سے اس قدر خوفناک تھا کہ اگر پاکستانی افواج عین اسی وقت ان کے مقابلہ میں کھڑی نہ ہو جاتیں اور اپنی روایتی جرأت و شجاعت سے بھارتی افواج کو آگے بڑھنے سے روک نہ دیتیں بلکہ یوں کہئے کہ ان کے قدم پیچھے نہ ہٹا دیتیں تو شاید پاکستان آج صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہ جاتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا کہ اس نے نہ صرف پاکستانی افواج کے دلوں میں دلیری اور جرأت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کر دیا بلکہ پاکستان کے ہر بڑے اور چھوٹے، ہر امیر اور غریب، ہر عالم اور جاہل کے اندر ایک متحدانہ جوش پیدا کر دیا، جو اس پاک سرزمین کو دشمن کی تمام خفیہ سازشوں اور اندرونی دراندازیوں سے محفوظ رکھنے کا موجب ہوا۔

یہ فی الحقیقت خدا کا فضل ہی تھا جس نے اہل پاکستان کو یہ ایمان افروز نظارہ دکھایا کہ ایک ایسے زبردست دشمن کو جو تعداد اور سامان حرب کے لحاظ سے پاکستان سے کئی گنا زیادہ طاقتور تھا چند دنوں میں تہس نہس کر دیا گیا۔ اس فضل الٰہی کی پیشگوئی آج سے پینسٹھ سال پہلے اس مامور الٰہی کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سنا رکھی تھی جو اسلام کی فتح و نصرت کا جھنڈا لے کر کھڑا ہوا اور فتح اسلام کے عظیم الشان کارناموں سے اپنے تقرب الٰہی کا ثبوت بہم پہنچایا، وہ پیشگوئی کیا تھی، قارئین کرام ان کالموں میں بارہا مرتبہ پڑھ چکے ہیں اور ازدیاد ایمان کے لئے اس کو یوم دفاع کے موقعہ پر پھر دہرانا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

> ۲۹ر اپریل ۱۹۰۶ء: فرمایا "رات دو بجنے میں سات منٹ باقی تھے کہ میں نے دیکھا کہ یکایک زمین ہلنی شروع ہو گئی پھر ایک زور کا دھکا لگا میں نے رؤیا ہی میں گھر والوں کو کہا کہ اٹھو زلزلہ آیا ہے اور یہ بھی کہا کہ مبارک کو لے لو، اسی حالت رؤیا میں یہ بھی خیال آیا کہ شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی۔"
>
> (تذکرہ۔ مجموعہ الہامات حضرت مسیح موعود ص۵)

غور کیجئے اس رؤیا میں کس قدر غیب بینی پائی جاتی ہے۔ ۱۔ زلزلہ کا دھکا رات کے دو بجے محسوس کرنا (یہی وہ وقت تھا جب بھارتی افواج پاکستان پر حملہ آور ہوئیں۔)

۲۔ شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی۔ شاستری کون تھا، ۹ر اپریل ۱۹۰۶ء اور اس کے بعد پینسٹھ سالوں تک کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ شاستری نام کا بھی کوئی ایسا شخص موجود ہے، جس نے کوئی پیشگوئی کی ہے، پورے پینسٹھ سال بعد دنیا نے سنا کہ ہندوستان میں لال بہادر شاستری نام ایک وزیر اعظم مقرر ہوا ہے، جس کو عرف عام میں صرف شاستری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس شخص نے ۶ر ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستان پر حملہ آور ہوتے ہوئے یہ پیشگوئی کی کہ کل صبح ہم لاہور جم خانہ میں فاتحانہ داخل ہو کر شراب نوشی کریں گے، یہ پیشگوئی، مامور الٰہی کی رؤیا کے مطابق غلط نکلی، اور ہندوستانی افواج کو لاہور میں داخل ہونے کی توفیق ہی نصیب نہ ہوئی۔

۳۔ اسی رؤیا میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "مبارک کو لے لو" جس سے ظاہر ہے کہ اس جنگ کا نتیجہ جس کو مامور الٰہی نے زلزلہ کی صورت میں دیکھا آخر کار مبارک ثابت ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور نہ صرف شاستری کی پیشگوئی غلط نکلی بلکہ یہ جنگ پاکستان کے کردار کی بلندی اور اس کی عظمت کو بڑھانے کی صورت میں مبارک ثابت ہوئی۔

یہ وہ عظیم الشان نشان ہے، جس پر اگر غور کیا جائے تو نہ صرف حضرت مرزا صاحبؒ کی صداقت بلکہ ہستی باری تعالیٰ کا شاندار ثبوت ملتا ہے، اس قسم کے بیسیوں نشانات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے مگر افسوس کہ بہت کم لوگ ہیں جو ان سے فائدہ اٹھا کر مامور الٰہی کی صداقت کا اعتراف کرنے کے لئے تیار ہوں، ضرورت ہے کہ ایسے نشانوں کو کثرت کے ساتھ پھیلایا جائے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور مامور الٰہی کی صداقت پر زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے۔

آج پھر پاکستان پر جنگ کے بادل نمودار ہو رہے ہیں، بھارت اپنے کمینہ پن اور دشمنی کو پھر جنگ کی صورت میں برپا کرنا چاہتا ہے، مشرقی پاکستان میں نام نہاد بنگلہ دیش کی حمایت میں جو اودھم اس نے مچایا اور پاکستانی افواج نے جس جوانمردی سے اس کے بھیجے ہوئے ایجنٹوں اور مسلح مداخلت کاروں کا صفایا کیا وہ تاریخ کا ایک اور روشن باب ہے، اس کے علاوہ تمام دوسرے ممالک میں پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے ہر قسم کے جتن کر چکا ہے، اور ہر جگہ اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ باوجود اس کے وہ جنگ کی دھمکیاں دینے سے باز نہیں آتا، امید نہیں کہ اس کی یہ دھمکیاں گیدڑ بھبکیوں سے بڑھ کر ثابت ہوں کیونکہ اسے پاکستانی افواج کی قوت و شجاعت اور حوصلہ کا بخوبی تجربہ ہو چکا ہے اور اس کے کئی ایک اخبارات اور دانشور لوگ (جن میں شاستری آنجہانی کا ایک بھائی بھی شامل ہے) کھلے طور پر یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو ۱۹۶۵ء کی جنگ سے بڑھ کر ناکامی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ بالکل صحیح ہے۔ اگر ہندوستان نے فی الواقعہ جنگ کا آغاز کیا تو خدا تعالیٰ کا فضل یقیناً اس موقعہ پر بھی پاکستان کی حفاظت اور کامیابی اور بھارت کی بربادی کا موجب ہوگا، تاہم یہ ایک بہت بڑا ابتلاء ہے، جس سے بچنے کے لئے پاکستانی عوام کو ابھی سے اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز ہو کر اپنی عاجزی اور ناتوانی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی نصرت کے لئے دعا کرنی چاہیئے کہ اس کے فضل کے بغیر کوئی قوت کارآمد نہیں ہو سکتی، پاکستانی لیڈروں اور رہنماؤں کو چاہیئے کہ باہمی اختلافات سے قطع نظر کرتے ہوئے اتفاق و اتحاد کے ساتھ قوم کو اسی راہ پر لگانے کی کوشش کریں جو نصرت خداوندی اور تائید ایزدی کی کشش کا موجب ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر قسم کی ابتلاؤں سے پاکستان کو بچا کر اپنی حفاظت کے سایہ میں لے لے کہ یہی ایک چیز اس کی کامیابی اور استحکام کا موجب ہو سکتی ہے۔

چوتھی احمدیہ کنونشن

گیانا سے اطلاع ملی ہے کہ چوتھی احمدیہ کنونشن بڑی کامیابی سے ختم ہو گئی۔ مختلف علاقوں سے وفود کی آمد نے گیانا کی مسلم اور غیر مسلم پبلک پر ایک وسیع اثر چھوڑا ہے۔ ایک درجن بھر ریڈیو پروگرام ریکارڈ کئے گئے۔ تفصیلات کا انتظار ہے۔

مولینا صلاح الدین تایو کی گیانا میں آمد

گیانا (جنوبی امریکہ) کی تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے گھانا کے مبلغ مولینا صلاح الدین تایو بعض ناگزیر مشکلات کی وجہ سے وقت پر کنونشن پر نہ پہنچ سکے۔ شیخ محمد طفیل صاحب اور چند دوست کنونشن کے خاتمہ پر مزید ایک ہفتہ کے لئے گیانا میں ٹھہر گئے تھے اسی عرصہ میں مولینا تایو بھی گیانا پہنچ گئے اور آج کل وہ ٹرنی ڈاڈ میں ہیں اور شیخ صاحب اور مسٹر کمال ہیڈل کے ہمراہ ٹرنی ڈاڈ کی تمام جماعتوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ اگلے ماہ کے شروع میں وہ دوبارہ گیانا جائیں گے۔ جہاں ان کے اور وانس محمد صاحب کیلئے ایک وسیع پروگرام بنایا گیا ہے۔

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ انتخاب

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ انتخاب مؤرخہ ۳۔اکتوبر ۱۹۷۱ء کو بوقت ۵½ بجے شام جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں ہو رہا ہے۔ اس موقعہ پر ایک عام اجلاس منعقد ہوگا۔ خواتین و احباب سے اس میں شرکت کی پرزور گذارش ہے۔ خواتین کو بھی ووٹنگ میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔ انتخاب کے بعد حاضرین کرام کو عشائیہ دیا جائے گا۔

ڈاکٹر مبارک احمد شیخ .... سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

> چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔ (الوصیۃ)

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز

مجلس تحفظ ختم نبوت پر حجت ملزمہ

مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان (پاکستان) کی شاخ لائل پور نے ۴۲ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ انگریزی اور اردو زبان میں طبع کرکے پاکستان بھر میں تقسیم کیا ہے۔ جس میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے اراکین سے اپیل کی گئی ہے اور انہیں مسئلہ ختم نبوت کی روشنی میں احمدیہ تحریک کی طرف متوجہ کرتے ہوئے تحریک کی گئی ہے کہ وہ احمدیوں کو مرتد اور اقلیت قرار دینے کے معاملہ میں مجلس کے ممد و معاون بنیں۔ اس کتابچہ میں ختم نبوت کی تائید میں قرآن و حدیث کے حوالجات دے کر اکابرین اُمت کے اقوال بھی درج کئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں سر ڈاکٹر علامہ اقبال کو بھی پیش کیا ہے۔

ہمارے پیش نظر انگریزی کتابچہ ہے جس کا عنوان ہے:-

An appeal to the members of National Assembly of Pakistan.

اس کے صفحہ دس کا اقتباس قابل ملاحظہ ہے:-

"IQBAL

Finality of prophethood has fascinatingly been brought out in the following verses.

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بود شد اختتام

He is the Best of Prophets and best of human-beings. Every prophethood Came to an end in his body person,

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

All excellences came to an end in his pious person, undoubtedly prophethood came to an end."

اسے مجلس تحفظ ختم نبوت کی لاعلمی کہیئے یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے حجت ملزمہ کہ یہ دونوں اشعار جو علامہ سر اقبال کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ علامہ ممدوح کے نہیں بلکہ اس ماموراِلٰہی کے طبعزاد ہیں، جس کو مجلس تحفظ ختم نبوت منکرِ ختم نبوت قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کرنا چاہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ اشعار علامہ اقبال کی طرف منسوب کرکے انہیں ختم نبوت کا حامی قرار دیا جا سکتا ہے تو حضرت مرزا صاحب جن کے یہ اشعار ہیں، ختم نبوت کے حامی کیوں نہیں اور ان اشعار اور ایسا ہی دوسری تحریرات کے ہوتے ہوئے انہیں اور ان کی جماعت کو منکرِ ختم نبوت کس طرح کہا جا سکتا ہے، یہ حجت ملزمہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفظ مجلسِ ختم نبوت پر وارد کی گئی ہے ۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اصلی روپ میں

آج کل اخبارات میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تعریف و توصیف میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے، اسی سلسلہ میں روزنامہ نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۲۶ اگست ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں ایک صاحب ضیاء الاسلام کا مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں مراسلہ نگار نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ان کے اصلی روپ میں پیش کیا ہے ذیل میں اس مراسلہ کے چند اقتباسات بلا تبصرہ نقل کئے جاتے ہیں:-

" نوائے وقت - ہفتہ ۱۱ اگست کی اشاعت میں یاد رفتگان کے عنوان کے تحت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے فنِ خطابت اور کارہائے نمایاں کا تذکرہ کیا گیا ہے اس بارے میں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس قسم کی تحریریں نظریہ پاکستان کے مقاصد کے سخت منافی ہیں۔ مضمون نگار نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے اوصاف بیان کرنے میں نہایت ہی مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ ہمیں اس سے بھی کوئی غرض نہیں - البتہ انہیں عطاء اللہ شاہ بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیاداری کی جو جھلک نظر آئی ہے وہ سخت قابلِ اعتراض ہے۔ کیا ہندو کانگریس کا کوئی ایجنٹ اور متحدہ قومیت کا پرچارک متحدہ ہندوستان کی صورت میں مسلمانوں کو ہندو اکثریت کا غلام بنانے کی سازش میں شریک ہو کر بھی حیادار ہو سکتا ہے؟ اور پھر میدانِ جنگ میں گئے بغیر عطاء اللہ شاہ بخاری میں خالد کی سی جرأت کی جھلک کسی اندھے مقلد کو ہی نظر آ سکتی ہے۔ پھر مضمون نگار کو عطاء اللہ شاہ بخاری میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فہم و ادراک کا فلسفہ غالب نظر آ جاتا ہے تو مضمون نگار اور ہم سب مسلمان متحدہ ہندوستان میں گھسیاروں کی سی زندگی بسر کر رہے ہوتے۔ مضمون نگار غالباً سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے افیونی اثرات سے ابھی تک نہیں نکل سکے ہیں۔ اور پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کے لئے آزادی کی فضا انہیں نامرغوب ہے۔ مضمون نگار کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری میں شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جلال بھی جھلکتا نظر آیا ہے۔ اس بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی سربلندی کے لئے سر پر کفن باندھ کر جامِ شہادت نوش کیا۔ عطاء اللہ شاہ بخاری کا نے تقسیم ہند کے وقت ہندوستان کے مسلمانوں کے قتلِ عام کو روکنے کی بجائے ہندوستان سے فرار اختیار کیا۔ اور پاکستان میں آ کر پناہ لی۔ عطاء اللہ شاہ بخاری البتہ ایک چرب زبان تھے۔ ان کی زبان میں سامعین پر رقت طاری کرنے کی بلا کی صلاحیت تھی اور وہ اس کی قیمت وصول کرنا جانتے تھے....

اور جہاں تک سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے حسنِ خطابت کے محور کا تعلق ہے وہ تو حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی پر نہایت ہی اوچھے، غلیظ اور بازاری قسم کے حملوں تک محدود تھا - اور شائستگی کی قدروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے متعلق من گھڑت قصے سُنانا ان کا معمول تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت کو کسی سیاسی بھانڈ اور کانگریسی آلہ کار ہی کی خطابت کہا جا سکتا ہے۔ اس امر سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ ان کی خطابت نے مجموعی طور پر مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچایا۔ .... ہندو کانگرس کے تقاریچی علماء دن رات قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو برطانوی سامراج کا ایجنٹ ثابت کرنے میں لگے رہتے تھے اور ان نام نہاد علماء نے صرف قائد اعظم کی ذات کو ہی تضحیک کا نشانہ بنایا ہوا تھا کیونکہ قائد اعظم علیہ الرحمۃ ہی تحریک پاکستان اور مسلمانانِ ہند کی تمناؤں اور آرزوؤں کے محور تھے۔

ایک مرتبہ لاہور کے کسی گھٹیا قسم کے کانگریس کے ہمنوا احراری روزنامہ میں ایک خبر چھپی جس کا عنوان تھا۔ "مسٹر جناح برطانوی سامراج کے ایجنٹ بن گئے"۔ ان دنوں قائد اعظم علیہ الرحمۃ لاہور میں ممدوٹ ولا میں قیام پذیر تھے - قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے لاہور میں قیام کے دوران معمول یہ ہوتا تھا کہ ہم شمع کے پروانوں کی طرح تمام دن ممدوٹ ولا میں گزارتے تھے۔ شام کا وقت تھا - اور مختلف کالجوں کے طلباء لان میں سیاسی صورتِ حال پر تبادلۂ خیالات کر رہے تھے۔ اچانک کیا دیکھا کہ قائد اعظم علیہ الرحمۃ نہایت شفقت بھری نگاہوں اور مسکراہٹ کے ساتھ ہماری جانب چلے آ رہے ہیں - قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آنے پر تمام لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے - قائد اعظم جب کرسی پر بیٹھ گئے تو نوجوانوں کے چہروں پر خوشی اور محبت کے جذبات کا طوفان اُمنڈ کر چہروں کو سُرخ کئے ہوئے تھا - قائد اعظم علیہ الرحمۃ اس وقت ہلکی پھلکی گفتگو کے موڈ میں تھے اور پوچھا کہ آج کی کیا خاص خبر ہے۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا کہ جناب والا آج ایک مقامی اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ مسٹر جناح برطانوی سامراج کے ایجنٹ ہیں۔ قائد اعظم علیہ الرحمۃ کی مسکراہٹ سنجیدگی میں بدل گئی - انہوں نے فرمایا کہ یہ کسی احراری اخبار کی خبر ہوگی - نوجوان نے جواب دیا کہ "جی ہاں" قائد اعظمؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی کسی کا ایجنٹ بنتا ہے تو وہ شہرت کی خاطر یا روپیہ حاصل کرنے کے لئے ہو سکتا ہے۔ جہاں تک شہرت کا تعلق ہے وہ مجھے کافی حاصل ہے اور جہاں تک روپیہ کا تعلق ہے۔ میں پوری احرار کی جماعت کو خرید سکتا ہوں - یہ واقعہ بیان کرکے میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ قائد اعظمؒ ان منافقین کی سرگرمیوں سے پورے طور پر باخبر رہتے تھے اور ان کے آہنی اعصاب پر ان کفن چوروں کی ہرزہ سرائی کا کوئی اثر نہ تھا اور قافلہ میر کارواں کی قیادت میں جانبِ منزل رواں دواں رہا۔

اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ جمعیت العلمائے ہند، مجلسِ احرار اور یونی نسٹ پارٹی کے گٹھ جوڑ نے ہمارے قومی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جو ناپاک سازش کی تھی - وہ خضر حیات ٹوانہ اور کانگریس کولیشن حکومت کی صورت میں منظر عام پر آگئی اور ان دشمنانِ اسلام نے پنجاب کے اکثریتی صوبہ میں پاکستان کے مخالفین کا تسلط قائم کر دیا اور ابوالکلام آزاد بہ نفسِ نفیس

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۷/اگست ۱۹۷۱ء فرمودہ مکرّم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بمقام جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

سائنسی علوم وفنون سے تسخیرِ کائنات کے ذریعہ کیا انسانی حیات کا اصل مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔؟

- گذشتہ ایک ہزار سالہ مغربی سائنس کا ارتقاء و تجربہ سچّی انسانی تہذیب کی ابجد بھی دریافت نہیں کر سکا۔
- قرآنِ حکیم کے معجزانہ خدائی کلام ہونے پر غیر مُسلم مغربی محققین کی آراء۔ کہ
- قرآنِ کریم اعلیٰ ترین حیات بخش نسخہ اکسیر موجود ہے۔
- حضرت مسیح موعوؑد نے بھی مادی علوم کے مقابل فرقانی علوم کے غلبہ کی خبر دیکر زندہ خدا کی ہستی کا ثبوت مہیّا کر دیا ہے۔

مَیں نے گذشتہ جمعہ عرض کیا تھا کہ یہ علم وعقل کا زمانہ ہے۔ ایک طرف سائنسی ترقیوں نے زندگی کی سہولتیں اور آسائشیں دے رکھی ہیں، دوسری طرف اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کے کلام اور اس کے مرسلین کا انکار بھی اس زمانہ میں شدّت سے ہو رہا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام کے منکر ہیں، ان کے متعلق اور ان کے وساوس کے متعلق مَیں نے کچھ عرض کیا تھا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ تسخیرِ کائنات سے ہی انسان کی نجات وابستہ ہے۔ یہی بنیادی غلطی ہے۔ قرآن کریم نے علم وعقل کے بل بوتے پر تسخیر کائنات سے منع نہیں فرمایا لیکن قرآن کریم نے تسخیرِ کائنات کو انسانی نجات کا مدار نہیں ٹھہرایا۔ اگر ایسا ہوتا تو مغربی تہذیب جو ایک ہزار سال سے جاری ہے کیا وہ اپنے معراج کو نہ پہنچ گئی ہوتی اور انسان کی زندگی کی تمام تر منازل طے نہ کر لی گئی ہوتیں؟ اگر انسان کی فلاح وصلاح کا یہی راستہ تھا تو انسانیت کو کبھی کا منزلِ مقصود پر پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن کس قدر تعجب کی بات ہے کہ مغربی تہذیب کی عقل وعلم نے انسانی منزل کی ابجد بھی نہیں پہچانی۔ نہ اس نے توحید کے راز معلوم کیے ہیں اور نہ وحدتِ نسلِ انسانی کا سبق پڑھا ہے اور نہ مساوات اور اخوت ومحبت بنی نوع انسان کی برکتوں اور رحمتوں کو پہچانا ہے اور نہ اکسیر اور اصل نسخہ حیات پر ان کو اطلاع ہوئی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

> ہمارا نرم رَو قاصد پیامِ زندگی لایا
> خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

محض تسخیرِ کائنات اور سائنسی ترقی سے نفس کی غلامی اور جذباتِ رذیلہ کی تسکین وپرورش کا سامان پیدا ہوتا ہے

یہ خدایانِ فرنگ رازِ حیات سے بالکل کورے اور نابلد ثابت ہوتے ہیں۔ یہ غلطی کیوں ہوئی؟ یہ اس لیے ہوئی کہ تسخیرِ نفس کے متعلق انہوں نے کچھ بھی آگاہی حاصل نہیں کی۔ صرف یہی بات نہیں ہے کہ تسخیرِ نفس سے متعلق یہ قومیں غافل پڑی رہی ہیں بلکہ آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ قومیں نفس کی غلامی میں انتہا درجہ تک پابند ہیں بلکہ ان کی حیات کا راز یہی ہے کہ جتنا کوئی نفس کا غلام ہوگا، اتنا ہی اعلیٰ درجہ کا انسان سمجھا جائیگا۔ مَیں دو مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس دور میں فرائیڈ کو نفسیات کا ماہر ترین انسان سمجھا جاتا ہے۔ آپ سُنیں اس کے نظریہ کو اور اس کے فلسفہ کی داد دیجئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت میں جنسی جذبہ کو کسی طور، کسی مرحلہ پر بھی دبانا نہیں چاہیے، بلکہ اس کی تسکین کی راہیں بکّلی کھول دینی چاہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے، تو ذہنی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں (SEX-REPRESSIONS) یہ جو ہم آجکل اس تہذیب میں اِس قدر عریانی، فحاشی، بے حیائی اور بے شرمی کے طریقے کھلے دیکھتے ہیں۔

یہ اسی نظریہ وفلسفہ کا کمال ہے۔ اس مقام پر آکر مغربی تہذیب کیا گل کھلا رہی ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ میری زبان اس کے اظہار اور بیان سے گنگ ہے۔ بہر حال اس تہذیب نے یہ سکھلایا ہے کہ نفسانی جذبات پر کنٹرول کرنا نہ صرف درست نہیں ہے، بلکہ باعث مُضرت ونقصان ہے۔ ایک اور ماہر اقتصادیات کارل مارکس نے ایک اقتصادی فلسفہ گھڑا ہے جس پر آج کے لوگ بڑے فدا اور فریفتہ ہو رہے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ کائنات کے اندر عالمِ انسانیت کا تمام نظام اقتصادیات کے محور کے گرد گھوم رہا ہے۔ تاریخ کے اندر جس قدر بھی موڑ آئے ہیں یہ اقتصادی انقلابات کے پیش خیمہ ہیں۔ اقتصادی مساوات سے ہی انسانیت کو نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ یہ نکتہ نگاہ کس قدر غلط ہے۔ اس کی غلطی اس طرح دیکھئے۔ کہ ایک انسان کا تعلق دوسرے انسان کے ساتھ باہمی اخلاق اور محبت ومودت کی وجہ سے قائم ہے یا سیم وزر اور دولت کے ذریعہ؟ اگر ایک باپ بچّوں سے محبت کا برتاؤ کرتا ہے۔ ان کے لیے ایثار اور قربانی کرتا ہے اور ان کی خدمت کرتا ہے اور اخلاقِ عالیہ ظاہر کرتا ہے، تو اس کے خاندان میں راحت اور خوشی کا راج ہوگا، خواہ وہاں غریبی کا عالم ہو اور انھیں سوکھی روٹی ہی کیوں نہ میسّر ہو، مگر گھر کے افراد اپنے سربراہِ خاندان پر جانثاری سے فدا ہونے کو تیار رہتے ہیں، لیکن اس کے برعکس ایک شخص بڑا مالدار ہے۔ دولت و ثروت کا مالک ہے، سب سامان آرام وراحت کے اس کے گھر میں مہیا ہیں، لیکن افرادِ خاندان کے اندر نہ پیار ہے نہ محبت اور نہ آپس میں کوئی تعلق ہے۔ والدین کو کلب اور کاروبار سے فرصت نہیں بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اعلیٰ کھانا کھا رہے ہیں، لیکن وہ آپس میں ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ روس نے ایسا ہی نظام جاری کرنا چاہا ہے کہ بچے پیدا ہوں تو ان کو نرسنگ ہاؤس میں داخل کر دیا جائے۔ وہاں ان کی پرورش ہو۔ نہ بچّے کو پتہ ہے کہ میرے ماں باپ کون ہیں اور نہ والدین کے اندر جذبہ مادر و پدر محبت وشفقت پیدا ہوتا ہے۔ بچّے کو ماں باپ سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ فوج کے گھوڑوں کو۔ جہاں بہترین سے بہترین چارا دانہ کھاتے ہیں، ان کی بہترین نگہداشت اور تربیت ہوتی ہے، ان کا بہترین علاج معالجہ کیا جاتا ہے، مگر باہمی کوئی اعلیٰ تعلق قائم نہیں ہوتا۔

انسانی حیات کا نظام اعلیٰ اخلاقی ومعاشرتی تعلقات کے محور کے گرد گھومتا ہے، نہ کہ محض اقتصادی نظام کے گرد

اشتراکیت نے بھی انسانوں کے مابین بہترین اخلاقی وانسانی تعلق قائم کرنے کے بجائے اُنھیں جانوروں کی مانند برابر کر دینا چاہا ہے جہاں ان کی جسمانی تربیت تو بہترین ہونے کے سامان کیا جاتا ہے، مگر ایک دُوسرے کے ساتھ اخلاقی وروحانی تعلقات کا نہ کوئی سوال ہے اور نہ ہی

یہ سوال پیدا ہونا چاہیے۔ گویا اشتراکی نظام کا سارا دارومدار انسان کی جسمانی احتیاجات کے پورا کرنے پر ہے جس میں اس کی رُوحانی و قلبی اور انسانی و اخلاقی تقاضوں کے پورا کرنے کی جانب مطلقاً کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ سوچو اور غور کرو کہ محض ایک مشین کا پُرزہ بنا کر اُسے جملہ اخلاقی و معاشرتی محاسن سے محروم کر دینا کہاں تک انسانیت کی تکمیل کا موجب بن سکتا ہے۔؟

یہ وہ نظام ہے جو کارل مارکس نے پیدا کرنا چاہا ہے۔ پھر جہاں کہیں سائنسی و مغربی فلسفہ حیات کے حامل پہنچے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ انھوں نے بنی نوع انسان کے لیے خیر خواہی کی کیا راہیں وا کی ہیں؟ تاریخ اور زمانہ کا تجربہ و مشاہدہ ہے کہ جہاں کہیں یہ مغربی فلسفہ کے نظریہ کے حامل لوگ پہنچے ہیں، وہاں نسلی، قومی اور وطنی تعصبات کی ایک خلیج پیدا ہوگئی ہے اور قوموں اور ملکوں کے درمیان دشمنی پیدا کر دی ہے اور بنی نوع انسان کے لیے ہزار دُکھ درد اور اضطراب و پریشانی کے سامان فراہم کر دیے ہیں۔ اِس طرح ایک ہزار سالہ تجربہ سے یہ امر ثابت ہوگیا ہے کہ انسان کو اس کی محض اپنی عقل اور علم کی بناء پر تہذیب کے معراج پر پہنچانا ممکن ہوتا، تو اب تک پہنچا دیا ہوتا۔ اگر یہ مدت کافی نہیں ہے تو کچھ اور عرصہ تجربہ کر لو لیکن انسان کی محض عقل اور علم اسے انسانیت کے معراج کا مقام نہ دکھلا سکتی ہے اور نہ اسے اس پر پہنچا سکتی ہے تو عقلی قوتوں کے ذریعے تسخیر کائنات کا کارنامہ بنی نوع انسان کی پیدائش کے مقصد و غرض کو پورا نہیں کر سکتا نہ — قومی اور نہ بین الاقوامی زندگی خوشحال ہو سکتی ہے۔ یہ جو طبقہ آج مسلمان قوم کے اندر پیدا ہو رہا ہے کہ ہم خدا کو نہیں مانتے اور نہ ہی اس کے ماننے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ ہم تو اپنی عقل کو ہی خدا مانتے ہیں۔ ان کو کوئی بتلائے کہ صحیح عقل اور خدا کا وجود اور صحیح علم اور خدا کا وجود لازم و ملزوم ہیں۔ آپ غور کریں کہ قرآنِ کریم سے بڑھ کر کسی الہامی کتاب نے عقل و علم کو استعمال کرنے کی تحریک و ترغیب نہیں دلائی۔ اگر تاریخی طور پر آج کے زمانہ کی عقل و علم کی ترقی اور اس استعمال کا ماخذ دریافت کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ قرآنِ کریم کا ہی ایک شعبہ اور حصّہ ہے۔ قرآنِ کریم نے جو اُصول دیے ہیں، اُن کی بناء صحیح علم اور تجربہ پر ہی قائم ہے اور انسان ان پر قائم ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ عقل جس کو ظاہری حواس تک محدود کر دیا جاتا ہے۔ وہ ان امور کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ ان امور تک رسائی کے لیے روحانی حواس کی ضرورت ہے۔ اگر مغربی فلاسفر یہ کہتے ہیں کہ خدا نہیں ہے، تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انھوں نے خدا کو حقیقی راستوں سے نہیں دیکھا۔ خدا کو انھوں نے تلاش نہیں کیا؛ حالانکہ خدا ہے۔ وہ اپنی ہستی کے ثبوت کے طور پر خود بولتا اور کلام کرتا ہے۔ خدا وہی تو ہے جو کہتا ہے انی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا اس آواز کو انسان کا قلب سُنتا ہے۔ عقل اس پر احاطہ نہیں کر سکتی۔ آپ اس کائنات کے اندر بھی بعض ایسی قدرتوں اور طاقتوں کے بارے میں جانتے ہیں کہ آنکھ ان کو دیکھ نہیں سکتی، لیکن آپ ان کے وجود سے انکار بھی نہیں کر سکتے۔ وہی انکار کریگا جو بے خبر ہوگا یہی حال اللّٰہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے کلام کا ہے۔

خدا اور اس کے کلام کے منکر حقائق سے بے خبر اور روحانی و اخلاقی صلاحیتوں کے منکر ہیں

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے مثل الفریقین کالاعمٰی والاصم والبصیر والسمیع. ھل یستویٰن مثلاً. افلا تذکرون اس میں دو انسانوں کا ذکر ہے۔ ان کی مثال اندھے اور بہرے اور سوجاکھے اور سُننے والے کی ہے۔ کیا دونوں کی حالت یکساں ہے؟ کیا تم اس سے کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ یہاں پر دو انسانوں کا مقابلہ کیا ہے۔ ایک تو مومن ہے جو از راہِ بصیرت اپنے آپ کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہے۔ اور دوسرا اندھا، وہ قلب و ضمیر اور روح کا اندھا ہے۔ وہ بہرہ ہے، وہ روحانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ جو چشم بصیرت رکھتے اور دل کا نور رکھتے ہیں وہ تو دیکھ کر مانتے ہیں اور سمجھ کر یقین رکھتے ہیں۔ یہ دونوں انسان برابر نہیں ہو سکتے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ جو دہریہ طبع ہیں یہ دل اور نگاہ کے اندھے اور بہرے ہیں؛ ورنہ خدا کا وجود اور اس کی عظمت و قدرت اور حکمت نہ صرف مادی طور پر ان کو معلوم ہو سکتی ہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی حالتوں میں بھی ان کو نظر آجائیں گی اور اگر یہ لوگ صدقِ دل سے خدا کو ان راہوں سے تلاش کریں تو خدا انھیں اپنے وجود سے بھی ان پر منکشف ہوگا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللّٰہ لمع المحسنین . جو لوگ ہماری تلاش میں مجاہدہ کرنے والے ہوں ہم ضرور ان کو اپنی قدرتوں اور طاقتوں سے مطلع کرتے ہیں؛ البتہ انھیں اس راستہ کی تلاش میں محسن بننے کا طریق کار ضرور اختیار کرنا پڑتا ہے۔

مَیں اس بات پر اپنے کلام کو ختم کرتا ہوں کہ قرآن کریم کو جن لوگوں نے غور سے پڑھا ہے۔ انھوں نے اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور اسے خدا کا معجزہ قرار دیا ہے۔ ایک مسلمان، ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ اگر دل سے دہریہ بھی ہے، تو دہریت کا اقرارِ عام نہیں کریگا؛ کیونکہ ان کے ایسے معاشی اور معاشرتی مسائل ہوتے ہیں جو اس اقرار کے مانع ہوتے ہیں، لیکن جو علی الاعلان غیر مسلم ہیں۔ ان کو کیا پڑی ہے کہ قرآن کو بغور مطالعہ کے بعد اسے اللّٰہ تعالیٰ کا کلام یقین کریں اور اسے خدائی معجزہ قرار دیں۔

غیر مُسلم مغربی محققّین نے برملا قرآن کو خدا کا اعجازی کلام تسلیم کیا ہے۔

میرے پاس ایسے غیر مسلم مفکّروں اور محققوں کے ۵۰ سے زائد حوالہ جات موجود ہیں، لیکن اس وقت میں سب کو پڑھ کر تو آپ کو سُنا نہیں سکتا، البتہ بعض کے بیانات کے اقتباسات پیش کرتا ہوں تاکہ مُسلمان اور وہ احمدی نوجوان دوست جو اللّٰہ تعالیٰ، اس کی ذات اور اس کے کلام کے بارے میں تذبذب کا شکار ہیں وہ جو اس کو دقیانوسی کلام اور غیر اللّٰہ کلام خیال کرتے ہیں، وہ کچھ سوچ سکیں اور اپنے عقل اور علم کو کام میں لائیں۔

وہ لوگ جو عالی دماغ رکھتے ہیں اور غیر مسلم ہیں، قرآن کریم کے بارے میں ان کے تاثرات بیان کرتا ہوں:

(۱) ”میرا یقین ہے کہ صرف قرآن کا نظامِ حیات ہی ایک ایسا نظام ہے جس کے سچے اصُول انسانیت کو فلاح، مسرت اور خوشحالی سے ہمکنار کر سکتے ہیں!“
(فاتح اعظم نپولین بوناپارٹ)

(۲) ”قرآن کی نسبت محمدؐ نے ایک معجزہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جسے آپ اپنا دائمی معجزہ بتلاتے ہیں اور اس میں کیا شک و شبہ ہے کہ لاریب یہ کتاب ایک دائمی معجزہ ہی تو ہے۔“
(باسورتھ سمتھ)

(۳) ”قرآن کی بنیادی خصوصیت اس کی صداقت و خلوص ہے۔ قرآن کا ہر لحاظ سے پُرخلوص ہونا میرے نزدیک اس کی اعلیٰ ترین خوبی اور شان ہے۔“
(کارلائیل)

(۴) ”ہم یہ کہنے میں یقیناً حق بجانب ہیں کہ قرآن ایک عالیشان کتاب ہے جو کبھی لکھی گئی۔ جس شخص نے بنی نوع انسان کے مقصدِ تخلیق پر غور کرنا ہو، اس کے لیے قرآن سے دلچسپی ناگزیر ہے۔“ (ڈاکٹر سٹین گیس)

(۵) ”بہترین عرب مصنفین قرآن کی عمدگی اور خوبیٔ کلام کے مقابل کوئی مثل پیش کرنے میں ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔“ (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا)

(۶) ”جوں جوں ہم قرآن کی جانب توجّہ کرتے ہیں توں توں پہلے تو یہ کتاب ہمیں کشش کرتی ہے۔ اس کے بعد حیران و متعجب کر دیتی ہے۔ بالآخر یہ کتاب اپنے احترام و عزت کے لیے ہمیں مجبور کر دیتی ہے .... اس طرح یہ مقدس صحیفہ ہر زمانہ میں ایک قوی اثر پیدا کرتا چلا آ رہا ہے۔“ (گوئٹے۔ مشہور جرمن شاعر)

(۷) ”بہت اچھا! اگر ہم قرآن کو محمدؐ کا کلام مان لیں تو سوال یہ ہے کہ دوسرے بھی اس کی مثل بنا کر لا سکتے ہیں ... لیکن اگر وہ تمام کے تمام اس کی مثل بنا لانے سے عاجز اور اس کی نظیر بنا کر پیش کرنے سے قاصر ہیں، تو پھر اُنھیں اس صریح و بیّن معجزہ اور خدائی کلام ہونے پر ایمان لانا چاہیے۔“
(ایچ آر اے گب)

(۸) ”ایک کتاب (قرآن) کی بناء پر محمدؐ نے ایسی روحانی اخوت قائم کی جس نے مختلف النسل و زبان اقوام کو باہم شیر و شکر کر دیا ..... یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ یہ انسان کا معجزہ نہیں بلکہ یہ عقل و دانش کا معجزہ ہے۔“
(لیمارٹین)

(۹) ”ایسی کتابِ عظیم (قرآن) کا مغربی دنیا کے لیے مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ بالخصوص جبکہ موجودہ زمانہ میں مسافت اور وقت کی دقتیں سائنسی ایجادات کے ذریعہ دور ہو چکی ہیں اور جبکہ عوام کی دلچسپیوں نے ایک عالمگیر شکل اختیار

کرلی ہو۔" (ڈینسن راس - دیباچہ ترجمۃ القرآن از جارج سیل)

(۱۰) "یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ ایک اُمّی انسان نے اپنی زبان میں ایک بہترین کتاب پیش کی۔ لہٰذا یاد رہے کہ اس امر کے ماننے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کہ قرآن ایک مفتریانہ کلام ہے یا اس میں فریب کاری سے کام لیا گیا ہے۔"

(لیننر کا رلیس)

مطالعہ کریں۔ اس سے اُن پر اصل حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ اس کے ہر جملہ میں شرک اور مادہ پرستی پر حملہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ان پر یہ امر بھی واضح ہو جائیگا کہ قرآن میں کس طرح عجائبات عالم کی تخلیق کے رازہائے سربستہ کی عقدہ کشائی کی گئی ہے اور ان میں فکر و تدبّر کرنے کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے۔

بے یقین، متشککین، و منکرین اصحاب ممکن ہے اسی بات پر مطمئن ہو جائیں کہ قرآن سے دنیا جہالت اور بدی میں غرق ہونے سے بچ گئی۔ لیکن نہیں! صرف اسی قدر نہیں بلکہ برعکس حقیقت یہ ہے جیسے کہ ہم اس مطالعہ کے دوران ثابت کر آئے ہیں کہ وہ اصحاب جنھوں نے اس کتاب کی سچی متابعت کی ایک حیرت انگیز تہذیب کے موجد بن گئے۔"

(ڈاکٹر برٹرینڈ)

(۱۲) "قرآن میں ایسی دانشمندانہ تعلیم جمع کر دی گئی ہے۔ جسے اکثر ذہین انسان، اعلیٰ درجہ کے فلاسفر اور ماہر سیاستدان قبول کرتے ہیں۔ قرآن کے منجانب اللہ ہونے کے اور ثبوت یہ ہیں کہ یہ امر واقعہ ہے کہ جس دن سے یہ کتاب نازل ہوئی آج تک کے عرصہ دراز میں محفوظ و غیر متبدل چلی آرہی ہے۔ ..... اسلام کا وسیع پیمانہ پر اثر و نفوذ نہ تو تلوار و جبر کا مرہونِ منت تھا، نہ ہی اس کے مبلّغین کے اصرار و تکرار کے باعث۔ بلکہ اس کا سب سے بڑا باعث یہ کتاب ہوئی۔ جب مسلمانوں نے مفتوحین کو یہ کتاب پیش کی کہ وہ اگر چاہیں تو اسے مانیں یا نہ مانیں۔ تو چونکہ یہ کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی اور فی الواقع برحق اور محمدؐ کا سب سے بڑا معجزہ تھی جو اپنے کسی متشکک و متذبذب مُنکر کے روبرو پیش کیا، اس لیے یہ تعلیم قابلِ قبول ہوئی۔"

(لاداولیسی دیگالاری)

مَیں جب یہ تحریریں پڑھتا ہوں تو حیران ہو جاتا ہوں کہ افسوس وہ دوست جو مسلمان کہلاتے ہیں مُسلمان گھروں میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ خدا اور اس کے کلام کے مُنکر ہیں! ان کو غیر مسلم علماء اور محققین کے یہ بیانات دکھلائے اور سنائے جائیں تاکہ ان کی آنکھیں کُھلیں۔ اصل بات جس سے یہ دہریہ منش لوگ گھبراتے ہیں، یہ ہے کہ اسلام نے اخلاق و حیات کے اندر کچھ پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں۔ ان سے فرار چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ پابندیاں ان کی آزادی میں مخل ہیں! حالانکہ جس حالت کو وہ آزادی خیال کیے ہوئے ہیں فی الحقیقت وہ آزادی نہیں بلکہ بربادی ہے۔ کیونکہ انسان کے اندر خوبی اور بھلائی اور تہذیب کا کمال اپنے اوپر پابندی عائد کرنے سے ہی آتی ہے۔ برکت اور رحمت کا راز یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پابند رکھے اور اپنے آپ کو نفس کا غلام نہ بنائے۔ جو لوگ نفس کے غلام ہیں یا دوسرے معنوں میں جو لوگ مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ظاہری اور سطحی عقل و نفس کی غلامی سے نکلنا نہیں چاہتے۔ اس لیے وہ ہزار عُذر تراشتے اور سینکڑوں قسم کے بہانے بناتے ہیں۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے خدا اور اسکے کلام پر زندہ شہادت مہیا کر دی ہے۔

اگر غور کیا جائے تو ان حالات کے پیدا ہونے میں ہماری اپنی کوتاہی کا بھی دخل ہے۔ ہم نے اپنا فرض پوری طرح ادا نہیں کیا۔ ہم نے نہ اپنا جماعتی نمونہ برقرار رکھا اور نہ اپنے علم الکلام کو پھیلایا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارا علمِ کلام ہر مسلمان بچے بچے کے ہاتھ میں ہوتا، وہ جانتے اور پہچانتے کہ اسلام برحق ہے۔ خدا زندہ ہے۔ وہ بولتا ہے۔ یہ کیسی عظیم الشان خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا ثبوت ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی ماموریت کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ لیکن افسوس ہم نے موجودہ زمانہ کی شہادت کو دنیا میں پیش نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خدا کی زندہ ہستی پر عظیم الشان شہادت دی ہے اور خدا کے کلام کے وجود اور اس کی حقیقت کو ثابت کیا ہے۔ حضرت امام زمان

سائنسی و عقلی علوم پر قرآنی اُصولوں اور عُلوم کے غلبہ و تفوق کی عظیم الشّان پیشگوئی

مَیں آپ سے صرف یہ بات پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی انسان، دانشمند انسان محض اپنے علم اور عقل پر نازاں ہو کر یہ بات کہہ سکتا ہے۔ اور اگر یہ کہہ بھی دے تو اپنے کہنے کے مطابق اس دنیا میں وہ واقعات کیونکر پیدا کر سکتا ہے۔؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی موجودگی اور حقیقت کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے۔ آپ غور کریں کہ جو کچھ اس صدی کے امامؑ نے فرمایا تھا۔ ۱۹ صدی سائنس کی باتوں کو بیسویں صدی نے غلط قرار دیا ہے اور خلافِ قرآن علوم کا ابطال خود کر دیا اور پہلے زمانہ کی سائنس کی کہی ہوئی باتیں آج کے زمانہ کی سائنس کی رُو سے جہالتیں ثابت ہوئیں۔ کیا یہ آئندہ ہونے والے واقعات کے متعلق کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ جب حضرت زمانؑ نے یہ اعلان فرمایا تو اس وقت مغربی سائنس اور ترقی سے لوگ مرعوب تھے۔ عیسائیت سے مرعوب تھے۔ ایک گاؤں کے رہنے والے نے خلاف ماحول و ظاہرا واقعات اعلان کیا۔ آخر اس کے اندر یہ جرأت اور یقین کیسے اور کیونکر پیدا ہو گیا۔؟ آخر اس معمّے کو کوئی شخص حل کر کے تو دکھلائے۔ آخر ان کو کیسے پتہ چل گیا کہ سائنس کے علوم، قرآنی علوم کے مقابلہ میں جہالتیں ثابت ہوں گے۔ یقیناً یہ تو بشری طاقتوں سے بڑھ کر علم غیب کا اظہار ہے۔

چاہیے کہ اس دور میں جو خدا کے وجود سے انکار ہو رہا ہے، اس کے تدارک کے لیے ہم اُٹھ کھڑے ہوں۔ مسلمانوں اور احمدیوں کی اولاد گمراہ ہو رہی ہے۔ ان کو صحیح راستہ پر ڈالیں کہ ان کو علم و خبر نہیں کہ یہ قرآن کریم کس قدر حیات بخش کلام ہے۔ کس قدر اکسیر ہے۔ اگر ان کو یہ پتہ چل جائے تو وہ کبھی خدا سے منکر نہ ہوں اور خدا کی اطاعت کے لیے کشاں کشاں چلے آئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اشعار میں عقل اور الہام کے بارہ میں کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے:

اے اسیرِ عقل خود بر ہستی خود کم ناز
کیں سپہر بوالعجائب چونتو بسیار آورد
تو یک قطرہ داری ز عقل و خرد
مگر قدرتش بحرِ بے عدد او
اگر بشنوی قصہ صادقاں
بخنداں سرِ خود چو مستہزیاں
کہ پردے میں خالق کے اسرار ہیں
کہ عقلیں وہاں ہیچ و بیکار ہیں
تو خود را خرد مند فہمیدۂ
مقاماتِ مرداں کجا دیدۂ

درخواست دُعا

جماعت کراچی کے مبلّغ محترم مرزا محمد لطیف صاحب آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ آنکھوں کی تکلیف بڑھ گئی ہے اور بخار بھی ہے۔ ان کی صحت کے لئے احباب کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔

سوال نامہ

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے احباب جماعت کے نام ایک سوال نامہ جاری کیا ہے احباب جلد از جلد اسے پُر کر کے ارسال دفتر فرمائیں۔

سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ
پتہ۔ احمدیہ مارکیٹ۔ لاہور ۲

احرارِ یورپ کا مزاج اسلام کی طرف

جرمنی میں تبلیغِ اسلام کے نتائج و عواقب

مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغِ اسلام جرمنی کے اعزاز میں

جماعتِ احمدیہ سیالکوٹ کی دعوتِ استقبالیہ

بشیر احمد سوتر

احباب جماعت احمدیہ سیالکوٹ شہر و چھاؤنی نے مؤرخہ ۱۵ر اگست ۱۹۷۱ء کو بوقت ساڑھے تین بجے بعد دوپہر پارک کیفے د شیخ غلام قادر اینڈ کمپنی سیالکوٹ چھاؤنی میں جناب مولینا محمد یحییٰ صاحب بٹ امام مسجد برلن (جرمنی) کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ جس میں مقامی جماعت کی خواتین و احباب کے علاوہ نواح سیالکوٹ معراجکے، وزیرآباد گوجرانوالہ اور لاہور کے احباب سلسلہ اور سیالکوٹ کے معزز شہریوں اور وکلاء صاحبان نے شرکت کی۔ خواتین کے لئے پارک کیفے کی گیلری میں باپردہ انتظام تھا۔ اس تقریب میں شرکت کیلئے خوبصورت مطبوعہ دعوت نامے بھی جاری کئے گئے۔

یہ تقریب جماعت سیالکوٹ کے رُوح رواں، محترم شیخ نثار احمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ مہمانِ خصوصی کے علاوہ سلسلہ احمدیہ کے فاضل مقررین نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ اسٹیج کے ایک طرف سلسلہ کی کتب و مفت لٹریچر نمائش کے لئے رکھا ہوا تھا۔ حاضرین میں مفت لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

مقامی جماعت کی طرف سے مہمانِ خصوصی و دیگر ... حضرات کو ظہرانہ دیا گیا اور تقریب کے اختتام پر پُر لطف چائے پیش کی گئی۔ جامع احمدیہ سیالکوٹ صدر میں محترم مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب کی اقتداء میں احباب نے نماز ظہر و عصر جمع کی اور شام کو نمازِ مغرب ادا کی گئی۔

استقبالیہ تقریر

تقریب کا آغاز پورے ساڑھے تین بجے ہوا۔ محترم بابو رحمت اللہ صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ محترم محمد سعید بھٹہ صاحب مبلغ جماعت سیالکوٹ نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام پڑھ کر سنایا۔ صدر صاحب مقامی جماعت سیالکوٹ محترم شیخ نثار احمد صاحب نے استقبالیہ تقریر فرمائی جو آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کی جائے گی۔ ....

لیکچر محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

صاحب صدر کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے آنریری جنرل سیکرٹری جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے "قرآن اور سائنس کے بنیادی اصولوں میں مطابقت اور ہم آہنگی" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اس سے قبل فاضل مقرر نے اسی موضوع پر جماعت احمدیہ ایبٹ آباد کے حالیہ جلسہ میں ایک پُر معارف تقریر کی تھی جس کا خلاصہ پیغام صلح کی ۱۱ر اگست کی اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہو چکا ہے۔ اس موقعہ پر صدر جلسہ محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے اپنے صدارتی ریمارکس میں فرمایا تھا:-

"اس جلسہ کے لئے ایسی عمدہ تقریر کا انتخاب کر کے محترم بھائی ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے ہمیں ممنون احسان کیا ہے، میری خواہش ہے کہ انجمن اس ایمان افروز تقریر کو اگر کتابی صورت میں افادہ عام کے لئے شائع کرے۔"

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر سیالکوٹ کی تقریب میں بھی مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سے اسی موضوع پر خطاب کرنے کی فرمائش کی گئی تھی اس تقریر کا مکمل متن ماہنامہ رُوحِ اسلام کی اشاعت ماہ ستمبر میں ہدیۂ قارئین کرام کیا جائے گا۔

تقریر مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب

مہمانِ خصوصی محترم مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن (جرمنی) نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تبلیغ و اشاعت اسلام پر بڑا زور دیا ہے۔ اس کام کو کرنے کا اس زمانہ میں بڑا موقعہ ہے۔ میں نے اس فرض کی ادائیگی کے لئے اپنے آپ کو تیار اور مستعد کیا اور اللہ تعالیٰ نے بہ تفیت موقعہ مرحمت فرمایا کہ میں اس کے دین متین کی خدمت کر سکوں الحمدللہ میں پندرہ سال سے ربانی مشن کی بجا آوری میں مصروف ہوں۔ ووکنگ لندن میں تین سال تک کام کرنے کا موقع ملا اور جرمنی میں بارہ سال سے کام کر رہا ہوں۔

جہاں تک جرمن قوم کا تعلق ہے یہ بڑی لائق اور محنتی قوم ہے۔ جنگ عظیم دوم میں جرمنی کی تباہی اور ہلاکت نے زندگی کا ہر پہلو کمزور سے کمزور تر کر دیا تھا۔ اس کی معیشت بُری طرح برباد ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے بعد مختصر ترین وقت میں اس قوم نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مضبوط و توانا کر لیا ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں حیرتناک ترقی کی ہے۔

اس قوم کے اندر علم و فن کی بڑی قدر ہے اور یہ قوم علمی میدان میں سبقت لے گئی ہے۔ سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم مفت ہے یہاں تک بیرون ملک طلباء کے لئے بھی تعلیمی سہولتیں میسر ہیں۔ تعلیم کی فراوانی کے علاوہ اس قوم کے اندر پابندیٔ وقت کی خصوصیت نمایاں ہے۔ مرد اور عورت ہر فرد پابندی وقت کے ساتھ اپنے اپنے کاموں میں منہمک رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ قوم رواداری کا بڑا مظاہرہ کرتی ہے۔ اس رواداری کو دیکھ کر مجھ ایسے خادم دین کے دل میں تقویت اور کام میں مستعدی پیدا ہوتی ہے۔

چنانچہ........ اس قوم میں علم کی فراوانی ہے اور اس لئے مال و دولت بے انداز ہے۔ ان میں غور و فکر اور تحقیق و تفتیش کا مادہ ہے ان کی گفتگو میں معقولیت اور دلائل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت وہاں پر فیل ہو رہی ہے اور لوگ اس سے بیزار ہیں۔ عیسائی معتقدات علم و عقل اور تجربہ و مشاہدہ کے پیمانہ پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے قابل قبول نہیں رہے۔ عیسائیت نے اللہ تعالیٰ، انسانیت مذہب اور نیکی اور بدی کے بارے میں جو تصور پیش کیا ہے وہ جرمن قوم کے علم و عقل کے پیمانہ پر پورا نہیں اترتا۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم بڑی مدلل معقول اور مبنی بر حقیقت ہے۔

محترم مولینا صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں اللہ تعالیٰ، انسانیت مذہب اور نیکی و بدی کے تصورات پر قرآن کریم کی روشنی ... میں بڑی تفصیل سے بحث کی اور فرمایا کہ یورپ اسلام کی ان تعلیمات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے، ضرورت ہے کہ وہاں وسیع پیمانے پر اسلام کی دعوت و تحریک کو منظم اور عام کیا جائے۔

مولینا موصوف کی تقریر کے بعد

سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا، اس سوال کے جواب میں .... کہ اسلام کی طرف زیادہ توجہ امیر طبقہ دیتا ہے یا غریب — آپ نے فرمایا اس تقسیم کے لحاظ سے کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا بلکہ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے وہ قوم مال اور دولت میں کھیلتی ہے وہاں کا ایک غریب سے غریب بھی پاکستان کے امراء کے برابر ہوتا ہے اصل تفریق عالم اور جاہل کی ہے۔ ہماری باتوں کو وہاں کا پڑھا لکھا طبقہ سنتا اور ان میں دلچسپی لیتا ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں محترم مولینا نے فرمایا کہ بارہ سال کے عرصہ میں جو لوگ مسجد میں آکر خود مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں ان کی اوسط تعداد ۱۴۴ افراد کے قریب ہے۔ اور جو ہمارے خیالات نظریات اور تعلیمات سے متفق ہیں وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ در اصل ہمارا کام وہاں اسلام کی صحیح و سچی تصویر پیش کرنا ہے۔ معاندین نے اسلام کے بارے جو غلط نظریات یورپ میں پھیلا رکھے ہیں ہم ان کی تردید کرتے اور اسلام کے صحیح تعلیم کی وہاں اشاعت کرتے ہیں۔ اس میدان میں ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیاب ہیں۔

ایک یہ سوال تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ

"آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج"

کیا اس کا نقشہ وہاں دیکھنے میں آتا ہے؟

محترم مولینا نے کہا کہ شعر کا یہ مصرعہ حقیقت بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے۔ حضرت صاحبؑ کی کشفی آنکھ نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا نظارہ ہم کر رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا یورپ عیسائیت کے غیر معقول اور غیر مدلل معتقدات سے کنارہ کشی اختیار کر رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیمات سے دلچسپی بڑھ رہی ہے یہ اس لئے ہے کہ اسلامی تعلیمات عقل و قلب کو اپیل کرتی ہیں۔ تیس سال بعد یورپ کا نقشہ اسلام کے بارہ میں آج سے بالکل مختلف ہوگا اور وہ

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

کے عین مطابق ہوگا۔

تقریر مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب

.... جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہمارا ایمان ہے کہ بندوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ

نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ جاری کیا اللہ تعالےٰ کی رحمت کا یہ تقاضا ہے اور اس کی رحمت کبھی یہ گوارا نہیں کرتی کہ وہ اپنے بندوں کو جہنم رسید کر دے۔ دنیا میں مختلف وقتوں اور مختلف اقوام اور اوطان میں ایک لاکھ چالیس ہزار پیغمبر ۔۔۔ بنی نوعِ انسان کی رشد و ہدایت کے لئے آئے۔ سب سے آخری نبی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ پر سلسلہ وحی نبوت منقطع ہو گیا اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کا اعلانِ الٰہی صادر ہوا۔ اگرچہ حضرت نبی کریم صلعم پر نبوت و رسالت کا کام ختم ہو گیا لیکن اللہ تعالےٰ کی رحمت کا سلسلہ اب بھی تقاضا کرتا تھا کہ لوگوں کو راہ ہدایت کی طرف توجہ دلائی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں مجددین و مامورین الٰہی کا سلسلہ جاری کیا۔

تاریخ مجددین کی روشنی میں آپ نے فرمایا کہ ہر زمانہ کا مجدد اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق زمانہ کی بیماریوں اور مفاسد کا علاج کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافتِ راشدہؓ کے نظام کا احیاء فرمایا حضرت امام غزالی رحؒ نے یونانی فلسفہ کے اثر کو زائل کرنے کا مجددانہ فریضہ سرانجام دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ شہنشاہ اکبر کے زمانہ کی بیدینی کی زہر کا تریاق لے کر آئے اور اسلام کی برتری کے دلائل و براہین پیش کئے اور اسلام کا روشن چہرہ دکھلایا اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحؒ نے صوفیاء اور فقہاء کے لڑائی جھگڑوں کو مٹایا اور ان کے پیدا کردہ مسائل کو سلجھایا تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی رحؒ نے اسلام کے اندر پیدا کردہ بدعات اور رسومات باطلہ کے خلاف ۔۔۔ اور سکھوں کے مظالم کے خلاف جہاد کیا۔ چودھویں صدی میں اللہ تعالےٰ نے قادیان میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو خلعتِ ماموریت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے تقاضۂ وقت کے مطابق ہستی باری تعالیٰ اور صداقت نبی کریم صلعم پر زور دیا۔ اس زمانہ میں عام طور پر اللہ تعالےٰ کی ہستی ۔۔۔ کا انکار کیا جا رہا تھا۔ آپ نے اس فتنہ کا سدِ باب کیا۔ اور مغربی اقوام کو دجّال قرار دیا۔ اور زندہ خدا کی چہرہ نمائی کی۔ تعلق باللہ کی زندہ اور تازہ شہادتیں پیش کیں۔ آپ نے اسلام کی مدافعت و اشاعت کا فریضہ انجام دے کر اسلام کی تبلیغی تاریخ میں ایک عظیم الشان باب کا اضافہ فرمایا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل کیا ہے۔ اس دور میں جبکہ ۔۔۔ مادہ پرستی کا چہار اطراف میں زور تھا حضرت مسیح موعودؑ نے زندہ خدا کا زندہ تصور پیش کر کے دین کو دنیا پر غالب کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔

مکرم مرزا صاحب موصوف نے تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کے دو حصے ہیں ایک مدافعت اسلام ۔۔۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے عظیم الشان علم کلام پیدا کیا ہے اور مدافعت اسلام کا بے نظیر کام کر کے دکھلایا ہے دوسرے اشاعت اسلام جس کے لئے آپ نے ایک جماعت تیار کی ہے جس نے اس علم الکلام کے ذریعہ تراجم قرآن و حدیث کے ذریعہ اور اپنی بے نظیر تصانیف و تالیفات کے ذریعہ سے اسلام کی صداقت و حقانیت کا لوہا منوایا ہے۔

تقریر مولینا عبدالمنان عمر صاحب

آخر میں جناب مکرم مولینا عبدالمنان عمرؔ صاحب نے تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن مقاصد کو لے کر مبعوث ہوئے وہ جیسا کہ محترم مرزا مسعود بیگ صاحب نے بیان فرمایا حفاظت و اشاعت اسلام کے تھے۔ یہ مشن حضرت مسیح موعودؑ کی اسّی کے قریب کتب اور آپؑ کی عمر بھر کی مساعی اور حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپؑ کی قائم کردہ جماعت کی کوششوں پر مشتمل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مدافعت و اشاعت اسلام کا کام قرآن کریم کے ذریعہ سے سرانجام دیا۔ اس وقت قرآن کریم کی حیثیت اس کی اپنی حقیقی حیثیت کے مطابق نہیں سمجھی جاتی تھی۔ قرآن شریف کو یا تو گھروں کے طاقچوں میں ثواب ۔۔۔ اور برکت کے لئے رکھ دیا جاتا تھا یا وہ عدالتوں میں حلف اُٹھانے کے کام آتا تھا حالانکہ یہ وہ کتاب ہے جو انسان کی زندگی کو انسانی معراج تک پہنچانے کے لئے روشنی کا کام دے سکتی ہے، اس کے ذریعہ سے مدافعت و اشاعت اسلام کا کام لیا جا سکتا ہے اور اس کے ذریعہ سے ساری دنیا پر فتح پائی جا سکتی ہے۔ قرآن کریم ایک زندہ اور جامع دستورِ حیات ہے اور بنی نوع انسان کے لئے کامل شریعت ہے۔ یہ انسان کی زندگی کے ہر موڑ اور منزل پر رہنمائی کرتی ہے۔ اس کی اتباع سے بڑے سے بڑا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ اور بڑی سے بڑی گمراہی سے باہر نکلا جا سکتا ہے۔

مکرم مولینا نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم انسان کی ۔۔۔ اور روحانی علاج و ہدایت کے لئے ہے سورۃ مریم میں نرینہ اولاد حاصل کرنے کا نسخہ ہے اور درازئ عمر کا راز ۔۔۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض ۔ میں بیان فرمایا ہے۔ تحصیل علم کے لئے تقوےٰ کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے حضرت مسیح موعودؑ کا ذریعہ علم بھی تقوے اللہ ہی ہے قوت حافظہ کا راز ترک گناہ میں ہے۔ حدایت دفعہ کے سب کے سب مسائل قرآن کریم سے مستنبط ہیں۔

مکرم صاحبزادہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ انسانوں نے انسان کی معاشی حالت سدھارنے کے لئے کئی قسم کے نظام چلائے ہیں۔ کہیں سرمایہ داری ہے تو کہیں اشتراکیت ہے۔ لیکن قرآن کریم نے بنی نوع انسان کے لئے جو معاشی نظام پیش کیا ہے وہ سب معاشی نظاموں اور ازموں سے اعلےٰ و ارفع ہے۔ اور معاشی حالت کی فلاح و بہبود کے لئے وہ قوانین وضع کئے ہیں جو آج تک کے انسانی نظاموں اور ازموں نے وضع نہیں کئے۔ قرآن کریم نے سب سے پہلے یتامیٰ و مساکین کے لئے بجٹ مخصوص کیا ہے۔ اسلام نے پس ماندہ طبقہ کی سب سے پہلے خبرگیری کی ہے۔ قرآن نے صرف روٹی پانی اور مکان کی فراہمی تک ہی بس نہیں کی بلکہ اس نے ایک قدم اور بڑھایا ہے اور انسان کی اخلاقی حالت کی تعمیر و تطہیر پر زور دیا ہے۔ آج دنیا چاند پر کمندیں ڈال رہی ہے اور وہاں منزل بنا رہی ہے۔ لیکن اس دور کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے فرمایا تھا

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

تو قرآن کریم کے زمین و آسمان بڑے وسیع و بلند ہیں۔ انسان کو اس کے ارض و سماوات کی سیر کرنی چاہیئے، ہر انسان، ہر مسلمان اور بالخصوص اس جماعت کے ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کو حرزِ جان بنائے۔ ہر فرد کو قرآن ناظرہ پڑھنا آنا چاہیئے۔ پھر ترجمہ سیکھنا چاہیئے اور پھر قرآن کریم کی تفسیر پر نظر کی جائے۔ قرآن کریم سمجھنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا بغور مطالعہ نہایت ضروری ہے اس کو سامنے رکھنے سے قرآن کی تعلیمات اور مقامات سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

ہماری جماعت جو اشاعتِ قرآن کریم کے لئے قائم ہوئی ہے چاہیئے کہ وہ اس کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر خود اس کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اکناف عالم میں نکل کھڑی ہو کہ آج اگر دنیا میں امن و سلامتی پیدا ہو سکتی ہے تو صرف قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی ہو سکتی ہے۔ آج ضرورت ہے کہ مضطر اور پریشان حال، عالم انسانیت کو جس کے قلب و نظر میں سرد جنگ کے مہیب سائے منڈلا رہے ہیں قرآن کی رحمت و رأفت بھری تعلیم سے روشناس کرایا جائے اور امن و سکون کا جانفزا پیغام دے کر بنی نوع انسان کے اضطراب کا علاج کیا جائے۔

آپ کی تقریر کے بعد جلسہ کا اختتام ہوا اور حاضرین نے چائے نوش کی۔

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے "کسرِ صلیب" کے عنوان سے اخباری سائز پر ایک اپیل شائع ہوئی ہے جو تمام احباب کو فرداً فرداً بھیجی جا رہی ہے، پیغامِ صلح کی آئندہ اشاعت میں یہ اپیل درج کی جائیگی۔

امتحان میں کامیابی اور عطیہ

یہ خبر احباب کے لئے مسرت کی موجب ہو گی کہ محترم کرنل سعید احمد صاحب کے فرزند منصور سعید احمد نے امسال میٹرک کا امتحان فسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے اس خوشی میں کرنل صاحب نے مبلغ بائیس روپے انجمن کو اشاعت اسلام فنڈ میں مرحمت فرمائے ہیں۔ احباب سے گذارش ہے، کہ وہ عزیز منصور احمد کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں مزید تعلیمی ترقیات عطا فرمائے۔

وفات حسرت آیات

احباب جماعت کو یہ افسوسناک خبر پڑھ کر از حد صدمہ ہو گا کہ ہماری جماعت کے ۔۔ محترم محمد امین صاحب عرف جھنگا پادری کے جواں سال فرزند محمد سرور ۲۰ ماہ اگست کو دو ماہ بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نوجوان بیٹے کی جدائی محترم محمد امین صاحب کے لئے ایک غمناک واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے اور سوگوار والدین اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم اپنے

امریکہ میں تبلیغ اسلام

تبلیغ کے لئے کن ذرائع کو اختیار کرنا ضروری ہے

ایک امریکی خاتون کا قبولِ اسلام اور سعودی عرب کے نوجوان سے نکاح

محمّد عبد اللہ صاحب مبلغ امریکہ

مکرمی محترمی جناب مولانا دوست محمد صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -
... خاکسار کو اپنی لڑکیوں کو SEVENTH DAY ADVENTIST سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ مشن کے ایک کالج میں تعلیم دلوانے اور ان کے نزدیک رہنے سے ان کے تبلیغی ذرائع اور جدّ وجہد کا کافی علم حاصل ہوا ہے - اگر ہماری جماعت کے احباب ان ذرائع کو اختیار کریں تو وہ اسلام کی بہبودی اور جماعت کی ترقی کے لئے بہت کام کر سکتے ہیں - یہ لوگ خواہ منسٹری کا ... یا معمولی ممبر اور کارکن اپنی تقاریر کو ریکارڈ کر کے TAPE ٹیپ کو مختلف مراکز - گرجا گھروں یا اپنے دوستوں کو بھیجا کرتے ہیں - اور یہ تبادلہ سال بھر جاری رہتا ہے - ہر ایک گھر میں اس قدر ذخیرہ ان TAPES ٹیپس کا ہو جاتا ہے کہ وہ ضرورت اور مضمون کی اہمیت کو مدِ نظر رکھ کر اپنے اہل و عیال ہمسائیوں اور دیگر لوگوں میں اپنے مشن کی تبلیغ کیا کرتے ہیں -

دوسرا ذریعہ تبلیغ ان کا فلم ...... ہے - ان کے ممبر ہر سال سیر و سیاحت کے لئے امریکہ کے مختلف مقامات کے علاوہ دیگر ممالک میں جایا کرتے ہیں اور دوران سیاحت میں فلم تیار کر کے لاتے ہیں - یہ فلم نہ صرف دیگر مناظرِ قدرت و دلچسپ مقامات پر مشتمل ہوتی ہیں بلکہ ان میں ان کی مذہبی اور تبلیغی جدّ وجہد کا نقشہ بھی نظر آتا ہے - ان فلموں اور SLIDES سلائیڈز کا تبادلہ بھی جاری رہتا ہے -

تیسرا ذریعہ خط و کتابت ہے - ہماری اتھن نے اپنے دفاتر میں دو پارٹ کلرک خط و کتابت کے لئے رکھے ہوئے ہیں جو سلسلہ کی تبلیغی جدّ وجہد اور رفتار کے لئے کافی نہیں ہیں - ہماری جماعت میں سینکڑوں احباب ایسے ہونے چاہئیں جو ہفتہ میں کم از کم دو تین خط تبلیغی لکھ سکیں - وہ خطوط اپنے ممبران کو بھیجتے ہوں یا غیر ممبران کو - اس کے لئے ایک ڈائرکٹری DIRECTORY تیار کی جاوے - اور اس میں جماعت کے سرگرم ممبروں کے ایڈریس ہوں - خط و کتابت سے آدھی ملاقات ہو جاتی ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عمل سے اس ضرورت کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے - ہر ایک مرکز میں ایسے والنٹیئر ہوں کہ وہ اپنے فارغ اوقات میں ان خطوط کے جوابات تحریر کریں جو مختلف مقامات سے مرکز کو پہنچیں - اس سے ایک تبلیغی جذبہ پیدا ہوگا - اور مرکز کی جدّ وجہد میں ترقی ہوگی - اور خطوط لکھنے والوں کی ٹریننگ ہوگی -

حضرت مجددِ اعظمؑ نے صیغہ تصنیفات پر زیادہ زور دیا ہے - آپ کی ارشادات اور سپرٹ کے ماتحت جو کام حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے - وہ قابلِ تقلید ہے - بغیر اعلیٰ شہادت اور امداد اس قدر اعلیٰ تصنیفات پیدا کر دینا معمولی کام نہیں ہے - پھر ایسے حالات میں کہ ان کو دیگر تبلیغی اور تنظیمی معاملات میں اپنا قیمتی وقت خرچ کرنا پڑتا تھا - انہوں نے انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر اس وقت پیدا کیا جبکہ انگریزی دان مسلمان انگریزی میں لٹریچر نہ ہونے کی وجہ سے دہریت کی طرف جا رہے تھے - انگریزی لٹریچر کی افادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس صیغہ تصنیفات کی اور زیادہ ضرورت ہے اور جو بھاری خلا اس سلسلہ میں پیدا ہو گیا ہے اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے -

حضرت مرزا صاحبؑ کی تصنیفات میں اُردو کے علاوہ عربی اور فارسی زبان میں نثر اور نظمیں ہیں - آپ کی نظموں کو پڑھ کر وجد آتا ہے - آپؑ کی وفات کے بعد اگر جماعت عربی اور فارسی زبانوں میں لٹریچر پیدا کرتی تو اسلامی ممالک میں اسلام کی زیادہ خدمت ہو سکتی تھی - عربی ممالک کے مسلمان تنگ دل نہیں ہیں - ان کو تبلیغ کی ضرورت ہے - اگر سیرت خیر البشر - رحمۃ للعالمین محمد اینڈ کرائسٹ - تفسیر انوار القرآن - کے تراجم عربی اور فارسی میں کر کے یورپ - امریکہ اور جنوبی امریکہ کے جزائر کے عربوں اور فارسی دان باشندوں اور طلباء میں تقسیم کئے جاویں - تو ان اقوام کے مسلمانوں کو "مسلماں را مسلماں باز کردند" میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے -

کیلیفورنیا کے ایک شہر MODESTO میں جو یہاں سے ۱۲۰ میل دور فاصلے پر ہے ایک ایرانی طالب علم کی نکاح خوانی کے سلسلے میں مجھے گذشتہ ہفتہ جانا پڑا - لڑکے کی جائے پیدائش طہران اور لڑکی کی جائے پیدائش شیراز - لڑکی کے والدین آٹھ ماہ اپنے وطن گذارتے ہیں اور گرمی کے ایام میں چار ماہ کے لئے ہر سال امریکہ آجاتے ہیں -

اس تقریب پر لڑکی کے والدین موجود تھے کی تواضع اکل و شرب سے ہو رہی تھی - مجھے بتایا گیا کہ نکاح کے لئے آپ اس کمرے میں چلیں - وہاں قرآن مجید بھی قالین پر رکھا گیا ہے - آئینہ اور دیگر ضروری اشیاء - میں نے کہا باقی مہمان! میرے مشورہ پر انہوں نے باقی مہمانوں کو جن کی تعداد چالیس کے قریب تھی اس کمرے میں کھڑے رہنے کی اجازت دیدی میں نے اعلان اور تعارف کے بعد خطبہ نکاح شروع کیا - ادھر میں قرآن مجید کی آیات پڑھ رہا ہوں - ادھر ایرانی عورتیں دولہا اور دلہن کے اوپر چادر پھیلائے کھڑی ہیں اور ایک عورت ... چادر کو ... کر فارسی زبان میں شد و مد کہہ رہی ہیں ....

حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کی تقریر کو خراب کرنا ہو تو ... میں چھوٹے بچوں کو بٹھا دو - میرے خطبے کو غیر مؤثر ... ان عورتوں نے کوئی کمی نہیں کی - اور میں نے بھی مناسب خیال نہیں کیا کہ ان کی دل شکنی کروں - خدا خدا کر کے اپنے خطبہ کو مختصر کیا اور دولہا اور دلہن سے ایجاب و قبول کرایا - پھر فارم پر دستخط کراتے ہوئے تعجب ہوا کہ دولہا اور دلہن کے نام JAMES JENNIES - جیمز اور جینس - اگر ان اقوام میں انہی کی زبان میں اسلامی .... لٹریچر کی اشاعت کی جائے - تو کم از کم وہ دوسری تعلیمات اور تہذیب کا شکار ہونے سے تو محفوظ ہو جاویں گے -

کل ۱۷ اگست کو خاکسار کے مکان پر مس میرلین جین ڈیوس - (MARILYN JEAN DAVIS) نے خاکسار ..... کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا - قبولیت اسلام سے پہلے میں نے ارکان اسلام پر روشنی ڈالی - اور تاریخی واقعات سے واضح کیا کہ اسلام میں جبر نہیں - اور اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا - قبولیت اسلام کے بعد اسکا نکاح ایک سعودی عرب کے نوجوان ابراہیم لیلہ سے کرایا - ابراہیم لیلہ نے بتایا کہ ان کے پاس قرآن کریم مترجم انگریزی ہے - انہوں نے ... اقبال مکہ معظمہ میں پہنچ گئے ہوں گے - الحمد للہ گذشتہ سال میں نے ایک سعودی عرب کے طالب علم محمد کوتہ کا نکاح پڑھا تھا - اور ان کی دلہن نے خاکسار کے ذریعہ اسلام قبول کیا تھا - انہوں نے اپنے والد بزرگوار کا ایڈریس مکہ مکرمہ دیا تھا کہ جب کبھی وہاں جانے کا اتفاق ہو - ان کے والد صاحب کے ہاں جائیں میں نے ان کے والد صاحب کو عزیزی ظفر اقبال کی آمد کے متعلق خط لکھ دیا تھا - لیکن افسوس کہ ان کا قضا الٰہی سے انتقال ہو گیا اور جب محمد کوتہ کو گھر جانے کا اتفاق جدہ سے ہوا تو انہوں نے میرا خط پایا -

انہوں نے ایک طویل خط مجھے بھیجا ہے - جو پرسوں ملا انہوں نے لکھا ہے کہ وہ JEDDAH میں سعودی ایئر لائن میں کام کرتے ہیں - اور ہر ایک ایئر لائن کو انہوں نے ظفر اقبال صاحب کا نام دے دیا ہے اور وہ اور ان کی بیوی ظفر اور ذکیہ کی انتظار میں ہیں - میں نے ان کو ماتم پرسی کا تار بھیجدیا ہے اور عزیزی ظفر کی تاریخ روانگی پاکستان سے آگاہ کر دیا ہے -

---

اخبار و افکار

(بسلسلہ صفحہ ۴)

اس کام کی تکمیل کے لئے لاہور میں عرصہ دراز مقیم رہے - تاکہ پاکستان کے حصول مقصد کو ضرب کاری لگائی جا سکے - اس شرمناک فعل میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی شخصیت منفرد ہے چونکہ عوام کو گمراہی کے راستہ پر ڈالنے کے لئے ان کی خطابت سب سے بڑا ہتھیار تھا - ان کے پُر فریب نام نہاد درویشی بہروپ کو بھی بھولے بھالے عوام کے لئے دام ہمرنگ بچھانے میں یدِ طولیٰ حاصل تھا - ان کا لقب امیر شریعت تھا

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱ اشتہار کے نیچے)

تربیتی کلاس بقیہ صفحہ ۲

اس کورس کی خصوصیات بہت ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ پہلا تربیتی کورس ہے۔ دوسرے یہ کہ آسمان پر جو چیز قبول ہو جائے وہی اصل چیز ہوتی ہے۔ کوئی شخص تقریر کرے اور اس پر واہ واہ کہی جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں لیکن وہ تقریر جس کا اثر ذہن پر رہ جائے اور جس کا ریکارڈ آسمان پر ہو جائے وہی تقریر اور وہی بات اچھی ہوتی ہے جو چیز آسمان پر قبولیت حاصل کرے دنیا میں بھی اس کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تربیتی کورس ہماری تجویز کئے بغیر ہی خود بخود جاری ہوا اس کی تاریخ انعقاد میں خود بخود ہی التواء ہو گیا اور اس طرح جلسہ کے ساتھ اس کورس کا توارد ہو گیا۔

اس جلسہ میں آپ نے جو کچھ سنا یہ اللہ تعالےٰ کی قبولیت کے زندہ آثار میں سے ہے یہ ایک ایسی تقریب پیدا ہو گئی کہ اس جلسہ کی بدولت جماعت کے چیدہ چیدہ بزرگوں نے تقاریر کیں اور آپ کو درس دیئے ان کے علم اور عمل کا اثر آپ پر پڑا ہے۔ یہ بزرگ جو آپ کو درس دے گئے خدا کرے کہ ان کی عمریں دراز ہوں لیکن ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی روح افزا تقریبات بار بار نہیں ہوا کرتیں۔ یہ کب آئیں گے اور ایسی ایمان پرور مجالس کب منعقد ہوں گی۔ میں تو اپنے لئے خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔ آپ لوگوں اور ان حضرات کے آنے سے مجھے یوں محسوس ہوا کہ دولت میرے گھر اللہ تعالےٰ نے بغیر مانگے بھیجی ہے۔ حضرت مولوی عبدالحق صاحب نے چند روز یہاں قیام فرمایا وہ علالت طبع ہی میں بدقت یہاں تشریف لائے آپ نے ان مجالس میں وقت گذارا یہ آسمان کی برکات میں سے ہے یہ حسن اتفاق ہے آپ کو ان کے علم سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے آپ نے بزرگوں کے اعلیٰ پایہ کے خیالات سنے اور اعلیٰ درجہ کا علم حاصل کیا۔ اگر اس کا پائیدار اثر آپ لوگوں کی زندگی پر نظر آئے تو بہتر ہے۔

ان دنوں موسم بھی بہت اچھا ہے اللہ کے فضل و کرم سے سب کی صحت اچھی رہی یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے .... اگر کسی کو معمولی تکلیف بھی ہوئی تو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جلد ہی دور ہو گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی آسمان پر قبولیت کے آثار ہیں۔ پھر جس خوبصورتی کے ساتھ یہ کورس ختم ہوا ہے یہ بات بڑی خوش کن اور مبارک ہے۔ اصل چیز عمل ہے۔ عمل کے بغیر علم کچھ فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ فرمایا لم تقولون ما لا تفعلون یعنی اے مسلمانوں تم وہ بات کہتے ہی کیوں ہو جو تم کرتے نہیں ہو یہ بات اللہ تعالےٰ کی نہایت خفگی کی موجب ہے

ہم وہ باتیں کہیں جو ہم کرتے نہیں ہیں۔ ہم وعظ کرتے ہیں اس کا اثر نہیں ہوتا۔ اثر تو اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالےٰ جس تقریر سے ناراض ہو وہ بات کیا اثر رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان تنزل کی طرف جا رہے ہیں جو وعظ کرنے والے ہیں اس وعظ کا اثر ان کی زندگیوں میں نظر نہیں آتا اس لئے آپ لوگوں نے جو دین کی معلومات حاصل کی ہیں ان کو ذہن میں جگہ دیں۔ اور دوسروں پر اس کا اثر ڈالیں۔ اس طرح ہر شخص کا دائرہ اثر ہوتا ہے۔ کسی کا بڑا اور کسی کا چھوٹا۔ آپ کے بہن بھائی۔ ماں باپ ہیں۔ اور دوست احباب ہیں۔ ان کا ساتھ ہے آپ اپنے نیک عمل کا ان پر اثر ڈالیں۔

ان دنوں سے تربیتی کورس کے اجراء کے بارے میں سوچ رہا ہے اور اس پر فوری طور پر عمل ہوا اللہ تعالےٰ ان کو اجر دے۔ ہماری قوم آہستہ آہستہ ترقی کی طرف چلی آتی ہے۔ مجھے تو اس کورس سے پہلے سے ہی ایسے آثار نظر آتے تھے کہ اللہ تعالےٰ اس جماعت کو دوبارہ ترقی کی راہ پر ڈالنا چاہتا ہے اور اس کی حالت کو بدلنا چاہتا ہے۔ اس میں کچھ حرکت پاتا ہوں ہو سکتا ہے کہ آج جو ہمیں معمولی معمولی اور چھوٹے چھوٹے اعمال نظر آتے ہیں یہ بیج ہیں کہ بعض لوگوں کا .... اس تربیتی کلاس کے متعلق خیال ہو تو اس کے بڑے بڑے نتائج بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بڑے بڑے نتائج اپنے اندر رکھتا ہے۔

ایک اور بات ... جس کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارا یہ موقف ہے کہ ہم احمدی ہیں۔ اس موقف کی کچھ وجوہات ہیں۔ اس یقین کا ہمارے دلوں پر راسخ ہونا ضروری ہے۔ حق اگر قلت میں ہو تو وہ حق ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق کا ساتھ دیتا ہے اور باطل خواہ کثرت میں ہو انجام کار باطل کے نتائج برے ہوتے ہیں تو ہمارا محکم یقین ہونا چاہیئے کہ جو ہمارے عقائد ہیں یہی درست ہیں ان کے سوا باقی عقائد درست نہیں ہیں۔ اسی یقین و ایمان کو اپنے قلب و نظر میں مضبوطی سے گاڑ لیں اگر ایک شخص کے اندر یقین ہو اور وہ درست ہو بشرطیکہ اس کا دماغ درست ہو تو خدا کے فضل سے ہمیں یقین ہے کہ ہمارے عقائد صحیح ہیں اور خدا کے فضل سے ہمارے دماغ بھی درست ہیں تو اللہ تعالےٰ ساتھ دیتا ہے اور اپنی تائید سے نوازتا ہے۔ اس یقین کو بڑی مضبوطی کے ساتھ دلوں میں جگہ دو کہ ہمارے عقائد درست ہیں خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم تم اپنے آپ کی فکر کرو کہ تم درست بات پر قائم ہو۔ جو شخص گمراہ ہے وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہر ایک شخص فرداً فرداً یہ ایمان پیدا کرے۔ اور دوسری بات جس کی طرف میں اپنے عزیز نوجوانوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ ہے دوسروں پر نکتہ چینی کی بری عادت۔ اس بری عادت کو قریب نہ آنے دیں۔ آپ خود ٹھیک ہو جائیں اگر کوئی ٹھیک نہیں ہے تو شاید اس کا ریکارڈ آسمان پر لکھا جائے یا نہ مگر آپ کی نکتہ چینی ضرور لکھی جائے گی۔ اپنے اندر اصلاح کا رنگ پیدا کریں کسی غلط بات منسوب کرنا درست نہیں۔ اگر غلط بات ہو تو اس کا اظہار کرنا درست ہے لیکن آپ کی اپنی غرض اصلاح ہو۔ ہمارے ہاں اللہ تعالےٰ کے فضل سے آزادی ہے اور آزادی سے بات کہہ سکتے ہیں اگر کوئی اعتراض بھی کرے تو پوچھنے والا کوئی نہیں۔ لیکن اس آزادی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو آپ دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے استعمال کریں تو اپنے اوقات کو منظم کریں اور ایک ایک پل کی اہمیت کا احساس پیدا کریں۔ اگر آپ کا START درست ہے تو پھر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ ہر شخص دوسروں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اپنے آپکو بھول جاتا ہے قرآن کریم میں یہودیوں کے متعلق آیا ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب ... اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو۔ خود رشوت لیتے ہو۔ اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ دوسروں کی تیں نت کا پرچار کرتے ہو۔ تو آپ دوسروں پر نکتہ چینی سے ہمیشہ بچنا چاہیئے۔

میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اللہ تعالےٰ ان گزرے ہوئے ایام کا آپ پر اثر مرتب کرے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں

.... یہ آپکی بہت بڑی پہلی کامیابی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ہمیں زندگی میں وہ موقعہ نصیب کیا جو موقعہ عموماً لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا۔

....

اظہار تشکر

مکرم محمد صالح نور صاحب نے اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا کہ تربیتی کلاس کا مقصد علم کے حصول کے ساتھ ساتھ عمل کی روشنی حاصل کرنا ہے ..... ان ایام میں جہاں ہم نے علم حاصل کرنے کی کوشش کی وہاں عملی قدم بھی اُٹھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ جہاں یہ علم کی روشنی میسر آئی وہاں عمل بھی قدم قدم پر نظر آتا ہے۔ یہ پندرہ دن جو ہم نے آپکی زیر نگرانی گذارے ہیں یہ ہماری زندگی کے خوش بخت ایام میں سے ہیں۔ ہمیں وہ الفاظ نہیں ملتے جن کے ساتھ ہم اپنے جذبات کا اظہار کر سکیں۔ آپ سے جو علم، عمل شفقت اور بزرگانہ پیار و نیت حاصل ہوئی ہے ہم یہ اللہ تعالےٰ کا فضل سمجھتے ہیں۔ ہم نے یہاں آپ سے اور دوسرے اسباب سے بہت کچھ لیا ہے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ یہاں سے سیکھا ہے اسکو عمل میں کر کے دکھا دیں گے۔
(باقی۔ باقی)

ایک ضروری اعلان

مقامی جماعت احمدیہ لاہور، نوجوانان جماعت کے مستقبل کی بہتری اور ترقی کے لئے ایک تفصیلی پروگرام تیار کر رہی ہے جس میں جماعت کے طلباء سے ہمہ قسم تعاون کی پوری پوری کوشش کا منصوبہ شامل ہے تاکہ وہ جماعت کے مشورہ رہنمائی اور معاونت کے ماتحت اعلیٰ تعلیم یا مناسب حال ملازمت حاصل کر سکنے کے قابل ہو سکیں۔ اس غرض کے لئے مقامی جماعت نے ایک کمیٹی تشکیل کی ہے جو طلباء کے امور و مسائل پر غور و فکر کر کے ان کے رجحانات و کوائف کے مطابق ان کو مشورہ دے گی۔ کہ انہیں کونسی تعلیم حاصل کرنا یا کونسی ملازمت اختیار کرنا چاہیئے اور ان کے ذرائع و وسائل کیا ہوں۔ یہ کمیٹی بطور مشیر کام کرے گی۔ جس کی سفارشات پر انتظامیہ غور کرنے کے بعد جو فیصلہ کرے گی اس کے مطابق عمل درآمد کیا جائے گا

اس کمیٹی نے حال ہی میں طلباء کے کوائف ذیل کے مطابق گوشوارہ تیار کرنے کا پروگرام بنایا ہے:۔ نام طالب علم۔ ولدیت عمر۔ والد صاحب کی ماہوار آمدنی۔ پتہ خط و کتابت۔ امتحان پاس کردہ۔ نمبر حاصل کردہ اور درجہ مضامین۔ کس ادارہ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں یا ملازمت کے خواہاں ہیں۔

طلباء مقامی جماعت مطلوبہ کوائف ... لکھ کر جلد از جلد مقامی جماعت احمدیہ ...

اور وہ شریعت کی حکومت نافذ کرنا چاہتے تھے احمقوں کے گروہ میں سے ان کو یہ کوئی نہ پوچھ سکا کہ حضرت آپ مطالبۂ پاکستان اور دو قومی نظریہ کی مخالفت تو کرتے ہیں کیا آپ گاندھی نہرو اور پٹیل کی وساطت سے متحدہ ہندوستان میں شریعت کی حکومت نافذ کرانا چاہتے تھے اور کیا اسلام کا بول بالا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

اور اب ان مضامین کی صورت میں ان کی روح کئی بار ہمارے سروں پر منڈلانا شروع کر دیتی ہے۔ یقیناً ان کی روح ان کے دوسرے نیشلسٹ رفقاء کی روحوں کے ہمراہ اپنے دائرہ عمل میں پاکستان کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے متحدہ قومیت کا سبق دہرانے میں مصروف عمل ہوگی۔ اور اسی وجہ سے حالیہ مشرقی

پاکستان کا المیہ اس سبق کو قبول کرنے کی سزا ہے۔ نظریہ پاکستان سے انحراف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انتباہ ہے کہ ہم متحدہ قومیت کے نظریہ کے زہر کو مزید اپنے جسم میں داخل نہ ہونے دیں۔ ورنہ ہمارا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ ہمیں حقیقت پسندانہ طرز عمل اختیار کرتے ہوئے عطاء اللہ شاہ بخاری کی ذرب کارانہ خطابت اور ان کا اسلامی نظام کے علمبردار

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ۔ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۴

ایور گرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد ...

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

نجی ملازم کے ساتھ حُسنِ سلوک

عن انسٍ رضی اللہ عنہ قال خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر سنین فما قال لی اُفٍ ولا لِمَ صنعت ولا الا صنعت

ترجمہ:—
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے دس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تو مجھے آپ نے کبھی اُف تک نہیں کہا اور نہ یہ کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور نہ یہ کہ تم نے یہ کیوں نہ کیا۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نجی کے ملازم کے ساتھ اس قدر اعلیٰ اخلاق کا برتاؤ بے نظیر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق کس بلند مقام پر پہنچ چکے ہوئے تھے۔

کُفر اور فسق کہنے والے پر لوٹ کر پڑتا ہے

عن ابی ذرٍ رضی اللہ عنہ انّہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یرمی رجلٌ رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک۔

ترجمہ: حضرت ابو[illegible] سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ[illegible] سے سنا فرماتے تھے کہ کوئی شخص دوسرے آدمی کی طرف فسق منسوب نہیں کرتا اور نہ اسکی طرف کفر منسوب کرتا ہے مگر وہ لوٹ

چودھویں صدی کے مجدّد کا یہ کام ہے کہ کسرِ صلیب کرے

جس شخص کو خدا نے صلیبی فتنہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے

وہ رسول اللہ صلعم کی عزت اور جلال کے لئے خاص قسم کی غیرت لیکر آیا ہے۔

مجدّدِ زمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ گرامی

عیسائیوں کا فتنہ اُم الفتن ہے۔ اس لئے چودھویں صدی کے مجدد کا کام یکسر الصلیب ہے۔ پھر چونکہ یہ علامت اُس پر صادق آتی اس لئے چودھویں صدی کا مسیح موعودؑ قرار پایا کیونکہ احادیث سے مسیح موعودؑ کا کام یکسر الصلیب ثابت ہوتا ہے۔ اب جبکہ ہمارے مخالفوں کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ چودھویں صدی کے مجدد کا کام یکسر الصلیب ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اس کے سامنے یہی عیسائیت ہے۔ پھر انکار کے لئے کونسی گنجائش ہے۔ کہ مسیح موعودؑ چودھویں صدی کا مجدد نہ ہی ہوگا۔ ہماری توجہ ان لوگوں کی طرف ہے جن کو حق کی پیاس ہے۔ لیکن جو حق کی تلاش نہیں چاہتے جن کی طبیعتیں معکوس ہیں وہ ہم سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یاد رکھو ہدایت تو اس کو ہوتی ہے جو تعصب سے کام نہیں لیتے۔ وہ لوگ فائدہ نہیں اُٹھاتے جو تدبر نہیں کرتے۔ پس طالب ہدایت سمجھ لے کہ موجودہ زمانوں میں چودھویں صدی کے مجدد کا یہ کام ہے کہ کسرِ صلیب کرے۔ کیونکہ صلیبی فتنہ خطرناک پھیلا ہوا ہے۔ اسلام ایسا دین تھا۔ کہ اگر ایک بھی اس سے مُرتد ہو جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی تھی لیکن اب کس قدر افسوس ہے کہ مرتد ہونے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ اور وہ لوگ جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کامل انسان کی نسبت جس کی پاک باطنی کی کوئی نظیر دنیا میں موجود نہیں قسم قسم کے دل آزار بہتان لگا رہے ہیں کروڑوں کتابیں اس سید المعصومین کی تکذیب میں اس گروہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ بہت نے مستقل ہفتہ وار اور ماہوار رسالے اور اخبار اس غرض کے لئے جاری کر رکھے ہیں۔ پھر کیا ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کوئی مجدد نہ بھیجتا؟ اور پھر اگر کوئی مجدد آتا تو تم ہی خدا کے واسطے سوچ کر بتاؤ کہ کیا اس کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ رفع یدین کے جھگڑے کرے یا آمین بالجہر پر لڑتا پھرے؟ (باقی بر صفحہ کالم ۱)

کر اسی پر پڑتا ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہیں ہے۔ (فضل الباری) ۱

شیخ محمد طفیل صاحب مبلغ انگلستان

چوتھی احمدیہ کنونشن گیانا (جنوبی امریکہ) میں

کنونشن کا پہلا دن

اتوار یکم اگست ۱۹۷۱ء کو دس بجے سٹی ہال جارج ٹاؤن میں کنونشن کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ جس کا افتتاح آنریبل محمد قاسم صاحب وزیر مواصلات گیانا نے کیا۔ مسٹر وزیر احمد پریذیڈنٹ ویسٹ منسٹر احمدیہ انجمن نے وزیر موصوف کا تعارف کرایا۔ ٹرنی ڈاڈ سے آئے ہوئے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے نظمیں پڑھیں اور قرآن مجید کی تلاوت کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

محترم میاں فاروق احمد شیخ صاحب نے حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا پیغام پڑھنے سے پہلے ایک مختصر تقریر کی جس میں سلسلہ احمدیہ کی غرض و غایت بیان کی پھر حضرت امیر ایدہ اللہ کا پیغام حاضرین مجلس کو سنایا۔ اس کے بعد مختلف ممالک سے آئے ہوئے دوسرے پیغامات بھی سنائے گئے۔ اس موقعہ پر والس محمد صاحب اور خاکسار نے تقاریر کیں۔ مسٹر والس محمد صاحب نے امریکی بلیک مسلم تحریک پر اور خاکسار نے سلسلہ احمدیہ پر تقریر کی۔ سرینام کے ڈاکٹر جمال الدین صاحب صدر جماعت نے سرینام کے احمدیوں کے حالات سنائے۔ مولوی عبد الرحیم صاحب جگو نے اختتامی دعا کی۔

سٹی ہال تمام بھرا ہوا تھا۔ جلسے کے بعد بھی لوگ ٹھہرے رہے۔ ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی وہ سنی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ کہنے لگے احمدیہ جماعت نے گیانا میں مسلم نوجوانوں کے سامنے ایک خاص مقصد رکھا ہے جس کے نتیجے میں وہ اب اس جماعت کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں۔

ڈیڑھ بجے یہاں کی مجلس معتمدین کا اجلاس ہوا جس میں بہت سے مسائل زیر بحث آئے۔

عشائیہ کا انتظام

شام کو بنک آف گیانا کی چھت پر احمدیہ جماعت کی طرف سے ایک بڑے عشائیہ کا انتظام کیا گیا۔ جس میں شہر کے بہت سے معززین بھی شریک تھے۔ وزیر مواصلات بھی آئے ہوئے تھے۔ کہنے لگے کہ آپ کے اجلاس اتنے دلچسپ ہوتے ہیں کہ میں ان میں شرکت سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔ اس دن پر گیانا جماعت کے احمدیوں اور ٹرنی ڈاڈ اور سرینام سے آئے ہوئے احمدیوں کا آپس میں تعارف کرایا گیا۔ احمدی بچوں نے بہت سے نغمات اسلام سنائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نظمیں بھی پڑھیں۔ حاضرین مجلس بھی ان کے ساتھ ساتھ شریک رہے۔ دوسرے دن کوئی اسی میل دور کانفرنس کا انتظام تھا اس لئے یہ مجلس دس بجے رات ختم ہو گئی۔

کنونشن کا دوسرا دن

صبح چھ بجے سب دوست اپنا سامان باندھ کر تیار ہو گئے اور مردوں اور خواتین کا یہ قافلہ گیانا کے علاقہ بربس کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک جگہ دریا عبور کرنا تھا دریا کے دوسرے کنارے پر احباب استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب جہاز اترنے لگے تو یوتھ گروپ نے یہ

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی

بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا جس میں تمام افراد شریک ہو گئے اور رفتہ رفتہ اتنی بلند آواز سے یہ نغمہ پڑھا گیا کہ جہاز کے دوسرے اترنے والے مسافر حیران ہو کر احمدیہ جماعت کے وفود کو دیکھنے لگے۔ ادھر سے استقبالیہ کمیٹی کے لوگ ہار لئے کھڑے تھے۔ اسلام زندہ باد اور احمدیہ موومنٹ زندہ باد کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔ ڈپٹی میئر نے خوش آمدید کہا۔

کوئی نو بجے کے قریب عید دجیولرز کے گھر پہنچے جہاں انہوں نے سب کے لئے ناشتے کا انتظام کر رکھا تھا ناشتے سے فارغ ہو کر قافلہ کلڈ ونن مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں کی جماعت نے لنچ کا انتظام وسیع پیمانہ پر کر رکھا تھا۔ جیسے ہی لوگ فارغ ہوئے جلسہ کی کارروائی شروع ہو گئی۔ مسٹر عزیز احمد صاحب۔ جناب میاں فاروق احمد شیخ مولانا عبد الرحیم جگو صاحب۔ جناب والس محمد صاحب، مسٹر نذر علی صاحب اور خاکسار نے تقریریں کیں۔ ظہر اور عصر کی نمازیں بھی جمع کی گئیں۔ پھر جلسہ کی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی خواتین نے بھی تقریریں کیں۔ مس حمید بخش بی اے نے اسلام اور عورتوں کے حقوق پر تقریر کی۔ مس حمیدہ فرنچ زبان کی ٹیچر ہیں اور آج کل حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی کتاب "مسلم پریئر بک" کا فرنچ میں ترجمہ کر رہی ہیں۔

شام کو مسٹر بازخان صاحب صدر احمدیہ جماعت بربس برانچ نے روز ہال میں ڈنر کا انتظام کر رکھا تھا اور ڈنر سے پہلے ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں مختلف نمائندوں نے تقریریں کیں اور گیانا کے مسلم بچوں نے پروگرام میں حصہ لیا مسٹر بازخان کی ہمت قابل داد ہے۔ ایک سو افراد کے قافلہ کے قیام و طعام کا انتظام اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ ایک فرد کو بھی شکایت کا موقعہ نہیں ملا۔

کنونشن کا تیسرا دن

گیانا بڑا ملک ہے اور ہر علاقہ کی احمدی جماعتوں کی خواہش تھی کہ ان کے ہاں ضرور جلسہ ہو۔ اس لئے دوسرے دن پھر اس قافلے کی روانگی عمل میں آئی۔ ابھی گذشتہ دن کی سفر کی تکان بھی نہیں اتری تھی کہ آگے چلنے کا حکم مل گیا۔ بعض مرد اور خواتین ضرورت سے زائد کپڑے اور سامان ساتھ لے آئے ہوئے تھے۔ ہر شخص کو اپنے سامان اٹھانے کی فکر تھی۔ خواتین سے ایسا کام پہلے نہ ہو سکتا تھا۔ ان کے کپڑوں کا بوجھ ویسے بھی زیادہ تھا لیکن مجبوراً وہ بھی اپنے سوٹ کیس ادھر سے ادھر اٹھائے پھرتی تھیں اور اپنے آپ کو ساتھ ساتھ کوستی بھی جاتی تھیں کہ اتنا سامان لے کر وہ کیوں روانہ ہوئیں گرمی اور پھر سڑکوں کے گرد و غبار سے بھی طبیعت جھنجھلاتی تھی تین بسیں کرائے پر لے رکھی تھیں۔

جب بسیں روانہ ہوئیں تو احمدی بچے "نغمات اسلام" سے نعتیہ کلام سنا کر سب کو محظوظ کرتے رہے۔ جو تھوڑا شکوہ شکایت کسی کو ہوتا تو جب موقعہ ملتا میں انکو تسلی تشفی دیتا رہتا۔ آٹھ سال سے لے کر اسی سال کی عمر کے لوگ اس منزل کے مسافر تھے۔

۳ اگست کو صبح ساڑھے نو بجے ایک پبلک میٹنگ کا اہتمام کیا گیا۔ کاٹن ٹری ہال میں انتظام کیا گیا تھا۔ بعض حالات کی وجہ سے اسے منسوخ کرنا پڑا۔ اس کی بجائے دیہہ ۳۱ میں جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ اس علاقے میں ہماری پہلی مسجد قائم ہوئی تھی۔ اور ۱۹۶۸ء میں یہیں پہلی احمدیہ کنونشن بھی منعقد ہوئی تھی۔ ۱۲ بجے کھانے سے فراغت پا کر اجلاس شروع ہوا۔ تقاریر کا سلسلہ لمبا ہو گیا۔ اور لوگ تھکے ہوئے تھے۔ میری باری آئی تو میں نے صرف پانچ منٹ تقریر کی۔ مقامی جماعت کے لوگ مایوس ہوئے لیکن بات ٹھیک تھی۔ سامعین کی ضرورت کا احساس مقرر کا اولین فرض ہونا چاہیئے اب وہ تھکے ہوئے تھے اور انہیں آرام کی ضرورت تھی۔

یہاں سے فارغ ہوئے تو برنا نیا ڈسٹرکٹ کی مسجد میں جلسے کا انتظام تھا۔ چونکہ مقامی لوگ غیر ضروری باتوں سے جلسے کو لمبا کر دیتے تھے۔ اس لئے جب اس جگہ جلسہ کی صدارت کے لئے جب کسی نے مجھے کہا تو میں نے فوراً یہ بات منظور کر لی۔ ضروری شخصیتوں کا مختصر تعارف کرایا اور بیس بیس منٹ کی تین تقریروں کے بعد جلسہ کی کارروائی ختم کر دی۔ یہاں کی جماعت نے حلوہ اور شربت سے سب کی تواضع کی ابھی رات آٹھ بجے کے قریب سب لوگ جارج ٹاؤن واپس آ گئے۔

کنونشن کا چوتھا دن

جارج ٹاؤن میں قیام صرف ایک رات کا تھا۔ ہمارے احمدی ممبروں کے ایثار کا جذبہ قابل قدر ہے۔ احباب کے قیام و طعام کے مختلف انتظامات کو خوش اسلوبی سے نبھاتے تھے۔ چونکہ ۴ اگست کو گیانا کے دوسرے اطراف میں ایک طویل سفر پر روانہ ہونا تھا اس لئے وہ دن خالی رکھا گیا۔ ساڑھے تین بجے پھر سفر شروع ہو گیا۔ یہ سفر خاصا تھکا دینے والا تھا۔ پہلے جہاز پر پھر کاروں میں پھر جہاز پر کوئی چار پانچ گھنٹے لگ گئے پھر ویکنام منزل مقصود پر پہنچے۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں آج سے پچیس سال قبل چند احمدی دوستوں سے میری خط و کتابت تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہیں سے احمدیت کے پودے کو نشو و نما کا موقعہ ملا تھا۔ جب تک احباب کے سامان کو مختلف گھروں میں احتیاط سے نہیں پہنچا دیا گیا احمدی نوجوان نغمات اسلام پڑھتے رہے۔ کوئی دس بجے رات تک سب لوگ اپنی اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ بعض لوگ اچھے آرام دہ اور کشادہ مکانوں میں ٹھہرے دوسرے ایسے گھروں میں گئے جہاں بجلی اور نلکے کا انتظام بھی نہیں تھا۔ لیکن لوگ خوش تھے۔ احمدیوں کے جذبۂ اخلاص کے سامنے ان معمولی باتوں کی کیا اہمیت تھی۔ آج سے چند سال پیشتر کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ سرینام، گیانا اور ٹرنی ڈاڈ کے احمدی آپس میں اس طرح مکمل مل جائیں گے۔ اللہ تعالے سے دعا ہے کہ وہ اس اخوت کے تعلق کو مضبوط بنائے۔ آمین

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

از قلم حضرت امیر ایدہ اللہ

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہونے والے مسیح کی ایک اہم خدمت اس طرح بیان فرمائی ہے :۔

یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ یعنی وہ صلیب کو توڑ کر رکھ دیں گے۔ ظاہر ہے صلیب عیسائیت کے عقیدے کا نشان ہے۔ یہ نشان گرجوں کی چوٹیوں پر استوار کیا جاتا ہے اور یہ پادری مردوں اور عورتوں کے لباس کا نہایت ضروری حصہ ہے۔ اس نشان کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عیسٰے مصلوب ہو کر انسانیت کی نجات کی خاطر لعنتی موت مرے۔

خدا اور اس کا رسول اس عقیدے کو غیر معقول اور نقصان دہ بتاتے ہیں اور پیشگوئی کرتے ہیں کہ مسیح موعود کے مبعوث کئے جانے کی ایک اہم غرض یہ بھی ہے کہ وہ اس عقیدہ کو باطل قرار دیں گے۔ اور یہ ثابت کریں گے۔ کہ حضرت عیسٰے کی وفات صلیب پر واقع نہیں ہوئی۔ ایسا کرنے سے وہ اس قابلِ اعتراض عقیدہ کو بیخ و بُن سے اکھاڑ دیں گے۔

چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد مجدد زمان نے براہین ساطع سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسٰے کی وفات صلیب پر واقع نہیں ہوئی۔ دوسرے لفظوں میں یہ واضح کیا ہے۔ کہ جس صلیبی واقعہ پر عیسائیت کی عمارت کی بُنیاد رکھی ہوئی ہے۔ وہ بُنیاد ہی غلط ہے۔ نہ ہی حضرت عیسٰے صلیب پر مرے اور نہ ہی وہ مصلوب ہو کر ملعون ہوئے۔ برخلاف اس کے وہ طبعی موت مرے۔ اور ملعون ہونے کے بجائے مرفوع اِلی اللہ ہوئے۔ اس طرح سے وہ پیشگوئی جو رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ مسیح محمدی کسرِ صلیب کرے گا پوری ہوئی۔ خود مسیح محمدی کی شان اس غیر معمولی پیشگوئی کے پورا کرنے سے بہت بڑھ گئی۔ اور ان کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہو گئی۔

یہ حقیقت جو آشکارا کی گئی تھی۔ اب خود اہلِ یورپ کی سب سے زیادہ محقق قوم نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ قوم جو علم و فضل میں اہلِ یورپ کے نزدیک سب اقوام پر فضلیت حاصل کر چکی ہے جرمن قوم ہے۔ اس قوم کے ایک عالم فاضل ڈاکٹر برنو (DR. BERNO) نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں انہوں نے واقعات کی بناء پر نہایت وضاحت سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسٰے کی وفات صلیب پر واقع نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ مجدد زمان نے لکھا ہے۔ کہ خدا تعالٰے نے حضرت عیسٰے کو لعنتی موت مرنے سے محفوظ فرمایا اسی طرح ڈاکٹر نے بھی اس کی تائید کر دی ہے۔

پروفیسر موصوف نے اپنی تصنیف میں ۶۰ سے زائد تصاویر دی ہیں۔ جن کے ذریعے سے انہوں نے حضرت عیسٰے سے متعلق تمام ضروری حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح کر دیا ہے۔ کہ ان کی وفات صلیب پر واقع نہ ہوئی تھی۔ ان کو صلیب پر ضرور کھینچا گیا تھا۔ مگر چند ہی ساعت کے بعد صلیب پر سے اُتار لیا گیا تھا۔ اس وقت ایسا ہوا۔ کہ ایک کارندے نے بے رحمی سے ان کے پہلو میں برچھی ماری جس کے باعث ان کے جسم سے خون اور پانی بہنے لگا۔ جس سے لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔ کہ حضرت عیسٰے صلیب پر مرے نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ پھر ان کو اسی حالت میں ایک کفن میں لپیٹ کر ایک کمرے میں رکھ دیا گیا۔ جو سطح زمین سے اوپر ایک ٹیلے کے پہلو میں تیار کیا گیا تھا۔ اس کمرے کو بند کر دینے کے بجائے اس کے سامنے ایک پتھر لڑھکا دیا گیا جس کی وجہ سے حضرت عیسٰے کو تازہ ہوا ملتی رہی۔ اس تازہ ہوا نے ان کے ہوش و حواس قائم کر دینے میں مدد کی چنانچہ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کمرے سے باہر نکل آئے۔

باہر نکل کر حضرت عیسٰے نے نہایت دانشمندی سے باغبان کا لباس اوڑھ لیا کہ ان کو شناخت نہ کر لیا جائے۔ اور دوبارہ گرفتار نہ کر لیا جائے۔

اسی طرح انہوں نے ایک مزید احتیاط اختیار کی وہ یہ کہ چھپ چھپ کر رہتے تھے تاکہ پبلک کی نگاہ سے بچے رہیں۔ مگر وہ موقعہ پا کر اپنے حواریوں سے ملاقات کرتے رہتے تاکہ ان کو یقین ہو جائے۔ کہ خدا تعالٰے نے اپنے پیغمبر کو لعنتی موت سے بچا لیا۔

یہ حفاظت صرف ان بزرگ ہستیوں کو نصیب ہوتی ہے جو خدا کی جناب سے خلوق کی بھلائی کے لئے بھیجے جاتے ہیں جنکے شامل حال جنابِ الٰہی کی تائید ہو۔

مسلمانوں کو عام طور پر اور حضرت مجددِ زمان کی جماعت کو خاص طور پر فخر کرنا چاہیئے۔ کہ ہمارے رسول مقبول صلعم کی ایک عظیم الشان اور نفع رسان پیشگوئی پوری ہوئی۔

جماعت کو اس وجہ سے فخر کرنا چاہیئے۔ کہ جس بزرگ شخصیت کے ساتھ وہ وابستہ ہیں ان کی اہمیت اور صداقت بھی روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی۔ فالحمد للہ ربّ العالمین۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کا صلیبی موت سے محفوظ رہنا نہایت معنیٰ خیز ہے۔ اس سے دنیا کی عیسائی اقوام میں ایک عجیب و غریب انقلاب رونما ہوگا۔ اس مفید حقیقت کو دنیا بھر کے لوگوں کے سامنے لانا چاہیئے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے میرا ارادہ ہے کہ مذکورہ بالا مضمون کے تراجم اردو اور انگریزی زبانوں میں ایک ایک لاکھ کی تعداد میں طبع کرائے جائیں۔

تاکہ مغرب و مشرق کے لوگوں کو اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کا علم ہو جائے۔ اور لوگوں کو یقین ہو جائے۔ کہ جس غیر مفید اعتقاد میں عیسائی دنیا مبتلا رہی ہے۔ اس کو حضور نبی کریمؐ کی پیشگوئی کے مطابق حضورؐ کے ایک غلام نے باطل کر دکھایا ہے۔ فصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و الہ و خلفائہ اجمعین۔

کتاب کی طباعت اور اشاعت کا یہ طریق کار ہونا چاہیئے۔ کہ ابتداء میں اردو اور انگریزی تراجم پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں طبع ہوں۔ پھر ان کے بکنے کے ذریعہ رفتہ رفتہ تعداد میں اضافہ ہوتا رہے۔

آخر میں اپنی جماعت کے ان اصحاب سے خصوصاً اپیل کرتا ہوں جن کو خدا نے اپنے فضل سے اہلِ ثروت بنا رکھا ہے۔ کہ وہ ان تراجم کی اشاعت کے لئے دل کھول کر رقوم پیش کریں۔ ان کے علاوہ جماعت کی تمام خواتین و رجال سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اس خصوصی کارِ خیر میں حصہ لیں۔ اور ان کے تمام بچے بھی اس کے لئے چندہ دیں۔ ایسا کرو گے۔ تو خدا تعالےٰ سب کی جانوں اور سب کے اموال میں برکت نازل فرمائے گا۔

اس اہم کارنامے کے پیش نظر اخویم مکرم میاں بشیر احمد صاحب منٹو کو تکلیف دیتا ہوں کہ وہ جماعتوں میں دورہ کرکے ان میں بیداری پیدا کریں۔ اور پیش آمدہ خدمت کے لئے رقوم وصول کریں۔

اختتام پر میں صلحاء قوم سے خصوصاً تمام افراد سے عموماً درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس جلیل الشان خدمت کے سرانجام دینے کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

احباب جماعت یہ خوشخبری سن کر مسرت محسوس کریں گے۔ کہ مذکورہ بالا تراجم کی اشاعت کی خاطر جلال الدین اکبر نے ایک ہزار روپے کی رقم ارسال کی ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔

یہ اس کارِ خیر کے لئے نہایت اچھی مثال ہے۔ جس کی تقلید کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان تراجم کو ان کی شان کے شایاں طریق پر شائع کیا جاسکے۔

عزیزم جلال الدین اکبر صاحب پر یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ ان کے ابا جان محمد عبداللہ صاحب فجی کے مشہور مبلغ ہیں جو آج کل شمالی امریکہ میں تبلیغِ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔ جس طرح ابا کے دل میں تبلیغِ اسلام کا جذبہ موجزن رہا۔ اسی طرح ولد کے دل میں بھی وہی جذبہ موجزن ہے۔ خدا تعالےٰ باپ اور ولد دونوں پر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا رہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

خاکسار:-

صدر الدین

۱۰۔ اگست ۱۹۷۱ء

آخری زمانہ میں نزولِ مسیح موعود اور خروجِ دجال سے متعلق حضرت خاتم الانبیاء کی پیشگوئیاں

جب دجالِ موعود ظاہر ہو چکا ہے تو مسیحِ موعود کہاں ہے؟

قرآن کریم اور حدیث شریف میں دجال کی علامات اور شناخت۔

فتنۂ دجال کا علاج یا قتلِ دجال سے کیا مراد ہے؟

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۳ر جولائی ۱۹۷۱ء

فرمودہ

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

بمقام

جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ الذین ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا ـــــ (سورۃ الکهف۔ رکوع۔ آیت)

ترجمہ: کہدو کہ کیا میں تمہیں ان لوگوں کی خبر دوں جن کے اعمال کلیتہً خسارہ میں ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری سعی و جہد اسی ادنیٰ حیات کی جستجو میں غرق ہو گئی مگر وہ اپنے زعم میں صناعی کے کاموں میں مہارت پیدا کرنے پر بڑے نازاں ہیں ـــــ

سورۃ الکہف کے آخری رکوع کی یہ دو آیات ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص سورۃ کہف کی پہلی دس آیات تلاوت کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور دوسری روایت میں آخری دس آیات کی تلاوت کا ذکر آتا ہے۔ قرآن کریم انسانی زندگی کے عمل کے لئے بہترین ہدایت نامہ ہے۔ اس لئے جب کسی آیت کی تلاوت کے ذریعہ کسی فتنہ سے بچنے کا ذکر ہو تو اس کے یہ معنے لینا صحیح نہیں کہ منتر جنتر یا ٹونے ٹوٹکے اور تعویذ گنڈے کی مانند اس آیت کی محض تلاوت کر لینا انسان کو اس آفت سے محفوظ کر دیتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں جو اصل ہدایت بیان کی گئی ہے اس ہدایت پر عمل کرنے سے انسان اس آفت سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سورۃ الکہف کی پہلی اور آخری دس آیات میں عیسائی اقوام کے فتنوں کا ذکر موجود ہے اور یہ وہ عیسائی اقوام ہیں جن کو احادیث میں دجال یا المسیح الدجال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ اسی سورۃ میں یاجوج ماجوج کے فتنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض۔

پس قرآن کریم کی مفسدہ پرداز یاجوج ماجوج اور عیسائی اقوام سے مراد حدیث شریف کا موعود دجال ہی ہے۔ واقعات میں یہ امر اس طرح بھی صحیح ہے کہ ان عیسائی اقوام نے جو کلیسائی مذہب جاری کر رکھا ہے اور جس تہذیب

مغربی اقوام کے دجل و فساد پر زمانہ نے گواہی دے دی ہے

یہ امر اب زمانہ کو مسلّم ہو چکا ہے بلکہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ موجودہ مغربی اقوام دھوکہ دہی و فریب کاری اور فساد و فتنہ پھیلانے میں اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔ ان کے دجل پر ہر دل گواہ ہے۔ دوسری طرف حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات نہ صرف مسلمان علماء مانتے چلے جا رہے ہیں جیسا کہ مصر کی ازہر یونیورسٹی کے فاضل علامہ محمد شلتوت اور رشید رضا اس کے قائل ہیں بلکہ خود عیسائی دنیا بھی اب اس امر کو مانتی چلی جا رہی ہے کہ اگرچہ حضرت مسیح صلیب پر لٹکائے گئے تھے مگر آپ کی وفات صلیب پر واقع نہیں ہوئی بلکہ صلیب سے بے ہوشی کی حالت میں اتار لئے گئے تھے اور صلیبی واقعہ کے بعد آپ کی قدرتی موت واقع ہوئی۔ غرضیکہ قرآن و حدیث میں حضرت مسیح کی وفات اور خروجِ دجال کا جو ذکر آتا ہے اس وقت عام طور پر ان دونوں امور پر اتفاق موجود ہے یعنے یہ کہ دجال کا ظہور ہو چکا اور مسیح ناصری اپنی قدرتی موت مر چکے مگر پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کی پیشگوئی کے جب دو حصے پورا ہونا مسلّم ہیں تو اسی پیشگوئی کے تیسرے حصہ کے پورا ہونے کی طرف لوگ کیوں توجہ نہیں دیتے؟ جب حضرت مسیح ناصریؑ وفات پا چکے اور دجال ظاہر ہو چکا تو پھر مسیح موعود کہاں ہے؟ کیا یہ تینوں اجزا ایک ہی پیشگوئی کے حصے نہیں ہیں؟

دجال کی شناخت نشاندہی سب سے پہلے کس نے کی؟

پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ آج سے اسّی برس قبل کس شخص نے اس دجال کی نشاندہی کی جسے اب سب تسلیم کرتے ہیں؟ کس نے یہ کہا هذه الدجال التی ذکره رسول الله صلعم۔ یہی مغربی اقوام انگریز اور روس وہ دجال ہیں جن کی خبر تیرہ سو برس پیشتر رسول اللہ صلعم نے دی تھی؟ کیا یہ انکشاف حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی کے سوا پہلے کسی اور نے کیا جب آپ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں پہلی مرتبہ اس راز سے پردہ اٹھایا ۱۸۹۰ء وہ وقت تھا جب مغربی اقوام کا تسلط اور رعب تمام جہان پر چھایا ہوا تھا اور ہر دل ان کے کمالات ایجادات و صناعی اور تہذیب سے مسحور و متاثر ہو رہا تھا بلکہ ان اقوام کے نقشِ قدم پر چلنا مسلمان بھی اپنے لئے نجات کا موجب سمجھ رہے تھے۔

اب جائے غور ہے کہ جب مخبرِ صادق صلعم کی پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں ایک عظیم فتنہ کا موجب دجال اقوام ہوں گی کو ہم نے بچشم خود پورا ہوتے اور بصدقِ دل سچا ہوتے دیکھ لیا۔ تو وہ شخص جس نے سب سے پہلے ان اقوام دجال کی صحیح صحیح اور سچی نشاندہی کی کیا وہ کاذب ہو سکتا ہے؟

دجال کو دجال کیوں کہا گیا؟

دجال کے ایک معنی کذاب کے ہیں اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ حق و صداقت پر جھوٹ کا پردہ ڈالنے والا۔ یا یہ معنے بھی کئے گئے ہیں کہ اپنی فوجوں اور تجارتی مال سے روئے زمین کو ڈھانپ دینے والا۔ پھر المسیح الدجال سے یہ مزید وضاحت کر دی کہ اگرچہ وہ دعوے تو مسیح کی پیروی کا کرے گا مگر حقیقتاً آپ کی تعلیم کے صریحاً خلاف عقیدہ رکھنے والا اور برعکس اعمال بجا لانے والا ہوگا۔ اب یہ امر کسے معلوم نہیں کہ حضرت مسیح ناصریؑ مثل دیگر انبیاءؑ کے توحیدِ خالص کے معلم اور مزکّی اعمال صالحہ بن کر آئے تھے مگر مغربی عیسائی اقوام نے شرک کا سب سے عظیم فتنہ کھڑا کر لیا ہے۔ کہ ایک عاجز انسان کو خدا یا خدا کا بیٹا بنایا ہے۔ یہ کس قدر صریح ضلالت کا عقیدہ اور خلافِ تعلیم توحید حضرت عیسےٰؑ ہے! نیز اعمال صالحہ کی بجائے صلیبی موت پر ایمان لا کر نجات یافتہ بن جانا کیسی گمراہ کن تعلیم خلافِ اصل تعلیم حضرت عیسےٰؑ ہے! پھر حضرت مسیح نے ظاہر داری دین اور پابندی رسم و رواج یعنے ریاکاری و نفس پرستی کے جذبات کے برخلاف کس قدر عظیم جہاد کیا تھا نیز دنیا پرستی کی بجائے خدا پرستی میں نجاتِ انسانی کو منحصر قرار دیا تھا۔ مگر موجودہ مغربی عیسائی اقوام نے حضرت مسیح کی ان تمام تعلیمات کو نہ صرف پسِ پشت پھینک دیا بلکہ عین آپ کی تعلیم کے برعکس نظریۂ حیات گھڑ لئے ہیں۔ نفس پرستی اور زر پرستی کا وہ طوفان اس وقت عیسائی اقوام میں بپا ہے کہ گویا انسانی زندگی کا کمال انہی مشاغل میں سمٹ کر آ گیا ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں کیا گیا ہے جسے میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیا ہے، دنیاوی زیب و زینت اور ظاہری نمود و نمائش، حظِ نفس

کے جُملہ لوازم اور ترغیبات معبودِ حقیقی کی سچی عبادت سے نہ صرف گریز بلکہ معاملات و تعلقات میں خدا کا نام تک لینے کو بدتہذیبی سمجھ لیا گیا ہے۔ کیا یہ اس مسیح کی تعلیم کی عین نقیض نہیں جس نے یہ فرمایا [illegible] آیا ہے فابعثوا احدکم بورقکم ھٰذہٖ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکٰی طعاما فلیاتکم برزق منہ ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا۔

اپنے میں سے کسی کو شہر کی طرف بھیجو تاکہ تمہارے لئے وہ عمدہ ترین رزق دیکھ کر لائے۔ اس غرض کے حصول کے لئے اسے تلطف اور ملائمت سے کام لینا ہوگا تاکہ وہ لوگ تمہارے ارادوں پر اطلاع نہ پا سکیں۔

پس از رُوئے قرآن کریم ان اقوام کا روئے زمین پر پھیر نکلنا اور چھا جانا اس لئے ہے کہ وہ بہترین رزق کی تلاش میں کوشاں ہیں، لہٰذا جہاں کہیں جاتے ہیں اپنے رزق کی جستجو کرتے ہیں مگر وہاں کے باشندوں پر اپنے اندرونی مقاصد واضح نہیں ہونے دیتے بلکہ نرمی اور رأفت کا پہلو اختیار کر کے انہیں یہ جھانسہ دیتے ہیں کہ ہم تمہارے ہی مفاد و خدمت کے لئے آئے ہیں پس دجالی اقوام کا ایک دھوکا تو دینی معتقدات کے بارہ میں الوہیت و ابنیت مسیح اور صلیبی ایمان کے عوض کفارہ کے عقیدے ہیں اور دوسرا دھوکا نفسانی اغراض پر مبنی ہے کہ ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ دوسروں کا مفاد مدنظر ہے مگر حقیقتاً اصل غرض اپنا فائدہ اور نفس پرستی ہے۔

جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا دجالی تہذیب کے خاص امتیازات میں سے ہیں۔ اپنے مافی الضمیر کے برخلاف دوسروں کو یقین دلانا اور اپنے اندرونی [illegible] کے [illegible] بالکل خلاف کہنا [illegible] کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ یہ خصوصیات آج کل ہماری تہذیب کا بھی جزو لازمی بن چکی ہیں کیونکہ ہم بھی اس تہذیب کی نقالی کو فخر سمجھتے ہیں، صدق، راست روی اور حق گوئی کی اعلےٰ صفات مفقود ہوتی جا رہی ہیں۔ اپنے اندرونہ کی اصل بات کو حیلوں و مکروں سے چھپانا بلکہ اپنے اقوال و اعمال سے اس کے برعکس ظاہر کرنا تو دنیا آج کی تہذیب کا معراج بن چکا ہے۔

دجال خود بھی دھوکہ خوردہ ہے

قرآن کریم کی اس آیت میں جس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ دجال کے اعمال و افعال حقیقتہً تو بدترین خسارہ کا موجب ہیں مگر وہ بزعم خود ان پر نازاں و فرحاں ہے کیونکہ یہ سمجھ رہا ہے کہ یہی تسخیر کائنات اور کمال ایجادات کے [illegible] میں اپنے رہنما حضرت عیسٰیؑ کی پیروی کرنے والی ہوتیں تو انہیں اس مادی نظریہ حیات کی بجائے ربانی نظریہ حیات پر ایمان لانا اور اس کی جانب قدم بڑھانا چاہیئے تھا یعنے خدائے تعالیٰ کی ہدایات و احکامات کی تابعداری میں یہ لوگ اپنی نجات و خوشی کو مرکوز سمجھتے۔ اسی طرح المسیح الدجال نے نہ صرف دینی معتقدات و تعلیم میں اپنے پیشوا کے برخلاف کیا بلکہ دنیاوی معاملات و نظریات میں بھی ان کے برعکس عمل کیا۔ اس لئے آج کل کی عیسائی اقوام حضرت مسیح کے عین کے برخلاف متضاد کھڑی ہیں۔ انگریزی زبان میں دجال کے لئے جو لفظ اینٹی کرائسٹ ANTI CHRIST یعنے مسیح کے مخالف یا اس کی ضد آتا ہے وہ اس حقیقت کو خوب واضح طور پر ادا کرتا ہے۔

قتلِ دجال سے کیا مراد ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دجال کے فتنہ کا علاج کیا ہے؟ حدیث میں مسیح موعودؑ کے دو کام بتلائے گئے ہیں یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر۔ صلیبوں کو توڑنا اور سوروں کو قتل کرنا کسی ربانی مصلح کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ لکڑی کی صلیبوں کو عمارتوں سے اکھاڑ کر توڑتا پھرے یا جنگل کے سوروں کو قتل کرتا پھرے، اس لئے جس طرح نزولِ مسیح اور خروجِ دجال سے متعلق جملہ پیشگوئیوں میں مجازی استعارات کو استعمال کیا گیا ہے مسیح موعودؑ کے یہ دو کام بھی بجائے ظاہر معانی کے مجازی طور پر کسی حقیقت کو بتلانے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ کسرِ صلیب کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ صلیبی اعتقاد کے بطلان کو واضح کرے گا چنانچہ اس حقیقت الامری سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ثابت کر کے کہ حضرت مسیحؑ کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی صلیبی اعتقاد و ایمان کو کلیتہً ختم کر دیا ہے۔ نہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرے نہ ہی ان کی صلیبی موت کا واقعہ صحیح ہے اور نہ ہی ایسی موت پر ایمان کے بدلے نجات کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

قتلِ خنزیر سے کیا مراد ہے؟

کسرِ صلیب سے جہاں دجال کے دینی عقیدہ کا بطلان ثابت کرنا مراد ہے [illegible] مریب نظریہ [illegible] کا [illegible] کہف کی پہلی اور آخری دس آیات میں دجالی عقائدِ دینیہ اور نظریہ حیات کے بطلان کو نمایاں کرنا مراد ہے پہلے رکوع میں جہاں عقیدہ الوہیت مسیح کا ذکر کر کے یہ الفاظ فرمائے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم یعنے عیسائی اقوام کا قول کہ حضرت عیسٰےؑ بشر اور رسول ہونے کی بجائے الوہیت کے مقام پر فائز ہیں بہت بڑا بول یا غلیظ کذب ہے وہاں ان کے بعد فرمایا انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا

ہم نے زمین پر زیب و زینت کے سامان اس لئے پیدا کئے ہیں تا یہ آزمائش کریں کہ عمل صالح کون بجا لاتا ہے، اور کون فتنہ و فساد کذب و شر، دجل و فریب اور حرص و حسد کی آگ میں جلتا ہے یہ بتلا دیا کہ دجال کی تہذیب اعلےٰ اخلاقی اصولوں پر مبنی ہونے کی بجائے نفسانی جذباتِ خبیثہ پر قائم ہوگی۔ آخری رکوع میں اسی مضمون کو پھر دہرایا ہے کہ بدترین خسارہ والا نظریۂ حیات یہ ہے کہ اسی ادنےٰ زندگی کی لذات پر پڑے رہے اور ان میں انسان یہاں تک کہ اعلےٰ صفاتِ حسنہ کی نشوونما سے غافل ہو جائے۔

دجالی فتنہ کے قلع قمع یا قتلِ دجال سے مقصد اسلامی تعلیم کے مسیحانہ پہلو کو اجاگر کرنا ہے۔

دجال نے جو فتنہ و فساد پھیلا رکھا ہے وہ چونکہ حضرت مسیحؑ کی سچی اور اسلامی تعلیم کے معتقدات اور نظریۂ حیات دونوں کے برعکس ہے اس لئے دجالی فتنہ کا قلع قمع یا قتل دجال سے اصل مقصد یہ ہے کہ دجالی نظریہ حیات کے بطلان کو ثابت کیا جائے یعنے یہ بتلایا جائے کہ حضرت مسیحؑ کا یہ نظریہ کہ انسان محض روٹی سے زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ خدا کے کلام سے ہی اس کی سچی زندگی ہے صحیح و درست ہے، اس کے برخلاف المسیح الدجال کا نظریہ کہ انسان محض روٹی سے زندہ رہتا ہے غلط و باطل ہے۔ جیسے کہ اس زمانہ میں اخلاقیات کی جگہ اقتصادیات نے لے لی ہے۔ نیز حضرت مسیحؑ نے ظاہر اعمال کی بجائے احکام الٰہی کی حقیقت اور رُوح کی طرف جو توجہ دلائی تھی اسی رُوح کو زندہ کرنا [illegible]

اِسلامی کو پیش کرنیوالی شخصیت یا مسیحِ محمدی کے نزول کی ضرورت۔

اس زمانہ کی ضرورت یہی تقاضا کرتی ہے کہ قرآنی تعلیم کے اس پہلو کی طرف خاص طور پر توجہ دلانے والا کوئی مامور مبعوث کیا جاتا جو ایک طرف کسرِ صلیب کا کام کرتا، صلیبی عقیدہ کے بطلان کو ظاہر کرتا تو دوسری طرف وہ قتلِ خنزیر یا قتلِ دجال کرتا، زرپرستانہ نظریۂ حیات کی بجائے خدا پرستانہ نظریۂ حیات کی جانب توجہ دلاتا اور یہ بتلاتا کہ اقتصادی مسائل کی بجائے اخلاقی معاملات کی درستی اور ظاہریت و سطحیت کی بجائے دل کی پاکیزگی کے سامان کئے جانا ضروری ہیں۔

اب حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم اور تحریر پر غور کیا جائے تو ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ آپ نے مسیح ناصریؑ کی طرح سطحیت و ظاہریت کی بجائے احکام کی رُوح و حقیقت کے قیام پر زور دیا ہے، زرپرستی اور روٹی کے مسائل کی بجائے آپ نے خدا پرستی اور اخلاقیات کی تعلیم پر زور دیا ہے یہاں تک کہ آپ نے اپنی جماعت کو سیاست سے بھی الگ رہ کر صحیح قرآنی تعلیم کی نشر و اشاعت پر مامور کیا اسی لئے آپ نے فرمایا۔ ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

خدا کی طرف بلانے اور اسلام کی دعوت دینے سے بہتر کوئی کام نہیں

سیالکوٹ میں مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب کی دعوتِ استقبالیہ کی تقریب پر شیخ نثار احمد صاحب کی تقریر

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ

معزز خواتین و حضرات!

میں اس تقریب کے مہمانِ خصوصی جناب محمد یحییٰ صاحب امام مسجد برلن اور آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے تکلیف گوارا کی اور اس تقریب کو رونق بخشی۔ اس اجتماع کا منزور کا اور مقدم مقصد خاتم الانبیاء آنحضرت صلعم کی سیرت اور حیاتِ طیبہ کو بیان کرنا ہے کہ اسلام کا درخشندہ باب اسی مقدس ہستی سے شروع ہوا۔ اور جو بھی خدمت اس دین متین کی کسی کے حصہ میں آئی وہ اسی ذات اقدس کی مرہونِ منت ہے۔ تحریکِ احمدیت خالصتہً اشاعت اسلام کے لئے معرض وجود میں آئی اور اس تحریک کو فاضل مبلغین بھی مل گئے جنہوں نے دنیا کے کاموں کو خیرباد کہہ کر دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ ہمارے مہمانِ خصوصی کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔ میں آپ کو مبارکباد کہتا ہوں۔ آپ کم و بیش ۱۵ سال سے یورپ میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اور آج کل برلن مسجد کے امام ہیں۔ میں یہ خوشخبری بھی سنانا چاہتا ہوں کہ اس سال وہ وہاں سے پی۔ ایچ ڈی کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالےٰ۔

اعلےٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے دنیاوی کاموں کی کوئی کمی نہیں لیکن اس تحریک نے ان کے دلوں میں ایک لگن پیدا کر دی ہے اور یہ جذبہ ان کو کشاں کشاں اس نیک کام کی طرف لے آیا۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی کام ہی نہیں۔

لوگ دنیا کماتے کماتے رخصت ہو جاتے ہیں اور نتیجہ پھر بھی یہی ہے کہ ؏

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد

دنیا کے کام دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں لیکن اسی دینی کام کے متعلق ارشادِ ربانی کی سند ہے کہ ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وھو مؤمن وعمل عملاً صالحاً۔ خدا کی طرف بلانے اور اسلام کی طرف دعوت دینے سے بہتر کوئی کام نہیں۔ اور ساتھ ہی ان آیات میں اعمالِ صالحہ پر زور دیا گیا ہے گویا بتا دیا کہ اسلام اور عملِ صالح کا رشتہ کبھی ٹوٹنے نہیں دینا چاہیئے یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرا نہیں۔ اگر ہمیں اسلام کا دعوےٰ ہے اور ہم اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے تو ہمارے دعوے میں کوئی بھی صداقت نہیں۔

یہ ہماری اپنی خوش نصیبی ہے کہ ہم اس سے حصہ لیں ورنہ اسلام کی نصرت اور غلبہ تو روز ازل سے مقدر ہے۔ دشمنوں نے اسے مٹانے کے لئے کیا کیا کوششیں نہیں کیں۔ موجودہ حالات بھی اسلام دشمنی کا ہی شاخسانہ ہیں لیکن قرآن پاک نے ہمیں تسلی دی ہے اور نہایت پرزور الفاظ میں خوشخبری دی ہے یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکفرون۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھا دیں اور اللہ کو کچھ منظور نہیں مگر یہی کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے گو کافر برا ہی مانیں۔ اور ارشاد ہوتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو اور دینوں پر غالب کرے گو مشرک برا ہی مانیں۔

یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ مسلمان کس بے کسی اور کس بے بسی کی حالت میں تھے کیا کوئی گمان کر سکتا تھا کہ اردگرد کی مطلق العنان حکومتوں اور قیصر و کسریٰ کی طاقت اور سلطنت پر فتح پا جائیں گے اور ان سرزمینوں پر مسلمانوں کا تسلط ہو جائے گا۔ یہ کرشمہ صرف خدا کی طاقت ہی دکھا سکتی ہے۔ ....

اسلام کے اس سنہری دور کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی مسلمانوں نے کس شان اور خندہ خوئی سے حکومت کی۔ عدل و انصاف کی فضائیں قائم کیں اور اتنے عرصہ مسلسل کسی اور قوم نے حکومت نہیں کی۔ وہ دنیا کے معلم اور راہنما تھے۔ آج بھی سپین میں آپ کے بزرگوں کی یادگاریں موجود ہیں۔ یورپ کو تاریکی سے نکال کر علم و ہنر کی روشنی میں لانے والے آپ کے آباؤ اجداد ہی تھے۔ اور اس کا سہرا اسی انسان کامل حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے سر پر ہے جن کے نمونہ پر چلنے کی تاکید کی گئی ہے اور قرآن میں آپ کا چیلنج بھی مذکور ہے۔ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ میں نے ایک عمر آپ میں گذاری ہے کوئی حرف مجھ پر رکھو۔ یہ ہے زندگی بے داغ زندگی جس پر کوئی فخر کر سکتا ہے۔ سبحان اللہ کیا نمونہ پیش کیا ہے دشمن بھی امین کہتا ہے۔ اغیار بھی امانتیں آپ کے پاس رکھتے ہیں۔ مخالفین آپ کو وطن سے نکالنے کی کوشش میں ہیں اور حضور کو کیا فکر ہے، فرماتے ہیں جاؤ اعلان کر دو کہ جس کسی کی کوئی چیز میرے ذمہ ہے وہ آ کر لے جائے آپ نے اپنی قوم کو بھی اسی رنگ میں رنگین کر دیا اللہ و اکبر۔ یہ ہیں ہمارے خزانے کہ چار دانگ عالم میں نکل گئے۔ آپ کی سیرت طیبہ۔ اخلاق عالیہ اور بلند پایہ تعلیمات نے ایک ایسا انقلاب دنیا میں پیدا کیا جس نے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ ایران، روم اور یورپ کی انتہائی وادیوں تک گناہوں۔ بدکاریوں اور جہالت میں ڈوبی ہوئی دنیا کو نہ صرف نیکی اور پاکیزگی عطا کی بلکہ علم و حکمت کی دولت سے بھی مالا مال کر دیا گویا ایک مردہ دنیا دوبارہ زندہ ہو گئی۔ اندھے بینا ہو گئے اور لولے لنگڑے تندرست ہو کر چلنے پھرنے لگے۔ یہ وہ انقلاب عظیم ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہ پہلے نظر آئی اور نہ آئندہ کبھی ملے گی۔

اس قوم کو خدا تعالےٰ نے اس خطاب سے نوازا ہے کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور آج جو حالت ہے وہ کسی تبصرے کی محتاج نہیں الا ماشاء اللہ۔ آج بھی اگر یہ قوم اور عالم اسلام اس تعلیم پر گامزن ہو جائے اور کمربستہ ہو جائے تو تاریخ کے دہرانے کا وقت دور نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑا اتمام حجت کیا ہے۔ دین تو کامل ہو گیا اس میں کمی و بیشی کی قطعاً گنجائش نہیں کیونکہ شریعت اور نبوت اس مقدس نبی پر ختم ہو گئی۔ لیکن اس کی تجدید کا سلسلہ جاری ہے جو مجددین اور مصلحین کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کی خوشخبری بھی اسی پاک نبی نے دی ہے۔ حدیث مجدد کی صحت پر کسی کو اختلاف نہیں۔ اس میں کلام نہیں بے شک دین مکمل ہو گیا۔ نبوت ختم ہو گئی لیکن خدا کے ساتھ تعلق تو ختم نہیں ہوا۔ اس تعلق کو بڑھانے کے لئے مجددین آتے ہیں۔ مرورِ زمانہ سے طبیعتوں پر ایک زنگ لگ جاتا ہے۔ اس کو دور کرنے کے لئے اس صدی میں بھی ایک مردِ خدا نے یہ دعوےٰ کیا کہ میں دین کی تجدید کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور زمانے کی اصلاح کے لئے مجدد کیا گیا ہوں۔

یہ کوئی انوکھا دعوےٰ نہیں تھا۔ اور آپ نے اپنے آپ کو نبی آخر الزمانؐ سے الگ نہیں کیا آپؑ کی مناجات میں بھی اس دین متین کو پیش کیا ہے اور فرمایا ہے:۔

" وہ خدا جو زمین اور آسمان کا خالق ہے میرے پر ظاہر ہوا اور اس نے مجھے بتلایا کہ وہ نبی جس نے قرآن پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا وہ سچا نبی ہے اور وہی ہے جس کے قدموں کے نیچے نجات ہے اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز کسی کو نور حاصل نہیں ہو گا۔"

اور فرمایا:۔

" ہمارے نبی کریم صلعم کے بعد نبوت یقیناً منقطع ہو چکی ہے، اور قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب نہیں اور شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت نہیں آسکتی۔"

" اور میں صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں خاتم الانبیاءؐ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے"

اس سے زیادہ اور کیسی وضاحت کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ آپ نے سب ادیان کے مقابلہ میں اسلام کو روز روشن کی طرح غالب ثابت کر دکھایا۔ ہم یہ تو کہتے ہیں کہ اسلام اور دینوں پر غالب ہے مگر اس کو ظاہر کرنے کے لئے اس صدی میں کس نے غلبہ ظاہر کیا؟ آپ نے زندہ خدا کو پیش کیا اور فرمایا کہ جس طرح خدا پہلے کلام کرتا تھا آج بھی کرتا ہے اور جس طرح وہ پہلے سنتا تھا آج بھی سنتا ہے ورنہ کیا ثبوت ہے کہ وہ حی وقیوم ہے۔ آپ نے اپنی پیشگوئیوں اور نشانات سے خدا کا چمکتا ہوا چہرہ دنیا کو دکھایا اور اس حقیقت کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا۔ زبانی کلامی نہیں بلکہ اپنی ذات کو پیش کیا کہ میرے ساتھ خدا کلام کرتا ہے، جو چاہے اس کو تجربہ کرا دیتا ہوں۔ فرشتوں سے مصافحہ بھی کرا دیتا ہوں۔

مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور اہلحدیث کے مشہور و معروف پیش امام تھے۔ انہوں نے اس امام کی بیعت کر لی۔ نیز ان کا بیان ہے :

"میں خانہ خدا میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ خدا کو دیکھا ہے"

افسوس ہے اس تحریک کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زمانے کے امام کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ زندہ خدا کو پیش کیا۔ اس مادی دور میں ایسے ہی مجدد کی ضرورت تھی جو خدا نما ہو اور لوگوں کو باخدا بنا سکے۔ آپ کے دل کی تڑپ ذیل کی عبارت سے بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"دیکھو میں یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہر طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے مطابق تم سے معاملہ کرے گا۔ پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ وہ خارق عادت قدرت اس جگہ دکھاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہو۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور اپنے نفس پر اور اپنے آرام پر اور اس کے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو۔ اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ ...

[illegible] خواہش ہو جائے۔ اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مراد یابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے کرے۔ کیا تم میں کوئی ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو۔ نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تاکہ قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر اندر سے بھیڑیئے ہیں اور بہت ہیں جو صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ یہ دیکھتے دیکھتے دھوئیں کی طرح غائب ہو جاتی ہیں اور دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے"

یہ ہیں آپ کی نصیحتیں۔ اس زمانہ میں یہ ایک ہی آواز اٹھی جس نے لوگوں کو اس شدت کے ساتھ خدا کے گرد جمع کرنا چاہا اور یہ واحد آواز تھی جس نے خدا کی حاکمیت کو اس درجہ پر قبول کرانا چاہا میں کہتا ہوں آپ کی صداقت کی یہی ایک ہی دلیل کافی ہے کہ آپ کی عملی زندگی اور خدمت اسلام سے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ آپ نے فاضل مقررین کے خیالات سنے ہیں۔ چند ممتاز شخصیتوں کی آراء مختصراً پیش کر کے ختم کرتا ہوں۔

۱۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر ذیل کے شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا :—

"اس کتاب کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اس کا مؤلف اسلام کی مالی جانی، قلمی، لسانی، حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔ ... [illegible] زبان پادری۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا اور شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔"

۳۔ حضرت خواجہ غلام فرید سجادہ نشین چاچڑاں والے مشہور بزرگ فرماتے ہیں :—

"مرزا صاحب نیک اور صالح انسان ہیں وہ صادق ہے مفتری اور کاذب نہیں۔"

۴۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی :—

"یہ شخص مذاہب باطلہ کے واسطے شمشیر براں کا کام کر رہا ہے اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔"

۵۔ مولوی سراج الدین صاحب مولوی ظفر علی خاںؒ کے والد نے لکھا :—

"ہم مرزا صاحب کو پکا مسلمان سمجھتے ہیں"۔ اور مولوی ظفر علی خان نے کہا :—

"مسلمانانِ جماعتِ احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔"

۶۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے فرمایا :—

"موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد قادیانی سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔"

ان آراء سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اہل علم طبقہ پر مجدد زمانؑ کی علمیت اور کام کا کیا اثر تھا۔

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

امریکہ کے مسٹر فری لینڈ ایبٹ نے "امریکہ میں اسلام اور پاکستان" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جو امریکہ میں شائع ہوئی ہے وہ لکھتا ہے :—

"جماعت احمدیہ نے دیگر ادیان کے بارے میں جس قدر دلائل پیش کئے زمانہ گذرنے کے ساتھ اس سلسلہ کے شدید ترین مخالفین نے انہیں بہ تمام و کمال قبول کر لیا ہے۔ (اپنے تبلیغی جوش اور عیسائیت کے خلاف پے در پے کثیر الاشاعت حملوں سے اس جماعت نے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کر دیا ہے)

اور وہ لکھتا ہے :

جس تحریک نے دوسرے مذاہب کے مقابل اسلام کی حفاظت اور توسیع کے میدان میں سب سے زیادہ کام کیا ہے پاک و ہند ...

... جاتے ہیں حق پر قائم رہے اور اس کی شناخت کے بیش از بیش سامان پیدا کر دے۔ اور ہم کوشش کریں کہ اس مختصر زندگی کو صحیح طور پر گذاریں اور دامے درمے قدمے، سخنے جو بھی خدمتِ اسلام کی ہو سکے اس سے دریغ نہ کریں اور وقت کو غنیمت سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل دے۔

شیخ نثار احمد سیالکوٹ چھاؤنی

مَلْفُوظات

بسلسلۂ صفحۂ اوّل

غور تو کرو جو مرض وبا کی طرح پھیل رہا ہے طبیب اس کا علاج کرے گا۔ نہ کسی اور مرض کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی حد ہو چکی لکھا ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اپنی ماں سے سن کر اس کو مار دیا تھا۔ یہ غیرت اور حمیت تھی مسلمانوں کی۔ مگر آج یہ حال ہو گیا ہے کہ توہین کی کتابیں پڑھتے اور سنتے ہیں غیرت نہیں آتی اور اتنا نہیں ہو سکتا کہ اُن سے نفرت ہی کریں بلکہ اُلٹا جس شخص کو خدا نے خاص اس فتنہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور جلال کے لئے خاص قسم کی غیرت لے کر آیا ہے۔ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس پر ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں خدا تعالیٰ ہی ان لوگوں کو بصیرت کی آنکھ دے۔ آمین۔

(ملفوظاتِ احمدیہ جلد اوّل ص ۳۲۷-۳۲۸)

حضرت امیر ایدہ اللہ

کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آپ ۷ ستمبر ۱۹۷۱ء کو رات کے نو بجے لاہور تشریف فرما ہوں گے اھلاً وسہلاً ومرحباً۔

ایبٹ آباد میں احمدیہ سمر سکول کا قیام

زیر اہتمام مقامی جماعت احمدیہ لاہور

بشیر احمد سوز

(۳)

مری میں صدر صاحب مقامی جماعت کے ساتھ

۴ راگست کی صبح کو کاروان مری کے لئے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں قابل دید مقامات خصوصاً نتھیا گلی اور ایوبیہ کی سیر کی۔ مری پہنچکر دوپہر کا کھانا مکرم میاں فضل احمد صاحب کے ساتھ کھایا۔ بہت دیر تک ان کی معیت حاصل رہی۔ اور مختلف امور زیر غور آئے۔ کلاس کی کامیابی پر میاں صاحب موصوف بڑے فرحاں و شاداں دکھائی دیتے تھے اور ایک ایک عزیز مہمان کی خاطر تواضع بنفس نفیس کر رہے تھے۔

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں۔

پانچ بجے شام حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بڑی خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا اور اھلاً و سھلاً کہا آپ نے پُر تکلف چائے کے ساتھ اپنے عزیز مہمانوں کی شفقت فرمائی۔ اور ڈیڑھ گھنٹے تک پند و نصائح اور مواعظ فرماتے رہے۔

خطاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے حاضرین کے دلوں کو اپنی پر حرارت تقریر سے گرماتے ہوئے اجرائے نبوت کے مسئلہ کا بالخصوص ذکر کیا اور فرمایا:-

نبوت کے متعلق ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرماتا ہے۔ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم۔ دین مکمل ہو چکا ہے۔ ضرورت شریعت تکمیل کو پہنچ چکی ہے، دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:- لا نبی بعدی۔ لا نفی جنس کا ہے کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عام لوگوں کا عقیدہ کس قدر غلط ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ جب ازل سے خدا کا یہ قانون ہے کہ انسان کے جسم میں تغیر و تبدل ہوتا چلا آرہا ہے کیا وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے جسم میں خدا کا قانون کارفرما نظر نہیں آتا۔ اور وہ دو ہزار سال سے [illegible] ہیں جبکہ خدا تعالیٰ کا قانون سب پر [illegible] ہے۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ہمیں ان کے راستہ پر چلا جو انعام پا کر گزرے ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ آئندہ بھی ایسے لوگ ہوں گے جن کی اتباع کی ضرورت ہے۔ پھر اس کے بعد سورۃ البقرۃ کی ابتداء میں فرمایا یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ قرآن کریم پر اور ما قبل الہامی کتب پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ بعد میں ایسی کوئی تعلیم نہیں آئے گی جس کو ماننا لازمی ہے کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم آخری اور جامع ہے۔ اسلام مکمل اور مفصل ضابطۂ حیات ہے۔

علاوہ ازیں دو گھنٹہ کی طویل صحبت میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے نہایت ایمان افروز اور معلوماتی خطاب فرمایا۔

یہ رات جامع احمدیہ مری میں گذاری گئی۔ محترم مولوی عبدالرحمان صاحب نے حق میزبانی کما حقہ ادا کیا۔ اگلی صبح طلباء لاہور کے لئے روانہ ہو گئے اور بخیریت تمام منزل مقصود پر پہنچ گئے:-

تاثرات

اس پندرہ روزہ تربیتی کلاس کے بارہ میں بعض احباب نے اپنے تاثرات لکھ کر دیئے ہیں جو افادہ قارئین کرام کے لئے درج ذیل ہیں:-

۱- جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی:-
والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔
وقت کی قدر انسان کی زندگی کو نقصان سے بچاتی ہے حق بات معلوم کرنا اس پر عمل اس کی دوسروں کو تاکید اور حق کے سیکھنے اور پھیلانے میں کامیابی کی کلید ہے۔ عبدالحق
۲۲ر جولائی ۱۹۷۱ء ایبٹ آباد

۲- جناب خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایبٹ آباد:-
وہ لوگ مبارک ہیں جنہوں نے ہمارے ہاں اس تربیتی کورس کے انعقاد کا سوچا اور جنہوں نے فوری اقدام سے اسے عملی جامہ پہنانے میں مدد کی جو کچھ فائدہ اس سے متعلمین کو پہنچا ہو گا اس کا اندازہ تو آئندہ واقعات سے ہی لگ سکے گا۔ لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ مجھے خود اس سے بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ اپنے ان پیارے نوجوان دوستوں اور ان کے اہل علم و معرفت استادوں کی بدولت جیسے مجھے ایک نئی زندگی کا احساس ہوا ہے اس کورس کی قبولیت آسمانی کے آثار ہم واضح طور پر دیکھ چکے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تجربہ کو ہماری جماعت کے حق میں ہر پہلو سے مبارک ثابت فرمائے اور یہ آئندہ کی علمی اور روحانی ترقیات کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اور اس میں جس جس شخص نے جس جس رنگ میں بھی حصہ لیا یا اعانت فرمائی ہے اسے اللہ تعالیٰ اجر بخشے۔ سعید احمد
۷۱-۸-۴ ایبٹ آباد

۳- جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب:-
تبلیغ اسلام کا فریضہ کسی ایک زمانہ سے مختص نہیں بلکہ اس کی ضرورت دائمی ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے پیش نظر اعلائے کلمۃ الاسلام کا عالی مقصد ہے۔ اور کام متقاضی ہے کہ نئی نسل کی ایمانی، اخلاقی اور علمی صلاحیتوں کو نشوونما دینے کے ذرائع اختیار کئے جائیں۔ چنانچہ اس کی ابتداء امسال سمر دینیات کلاس سے جاری کی جا چکی ہے جہاں پندرہ روز کے لئے لاہور کے چند نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا سامان ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی زیر نگرانی کیا گیا۔ مجھے اس عالی اقدام سے از حد خوشی ہوئی اور اس کے ابتدائی ایام میں شمولیت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تحریک کو ایک مستقل نظام خواہ اور اعلیٰ پیمانہ کی صورت دی جاوے جس میں ہر ذیلی جماعت سے نوجوان شرکت کریں، نیز موسم سرما میں مرکز لاہور میں بھی یہ تحریک جاری کی جائے تاکہ وہ عظیم الشان مقصد جس کے لئے اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اپنا مجدد اعظم مبعوث فرمایا اور جس کے لئے اس جماعت کے اکابرین نے اپنا تن من دھن وقف کر دیا دائمی صورت اختیار کر کے ہمیشہ کے لئے نہ صرف جاری رہے بلکہ وسعت اختیار کرے۔ اللہ بخش ۷۱-۸-۶

۴- جناب میاں عبدالمنان عمر صاحب:-
فاستبقوا الخیرات
اسے اپنا ماٹو بنایئے
خاکسار- عبدالمنان عمر ۷۱-۷-۲۲

۵ جناب مرزا مسعود بیگ صاحب لاہور:-
ہر انسان کو بلند مقصد حیات اپنے سامنے رکھنا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ ثابت ہو اور دوسرے انسانوں کے لئے مفید ساتھی، اچھا شہری اور زندگی کا معاون بنے۔ ہر مسلمان کا وجود دنیا میں بھلائی کے فروغ اور بدی کے انسداد کے لئے پیدا کیا گیا ہے چہ جائیکہ بدی خود مسلمان سے سرزد ہو۔ اس چیز سے بچنے کی ضرورت ہے اور ابتدائی دور کی اسلامی اقدار کو تازہ اور زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی ہمارے امام وقت حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا مشن تھا اور یہی مطلب ہے آپ کے الہام کا کہ مسلماں را مسلماں باز کردند
مسعود بیگ - ۷۱-۷-۲۸

۶- جناب قاضی عبدالرشید صاحب پشاوری:-
تبلیغی کورس منعقدہ سال رواں مقام ایبٹ آباد ایک عمدہ اجتماعی حرکت ہے جو قلبی زندگی کی علامت ہے- اور مزید زندگی کی موجب ہو سکتی ہے۔ میری رائے میں یہ ایک مبارک قدم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں بیش از بیش برکت ڈالے۔
قاضی عبدالرشید ایبٹ آباد- ۷۱-۷-۲۲

۷- جناب خان بہادر غلام ربانی خان صاحب مانسہرہ:-
یہ بلند پایہ مفید اور عملی تجویز ہے اس کے لئے ہر قسم کی مالی اور جانی قربانی ہونی چاہیئے تاکہ حقیقی جذبہ خدمت دین و علم دین کا پیدا ہو کر ایک روحانی اور دینی ترقی کا سامان پیدا ہو جاوے۔
غلام ربانی- ایبٹ آباد- ۷۱-۷-۲۲

۸- جناب پروفیسر خلیل الرحمان صاحب، پرنسپل گورنمنٹ کالج مانسہرہ:-
اس سے کیسے انکار ہو سکتا ہے کہ یہ اقدام جماعت احمدیہ لاہور کا یہ ایک نہایت مبارک قدم ہے۔ زمانے کی مسموم فضا سے اپنے نوجوانوں کو محفوظ اور مامون رکھنے کے لئے ان کی تربیت قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ ذمہ داریاں آئندہ چل کر انہی کو سنبھالنا ہیں۔
جس جذبہ سے نوجوانوں نے اس تدریق کورس میں حصہ لیا ہے اور جس اخلاص و شوق

اور ایشاد سے تربیت دینے والوں نے ان کی رہنمائی کی ہے اس کے لئے خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اس نیک کام کو آئندہ بھی جاری رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ استقامت بخشے۔ آمین۔

خلیل الرحمان ۲۹/۷/۷۱

۹۔ جناب میاں شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ:۔

یہ اقدام نہایت ہی مستحسن ہے اور قبلہ خان بہادر صاحب کی زیر ہدایت اس کا بہت فائدہ پہنچے گا۔ ایبٹ آباد جماعت کی تبلیغی مساعی جماعت کے لئے تقویت کا موجب ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان میں برکت ڈالے اور آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے اور لوگوں کے دلوں کو اس طرف پھیرے کہ اس نیک کام میں معاون ہوں۔ آمین۔

نثار احمد۔ بموقعہ جلسہ سالانہ ایبٹ آباد ۲۳/۷/۷۱

۱۰۔ جناب شیخ میاں نسیم احمد صاحب ملتان:۔

یہ ایک نیک اقدام ہے خدا اسے بابرکت کرے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ نسیم احمد۔ ۲۷/۷/۷۱

۱۱۔ جناب شیخ میاں عمر فاروق صاحب ملتان:۔

یہ بہت اچھا قدم ہے اللہ تعالےٰ استقامت دیوے اور مضبوط ارادے کے ساتھ صحیح نمونہ حضرت مسیح موعودؑ پیش ہو۔ آمین

عمر فاروق۔ ۲۲/۷/۷۱

۱۲۔ کیپٹن عبدالواجد صاحب پشاور:۔

احمدیہ تبلیغی کلاس کا ایک اجلاس دیکھا نہایت ہی مفید اقدام ہے۔ اللہ تعالےٰ اس میں برکت ڈالے۔ آج کل کے نوجوانوں کو مذہب سے روشناس کرانا وقت کا تقاضا ہے نتائج کو مزید مفید بنانے کے لئے موجودہ آزمائشی کلاس کے تجربہ کی بنا پر ایک سلیبس مرتب کیا جائے اور یہ کورس اس سلیبس کے مطابق ہی چلایا جائے۔ مجھے امید ہے اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ عبدالواجد۔ ۲۲/۷/۷۱

۱۳۔ جناب محمد الرحمن صاحب پشاور:۔

یہ تحریک (تربیتی کلاس) نہایت مبارک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جماعت کی حقیقی زندگی کا باعث ہے۔ یہ جماعت کے حقیقی مقصد کو پورا کرنے والی ہے۔ انجمن کو چاہیئے کہ اس تحریک کو وسیع پیمانے پر جاری رکھے اور جماعت کے ہر فرد کے لئے لازمی قرار دے کہ وہ اس مبارک اور پاک تحریک میں شامل ہو کر تربیت حاصل کرے۔ خاص طور پر نوجوانوں کے لئے لازم کر دی جائے۔ تمام ملازمین کو ہدایت دی جائے کہ سال میں کم از کم ایک ماہ چھٹی لے کر اس تربیتی کورس کو پورا کریں۔ کالج اور ہائی سکول کے طلباء کے لئے بھی اس کو ضروری قرار دے کر تعطیلات کے دوران ان کو تربیت دی جائے۔ انجمن اس کے لئے ایک مکمل منصوبہ بنا کر اس پر فوری طور پر عمل درآمد کرائے۔ میں ایبٹ آباد میں زیر تربیت احباب کو مبارکباد عرض کرتا ہوں کہ انہوں نے شروع کر کے ایک نمونہ پیدا کر دیا ہے۔ والسلام

محمد الرحمن سیکرٹری جماعت پشاور

۱۴۔ جناب ماسٹر اصغر علی صاحب پاک میڈیکل ہال ایبٹ آباد:۔

ایک حقیقت

تربیتی کورس ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ اگر نوجوان طبقہ اس سلسلہ میں شامل ہو اور ان کی تعلیم و تربیت صحیح لائنز پر ہو تو اس کی افادیت بے انتہا ہوگی جس کا اندازہ لگانا اس وقت تو مشکل ہے لیکن مستقبل شہادت دے گا کہ جس نے یہ تجویز پیش کی ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پیش کنندہ طلباء اور اساتذہ کرام کو اپنی رحمتوں سے نوازے اور انہیں اسلام کا چار دانگ عالم میں پرچار کرنے کی توفیق دے۔ آمین! ایبٹ آباد کی جماعت اس لحاظ سے خوش نصیب ہے کہ اس کورس کی ابتداء ایبٹ آباد سے شروع ہو رہی ہے۔ میری دعائیں اور نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ والسلام

آپ کا بھائی۔ عاجز محمد اصغر علی
پاک میڈیکل سٹور ایبٹ آباد

۱۵۔ جناب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب میڈیکل آفیسر بالاکوٹ:۔

اللہ تعالےٰ آپ کو حق بات پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

نذیر احمد۔ ۲۲/۷/۷۱

۱۶۔ جناب محمد انور صاحب ایم۔ اے بی ایڈ۔ مانسہرہ:۔

تربیتی کورس کے بارے معلوم کر کے مجھے ذاتی طور پر انتہائی مسرت ہوئی ہے۔ جماعت کو ایسی تحریکوں کی اشد ضرورت ہے۔ الحمدللہ یہ مبارک قدم اٹھایا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کوشش کو کامیاب فرمائے اور اپنی برکات نازل فرمائے۔

محمد انور۔ ۲۲/۷/۷۱

۱۷۔ جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب مالک پبلک میڈیکل سٹور مانسہرہ:۔

تبلیغی کلاس کے اجراء اور اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ یہ تحریک جس جذبہ اور نیک خیالات کے ماتحت جاری ہوئی ہے اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اسے کامیابی اور جماعت کی ترقی کا باعث بنائے۔ آمین۔

محمد دین مانسہرہ۔ ۲۲/۷/۷۱

۱۸۔ جناب ڈاکٹر عبدالعلی صاحب دربند۔ ہزارہ:۔

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

حضرت صاحبؑ کے اس شعر کے بعد میں مزید کچھ عرض کرنے سے قاصر ہوں۔ تبلیغی جماعت اسی شعر کو مدنظر رکھے اور میری دعا ہے کہ یہ نیک تحریک ثمر آور ہو۔ اور اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں۔ تاکہ قوم کا بچہ بچہ عشق قرآن سے سرشار ہو اور حضرت صاحبؑ کی دلی تڑپ پوری ہو۔ یہ تحریک بہت بابرکت ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

عبدالعلی۔ ۲۲/۷/۷۱

۱۹۔ جناب عبدالقادر صاحب بٹ سیکشن آفیسر کینٹ ڈویژن راولپنڈی:۔

احمدیہ تبلیغی کلاس کا اجراء ایک مبارک قدم ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ ایسی کلاسیں قوم کے بچوں کو علم دین سکھانے میں نہایت مفید ثابت ہوں گی۔

میں احمدیہ تبلیغی کلاس کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

عبدالقادر بٹ ۲۳/۷/۷۱

۲۰۔ جناب چوہدری منصور احمد صاحب لاہور:۔

اللہ تعالےٰ کی راہ میں جو قدم بھی اٹھے اسے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرماتا ہے اور ان سے ایسے نیک کام کروا کر اپنی دین کی خدمت کا موقع احسن طریق سے عطا فرماتا ہے۔ تبلیغی کلاس بھی اسی طرح واقعہ ہوئی، اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بڑی کامیاب رہی۔ دعا کرتا ہوں کہ اور لوگ اور دوستوں کو بھی موقع ملے کہ اسی طرح مستفید ہوں اور ایسا ہی فائدہ اوروں کو بھی پہنچا سکیں۔ آمین

خاکسار منصور احمد۔ ۲/۸/۷۱

۲۱۔ جناب میاں فضل احمد صاحب صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور:۔

تربیتی کلاس کا انعقاد جماعت لاہور کے احساس کی بنا پر ہوا۔ اور اس کے پیچھے احباب جماعت میں احمدیت کی روح کو جگانا ہے۔ جو اکٹھے رہنے اور صحبتہ عشرہ مل کر علم سیکھنے اور مجاہدہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ پہلی کوشش ہے۔ اور امید ہے لوگ اس سے مستفید ہو کر اس کی افادیت سے دیگر احباب کو بھی آگاہ کریں گے۔ تاکہ آئندہ سال اس کورس کو پھیلا کر تین ماہ تک جاری رکھا جائے اور پھر ۱۵ یوم کے کورس میں مختلف مقامات سے احباب تشریف لا کر شامل ہوں۔ ایبٹ آباد جہاں ٹھنڈی جگہ بھی ہے۔ وہاں خان بہادر صاحب کا مبارک وجود تمام شرکاء کیلئے روحانی غذا کا موجب بھی ہے۔ خدا اس تحریک کو کامیاب کرے اور جماعت کے احیا کا باعث بنے۔

فضل احمد۔ ۱۰ اگست

مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کا خط

سمر سکول کے اختتام پر مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے سیکرٹری صاحب مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے نام خط لکھا اس کا اقتباس درج ذیل ہے:۔

مکرم و محترم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا ۲۷/۷/۷۱ کا خط مجھے مل گیا تھا۔ اگر آپ ایک دو روز کے لئے بھی تشریف لا سکتے۔ تو ہمیں بے حد خوشی ہوتی۔ میاں فضل احمد صاحب چند گھنٹوں کے لئے بعد کے دن آ گئے تھے۔ اس سے ہماری بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔ تربیتی کورس کی رپورٹ اور حصہ لینے والوں کے تاثرات تو آپ کو معلوم ہو ہی چکے ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کی اس مبارک کوشش کو آسمان پر قبولیت بخشے!! اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بنے!! جہاں تک میرا خیال ہے یہ کورس مفید ثابت ہوا ہے۔ اور آئندہ سال اگر اللہ تعالےٰ توفیق بخشے تو اس سے زیادہ منظم منصوبہ کے تحت اور بڑے پیمانہ پر جاری کیا جائے۔

ہم سے جو خدمت ممکن ہوگی تو اس سے انشاء اللہ تعالےٰ دریغ نہ ہوگا۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔

والسلام
سعید احمد۔ ایبٹ آباد ۵/۸/۷۱

اخبارِ احمدیہ

سلسلۂ احمدیہ کے ایک اور بزرگ چل بسے

——— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی کہ سلسلہ احمدیہ کے ایک اور محترم بزرگ عبداللہ خان صاحب ترین عرف کمنڈے خان صاحب چند یوم بعارضہ نمونیہ بیمار رہ کر وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم آنا دکشمیر میں انجنیئر کے عہدہ پر فائز رہ چکے ہیں، جہاں سے ریٹائر ہو کر پشاور میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں پر وفات پائی۔

آپ سلسلہ کے ان ابتدائی ممبروں میں سے تھے، جو جماعت کی ترقی اور بہبود کے لئے ہمیشہ سرگرمی کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں جماعت کو ترقی دینے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے، ایسے نیک دل مخیر... اور خدا رسیدہ بزرگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

مرحوم چودہری فضل حق صاحب جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے خسر تھے۔ ان کی بیگم صاحبہ اور دیگر افرادِ خاندان سے ہم دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

قدرت کا کرشمہ

——— شیخ اللہ بخش صاحب بدوملھی نے چند یوم ہوئے اپنی ایک آنکھ جو موتیا بند کی وجہ سے بند تھی بنوائی تھی، دوسری ابھی بنوانی باقی تھی، اس کے متعلق وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں :۔

قدرت کا کرشمہ جو کام ڈاکٹر نے اٹھارہ دنوں میں کیا وہ کام قدرت نے ایک سیکنڈ میں کر دیا۔ ہوا یوں کہ میں شام کے قریباً چھ بجے کے قریب اپنے گھر کی بیٹھک کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ کہ مالک مکان نے اوپر آ کر جھاڑو دینا شروع کر دیا۔ ایک کنکر اڑ کر میرے سر پر لگی۔ اور چند قطرے خون کے نکل آئے۔ خون نکلتے ہی وہی حال آنکھ کا ہو گیا جو بنی ہوئی آنکھ کا تھا حالانکہ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا گیا تو کہتے تھے کہ ابھی اس آنکھ کا موتیا پکا نہیں۔ یہ ابھی نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالےٰ کا نہایت شکر ہے۔ کہ اس نے بغیر تکلیف کے بغیر خرچ کے میری یہ آنکھ بھی ٹھیک کر دی ہے فالحمد للہ۔

میں دوستوں کو فرداً فرداً جواب نہیں دے سکتا۔ جن دوستوں کے خطوط میری طرف آئے ہیں۔ یا جن دوستوں نے میرے لئے دعائیں کی ہیں۔ ان کا شکریہ۔ اور میں بھی ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

بدوملھی میں مبلغ انجمن کا کام

——— شیخ اللہ بخش صاحب اپنے اسی خط میں لکھتے ہیں :۔

انجمن نے بدوملھی میں راجہ محمد افضل صاحب کو مقرر کر کے علاقہ بدوملھی پر بہت احسان کیا ہے نہایت متقی اور پرہیزگار ہیں۔ مسجد میں صبح درس دیتے ہیں۔ پندرہ سولہ بڑے اور چھوٹوں کو آپ قرآن مجید بھی پڑھاتے ہیں۔ یقین جانئے کہ مسجد کی رونق دوگنی ہو گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور ان کو اپنا مقرب کرے۔ اور ان سے وہ کام لے جو موجب رضائے الٰہی ہو۔ انشاء اللہ برسات کا موسم ختم ہونے کے بعد اور سکول کھلنے کے بعد ان کا دائرہ تبلیغ وسیع ہو جائے گا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

شادی

چودھری عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ گارڈ نہاپو لکی صاحبزادی زہرہ جبین کی شادی شیخ محمد یوسف صاحب گرنجتی مرحوم کے صاحبزادے ظہیر اختر سے جاپور میں بعوض ایک ہزار روپے حق مہر ہوئی۔ مبارک باد

دعا ہے اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت فرمائے۔ آمین۔

درخواستِ دعا

——— کراچی سے شیخ عبدالحق صاحب مناظرِ اسلام لکھتے ہیں :۔

مرا سب سے چھوٹا لڑکا انعام الحق ایڈووکیٹ جو کراچی میں قومی کارکن کی حیثیت سے معروف ہے۔ گذشتہ جولائی کے آخری ایام اور اگست کے ابتدائی دو ہفتہ تک سخت بیماری کی حالت میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہا۔ جماعت احمدیہ کراچی کی دردِ دل سے نکلی ہوئی دعائیں بالآخر خدا تعالےٰ کی نظر میں مقبول ہوئیں اور یہ اللہ تعالےٰ کا خاص الخاص فضل و کرم ہے۔ کہ گذشتہ دو ہفتوں سے عزیز موصوف بیماری سے نجات حاصل کر چکا ہے۔ اور کمزوری بتدریج دور ہو رہی ہے اور اب خود بخود چارپائی پر اٹھ بیٹھ سکتا ہے۔ چونکہ عزیز موصوف اب بھی بے حد کمزور ہے اس لئے میں جماعت احمدیہ کے بزرگوں کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور عزیز موصوف کی صحتِ کاملہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرما کر مجھ کو مشکور و ممنون احسان بنائیں

خاکسار۔ شیخ عبدالحق۔ مناظرِ اسلام کراچی

راشد منہاس شہید

پاکستان کے ایک پیارے سپوت راشد منہاس کے شاندار کارنامہ کا ذکر قارئین کرام روزانہ اخبارات میں پڑھ چکے ہوں گے، جو پاکستانی ہوائی جہاز کو اغوا سے بچانے کے لئے اس سے صادر ہوا۔ بیس سالہ ہونہار نوجوان نے اس کارنامہ میں اپنی جان کی قربانی دے کر ملک و ملت کے لئے جس جذبۂ حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے وہ تاریخ کے صفحات میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔

راشد منہاس کے انسٹرکٹر نے پاکستانی ہوائی جہاز کو اغوا کر کے بھارت لے جانے کی جو کوشش کی اور اس نوجوان نے اس کوشش کو ناکام بنانے کے لئے جد و جہد کرتے ہوئے ہوائی جہاز کو گرا کر اپنی جان کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا جس کے ساتھ ہی غدار انسٹرکٹر جہنم رسید ہو گیا۔ یہ ایسا عظیم الشان واقعہ ہے، جس کی نظیر تاریخ کے صفحات میں ملنی مشکل ہے، ایک بیس سالہ نوجوان! اور یہ قربانی! اللہ تعالےٰ اس کی روحِ پُر فتوح پر ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ خان نے اس قربانی کے صلہ میں پاکستان کا سب سے اعلیٰ خطاب **نشانِ حیدر** عطا کر کے اس شہیدِ وطن کی جو قدر افزائی کی ہے، اور ملک و ملت کے تمام افراد نے جس تحسین و آفرین کا اظہار کیا ہے وہ ہر طرح واجب اور برمحل ہے ہم راشد منہاس کی اس عظیم الشان شہادت کے لئے اس کے والدین اور اعزا و اقارب کو دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

فرزندانِ شیخ غلام رسول مرحوم کی خدمت میں تعزیتی پیغام

مکرم محترم (۱) غلام جیلانی کامران صاحب بہاولپور ہاؤس لاہور۔

(۲) غلام ربانی صاحب پاکستان قونصل جنرل مسقط

(۳) غلام احمد صاحب کنزرویٹو آف فارسٹ پشاور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں تمام جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران اور عہدیداران مجلس انتظامیہ کی جانب سے آپ کے شفیق باپ محترم شیخ غلام رسول صاحب کی وفات حسرت آیات پر دلی گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہوں۔ مرحوم نہایت مخلص، نیک پرہیزگار۔ کم گو مگر دور بین اور اخلاق عالیہ سے متصف انسان تھے۔ دوسروں کے دکھ درد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ ہر ایک سے محبت ہمدردی دلجوئی اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وہ انسانی اخلاق و اقدار کا ایک بے داغ آئینہ تھے جو دوسروں کے لئے رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ خدا انہیں جنت الفردوس میں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور آپ کو جو مرحوم کے نہایت ہی لائق فرمانبردار اور نیک طینت اولاد ہیں صبر جمیل عطا کرے۔

خاکسار۔ ڈاکٹر مبارک احمد

سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۵

ایورگرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئے گا

بحرِ حکمت کے موتی

ابنِ آدم کی لامتناہی خواہشِ دولت

عن عباس ابن سھل بن سعد قال سمعت ابن الزبیر علی المنبر بمکۃ فی خطبتہ یقول یایھا الناس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لو ان ابن ادم اعطی وادیا ملاء من ذھب احب الیہ ثانیا ولو اعطی ثانیا احب الیہ ثالثا ولا یسد جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب۔

ترجمہ:—

حضرت عباسؓ بن سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابنِ زبیر کو مکہ میں منبر پہ سُنا۔ خطبہ میں کہتے تھے اے لوگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابنِ آدم کو سونے سے بھری ہوئی ایک وادی نے دی جائے تو وہ چاہے گا کہ اس کے ساتھ دوسری ہو اور اگر اسے دوسری دی جائے تو اس کے ساتھ تیسری چاہے گا اور ابنِ آدم کے پیٹ کو سوائے مٹی کے کچھ نہیں بھر سکتا اور اللہ اس پر رجوع برحمت کرتا ہے جو توبہ کرے۔

فضل الباری

پیغامِ صلح خود پڑھنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ مال خرچ نہ کرو جس کو تم عزیز رکھتے ہو

ارشادات حضرت مجددِ زمان مسیح موعود علیہ السلام

—— بہت سے لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں مگر وہ اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ یہ کس کی زکوٰۃ ہے۔ اگر کُتّے کو ذبح کر دیا جاوے یا سُؤر کو ذبح کر ڈالو تو وہ صرف ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو جائے گا۔ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلی ہے مال کو پاک کرو۔ اور پھر اس میں سے زکوٰۃ دو۔ جو اس میں سے دیتا ہے اس کا صدق قائم ہے لیکن جو حلال حرام کی تمیز نہیں کرتا وہ اس کے اصل مفہوم سے دُور پڑا ہوا ہے۔ اس قسم کی غلطیوں سے دستبردار ہونا چاہیئے اور ان ارکان کی حقیقت کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے تب یہ ارکان نجات دیتے ہیں ورنہ نہیں اور انسان کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ فخر کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کا کوئی انفسی یا آفاقی شریک نہ ٹھہراؤ اور اعمالِ صالحہ بجا لاؤ۔ مال سے محبت نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ یعنی تم نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ مال خرچ نہ کرو جس کو تم عزیز رکھتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو اپنا اُسوہ بناؤ اور دیکھو کہ وہ زمانہ تھا جب صحابہؓ نے نہ اپنی جان کو عزیز سمجھا نہ اولاد اور بیویوں کو۔ بلکہ ہر ایک اُن میں سے اس بات کا حریص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں شہید ہو جاؤں تم حلفاً بیان کرو کیا تمہارے اندر یہ بات ہے؟ جب ذرا سا بھی ابتلا آ جاوے تو گھبرا جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ہی کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبھی مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ (ملفوظات جلد نہم)

حضرت امام وقتؑ کی آمد کا مقصد جمال و حسنِ قرآں کی اشاعت ہے

برلن مسجد کے امام محترم محمد یحییٰ بٹ صاحب کا لائل پور میں ایمان افروز خطاب

[illegible] صاحب نے ادا کئے، برلن مسجد کے امام جناب مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے کہا کہ حضرت امام وقت علیہ السلام ...... نے حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے دائرے کو عملی رنگ میں وسیع کرنے کی غرض سے ایک عظیم الشان مقصد ہمارے سامنے رکھا ہے۔ وہ مقصد جمال و حسنِ قرآن کی اشاعت ہے۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اگر قرآن مجید آنحضرتؐ کی ذاتی تصنیف ہوتی تو اس میں آپؐ کے اپنے خیالات کا بھی عمل دخل ہوتا۔ اس ابدی کلام کا نسلِ انسانی تک پہنچانا اُمتِ مسلمہ کے فرائض میں داخل ہے اور اس کا اکنافِ عالم میں پہنچنا ایک الٰہی تقدیر ..... ہو چکا ہے۔ قرآن مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسی لئے وقت کے امامؑ کی زبان سے عشق و معرفت سے لبریز یہ شعر نکلا

یاالٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مقصودِ کائنات ہے۔ حضورؐ کمالاتِ اخلاقی و روحانی کی انتہائی بلندی پر پہنچنے کے باوجود اللہ تعالےٰ کے عبد تھے۔ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ کا حکم اُمتیوں کے لئے بھی اسی طرح واجب العمل ہے۔ قوم اس سبق کو بھول گئی تھی۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے قوم کو پھر اس طرف متوجہ کیا تاکہ دینِ اسلام میں پھر سے وہ بہار آئے، اذہان و قلوب میں ایک نئی زندگی اور روح میں شگفتگی پیدا ہو۔ تبلیغ و اشاعتِ دین کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات و مصائب کو صبر و استقامت سے برداشت کرنا چاہیئے۔ یورپ کے مشاہدات کا ذکر کرتے ہوئے محترم یحییٰ بٹ صاحب نے کہا کہ وہاں کے لوگ اسلام کی اصل تصویر دیکھنے کے متمنی ہیں۔ اُن کے دلوں میں شوق اور ولولہ موجود ہے۔ اس روحانی خلا کو جوان کے دلوں میں خلش پیدا کر رہا ہے

اور واضح کر دیا جائے کہ مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو کر اسی زمین میں مدفون ہیں تو عیسائیت کی ساری عمارت دھڑام سے گر کر زمین بوس ہو جائے گی۔ حضرت امامِ وقتؑ کا ایک کام صلیبی مذہب کو توڑنا یعنی کسرِ صلیب بھی ہے۔ اس سے قبل محترم مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

ازاں بعد تلاوتِ قرآن پاک سے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی جو حافظ عبدالرؤف صاحب نے کی۔ چوہدری عبدالرزاق صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب کے صاحبزادے نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔ عزیزم مسٹر محمد صادق نور نے حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے جو برمحل اور پُراز تاثیر تھے۔

جماعت کے چار بچوں نے حسنِ قرأت کا بھی مظاہرہ کیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض راقم الحروف نے ادا کئے۔ صدارتی خطاب میں صدر جلسہ محترم میاں اللہ بخش صاحب نے فرمایا کہ مجھے اپنے مبلغ کا خطبہ جمعہ سن کر بڑی مسرت ہوئی ہے۔ آج کا دن محفلِ قرآن کہلانے کا مستحق ہے۔ لوگ ہمیں کچھ بھی کہیں ہم مسلمان المعروفِ عام میں احمدی ہیں۔ آپ نے کہا

"جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے"

کہنے والا شخص غلط نہیں ہو سکتا۔ ہمیں چاہیئے کہ جس مشن کو پھیلانے کا ہم نے بیڑا اُٹھایا ہے اسے کما حقہٗ پورا کریں اور اپنے ایمانوں کو مضبوط کریں۔ بالآخر احباب جماعت کی تواضع چائے سے کی گئی اور اجلاس ۷ بجے شام برخواست ہوا حاضرین کی تعداد ایک سو کے قریب تھی۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

مولینا صلاح الدین پی تایو مبلغ گھانا کی ٹرنی ڈاڈ میں آمد اور لیکچروں کا سلسلہ

مولینا شیخ محمد طفیل صاحب کے مکتوب گرامی سے ماخوذ

ہماری جماعت... گھانا کے مبلغ مولانا صلاح الدین پی تایو ۱۵ اگست کو شیخ محمد طفیل صاحب ... کی ان کی تشریف آوری توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

ربوائی گروہ کی سازشیں

افسوس کہ مولینا تایو کنونشن کے موقعہ پر گیانا نہ پہنچ سکے ان کے کہنے کے مطابق ربوہ کے لوگوں نے انتہائی کوشش کی کہ انہیں پاسپورٹ نہ مل سکے اور وہ مغربی افریقہ سے باہر نہ نکل سکیں۔ گذشتہ سال بھی ان سے ربوہ کے لوگوں نے یہی سلوک کیا تھا۔ مجبوراً انہیں نائجیریا سے جا کر اپنے لئے پاسپورٹ بنانا پڑا۔ جس نے ربوہ کے گروہ کی سازشوں کو ناکام بنا دیا۔

مولینا تایو احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ جناب چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ کی کوششوں سے یہ جماعت میں داخل ہوئے اور اب ہمارے مبلغ ہیں۔ اپنی ہر تقریر میں بھٹہ صاحب کا ذکر کرتے ہیں۔ ویسٹ انڈیز کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک افریقی مشنری اسلام کا پیغام لے کر آیا ہے۔ بائبل کا خاص مطالعہ ہے۔ اور طویل اقتباسات منہ زبانی سناتے ہیں۔

افریقہ میں احمدیت کا روشن مستقبل

نائجیریا اور مغربی افریقہ کے دیگر علاقوں میں ہماری جماعت کے مضبوط قیام کے امکانات ہیں احمدیت کی مخالفت لوگ محض اس لئے بھی کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک صرف "قادیانیت" ہی احمدیت کی شکل میں پیش ہوتی رہی ہے۔ جیسے جیسے ان کو ہماری جماعت کے وجود کا علم ہوتا ہے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہونے کو قابلِ اعتراض نہیں سمجھتے۔

ٹرنی ڈاڈ سے مولینا تایو دوبارہ گیانا جائیں گے۔ شاید سرینام بھی جائیں۔ ستمبر کے آخر میں دوبارہ ٹرنی ڈاڈ آئیں گے اور وہاں کے احمدیوں کی خواہش پر کچھ عرصہ قیام کریں گے اور پبلک لیکچروں کا سلسلہ شروع کریں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کی مساعی بابرکت بنائے۔ آمین۔

گیانا ریڈیو پر تقاریر

گیانا میں چوتھی احمدیہ کنونشن کے دوران گیانا ریڈیو پر ذیل کے اصحاب کی تقاریر ریکارڈ کی گئیں۔

شیخ محمد طفیل صاحب ۶ تقاریر۔ مسٹر کمال ہیڈل ۴ تقاریر۔ میاں فاروق احمد شیخ ۱ تقریر۔ مس حمیدہ بخش ۱ تقریر۔ مس زرینہ رزاق ۱ تقریر۔

محترم مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ

محترم مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب مبلغ اسلام و امام مسجد برلن (جرمنی) ۲۲ ستمبر کو ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں اور مقامی جماعت احمدیہ لاہور ان کے اعزاز میں ۲۵ ستمبر بروز ہفتہ ۴ بجے بعد دوپہر احمدیہ ہال، احمدیہ بلڈنگس میں ایک استقبالیہ دے رہی ہے جس کی صدارت حضرت امیر قوم الحاج مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ فرمائیں گے۔ احباب کو دعوت نامے جاری کئے جا رہے ہیں ان سے گذارش ہے کہ نہ صرف اس استقبالیہ میں خود شرکت کریں بلکہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی ہمراہ لائیں۔ خواتین کے لئے پردہ کا انتظام ہے۔ اختتام پر حاضرین کی تواضع چائے سے کی جائے گی۔ مفصل پروگرام آئندہ اشاعت میں ملاحظہ ہو۔

ڈاکٹر مبارک احمد شیخ۔ سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۱ء

ڈاکٹر برنو کی تحقیقات کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل

گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی وہ تحریر درج کی جا چکی ہے، جس میں آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی موت سے بچ نکلنے کے متعلق جرمن ڈاکٹر برنو کی کتاب کے انگریزی اور اُردو تراجم شائع کرنے کے لئے احباب سے اپیل کی ہے۔

جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی جس میں حضور صلعم نے مسیح موعودؑ کا یہ کام بتایا ہے کہ یکسر الصلیب، یعنے وہ صلیبی مذہب کا بطلان کر دے گا، حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کے ذریعہ اس رنگ میں پوری ہوئی کہ انہوں نے تاریخی واقعات سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت صلیب پر واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ صلیب سے بے ہوشی کے عالم میں زندہ اتارے گئے اور ایک قبر نما غار میں انہیں رکھا گیا، جس میں ایک مرہم کے ذریعہ ان کے زخموں کا علاج ہوتا رہا (اسی وجہ سے طب کی کتابوں میں اس مرہم کا نام مرہم عیسےٰ رکھا گیا) اور زخموں کے اندمال کے بعد وہ باغبان کے لباس میں خفیہ طور پر حواریوں سے ملتے رہے اور پھر اپنے وطن یروشلم سے ہجرت کر کے سرینگر کشمیر چلے آئے اور وہیں وفات پائی چنانچہ ان کی قبر سرینگر کے محلہ خانیار میں موجود ہے، جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہا جاتا ہے۔

یہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحقیق ہے، جس کو آپ نے "مسیح ہندوستان میں" نامی کتاب میں بڑی شرح و بسط سے بیان کیا ہے اور اس طرح صلیبی مذہب کی بنیاد ہی کو اُکھیڑ کر رکھ دیا ہے کیونکہ عیسائی مذہب کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جنہیں خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے صلیب پر معاذ اللہ لعنتی موت مرے اور اس طرح دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے، اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ صلیب پر فوت ہی نہیں ہوئے، تو کفارہ باطل ہو گیا، اور عیسائی مذہب کی بنیاد ہی اکھڑ گئی، یہی کسر صلیب ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعودؑ کے ذریعہ ظہور میں آئی، اور اس کے ساتھ یہ بات بھی روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ حضرت مرزا صاحبؑ فی الواقعہ مسیح موعود ہیں، اسی امر کا ذکر خود حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے اندر تمام مذکورہ بالا واقعات بیان کرنے کے بعد ان الفاظ میں کیا ہے کہ :-

"یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کر دے اس کی نسبت ابتدا سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہو کیونکہ خدا کے پاک نبیؐ نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو اور وہی ہے جو کسر صلیب اس کے ہاتھ پر ہو گی اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادوں سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی، تب انجام ہو گا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے۔" (مسیح ہندوستان میں صـ ۶۴)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعودؑ نے جن آسمانی اسباب کے ظہور کی پیشگوئی کی ہے آج وہ ڈاکٹر برنو کی اس کتاب کی صورت میں پیدا ہو چکے ہیں جس کے انگریزی اُردو تراجم کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپیل کی ہے۔ یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صلیبی موت سے بچ نکلنے کے متعلق جن واقعات کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے اندر کیا ہے، انہی امور کو ڈاکٹر برنو نے اس کفن کے ذریعہ ثابت کیا ہے جو اٹلی کے شہر تورین کے کیتھیڈرل میں ایک بین الاقوامی ادارہ (انٹرنیشنل فاؤنڈیشن آف ہولی شراؤڈ) کی زیر حفاظت ایک صندوق کے اندر محفوظ ہے، رومن کیتھولک اس کفن کو مقدس یادگار سمجھتے ہیں اور فاؤنڈیشن نے (جس کے صدر ڈاکٹر برنو ہیں) کفن پر پائے جانے والے خون کے دھبوں کی سائنسی تحقیقات کرانے کے بعد یہ اعلان کیا ہے کہ حضرت عیسےٰ صلیب سے زندہ اتار لئے گئے تھے۔

یہ اُن آسمانی اسباب میں سے ہے جن کی پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ نے مذکورہ بالا بیان میں کی ہے۔ ڈاکٹر برنو نے اپنی کتاب میں (جس کا نام ہے "مسیح صلیب پر نہیں مرے") بڑی شرح و بسط سے ان امور کو بیان کیا ہے اور اس میں حضرت عیسےٰؑ کی مصلوبیت کے واقعات اور کفن جس میں انہیں لپیٹا گیا، کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

ڈاکٹر برنو کے اس انکشاف سے پادریوں کو کس قدر پریشانی لاحق ہوئی ہے وہ اس امر سے ظاہر ہے کہ رومن کیتھولک کے مرکز ویٹیکن کے گرجا گھر کے پادریوں سے بار بار اپیل کی گئی کہ فاؤنڈیشن کی تحقیقات کو شائع کیا جائے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان انکشافات کے خوف سے کفن کو نذر آتش کرنے کی بھی کوشش کی تا کہ عیسائیوں کے بنیادی عقیدہ پر زد نہ پڑے۔

یہ تمام واقعات اس امر کا کھلا ثبوت ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کے ہاتھ سے کسر صلیب ہو گی، حضرت مرزا صاحبؒ کے ذریعہ پوری ہو گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ وہی مسیح موعود ہیں، ڈاکٹر برنو کی کتاب نے کسر صلیب کی رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے جس سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے مسیح کے صلیب پر فوت نہ ہونے کے متعلق جو بیان دیا تھا، وہ بالکل سچا اور واقعات کے عین مطابق ہے اور عیسائیت کا یہ عقیدہ کہ مسیحؑ صلیب پر فوت ہو کر دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے سراسر غلط اور باطل ہے۔

ان حالات میں جماعت احمدیہ کا یہ فرض ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے ہر احمدی مرد و زن... حسب استطاعت مالی امداد دیں تا کہ اس کتاب کے انگریزی و اُردو تراجم کی بڑے وسیع پیمانہ پر... اشاعت کا بندوبست کیا جائے جماعت احمدیہ کا بنیادی کام ہی کسر صلیب ہے، کیونکہ یہی وہ عظیم الشان کام ہے جو ان کے امامؑ کے سپرد کیا گیا، اور انہیں سے ورثہ کے طور پر جماعت احمدیہ کے حصہ میں آیا، یورپ میں اشاعت اسلام کا کام جو جماعت احمدیہ کر رہی ہے، اس کی کامیابی اسی پر منحصر ہے کہ صلیبی عقیدہ کا بطلان ثابت کیا جائے، اس کے بعد تختی صاف ہونے پر اسلام کا نقش دلوں پر بٹھایا جا سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر برنو کی کتاب کی اشاعت جس قدر وسیع پیمانہ پر ہو سکے کی جائے اور اس امر کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل کو جماعت کا ہر فرد ہر بچہ اور بوڑھا، ہر مرد اور عورت حسب استطاعت چندہ دے کر کامیاب بنائے، احمدی ایک مجاہد قوم ہے جو رات دن قلمی اور لسانی جہاد میں مصروف رہتی ہے، اس جہاد میں ڈاکٹر برنو کی کتاب بہت کام آ سکتی ہے۔ اس قوم نے مامور الٰہی کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے آج اس کی آزمائش کا وقت ہے۔ یورپ صلیبی فتنہ کا مرکز ہے اور وہیں سے یہ فتنہ برصغیر پاک و ہند میں آیا اور ہزاروں مسلمان اس فتنہ کی نذر ہو گئے، اس لئے ضروری ہے کہ اس فتنہ سے لوگوں کو بچانے اور اسلام کی توسیع و ترقی کے لئے اس کتاب کو وسیع پیمانہ پر شائع کیا جائے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس مجاہد قوم کے دلوں کو اس عظیم الشان کام کی تکمیل کے لئے کھول دے اور وہ اس کو انجام تک پہنچا کر صلیبی عقیدہ کی عمر کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے۔

طلباء اور بیروزگار اصحاب متوجہ ہوں

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے جماعت کے ذہین و ہونہار طلباء کے لئے آئندہ تعلیم جاری رکھنے اور بے روزگار اصحاب کے لئے مناسب حال ملازمت کے حصول اور کاروبار کے اجراء و استحکام کے سلسلہ میں مشورہ اور تعاون کی غرض سے ایک روزگار کمیٹی بنائی ہے۔ جو مطبوعہ فارموں پر ایسے افراد کے کوائف لکھ رہی ہے یہ فارم سیکرٹری مقامی جماعت و سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ صدر مقامی جماعت۔ اس کمیٹی کا ایک عام اجلاس ۲۵ ستمبر روز ہفتہ ۳ بجے بعد دوپہر احمدیہ ہال۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہو رہا ہے۔ طلباء اور دیگر ضرورت مند اصحاب اس اجلاس میں شرکت کر کے متعلقہ حالات و معاملات پر صلاح و مشورہ کریں تا کہ کمیٹی ہذا ان تفصیلات کی روشنی میں عملی اقدام کر سکے۔ ڈاکٹر مبارک احمد شیخ سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور۔

آپ کے خطوط

مشرقی پاکستان

برادران اور دوستوں کی ہمدردی اور درد مند دعائیں میرے لئے تسکین کا باعث ہیں۔ ذوالجلال والاکرام آپ کو اجر خیر عطا فرمائے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ کی ذرہ نوازی ہے کہ اس ابتلاء میں جب مخلوق کے تعلقات کے تمام شیرازے بکھر گئے۔ تو محض اپنی رحمت سے اس عاجز کی دستگیری فرما کر مولائے حقیقی نے جزع فزع سے محفوظ رکھا، مایوسی کے گناہ سے بچایا اور ایک بے دست و پا مضطر کی فریاد پر تسکین قلب کے لئے تسلی آمیز کلمات القا فرمائے۔ کوئی علم اور کوئی تربیت انسان کو ناگہانی مصائب میں سہارا نہیں دے سکتے جب تک نعم الوکیل اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے مضبوط ترین سہارا مہیا نہ کرے۔

میں نے دعا اور تعلق باللہ کے مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات جمع کر کے ایک کتاب میں پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا اور قرآن کریم سے اس مضمون سے متعلق آیات جمع کی تھیں۔ ان حالات نے اس کام کو روک دیا۔ شاید خداوند تعالےٰ کو منظور ہے کہ کچھ ذاتی تجربات کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام کو پیش کرنے میں افادیت زیادہ ہو۔ وما توفیقی الا باللہ۔

حکومت کا قرطاس ابیض جو مشرقی پاکستان کے حالات کے متعلق شائع ہوا ہے نہایت اندوہناک اور تلخ حقائق پیش کرتا ہے جنہیں ہم دبی زبان سے جن باتوں کا اظہار کرنے سے ڈرتے تھے اب وہ منظر عام پر آگئیں۔ مگر جمہوریت کی پرستاری میں ہمارا عزم متزلزل نہیں ہوا۔ بنیادی حقوق، غریب عوام کی خدمت بذریعہ تحفظ حقوق یا تقسیم زر کی ترکیبیں، مزدور کی بہبودی، آزادی رائے، حق نمائندگی وغیرہ وغیرہ قسم کے نعرے ہمارے لئے وقتاً فوقتاً مقصود بالذات بن جاتے ہیں۔ یورپی اقوام نے ایشیا اور افریقہ پر آمرانہ حکومتیں قائم کرتے وقت بھی کالی اقوام کو تہذیب اور تمدن کی اعلےٰ تربیت دینے کا ہی ارادہ ظاہر کیا اور بہانگ دہل نحن مصلحون کہتے رہے۔ حتیٰ کہ دجالی فلسفہ ہمارے اگے دریشہ کو ہماری نظروں سے اوجھل کر دیا۔ اور ہم نے اولٰئک ھم المفلحون کو پرانا قصہ سمجھ لیا۔

میں شدت سے محسوس کرتا ہوں کہ اخلاقی قدروں کا انحطاط جو معاشرے کی چوٹی سے لے کر پاتال تک ہر درجہ کے لوگوں میں چھایا ہوا ہے۔ اور دنیا کے کامیاب ترین ضابطۂ حیات کے وارث ہونے کے باوجود دنیا اور صرف دنیا کے لالچ میں عملی طور پر اس ضابطہ حیات سے ہمارا انحراف سب حساس لوگوں کے سامنے آچکا ہے، اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے قانون کے تحت جو نتائج نکلیں گے وہ ایسے ہیں کہ افراد اور جماعتیں ہی نہیں، بلکہ تمام قوم ماتم کرے تو بجا ہے۔ شاید تضرع اور استغفار ہمیں ہلاکت سے بچا دے۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔

نومبر ۱۹۷۰ء کے سائیکلون کے ساتھ پہاڑ جیسی موجوں نے ہمارے قریب جزائر میں ایسی زبردست تباہی مچائی کہ الامان پکارتے ہوتے ہم کھردرے کپڑے پہنتے اور سروں پر خاک ڈالتے ہوئے انفرادی اور قومی کردار کا جائزہ لیتے اور خداوند کریم سے بخشش، رحم اور دستگیری کی بھیک مانگتے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ خود اور ہمارے دوسرے بزرگ ہماری قوم کے اخلاق کے تاریک پہلوؤں پر نظر کر کے خداوند کریم کے حضور دلسوز دعاؤں سے ان ذرائع کی تلاش کریں جن سے ہم ان تاریکیوں کے دور کرنے میں کچھ خدمت کر سکیں۔ والسلام۔ آپ کا خادم

مرغوب عالم

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

میں نے اخویم جناب میاں ظہور احمد صاحب کا مضمون اخبار پیغام صلح مؤرخہ ۱۱ ۸/۷۱ میں پڑھا ہے۔ جو انہوں نے اپنے صاحبزادہ ناصر عثمان غنی کے ولایت جانے کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ عزیزی میاں ناصر صاحب کو دیار غیر میں اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور جس کام کے لئے وہ جا رہے ہیں [illegible] بھی موحمت فرمایا ہے۔ جو کہ جماعت کے مستحق قابل نوجوانوں کی اعلےٰ تعلیم کے لئے خرچ کیا جاوے گا۔ جناب میاں صاحب نے اس کار خیر کے لئے جماعت کے متمول حضرات و دیگر مخیر احباب سے بھی اپیل کی ہے۔ کہ وہ اس کام کے لئے لبیک کہیں اور کم از کم ایک لاکھ روپیہ کا مستقل فنڈ جمع کرنے کا انتظام کیا جاوے تاکہ جماعت کے ذہین و قابل نوجوان طلباء کو اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے غیر ممالک کی مشہور یونیورسٹیز میں بھجوایا جا سکے۔ مجھے ان کی تجویز بہت ہی پسند آئی ہے اگر ان کی تجویز پر سنجیدگی سے غور کیا جاوے۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جاوے تو ہماری جماعت کے ذہین اور قابل نوجوان جو بوجہ افلاس ۔۔۔ اعلےٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے اس سکیم کے ماتحت مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور وہ انجینئرنگ۔ میڈیکل۔ ٹیکسٹائل و دیگر شعبہ جات میں اعلےٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کو جو امداد دی جاوے گی وہ بطور قرضہ حسنہ منظور ہو گی۔ جو وہ بعد حصول تعلیم واپس ادا کر دیں گے۔ اسی طرح سے مستقل فنڈ کا قیام بھی بدستور رہے گا۔ اور مستحق طلباء بھی اعلےٰ تعلیم حاصل کر لیں گے۔

۲۔ اسی ضمن میں میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے ذہین و قابل نوجوانوں کو گورنمنٹ کے اعلےٰ عہدوں کے مقابلہ کے امتحانات کے لئے خاص طور پر تیار کرانا چاہیئے سول۔ ملٹری۔ میڈیکل۔ انجینئرنگ وغیرہ کے محکمہ جات میں ہماری جماعت کا جس قدر زیادہ حصہ ہو گا۔ اسی قدر ہماری جماعت ملک و قوم کی زیادہ خدمت کر سکے گی۔ اور ہماری اپنی جماعت بھی زیادہ مضبوط ہو گی۔ اور ہمارا اپنا نصب العین ہے اس پر ہم زیادہ ترقی کر سکیں گے۔ اس لئے میں بہتر بھی خیال کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے جو غیر معمولی طور پر زیادہ ذہین و قابل طلباء ہوں خواہ وہ امیر ہوں یا غریب اور ملک کے کسی حصہ سے تعلق رکھتے ہوں ان کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص انتظام کیا جاوے۔ اور جو نوجوان طالب علم جس کام کے لئے موزوں ۔۔۔ ہو۔ اس کو ابتداء سے ہی اسی کام کے لئے تیار کرانا چاہیئے۔ گو یہ کام بادی النظر میں کسی قدر مشکل ہی نظر آتا ہے۔ جو کہ بہت ہی قابل و تجربہ کار اساتذہ پر مشتمل ہو۔ تو ہماری جماعت کے سینکڑوں قابل نوجوان اس سکیم سے مستفید ہو کر اعلےٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہو سکتے ہیں اور اپنے ملک و قوم کی بہتر خدمت کر سکتے ہیں۔

۳۔ میں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ اس کام کو میاں ظہور احمد صاحب خود سرانجام فرما دیں۔ اور وہ اپنے دوست احباب سے ذاتی طور پر چندہ وصول فرما کر اسی کام کے لئے ایک مستقل فنڈ قائم فرما دیں۔ اور پھر اس سکیم اور تجویز کو آگے چلانے کی کوشش فرما دیں۔ یہ ایک بڑا بھاری و اہم کام ہے۔ اس کے لئے جماعت کے جملہ احباب کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ نوجوانوں کی ترقی میں ہی ہماری ترقی کا راز مضمر ہے۔ اگر ہم نے اپنی نئی پود کی طرف سے غفلت برتی۔ اور کوئی توجہ نہ کی تو یہ نوجوان ہرگز ترقی نہیں کر سکیں گے۔ اور اس تمام انحطاط کی ذمہ داری ان کے بڑوں پر ہو گی۔ جنہوں نے ان کو صحیح تعلیم و تربیت سے محروم رکھا۔ اور ان کے مستقبل پر کوئی توجہ نہ کی۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ جماعت کے قابل و ذہین نوجوانوں کو اعلےٰ تعلیم سے بہرہ ور کرائیں۔ اور ان کی اعلےٰ دماغی قابلیت سے فائدہ اٹھائیں۔ فی الحال ان کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ ایک بیش بہا قیمت کا موتی سمندر کی تہ میں پڑا ہو۔ اور اس کی اس بیش قیمت کا کسی کو اندازہ یا علم نہ ہو۔ یا ایک خوبصورت۔ خوش ذائقہ پھول صحرا میں پیدا ہوا اور وہیں گل سڑ کر مرجھا جاوے اور اس کی قدر و قیمت دنیا کی نظر سے اوجھل ہی رہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے ان چند سطور میں عرض کیا ہے احباب جماعت اس پر سنجیدگی سے غور فرمائیں گے۔

والسلام

خاکسار۔ عبدالرحیم چانڈیہ

بلاک ۲۸ ڈیرہ غازی خاں

۲۲ اگست ۱۹۷۱ء

عالمِ انسانیت کی جسمانی و رُوحانی نشوونما اور تربیّت کے سامان

اللہ تعالےٰ نے ساری کی ساری انسانیت کو یکساں دل و دماغ اور ضمیر عطا کیا ہے

اقوامِ عالم میں وحدت پیدا کرنا اسلامی تعلیمات کا عظیم مقصد ہے

خُطبہ جُمعہ

مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۱ء

فرمُودہ

حضرت امیر قوم الحاج مولٰنا صدرالدین صاحب

ایدہ اللہ تعالیٰ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاَیُّھا النّاس اعبدوا ربّکم الّذی خلقکم والّذین من قبلکم لعلّکم تتّقون الّذی جعل لکم الارض فراشًا والسماء بناء - وانزل من السّماء ماء الخ - وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ——— (البقرۃ ۲: ۲۲-۲۳) ———

اللہ تعالیٰ کا خطاب عالمِ انسانیت سے

اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں عالمِ انسانیت کو، خواہ وہ مشرق میں رہتے ہوں یا مغرب میں آباد ہوں، ہندو ہوں یا سکھ، مسلمان ہوں یا یہودی ہوں، سب کو مخاطب کیا ہے، فرمایا یاَیُّھا النّاس یہاں تمام کے تمام انسانوں کو مخاطب کیا ہے۔ کسی قوم، کسی جماعت، کسی مذہب کسی فرقہ اور کسی ایک انسان کو مخاطب نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ اے دنیا جہان کے لوگو! قرآن کریم میں مسلمانوں کو بھی یاَیُّھا الّذین اٰمنوا کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ اور وہ جن کے پاس قرآن کریم کے علاوہ دوسری الہامی کتب ہیں، ان کو اللہ تعالےٰ نے یا اھل الکتاب کر کے مخاطب کیا ہے۔ اور ان آیات میں جنہیں میں نے تلاوت کیا ہے، عالمِ انسانیت کو بحیثیت مجموعی مخاطب فرمایا ہے۔ اور کہا ہے یاَیُّھا النّاس۔

زمین و آسمان کا خالق و مالک

معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ وہ ساری کی ساری مخلوق کا خالق مالک ہے۔ اور ساری کی ساری مخلوق کی ربوبیت اور تربیت کرتا ہے۔

زندگی سب سے بڑی نعمت ہے

اس لئے فرمایا خلقکمُ۔ ہم نے تم کو زندگی عطا کی ہے۔ اور ظاہر ہے زندگی سب سے بڑی نعمت ہے۔ تمہارے ہاں بیٹا یا پوتا ہوتا ہے۔ تم کس قدر خوش ہوتے ہو۔ کوئی غریبوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ کوئی کپڑے تقسیم کر رہا ہے۔ تو کوئی روپیہ بانٹتا ہے۔ مگر جن کے ہاں کوئی بچہ نہیں ہوتا، ان کے لئے دنیا تاریک ہے۔ ان کے گھر کا چراغ روشن نہیں ہوتا۔ ایک پڑھی لکھی خاتون کہنے لگیں کہ اللہ مجھے کوئی کانی بچی ہی دیدے کہ میں اس سے کھیل کر دل بہلایا کروں۔ اس لئے فرمایا والّذین من قبلکم۔ تمہارے آباؤ اجداد جن پر تم فخر کرتے ہو، ان کو بھی ہم نے ہی پیدا کیا تھا۔

عالمِ انسانیت پر خُدا تعالےٰ کے احسانات

غرض انسان پر نسلاً بعد نسل خدا تعالیٰ کے احسانات کی بارش ہوتی رہتی ہے تمہیں پیدا کرنے کے بعد تمہاری زندگی کی نشوونما اور استحکام کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ کائنات کی ہر شئے تمہارے لئے ہے سخّر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض یہ ساری کی ساری کائنات تمہاری خدمت کرنے کو ہے۔ اس کائنات کے دلکش نظارے اور اس کا حُسن و جمال تمہارے دل و دماغ کو فرحت و راحت دیتا ہے۔ تمہیں علوم سکھاتا ہے۔ فرمایا الّذی جعل لکم الارض فراشًا والسّماء بناء۔ ہم نے تم سب کو ایک گھر میں بسایا ہے۔ جس میں دن کے لئے ایک چراغ ہے جو ساری انسانیت کو روشنی اور حرارت مہیا کرتا ہے۔ اور ایک چراغ رات کے وقت سارے جہان کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔

عالمِ انسانیت عیال اللہ ہے

معلوم ہوا کہ ساری کی ساری عالم انسانیت اس کا عیال اور کنبہ ہے جس کو اس نے ایک گھر میں بسایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کان النّاس امّۃً واحدۃً یعنی سارے کے سارے انسان ایک ہی جماعت ہیں اور اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المخلوق عیال اللہ۔ خدا تعالےٰ نے اپنے اس عیال کے بسانے کے لئے زمین کو ان کے اس گھر کے لئے فرش بنایا اور آسمان کو چھت۔

پانی پر زندگی کا مدار ہے

اس گھر کی تمام ضروریات مہیا کرنے کے لئے فرمایا وانزل من السّماء ماء فاخرج بہٖ من الثمرات رزقًا لکم ہم نے آسمان سے پانی اتارا جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ جیسا کہ فرمایا وجعلنا من الماء کل شیءٍ حیّ۔ یعنے پانی پر زندگی کا دارومدار ہے۔ اس پانی سے تمہاری زندگی کی تمام ترضروریات پوری ہوتی ہیں۔ تمہارا رزق تمہارا لباس، پھل پھول ہر طرح کی خور و نوش اور آرام و آرائش کا سامان اسی پانی کی وجہ سے ہے اور اس پانی کی وجہ سے پرند چرند اور تمہارے مویشی پلتے ہیں۔ جو تمہاری کئی ضروریات پوری کرتے ہیں اور تمہاری دولت بڑھاتے ہیں۔

عالمِ انسانیّت کی جسمانی و رُوحانی تربیّت

غرض خدا تعالےٰ نے زندگی عطا کر کے انسان پر بے پایاں احسان کئے ہیں جہاں اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کی جسمانی و روحانی نشوونما کے سامان کئے ہیں وہاں سب قوموں میں پیغمبر بھیجے۔ اور سب قوموں کو وحی الٰہی کے پانی سے سیراب کیا ہے،

انسانی فطرت ایک ہی ہے

ساری انسانیت کو یکساں دل و دماغ اور ضمیر عطا کی۔ اس ضمیر کا ذکر اس طرح فرمایا:۔ فطرت اللہ الّتی فطر النّاس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم یعنی ساری انسانیت کو فطرت صحیحہ عطا کی کسی حصۂ انسانیت میں اس فطرت میں اختلاف نہیں پایا جاتا اس فطرت میں تبدیلی ہو ہی نہیں سکتی، خدا کا دین اس فطرت صحیحہ پر مبنی ہے۔ اس فطرت کی آبیاری کے لئے آسمانی وحی کی بارش ہوتی ہے جو ہر قوم کے ہادی پر نازل ہوتی رہی ہے۔

اہل علم کو قرآن کریم کا چیلنج

یورپ میں عربی دان انگریز موجود ہیں۔ انگلستان اور جرمنی میں بڑے بڑے عالم و فاضل عربی دان موجود ہیں۔ سارے کا سارا یورپ صدیوں سے اسلام کا دشمن چلا آ رہا ہے۔ ان سب دشمنان اسلام کو جو عربی میں دسترس رکھتے ہیں، قرآن کریم نے یوں چیلنج کیا ہے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہٖ - وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین تم ایک سورۃ بھی قرآن کریم کی مثل نہیں بنا سکتے ہو۔ باوجود گہری دشمنی اور باوجود علمی تبحر کے تم اس کی نظیر نہیں تیار کر سکتے۔

عبادت و اطاعت الٰہی کی اصل غرض

غرض اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت اور اپنے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ عبادت اور اطاعت الٰہی کی غرض یہ ہے لعلکم تتقون کہ تمہارے دلوں میں خُدا خوفی پیدا ہو اور خدا کی مخلوق کے لئے تم بابرکت ثابت ہو، تقویٰ قلب و نظر کی تطہیر و تزکیہ چاہتا ہے قلب

پاک ہو۔ ارادے پاک ہوں۔ اور مخلوق کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔

تقویٰ کی تعریف

تقوےٰ کسے کہتے ہیں۔ التقوٰی ان لایریٰک مولاک حیث نہاک تقوےٰ یہ ہے کہ تیرا خدا تجھے اس جگہ نہ دیکھے جہاں پر جانے سے اس نے تجھے منع کیا ہے اور وہ تجھے ایسا کام کرتا نہ پائے جس سے اس نے تجھے منع کیا ہے اور فرمایا التقوٰی ان تزین باطنک وسرک للخالق کما زینت ظاھرک للمخلوق۔ تقویٰ یہ ہے کہ تمہارا باطن مزین اور خوبصورت ہو۔ جس طرح تم مجالس و محافل میں صاف ستھرے اور پاک ہو کر جاتے ہو، خالق کے لئے بھی ایسی ہی زینت اختیار کرو۔ سب سے بڑی زینت دل کی طہارت ہے، قلب انسانی تمام افعال کا سرچشمہ ہے۔ اگر یہ سرچشمہ پاک ہو گیا تو تمام اعمال میں خوبی پیدا ہو گی۔ فرمایا قد انزلنا علیکم لباساً یواری سوٰاتکم وریشاً ولباس التقوٰی ذالک خیر۔ ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا ہے۔ لباس بدن کے لئے زینت ہوتا ہے۔ لیکن تقویٰ کا لباس اس سے بہتر ہے اس کے اختیار کرنے سے اصلی زینت وجود میں آتی ہے۔ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ خدا کے نزدیک عزت اور رتبے والا وہ شخص ہے جو تقوےٰ کی زندگی بسر کرتا ہے۔

جسمانی و روحانی تربیت کے ذرائع اللہ تعالیٰ ہی مہیا فرماتا ہے۔

ان آیات میں تمام عالم انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم کے شروع میں فرمایا ہے الحمد للہ رب العٰلمین۔ عیسائی ہو یا ہندو، مسلمان ہو یا یہودی، اللہ تعالےٰ سب کا خالق اور سب کا رب ہے۔ ربوبیت جسمانی اور روحانی دونوں کے اسباب اور ذرائع اللہ تعالےٰ ہی مہیا فرماتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ولکل قوم ھاد۔ اللہ تعالےٰ نے رشد و ہدایت کی تعلیم دینے کی خاطر ہر قوم میں ہادی بھیجے ہیں۔

اولادِ آدم کی تکریم

ان تمام نعمتوں کے ذکر کے علاوہ فرمایا کہ ہم نے تمام بنی آدم کو قابل تکریم پیدا کیا ہے ولقد کرمنا بنی آدم۔ جس کسی پر بھی بنی آدم کا لفظ بولا جاتا ہے وہ از روئے تعلیمات قرآن تکریم کے لائق ہے۔

حُسنِ کلام کی تلقین

اسی لئے فرمایا قولوا للناس حسنا تمام کے تمام انسانوں کے ساتھ خوبصورتی سے کلام کرو۔ یہ نہیں فرمایا قولوا للناس کلاماً حسناً کہ تمہارا کلام خوبصورت ہو بلکہ فرمایا۔ قولوا للناس حسناً۔ تمہارا کلام سرتاپا حسن ہی حسن ہو۔ یاد رکھو یہ کنبہ سارے کا سارا خدا کا کنبہ ہے۔ ان کو خیر و خوبی کی بات کہا کرو۔ اور جو کچھ زبان سے نکالو وہ حسن ہی حسن ہو اس سے الفت و محبت بڑھتی ہے۔ بدزبانی نہ کرو۔ اس زبان کی وجہ سے لوگوں کو بہت بڑے درجہ کا نقصان پہنچتا ہے۔ اس کی وجہ سے بہت سی رشتہ داریاں ضائع ہو گئیں۔ اس لئے اس پر قابو پاؤ۔ اور اس کا استعمال خیر و خوبی پر مبنی ہو۔ یاد رکھو چپڑاسی اور کلرک سے لے کر نچلے ملازم تک خوبی بھرے کلام سے بات کرو۔ کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم ہو ان سے کلام کرو تو تمہارے کلام میں حسن پایا جائے۔

ہر قوم میں صالح لوگ موجود ہیں

فرمایا لیسوا سواءً من اھل الکتٰب اُمۃ قائمۃ یتلون اٰیٰت اللہ اٰناء الّیل وھم یسجدون۔ غیر مسلم اقوام میں اہل کتاب بھی ہیں۔ ان میں سب لوگ خراب نہیں ہوتے۔ بلکہ ان میں ایسے بہت لوگ موجود ہوتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے کی خاطر رات کو بیدار رہتے ہیں۔ ان میں یہودی ہیں۔ نصرانی ہیں۔ سکھ ہیں۔ ہندو ہیں۔ اور ان میں وہ لوگ موجود ہیں جو اللہ کی آیتوں کو رات کی گھڑیوں میں پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔ یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات و اولٰئک من الصٰلحین۔ وہ اللہ تعالےٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں۔ اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔ اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، عدل و انصاف کی زندگی گذارتے ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق فرمایا کہ وہ صالح لوگ ہیں۔ تمام اقوام عالم کی نسبت تلقین فرمائی کہ ہندوؤں میں۔ سکھوں میں عیسائیوں و یہودیوں میں۔ غرض ہر قوم کے درمیان بزرگ شخصیتیں موجود ہوتی ہیں سان سب کی تعظیم و تکریم کرنے سے رضاء الٰہی حاصل ہوتی ہے اور اس سے تمام اقوام میں حقیقی ارتباط اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کریم کا خدا سب انسانوں کا خدا ہے۔ یورپ تو ہمارے ہاں ہر قسم کی برائی کے لئے مشہور ہے۔ وہاں جا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ کس کس پائے کے بزرگ لوگ ہیں وہاں پر پاک سیرت عورتیں اور مہذب مرد نظر آتے ہیں۔ میں نے انگلستان اور جرمنی میں بہت بلند پایہ عادات و اطوار و کردار کے لوگ دیکھے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کا یورپ و جرمنی پر اثر

بغیر کسی استثناء کے سب قوموں پر اللہ تعالےٰ اپنے انعامات و احسانات کی بارش کرتا رہا ہے۔ یہ تعلیم لے کر دنیا میں جائیں تو لوگ اسے قبول کریں گے۔ میں نے خود تجربہ کیا ہے۔ بڑے بڑے یورپ کے قابل آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ انگلستان میں لارڈ ہیڈلے مشرف باسلام ہوئے تو جرمنی میں بیرن عمر ایرن فلز مشرف باسلام ہوئے۔ جرمنی میں کتنے پی ایچ ڈی مسلمان ہوئے۔ پھر ان لوگوں نے اسلام پھیلایا اور اس کے کمالات بیان کئے ضرورت ہے کہ قرآن کریم کی اس تعلیم کو وسیع پیمانہ پر پھیلانے کا بندوبست کیا جائے۔

اقوامِ عالم کو متحد کرنے کا طریق

یہودی کہتا ہے لیست النصارٰی علٰی شیٍٔ کہ عیسائی کے مذہب میں کوئی سچائی نہیں ہے۔ اسی طرح عیسائی کہتا ہے لیست الیھود علٰی شیٍٔ کہ یہودی حق پر نہیں ہیں۔ وھم یتلون الکتاب حالانکہ وہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ایک دوسرے کا احترام کرتے۔ اور ایک دوسرے سے دشمنی کرنا ناواجب سمجھتے۔ مسلمانوں کو نہایت وضاحت کے ساتھ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اقوام عالم کو متحد کرنے کی خاطر ان کے رہبروں کی صرف تعظیم کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان پر ایمان لانا فریضہ ہے۔

اسی عظیم مقصد کی تعلیم سورۃ فاتحہ میں بھی دی گئی ہے۔ یہ سورت قرآن کریم کی سب سے ابتدائی سورت ہے۔ یہ سورت روزانہ پانچ وقت نمازوں میں دہرائی جاتی ہے۔ اس میں یہ دعا سکھائی گئی ہے، اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ یعنی ہمیں سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ کہ ہم اقوام عالم کے رہبروں کے نقش قدم پر چلیں جن پر تیری رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں۔

اسلامی تعلیمات کا عظیم مقصد

ان تعلیمات کا عظیم مقصد اقوام عالم کو متحد کرنا ہے۔ خود پیغمبر اسلامؐ نے یہ دعا مانگی کہ تمام کے تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی ہستی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور ان کو ایک ہی تعلیم دی گئی ہے۔ مجھے بھی اسی رستہ پر چلنے کی توفیق عنایت کی جائے۔ تاکہ توحید خداوندی کی تلقین کرنے سے وحدت نسل انسانی... کے عظیم مقصد کو حاصل کیا جائے۔ اقوام عالم میں وحدت پیدا کرنا اسلام کی تعلیمات کا عظیم مقصد ہے۔

ضروری گذارش

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کے عہدیداران اور ممبرانِ انتظامیہ کے سالانہ انتخابات ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ۴½ بجے شام جامع احمدیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہو رہے ہیں اس موقعہ پر علم اجلاس ہوگا۔ خواتین و احباب سے اس میں شرکت کی پرزور گذارش ہے اجلاس کے بعد حاضرین کو عشائیہ دیا جائے گا۔

مقامی جماعت کی طرف سے احبابِ جماعت کی خدمت میں ایک سوال نامہ بھجوایا گیا ہے۔ ان سے گذارش ہے کہ سوالنامہ کی روشنی میں اپنی تجاویز و سفارشات جلد از جلد ارسال فرمائیں تاکہ انکے پیش نظر آئندہ پروگرام کو بہتر سے بہتر طریق پر چلایا جائے۔

سیکرٹری مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور

مالی امداد

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور نے اس ماہ دو ضرورت مند افراد کو 50/- روپے، 40/- روپے اور ایک مستحق غریب نوجوان کی شادی کے موقع پر تین صد روپے کی مالی امداد دی ہے۔

رجب کا مہینہ

ادائگی زکوٰۃ کے لئے مخصوص سمجھا جاتا ہے آپ بھی اپنی زکوٰۃ اس مہینہ میں ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ زکوٰۃ کی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں آنی چاہئیں۔

جہاں سے تمام روپیہ بیواؤں، یتیموں، ضعفاء، مساکین اور سب سے بڑھ کر اسلام کی اشاعت پر خرچ کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی حفاظت کا وعدۂ الٰہی لفظوں اور معنوی صورت میں پورا ہوتا رہیگا۔

قرآن کریم کے سوا اب اور کسی کتاب کے ذریعہ قربِ الٰہی میسر نہیں آ سکتا۔

تجدیدِ دین اور احیاءِ ملّت کا ربّانی سلسلہ

صادقوں اور ربّانی لوگوں کی صحبت اختیار کرنیکی تلقین

خُطبہ جُمعہ

مؤرخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت مولٰینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری دامت برکاتہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

واتل ما اوحی الیك من کتاب ربّك ۔ لا مبدّل لکلمٰتہٖ ولن تجد من دونہٖ ملتحدًا واصبر نفسك مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشیّ یریدون وجھہٗ ولا تعد عیناك عنھم ترید زینۃ الحیٰوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتّبع ھواہ وکان امرہٗ فرطا وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ۔ الخ آیۃ (سورۃ الکھف ۱۸، ۲۷ تا ۲۹)

قرآن کریم کا ایک عظیم الشان چیلنج

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن کریم کے متعلق ایک بہت بڑا چیلنج دیا ہے۔ دنیا کی جملہ الہامی کتب کے مقابلہ میں قرآن کریم کا بہت بلند مقام ہے۔ فرمایا واتل ما اوحی الیك من کتاب ربّك کہ جو کچھ ... تیرے رب کی کتاب کی شکل میں تیری طرف وحی کی گئی ہے، اس کو پڑھ کر سناؤ۔ لا مبدّل لکلمٰتہٖ۔ اس کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ ایک تو قرآن کریم کے ظاہری الفاظ ہیں جو چودہ سو سال سے اب تک ہر طرح سے محفوظ چلے آ رہے ہیں۔ اسلام کے بڑے سے بڑے معاند نے بھی اقرار کیا ہے کہ قرآن کریم اب تک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے وقت تھا۔

حفاظتِ قرآن کریم کا مفہوم

اس کے الفاظ کی ظاہری حفاظت کے علاوہ اس کے اور بھی معنی ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے جو وعدے سچے اور حقیقی مسلمانوں کے ساتھ اس کتاب پاک میں کئے ہیں ان کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا یعنے وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے اگر وہ پورے نہ ہوں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ خدا کے وہ کلمات بدل گئے جن کے ذریعہ وہ وعدے کئے گئے تھے۔ یہ دلیل ہوگی اس بات کی کہ وہ کلمات خدا کی طرف سے نہیں تھے۔ پھر ان کو پڑھ کر سنانے کا کیا فائدہ؟

مثلاً اسلام کے دشمنوں کو اپنے جتھے اپنے مال، اپنے حربی سامان اور حربی مہارت پر بڑا گھمنڈ تھا اور اس بناء پر وہ یقین رکھتے تھے کہ وہ مسلمانوں کو پیس ڈالیں گے اور اسلام کو اس سرزمین میں قدم جمانے کا ہرگز موقعہ نہیں دیں گے لیکن اللہ تعالےٰ ان کے جتھے پر ناز کے مقابلہ میں فرماتا ہے امّن ھٰذا الذی ھو جند لکم ینصرکم من دون الرحمٰن ان الکٰفرون الا فی غرور یعنے اے دشمنانِ اسلام یہ جو تمہارا لشکر ہے کیا یہ خدا کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے گا۔ اے کافرو! اس بارے میں تم صریح دھوکا میں ہو۔ اسی طرح ان کی تعداد کے دعوے کے مقابلہ میں فرماتا ہے حتّٰی اذا راوا ما یوعدون فسیعلمون من اضعف ناصرًا و اقل عددًا۔ یعنے یہاں تک کہ جب یہ کفار اس شکست کو دیکھ لیں گے جس کی وعید ان کو سنائی جا رہی ہے تو ضرور جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی تعداد قلیل ہے یعنے گو گنتی کے لحاظ سے تو انہی کی تعداد زیادہ ہے لیکن نتائج اور انجام کے لحاظ سے عملاً یہ قلیل التعداد ثابت ہوں گے۔ اسی طرح گو عرب کے تمام قبائل ان کی مدد کے لئے تیار کھڑے ہیں لیکن نتائج اور انجام کے لحاظ سے ان کے مددگار نہایت ہی کمزور ثابت ہوں گے۔ جنگ بدر اور جنگ اُحد میں کفار نے خدا کے ان کلمات کی سچائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پھر غزوہ خندق یعنے غزوہ احزاب میں کفار اور منافقوں دونوں نے خدا کے ان کلمات سیھزم الجمع ویولون الدبر یعنے عرب کے تمام متحدہ قبائل ضرور شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور فتح مکہ کے وقت بھی انہوں نے خدا کے ان کلمات انّ الذی فرض علیك القراٰن لرادّك الی معاد کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ خدا کے کلمات فی الحقیقت سچے ہیں اور ... ان کو کوئی بدلا نہیں سکتا ان کو بدلانے میں ہماری تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ غزوہ احزاب کے وقت تمام قبائل عرب کی متحدہ حملہ آور طاقت کو دیکھ کر منافقوں کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ اب مسلمان پس جائیں گے چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو بھی مشورہ دیا کہ اب اسلام کو چھوڑ کر ابوسفیان سے معافی مانگ لو اور مکہ واپس چلے آؤ لیکن مسلمانوں نے جواب دیا کہ ھٰذا ما وعدنا اللّٰہ و رسولہ یعنے ان قبائل عرب کے متحد ہو کر ہم پر حملہ کرنے کے متعلق تو خدا نے پہلے سے ہی پیشگوئی کی ہوئی تھی جو پوری ہو گئی۔ پس خدا کے یہ کلمات جب پورے ہو گئے تو دوسرے کلمات سیھزم الجمع ویولون الدبر بھی ضرور پورے ہوں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

خلاصہ کلام یہ ... کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں کفار نے بڑی بڑی کوششیں کیں ہر طرح کی تدبیریں اور مکر کام میں لائے۔ اپنے بتوں سے بھی مدد مانگی اور اسلام کو مٹا دینے کے لئے مختلف اقدامات کئے۔ لیکن ہوا آخر وہی جو قرآن کریم نے کہا تھا۔

مومنین ہی غالب رہیں گے

قرآن کریم نے کہا کہ مومنین ہی غالب آئیں گے حالانکہ اس وقت کے حالات مسلمانوں کے موافق نہ تھے۔ ہر طرح کی دنیاوی کمزوری لاحق تھی۔ چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ یہ تھے۔۔۔ الا انّ حزب اللّٰہ ھم المفلحون فانّ حزب اللّٰہ ھم الغالبون۔ کیا کوئی قرآن کریم کے ان کلمات کو بدل سکا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی روحانی ترقی کے دائمی وعدے قرآن کریم میں موجود ہیں جو حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک پورے ہوتے چلے آ رہے ہیں جیسا کہ فرمایا انّ الذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزّل علیھم الملٰئکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اسی پر جمے رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم کچھ خوف نہ کرو اور نہ غم کھاؤ۔ خوف کے مواقع پر ہم تمہاری مدد کو پہنچیں گے اور خوف کو دور کر دیں گے تا تمہیں حزن میں مبتلا نہ ہونا پڑے اور اس بہشت کی خوشی مناؤ جس کا وعدہ تمہیں دیا جاتا ہے۔ ہم اس دنیاوی زندگی میں بھی ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدّعون نزلا من غفور رحیم۔ اور تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں وہ سب کچھ ہے جو تمہارے نفس خواہش کریں گے اور جو کچھ تم طلب کرو گے وہ تمہارے لئے حاضر ہوگا۔ یہ غفور و رحیم خدا کی طرف سے بطور مہمانی ... ہے۔

سلسلہ بعثتِ مجدّدین

اس کے بعد فرمایا ومن احسن قولًا ممّن دعا الی اللّٰہ وعمل صالحًا وقال اننی من المسلمین اور اس شخص سے بہتر کس شخص کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور دھڑلے سے کہے کہ میں مسلمان ہوں گویا اس

اتیں وعدہ کیا کہ امتِ مسلمہ کے اندر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن پر فرشتوں کا نزول ہوگا اور بوقت ضرورت فرشتوں کی مدد ان کے شامل حال ہوگی ایسے لوگ بصیرت کی بناء پر داعی الی اللہ ہوں گے کردار ان کا بلند اور صالح ہوگا اور سچے مسلمان کی علامات ان میں پائی جائیں گی اور تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا کے ماتحت ایسے لوگ ہر زمانہ میں ہوتے رہیں گے کیونکہ اسلام کو اس پاکیزہ درخت سے تشبیہہ دی گئی ہے جس کا پھل کبھی ختم نہیں ہوگا کیونکہ اس کی جڑھیں زمین کے اندر مضبوطی سے قائم ہیں اور یعنے اس کو آسمان سے پانی ملتا ہے، سورۃ یونس میں بھی ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم۔ اگر امت کے اندر ایسے لوگ پیدا نہیں ہوتے تو اس کے معنے یہ ہوتے کہ اللہ تعالےٰ کے کلمات بدل گئے۔

اسلامی تاریخ کے اندر یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ اولیاء اور مجددین کی شکل میں پیدا ہوتے رہے ہیں کیونکہ عام اولیاء کے علاوہ قرآن کریم نے ماموریں کے پیدا کرنے کا بھی وعدہ دیا ہے جیسا کہ فرمایا رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہٖ علےٰ من یشاء من عبادہٖ لینذر یوم التلاق۔ روح المعانی میں اس آیت کا مصداق مجددین کو بھی ٹھہرایا ہے۔

اسی طرح سورۃ النحل میں فرمایا ینزّل الملائکۃ بالروح من امرہٖ علےٰ من یشاء من عبادہٖ ان انذروا انّہ لاالٰہ الّا انا فاتقون۔ پس یہ وعدہ بھی بدلا نہیں ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق مجددین مبعوث ہوتے رہے۔

عصرِ حاضر کے امامِ ربّانی کی بعثت

اس زمانہ میں جبکہ مادہ پرستی اور دہریت کا زور تھا اللہ تعالےٰ نے ایک عظیم الشان مجدد کو مبعوث فرمایا جس پر فرشتے اترے اسے بشارتیں ملیں اسے خدا کے مکالمہ مخاطبہ سے نوازا گیا کثرت سے پیشگوئیاں اس کو عطا کی گئیں اس کو مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ دعوےٰ کرنا تھا کہ تمام قومیں آپ کی مخالف ہوگئیں۔ ہندو، سکھ، مسلمان عیسائی سب کے سب دشمن ہوگئے۔ خوف کے متعدد مواقع پیدا کئے گئے لیکن اللہ تعالےٰ کی مدد فرشتوں کے ذریعہ ہر موقعہ پر آپؑ کے شامل حال رہی پس وعدہ الٰہی الا انّ حزب اللہ ھم المفلحون اور فان حزب اللہ ھم الغالبون کے ماتحت اللہ تعالےٰ نے ہر موقعہ پر آپ کی مدد و نصرت فرمائی اور آپ کے دشمنوں کو ہمیشہ ناکام کیا اور آپ کو ہمیشہ کامیابی سے ہم کنار کیا۔

آپؑ کے قتل کے منصوبے بنائے گئے مختلف قسم کے مقدمات میں ملوث کرنے کے اقدامات کئے گئے، قتل عمد کا کیس کھڑا کیا گیا لیکن یہ مخالفین آپ کو گرانے کے سب حیلوں میں ناکام و نامراد رہے، ان کی ایک نہ چل سکی۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ ان کے مقابلہ میں ناکام ہوجاتے تو کلمات اللہ جن میں سچے اور حقیقی مومن کو کامیابی کے وعدے دیئے گئے تھے وہ بدل گئے ہوتے قرآن کریم کا چیلنج محل نظر ہوتا اور قرآن کریم کا دعوےٰ لامبدل لکلماتہ باطل ثابت ہوتا لیکن واقعات نے ثابت کردیا کہ قرآن کریم کا چیلنج برحق ہے۔ خدائی وعدہ الاانّ اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ۔ لاتبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم۔ اللہ تعالےٰ کے دوستوں پر نہ تو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ حزن میں مبتلا ہوں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور تقوےٰ اللہ کو اپنی زندگی کا شعار بنایا ان کے لئے دنیا میں خوشخبری ہے۔ اور آخرت میں بھی۔ اللہ کے ان کلمات کا بدلنا ناممکن ہے بیشک اولیاء اللہ پر خوف و حزن کے مواقع آئیں گے لیکن ان سے وہ آزاد کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ جیسا کہ میں نے بتایا حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں خوف کے مواقع آئے لیکن حسب وعدہ الٰہی مدد نے ان کو خوشی اور کامیابی میں تبدیل کر دیا اور مسلمانوں کو حزن میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت اور تائید الٰہی

حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں تمام قومیں اکٹھی ہوگئیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ سب جھوٹے ثابت ہوں گے اور ناکامی سے ہی دوچار ہوں گے۔ مقدمۂ اقدام قتل میں وارنٹ گرفتاری جاری کئے جاتے ہیں لیکن خدائی تصرف کے ماتحت وہ غائب ہو جاتے ہیں۔

ایک شخص نے کہا کہ مجھے مرزا صاحبؑ نے پادری ہنری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے لیکن مجسٹریٹ کا دل نہیں مانتا حالانکہ گواہ بظاہر حضرت اقدسؑ کا مرید ہے قادیان میں ان کے پاس رہا ہے حضورؑ اس کے اقراری ہیں۔ ادھر حضرت صاحبؑ کو بری ہونے کے الہامات ہو رہے ہیں جو سب سچ ثابت ہوئے۔ ان کے ماتحت حضورؑ کو عزت کے ساتھ بری کر دیا گیا گواہ نے بھی اقرار کر لیا کہ اسے عیسائیوں نے سکھلایا تھا ورنہ مرزا صاحبؑ نے اسے اس غرض کے لئے نہیں بھیجا تھا چنانچہ یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو اپنی نصرت اور تائید سے نوازتا ہے اور الفاظ الاانّ حزب اللہ ھم المفلحون۔ اور فان حزب اللہ ھم الغالبون میں ان کے غلبہ کی پیشگوئی کرتا ہے یہ الفاظ کس صفائی سے حضرت اقدسؑ کے حق میں پورے ہوتے ہیں۔ کوئی ان کلمات کو بدل نہیں سکا۔ ان کے ماتحت حضرت صاحبؑ کو ہر میدان میں اللہ تعالےٰ نے کامیاب و کامران فرمایا آپ نے اپنے وجود کو پیش کیا کہ خدا مجھ سے بولتا ہے۔ جو کوئی میرے سامنے آئے گا منہ کی کھائیگا آپ کو الہام ہوا انی مھین من اراد اھانتک کہ جو کوئی تجھے رسوا کرنا چاہے گا میں اسے ذلیل و رسوا کرکے چھوڑوں گا۔ لوگوں نے آپ کو بیڑیوں میں مقید کرنا چاہا اللہ تعالےٰ نے کہا میں ان بیڑیوں کو پکڑ لوں گا تمہیں نہیں پہنائی جائیں گی فرمایا الناّلک الحدید پس لوہا آپ کے لئے نرم کر دیا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں غلبۂ اسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی صداقت و حقانیت کو پورا کرکے دکھلا دیا۔ آپ نے قرآن کریم کے ارشاد بل الظالمون فی ضلال مبین اور وما کید الکافرین الافی ضلال کو چودہ سو سال بعد حقیقت بنا کر پیش کر دیا۔ آپؑ نے تمام مذاہب کو چیلنج کیا اور فرمایا کہ اگر اسلام کے سوا کسی اور مذہب والے کو دعوےٰ ہے کہ وہ مذہب سچا ہے وہ میرے مقابلہ میں آجائے اور اگر کسی کو الہام کا دعوےٰ ہے وہ نکلے اگر وہ میرے الہام کے اثر سے بچ جائے تو میرا دعوےٰ جھوٹا سمجھا جائے۔

اللہ تعالےٰ نے ہر موقع پر آپؑ کی دستگیری فرمائی اور اپنی تائید و توفیق سے حصہ دیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ دعائیں کریں وما دعاء الکافرین الافی ضلال۔ جو کوئی جھوٹا اور گمراہ ہوگا اس کی دعائیں خطا جائیں گی۔ آپ دیکھیں جو لوگ آپ کے مقابل میں آئے وہ کیسے تباہ و برباد ہوگئے۔

قرآنی وعدوں اور بشارتوں کی تکمیل

قرآن کریم میں مومنوں کے لئے بڑے وعدے ہیں بشارتیں ہیں جو ہر زمانہ میں پورے ہوتے چلے آرہے ہیں اور جو الفاظ لامبدل لکلماتہٖ کی صداقت کو ثابت کرتے چلے آرہے ہیں۔ آیت استخلاف میں کتنا زبردست وعدہ ہے کہ جب بھی دین کے مٹ جانے کا خوف پیدا ہوگا اور اس میں بظاہر ضعف کے آثار نمایاں نظر آنے لگ پڑیں گے تو خدا کسی کو رسول کریم صلعم کا نائب بنا کر کھڑا کر دے گا جو دین کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دے گا اور اس کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ کیا اس زمانہ میں اسلام پر ایسا ہی وقت نہیں آیا تھا کیا عیسائیوں، آریہ سماجیوں، فلاسفروں وغیرہ کی یلغار نے ایسے ہی حالات پیدا نہیں کر دیئے تھے جن سے مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ وسوسہ پیدا... ہوگیا تھا کہ اسلام اس یلغار کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیا خدا نے اس وعدہ کو یاد کرا کے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون حضرت مرزا صاحبؑ کو بطور نائب رسول اللہ صلعم مبعوث فرما کر دین کو مضبوطی عطا نہیں فرمائی اور اس کے مٹ جانے کے خوف کو امن میں نہیں بدل دیا۔ حفاظت کے اس وعدہ الٰہی میں صرف الفاظ کی حفاظت کا وعدہ نہیں بلکہ ان تمام وعدوں کی حفاظت کا وعدہ بھی اس میں شامل ہے جو مسلمانوں کے ساتھ قرآن کریم میں کئے گئے ہیں۔ پس حضرت مرزا صاحبؑ کی بعثت نے ثابت کر دیا کہ خدا کے کلمات ہرگز نہیں بدلیں گے۔ اگر اس وقت حضرت مرزا صاحبؑ کی بعثت نہ ہوتی تو کلمات اللہ بدل جاتے۔ مومن بندوں پر فرشتوں کے اترنے اور بشارتیں دینے کا جو وعدہ قرآن کریم میں دیا گیا ہے وہ اگرچہ ہر زمانہ میں پورا ہوتا رہا ہے مگر وہ اب قصہ کا رنگ اختیار کر چکا ہے، حضرت مرزا صاحبؑ کو جو بشارتیں فرشتوں کے ذریعہ ملیں وہ قصہ کا رنگ اختیار

نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ ریکارڈڈ ہیں۔ کوئی الہام ہوتا ہے وہ ریکارڈ ہو جاتا ہے وہ الہام پورا ہو جاتا ہے ریکارڈ ہو جاتا ہے سو حضورؑ کو عطا کردہ نشان قیامت تک ہدایت کا کام دے سکتے ہیں

قرآن کریم کا دوسرا عظیم الشان چیلنج

دوسرا چیلنج ان الفاظ میں دیا ولن تجد من دونہ ملتحداً۔ تو ہرگز اس کتاب کے سوا کسی اور کتاب میں پناہ نہیں پائے گا صرف یہی کتاب تمہارے لئے پناہ گاہ ہے۔ یہ ایک چیلنج ہے کہ اس کے سوا اور کوئی پناہ نہیں ہے۔ انجیل۔ توریت اور ویدوں کی پیروی سے اب کامل معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی قرب الٰہی میسر آ سکتا ہے چنانچہ دوسری جگہ فرمایا کہ،

تمام اہل کتاب جان لیں کہ اب خدا کا فضل اسی کتاب قرآن کی پیروی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے، یہی کتاب ہے جو تمہاری دین و دنیا سنوار سکے گی۔ دوسری کتابیں اب اس فضل کا وارث نہیں بنا سکتیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آکر اس چیلنج کو پیش کیا کہ جو کوئی شخص یہ خیال رکھتا ہے کہ قرآن کریم اور نبی کریم صلعم کی اتباع سے باہر ہو کر کوئی خدا کا مقرب بن سکتا ہے تو میدان میں آئے دیکھے کہ اللہ تعالےٰ کی تائیدات کس کے شامل حال ہیں۔ لیکھرام اور ڈوئی مقابلہ میں آئے ان کا جو انجام ہوا وہ زمانہ نے دیکھ لیا۔ فرمایا لاریب فیہ اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں پہلی کتب آسمانی میں تحریف و ترمیم ہو گئی اس لئے اب وہ الٰہی کتب نہیں کہلا سکتیں۔ اس لئے ان کی پیروی سے اب اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔

صادقوں اور ربانی لوگوں کے ساتھ تعلق جوڑو۔

فرمایا واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عینٰک عنھم تریدا زینۃ الحیٰوۃ الدنیا پس اے لوگو اس کتاب کی ہدایات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے جو لوگ دن رات خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں ان کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کرو دنیا کے لئے نہیں بلکہ خدا کی رضا چاہتے ہوئے تمہاری آنکھیں ان سے تجاوز نہ کریں ورنہ تم دنیوی زندگی کی زینت کے طلبگار ہو گے خدا کے طالب نہیں کہلا سکتے اس لئے دوسرے مقام پر فرمایا کونوا مع الصادقین۔ صادقوں کے ساتھ تعلق جوڑو اور ایسے لوگوں کی بات کو ہرگز ہرگز نہ مانو جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل

کر دیا ہوا ہے یعنے جو قرآنی ہدایات کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اس کے خلاف اپنی گری ہوئی خواہشات کو پورا کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں اور ان کا امر حق سے تجاوز کر چکا ہے یا وہ خدائی فضلوں کو اپنے غلط طریق کار سے ضائع کر رہے ہیں یا الٰہی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے میں کوتاہی سے کام لے رہے ہیں فرطاً کے یہ تینوں معنی ہیں ان کو کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے وہی ہے جو قرآن کی شکل میں نازل ہوا ہے اور اس کا حق ہونا ہر پہلو سے واضح ہے اب ہر شخص کی مرضی ہے کہ اس پر ایمان لا کر الٰہی برکات اور اس کے فضلوں کا وارث بننے کی کوشش کرے یا اس کا انکار کر کے اپنے آپ کو ان نعمتوں سے محروم رکھے۔

پس جن لوگوں نے اس زمانہ کے مامورؑ یعنے حضرت مرزا صاحبؑ کا ساتھ دیا لوگ دیکھ لیں کہ ان کے اندر حضورؑ نے کس طرح خدمت دین کا جذبہ پیدا کر دیا۔

ہمارا فرض

جب رضاء الٰہی کو چاہتے ہوئے ایسے لوگوں کے ساتھ ہو جانے کا حکم ہے اور ہم نے اس الٰہی حکم کی تعمیل کی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم لوگوں کو اس حق کی طرف دعوت دیں۔ یاد رکھیں، کہ اگر ہم نے کوئی کوتاہی کی اور اپنے فرض کی تکمیل کے لئے قدم آگے نہ بڑھایا تو اللہ تعالےٰ یہ کام کسی اور کو سونپ دے گا۔

آیت استخلاف میں اللہ تعالےٰ نائب رسول کا ساتھ دینے والوں کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کو چاہیئے کہ وہ صرف خدا کی ہی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت میں لگے رہیں اسی اطاعت کے نتیجہ میں ہی ان پر خدا کی رحمتوں کی بارش ہو گی نمازوں کو قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ اسلام اور حق کے مخالفوں کے متعلق ہرگز خیال نہ کرو کہ یہ زمین میں تمہیں عاجز کر سکیں گے۔ یہ ناکامی کی آگ میں جلتے رہیں گے اور ان کا انجام بہت ہی برا ہو گا۔ دنیاوی لحاظ سے تم کمزور اور ناتواں ہی کیوں نہ ہوں اللہ تعالےٰ تمہیں ضرور غلبہ عطا فرمائے گا کیونکہ اس نے حق کو دنیا میں قائم کرنا ہے اس لئے وہ اس حق کو اپنے دلائل اور نشانات کے ذریعہ محفوظ کرتا رہے گا اور اس کو محفوظ رکھنے کے لئے رسول اللہ صلعم کے خلفاء مبعوث کرتا رہے گا۔

حضرت صاحبؑ کے پیش کردہ نظریات کی قبولیت۔

حضرت صاحبؑ نے جو کچھ اسلام کے لئے کیا اور جو علم الکلام پیش کیا اور جو معتقدات اور مسائل پیش کئے۔ مثلاً وفات مسیحؑ وغیرہ اب دنیا ان تمام مسائل، نظریات اور معتقدات کو تسلیم کرتی جاتی ہے۔ ازہر کے علماء نے بھی وفات مسیحؑ کے متعلق وہی دلائل دیئے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے دیئے تھے۔ تو فرمایا حق جو خدا کی طرف سے آتا ہے اللہ تعالےٰ جسے توفیق دیتا ہے وہ اسے قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم نے اس زمانہ کے امام کو مانا۔ فرمایا:۔

ان الذین امنوا وعملوا الصالحات انا لا نضیع اجر من احسن عملاً

بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل نیک کئے ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے کیونکہ جو شخص نیک عمل کرتا ہے ہم اس کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم امام وقتؑ کے مشن پر قائم ہوں اور اسے آگے پھیلائیں ہمیں اس راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار سے کام لینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ہاتھوں سے ہی اپنے مشن کو کامیاب کرائے اور اسلام کا علم دنیا میں ہمارے ذریعہ ہی بلند کرائے۔ آمین۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تشریف آوری

—— حضرت امیر ایدہ اللہ موسم گرما کوہ مری میں گذارنے کے بعد ۸ ستمبر کو بخیر و عافیت لاہور پہنچ گئے ہیں۔ آپ کی صحت الحمد للہ نہایت عمدہ ہے۔ اس جمعہ کو آپ نے ہی خطبہ دیا۔

دعائے صحت

(۱) کراچی سے محترم ولی احمد میرزا لکھتے ہیں:۔

" مجھے زبان کا کینسر ہو گیا ہے۔ بصارت بھی کم ہو گئی ہمیشہ قبض رہتا ہے بھوک نہیں لگتی، میری حالت بہت خراب ہے تمام احمدی بھائیوں کو خبر کر دیں میرا احمدی بھائیوں کے سوا کوئی نہیں "

احباب سے مرزا صاحب موصوف کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے ان کا پتہ یہ ہے:۔

پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی ۲۹/۲ بی

(۲) محترم میاں اے آر یوسف ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ مغربی پاکستان آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں:۔

" بینائی میں کسی قدر بہتری .... ہوئی ہے، ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے دو تین ماہ اور لگیں گے۔ جماعت کے بزرگوں اور دوستوں سے التماس ہے کہ وہ خاکسار کے لئے دعا فرمائیں "

احباب کی خدمت میں ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ ان کا پتہ یہ ہے:۔

۴۔ مزنگ روڈ۔ لاہور

(۳)۔ نثار احمد تبسم ولد عزیز الرحمن صاحب رسول منزل برجی محلہ جھنگ صدر سے لکھتے ہیں:۔

" میرے والد صاحب عرصہ ۲۵/۲۶ یوم سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔ حضرت امیر قوم، جناب سیکرٹری صاحب اور دیگر بزرگان قوم و عزیزان سلسلہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ میرے والد صاحب کی صحت کاملہ کے لئے نمازوں میں دعا فرما دیں "

(۴)۔ محترم پروفیسر چوہدری عزیز احمد صاحب چک نمبر 4/2-L اوکاڑہ کی والدہ محترمہ گذشتہ چار ماہ سے بوجہ فالج بیمار ہیں چلنے پھرنے سے معذور ہیں احباب سلسلہ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرما دیں۔

اظہار تشکر

—— لاہور سے محترم عبدالرحمٰن ناظر صاحب لکھتے ہیں:۔

میرے چھوٹے ...... بھائی شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے ۱۸ اگست کے پیغام صلح میں میرے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ احباب جماعت نے خطوط اور ملاقات کے ذریعہ میری صحت کے متعلق ہمدردی ظاہر کی اور میرے لئے غائبانہ دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل اور احباب کی دعاؤں کی وجہ سے مجھے کافی افاقہ ہے۔

میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے لئے دعا فرمائی۔ اور امید کرتا ہوں کہ احباب جماعت مزید دعائیں فرماتے رہیں گے خدا سب کا حامی و ناصر ہو،

والسلام۔ عبدالرحمٰن ناظر

T-29 گلبرگ ۲ لاہور

عطیہ

—— مانسہرہ سے جناب خانبہادر غلام ربانی خان صاحب لکھتے ہیں:۔

" میرا پوتا طارق محمود ۹/۷ کو پاکستان ملٹری اکادمی سے PASS OUT ہو کر مستقل کمیشن پا کر سیکنڈ لفٹننٹ کے عہدہ پر فائز

(باقی ص ۱۲ اشتہار کے نیچے)

غلام نبی مسلم ایم اے

حضرت مسیح موعودؑ مجدد صد چہاردہم

راہِ حق میں بے نظیر صبر و استقامت

(بسلسلہ اشاعت ۱۸ اگست ۱۹۷۱ء)

مقدمہ

انہی دنوں مولوی محمد حسین صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق اپنے رسالہ میں لکھا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے لکھا کہ انشاء اللہ میرے مقابل مولوی بٹالوی ذلیل و خوار ہوگا۔ مولوی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ حضرت صاحب کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ انہوں نے مجھے موت کی دھمکی دی ہے۔ اس لئے ان سے حفظِ امن کی ضمانت لی جائے اور مجھے جان کی حفاظت کے لئے چھرا رکھنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ حکومت نے حضرت صاحب کے خلاف مقدمہ کھڑا کر دیا۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ ایسا ہی مقدمہ مولوی بٹالوی کے خلاف بھی کرنا پڑا۔

حضرت کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو ہونا قرار پایا۔ حضرت صاحب نے وہ تحریرات عدالت میں بطور صفائی پیش کیں جو مولوی محمد حسین بٹالوی، جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کی آپ کے خلاف گالیوں پر مشتمل تھیں ان کے خلاف فریق مخالف حضرت صاحب کی کوئی چیز پیش نہ کر سکا۔ اس پر مسٹر ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حضرت مرزا صاحب کے خلاف مقدمہ خارج کر دیا۔

بٹالوی کی رسوائی

اب مولوی محمد حسین کے خلاف مقدمہ باقی رہ گیا، اتفاق سے حضرت صاحب کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لئے مولوی بٹالوی صاحب بھی عدالت میں موجود تھے۔ مسٹر ڈوئی کی نظر پڑی تو مناسب سمجھا کہ فریقین کی موجودگی میں دوسرا مقدمہ بھی ختم کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مجسٹریٹ نے ایک تحریر پر فریقین سے دستخط کروائے اور پابند کیا کہ :-

"آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیشگوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے، کوئی کسی کو مباہلہ کے لئے نہ بلاوے اور قادیان کا لفظ چھوٹے **کاف** سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو **طا** کے ساتھ۔ اور ایک دوسرے کے مقابل پر نرم الفاظ استعمال کریں۔ بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں۔ اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیئے۔"

یہ تحریر مولوی بٹالوی صاحب کی انتہائی رسوائی کی علامت ہے۔ مولوی بٹالوی صاحب نے ملک بھر میں گھوم کر حضرت مرزا صاحب کے کافر، دجال، کذاب ہونے کا فتوےٰ حاصل کیا تھا، اور آج عدالت میں اس فتوےٰ سے تحریری توبہ کی، حالانکہ اگر وہ اپنے ایمان میں سچے تھے، تو عدالت کی پرواہ نہ کرتے اور یہ اعلان کرتے کہ میرا مرزا صاحب کے متعلق یہی ایمان ہے۔ اور میں ان الفاظ کے استعمال کو ترک نہیں کر سکتا۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرائے کہ وہ آئندہ مجھے دجال اور کافر اور کاذب نہیں کہے گا۔ .... اب دیکھو اس اقرار کے بعد وہ استفتا اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے تیار کیا تھا اگر وہ اس فتوے کے دینے میں راستی پر ہوتا۔ تو اس کو حاکم کے روبرو جواب دینا چاہیئے تھا کہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے۔ اس لئے میں اس کو کافر کہتا ہوں .... بالخصوص جس حالت میں کہ خدائے تعالےٰ کے فضل اور کرم سے میں اب تک اور اخیر زندگی تک انہی عقائد پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلماتِ کفر قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتوؤں کو برباد کر لیا۔ .... اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی کہ اس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ اس نوٹس پر مَیں نے بھی اپنے دستخط کئے ہیں۔ مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا۔ اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں، کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔[1] ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا، ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صواب سے دُور سمجھتا ہوں جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالےٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا، جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود نہ کافر بنا لیوے سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے۔ کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ تیار کئے۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتوےٰ تیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتوےٰ ... ان پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں ان کو کافر نہیں کہتا، بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتوئ نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔"

[1] یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکامِ جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں، گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ (تریاق القلوب)

گھر کے سامنے دیوار

آپ کی ہردلعزیزی نے آپ کے رشتہ داروں کے سینہ میں حسد کی آگ بھڑکائی، چنانچہ آپ کے ایک چچازاد بھائی مرزا امام الدین نے آپ کے گھر کے سامنے گلی میں دیوار بنا کر مریدوں اور نمازیوں کے آپ تک پہنچنے کا قریبی راستہ بند کر دیا، اور لوگ مجبور ہو گئے کہ چکر کاٹ ایک خراب راستے سے گذر کر آپ تک پہنچیں، آپ نے مرزا امام الدین کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ ضد پر قائم رہا۔ ڈپٹی کمشنر گورداسپور سے مداخلت کو کہا تو اس نے تلخ کلامی سے کام لیا۔ ناچار آپ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں دیوانی دعوےٰ دائر کر دیا۔ جو ایک سال آٹھ ماہ تک چلتا رہا۔ اور بظاہر اس کے جیتنے کی کوئی توقع نہ تھی۔ مگر آپ کو الہاماً بتایا گیا۔ کہ انجام کار آپ کامیاب ہوں گے، حضرت خواجہ کمال الدین اور حضرت مولینا محمد علی آپ کے قانونی مشیر تھے اتفاق سے پرانے کاغذات سے خواجہ صاحب موصوف کو معلوم ہو گیا کہ زمین پر مرزا امام الدین اور حضرت صاحب کے والد محترم مرزا غلام مرتضیٰ برابر کے مالک ہیں۔ اس ثبوت پر فیصلہ حضرت صاحب کے حق میں ہو گیا اور فریق مخالف پر خرچہ ڈال دیا گیا۔ انہوں نے خود دیوار کو گرایا۔ لیکن کمال ڈھٹائی سے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ اس سے خرچہ نہ لیا جائے۔ اور آپ نے بلا توقف وہ رقم معاف کر دی۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی

پیر صاحب نے ۱۹۰۰ء میں ایک کتاب شمس الہدیٰ لکھ کر حیات مسیح ثابت کرنے کی کوشش کی اپنی قرآن دانی کا دعوےٰ کیا اور حضرت مرزا صاحب کے خلاف زبان کھولی اس پر حضرت صاحب نے پیر صاحب کو قرآن کی تفسیر عربی میں لکھنے کے لئے للکارا لیکن پیر صاحب اس پر آمادہ نہ ہوئے اس کے برعکس ان کے مریدوں نے لاہور کی مساجد میں حضرت صاحب کے خلاف انتہائی بدزبانی کا مظاہرہ کیا اور منبر رسولؐ پر ایسے ایسے الفاظ استعمال

کے جس پہ شرافت ماتم کرے۔ خود پیر صاحب ایسی مجالس میں یہ سب بکواس سنتے اور عناد میں اندھے ہو کر خانہ خدا کی ہتک برداشت کرتے۔ بداخلاقی کا یہ مظاہرہ کئی روز ہوتا رہا حتیٰ کہ پیر صاحب مقابلہ کئے بغیر گولڑہ لوٹ گئے۔ اس دوران میں حضرت مرزا صاحب نے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا، اور اپنے جاں نثار مریدوں سے یہی کہا کہ گالیاں سنو مگر تہذیب کا دامن ہاتھ سے چھوڑو۔

پھر لاہور میں

ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء میں احباب لاہور کے اصرار پر آپ پھر لاہور تشریف لائے۔ لوگوں کے استفادے کے لئے حضرت داتا گنج بخش کے مزار کے عقب میں مشہور منڈوہ میں آپ کا لیکچر ہونا قرار پایا۔ اور گو جلسہ میں تمام مذاہب کے لوگ بکثرت جمع ہوئے لیکن مولوی مخالفت سے باز نہ آئے۔ جس طرف سے آپ کو گذرنا تھا۔ سڑک کے دو رویہ آپ کے خلاف شور وغوغا برپا کر دیا۔ اور لوگوں کو جلسے میں شرکت کے لیے روکا جانے لگا۔ ایک مولوی توثاہلی (شیشم) پر چڑھ کر لوگوں کو شرکت سے منع کرتا رہا، اور اسی نسبت سے وہ بعد ازاں مولوی ٹاہلی مشہور ہو گیا۔ مگر

مہ نور می فشاند و سگ عوعو می کند

مولویوں کی چیخ و پکار رائیگاں گئی۔ ہر مذہب کے لوگ اس شمع ربانی کے گرد پروانہ وار جمع ہوئے۔ آپ کے معارف سے فیضیاب ہوئے اور فی سبیل اللہ فساد مچاتے والے ملا مایوس و ناکام ہوئے۔

سیالکوٹ میں دوسری بار

بارہ سال کے بعد احباب کی کشش آپ کو پھر سیالکوٹ لے گئی۔ شہر اور گرد و نواح سے ہزاروں لوگ زیارت کے لئے اُمڈ آئے تھے لیکن مذہب کے اجارہ دار ملا یہاں بھی پیچھے نہ رہے، اس دفعہ اہم کردار پیر جماعت علی شاہ اور جعفر زٹلی وغیرہ نے ادا کیا۔ حتیٰ کہ جب حضرت سیالکوٹ سے واپسی پر گاڑی میں سوار ہوئے تو آپ کے ڈبے کے سامنے مولویوں کے زیر اثر اوباش لوگ بالکل ننگے ہو کر ناچتے اور گالیاں دیتے رہے، حتیٰ کہ اس بیحیائی کے مظاہرے پر حضرت صاحب کے شدید مخالف مولوی ثناء اللہ امرتسری کو لکھنا پڑا کہ "اس حرکت میں اسلامی اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔"

....

دہلی اور امرتسر

سنہ ۱۹۰۵ء میں آپ دہلی تشریف لے گئے، وہاں حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت خواجہ باقی باللہ رح، حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح وغیرہ بزرگوں کے مزاروں پر جاکر فاتحہ پڑھی، اس دفعہ اہل دہلی کا رویہ پہلے سے کم مخالفانہ تھا۔ تاہم مرزا حیرت دہلوی اور کئی دیگر مولوی اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کرنے سے باز نہ آئے۔ آپ کے خلاف اشتہارات کے ذریعے دجل و فریب کا اظہار کیا اور رہائش گاہ پر آکر گستاخانہ طریق پر کج بحثیاں کرتے اور تمسخر و استہزاء سے کام لیتے۔ واپسی پر روانہ ہوتے ہوئے اور مولویوں کی گالیوں سے حصہ لیتے ہوئے امرتسر پہنچے۔

۹ر نومبر سنہ ۱۹۰۵ء کو اسلام کے محاسن پر آپ کی ایک تقریر تھی، جسے سننے کے لئے لوگ کثرت سے جلسہ گاہ پہنچے، آپ کے مخالف مولوی ثناء اللہ اور غزنوی مولویوں کی سرکردگی میں ہنگامہ کرنے کے لئے آدھمکے اور تقریر کے دوران شور مچانا شروع کر دیا۔ سیٹیوں اور فحش گالیوں تک نوبت پہنچا دی۔ امرتسر کے شرفاء نے سمجھانے کی ہزار کوشش کی، مگر مفسد لوگ نہ مانے اور مجبوراً لیکچر بند کرنا پڑا، اور جب حضرت صاحب بند گاڑی میں رہائش گاہ کو گئے تو ان بدبختوں نے پتھروں اور اینٹوں کی بارش کو خدمتِ اسلام سمجھا اور اس طرح مسلمان ہو کر سنتِ کفار کو زندہ کیا۔

جانم گداخت از غمِ ایمانت اے عزیز
ویں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم　(باقی باقی)

مسلمانانِ ہالینڈ کی مذہبی و معاشرتی زندگی کے حالات

ہالینڈ کے مرکزی شہر میں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا منصوبہ

جناب عبدالرحیم جگو صاحب مبلغِ اسلام کا مکتوب جنوبی امریکہ سے

محترم و مکرم ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ پیغامِ صلح لاہور۔ السّلامُ علیکم و رحمۃُ اللہ و برکاتہٗ

میں چند دن ہوئے یورپ کے دورہ سے واپس آیا ہوں۔ دورہ خصوصاً ہالینڈ، بلجیم اور فرانس کا تھا۔ چونکہ ان دنوں ہالینڈ میں ہمارے وطن سے گئے ہوئے بہت سے مسلمان آباد ہیں اس لئے ضروری تھا کہ وہاں ان سب کے مذہبی حالات پر کچھ غور کیا جائے۔

ہمارے مولوی بشیر صاحب اچھا کام کرتے ہیں۔ وہاں اپنی جماعت کے کافی اور لوگ بھی موجود ہیں۔ ان کے بہت سے معاملات کا تعلق ابھی ہمارے وطن اور جماعت سے باقی ہے۔ ہالینڈ میں مختلف مقامات پر تقریریں ہوئیں اور دو نکاح بھی پڑھائے گئے۔

بڑی مشکل اس بات کی ہو رہی ہے کہ ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مذہبی زندگی خطرے میں پڑ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ نہ تو کسی مذہبی مجلس میں بیٹھتے اور نہ کوئی مذہبی وعظ و نصیحت سنتے اور نہ ہی [illegible] نماز یا جمعہ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اس طرح ملکی رسم و رواج اور ماحول کی وجہ سے وہ لوگ خود یورپین بن رہے ہیں۔ رہے ان کے بچے تو وہ کسی اور ہی تہذیب کا شکار ہو رہے ہیں۔ اردو عربی بلکہ اپنی بولی بھی بھول گئے ہیں۔ کھلتے پیتے اٹھتے بیٹھتے حتیٰ کہ ہر طرف سے غیر اسلامی تہذیب میں گھرے ہوئے ہیں۔

فی الحال تمام ہالینڈ میں باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کی تعداد قریباً آدھ ملین ہو گئی ہے اس سلسلہ میں یورپ کے دیگر ملکوں کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ ایک فیڈریشن بنائی جائے جس کے ذریعہ یورپ میں آباد مسلمانوں کی دینی و دنیاوی ترقی پر غور و فکر کی جاوے۔ اتفاق سے مجھے ایک ایسی مسلم کانفرنس میں حصہ لینے کا موقعہ ملا جو مختلف مقامات یعنی بلجیم اور فرانس میں منعقد ہوئی تھی۔ تمام گفتگو کا دار و مدار اس بات پر تھا کہ ہم اسلام کو کس طرح یورپ میں زندہ رکھ سکتے ہیں اور تبلیغ کس طرح یورپ میں ہو سکتی ہے۔ ان میں احمدیت اور احمدی جماعت کی تبلیغی کارروائیوں سے دلچسپی لینے والے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے بتایا کہ اس سلسلہ میں احمدیت کا تبلیغی لٹریچر اور کتب وہاں اچھا کام کر سکتی ہیں۔

آج کل مراکش اور ترکی کے بہت سے مسلمان ہالینڈ کے مختلف کارخانوں میں ملازم ہیں اور خوبی کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ نماز کے پابند ہیں جس سے دوسرے لوگوں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ مل کر آواز اٹھائی ہے کہ ہالینڈ میں ایک مسجد بنائی جائے۔ یہ آواز حکومت تک پہنچ چکی ہے۔ اور اب خدا کا شکر ہے کہ ہالینڈ کی حکومت دیگر اسلامی حکومتوں کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کر رہی ہے کہ ایک جامع مسجد شہر [illegible] میں بنائی جائے۔

یہ مسجد ہالینڈ کے مرکز میں واقع ہوگی۔ اس مسجد کا کل خرچ چالیس ملین گلڈر ہوگا۔ یعنے پاکستانی روپیہ کے پچاس کروڑ روپے سے زیادہ ہے۔ اس میں غالباً پانچ ہزار نمازیوں کے لئے جگہ ہوگی۔ طالب علموں کی رہائش۔ لائبریری اور مہمانوں کے کمرے بھی ہوں گے۔ مسجد ایک مینار کی بڑی وسیع ہوگی۔ آئندہ سال اس کی تعمیر کا کام شروع ہو جائے گا۔ نقشہ وغیرہ تیار ہو چکا ہے۔

یہ مسجد یورپ کی تمام مساجد سے بڑی ہوگی۔ میں نے ان کے کارندوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ تمام ضروری مسائل کی کتب اور لٹریچر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے حاصل کریں۔

بقیہ اخبار احمدیہ از صفحہ نمبر ۹

ہوگیا ہے۔ الحمد للہ۔

ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم ــــ کے بعد ہندوؤں نے سومنات کا مندر دوبارہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ پاکستان کے اسلامی اخبارات نے زور دار الفاظ میں تجویز شائع کی۔ کہ اس دن جو بچہ پیدا ہوا ہو اس کا نام "محمود" رکھا جاوے تاکہ پھر کوئی محمود بت شکن کا خطاب حاصل کرنے کی عزت کا حق دار ثابت ہو۔

خدا کی شان یہ بچہ اسی دن ہی پیدا ہوا۔ اور میرے والد محترم نے اس کا نام غازی محمود رکھا۔ بچپن میں یہ بچہ ایسا بیمار ہوا کہ محض استخوان کی مٹھی بن کر رہ گیا۔ اور موت کی گھڑیاں شمار ہو رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کامل صحت عطا کی۔ اور آج وہ ایک مضبوط نوجوان سپاہی ہے۔ جس نے امتیاز نشانہ بازی پاکستان ملٹری اکاڈمی میں حاصل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس بچے کے ہاتھ سے بتکدہ سومنات پھر دوبارہ زمین کے ہموار ہو جاوے اور بت کے پیٹ اور دو گوش نکال پھینکے جاویں۔ سب احباب جماعت دعا فرماویں۔ آمین ثم آمین۔ اس فضل خداوند تعالیٰ کی شکر گذاری کے لئے انجمن کے خزانہ میں ۴/- روپیہ کا چیک ارسال کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

غلام ربانی

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۔ شمارہ نمبر ۳۶

[illegible] محمد صاحب سلیم نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ، مؤرخہ ۳۰ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۷۱ء | نمبر ۳۷

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے۔

بحرِ حکمت کے موتی

بُغض و حسد اور مقاطعت سے احتراز

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا وکونوا عباد اللہ اخواناً ولایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایامٍ۔

ترجمہ :۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں بغض اور حسد نہ رکھو اور ایک دوسرے سے مقاطعت نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔

نوٹ۔ از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کو صراحت سے منع فرمایا۔ یعنے اگر کوئی باہمی ناراضگی ہو بھی تو تین دن کے اندر اندر اسے دور کر لینا چاہیئے۔

(فضل الباری کتاب الادب)

اے مرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار
گالیاں سُن کر دُعا دو پاکے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

(حضرت مسیح موعودؑ)

دُعا اور اس کے اصول

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پاکیزہ ارشادات

حضرت مسیح موعودؑ صبح کی سیر کو تشریف لے گئے۔ سیٹھ احمد الدین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ راستہ میں مولوی برہان الدین صاحب جہلمی نے عرض کی کہ سیٹھ احمد الدین صاحب کا ایک لڑکا ہوا تھا جو فوت ہو چکا ہے۔ حضور اس کے لئے دُعا فرمادیں۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ہاں میں دُعا کروں گا مگر ساری باتیں ایمان پر منحصر ہیں۔ ایمان جس قدر قوی ہو اسی قدر خدا تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے پاس کیا نہیں؟ اگر ایمان قوی نہ ہو تو انسان خدا تعالیٰ سے بدظن ہو جاتا ہے اور پھر تعویذ گنڈے کرنے کرانے میں لگ جاتا ہے۔ اور غیر اللہ کی طرف جُھک جاتا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ مؤمن بنے۔ دُعا کے لئے بھی اصول ہیں۔ مَیں نے بہت دفعہ بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کبھی اپنی منواتا ہے اور کبھی مؤمن کی مانتا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ ہم علیم و خبیر نہیں ہیں اور نہ اپنی حاجات کے نتائج سے آگاہ ہیں۔ اس لئے بعض دفعہ ہم ایسی چیزوں کیلئے دُعا مانگ لیتے ہیں جن کا نتیجہ ہمارے لئے مضر ہوتا ہے۔ پس ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ دُعا کو تو قبول کر لیتا ہے لیکن اسکے نتیجہ میں وہ چیز عطا کر دیتا ہے جو دُعا مانگنے والے کے لئے مفید ہوتی ہے۔ مثلاً جیسے ایک زمیندار کسی بادشاہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا گھوڑا مانگے اور بادشاہ اس کی ضرورت کو سمجھ کر اُسے ایک عمدہ بیل عطا کر دے۔ تو بیل ایک زمیندار کے لئے مفید اور کارآمد ہوتا ہے اور وہی اس کی ضرورت کے مناسب حال ہوتا ہے۔ یا مثلاً ماں بھی اپنے بچے کی ہر خواہش کو پورا نہیں کرتی اور اگر وہ سانپ یا آگ یا اور کسی مضر چیز کو لینا چاہے تو اسے ہرگز نہ دے گی بلکہ اس کے بدلے مٹھائی یا کھلونا اس کے ہاتھ میں دے دیگی۔ اسی طرح خدا تعالےٰ سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تقوےٰ اور ایمان میں ترقی کرنی چاہیئے۔

آپ کے خطوط

جذبۂ صادقہ

محترم جناب سیکرٹری صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ پارسل مشتمل بر دو جلد بیان القرآن موصول ہوا۔ ادارہ میں اس کی کمی تھی۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے ایک انمول اور بے بہا تحفہ ارسال فرمایا ہے جو آپ کی انجمن کے جذبۂ تبلیغ اور خدمت قرآن کا زندہ ثبوت ہے۔ میرے دل میں آپ کی جماعت کی تبلیغی مساعی کی بہت قدر و منزلت ہے۔ ایسا جذبۂ صادقہ دوسری جماعتوں میں بہت کم ہے۔ مولینا محمد علی صاحب مرحوم کے انگریزی ترجمہ بلا متن کی ایک جلد اور تفسیر احسن البیان کی ایک جلد بھی کسی وقت بھجوا سکیں تو آپ کی عین نوازش ہوگی۔ میری طرف سے محترم مولینا صاحب قبلہ امیر جماعت کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کر دیں۔ والسلام

فلام کبریا خاں۔ ادارہ دعوت الی الاسلام
مکان نمبر $\frac{4-22}{72}$ عبدالستار روڈ کوئٹہ

اے راشد منہاس تجھ پر سلام!

وطن اور قوم کے ایک جیالے سپوت نے غیرت اور حمیت کا بے پناہ ثبوت پیش کرتے ہوئے معرکہ بدر و حنین کی یادوں کو دلوں میں ایک بار پھر تازہ کر دکھایا ہے۔ تاریخ اسلام کے درخشندہ ستارے ایک دفعہ پھر جگمگا اٹھے ہیں، ایک نوخیز اور نوعمر فرزند اسلام نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے ایک مرتبہ پھر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام اور بانیٔ اسلام کی تعلیم ایک زندہ جاوید حقیقت ہے۔ اور جب تک یہ گردش لیل و نہار قائم ہے مسلمان مائیں ایسے بچوں کو جنم دیتی رہیں گی جو قرون اولی کے شہداء کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے عمل، قول اور فعل سے یہ ثابت کر دکھائیں گے کہ ؎

آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

راشد منہاس! یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس شخصیت کو ہم جنم جنم سے جانتے ہیں یہ ہماری روح کی آواز ہے اس کی بوباس ہمارے خون کے قطرہ قطرہ میں اور رگ رگ میں رچی بسی معلوم ہوتی ہے، یہ ایک انسان نہیں فرشتہ تھا جو ہر محب وطن کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں سمایا ہوا تھا۔ یہ ہمارا جذبہ، خلوص اور حب الوطنی کا ایک نشان ہے۔ ہم مرتے دم تک اس پر فخر کرتے رہیں گے۔

آج بھی ہم اسے گردن بلند کرتے ہوئے آسمان پر جاتے ہوئے محسوس کرتے ہیں اور وہ اپنے عمل سے جاتے جاتے ہمیں یہ کہہ گیا ہے کہ ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

وہ اتنی کم عمر میں آنا قد آور انسان۔ فضا میں کیا بلند ہوا کہ انسانیت اور غیرت کے معراج پر پہنچ گیا۔ اس کی معصوم اور بھولی بھالی صورت پر صحیح فرشتوں کا گمان ہوتا ہے وہ یقیناً ایک پاک فرشتہ تھا وہ ایک آسمانی وجود تھا جس نے وطن، قوم اور ملک کی حرمت تقدس اور حفاظت کے لئے کس دلیری سے اپنی جان کی بازی لگا دی۔ وہ اپنے خون کے قطروں سے ایک جگمگاتی ہوئی کہکشاں اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے جو ہمیشہ چمکتی اور دمکتی رہے گی اور ملک کے غیور اور جری اور جیالے جانباز اسی کہکشاں کے نور کو اپنی آنکھوں میں بسا کر قوم کے مستقبل کو درخشندہ اور تابندہ رکھتے چلے جائیں گے۔ اور یہ کہتے چلے جائیں گے کہ ؎

سر کٹا سکتے ہیں لیکن جھکا سکتے نہیں

راشد منہاس! تجھ پر ہزاروں سلام۔ قوم تجھے جھک کر سلام کرتی ہے۔ ملک اور وطن کو تجھ پر ناز ہے۔ تیرا نام تابندہ اور پائندہ ہے۔ تیری یادوں کے انمٹ نقوش دلوں سے کبھی محو نہ ہوں گے۔ کتنا قابل فخر ہے وہ باپ جس کے گھر میں تو نے جنم لیا ہے اور کتنی عظیم ہے وہ ماں جس کی گود میں تو پروان چڑھا اور کس قدر فخر سے گردنیں بلند ہیں ان کی جن کے ساتھ تو گھر اور گلیوں میں کھیلا اور کتنا ناز ہے ان کو جنہوں نے تیری تربیت کی۔ اور ملک اور قوم کا بچہ بچہ آج تیرے نام کی مالا جپ رہا ہے کہ گویا ہر ایک پاکستانی تجھے صدیوں سے جانتا ہے۔

راشد منہاس! تو یقیناً ان فرشتوں میں سے ایک ہے جو بدر و حنین میں نازل ہوئے تیری معصوم صورت اور تیری پاک سیرت اور تیرا بے داغ کردار اور تیری غیرت اور حمیت تجھے ہم سب سے ممتاز کرتی ہے۔ تو خالد و طارق کا جانشین ہے تجھے جنت الفردوس مبارک ہو تو یقیناً نشانِ حیدر ہے۔ تجھ پر ہزاروں سلام۔ محمد صالح نور مولوی فاضل لاہور

مسرفانہ رسوم

جولائی ۱۹۶۵ء میں معاشرتی برائیوں کے انسدادی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں گورنروں کی توجہ اس طرف دلائی۔

مرکزی اور صوبائی حکومتوں نے معاشرے کی اصلاح کے لئے اقدامات کئے۔ لیکن اس سلسلہ میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

جاہلانہ اور مسرفانہ رسوم در اصل غیر مسلموں اور ہندوؤں سے ملی ہیں۔ اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جڑیں اتنی مضبوط ہو گئی ہیں کہ انہوں نے معاشرتی روایات کی شکل اختیار کر لی ہے یہی وجہ ہے کہ ان مسرفانہ رسوم کو باوجودیکہ ہر انسان نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، لیکن برادری کے خوف اور پبلک کے سامنے ناک کٹنے کے ڈر سے ان قبیح رسوم کو چھوڑنے کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی۔

شادی اور غمی کے موقعوں پر ہمارے ہاں جو رسوم ادا کی جاتی ہیں اور ان پر جس طرح بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے وہ محض ایک معاشرتی لعنت ہی نہیں ہے بلکہ اسلامی احکام کے بھی منافی ہے لیکن یہ کتنی دردناک حوصلہ شکن.. افسوسناک اور تشویشناک بات ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ کے افراد بھی شادی غمی کے موقعہ پر ایسا طرز عمل اختیار کرتے ہیں جیسے انہیں نہ تو قرآن پاک کی تعلیمات معلوم ہیں نہ انہیں اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔

اور اس ناک کو جو پبلک میں کفایت شعاری سے کٹتی ہے کاٹ ڈالیں۔

(یہ لوگوں کے سامنے بار بار کٹتی ہے اور پھر بھی جوں کی توں صحیح سلامت لبوں کے اوپر اور آنکھوں کے نیچے موجود رہتی ہے)

برادرانِ اسلام! آپ خدارا ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور.. کریں کہ کیا ان مسرفانہ رسوم کی ادائیگی.. بالخصوص اس ہوش ربا گرانی میں روپیہ بے دریغ خرچ کرنا کوئی عقلمندی ہے؟

چاہیئے کہ علمائے کرام، اور مستند انجمنیں اس ناہموار لعنت کے خلاف باقاعدہ مضامین ..... لکھیں اور پسماندہ روپیہ کو رفاعی فنڈ میں جمع کرنے کو جو کہ اس وقت کی اہم ضرورت ہے۔

معاشرتی خرابیوں کے انسداد کے لئے حکومت نے وقتاً فوقتاً بعض قوانین اور قواعد نافذ کئے۔ شادی میں مہمانوں اور کھانوں دونوں کی تعداد پر پابندی لگا دی گئی.... اور اس کے علاوہ جہیز کی نمائش کو از روئے قانون ممنوع قرار دیا گیا۔

ان قوانین کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اصل ضرورت یہ ہے کہ معاشرہ میں قابل تقلید مثالیں قائم کی جائیں تاکہ مسرفانہ رسوم کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں مدد ملے۔

فضل داد پنشنر۔ کچہری روڈ گجرات

کس قیامت کے یہ نامے.....

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے میرا ایک تحریر کردہ پمفلٹ "سوشل بائیکاٹ اور جماعت ربوہ" حال ہی میں بعض احباب ربوہ کے نام ارسال کیا گیا اس پمفلٹ میں قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچائی گئی ہے کہ سوشل بائیکاٹ اور شہر بدر کرنے کے حربے ہمیشہ مخالفین انبیاء یعنی کفار کا وطیرہ رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور ہونے والے عظیم الشان اور برگزیدہ انسانوں نے کبھی یہ طریق اختیار نہیں کیا۔ خلیفہ صاحب ربوہ بھی چونکہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے منتخب انسانوں میں شمار کرتے ہیں اور ان کے مرید بھی انہیں خدا کا قائم کردہ خلیفہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کو وہ طریق اختیار کرنا چاہیئے جو آدمؑ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک خدا کے برگزیدہ انسانوں نے اختیار کیا لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم خلیفہ صاحب کو قرآن مجید کی آیات بینات کے خلاف عمل پیرا دیکھتے ہیں اور نہ صرف خود قرآن مجید کی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ اپنے ..... مریدوں کو بھی خدا تعالےٰ کے واضح احکام کے خلاف چلنے کا حکم دیتے ہیں باوجود اس کے کہ ان کا اپنا دعوےٰ خلیفہ راشد ہونے کا ہے ؎

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

خلیفہ صاحب ربوہ کا یہ کردار تو صحیح معنوں میں لم تقولون مالا تفعلون کے زمرہ میں آتا ہے۔

اب ذرا ان کے مریدوں کے اخلاق کا نمونہ بھی ملاحظہ ہو جب میرا یہ پمفلٹ خلیفہ صاحب کے مریدوں کو ملا، تو انہیں چاہیئے تھا کہ میرے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیتے اگر میرے دلائل انہیں کمزور نظر آتے تو ان کا رد لکھتے اور مجھے بھی سوچنے کا موقعہ ملتا کہ آیا قرآن مجید میرے پیش کردہ نظریہ کا مؤید ہے یا احباب ربوہ کے نظریات کا۔

باقی بر صفحہ ۶ کالم ۴

ہفت روزہ پیغام صلح ــــ لاہور ــــ مؤرخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۱ء

دعوتِ فکر

یہ ہماری تاریخ کا ایک المیہ ہے کہ مسلمانوں میں جب کبھی کوئی شخص اصلاح ملت و تجدید دین کا پیغام لے کر اُٹھتا ہے تو شدید مخالفت ہوتی ہے۔ اس کی تحریک کو کچلنے پر تمام قوتیں لگ جاتی ہیں۔ اس کے احیائے ملت کے مقاصد کو جھٹلایا جاتا ہے۔ اس کے راستے میں ہر گونہ روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ دنیا سے اپنے اعلیٰ مقاصد اور بلند ارادوں کی تکمیل کے بغیر رخصت ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے انتقال کے دو تین سو سال کے بعد وہ ولی اللہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا مزار مرجع خاص و عام بن جاتا ہے۔ اور اس سے عقیدت شرک کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔

اس کا بُرا پہلو اسی قدر نہیں کہ اس کے زمانے کے لوگ اس کے ترقی پسندانہ افکار و اعمال سے محروم رہ جاتے ہیں اور ترقی کی دوڑ میں دیگر اقوام سے پیچھے رہ جاتے ہیں، بلکہ وہ تین سو سال کے بعد ان کے خیالات کو درست تسلیم کر کے اور انہیں عملی زندگی میں اختیار کر کے اپنے زمانے سے تین سو سال پیچھے چلے جاتے ہیں۔ یہ ماضی پرستی انہیں اقوام عالم کی صف میں کھڑا نہیں ہونے دیتی اور وہ ہمیشہ تقلید، جہالت اور ذلت و پستی کے غار میں گرے رہتے ہیں۔

اس کے برعکس دیگر اقوام اپنے راہنماؤں کے خیالات کو توجہ سے سُنتی ہیں۔ ان سے اختلاف دشمنی کا رنگ نہیں دیتیں، انہیں عمل میں لانے کا موقع دیتی ہیں۔ اور اگر ان کے نظریات اور کردار کو ملک و قوم کے لئے مفید پاتی ہیں تو ایسے راہنماؤں کی عزت کرتی ہیں ان کے نیک ارادوں میں تعاون کرتی ہیں۔ کیونکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ اس شخص نے تو ایک دن دنیا سے چلا جانا ہے۔ اس لئے اسے فلاح ملت کا کام کرنے کا موقع دینا چاہیئے، تاکہ قوم ترقی کی طرف اور قدم اُٹھائے۔ ایسی اقوام ماضی پسند اور جامد نہیں ہوتیں، انہیں اپنی سُوجھ بوجھ اور فراست پر یقین ہوتا ہے، وہ اپنی بھلائی کو جانتی ہیں، اور جب کوئی خیال یا کام اپنی ذات یا معاشرے کے لئے نفع بخش دیکھتی ہیں تو اسے اپنی مجلسی زندگی کا جزو بنا لیتی ہیں۔ اس طرح وہ زمانے کے ساتھ ساتھ ہی نہیں چلتیں بلکہ کئی بار ہمعصروں سے آگے بڑھ جاتی ہیں۔

گو ترقی اور اجتماعی حیات علم و فکر کا ثمر ہے، اور پستی اور ذلت جہالت سے عبارت ہے۔ تاہم ترقی یافتہ اقوام کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی کو حسین و درخشاں بنانے کے لئے سرگرم عمل رہتی ہیں۔ ان کے افکار و اعمال کا محور حیات ارضی کو تمام نقائص سے نجات دلانا اور اسے ہر گونہ آسائشوں سہولتوں اور عدل و انصاف سے مالا مال کرنا ہوتا ہے تاکہ انسان پاکیزہ اور پُرسکون فضا میں اپنی روحانی استعدادوں کی نشو و نما کر سکے۔ اسی پیمانے سے وہ اپنے ہمعصروں کو ناپتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے ابلہ فریب اور خود غرض افراد کے زیر اثر اس زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا ایمان بنا رکھا ہے اور بظاہر آئندہ کی زندگی کو مطمح نظر بنا رکھا ہے۔ مگر آئندہ کی زندگی کا حصول موجودہ زندگی میں حسنِ کردار کی بدولت نہیں بلکہ چند ناکارہ رسوم کی ادائیگی پر قرار دے رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کی دنیوی زندگی پراگندگی ذلت، پستی، پسماندگی کا نام ہے وہ اقوام عالم میں حقیر ہے زندگی کے ہر شعبے میں دوسروں کا محتاج ہے اور اگر دوسری اقوام وقتاً فوقتاً اس کی دستگیری نہ کریں تو اس کا انجام خدا معلوم کیا ہو۔

اپنے اکابر کی شناخت اور احترام نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ ہر مسلمان دوسرے کو پیغمبرؐ کے اسوۂ حسنہ کے آئینے سے دیکھتا ہے۔ بلاشبہ ہر مسلمان انبیاءؑ کی حیات طیبہ کو اپنے لئے نمونہ سمجھتا ہے اور وہ اس پر عمل پیرا ہونے کو اپنا ایمان سمجھتا ہے لیکن ہر شخص زندگی کے مختلف حالات و مراحل سے گذرتا ہے اور اکثر افراد کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ عام حالات میں اس بلند معیار پر پورے اتریں۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ جہاں وہ اپنے بھائیوں کی معمولی سی مفروضہ لغزش کو معاف نہیں کرتا وہاں وہ خود ہر قسم کی کمزوریوں اور غلط کاریوں کا مظاہرہ کرتا ہے مگر اپنے آپ کو گنہگار کہکر توقع کرتا ہے کہ لوگ اسے معاف کر دیں حالانکہ جو رعایت وہ اپنے لئے تجویز کرتا ہے اگر وہ اپنے بھائیوں کو بھی وہی رعایت دے اور اپنے بھائیوں کی خوبیوں اور اپنی کمزوریوں پر نظر رکھے تو اس کا معاشرہ ہر شخص کی اچھائیوں سے فائدہ اٹھا کر ترقی کر جائے گا اور دنیا میں صلح و آشتی اخوت و درگذر کی رُوح پرور ہوائیں چلیں گی۔

مسلمان کے برعکس کئی غیر مسلم اپنے بھائیوں کو اس پیمانے سے ناپتے ہیں کہ ہر شخص کمزور پیدا ہوتا ہے۔ عمر، علم اور تجربے کے ساتھ ساتھ اس کی صلاحیتیں اُبھرتی ہیں، یہ معاشرہ کسی بھی فرد کو کچلتا نہیں۔ اس کے لئے زندگی کی بہتری کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ اس کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر کے اس کی خوبیوں سے استفادہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ شفقت و محبت سے اس کی کمزوریاں دُور ہوتی ہیں، خوبیاں تکمیل پاتی ہیں، اور وہ معاشرے کا ایک نافع رکن ثابت ہوتا ہے

مجددین اُمت

ماضی میں انبیاء علیہم السلام آئے۔ ان کے پیشِ نظر یہ زندگی بھی تھی اور آئندہ کی زندگی بھی۔ انہوں نے لا تشرک باللہ، اللہ کا کسی کو شریک نہ بناؤ، لا تفسدوا فی الارض، اس زمین میں فساد نہ کرو، اعدلوا، عدل و انصاف کو قائم کرو، لا تنازعوا، آپس میں مت جھگڑو، لا تظلمون۔ ظلم مت کرو۔ قولوا للناس حسنًا۔ لوگوں سے دلکش بات کہو۔ لا تخسروا المیزان۔ تول میں بے ایمانی نہ کرو۔ لا تاکلوا اموالکم بالباطل۔ ایک دوسرے کا مال ناجائز نہ کھاؤ۔ لا تاکلوا مال الیتیم، یتیم کا مال مت کھاؤ، لا تقتلوا النفس الا بالحق۔ کسی کی ناحق جان نہ لو، اور اس قسم کی بے شمار قیمتی نصائح کیں، جن کا مقصد دنیا کی زندگی کو جنت بنانا ہے تاکہ یہاں کے اچھے اعمال عاقبت کا اثاثہ بن جائیں۔ لیکن جاہل، خود غرض، مغرور، نفس پرست اور حاسد بدبختوں نے ان نصائح کی تکذیب کی، اور مخالفت پر تُل گئے۔

اسلام میں ختم نبوت کے بعد تجدید دین اور اصلاح اُمت کا فریضہ مجددین کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ دین کی تجدید، غلبے اور اُمت کو کتاب و سُنت پر قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت میں کسی ایک ولی اللہ کو مجدد بنا کر بھیجا، یہ لوگ جدید شریعت نہ لائے۔ انہوں نے دین میں ایک نقطہ کی کمی بیشی نہ کی، صرف مسلمانوں کو خدا کا بھولا ہوا پیغام سنایا، ان کے غلط عقائد کی اصلاح کی انہیں کتاب و سنت کی پیروی کی دعوت دی، ان میں سے ہزاروں کو خدا شناس بنایا، اور اُمت میں نئی رُوح پھونکی، لیکن قوم نے ان عظیم الشان رجال اور خیر خواہانِ اُمت کے ساتھ ایسا ہی بُرا سلوک کیا جو انبیائے سابق کے ساتھ ان کی اُمتیں کرتی رہیں۔ پھر زمانے نے ان مجددین کو ان کی زندگیوں کے بعد یاد کیا، ان کی صداقت کو تسلیم کیا مگر حیف صد حیف۔

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

حضرت مسیح موعودؑ

ہمارے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اس اُمت کے لئے مجدد مامور کر کے مبعوث فرمایا۔ آپ نے شریعت میں کوئی تبدیلی نہ کی، کتاب اللہ کے کسی نقطہ کو تبدیل نہیں کیا۔ آپ اسلام کے خادم اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق کی حیثیت سے باطل کے مقابلے میں ڈٹ گئے، قرآن حکیم اور نبی کریم صلعم پر دشمنوں کے اعتراضات اور اتہامات کا دندان شکن جواب دیا۔ اور ہر دشمنِ اسلام کو للکارا، حتیٰ کہ اسلامی انجمنوں نے دشمنوں کے اعتراضات کے مقابل آپ کی پناہ حاصل کی اور جہاں کہیں کوئی دشمن مسلمانوں کو مقابل میں للکارتا آپ شیر کی طرح اس پر جھپٹتے اور اُسے ختم کر دیتے۔

آپ مجدد تھے لیکن آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کی آمد کی پیشگوئی آنحضرت صلعم نے اپنی زبان مبارک سے تیرہ سو سال پہلے فرما دی تھی۔ اور چونکہ آپ کے ذمے خاص کر نصاریٰ کا غلبہ توڑنا اور اسلام کو غالب کرنا تھا اس لئے آپ کو مثیل مسیح ٹھہرایا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ نے اور آپ کی اتباع میں آپ کے وابستگانِ دامن نے دنیا بھر میں عیسائیت کا ناطقہ بند کر دیا۔

بدقسمت قوم نے زمانے کے اس امام اور عظیم ترین انسان کو کما حقہٗ شناخت نہ کیا ورنہ اس قوم کی چودہ صد سالہ تاریخ میں کون ہے جس نے اپنی تحریر کے زور سے اسلام کی تائید اور کُفر کی تردید میں ایسے دلائل دیئے کہ دشمن کو مقابل میں بھاگنا پڑا، وہ کون ہے جس نے یورپ اور ایشیا کے سلاطین، اُمراء، علماء اور دیگر راہنماؤں کو دس ہزار سے زیادہ تبلیغی خطوط لکھ کر ان کو دعوتِ اسلام دی وہ کون ہے جس نے تاریخ اسلام میں پہلی بار یورپ اور امریکہ میں لٹریچر

(باقی ص ۲ کالم ۲)

اخبار و افکار

بشیر احمد سوز، ایم اے

"کارِ نبوت"

اصلاح و تبلیغ کا منصب تمام منصبوں اور عہدوں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس منصب پر فائز انسان براہ راست انبیاء و رسل علیہم السلام کی نیابت کی ذمہ داری قبول کرتا ہے چنانچہ اصلاح اور دعوت و تبلیغ کی اہمیت کے بارے میں ۲ جولائی کا ہفت روزہ المنبر لائلپور لکھتا ہے کہ

دعوت و تبلیغ دین اپنی پوری تفصیلات اور ضمنی و اساسی عنوانات سمیت "کارِ نبوت" ہے۔ دعوت و تبلیغ امت مسلمہ کے وجود کی علت غائی ہے۔

اس منصب کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر اس قوم یا جماعت کے عقائد وہی ہونے چاہئیں جو متفقہ طور پر تمام انبیاءؑ کے ہاں مقبول و مستند چلے آتے ہیں اور اس کے کردار میں بھی اسی جماعت کے کردار کی خوشبو رچ بس رہی ہو۔ انبیاءؑ کی امتیازی شان جو اس کائنات انسانی کے تمام گروہوں میں انہیں ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ وہ زمان و مکان کے عظیم فاصلہ و بُعد کے باوجود آپس میں ہم آہنگ اور ہم زبان ہوتے ہیں وہ اپنی جماعت کے کسی فرد پر کوئی مخالفانہ فتوے نہیں لگاتے بلکہ سب کا ملیان کی حد تک احترام کرتے ہیں ان میں سے ہر فرد اپنے آپ کو پیشروؤں کا بحکم الہیٰ متبع تسلیم کرنے پر مامور ہوتا ہے اگر یہ لوگ مبلغین ایک دوسرے پر فتویٰ تراشیاں کرتے ہیں تو سنتِ انبیاء سے دُور ہونے کے باعث اس منصب جلیل کے اہل نہیں۔"

ان الفاظ کی روشنی میں ہم "المنبر" کو اس کے اپنے دعوت و تبلیغ کے طریق کار پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔

حضرت مسیحؑ کی طبعی موت

ملت جعفریہ کے ماہوار رسالے پیام عمل لاہور بابت جولائی ۱۹۷۱ء میں "حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام" کے عنوان سے "فخر المتکلمین مولینا سید محمد جعفر صاحب زیدی سرپرست پیام عمل لکھتے ہیں :-

" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں احمدی حضرات یہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ وہ طبعی موت مر چکے ہیں اور زندہ نہیں ہیں حالانکہ نصاریٰ سے اگر قطع نظر بھی کی جائے تو تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع اور بلا استثناء سب کا اتفاق ہے کہ وہ زمین سے اٹھا لئے گئے ہیں اور زندہ ہیں ———— مرزا صاحب (علیہ السلام۔ ناقل) کے نام نہاد الہام سے پہلے دنیا میں کون تھا جو حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت کا قائل تھا۔ یہودی ہوں یا نصاریٰ یا مسلمان حضرت عیسیٰؑ کی طبعی موت کا کوئی بھی قائل نہ تھا۔"

تعجب ہے فخر المتکلمین صاحب یہود و نصاریٰ کی باتیں تو مانتے ہیں لیکن خدا اور اس کے رسول صلعم کے ارشادات کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے جن میں عقل و علم کی بنیادوں پر وفاتِ مسیحؑ سے متعلق وضاحت ملتی ہے۔ اور احمدی خدا اور اس کے رسولؐ کے کلمات پر ایمان لا کر ہی وفاتِ مسیحؑ کے قائل ہیں۔

علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کے وصال پر مسلمانوں کے اضطراب کو ختم کرنے کے لئے ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی آیت پڑھی۔ اور ان الفاظ میں تمام اصحاب کرامؓ نے اس بات کی تصدیق کی کہ آنحضرتؐ ویسے ہی وفات پا گئے ہیں جس طرح کہ پہلے انبیاءؑ بشمول حضرت عیسیٰؑ وفات پا گئے ہیں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں معتزلہ کا یہی عقیدہ تھا، صحیح بخاری کی رُو سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے۔ اور یہی حضرت امام مالکؒ اور دیگر بہت سے بزرگوں اور سلف صالحین کا اعتقاد تھا۔ نیز یہود و نصاریٰ تو ان کا تو دین ہی حضرت مسیحؑ کے صلیب پر مرنے پر مبنی ہے۔ پھر مولانا کیسے کہتے ہیں، کہ احمدیوں سے پہلے وفاتِ مسیحؑ کا کوئی قائل نہ تھا۔

عیسائیت آخری دموں پر

یہ دور علم و عقل کا دور ہے۔ آج وہی بات قابلِ قبول ہے جو تجربہ و مشاہدہ کے پیمانہ پر پوری اُترے۔ عیسائیت کے معتقدات کی بنیاد چونکہ تحکم پر قائم ہے اور انہیں عقل و استدلال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے آج یہ مذہب اپنا اثر و رسوخ کھو بیٹھا ہے حتیٰ کہ اس کے نام لیوا بھی اس سے بیزار نظر آتے ہیں۔ چنانچہ لندن کے ایک مشہور اخبار "آبزرور" کے مراسلہ نگار نے جرمنی کے کلیساؤں کی حالتِ زار کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ عیسائیت کی ناکامی کی ایک واضح دلیل ہے۔ مراسلہ نگار لکھتے ہیں :-

جرمنی میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں عیسائی عوام رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیساؤں کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔ برلن کے بشپ کرٹ شارف نے کہا ہے کہ

" برلن اور جرمنی میں کلیسا کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی ہے۔ ان لوگوں کی تعداد جو کلیسا سے ہر سال بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، ہمارے اندازوں سے بے حد زیادہ ہے۔"

چرچ سے بے زاری کے موجودہ رجحان کے متعلق ۱۹۷۰ء میں پادریوں کی ایک میٹنگ نے اظہار افسوس کیا ہے۔ مثلاً فرینکفورٹ کے پروفیسر ہین رو زنبرگ نے کہا :-

" موجودہ زمانہ میں اس ملک میں پادریوں کے خطبات سننے کا کسی کو بھی شوق نہیں رہا ہے۔"

" یہ ایک حقیقت ہے کہ اتوار کی صبح کو کلیساؤں میں کوئی بھی عبادت کے لئے نہیں جاتا اور گرجا گھر بالکل خالی ہوتے ہیں۔"

اس بات کے ثبوت میں کہ گرجے اتوار کی عبادت کے وقت خالی ہوتے ہیں۔ جرمن رسالہ STERN نے فلینزبرگ کے رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے چرچوں کی اتوار کی صبح کی عبادت کے وقت کی تصاویر شائع کی ہیں ان تصاویر کے اُوپر جو عنوان لگایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے :-

" فلینزبرگ شہر کے چرچوں میں پادری صاحبان خالی نشست گاہوں کو وعظ کر رہے تھے۔"

ایک اور اخبار ڈسل ڈورف ہینڈل بلاٹ نے اپنے ۱۰ر جنوری ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں لکھا ہے :-

" جب سے کلیسا نے دنیوی انداز اختیار کیا ہے اس کی اخلاقی اور روحانی حیثیت ختم ہو گئی ہے اسی وجہ سے زیادہ سے زیادہ لوگ چرچ کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔"

برلن کے دینیات کے پروفیسر GUENTHER HARDER نے تو چرچ کے دورِ خاتمہ کی پیشگوئی ان الفاظ میں کی ہے۔

" ایک عظیم طوفان آ رہا ہے جو ہم سب کچھ چھین کر لے جائے گا۔"

جرمنی کے کلیساؤں کے خلاف موجودہ رَو کی ایک وجہ چرچ کے لئے چندہ جمع کرنے کا سلسلہ بھی ہے۔ جرمنی میں حکومت ٹیکس کے طور پر چرچ کے لئے چندہ جمع کرتی ہے۔ اور آج کل ۱۵۰۰ ملیون ڈالرز ہر سال بطور ٹیکس چرچ کے لئے عوام سے وصول کئے جاتے ہیں۔ چونکہ چرچوں کو حکومت سے روپیہ مل جاتا ہے اس لئے وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ عوام سے مضبوط تعلق قائم کریں۔

چرچ میں باقاعدہ جانے والوں میں سے ۲۳٪ ہستی باری تعالیٰ اور بائبل پر ایمان نہیں رکھتے ۵۱٪ آدم و حوّا سے انکاری ہیں اور ۶۴٪ حضرت مسیحؑ کے کنواری کے بطن سے پیدا ہونے سے منکر ہیں۔ اور باوجود ان سب باتوں کے یہ لوگ چرچ کے باقاعدہ ممبر شمار ہوتے ہیں۔

روپے پیسے جمع کرنے کے شوق نے اس بات کی تحقیق کی ضرورت بھی ختم کر دی ہے کہ روپیہ کہاں سے آتا ہے۔ اور تو اور کسبی عورتیں اور اسی قماش کے لوگوں کو بھی چرچ میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کے اعمال نہایت گندے ہیں۔

چرچ کے خلاف ایک محاذ اس وجہ سے بھی کھولا جا سکتا ہے کہ چرچ کی پوری توجہ عوام کی دولت کو لوٹنے کی طرف ہے اخبار FRANFURTER RUNDSCHAN نے لکھا ہے :-

" عوام اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ کروڑوں ڈالر کی رقم اس بات کے لئے خرچ کی جائے کہ چرچ کی عمارت باہر سے تو خدا کی عزت کے نام پر چمکتی ہو لیکن اندر خدا عام طور پر تاریکی میں اکیلا بیٹھا ہوا ملے۔"

ایک اور اخبار ڈسل ڈورف ہینڈل بلاٹ نے لکھا ہے :-

" کیا چرچ آخرت کے نام پر جو سرمایہ جمع کر رہا ہے وہ جائز ہے؟ چرچ اپنی عظیم عمارات اور دنیادارانہ ٹھاٹھ کی وجہ سے اب ایک دنیاوی تنظیم کی شکل اختیار کر چکا ہے۔"

ہمبرگ کے ایک پادری صاحب EDGAR SPIR نے موجودہ حالات پر حال ہی میں

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

اسلام نے بین الاقوامی عدل و انصاف کی بے نظیر مثالیں قائم کی ہیں

اسلام کی روشن تعلیمات کو اقوامِ عالم تک پہنچانے کی ضرورت۔

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہٖ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہٖ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرّقوا فیہ ــــــــ لا حجّۃ بیننا وبینکم۔ اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر ــــــــ (الشورٰی ۴۲: ۱۳ ــــ ۱۵)

اسلام بین الاقوامی دین ہے

ان آیات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ دین جس کی طرف میں تم لوگوں کو بلاتا ہوں، اس کی تلقین حضرت نوحؑ نے کی، حضرت ابراہیمؑ نے کی اور حضرت موسٰےؑ و حضرت عیسٰےؑ نے بھی اسی دین کی تلقین فرمائی تھی، حضور صلعم نے انبیاء علیہم السلام کی تاریخ بیان فرمائی ہے۔ قوموں کے باپ اور قابلِ تعظیم و تکریم شخصیت حضرت ابراہیمؑ ہیں پھر حضرت موسٰےؑ اور حضرت عیسٰےؑ یہودیوں اور عیسائیوں کے خصوصی پیغمبروں کا ذکر فرما کر بتایا کہ ان سب کے سب انبیاءؑ کا دین ایک ہی رہا ہے اسی دین کی طرف حضور نبی کریم صلعم نے لوگوں کو بلایا۔

اسلام کا مقصد اقوام عالم کو ایک کرنا ہے۔

اسلام وہی دین ہے جسکی تمام قوموں کے انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو تبلیغ کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تلقین کا مقصد عظیم دنیا جہان کی قوموں کو ایک کرنا ہے۔ دین اسلام کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ دنیا جہان کے پیغمبروں پر ایمان لایا جائے ۔ چنانچہ فرمایا قل آمنت بما انزل اللہ من کتٰب کوئی بھی آسمانی کتاب ہو، کسی پیغمبر پر اتری ہو کسی قوم کے لئے ہو اور کسی زمانہ میں اتری ہو۔ میں اعلان کرتا ہوں اس امر کا کہ اس پر میں ایمان لاتا ہوں ۔ انبیاء علیہم السلام کی صرف تعظیم و تکریم کرنا ہی نہیں بلکہ ان پر ایمان لانا فریضہ قرار دیتا ہوں۔ یہ تعلیم یقیناً موثر ثابت ہوتی اور ... دلوں میں اتر جاتی ہے ۔

حضرت نبی کریم صلعم کا بین الاقوامی عدل و انصاف

دوسری بات جو یہاں بیان ہوئی ہے و امرت لاعدل بینکم۔ حضرت نبی کریم صلعم نے بین الاقوامی دین پیش کیا اور بین الاقوامی انصاف قائم کر کے دکھایا ہے جس کی مثالوں سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر عدل و انصاف قائم کرنے کی تلقین ہے۔ ایک جگہ فرمایا کونوا قوّامین بالقسط ۔ یعنے نہایت مضبوطی سے عدل و انصاف قائم کرنے والے حاکم بن کر دکھاؤ ۔ کوئی سلطنت اور حکومت اسی حالت میں بابرکت ثابت ہو سکتی ہے جب کہ وہاں کی رعایا یہودی، عیسائی اور مسلمان کے درمیان عدل و انصاف کا سلوک کیا جائے۔

ان اعلانات کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً عدل و انصاف کر کے دکھایا۔ چنانچہ ایسا واقعہ سامنے آیا۔ آپؐ کی رعیت میں مسلمان ہیں، یہودی بھی ہیں اور عیسائی ہیں ۔ ایک یہودی کے ہاں سے چوری کی زرہ بکتر پکڑی گئی ۔ مقدمہ دربار نبویؐ میں پیش ہوا۔ یہودی کہتا ہے کہ چوری میں نے نہیں کی۔ آپؐ کا مسلمان طعمہ چور ہے ۔ اس نے پکڑے جانے کے ڈر سے زرہ بکتر میرے مکان کے صحن میں ڈال دی تھی ۔ یہ ایک غیر معمولی کلیجہ کا مسلمان بادشاہ ہے جن کے حضور ایک یہودی مسلمان پر چوری کا الزام لگاتا ہے اور وہ بالکل خفا نہیں ہوتا ۔ حضور نبی کریمؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بڑے نالائق اور بے ایمان ہو کہ مسلمان کی مذمت کرتے ہو۔ مسلمان چور نہیں ہو سکتا۔ آپؐ نے کوئی بھی درشت کلامی نہیں کی خفگی کا کوئی اظہار نہیں کیا۔ مقدمہ کی تفتیش فرمائی تو معلوم ہوا کہ چور حقیقت میں طعمہ انصاری ہے ۔ حضور صلعم نے پریسٹیج کا خیال کئے بغیر طعمہ کو مجرم قرار دیا اور یہودی کو بری کر دیا۔ اس طرح عملاً بین الاقوامی عدل و انصاف قائم کر دکھلایا۔

یمن کے گورنر اور قاضی کو نصائح

اس بارے میں کچھ اور سنیئے گا ۔ یمن فتح ہوا تو حضورؐ نے اس خطّہ کے لئے معاذ بن جبل اور ابو عبیدہ بن الجراح کو حاکم اور قاضی مقرر فرمایا اس موقعہ پر فرمایا کہ آپ دونوں سوار ہو جائیں اور میں تمہارے ساتھ پیدل چل کر تمہیں راستہ میں تلقین کروں گا کہ تم نے حکومت اور عدل و انصاف کس طرح قائم کرنا ہے ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری ہمت نہیں پڑتی کہ ہم سوار ہوں اور آپؐ پیدل چل رہے ہوں۔ فرمایا میری خوشی اسی میں ہے کہ میں پیدل چلوں اور تم سوار ہو کر چلو۔

فرمایا جس قوم پر تم حکومت کرنے کی غرض سے جا رہے ہو، یاد رکھو وہ اہل کتاب ہیں ۔ حاکموں کے دلوں میں رعایا کی تکریم کرنے کا حکم جاری کیا جا رہا ہے ۔ فرمایا لیسّروا ولا تعسّروا ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا اور ان سے سختی سے کام نہیں لینا اور فرمایا بشّروا ولا تنفّروا ۔ تمہارا رویہ اپنی رعایا سے ایسا ہو کہ وہ تم سے خوش ہوں اور وہ طریقہ کار مت اختیار کرنا جس سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہو سبحان اللہ العظیم ۔ غیر اقوام کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے ۔ آج چودھویں صدی میں یورپ کی اقوام کس قدر ذہنی اور علمی اور فنی اور سائنسی ترقی کر گئی ہیں۔ ان اقوام کے رویے میں بین الاقوامی عدل و انصاف نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس آج سے چودہ سو سال پہلے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بین الاقوامی عدل و انصاف کی مثالیں قائم کی ہیں جبکہ اس وقت ذہنی ترقی نہ تھی، جب یہ تہذیب موجود نہ تھی اور اس قسم کی کوئی مثال سامنے نہ تھی۔

ان مسلمان حکام کو مزید تلقین فرمائی ایّاکم وکرائم اموالہم ستو حاکم بن کر رعایا کا مال مرغوب نہیں کرنا۔ آج یورپ کی اقوام مشرقی ممالک میں کیا کر رہی ہیں۔ وہاں کی دولت یورپ میں ان کے گھروں میں پہنچ جاتی ہے

اہلِ مصر سے حُسنِ سلوک کی تلقین

اسی طرح دوسرے علاقے جو اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے وہاں بھی حضور اکرم صلعم نے اسی طرح کے احکام جاری کئے۔ حضورؐ نے خوشخبری دی تھی کہ مصر فتح ہوگا۔ چنانچہ فرمایا ستفتحون مصر ۔ تم عنقریب مصر فتح کرنے والے ہو، جب ایسا ہو تو یاد رکھو استوصوا باھلھا خیرا۔ اس ملک کی رعایا سے خیر و خوبی کا سلوک کرنا فان لھم ذمّۃ و رحمًا کیونکہ اول تو یہ بات سامنے رکھنا کہ وہ ذمی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ذمی کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا مسلمان حاکم کا فریضہ ہے اور دوسرا یہ امر کہ حضرت ہاجرہؑ دختر مصر ہیں اس رحمی رشتہ کی وجہ سے اہلِ مصر مستحق ٹھہرتے ہیں کہ ان کے ساتھ حُسنِ سلوک مدِ نظر رکھا جائے۔

انگریز جج کا فیصلہ

ہندوستان میں ایک بار بھی انگریزی حکومت نے ہندوستانی کے مقابلہ میں انگریز کو سزا نہیں دی۔ پونے دو سو سالہ تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے۔ اس کی مثالیں بہت ہیں ۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک انگریز لیڈی نے ایک مالی کو گولی کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔ جب یہ مقدمہ انگریز جج کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے فیصلہ یہ دیا کہ میم صاحبہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کر سکتی کہ مالی کو گولی کا نشانہ بنائیں ۔ مالی خود میم صاحبہ کی گولی کے سامنے آ گیا تھا اور اپنی آئی مر گیا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت نبی کریم صلعم کی حکومت کو دیکھئے کہ اپنی محسن قوم کے مسلمان فرد کو مجرم ٹھہرا کر سزا دیتے

میاں انور حسن ساہیوال

مشرقی پاکستان کے حالیہ واقع پر تبصرہ اور دعوتِ فکر

انا فتحنا لک فتحاً مبیناً ۙ لیغفر لک اللّٰہ ما تقدّم من ذنبک وما تأخّر ویتمّ نعمتہٗ علیک ویھدیک صراطاً مستقیماً ۙ وینصرک اللّٰہ نصراً عزیزاً ۝ ...... ویعذّب المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات الظّآنّین باللّٰہ ظنّ السّوء علیھم دائرۃ السّوء وغضب اللّٰہ علیھم ولعنھم واعدّ لھم جھنّم وسآءت مصیراً ۝ .... واثابھم فتحاً قریباً ۙ ومغانم کثیرۃً یاخذونھا ...... فعجّل لکم ھٰذہٖ ...... فجعل من دون ذالک فتحاً قریباً ۝ (سورۃ الفتح)

سورہ فتح "صلح حدیبیہ" سے واپسی کے سفر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی تھی جس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے نہ صرف خانہ کعبہ میں پُرامن داخلہ اور فتح مبین کی بشارت دیا گیا تھا بلکہ ساتھ ہی فتحاً قریباً یا قریبی فتح یعنی جلد ہی ایک ضمنی فتح اور مغانم کثیرہ کی بشارت دے دی گئی تھی جو سورۃ الفتح کی آیات مندرجہ عنوان سے ظاہر ہے اور جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح خیبر کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ غزوہ خیبر میں منافقین مدینہ کو خاص طور پر اس لئے شامل نہیں کیا گیا تھا کہ انہوں نے پہلے جنگِ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کو دھوکا دیا اور بہانہ سازی کر کے اپنی نفری واپس لے گئے۔ پھر جنگِ احزاب میں شامل ہی نہیں ہوئے۔ ان منافقین مدینہ کا سردار عبداللہ بن اُبیّ تھا جس کو مدینہ والے حضور صلعم کی ہجرت سے قبل مدینہ کا بادشاہ تسلیم کرنے ہی والے تھے لیکن حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک مدنی مرکز میں پہنچنے پر لوگوں کی توجہ کا مرکز حضور صلعم ہی کی ذات بن گئی لہذا عبداللہ بن ابی کو اس کا سخت رنج تھا گو حضور صلعم کے اثر و رسوخ اور اخلاقِ حسنہ اور رُعب و وقار نبوت کی وجہ سے اور انصار کے حضور کو قبول کر لینے کی وجہ سے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی بھی مجبوراً ظاہرا طور پر اسلام لے آئے تھے اور نمازیں بھی پڑھتے تھے لیکن اندر اندر اس نے اسلام اور حضورؐ کے خلاف حصول اقتدار اور مدینہ کا خود مختار حاکم بننے کی خاطر سازشیں جاری رکھیں اور کفار مکہ سے سازباز کرتا رہا۔ اس کی اس منافقت کا کھلا ظہور جنگ اُحد اور پھر جنگِ احزاب میں ہوا اس کے علاوہ دیگر سازشیں اور یہود مدینہ سے مل کر مسلمانوں کو کئی قسم کی ایذا رسانیاں اس کے کردار کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان سے اس کا منافقانہ کردار واضح ہو گیا لہذا صحابہ کرامؓ عبداللہ بن اُبیّ کو رئیس المنافقین یعنی منافقوں کا سردار کے نام سے یاد کرتے تھے غزوات میں مسلمانوں کی فتوحات کی وجہ سے نیز کفارِ مکہ سے صلح (صلح حدیبیہ) ہو جانے کی وجہ سے اور یہود کے مدنی مرکز سے اخراج کی وجہ سے عبداللہ بن اُبیّ کی شیطانی کارروائیوں کو سخت دھچکا لگا اور وہ ایک دفعہ دب کر رہ گیا۔ مگر اس نے اپنا رُخ خیبر کے یہودیوں کی طرف موڑا اور یہودیوں سے اس حد تک سازباز کر لی تھی کہ اُن کے ساتھ مل کر مدنی مرکز اور مسلمانوں پر اندر اور باہر سے بیکبارگی یلغار حملہ کر کے ان کو تہس نہس کرنے کی مکمل سازش اور پوری تیاری کر لی تھی اور حملہ کرنے ہی والے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو گیا اور حضورؐ نے اس کی تصدیق کر لینے کے بعد فوراً تیاری کر کے خیبر پر حملہ کرنے میں پہل کر دی اور سورۃ الفتح بشارتِ ربانی کے مطابق یہود اور عبداللہ بن اُبیّ کی جامع سازش ناکام بنا دی اور ان پر قریبی فتح حاصل کر لی۔ مغلوب یہود خیبر سے ان کی خواہش کے مطابق نصف پیداوار پر صلح کر لی نیز عبداللہ بن اُبیّ رئیس المنافقین کی کڑی نگرانی شروع کی۔ اس طرح اس رئیس المنافقین کی ساری سکیمیں ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دی گئیں۔

تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے، قیام پاکستان کے بعد ہمارا مُلک جن مراحل سے گذرا ہے اس کی مثال عہدِ نبویؐ میں ملتی ہے۔ ذیل کے تقابلی نقشہ میں ہر دو ادوار کے واقعات کا موازنہ کیا گیا ہے:-

اسلام کے مکمل کورس کے جزئیات حضور صلعم کے وقت ملکِ عرب کے برصغیر میں۔	اسی طرح کے کورس کا اعادہ و تقابل ہند و پاکستان کے برصغیر میں۔
نمبر شمار ۱۔ کفر و شرک کا اندھیرا اور بُت پرستی کا ملک۔ قبل از اسلام ظھر الفساد فی البرّ والبحر کا موسم۔	نمبر شمار ۱۔ شرک اور بُت پرستی جو ہندوؤں میں ہے واضح ہے۔ قبل از پاکستان شدید فسادات کا اندھیرا۔
۲۔ ایسی اندھیری رات میں ہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے تجلی اور لیلۃ القدر میں بنیاد رکھی جاتی ہے انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر کے مطابق۔	۲۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ستائیسویں رمضان المبارک رات کے بارہ بج کر ایک منٹ پر پاکستان کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا اعلان کیا گیا۔
۳۔ اسلامی نظریہ کی وجہ سے مسلمانوں کا اسلام کے ساتھ بے پناہ عشق اور اسلام پر نثار اور ایثار۔	۳۔ نظریۂ پاکستان اور پاکستان کے ساتھ مسلمانوں کا عشق اور اس پر استقامت
۴۔ ہجرت اور مہاجر و انصار کا وجود میں آنا۔	۴۔ ہجرت اور مہاجر و انصار کا وجود میں آنا۔
۵۔ جہاد یا غزوات۔ جنگِ بدر۔ اُحد اور احزاب اور ان میں خدائی امداد۔ مجاہدین اور شہداء کا وجود میں آنا۔	۵۔ جہاد اور جنگِ رن کچھ و معرکہ سیالکوٹ و لاہور اور ان میں خدائی امداد۔ مجاہدین اور شہدا کا وجود میں آنا۔
۶۔ کفار کے ساتھ صلح کمزور شرائط پر۔ صلح حدیبیہ۔	۶۔ کفار کے ساتھ صلح کمزور شرائط پر۔ اعلانِ تاشقند کا معاہدۂ امن۔
۷۔ غزوہ خیبر یا قریبی فتح اور اس میں عبداللہ بن اُبیّ رئیس المنافقین کا کردار۔ یہود کے ساتھ اس کا خفیہ گٹھ جوڑ۔ ... کی سکیم کا بُری طرح فیل ہونا اور عبداللہ بن اُبیّ کی نگرانی۔	۷۔ مشرقی پاکستان کا حالیہ واقع شیخ مجیب الرحمٰن اور اس کے ساتھیوں کا کردار۔ ہنود کے ساتھ اس کا خفیہ گٹھ جوڑ۔ ان کی سکیم کا بُری طرح فیل ہونا اور شیخ مجیب الرحمٰن کی نگرانی۔
۸۔ جنگِ موتہ (ایک لاکھ کفار کے ساتھ صرف تین ہزار مسلمانوں کا برسرِ پیکار ہونا اور ان سے بچاؤ) اور اہلِ بیت کی تطہیر۔	۸۔ مشرقی پاکستان کے حالات اور اس وقت پوزیشن واضح ہے۔ آئندہ کی خبر اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ تا حال حملہ سے بچاؤ اور کفار کے ہاتھ رُکے ہوئے ہے کفواً ایدیھم عنکم۔ (فتح) بہرحال اتحاد تنظیم۔ ایمان۔ ایثار و قربانی و شہادت کا جذبہ پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ آئندہ انعام اور فتح کے مستحق ہو سکیں۔
۹۔ فتح مکہ کفار مکہ پر بغیر باقاعدہ جنگ کے تقدیری غلبہ امن کے ساتھ لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللّٰہ آمنین کی بشارت کے مطابق۔	۹۔ کفار پر واضح اور مکمل فتح اور اسلام کا موعود غلبہ بھی اسی طرح انشاء اللہ قریب اور مقدر ہے۔

نقشہ مندرجہ بالا میں اس وقت ہماری پوزیشن نمبر وار علیٰ اسی تسلسل سے آٹھ تک پہنچ چکی ہے لہذا اب ہمیں زیادہ محتاط ہونے اور اپنی انفرادی اور اجتماعی تطہیر کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ آخری موعود فتح و غلبہ میں اسی قدر تاخیر ہونا بھی سنت اللہ ہے۔ اسی لئے جب حضرت موسےٰ علیہ السلام کی قوم نے کئی مراحل طے کرنے اور تائید الہیٰ کے زبردست نشانات و واقعات دیکھ لینے کے بعد بھی اپنی تطہیر کرنے میں اور مکمل فرمانبرداری میں بہانہ سازی کی تو فتح بیت المقدس کو بھی اللہ تعالےٰ نے پیچھے ڈال دیا تھا۔ اس کے مقابل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بدل و جان اور بے چون و چرا کامل فرمانبرداری اختیار کر لی تھی اور اپنی مکمل تطہیر اور دنیا اور اقتدار کے جملہ مطالبات پس پشت ڈال کر نفس کی

پوری قربانی دے دی تھی لہذا فتح (فتح مکہ) نصرت سنت اللہ کے مطابق عین وقت مقررہ پر بغیر جنگ کئے انہیں بطور انعام جلد ہی دے دی گئی۔

ملکِ عرب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے مندرجہ بالا اہم واقعات کا ملک پاکستان کے واقعات سے موازنہ کرتے ہوئے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہی وقوع میں آیا ہے راقم الحروف نے اپنے مشاہدہ میں اعادۂ تسلسلِ واقعات کی بناء پر "اعلانِ تاشقند" کے معاہدہ امن کو جنوری ۱۹۶۶ء میں صلح حدیبیہ سے تطابقت دی تھی جس پر بعض عالم، فاضل لوگوں نے ناسمجھی کی وجہ سے اعتراضات کئے تھے مگر میرے تفصیلی بیانات کے بعد انہوں نے مزید کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مکہ والوں کے ساتھ مسلمانوں کی کمزور شرائط پر صلح حدیبیہ پر بھی بعض صاحبِ علم بزرگوں نے اسی قسم کے اعتراضات اس وقت ناسمجھی کی وجہ سے کئے تھے جن کو مابعد کے واقعات نے صاف کر دیا تھا۔ اب بھی اگر غور کیا جائے تو "اعلانِ تاشقند" کے پہلے اور اس کے بعد کے واقعات مندرجہ بالا نقشہ ایک دوسرے کی اور میرے مشاہدہ کی صحت کی مزید تصدیق کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ کوئی بھی سمجھدار شخص جو تاریخ اسلام سے واقف ہے اور سنت اللہ کو سمجھتا ہے اب تسلسل اور تشابہت واقعات کی شہادت کے بعد معترض نہ ہو سکے گا۔ اور ان الٰہی اقدامات پر ضرور غور و فکر کرے گا۔

کفار کے ساتھ کمزور شرائط پر صلح (صلح حدیبیہ) کے بعد جنگِ خیبر وقوع میں آئی تھی جس میں مطابق بشارتِ قرآنی یہود اور منافقینِ مدینہ کے خفیہ گٹھ جوڑ کو خاک میں ملا دیا گیا تھا۔ اس کا ذکر مع خصوصیات تفصیل سے شروع میں کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح کمزور شرائط پر پاکستان کی ہندوستان کے ساتھ صلح (بذریعہ اعلانِ تاشقند) کے بعد مشرقی پاکستان کے حالیہ واقعات، ان میں ہنود اور شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے مخصوص ساتھیوں کا خفیہ گٹھ جوڑ (اور ہمارے دوسرے پوربی پاکستانی بھائیوں کو اپنے مخصوص نکات و نعروں و قومیت کے غیر اسلامی نظریات سے ورغلانا) اور انکا بعینہٖ حشر اور شیخ صاحب کا "بنگلہ دیش" کا خود مختار حاکم بننے کی کوشش کا خاک میں ملنا ہمیں عبرت، غور و فکر دے رہا ہے۔ لہٰذا ان واقعات کا پاکستان میں اسی تسلسل سے اعادہ اور ویسا ہی نتیجہ اور حد درجہ کی تطابقت عین قانونِ الٰہیہ کے مطابق ہے جو قابلِ غور ہے! نیز

اب قارئین کرام خود ہی بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے مخصوص ساتھیوں کا کیا کردار ہے؟ جنہوں نے بنگالی قومیت کا بُت آگے رکھ کر اور خوش کن نعروں سے سادہ لوح پاکستانی عوام کو ورغلایا ہے؟ ابھی جو لوگ ان کا ساتھ دے رہے ہیں انہیں اپنی قول و کردار قرآنی معیار اور نقشہ میں دیکھنا چاہیئے اور انہیں حالات و واقعات اور سورۃ الفتح والے مشرکین و منافقین کے انداز سے خوف کھانا چاہیئے۔ وہ اب بھی باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا غضب اور مزید عذاب ان کے انتظار میں ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے آئندہ نسلوں میں منافقین کے نام سے یاد کئے جائیں گے۔ انہیں چاہیئے کہ تقدیری فیصلوں کو سمجھیں اور اپنی فوری اصلاح کریں۔ اب خلوصِ دل سے تائب ہو کر اسلام کے

صراطِ مستقیم

پر لگ جاویں اور عام معافی سے فائدہ اُٹھاویں اور پاکستان جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے کی ہی آبیاری میں لگ جائیں۔ اتحاد اور تنظیم ہی میں برکت ہے۔ ان ایام میں توبہ، استغفار اور دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ اجتماعی اصلاح کی طرف بھی توجہ دیں۔ اسلام کی راہ میں ہی قربانی اور شہادت کا جذبہ پیدا کریں اور مشرکین کا ہرگز ہرگز بھروسہ نہ کریں اللہ تعالیٰ کا قرآنِ حکیم میں اس بارہ میں انتباہ بے فائدہ نہیں۔ ہم سب کو چاہیئے کہ انفرادی اور اجتماعی اصلاح اور تطہیر کی طرف خاص توجہ دیں ورنہ جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے قوم جب تک اپنی اصلاح نہ کر لے اقتداری بشارتوں کے حصول میں اسی قدر تاخیر ہو جایا کرتی ہے۔

بعض مغرب زدہ لوگ شیخ مجیب الرحمٰن کے موقف کی تاحال نہایت ہٹ دھرمی سے حمایت کر رہے ہیں اور مختلف قسم کے درآمدی دلائل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اب ان تقدیری واقعات و نتائج اور تقدیر کے نوشتوں کو اچھی طرح پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کے پراسرار اقدام کی تفہیم کو ان کی سطحی عقلیں نہیں پہنچ سکتیں لیکن بعد میں وہی عقلیں حیران ہو کر رہ جاتی ہیں اور ان کے سطحی دلائل دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ جن دلائل پر پہلے وہ اعتراض کیا کرتے تھے وہی بعدہٗ صحیح نکلتے ہیں بلکہ ان کی تصدیق کرتے ہوئے منفعل ہوتے ہیں۔ وہ آئندہ بھی انشاء اللہ دیکھ لیں گے کہ واقعات کا تسلسل کیسے چلتا ہے اور پاکستان کے لئے جو بڑی بڑی بشارتیں مقدر ہیں کیسے پوری ہوتی ہیں اور اس کے مخالف کس طرح ہر بار خائب و خاسر ہوتے ہیں! انشاء اللہ مکمل فتح بھی جلد آنے والی ہے دیر اسی قدر ہے کہ ہم اپنی مکمل اصلاح کر کے اسلامی آئین پر کب چلتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اب تقدیر کے ان واضح اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور ان بشارات کا اہل ہونے کے سلسلے میں اپنی انفرادی اصلاح و اجتماعی تنظیم کو مضبوط کر لینا ہو گا ورنہ پھر قدرت کا کوڑا تو اصلاح کرا کے ہی رہے گا لیکن وہ طریقہ شرفا کی اصلاح کا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں مارشل لاء کے ذریعہ "اسلامی آئین" کا نفاذ شاید قدرت کا پہلا قدم ہو۔

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اپنے موقف کی مزید تائید میں ایک مؤقر جریدہ پیغامِ صلح کے اداریہ سے اقتباس پیش کرتا ہوں:۔

" یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات جو مشرقی پاکستان کی عوامی لیگ کی طرف سے ظہور پذیر ہوئے اس حقیقت کے مظہر ہیں کہ انسانیت وحشت و بربریت کے اتھاہ گڑھے میں دفن ہو چکی ہے، جو لوگ اس قسم کے لرزہ خیز واقعات کے مرتکب ہوئے ان کا ہندو یا مسلمان ہونا تو ایک طرف انہیں انسان کہنا بھی انسانیت کی ہتک ہے، کیا ہی سنگ دل اور وحشی انسان بنگلہ دیش بنانے کے خواہشمند ہیں۔ جن کی ابتداء یہ ہے ان کی انتہاء کیا ہو گی اور ان کا نام نہاد بنگلہ دیش اگر بن جاتا تو خونین دیش سے بڑھ کر اور کیا ہوتا۔

اس سلسلہ میں یہ امر اور بھی افسوسناک ہے کہ اس تحریک کا بانی جو نام کا مسلمان (شیخ مجیب الرحمٰن) ہے لیکن عملاً اسلام کا دشمن اور بھارت جیسے دشمن پاکستان کا حامی ہے، کچھ عرصہ قبل سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان کے عہد میں ایک ایسی ہی سازش پر اس کے خلاف مقدمہ بنایا گیا، جو اگرتلہ کیس کے نام سے مشہور ہے لیکن بعض نام نہاد خیر خواہانِ وطن کی سفارش پر اس مقدمہ کو رفع دفع کیا گیا۔ اگر اس وقت اس کو قرار واقعی سزا دے کر اس سازش کا انسداد کر دیا جاتا تو آج یہ واقعات پیش نہ آتے، یہ کتنی شرمناک بات ہے کہ پاکستان میں بیٹھے ہوئے پاکستانیوں کے ووٹوں سے آئندہ پاکستانی حکومت میں اقتدار کا حق حاصل کرتے ہوئے ایک علیحدہ دیش بنانے کے لئے بھارت جیسے دشمن ملک سے سودا کر کے پاکستان ہی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش کر لی گئی، اور جب اس سازش کو دبا دینے کے لئے جو بغاوت کا رنگ اختیار کر کے بے گناہ لوگوں کو خون میں رُلا رہی تھی، پاکستانی فوجوں نے قدم کے دہانے کھولے تو بھارتی مداخلت کار چیخ اُٹھے اور دہائی دینے لگے کہ پاکستان ظالمانہ اقدام کر رہا ہے۔ بھارت کی اس چیخ و پکار سے بعض دوسرے ممالک بھی متاثر ہو کر پاکستان کے خلاف طرح طرح کے اقدامات پر تل گئے۔ لیکن آخر حق ظاہر ہو گیا اور حکومت کے قرطاسِ ابیض نے تمام واقعات کو کھول کر رکھ دیا اور دنیا کو نظر آ گیا کہ بالعموم عوامی لیگ کے حامیوں نے کیا کیا انسانیت دشمن کارروائیاں کیں اور بھارت نے خواہ مخواہ مداخلت کر کے کیسی کیسی وحشیانہ حرکات سے انسانیت کے نام کو بٹہ لگایا۔"

اب میں علمائے اسلام اور سمجھدار عوام سے استفسار کروں گا کہ آیا یہ سارے واقعات جو مقررہ قانونِ الٰہی اور عین نمبروار تسلسل اور سیاق و سباق کے مطابق وقوع میں آ رہے ہیں سب اتفاقی ہیں؟ ایسے پے در پے اتفاق کی کوئی ایک مثال تو دی جائے جو کسی مقررہ قانونِ الٰہی پر پوری اُتری ہو؟ اگر نہیں ملتی تو خواہ مخواہ اعتراض کرنا ہٹ دھرمی محض ہے!

تائید مزید کے لئے حضرت مجدد وقت علیہ السلام کا مندرجہ ذیل الہام ۱۹ر فروری ۱۹۰۶ء مندرجہ تذکرہ صفحہ ۵۹۰ قابلِ غور ہے:۔

حضرت مسیح موعودؑ کا الہام

" عورت کی چال[1] - اَیلی اَیلی لما سبقتنی[2]
بریت[3] - اِذ کففت[4] عن بنی
اسرآئیل"
اللہ تعالیٰ

بعض آئندہ واقعات کے متعلق الہامی خبروں کو بھی ایسا ہی ایک راز کی طرح پُر اسرار طور پر نازل فرمایا جاتا ہے کہ وقت آنے پر اور واقع کے وقوع پذیر ہونے پر ہی مطلب کھل سکے اور صاحبِ فہم اصحاب اس کی وضاحت کر سکیں۔ الہام کے ان چاروں ٹکڑوں میں حالاتِ حاضرہ کی مکمل اطلاع اشارات (CODE - WORDS) میں دی گئی ہے بلکہ آئندہ کے بچاؤ کے لئے نسخہ اور احتیاط اور حفاظت بھی بتلائی گئی ہے۔

عورت[1] کی چال میں اشارہ ہے کہ یہ

کوئی مخصوص اور معروف اور مخالف عورت ہے جو ایک خاص خفیہ مکارانہ اور خطرناک چال چلے گی جس سے سخت اذیت ہوگی، بعدہٗ بریت اور بچاؤ بھی ہوگا۔ اس عورت کی مخصوص علامات اور اس کا کردار حلیہ تک ایک دوسری جگہ کشف میں کھول دیا گیا ہوا ہے۔ کشف ۱۶ جون ۱۹۰۵ء مندرجہ تذکرہ کا خلاصہ حضرت صاحبؑ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے :-

"مخالفانہ رنگ میں۔ بری حالت میں مقراض سے بال کٹے ہوئے کوئی زیور پہنا ہوا نہیں ہے۔ سر پر میلا سا کپڑا پگڑی کی طرح لپٹا ہوا ہے (یعنی ناپاک مشرک لوگوں کا کپڑا اور کام اور پوزیشن مردوں کی سی۔ (ناقل) اس سے نفرت آئی ساتھ ہی آسمان سے آواز آئی۔ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔"

یعنی جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت (دھتکار)، آکاش وانٹے!) مندرجہ بالا نشانات اشارات میں یہ حلیہ خصوصیت پوزیشن اور طرز و کردار صاف بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کا ہی ہے جو ایک معروف اور صاحبِ اقتدار عورت ہے اور مردوں کی طرح کام سنبھالے بیٹھی ہے۔ جس کے بال واقعی قینچی سے آدھے کٹے ہوئے ہیں اور جو عام زیور بھی نہیں پہنتی اور اب جس کا جھوٹ بھی مشہورِ عالم یعنی تمام دنیا میں واضح ہو چکا ہے اور اس پر ہر طرف سے لعنتیں پڑ رہی ہیں۔ اطلاع دی گئی تھی کہ یہ عورت ایک خطرناک خفیہ مکارانہ چال چلے گی "مردِ میدان بن کر کارروائی نہ کرے گی"۔ اس سے اس ملک کے باسیوں کی حالت "ایلی ایلی لما سبقتنی" (یعنی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ یہ دعا حضرت مسیح علیہ السلام کی بائبل میں موجود ہے جو انہوں نے بطور الحاح سُولی پر مانگی تھی) جیسی قابلِ رحم ہو جاوے گی چنانچہ جس بے دردی اور بے رحمی سے ایک لاکھ بے گناہ پاکستانیوں کا خون مشرقی بنگال میں اس عورت کی خفیہ سکیم اور چال سے ہوا وہ اس کی اس خطرناک چال ہونے کو ظاہر کرتا ہے اور جو حالت لاکھوں مسلمان پناہ گزینوں کی ہو رہی ہے خدا تعالیٰ ان پر اپنا رحم جلد فرمائے اس سخت ایذا دہی سے ان کی حالت جان کنی تک پہنچ چکی ہے لیکن آگے اسی طرح بشارت بھی دے دی گئی ہے کہ اس حالت سے بریت ہو جائے گی۔ نیز جملہ الزامات جو مشرکین و مخالفین لگائیں گے بھی بریت ہو جائے گی چنانچہ اب حالات قابو میں ہیں اور جھوٹ کا پول کھل کر بریت بھی ہو گئی ہے۔

اِذْ کَفَفْتُ عَنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ

کے الہام میں ایک تو اللہ تعالیٰ نے مشرقی پاکستانیوں پر سے وھو الذی کف ایدیھم عنکم کے مطابق فرعونی کفار کے ہاتھ باوجود جنگ کی آٹھ دن دھمکیوں کے تاحال روکے ہوئے ہیں دوسرے اس میں آئندہ کے آنے والے ایک مخصوص واقع کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا واقع صلیب اور اس سے بچاؤ۔ فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کی ہجرت میں حفاظت اور اس کے ظالمانہ ہاتھوں سے بچاؤ میں نقشہ مندرجہ بالا کے مثل یعنی جنگ موتہ کی خبر دے رہا ہے جس کا حال آج کل مشرقی پاکستان میں بن رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ابتلاؤں سے بچائے اور ثابت قدم رکھے۔ یہ وہی جانتا ہے کہ بچاؤ کیسے ہوگا۔ سماں خطرناک جنگ کا سامنے ہے۔ مندرجہ بالا تینوں واقعات میں اس طرف اشارہ ہے۔ بہرحال ان تینوں مواقع پر صالح لوگوں کا بچاؤ ہوا اور آخر کار دشمن ناکام اور خائب و خاسر ہوا۔

لہٰذا الہام میں آخر کار اس مردانہ قسم کی عورت کی خفیہ۔ مکارانہ اور ظالمانہ خطرناک چالوں سے بچاؤ کی بشارت پوشیدہ ہے بلکہ ایک اگلے ملحقہ الہام ص ۵۵۱ تذکرہ میں بعدہٗ اسی عورت کے خائب و خاسر ہونے کی اطلاع بھی دی گئی ہے :-

"اس پر آفت پڑی۔ آفت پڑی اور دیکھا کہ وہ عورت ایک نہایت ذلیل شکل میں کوڑھیوں کی طرح بیٹھی ہے"

یعنے دنیا کے ممالک اور شاید اس کی اپنی پارٹی کے لوگ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔

ہمارے صدر محترم کو اللہ تعالیٰ کچھ ایسی اعلیٰ پایہ اور کردار کی باتیں سجھا رہا ہے کہ ان کے ہر اقدام پر مخالفین پاکستان کی سبکی ہو رہی ہے۔ اوّل پہل کر کے شیر دل افواج کے ذریعہ فتنۂ منافقین و مشرکین کو بروقت دبا دیا گیا۔ اور ملک پر پورا کنٹرول کر لیا گیا۔ پھر بعض منتخب ممبروں کی بحالی کی گئی۔ پھر سول گورنر کا تقرر کیا گیا۔ نیز فرار ہونے والے پاکستانیوں کو واپسی کی دعوت دی گئی۔ اور اب ایک حقیقی مسلمان کے دل گردہ سے "عام معافی کا اعلان کیا ہے۔" جس پر حضرت مجدد زمانؑ کا ایک اور الہام اس وقت چسپاں ہو رہا ہے :-

"پہلے بنگالہ (یعنی سابقہ بنگال۔ ناقل) کی نسبت جو حکم (مارشل لاء کا۔ ناقل) جاری کیا گیا تھا۔ اب انکی دلجوئی ہوگی"

(بذریعہ اس عام معافی)

(الہام تذکرہ مندرجہ ص ۶۵۸)

(بقیہ مقالہ از ص ۲)

کے ذریعہ اسلام کا پیغام پہنچایا اور جس کے جاں نثاروں نے نہ صرف وہاں مشن قائم کر کے ہزاروں لوگوں کو داخلِ اسلام کیا بلکہ تثلیث کے مرکزوں میں مساجد تعمیر کر کے خدا کی کبریائی اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صدا بلند کی وہ کون ہے جس نے خدا سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف پایا اسے اسلام کی صداقت کا نشان ٹھہرایا اور انبیاء اولیاء اور وحی الٰہی کی صداقت کا زندہ نشان بنا، وہ کون ہے جس نے غلبۂ اسلام کی پیشگوئیاں کیں اور اسلام کے مخالفوں کی اکڑی ہوئی گردنوں کو جھکا دیا۔ وہ کون ہے جس نے تکفیر المسلمین کے خلاف آواز اٹھائی اور اہلِ اسلام کو کلمہ طیبہ پر متحد ہونے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا حیات پرور پیغام دیا۔ اور جو شخص آپ کے دامن سے وابستہ ہوا اس کی زندگی کو بدل کر اسے اسلام کا شیدائی اور شریعت کا پابند بنا دیا۔

احمدیت کوئی نیا دین نہیں، مشیت الٰہی کے تحت ایک تحریک ہے، جس کی غرض و غایت دلائل و براہین اور حقائق و معارف کے ذریعہ ادیان باطل پر اسلام کا غلبہ ثابت کرنا ہے۔ یہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے بیرونی دباؤ تشدد اور تنظیم کی محتاج نہیں۔ بلکہ یہ اپنے پیروکاروں کے قلوب میں ایک پاک تبدیلی اور روحانی قوت کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کا ہر رکن قوتِ ایمان سے زندگی کے ہر شعبے، حیات کے ہر لمحے اور ہر مقام پر دین کو دنیا پر مقدم رکھے، اپنی حیات مستعار اپنے علم، اپنے کردار، اپنی دولت، اپنی تمناؤں اور امنگوں اور اپنے طبعی تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکموں پر قربان کرے، وہ دولت اور جاہ و منزلت کا پجاری نہیں اور نہ ہی اس پر مغرور، کیونکہ اس کی نظر میں یہ مقصود بالذات نہیں۔ وہ تو علم، تقوےٰ اور محبت کا عاشق ہے اور دولت کو خدا کی راہ میں پانی کی طرح خرچ کرتا ہے۔ ایک احمدی کسی خارجی تنظیم کا محتاج نہیں ہوتا، وہ اپنا خود احتساب کرتا ہے۔ خارجی تنظیم کی ضرورت کا تصور اس کی روح کے منافی ہے۔ اس نے ایک عہد باندھ رکھا ہے کہ میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وقف ہے۔ اور اس عہد کی تکمیل کے لئے کسی بیرونی دباؤ اور جبر کا محتاج نہیں، تنظیم سے جبر، ریاکاری، تشدد اور لوٹ کھسوٹ کی خرابیاں معاشرے کو دبا لیتی ہیں۔ اس کے نام پر تنظیم کے اربابِ حل و عقد اپنے ہم نواؤں پر غور و فکر کے دروازے بند کر دیتے ہیں۔ نفرت خوف اور لالچ کے ذریعے انہیں دوسروں کے جدید افکار سے بے بہرہ رکھتے ہیں، دین و ایمان کی حفاظت کے نام پر انہیں دوسروں سے دور رکھتے ہیں اور انسانوں کے درمیان قرب کے دروازے بند کر کے اپنوں اور بیگانوں کو حقارت، عناد، اندھی تقلید اور جہالت کے غار میں دھکیل دیتے ہیں۔ یہ مذہبی تاجر اور مومن فریب۔

چشمِ انساں سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند
کرتے ہیں رُوح کو خوابیدہ بدن کو ہشیار

"تنظیم" کا احساس زوال و کمزوری کا نتیجہ ہے اور اس کے ذریعے کسی زوال پذیر تحریک کو سہارا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہی جمود، انحطاط، تقلید اور آمریت کی ابتداء ہوتی ہے۔ گو احمدی حصول مقصد کے لئے تعامل، تعاون، اتحاد اور متحدہ مساعی کا منکر نہیں، اس کی تحریک منصوبہ بندی، یکسوئی اور اشتراکِ عمل سے بے بہرہ نہیں، وہ تحریک کو متعینہ حدود میں رکھتا ہے، اس کی کامیابی کے لئے تمام اسباب و وسائل اختیار کرتا ہے تاہم وہ اتحادِ عمل کے لئے کسی بیرونی محرک اور دباؤ کا حاجتمند نہیں ہوتا، وہ جہاں کہیں بھی ہے اکیلا یا جماعت میں اس کے ارادے، اس کے عزائم، اس کا جوش، اس کی تڑپ، اس کا حضرت مسیح موعودؑ کے مشن پر یقین، زندہ خدا، زندہ رسولؐ اور زندہ کتاب پر ایمان اسے بے قرار اور سیماب پا رکھتا ہے اور وہ ہر گھڑی، حرارتِ ایمان سے برق تپاں کی طرح باطل کے خرمن کو جلانے کے لئے تیار رہتا ہے

فطرت کے مقاصد کے عیار اسکے ارادے ❊ دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

"یہی انسانیت کا معراج ہے، ایک زندہ تحریک کی یہی منزلِ مقصود ہے، تحریک احمدیت، عالمی تنظیموں کے برعکس حوادث کا مقابلہ کرتے ہوئے اسی مسلک پر گامزن ہے یہی ایک آزاد معاشرہ کا نقطۂ آغاز ہے۔ انہی کے لئے دنیا میں دارالسلام کی بشارت ہے۔ یہی تحریک کا بالآخر دنیا میں غلبہ مقدر ہے اور یہی آسمانی تحریک ہے جسکی طرف ہم اہلِ فکر و نظر کو بلاتے ہیں فھل من مدکر؟ (مسلم)

غلام نبی مسلم ایم اے

حضرت مسیح موعودؑ مجدد صد چہاردہم

راہِ حق میں بے نظیر صبر و استقامت

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

لاہور کا آخری سفر

زندگی کے آخری ایام میں حضرت مرزا صاحبؑ لاہور تشریف لائے اور احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پہلے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور پھر حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب رحؒ کے مکان میں فروکش ہو گئے۔ خوش بخت لوگ ہر روز خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور آپ کے مواعظ حسنہ سے بہرہ ور ہوتے لیکن ازلی بدبخت اس سے محروم رہتے۔ اور مولویوں کا ایک گروہ آپ کے مکان کے سامنے ہر روز آپؑ کے خلاف مظاہرہ کرتا۔ آپؑ کے جاں نثار مرید حضرت ڈاکٹر بشارت احمد رحؒ لکھتے ہیں:۔

"جب سے حضرت اقدسؑ لاہور تشریف لائے تھے، احمدیہ بلڈنگس کے سامنے اسلامیہ کالج والے میدان میں مخالف اور مکفر مولویوں نے اپنا اڈہ جما رکھا تھا۔ وہ روزانہ شام کو جمع ہوتے اور ہر قسم کی بکواس کرتے۔ ان لوگوں میں اندھی مخالفت کا وہ جوش تھا کہ بعض اوقات حضرت صاحب پر سب و شتم کرنے کے دوران میں یہ لوگ خود قرآن مجید پر ہاتھ صاف کر جانے سے نہ چوکتے تھے۔ غرضیکہ ایک عجیب طوفان بدتمیزی مچا رہتا تھا"

اور آپ کی وفات کے بعد جس وحشت اور درندگی کا مظاہرہ کیا وہ ان مولویوں کے سوا کسی انسان سے متوقع نہ تھا۔

آپ کے جاں نثار احباب پر تشدد

حضرت مرزا صاحبؑ کی ذات عالی صفات ہی مخالفوں کی بربریت کا نشانہ نہ بنی تھی بلکہ جو لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے اور ایک ایک دو دو کی تعداد میں ملک کے مختلف گاؤں، قصبوں اور شہروں میں آسمان کے ستاروں کی طرح بکھرے پڑے تھے ان پر بھی ستم کے پہاڑ گرائے گئے، گھر بار سے نکالا گیا مجلسی بائیکاٹ کیا گیا۔ بال بچوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ مساجد کے دروازے ان پر بند کئے گئے۔ قبرستانوں میں دفن کرنے سے روک دیا گیا، بعض صورتوں میں لاشوں کو قبروں سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا۔ مار پٹائی اور بے عزتی تو عام معمول تھا۔ یہ وحشت اس حد تک بڑھی کہ پاداش حق گوئی میں بعض موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ لیکن اسلام کے ان شیدائیوں نے اپنے آقا کی اتباع میں دامن حق و صداقت ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور غلبۂ اسلام، اعلائے کلمۃ اللہ اور ناموس حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جان، مال، آبرو، اولاد اور گھر بار کسی کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

ان قربانیوں کی داستان بہت طویل ہے یہاں ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں تاکہ دنیا اور بالخصوص ہمارے نوجوانوں کو معلوم ہو کہ وہ اپنے بزرگوں کی شاندار روایات کے وارث ہیں اور ان پر بجا فخر کر سکتے ہیں۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد علاقہ خوست (افغانستان) میں رہائش پذیر چلی آ رہی تھی۔ اُنیسویں صدی کے اواخر میں امیر عبد الرحمٰن والئ کابل کے زمانے میں اس خاندان میں حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف اپنے علم، تقویٰ اور شہرت کے عروج پر تھے۔ امیر کے دربار میں انہیں بلند مقام حاصل تھا، آپ کو حضرت مرزا صاحبؑ کے دعاوی سے متعلق چند کتب پڑھنے کا اتفاق ہوا تو آپ کے دعوے کی صداقت پر ایمان لے آئے اور اکتوبر ۱۹۰۲ء میں امام الزمانؑ کی دید کا شوق انہیں کشاں کشاں قادیان لے آیا۔ آپ چند ماہ صحبت مرشد میں رہے اور روحانیت کی منازل طے کیں ۱۹۰۳ء میں بادلِ ناخواستہ رخصت لے کر وطن واپس آ گئے۔ امیر کابل کو آپ کے عقائد کا علم ہو چکا تھا، آپ کو گرفتار کر کے کابل لے جایا گیا، جائیداد ضبط کر لی گئی علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ اور مرتد قرار دے کر قبول حق کی پاداش میں سنگسار کرنے کی سزا تجویز کی۔ اس صاحب ایمان کو انتہائی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا دامن چھوڑنے میں جان کی امان تھی، دربار شاہی میں عزت تھی، باعزت زندگی تھی، دولت تھی، اہل و عیال، خویش و اقربا، اور دوست و احباب کی محبت و رفاقت حاصل تھی، بادشاہ نے چار ماہ تک زنجیروں میں جکڑ کر بار بار ترک حق کی ترغیب دی، مگر تاریخ انسانیت کے اس شہید اعظم کے پائے حق و استقامت کو لغزش نہ ہوئی اور ہر بار یہی فرمایا:۔

"مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھ لوں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے شناخت کر لیا ہے اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی ہے۔ اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہو گا، میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق کو پا لیا ہے۔ اس لئے اس چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے بے ایمانی نہیں ہو گی، کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں میں جان چھوڑنے کو تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں کہ حق میرے ساتھ جائے گا۔"

ہر روز آہنی زنجیروں کی صبر آزما تکلیف ہے اولاد، اقرباء اور احباب کی محبت اور آہ و زاری ہے، حکومت کا لالچ اور جان کا خوف ہے۔ موت لمحہ بہ لمحہ قدم قدم آگے بڑھ رہی ہے لیکن یہاں تو لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کی منزل تھی

دُور تر از خود بہ یار آمیختہ
آب رُو از بہر روئے ریختہ
ہست دین تحفہ فنا را کاشتن
در سرِ ہستی قدم برداشتن

آخر آپ کو آہنی طوق و زنجیر میں جکڑ کر ناک میں نکیل ڈال کر مقتل کی طرف لے جایا گیا۔ زمین میں گاڑ کر امیر نے پہلا پتھر مارا اور کہا اب بھی اپنا عقیدہ ترک کر دو، جان و مال، آبرو بچ جائے گی، مگر آپ نے فرمایا "میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں"

اس پر پتھروں کی بارش ہوئی اور یہ شہید اعظم جنت الفردوس کی فضاؤں میں پہنچ گیا، اور جب حضرت امام الزمانؑ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا:۔

"اے عبد اللطیف تیرے پر ہزار رحمتیں، کہ تو نے میری زندگی ہی میں اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔"

کیا صاحبزادہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہی حضرت مرزا صاحبؑ کی قوت قدسی اور تاثیر پر زندہ شہادت نہیں؟

۲۔ حضرت مولوی عبد الرحمٰنؒ

آپ حضرت صاحبزادہ شہیدؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ اور آپ کے ارشاد کے ماتحت دو چار بار قادیان تشریف لائے۔ ایک بار آپ دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے اور کچھ عرصہ ٹھہر کر واپس افغانستان گئے۔ وہاں جہاد کے نام پر افراد کے قتل کی تلقین کی جا رہی تھی، آپ نے اسلام میں جہاد کے اصل مفہوم کی وضاحت کی جو ملاؤں کو پسند نہ آئی، اس پر آپ کو قید کیا گیا، بعض بدباطن لوگوں نے آپ کو احمدی کہکر حکومت کو اکسایا، اور آپ کو حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر ایمان رکھنے کی پاداش میں مار دیا لا گیا۔

۳۔ موضع شیخاں صوبہ سرحد میں جماعت احمدیہ کے چند احباب سکونت پذیر تھے مخالف ہر وقت درپے آزار رہتے تھے۔ ایک دفعہ جماعت احمدیہ کے چند احباب نماز ادا کر رہے تھے۔ عین حالتِ نماز میں، مخالفوں نے گولی چلا دی۔ اس وقت میاں جی خیل ملا امام تھے وہ شدید زخمی ہوئے اور ہسپتال میں ان کی ایک ٹانگ کاٹنی پڑی، اور اسی مقام میں کچھ عرصہ بعد جماعت کے ایک معزز رکن حضرت مولینا عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر دیا گیا۔

۴۔ دانہ ضلع ہزارہ میں احمدیوں کو ایک مسجد سے بے دخل کرنے کی کوشش ہوئی، فیصلہ احمدیوں کے حق میں ہوا۔ مگر احمدیوں نے دوسروں کو نماز کی اجازت دے دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن مخالفوں نے نماز کے بعد احمدیوں پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا جس سے کئی لوگ زخمی ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود احمدیوں نے مخالفوں کو نئی مسجد کی تعمیر کیلئے زمین دے دی

۵۔ حضرت شیخ اللہ دین شملویؒ

آپ کے دل میں اسلام کے لئے خاص جذبہ

تھا۔ آپ شملہ میں گورنمنٹ پریس میں ملازم تھے، جب آپ نے احمدیت اختیار کی تو مولویوں نے آپ پر کفر کا فتوےٰ لگادیا عام مسلمانوں کو آپ کے خلاف بھڑکایا گیا کوئی گالی نہ تھی جس کا آپ کو ہدف نہ بنایا گیا۔ مسلمان دوکانداروں نے سودا دینے سے انکار کر دیا، سقہ، دھوبی، حجام، حتیٰ کہ خاکروب کو آپ کا کام کرنے سے روک دیا گیا، اور ایک مُدت کے بعد جاکر یہ طوفان تھما۔

۶ ۔ لدھیانہ میں حاجی محمد حسن صاحب طبابت کا کام کرتے تھے آپ کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اور وہ دواخانہ جس میں مریضوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، بے رونق ہوگیا۔ آپ کی زمینوں کو جو چار مختلف دیہات میں تھیں غیر احمدیوں نے کاشت کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ سے استہزا عام معمول بن گیا۔ مگر آپ نے مخالفت کو پرکاہ کے برابر وقعت نہ دی۔ لالچ دیا گیا کہ آپ احمدیت چھوڑ دیجئے۔ آپ کے نقصان کی تلافی کر دی جائے گی۔ مگر آپ نے اسے رد کر دیا۔ اور ہر قسم کے مظالم کے خلاف سینہ سپر رہے۔

اس قسم کے واقعات سے تاریخ احمدیہ بھری پڑی ہے۔ احمدیوں کے جنازوں کو قبرستانوں سے روکنا عام ہوچکا تھا۔ ایک دفعہ غیر احمدیوں نے جلالپور جٹاں ضلع گجرات میں ایک احمدی کا جنازہ دو دن تک دفن ہونے سے روکے رکھا، دو دن کے بعد پولیس کی نگرانی میں جنازہ دفن کیا گیا۔ تو مخالفوں نے لاش کو قبر سے نکال ڈالنے کی دھمکی دی، اس پر ایک عرصہ تک قبر پر پہرہ لگا رہا۔

اس قسم کے مظالم اور زیادتیوں کے باوجود حضرت مرزا صاحبؑ کے نام لیوا نہ صرف اپنے ایمان پر قائم رہے بلکہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ آپ کے وصال کے وقت یہ تعداد ڈیڑھ کہ چار لاکھ سے بھی زیادہ ہوچکی تھی۔

ان مصائب کے پیش نظر حضرت امام الزمانؑ نے جماعت کو فرمایا:۔

"اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہوگے، تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے، اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی۔ اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے، اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تاکہ آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جائے۔"

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ پیشگوئی فرمائی۔ جس کی قبولیت کے آثار آج بھی ظاہر ہو رہے ہیں:۔

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس تمام جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب (اسلام۔ ناقل) ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالیگا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے، نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہیگا یہاں تک کہ قیامت آجائے...

..... اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا، میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا، اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف

"اسلام میں کوئی فرقہ نہیں"

مجھے اس کتاب کی بہت ضرورت ہے اور تلاش بسیم کے باوجود حاصل نہیں کر سکا۔ لہذا پیغام صلح کے کسی قاری کے پاس یہ کتاب موجود ہو تو میں عاریتاً، تحفتاً یا قیمتاً لینے کا خواہشمند ہوں۔ کتاب یا اطلاع مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجی جائے:۔

سوامی کلجگا آنند
کے۔ ایم۔ سی۔ بھنگی کالونی
رنچھوڑ لائن کراچی

ماہنامہ روحِ اسلام کا
حضرت مولینا محمد علیؒ نمبر

گذشتہ سالوں کی طرح "روح اسلام" کا اکتوبر میں محمد علیؒ نمبر شائع کیا جا رہا ہے۔ حضرت مولینا کو تحریک احمدیت میں جو منفرد مقام حاصل ہے، اس سے ایک عالم واقف ہے۔ اس سلسلے میں ہم اپنے اکابر سے ملتجی ہیں کہ وہ حضرت مولیناؒ کے متعلق اپنے افکار لکھ کر ۱۵ ستمبر سے پہلے پہلے دفتر میں بھیج دیں تاکہ یہ نمبر حضرت مولینا رح کے شایانِ شان پیش کیا جا سکے۔

مدیر ماہنامہ روح اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

رجب کا مہینہ

ادائگی زکوٰۃ کے لئے مخصوص سمجھا جاتا ہے آپ بھی اپنی زکوٰۃ اس مہینہ میں ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ زکوٰۃ کی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں آنی چاہئیں۔

جہاں سے تمام دینیہ

بیواؤں، یتیموں، ضعفاء، مساکین اور سب سے بڑھکر اسلام کی اشاعت پر خرچ کیا جاتا ہے۔

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۳۷

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک فری دار الشفاء

"الشفقۃ علی خلق اللّٰہ" کی عملی تفسیر پیش کرتا ہے

گذشتہ ۹ ماہ میں ۲۵۰۰۰ ہزار سے زائد مریضوں نے استفادہ کیا جن میں پاکستان کے علاوہ بیرون پاکستان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بھی ۸۵۰ سے اوپر ہے۔ آپ کے تعاون اور مالی امداد کا شکریہ۔

اپنے عطیات ذیل کے پتہ پر ارسال فرمایئے:—

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک فری دار الشفاء لاہور نمبر ۲

جلد ۵۸ | یوم چہار شنبہ، مورخہ ۷ رشعبان المکرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۷۱ء | نمبر ۳۸

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے

حکمت کے موتی

ایک دوسرے پر بدظنی نہ کرو

عن ابی ھریرۃ یاثر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تباغضوا وکونوا اخوانا ولا یخطب الرجل علیٰ خطبۃ اخیہ حتی ینکح او یترک۔

ترجمہ:—

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور ایک دوسرے کے بھید نہ ٹٹولو اور نہ عیب جوئی کرو اور نہ آپس میں بغض رکھو اور بھائی بھائی ہو جاؤ اور کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح کرے یا چھوڑ دے۔

عن انس بن مالکؓ قال کانت الامۃ من اماء اھل المدینۃ لتاخذ بید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنطلق بہ حیث شاءت۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ مدینے کی لونڈیوں میں ایک لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔

فضل الباری کتاب الادب

اس وقت اصحاب الفیل کی شکل میں اسلام پر حملہ کیا گیا ہے

لیکن خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید اپنا کام کر کے رہیگی

اور آخر کار اسلام غالب آئیگا

ارشادات حضرت مجدد زمان مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں ایک سورہ بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدر اور مرتبہ ظاہر کیا ہے اور وہ سورت ہے **الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔** یہ سورۃ اس حالت کی ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دکھ اٹھا رہے تھے اللہ تعالیٰ اس حالت میں آپ کو تسلی دیتا ہے کہ میں تیرا مؤید و ناصر ہوں۔ اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب الفیل کے ساتھ کیا کیا۔ یعنی ان کا مکر الٹ کر ان پر ہی دے مارا اور چھوٹے چھوٹے جانور ان کے مارنے کے لئے بھیج دیئے۔ ان جانوروں کے ہاتھوں میں کوئی بندوقیں نہ تھیں بلکہ مٹی تھی سجیل بھیگی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں۔ اس سورۃ شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ قرار دیا ہے۔ اور اصحاب الفیل کے واقعہ کو پیش کر کے آپؐ کی کامیابی اور تائید اور نصرت کی پیشگوئی کی ہے۔

یعنی آپ کی ساری کارروائی کو برباد کرنے کے لئے جو سامان کرتے ہیں اور تدابیر عمل میں لاتے ہیں۔ ان کے تباہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ ان کی تدبیروں کو اور کوششوں کو الٹا کر دیتا ہے کسی بڑے سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے ہاتھی والوں کو چڑیوں نے تباہ کر دیا۔ ایسا ہی یہ پیشگوئی قیامت تک جائے گی۔ جب کبھی کوئی **اصحاب الفیل** پیدا ہوگا تب ہی اللہ تعالےٰ ان کے تباہ کرنے کے لئے ان کی کوششوں کو خاک میں ملا دینے کے سامان کر دیتا ہے۔

پادریوں کا اصول یہی ہے ان کی چھاتی پر اسلام ہی پتھر ہے ورنہ باقی تمام مذاہب ان کے نزدیک نامرد ہیں، ہندو بھی عیسائی ہو کر اسلام کے ہی رد میں کتابیں لکھتے ہیں۔ رامچندر اور ٹھاکر داس نے اسلام کی تردید میں اپنا سارا زور لگا کر کتابیں لکھی ہیں بات یہ ہے کہ ان کا کانشنس کہتا ہے کہ ان کی ہلاکت اسلام ہی سے ہے طبعی طور پر خوف اُن کا ہی پڑتا ہے جن کے ذریعہ ہلاکت ہوتی ہے ایک مرغی کا بچہ بلی کو دیکھتے ہی چلانے لگتا ہے۔ اسی طرح

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۳)

مولینا شیخ محمد طفیل صاحب ایم اے

گیانا (جنوبی امریکہ) میں احمدیہ کنونشن

دیکنام میں اجتماعات

۴ر ستمبر ۱۹۷۱ء کو ہمارا قافلہ ویکنام پہنچ گیا۔ سفر کی تکان نے سب کو نڈھال کر رکھا تھا لہٰذا رات کو نو دس بجے کے قریب سب مہمان اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ ۵ر ستمبر کو علی الصبح فجر کی نماز کے لئے بہت سے دوست قریبی مسجد میں چلے گئے۔ الحاج عبدالرحیم صاحب جگو نے صبح کی نماز پڑھائی۔ خواتین بھی کافی تعداد میں نماز میں شریک ہوئیں، اور ویکنام کی چند خواتین کو پہلی مرتبہ مسجد میں نماز پڑھنے کا موقعہ ملا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، گیانا میں ہماری مساجد کے سوا باقی مساجد میں عام طور پر خواتین کا داخلہ ممنوع ہے

نو بجے کے قریب اس مسجد میں ہمارا پہلا اجتماع منعقد ہوا جس میں مولوی عبدالرحیم جناب میاں فاروق احمد شیخ مسٹر کمال ہیڈل، مسٹر والس محمد اور خاکسار نے تقاریر کیں، مولوی محمد رشید صاحب نے صدارت فرمائی۔ یہاں کی جماعت میں غیر احمدی احباب بھی شامل ہیں۔ میری تقریر کے بعد امام مسجد نے (جو ہماری جماعت میں شریک نہیں) حیات و وفات مسیح پر چند سوالات کئے۔ میرے جواب سے اُن کی اور بعض دیگر غیر احمدی احباب کی تشفی تو نہیں ہوئی لیکن ہماری جماعت کے لوگوں کو یہ مسئلہ اچھی طرح سے سمجھ میں آ گیا۔ حاجی امین صاحب جو ہماری جماعت کے پرانے ممبر ہیں جن کے ہاں میاں فاروق احمد شیخ اور ان کی فیملی گذشتہ سال ٹھہری تھی مدد وہ بیمار تھے، جسم کے ایک حصہ پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ اللہ تعالےٰ ان کو شفا عطا فرمائے۔ اس بیماری کے عالم میں بھی انہوں نے اپنے ہاں مہمانوں کو ٹھہرانے کا انتظام کر لیا تھا اور اپنی لڑکیوں کو مہمانوں کے لئے کھانا پکانے کے لئے بلا لیا تھا۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔

اسی دن دوسرا اجلاس چار بجے کے قریب آر کفر ز دلی سکول میں منعقد ہوا۔ جس میں زیادہ تر نیگرو لوگ شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر تقریر کے لئے زیادہ وقت مسٹر والس محمد صاحب کو دیا گیا۔ جناب میاں فاروق احمد شیخ نے بھی کچھ دیر کے لئے حاضرین سے خطاب کیا۔

شام کو پبلک میٹنگ ویکنام کے سینما ہال میں ہوئی جو اس علاقہ کی بہت بڑی میٹنگ تھی اس میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب ہی شریک تھے۔

مسٹر کمال ہیڈل، والس محمد، مولوی عبدالرحیم جگو اور خاکسار نے تقاریر کیں۔ ٹرینیڈاڈ کی خاتون مسز ذل دین نے میٹنگ کا خاتمہ دُعا سے کیا جو گیانا کے لوگوں کے لئے تعجب کا باعث تھا۔ اس جلسہ کے بعد بھی حاضرین کی طرف سے پندرہ بیس منٹ کے لئے سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔

رات گیارہ بجے اپنے اپنے ٹھکانوں پر دوست پہنچے۔ دوسرے دن آٹھ بجے صبح کشتی کے ذریعہ ریورز ٹاؤن (RIVERS TOWN) جانا تھا۔ جناب میاں فاروق احمد صاحب اس مرحلے پر کنونشن کے دوستوں کو الوداع کہکر جارج ٹاؤن واپس چلے گئے۔ ان کا پروگرام پاکستان واپس چلے جانے کا بن گیا تھا۔ ان کی شرکت بہمہ وجوہ بہت ہی مفید ثابت ہوئی۔

تین مختلف مقامات پر نماز جُمعہ کا انتظام

جمعہ ۶ر ستمبر ۱۹۷۱ء گیارہ بجے کے قریب ہم اپنے نوجوان مخلص دوست مسٹر یاسین کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ دریا کے ساتھ ہی ان کا کشادہ مکان ہے۔ جہاں پر انہوں نے مہمانوں کی ہر طرح خاطر و مدارات کی۔ ان کا کاروبار مچھلیاں پکڑنے کا ہے اس لئے ہم لوگ انہی کی کشتی میں سوار ہو کر ان کے گھر تک پہنچے تھے۔ گذشتہ سال بھی حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر رفقاء کو انہی کے گھر میں قیام کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ اس سال تمام افراد کو ٹھہرانا مشکل تھا۔ اس لئے دوسرے دوستوں کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔

نماز جمعہ کے لئے مہمانوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ بجائے ایک مسجد میں جانے کے تین مختلف مساجد میں نماز کا انتظام کیا گیا۔

مسٹر والس محمد۔ مولوی عبدالرحیم جگو اور خاکسار کے سپرد امامت کے فرائض کئے گئے۔

جس مسجد میں مجھے بھیجا گیا تھا، وہاں کے امام خواتین کو ہمراہ دیکھ کر پریشان ہو گئے اور گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جب ہم نے آپ کو یہاں آنے کے لئے مدعو کیا تھا اس وقت ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کے ساتھ خواتین بھی ہوں گی۔ میں نے انہیں کہا کہ مدینہ کی مسجد نبوی میں جب خواتین جا سکتی ہیں تو کیا آپ اس مسجد کو مدینہ کی مسجد سے زیادہ مقدس سمجھتے ہیں۔ کہنے لگے کہ بات تو آپ کی درست ہے لیکن یہاں اس کا رواج نہیں۔ اور لوگ ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ گذشتہ سال بھی جب حضرت امیر آئے تھے تو خواتین ہمارے ساتھ تھیں۔ ایک صاحب نے اس کی تائید کی اس لئے پیش امام صاحب کو بادل ناخواستہ چپ ہونا پڑا۔

خطبہ کا وقت آیا تو میں منبر پر جا کر بیٹھ گیا ایک صاحب بولے کہ آپ کی تقریر ہم بعد میں سُن لیں گے لیکن آپ ہمارے امام کو خطبہ دینے کے لئے کہیں۔ میں نے کہا مجھے تو آپ لوگوں کی طرف سے بلایا گیا ہے۔ اگر امام صاحب اس کی اجازت دیتے ہیں تو میں یہاں خطبہ دوں گا اور نماز پڑھاؤں گا ورنہ نہیں۔ امام صاحب کی طرف دیکھا تو انہوں نے کھڑے ہو کر کہا میری طرف سے اجازت ہے۔ میں یہ سُن کر خطبہ کے لئے کھڑا ہو گیا۔

جب میں خطبہ دے چکا تو میں نے حاضرین سے کہا کہ گو امام صاحب نے مجھے نماز پڑھانے کا حق بھی دیا تھا لیکن اب میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ اگر خود ہی نماز پڑھائیں، اس سے فضا بالکل خوشگوار ہو گئی اور بعد میں لوگ بڑی اچھی طرح سے پیش آئے۔ نماز کے بعد کوئی ایک گھنٹہ تک مختلف مسائل پر سوال و جواب ہوتے رہے۔

وہاں سے فارغ ہو کر ہم آنا ریجائنا کی مسجد میں آ گئے۔ میں نے مسٹر ریاست علی امام مسجد کے گھر جا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا۔ عصر کے وقت پھر مسجد میں آ گئے، دوستوں سے ملاقات ہوتی رہی کھانے کا بھی وہیں انتظام تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد کچھ عرصہ تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔

اسی شام کو اس علاقہ کے سکول میں پبلک جلسہ کا انتظام تھا۔ جس کی صدارت ڈسٹرکٹ کمشنر نے کی، ٹرنی ڈاڈ کی خواتین نے نعتیں سنائیں۔ مسٹر والس محمد، مسٹر کمال ہیڈل مولوی عبدالرحیم جگو اور خاکسار نے تقاریر کیں۔ علاقے کے کثیر لوگ جلسہ کی شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جو ہال کے اندر نہیں آنا چاہتے تھے وہ باہر ہی کھڑے ہو کر کارروائی سُنتے رہے۔

تکلیف دہ سفر

گیارہ بجے کے قریب جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔ ہمارے دوست چونکہ ذرا مختلف فاصلوں پر رہتے تھے اس لئے ان کو وہاں تک پہنچانا تھا۔ اور مستزاد یہ کہ اگلے دن تین بجے کشتی پر سوار ہو کر دوسرے شہر جانا تھا۔ جس کار میں ہم سوار تھے وہ راستے میں کئی جگہ خراب ہوئی۔ بمشکل ساڑھے بارہ بجے کے قریب ایک دوست کے گھر پہنچے۔ وہاں سب گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا مسٹر کمال اور والس محمد تو کرسی پر ہی بیٹھ کر سو گئے۔ میں نے ڈائننگ روم میں کمبل زمین پر بچھا لیا۔ آدھ گھنٹہ نہیں گذرا ہو گا کہ ایک صاحب نے گھنٹی بجائی اور کہنے لگے کہ کمال ہیڈل اور میرا انتظام ایک دوسری جگہ ہے۔ میں نے کہا مہربانی! اب ہمیں آپ یہیں رہنے دیں، ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد ہمیں اُٹھ کر نئے سفر کی تیاری کرنی ہے۔ اب آپ ہمیں آدھی رات کو کہاں لئے پھریں گے۔ اس حالت میں نیند کہاں آتی۔ کچھ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اور دو بجے کے قریب دوسرے سوئے ہوئے لوگوں نے اُٹھ کر سامان باندھنا شروع کر دیا۔ مجھے بھی بادلِ ناخواستہ اُٹھنا پڑا۔ کاریں ہم کو لینے کے لئے آ گئیں۔ اور نیند کے مارے گرتے پڑتے لوگ اگلی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ بڑی کشتی میں سوار ہوئے تو رات جھنک تھی اور ہوا اچھل رہی تھی کبھی کبھی بوندا باندی بھی ہو جاتی اور جہاں جا رہے تھے وہاں صبح سے عصر تک جلسے کا پروگرام تھا۔ پہلے اس دن کے بعد اگلا دن خالی رکھا گیا تھا تاکہ مسافر اپنی تھکن اتار لیں لیکن بعد میں جب دس دنوں کی بجائے کنونشن نو دن کر دی گئی تو اس علاقہ کی جماعت والوں نے اپنا پروگرام ملتوی کرنے کی بجائے اگلے روز جلسہ کا انتظام کر لیا۔ اور اس جوش و خروش کے عالم میں یہ خیال نہ کیا کہ مہمانوں کی کیا حالت ہو گی۔ وہ بھی بچارے کیا کرتے سال بھر میں ان کو ایک ہی موقعہ ملا تھا۔ اس موقعہ کو وہ ہاتھ سے کیسے جانے دیتے۔

کنونشن کا آخری دِن

کوئی چار گھنٹے کے سفر کے بعد ایسٹ کوسٹ پہنچے۔ وہاں سے کاروں بسوں موٹر سائیکلوں

(باقی بر صلا کالم ملا)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــــ لاہور ـــــــ مؤرخہ ۹ ار ستمبر ۱۹۷۱ء

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علوِ مرتبت

انگریزی روزنامہ "پاکستان ٹائمز" میں دو مضامین معراج نبوی پر شائع ہوئے ہیں جن میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ پہلے مسجد اقصےٰ اور پھر آسمان پر تشریف لے گئے جہاں اللہ تعالےٰ سے آپ کی ملاقات ہوئی اور جسمانی آنکھوں سے آپ نے خدا کو دیکھا۔

دونوں مضامین میں ان لوگوں کی بھی تردید کی گئی ہے جو معراج کو جسمانی نہیں مانتے بلکہ اس کے روحانی ہونے کے قائل ہیں، مثلاً کہا گیا ہے کہ اگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں گئے تھے تو کفارِ قریش نے اس واقعہ کو سُن کر اس کی تکذیب کیوں کی حالانکہ کفار تو سرے سے آپ کی وحی کے ہی منکر تھے، وہ جسمانی یا روحانی معراج کو کیونکر مان سکتے تھے، دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ معراج کا واقعہ سُن کر بعض مسلمان مرتد ہو گئے، حالانکہ اس کا کوئی ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف جب قیصرِ روم کے دربار میں ابوسفیان سے (جب وہ ابھی مسلمان بھی نہ تھے) یہ پوچھا گیا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد کوئی مُسلمان مرتد بھی ہوا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ کوئی شخص ایمان لانے کے بعد مرتد نہیں ہوتا، تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر ان لفظوں میں کیا گیا ہے سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ ۔ یہاں عبد کا لفظ روح معہ جسم پر بولا گیا ہے، حالانکہ یہ ظاہر بات ہے کہ عالمِ خواب یا کشف میں بھی انسان جس حالت میں بھی ہو عبد ہی رہتا ہے، یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت روحانی نظارہ دیکھنے والا انسان عبد نہیں رہتا اس لئے لازمی نہیں کہ عبد کا لفظ روح معہ جسم پر بولا جائے، پھر سوال یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کے ساتھ جو اللہ تعالےٰ کا مکالمہ ہوتا ہے یا یومِ آخرت کو ہوگا وہ عبد ہونے کی حالت میں ہوگا یا نہیں، قرآن کریم کی آیہ کریمہ ہے یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی، اس میں عبادی کا لفظ روح معہ جسم ہے یا کچھ اور؟ علاوہ ازیں اگر جسم کا ہونا ضروری ہو تو عالمِ روحانیت میں ایک اور جسم بھی انسان کو عطا ہوتا ہے، اس لئے عبد کا لفظ بہرحال اس پر بولا جا سکتا ہے، پھر سورۃ النجم جہاں معراج کا ذکر زیادہ واضح الفاظ میں ہے، یہ ارشاد فرمایا ہے فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ ما کذب الفؤاد ما رایٰ اس نے (یعنے اللہ تعالےٰ نے) اپنے عبد کی طرف وحی کی، دل نے جو کچھ دیکھا جھوٹ نہیں کہا اس آیہ کریمہ میں وحی کو جو عالمِ روحانیت سے تعلق رکھتی ہے، عبد کی طرف ہی منسوب کیا ہے اور دل کے جھوٹ نہ بولنے کا ذکر کر کے بتا دیا کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات دیکھا وہ ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا۔

علاوہ ازیں یہ بھی غور طلب امر ہے کہ کیا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اس بات میں ہے، کہ آپ خود چل کر آسمان پر جائیں یا عظمت کی بات یہ ہے، کہ آسمان کے تمام نظارے آپ کو زمین پر ہی عالمِ رؤیا میں دکھائے جائیں؟ قرآن کریم خود اس پر شاہد ہے کہ معراج کے مناظر آپ کو عالمِ رؤیا ہی میں دکھائے گئے۔ چنانچہ اسی معراج ہی کے ذکر میں فرمایا وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس ۔ یعنے ہم نے جو رؤیا تجھے دکھایا وہ لوگوں کے لئے فتنہ کا موجب ہو گیا، اس آیت میں رؤیا کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہ عالمِ خواب کا واقعہ ہے، چنانچہ لغت کے سب سے بڑے امام راغب لکھتے ہیں والرؤیا ما یُریٰ فی المنام یعنے رؤیا وہ ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے۔

پھر اسی سورہ بنی اسرائیل میں یہ بھی ذکر ہے کہ کفار نے منجملہ اور باتوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جائیں۔ ترقیٰ فی السماء تو اس کا یہ جواب دیا گیا قل سُبحان ربّی ھل کنت الا بشراً رسولاً ۔ انہیں کہدو کہ میرا رب ان باتوں سے پاک ہے، میں تو صرف بشر رسول ہوں، یعنے میرا بشر ہونا آسمان پر جانے سے مانع ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر نہیں کہ کسی بشر بالخصوص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر لے جائے، وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے لیکن قادر ہونے کے باوجود اس نے انسانوں کے لئے یہ قانون مقرر کر دیا ہے کہ فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون ، اسی زمین میں تم نے زندگی گذارنا ہے، اسی میں مرنا ہے اور اسی میں سے تمہیں نکالا جائے گا۔ اور فرمایا الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً وامواتاً ۔ کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کے لئے کافی نہیں بنایا۔

پھر صحیح بخاری میں معراج ہی کے ذکر میں لکھا ہے فیما یریٰ قلبہ وتنام عینہ ولاینام قلبہ ۔ یعنے اس حالت میں معراج ہوا کہ جب آپ کا قلب دیکھتا تھا اور آپ کی آنکھ سوتی تھی مگر دل نہیں سوتا تھا یہ سورۃ النجم کی اس آیت کے مطابق ہے جو اوپر نقل کی جا چکی ہے کہ ما کذب الفؤاد ما رایٰ ۔ دل نے جو کچھ دیکھا اس کے متعلق جھوٹ نہیں کہا، اور اسی حدیث بخاری کے آخر میں یہ لفظ بھی ہیں واستیقظ وھو فی المسجد الحرام ۔ پھر آپ جاگ اُٹھے اور آپ مسجدِ حرام میں تھے، اور دوسری روایت میں جو وہ بھی بخاری ہی کی ہے معراج کی حالت کو بین النائم والیقظان سوتے اور جاگتے کے درمیان بتایا ہے بالفاظ دیگر وہ ایک اعلیٰ درجہ کا مکاشفہ تھا، اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو بیت المقدس کی سیر کرنے کا ذکر کیا تو کفار نے آپ کے بیان کی صحت کو جانچنے کے لئے بیت المقدس کے نشانات دریافت کئے، تو حضور صلعم فرماتے ہیں کہ میں بھول چکا تھا اس وقت اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ اور میں انہیں اس کی نشانیوں کی خبر دینے لگا درآں حالیکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا، اس سے ظاہر ہے کہ جب مکہ میں کھڑے ہوئے ہوئے بیت المقدس آپ کے سامنے آ سکتا ہے اور حالتِ مکاشفہ میں آپ اس کو دیکھ کر تمام نشانات بتا سکتے ہیں، تو معراج کے موقعہ پر بیت المقدس اور آسمانوں کی سیاحت آپ وہیں مسجد حرام ہی میں کیوں نہیں کر سکتے تھے۔

پھر یہ بھی غور طلب امر ہے کہ کیا اللہ تعالےٰ ایک دنیوی بادشاہ کی طرح آسمانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں جہاں انہوں نے اپنے حبیب کو بلا کر اپنی زیارت کرائی؟ ظاہر ہے خدا تعالےٰ کوئی ایسا بادشاہ نہیں جو آسمان پر تخت نشین ہو، اس کا وجود انسانوں کی طرح محدود نہیں، وہ ہر جگہ موجود ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی زمین پر ملاقات کا موقعہ دینا کوئی بعید از قیاس امر نہیں۔

لیکن اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ معراج جسمانی تھا یا روحانی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے یا اسی زمین پر مناظر سماوی کی آپ کو سیر کرائی گئی، اصل حقیقت جو معراج میں نظر آتی ہے وہ شانداز علوِ مرتبت ہے جو واقعہ معراج میں حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔ سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں ہی مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصےٰ کی طرف لے جانے کی غرض یہ بتائی گئی ہے لنریہ من ایٰتنا تاکہ ہم آپ کو اپنے نشانات بتائیں۔ اور سورۃ النجم میں آپ کی صفاتِ عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے وھو بالافق الاعلیٰ آپ انتہائی بلند مقام پر پہنچ گئے، جہاں خدا تعالےٰ کا قرب اس حد تک نصیب ہوا کہ فرمایا دنا فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ پھر قریب ہوا بہت قریب یہاں تک کہ جیسے دو کمانوں کے جوڑنے سے دوستی کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی قریب تر، اس میں اہلِ عرب کے اس دستور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب ان میں دو شخصوں کے مابین پوری دوستی کا اظہار کرنا ہوتا تھا تو وہ دو کمانوں کو جوڑ کر ان میں سے تیر چلاتے تھے، اور اس سے یہ مطلب لیا جاتا تھا کہ ان میں سے ایک کی رضامندی دوسرے کی رضامندی ہو گی، اور ایک کی ناراضگی دوسرے کی ناراضگی، یہی بات اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد دوستی کے اظہار کے لئے قاب قوسین کے الفاظ میں ارشاد فرمائی بلکہ فرمایا او ادنیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب الٰہی اور عہد دوستی قاب قوسین سے بھی بڑھ کر ہے۔

کتنا بڑا مرتبہ ہے، اور کس قدر بلندی شان ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ معراج میں حاصل ہوئی، اور اس بلندی شان کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک میں ان صفات الٰہی کے ذریعہ سے ظاہر ہوا جو حضور کی روزمرہ کی زندگی میں پائی جاتی تھیں، وہ بلندی اخلاق وہ عفو و کرم، دوستوں کے ساتھ قرب و ملاطفت غرباء کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ، مخالفین سے حسن سلوک، جنگوں میں حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرنا، عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھانا اور اسی قسم کی بیسیوں باتیں ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں پائی جاتی ہیں اور یہی وہ صفات الٰہی ہیں

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۳)

واہ میں مولینا محمد یحییٰ کی آمد پر ایک استقبالیہ جلسہ

۲۲ ستمبر کو مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلین (جرمنی) کے استقبال میں ایک جلسہ محترم بشارت احمد صاحب بقا کے مکان واقع واہ کینٹ میں منعقد ہوا، جس میں راولپنڈی اور بعض دیگر مقامات سے بہت سے احباب شامل ہوئے۔ مقامی لوگوں میں سے بھی کئی غیر از جماعت احباب نے شمولیت اختیار کی، جلسہ کی صدارت محترم میاں فاروق احمد صاحب ملزادہ نے کی۔ محترم بشارت احمد بقا صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی، جس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب "فتح اسلام" کے چند اقتباسات پڑھ کر سنائے گئے۔

محترم میاں فاروق احمد صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں مولنا بٹ صاحب کا تعارف کراتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ مولینا بٹ صاحب اور جماعت احمدیہ کے دیگر مبلغین جو بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے کام میں منہمک ہیں، ان کے اندر یہ چنگاری کس طرح پیدا ہوئی کہ ان لوگوں کو جو علم میں ان لوگوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں اسلام کا پیغام پہنچا ئیں، یہ اس شخص کا پیدا کردہ جذبہ ہے، جو اس صدی کے سر پر مجددیت کے منصب پر فائز ہوا، اس نے اپنے ساتھیوں کے دلوں میں ایمان کی روح پیدا کر دی اور وہ اسلام کا جھنڈا لے کر یورپ میں جا پہنچے۔

محترم میاں صاحب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد پیدا ہوتے رہیں گے یہ بتایا کہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں مجدد آتے رہے یہاں تک کہ ہمارے اس ملک ہند میں حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ منصب مجددیت پر فائز ہوئے اسی طرح چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی منصب مجددیت پر فائز ہو کر اسلام کا نور دلوں میں پیدا کر دیا اور اپنے ماننے والوں سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا، اس نور سے منور ہو کر ہمارے یہ نوجوان اس بات کو نہ سوچتے ہوئے کہ بیرونی ممالک میں تبلیغِ اسلام کے وسائل کیا ہیں، انہیں اس کام سے کیا دنیوی فائدہ ہوگا یا لوگ انہیں کیا کہیں گے، اسلام کا پیغام ان ملکوں میں پہنچا رہے ہیں، ان کا یہ کام ہر طرح قابلِ ستائش اور لائق تقلید ہے۔

صاحبِ صدر کے ان ریمارکس کے بعد مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ میاں صاحب ممدوح نے حضرت امام زمان کا ذکر فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہماری تبلیغی جدوجہد میں حضرت اِمامِ زمان کا بہت بڑا اثر ہے، بیرونی ممالک میں تبلیغ کا کام نہیں ہو سکتا جب تک امامِ زمان کے لٹریچر کا مطالعہ نہ کیا جائے، اس لٹریچر کے پڑھنے سے ہی تبلیغ کی تڑپ پیدا ہوتی اور دل میں حوصلہ پیدا ہوتا ہے، اسی سلسلہ میں آپ نے بتایا کہ میں نے تین سال انگلستان میں تبلیغ کی اور بارہ سال سے جرمنی میں کام کر رہا ہوں، اس عرصہ میں کئی پادریوں سے باتیں ہوئیں، کئی معزز لوگ جو مسجد دیکھنے آتے ہیں ان سے جب گفتگو میں اسلام کی حقیقت بیان کی جاتی ہے تو وہ اس کی معقولیت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

آپ نے بتایا کہ جرمن قوم سائنس اور ٹیکنیکل علم میں روس اور امریکہ و برطانیہ سے بہت بڑھی ہوئی ہے، وہ مذہب کے اس تصور سے جو عیسائیت پیش کرتی ہے بیزار ہیں اور مذہب کے حقیقی تصور کے متلاشی ہیں، ان کے سامنے جب اسلام کا تصور پیش کیا جاتا ہے تو وہ حیران رہ جاتے ہیں اور خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں، آپ نے بتایا کہ عیسائیت کے مذہبی عقاید یا پادریوں کے بیانات کے متعلق سوال کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے اور یہ اصرار کیا جاتا ہے کہ کوئی بات سمجھ آئے یا نہ آئے اسے قبول کیا جائے، لیکن قرآن نے بار بار عقل سے اپیل کی ہے۔ اور ہر بات کے لئے فرمایا ہے کہ عقل سے کام لو، سوچ سمجھ کر قبول کرو، اس سے وہ لوگ بہت متاثر ہوتے ہیں اور ان باتوں کی قدر کرتے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ اس وقت تک جرمنی میں ۱۴۴ مسلمان ہو چکے ہیں، جن میں اچھے پڑھے لکھے اور معزز مرد و خواتین شامل ہیں۔

دورانِ تقریر میں آپ نے اسلامی ممالک کے بعض علماء کا بھی ذکر کیا جو جرمنی میں آتے ہیں، ان میں سے لیبیا کے ایک عالم سے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر آیا اور انہیں ختمِ نبوت کے متعلق آپ کا عقیدہ بتایا گیا، تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اہلِ ربوہ کے عقائد ماننے کے قابل نہیں، انہوں نے واپس جا کر ایک کتاب لکھی جس میں میرے ساتھ ملاقات اور گفتگو کا ذکر کیا اور حضرت مسیح موعود کے خیالات کو سراہا ہے۔ ایک مسلمان سے مسیح کی بلا باپ ولادت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ایک لطیفہ سا سنایا کہ قرآن میں بعض انبیاء کے نام لے کر جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں، ومن آباءھم فرمایا ہے، جس سے ثابت ہے کہ دوسرے انبیاء کی طرح حضرت مسیح کا بھی باپ تھا، اس پر اس شخص نے کہا کہ آباء سے دادا مراد ہے، میں نے کہا کہ جب باپ ہی نہیں تو دادا کہاں سے آگیا، اس پر وہ ششدر رہ گیا۔

مکرم یحییٰ صاحب کا لیکچر قریباً ایک گھنٹہ جاری رہا، جس کے بعد میاں بشیر احمد صاحب منٹو نے دعا کی اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔

کسرِ صلیب فنڈ میں
عطیات دینے والے احباب کی فہرست

نام	مقام	روپے
حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب	لاہور	100/..
خان عبد العزیز خان صاحب	زیدہ	100/..
صوفی نذر محمد صاحب	لاہور	400/..
جے۔ ایم۔ اکبر صاحب	نوشہرہ	1000/..
اقبال احمد شیخ صاحب	راولپنڈی	100/..
اہلِ خانہ حضرت امیر ایدہ اللہ	لاہور	20/..
مرزا حمید الرحمٰن صاحب	لاہور	50/..
خان بہادر غلام ربانی خان صاحب	مانسہرہ	100/..
چوہدری الہٰی بخش صاحب	لائل پور	100/..
چوہدری احمد سجاد صاحب	رسالپور	6/..
ملک کندل خان بابا صاحب	پشاور	90/..
عبد الولی خان صاحب	"	10/..
عبد الحیٔ خان صاحب	"	60/..
ملک محمد زمان خان صاحب	"	10/..
لیاقت علی خان صاحب	"	2/..
قربان علی خان صاحب	"	1/..
عبد الرحمان خلف الرشید ڈاکٹر کرم الہٰی صاحب	"	20/..
چوہدری امجد خان صاحب	وزیر آباد	20/..
ایس۔ عبید اللہ صاحب	"	20/..
مستری عبد الکریم صاحب	"	30/..
شیخ ممتاز احمد صاحب	"	10/..
شیخ غلام احمد صاحب	"	10/..
حکیم مولوی اللہ دتہ صاحب	"	10/..
محترمہ تاج بیگم صاحبہ	لاہور	100/-
میزان		2369/..

نوٹ: جماعت پشاور سے مندرجہ بالا رقوم کے علاوہ جن کی میزان -/193 روپے بنتی ہے کچھ اور رقوم بھی میاں بشیر احمد صاحب منٹو کو وصول ہوئی ہیں، جن کی میزان -/283 روپے ہے اس کی فہرست آئندہ دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہم دیگر جماعتوں کے صاحب استطاعت اور ذی ثروت اصحاب کو بالخصوص توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کہ اس سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی صداقت اور امام وقت کے کارناموں کی عظمت ظاہر ہوتی رہے۔

کسرِ صلیب فنڈ میں

جے۔ ایم اکبر صاحب نوشہرہ سے ایک ہزار روپیہ کی وصولی کا اعلان مندرجہ بالا فہرست میں کیا جا چکا ہے اسکے علاوہ انہوں نے مزید -/500 روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا

انسان کی تخلیق اور بقائے زندگی کے سامان ہستی باری تعالیٰ پر شاہد ہیں۔

رُوحانی زندگی کے بقا کے لئے قرآن کریم جیسی رُوح پرور کتاب کا نزول۔

خُطبہ جُمعہ

مؤرخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۷۱ء
فرمُودہ
حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتًا فاحیاکم ثمّ یمیتکم ثمّ یحییکم ثمّ الیہ ترجعون۔ ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعًا ثمّ استوٰی الی السّماء فسوّٰھنّ سبع سمٰوٰت۔ وھو بکلّ شیٍٔ علیم ——— (البقرۃ ۲۸—۲۹) ———

اللہ تعالےٰ کا عظیم احسان ——— حیاتِ انسانی۔

فرمایا کیف تکفرون باللہ تمہارے لئے یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کی ذات کا انکار کرو، بڑے تعجب کا مقام ہے کس طرح تم اس خدا کا انکار کر سکتے ہو جس نے تم کو مردہ ہونے کی حالت سے زندہ کیا۔ کنتم امواتًا۔ تم تو مٹی کے اندر بکھرے ہوئے مردہ ذرات تھے۔ ہم نے ان ذرات کو اکٹھا کیا۔ فاحیاکم اور تم کو زندہ انسان بنا دیا۔ کیف تکفرون کس طرح تم انکار کر سکتے ہو جبکہ خود تمہارے اوپر یہ حالت گذری ہے کہ تم مردہ اجزاء کی صورت میں تھے تم کو ہم نے زندگی عطا کی، یہ زندگی اس قدر قیمتی چیز ہے کہ سارا جہان ایک طرف تمہارے ہاتھ میں رکھ دیا جائے اور تمہیں کہا جائے کہ تم اپنی جان دے دو۔ لیکن تم ایسا نہیں کرو گے۔ اس لئے کہ زندگی بہت قیمتی چیز ہے۔ یہ زندگی ہم نے عطا کی ہے۔ اتنا بڑا انعام۔ تمہاری ذات کے اندر موجود ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کیف تکفرون باللہ تمہارے لئے کیونکر ممکن ہوتا ہے کہ تم اس خدا کا انکار کرو جس نے اتنی بڑی قیمتی چیز تمہیں عطا کی، کوئی زبان سے انکار کرتا ہے کوئی احکامِ الٰہی کا انکار کر کے عملاً کفر کے راستہ پر چل نکلتا ہے۔

زمین و آسمان انسان کی خدمت میں

اس عظیم احسان کے بعد دوسرے عظیم احسان کا ذکر یوں فرمایا۔ ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعًا۔ پھر تمہاری زندگی کے قیام کے لئے وہ سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا جو زمین میں ہے۔ تمہارے لئے سبزی پیدا کی۔ غلہ پیدا کیا، طرح طرح کے پھل پیدا کئے یہ سب اشیاء مٹی سے پیدا ہوتی ہیں، تم ان کو کھا جاتے ہو، اس سے تمہارے اندر خون پیدا ہوتا ہے اور تم سے آگے نسل چلتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ان احسانات کے ہوتے ہوئے کیف تکفرون باللہ تم کس طرح اللہ تعالےٰ کا انکار کر سکتے ہو۔ ثمّ یمیتکم۔ پھر تمہیں موت آ جاتی ہے جس سے تم اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ تمہارا کوئی بچہ مر جائے تو تمہیں زندگی کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ کیف تکفرون باللہ۔ حالات یہ ہوں اور تم خدا کا انکار کرو؟ ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعًا۔ تمہاری خاطر تمہاری زندگی کے قیام کے لئے چیزوں کو پیدا کیا ہے میدان ہوں، میدانوں کے کھیت ہوں، اناج ہو، پہاڑ ہوں، چشمے ہوں، ندی نالے ہوں، پہاڑ کی معدنیات ہوں، پہاڑ کی لاجواب سبزیاں ہوں، اس پر کے لاجواب پرندے ہوں یہ سب کچھ تمہارے لئے پیدا کئے گئے ہیں، یہ زمین تمہاری خاطر بنائی گئی ہے۔ سمندر اس سے تین گنا بڑا ہے، وہ بھی تمہارے لئے ہے۔ سمندر کی سطح اور اس کی تہ میں جو کچھ ہے وہ بھی تمہارے لئے ہے۔ سمندر کی سطح پر جہاز چلتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے تمہارے کاروبار اور تجارت چلتی ہے۔ پہاڑ کی آٹھ دس ہزار فٹ بلند چوٹی پر برف ہوتا ہے جس میں تانبہ جیسی قیمتی شے ہے، یہ تانبہ تمہاری طاقت کے لئے مفید ہے، سمندروں میں سیپ کے اندر تمہارے لئے موتی ہیں جو تمہارے دل و دماغ کو تقویت دیتے ہیں اور تمہارے لئے خصوصی زینت کا کام دیتے ہیں، اور پہاڑ کی چوٹیاں تمہارے لئے ہیں اور سمندر کی تہ تمہارے لئے ہے پھر کیف تکفرون باللہ کس طرح ممکن ہے کہ تم خدا کا انکار کرو در حالت یہ ہے کہ تمہاری ذات خود ہی گواہی دیتی ہے کہ تم پر اللہ تعالےٰ کے کس قدر احسانات ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے۔

فرمایا کہ ہم نے اپنی شکل پر آدم کو پیدا کیا ہے۔ یہ کتنا بڑا انعام ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خدا کے بھی تمہاری طرح ہاتھ اور پاؤں ہیں، مطلب یہ ہے کہ خدا کی صفات کا عکس انسان کے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ اگر خدا رحیم و کریم ہے تو انسان بھی رحیم و کریم ہے۔ اگر خدا عادل ہے تو انسان بھی عادل ہے خدا تعالےٰ نے انسان کے اندر ایسے قویٰ رکھے ہیں کہ وہ فضاؤں میں تیرتا پھرتا ہے، سمندروں کو چیرتا جاتا ہے۔ پہاڑوں کو توڑتا ہے ہوا میں پرواز کرتا ہے۔

پانی اور سُورج کی حرارت و رُوشنی پر حیات کا دار و مدار

فرمایا ثمّ استوٰی الی السّماء آسمان بھی اس کے لئے پیدا کیا۔ آسمان سے پانی اُترتا ہے۔ وجعلنا من الماء کلّ شیٍٔ حیّ۔ پانی سے زندگی ہے کیڑے مکوڑے ہوں یا چرند پرند اور درندے اور انسان ہوں یا نباتات، یہ سب پانی سے زندہ ہیں، ان سب کی زندگیاں پانی پینے رہنے پر منحصر ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا فی السّماء رزقکم زندگی کا انحصار آسمان کی بارش پر ہے اور زندگی کا انحصار سورج کی روشنی اور اس کی حرارت پر ہے۔ روشنی کے بغیر یہ نباتات غلہ جات، سبزیاں اور پھل پھول نہیں اُگتے۔ سُورج کو ضیاء بھی کہا ہے کہ یہ نور بھی دیتا ہے اور گرمی کا سرچشمہ بھی ہے۔ ساری کی ساری دُنیا کے جانداروں کے لئے گرمی مہیا کرتا ہے۔ یہ سُورج صدیوں پہلے بنا سارے جہان کو گرمی اور روشنی پہنچا رہا ہے۔ یہ انگیٹھا ہے جس کی آگ بجھنے میں نہیں آتی۔ سُورج کی اس طاقت کو دیکھ کر اس کی پرستش ہوئی ہے۔ لوگوں نے اس کو ان دیوتا سمجھا ہے، یہ اناج اور پھل پھول دیتا ہوا نظر آیا تو اس کی پرستش شروع کر دی گئی، غرض کسی نے سُورج کو دیوتا یقین کیا اور کسی نے قمر کو دیوتا خیال کیا۔

لائق پرستش ذات

فرمایا لا تسجدوا للشمس ولا للقمر۔ سُورج اور قمر کی پرستش نہ کرو یہ تو اس خالقِ حقیقی کے پیدا کردہ مخلوق ہیں جس نے کل جہان کو زندگی بخشی۔ واسجدوا للہ الذی خلقھن۔ پس تم اس ذات کی پرستش کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اگر کسی مخلوق کے اندر اس قدر طاقت و قوت موجود ہے تو اس کے پیدا کرنے والے کی طاقت و قوت کا اندازہ لگائیے، یہ حقیقت ہے کہ سورج کے بغیر، نہ چاند کے بغیر اور نہ ہوا کے بغیر کسی قسم کی زندگی ممکن ہو سکتی ہے۔

ہَوا کے ذِمّہ ایک قیمتی وظیفہ

یہ ہوا اپنے نازک پَروں پر لاکھوں من پانی کا بوجھ بخارات کی شکل میں اٹھا کر دُور دراز مقامات پر لے جاتی اور تمہاری مُردہ اور پیاسی زمین پر برسا دیتی ہے، یہ کس قدر عمدہ ٹرانسپوٹیشن ہے کہ سمندر کا پانی سُورج کی گرمی سے بخارات

بنا کر ہوا کے پروں پر دور دراز کے علاقوں کی طرف لے جایا جاتا ہے اور پیاسی زمین کو سیراب کر دیتا ہے۔

فرمایا ومن یرسل الریاح تمہیں پتہ ہے کہ یہ ہوائیں کون چلاتا ہے؟ سوائے خدا تعالے کے اور کون ان کو چلانے والا ہے۔ اور یہ ہوا کبھی نر درخت سے پولن اٹھا کر مادہ درخت پر لا گراتی ہے اور اسے باردار کر دیتی ہے۔ چنانچہ فرمایا وارسلنا الریاح لواقح۔ عربی لغت میں لقح کا ترجمہ گابھن کرنا ہے۔ خدا تعالے نے ہواؤں کے ذمہ ایک قیمتی وظیفہ لگا رکھا ہے یہ ہوائیں نر درختوں کا پولن اٹھا کر مادہ درختوں تک پہنچاتی ہیں تو پھل پیدا ہوتے ہیں۔

ایک انکشاف

چودہ سو سال ہوئے حضور نے یہ سائنسی انکشاف فرمایا تھا اس وقت اہل علم کو اس امر کا علم نہ تھا کس طرح ان کو اس حقیقت کا علم نہ تھا جو ان الفاظ میں درج ہے وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ کہ تمام کی تمام اشیاء کی زندگی کا انحصار پانی پر ہے۔

مقام غور و فکر

کیف تکفرون باللہ۔ کس طرح تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے یہ تمام انتظامات تمہارے لئے کر رکھے ہیں۔ تم غور کرو اپنی زندگی پر۔ اپنی تخلیق پر اور اپنی قوتوں پر۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے جو خدا نے تمہیں دی ہے اور پھر فرمایا فاحیاکم ثم یمیتکم اگر زندگی کو پیدا کرنے والا اور اس کو بقا دینے والا خدا ہے تو زندگی چھین بھی وہی لیتا ہے۔ انسان مرتا ہے۔ کبھی پیدا ہوتے ہی، کبھی نوجوانی کے عالم میں مرتا ہے ثم الیہ ترجعون۔ پھر خدا کے حضور میں حاضری ہے۔ کتنی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ تم مرتے ہو۔ بادشاہ اور حکمران مرتے ہیں۔ پیغمبر اور اولیاء مرتے ہیں۔ کمانڈر اور دولتمند مرتے ہیں۔ پہلوان مرتے ہیں سب مرتے ہیں۔ پس تم خدا کے حضور کو سامنے لے کر جاؤ گے۔

اگر اس نے آسمان سے بارش نازل کر کے تمہاری زندگی کی بقا اور نشوونما کے سامان کئے تو قرآن کریم جیسی روح پرور اور زندگی بخش کتاب بھی اسی خدا نے ہی نازل کی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ اس کتاب کو اپنے عمل سے دنیا تک پہنچائیں، فرمایا میرے احسانات کی انتہا نہیں ہے۔ تم کبھی زبان سے اس خدا کا انکار کرتے ہو اور کبھی عملاً اس کے احکام کو بجا نہ لا کر اس کی ناشکری کرتے ہو۔ کیف تکفرون باللہ۔ ہوش کرو کس خدا کی نافرمانی کر رہے ہو کس کتاب کی نافرمانی کر رہے ہو کس پیغمبر صلعم کے نمونہ کو دیکھ کر لاپرواہی کر رہے ہو۔

دُعا

دُعا کریں کہ اللہ تعالے ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے احکام پر عمل کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالے کا کلام زندگی بخش ہے اللہ تعالے کے احسانات ہم پر بہت ہیں۔ اس کی جناب کی طرف توجہ کرو اپنی خطاؤں کی مغفرت چاہو۔ ارادہ کر لو کہ ہم اللہ تعالے کے احکام کی پابندی کریں گے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ پر چلنے کی سعی کریں گے۔

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا استقبالیہ جلسہ

مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے مؤرخہ ۲۵ ستمبر بروز ہفتہ ۱/۲ ۴ بجے شام احمدیہ ہال۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مولینا محمد یحیٰی بٹ صاحب مبلغ اسلام وامام برلین مسلم مشن (جرمنی) کے اعزاز میں استقبالیہ دیا جس میں خواتین واحباب سلسلہ کے علاوہ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی۔ مکرم مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے صدارت فرمائی۔ قرآن کریم کے بعد ازاں مکرم میاں فضل احمد صاحب صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے استقبالیہ تقریر کی۔ پھر مولینا محمد یحیٰی بٹ نے لیکچر دیا جس میں جرمنی میں تبلیغ اسلام کے مختلف واقعات کو بیان کرتے ہوئے اسلام و عیسائیت کے بنیادی اُصولوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اسلام کی تعلیمات کی معقولیت ثابت کی۔

آخر میں مکرم مولینا شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب نے صدارتی تقریر فرمائی اور دُعا کے ساتھ اختتام جلسہ کا اعلان کیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم ڈاکٹر شیخ مبارک احمد صاحب نے سرانجام دیئے۔

حاضرین کی تواضع کوکا کولا سے کی گئی۔ یہ انتظام ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے ہاتھ میں تھا، اور انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے نباہا۔ جزاہم اللہ

بقیہ مقالہ

(بسلسلہ صفحہ ۳)

جو قرب الٰہی سے آپ کو حاصل ہوئیں اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ معراج ہی رات آپ کو پانچ نمازوں کا حکم ہوا جو آپ نے اپنی امت کو سکھائیں اور یہ ارشاد فرمایا کہ الصلوٰۃ معراج المؤمن نماز مومن کا معراج ہے، ضرورت ہے امت کا ہر فرد اس معراج کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر آج ہر مسلمان، بڑا اور چھوٹا، حاکم و ماتحت، مرد اور عورت، نمازوں کی پابندی اختیار کریں اور سچے دل سے اللہ تعالے کے حضور سجدہ ریز ہو کر اپنے اعمال کی درستی میں کوشاں ہوں تو اس امت کے دن پھر جائیں اور وہ فی الواقعہ معراج کے عالی مقام پر پہنچ جائے۔

اخبار احمدیہ

وفات

اسمٰعیل آباد ملتان سے محمد داؤد علوی صاحب لکھتے ہیں:۔

خاکسار کے والد جناب محمد ظہور الحق صاحب مؤرخہ ۱۷ ستمبر بروز جمعۃ المبارک وفات پا کر اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اور تمام جماعتوں سے نماز جنازہ غائبانہ کی پرزور استدعا ہے یہاں پر مقامی بستی کے چند شرپسند افراد نے شرارت پیدا کر کے ہماری پریشانی میں اضافہ کر دیا تھا لیکن بعض غیر از جماعت دوستوں کے تعاون اور جماعت کے ایک دوست محمد علی صاحب کی کوشش سے اور اللہ تعالے کے فضل و کرم سے تجہیز و تکفین اور تدفین کا سب کام بخیر و خوبی انجام پا گیا۔

جناب والد صاحب مرحوم و مغفور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے مشاہیر کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور جماعت کے لٹریچر سے بیحد شغف رکھتے تھے۔

خصوصًا پیغام صلح کا بے صبری سے انتظار فرمایا کرتے تھے۔ دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما دے اور مراتب بلند فرما دے۔ آمین

آخر میں تمام ان غیر از جماعت دوستوں کا جنہوں نے خاکسار کی اس نازک مرحلہ پر امداد کی بے حد ممنون اور مشکور ہوں۔ اللہ تعالے انہیں اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

احقر العباد محمد داؤد علوی سیکرٹری جماعت

مَلفُوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

پر مختلف مذاہب کے پیرو عموماً اور پادری خصوصاً جو اسلام کی تردید میں زور لگا رہے ہیں، یہ اسی لئے ہے کہ ان کو یقین ہے بلکہ اندر ہی اندر ان کا دل ان کو بتاتا ہے کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جو ملل باطلہ کو پیس ڈالے گا۔

اس وقت اصحاب الفیل کی شکل میں اسلام پر حملہ کیا گیا ہے مسلمانوں کی حالت میں بہت کمزوریاں ہیں۔ اسلام غریب ہے۔ اور اصحاب الفیل زور میں ہیں۔ مگر اللہ تعالے وہی نمونہ پھر دکھانا چاہتا ہے۔ چڑیوں سے وہی کام لے گا۔ ہماری جماعت ان کے مقابلہ میں کیا ہے۔ ان کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ ان کے اتفاق اور طاقت اور دولت کے سامنے نام بھی نہیں رکھتے لیکن ہم اصحاب الفیل کا واقعہ سامنے دیکھتے ہیں کہ کیسی تسلی کی آیات نازل فرمائی ہیں۔

مجھے بھی یہی الہام ہوا ہے جس سے صاف صاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالے کی نصرت اور تائید اپنا کام کر کے رہے گی۔ ہاں اس پر وہی یقین رکھتے ہیں جن کو قرآن سے محبت ہے، اگر قرآن سے محبت نہیں اسلام سے اُلفت نہیں وہ ان باتوں کی کب پرواہ کر سکتا ہے۔ اسلام اور ایمان یہی ہے کہ خدا کی رائے سے رائے ملائے۔ جو اسلام کی عزت اور غیرت نہیں کرتا خواہ وہ کوئی ہو خدا کو اس کی عزت اور اس کی غیرت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور وہ دیندار مسلمان نہیں۔ خدا کی باتوں کو حقیر مت سمجھو اور ان لوگوں کو قابل رحم سمجھو جنہوں نے تعصب کی وجہ سے حق کا انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ اس کے زمانہ میں کسی کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ افسوس اُن پر وہ نہیں دیکھتے کہ اسلام کس طرح دشمنوں کے نرغہ میں پھنسا ہوا ہے۔ چاروں طرف سے اُس پر حملہ پر حملہ ہو رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جاتی ہے۔ پھر بھی کہتے ہیں کہ کسی کی ضرورت نہیں۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

---

۴۴ اسمٰعیل آباد۔
کوارٹرز بلاک نمبر ۹
C.T.M اسماعیل آباد۔ ملتان

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی

مسیحیت قدم بقدم اسلام کی طرف آ رہی ہے

حضرت مسیح شادی شدہ تھے

یہ بحث تو ہوتی ہی رہی ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام بقید حیات ہیں یا متوفی؟ وہ بغیر باپ پیدا ہوئے یا بارہ برس کی عمر تک باپ کے کام کاج میں دکان پر ہاتھ بٹاتے رہے لیکن یہ بحث واقعی نئی ہے کہ کیا وہ شادی شدہ تھے؟ خوش قسمتی سے یہ بحث علماء اسلام نے نہیں اٹھائی اور نہ مسلمانوں میں اس بناء پر کوئی فرقہ بنا۔ یہ شوشہ علماء مسیحی نے اٹھایا ہے مسلمانوں کو اس بحث میں کودنے کی شاید ضرورت نہیں کہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:-

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلنا لھم ازواجاً وذریۃ۔

(۱۳:۳۸)

اور ہم نے (اے محمدؐ) تجھ سے پہلے رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولاد دی -

(۲) قرآن مجید میں رہبانیت اور تجرد کی متعدد بار تردید کی گئی ہے اس لئے وہ سنت انبیاءؑ کے خلاف ہے اور اسے گم کردہ راہ لوگوں کی بدعت اور ایجاد کہا گیا ہے -

۳- جو مسلمان جناب مسیحؑ کی رجعت کے قائل ہیں وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ دوبارہ آکر شادی بھی کریں گے ایسی صورت میں سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ ان کی شادی ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے - ہو چکی ہے یا البتہ ان کی بشریت کی واضح دلیل ہے-

۴- مسیحی عقیدہ کی رو سے اگر خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے تو پوتا ہونے میں کیا رکاوٹ ہے - خدا کا بیٹا انسانی ماں سے پیدا ہو سکتا ہے تو پوتا پیدا ہونے میں کیا قباحت ہے-

۵- جناب مسیحؑ کی باقی انبیاءؑ کے بالمقابل خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ انبیاءؑ معجزات دکھاتے تھے یہ ان کے نبی اور رسول ہونے کی دلیل سمجھی جاتی تھی جناب موسےٰؑ کا عصا سانپ بن جاتا تھا۔ دریا پر مارتے دریا خشک ہو جاتا تھا۔ پہاڑ پر مارتے وہ بنی اسرائیل کے تازہ پانی کے بارہ چشمے الگ الگ بنا دیتا ہے مگر یہ معجزہ انہی سے خاص تھا- ان کے منتخب ستر اصحاب میں سے کسی ایک کو یہ قدرت نہ ملی کہ وہ بھی عصا پھینک کر سانپ بنا دیتا یا دریا اور سمندر پھاڑ کر راستہ بنا لیتا اور نہ عصا پہاڑ پر مار کر پورے درجن بھر چشمے بہا دیتا۔

یہ عصا موسےٰؑ کے بعد بھی موجود رہا نہ وہ کبھی سانپ بنا اور نہ اس کے مارنے سے کوئی دریا خشک ہوا، مگر جناب مسیحؑ کے معجزات کا رنگ نرالا تھا۔ خداوند عالم نے بطخ کو یہ قدرت اور معجزہ عطا کیا ہے کہ وہ پانی پر بلا تکلف تیرتی ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کے بچے تیرتے ہیں، جناب مسیحؑ نے بھی یہ معجزہ دکھایا کہ وہ پانی پر تیرے اور ان کے شاگرد ان کے پیچھے پیچھے تیرتے - مگر بطخ کا معجزہ اس لحاظ سے کامل ہے کہ اگر وہ خود تیرتی ہے تو اپنے بچوں کو بھی تیرنا سکھاتی ہے، اور وہ کبھی ڈگمگاتے نہیں۔ لیکن جناب مسیحؑ کا بڑے سے بڑا شاگرد بھی ڈگمگا جاتا ہے - بہرحال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی معجزہ ان سے مخصوص نہ تھا اگر استاد لوگوں میں سے بد روحیں نکالتا تھا تو شاگرد بھی نکال لیتے تھے حواریوں میں اور مسیحؑ میں اگر فرق تھا تو ایمان کے میٹر میں تھا اس لئے حواری پانی پر چلتے تو ڈگمگا جاتے - بد روحوں کو لوگوں کے اندر سے مسیحؑ کی طرح نکالا تو ضرور مگر استاد کی طرح سوروں میں نہ ڈال سکے - (متی ۸: ۳۱ و ۳۲) اگر ان کے ایمان کا میٹر رائی کے دانہ کے برابر ہو جاتا تو جناب مسیحؑ سے بھی بڑھ کر معجزات دکھاتے (متی ۱۷: ۲۰-۲۱-۲۲- مرقس ۱۱: ۲۳ - یوحنا ۱۴: ۱۲- مرقس ۱۶: ۱۰ - لوقا ۱۰: ۱۷ - مگر آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اپنے آپ کو خوجہ یا ہیجڑا بنانا ضروری ہے مسیحی تاریخ میں ایک ہی سورما گزرا ہے جس نے اپنے آپ کو لفظاً خوجہ بنا لیا گو بعد میں اس پر عمر بھر پچھتایا

۶- جہاں ہیجڑا بننے کی اتنی فضیلت ہے وہاں بائبل کے عہد نامہ عتیق میں اتنی ہی اس کی مذمت ہے نہ ہیجڑا جماعت کا ممبر ہو سکتا ہے نہ بیت المقدس کے اندر داخل ہو سکتا ہے (استثناء ۲۳: ۱) اگر اس زمانہ کے یہود کو علم ہو جاتا کہ آپ خوجہ ہیں تو آپ کو بیت المقدس میں داخل نہ ہونے دیتے۔ یہ سوال الگ ہے کہ کوئی خود خوجہ بنا یا قدرتی طور پر خوجہ پیدا ہوا

۷- اس پر بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے مگر اس رسیلے اور رنگیلے موضوع پر علماء مسیح کے اپنے خیالات سننے کے آپ کے کان زیادہ مشتاق ہوں گے امریکہ اور برطانیہ کے اخبارات نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے اشاعت و تبلیغ اسلام کے شیدائیوں کے لئے یہ ایک مائدہ روحانی ہے یا کسی عزیز کی شادی کی خوشی میں دعوت ولیمہ -

اخبار آبزرور لنڈن کا تبصرہ

چارلس ڈیوس برطانیہ کے کیتھولک مسیحی فرقہ کے چوٹی کے لیڈر تھے انہوں نے جناب مسیحؑ کے شادی شدہ ہونے پر ایک کتاب لکھی، یہ کتاب امریکہ میں چھپی اس پر ریویو لنڈن کے آبزرور ریویو میں چھپا ہے، تاریخ اشاعت ۲۸ مارچ ۱۹۷۱ء عنوان ہے :-

شادی شدہ یسوع

عنوان بالا کے ماتحت لکھا ہے :-

وہ ناکتخدا یا کنوارا نہ تھا بلکہ شادی شدہ شخص تھا جو مسیحیوں کے لئے خدا کا بیٹا بنا۔ کیوں نہیں؟ صرف اس لئے کہ بہت سے عیسائیوں کا خیال ہے کہ یہ تاریخی طور پر غلط ہے، مسیح شادی شدہ نہیں تھا کیونکہ خدا کا بیٹا ہونا اور شادی شدہ ہونا دو متضاد خیال ہیں - جناب مسیح کے بارہ میں اس سوال پر علماء محجوب ہیں تاہم ایک جدید مصنف ولیم ای فیپس (WILLIAM E. PHIPHS) نے جرات سے کام لے کر ایک کتاب ..... WAS JESUS MARRIED, کیا مسیح شادی شدہ تھا لکھی، جو نیویارک امریکہ ہارپر اور رو (HARPER + ROW) نے شائع کی۔

لوگ جو مسیحؑ کی شادی کے قائل نہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ اناجیل اربعہ میں ان کی بیوی بچوں کا ذکر تک نہیں مگر یہ دلیل زیادہ مضبوط نہیں، اناجیل مسیح کی سوانح عمریاں نہیں یہ علماء محققین نے تسلیم کر لیا ہے وہ صرف ان کے مذہبی خیالات کا مرقع ہیں آپ کی زندگی کے بہت سے واقعات ان میں درج نہیں مگر ان کا جاننا زمانہ حال کے سیرت نویس کے لئے ضروری ہے - آپ کی تبلیغی زمانہ کی مدت یقین سے نہیں بتائی جا سکتی - صرف ایک واقعہ اچانک پطرس کی ساس کی بیماری کا آ گیا ہے (متی ۸: ۱۴-۱۵ مرقس ۱: ۲۹ لوقا ۴: ۳۸- افرنیتیون اول ۹:۵) یہ کہانی ہمیں بتاتی ہے کہ جناب مسیح کے شاگردوں میں سب سے اعلیٰ شاگرد پطرس شادی شدہ تھا مگر اس کی شادی کا ذکر کسی جگہ مذکور نہیں لہذا اناجیل کی کسی امر کے متعلق خاموشی اس کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتا ہے کہ ان کی بیوی زمانہ ماموریت سے پہلے فوت ہو چکی ہو اس لئے اناجیل میں اس کا ذکر نہیں یا ان کی حیاتی زندگی کی ابتداء ایسے زمانہ میں ہوئی ہو جب بیوی فوت ہو چکی ہوئی تھی یا ان کی بیوی ناصرۃ میں رہی اس کا اپنے خاوند کے دین اور مشن سے اختلاف ہو (جیسا کہ ماں اور دیگر بہن بھائیوں کا تھا) اناجیل نے اہل ناصرۃ اور اس کے اپنے بہن بھائیوں کی مخالفت کا ذکر کیا ہے حال ہی میں جو فلپ کی انجیل ملی ہے اور وہ دوسری صدی مسیحی کی تصنیف ہے جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے اسے تاریخی شہادت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے اس میں مریم میگڈلینی کو آپ کی بیوی بتایا گیا ہے جسے غالباً آپ نے ہوسیع نبی کی بیوی کی طرح بے وفا بیوی قرار دیا ہو مگر آخری وقت میں مسیحؑ نے مریم میگڈلینی سے باتیں کیں - اولاد کے بارہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یا تو وہ ہوئی نہیں یا وہ بھی ایمان نہ لانے والوں میں شامل رہی اس لئے شاگردوں یا جماعت میں ان کا ذکر نہیں اگرچہ یہ قیاس آرائیاں ہیں مگر میں صرف یہ دکھا رہا ہوں کہ شادی کا ذکر نہ ہونا شادی نہ ہونے کی دلیل نہیں عدم ذکر کسی واقعہ کی نفی نہیں کرتا اور مثبت پہلو فلپ کی انجیل میں موجود ہے -

مسیح کے غیر شادی شدہ ہونے کی دوسری دلیل۔

ایک اور دلیل جیسی ماں ویسا بیٹا، یسوعؑ کے بن بیاہا ہونے کی دی جاتی ہے مگر ماں کنواری ہونے کے باوجود وہ روح القدس سے حاملہ ہوئی اور بیٹا جنا مگر کیا ہم مریم کا کنواری رہنے کے باوجود بیٹا پیدا کرنا تاریخی واقعہ ثابت کر سکتے ہیں؟ یہ سوال نہایت ہی قابل نظر ہے، آج کل علماء بائبل کا کثیر حصہ یہ کہتا ہے کہ کنواری کا بیٹا جننا عہد نامہ جدید کی ابتدائی تعلیم میں سے نہیں بلکہ یہ بعد کی ایزادی یا اضافہ ہے، یہودی عقیدہ کی بناء پر کسی نبی یا بادشاہ کا روح القدس سے پیدا ہونا اس کا باپ نہ ہونے کی دلیل نہیں بغیر باپ بیٹا پیدا ہونا یہ یہود کے لئے اجنبی اور مشرکین کا عقیدہ تھا اور ان سے ابتدائی مسیحیوں میں پھیل گیا اصل

مفہوم یہ ہے کہ خدا کی قدرت حمل اور پیدائش میں موجود تھی، مرد اور عورت کے ملاپ کی نفی مسیح کی پیدائش میں نہیں۔

کیا مریم بیٹا جننے کے باوجود ہمیشہ کنواری رہی؟

اس سے زیادہ قابلِ اعتراض یہ امر ہے کہ بیٹا جننے کے باوجود مریم ہمیشہ کے لئے کنواری رہی کوئی معقول دلیل نہیں جبکہ مسیح کی بہنوں اور بھائیوں کا ذکر بھی اناجیل میں موجود ہے۔ جناب مسیح کا خاندانی پس منظر مسیح کے تجرد کے خلاف ہے۔ اس کی اپنی تعلیم کیا تھی کیا آپ نے تجرد کو اعلےٰ اور قابل تقلید نمونہ قرار دیا صرف ایک حوالہ ہے جو دلیل کے قریب سے گذرتا ہے متی کی انجیل میں گو حوالہ بھی ان کے اپنے متعلق نہیں صرف عام تعلیم ہے

خوجوں یا ہیجڑوں کے متعلق مسیح کا ارشاد

کیونکہ بعض خوجے (ہیجڑے) ایسے ہیں جو ماں کے پیٹ سے ہی ایسے پیدا ہوئے اور بعض خوجے ایسے ہیں جنہیں آدمیوں نے خوجہ بنایا اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لئے اپنے آپ کو خواجہ بنایا جو قبول کر سکتا ہے وہ اسے قبول کرے" (متی ۱۹ : ۱۲)

سوال یہ ہے کہ آسمانی بادشاہت کے لئے ہیجڑے کون ہیں۔ تیسری صدی مسیحی کا مصنف اوریجن (ORIGEN) جو مسیحی الہیات کا بہت بڑا عالم تھا اس نے اس حوالہ کا لفظی مطلب لے کر اپنے آپ کو واقعی خوجہ بنالیا یہ الفاظ پرستی کا ثبوت تھا جس کے لئے وہ خود بھی عمر بھر پچھتایا، تیسری صدی سے آج تک خوجے صرف اپنے آپ کو آسمانی بادشاہت کا حقدار سمجھتے ہیں اور مسیح نے اپنے آپ کو عملاً خوجہ قرار دیا مگر کیا درست ہے مسیحی روایات میں اس خیال کی طویل موجودگی کے باوجود یہ خیال قابلِ بحث ہے لیکن متی کی انجیل کا مذکورہ حوالہ ایک اور معنی بھی رکھتا ہے، مسیح کا خوجوں کے بارہ میں یہ خیال مسئلہ طلاق سے متعلق ہے کہ طلاق ازدواجی مناقشات کا حتمی علاج ہے یا نہیں اس کے جواب میں مسیح طلاق کو شادی کی اصل غرض کے خلاف قرار دیتا ہے مسیح کے شاگردوں کا احتجاج کہ اگر شادی اس کا نام ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ شادی سے اجتناب کیا جائے مسیح خوجوں کے اس مضمون میں اس کا جواب دیتے ہیں کہ بے شک یہ مشکل امر ہے اپنے زوج کے ساتھ ایسی وفاداری مرد کو مخنث بنا دینے کے مترادف ہے مگر یہ مشقت آسمانی بادشاہت میں داخلہ کی خاطر ہے اور صرف ان کے لئے ممکن ہے جو ایمان سے اسے حاصل کریں جیسا کہ کیتھولک ڈو پونٹ (DUPONT) اس سے استدلال کرتا ہے کہ یہ قول کتاب میں طلاق نہ ہونے کی صورت میں اس کے نتائج برداشت کرنا گویا اپنی مرضی سے تجرد اختیار کرنا ہے۔

مسیح نے تجرد کو اعلےٰ صفت نہیں قرار دیا۔

ہم ایسی حتمی شہادت سے محروم ہیں کہ مسیح نے تجرد یا رہبانیت اختیار کرنے کو اعلیٰ نمونہ قرار دیا ہو، پولوس کا یہ ریمارک نہایت درست ہے جو اس نے قرنتیوں کے خط میں دیا ہے۔

"کنوارا رہنے کے لئے میرے پاس
خداوند کا کوئی حکم نہیں"

(قرنتیوں ۷ : ۲۵) پس دلائل جو مسیح کے کنوارا رہنے کے پیش کئے جاتے ہیں وہ غیر تسلی بخش ہیں مگر کیا ایسی کوئی شہادت ہے کہ وہ شادی شدہ تھے۔ یہ یہودی مذہب کی شہادت ہے جو مسیح کا اپنا مذہب تھا اس میں نہ صرف شادی کی عظمت ہے بلکہ ان کے اندر یہ ایک مقدس فرض ہے شادی سے اختیاری اجتناب یہودیت میں ناروا ہے یہاں تک کہ نیا فرقہ قمران ایسینیز جو سخت پابند مذہب ہے اس میں بھی عورت سے پرہیز وقتی تھا اور ممبر بننے کے لئے شادی کی ممانعت نہ تھی یہودیت میں عام طور پر بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی کا اہتمام باپ کا فرض تھا اور نسبتاً اوائل عمر میں اس تمدن کے پس منظر میں جو صحیفوں میں موجود ہے یہ قطعی ناممکن ہے کہ مسیح کی شادی پبلک زندگی میں آنے سے پیشتر نہ ہو چکی ہو یا اسے یوں سمجھا جائے کہ اگر ان کا تجرد پر اصرار ہوتا تو یہ لوگوں میں اشتعال پیدا کر دیتا اور اس کے واقعات موجود ہوتے اس لئے مسیح کی شادی ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ کنوارے رہنے کا عمداً اقرار یہود کے مروجہ عقائد میں غیر معمولی امر تھا جو عوام کی توجہ اور اس پر بحث سے خالی نہ رہ سکتا تھا یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے جس کی مؤید دوسری وجوہات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح ایک بالغ جوان شخص تھا اس کا انکار وہ لوگ بھی نہیں کرتے جو اس کی شادی نہ ہونے کے قائل ہیں کیونکہ قوئے شہوانی کا مسیح کی طرف منسوب نہ کرنا ان کے لئے کامل انسان ہونے کے منافی ہے تاہم یہاں جو امر قابل غور ہے وہ مسیح کے کامل انسان ہونے کا قیاس ہی نہیں بلکہ وہ طریق عمل ہے جو اس نے اختیار کیا اس کا عورتوں سے ملنا جلنا اور ان سے سلوک جو اناجیل میں مذکور ہے وہ ان لوگوں کے خلاف ہے جو رہبانیت اپناتے ہیں خواہ وہ غیر مذاہب کے ہوں، مزید برآں جیسا کہ میں نے ظاہر کیا کہ کوئی بدیہی شہادت اناجیل میں نہیں کہ جناب مسیح نے شادی کو کمتر درجہ یا رہبانیت کو اعلیٰ مرتبہ قرار دیا ہو۔

پولوس بھی رنڈوا تھا

بعض لوگ جو مسیح کی تعلیم میں رہبانیت نہیں پاتے وہ پولوس کو عورت کی تحقیر کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں یہ ایک غلط فہمی ہے اور پولوس سے بے انصافی۔ غالباً وہ بھی شادی شدہ مگر رنڈوا تھا اس کی تحریر کا مفہوم بہتر یہ ہے کہ پولوس غیر شادی شدہ کے لئے تجرد تجویز کرتا ہے مگر شادی کو ناپاک اور ناجائز قرار نہیں دیتا اس کا یہ کہنا کہ غیر شادی شدہ مجرد رہے قرب قیامت پر یقین کی وجہ سے تھا یعنی چونکہ دنیا کا خاتمہ قریب ہے اس لئے دنیا سے انسان جس قدر آزاد اور بے تعلق رہے بہتر ہے کیونکہ شادی شدہ دنیا میں زیادہ پھنسا رہتا ہے تاریخی طور پر کہتے ہوئے رہبانیت اور تجرد کی زندگی کو شادی کی زندگی پر ترجیح ہے یہ عیسائیت پر مشرکین کا اثر ہے، مشرکین اور ہندو اقوام کی تہذیب تجرد اور برہمچریہ کو اعلےٰ مرتبہ قرار دیتی ہے اس کی وجہ انسان کے دوگانہ وجود کا خیال ہے یعنے جسمانی زندگی روحانی زندگی سے متضاد ہے۔ مسیحی مفسرین نے اس مشرکانہ تعلیم سے متاثر ہو کر بائبل کی تفسیر کی۔ اس سے دو متضاد خیال باہم مل گئے بائبل کا نظریہ کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے اور مشرکین کا خیال ہے کہ جسم بدی ہے۔

رہبانیت عیسائیت میں بدعت ہے

ابتدائی صدیوں کے بعض مصنفین نے مشرکانہ تعلیم سے متاثر ہو کر رہبانیت کو ترجیح دی وہ مسیحیت پر آج تک اثر انداز ہے اور یہ تعلیم عورت کی تحقیر اور شادی کی مذمت پر مشتمل ہے اور روحانی ترقی کے لئے شادی سے اجتناب ضروری قرار دیتا ہے مثلاً آگستائن (AUGUSTINE) اپنے ماضی کے عقیدہ مسیحی (MANICHEE) یعنے خدا اور شیطان دونوں ازلی ہیں اور دنیا ان دونوں کی آماجگاہ یا جنگ و جدل کا میدان ہے پر کبھی غالب نہیں آسکا جب اس نے کہا مادہ سب کا سب بدی ہے اور اس کے نزدیک انسان کے فطری گناہ کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنے شہوانی قوئی پر ضبط رکھنے کے ناقابل ہے

کیا مسیحیوں نے شہوانی قوئی کا ناروا استعمال کیا ہے؟

مسٹر فیبن کی کتاب کا ضمنی عنوان ہے مسیحی روایات میں شہوت کا ناجائز استعمال۔ اس کا جواب ایک رو سے بے شک "ہاں" ہے مسیحی تصنیفات کا زیادہ تر مجموعہ عورت کی مذمت اور تحقیر ہے جو مسیحی تعلیمات میں کلیتہً موجود ہے حال ہی میں شادی کو ادنےٰ درجہ کے لوگوں کے لئے کم قیمت چیز بتایا گیا ہے نفسیات جدید نے لوگوں کو یہ تاثر دیا ہے کہ مسیحی تعلیمات نے یہ دھوکا دے کر ازدواجی زندگی میں مشکلات پیدا کر دی ہیں عیسائیت کے خلاف عورت کا مقدمہ مضبوط ہے"

آبزرور ریویو پر ہمارا خیال

مذکورہ بالا سطور میں آپ نے علماء مسیحی کے اپنے خیالات پڑھ لیئے۔

۱۔ جو لوگ شادی نہیں کرتے انہیں جناب مسیح نے ساریس (SARIS) خوجے یا ہیجڑے کا نام دیا ہے اور ان کی تین اقسام بتائی ہیں پیدائشی ہیجڑے۔ لوگوں کے بنائے ہوئے ہیجڑے۔ خود سے بنے ہیجڑے۔ ہیجڑوں کی خواہ کوئی سی قسم ہو یہ نام ہی ایسا ہے کوئی مہذب انسان خوجہ یا ہیجڑا کہلانا پسند نہیں کرتا اور یہ لفظ اکثر زبانوں میں گالی ہے بالخصوص اس شخص کے لئے جسے خدا نے ہیجڑا نہیں بنایا پر وہ ہیجڑا بنتا ہے

۲۔ مسیحی دنیا کی غالب آبادی شادی کرنے والوں کی ہے اگر جناب مسیح نے شادی نہیں کی اور نہ کبھی کرنی ہے تو شادی کرنے والوں کے دلوں میں احساس کمتری پیدا ہوگا کہ وہ مسیح کی سنت کے خلاف چل رہے ہیں اور ان لوگوں کے دلوں میں غرور و برتری ہوگا جو شادی نہیں کرتے کیونکہ وہ مسیح کے عمل پر عمل پیرا ہیں اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے شادی کی ہے تو معاملہ برعکس ہوگا کہ شادی کرنے والوں کی گردن اونچی ہو جائے گی اور نہ کرنیوالوں کی نیچی۔

۳۔ عیسائی دنیا کو اپنی کثرت آبادی پر فخر ہے مگر یہ فخر مسیح کے نمونہ پر نہ چلنے کا نتیجہ ہے

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

مغربی اقوام میں دینِ اسلام کی مقبولیت

یورپ مذہب کے عیسائی تصور سے بیزار اور ان معقول مذہبی نظریات کا متلاشی ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ علمائے اسلام کے لئے یورپ میں تبلیغ اسلام کا سنہری موقعہ

جرمنی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی سرگرمیاں

محترم مولانا محمد یحییٰ بٹ مبلغِ اسلام و امام مسجد برلن کا پریس کانفرنس سے خطاب

رپورٹ :— بشیر احمد سوز

لاہور ۲۲ ستمبر بذریعہ ڈاک آج پانچ بجے شام ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل لاہور میں مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام مسجد برلن نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عالمِ اسلام کے علمائے کرام سے اپیل کی کہ ان کے لئے یہ سنہری موقعہ ہے کہ یورپ کے مادہ پرستوں کو جو صداقت کی تلاش میں سرگرداں ہیں حلقہ بگوشِ اسلام بنانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں، آپ نے کہا کہ جرمنی میں تبلیغِ اسلام کی بارہ سالہ طویل جد و جہد کے بعد میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یورپ کا پڑھا لکھا طبقہ عیسائیت کی تعلیم کو بلادلیل ماننے کے لئے تیار نہیں اور دلیل نہ ملنے کی وجہ سے وہ عیسائیت سے بیزار ہے۔

یورپ جب مذہب سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے تو اس کے سامنے مذہب کا وہ تصور ہوتا ہے جو اس نے پادری صاحبان سے سُنا ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس مذہب کے خلاف نہیں جو فطری مذہب ہے۔ جو معقول ہو۔ جو عقل اور قلبِ انسانی کو اپیل کرتا ہو۔ مذہب کا ایسا تصور جس کا یورپ متلاشی ہے وہ آج صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے۔ اس تصور کو جب ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ اسلام کے عالمگیر نظریات اور معقول تعلیم کو سراہتے ہیں لھذا علمائے اسلام کے لئے آج یورپ اور امریکہ میں اشاعت اسلام کا بڑا موقعہ ہے، قرآن کریم کی جو بھی تفسیر و تشریح ...... کسی عالم کے پاس ہے چاہیئے کہ وہ اسے غیروں کے سامنے پیش کرے، اگر اس سے کوئی عیسائی مسلمان ہو جاتا ہے تو سب مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے۔ بجائے اس کے کہ علماء ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوں انہیں چاہیئے کہ اپنی متحدہ طاقت کو اشاعتِ اسلام پر صرف کر دیں، اس جہاد سے اسلام اور نسلِ انسانی کو فائدہ پہنچے گا۔

یہ پریس کانفرنس احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے زیرِ اہتمام منعقد ہوئی جس میں لاہور کے تمام اردو و انگریزی اخبارات اور نیوز ایجنسیز کے نمائندگان و فوٹو گرافرز کے علاوہ اکابرین سلسلہ احمدیہ نے بھی شرکت کی۔

کارروائی کا آغاز محترم کرنل سعید احمد صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سیکرٹری انجمن نے مولانا محمد یحییٰ بٹ کا تعارف حاضرین سے کروایا اور برلن مشن کی تاریخ بیان کی۔ بعدازاں مولانا محمد یحییٰ بٹ نے لیکچر دیا۔ اختتام لیکچر پر نمائندگان پریس نے مختلف سوالات کئے۔ مولانا موصوف نے ان سوالات کی روشنی میں مناسب حال نہایت برجستہ مدلل و معقول جواب دیئے۔ سوال و جواب کا سلسلہ ختم ہوا تو احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی طرف سے آنریری جنرل سیکرٹری انجمن نے نمائندگان حضرات کو سلسلہ کا لٹریچر پیش کیا، ازاں بعد حاضرین کی پُر تکلف چائے سے تواضع کی گئی۔ اس دوران بھی صحافی حضرات مولانا یحییٰ کے گرد جمع رہے اور مختلف امور پر تبادلۂ خیالات جاری رہا۔ اگلے روز مقامی اخبارات میں اس تقریب کی خبریں شائع ہوئیں، اس پریس کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں جہاں انجمن کے دفتر سیکرٹری کے عملہ کی مساعی کا حصہ ہے وہاں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے سیکرٹری محترم ڈاکٹر مبارک احمد شیخ کی جدوجہد بھی حُسنِ انتظام کے معاملہ میں ——— لائقِ تحسین ہیں۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے اپنی تعارفی تقریر میں فرمایا کہ مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب برلن مسلم مشن (جرمنی) کے چھٹے انچارج ہیں۔ گذشتہ بارہ سال سے آپ برلن مسجد کی امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ تین ماہ کی رخصت پر اپنے وطن مالوف پاکستان میں تشریف لائے ہیں، جرمنی جانے سے پہلے تین سال تک آپ نے ووکنگ مسلم مشن انگلستان میں بھی ڈپٹی امام کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

برلن مسلم مشن کا تعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ مشن آج سے تقریباً پچاس سال پہلے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے جرمنی کے دار الخلافہ برلن میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کھولا اور لاکھوں روپے صرف کر کے ایک نہایت عالی شان اور خوبصورت مسجد برلن کے مرکز میں تعمیر کی۔ اس مسجد کی بنیاد ۱۹۲۴ء میں امیر جماعت حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ نے رکھی۔ اور ان کی نگرانی میں تین سال میں یہ مسجد مکمل ہوئی۔ یہ جرمنی کی خوبصورت ترین مسجد ہے۔ اور برلن کا زیور ہے۔ زائرین اس مسجد کی زیارت کے لئے دُور دُور سے آتے ہیں۔ جرمنی کی حکومت اس مسجد کا شمار برلن شہر کی قابل دید عمارات میں کرتی ہے۔ مسجد کی تعمیر کے علاوہ حضرت امیر ممدوح نے جرمنی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر کر کے شائع کی جو مشن کی مضبوطی کا باعث ہوئی۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ اس تفسیر کے علاوہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اور بھی لٹریچر شائع کیا ہے اس لٹریچر میں دیباچہ قرآن کریم، نماز، اسلام میں عورت کا مقام، اسلام کے بنیادی اصول، دعوت حق اور سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کی پاک زندگی پر کتابچے اور کتاب نظامِ نو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اس مشن کے ذریعہ سے پچاس سال کے عرصہ میں جرمنی کی بڑی بڑی شخصیتوں نے اسلام قبول کیا جن میں بڑے بڑے عالم فاضل اور بیرسٹر شامل ہیں۔ مولانا محمد یحییٰ بٹ سے پہلے حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب، ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ مرحوم، ایم اے، ڈاکٹر مرزا عبدالحق صاحب، ڈاکٹر نذیر الاسلام پی ایچ ڈی۔ اور خان عبدالعزیز خان صاحب برلن مسلم مشن کی امامت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ جن کی خدمات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں۔

اس تعارف کے بعد محترم مولانا محمد یحییٰ بٹ نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں پچھلے بارہ سال سے جرمنی میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہوں۔ جرمن قوم دوسری جنگ عظیم میں سیاسی اور اقتصادی طور پر تباہ ہو گئی تھی۔ برلن کا ۳/۴ حصہ بالکل تباہ ہو چکا تھا۔ لیکن زائرین اب برلن کی ترقی کو دیکھ حیران رہ جاتے ہیں کہ اس تباہ حال شہر کو چند سالوں کے اندر ہی اندر جرمن قوم نے کس قدر خوبصورت بنا دیا ہے۔ چند سالوں میں ہی اس قوم نے اپنی اقتصادیات کو استوار کر کے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اپنے علم و فراست اور انتھک محنت کی وجہ سے یہ قوم آج پھر خوشحال ہے۔ جہاں مادی میدان میں یہ قوم آگے ہے۔ وہاں علمی میدان میں بھی اس قوم کا پایہ بلند ہے۔ کوئی بچہ نہیں جو زیورِ تعلیم سے عاری ہو۔ کچھ عرصہ پہلے ۱۲ جماعتوں تک تعلیم بالکل مفت تھی، اب یونیورسٹی سطح تک تعلیم مفت ہے۔ جرمن قوم کی ٹیکنیکل ترقی تو دنیا پر واضح ہے۔ آج کل امریکہ اور روس میں جو سائنسی علوم و فنون کی ترقی نظر آتی ہے یہ سب جرمن سائنسدانوں کی مرہونِ منت ہے۔

آپ نے فرمایا جرمن قوم عیسائیت کی پرستار رہی ہے ایک لمبے عرصہ تک تثلیث موروثی گناہ اور کفارہ پر ایمان رکھتی چلی آئی ہے۔ عیسائیت کے معتقدات پر عقل سے سوچنا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج معاملہ بالکل برعکس ہے۔ علم کی افزائش نے جرمن قوم خصوصاً نوجوان طبقہ کو عیسائی معتقدات پر سوال و جواب اور جرح و قدح کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ وہاں کا پادری پریشان نظر آتا ہے۔ اس کے پاس عیسائی معتقدات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ نوجوان طبقہ عیسائیت سے بیزار ہے۔ بیشتر عیسائی تثلیث کے قائل نہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ وہ صلیب اور کفارہ کی تعلیم کو بلادلیل ماننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ اب ایک میں تین اور تین میں ایک کے فلسفہ کو عقل و علم کے خلاف پاتے ہیں۔ ان کا یہ بھی

کہتا ہے کہ اگر ہم موروثی طور پر گناہگار ہیں ایسے گناہگاروں کو سزا کیسی جنہیں وراثتاً گناہ ملا ہو۔ اس عیسائیت بیزار قوم کے سامنے جو علم و عقل سے آراستہ ہے اسلام کی تعلیمات پیش کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم بالکل فطری اور علم و عقل کے معیار پر پوری اترتی ہے۔

قرآن کریم نے خدا، عالم انسانیت اور جزا سزا کے بارے میں ایک فطری فلسفہ بیان کیا ہے جو علم و عقل اور تجربہ و مشاہدہ پر پورا اترتا ہے۔ اس فلسفہ کی رُو سے دنیا جہان کا خدا ایک ہے۔ وہ کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کی کچھ صفات ہیں جو اس کائنات میں کام کر رہی ہیں۔ انسان بے گناہ پیدا ہوا ہے۔ اس کی فطرت ایک اور نیک ہے۔ اس کو اللہ تعالےٰ نے کچھ قوٰی اور استعدادیں عطا کی ہیں۔ ان کو موقعہ و محل پر استعمال کرنا نیکی ہے اور یہی نجات کا موجب ہے اور ان کی بد استعمالی بدی اور گناہ کے مترادف ہے۔ ہر ایک انسان صحیح الفطرت پیدا ہوا ہے۔ شریعت کی پابندی اس کے لئے ممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ نے عمل میں انسان کو آزادی دے رکھی ہے۔ خدا نے کسی انسان کے لئے پہلے ہی سے نیکی اور بدی نہیں لکھ دی۔ ہاں انسان کے عمل کے نتیجہ میں جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کو پہلے ہی سے مقدر اور معین کر دیا ہے۔ ایک نبی اور رسول بھی انسان ہے۔ اس کو بھی عام انسانوں کی طرح قوٰی۔ استعدادیں احساسات، جذبات اور ارادہ و آزادی حاصل ہے۔ لیکن نبی اور ایک عام انسان میں فرق قوٰی کے نشو و نما میں ہوتا ہے۔ نبی اور رسول خدا کے ایک ایک حکم پر عمل کرتا ہے اور وہ اپنے خداداد قوٰی کو کمال پر پہنچا لیتا ہے اور یوں وہ دوسرے بنی نوع انسان کیلئے ایک نمونہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی ان تشریحات میں پڑھے لکھے انسان کے لئے کشش اور پُرمسرت اپیلنگ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ بارہ سال کی طویل جد و جہد کے بعد میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جرمن قوم اسلام کے عالمگیر نظریات اور تعلیمات کو سراہتی اور اس کی عزت و قدر کرتی ہے اور ان کی رُوح فطرتی دین کی پیاس محسوس کر رہی ہے۔ چنانچہ وہاں کا ایک مقامی اخبار لکھتا ہے کہ:—

"جو لوگ مسجد میں اسلام پر گفتگو کرنے کے لئے جاتے ہیں ان کے ذہنوں میں اسلام کے متعلق شکوک و شبہات ہوتے ہیں۔ امام سے گفتگو کے بعد وہ شکوک دُور ہی نہیں ہوتے، بلکہ ان کے دلوں میں اسلام کا احترام بھی پیدا ہو جاتا ہے۔"

ایسے حالات میں علمائے اسلام کے لئے یہ سنہری موقعہ ہے کہ یورپ کے ان مادہ پرستوں جو صداقت و حقانیت کی تلاش میں سرگرداں ہیں، حلقہ بگوش اسلام کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، قرآن کریم کی جو بھی تفسیر و تشریح کسی عالم کے پاس ہے اسے وہ غیروں کے سامنے پیش کرے۔ اگر اس سے ایک عیسائی مسلمان ہو جاتا ہے تو سب مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے بجائے اس کے کہ علماء ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوں، اپنی متحدہ طاقت مخالفین اسلام کے زیر کرنے پر صرف کر دیں اس جہاد سے اسلام اور نسلِ انسانی کو فائدہ پہنچے گا۔

مولٰنا محمد یحییٰ بٹ نے کہا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مغربی اقوام میں قرآن و اسلام کی تعلیمات ان کی تمام تر حسن و خوبی کے ساتھ پیش کر رہی ہے۔ اور اس کے نتائج بڑے حوصلہ افزا ہیں۔ شاید آپ کے ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہو کہ ہم وہاں جماعت احمدیہ کے کوئی مخصوص اعتقادات پیش کرتے ہوں گے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بڑے یقین اور زور کے ساتھ یہ حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تحریک احمدیہ صرف اور صرف حفاظت و مدافعتِ دین اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ اور اسی مقصد کی تکمیل میں مصروف ہے۔ اس تحریک کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کا مقصد تجدید دین اور احیاء ملّت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ہم دل سے یقین کرتے ہیں کہ وہ مجدّد اور مامور من اللہ تھے۔ ان کے وجود میں مسیح اور مہدی معہود کی آمد کے متعلق وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے کی تھی۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس دَور کے رُوحانی پیشوا ہیں۔ آپؑ کا ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ ایک رسولؐ کے سوا اور کوئی رسول نہیں اور ایک اسلام کے سوا اور کوئی دین نہیں ایک قرآن کے سوا اور کوئی شریعت نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف ہی قیامت تک کے لئے ہماری شریعت ہے اس میں کوئی کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور تمام ارکان دین وہی ہیں جو تمام اہلِ اسلام کے ہیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔

مولٰنا نے حضرت مرزا صاحبؑ کے دَور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت علمائے اسلام لایعنی بحثوں میں اُلجھے ہوئے تھے۔ آمین اُونچی آواز سے پڑھی جائے یا نہ۔ پاجامہ ٹخنے سے اُوپر ہو یا نیچے وغیرہ۔ لیکن حضرت مرزا صاحبؑ نے گفتگو کا میدان ہی بدل دیا، آپ نے مادی اور دہریہ منش دنیا کو بتایا کہ خدا موجود ہے۔ وہ زندہ خدا ہے وہ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ قرآن خدا کا کلام ہے حضرت نبی کریم صلعم خدا کے سچے رسول اور خاتم النّبیّین ہیں۔ خدا اپنے بندوں کی دُعائیں سنتا ہے اور مشکلات کے وقت مدد کرتا ہے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کی آج اس دَور میں یہ ایک قابلِ قدر .... CONTRIBUTION کہ انہوں نے اسلام کی صداقت اور قرآن کریم کی حقانیت کو براہینِ ساطعہ سے ثابت کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اسلام کی صداقت پر بطور دلیل اپنی ذات کو پیش کیا اور قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ کے دعوے کو عملاً سچا ثابت کر دکھلایا۔

قرآن کریم کی اس مدلّل تفسیر و توضیح کو لیکر ہم بلادِ غیر میں جاتے ہیں اور ہمارے اندر کامل ایمان و یقین ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی تفسیر و تشریح ..... معقول اور اعلیٰ ہے۔ اس لئے ہم بڑے دھڑلے سے اسلام کی خوبصورت تصویر کو پیش کرتے ہیں۔

مولٰنا نے فرمایا کہ میں آپ کو ایک جرمن پروفیسر کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ وہ پروفیسر صاحب پادریوں کے استاد تھے۔ میں نے ان کے سامنے اسلام کی مفید خصوصیات بیان کیں تو وہ کہنے لگے ہاں حضرت محمدؐ نے یہ نظریات توراۃ و انجیل سے لئے ہیں۔ میں نے پروفیسر صاحب سے کہا کہ یہ دعوے عام طور پر سننے میں آتا ہے۔ لیکن کیا آپ اس دعوے کو کسی دلیل سے ثابت کر سکتے ہیں؟ یعنی آپ بتائیں کہ حضرت محمد صلعم نے الٰہیات خدا و انسان کے باہمی تعلق یا نسلِ انسانی تعلقات کے بارہ میں کونسا نظریہ توراۃ اور انجیل سے لیا ہے۔ پروفیسر صاحب اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ چپ رہ گئے۔ تو میں نے ہر دو ادیان کا اس بارہ میں مقابلہ کیا۔ اور بتلایا کہ حضرت محمد صلعم نے ان موضوعات پر قرآن میں جو تعلیم پیش کی وہ بنیادی طور پر عیسائیت کی تعلیم کے خلاف ہے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولٰنا بٹ نے کہا کہ ہماری تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ کار یوں ہے کہ ہر ہفتہ مسجد میں دو اجتماعات ہوتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد اور ہفتہ کو درس قرآن۔ سال میں عیدین، میلاد النبیؐ و معراج النبیؐ کے اجتماعات بھی ہوتے ہیں جن کی صدارت کے لئے عام طور پر مشہور عیسائی مصنفین کو دعوت دی جاتی ہے۔ پادری صاحبان کو سوال و جواب کا موقع دیا جاتا ہے۔ جس کے نتائج مفید اور موثر ہوتے ہیں۔ گذشتہ دس سالوں میں پبلک سکولوں میں دس لیکچر اسلام کی صداقت پر دیئے گئے۔ پادری صاحبان اپنے اپنے حلقوں میں اسلام پر لیکچر دینے کے لئے دعوت دیتے ہیں۔ ریڈیو پر تقریر کرنے کا موقع بھی ملتا رہتا ہے۔ گذشتہ سال کرسمس کے موقع پر حضرت عیسٰےؑ کی شخصیت پر قرآن مجید کی روشنی میں تقریر کی گئی۔ برلن مسجد کی عید کا اجتماع ٹیلیویژن پر بھی دکھایا گیا۔ سکول کے طلباء اساتذہ اور زائرین مسجد میں آکر اکثر معلومات حاصل کرتے ہیں۔ خط و کتابت کے ذریعہ سے بھی اسلام کا پیغام پہنچایا جاتا ہے۔

ایک دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے مولٰنا نے کہا کہ ہمارے تبلیغی مراحل میں سے یہ بھی ایک امر ہے کہ اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے جاتے ہیں، تعلیم اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کی روشن تصویر ذہن نشین کرائی جاتی اور حلقہ بگوش اسلام ہونے کی دعوت دی جاتی ہے

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے مولٰنا نے کہا کہ میرے ہاتھ پر ۱۰۰ مرد و زن اسلام قبول کر چکے ہیں اور ہزاروں کی تعداد ان جرمنوں کی ہے جن کے دلوں میں اسلام کا احترام پیدا ہو گیا ہے اور ہم سے متاثر ہیں۔

اس سوال پر کہ پاکستان سے تبلیغی جماعت والے بھی جرمن میں گئے، مولٰنا نے جواب دیا کہ تبلیغی جماعت کے دو اصحاب سے ملنے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ پاکستانی لوگوں سے ہی ملتے جلتے اور چندہ اکٹھا کرکے واپس آ جاتے ہیں۔ جرمن قوم سے تبلیغی سلسلہ میں نہیں ملتے ان کا انداز تبلیغ بھی نرالا ہے۔

ایک صاحب وہاں مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ تو مسجد میں ہی اجتماع کے سامنے

سرعام اپنی پتلون کھول دی نیچے پاجامہ تھا پاجامے۔ ساتھ نماز پڑھائی۔ اور تبلیغ کی کہ پتلون کے ساتھ نماز نہیں ہوتی، ایک دوسرے صاحب مسواک کا بنڈل لے کر آئے انہوں نے کہا کہ اس قوم کو میں دانت صاف کرنے کا مسنون طریقہ بتانے آیا ہوں۔ لیکن میرے نزدیک اسلام صرف اک بات کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اسلام تو اس سے بہت بلند و اعلیٰ تعلیم دیتا ہے۔

ایک اور سوال پر مولینا نے کہا کہ ہماری مسجد برلن کی قابل دید عمارات میں شمار ہوتی ہے وہاں پر زائرین آتے ہیں جو اس مسجد کو دیکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ترکی۔ انڈونیشیا۔ سومالیہ مصر۔ سوڈان۔ نائجیریا۔ اردن اور دیگر عالم اسلام کے مندوبین اور طلباء و علماء ہمارے ہاں آتے اور ہماری تقریبات میں شامل ہوتے ہیں۔ مولینا نے کہا کہ برلن مسلم مشن نہ صرف عالم اسلام کے لئے موجب فخر ہے۔ کہ یورپ کے مرکز میں مادہ پرست اقوام کو اسلام و قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے اور انہیں توحید و رسالتؐ کا والہ و شیدا بنایا جاتا ہے بلکہ پاکستان کے وقار کا بھی موجب ہے جب ہم اپنے مخاطب کو یہ کہتے ہیں کہ ہم پاکستانی ہیں۔ تو پاکستانی مسلمانوں کی عظمت اس کے دل میں بیٹھتی ہے۔

ایک صحافی کے سوال پر مولینا نے کہا کہ پاکستان سے زرِ مبادلہ کی سہولتیں چند سالوں سے ہمیں میسر نہیں ہیں۔ تاہم ہم محض توکل علے اللہ وہاں اپنے مقاصد کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں۔ میں وہاں اکیلا ہوں اور انجمن کے محدود ذرائع میرے ساتھ ہیں اگر مسلمان بھائی اور حکومت اس ربانی فریضہ کی تکمیل میں معاون ہوں تو اجتماعی ذرائع سے کام لے کر تبلیغ دین کا کام بڑی خوبی سے انجام پا سکتا ہے میں ایک ہل چلاتا ہوں اگر وہاں سینکڑوں ہل چلنے لگیں تو ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ بڑا ہی حوصلہ افزا ہوگا۔

اس سوال پر کہ مختلف فرقے قرآنی توضیحات الگ الگ رکھتے ہیں۔ اس صورت میں کیسے ممکن ہے کہ اشتراک عمل ہو سکے۔ ہر فرقہ اپنی اپنی تشریحات پیش کرے گا۔ اس طرح ایک تصادم کی صورت پیدا ہوگی؟ مولینا نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس صورت میں اشتراک عمل ہو سکتا ہے، کہ ایک دوسرے کی مخالفت کئے بغیر ہر فرقہ کا عالم اپنی اپنی مساعی کو بروئے کار لائے۔ قرآن کریم کی جو بھی تشریح اور توضیح کسی عالم کے پاس ہے اسے وہ غیروں کے سامنے پیش کرے۔ اگر اس سے ایک عیسائی مسلمان ہو جاتا ہے تو سب مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے، بجائے اس کے کہ علماء ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوں، اپنی متحدہ طاقت، مخالفین اسلام کے زیر کرنے پر صرف کریں۔ اس جہاد سے اسلام اور نسلِ انسانی کو فائدہ پہنچے گا۔

ایک نمائندہ پریس کے اس سوال پر کہ "بنگلہ دیش" کی تحریک کے سلسلے میں آپ نے جرمن قوم کو کیسے پایا اور آپ نے کیا اقدام کیا۔ مولینا نے کہا کہ وہاں پر "بنگلہ دیش" کے بارے میں بڑا پروپیگنڈا تھا اور پاکستان کی مخالفت کی جا رہی تھی۔ پاکستان کا پریس ہمارے لئے کوئی رہنمائی نہیں کر رہا تھا۔ سفارت خانے بھی ابلاغ علم کا کوئی مؤثر ذریعہ حاصل نہ تھا۔ لیکن اس مسئلہ پر میری وضاحت اور توضیح یہی رہی ہے کہ علیحدگی کا سوال قیام پاکستان کی اصل غرض اور اسلامی نظریہ کے خلاف ہے اگر کوئی اسلامی اتحاد اور اسلامی مملکت کی سالمیت کو نقصان اور صدمہ پہنچاتا ہے تو ہمارا حق ہے کہ اس کو قرار واقعی سزا دیں۔ وہ ملک و ملت اور دین کا غدار ہے میں اسلام کی بنیادی تعلیم کو سامنے رکھ کر "بنگلہ دیش" کے مسئلہ پر بات کیا کرتا تھا۔ اگر ہمیں پاکستان سے اس بارے میں لٹریچر ملتا اور صورتِ حال واضح طور پر بیان ہوتی تو میں اس سے بہتر اس معاملہ میں اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر سکتا تھا بہر حال ضرورت اس امر کی ہے کہ "بنگلہ دیش" کے معاملہ کو اس کے تمام تر پس منظر کے ساتھ دنیا میں پیش کرنا چاہیئے کہ یہ تحریک محض "بنگالی اور غیر بنگالی" کے نام پر کھڑی ہوئی تھی جس کو دشمن طاقتوں نے ہوا دی اور اس کی پیٹھ ٹھونکی۔ نہ اس وجہ سے کہ اسلام کا اتحاد انہیں ایک پلیٹ فارم پر کھڑا نہ کر سکا۔ ضرورت ہے اس امر کی کہ حکومت پاکستان "بنگلہ دیش" کے ڈرامہ کی قلعی کھولنے کے لئے اپنے تمام ابلاغ عام کے ذرائع کو بروئے کار لائے اور اقوام عالم کی رائے کو ہموار کرے۔

ان سوالات و جوابات کے بعد یہ پریس کانفرنس نہایت خوشگوار ماحول میں ختم ہوئی فالحمد للہ علے ذالک۔

پیغامِ صلح کا سالانہ چندہ

بعض احباب کی طرف بقایا چلا آ رہا ہے ان کی خدمت میں علیحدہ خطوط لکھے جا چکے ہیں امید ہے بقایاجات ادا فرما کر ممنون فرمائیں گے

بقیہ احمدیہ کنونشن بسلسلہ صلہ

پر سوار ہو کر مولوی عبدالرحمن صاحب کی قیام گاہ تک آئے۔ جہاں پر تکلف ناشتے کا انتظام تھا اناناس، مالٹے، سنگترے کیلے بافراط تھے۔ کچھ دوستوں نے ادھر ادھر گر پڑ کر رات کی تھکن اتاری۔ گیارہ بجے کھانا شروع کیا گیا اور اس کے بعد جلسے کی کارروائی شروع ہوئی۔ مولوی عبدالرحمان صاحب نے سب سے پہلے اپنے درجن بھر بچوں کو انگریزی ترجمہ قرآن بطور تحفہ خاکسار سے تقسیم کرایا۔

اس کے بعد تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا، درمیان میں بارش شروع ہو گئی جس نے تقریروں کا سننا مشکل کر دیا۔ بعض مقرروں نے اپنی تقریروں کو جاری رکھا۔

سب سے آخر میں مجھے تقریر کے لئے کہا گیا۔ میں نے حاضرین کا موڈ دیکھ کر دو تین منٹ میں اپنی تقریر ختم کر دی۔ اور اس طرح جلسہ کا اختتام ہوا۔

اسی شام کو لوگ واپس ٹرینیڈاڈ جا رہے تھے اور جارج ٹاؤن جا کر ایک آخری جلسہ میں بھی شرکت ضروری تھی۔

جارج ٹاؤن میں گرلز گائیڈ ایسوسی ایشن کی ایک کشادہ بلڈنگ حاصل کر لی گئی تھی، جہاں نہانے دھونے کی ہر طرح سے سہولت تھی۔ یہاں لوگ تازہ دم ہوئے۔ جناب عزیز احمد صاحب نے لوگوں کو باقاعدہ چندہ دینے کی ترغیب دی اور دوسرے دوستوں نے گیانا کے احمدی دوستوں کی قربانی کی تعریف کی اور کنونشن کی کامیابی پر مبارکباد دی وہاں سے فارغ ہو کر ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہوئے، دوست سفر کی کوفت سے تھکے ہوئے تھے لیکن خوش تھے۔ گیانا کے دوستوں کی مہمان نوازی کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا ولیج ۱۳ کی جماعت کے امام مرسلین کار میں سوڈا واٹر کی بوتلیں اور کیک وغیرہ بھر کر لے آئے تھے۔ جب وہ پہنچے تو مسافر جہاز پر سوار ہونے کے لئے اندر چلے گئے تھے انہیں یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ ہوائی اڈے پر اس سے پہلے نہیں پہنچ سکے۔

خیر ان کی مشکل کو آسان کرنے کے لئے مسٹر محمد یوسف نے چند دوستوں کو جو فی الحال گیانا سے ٹرینیڈاڈ واپس نہیں جا رہے تھے اور گیانا کے دیگر دوستوں کو دعوت میں شریک کر لیا۔ اور اس طرح آدھ پون گھنٹہ ہوائی اڈے کے باہر ضیافت کا سلسلہ جاری رہا۔

ٹرینیڈاڈ کا قافلہ روانہ ہو گیا مجھے اور چند دوستوں کو مزید ایک ہفتہ کے لئے گیانا میں ٹھہرا لیا گیا ایک صاحب نے کنونشن کی ایک فلم بھی تیار کی ہے۔

کنونشن کے بعد کی مصروفیات

کنونشن کی وجہ سے بہت سے دوستوں سے جی بھر کر ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو ان ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ دو تین دن اسی طرح گذرے، ۱۲ ستمبر کو ریڈیو پر چار تقریروں کو ریکارڈ کرنے کا انتظام کیا گیا۔ مسٹر کمال ہیڈل کی بھی چار ریکارڈ کی گئیں مس حمیدہ بخش اور مس لیمنہ رزاق کی تقاریر بھی ریکارڈ ہوئیں:

مس شمس بخش نے چار نعتیں ریکارڈ کرائیں۔ اسی دن شام قریبی مسجد میں نماز مغرب کے بعد ایک تقریب کا انتظام ہوا جس میں تحریک احمدیت پر مختلف مسائل زیر بحث آئے وقت چونکہ کم تھا اس لئے بہت سے سوالات پر مفصل گفتگو نہ ہو سکی۔ سوالات زیادہ تر احادیث میں مسیح ابن مریمؑ کے ذکر کے متعلق تھے۔

۱۳ ستمبر کو ہم لوگ پھر نیو ایمسٹرڈم چلے گئے۔ جہاں جمعہ کے علاوہ شام کو جلسہ کا بھی انتظام تھا۔ اسی دن گھانا سے ہمارے مبلغ مولینا صلاح الدین بی تاپو گیانا آ گئے۔

۱۵ ستمبر اتوار کی صبح کو ہم نیو ایمسٹرڈم سے جارج ٹاؤن اور وہاں سے رات کو ہوائی جہاز سے واپس ٹرینیڈاڈ پہنچ گئے۔

مسیحیت

اسلام کی طرف آ رہی ہے

(بسلسلہ صفحہ ۳)

اگر مسیحی دوست سب کے سب جناب مسیحؑ کے نمونہ پر چلیں تو دنیا کی بادشاہت سے بوریا بستر باندھ کر آسمانی بادشاہت میں سو سال کے اندر اندر جا آباد ہوں۔

۴۔ جناب مسیحؑ نے فرمایا میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں (یوحنا ۱۸: ۳۶) چنانچہ وہ دنیا چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے سوال یہ ہے کہ اس دنیا کی بادشاہت خدا باپ کی بھی ہے یا نہیں، اس سوال کا افسوسناک جواب انجیل میں یہ ہے کہ دنیا کی بادشاہت شیطان کی ہے (یوحنا ۱۴: ۳۱)

۵۔ ایک جرائم پیشہ امریکن پادری کے پاس پہنچا اور اپنے خوفناک جرائم کا اقرار کیا۔

باقی باقی

کفارہ کا اصول انسانی قویٰ کی بے حرمتی کرتا ہے

جو اعمال کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ سخت ناعاقبت اندیش اور نادان ہے

ارشادات حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

ہم تو اصول ہی کو دیکھیں گے ہمارے اصول میں تو یہ لکھا ہے من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ اب اس کا اثر تم خود سوچ لو گے کیا پڑے گا۔ یہی کہ انسان اعمال کی ضرورت کو محسوس کرے گا۔ اور نیک عمل کرنے کی سعی کرے گا۔ برخلاف اس کے جب یہ کہا جاوے گا۔ کہ انسان اعمال سے نجات نہیں پا سکتا۔ تو یہ اصول انسان کی ہمت اور سعی کو پست کر دے گا۔ اور اس کو بالکل مایوس کر کے بیدست و پا بنا دے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ کا اصول انسانی قویٰ کی بھی بے حرمتی کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی قویٰ میں ایک ترقی کا مادہ رکھا ہے لیکن کفارہ اس کو ترقی سے روکتا ہے۔ ابھی میں نے کہا ہے کہ کفارہ کا اعتقاد رکھنے والوں کے حالات آزادی اور بیقیدی کو جو دیکھتے ہیں تو یہ اسی اصول کی وجہ سے ہے کہ کتے اور کتیوں کی طرح بدکاریاں ہوتی ہیں۔ لنڈن کے ہائیڈ پارک میں علانیہ بدکاریاں ہوتی ہیں۔ اور حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پس ہم کو صرف قیل و قال تک ہی محدود نہ رکھنا چاہیئے بلکہ اعمال ساتھ ہونے چاہئیں۔ جو اعمال کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ سخت ناعاقبت اندیش اور نادان ہے قانون قدرت میں اعمال اور ان کے نتائج کی نظیریں تو موجود ہیں کفارہ کی نظیر کوئی موجود نہیں مثلاً بھوک لگتی ہے تو کھانا کھا لینے کے بعد وہ فرد ہو جاتی ہے۔ یا پیاس لگتی ہے پانی سے جاتی رہتی ہے تو معلوم ہوا کہ کھانا کھانے یا پانی پینے کا نتیجہ بھوک کا جاتے رہنا یا پیاس کا بجھ جانا ہوا۔ مگر یہ تو نہیں ہوتا کہ بھوک لگے زید کو اور بکر روٹی کھائے اور زید کی بھوک جاتی رہے۔ اگر قانون قدرت میں اس کی کوئی نظیر موجود ہوتی تو شاید کفارہ کا مسئلہ مان لینے کی گنجائش رکھتا لیکن جب قانون قدرت میں اس کی کوئی نظیر ہی نہیں ہے تو انسان جو نظیر دیکھ کر ماننے کا عادی ہے اسے کیونکر تسلیم کر سکتا ہے۔ عام قانون انسانی میں بھی تو اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ زید نے خون کیا ہو اور خالد کو پھانسی ملی ہو۔ غرض یہ ایک ایسا اصول ہے جس کی کوئی نظیر ہرگز موجود نہیں۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اول)

بحر حکمت کے موتی

حصول جنت کی دعا

عن شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الاستغفار ان تقول اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علیٰ عھدک و وعدک ما استطعت اعوذبک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علیّ وابوء بذنبی اغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت قال ومن قالھا من النھار موقنا بھا فمات من یومہ قبل ان یمسی فھو من اھل الجنۃ ومن قالھا من اللیل وھو موقن بھا فمات قبل ان یصبح فھو من اھل الجنۃ۔

ترجمہ: شدّاد بن اوسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے بڑا استغفار یہ ہے کہ تو کہے اے اللہ تو میرا ربّ ہے تیرے سوائے کوئی معبود نہیں ہے تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرے عہد اور وعدہ پر ہوں جو کچھ میں نے کیا اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں میں تیرے حضور تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کی ہے اور اپنے گناہوں کا تیرے حضور اقرار کرتا ہوں۔ میری مغفرت فرما کیونکہ تیرے سوائے کوئی گناہوں کی مغفرت نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا جو یہ کلمے[۴۵] ان پر یقین کرتے ہوئے دن کو کہے اور اس دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ جنت والوں میں سے ہے اور جو انہیں رات کو کہے اور ان پر اس کا یقین ہو اور صبح سے پہلے مر جائے تو وہ جنت والوں میں سے ہے۔ (فضل الباری کتاب الدعوات)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کے فیض و برکت سے

دنیا کے بعید ترین ممالک کا جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ

روحانی رشتہ

اس جماعت نے ہمیں مامورِ وقتؑ کی شناخت بخشی ہے

اور دنیا کے کونے کونے میں اس کی رہنمائی پھل لا رہی ہے

جناب سابو خان وائس پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ فیجی کی استقبالیہ دعوت میں تقریر

بشیر احمد سوز

گذشتہ اشاعت میں جناب سابو خان وائس پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ فیجی اور ان کی بیگم صاحبہ اور بچے کی پاکستان میں آمد کی اطلاع مختصراً دی جا چکی ہے۔ صاحب موصوف کے احمدیہ بلڈنگس میں مختصر قیام کے دوران ان کی پوری خاطر و مدارات کی گئی۔ ہفتہ کے روز معزز مہمان دوپہر کے کھانے پر حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاں مدعو تھے۔ اس کے بعد لاہور کی قابلِ دید عمارات و مقامات کی انہیں سیر کرائی گئی۔ شام کا کھانا مہمان خانہ کی طرف سے دیا گیا۔

اگلے روز ۹ بجے صبح دارالامان (احمدیہ کالونی) تشریف لے گئے جہاں نگران دارالامان جناب چوہدری فضل حق صاحب نے انہیں اہلاً وسہلاً کہا۔ وہاں کی تعمیرات دکھلائیں۔ زیرِ تعمیر منصوبوں سے مطلع کیا اور معزز مہمانوں کی ضیافت کی۔ دوپہر کو مقامی جماعت احمدیہ کے صدر ڈاکٹر وحید احمد صاحب کی دعوت پر آپ گلبرگ تشریف لے گئے جہاں دوپہر کا کھانا کھایا اور تنظیم خواتینِ احمدیہ کی طرف سے انہیں تحائف پیش کئے گئے۔ یہاں سے فارغ ہونے پر انہیں ..... شالامار باغ دکھلایا گیا۔ ساڑھے چار بجے شام ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن نے احمدیہ ہال میں معزز مہمانوں کے اعزاز میں استقبالیہ جلسہ منعقد کیا جس میں ایسوسی ایشن کے ممبران اور دیگر احبابِ جماعت نے شرکت کی۔ ایسوسی ایشن کے عہدیداروں نے معزز مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں ہار پہنائے۔ اس جلسہ میں تلاوتِ قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام سنائے جانے کے بعد جناب مولانا احمد یار صاحب نے معزز مہمان کا تعارف کرایا۔ صدر ایسوسی ایشن جناب خالد عمر نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ:-

"آج ہم ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے اپنے معزز مہمان کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہمارے درمیان حضرت مسیح موعودؑ اور مہدی معہود کی صداقت کا زندہ نشان موجود ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِيْ اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ

تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے

حضرات جس طرح ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے اسی طرح ہمارا رسولؐ ایک زندہ رسول ہے اور ہماری کتاب قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے۔ اسلام کی تاثیرات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم و دائم ہیں۔ جس کا ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں ہم کو نظر آتا ہے۔

ایک گمنام گاؤں میں تحریک اشاعت اسلام کا بیج بویا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ بیج ایک تناور درخت میں تبدیل ہو گیا جس کا پھل ہم آج دیکھ رہے ہیں۔

اے خدائے عزّ وجل تیرا وعدہ سچا تھا کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

میرے بزرگو اور بھائیو! مجھے بتایئے کہ وہ کونسا لالچ اور غرض ہے جس نے ہمارے معزز مہمان کو ہزاروں میل دور کا سفر کرنے پر مجبور کیا۔ کیا کوئی دنیاوی غرض ہے، کیا مال و دولت کا لالچ ان کو ہمارے پاس لے آیا ہے نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ وہ عظیم الشان جذبۂ قربانی ہے جو ہمارے پیارے آقا سیدنا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کیا اور جس کی آبیاری کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ...... ہم نوجوانوں میں بھی اشاعتِ اسلام کا ایسا جذبہ اور تڑپ پیدا کر دے جس کا نظارہ ہم آج دیکھ رہے ہیں۔ آمین"

جناب سابو خان صاحب نے اس سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تبلیغ و اشاعت اسلام کے عالمی مرکز میں آ کر اور یہاں کے احباب سے مل کر از حد خوشی ہوئی ہے۔ اس موقعہ پر میں اپنے عزیز نوجوانوں میں اپنے آپ کو پا کر نہایت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اور آپ نے جو میری عزت افزائی کی ہے اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و احسان ہے کہ اس نے اس جماعت میں شمولیت کی توفیق بخشی جو تبلیغ و اشاعت اسلام کے جہاد میں مصروف ہے۔ ہم دنیا کے ایک سرے پر رہتے ہیں اور آپ دوسرے کونے پر ہیں۔ ہم میں یہ روحانی تعلق ...... اس صدی کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کے فیض و برکت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگرچہ عرصہ تیرہ سو سال سے اسلام کی تعلیم و تبلیغ کا کام مختلف طریق سے سرانجام پا رہا تھا۔ لیکن عالمی سطح پر تجدیدِ دین اور احیائے ملت کا کام صرف اس ربانی انسان کی وجہ سے ہی جاری ہوا ہے۔ جب حضرت مسیح موعودؒ مبعوث ہوئے اس وقت مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کی جو تصویر پیش کر رہے تھے وہ حقیقی اسلام کی روح و مغز کے منافی تھی۔ حضرت صاحبؒ نے حقیقی اسلام پیش کیا اور صحیح اسلام کی طرف رہنمائی کی۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور حضرت مسیح موعودؒ کے اس کام کو آگے بڑھا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس جماعت کی کوششیں پھل لا رہی ہیں۔ اس جماعت نے ہمیں مامورِ وقتؒ کی شناخت بخشی ہے اور دنیا کے کونے کونے میں اس کی رہنمائی پھل لا رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کی خدمت کا کام اب اللہ تعالیٰ نے اسی جماعت کے ذریعہ ہی لینا ہے۔ یہ اللہ کا کام ہے وہی ہمت و توفیق عطا کرنے والا ہے۔ ہمارا فرض اس کام کو جاری رکھنا اور اس کے لئے وقت، مال اور علم و قلم کی قربانی کرنا ہے، انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

جماعت احمدیہ فیجی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ فیجی میں جو احباب اس جماعت سے منسلک ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلص و مستعد ہیں۔ لیکن مرکز کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ انہیں مبلغ و استاد اور لٹریچر کی ضرورت ہے۔ مرکز اس معاملہ میں ہماری رہنمائی کرے تو ہماری تبلیغی مساعی تیز تر ہو سکتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ وہاں کے مسلمانوں کا اسلام کے بارے میں اندازِ فکر احمدی مسلک کے مطابق ہو چکا ہے۔ ان کے ہاں سلسلہ کا لٹریچر پہنچ چکا ہے، وہ اسلام کی عبادات، عقائد اور مسائل کے بارے میں احمدیہ نقطۂ نظر کو سمجھنے اور قبول کرنے لگے ہیں لیکن ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام بڑی مستعدی اور منظم مساعی کو چاہتا ہے۔

جناب سابو خان صاحب نے فرمایا کہ اب تک تو میں خدمتِ اسلام کا کام جزوقتی کرتا رہا ہوں لیکن اب میرا ارادہ ہمہ وقتی کام کرنے کا ہے، میں چاہتا ہوں کہ جزائر میں نکل کھڑا ہوں اور وہاں تحریر و تقریر کے ذریعہ سے تبلیغ دین کے کام کا آغاز کروں، آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت و استقلال عطا فرمائے۔

آپ کی تقریر کے بعد تمام حاضرین کی تواضع پُرتکلف چائے سے کی گئی۔ شام کے بعد مبلغ فیجی جناب مولانا احمد یار صاحب نے معزز مہمانوں کو دعوتِ طعام دی۔

۸½ بجے شام خواتین و احباب نے معزز مہمانوں کو الوداع کہا اور ہوائی اڈہ پر احبابِ جماعت اور ممبرانِ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن نے دعاؤں کے ساتھ انہیں رخصت کیا۔

اسلام کامل دین ہے جس میں تمام امور زندگی کے متعلق کامل ہدایات دی گئی ہیں۔

سرمایہ دار اور مزدور، بین الاقوامی تنازعات اور بغض و تعصب کا علاج اسلام میں۔

اسلام نے بین الاقوامی اتحاد کے لئے تمام قوموں کے انبیاءؑ پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور دین کامل ہونے کی وجہ سے آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

شرع لکم من الدین ما وصّٰی به نوحًا والذی اوحینا الیك وما وصّینا به ابراهیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرّقوا فیه ـــــــ اللّٰہ یجتبی الیه من یشاء ویهدی الیه من ینیب ـــــــ (الشوریٰ ۴۲ : ۱۳)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے الیوم اکملت لکم دینکم۔ دین کو کامل کر دیا گیا ہے یعنی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق اس دین میں رہنمائی کی گئی ہے۔ آج سے چودہ سو سال پیشتر آپؐ نے یہ اعلان فرمایا تھا، اس دین میں گھر کی زندگی جس کو معاشرت کہتے ہیں، اس کے لئے قوانین ...... موجود ہیں، تجارت، حکومت اور عدالت کو تو قوانین موجود ہیں۔ شہادت دینے کے قوانین موجود ہیں۔ ان امور کے علاوہ موجودہ زمانے کی اہم بیماریوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ اور ان کا علاج بتا دیا گیا ہے۔ ان میں سے آج میں صرف دو بیماریوں کا ذکر کروں گا۔

آج تمام دنیا میں سرمایہ دار اور مزدور کا جھگڑا ہے۔ اس نے بڑا طول کھینچا ہے اس جھگڑے کی وجہ سے روس میں کمیونزم پیدا ہوئی اور انگلستان میں سوشلزم نے جنم لیا جس کے باعث امن و سکون مفقود ہو گیا میں نے انگلستان اور جرمنی دو ملک دیکھے ہیں۔ وہاں غریب اور مزدور اپنے سرمایہ دار آقا سے خوش نہیں۔ انگلستان کا اونچا طبقہ غریب آدمی کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا قطعاً نہیں کھاتا۔ لارڈ ہیڈلے مسلمان ہوئے تو ایک موقعہ پر میں نے ان سے کہا کہ ووکنگ میں جو انگریز مسلمان ہو چکے ہیں، آج وہ آپ کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ جب وہ دریا نے درجے کے مسلمانوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھے تو نو مسلم انگریز پھولے نہیں سماتے تھے کہ ہم ایک لارڈ کے ساتھ ایک میز پر بیٹھے ہیں۔

انگلستان میں کوئی مزدور یا غلام اور نوکر سرمایہ دار اپنے آقا اور اس کی میم صاحبہ کو سلام نہیں کر سکتا تا کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ ایک اونچے طبقے کے شخص کے ساتھ ایک نچلے طبقے کے شخص کا تعلق ہے وہاں یہ امر قواعد کے خلاف ہے کہ کوئی ادنٰے انسان اپنے صاحب کو سلام کہدے۔

یہ تو وہاں کے امراء کا حال ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ انگریز حکام افریقہ یا ہندوستان کے ممالک میں جہاں کہیں حکومت کرتا ہے وہاں ان کا عدل و انصاف اس حد تک تو ٹھیک ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کے باہمی تنازعات میں پورے عدل و انصاف سے کام لیا جاتا .... لیکن اگر تنازعہ کسی دیسی اور انگریز کے مابین ہو تو فیصلہ انگریز ہی کے حق میں ہوتا ... خواہ وہ مجرم ہی کیوں نہ ہو۔

انگریز نے برصغیر ہند و پاکستان پر پونے دو سو سال حکومت کی ہے اور اس عرصہ میں یہاں کے باشندوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں اعلےٰ مثالیں قائم کیں لیکن جب کسی دیسی اور انگریز کے درمیان مقدمہ ہوا تو ہمیشہ دیسی ہی ملزم ٹھہرا اور انگریز بری قرار دیا گیا۔

اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمة للعالمین فرمایا ہے اور فرمایا وانك لعلٰی خلق عظیم۔ خلق عظیم صرف میٹھا بول بولنے کو نہیں کہتے بلکہ نہایت اہم اور مشکل امور میں خلق عظیم کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا وکان فضل اللّٰہ علیك عظیمًا۔ آپؐ کے عظیم الشان اعمال اور اخلاق کی وجہ سے خدا تعالےٰ کا عظیم الشان فضل آپؐ پر ہے۔

ایک بات جس نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے وہ ہر قوم کا اپنے آپ کو دوسری اقوام کے مقابلہ میں .... نہایت بلند اور نہایت پاک سمجھنا ہے۔ والنصارٰی نحن ابناء اللّٰہ واحباؤہ ... وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودًا او نصارٰی یعنی جنت میں یا تو یہودی جائیں گے یا عیسائی۔ ان کے سوا اور کوئی جنت اور نجات کا حقدار نہیں ہے۔ کوئی کتنی بھی نیکی کرے، عبادت بجا لائے۔ مخلوق خدا سے محبت و سلوک کا برتاؤ کرے، جب تک مسیحؑ کے مصلوب ہونے پر ایمان نہ لائے اس وقت تک اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے اس خطرناک بیماری کو دور کرنے کے لئے فرمایا ہے شرع لکم من الدین ما وصّٰی به نوحًا والذی اوحینا الیك۔ ہم انبیاءؑ کی تاریخ بیان کرتے ہیں۔ سب سے پرانے نبی جو دنیا میں اللہ تعالےٰ کا پیغام لے کر آئے وہ حضرت نوحؑ ہیں۔ فرمایا آپؐ کو ہم نے وہی دین دیا ہے جو حضرت نوحؑ کا دین تھا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو بھی وہی دین دیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کو تین قومیں۔ یہودی، عیسائی اور مسلمان اپنا باپ یقین کرتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا دعوة ابی ابراهیم۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا نتیجہ ہوں وبشارة اخی عیسٰی اور اپنے بھائی حضرت عیسٰےؑ کی بشارت کا نتیجہ ہوں۔ یہ کیسے عظیم الشان پیغمبر ہیں کہ پہلے انبیاءؑ کی تائید کرتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں تا کہ دلوں میں باہمی مودت کا رابطہ پیدا ہو اور قوموں میں وحدت اور اتحاد و اتفاق پیدا کیا جائے۔

فرمایا حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا دین بھی وہی تھا جو حضرت نبی کریم صلعم کو دیا گیا اور حضرت موسٰےؑ اور حضرت عیسٰیؑ کو بھی وہی دین دیا گیا جو حضرت نبی کریم صلعم نے دنیا کو دیا اور فرمایا وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون۔ یعنی آپؐ سے پہلے جب کبھی ہم نے کوئی نبی بھیجا اس پر ہم یہی وحی کرتے رہے کہ ہمارے سوا اور کوئی معبود نہیں لوگو ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت اللہ تعالےٰ ہی عبادت کے لائق ہے جو تمام دنیا کو زندگی بخشتا اور ان کے قیام کے سامان مہیا کرتا ہے وہی اکیلا خدا تمام جہانوں کی ربوبیت کرتا ہے

فرمایا وجعلنا من الماء کل شئی حی۔ تمام دنیا کی زندگی کا دار ومدار پانی پر ہے۔ حیوانات، کیڑے مکوڑے، نباتات اور تمام انسانوں کے لئے بارش آسمان سے اُترتی ہے کہ جس طرح پانی ہمہ گیر انعام اور رحمت الٰہی ہے اسی طرح سورج اور قمر بھی تمام اقوام کے لئے ہے۔ خدا کے نزدیک تمام نسل انسانی ایک وحدت کا حکم رکھتی ہے، فرمایا کان الناس امۃ واحدۃ تمام کے تمام انسان ایک ہی قوم ہیں۔ اور فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔ تمام انسانوں کی ایک ہی فطرت ہے۔ بادشاہ ہو یا مزدور سب کی تخلیق ایک ہی جیسی ہے اور سب کی ضمیر بھی ایک ہی ہے جو ان کو اچھے اور بُرے فعل کا علم دیکر سیدھی راہ بتاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ سب کے دلوں پر ایک ہی ٹھپہ ہے، سب کی آنکھیں ایک سی ہیں، سب کے کان ایک سے ہیں، اور سب کے دل ایک ہی طرح کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سب کا پیدا کرنے والا خدا ایک ہی ہے۔ یہ توحید الٰہی ہے جس کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی ہے۔

آج دنیا میں مختلف قوموں نے اتحاد پیدا کرنے کے لئے مختلف تجاویز کیں۔ بین الاقوامی سطح پر بھی اس قسم کی کوششیں اکثر کی جاتی ہیں لیکن وہ سطحی ہوتی ہیں۔۔۔ دنیا میں ایک ہی شخص محمد رسول اللہ صلعم ہیں جنہوں نے دنیا جہان کی قوموں کو ایک کرنے کے لئے فرمایا کہ دنیا کی تمام قوموں کے مذہبی رہنماؤں کی ہم نہ صرف تعظیم کرتے بلکہ ان پر ایمان لاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ دوسری قوموں میں بھی نیک اور صالح لوگ موجود ہیں۔ لیسوا سواء من اھل الکتٰب امۃ قائمۃ یتلون اٰیٰت اللہ اٰناء الیل وھم یسجدون یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولٰئک من الصالحین۔ سب لوگ یکساں نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک گروہ حق پر قائم ہے، وہ اللہ کی آیات رات کی گھڑیوں میں پڑھتے ہیں اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کام کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور یہ صالح لوگ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب قوموں کی ہدایت کا سرچشمہ ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالےٰ ہے۔ اس کی طرف سے مختلف زمانوں میں انبیاء آئے اور انہوں نے ایک ہی سبق دیا کان الناس امۃ واحدۃ۔ مخلوق سب کی سب ایک ہی ہے۔ ان سب کے لئے ایک ہی فرش اور ایک ہی چھت ہے۔ ان سب کے لئے ایک ہی بارش ہے اور ایک ہی سورج ہے۔ سورج کی حرارت اور تمازت کی وجہ سے گندگیاں اور غلاظتیں جل جاتی ہیں اور بہت سی بیماریوں کے جراثیم تباہ ہو جاتے ہیں۔ سارے ممالک میں صحت کا نظام ایک ہی ہے۔ کبھی آندھی سے اور کبھی بارش سے بیماریاں دُور ہوتی ہیں۔ فرمایا اگر جسمانی بارش کا نظام سارے عالم کے لئے ایک ہے تو روحانی بارش کا انتظام بھی یکساں رہا ہے۔

دوسری بات جو بیان ہوئی وہ یہ ہے کہ لایجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل وانصاف سے نہ روکے۔ آج قوموں کے درمیان انصاف نہیں ہے یورپ وافریقہ اور ہندوپاکستان کے اندر انصاف نہیں ہے۔ جو شخص یا جو قوم زیادہ طاقتور ہے وہ دوسرے کو تباہ کرنا چاہتی ہے، آج دنیا میں فساد ہی فساد ہے۔ علم بڑھ گیا لیکن اس کے ساتھ ہی اخلاق کی تاریکی بھی بڑھ رہی ہے اور اخلاق تباہ ہو چکے ہیں۔ علم ایک روشنی ہے، لیکن تعصب کی تاریکی دُور نہیں ہوئی۔ اگر چین چاہتا ہے کہ پاکستان کی مدد کرے تو روس کہتا ہے کہ میں ہندوستان کی مدد پر کھڑا ہوں اور برطانیہ اور امریکہ بھی پاکستان کے بارے میں بغض سے کام لیتے ہیں۔ دنیا میں بغض اور دشمنی کی وجہ سے اسلام اور مسلمان ان قوموں کو ایک آنکھ نہیں بھاتے یہ اختلافات اور بغض و تعصب تباہی کا موجب ہیں۔ ایسی حالت میں فرمایا لایجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا کسی قوم کی دشمنی مسلمان قوم کو اس بات پہ آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کرنا ترک کر دو۔

میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ ایک دفعہ میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ کے پاس گیا، اور دوران گفتگو میں ان کو کہا۔ جج صاحب ہمارا تجربہ یہ کہتا ہے کہ انگریز اس وقت تک اعلےٰ درجہ کا جج ہے جب تک کوئی مقدمہ یہاں ہندو اور مسلمان کے مابین ہو یا ان قوموں کے افراد کا آپس میں تنازعہ ہو، اس وقت انگریز کا عدل وانصاف بڑے اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ لیکن جب معاملہ ایک دیسی اور انگریز کے درمیان ہو تو آپ ہمیشہ فیل ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ انگریز کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کی پونے دوسو سالہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہاں کے دیسی باشندوں کے مقابلہ میں انگریز مجرم ہمیشہ بری کر دیا جاتا ہے۔ اس ملاقات کے بعد دوسرے دن جج صاحب نے ہائیکورٹ کے وکلاء کے سامنے کہا:

I met a very dangerous man yesterday.

کہ کل ایک بڑے خطرناک آدمی سے میری ملاقات ہوئی۔

یہی حال یورپ کی تمام قوموں کا ہے۔ ان قوموں کا یہ طریق ہے کہ محکوم ممالک سے مال و دولت سمیٹتے رہتے ہیں۔ اور اپنے ملک میں لے جاتے ہیں۔ انہوں نے محکوم قوموں کا خون چوس چوس کر اپنے وطن کو مالا مال کر دیا۔ یہاں تک کہ یہاں سے سستے داموں چمڑے جاتے تھے اور وہاں سے بوٹ بنا کر مہنگے داموں فروخت کرنے کے لئے یہاں بھیج دیتے تھے۔ اس طرح دوبارہ ہمیں لوٹتے رہے۔ ایسا ہی یہاں سے اونے پونے کپاس خرید کر لے جاتے اور ململ و لٹھے کی صورت میں زیادہ قیمت پر ہمیں فروخت کے لئے بھیج دیتے تھے یہ عدل وانصاف اور امانت و دیانت کا طریق نہیں ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریق کو پسند نہیں کیا اور نہ کبھی عدل وانصاف کو چھوڑ کر غیر قوم کے مقابلہ میں اپنی قوم کی حمایت کی۔ ایک یہودی اور ایک مسلمان طعمہ انصاری کے درمیان تنازعہ ہوا۔ یہودی کے گھر میں چوری کی زرہ بکتر پائی گئی۔ یہ زرہ بکتر طعمہ انصاری نے چوری کی اور گرفتاری کے خوف سے یہودی کے گھر میں پھینک دی۔ یہودی نے اس کی شکایت حضور نبی کریم صلعم سے کی۔ صحابہ نے PRESTIGE (وقار) کا سوال کھڑا کیا اور کہا کہ یہودی بے ایمان ہے طعمہ کو سزا دیا تو قوم کے وقار کے خلاف ہے لیکن حضور صلعم نے مقدمہ سننے کے بعد طعمہ کو ملزم قرار دیا اور یہودی کو بری کر دیا۔ حضور صلعم PRESTIGE (وقار) کے سوال کو خاطر میں نہ لائے اور طعمہ انصاری کو سزا دے دی۔

حضور صلعم نے اپنے جرنیلوں اور حاکموں کو وعظ فرمایا ستفتحون مصرًا تم مصر کو فتح کرو گے، اوصوا باھلھا خیرًا۔ وہاں کے باشندوں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنا۔ اُن سے ہمارا ایک رحمی تعلق ہے کیونکہ حضرت ہاجرہؑ دختر مصر تھیں۔ اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اقوام پر حکومت کرنا سکھایا۔ جب یمن فتح ہوا تو اس وطن کے لئے دو بلند پایہ شخصیتوں کو حاکم مقرر فرمایا ایک معاذ بن جبلؓ تھے اور دوسرے ابو عبیدہ بن جراحؓ۔ حضور صلعم نے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی کہ یمن میں تم حاکم اور قاضی بن کر جا رہے ہو۔ یاد رہے کہ وہاں کے رہنے والے اہل کتاب ہیں سامانہ دیکھئے حضور صلعم کے اخلاق حمیدہ کا کہ آپ انہیں اہل کتاب کے نام سے یاد کر کے ان کی عزت افزائی فرماتے ہیں۔

پھر فرمایا الدین یمانیۃ والحکمۃ یمانیۃ۔ وہ دیندار اور اہل علم و حکمت لوگ ہیں۔ ان سے اچھا سلوک کرنا یسرا ولا تعسرا۔ نرمی سے کام لینا ان پر سختی نہ کرنا۔ پھر فرمایا بشرا و لا تنفرا تمہاری حکومت کا طرز ایسا ہو کہ وہ خوش رہیں اور ایسا کام نہ کرنا جس کے باعث ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہو اور فرمایا ایاکم و کرائم اموالھم۔ ان کے مال ہڑپ نہ کرنا۔ سبحان اللہ۔ آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے محکوم اقوام کے مال ہڑپ کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ مدینہ میں کبھی غیر اقوام کا مال نہیں لایا گیا۔ آج یورپ کی اقوام کا یہ خاصہ ہے کہ دوسروں کے اموال ہڑپ کئے جاتی ہیں۔ فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط۔ اے مومنو! عدل وانصاف پر بڑی مضبوطی سے قائم رہو۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ جہاں کہیں گئے رحمت ہو گئے۔

ہماری ایک عظیم الشان تاریخ ہے۔ مسلمانوں نے سپین فتح کیا تو اس کو ایسا گل و گلزار بنایا کہ دنیا بھر کے لوگ سپین

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

فیصلہ جیمس آباد کی تائید میں

ابو شہزاد بی اے کے بے بنیاد ریمارکس پر ایک نظر

(۱)

فیصلہ کے دو پہلو

فیصلہ جیمس آباد کے دو پہلو ہیں ایک پہلو تو اس کا عدالتی اور قانونی ہے جس کے ماتحت فاضل سول جج شیخ محمد رفیق گوریجہ پی سی ایس نے تنسیخ نکاح کے ایک مقدمہ میں جماعت ربوہ سے تعلق رکھنے والے ایک احمدی کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے اسے کافر، مرتد اور غیر مسلم قرار دیا ہے۔

یہ فیصلہ غلط ہے یا صحیح اس کے بارے میں عدالت اپیل ہی اپنا فیصلہ صادر کر سکتی ہے۔ مجھے اس پر کچھ کہنے کا حق نہیں اور نہ میں اس بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں دوسرا پہلو اس فیصلہ کا خالص مذہبی ہے جس کا قانون سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے اس حصہ میں چونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود کی طرف ایسی باتیں یا ایسے عقائد منسوب کئے گئے ہیں جو ان کی تحریروں کے صریح خلاف ہیں اس لئے ان احمدیوں کا بھی فرض ہے جن کا تعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہے کہ وہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف غلط طور پر منسوب شدہ عقائد کے متعلق ان کا اصلی مذہب پبلک کے سامنے رکھیں تاکہ حضورؑ کے متعلق جو غلط فہمی اس فیصلہ سے پیدا ہو سکتی ہے دور ہو جائے اور خود جج صاحب کو بھی پتہ لگ جائے کہ ربوہ جماعت نے جو عقائد حضورؑ کی طرف منسوب کئے ہیں اور جن پر جج صاحب نے اپنے فیصلہ کی زیادہ تر بنیاد رکھی ہے وہ فی الحقیقت سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے عقائد نہیں بلکہ یہ جماعت ربوہ کے خود تراشیدہ عقائد ہیں۔

مسلمان کی تعریف اور حضرت مرزا صاحبؑ کا مذہب

اس بارہ میں سب سے پہلے غور طلب مسلمان کی تعریف ہے اور پھر اس بات کو دیکھنا ہوگا کہ آیا وہ تعریف سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو مسلمان قرار دیتی ہے یا انہیں اسلام سے باہر نکالتی ہے۔ سو مسلمان کی جو تعریف فیصلہ میں دی گئی ہے اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

فیصلہ میں صفحہ ۳۲ پر مسلمان ہونے کی ضروری شرائط کا بیان حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

"ان حالات سے بحث کے بعد جن کے تحت یہ (احمدی) تحریک پروان چڑھی یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مسلمان ہونے کی ضروری شرائط کیا ہیں (جسٹس سید) امیر علی اپنی کتاب محمڈن لاء میں لکھتے ہیں "کوئی شخص جو اسلام لانے کا اعلان کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں خدا کی وحدانیت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان ہے اور مسلمان لاء کے تابع ہے"

"ہر وہ شخص جو خدا کی وحدانیت اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری پر ایمان رکھتا ہے دائرہ اسلام میں آ جاتا ہے"

سر عبدالرحیم اپنی کتاب "محمڈن جیورسپروڈنس" میں لکھتے ہیں:۔

"اسلامی عقیدہ خدائے واحد کی حاکمیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی کی حیثیت سے مشن کی صداقت پر مشتمل ہے"

انہی آراء کا اظہار متعدد دوسری کتابوں میں کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں مسلمان ہونے کی شرائط سورۃ النساء میں درج کی گئی ہیں اللہ تعالٰے فرماتے ہیں:۔

اے ایمان والو تم اعتقاد رکھو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمائی اور ان کتابوں پر جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالٰے کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں دور جا پڑا۔ آیت ۱۳۶

قرآن کریم کی مذکرہ بالا آیت میں واضح طور پر سابقہ پیغمبروںؑ آسمانی صحیفوں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن اس میں کہیں بھی مستقبل کے پیغمبروں اور ان کی کتب کا حوالہ موجود نہیں اس سے اس کے سوا کوئی اور نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی وہ آخری کتاب ہے یہی بات سورۃ احزاب میں زیادہ زور دے کر کہی گئی ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں:۔

"محمدؐ تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے"
(آیت ۴۰)

اس بارے میں سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کا مذہب

مندرجہ بالا آراء سے ظاہر ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالٰے کی وحدانیت کا قائل اور حضرت نبی کریم صلعم کو پیغمبر تسلیم کرتا ہے بالفاظ دیگر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے وہ مسلمان ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس بارے میں سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ اپنا کیا مذہب بیان کرتے ہیں۔ ان علماء کو جنہوں نے آپ پر کفر کا فتوے دگایا مخاطب کرتے ہوئے اپنی کتاب آسمانی فیصلہ صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں:۔

"میں کافر نہیں ہوں اور خدا وند تعالٰے جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلسنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں (کیوں جناب کیا اس کلمہ طیبہ کے ذریعہ خدا کی وحدانیت اور محمد صلعم کی رسالت کا اقرار کیا گیا ہے یا نہیں۔ ناقل) اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ (کیا خط کشیدہ الفاظ میں صراحت کے ساتھ نبی کریم صلعم کے بعد نبی آنے کا انکار موجود نہیں۔ ناقل) اور یہ بھی لکھا کہ میں ملائک کا منکر بھی نہیں بخدا میں اسی طرح ملائک کو مانتا ہوں جیسا کہ شرع میں مانا گیا ہے (سورۃ النساء میں ملائکہ کو ماننے کا جو ذکر ہے کیا اس تحریر میں ان پر ایمان لانے کا ذکر موجود نہیں۔ ناقل) اور یہ بھی بیان کیا کہ میں لیلۃ القدر کا بھی انکاری نہیں بلکہ میں اس لیلۃ القدر پر ایمان رکھتا ہوں جس کی تصریح قرآن اور حدیثوں میں وارد ہو چکی ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں وجود جبرائیل اور وحی رسالت پر ایمان رکھتا ہوں انکاری نہیں اور نہ حشر و نشر اور یوم البعث سے منکر ہوں (سورۃ النساء میں ...... قیامت پر ایمان لانے کا ذکر ہے کیا اس تحریر میں اس کا ذکر موجود نہیں۔ ناقل) اور نہ خام خیال نیچریوں کی طرح اپنے مولیٰ کی عظمتوں اور کامل قدرتوں اور اس کے نشانوں میں شک رکھتا ہوں اور نہ کسی استبعاد عقلی کی وجہ سے معجزات کے ماننے سے منہ پھیرنے والا ہوں اور کئی دفعہ میں نے عام جلسوں میں ظاہر کیا کہ خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرتوں پر میرا یقین ہے بلکہ میرے نزدیک قدرت کی غیر محدودیت الوہیت کا ایک ضروری لازمہ ہے اگر خدا کو یہاں کر کے پھر کسی امر کے کرنے سے اس کو عاجز قرار دیا جائے تو ایسا خدا خدا ہی نہیں اور اگر نعوذ باللہ وہ ایسا ہی ضعیف ہے تو اس پر بھروسہ کرنے والے جیتے ہی مر گئے اور تمام امیدیں ان کی خاک میں ملا دیں گیئیں بلاشبہ کوئی بات اس سے انہونی نہیں ہاں وہ بات ایسی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی شان اور تقدس کو زیبا ہو اور اس کے صفات کاملہ اور اس کے مواعید صادقہ کے برخلاف نہ ہو"

(اب مخالفین بتلائیں کہ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے اس سے بھی زیادہ وضاحت کی ضرورت ہے۔ ناقل)

پھر اپنی کتاب ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۱۳۷ پر اپنا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد

رسول اللہ (کیا خدا کی وحدانیت اور محمد صلعم کی رسالت کا اقرار اس کلمہ طیبہ میں موجود نہیں۔ ناقل) ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باریتعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے (کیا حضرت نبی کریم صلعم پر نبوت ختم ہونے کا اقرار ان سے واضح الفاظ میں ممکن ہے۔ ناقل) اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نکتہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے (کیا قرآن شریف کو آخری الہامی کتاب تسلیم کرنے کے لئے ان الفاظ سے زیادہ واضح الفاظ کی ضرورت ہے۔ ناقل) اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنےٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلےٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے ہمیں جو کچھ ملتا ہے (مخالفین بتلائیں کہ یہ عقیدہ رکھنے والا حضرت نبی کریمؐ کی جگہ لے سکتا ہے۔ ناقل) اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں ان کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظلّ کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے (بتلائیں کہ جو شخص حضرت نبی کریم صلعم تو الگ رہے آنحضرت صلعم کے صحابہ کرامؓ کی یہ شان سمجھتا ہو وہ حضرت نبی کریم صلعم کی ہتک کا ارتکاب کر سکتا ہے یا کبھی برابری کا دم مار سکتا ہے کس قدر غلط باتیں حضورؑ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ ناقل) غرض ہمارا ان تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی طرف سے لائے اور تمام محدثات اور بدعات کو ہم ایک فاش ضلالت اور جہنم تک پہنچانے والی راہ یقین رکھتے ہیں۔"

(غور کیجئے اپنے آپ کو قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کا حقیقی متبع ثابت کرنے کے لئے اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت ہے۔ ناقل)

مزید سنیئے۔ اپنی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۳۳۹ پر کیا تحریر فرماتے ہیں:—

"ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور اس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ پر ایمان لاتا ہے اس کی آزمائش انبیاء کی آزمائش کی طرح کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں لیکن اس جگہ تو ایسے انقلاب کا دعوےٰ نہیں ہے وہی اسلام ہے جو پہلے تھا وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا وہی کتاب کریم ہے جو پہلے تھی اصل دین میں سے کوئی ایسی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو مسیح موعود کا دعوےٰ اس حالت میں گران اور قابل احتیاط ہوتا کہ جبکہ اس دعوے کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی اب جبکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں صرف مابہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے اور مسیح موعود کا دعوےٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اس دعویٰ سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے تو کیا اس دعوے کے تسلیم کرنے کے لئے کسی بڑے معجزہ یا کرامت کی حاجت ہے جس کا مانگنا رسالت کے دعوے میں عوام کا قدیم شیوہ ہے ایک مسلمان جسے تائید اسلام کے لئے خدا تعالےٰ نے بھیجا جس کے مقاصد یہ ہیں کہ تا دین اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور آج کل کے فلسفی وغیرہ کے الزاموں سے اسلام کا پاک ہونا ثابت کر دیوے اور مسلمانوں کو اللہ اور رسول کی محبت کی طرف رجوع دلاوے کیا اس کا قبول کرنا ایک منصف مزاج اور خدا ترس آدمی پر کوئی مشکل امر ہے؟ مسیح موعود کا دعوےٰ اگر اپنے ساتھ ایسے لوازم رکھتا جن سے شریعت کے احکام اور عقائد پر کچھ مخالفانہ اثر ہوتا تو بے شک ایک ہولناک بات تھی لیکن دیکھنا چاہیئے کہ میں نے اس دعوے کے ساتھ کس اسلامی حقیقت کو منقلب کر دیا ہے کونسے احکام اسلام میں سے ایک ذرہ بھی کم یا زیادہ کر دیا ہے۔ ہاں ایک پیشگوئی کے وہ معنے کئے گئے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے وقت پر مجھ پر کھولے ہیں اور قرآن کریم ان معنوں کی صحت کے لئے گواہ ہے اور احادیث صحیحہ بھی ان کی شہادت دیتے ہیں۔ پھر نامعلوم کہ اس قدر شور و غوغا کیوں ہے۔" (خدارا غور کیا جائے کہ کیا ان عقائد کا قائل نئی امت بنا سکتا ہے یا اس کا خیال بھی دل میں لا سکتا ہے انصافاً! ناقل)

۱۸۹۹ء میں حضورؑ نے ایک خط اپنے ایک مرید کو لکھا جو ۱۷؍ اگست ۱۸۹۹ء کے الحکم میں شائع ہوا اس کا مطالعہ بھی قارئین کرام کو حضورؑ کے مذہب کو اچھی طرح سمجھنے میں مدد دے گا۔ فرماتے ہیں:—

"محبی عزیزی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے جیسا کہ یہ الہام ہوا ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق اور جیسا کہ یہ الہام ہوا جری اللہ فی حلل الانبیاء اور جیسا کہ یہ الہام ہوا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا مگر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ ایسے ہی بہت سے الہام ہیں۔ جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا۔ اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالےٰ سے علم پاکر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال میں اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں تو اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ

(باقی پر صفحہ ۲ کالم ۱)

سب سے پہلے عربی زبان کے منصۂ شہود پر کیوں نہ آیا؟

منذرجہ بالاسوال کا جواب ایک مبسوط مقالے کا طالب ہے لیکن اس سوال کا مختصر جواب حسب ذیل ہے: ۔

۱۔ فلالوجی کوئی پرانی سائنس نہیں ہے اس کی عمر زیادہ سے زیادہ دو سو سال کے لگ بھگ ہے۔ جب نقل و حمل کے ذرائع میسر آئے اور سیر و سفر کی راہیں آسان ہوئیں اور عیسائی مشنریوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت جاری کی اور ان ملکوں کی زبانیں سیکھیں اور ان کی لغتیں طبع ہوئیں اور موازنۂ السنہ کا غلغلہ بلند ہوا اور علم اللسان کی طرف خصوصاً اہلِ یورپ نے توجہ کی اور اس سے پیشتر یہ سہولتیں میسر نہ تھیں اس لئے آغاز زبان یا کسی زبان کے اُمّ الالسنہ ہونے کا مسئلہ معرض التواء میں رہا اور یہ قدرتی بات تھی۔

۲۔ اہلِ یورپ نے جب موازنۂ السنہ کرنا شروع کیا تو ابتداء میں ہی ایک ایسی سکندری کھائی کہ آج تک سنبھالے نہ سنبھل سکے۔ وہ غلطی یہ تھی کہ انہوں نے عربی زبان کو قطعاً نظر انداز کر دیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ عربی زبان کے الفاظ تقریباً سارے کے سارے سہ حرفی الفاظ ہیں بحالیکہ یہ تلازمہ دوسری زبانوں میں نہیں پایا جاتا۔ دوسری زبانوں میں یک حرفی، دو حرفی اور اس سے زیادہ الفاظ کے مادے ہیں۔ پس عربی اور دوسری زبانوں میں قدرِ مشترک کی تلاش کرنا ایک محال جوئی ہے۔

۳۔ عربی کو نظر انداز کر کے اہلِ یورپ کا مطمح نظر سنسکرت بن گیا اور چند الفاظ سنسکرت کے یورپ کی زبانوں سے مشابہ دیکھ کر یہ نظریہ قائم ہو گیا کہ سنسکرت آرین زبانوں کی ماں ہے جس میں یورپ کی تمام زبانیں شامل ہیں۔ یہ نظریہ لمبے عرصہ تک مقبول رہا۔ لیکن بالآخر یہ نظریہ حرف غلط قرار دیا گیا۔ اسی طرح ذیح، اطالوی اور عبرانی کا دعوے کہ وہ اُمّ الالسنہ ہیں بے بنیاد قرار دیا گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سنسکرت وغیرہ زبانوں کے رُوٹ نہایت تھوڑے ہیں اور اس قابل نہیں کہ دوسری زبانوں پر محیط ہو سکیں۔

۴۔ اس پس منظر کے لحاظ سے بالآخر یہ نظریہ قائم ہوا کہ (الف) آغاز زبان سے متعلق جو مختلف نظریے ہیں وہ سب نادرست ہیں اور یہی ماننا پڑتا ہے کہ زبان انسان نے خود نہیں بنائی نہ یہ آوازوں کی نقالی ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو سکھائی (خلق الانسان علّمہُ البیان)۔

(ب) لازم ہے کہ دنیا کی تمام زبانیں سامی ہوں یا آرین یا کوئی اور خاندان ان سب کا منبع ایک ہی زبان ہو۔

(ج) لیکن وہ زبان جو سب زبانوں کا منبع اور ماخذ ہے یا تو زمانہ قبل از تاریخ معلومہ میں موجود تھی اور اب گم ہو چکی ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ زبان دنیا میں موجود ہو اور تحقیق سے مل سکے۔

پس اس وقت علماء السنہ کا حرفِ آخر یہ ہے کہ زبان خدا تعالیٰ نے انسان کو سکھائی اور دنیا کی تمام زبانوں کا منبع فی الاصل ایک ہی تھا۔ اور اگر کوئی ایسی زبان دلائلِ شافیہ سے یہ امر ثابت کر سکے تو وہ بخوشی اسے مان لیں گے۔

۵۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت دیکھئے کہ زبانوں کا منبع دریافت کرنے کے سلسلہ میں اہلِ یورپ عربی کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے اور یہ کونے کا پتھر معماروں نے مسترد کر دیا۔ حالانکہ تمام زبانوں کے خزانے اس کے نیچے پوشیدہ تھے۔

۶۔ تمام اہلِ لسان اس بات پر متفق ہیں کہ عربی کے روٹ تقریباً سب کے سب سہ حرفی ہیں اور ہمیشہ سے غیر متبدل رہے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ عربی کے روٹ کسی وقت کم و بیش یا تبدل ہو کر سہ حرفی ہو گئے ہوں۔ اور ہمارا دعوےٰ ہے کہ دنیا کی تمام زبانیں عربی کے سہ حرفی روٹوں پر مبنی تھیں۔ مرورِ ایام سے ان میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل ہوا اور وہ ایک نئی شکل اختیار کر گئے لیکن یہ تغیر و تبدل ایسے متعین اور حسابی اُصول پر ہوا ہے کہ ہر زبان کے رُوٹ اپنے سہ حرفی روٹ کی طرف لوٹائے جا سکتے ہیں۔ خواہ وہ چینی زبان کے ایک سلیبل والے الفاظ ہوں یا سنسکرت کے یک حرفی یا زیادہ حرف کے طویل رُوٹ ہوں یعنی دس پندرہ یا بیس حروف پر مشتمل الفاظ ہوں، سب کو عربی کے سہ حرفی مادے کی طرف حسابی طریق پر لوٹنا پڑے گا۔ گویا ایک کیمیائی عمل کے تجزیہ سے کمی کو پورا اور بیشی کو خارج کیا جا سکتا ہے۔ اس کیمیائی عمل کے نتیجے میں ہر زبان کے الفاظ دس بڑی قسموں میں بٹ جاتے ہیں اور عربی مادہ صاف اور شفاف ہو کر بحال ہو جاتا ہے۔ نیز اس کیمیائی عمل اور اس نسخے کے اجزاء فلالوجی کے مسلمات سے ہیں اس لئے کوئی بالغ نظر فلالوجسٹ ان کا انکار نہیں کر سکتا۔

منن الرحمٰن صفحہ ۸ پر ہے: ۔

"وکلما یرد اللفظ الی منتھی مقام الردّ، ویفتش اصلہ بالجھد والکدّ، فتریٰ انھا عربیۃ ممسوخۃ کانّھا شاۃ مسلوخۃ"۔

یعنی جب کوئی محقق کسی لفظ کے اصل کی تلاش کرتے کرتے محنت اور کوشش کے انتہائی درجہ تک پہنچ جائے گا تو دیکھے گا کہ وہ لفظ عربی کا مسخ شدہ ہے گویا وہ ایک بکری ہے جس کی کھال اُتار دی گئی ہے۔

مثلاً (۱) OATH پہلے EED تھا۔ جو عہد بمعنی قسم ہے۔

(۲) GINGER پہلے ZINGER تھا۔ لیکن اس سے بھی پہلے یہ لفظ ZINGIBER تھا جس میں را لام کا بدل ہے (الراء اُخت اللام) یعنی زنجبیل بمعنی جنجر۔ ظاہر ہے کہ ایک قدم آگے عربی رُوٹ موجود تھا۔ اور مجلّہ ہٰذا ان کے غلو کو ناواقفی اور کم علمی پر مبنی ثابت کیا۔ اور یہ سنسکرت کا ہوائی قلعہ جو عربی کو طاقِ نسیاں پر رکھ کر اہلِ مغرب نے تیار کیا تھا پیوندِ خاک ہو گیا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں: ۔

"والاسف کل الاسف علیٰ بعض المستعجلین من المسیحیین والغالین المعتدین انھم حسبوا اللسان الھندیۃ اعظم الالسنۃ ومدحوھا بالخیالات الواھیۃ وفرحوا بالاٰراء الکاذبۃ ولیسوا الا کحاطب لیل او اخذ غثاء من سیل او مختبرٍ من کل ارلامارٍ معین"۔

یعنی ان بعض جلد بازوں پر نہایت افسوس ہے جو عیسائیوں میں سے حد سے زیادہ تجاوز کر گئے ہیں اور انہوں نے سنسکرت زبان کو سب زبانوں سے بہتر سمجھ لیا ہے اور واہی خیالات کے ساتھ اس کی تعریف کی ہے۔ اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی رات کو لکڑیاں اکٹھی کرے یا سیلاب کا خس و خاشاک لے لے اور پانی کو چھوڑ دے یا گندے پانی میں سے ایک گھونٹ لے لے اور صاف پانی کو چھوڑ دے۔"

نیز فرماتے ہیں: ۔

"الا تریٰ الی اللسان الوید یۃ الھندیۃ وغیرھا من الالسنۃ الاعجمیۃ، کیف توجد اکثر الفاظھا من قبیل البرھیٰ والنحت، وشتان ما بینھا و بین المفردات الیجمعیۃ و نفداج مفرداتھا و قلۃ ذاتیدھا وعسرھا الالتہا یدلّ علیٰ ان تلک الالسنۃ لیست من حضرۃ العزۃ لامتھان بھا والبہیۃ"

یعنی کیا تو ہندی زبان یعنی سنسکرت

وغیرہ عجمی زبانوں کو نہیں دیکھنا کہ کیونکر ان کے اکثر الفاظ ان کے تراشں خراش کے قبیل سے ہیں۔ پس ان کو خالص مفردات سے کیا نسبت ہے؟ غرض ان کے مفردات کا ناقص ہونا اور ان کی پونجی کا کم ہونا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ وہ زبانیں خدا تعالٰے کی طرف سے نہیں اور نہ ابتدائی زمانہ سے ہیں۔" (منن الرحمٰن صٰ۸)

بلکہ اصل بات یہ ہے کہ :۔

یل تشہد الفراسة الصحیحة ویفتی القلب والقریحة' انها نحتت عند هجوم الضرورات وضیغت عند فقدان المفردات لیتخلص اهلها من مخالب الفقر وانیاب الحاجات، وما خطرت ببال الاعند ما مست الحاجة الیها"

یعنی فراست صحیح اور دل اور طبیعت فتوٰے دیتی ہے کہ وہ تمام زبانیں ضرورتوں کے وقت اور مفردات نہ ہونے کی وجہ سے گھڑی گئی ہیں تا اُن زبانوں والے محتاجگی کے چنگل سے نجات پائیں۔ اور وہ ترکیبیں حاجت پیدا ہونے سے پہلے کسی کے دل میں نہیں گذریں۔"

(منن الرحمٰن صٰ۸)

اُوپر کے حوالوں میں مندرجہ ذیل اُصولی باتیں مندرج ہیں :۔

اوّل۔ سنسکرت قدیم زبان نہیں ہے اور یہ امر بالآخر اب یورپ والے بھی تسلیم کر گئے ہیں۔

دوم۔ سنسکرت وغیرہ زبانوں کے مفردات نہایت تھوڑے ہیں اور اسی وجہ سے وہ اپنے قلیل سرمایہ کو کام میں لاکر مفہومات اور الفاظ کو مصنوعی طور پر گھڑتی ہیں جو مفردات کا بدل نہیں ہو سکتے۔

سوم۔ عیسائی محققوں کا سنسکرت پر دالا و شیدا ہونا اور اسے ایک عظیم الشان زبان قرار دینا ناانصافی اور کم علمی پر مبنی ہے۔

یہ تینوں امور سنسکرت کے لاحق حال ہیں۔ جہاں تک مفردات کا تعلق ہے سنسکرت کے وِدّوان کہتے ہیں کہ سنسکرت کے کل مصادر کی تعداد ۵۰۰ یا ۷۰۰ یا حد درجہ دو ہزار کے قریب ہے جن میں سے بہت سے گم ہو چکے ہیں جہاں تک الفاظ کے گھڑنے کا سوال ہے سنسکرت کے وِدّوان کہتے ہیں کہ سنسکرت میں تمام اسماء مصادر پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ۵۰۰ یا کم و بیش مصادر پر مبنی جو اسماء ہوں گے وہ دنیا جہان کی چیزوں پر کس طرح حاوی ہو سکتے ہیں۔ لازماً اُن میں تکلف اور بناوٹ اور معہود ذہنی نقائص موجود ہوں گے اور "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" کے اُصول پر اُن کی تراش خراش ہو گی اور مفردات کی طرح معین اور فصیح معنی ان میں نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے سنسکرت کے ۵۰۰ دھاتوں کی امداد کے لئے ۲۵ کے قریب سابقے (PREFIXES) اور ۲۰۰ کے قریب لاحقے (SUFFIXES) کام میں لائے گئے ہیں۔ اور اس طریق پر یہ زبان ایک تصنع اور بناوٹ اور انسانی ذہن کی کاوش کا نتیجہ ہے نہ کہ خدا داد فصاحت و بلاغت کی حامل ہو کہ مفردات کا خاصہ ہے یہ مضمون ایک الگ مقالے کا طالب ہے لیکن ہزاروں میں سے چند مثالیں اس صنعت کاری کی یہاں درج کی جاتی ہیں :۔

(A) DHAK-KHADA دانتوں کو ڈھانپنے والا یعنی ہونٹ (DHK ضا دلت دانت۔ غطاء ڈھانپنا) ظاہر ہے کہ یہ لفظ بنایا اور گھڑا گیا ہے۔ اور (شفة۔ ہونٹ) کا بدل نہیں ہو سکتا۔

(B) DEH۔ رُوح کو چھپانے والا یعنی جسم یہ مفہوم محض ایک خیال آرائی ہے (دح۔ چھپانا)

(C) KSHAP-ISA۔ رات کا آقا یعنی چاند۔ (غسف۔ اندھیرا۔ غروب آفتاب آنا)

(D) TARA-RAM-ana۔ تاروں سے محبت کرنے والا یعنی چاند (طر۔ چمکنا ستارا) رام۔ خواہش دلانا)

(E) AS-YA۔ دوڑنے والا۔ یعنی گھوڑا (سعی۔ دوڑنا) خود اہل سنسکرت معترض ہیں کہ دوڑنے میں گھوڑے کی تخصیص کیوں؟ ظاہر ہے کہ یہ لفظ ایک معہود ذہنی ہے۔

(F) G-لا۔ چلانے والی یعنی گائے (G عجّ۔ چلانا دبیل کا) سنسکرت والے خود معترض ہیں کہ چلانے کے لحاظ سے گائے کی پابندی کیوں ہے؟ اس کا جواب سنسکرت نہیں دے سکتی بلکہ عربی دے سکتی ہے کیونکہ عجّ بیل کی آواز کے لئے عربی میں مخصوص لفظ ہے۔ حدیث دلکش فسانہ و افسانہ سے نیز دیا

نف۔ دیکھئے یہ سنسکرت کا ایک حرفی لفظ لا۔ G عربی کی طرف لوٹ کر حرفی ہو گیا اور نیز وجہ تسمیہ سے تہی دامن ہو گیا۔ یعنی لفظ لا۔ G معنی بیل کا ڈکارنا

(G) ACHAR-YA۔ جو اس قابل ہو کہ چل کر اس کے پاس جائیں۔ یعنی استاد (سار۔ چلنا + یا۔ قابلیت)

(H) HADA پیچھے والا یعنی بکری (سندی۔ گوبر)

(I) DARP-ANA رعونت پیدا کرنے والا۔ یعنی آئینہ۔ (تکوف۔ سرکش بنانا) ایک پہلو سے یہ لفظ پکھی صفت سے ایسمل آئینے کے متعلق فرماتے ہیں

نو رعونت کمن فزو دستی
نیستم آنکہ تو نمودستی

(J) VIP ہلنا (پودہ) VIP-ANA ہلتا ہوا یعنی جنگل بوجہ درختوں کے) خیر یہ تو ہوا۔ لیکن اسی روٹ سے ہے VIP-RA ہلایا گیا یعنی الہام پانے والا۔ وحصت۔ ہلنا (پودہ)

(K) یہ تصنع اور مرکب الفاظ کی بات یہاں تک آخر بیٹا اختیار کر لیتی ہے مثلاً ۳۹ حرف کا ایک لفظ سنسکرت کا مایۂ ناز ہے :

VARSHA-PITU-MASA-PAKSHA-HO-VELA-DESA-PRA-DESANRAT

اس لفظ کے اندر دراصل عربی کے گیارہ ثلاثی مادے سموئے گئے ہیں لیکن اس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ اس لفظ کے معنی ہیں۔ وہ شخص جو بیرتا سکے کہ کونسا سال، موسم، مہینہ، پندرھواڑہ، دن، وقت اور جگہ ہے (دیکھو سنسکرت کی لغت مصنفہ میکڈانل صٰ۲۷۱)

نف۔ اس قسم کے طول الفاظ ویدک میں بھی مستعمل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مندر وں یا پاٹ شالاؤں میں رہنے والے پنڈت صاحبان ایسے الفاظ اپنی طبع آزمائی کے لئے گھڑتے رہے۔ اور مذکورہ قسم کے سینکڑوں الفاظ ثبوت ہیں اس امر کا کہ ضروریات کے ہجوم کے وقت اور مفردات کی کمی کی وجہ سے ایسے الفاظ گھڑ لئے گئے۔

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مندرجہ بالا قسم کے الفاظ کو چھوڑ کر ایسے کثیر الفاظ بھی سنسکرت میں ہیں جو مفرد اور خالص عربی الفاظ ہیں جن میں کوئی تغیر و تبدل بھی نہیں ہوا۔ بقول حضرت :۔

ومنها ما بقیت علی صورها الاصلیة وما غیرها حر هواجر الغربة۔

یعنی غیر زبانوں میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جو اپنی اصلی صورتوں میں باقی رہے اور پردیس کی دھوپ اور گرمی نے ان کے چہروں کو متغیر نہیں کیا۔"

(منن الرحمٰن ص۹۱)

بطور نمونہ سنسکرت کے چند ایسے الفاظ یہاں درج کئے جاتے ہیں :۔

سنسکرت	عربی
BHARC چمکنا	برق۔ چمکنا
KSHAL دھونا	غسل۔ دھونا
KSHOD بھوک	قصل۔ بھوک
KHEDA تکان	کل۔ تکان
KSHAP پھینکنا گالی دینا	قذف۔ پھینکنا گالی دینا
SAPA لعنت کرنا	سب۔ لعنت کرنا
SOS خشک	شس۔ خشک ہونا
STR چھپانا	ستر۔ چھپانا
YAS چمکنا	بص۔ چمکنا
KASA چمک	غاث۔ چمکنا
KSHA-YA کم ہونا	خس۔ کم ہونا
KAL-YA صحت مند	فلة۔ صحت
KUL کنبہ	کال۔ کنبہ
KAS چلے جانا	قش۔ چلے جانا
KRIYI مشک	قرلة۔ مشک
ASA راکھ	اس۔ راکھ
GHARSA چھیلنا	خرش۔ چھیلنا
کھرچنا۔ چھیلنا (ہندی)	خرش۔ چھیلنا
PIRTHU-I چوڑی کی گئی۔ یعنی زمین	فرطح۔ چوڑا کرنا

PIRTHU-I بڑا فسیح ہے اور استثناء کے طور پر رباعی ہے۔

وقال اللہ تعالٰی والارض فرشنٰها ان ارض اللہ واسعة۔ ضاقت علیهم الارض بما رحبت۔ والارض بعد ذالک دحٰها۔ کیف سطحت۔ وهو الذی مد الارض۔ واللہ جعل لکم الارض بساطا۔ ان آیات میں زمین کی وسعت اور چوڑائی مذکور ہے۔

فائدہ ملا تعجب ہے کہ میکسملر وغیرہ جو سنسکرت اور عربی زبانیں جانتے تھے ایسے صاف عربی الفاظ کو کس طرح نظر انداز کر گئے۔ مگر اس میں بھی اللہ تعالٰے کی مصلحت کارفرما تھی۔

(باقی بصفحہ کالم ۳)

جماعت احمدیہ بدوملہی کا سالانہ جلسہ

(۲)

بشیر احمد منوّر

جماعت احمدیہ بدوملہی کا دوسرا اجلاس نماز ظہر کے بعد چوہدری محمد شفیع صاحب کی صدارت میں شروع ہوا اور خواجہ محمد افضل صاحب مبلغ جماعت بدوملہی نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔

تقریر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

آپ نے قرآن کریم کی آیت ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (۱۶: ۱۲۵) کی تلاوت کر کے حاضرین سے کہا کہ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اور جو موضوع میں نے انتخاب کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آجکل علم طور پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ لوگوں کو اپنی طرف کیوں دعوت دیتی ہے اور یہ کہ اگر یہ جماعت تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے تو ٹھیک ہے اس کو جاری رکھے۔ لیکن جماعت میں شمولیت کے لئے اصرار ٹھیک نہیں ہے اور نہ ہم بانی سلسلہؑ کے دعاوی پر ایمان لانے کی کوئی ضرورت ہے۔ اس بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی غرض و غایت اشاعت و احیاء اسلام ہے اور یہ کام اُن زمانہ میں تقریباً متروک ہو چکا تھا۔ اس کے منجملہ اسباب میں سے یہ ہے کہ اس دور میں مادی علوم و فنون کی ترقی تھی سائنسی ایجادات ہو رہی تھیں۔ اس ترقی اور ان ایجادات کی وجہ سے دو قسم کے خیالات پھیلتے جا رہے تھے ایک تو یہ کہ دین کی باتیں محض توہمات ہیں۔ ان میں حقیقت کوئی نہیں نہ ان کا ہماری زندگی سے کوئی تعلق ہے اور نہ ان باتوں کا کوئی ثبوت موجود ہے۔

عیسائیوں نے اس مادی دور میں اپنے مذہب کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کا اثر مسلمانوں پر بھی ہوا۔ وہ بھی مذہب سے دور ہونے لگے دوسرے اس مادی دور میں انسان نے یہ سمجھ لیا تھا کہ زندگی میں مادی لوازمات کام کرتے ہیں۔ اس دنیا کی عمدہ عمدہ چیزیں حاصل ہوں دنیا کی آسائشات حاصل ہوں اور اس راہ میں مذہب کوئی فائدہ نہیں دیتا بلکہ مادی مفادات کے حصول میں مذہب سدِ راہ ہے۔

ان دو امور کی وجہ سے نئی نسل دین سے دور ہوتی جا رہی تھی اور مرور ایام سے مسلمانوں نے دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام چھوڑ دیا تھا۔ ان مذہب بیزار حالات میں احمدیہ تحریک نے جنم لیا۔ اور اسلامی اقدار کے احیاء کا بیڑا اٹھایا۔ اس نے اس وجہ سے یہ ایمان پیدا کرنا چاہا کہ خدا ہے، اس کی صفات اس دنیا میں کام کر رہی ہیں اس کی ذات کائنات پر مؤثر و محرک ہے اور قرآن کریم خدا کا کلام ہے خدا کی ہستی آج بھی انسانی زندگی پر اثر انداز ہے وہ آج بھی اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے زندہ خدا کی زندہ ہستی پر یہ ایمان تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اس ایمان کے بغیر اسلام کی تبلیغ و اشاعت نہیں ہو سکتی۔ اس ایمان و یقین کو پیدا کرنے کے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی دوراں تشریف لائے۔ آپ نے مجدد وقت اور امام عصر حاضر ہونے کا دعوےٰ کیا۔ آپ نے کہا کہ خدا ہے۔ وہ میرے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔ میرے پاس آؤ اور زندہ خدا کی زندہ قدرتوں اور حکمتوں کا مشاہدہ کر لو۔ میں تم کو علی وجہ البصیرت خدا کی ذات کا مشاہدہ کراؤں گا۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعاوی کو منانے کے لئے اس شدت سے اصرار کیا۔ آپ غور فرمائیں کہ کیا یہ وقت کی ضرورت تھی یا نہیں؟ یہ ایمان اور یقین کہ خدا ہے اس کا عمل دخل انسان و معاشرہ پر حاوی غالب ہے یہ یقین آج اگر پیدا ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت امام وقتؑ کو ماننے سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب ممدوح نے احمدیہ جماعت کے کارہائے عظیمہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تبلیغ و اشاعت اسلام کی راہ میں اس جماعت کی خدمات اور کارنامے معجزہ سے کم نہیں ہیں۔ یہ جماعت وقت کی حاکم قوم انگریزوں کو ان کے گھروں میں جا کر اسلام کا کلمہ پڑھاتی ہے۔ اور ان کی زبان میں اسلام کا پیغام دیتی اور ان کو حلقہ بگوش اسلام کرتی ہے۔ یہ ایمان کہ غالب دین اسلام ہے اور یورپ کی حکمران قوم کا مذہب باطل ہے۔ اس قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے قرآنی اسلام کا پیغام اس کو دیا ہے۔ یہ ایمان کس طرح اس جماعت کے اندر پیدا ہو گیا۔ آپ غور تو کریں مسلمان دنیا میں اس وقت مختلف قسم کی انجمنیں اور جماعتیں تھیں۔ ان میں یہ جوش کیوں پیدا نہیں ہوا اور اس جوش نے عملی صورت کیوں اختیار نہیں کی۔ اس جماعت نے بہت سے دہریہ منش لوگوں کو خدا کا قائل کر دیا۔ خواجہ کمال الدین رح اور مولانا عبدالماجد دریابادی دہریت کے گڑھے میں گرنے والے تھے لیکن اس سلسلہ کی وجہ سے اس کے نظریات کی برکت سے خواجہ کمال الدین یورپ کے پہلے مبلغ اسلام ہوئے اور مولانا عبدالماجد نہ صرف رجوع بہ اسلام ہوئے بلکہ اُردو انگریزی کے مفسر بنے۔ پکتھال جیسے انگریز کو نہ صرف حلقہ بگوش اسلام کیا بلکہ وہ مترجم قرآن بنا ۔ اس جماعت کی تبلیغی خدمات کا اعتراف ان لوگوں نے برملا کیا ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے حاضرین کو توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان کی ضرورت اس لئے ہے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ہتھیار ملتے ہیں اور ہم اس لئے لوگوں کو کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کو مجدد ماننا ضروری ہے۔ آپ دیکھیں کہ تبلیغ اسلام کا فریضہ ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن واقعات و شواہدات بتلا رہے ہیں کہ احمدی جماعت کے سوا اور کوئی جماعت اس راہ میں قدم نہیں اٹھاتی کہ ان کے دلوں میں جوش و ولولہ نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ اس جہاد کبیر کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کا جذبہ و جوش ...... حضرت امام زمانؑ کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس کا اعتراف ایک انگریز مصنف مسٹر اسمتھ نے اپنی تازہ تصنیف "اسلام اور پاکستان" میں یوں کیا ہے:—

"جماعت احمدیہ نے دیگر ادیان کے بارے میں جس قدر دلائل پیش کئے ہیں، زمانہ گزرنے کے ... ساتھ ساتھ اس سلسلہ کے شدید ترین مخالفوں نے انہیں بہ تمام و کمال قبول کر لیا ہے اپنے تبلیغی جوش اور عیسائیت کے خلاف پے در پے اور کثیر الاشاعت حملوں سے اس جماعت نے مسلمانوں کی اکثریت کے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کر دیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ ایمان و یقین پیدا کر دیا ہے کہ یورپ کی موجودہ ترقی اور قوت کا سرچشمہ عیسائیت ہرگز نہیں اور دنیا کا سچا دین صرف اسلام ہے اس تحریک کی یہی بنیادی خصوصیت ہے۔"

جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ لاہور کوئی فرقہ نہیں ہے بلکہ مجددین اور احیائے اسلام کی عالمگیر تحریک ہے۔ ارکان و عقائد اسلام کے بارے میں جماعت احمدیہ کا دوسرے مکاتیب فکر سے کوئی اختلاف نہیں ہے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ میں اعتقادی طور پر میں اہل سنت والجماعت ہوں ہماری جماعت کا پروگرام یہ ہے کہ اکناف عالم میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی جائے اور یہ کام حضرت مسیح موعودؑ کے عطا کردہ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہی کیا جا سکتا ہے۔

تقریر مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب

مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب نے سورۃ العصر کی تلاوت کرتے ہوئے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ سورۃ شریفہ ابتدائی دور کی ہے، یہ مختصر ترین سورت ہے۔ حدیث نبوی صلعم کے مطابق اسلام کا خلاصہ اور نچوڑ ہے ایک دوسری حدیث میں یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے صحابہؓ جب ایک دوسرے سے ملتے تو ایک دوسرے کو یہ سورت سناتے تھے۔ اس سے اس سورۃ شریفہ کی اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ مکرم مرزا صاحب نے فرمایا کہ اس سورۃ کے بیان کے مطابق انسان بڑے گھاٹے میں ہے۔ ہر لمحہ اور ہر گھڑی انسان کو کہہ رہی ہے کہ تمہاری زندگی کم ہوتی جا رہی ہے اور تم خسارے میں جا رہے ہو۔ لیکن اس نقصان اور خسارے سے وہ لوگ بچ سکتے ہیں جو مؤمن ہیں اور اعمال صالح بجا لاتے ہیں اور جو دل سے ایمانی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ ایمان میں اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب شامل ہے۔ جب تک انسان کا عمل نہ ہو اس وقت تک ایمان کا فائدہ کچھ نہیں۔ اعمالِ صالحہ وہ ہیں جن کے نتائج خیر و خوبی سے بھرے ہوں

مرزا صاحب نے فرمایا کہ زندگی کی مثال برف فروش کی دوکان کی طرح ہے۔ برف جو پڑی پڑی گھلتی رہتی ہے وہ ضائع ہوتی رہتی ہے اور جو بک جاتی ہے وہ اس کا حاصل ہے۔ اسی طرح زندگی کا جو لمحہ کسی اچھے کام میں لگ گیا وہ زندگی اچھی ہے۔ جو غفلت اور بے کاری میں ضائع کر دی اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں۔ لہذا انسان کو چاہیئے کہ وقت کو ضائع نہ کرے اسے کسی صالح اور بابرکت کام میں لگائے رکھے

آپ نے کہا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جس کا علم انسان کو نہیں دیا گیا۔

۱۔ بارش کب ہوگی

۲۔ موت کب آئے گی

۳۔ یہ کہاں واقع ہوگی

۴۔ پیٹ میں کیا ہے

۵۔ کل کیا کرنا ہے۔

انسان کی اس بے علمی کی حکمت یہ ہے کہ انسان آخری وقت تک کوشش میں لگا رہے۔ اگر ہم ... نہیں کرتے تو دین کے گھاٹے اور خسارہ میں بھی پڑنا نہیں چاہیئے۔ ہمیں دین کے نفع کی فکر کرنی چاہیئے۔ اگر ہم دین کے معاملہ میں فائدہ حاصل کرنے والے ہوں تو دنیا کا گھاٹا کوئی اہمیت و حقیقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں گھاٹے سے بچائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ اچھے کاموں پر لگائے رکھیں تا خدا کی سزا سے بچ جائیں۔

صدارتی ریمارکس

جناب صدر چوہدری محمد شفیع صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ دو مقررین کی ایمان افروز اور سبق آموز تقریروں کا ہم پر بہت اثر ہوا ہے اور ہم بہت محظوظ ہوئے ہیں۔ جزاہم اللہ تعالےٰ۔ ان مقررین حضرات کا میں اپنی بہنوں اور بھائیوں کی طرف سے بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور ساتھ ہی التماس کرتا ہوں کہ اس قسم کی مجالس وقفہ وقفہ کے بعد پابندی سے ہوتی رہنی چاہئیں۔ یہ جماعت کے لئے آب حیات کا درجہ رکھتی ہیں۔ جماعت اس سے بیدار رہتی اور اپنے نصب العین کو سرانجام دینے کے لئے تازہ دم رہتی ہے۔ لہٰذا جب تک ہم میں اس قسم کے بزرگ جو اعلےٰ درجہ کے خیالات رکھتے ہیں، آتے جاتے نہ رہیں ہم میں مستعدی برقرار نہیں رہ سکتی، اس سے ہمیں تحریک ہوتی رہے گی۔ میری یہ استدعا ہے کہ آپ حضرات گاہے گاہے آکر اپنے خیالات سے ہمیں مستفید فرماتے رہا کریں۔

اجلاس سوم

جماعت احمدیہ بلڈ ملکی کا تیسرا اجلاس جامع احمدیہ میں بعد از نماز مغرب جناب چوہدری محمد شفیع صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں خواتین و احباب سلسلہ کے علاوہ غیر از جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی۔ مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب انچارج برلن مسلم مشن نے تقریر کی جس میں مشن ہذا کی جرمنی میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے بارے میں جدوجہد پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اور یورپ میں اسلام کی اثر پذیری کے روشن امکانات کا جائزہ پیش کیا۔ حاضرین نے لیکچر کو بڑی ...

اخبار احمدیہ

یوم حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳؍اکتوبر کو لائل پور اور ۱۷؍اکتوبر کو لاہور میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی کی برسی منائی گئی۔ مفصل روئداد آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام کی جائے گی۔

مولوی رضا حسین صاحب کی واپسی

ووکنگ سے شیخ محمد طفیل صاحب لکھتے ہیں:۔

مولوی رضا حسین صاحب ٹرینیڈاڈ سے لندن پہنچے تھے۔ لیکن وہاں سخت بیمار ہوگئے اور انہیں واپس ٹرینیڈاڈ جانا پڑا۔ اللہ تعالےٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔ مولوی صاحب موصوف لاہور مزید تعلیم کے لئے آرہے تھے لیکن اللہ تعالےٰ کو ایسا منظور نہیں تھا۔

درخواست دعائے صحت

چوہدری محمد لطیف صاحب اٹھانے والی جو ہماری جماعت کے پرانے رکن ہیں آجکل خون کے دباؤ کی وجہ سے سخت بیمار ہیں۔ احباب سے ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

اُمّ الالسنہ

(بسلسلہ صفحہ ۸)

فائدہ نمبر ۲ اوّل علامہ ابن جنی کا احتمال جو نظریہ (ب) میں درج ہو چکا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علم اللسان کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ جس زبان میں مترادفات کی کثرت ہوگی وہ قدیم تر زبان ہوگی ... کسی میں دس یا پندرہ ۱۵ مترادف الفاظ تھے اور کل ایسے الفاظ عربی میں موجود پائے گئے جن کی تعداد دو سو کے قریب بنتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے جیسا کہ منن الرحمٰن میں درج ہے کہ جب نسل انسانی دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی تو جو سرمایہ اُمّ الالسنہ یعنی عربی سے ان کے ہاتھ میں تھا وہ ان کی بولی کی بنیاد بنا۔ ان کی بضاعت مزجاۃ ... انہوں نے تکلفات اور تصنع سے نئے مرکب لفظ گھڑے جیسا کہ سنسکرت کے مندرجہ بالا مصنوعی الفاظ سے ظاہر ہے کیونکہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ہاں بعض الفاظ ایک سے زیادہ زبانوں میں مشترک ہیں جیسا کہ لفظ "خوش" اور "...ن" وغیرہ۔ یہ دونوں زبانوں میں عربی سے اور مادہ ان کے مفہوم ... مگر ہر ایک کا مادہ عربی ہی نکلے گا؎

زبان مرا کاشکارا برند

زگنجینہ ... اگر ... برند

اس لئے یہ نظریہ درست نہیں کہ ایک ہی لفظ یا سارے عربی الفاظ مختلف زبانوں میں کیوں نہیں پائے جاتے؟

فائدہ نمبر ۳ اوپر درج ہوا ہے کہ مسلمہ طور پر سنسکرت کے مادے پندرہ سو کے قریب ہیں جو عربی لغت کے ایک گوشے میں سما سکتے ہیں۔ اس کم مائیگی کے باوجود اہل مغرب کا سنسکرت کو آرین زبانوں کی ماں قرار دینا صریحاً ایک غلط تھا اور "دلالہ جی باغ میں تین بھائی" کا مصداق۔ بہ مقام شکر ہے کہ اب مستشرقین اس نظریئے کو خیرباد کہہ چکے ہیں لیکن زمانہ قبل از تاریخ میں ایک ایسی اُمّ الالسنہ کے وہ قائل ہیں جو شاید گم ہو چکی ہے

یا شاید دنیا میں باقی ہے۔ انشاء اللہ اس نظریئے سے بھی عربی کے حق میں انہیں دستکش ہونا پڑے گا؎

چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

فائدہ نمبر ۴ سنسکرت کے مندرجہ بالا الفاظ سب ثلاثی ہیں جس کی وجہ سے مستشرقین نے عربی کو درخور اعتنا خیال نہیں کیا تھا حالانکہ یہ ایک مستقل اور معین اور ناقابل تبدیل ... درج کئے گئے ہیں۔

فائدہ نمبر ۶ دنیا کی مختلف زبانوں کی لغتیں بالعموم عیسائی مشنریوں نے اپنی غرض کے لئے بنائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھیئے کہ وہ سب ہمارے لئے مسخر کی گئیں؎

ایں سعادت چو بود قسمت ما

رفتہ رفتہ رسید نوبت ما

غایت مافی الباب

سب سے پہلے قرآن حکیم نے یہ دعویٰ کیا کہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔ اور حدیث نبویؐ میں بھی یہ اشارہ موجود ہے لیکن یہ مکمل علم جو ایک مستقل سائنس کا درجہ رکھتا ہے اللہ تعالےٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر منکشف کیا اور آپ نے اس بارے میں تمام دنیا کو چیلنج دیا جو اوپر درج ہو چکا ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

ہمارے متقدمین بڑے محتاط تھے۔ اور اس زمانے میں ان کے پاس وہ مواد السنہ کے بارے میں موجود بھی نہ تھا جس سے حتماً اور قطع و یقین کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا جا سکتا اور اس کے ثبوت میں ناقابل تردید دلائل دنیا کی تمام زبانوں کو مدنظر رکھ کر دیئے جا سکتے۔ اس زمانے میں مادی دنیا کے اندر سینکڑوں نئے علوم اور ایجادات دریافت ہوئیں حسب پیشگوئی: واخرجت الارض اثقالہا۔ اور جب دنیا میں مواد نہ السنہ وغیرہ کا غلغلہ ہوا تو روحانی دنیا میں بھی انکشافات ہوئے از انجملہ قرآن حکیم کی مندرجہ بالا صداقت آفتاب نصف النہار کی طرح دنیا کے سامنے آ گئی تا کہ اسلام کی حقانیت، توحید باری اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے متعلق ایک اور رنگ میں بھی اس علمی زمانے کے لحاظ سے اتمام حجت ہو سکے۔ م م

(باقی کالم ۲ پر)

ص۴ اپنے وقت پر اور ضرورت زمانہ کے پیش نظر اللہ تعالےٰ نے اس قرآنی صداقت کو اپنے ایک بندے یعنی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر مع دلائل و براہین منکشف کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ:۔

وان من شیءٍ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدرٍ معلوم۔

(بقیہ سلسلہ جیمس آباد ابسلیمنٹ)

ہیں ہیں۔ رسالت لغتِ عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنی کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعتِ سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے ہم اپنے نبی کریم کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے زیادہ خیریت والسلام

مورخہ ۱۷ ؍اگست ۱۸۹۹ء"

یہ چند حوالے بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کئے گئے ہیں ورنہ حضورؑ کی کتب اس اعتقاد کے بیان سے بھری ہوئی ہیں اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ..... کو منافی اسلام عقائد رکھنے والا سمجھتا ہے تو وہ جانے اور اس کا کام ہم تو اس کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہیں وہ خود ہی سوچ لے کہ مرنے کے بعد وہ خدا کو کیا جواب دے گا جب وہ اس سے پوچھے گا کہ تم اس شخص کو کس بنا پر

کافر قرار دیتے تھے جو قسمیں کھا کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان پر اعلان کرتا ہے اور جس نے اپنی ساری عمر غیر مسلموں کے خلاف جہاد میں گذاری اور اسلام کی سربلندی میں دن رات مصروف رہا اور ہر میدان میں دشمنانِ اسلام کو پچھاڑتا رہا اور جس نے تمام ادیان پر اسلام کو غالب کر کے دکھلا دیا اور جو اپنے پیچھے ایسی مجاہد جماعت چھوڑ گیا جو اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے المجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم کی مصداق ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ)

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

کی عالی شان عمارات دیکھنے جاتے اور حیرت زدہ ہوتے ہیں۔

غرض حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اقوامِ عالم کو متحد کرنے کے لئے یہ بین الاقوامی تلقین فرمائی ہے کہ ہر ایک قوم کے رہبر کی تعظیم کرنا اور اُن پر ایمان لانا دینِ اسلام کی تعلیمات کا عظیم مقصد ہے غیر اقوام پر آپؐ نے حکومت کرتے ہوئے بین الاقوامی انصاف قائم کر کے دکھایا، آپؐ دنیا جہان کے لئے رحمۃ للعالمین تھے اور آپؐ کی تعلیمات آخری حد تک کا حکم رکھتی تھیں، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ان تعلیمات سے متعلق فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آپؐ کے بعد کسی نبی کے مبعوث کرنے کی حاجت نہیں رہی۔ خود حضورؐ نے بھی فرمایا انا خاتم النبیین لانبی بعدی۔ حضرت مجدد زمان نے بھی ان الفاظ کو دہرا کر فرمایا رسول کریمؐ کا ارشاد ہے انا خاتم النبیین لانبی بعدی۔ اور فرمایا نبی اور رسول کا وجود متصور نہیں ہوتا بغیر جبریل کے وحی نبوت لانے کے۔ اب جبریل کو وحی نبوت لانے سے بند کر دیا گیا ہے اب اگر وحی نبوت کا ایک فقرہ بھی نازل ہو جائے تو اسلام کا تختہ اُلٹ جاتا ہے۔

اس کو کہتے ہیں الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی حضور نبی کریم صلعم کامل پیغمبر ہیں۔ ہمارا دین بہت عظیم الشان ہے لیکن افسوس ہے کہ

علی محمد ماحی لائل پور

اہلِ ربوہ سے ایک دردمندانہ سوال

یہ تسلیم کہ اصحابِ لاہور اور اہلِ قادیان و ربوہ کے مابین حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت یا مجددیت و محدثیت کے متعلق بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے مگر اپنے اور نہ جانے کتنے اور دوستوں کے اطمینانِ قلب کے لئے اہلِ ربوہ سے ایک دردمندانہ سوال کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ حقیقتِ دعویٰ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کھُل کر سامنے آجائے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نشانِ آسمانی صـ ۱۳۸ پر فرماتے ہیں:۔

"اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک صُورت رفعِ شک کی بتاتا ہوں جس سے ایک طالبِ صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس ۲۱ مرتبہ سورۃ اخلاص ہو اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالےٰ سے یہ دُعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردُود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردُود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما تا اگر مردُود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا اور ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے آمین"

اب سوال یہ ہے کہ جب آخری فیصلہ بارگاہ الٰہی سے چاہا جا رہا ہے تو اگر حضرت مسیح موعود کا دعویٰ حضرت کے اپنے اور خدا تعالےٰ کے نزدیک نبوت کا تھا تو پھر عدالتِ میں دعویٰ اور استغاثہ کے خط کشیدہ الفاظ یُوں ہونا چاہئیں تھے:۔

"اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور نبی وقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔"

اگر اہلِ ربوہ کے پاس اس کا جواب صرف یہ ہو کہ حضرتؑ کا دعویٰ نبوت اس تحریر کے بعد کا ہے تو پھر ایک ضمنی سوال کا جواب دیا جائے کہ کیا حضرت صاحبؑ نے نشانِ آسمانی کی اس تحریر کے بعد اپنے یومِ وصال یعنی ۲۶ ؍مئی ۱۹۰۸ء تک کسی جگہ اپنی تحریر میں استخارہ کے مذکورہ بالا معین الفاظ و عبارت کو تبدیل کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ استخارہ کی یہ عبارت تا قیامت غیر متبدل رہے گی اس ذریعے سے کوئی شخص حضرت صاحبؑ کے مسیح موعود اور مہدی اور مجدد ہونے کے دعویٰ کی صداقت پر ایمان لانے کے بعد "ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچ سکتا ہے"۔ بصُورت دعویٰ نبوت استخارہ کرنے والے شخص کا فتنہ میں مبتلا ہو جانا ایک یقینی امر ہے کیونکہ اس سے حضرت صاحبؑ کی راستبازی اور اللہ تعالےٰ کی پاک ذات اور عالم الغیب ہونے پر بھی بڑا سخت حرف آتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہمارے اخلاق دُرست نہیں ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کے جرائد

برادرانِ قوم! پیغام صلح، رُوحِ اسلام اور لائٹ، دنیائے اسلام کے ایسے جرائد

ہیں جو افراط اور تفریط سے بچ کر اشاعت اسلام اور اتحاد المسلمین کا خدائی فریضہ انجام دے رہے ہیں ہنگامہ پسند طبائع اس کام کو ناپسند کریں گی لیکن دنیا کو زود یا بدیر یہی پیغام قبول کرنا ہوگا آپ صبر و استقامت سے اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹایئے اور انہیں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کیلئے خریدار مہیا کیجئے۔ آپ کو دین و دنیا کی سرخروئی۔

اے آر یوسف صاحب ایم اے ایڈووکیٹ کی شفایابی کیلئے درخواست دعا

اے آر یوسف صاحب ایم اے ایڈووکیٹ ہمارے مخلص ترین اور قابل ترین نوجوان ہیں جن کو جماعت احمدیہ لاہور اور بانیٔ سلسلہ سے والہانہ محبت ہے۔ احباب کو یہ معلوم کر کے صدمہ ہوگا کہ گذشتہ ایام سے ذیابیطس کے باعث آپکی آنکھوں پر اثر پڑا ہے جس کی وجہ سے بصارت کمزور ہو گئی ہے۔ لیکن ماہر امراض چشم نے یقین دلایا ہے کہ تکلیف عارضی ہے انشاء اللہ چند ہفتوں تک شفا ہو جائے گی۔ آپ کچھ عرصہ کے لئے احمدیہ بلڈنگس لاہور کے مہمانخانہ میں فروکش ہیں تاکہ حضرت امیر قوم اور دیگر بزرگان کی دعا اور محبت سے تسکین و آرام حاصل کریں۔ جملہ احباب سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے کہ ان کی شفاء کاملہ عاجلہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۱

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ
بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و
اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

رسول اللہ صلعم کا استغفار

عن ابی ھریرۃ سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لاستغفر اللہ واتوب فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا اللہ کی قسم میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ستر عدد کامل ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ ہر وقت استغفار کرتا ہوں اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں استغفار کے معنے ہیں طلب غفر یا حفاظت چاہنا اور یہ حفاظت یا گناہ سے ہے یا گناہ کے نتائج سے انبیاء کا ہر کام چونکہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ لایسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون۔ اس لئے وہ گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ اور ان کا استغفار گناہ سے حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور تاب کے معنی ہیں رجوع کیا۔ اس لئے ان کی توبہ بار بار اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار اور رجوع الی اللہ بتاتا ہے کہ آپ اپنے نفس پر ایک لمحہ کیلئے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے وجود اور توحید کو پُر زور اور آسان دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ایسے صانع کے وجود کا کیونکر انکار ہو سکتا ہے جس کے ہزارہا عجائبات سے زمین و آسمان پُر ہیں۔

ارشادات حضرت مجدد زمان مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام

میں اپنے دوستوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ خوب یاد رکھو اور دل سے سُنو اور دل میں جگہ دو کہ اللہ تعالےٰ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اپنے وجود اور توحید کو پُر زور اور آسان دلائل سے ثابت کیا ہے، ایک برتر ہستی اور نور ہے۔ وہ لوگ جو اس زبردست ہستی کی قدرتوں اور عجائبات کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے وجود میں شکوک ظاہر کرتے اور شبہ کرتے ہیں سچ جانو بڑے ہی بدقسمت ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی زبردست ہستی اور مقتدر وجود کے اثبات کے متعلق ہی فرمایا ہے افی اللہ شک فاطر السمٰوٰت والارض۔ کیا اللہ کے وجود میں بھی شک ہو سکتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے یہ تو بڑی سیدھی اور صاف بات ہے کہ ایک مصنوع کو دیکھ کر صانع کو ماننا پڑتا ہے۔ ایک عمدہ جوتے یا صندوق کو دیکھ کر اس کے بنانے والے کی ضرورت کا معاً اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ پھر تعجب پر تعجب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی میں کیونکر انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ ایسے صانع کے وجود کا کیونکر انکار ہو سکتا ہے جس کے ہزارہا عجائبات سے زمین و آسمان پُر ہیں۔ پس یقیناً سمجھ لو کہ قدرت کے ان عجائبات اور صنعتوں کو دیکھ کر بھی جن میں انسانی ہاتھ۔ انسانی عقل و دماغ کا کام نہیں۔ اگر کوئی بیوقوف خدا کی ہستی اور وجود میں شک لائے تو وہ بدقسمت انسان شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے اور اس کو استغفار کرنا چاہیئے خدا کی ہستی کا انکار دلیل اور رویت کی بناء پر نہیں۔ بلکہ اللہ جل شانہٗ کی ہستی کا انکار کرنا باوجود مشاہدہ کرنے کے اس کی قدرتوں اور عجائبات مخلوقات اور مصنوعات کے جو زمین و آسمان میں بکھرے پڑے ہیں۔ بڑی ہی نابینائی ہے۔ نابینائی کی دو قسمیں ہیں ایک آنکھوں کی نابینائی ہے اور دوسری دل کی۔ آنکھوں کی نابینائی کا اثر ایمان پر کچھ نہیں پڑتا۔ لیکن دل کی نابینائی کا اثر ایمان پر پڑتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اللہ تعالےٰ سے پورے تذلل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دُعا مانگتا رہے کہ وہ اسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے۔ اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء

بھارت کے جنگی عزائم

کئی ماہ سے بھارت کی حکمران اندرا گاندھی کی طرف سے پاکستان کو جنگ کی بار بار دھمکیاں مل رہی ہیں، صرف دھمکیاں ہی نہیں بلکہ پاکستانی سرحدات کے سامنے بے شمار افواج اور توپخانہ وغیرہ بھی کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ پاکستانی افواج بھی اپنے دفاع کے لئے تیار کھڑی ہیں مشرقی پاکستان میں تو بھارتی تخریب کار آئے دن مختلف شہروں اور دیہات پر حملہ آور ہو کر مار دھاڑ کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے وہاں کا امن درہم برہم ہو رہا ہے، اگرچہ پاکستان کی طرف سے انہیں کافی سزا ملتی رہتی ہے اور انہیں اسلحہ اور لاشیں چھوڑ کر بھاگنا پڑتا ہے تاہم بھارت اپنی تخریب کاری سے باز نہیں آتا۔

حالات کی اس نزاکت کے پیش نظر اقوام متحدہ اور بعض بڑی بڑی طاقتوں کی طرف سے بھارت کو بار بار جنگی عزائم سے روکنے کے لئے کوشش کی گئی، لیکن اندرا گاندھی کو ضد ہے کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کی خواہش کے مطابق جب تک بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کیا جائے وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آ سکتا حالانکہ چند فریب خوردہ لوگوں کے ماسوا مشرقی پاکستان کے عوام پاکستان سے علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش کے قطعاً حامی نہیں اور وہ فریب خوردہ لوگ بھی جو افراتفری میں مشرقی پاکستان سے نکل کر بھارت میں پناہ گزین ہوئے، واپس اپنے گھروں میں آنا چاہتے ہیں، لیکن بھارتی حکومت انہیں زبردستی روکے ہوئے ہے اور اس بہانہ سے کہ ان لوگوں کی معیشت کا بار بھارت پر آن پڑا ہے، دوسرے ملکوں سے امداد کی بھیک مانگ کر اسے فوجی ضروریات پر صرف کر رہی ہے۔ اس صورت حالات کو سدھارنے کے لئے جو بھی تجویز اقوام متحدہ یا کسی بڑی طاقت کی طرف سے کی گئی اندرا گاندھی نے اسے مسترد کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ بنگلہ دیش پر بین الاقوامی مصالحت کی کوئی پیشکش قبول نہیں کی جا سکتی اور جو بھی تجویز کسی بھی ملک کی طرف سے پیش کی جائے، اسے ٹھکرا دیا جائے گا بھارت میں پناہ گزین ہونے والے لوگوں کی واپسی کے متعلق اقوام متحدہ کی طرف سے یہ تجویز کی گئی کہ دونوں ملکوں کی سرحدات پر مبصر بھیجے جائیں جن کی نگرانی میں ان لوگوں کی واپسی عمل میں آئے جو بھارت میں پناہ گزین ہیں، لیکن بھارت نے اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا، اور اس کی طرف سے خواہ مخواہ یہ ضد کی جا رہی ہے کہ بنگلہ دیش کے نمائندگان سے مفاہمت کئے بغیر وہ اپنے عزائم سے باز نہیں آ سکتا۔

سوال یہ ہے کہ بنگلہ دیش ہے کہاں اور اس کے نمائندے کون ہیں؟ وہ چند لوگ جو بھارتی فریب کاری کی وجہ سے بنگلہ دیش کا نعرہ لگانے کے مرتکب ہوئے اور اب وہ پشیمان ہو کر بھارتی حبس بے جا میں تڑپ رہے ہیں ان کو بنگلہ دیش کے نمائندے کہہ کر فساد برپا کرنا کہاں کی انسانیت ہے۔ ان کا معاملہ پاکستان کا داخلی معاملہ ہے، بھارت کا کیا حق ہے کہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل انداز ہو کر فتنہ و فساد برپا کرے بھارتی حکومت کو شرم آنی چاہیئے کہ چوبیس سال سے کشمیر کے عوام بھارت سے علیحدگی کے لئے کوشاں ہیں اور اس کی پاداش میں طرح طرح کے ظلم و ستم ان پر توڑے جا رہے ہیں، مجاہد کشمیر شیخ محمد عبداللہ کو قید و بند کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں، اور اب انہیں دلیس بدر کر کے دہلی میں نظر بند کر دیا گیا ہے اور آئے دن سینکڑوں حریت پسندوں کو جیلوں میں ٹھونسا جا رہا ہے، ان کے اس مطالبہ کیلئے پاکستان نے تو کبھی بھارت کو جنگ کی دھمکی نہ دی، حالانکہ اقوام متحدہ کی ایک قرارداد کی رو سے بھارت کا فرض ہے کہ کشمیری عوام کو ان کی خواہش کے مطابق حق خود ارادیت دے لیکن بھارت کے سابق وزیر اعظم پنڈت نہرو نے اس قرارداد کو تسلیم کرنے کے باوجود اس پر عمل کرنے سے گریز کیا، اور یہی حال مسز اندرا گاندھی کا ہے، کہ وہ کشمیر کے معاملہ کو سلجھانا نہیں چاہتیں اور اُلٹا ان پر ظلم و تعدی سے کام لے رہی ہیں اور دوسری طرف نام نہاد بنگلہ دیش کے لئے پاکستان سے برسر پیکار ہے۔

یہ واقعات اس حقیقت کے مظہر ہیں کہ بھارتی حکومت کسی اصول کی پابند نہیں، اپنی ناجائز اغراض کے لئے ہر قسم کے بیجا طور طریقے اختیار کرنا اور طرح طرح کے بہانوں سے غیر ممالک کو اکسا کر بھیک مانگتے رہنا اور بلاوجہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہونا اس کا شعار بن چکا ہے۔

افسوس ہے، کہ ان کھلے حالات و واقعات کے ہوتے ہوئے بعض ممالک اس کی ہاں میں ہاں ملا کر فسادات کو عملاً ہوا دے رہے ہیں، روس نے ان نازک حالات میں بھارت کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر کے اس کی پشت پناہی کا جو ارتکاب کیا ہے کوئی امن پسند ملک اس کو پسند نہیں کر سکتا۔ اقوام متحدہ کا ادارہ اور امریکی حکومت بھارت کے بے اصولا پن کو دیکھتے ہوئے اور اپنی تجاویز کو مسترد پاتے ہوئے بھی کوئی ایسی عملی کارروائی کرنے کے لئے تیار نہیں جس سے بھارت کا برپا کردہ فتنہ و فساد رک سکے اور جنگ کی ہولناکیاں دنیا کے امن کو درہم برہم کرنے کا موجب نہ ہوں۔

بھارت کے ان جنگی عزائم کے مقابلہ میں پاکستانی افواج اور عوام کا حوصلہ اور عزم و ہمت قابل تحسین ہے، پاکستان کا ہر فرد اپنے ملک کی سلامتی اور دفاع کے لئے جان لڑانا اپنا فرض سمجھتا ہے اور دشمن کو کسی طرح بھی اپنی سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ضرورت ہے کہ اس موقعہ پر تمام مختلف گروہ تمام انجمنیں اور ادارے، مذہبی فرقے اور لیڈران قوم اپنے اختلافات کو برطرف رکھ کر اس مشترکہ دشمن کے مقابلہ میں متحد ہو جائیں، دشمن صرف ہماری سرزمین ہی کو لینا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب اور ثقافت کو بھی مٹانا چاہتا ہے۔ اس کا دفاع فی الحقیقت مذہبی جہاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے لئے قوم کو پورے طور پر مجتمع ہو کر کھڑے ہو جانا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے دین اور اس ملک کی حفاظت کے لئے اس مہم کو سر کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور دشمن کے ناپاک عزائم کے مقابلہ میں پاکستانی افواج کو فتح و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین

سالانہ جلسہ کی تاریخیں

مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس منتظمہ نے جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۳ دسمبر تا ۲۶ دسمبر ۱۹۷۱ء مقرر کی ہیں۔ احباب اس میں شرکت کے لئے ابھی سے تیاری کر لیں اور دوسرے دوستوں کو بھی دعوت دیں۔ انجمن کے فیصلہ کے مطابق جناب کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب اور جناب میاں فضل احمد صاحب ہر دو اصحاب افسر جلسہ سالانہ کے فرائض انجام دیں گے۔ جناب کرنل سعید احمد صاحب پبلسٹی اور انتظام سٹیج کے امور انجام دیں گے۔ رہائش و خوراک کا انتظام جناب مرزا مسعود بیگ صاحب کے ذمہ ہے۔ مقامی جماعت لاہور دلائل پور اور دیگر جماعتوں سے جلسہ کے انتظام کے لئے رضا کار لئے جائیں گے

امیر مرحوم نمبر

"پیغامِ صلح" کا آئندہ پرچہ حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل پر مشتمل ہوگا، جس میں حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب، مرزا مسعود بیگ صاحب، چودھری محمد حسن چیمہ صاحب اور غلام نبی مسلم صاحب کی تقاریر جو انہوں نے ۱۷ اکتوبر ۷۱ء کو یوم محمد علی کے موقعہ پر مقامی جماعت لاہور کے جلسہ میں کیں اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع اور ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقاریر جو لائل پور کے جلسہ منعقدہ ۱۳ اکتوبر میں ہوئیں درج کی جائیں گی۔

بعض اور اصحاب کے مضامین

بھی اس پرچہ میں درج ہوں گے، ان کے علاوہ جو اصحاب اس نمبر کے لئے لکھنا چاہتے ہوں وہ اپنے مقالات ۳۰ اکتوبر تک ایڈیٹر پیغام صلح کے نام بھیجدیں۔

ہمارا آئین قرآن و سُنّت پر مبنی ہوگا؟

(چوہدری محمد حسن صاحب ایڈووکیٹ۔ گجرات)

کسی قوم کا آئین اُس کی اُمنگوں، حوصلوں اور ذاتی خدوخال کا ایک آئینہ ہوتا ہے۔ اسی لئے آئین کی تدوین میں بڑی محنت کی جاتی ہے اور کافی وقت لیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی انتظام کیا جاتا ہے کہ اس میں جلدی جلدی ترمیمیں نہ کی جا سکیں۔ ہمارے ہاں آئین کی تیاری میں اتنا وقت ضائع کیا گیا ہے کہ اب تک وہ مدوّن نہیں ہوسکا اور عوام اور ان کے لیڈر اسے مرتب کرنے میں بالکل ناکام ہو چکے ہیں اور اب فوجی حکومت اسے تیار کر رہی ہے۔ اب تک جتنے مسودات آئین کی تیاری میں لکھے گئے ہیں ان کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے "پاکستان کا آئین قرآن اور سنت پر مبنی ہوگا"۔ اس پر بھی نزاع واقع ہوگیا۔ مسٹر غلام احمد پرویز نے اس پر اعتراض کیا کہ قرآن تو بیشک جُملہ مسلمانانِ عالم کی مسلّمہ الہامی کتاب ہے۔ مگر سُنت کے معاملے میں مسلمانوں کے فرقوں اور جماعتوں میں بڑا اختلاف ہے۔ ایک فرقہ جن امور کے مجموعہ کو سُنت کہتا ہے، دوسرا فرقہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔ وہ بعض دوسرے امور کا نام سنت رکھتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب اتنا آسان نہ تھا۔ مگر مولانا مودودی صاحب آج سے کئی سال قبل اس اعتراض کا جواب یوں دے چکے ہیں کہ درحقیقت آئین کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے کا تعلق پبلک لاء سے ہے اور دوسرے کا تعلق پرائیویٹ لاء سے ہے۔ اس سلسلہ میں ان کا ایک بیان جو غالباً تازہ ترین ہے اخبار نوائے وقت مورخہ ۲۱ر اگست ۱۹۵۰ء میں یوں شائع ہوا ہے۔

> "کہ پبلک لاء کے بارے میں جو بات میں نے کہی ہے میرے شیعہ بھائیوں کو ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہیئے اگر اس ملک میں آمریت یا بادشاہت نہیں چلتی ہے بلکہ ہمیں جمہوری طریقے پر ہی ملک کا نظام چلانا ہے تو ملک کی پارلیمنٹ یا اسمبلی جو قانون سازی ہوگی وہ بہرحال اکثریت کی رائے سے ہی ہوگی۔ لیکن پاکستان میں اکثریت سنیوں کی ہے۔ اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ قرآن اور سنت کی وہی تعبیر پبلک لاء کی بنیاد بنے جسے سنی اکثریت مانتی ہے۔ یہ اصول اگر شیعہ بھائیوں کو قبول نہیں ہے تو ان کے لئے دو راستوں میں سے ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے، جسے وہ اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کہیں کہ پبلک لاء شیعہ اقلیت کی تعبیر کے مطابق بننا چاہیئے دوسرے یہ کہ وہ کہیں کہ قرآن اور سنت کو یہاں سرے سے ماخذ قانون قرار ہی نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ پبلک لاء کے معاملہ میں قرآن اور سنت کی کوئی تعبیر ممکن نہیں ہے جو تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک مسلّم ہو"۔

اس پر پھر پرویز صاحب نے اعتراض کیا کہ اسلام میں پبلک لاء اور پرائیویٹ لاء کا امتیاز کہاں سے ثابت ہوتا ہے۔ پبلک لاء اور پرائیویٹ لاء دونوں پر اسلام کے اصول و قواعد ضوابط حاوی ہیں، جہاں تک ہمیں معلوم ہے مودودی صاحب کی طرف سے اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ مولانا کے نزدیک پبلک لاء کی وہ تعبیر جو سنیوں کی کثرت تدوین کرے ملک کا قانون ہوگی۔ اور جہاں تک پرائیویٹ لاء کا تعلق ہے مولانا اور ان کے بہت سے ہمنوا علماء نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ہر مسلمہ فرقے کے اپنی اپنی ... فقہی توضیحات کو آئین میں محفوظ کر دیا جائے یعنی اس امر کی آئینی ضمانت دی جائے کہ ہر مسلمہ فرقہ اپنے اپنے فقہ کے مطابق پرائیویٹ لاء کے مطابق مسائل حل کرنے کا مجاز ہو۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم کی تعلیم صرف پبلک لاء پر اثر انداز ہے اور پرائیویٹ لاء پر احاطہ نہیں کرتی۔ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ قرآن مکمل ضابطۂ حیات ہے اور دوسری طرف اس کے قانون کی متضاد تعبیروں کو آئینی تحفظ کی ضمانت طلب کی جاتی ہے۔ مثلاً ایک فرقہ متعہ یعنی عارضی نکاح کو جائز سمجھتا ہے اور کثیر تعداد والا فرقہ اسے بالکل حرام قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن ان دو متضاد تعبیروں میں سے صرف ایک کا مؤید ہو سکتا ہے اور آئین کی پہلی شق بھی یہی ہے کہ کوئی قانون قرآن کے خلاف نہ ہوگا۔ اس سے تو خود قرآن کریم کی توہین واقع ہو جائے گی حالانکہ خود قرآن کریم کا دعوٰی ہے کہ اگر یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات ہوتے۔ قرآن میں یقیناً کوئی اختلاف نہیں۔ مگر مودودی صاحب اس میں خود اختلافات پیدا کر رہے ہیں۔

اس میں ایک اور بھی دقت پیدا ہوگی کہ مسلمہ فرقے کون کون سے ہیں اور غیر مسلمہ کون کون سے۔ اور اس کا کون فیصلہ کرے گا۔ کہ فلاں فرقہ مسلمہ ہے اور فلاں فرقہ غیر مسلمہ۔

حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی زندگی ہی میں تین فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ یہ تھے شیعہ، خوارج اور مرجیہ۔ آگے جا کر شیعوں میں دو اور فرقے پیدا ہو گئے تھے یعنی زیدیہ اور امامیہ۔ امامیہ کے پھر دو اور فرقے پیدا ہو گئے۔ ان کے نام ہیں اثنا عشریہ اور اسمٰعیلیہ۔

خوارج کے اندر بھی چار فرقے پیدا ہو گئے تھے (۱) ازارقہ (۲) نجدات (۳) اباضیہ (۴) صفریہ۔

خوارج کے متعلق تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بڑے زاہد و عابد تھے۔ ان کے جوان شب بیدار تھے وہ رات کو قرآن کی تلاوت کرتے اور اکثر بستروں سے علیحدہ رہتے جنت کے ذکر پر غلبۂ اشتیاق سے وہ آبدیدہ ہو جاتے۔ جہنم کے ذکر پر وہ بلک بلک کر روتے تھے۔ میدانِ جنگ میں تیروں کی بارش، سونتی ہوئی تلواروں کی چمک اور مقابل فوج کی کڑک اور گرج ان کو ہراساں کرنے کی بجائے ان کے اندر مخالفین پر ٹوٹ پڑنے کا جذبہ پیدا کر دیتی تھی۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے کہ میدانِ جنگ میں کسی مخالف نے انہیں نیزہ مارا اور آر پار کر دیا تو وہ اسی حالت میں جبکہ زخموں سے بے تحاشا خون بہہ رہا ہوتا تھا اپنے قاتل کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑ پڑتے تھے کہ وعجلت الیک رب لترضٰی۔ یعنی اے میرے پروردگار! میں تیری طرف جلد جلد آرہا ہوں تاکہ تو راضی ہو جائے۔

یہ تفصیل ہم نے اس لئے بیان کی ہے تاکہ یہ پتہ لگ سکے کہ مولانا مودودی اور ان کے ہمنوا علماء کے نزدیک یہ فرقہ مسلمہ فرقوں میں سے ہے یا نہیں۔

فرقہ مرجیہ کے نزدیک ایمان دراصل اللہ اور اس کے رسولؐ کی معرفت کا نام ہے جس نے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی معرفت حاصل کر لی وہ مؤمن ہے۔ ان کے نزدیک جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھے گو وہ فرائض اور واجبات کو چھوڑ بیٹھے یا کبائر کا ارتکاب کرے وہ مؤمن ہی رہتا ہے حالانکہ خوارجیوں کے نزدیک وہ کافر ہوتا ہے۔ بعض مرجیہ علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ایمان صرف اعتقاد قلبی کا نام ہے۔ یہ اعتقاد رکھ کر کوئی شخص زبان سے کچھ ہی کہتا پھرے وہ مؤمن کا مؤمن ہی رہتا ہے۔

خوارج اور مرجیہ فرقہ کے خیالات کے غلو اور شدت کو ترک کر کے اور نزاعی امور میں اپنا الگ وجود رکھنے والا ایک فرقہ معتزلہ کے نام سے مشہور رہا۔ اس فرقہ کی بازگشت علی گڑھ کی تحریک کے بانی سرسید اور ان کے رفقائے کار کی تحریروں میں اب بھی ملتی ہے ان خیالات کی بعض دیگر تصورات کے اضافے کے ساتھ نمائندگی اس وقت طلوعِ اسلام کے مکتبۂ فکر کی تصانیف میں ملتی ہے۔ اس مکتبۂ خیال کے پیشرو مولوی عبداللہ چکڑالوی تھے۔ جن کے نام سے چکڑالوی فرقہ اب بھی موجود ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان فرقوں کے معتقدات کو اگر جمع کیا جائے تو ان میں سنگین قسم کے اختلافات ظاہر ہوں گے۔ تو ایسی صورت میں علماء کو پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ ان میں سے کون سے فرقے مسلمہ ہیں اور کونسے غیر مسلمہ۔ وہ کونسے علماء ہوں گے جو اس قسم کے فیصلہ کرنے کے مجاز ہوں گے!

اس سلسلے میں ایک اور بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مملکت پاکستان کا سب سے اہم منصب جو صدر پاکستان کا ہے۔ کس فرقے سے متعلق ہوگا۔ مولانا مودودی نے اس سوال کا بھی اپنے مذکورہ بالا بیان میں جواب دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:-

> "ہمارے نزدیک اس کا صرف مسلمان ہونا ہی کافی ہے۔ خواہ وہ مسلمہ اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اس سے قادیانی تو بے شک خارج ہو جاتے ہیں مگر جہاں تک شیعوں کا تعلق ہے ان کے بارے میں نہ صرف یہ کہ ان کا ایک اسلامی فرقہ ہونا مسلّم ہے بلکہ مسلمانوں میں اب تک یہ سوال کبھی پیدا ہی نہیں ہوا کہ صدر مملکت کا تعلق کس فرقے سے ہو"۔

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ شیعانِ علی بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ تو کیا مولینا

مودودی شیعوں کے ان تمام فرقوں کو ایک ہی سطح پر خیال کرتے ہیں؟ اور کیا وہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ صدرِ مملکت لازماً کسی مسلمہ فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ اگر ایسا ہو تو کیا مولانا اسلام کے اندر تفرقہ اندازی اور اختلافات کے فتنہ کو استقلال اور دوام بخشنا چاہتے ہیں۔ مولانا کو کون سمجھائے کہ شیعانِ علی میں ایک ایسا غلو پسند طبقہ بھی پیدا ہو گیا تھا جس نے حضرت علیؓ کی زندگی ہی میں انہیں خدا بنا ڈالا تھا۔ اور یہ لوگ اس امر کے قائل تھے کہ الوہیت جزو ان کے اندر حلول کر گیا تھا۔ اور علمِ غیب انہیں حاصل تھا۔ اور ان میں عقیدۂ رجعت بھی رائج ہو چکا تھا۔ اس عقیدہ کی رو سے حضرت علیؓ کا دوبارہ دنیا میں تشریف لانا بھی شامل ہے اور ان کے دوبارہ ظہور پر دنیا پھر عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔ جس طرح وہ ان کی بعثت ثانی سے قبل ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔

ہم مولانا مودودی کی وسعتِ نظر اور عالی ظرفی کی داد دیتے ہیں کہ وہ پاکستان اسلامی مملکت کی سربراہی کے لئے شیعہ فرقے کی کسی شاخ سے وابستہ شخصیت کی تقرری پر نہ صرف معترض نہیں ہیں بلکہ اس کی امامت کو بخوشی قبول کرنے کا ادعا رکھتے ہیں بلکہ جمہور مسلمانان کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ ایسی تقرری پر بھی معترض نہ ہوں۔ اسی نظریہ کو پیش کرتے ہوئے مولانا نے اپنے ۱۱ اگست ۱۹۷۱ء کے بیان میں شیعوں کو یہ چیلنج دیا ہے کہ ”چونکہ پبلک لاء کے معاملے میں قرآن اور سنت کی کوئی تعبیر ممکن نہیں ہے جو تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک مسلم ہو“۔ ان کے نزدیک ”اسی لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ قرآن اور سنت کی وہی تعبیر پبلک لاء کی بنیاد بنے جسے ملک کی اکثریت مانتی ہے۔ یہ اصول اگر شیعہ بھائیوں کو قبول نہیں ہے تو ان کے لئے دو راستوں میں سے ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے جسے وہ اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کہیں کہ پبلک لاء شیعہ اقلیت کی تعبیر کے مطابق بننا چاہئے اور دوسرے یہ کہ وہ کہیں کہ قرآن اور سنت کو یہاں سرے سے ماخذِ قانون قرار ہی نہیں دینا چاہئے۔“

اس سلسلہ میں ہم مولانا مودودی کی خدمت میں یہ بھی عرض کریں گے کہ نہ آئین کی رو سے نہ عام سیاست کی بنا پر اس ملک میں انتخابی حلقے فرقوں کی بنیاد پر نہ کبھی بنائے گئے ہیں نہ آئندہ بنائے جانے کی امید ہے۔ الحمد للہ کہ اس ملک میں عقل و دیوالیہ پن اس حد تک نہیں پہنچا کہ لوگ ملّا کے زیرِ اثر سنیوں کے علیحدہ اور دوسرے فرقوں کے علیحدہ حلقے تجویز کرنے لگ جائیں اور یہ بھی مقامِ شکر ہے کہ صدرِ مملکت کی طرح ممبرانِ اسمبلی کا بھی کسی خاص فرقے سے وابستہ ہونا نہ سیاسی طور پر نہ اخلاقی طور پر ضروری ہے بلکہ اب تو اس ملک میں یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے کہ پڑھے لکھے روشن خیال طبقے غیر فرقی نظریات کے علمبردار ہوں۔ صدرِ اول اور خلفائے ثلاثہ کے دور میں کوئی فرقہ بندی نہ تھی۔ تعلیم یافتہ دانشمند اسی دور کا غیر فرقی اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ جب ایسے نمائندے اسمبلیوں میں پہنچیں گے تو وہ حضورؐ ہی کے زمانہ کی یادوں کو تازہ کرنے میں فخر محسوس کریں گے۔ بلکہ وہ تو تخلیقِ پاکستان کے وقت کی اس کیفیت کو بھی مدنظر رکھیں گے جبکہ اس ملک کی تمام اسلامی جماعتوں، فرقوں اور طبقوں نے تخلیقِ پاکستان میں مسلمان اور صرف مسلمان کی حیثیت سے حصہ لیا تھا اور ساری قوم ایک جھنڈے کے نیچے اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اور ایک ہی قائد کی قیادت میں دو بہت بڑی قوموں سے نبرد آزما ہو کر محض پختہ ایمان اور عزم و استقلال کی بنا پر اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اب اسمبلی میں جب کوئی منتخب شدہ ممبر کسی قانون کا مسودہ پیش کرے گا تو وہ صرف مسلمان کی حیثیت سے ہی پیش کرے گا نہ کہ کسی خاص فرقہ کی نمائندگی اس کے ذہن پر مسلط ہو گی اب اپنے اس مسودے کو وہ قرآن اور سنت کے سامنے پیش کرے گا اور بڑے غور و خوض کے بعد اپنے مسودہ پر بحث کا آغاز کرے گا۔ وہاں کسی فرقے کا نقطۂ نظر کسی کے سامنے نہ ہو گا۔ وہ قرآن ہی سے دلائل پیش کرے گا اور مستند تاریخ کے حوالوں سے یہ ثابت کرے گا کہ رسول اللہ صلعم کا اسوۂ حسنہ اس بارے میں ہماری کیا ہدایت کرتا ہے۔ پھر اجلاس میں عام بحث ہو گی اور پڑھے لکھے لوگ عقل و تدبر، تحقیق و تدقیق سے کام لے کر اپنے اپنے دلائل پیش کریں گے اور اس وقت جن دلائل کو اکثریت علی وجہ البصیرت قبول کرے گی وہی قانون بن جائے گا اس میں کئی دفعہ ایسا بھی واقعہ ہو گا کہ کسی اقلیتی فرقہ کا نقطۂ نظر قبول کر لیا جائے۔ مثلاً حنفیوں کے ہاں قانون کی یہ ایک شق ہے کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو چھوڑ کر کہیں لاپتہ ہو جا دے تو اس کی بیوی کو ۹۹ سال تک اس کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیئے اور اگر اس عرصہ کے گذرنے کے بعد وہ واپس نہ آئے تو وہ نکاحِ ثانی کی مجاز ہو گی۔ ہمیں یقین ہے کہ اس زمانہ کی کوئی مقننہ حنفیوں کی اس قانونی شق کو قبول نہیں کرے گی۔ اور خود نبی کریم صلعم کے زمانے کی کئی مثالیں ایسی مل جائیں گی جن سے مذکورہ بالا قانونی شق کے ناقابلِ عمل ہونے کی اسناد مل جائیں گی۔

ہمارے خیال میں مولانا مودودی نے خواہ مخواہ تفرقہ بازیوں اور فسادکی فتنہ انگیزیوں کو دوام بخشنے کی ناحق کوشش کی ہے اور فرقہ بازی کا تحفظ چاہا ہے!

اس مقام پر ہم یہ بھی اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس بارے میں غلام احمد پرویز صاحب کا موقف کہ سنت کو آئین کی بنیاد ہی نہیں بنانا چاہیئے، اسلام سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا بلکہ اس سے تو اسلام کا ایک بہت بڑا ستون ہی گر کر اسلام کی عظیم الشان عمارت کھڑی سے منہدم ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم ۲۳ سال کے عرصہ میں ٹکڑوں میں نازل ہوتا رہا اور حضور قرآن کے ہر حکم پر عمل پیرا ہو کر لوگوں کے سامنے نمونہ پیش کرتے رہے اور قوم اس پر عمل پیرا ہو کر ایک جیتا جاگتا تعامل کا زندہ معاملہ پیش کرتی رہی جو اب بھی عالمِ اسلامی میں عملی رو میں تمام امتِ مسلمہ میں نظر آ رہی ہے۔ ہم جس طرح قرآن میں نازل ہوئی ہدایت کے محتاج ہیں اسی طرح اس نمونہ کے بھی محتاج ہیں جو حضور صلعم نے اس ہدایت پر عمل کر کے لوگوں کو دکھایا۔ اس لئے آئین کی بنیاد قرآن اور سنت پر لازماً ہونی چاہیئے اور اس آئین کے نفاذ کو فرقہ بندی کی لعنت سے بھی دور رکھنا چاہیئے۔

چونکہ آئین ابھی اسمبلی کے سامنے پیش نہیں ہوا اور اس پر کافی بحث ہونے کی توقع ہے اس لئے ہم نے یہ چند سطور سپردِ قلم کر دی ہیں تاکہ نہ مولانا مودودی کسی قسم کے تخریبی فلسفہ یا فرقہ وارانہ انداز استدلال سے لوگوں کو متاثر کر سکیں اور نہ ہی مسٹر غلام احمد پرویز سنت جیسے قیمتی ذخیرہ سے عوام کو محروم کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

اخبارِ احمدیہ

نمازِ جنازہ غائبانہ

——— نذیر احمد صاحب حسرت (ڈاڈر والے) حال مقیم پریمیئر کلاتھ ملز لائل پور کی اہلیہ محترمہ اچانک وفات پا گئیں اپنے پیچھے دو بچے (ایک کی عمر سوا سال اور دوسرے کی عمر ایک ماہ) چھوڑ گئی ہیں۔ وہ احباب جماعت سے نمازِ جنازہ غائبانہ کی درخواست کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

”مقابلہ حسنِ قرأت“

——— ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کی طرف سے نومبر کے دوسرے ہفتہ میں ”حسنِ قرأت“ کے مقابلہ کا اہتمام کیا جا رہا ہے جس میں میٹرک تک کے طلباء حصہ لے سکتے ہیں۔ جو طلباء اس مقابلہ میں حصہ لینے کے خواہشمند ہوں وہ جلد از جلد اپنے نام جنرل سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کو بھیج دیں۔ امید ہے طلباء اس میں ذوق شوق سے حصہ لیں گے۔ صادق نور پریس سیکرٹری جنرل
ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس

احباب ہوشیار رہیں

ایک شخص ممتاز علی عاصی نے ننکانہ کے دو احمدی برادران عبدالحق و عبدالاحد صاحبان کو فریب دیا ہے اور ان کا نقصان کیا ہے۔ یہ شخص مختلف جماعتوں میں جا جا کر دھوکہ دہی کا ایسا ہی ارتکاب کر سکتا ہے۔ احباب اس سے ہوشیار رہیں اور اس کے دھوکہ فریب سے بچیں۔

رمضان شریف میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل

بادشاہ ہونے کے باوجود راتیں عبادت الٰہی میں گذارتے تھے

صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی تعلیمات تمام دنیا کے لئے ہدایت اور شرف کا موجب ہیں

جماعت احمدیہ پر دوہری حجت ہے کہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا علم ہے اور حضرت مجدد زمانؑ کے اخلاق اور نمونہ کو دیکھا ہے

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون الخ ـــ لعلکم تشکرون - (البقرۃ ۲: ۱۸۴ - ۱۸۵)

میں نے اس رکوع میں سے دو آیتیں پڑھی ہیں۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ اے مومنو! ہم نے روزے رکھنا تم پر فرض کر دیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ روزے رکھنا ایک تاریخی امر ہے۔ اس لئے فرمایا کما کتب علی الذین من قبلکم۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے روزے رکھے اور ان سے فائدہ اٹھایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ کے علاوہ اور ایام میں بھی روزے رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان کی راتوں میں آپؐ اتنا قیام فرماتے تھے کہ تورمت قدماہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ یہ عابد کوئی فقیر اور جوگی نہیں بلکہ بادشاہ ہے۔ بادشاہت، دولت، منصب وغیرہ بہت مفید چیزیں ہیں۔ لیکن یہ چیزیں غفلت بھی پیدا کرتی ہیں۔ ایک تھانیدار اور نائب تحصیلدار کو جب مرتبہ ملتا ہے تو ان میں سے بہت تھوڑے ہیں جو باخدا رہ جاتے ہیں اور جب اس سے بڑا مرتبہ مل جائے تو اس سے اور زیادہ غفلت پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں اور ان کو ماننے والے ان پر فدا ہیں۔ جتنی دولت چاہیں انہیں مل سکتی ہے۔ قوم کو جب چندہ کی تحریک کی تو کئی کئی ہزار روپیہ قوم نے دیا۔ ان چیزوں نے کسی قسم کا اثر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ کیا۔ نہ اپنی ذات پر آپ نے کچھ بھی خرچ کیا، بادشاہ ہو کر مجاہدات کرتے ہیں رمضان کے روزے ہی نہیں اور ایام میں بھی روزے رکھتے ہیں اور ساری عمر رات کے وقت تہجد میں کھڑے رہتے رہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا یا عائشۃ ھل لک ان تاذنی ھذہ اللیلۃ لعبادۃ ربی کیا آپ کے لئے یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ اجازت دیں کہ یہ رات میں خدا کی عبادت میں گذار دوں۔ اس بادشاہ وقت کے کلچر اور آداب کا اندازہ لگائیے کہ کس قدر بلند ہیں اور خدا کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ اس قدر ادب اور [illegible] سے پیش آتے ہیں، بیوی سے اجازت مانگتے ہیں کہ عبادت الٰہی میں رات گذار دیں، یہ آداب کہاں نظر آتے ہیں۔

غرض روزہ رکھنا انبیاء کرام کی سنت ہے، اس سے کردار پیدا ہوتا ہے۔ یہ تاریخی امر ہے۔ کبھی کوئی دن مقدس ہے اور کبھی کوئی مہینہ مقدس ہے، اور کبھی کوئی مقام مقدس ہوتا ہے اور جیسے کہ جمعہ کے دن کے متعلق فرمایا کہ اس دن کوئی ایسی ساعت آتی ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ مومنوں کی دعا سن لیتا ہے۔ حج کے ایام اور حج کا مقام مقدس ہے۔

ان کا ذکر بھی قرآن کریم میں آتا ہے رمضان کا مہینہ اس لئے مقدس ہے کہ فرمایا شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ اس مہینہ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا جو عظیم الشان کتاب ہے جس نے [illegible] انقلاب پیدا کیا۔ یہ کتاب اس بابرکت مہینہ میں نازل ہوئی۔ اس کتاب کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ھدی للناس۔ یہ یہودیوں کی کتاب نہیں کہ یہودیوں کے لئے ہی ہو یا یہ نصرانیوں کی کتاب نہیں کہ نصرانیوں کے لئے ہی ہو۔ نہ یہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی ہے بلکہ یہ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے۔ تمام انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے یہ کتاب نازل ہوئی۔ وبینٰت من الھدیٰ اس کے اندر روشن دلائل ہیں۔ اس لئے یہ زمانہ حال کی کتاب ہے۔ دلیل کے بغیر دماغ روشن نہیں ہوتا اور دماغ کی روشنی کے بغیر اعمال میں خوبی پیدا نہیں ہوتی۔

اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ وہ بین دلائل کے ساتھ دماغوں کو روشن کرتی ہے۔ والفرقان۔ یہ فرقان ہے۔ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی ہے۔ اس کتاب کو دوسری جگہ القرآن بھی فرمایا وانہ لقرآن کریم۔ اس کے اندر ایک پیشگوئی ہے۔ قرء کے معنی ہیں پڑھنا اور جمع کرنا۔ القرآن کے لفظ میں یہ پیشگوئی ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو ہمیشہ پڑھی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ دوسری آسمانی کتابیں اپنی حقیقی شکل و صورت میں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے وہ پڑھی نہیں جاتیں۔ قرآن کریم اس لئے بھی پڑھا جائے گا کہ اس کے اندر مفید احکامات کا ذکر ہے اور بہترین ہدایات ہیں اور اس میں منافع بہت ہیں۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرمایا وانہ لذکر لک ولقومک۔ یہ قرآن حضورؐ کے شرف کا موجب ہے۔ اور اسی طرح آپؐ کی قوم کے لئے بھی شرف کا موجب ہو گا۔ یہ ایک امی شخص ہے، ریگستان میں رہتا ہے۔ وہاں ریلیں نہیں، تار برقی نہیں، ریڈیو نہیں۔ دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن دنیا سے منقطع ہوتے ہوئے بھی آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ دنیا جہان کے لئے ہدایت کے سامان لائے ہیں۔ بظاہر کوئی اسباب نظر نہیں آتے کہ کس طرح حضور رحمۃ للعالمین ثابت ہوں گے اور کس طرح قرآن کریم دنیا کے لئے ہدایت کا موجب ہو گا، لیکن جو اصول اس میں بتائے گئے ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ فی الحقیقت یہ کتاب تمام دنیا کے لئے ہدایت کا موجب ہے اور فی الحقیقت حضور صلعم کو رحمۃ للعالمین ہونے کا لاجواب شرف حاصل ہے۔

جسمانی بارش جو آسمان سے نازل ہوتی ہے وہ تمام قوموں کو پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی قسم کی خصوصی رعایت کسی ایک قوم سے نہیں کرتے۔ وہ نہ صرف مسلمانوں کا خالق ہے بلکہ تمام قوموں اور تمام کائنات کا خالق و مالک ہے۔ فرمایا وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون۔ آپؐ سے پہلے بھی قوموں کے لئے رسول بھیجے

گئے ہیں ان پر ہم ہی وحی نازل کرتے رہے ہیں کہ ہمارے سوائے کوئی معبود نہیں۔ لوگو ہماری عبادت کرو۔ یہی تعلیم تمام انبیاء علیہم السلام نے دی ہے۔ اور یہی تعلیم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے لیکن سابق انبیاء کا پیغام ان کی اپنی اپنی قوموں کی طرف تھا اور حضور صلعم رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ کا پیغام سب قوموں کے لئے ہے فرمایا وانک لعلیٰ خلق عظیم خلق عظیم کا مطلب صرف میٹھا بول بولنا ہی نہیں ہے بلکہ کسی مشکل امر کو سرانجام دینا خلق عظیم ہے اس سے انسان مرتبۂ خلق عظیم پر فائز ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر اعلیٰ درجہ کے کام کئے کہ نہ صرف عرب کو بلکہ دوسری قوموں کو ایک کر کے دکھلا دیا۔ تو آپؐ کے اخلاق بھی عظیم الشان ہیں فرمایا وانہ لذکر لک ولقومک۔ حضرت امام راغبؒ ایک عظیم الشان عربی دان ہیں۔ خدا نے ان کو بڑا علم دیا ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی لغت پر کتاب لکھی ہے جس کو مفردات امام راغب کہتے ہیں اس میں ذکر کے معنی شرف بیان کئے گئے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ تعلیمات الٰہیہ آپؐ کے شرف کی موجب ہیں کیونکہ وہ تمام اقوام عالم کے انبیاء پر ایمان لانے کی تلقین کر کے اقوام عالم کو متحد کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ مجھے توراۃ اور انجیل کی تفاسیر پڑھنے کا موقع ملا ہے۔ ان کتابوں کے مفسرین نے کئی جگہ لکھا ہے کہ یہ حصہ خدا کے کلام کا نہیں ہے۔ اور یہاں فلاں فلاں بات چھوڑ دی گئی ہے۔ اور یہاں نظر ثانی کی گئی ہے۔ اس کے برعکس حضور نبی کریم صلعم اُمّی انسان ہیں۔ کسی مکتب اور کالج میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ وہاں پر پریس کا انتظام نہیں۔ لیکن فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی یہ کتاب اتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی کریں گے۔ چنانچہ اس کی حفاظت ہوئی۔ آپؐ پر تئیس سال کے عرصہ میں تدریجاً یہ کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اس لئے حضورؐ آسانی سے اس کو یاد کر سکتے تھے حضورؐ کے اصحابؓ بھی اس لاجواب کتاب کو اپنے حافظوں میں محفوظ کرتے جاتے تھے اس کے برخلاف تورات اور انجیل کے علماء و فضلاء ان کتابوں کی وقتاً فوقتاً اصلاح کرتے رہے ہیں حتیٰ کہ نوبت بایں جا رسید کہ خدا کے کلام کو ترمیم کرنا پڑا۔ پھر مقدس کتاب کا نام REVISED EDITION رکھا گیا یعنی ترمیم شدہ کلام الٰہی

دوسری طرف عرب میں نہ کوئی پرنٹنگ پریس ہے نہ کوئی کتاب لکھنے والا ہے۔ ان حالات میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ حضور صلعم نے قرآن کریم کو از بر یاد کیا اور آپؐ کی قوم نے اس کو یاد کیا۔ اس پر عمل بھی کیا۔ ان تعلیمات کی برکت سے حضور کے صحابہ بھی بلند مقام پر پہنچے چنانچہ حضورؐ نے اپنی قوم کو فرمایا اصحابی کالنجوم میں آفتاب ہوں اور میرے گرد بیٹھنے والے لوگ ستارے ہیں تم کسی کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ اکثر لیڈر اپنے ساتھیوں کی عزت نہیں کرتے کسی نہ کسی طریق ان کو گراتے رہتے اور ان کو داغدار کرتے رہتے ہیں۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ اپنے ساتھ اپنے ساتھیوں کی بھی تعریف کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں انبیاء کرامؑ کا بھی ذکر ہے میرا بھی ذکر ہے اور میرے ساتھیوں کا بھی ذکر ہے۔ حضور نبی کریم صلعم [illegible] کہ کوئی الٰہی حکم جو کسی قوم پر کسی نبی پر کسی وقت اور کسی وقت بھی نازل ہوا ہو میں اس کو مانتا ہوں۔ چنانچہ فرمایا واتینا موسی الکتاب فیہ ھدی ونور۔ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو کتاب دی اس میں ہدایت اور نور ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا واتیناہ الانجیل فیہ ھدی ونور۔ حضور صلعم کے دل و جگر کی وسعت و فراخی کا اندازہ لگائیے۔ کہ دوسری کتابوں میں ہدایت اور نور کا ذکر کرتے ہیں فی الواقع ان میں ہدایت اور نور تھا لیکن لوگوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا۔

قرآن کریم انسانی دست برد سے محفوظ ہے۔ یہ کلام الٰہی ہے ایسا کلام انسان نہیں بنا سکتا اس لئے اعلان کیا فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ ساری دنیا کو چیلنج کیا ہے۔ ہندوؤں، سکھوں، یہودیوں، دہریوں، روس، امریکہ اور انگریز سب کو کہا ہے کہ اس جیسی تعلیم لاؤ۔ اس جیسی تحریر لاؤ۔ دنیا بھر کے علماء مل کر اس جیسا کام تیار نہیں کر سکتے۔ یہ اعلان ہے اور بہت بڑا دعوےٰ ہے جس کا کوئی جواب دنیا کے پاس نہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

ایک بات اپنی مسلمان قوم کی نسبت بھی بیان کرتا ہوں۔ فرمایا یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ ایک وقت آئے گا کہ اس عظیم الشان کتاب کو لوگ پس پشت ڈال دیں گے۔ اس کا انتظام کرنے کے لئے حضور صلعم نے فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ مجدد بھیجا کرے گا۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ حضور صلعم نے فرمایا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سرسبز رکھنے کے لئے یہ انتظام فرمایا ہے کہ مجددین آیا کریں گے۔

فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ذکر الٰہی سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہر گھر، ہر محلہ میں عام طور پر قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی تھی لیکن آج یہ نقشہ [illegible] نظر نہیں آتا۔ یہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر [illegible] اور یہ احمدی قوم جو میرے سامنے ہے اسلام [illegible] کے لئے وقف ہوئی ہے اس قوم کے بزرگوں نے خدمت اسلام کی راہ میں بڑی قربانی اور ایثار دکھلایا ہے ان کو اس کام میں روحانی لذت آتی [illegible] اور سرور حاصل ہوتا تھا۔ وہ عبادت کرتے تھے لیکن آج یہ نقشہ سامنے نہیں ہے۔ تم قرآن سیکھنے کے لئے اب تڑپ کم ہے۔ ذکر الٰہی سے اطمینان قلب پیدا ہوتا ہے، خدا سے تعلق پیدا ہوتا ہے نفس کی طہارت اور دل کی پاکیزگی ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ تعلق لگانے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا والفرقان یہ حق و باطل میں تمیز کرنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے فاروق کا لقب دیا کہ ان کا وجود حق و باطل کے درمیان امتیاز کا موجب ہے۔ حضور صلعم نے اپنے رفیقوں کی تعلیم و تکریم فرمائی۔ اور فرمایا من یتق اللہ یجعل لہ فرقاناً یہ ندائے عام ہے کہ تقوےٰ سے انسان ممتاز ہو جاتا ہے۔ یہ قانون سب امت کے لئے ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو فرقان حاصل ہوا ان کی غیر معمولی قیمتی زندگی تھی کیونکہ وہ تقوےٰ کے اعلیٰ مدارج پر تھے۔ حضور صلعم نے فرمایا، گھر ہو یا دوکان، بازار ہو، تجارت ہو، یا کارخانہ، عدالت ہو یا منصفی کا کام کرتا ہو، گواہی دیتا ہو، غرض

کوئی کام کرتا ہو خدا سے ڈر کر کرو۔ جس نے ارادہ کر لیا کہ میں اس اصول کو اپنی زندگی کا مقصد بناؤں گا اور اس پر اس نے عمل بھی کیا اسے فرقان یعنی ممتاز زندگی ملے گی اسے پیدا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلعم کا ایک ایک صحابیؓ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ ان سب کے کردار اعلیٰ ان سب کی قربانیاں اعلیٰ تھیں۔ حضرت عثمانؓ نے ایک موقعہ پر دو سو اونٹ چندہ میں دے دیئے۔ انہیں مال کے ساتھ محبت نہیں غنی ہیں۔

موجودہ زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے ایک ایک ساتھی کے دل میں یہ بات پیدا کر دی تھی کہ دین کے لئے مالوں کو قربان کرنا ہے۔ بڑے بڑے لوگوں نے چندے دیئے اور اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کر دیں۔ اس عظیم الشان شخص کو دنیا سے کوئی تعلق نہیں، آپ نے اپنی زمینیں انجمن کو عطا کر دیں کہ یہاں دفاتر بنا لیں۔ یہاں مسجد بنا لیں، یہاں یہ بنا لیں اور وہاں وہ بنا لیں۔ اپنی جائداد بطور چندہ عطا کر دی۔ ان کے قول و فعل سے نظر آتا تھا کہ یہ حضور نبی کریم صلعم کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے طریقہ سے سر مو انحراف کرنا میں کفر سمجھتا ہوں۔ انہوں نے غیروں اور اپنوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل درآمد کا عظیم الشان نمونہ دکھلایا۔ اس جماعت پر یہ ڈبل حجت ہے کہ ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا علم ہے ان علوم اور ان اخلاق کی یاد دہانی اور ان کی تازگی کے لئے ایک مجدد کا زمانہ پایا اور انکی سعی بلیغ کا مشاہدہ کیا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اس مشاہدہ کے ہوتے ہوئے ہم غفلت اور معصیت میں پڑے ہوئے ہوں۔

دعا کریں کہ ہم قرآن کی روشن اور مفید تعلیمات کی پابندی کرنے والے بن جائیں اور حضور نبی کریمؐ کے اخلاق فاضلہ اور ان کی سنت کی پیروی کرنے والے بن جائیں۔

دو دوست دعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ ایک تو آپ کے آر یوسف صاحب ہیں اور دوسرے راجہ خورشید انور صاحب ان کے لئے دعا کی جائے۔

(دعا کی گئی)

جن اصحاب کے نام اخبار کے چندے بقایا چلے آتے ہیں وہ مہربانی فرما کر جلد ادا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

فیصلہ جیمس آباد شائع کردہ ابوشہزاد بی اے اور مؤلف صاحب کے بے بنیاد ریمارکس پر ایک نظر

(۲)

شیخ الاسلام حضرت تقی الدین کے نزدیک مسلمان کون ہے۔

گذشتہ قسط میں سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی اپنی تحریرات سے واضح کیا گیا ہے کہ مسلمان کی جو تعریف مفکرین اسلام نے یا قرآن کریم نے کی ہے بانئ سلسلہ احمدیہ من وعن اس تعریف کے مصداق ثابت ہوتے ہیں اگر وہ تعریف جامع و مانع ہے تو اس کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے بانئ سلسلہ احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینا انصاف کا خون کرنا ہے اور شریعت غرا کے حکم کی نافرمانی کرنے کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں مزید ایک محقق کی رائے بھی پیش کی جاتی ہے۔ فیصلہ کے صفحہ ۵۱ پر شیخ الاسلام حضرت تقی الدین کا قول بدیں الفاظ نقل کیا گیا ہے:۔

"جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کلمہ طیبہ پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کو کافر قرار نہیں دے سکتا ایسا شخص ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور اسے کسی مسلمان عورت سے شادی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

(الطبقات الکبریٰ)

سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی پیش کردہ تحریریں وضاحت سے بتلا رہی ہیں کہ حضورؑ کلمہ طیبہ پر صدق دل سے ایمان رکھتے تھے۔

سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے تھے۔

کلمہ طیبہ پر ایمان رکھنے کے ساتھ ہی حضورؑ نے کبھی کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا۔ اس بارے میں حضورؑ کے مذہب پر آگاہی حاصل کرنے کے لئے حضورؑ کی مندرجہ ذیل تحریریں ملاحظہ فرمائیں۔ حضورؑ اپنی کتاب ازالہ اوہام کے از صفحہ ۵۹۴ تا صفحہ ۵۹۷ پر فرماتے ہیں:۔

"آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور ..... مولویوں کے حکم دنیوی سے دین اسلام سے خارج کر دیئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بے ہودہ اور بے اصل وجہ کفر کی نکال کر ان کو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں اور نہ صرف شرع کی بدفہمی سے یہ بدعہدی شروع ہے بلکہ ایسے اور کے لوگوں کو الہام بھی ہو رہے ہیں کہ فلاں شخص کافر اور فلاں ملحم جہنمی ہے اور فلاں ایسا کفر میں غرق ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا۔"

ایسے خطرناک فتوؤں کے بد نتائج پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں:۔

"مسلمانو! خدا سے شرماؤ اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور اعتقاد کرامت دکھلا کر مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ۔ دکفر کے فتوے لگا کر۔ ناقل)"

جائے غور ہے کہ کیا مندرجہ بالا عقیدہ پر یقین رکھنے والا شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہہ سکتا ہے

دوسرا حوالہ

ایک مقدمہ میں جس میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ فریق تھے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے فریقین سے اس بات پر دستخط کرائے کہ آئندہ وہ ایک دوسرے کو کافر نہیں کہیں گے اس پر حضورؑ مولوی محمد حسین کے دستخطوں کو قابل اعتراض اور قابلِ ذلت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"*

آگے جو کچھ حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے وہ آیت استخلاف میں خلفاء کے انکار پر جو تو کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان الفاظ میں دی گئی ہے۔ ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون ان کے ماتحت لکھا ہے اور اسی طرح اس حدیث نبوی کی بناء پر لکھا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے اور کفر اگر اس میں نہیں تو کفر کہنے والے کے دل کی طرف لوٹتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گو وہ بظاہر مسلمان ہی رہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے اس طویل عبارت میں بھی حضورؑ کے مندرجہ ذیل اقوال قابل غور ہیں:۔

"میں اس کا نام (یعنی اپنے منکر کا ناقل) بے ایمان نہیں رکھتا"

"لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔"

"سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔"

پھر اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ پر جو سنہ ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے فرماتے ہیں:۔

"ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا اور گو وہ ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا اس پر فرض ہے کہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔"

پھر صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی خود ہی انکے علماء نے کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں...... کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ اگر ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے"

پھر صفحہ ۱۶۵ پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا"

اگرچہ میں پہلی قسط میں چار حوالوں سے اس امر کو ثابت کر چکا ہوں کہ حضورؑ کا ایمان کلمہ طیبہ پر پختہ ایمان تھا لیکن چونکہ یہ حوالے ۱۹۰۱ء کے قبل کی کتب کے تھے اس لئے ممکن ہے بعد کی کتب سے بھی حوالہ کا مطالبہ ہو اس لئے حضورؑ کی ۱۹۰۷ء کی کتاب حقیقۃ الوحی سے بھی ایک حوالہ نقل کر دیا جاتا ہے۔ صفحہ ۱۱ پر حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"مگر یہ بات کسی ادنیٰ عقل والے پر بھی پوشیدہ نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک تمام اسلامی فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلام کی حقیقت یہی ہے کہ جیسا کہ ایک شخص خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھتا ہے اور اس کی ہستی وجود اور وحدانیت پر ایمان

---

* "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے ۴۴ دعوی کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" دیکھئے کس صفائی سے اپنے آپ کو ملہمین اور محدثین کی جماعت کا فرد ظاہر کیا ہے اور صاف الفاظ میں بتلایا ہے کہ کوئی شخص نبی کے انکار سے کافر بنتا ہے نہ کہ محدث کے انکار سے جس کے معنی صاف ہیں کہ حضورؑ نبی ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔ ناقل)

لاتا ہے ایسا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایمان لاوے اور جو کچھ قرآن شریف میں مذکور و مسطور ہے سب پر ایمان رکھے۔"

پھر ص ۱۱۱ پر فرماتے ہیں :۔

" اور اگر خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں کو دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے چلے آئے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو واحد لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام اُمت کو سکھلایا گیا ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ "

اب ہر شخص خود ہی فیصلہ کر لے کہ شیخ الاسلام حضرت تقی الدین مرحوم و مغفور کے فتووں کی رُو سے مردود کون ہے سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ یا وہ شخص جو سیدنا حضرت مرزا صاحب کو کافر قرار دیتا ہے۔

وہ باتیں جو سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کیطرف غلط طور پر منسوب کی گئیں۔

پیشتر اس کے کہ میں ان امور کی حقیقت پر روشنی ڈالوں جو سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کو نعوذ باللہ کافر اور غیر مسلم قرار دینے کے لئے پیش کی گئی ہیں ان باتوں کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جو حضورؑ کی طرف غلط طور پر منسوب کی گئی ہیں تا قارئین کرام کو حقیقت حال کا صحیح علم ہو جائے۔

پہلی غلط بیانی

مؤلف صاحب ص ۲۷ و ص ۲۸ پر لکھتے ہیں :۔

" مرزا قادیانی کا ایک طرف تو یہ کہنا تھا کہ

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اور دوسری طرف اپنے آپ کو تمام انبیاءؑ پر کلی افضلیت اور نبی کریم صلعم پر جزوی فضیلت دیتا تھا۔ ملاحظہ ہو اربعین ص ۳۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔"

افسوس مؤلف صاحب نے اپنی اس تحریر میں صریح غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اربعین کے صفحہ ۳۸ کو چھوڑ اس کے کسی صفحہ سے بھی مؤلف صاحب یہ نہیں دکھلا سکتے کہ حضورؑ نے انبیاء علیہم السلام پر کلی افضلیت کا اور حضرت نبی کریم صلعم پر جزوی فضیلت کا دعویٰ کیا ہو اس کے علاوہ کتاب اربعین کو چھوڑ حضورؑ کی کسی کتاب سے بھی ایسا دعویٰ نہیں دکھلایا جا سکتا۔ مجھے دلی رنج سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کھلا کھلا افترا ہے جو حضورؑ پر مؤلف صاحب نے باندھا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

کیا وہ شخص جو اپنے آپ کو زمرۂ اولیاء کا فرد قرار دیتا ہو کل انبیاء چھوڑ کسی ایک نبی پر بھی کلی افضلیت کا دعویٰ کر سکتا ہے جزوی فضیلت کا دعویٰ حضرت نبی کریم صلعم کے علاوہ کسی دوسرے نبی پر ہو سکتا ہے کیونکہ جزوی فضیلت تو ادنےٰ شہید کی بھی نبی پر مسلم ہے لیکن کلی افضلیت کا دعویٰ ایک ولی کی طرف سے کسی نبی پر نا ممکن ہے خواہ اس کی شان کتنی بڑی ہی کیوں نہ ہو اور سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے کبھی ایسا دعویٰ کا طرح کیا وہ شخص جس کو اس کے الہام میں کہا گیا ہو کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وہ حضرت نبی کریم صلعم پر جزوی فضیلت کا دعوےٰ کر سکتا ہے کیا ایسا غلط ادعا حضورؑ کی طرف کرنا انصاف اور دیا[illegible] نہیں۔ اگر مؤلف صاحب حضورؑ [illegible] کی کتب سے کلی افضلیت کا لفظ دکھلا دیں تو یہ خاکسار مؤلف صاحب کو مبلغ دس روپے بطور انعام دے گا۔

تیسرا غلط الزام

ص ۴۴ پر لکھا ہے :۔

" مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰؑ کے دوسرے مشن کی تکمیل یوں نہیں ہوگی کہ وہ شخصی طور پر دنیا میں آئیں گے بلکہ ان کی رُوح دوسرے شخص کے جسم میں حلول کر جائے گی اور حضرت عیسےٰؑ کا یہ دوسرا روپ غلام احمد ہیں"۔

ایسا سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے کبھی نہیں لکھا اور نہ حضورؑ کی کسی کتاب یا کسی اشتہار یا کسی مکتوب سے ایسا دکھلایا جا سکتا ہے۔

چوتھا غلط الزام

" ۱۸۹۱ء میں حکیم نور الدین بھیروی کے مشورے اور ایما پر مثیل مسیح کا دعویٰ کیا"۔

مؤلف صاحب کا یہ کھلا کھلا سفید جھوٹ ہے جس کا وہ کوئی معقول ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔

پانچواں غلط الزام

ص ۳۱ پر لکھا ہے " دوسرے لفظوں میں جو شخص محمد پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے"۔

بالکل غلط ایسا حضرت اقدسؑ نے کہیں نہیں لکھا وضاحت اُوپر گذر چکی ہے۔

ایک مغالطہ دہی

مؤلف صاحب ص ۳۶ پر لکھتے ہیں :۔

" مرزا قادیانی کہتے ہیں میں مہدی ہوں اور کئی پیغمبروں سے برتر ہوں"۔

اس بارے میں حضورؑ کے الفاظ وہ نہیں جو مؤلف صاحب نے درج کئے ہیں بلکہ اصل الفاظ [illegible] ہیں :۔

" میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔"

سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ ابن سیرینؒ کا خیال بیان کر رہے ہیں جو وہ اُمت میں آنے والے مہدی کے متعلق رکھتے ہیں لیکن مؤلف صاحب ابن سیرین کے قول کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کر رہے ہیں نہ انہوں نے اپنے متعلق ایسا کہا ہے۔

اُمت کے مسیح اور مہدی کا اصلی مقام۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق رائے قائم کرتے وقت یا ان کی پوزیشن اور ان کے مقام کے متعلق فیصلہ کرتے وقت مخالفین مرزا غلام احمد قادیانی کی بحیثیت ایک عام شخص کے اپنے سامنے رکھتے ہیں اور انہیں ایک عام آدمی قرار دیکر ان کے خلاف اپنے فیصلے صادر کرتے ہیں حالانکہ دوسرے بزرگوں سے موازنہ کرتے وقت ان کے اس مقام کو مدنظر رکھنا چاہیئے جس کے وہ مدعی ہیں۔ اُمت میں آنے والے مسیح اور مہدی کا جو بلند مقام احادیث نبویہ میں بیان کیا گیا ہے وہ اتنا اعلےٰ مقام ہے جس تک امت میں کوئی بزرگ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ بے شک ہر شخص کا حق ہے کہ ان کے دعوے کی صداقت پر دلائل طلب کرے لیکن یہ ان کی طرف سے بے انصافی ہے کہ وہ ان کے اس اظہار پر کہ ان کا مقام فلاں بزرگ سے برتر ہے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دیں یہ طریق یقیناً تقوےٰ کے خلاف ہے اگر وہ فی الحقیقت مہدی اور مسیح کے لقب سے ملقب ہونے کے جائز طور پر حقدار ہیں تو یقیناً ان کو اُمت کے تمام اولیاء اقطاب ابدال وغیرہ پر فضیلت حاصل ہے اور یہ فضیلت ان کو حدیث نبویؐ عطا کرتی ہے احادیث نبویہ میں جو مقام ان کا بیان کیا گیا ہے اس کی حقیقت پر میں انشاءاللہ و بتوفیقہٖ علیحدہ مقالہ میں روشنی ڈالوں گا۔ مؤلف صاحب یا بعض دوسرے کے پیش کردہ اقوال میں جو اعتراضات کئے گئے ہیں وہ اسی نکتہ کو نظر انداز کر کے کئے گئے ہیں اگر حضورؑ کے اصل مقام کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے یا اسے مدنظر رکھ لیا جائے تو ایسے تمام اعتراضات خود بخود ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو جائیں گے۔

احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال کے نظریہ پر ایک نظر۔

فیصلہ کے ص ۵۵ پر احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال صاحب کا نظریہ درج کیا گیا ہے اس میں بعض باتیں بالکل صحیح ہیں لیکن بعض باتیں بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف ایسی منسوب کی گئی ہیں جو اصلاح طلب اور درستگی کی متقاضی ہیں۔ علامہ صاحب اپنے اس نظریہ میں فرماتے ہیں :۔

" دینیاتی نقطہ نظر کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے (محض اجتماعی اور سیاسی تنظیم ہی نہیں بلکہ روحانی تنظیم بھی مکمل اور ابدی ہے اور یہی بانی سلسلہ احمدیہ کا مذہب ہے۔ ناقل) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو جو شخص ایسے الہام کا دعوےٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے (بالکل درست سیدنا حضرت مرزا صاحب کا آخری زندگی تک یہی مذہب رہا ہے حضورؑ نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا جس کے انکار سے کفر لازم آتا ہو مفصل حوالے اوپر گذر چکے ہیں حضورؑ کا یہی مذہب تھا کہ قرآن کریم کے بعد اب کوئی ایسا الہام نہیں ہو سکتا جو قرآن کریم کے خلاف ہو یا جس کا انکار مستلزم کفر ہو۔ ناقل) قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا لہٰذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں (ان کا یہ اعتقاد حضرت

مرزا صاحبؒ کے مذہب کے صریح خلاف ہے جیسا کہ ان حوالوں سے ظاہر ہے جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اس لئے ان کے اس غلط اعتقاد کی ذمہ داری بانی سلسلہ احمدیہ پر ڈال دینا بالکل غیر مناسب ہے۔ ناقل)

اس کے بعد علامہ صاحب فرماتے ہیں۔

"خود بانی احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لئے زیبا ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی پیدا نہ ہو سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے"

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ علامہ صاحب کو بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق یہ سخت غلط فہمی ہوئی ہے کہ انہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہے یہ استدلال بھی درحقیقت قادیانیوں کا ہے بانی سلسلہ احمدیہ کا ہرگز یہ استدلال نہیں اور نہ ہی انہوں نے یہ استدلال اپنی کسی کتاب وغیرہ میں پیش کیا بلکہ اس کے برعکس حضورؑ تو تمام مجددین کے لئے لفظ رسول، اور نبی کا اس مفہوم میں استعمال جائز سمجھتے تھے صرف ظاہر اور خلق کا فرق حضورؑ کے مدنظر رہتا تھا حضورؑ کا مذہب یہی تھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کی کامل پیروی سے اولیاء اللہ پیدا ہو سکتے ہیں انبیاء اپنے حقیقی معنی میں ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے، حضورؑ کے نزدیک حقیقی نبی، جو شرعی اور اسلامی اصطلاح میں نبی کہلا سکتا ہے امتی ہو سکتا ہی نہیں کیونکہ حضورؑ کے نزدیک حقیقی نبی اور امتی نبی میں نسبت تباین کی ہے اس پر روشنی مستقل مقالہ میں ڈالی جائے گی انشاء اللہ۔ بہر حال سیدنا حضرت مرزا صاحب کا ہرگز وہ استدلال نہیں جو علامہ صاحب نے غلطی سے حضورؑ کی طرف منسوب کر دیا ہے جیسا کہ میں نے لکھا ہے یہ استدلال بھی قادیانی یا موجودہ ربوہ جماعت کا ہے جو حضورؑ کے مذہب کے بالکل خلاف ہے حضورؑ نے تو امت میں آنے والے مسیح کے لئے حدیث نبوی میں جو لفظ نبی آیا ہے اس کے متعلق بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ لفظ محض لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے شرعی اصطلاح میں استعمال نہیں ہوا کیونکہ اس کے ساتھ ہی اس کو امتی بھی قرار دیا ہے جو شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے استعمال کے لئے مانع ہے۔ ناقل)

. . . .

ادھورا حوالہ اور کتمان حق کی مثال

مدعا علیہ کے اس بیان کا ذکر کرتے ہوئے کہ اسے قمر الانبیاء بتایا گیا ہے مؤلف صاحب صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں:۔

"اس کو بنیاد بنا کر مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام ہے پس کیا تم ایمان لاؤ گے یا نہیں نبیوں کا چاند آئے گا۔ حوالہ حقیقۃ الوحی کے غلط صفحہ کا دیا گیا ہے مکمل حوالہ صفحہ ۸۵ پر ہے جو بدیں الفاظ درج ہے۔

"قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مؤمنون۔ اس الہام کا یہ حصہ مؤلف صاحب نے ترک کر دیا ہے ناقل) یاتی قمر الانبیاء وامرک یتأتّی (اس حصہ الہام میں بھی یہ الفاظ امرک یتأتّی ترک کر دیئے گئے ہیں۔ ناقل)

حضورؑ کے دعوے مجددیت ومسیحیت ومہدویت کو لوگوں سے منوانے کے لئے لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اس شہادت کو رکھ رہا ہے جو وہ اس مامور کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے دے رہا ہے گویا الہام الٰہی میں لوگوں سے مطلق دعویٰ کو مان لینے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا بلکہ اس دعوے کی صداقت کو تسلیم کرانے کے لئے الٰہی شہادت کو بھی بطور دلیل کے پیش کیا جا رہا ہے اس دلیل کو حذف کر دینا کیا الہام کی اصل روح کو نکال کر اسے جسم بے جان بنا دینے کے مترادف نہیں کیا الہام الٰہی میں بغیر دلیل کے دعوے کو منوانے کا مطالبہ کیا گیا ہے یا دلیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ دلیل کو حذف کر دینا کیا صریح خیانت نہیں دیانت داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ مؤلف صاحب پہلے پورا الہام نقل کرتے اور پھر بے شک ان کا حق تھا کہ دریافت کرتے کہ وہ کونسی الٰہی شہادت ہے جو حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی صداقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کی گئی ہے سو اس شہادت کو بھی سن لیجئے کیا حدیث میں ماہ رمضان میں معینہ تاریخوں پر سورج اور چاند گرہن کو مہدی کے ظہور کی خاص علامت کے طور پر پیش نہیں کیا گیا اور کیا حدیث میں یہ نہیں کہا گیا کہ یہ گرہن دو دفعہ وقوع میں آئے گا اور کیا سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ مہدویت کے ساتھ اس نشان کا بلاد غربیہ شرقیہ میں وقوع میں آ جانا الٰہی شہادت نہیں اسی طرح احادیث میں دیگر متعدد علامات بھی حضورؑ کے زمانہ کی بتلائی گئی ہیں جو سب کی وقوع میں آ گئیں کیا الٰہی شہادت کا کام نہیں دے رہیں ان علامات میں سے صلیب کے زور آور حملوں کی علامت اور دوم اکثر الناس والی علامت تو نمایاں ہیں۔

پھر حضورؑ کے ساتھ الٰہی وعدہ کہ حضورؑ کو طاعون نہیں ہوگی کس شان کے ساتھ پورا ہوا ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ طاعون تقریباً آٹھ سال تک اپنے زور آور حملوں سے ہزاروں کو لقمۂ اجل بناتی رہی لیکن اس کا رخ اگر نہیں ہوا تو حضرت مرزا صاحب کی طرف نہیں ہوا پھر حضورؑ کا الہام کہ میرے گھر میں رہنے والوں میں سے بھی کوئی طاعونی موت کا شکار نہیں ہوگا۔ پھر حضورؑ کا الہام کہ میرے مخلص مریدوں میں سے بھی کوئی طاعون کا شکار نہیں ہوگا۔ پھر حضورؑ کا الہام کہ جماعت کے لوگ بھی بالعموم طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اس حد تک معجزانہ طور پر محفوظ رہیں گے کہ دوسرے لوگ اس کو فی الحقیقت معجزہ یقین کر کے احمدیہ جماعت میں داخل ہونے میں اپنی نجات یقین کریں گے چنانچہ یہ سب باتیں اسی طرح وقوع میں آئیں جس طرح الہاماً بیان کی گئی تھیں جس طرح الہاماً بیان کی گئی تھیں لوگ طاعون کے زمانہ میں کثرت سے حضورؑ کی بیعت میں داخل ہوئے۔ پھر حضورؑ نے مخالفین کے متعلق بھی یہ اعلان کیا کہ اگر کوئی دوسرا بھی ایسا کہے گا کہ خدا نے اسے کہا ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا وہ ضرور طاعون سے ہلاک ہوگا چنانچہ چند ہندوؤں اور چند مسلمانوں نے خدا کا نام لئے بغیر بھی کہا کہ ان کو طاعون نہیں ہوگی اور وہ طاعون سے ہی مرے۔ کیا ان تمام پیشگوئیوں کا من وعن پورا ہو جانا حضورؑ کے دعوے کی صداقت پر الٰہی شہادت کا کام نہیں دے رہا اس قسم کی شہادتیں تو بے شمار ہیں لیکن عاقل را اشارہ کافی است کے ماتحت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے باقی الٰہی الہام میں قمر الانبیاء کے آنے کی پیشگوئی سو اگر کوئی اور معنی نہ بھی سمجھے جائیں تو کم از کم اس کو ایک پیشگوئی تو قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو اپنے وقت پر پوری ہو کر اپنی شان دکھلائے گی کیا خدا کے مامور پہلی آئندہ کے متعلق کسی نہ کسی بڑی شخصیت کے ظہور کی پیشگوئی نہیں کرتے رہے اور کیا کئی جھوٹے مدعی اس پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتے رہے مہدی کی پیشگوئی کو ہی لے لو کیا امت میں بعض جھوٹے مدعی مہدویت پیدا نہیں ہوئے پھر اس واضح پیشگوئی کے ہوتے ہوئے کہ حضرت نبی کریم صلعم خاتم النبیین ہیں آنحضور صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں کیا امت میں جھوٹے مدعی نبوت پیدا نہیں ہوئے کیا ایک شخص نے اپنا نام لا رکھ کر یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ حدیث لا نبی بعدی میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ لا نامی شخص نبی ہوگا سو اگر بعض لوگوں نے حضورؑ کی قمر الانبیاء والی پیشگوئی کا اپنے آپ کو غلط طور پر مصداق ٹھہرایا ہے تو اس پر تمسخر اڑانے کی کیا ضرورت ہے ایسا ہوتا ہی آیا ہے پیشگوئی کا مصداق جب اپنے وقت پر پیدا ہوگا تو حقیقت خود بخود کھل کر سامنے آ جائے گی۔

شعر کا صحیح مفہوم

مؤلف صاحب نے صفحہ ۱۹ و ۲۰ پر حضرت اقدسؑ کی طرف انبیاء علیہم السلام پر کلی فضیلت کا دعویٰ منسوب کرتے ہوئے حضورؑ کے شعر

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

کو نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو کیسی گری ہوئی اور حقیر شئے بتلاتا ہے حالانکہ اس شعر کا وہ مفہوم ہرگز نہیں جو مؤلف صاحب یا ان کے ہم خیال لوگ سمجھتے ہیں۔ اس شعر میں تو حضورؑ یہ بتلا رہے ہیں کہ لوگ تو حضورؑ کو انسان کا بچہ بھی نہیں سمجھتے بلکہ ایک نہایت ہی حقیر کیڑا خیال کرتے ہیں اس لئے آپؑ ایسے تمام انسانوں کے نزدیک تو محل نفرت اور محل عار ہیں۔

تائیدی اشعار

اس قسم کا اظہار صرف اسی شعر میں نہیں بلکہ حضورؑ کے دیگر متعدد اشعار میں بھی پایا جاتا ہے ملاحظہ ہوں ذیل کے چند اشعار

(۱) مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
سمجھا گیا میں بد پر وہ سب نیک ہو گئے

(۲) ان کے گمان میں ہم بد وبدحال ہو گئے
ان کی نظر میں کافر ودجال ہو گئے

(۳) حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوف خدا
کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار

(۴) کیا خدا نے اتقیاء کی عون ونصرت چھوڑ دی
ایک فاسق اور کافر سے وہ کیوں کرتا ہے پیار

(اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ میرے مخالفو! تم اپنے آپ کو تو اتقیاء کہتے ہو اور مجھے فاسق اور کافر قرار دیتے ہو پھر یہ سوچو! یہ کیا بات ہے کہ خدا نے میرے مقابلہ میں تمہاری نصرت چھوڑ دی ہوئی ہے اور تمہارے مقابلہ میں میری نصرت کر رہا ہے۔ ناقل)۔

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۱)

جناب مرزا مظفر بیگ ساطع آنریری مسلم مشنری لائل پور

ریاست پونچھ کی دو محترم شخصیتیں

میاں محمد عبداللہ صاحب و شیخ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہما

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

جناب میاں محمد عبداللہ صاحب اور جناب شیخ غلام رسول صاحب ہماری جماعت ریاست پونچھ کے دو بزرگ اور جماعت کی روحِ رواں ہستیاں تھیں۔ میاں صاحب مرحوم تاجر تھے اور شیخ صاحب مرحوم سینٹ عربی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ پاکستان بننے کے بعد انہوں نے پونچھ سے ہجرت کی۔ میاں صاحب آزاد کشمیر اور شیخ صاحب لاہور میں مقیم ہو گئے۔

ریاست پونچھ میں آریہ پنڈتوں نے اندھیر مچا رکھا تھا۔ ہر سال جلسے کرتے اور اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی ہوتی۔ آخر تنگ آ کر ان دونوں بزرگوں نے مرکزی انجمن کو لکھا اور میں وہاں پہنچا۔ والی ریاست راجہ جگدیو سنگھ کو بھی مقامی جماعت نے اپنے جلسے میں آنے پر رضامند کر لیا تھا۔ راجہ جگدیو سنگھ مہاراجہ پرتاپ سنگھ والئی کشمیر کے بھتیجے تھے۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ انہیں کو کشمیر کا ولی عہد بنانا چاہتے تھے مگر انگریز نہ مانے کہ ہری سنگھ ان کے ڈھب کا تھا۔

جلسہ کے دن راجہ صاحب نے اپنے تمام دفاتر اور عدالتوں میں چھٹی کرا دی جلسہ راجہ صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ "صداقتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" پر میرا لیکچر تھا۔ راجہ صاحب خود بھی سنسکرت کے فاضل تھے۔ میرے بیان کی قوت اور میرے دلائل کی شوکت پر جھوم گئے۔ تین صد روپیہ جلسہ کے اخراجات کے لئے دیا اور بہت خوش ہوئے۔

جلسہ تین دن تھا۔ آریوں کے خلاف میری دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ آریوں کا ایک وفد راجہ صاحب کے ہاں فریادی کو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنی تلخ اور تیز تقریروں سے ہمارے کلیجے چیر دیئے ہیں۔ آئندہ کے لئے اس کا ریاست میں داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ راجہ صاحب سناتن دھرمی تھے انہوں نے جواب دیا۔ آپ کے پنڈت مرزا صاحب کا مقابلہ کریں یہ علمی جنگ ہے ہم اس میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ دوسرے سال میں پھر پونچھ گیا تین دن جلسہ ہوا۔ راجہ صاحب امیروں وزیروں سمیت جلسہ میں تشریف لائے اور جلسہ کی صدارت کی۔ اس بار میرے لیکچر کا عنوان تھا۔ "قرآن خدا کا کلام ہے"۔ یہ لیکچر بھی حسبِ سابق بفضلِ خدا بہت کامیاب رہا۔ ایک ٹرے میں انگریزی ترجمۃ القرآن اور "محمد دی پرافٹ" یہ دو کتابیں رکھ کر میں نے دونوں ہاتھوں میں ٹرے اٹھایا اور کہا:۔

"راجہ صاحب کے موتی محل میں دولت اور جواہرات ہوں گے۔ مگر سب سے اس زمین پر سب سے بڑی دولت جو اتاری گئی ہے جس کا نام ہے "قرآن" اس دولت سے راجہ صاحب کا موتی محل ابھی خالی ہے۔ آج میں یہ دولت اس ٹرے میں رکھ کر راجہ صاحب کو دیتا ہوں کہ اس کو اپنے محل کی زینت بنائیں۔ دوسری کتاب اس عظیم انسان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری ہے جن پر یہ قرآن نازل ہوا۔"

راجہ صاحب اپنی کرسی سے اٹھے اور اس ٹرے کو لینے کے لئے جھک گئے۔ جلسہ کے بعد راجہ صاحب کے محل میں میری ملاقات ہوئی۔ راجہ صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری نے جو سناتنی ہندو تھے کہا:۔

"مہاراج! آریہ پنڈتوں نے بھارت بھر میں اودھم مچا رکھا تھا آخر خدا نے ان کے علاج کے لئے احمدی جماعت کو پیدا کر دیا۔"

اس پر ایک قہقہہ ہوا۔

تیسرے سال میں بیمار ہو گیا۔ جماعت پونچھ کا جلسہ تھا۔ راجہ صاحب کو جب یہ علم ہوا کہ میں نہیں آ رہا تو فرمایا:۔

"اگر مرزا صاحب نہیں آ رہے تو ہم بھی جلسہ میں شریک نہ ہوں گے۔"

جناب شیخ صاحب مرحوم نے اس امر کی اطلاع دی تو میں بخار کی حالت میں ہی پونچھ روانہ ہو گیا۔ پونچھ کا سفر پہاڑی ہے اور گھوڑے کے ذریعہ طے ہوتا تھا اب بسیں چلتی ہیں۔ موسم برسات تھا۔ راجہ صاحب نے راستہ پر کسٹم آفس جہاں میں نے رات گذارنا تھی میری خدمت کے لئے اپنے چیف کسٹم آفیسر کو بھیج دیا تھا۔

جلسہ میں میرا مضمون تھا "اسلام میں نظامِ حکومت"۔ ایک فاضل راجہ پر اسلامی نظامِ حکومت کی تفصیل نے بے حد اثر کیا۔ حسبِ سابق جلسے کا خرچ ادا کیا گیا اور اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ جلسے کے دوسرے اور تیسرے روز پھر آریوں کی خبر لی گئی تو آریوں نے مجھے تحریری اطلاع دی کہ ہم لاہور، لکھنؤ اور دہلی سے اپنے بڑے بڑے پنڈتوں کو بلوا رہے ہیں اگر آپ میں ہمت ہے تو ہمارے پنڈتوں کے آنے تک یہیں ٹھہریں۔

میں نے انہیں جواب لکھ بھیجا کہ میں ٹھہر گیا ہوں۔ آپ کے سب پنڈت میرے دیکھے بھالے اور کھڑکائے ہوئے ہیں۔ کوئی پنڈت میرے مقابلے پر نہیں آئے گا۔ پنڈتوں کو تاریں دو کہ مرزا مظفر بیگ یہاں للکار رہا ہے۔

اتفاق سے تار بابو احمدی تھے وہ روزانہ رات کو آ کر رپورٹ دیتے تھے کہ آریوں نے جن جن پنڈتوں کو آپ کے مقابلے کے لئے تار دیئے ہیں ان میں سے کوئی پنڈت ادھر کا رخ نہیں کر رہا اور اپنی مصروفیت کا بہانہ بنا رہے ہیں۔

میں پونچھ میں ایک ماہ چار روز پنڈتوں کے انتظار میں بیٹھا رہا مگر کوئی پنڈت نہ آیا اور یوں آریوں کو ذلیل و خوار ہونا پڑا۔ طویل قیام کے دوران مجھے میاں صاحب مرحوم اور شیخ صاحب مرحوم نے فرمایا:۔

مرزا صاحب یہاں ایک نوجوان غلام احمد نامی ہیں۔ جوہر قابل ہیں۔ قادیانی جماعت کے مبلغین اور جناب مولانا عصمت اللہ صاحب نے بڑا زور لگایا ہے مگر یہ نوجوان احمدی نہیں بنا۔ اب ہم آپ کو آزماتے ہیں۔ غلام احمد کا دعویٰ ہے کہ "میں احمدیت ہرگز قبول نہیں کروں گا۔"

میں دن کو غلام احمد صاحب سے تبادلۂ خیالات کرتا۔ رات خدا کے حضور سجدوں میں آنسو بہاتا اور کہتا:۔

"اللہ میاں غلام احمد غلام احمد سے دور ہے اس کو توفیق بخش کہ وہ امامِ وقت کو شناخت کر لے۔"

میری دعائیں آخر رنگ لائیں اور غلام احمد نے بیعت کر لی اور جماعت پونچھ کو بے حد خوشی ہوئی۔ غلام احمد صاحب آج کل آزاد کشمیر میں ایڈووکیٹ ہیں۔ ہر سال جلسہ سالانہ پر تشریف لاتے ہیں مجھے دیکھتے ہی والہانہ آگے بڑھتے اور "میرے پیر و مرشد" کہتے ہوئے مجھ سے لپٹ جاتے ہیں۔

غرض میاں محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور اور جناب شیخ غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور نے ریاست پونچھ میں بڑا کام کیا۔ ان دونوں بزرگوں کی نیکی اور تقوے کا میرے دل پر بڑا گہرا اثر ہے حق مغفرت فرمائے جناب سردار محمد ابراہیم خان صاحب سابق صدر آزاد کشمیر اس زمانہ میں سکول میں زیرِ تعلیم تھے۔ آزاد کشمیر کا صدر بننے کے بعد لائل پور تشریف لائے تو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ حاضرین کی تعداد ستر اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔ سردار صاحب کو اہالیان لائل پور کی طرف سے دو لاکھ روپے کی تھیلی پیش کی گئی۔ سردار صاحب کی تقریر سے پہلے میں نے سٹیج پر کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر کی اور کہا:۔

"حضرات! سردار صاحب سکول میں پڑھتے تھے تو میں پونچھ میں ہر سال جا کر آریہ پنڈتوں کی سرکوبی کرتا تھا۔ یہ میرا ہندو قوم سے علمی جہاد تھا اب سردار صاحب جہاد میں مصروف ہیں۔ اہالیان لائل پور نے بطور امداد دو لاکھ روپے کی تھیلی پیش کی ہے میں انہیں انگریزی ترجمۃ القرآن اور محمد دی پرافٹ دو کتابیں پیش کرتا ہوں کہ ان کی روشنی میں ہندو قوم سے جہاد کریں۔"

سردار صاحب نے کھڑے ہو کر دونوں کتابیں لے کر میرا شکریہ ادا کیا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

(فیصلہ جمس آباد بقیہ ص ۹)

(۵) ایک بدکار کی تائید میں اتنے نشان
کیوں دکھاتا ہے وہ کیا ہے بدکنوں کا رشتہ دار

(کیا اس شعر میں خود اپنے آپ کو بدکردار کہہ لیتے ہیں اور خود اپنے آپ کو بدکنوں میں شمار کر لیتے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضور کے مخالفین ہی حضور کو نعوذ باللہ بدکردار کہتے اور بدکنوں میں شمار کرتے تھے۔ ناقل) بالکل ٹھیک اسی طرح مؤلف صاحب کے پیش کردہ شعر میں بھی جو الفاظ حضور کے لئے استعمال ہوئے ہیں وہ حضور کے اپنے کہے ہوئے نہیں بلکہ مخالفین کے استعمال شدہ ہیں مؤلف ...

لا کر دیکھو!
کھا کر دیکھو!
تعارفی دام پر
دستیاب ہے
STAR
BANASPATI
THE PUNJAB VEGETABLE GH
نیا سٹار بناسپتی
★ سٹار کی پہچان۔ خوش ذائقہ پکوان
تیار کردہ۔ دی پنجاب ویجی ٹیبل گھی اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ۔ لاہور

بحرِ حکمت کے موتی

بسلسلہ صفحہ اوّل
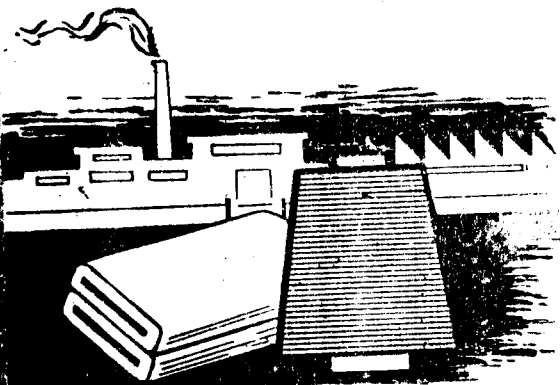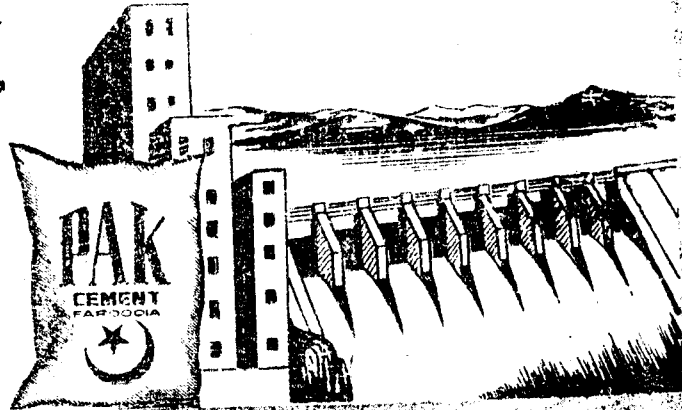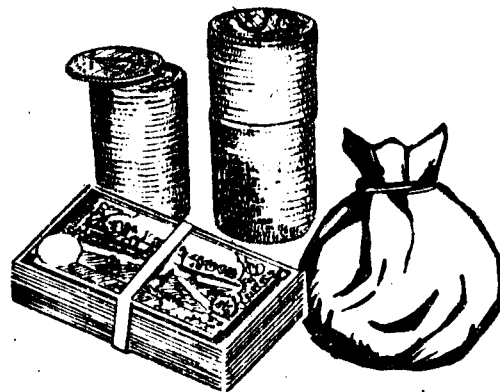
بھی بھروسہ نہ کرتے تھے عصمت انبیاءؑ بت کا مسلم مسئلہ ہے جیسا کہ عینی میں ایک قول نقل کر کے کہ آپؐ کبائر سے محفوظ تھے صغائر سے نہ تھے اس کی تردید کی ہے

بل عصموا من صغائر والکبائر جمیعا قبل النبوۃ و بعدھا اور ایک توجیہہ آپؐ کے استغفار کی یہ دی ہے کان دائما فی الترقی فی الاحوال فاذا ارای ماقبلھا دونہ استغفر منہ کما قیل حسنات الابرار سیئات المقربین۔

(فضل الباری۔ کتاب الدعوات)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۸ شمارہ نمبر ۴۲

... اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ... سے شائع کیا۔

امیر مرحوم نمبر

گذشتہ اشاعت میں اعلان کیا گیا تھا کہ ۳ نومبر ۱۹۷۱ء کا پرچہ امیر مرحوم نمبر ہوگا لیکن ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے وہ پرچہ وقت پر تیار نہ ہوسکا، اس لئے آج کا پرچہ حسب معمول شائع کیا جا رہا ہے جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے آئندہ ۱۰ نومبر کا پرچہ امیر مرحوم نمبر ہوگا۔

مدیر

بحر حکمت کے موتی

مومن اور فاجر کا احساسِ گناہ

عن الحارث بن سویدٍ حدثنا عبد اللہ حدیثین احدھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والآخر عن نفسہ قال ان المؤمن یری ذنوبہ کانہ قاعد تحت جبلٍ یخاف ان یقع علیہ وان الفاجر یری ذنوبہ کذبابٍ مر علی انفہ فقال بہ ھکذا قال ابو شھاب بیدہ فوق انفہ ثم قال اللہ افرح بتوبۃ عبدہ من رجلٍ نزل [illegible] وبہ مھلکۃ ومعہ راحلتہ علیھا طعامہ وشرابہ فوضع راسہ فنام نومۃ فاستیقظ وقد ذھبت راحلتہ حتی اشتد علیہ الحر والعطش او ما شاء اللہ قال ارجع الی مکانی فرجع فنام نومۃ ثم رفع راسہ فاذا راحلتہ عندہ۔

ترجمہ: [illegible] روایت ہے کہ ہم سے عبداللہ [illegible] ایک [illegible] سے اور دوسری اپنی طرف سے۔ مومن اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے گویا کہ وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے ڈرتا ہے کہ وہ اس پر گر پڑے اور فاجر اپنے گناہوں کو ایک مکھی کی طرح دیکھتا ہے کہ اس کی ناک پر گذری تو اسے اس طرح ہٹا دیا [illegible] اپنے ہاتھ سے ناک [illegible] فرمایا اللہ اپنے بندے کی توبہ پر [illegible]

(باقی برصفحہ [illegible])

تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا بڑا بھاری ذریعہ آخرت پر ایمان ہے

جسمانی قوت اور توانائی سے وہ کام نہیں ہوسکتے جو روحانی قوت اور طاقت کرسکتی ہے

ارشادات حضرت مجددِ زمان مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام

[illegible] سب سے زیادہ خطرناک وسوسہ [illegible] پیدا ہو کر اسے [illegible] الآخرۃ کردیتا ہے۔ آخرت کے متعلق ہے [illegible] تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا بڑا بھاری ذریعہ منجملہ دیگر اسباب اور وسائل کے آخرت پر ایمان بھی ہے [illegible] آخرت اور [illegible] کی باتوں کو قصہ اور داستان سمجھے تو سمجھو کہ وہ رد ہوگیا اور دونوں جہان سے گیا گذرا ہوا۔ اس لئے کہ آخرت کا ڈر بھی تو انسان کو [illegible] معرفت سے سچے [illegible] حزن [illegible] آتا ہے۔ اور سچی معرفت [illegible] خدا ترسی کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ پس یاد رکھو کہ آخرت کے متعلق وساوس کا پیدا ہونا ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے اور خاتمہ بالخیر میں فتور پڑ جاتا ہے جب قدر ابرار اخیار [illegible] انسان دنیا میں ہو گذرے ہیں [illegible] کو اکٹھا کرکیا [illegible] کردیتے تھے۔ کیا تم خیال کرسکتے ہو کہ وہ جسمانی قوتیں بہت رکھتے تھے اور بڑے بڑے قوی ہیکل [illegible] تھے؟ نہیں یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ جسمانی قوت اور توانائی سے وہ کام ہرگز نہیں ہوسکتے جو روحانی قوت اور طاقت کرسکتی ہے۔

(ملفوظات احمدیہ)

> ”چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔“
>
> الوصیۃ۔ حضرت مسیح موعودؑ

دنیا کے مختلف حصوں میں ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز ادا ہوتی ہے اور قرآن کریم پڑھا جاتا ہے

حضور نبی کریم صلعم خلقِ عظیم کے مالک تھے آپ نے اپنے ساتھیوں کو دیانت و امانت، عدل و انصاف اور کسبِ حلال کے بلند مقام پر پہنچایا۔

پاکستان کے ہر فرد کو اسوۂ نبوی پر عمل پیرا ہونا چاہیئے اسی پر پاکستان کی مضبوطی کا انحصار ہے

خطبہ جمعہ
مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ۔ الخ لعلھم یرشدون (سورۃ البقرۃ ۱۸۴ تا ۱۸۶)

قرآن کے معنے ہیں وہ کتاب جو پڑھی جائے گی۔ چنانچہ قرآن کریم ماہ رمضان میں بہت پڑھا جاتا ہے۔ گھروں میں بچے بچیاں بھی قرآن کریم پڑھتی ہیں۔ اور بہت سی مساجد میں تراویح کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس مسجد میں بھی تراویح سالہا سال سے پڑھی جا رہی ہیں۔ قرآن کریم کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے کہ یہ کتاب پڑھی جائے گی۔ کسی کی طاقت نہیں ہے کہ وہ یہ بات کہے کہ یہ کتاب ہمیشہ تا قیامت پڑھی جائے گی؟!

دنیا کے ساٹھ ستر کروڑ انسانوں کا کوئی نہ کوئی حصہ روزانہ پانچ وقت اس کتاب کا کوئی نہ کوئی مقام پڑھ رہا ہوتا ہے

دنیا کے مختلف حصوں میں ہر وقت پانچ نمازوں میں سے کوئی نہ کوئی نماز پڑھی جاتی ہے اور اس میں قرآن کریم تلاوت کیا جاتا ہے۔ ایک جگہ سورج نکلنے والا ہوتا ہے اور صبح کی نماز ہوتی ہے، اسی وقت دوسری جگہ سورج غروب ہوتا ہے اور مغرب کی نماز ہوتی ہے۔

کہیں دوپہر ہے اور ظہر کی نماز ہوتی ہے تو اسی وقت دوسری جگہ عشاء کی نماز کا وقت ہوتا، اسی طرح ایک جگہ عصر ہے تو دوسری جگہ کسی اور نماز کا وقت ہے۔ اس طرح ہر وقت کہیں نہ کہیں قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہے۔

پھر جو لوگ قرآن کریم کے عالم فاضل ہیں وہ اس کے معارف، مطالب اور کمالات بیان کرتے ہیں اگر اس کے الفاظ پڑھے جا رہے ہیں تو مطالب و معارف بھی ہر وقت بیان ہو رہے ہیں یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ قرآن شریف جیسی نعمت ہمیں عطا ہو[illegible] اور پھر رمضان کے روزوں کا حکم دے کر فرمایا لعلکم تتقون روزے کی غرض یہ ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔ تم ان تمام طریقوں سے بچ جاؤ جن پر چلنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اور ان راہوں پر گامزن ہو جاؤ جن پر چلنے کی اللہ تعالیٰ نے تلقین فرمائی ہے۔ اور ان پر پابندی اور اخلاص سے عملدرآمد کرو۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم پیدا کی جو قرآن کریم پر حقیقی ایمان رکھتی اور اس کے اوامر و نواہی پر عامل تھی۔ میدان جنگ میں بھی یہی تعلیم دی کہ تقویٰ سے کام لیا جائے۔

حدیث میں لکھا ہے کہ ایک جنگ میں ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہا تھا۔ کہ اسے ایک تیر لگا۔ تیر ایسا خطرناک تھا کہ وہ جان بحق ہو گیا۔ اس وقت ایک شور و غوغا بلند ہوا ھنیئاً لک الشھادۃ شہادت مبارک ہو۔ یہ سن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات غلط ہے۔ یہ شہادت کی موت نہیں ہے۔ اس شخص نے خیبر میں غنیمت کے مال میں سے جبکہ وہ ابھی تقسیم نہیں ہوا تھا ایک چادر اٹھالی تھی۔ یہ چادر دوزخ کی آگ بن کر اس پر جلے گی۔ وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اندازہ لگائیے کہ حضور نبی کریم صلعم قوم کو کس مقام پر لے جانا چاہتے ہیں۔ ایک معمولی درجے کا انسان، کوئی پیر اور گدی نشین اپنے محافظ جان نثار کے بارے یہ بات نہیں کہہ سکتا لیکن حضور صلعم کا کس قدر مقام بلند ہے اور آپؐ قوم کو کیا بنانا چاہتے ہیں؟!

اسی طرح ایک یہودی اور طعمہ نامی ایک انصاری کا مقدمہ آپؐ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے۔ اس میں یہودی بری قرار دیا جاتا ہے اور طعمہ کو مجرم قرار دے کر سزا دی جاتی ہے حالانکہ قوم حضورؐ کی خدمت میں سفارش لے کر آتی ہے اور کہتی ہے کہ حضورؐ یہ سچ [illegible] اور عزت و وقار کا سوال ہے۔ طعمہ مسلمان ہے۔ انصاری قوم کا فرد ہے۔ اور یہودی بے ایمان کافر ہے لیکن حضورؐ نے پر سچ ...... کے سوال کو کوئی وقعت نہ دی۔

میدان جنگ ہو یا تخت سلطنت ہو حضور صلعم اپنی قوم کو ہمیشہ عدل و انصاف کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپؐ نے قوم کو بہت اونچا لے جانے کے لئے فرمایا نیۃ المؤمن خیر من عملہ پہلے تو نیت بہت بلند ہونی چاہیئے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ اس شخص کا نماز روزہ اور حج ادا کرنا، زکوٰۃ و صدقات اور خیرات وغیرہ دینا کیسا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کی نیت درست ہے یا نہیں۔ اگر قلب کے اندر طہارت نہیں تو اس کا فعل جو نیک نظر آتا ہے اچھا نہیں۔ اگر کوئی آدمی ڈاکہ ڈال کر غرباء میں تقسیم کر رہا ہے اور یہ اس کی حلال کی کمائی کا مال نہیں بلکہ حرام کا مال ہے تو اس کی وہ خیرات کس کام کی؟

میرے بھتیجے ملک محمد امین مرحوم ایڈووکیٹ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے لمبی داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ قرآن گلے میں حمائل کئے ہوئے تھا وہ ڈاکو تھا اس نے کہا میں امراء کا مال لوٹ کر غرباء کو دے دیتا ہوں۔ مگر کسی غریب آدمی کے مال کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ دیکھنے میں یہ انسان بڑا شریف تھا۔ لباس بڑا صاف ستھرا رکھتا تھا لیکن اس کا فعل قرآن کے خلاف تھا۔ اسی طرح حرام مال سے خیرات کرنا خدا کے ہاں کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ اگر کوئی شخص حرام کی کمائی سے مسجد تعمیر کرے تو اس کی کوئی قدر و قیمت خدا کی نگاہ میں نہیں۔ مسجد بنانے کو کون برا کہے گا لیکن ناجائز مال سے بنانا ناجائز ہے۔ اسی طرح کسی نے سرائے تعمیر کر کے مسافروں اور لوگوں کے لئے آرام کا انتظام کیا ہے۔ لیکن یہ سارے مال حرام سے تعمیر کی گئی ہو تو وہ خیرات اور نیکی کا کام خدا کو منظور نہیں ہے۔ کوئی شخص شفاخانے بنائے۔ وہاں لوگوں کا علاج معالجہ ہوتا ہو لیکن حرام کا مال اس پر لگا ہو تو خدا کو ناپسند ہے۔

غور کیجئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کو کس قدر بلندی پر لے جانا چاہتے ہیں۔ آپؐ کی اپنی ذات کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ آپؐ خلق عظیم کے مالک ہیں۔ یہ سرٹیفکیٹ خود اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ اس خلق عظیم کی وجہ سے فرمایا وکان فضل اللہ علیک عظیما آپؐ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ آپؐ نے قوم سازی کی، قوم کو اخلاق کی بلندیوں پر پہنچایا۔ پھر ایک صالح و بابرکت سلطنت بنائی۔ اس لحاظ سے آپؐ خلق عظیم کے مالک ہیں اور عظمت والے کام سرانجام دینے کی وجہ سے وکان فضل اللہ علیک عظیما کے وارث ہیں۔

ان عظم الجزاء مع عظم البلاء

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلےٰ درجہ کا نمونہ تمہارے سامنے ہے۔ فرمایا انا اول المسلمین میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار ہوں۔ حضور کے متبعین ان تعلیمات سے مستفیض ہو کر بلند مقامات پر پہنچے۔ ہر زمانے کے مسلمانوں کے سامنے ان ہی تعلیمات پر عمل کر کے اعلےٰ مقامات حاصل کرنے کے واضح موجود ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں دوسری قوموں کے خیالات کا بھی ذکر ہے۔ مثلاً فرمایا و ... وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصارٰی یہود کہتا ہے کہ ہمارے سوا اور کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ اسی طرح عیسائی لوگ بھی کہتے ہیں کہ جنت میں وہی شخص جائے گا جو یسوع مسیح کی ... صلیب پر ایمان لائے لیکن قرآن کریم فرماتا ہے بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ جنت میں تو وہ شخص جائے گا جو اپنے قوےٰ پر اللہ تعالےٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو مسلط کر لیتا ہے۔ مال جو خدا تعالےٰ نے اسے دے رکھا ہے اس کو خدا کی مخلوق پر خرچ کرتا ہے۔ ایسے مومن اور ہمدرد بنی نوع انسانوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے کہ ان کے رب کے ہاں بہت بڑا اجر ہے اور آئندہ کے لئے انہیں کوئی خوف اور حزن لاحق نہیں ہو گا۔ خوف تو بدراہی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔ ڈاکہ زن اور چور کو ہمیشہ خوف رہتا ہے کہ پکڑا نہ جائے محل میں رہتا ہے لیکن اسے آرام نصیب نہیں۔ وہ بدکاری ظلم اور دھاندلی سے لوگوں کا مال کھاتا ہے اور کبھی کبھی شراب بھی پی لیتا ہے۔ لیکن اسے خوف لگا رہتا ہے محل میں بھی آرام نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلہ میں ایک کوٹھڑی میں رہنے والا دیانتدار شخص آرام کی نیند سوتا ہے فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب دل کا اطمینان، روح کا سرور، دولت اور منصب سے نہیں بلکہ خدا کے ساتھ تعلق لگانے سے حاصل ہوتا ہے بدکار کا دل تو اسے چوٹ مارتا رہتا ہے۔ اس کی جان یونہی گھل گھل کر نکل جاتی ہے لیکن نیک کردار انسان اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہے۔ خدا پرست انسان کو نہ آئندہ کا خوف اور ڈر لاحق ہوتا ہے نہ کسی کام کے لئے پریشانی ہوتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ امن میں ہوں اور اسے اپنے لئے موجب خیر و خوبی سمجھتے ہوں۔ اسی طرح فرمایا المومن من امنہ الناس۔ مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں رہیں۔

مومن کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس سے فساد اور فتنہ پیدا ہو اور فرمایا المھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ۔ مہاجر وہ ہے جس نے ہر اس چیز کو چھوڑ دیا ہے جس سے خدا نے منع کیا ہے۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا ہمسایہ اس سے دکھی ہے۔ ہمسایہ جانتا ہے کہ وہ شریف ہے کہ نہیں۔

ابوجہل تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطرناک دشمن تھا۔ ایک دفعہ مجلس میں اس نے کہا کہ حضرت نبی کریم صادق اور امین ہیں۔ آپ جھوٹ نہیں بولتے ایک ظالم دشمن بھی یقین کرتا ہے کہ آپ صادق اور امین ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ آپ نے ابھی دعوی نبوت نہیں کیا تھا ایک دفعہ کعبۃ اللہ کی عمارت سیلاب کی وجہ سے منہدم ہو گئی۔ اس کی تعمیر ہو رہی تھی جب حجر اسود رکھنے کا موقع آیا تو قبائل میں باہم تنازعہ پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ کا سردار یہی چاہتا تھا کہ یہ شرف صرف مجھے حاصل ہو۔ تنازعہ بڑھتا چلا گیا۔ آخر تنگ آ کر سب نے یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص سب سے پہلے آ جائے وہی یہ پتھر دیوار پر رکھے گا۔ خدا کی شان کہ حضرت نبی کریم صلعم سب سے پہلے وہاں تشریف لے آئے اس پر یہ غوغا برپا ہوا جاء الامین جاء الامین حضور نے اس پتھر کو چادر پر رکھا اور فرمایا سب سردار مل کر اس چادر کو اٹھاؤ۔ اور جب سب نے ایسا کیا اور جس مقام پر پتھر رکھا جانا چاہیئے تھا وہاں تک پہنچے تو حضور نے اپنے ہاتھ سے حجر اسود اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا ایسا کرنے سے قوم متحد ہو گئی اور کسی کی عزت میں فرق نہ آنے دیا۔

حضور نے فرمایا انا امین فی السماء و امین فی الارض میں آسمان والے کے ہاں بھی امین ہوں اور دنیا والوں کے ہاں بھی امین ہوں۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا اے لوگو! میرے اندر کوئی خدائی کی بات نہیں ہے۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں، میں تمہاری طرح کا انسان ہوں تمہارے اور میرے درمیان فرق یہ ہے کہ خدا میرے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ کبھی کبھی تم میرے پاس مقدمات لے آتے ہو، لیکن ان میں ایک فریق کی وکالت بڑی موثر اور مدلل ہوتی ہے، اس کی زبان میں روانی اور بلاغت ہوتی ہے۔ میں اس کے دلائل سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہوں، اگر میرا یہ فیصلہ غلط ہو کہ میں ایک شخص کا حق کاٹ کر دوسرے کو دے دوں، تو مقدمہ جیتنے والا شخص یقین کرے کہ میں نے اسے دوزخ کا ٹکڑا دیا ہے۔ فیصلہ آپ صلعم کا ہے لیکن اسے دوزخ کا ٹکڑا قرار دیا۔ حق حق ہی ہے، خواہ حضرت نبی کریم صلعم ہی حق کے خلاف فیصلہ دیں اس سے حق زائل نہیں ہو جاتا۔ اس سے زیادہ کر اور کون شخص قوم کو بلندیوں پر پہنچا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو قاضی پڑھا لکھا آدمی نہیں، اس پر جہالت طاری ہے اور وہ غلط فیصلے کرتا ہے وہ دوزخ میں جائے گا۔

حضور صلعم کے اس اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہم پاکستان کے بسنے والے اپنا محاسبہ کریں، ہم حاکم ہوں یا گورنر، تاجر ہوں یا کمانڈر، دوکاندار ہوں یا زمیندار کوئی ہوں اگر ہم چاہتے ہیں کہ قوم اور ملک مستحکم و مضبوط ہو تو چاہیئے کہ اسوۂ نبیؐ پہ عمل کیا جائے، پاکستان کی مضبوطی کی بنیاد حضرت نبی کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ پر ہے اگر ہر فرد کے اندر یہ تعلیم رچ بس جائے تو اسی سے پاکستان مضبوط ہو سکتا ہے۔

سیالکوٹ میں کشمیر کی لکڑی سے کھیلوں کا سامان تیار کیا جاتا ہے۔ سیالکوٹ کی ایک فرم نے مجھے خط لکھا کہ دو سال ہو چکے ہیں لنڈن کی فلاں فرم کو ہم نے رکیٹ سپلائی کئے تھے مگر وہ اس کی قیمت ادا نہیں کرتے۔ آپ ان سے رقم کی دستیابی کے لئے کوشش کریں۔ میں فرم کے پتہ پر پہنچا۔ وہ بڑے مہذب ہیں، لڑتے نہیں اور نہایت شائستگی اور نرمی سے گفتگو کرتے ہیں۔ میں نے نہایت نرم الفاظ میں ان کو اپنی داستان سنائی، انہوں نے نہایت احترام سے مجھے جواب دیا کہ ہمارا سٹور دعیقی طرف ہے آپ تشریف لائیں سامان وہاں پڑا ہے۔ میں نے دیکھا کہ تمام کے تمام ریکٹ ٹیڑھے تھے۔ وہ تو اپنی فرم کو بدنام نہیں کر سکتے۔ اس طرح کبھی ایک مسلمان کے مال کی خرابی کی وجہ سے قوم بدنام ہو جاتی ہے۔

کشمیر کے راجہ ہری سنگھ نے ولایت میں میم صاحبہ سے تعلقات پیدا کر لئے۔ میم صاحبہ ان کی بدنامی کا باعث بنی تو اخبارات میں اس کا چرچا ہوا۔ راجہ صاحب نے اس میم صاحبہ کو ایک کروڑ روپے دے کر راضی کیا۔ اس طرح ایک فرد اپنی نالائق حرکت سے اپنے ملک اور وطن کو بدنام کرتا ہے۔

غرض تمام لوگوں کو اپنے کاموں کی ذمہ داری کو اپنے سامنے رکھنا چاہیئے تاکہ ہم پاکستان اور پاکستانی قوم کے لئے بدنامی کا موجب نہ بنیں۔

خانیوال کے عبد اللطیف صاحب وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز کے بعد مرحوم کے لئے نماز جنازہ غائبانہ کی صورت میں دعائے مغفرت کی جائے۔ اور نماز جنازہ غائبانہ پڑھی جائے۔

اخبار احمدیہ

تقریب نکاح

مورخہ ۱۷ر اکتوبر کو مکرم میاں محمد سلطان محمود صاحب بی ایس سی آنرز ایگریکلچر ولد ڈاکٹر چراغ علی مرحوم ساکن چاہ کندن والا کا نکاح نسیم دختر راجہ عبد المجید صاحب ساکن چک کسی کے ساتھ بعوض مبلغ پانچ ہزار روپے حق مہر پر پڑھا گیا۔ راجہ صاحب نے حاضرین کو پر تکلف دعوت طعام دی۔ دس روپے راجہ عبد المجید صاحب اور دس روپے ڈاکٹر محمد نعیم صاحب نے شکرانہ کے طور پر اشاعت اسلام کے لئے عطیہ دیا۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔ آمین

خاکسار۔ عبد المجید امام مسجد چک چہ کسی ضلع ملتان

ایک اور شادی

انتہائی مسرت سے اطلاع دی جاتی ہے کہ راقم کے دونوں فرزندان بشیر احمد شودہ اور نذیر احمد شودہ کی شادی خانہ آبادی کی تقریب ... ۱۳ر ستمبر ۱۹۷۱ء کو بخیر و خوبی عمل میں آئی

باقی برصفحہ کالم ۲

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

اِسلام کا پیغام مُسلمانانِ عالم کے نام

چودھویں صدی ہجری کے کارنامے

انسانی تاریخ معلوم کے تمام گذشتہ ادوار کے واقعات کا مطالعہ کیا جائے تو چودھویں صدی ہجری کو ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔ یہ وہ صدی ہے جس میں مختلف قسم کی مشینیں ایجاد ہوئیں۔ صنعت و حرفت کی فیکٹریاں جاری ہوئیں تیل کے ذخیرے دریافت ہوئے۔ اور اس تیل نے صنعتی نظام کو ایک بڑے انقلاب سے ہمکنار کر دیا۔ بجلی دریافت ہوئی جس سے قسم قسم کی مصنوعات تیار ہونے لگیں۔ گرم کو سرد اور سرد کو گرم بجلی ہی سے کیا جانے لگا۔ وسائل آمد و رفت اور ذرائع رسل و رسائل کو بجلی کی وجہ سے بڑی تقویت اور سرعت حاصل ہوئی پھر ایسے آلات دریافت ہوئے کہ بجلی کی بھی ضرورت نہ رہی۔ یہ سب کچھ سائنس کی ترقی کا مرہونِ منت ہے اس صدی میں علوم و فنون نے بھی بے پایاں ترقی کی۔ ادب اور ہر قسم کی نگارش کو بڑا عروج ملا۔ ہر اقلیم جہاں میں قلم کا سکہ چلنے لگا۔ انسانی بہبود کے بہت سے کام نہایت اخلاص اور محبت سے شروع ہوئے اور بڑے وسیع پیمانہ پر ان کے خوشگوار اثرات تمام دنیا میں محسوس ہونے لگے۔ انسانی بھلائی کے لئے بڑی بڑی تنظیمیں معرضِ وجود میں آئیں۔ جن کے استحکام کے لئے بڑے بڑے فنڈز قائم کئے گئے۔ جن کی آمدنی سے مستقل نیکی کے کام سرانجام پانے لگے۔ اس صدی کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ جہاں فلاح و بہبود اور حفظانِ صحت کے اصولوں کی ترویج سے انسانوں کی زندگیوں کو زیادہ خوشگوار اور زیادہ پائیدار بنا دیا گیا، وہاں شیطانی قوتوں کو بھی پنپنے کا پورا موقع ملنے لگا۔ انسانوں نے زیادہ سے زیادہ انسانوں کو کم سے کم وقت میں ہلاک کرنے کے لئے ایسے مہلک ہتھیار ایجاد کر لئے کہ جب شیطان نے ان کے استعمال کے مواقع پیدا کر لئے تو صرف دو جنگوں میں اس قدر مال و جان تلف کر دیا گیا کہ انسانی تاریخ کے تمام سابقہ ادوار کے مجموعی نقصان سے بھی بڑھ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ صدی تضادات کی صدی ہے۔ اگر نیک کاموں کے لئے انسانوں نے تنظیمیں قائم کی ہوئی ہیں تو قاتلوں، ڈاکوؤں اور ہر قسم کے مجرموں نے بھی باقاعدہ اپنی تنظیمیں مستحکم کر رکھی ہیں جن کے بل بوتے پر بدکردار لوگ بنکوں کو لوٹتے اداروں کو تباہ کرتے لوگوں کو قتل کرتے عورتوں کو اغوا کرتے اور سوسائٹی کے پُرامن ارکان کی جانوں کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اس صدی میں یہ بھی دیکھا گیا کہ اگر کسی دُور دراز علاقے میں کسی ہسپتال میں سسکتے ہوئے کسی مریض کو انسانی خون کی ضرورت پڑی تو اس ضرورت کو براڈکاسٹ کرنے پر بڑے بڑے شہروں سے لاتعداد لوگ کاروں پر اس مریض کی امداد کو پہنچ گئے۔ مگر اسی صدی میں یہ بھی دیکھا گیا کہ دوران جنگ اٹلی کے ہوا بازوں نے حبشہ کی سیاہ آبادی پر فضا سے گولے برسائے اور جب زخمی زمین پر تڑپتے نظر آئے تو اٹلی کے ہوا باز قہقہے مار کر اس ہولناک نظارے سے لطف اندوز ہونے لگے۔۔ اسی دور میں مساوات نسلِ انسانی کے نعرے بھی بلند ہوئے اور رنگ و نسل اور زبان کے امتیازات بھی ایسے نمایاں ہوئے کہ رنگ دار انسانوں کو سفید چمڑی والوں کے طعام خانوں میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی گئی۔ ایک ہی مذہب کے پیروؤں میں یہ تفریق پیدا کر دی گئی کہ سفید رنگ کے لوگوں کے معبدوں میں سیاہ رنگ والے ہم مذہب داخل نہ ہو سکیں۔ اسی صدی میں بہت سے غلام ممالک آزاد بھی کر دیئے گئے مگر ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ سفید رنگ کی اقلیتوں نے فوج کے بل بوتے پر اسی ملک کی رہنے والی اکثریتوں کو تمام سیاسی اور انسانی حقوق سے محروم کر دیا۔ اسی دور میں انسانوں کو زندگی کی بہت سی خوشگواریاں بھی حاصل ہوئیں۔ مگر ساتھ ہی دنیا کے انسانوں کی غالب اکثریت اقتصادی زنجیروں میں ایسی جکڑ دی گئی کہ وہ دو وقت کی روٹی سے بھی محروم ہو گئی۔ اسی دور میں اخلاق، روحانیت، فلسفہ اور مذہب پر لاتعداد کتابیں لکھی گئیں مگر اس کے ساتھ ہی اخلاقی بے راہ روی اور الحاد کی ایسی رَو چلی کہ نہ صرف یہ کہ خدا کا انکار کر دیا گیا بلکہ خدا کے انکار کو ایک تحریک کی شکل دی گئی اور نعوذ باللہ خدا کا جنازہ بازاروں میں جلوس کی شکل میں نکالا گیا۔ اسی دور میں انسان کی صلاحیتوں کو ایسی جلا ملی کہ کرۂ ارضی اس کے دائرۂ عمل کے لئے ناکافی ثابت ہونے لگا۔ اور انسان نظامِ شمسی کے دیگر کُروں کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جدوجہد کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ چاند پر پہنچ کر اس کی ہیئت کذائی سے واقفیت حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ قصہ کوتاہ اس صدی میں سائنس کے صحیح استعمال نے انسان کو افضل ترین مخلوق ثابت کر دیا اور اس کے غلط استعمال نے اسے اسفل السافلین میں گرا دیا۔ آمد و رفت کے بے شمار ذرائع حاصل ہونے سے قومیں ایک دوسرے کے نزدیک آگئیں اور ناگہانی آفات میں مبتلا لوگوں کی ہر طرف سے امداد کرنی آسان ہو گئی۔ ساتھ ہی ساتھ قوموں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے بغض و عناد بھی اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ نفاق اور دجل بین الاقوامی سطح پر قوموں کی ڈپلومیسی میں رگ رگ میں سرایت کرنے لگا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قوموں کے باہمی معاہدات پر سے امن اٹھ گیا۔ اور عین اس وقت جبکہ کوئی عہد نامہ تحریر ہو رہا ہوتا ہے اسی وقت عہد نامہ کی حامل پارٹیاں اس کو توڑنے کی راہیں بھی تلاش کرنے لگ جاتی ہیں۔ گزشتہ زمانوں میں جس قدر جھوٹ سالوں میں بولا جاتا تھا اس زمانہ میں اخباروں صحیفوں اور جریدوں کے ذریعے چند ساعتوں میں دنیا کے تمام اطراف و اکناف میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ جھوٹی خبریں شائع کرنے اور مبالغہ آمیز قصوں کو دہراتے اور اپنے غلط نقطہ نگاہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے اس دور میں ایک نئی اصطلاح وضع کر لی گئی ہے۔ اس کا نام ہے پراپیگنڈا۔ ہر قوم اپنے پراپیگنڈا کی مشینری کے زور پر دوسری قوم کو بدنام کرنے پر لگی ہوئی ہے اور کامیاب اس قوم کو قرار دیا جاتا ہے جس کا پراپیگنڈا زیادہ زوردار ہو۔

اس دور کا انسان مضطرب الحال ہے۔ اس کا دماغ انتشار کا شکار ہے۔ اس کا کردار کسی اصول کے تابع نہیں۔ اس کی نئی نسل آزاد ہی نہیں مطلق العنان ہو گئی ہے۔ پرانی اخلاقی اقدار بدل چکی ہیں پرانی سوسائٹی کے وضع دار لوگ جن موضوعات پر کھلم کھلا گفتگو کرنا معیوب سمجھتے تھے وہ اب کتابوں میں عریاں الفاظ میں لکھے جاتے ہیں اور سٹیجوں پر کھلم کھلا دکھائے جاتے ہیں۔ عورتیں مرد بننے کی کوشش کر رہی ہیں اور مرد عورتوں کے حسن و زیبائش کو اختیار کر رہے ہیں۔ غرضیکہ یہ دور اپنی چند ایسی خصوصیات رکھتا ہے کہ کسی سابقہ دور میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اصلاحی تحریکیں اور اِسلام کا عالمی کردار

یہ صحیح ہے کہ غیر مسلم عناصر اس دور میں زیادہ فعال ہیں۔ ان کی کارکردگی کا ریکارڈ بہت وسیع ہے۔ علوم و فنون میں وہ مسلمانوں کو بہت پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ حرب و ضرب کی معرکہ آرائیوں میں بھی مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس صدی سے قبل تو تمام عالمِ اسلامی غیر اسلامی قوتوں کا غلام تھا۔ ان قوتوں نے ایک بڑے لمبے عرصہ تک اسلامی ممالک کا استحصال روا رکھا۔ مسلمان مادی طور پر بھی کمزور ہو گئے اور ان کے ہاں اخلاق کی کئی اقدار بھی پامال ہو گئیں۔ شجاعت کی جگہ بزدلی، فیاضی کی جگہ تنگ دلی، عالی ظرفی کی جگہ پست ہمتی، رواداری کی جگہ تعصب اور نفرت نے لے لی۔ مذہب کی ظاہری شکل تو قائم رہی مگر اس کی اصل روح معدوم ہو گئی۔ ان کی مسجدوں کے میناروں سے اذانوں کی گونج تو سنائی دیتی رہتی ہے مگر ان کے اندر سے وہ تاثیر اور رقت جاتی رہی جس سے کبھی ان کے قلوب مملو تھے۔ ان کی مسجدوں کے اندر نمازی بھی موجود ہیں نمازیں بھی پڑھی جاتی ہیں، رکوع بھی ہوتے ہیں اور سجود بھی، تکبیریں بھی بلند ہوتی ہیں اور صلوٰتیں بھی کہی جاتی ہیں۔ درود بھی پڑھے جاتے ہیں، ورد بھی ہوتے ہیں اور دعائیں بھی مانگی جاتی ہیں۔ مگر وہ سپرٹ جو ان تمام عبادتوں کے اندر ظہورِ اسلام کے وقت جھلکتی تھی اور جس کی وجہ سے اس زمانہ کے نمازی تمام دُنیا کو تہ و بالا کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہیں نظر نہیں آتی۔

قرآن شریف کے عالمگیر پیغام کی تکمیل کے بعد دُنیا میں آسمان سے اللہ کوئی پیغام نہیں آنا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ نے ہی قیامت تک انسانوں کے لئے رہنمائی کا کام سرانجام دینا تھا، اور انہی دو چیزوں سے مسلمان قوم نے کام لے کر اقوامِ عالم کو تسخیر کرنا تھا۔ مگر مسلمان خود الفاظ پرستی میں مقید ہو کر رہ گئے۔ ان پر واضح تو یہ کر دیا گیا تھا کہ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

(اور یوں ہم نے تمہیں ایک اعلےٰ درجہ کی اُمّت بنایا تاکہ تم باقی انسانیت کی قیادت کرو اور رسُولؐ تمہارا قائد ہو)

اس میں صاف بتایا گیا ہے کہ ختم نبوت کے بعد اب حضورؐ کے پیروہی دنیا کے ترقی پیشرو اور امام ہونگے۔ گویا حضورؐ سے قبل جو نیکی اور ترقی کے کام انبیاء علیہم السلام کرتے تھے اب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا کریں گے۔ اسی طرح سورۃ النور آیت ۵۵ میں مسلمانوں سے خلافت ارضی کا وعدہ کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اب اسی خلافت کے ذریعہ دین کی تمکنت ہوگی اور دنیا میں فتنہ و فساد مٹ کر امن کی حالت قائم ہو جائے گی۔ یہ خلافت کبھی مادی اور روحانی دونوں رنگوں سے رنگین ہوگی اور کبھی روحانی شکل اختیار کرے گی۔ مگر اس کا ظہور لازمی طور پر برقرار رہے گا۔

اسلام نے ظاہری عبادات بھی بطور شعائر مقرر کر دی ہیں۔ مگر قرآن کریم میں بارہا انسانوں کی توجہ اس امر کی طرف دلائی گئی ہے کہ دین کا اصل کام دلوں کو بدل دینا ہے اور گندے خیالات کی جگہ عمدہ خیالات اور صحیح معتقدات اور اللہ تعالےٰ کی ہستی پر محکم ایمان پیدا کرنا ہے اور اس ایمان کی روشنی میں اعمال صالح کو سرانجام دینے کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہے۔ سورۃ بقرۃ آیت ۱۷۷ میں ارشاد ہے :

لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنّبیّین ج

اس میں بتایا گیا ہے کہ :-

بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ کو مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔

اس امت پر بہت سی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں اور ان ذمہ داریوں کی وجہ سے ہی اسے قیادت کی گدی پر بٹھایا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۰ میں مذکور ہے:

کنتم خیر اُمّۃ اُخرجت للنّاس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ط

ترجمہ:- "تم سب سے اچھی جماعت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے معرض وجود میں آئی ہے تم اچھے کاموں کی طرف رغبت دلاتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔"

ان الفاظ میں صاف طور پر مسلمانوں کو دنیا میں نیکی پھیلانے اور ظلم و تعدی روکنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ یہاں اسلام کو دنیا کی نجات کا واحد ذریعہ بتایا گیا ہے اور صاف طور پر کہا گیا ہے کہ اسلام کے سوائے انسانوں کے لئے کوئی اور دین خدا کے ہاں مقبول نہیں۔ جیسا کہ قرآن میں یوں کہا ہے :-

ان الدین عند اللہ الاسلام — دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

اور یوں بھی ہے :-

ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ

(اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہتا ہے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا)

اس صدی کے آغاز میں مسلمانوں کی اپنی مادی، اخلاقی اور روحانی حالت ایسی گر چکی تھی کہ ان سے بہتری کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ انہوں نے دنیا کی تو کیا قیادت کرنی تھی وہ مقلد ہونے کی حیثیت سے بھی محروم ہو چکے تھے۔ ان حالات میں کیا اسلام کا خدا خاموش رہ سکتا تھا۔ کیا اسے انسان کی زبوں حالی اور سیاہ کاری گوارہ تھی۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ وہ خدا جو ابتدائے آفرینش ہی سے انسانوں کی حد درجہ کی بدکرداریوں کے باوجود ان کی ہر طرح کی تربیت کرتا رہا اب کیوں ان سے بے اعتنائی برت سکتا ہے۔ آدمؑ سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہزارہا پیغمبر زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے رُشد و ہدایت کے پیغام لاتے رہے اور ان پر خود عمل کر کے اپنے نمونے اور ذاتی کشش سے دلوں کی دنیا میں چراغ جلاتے رہے۔ شیطان کی کوششیں ہمیشہ انسانوں کو بے راہ رو کرنے پر لگی رہیں مگر آسمان سے ہمیشہ یہ انتباہ انسانوں کو سہارا دیتا رہا کہ "شیطان کا تسلط میرے بندوں پر کبھی نہیں ہوگا۔" حضرت نوحؑ تشریف لائے اور شیطانوں کی دنیا سیلاب کی نذر ہو گئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے شیطان کی بھڑکائی ہوئی آگ کو اپنی شیریں کلامی اور شگفتہ بیانی سے گلستان بنا دیا۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا شیطانوں کے بنائے ہوئے سانپوں کو ایک لقمہ بنا کر نگل گیا۔ حضرت عیسٰیؑ علیہ السلام اپنے زمانۂ نبوت میں اسرائیل کو محبت اور اخلاص کا درس دیتے تھے اور گناہ میں ڈوبی ہوئی قوم کو راہِ راست پر لانے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ آسمان سے انسانوں کی اصلاح کے لئے یہ مختلف کوششیں مختلف اوقات میں مختلف قوموں کے محدود حلقوں میں جاری رہیں۔ آسمان نے کبھی زمین سے اپنا تعلق منقطع نہیں کیا تھی کہ جب انسانیت بلوغ کو پہنچنے لگی اور اقوام عالم کا آپس میں میل ملاپ ہونے لگا اور ذرائع آمد و رفت کی وسعت نے قوموں کے آپس میں ملاپ کے دروازے کھول دیئے۔ تو شب تاریک میں جلنے والے تمام چراغ اور محدود حلقے میں جلنے والی بتیاں گل کر دی گئیں اور روحانیت کا آفتاب عالمتاب ساری دنیا کو منوّر کرنے کے لئے مطلع روحانیت سے اُبھر آیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا ایک وحدت میں پروئی جانے لگی۔

انسانوں کا خدا ایک ہے۔ اب ان سب کا نبی بھی ایک آ گیا۔ ان سب کے لئے ایک ہی کتاب ہدایت نازل کی گئی۔ اور خود انسانیت بھی ایک اکائی میں مدغم ہو کر ایک ہی روحانی محفل میں جمع ہو کر محبت کا جام پینے لگی۔ تکمیلِ انسانیت کا آخری شاہکار دنیا میں آ گیا۔ اب اس کے بعد نہ کسی اور نمونہ کی ضرورت رہی نہ اس کے لائے ہوئے پیغام کے بعد کسی اور پیغام کی حاجت رہی۔ انسانیت واحدہ ایک خدا کی مخلوق ہو کر اس کے بھیجے ہوئے ایک ہی عالمی نبیؐ کے زیرِ سایہ تمام شعبہ ہائے زندگی کی مادی اخلاقی اور روحانی اقدار کی تربیت حاصل کرنے لگی۔ اب دنیا کا خدا بھی ایک تھا۔ نبی بھی ایک تھا۔ آسمانی کتاب بھی ایک تھی اور دین بھی ایک تھا۔ اور انسانیت بھی ایک وحدت بن کر تسخیر کائنات کے بلند ترین منصوبہ میں مصروف ہو گئی۔

ظہور اسلام سے لے کر آج تک کبھی دنیا میں ایسا زمانہ نہیں گذرا کہ تمام مسلمانوں پر جمود چھا گیا ہو۔ اگر کسی ایک ملک میں ان کی حالت انحطاط پذیر ہے تو کسی دوسرے ملک میں احیاء اسلام کی تحریک چل نکلی۔ اور وہاں کے مسلمانوں نے روشنی کے مینار کھڑے کر دیئے۔ چودھویں صدی کی حالت ذرا مختلف تھی۔ تمام ممالک اسلامیہ اور مسلمانوں کے تمام طبقے کم و بیش حالت تنزل میں آ گئے۔ غیر اسلامی قوتوں نے ان کو کمزور کر دیا۔ اور وہ غلام ان کے اسیر بن کر رہ گئے۔ مگر چودھویں صدی کے آغاز ہی سے مخفی آسمانی سکیم کھل کر سامنے آنے لگی اور اہل بصیرت نے بھانپ لیا کہ مسلمان پھر سرگرم عمل ہونے والے ہیں۔ اسلامی حلقوں میں تموج اور تحرک کے آثار نمودار ہونے لگے۔

ایک دُعا

مسلمانوں کو ایک مختصر سی دُعا سکھائی گئی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاٰخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النّار۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

یہ دعا عالم اسلامی میں ہر آن زمین کے اکثر گوشوں سے بلند ہوتی رہتی ہے اور دن میں اسے متعدد بار دہرایا جاتا ہے۔ گویا کہ یہ دُعا چالیس پچاس کروڑ مسلمانوں کے دل کی آواز ہے۔ رب کریم و غفور سے بعید ہے کہ اس دُعا کو شرف قبولیت نہ بخشے۔ اس دُعا کے دو حصے ہیں ایک کا تعلق اس دنیا کی زندگی سے ہے اور دوسرا حصہ آخرت سے متعلق ہے۔ پہلے حصہ کو قبولیت یوں بخشی گئی کہ مسلمانوں کے اندر آزادی کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔ ان کے گرفتار کنندگان کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ زیادہ تر ممالک برطانیہ کی رعایا تھے۔ برطانیہ کی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ایشیا اور افریقہ کے برِّاعظم کی کثیر آبادی انگریزوں کے زیرِ تسلط تھی اور انہی برّاعظموں میں مسلمانوں کی اکثریت بھی تھی۔

آہستہ آہستہ تحریک کو اس نہج پر چلایا جانے لگا کہ مسلمانوں کے ملک آزادی سے ہمکنار ہونے لگے۔ عرب آزاد ہو گیا۔ مصر کو خود مختاری مل گئی، انڈونیشیا میں غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں اور اسی طرح دوسرے اسلامی ممالک جو ایشیا اور افریقہ میں واقع تھے آزاد کئے جانے لگے۔ یہاں تک کہ برصغیر پاک و ہند میں بھی آزادی کی ایک زبردست تحریک چلی۔

ہندوستان کے مسلمان

یہاں بھی آٹھ دس کروڑ مسلمان آباد تھے۔ مختلف حصوں میں منتشر حالت میں پڑے ہوئے انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی میں دن کاٹ رہے تھے۔ مسلمانوں کی زبان بھی ایک نہ تھی تہذیب بھی ایک نہ تھی۔ طرز رہائش بھی ایک نہ تھی۔ عادات و خصائل بھی ایک جیسے نہ تھے ہاں اسلام کی ایک بندھن ایسی تھی، جس میں سب جکڑے ہوئے تھے۔ یہاں کے مسلم علم سے بے بہرہ تھے تجارت میں پسماندہ اور سیاست میں بالکل تہی دست تھے اور یہ نہایت ابتر حالت

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

تار کا پتہ: تبلیغ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برار — کمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

فون نمبر: ۵۳۷۳۷

مدیر دوست محمد — مدیر معاون بشیر احمد سوز ایم اے

سالانہ چندہ آٹھ روپے — بیرونی ممالک سے ایک پونڈ — ایک سو روپے پیشگی آنے پر تا زندگی جاری ہو سکتا ہے

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ، مؤرخہ ۲۰ و ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۰ و ۱۷ نومبر سنہ ۱۹۷۱ء | نمبر ۴۴-۴۵

حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کا آخری پیغام

جو جلسہ سالانہ ۱۹۵۰ء میں آپ نے قوم کو دیا۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح نسل انسانی بربادی کی طرف دوڑی جا رہی ہے اور قریب ہے کہ یہ آگ کے گڑھے میں گر کر بھسم ہو جائے وہ نسخہ جس سے یہ نسل انسانی بچ سکتی ہے وہی ہے جس نے ایک دفعہ پہلے تباہ ہوتی ہوئی نسلِ انسانی کو بچایا، یہ خدا کا آخری کلام ہے یہ قرآن ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہم اس نسخۂ شفا کو دنیا میں نہیں پہنچا رہے، اس کے پہنچانے کے لئے ایک پاک نفس جماعت کی ضرورت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کام کی بنیاد ایک مامور کے ہاتھ سے رکھوائی اور اس کو چودھویں صدی کے سر پر مجدد بنا کر بھیجا کیونکہ

نفوس کو پاک وہی کر سکتا ہے جس کو خدا نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہو

اس کے پاس بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ اس کے دل میں قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کا کس قدر عشق تھا، اس عشق کی آگ اس کے سینے میں ایسی مشتعل تھی، کہ جو اس کے پاس جا کر بیٹھا اس کے سینے میں بھی ایک چنگاری اسی آگ کی پڑ گئی اور ہزارہا بلکہ لاکھوں سینے روشن ہو گئے آج چنگاری کچھ مدھم نظر آ رہی ہے۔

اپنے سینوں کو ٹٹولو کیا تمہارے دلوں میں وہ امامِ زمانؑ کی ڈالی ہوئی چنگاری کی گرمی موجود ہے؟ اگر ہے تو وہ حرکت تم میں کیوں نہیں جو امامِ زمانؑ کے پاس بیٹھنے والوں میں نظر آتی تھی تمہارا قدم دیوانہ وار آگے کیوں نہیں بڑھ رہا؟ .... کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ خدا اور رسولؐ کی محبت کی جگہ دنیا کی محبت تمہارے دلوں میں اثر کرتی جا رہی ہے اور تم دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو فراموش کرتے جا رہے ہو اور جہاد کی روح کی جگہ تمہارے اندر آرام طلبی کی روح سرایت کرتی جا رہی ہے؟

خدا سے ڈرو اور اس کے مسکین بندے بن جاؤ

فطرانہ

ایک روپیہ فی کس نمازِ عید سے پہلے ادا ہونا چاہیئے

صدقہ فطر کی شرح حضرت امیر ایدہ اللہ کی اجازت سے ایک روپیہ فی کس مقرر کی گئی ہے یہ صدقہ ہر گھر کے تمام افراد، مرد، عورت، بچہ بوڑھا حتیٰ کہ کوئی بچہ جو عید کے دن نمازِ عید سے پہلے پیدا ہوا ہو اس کا فطرانہ دینا بھی واجب ہے۔ عورتوں بچوں اور نوکروں کا صدقہ صاحبِ خانہ کے ذمہ ہے۔ عید فنڈ، مسجد فنڈ بھی حسبِ توفیق صدقۂ فطر کے ساتھ ادا کیا جانا چاہیئے۔

— انچارج تحصیل —
دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۱۰ و ۱۷ نومبر ۱۹۷۱ء

اسلام کی بلند پایہ شخصیت اور حضرت مسیح موعودؑ کا حقیقی جانشین

حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات میں سے ہے، جن سے آپؑ کا مامور من اللہ ہونا روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر نظر آتا ہے، اس زمانہ میں جب آپ ایم اے اور وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد تمام دنیوی علائق کو ترک کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں جا بیٹھے، کون کہہ سکتا تھا کہ وہ حضورؑ کے فیض صحبت سے مستفیض ہو کر ایسے شاندار کارنامے سر انجام دیں گے جن کی نظیر نہ صرف سلسلہ احمدیہ بلکہ تمام اسلامی دنیا میں نہیں مل سکتی، لیکن ماموریت الٰہی کی فراست نے شروع ہی میں بھانپ لیا کہ :

" جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبتِ دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے ۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد ہشتم صفحہ ۶۹)

آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ مامور الٰہی کا فرمودہ سچا ثابت ہوا اور حضرت مولانا مرحوم نے نہ صرف تقویٰ اور محبتِ دین پر ثابت قدم رہ کر بلکہ خدمتِ دین کے لحاظ سے وہ شاندار نمونے دکھائے ہیں جو فی الواقعہ ہم جنسوں کی پیروی کے لائق ہیں ۔

صرف یہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے از راہ تجسس آپ کی نیکی اور تقویٰ کو دیکھ کر یہ شہادت دی کہ :

" میں اس مدت میں یعنی جب سے وہ میرے پاس ہیں ظاہری نظر سے نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا اخلاق اور دین اور شرافت کی رو سے تجسس کرتا رہا ہوں سو خدا کا شکر ہے کہ میں نے اُن کو دینداری میں اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے ، غریب طبع ، باحیا ، نیک اندرون ، پرہیزگار آدمی ہے اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہیں ۔"

یہ خدا کے مامور کے الفاظ ہیں ، زہے نصیب اس شخص کے جس کی خوبیوں کو خدا کا مامور قابلِ رشک قرار دے اور اس کے نیک اندرون کا اعلان کرے ، یہ صرف کہنے کی باتیں نہیں واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت مولانا کی خوبیاں فی الواقعہ قابلِ رشک ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کا وجود حضرت مامور من اللہ کی صداقت کا ایک بیّن نشان ہے جس کا ذکر خود حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں اپنی صداقت کے نشانات میں سے ۱۰۳ ویں نشان کے ذیل میں بدیں الفاظ کیا ہے :—

"ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخار ہو گیا اور ان کو ظنِ غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہے اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیت کر دی اور مفتی محمد صادق صاحب کو سب کچھ سمجھا دیا اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کی نسبت خدا تعالیٰ کا یہ الہام ہے انی احافظ کلّ من فی الدار تب میں ان کی عیادت کے لئے گیا اور ان کو پریشان اور گھبراہٹ میں پا کر میں نے ان کو کہا کہ اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعوئے الہام غلط ہے یہ کہہ کر میں نے ان کی نبض پر ہاتھ لگایا یہ عجیب نمونہ قدرتِ الٰہی کا دیکھا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا ۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳)

غور کیجئے کس قدر عظمت ہے اس شخص کی جس کی طاعون سے محفاظت سامان حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان ہے ۔

خدمت جہاں تک حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کی بلندی اخلاق اور تقویٰ و طہارت کا تعلق ہے، اس کی شہادت حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا بیانات میں موجود ہے، لیکن یہ حضرت ممدوحؒ کی زندگی کا ایک پہلو ہے جو آپ کے ذاتی اوصاف سے تعلق رکھتا ہے، ایک اور پہلو جو اس سے بڑھ کر آپ کی عظمت کو چار چاند لگانیوالا ہے وہ آپ کی خدمات اسلام اور علمی کارناموں سے متعلق ہے، اس زمانہ میں جب آپ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ماہ نامہ ریویو آف ریلیجنز کی ادارت کا کام اور حضرت مسیح موعودؑ کے مضامین انگریزی میں ترجمہ کرتے تھے یہ خیال کر لیا گیا کہ مرزا صاحب نے کسی انگریز کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں اور محمد علی کا نام یونہی لکھا جاتا ہے، یہ خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور مامور من اللہ کی معیت کا نتیجہ تھا جس نے آپ کو ایسی اعلیٰ انگریزی لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی ۔

ریویو آف ریلیجنز کے بعد انگریزی ترجمۃ القرآن کا وہ شاندار کارنامہ ظہور پذیر ہوا جس کے مطالعہ سے کئی دہریہ منش اور متشکک مسلمانوں کو نورِ ایمان حاصل ہوا، اس ترجمہ اور تفسیر میں حضرت مولاناؒ نے قرآن کریم کی متعدد آیات پر وارد ہونے والے اعتراضات کو ایسا صاف کیا کہ پڑھنے والے کو آپ کی قرآن دانی اور اعلیٰ قابلیت کی خواہ مخواہ داد دینی پڑتی ہے ۔ یہ ترجمہ حضرت مسیح موعودؑ کی اس خواہش کی تکمیل ہے جس میں حضورؑ نے انگریزی ترجمہ قرآن کے ارادہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کام مجھ سے ہوگا یا اس سے جو مجھ میں سے ہے ۔ حضرت مولاناؒ کے اس کام نے ثابت کر دیا کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے قائم مقام اور انہی میں سے ہیں ۔

صرف انگریزی ترجمہ ہی نہیں اُردو ترجمہ و تفسیر قرآن، صحیح بخاری کی تجرید اور ترجمہ و تشریح ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے، جو آپ سے ظہور پذیر ہوا ۔ ایک اور کارنامہ وہ بلند پایہ کتاب ہے جو "دی ریلیجن آف اسلام" کے نام سے آپ نے تصنیف کی یہ کتاب بھی حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش اور آپؑ کی ہدایت کے مطابق لکھی گئی، چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودات میں یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ :—

" مولوی محمد علی صاحبؒ کو بلا کر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے اور یہ آپ کا کام ہے ۔"

(ملفوظات مرتبہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ جلد نہم صفحہ ۹)

چنانچہ حضورؑ مسیح موعودؑ کی اس خواہش کے مطابق وہ کتاب بھی حضرت مولاناؒ نے تصنیف کی جو علومِ اسلامی کے ہر پہلو پر مشتمل ہے اور جسے پڑھ کر کوئی شخص صداقت اسلام کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ اور بھی کئی انگریزی اُردو کتابیں آپ نے تصنیف کیں جو آپ کی عالمانہ اسلامی خدمات کا درخشاں ثبوت ہیں ۔

ایک تیسرا پہلو آپ کی زندگی کا وہ ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو غلط رستہ پر جاتے ہوئے دیکھ کر آپ نے ان کے خلاف آواز اُٹھائی، اور اس ضمن میں ختم نبوت اور کفر و اسلام پر کئی بلند پایہ مضامین لکھ کر جماعت کے ایک حصہ کو غلو اور ضلالت سے بچا لیا ۔ اس سلسلہ میں آپ کی تصنیف "النبوۃ فی الاسلام" اور کئی دوسرے پمفلٹ ایسے علمی شاہکار ہیں جن سے ختم نبوت کی حقیقت پر پوری روشنی پڑتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا نبوت کا دعوےٰ ہرگز نہ تھا اور نبی کا لفظ مجازاً آپ پر بولا گیا ہے ۔

یہ وہ چیزیں ہیں، جنہوں نے جماعت احمدیہ کے ایک حصہ کو کفر و ضلالت کے کنوئیں میں گرنے سے بچا لیا، ان کی تعداد اگرچہ تھوڑی ہے، لیکن حضرت مولیناؒ کے زیر قیادت انہوں نے غیر ممالک میں اسلامی تبلیغی مشن قائم کر کے اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح جانشین ثابت کیا اور مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا کہ صرف ایک جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے جو خاتم النبیین کے مفہوم کو پورے طور پر سمجھی اور صحیح مسلک پر قائم ہے، ایک طرف قادیانی ہیں، جو خاتم النبیین کے بعد ایک نئی نبوت کے اجراء کے قائل ہو کر ختم نبوت سے منکر ہو چکے ہیں اور دوسری طرف عام مسلمان ایک پرانے نبی کی آمد کی انتظار میں ختم نبوت کو ملیامیٹ کر رہے ہیں اس صورت میں جماعت احمدیہ لاہور ہی فی الحقیقت آیت خاتم النبیین کی صحیح ترجمان اور ختم نبوۃ کی حقیقی پاسبان ہے ۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کی وجہ سے حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ اس زمانہ میں بہت بڑی اور بلند پایہ شخصیت کے مالک اور اسلام کے حقیقی داعی اور مسیح موعودؑ کے سچے جانشین ہیں جن کے فیوض علمی سے

ایک زمانہ مستفیض ہو رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا، ضرورت ہے کہ آپؒ کی تصنیفات کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شائع کر کے دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے کہ آئندہ اسی سے اسلام

حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرے تعلقاتِ اخوت و محبت

حضرت امیرِ قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ کی تقریر جو ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کی برسی کے موقعہ پر آپ نے فرمائی

معزز خواتین و حضرات!

آج اس موقعہ پر میں حضرت مولینا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق چند باتیں اور چند واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں میں نہیں جانتا کہ یہاں کتنے وہ اصحاب ہیں جنہیں یہ معلوم ہے کہ میں نے اور حضرت مولینا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے پانچ سال اکٹھے بھائیوں کی طرح قادیان میں گذارے ہم نے ایک عرصہ یک جان و دو قالب ہو کر بسر کیے۔ اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت مولیناؒ میرے ذرّے ذرّے کو نہ جانتے ہوں اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ میں ان کے ذرّے ذرّے سے ناواقف ہوں

میں ...... پروفیسر تھا اور کھنڈی سڑک پر حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کی کوٹھی کے ایک حصہ میں قیام پذیر تھا۔ حضرت شیخ صاحب ممدوح نے میرے بال بچوں کے لئے اپنی کوٹھی میں چند کمرے مخصوص کر رکھے تھے، اور ہم دن رات اکٹھے رہتے تھے مجلس کرتے اور نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ان دنوں حضرت مولینا محمد علی صاحب، حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب وفد کی صورت میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت مولانا نور الدینؒ صاحب چاہتے ہیں (حکم نہیں دیتے بلکہ ان کی خواہش ہے) کہ آپ قادیان آجائیں۔ میں نے فوراً کہا کہ میں حاضر ہوں۔ میں نے کوئی عذر نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ میں اپنے بیوی بچوں سے پوچھتا ہوں۔ اور یہ بھی نہیں کہا کہ میری والدہ محترمہ جو بہت بڑی شخصیت کی مالک ہیں میں ان کی اجازت حاصل کر لوں۔ میں نے بلا تردّد "ہاں" کر لی اور کالج سے مستعفی ہوئے بغیر رخصت حاصل کر لی اور قادیان چلا گیا وہاں پانچ سال تک حضرت مولینا محمد علی صاحب کے ساتھ مل کر بھائیوں کی طرح کام کیا۔ اس بناء پر ہم ایک دوسرے کے اندرونے اور بیرونے سے خوب واقف تھے اور ایک دوسرے کا ادب اور لحاظ کرتے تھے۔ میں نے وہاں پر سکول کی بہت بڑی شاندار عمارت بنائی۔ کل ایک شخص نے مجھے کہا کہ میں نے آپ کی بناء کردہ سکول کی بلڈنگ دیکھی ہے یہ بلڈنگ اس قدر شاندار ہے کہ اسکی مثال تعلیمی اداروں میں نہیں ملتی۔ وہ بہت بڑے کالج کی عمارت ہے اس کا عالی شان بورڈنگ ہے۔ اس بلڈنگ میں تعلیم پانے والا قادیان کا کوئی طالب علم لاہور تحصیل علم کے لئے جاتے تو اسے لاہور کے کالجوں کی بلند و بالا عمارات کو دیکھ کر احساسِ کمتری پیدا نہ ہو۔ دو مربع زمین میں ہماری کھیلوں کے گراؤنڈ بنے ہوئے تھے اور میں نے ۵ سال تک باقاعدگی سے طلباء کی تربیت کی خاطر ہاکی اور فٹ بال ان کے ساتھ مل کر کھیلا ہے۔ ہم ہر میدان میں جیتتے تھے، اور لاہور کے کھلاڑی اور انگریز تک ان کھیلوں کے مقابلے دیکھنے کے لئے قادیان آتے تھے۔ ہمارے طلباء کا اخلاق بھی بلند ہوتا تھا اور ان کے اخلاق کی تعریف بھی کی جاتی تھی۔ ۵ سال بعد صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب کی وفات پر گدی بنالی۔ حضرت مولینا نور الدین صاحب کی وفات سے کچھ دن پیشتر ووکنگ سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے لکھا کہ مجھے یہاں دو سال ہو چکے ہیں میں واپس آنا چاہتا ہوں میری جگہ صدر الدین لے سکتا ہے اس پر حضرت مولانا نور الدین صاحب نے فرمایا آپ لنڈن میں جا کر خواجہ صاحب کی جگہ کام کریں۔

جب صاحبزادہ صاحب گدی نشین ہو گئے تو ان کی وجہ سے حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ان پر پتھر برسائے گئے، ان کا جینا دوبھر کر دیا گیا۔ وہ شخص جو حضرت مرزا صاحب کا لاڈلا اور پیارا تھا اب اسے قادیان میں رہنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے وہاں سے رخصت ہونے کا ارادہ کر لیا۔ مولینا تو ترجمہ قرآن میں مصروف تھے۔ میں جنرل سیکرٹری بھی تھا اور سکول کا ہیڈ ماسٹر بھی۔ مجھ سے مولینا نے اس ارادہ کا اظہار قطعاً نہیں کیا تھا۔ میں قادیان کے اندر رہتا تھا اور مولینا قادیان کی ایک طرف کوٹھی میں رہتے تھے۔ مجھے جب انکے ارادہ کا پتہ لگا تو میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ جا رہے ہیں، آپ کے ذہن میں ضرور کوئی ایسی بات ہو گی کہ آپ نے مجھ سے اپنی روانگی کے بارے میں ذکر نہیں کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ آج رات صبح ہونے سے پہلے میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ دن کے وقت آپ جاتے تو اور بات تھی لیکن آپ نے رات کو جانے کا پروگرام بنایا ہے۔ دن کے وقت قادیان سے جاتے تو ہندو مسلمان سب آ کر آپ کو الوداع کہتے۔ مگر انہوں نے فرمایا میں تو رات کے وقت جانا پسند کرتا ہوں میں واپس آگیا اور ان کے لئے عمدہ گھوڑے اور عمدہ ٹیکے کا انتظام کیا۔ ایک ہاکی اپنے ہاتھ میں لی اور ایک ہاکی اکبر خاں صاحب نجیب آبادی کو دی۔ مولینا کو تانگہ میں بٹھایا۔ گھوڑا سرپٹ دوڑنے لگا اور ہم دونوں مولینا کی حفاظت کے لئے ہاکیاں اٹھائے ہوئے گھوڑے کی رفتار اور چال کے ساتھ ساتھ دوڑتے چلے گئے۔ جب نہر کا پل آیا تو دن چڑھ گیا اور آگے کوئی خطرہ نہ رہا۔ وہاں ہم نے مولینا کو الوداع کہا۔

یہ تھے ہمارے تعلقات۔ کیا ان تعلقات کا کسی کو علم ہے۔ اور کیا ایسے تعلقات آج تم لوگوں میں موجود ہیں۔ اچھے تعلقات اور عمدہ روابط کے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی، یہ ہماری دلی محبت کا اثر تھا کہ ہم دو سپاہی ہاکیوں سے مسلح تانگے کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے کچا راستہ تھا ہم کبھی گھوڑا اپنے ہوئے تھے ہمیں خطرہ تھا کہ رات کے وقت کوئی بدخواہ شرارت نہ کرے۔ یہ تھے ہمارے تعلقات۔ آج تمہارے باہمی تعلقات ایسے نہیں ہیں، آپ اس امر کی فکر کریں۔ تمہارے دِلوں میں ایک دوسرے کی محبت و عزت اور احترام کم ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے اندر محبت و اُلفت پیدا کی اور حضرت امام الزمان نے بھی محبت و اخوت کی بنا ڈالی۔ ہماری جماعت کی تاریخ میں اس کی بڑی مثالیں ملتی ہیں وہ ایک دوسرے سے الفت و محبت اور اخوت کا سلوک کرتے تھے۔ حضرت مولینا کا تعلق میرے ساتھ بہت گہرا تھا۔ انہوں نے تھوڑے عرصہ کے بعد بھانپ لیا تھا کہ میں کون ہوں اور میرا ان کے ساتھ کیا رابطہ ہے۔ مجھے انجمن کا سیکرٹری بنایا اور خود ترجمہ قرآن میں مصروف ہو گئے۔ میرا تعلق حضرت مولینا کے ترجمہ قرآن کے کام کے ساتھ ابتداء سے ہے۔ جب یہ ترجمہ سات سال کی انتھک محنت و قابلیت سے مکمل ہوا تو انہوں نے انگلستان میں اس کا مسودہ میرے پاس بغرض طباعت روانہ کر دیا۔ اس وقت انجمن کا کوئی خزانہ نہیں تھا، دو پونڈ ماہوار مجھے انجمن سے خرچ ملتا تھا۔ یعنی ۱۳ر آنے یومیہ کے حساب سے میں نے تین سال تک انگلستان میں گذارہ کیا۔ ۱۳ر آنے میں تو انگلستان میں ناشتہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر دو انڈے لینے ہوں تو دس گیارہ آنے تو ان انڈوں کے لئے ہی درکار تھے، پھر مکھن چاہیئے، پھر دودھ و ڈبل روٹی چاہیئے۔ دوپہر اور شام کا کھانا چاہیئے۔ لیکن میں نے ان سب چیزوں سے پرہیز کیا اور تین سال تک ۱۳ر آنے یومیہ میں گذارا کیا۔ جب مولینا نے مجھے ترجمہ قرآن طباعت کے لئے بھیجا تو لکھا کہ پروف بھی آپ ہی دیکھیں گے۔ ان کے اعتماد کا اندازہ لگایئے کہ پروف بینی کے لئے بھی مجھ پر تکیہ کیا۔ میں نے اس ذمہ داری کو بھانپ لیا اور اس کام میں رات دن ایک کر دیئے۔ میں نے سوچا کہ ایک عظیم الشان انسان

اپنی سات سالہ محنت کا حاصل میرے سپرد کر رہا ہے اور مجھے کہہ رہا ہے کہ پروف بھی آپ سے ہی دیکھنے ہیں تو اس ذمہ داری کو پوری طرح نبھانا چاہیئے۔ قادیان میں مولانا محمد علی حضرت مولانا نورالدین صاحب کو ترجمہ قرآن سناتے رہے اور جب ترجمہ مکمل ہوا تو ایک صاحب کو الہام ہوا کہ ترجمہ قرآن مقبول ہو گیا۔ اس پر ہم سب نے مولانا نورالدین صاحب کے ساتھ سجدہ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد مولینا نے قرآن کریم میرے سپرد کیا۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری تھی۔ قرآن کریم کا یہ ترجمہ جو حضرت مولینا محمد علی جیسے ذہین عالم دین کی کئی سالوں کی محنت کا ثمر ہے بالآخر وہ میرے سپرد کر دیتے ہیں! اندازہ لگائیے اس تعلق اور روابط کا جو میرے اور ان کے درمیان تھا کیا آپ لوگوں میں آج یہ ربط اور تعلق موجود ہے۔ . . . . میں نے ترجمہ قرآن کی طباعت کے سلسلہ میں رات دن محنت کی، بڑی محنت کی اور بڑے مشکل حالات میں کام کیا وہ مسودہ جس کی میں نے پروف بینی کی ہوئی ہے اور اپنے قلم سے تصحیح کی ہوئی ہے۔ اس کی جلد بندی تھی لیکن مجھے نہیں کہ وہ جلد کہاں ہے۔ محفوظ ہے یا ضائع ہو چکی ہے وہ یادگار مسودہ تھا۔ حضرت مولینا نے اسے جلد کروا کر رکھا ہوا تھا۔ میں نے تو عمر بھر میں ایک بغدادی قاعدہ بھی طبع نہیں کیا تھا۔ مجھے ترجمہ قرآن جیسی عظیم کتاب کی طباعت کا فرض سونپا جاتا ہے۔ . . . . میں نے قرآن کریم کی ایسی شاندار طباعت کرائی کہ جب حضرت مولینا کے پاس یہ طبع شدہ قرآن کریم پہنچا تو وہ حیران رہ گئے اور بہت خوش ہوئے۔ یہ پہلا ایڈیشن جو میرے ہاتھ میں ہے حاضرین جلسہ کو دکھانے کی غرض سے لایا ہوں اس کی کسی سطر اور کسی صفحہ پر داغ نہیں ہے۔ نہایت باریک کاغذ ہونے کے باوجود کسی صفحہ کے حروف دوسرے صفحہ پر نظر نہیں آتے۔ اس کی جلد بندی پر مراکو لیدر استعمال کیا گیا ہے۔ انگریز حیرت زدہ ہو گیا کہ اس نے تو بائبل کو بھی مات کر دیا ہے۔

میں نے حضرت مولینا کے اعتماد کے مطابق کام کیا۔ انگلستان میں اعلیٰ درجہ کے صرف تین پرنٹنگ پریس تھے۔ میں نے ان میں سے ایک اعلیٰ درجہ کا مطبع منتخب کیا۔ جو ووکنگ سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا میں وہاں ووکنگ سے روزانہ بائیسکل پہ صبح شام جانا اور پروف پڑھتا، تصحیح کرتا اور کبھی پروف دیکھتا اور تصحیح کرواتا — یہ تو طبع کا حال تھا۔ کاغذ بھی بہتے ململ کی طرح باریک اور عمدہ استعمال کیا۔ اس کی دوسری طرف حروف نظر نہیں آتے میں نے زندگی میں پہلی دفعہ آنکھوں کو عینک اسی دوران میں لگوائی تھی۔ میں تو اس وقت نو عمری میں تھا لیکن رات دن کی پروف بینی نے میری آنکھوں پر اثر کیا اور عینک لگوانی پڑی۔ اس کاغذ کو دیکھئے کتنا عمدہ اور باریک ہے۔ چودہ سو صفحوں کی کتاب ہے، ایک ہی جلد ہے اور ہاتھ میں با آسانی پکڑی جا سکتی ہے۔ نہایت قیمتی جلد بندی ہے۔ مضبوط اور اعلیٰ درجہ کا چمڑہ ہے قیمتی پائدار اور نفیس ترین کاغذ ہے، اعلیٰ درجہ کے مطبع میں چھپا ہے۔ میں نے ترجمہ قرآن کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر اعلیٰ درجہ کا دیدہ زیب معیار مدنظر رکھا۔ یہ تعلقات اور دل کی محبت اور لگاؤ کی باتیں ہیں جن کا اندازہ شاید آپ نہیں لگا سکتے۔

ایک اور بات سنیئے، حضرت مولینا بیمار ہو گئے، وہ کوئٹہ میں قیام پذیر تھے انہوں نے مجھے لکھا کہ میں مرتا ہوں میرے تمام جسم پر گرمدم ہو گئے ہیں۔ یہ خط انہوں نے مجھے لکھا دوسرے کسی کو کیوں نہیں لکھا اس لئے کہ میرے ساتھ ان کے بڑے تعلقات و روابط تھے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ میں ان کی جان بچانے کے لئے ہر ممکن قدم اٹھاؤں گا۔ میں نے ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم کو بلا بھیجا۔ وہ گھر پر موجود نہ تھے بھاٹی دروازہ میں ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب مرحوم رہتے تھے وہ بھی اپنے مکان پر موجود نہ تھے۔ میں نے ان کی انتظار میں مزید وقت ضائع کرنا پسند نہ کیا اور میڈیکل کالج کے پرنسپل کرنل الٰہی بخش صاحب کے پاس گیا وہ بڑا قدآور اور وجیہہ ڈاکٹر ہے میں نے پسند کیا کہ ایسے ہی شخص سے علاج معالجہ کروانا چاہیئے سوکھے اور مرے ہوئے انسان سے کیا علاج کروانا۔ سوکھے اور مرے ہوئے ڈاکٹر کے پاس بھی جانا نہیں چاہیئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ سے گو اتنے تعلقات نہیں ہیں نہ گہری شناسائی ہے تاہم میں یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ میرا امیر قوم مرتا ہے میں ان کے معالجہ کے لئے آپ کو کوئٹہ بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں آپ سے کم درجہ کا آدمی اپنے امیر کے علاج کے لئے نہیں بھیج سکتا۔ انہوں نے کہا میں حاضر ہوں۔ لیکن میں ملازم ہوں اور خود رخصت حاصل کئے بغیر نہیں جا سکتا۔ میرے افسر کی اجازت ضروری ہے۔ میں ان کے افسر کے پاس گیا۔ اپنا مدعا ظاہر کیا۔ انہوں نے ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب کو اجازت دے دی اور میں نے انہیں گاڑی پر سوار کرا دیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت مولانا کے پاس پہنچے حضرت مولینا کے جسم پر گرمدم تھے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی ایک سو درجہ کا انجکشن لگاتا ہے تو ڈاکٹر صاحب نے ایک ہزار درجہ کا پہلا انجکشن لگایا۔ شام تک وہ گرمدم بیٹھ گئے۔ دو تین دن میں ان کی حالت اچھی ہو گئی سبحان اللہ العظیم۔ حضرت مولینا نے لکھا کہ آپ نے میری جان بچائی ہے۔" ڈاکٹر الٰہی بخش نے واپس آتے ہوئے چھ ہزار روپیہ کا بل پیش کر دیا۔ حضرت مولانا نے وہ بل میرے پاس بھیجدیا۔ میں نے مجلس کو بلایا اور وہ بل اس کے سامنے رکھا۔ وہ ڈاکٹر میرے اوپر سوار ہو گئے کہ تم نے ڈاکٹر کو بھیجنے سے پہلے فیس کیوں مقرر نہ کر لی۔ اتنا خرچ انجمن کے لئے بوجھ ہے انجمن اس کی متحمل نہیں ہو سکتی، بہتر ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب سے فیس اور علاج معالجہ کے لئے رقم پہلے چکا لیتے۔ میں نے کہا کہ مجھے اپنے امیر کی جان کی فکر تھی۔ مجھے چھ ہزار روپیہ کی فکر نہیں تھی، میرا امیر مر رہا تھا اس وقت میں سودے بازی میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ سودہ بازی کرتا تو ڈاکٹر کو وہاں نہ بھجوا سکتا اور وہ دلجمعی سے علاج نہ کرتا۔ میرے سامنے رقم کی کوئی قیمت نہیں۔ بہرحال انجمن کو چھ ہزار کا بل منظور کرنا پڑا۔ میں رقم لے کر ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے میرے امیر کی جان بچائی ہے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے میرے امیر کو دوبارہ صحت دی ہے۔ میں شکرانے کے طور پر آپ کو تین ہزار روپیہ پیش کرتا ہوں انہوں نے یہ نصف رقم خوشی سے قبول کر لی۔

یہ تھے میرے تعلقات اپنے امیر سے۔ کیا تمہیں ان تعلقات کی خبر ہے آج تمہارے مابین تعلقات اچھے نہیں ہیں تمہیں خیال کرنا چاہیئے۔ تمہاری جماعتی زندگی کمزور ہے اس کو مضبوط کرنے کی فکر کرو اور اپنے اندر اخوت اور بھائی چارے کو رواج دو اور ایک دوسرے کا ادب اور پاس کرو۔

حضرت مرزا صاحب نے جماعتی اخوت و برادری قائم کی۔ تم نے وہ سبق بھلا دیا ہے تمہیں انتشار سے بچنا چاہیئے انتشار سے بہتیری بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ تم ایسی حالت میں کامیاب نہیں ہو سکتے تم ایک دوسرے کا لحاظ اور ادب نہیں کرتے یہ مناسب طریق ہے۔

خدا جانتا ہے میرے اور حضرت مولانا کے تعلقات اخوت پر مبنی تھے۔ انہوں نے مجھ پر اعتماد کیا۔ میں نے ان کو اور دنیا کو خوش کرنے کے لئے نہیں خدا کو خوش کرنے کے لئے ترجمہ قرآن کی شاندار طباعت پر دن رات ایک کر دیا۔ وہ لاجواب شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے عظیم الشان خدمات دینیہ انجام دی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی روح پر فتوح پر برکات نازل فرمائے۔

بک بینک

طلباء کی سہولت کے لئے ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن نے ایک بک بینک قائم کیا ہے۔ تمام صاحب ثروت حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ میٹرک سے بی اے تک کی جو کتب ان سے ہو سکیں، بک بینک کو عطیہ کے طور پر دے دیں۔ بینک میں ایف اے اور بی اے کی بعض کتب موجود ہیں۔ ضرورت مند طلباء ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری سے رابطہ قائم کریں۔

انعامی مقابلہ

۱۴ر نومبر ۱۹۷۱ء کو چار بجے شام احمدیہ ہال میں ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام معلومات عامہ کا ایک انعامی مقابلہ ہو رہا ہے۔ جملہ احمدی نوجوانوں سے گذارش ہے کہ وہ اس پروگرام میں ذوق و شوق سے حصہ لے کر اسے کامیاب بنائیں۔

نوٹ: افطاری کا انتظام ہوگا۔

ارجمند صادق
سیکرٹری ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

حضرت مولینا محمد علیؒ کا بے نظیر و عظیم کارنامہ جہاد بالقلم۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے علم کلام کے سچے جانشین۔

حضرت مسیح موعودؑ کے معتقدات اور اسلامی مقاصد کے احیاء پر روشنی کس کے قلم سے ڈالی گئی؟۔

تقریر فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب برموقعہ یوم محمد علیؒ بمقام لائل پور

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره
علی الدین کله ولو کره المشرکون (التوبه ۹: ۳۳)

آج ایک عظیم الشان انسان حضرت مولینا محمد علی صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ لاہور کی وفات کا دن ہے اور یہ تقریب انہی بزرگ کی یاد میں ہم منا رہے ہیں۔ کسی انسان کی عظمت کا پتہ اس امر سے لگتا ہے کہ اس نے کیا اور کونسا کام سر انجام دیا ہے۔ اور وہ کام کس قدر اہم اور ضروری تھا اور کس مقدار کا تھا؟ چنانچہ ہم اسی طریق سے حضرت امیر مرحوم کی شخصیت کو دیکھیں گے۔ حضرت مولیناؒ نے کس میدان میں کام کیا اور اس کی اہمیت اور عظمت کس قدر ہے؟ آپ اپنی ایک تالیف "مینول آف حدیث" کے دیباچہ میں فرماتے ہیں:۔

"جب میری عمر پچیس ۲۵ سال کی تھی تو اس وقت دورِ حاضر کے عظیم مسلمان مصلح اور بانی تحریک احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ نے اسلام کی قلمی خدمت کے لئے میرا انتخاب بطور ایک سپاہی کے کیا تھا۔"

اس اقتباس سے پتہ چلا کہ حضرت امیر مرحوم کا میدانِ کار دینِ متین اسلام کے لئے مجاہدانہ اقدامات کرنا اور اسلام کی صداقت اور افضلیت کو علمی طور پر دنیا کے سامنے ثابت کرنا تھا اس میدان میں آپ نے کس قدر کام کیا اس کی وسعت کتنی تھی؟ حضرت مولینا مرحوم نے پچیس سال کی جوانی کی عمر سے لے کر پچھتر سال کی ضعیفی کی عمر تک گویا پوری نصف صدی تک اس علمی خدمتِ اسلام کے کام کو کس تندہی۔ محنتِ شاقہ خلوص و قابلیت اور عرقریزی سے انجام دیا؟ اسکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ کم و بیش بیس ہزار صفحات انگریزی زبان میں اور پچیس ہزار صفحات اُردو زبان میں علومِ قرآن و دینِ اسلام پر بے نظیر تصانیف تحریر کر گئے حتیٰ کہ اپنی زندگی کے آخری تین سال میں جب کہ آپ اپنی مرض الموت کی اور دل کی بیماری میں مبتلا تھے قرآن کریم انگریزی کے ترجمہ و تفسیر پر نظر ثانی کی اور ایسی عمدہ اور نئی اصلاحات کیں کہ یہ بات ۱۹۱۷ء اور ۱۹۵۱ء کے ایڈیشنوں کے مقابلہ سے ہی معلوم کی جا سکتی ہیں۔ یہ سوال کہ ان خدمات کی عظمت کیا تھی؟ ان کا اثر کیا ہوا؟ اور اس سے کیسا انقلاب رُونما ہوا؟ اس کے لئے ایک تفصیلی مطالعہ و جائزہ کی ضرورت ہے۔ آپ کی بلند پایہ تصانیف آپ کی خدمتِ دینیہ و انسانیہ پر شاہد ہیں۔ ان میں ایک عظیم الشان خدمت یہ ہے کہ آپ نے قرآن کریم کی انگریزی میں ترجمہ و تفسیر کی۔ جو ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی۔ انگریزی ایسی زبان میں ترجمہ و تفسیر اس وقت کی گئی جبکہ انگریزی پڑھنا بھی علماء کے نزدیک کفر تھا جب اس زبان کے ساتھ دشمنی کا یہ حال ہو تو اس زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کرنے کو تو گناہ کبیرہ قرار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ امرِ واقعہ ہے کہ اس کے مدتوں بعد بھی مصر میں انگریزی ترجمہ کی کاپیاں جلادی گئی تھیں۔ پھر دو تین سال کا واقعہ ہے کہ عرب میں مسٹر محمد اسد کا ترجمۃ القرآن انگریزی بھی اس لئے نذرِ آتش کر دیا گیا تھا کہ اس میں وفاتِ مسیح کا ذکر کیوں کیا گیا ہے۔

اب اس کا آپ اندازہ لگائیے کہ کس قدر صبر آزما حالات سے آپکو دوچار ہونا پڑا ہوگا۔ بہرحال یہ ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا اور دنیا جہان میں اس کی تقسیم و اشاعت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جو قبولیتِ عامہ کا شرف عطا فرمایا اس بارہ میں یہاں صرف چند آراء بیان کرتا ہوں اول مترجم و مفسر قرآن ہیں اگرچہ انہوں نے بھی انگریزی میں قرآن کریم کے تراجم کئے ہیں۔ آپ مولینا عبدالماجد دریابادی کو جانتے ہیں۔ وہ ایک "اخبار صدق جدید" نامی بھی نکالتے ہیں۔ وہ بڑے سلجھے ہوئے اور روشن خیال عالمِ دین ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر مرحوم کے اس قلمی و علمی کارنامہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

ا۔ "مولانا محمد علی نے قرآن کا ترجمہ کر کے اسلام کی جو عظیم بالشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سُورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام کے قریب آ گئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ ۱۴ پندرہ ۱۵ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا، میرے لئے شمع ہدایت بن گئیں اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ سجھایا۔ کامریڈ والے مولانا محمد علی مرحوم بھی اس ترجمہ کے بہت شائق تھے اور وہ ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔"

(اخبار سچ ۲۵ ؍ جون ۱۹۴۲ء)

ب۔ "مرحوم کی خدماتِ اسلام کا انکار کرنا دن کی روشنی میں آفتاب کے وجود سے انکار کرنا ہے۔ آج ۲۱ سال قبل جب میں انگریزیت کے پھیلائے ہوئے زہر الحاد میں غرق تھا۔ مرحوم کے انگریزی ترجمہ نے دستگیری کی ورنہ خدا معلوم کتنی اور مدت میں بھٹکتا رہتا اور میری طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا۔"

(بحوالہ مجاہد کبیر)

ج۔ "مرحوم نے اپنی طویل تصنیفی زندگی میں اپنے قلم کے ذریعے جو خدمات اسلام کی انجام دیں وہ اپنی جگہ بے مثل و بے مثال ہیں۔ انگریزی خوانوں بلکہ انگریزیت زدہ اُردو خوانوں کے حق میں ان کا قلم ایک نعمتِ عظمیٰ تھا۔ خدا جانے کتنوں کے ایمان قائم کر دیئے اور یورپ امریکہ وغیرہ کے کتنے بھٹکے ہوؤں کو انہوں نے اسلام کی راہ دکھلا دی ..... اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ مرحوم نے خدمتِ دین ہی کی نذر کر رکھا تھا۔"

(صدق لکھنؤ ۲۶ ؍ اکتوبر ۱۹۵۴ء)

موجودہ دور کے ایک عالم فاضل مفسر و مترجم کے قلم سے یہ تعریف کس قدر عظمت اپنے اندر لئے ہوئے ہے!

مولیناصاحبؒ کے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کے بارہ میں تین مترجم قرآن کی آراء

اسی طرح ایک اور انگریزی مترجم قرآن حافظ غلام سرور صاحب ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:۔

"مولینا محمد علی صاحب کے ترجمۃ القرآن انگریزی کا مقابلہ کوئی اور انگریزی ترجمہ نہیں کر سکتا .... مولینا صاحب نے اس ترجمہ کے ذریعہ اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید کر دیا ہے ...."

(از دیباچہ ترجمہ انگریزی حافظ غلام سرور صاحب)

"اگر کوئی اور شخص یہ کام کرتا تو اسے یقیناً بیس بلکہ تیس برس اس پر لگ جاتے مگر پھر بھی اسے اس طرح کامیابی حاصل نہ ہوتی۔" حالانکہ مولانا صاحب نے اس ترجمہ پر صرف سات سال کام کیا، بلکہ ترجمہ کے علاوہ اپنے فرائض بطور سیکرٹری صدر انجمن قادیان اور ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز بھی انجام دیتے تھے۔

تیسرے مترجم قرآن ایک انگریز نو مسلم مسٹر مارماڈیوک پکتھال ہیں۔ بڑے عالم فاضل ہیں نواب آف حیدر آباد دکن کے ہاں ملازم ہو گئے۔ وہاں سے ایک رسالہ "اسلامک کلچر" بھی نکالتے تھے اور قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا۔ وہ انگریزی زبان کے ماہر قلمکار ہیں۔ انہوں نے

حضرت امیر مرحوم کی کتب کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ وہ حضرت مولینا کی معرکتہ الآرا تصنیف "ریلیجن آف اسلام" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"مولانا محمد علی آف لاہور نے جس قدر طویل المدت اور قابل قدر خدمات دین اسلام کی تجدید کے بارہ میں کی ہیں وہ کسی موجودہ انسان سے انجام نہیں پا سکیں۔ آپ کی علمی تصنیفات یعنی خواجہ کمال الدینؒ صاحب کے ایسی پایہ کی ہیں جن سے سلسلہ احمدیہ کی شہرت وعظمت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

ہماری رائے میں مولانا صاحب کی موجودہ تصنیف آپ کا شاہکار یا بہترین تصنیف ہے۔ دینِ اسلام کے بارہ میں یہ کتاب ایک ایسے شخص کے قلم سے لکھی گئی ہے جس کے دل میں اگر گذشتہ پانچ صدیوں کے علم الخلط کا احساس ہے تو آئندہ کے لئے اس کے احیاء کی امید موجود ہے جس امید کی نشانیاں اسے ہر طرف سے دکھلائی دے رہی ہیں۔ اس تصنیف میں مصنف نے عبادات وفرائض دینیہ کے بارہ میں سنتِ رسول صلعم سے سرمُو تجاوز نہ کیا۔ نیز یہ بتلایا ہے کہ کہاں کہاں اور کس کس میدان میں اجتہادی تبدیلیاں نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہو گئی ہیں کیونکہ یہ تمام فقہی قواعد اور مسائل نہ تو قرآن کریم کے احکامات پر مبنی ہیں اور نہ ہی سنت رسولؐ پر قائم ہیں اس لئے جب ان کی ضرورت اُرت گویا قی نہ رہے ان میں تبدیلیاں ضرور رونما ہو جایا کرتی ہیں۔

ایسی کتاب کی اس وقت اشد ضرورت ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے ممالک میں بے خبری کے باعث وہ لوگ غلطیاں کر رہے جو اسلام میں تجدید و احیاء کے خواہشمند ہیں۔ ہم اس تصنیف کے مطالعہ کی اس لئے بھی سفارش کرتے ہیں کہ یہ ایک فکر انگیز تصنیف ہے۔ غرضیکہ ایک پرانے محاورہ کے مطابق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب رفعت بخش ہے۔"

(رسالہ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۳۶ء)

اسی طرح ایک اور مشہور مصنف ومؤلف جناب شیخ محمد اکرام صاحب لکھتے ہیں :۔

"لاہوری جماعت مرزا صاحب کی معتقد ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ حتی الوسع اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے وابستہ رکھنا اور ان کے دکھ سکھ میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہتی ہے۔ لاہوری احمدی غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہتے .... مرزا صاحب کی نبوت کے قائل نہیں بلکہ انہیں حضرت مجدد الف ثانی اور دوسرے بزرگوں کی طرح ایک مجدد مانتے ہیں اور احمدیہ عقائد میں جتنا کم اختلاف ہو اسے بہتر سمجھتے ہیں ..... قادیانی بھی اگرچہ اب تبدیلی حالات کے ساتھ مسلمانوں کے قومی مسائل میں زیادہ دلچسپی لینے لگے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی علیحدہ اجتماعی ہیئت کا بڑا خیال رکھتے ہیں اور اگرچہ غیر مسلموں کی طرح ان کا تہذیب وتمدن مسلمانوں سے مختلف نہیں لیکن مذہبی امور میں وہ ان سے علیحدہ ہیں جو شخص مرزا غلام احمد صاحب کو نہیں مانتا اسے کافر سمجھتے ہیں۔ اور عام مسلمانوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لاہوری جماعت احمدیہ کا نظم ونسق انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں ہے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مذہب کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اس کے صدر تھے اب مولوی صدر الدین صاحب امیر جماعت ہیں، اس جماعت کی تعداد بہت تھوڑی ہے لیکن اس کے باوجود قابل اور مخلص حضرات کی افراط ہے۔ اور اتنی مختصر تعداد کے باوجود اس جماعت نے اتنا عملی کام کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے .... ایک اہم کام جو یہ جماعت کر رہی ہے "قرآن مجید کی اشاعت ہے" بالخصوص انگریزی دان مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کا ترجمہ وتفسیر قرآن انگریزی زبان میں پہلا ترجمہ تھا جو کسی مسلمان کے ہاتھوں سر انجام پایا .... آج کل کلام مجید کے متعدد انگریزی ترجمے ہو رہے ہیں لیکن شرفِ اولیت مولوی محمد علی صاحب کے ترجمے ہی کو حاصل ہے اور گذشتہ ربع صدی میں انگریزی خوان طبقے کو قرآن سے جو دلچسپی پیدا ہو رہی ہے اس کا ایک بڑا سبب مولوی محمد علی صاحب کا ترجمۃ القرآن ہے۔"

حضرات اعلات میں تو صرف دو گواہیاں ہی فیصلہ کے لئے کافی ہوتی ہیں میں نے تو چار تحریری شہادتیں آپ کے سامنے رکھی ہیں چاروں ہی غیر جانبدار اور عالم فاضل اصحاب کی ہیں انہوں نے حضرت مولینا مرحوم کے عظیم علمی وقلمی جہاد کا اعتراف کیا ہے۔ اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں تبلیغ اسلام کے لئے تلوار کے جہاد کی نہیں بلکہ قلم کے جہاد کی ضرورت ہے۔

دو احادیث میں حضرت مولینا مرحوم کی خدمات عالیہ کا اعتراف

مہدی کے خروج کے بارے میں جو احادیث نبوی پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی کی وفات کے بعد ایک خلیفہ ہوگا۔ جب وہ انتقال کر جائے گا تو لوگ فتنے میں پڑ جائیں گے۔ اس کے بعد لوگ اس کے اہل بیت میں سے اپنا خلیفہ بنائیں گے جس کا شر اس کے خیر سے زیادہ ہوگا اس کے خلاف ایک شخص خروج کرے گا جس کا لقب منصور ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ابو داؤد کی حدیث — عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجلٌ من وراء النھر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمۃ رجل یقال لہٗ منصور — کو اپنے اوپر لگایا ہے کہ یہ حارث دراصل اس امت کا مسیح ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"سو واضح ہو کہ یہ پیشگوئی جو ابو داؤد کی صحیح حدیث میں درج ہے کہ شخص حارث نام یعنی حراث ماوراء النہر یعنے سمرقند کی طرف سے نکلے گا۔ یہ پیشگوئی اور مسیح کے آنے کی پیشگوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا، دراصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں۔ اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔"

اور علی مقدمۃ رجل یقال لہٗ منصور کی تشریح میں آپؑ فرماتے ہیں :۔

"اور اس کے (یعنی حارث کے) لشکر یعنی اس جماعت کا سردار گروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالے اس کے خادمانہ ارادوں کا جو اس کے دل میں ہوں گے آپ ناصر ہوگا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ :۔

"اس زمانہ میں ظاہری تلوار کی جنگ مراد نہیں بلکہ علمی اور باطنی جنگ مراد ہے"

ان شواہد سے اور حضرت امامِ وقت علیہ السلام کے ان ارشادات سے اور واقعات سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ حضرت مرحوم نے جس قدر عظیم الشان علمی اور قلمی خدمات دینیہ سر انجام دیں ان جیسی کوئی اور شخص سر انجام نہیں دے سکا۔

احادیث نبویہ میں مسیح موعودؑ کے منصور سپہ سالار کا ذکر

اس زمانہ میں تلوار کی بجائے قلم اور علم سے جس شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کی اتباع میں ان ہتھیاروں اور علم کلام سے مسلح ہو کر جہاد کبیر کیا ہے وہ حضرت امیر مرحوم ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر وہ توفیق یافتہ سردار ہیں جن کو آسمان پر منصور کہا گیا ہے۔ آپ امام وقتؑ کے خادم ہیں۔ اس امر کا ثبوت حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری تحریروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یورپ میں اسلام کے پھیلانے کے لئے ریویو آف ریلیجنز کے علاوہ حضرت صاحبؑ کی اور خواہشیں بھی تھیں، ان میں سے ایک خواہش ... قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ وتفسیر کر کے ان لوگوں تک پہنچانا اور دوسری "دینِ اسلام" پر ایک مفصل کتاب لکھ کر ان لوگوں کو دینا تھیں۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں :۔

"میری صلاح یہ ہے کہ .... اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے کسی دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا کہ مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"

حضرات امام وقتؑ کے ان الفاظ کو اپنے سامنے رکھیئے اور حضرت امیر مرحوم کی انگریزی ترجمہ وتفسیر کو دیکھئے۔ اس ترجمہ کی شہرت ومقبولیت، اس کی عظمت وعلمیت کو پرکھیئے اور دنیا میں مروجہ تراجم وتفاسیر کا مطالعہ کیجیئے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت امیر مرحوم نے ہی حضرت امام وقتؑ کی اس خواہش کو پورا کیا اور بڑی شان اور کامیابی سے ادا کیا۔ حضرت امیر مرحوم، حضرت مسیح موعودؑ کی شاخ ثابت ہوئے۔ یہ کہ حضرت امیر مرحوم حضرت امام زمانؑ کے خادم ہیں اور آپ کی انہیں معیت دنیا وآخرت میں حاصل ہے اور رہے گی اس کا ثبوت حضرت امام زمان مسیح موعودؑ کے اپنے الفاظ میں یوں ہے :۔

"جو کوئی میری موجودگی میں اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔"

یہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس منصور کا نام لے کر بتلایا ہے۔ براہین احمدیہ میں ایک کشف درج ہے جس میں آپؑ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، پانچ آدمی نظر آئے۔ حضور صلعم کے علاوہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ، پھر نظارہ بدل گیا اور کشف کے دوسرے حصہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی، جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔"

جس طرح احادیث میں حضرت مولانا رحؒ کی خدمات عالیہ کا ذکر آیا ہے اسی کے مطابق حضرت اقدسؑ کے اس کشف میں بھی پہلے حضرت خاتم الانبیاء صلعم اور علیؓ، فاطمہؓ حسنینؓ کی زیارت ہوتی ہے اور اس کے بعد علیؓ کے تفسیر قرآن دیئے جانے کا ذکر ہے۔

یہ یاد رہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضؓ کو باب العلم کا خطاب دیا تھا۔ چنانچہ ...... اس کشف میں اسی مناسبت کی وجہ سے حضرت مولینا رحؒ کو حضرت علی رضؓ سے شدید مشابہت دی گئی ہے۔

یہاں کشف کے ان الفاظ میں "علی" کا لفظ ہے۔ جو حضرت مولینا محمد علی صاحب رحؒ کے نام کو ظاہر کر رہا ہے۔ انگریزی میں دستور ہے کہ عام طور پر نام کے آخری الفاظ سے کسی شخص کو پکارا جاتا ہے۔ اسی طرح کشف میں حضرت مولینا محمد علی صاحب کو "علی" کہہ کر پکارا گیا ہے۔ واقعات سے اس کشف کی صداقت کیسے ثابت ہوئی! یہ کشف اس وقت کا ہے جب حضرت امیر مرحوم کو حضرت مسیح موعودؑ جانتے بھی نہ تھے۔ الٰہی مشیت یہی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کا علمی ورثہ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کو ملے، حضرت مسیح موعودؑ نے قلمی جہاد کیا اور دشمنوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ آپ کے خادم و غلام اور شاگرد رشید کو بھی اللہ تعالےٰ نے علم و قلم کی دولت سے بہرہ ور کیا۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی جبکہ حضرت امیر رحؒ حضرت مسیح موعودؑ سے متعارف نہ تھے، حضرت اقدسؑ نے آپ کو کشوف و رؤیا میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت امام وقتؑ کو اپنے لائق و مجاہد شاگرد حضرت مولینا محمد علی رحؒ کی دینی خدمات کو قبل از وقت دکھلا دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تین دلی آرزوئیں ...... انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن، دین اسلام پر مبسوط تصنیف، ختم نبوت اور اتحاد المسلمین کے مقاصد۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب رحؒ نے حضرت امام وقتؑ کی اغراض کو بہ کمال و تمام پورا کیا اور تفسیر قرآن انگریزی کی خواہش بھی پوری کی۔ کشف کے مطابق حضرت مولانا محمد علی رحؒ صاحب نے ترجمہ و تفسیر انگریزی لکھی۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے اعتقادات و نظریات کی باوضاحت و مکمل ترجمانی کی، چنانچہ حضرت مولانا رحؒ انگریزی ترجمہ و تفسیر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"اس تفسیر کی بہترین باتیں اس زمانے کے سب سے بڑے مذہبی راہنما حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کے قلب سے میرے قلب میں آئی ہیں۔ میں نے سیر ہو کر علم کے اس چشمہ سے پانی پیا ہے۔ جو اس مصلح عظیم، مہدی و مجدد و اسد پہ جہاد، ہم بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بہایا ہے۔"

اور اردو ترجمہ و تفسیر بیان القرآن کے دیباچہ میں حضرت مولاناؒ لکھتے ہیں:۔

"بالآخر اس بات کا ظاہر کر دینا بھی ضرور ہے کہ گو قرآن شریف کی اس ناچیز خدمت میں میں نے سلف صالحین کی محنت سے بہت فائدہ اٹھایا ہے، مگر میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمتِ قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ ہیں اور اس کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کچھ فائدہ پہنچے تو جہاں وہ میرے لئے دعا کرے ان بزرگوں کے لئے بھی دعا کرے۔ میں محض مٹی ہوں۔ اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھونکی ہوئی روح ہے"

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم"

ان تصریحات کے بعد اگر آپ کو اب بھی شک ہو کہ حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ، حضرت مسیح موعودؑ کی فوج کے سپہ سالار نہیں تو میں آپ کو حضرت صاحبؑ کا ایک اور کشف سناتا ہوں۔ لکھا ہے کہ:۔

"دوبارہ میں دیکھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور کسی طرف جا رہا ہوں چلتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہو گئی تو میں واپس آ گیا اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ واپس آتے ہوئے راستہ میں گرد و غبار کے سبب بہت تاریکی ہو گئی اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر پکڑا ہوا ہے۔ چند قدم چل کر روشنی ہو گئی۔ آگے دیکھا کہ ایک بڑا چبوترہ ہے۔ اس پر اتر پڑا۔ وہاں چند ایک لڑکے ہیں، انہوں نے شور مچایا کہ مولوی عبدالکریم آ گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب آ رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا۔ اور السلام علیکم کہا۔ مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی۔ اور کہا کہ بشپ جو پادریوں کا افسر ہے وہ بھی اس سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اس طرح سے ہے جیسے خرگوش ہوتا ہے۔ بادامی رنگ۔ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے۔ اور نالی کے آگے ایک قلم لگا ہوا ہے۔ جس سے وہ قلم بغیر محنت کے آسانی سے چلنے لگتا ہے۔ میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔ میں نے کہا میں مولوی صاحب کو دے دوں گا۔"

اس رؤیا میں کس قدر صراحت کر دی گئی ہے، نام موجود ہے۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے اس رؤیا کی خود تعبیر بھی فرما دی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"عورتوں سے مراد کمزور لوگ ہو سکتے ہیں .... قلم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ مولوی محمد علی صاحب رحؒ کے دل میں ایسی طاقت پیدا کر دے کہ مخالفین کے رد میں اعلےٰ مضامین لکھیں۔"

حضرت مولانا صاحبؒ نے جو عظیم الشان تالیفات کی ہیں وہ سب حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد ہوئی ہیں۔

حضرت اقدسؑ کے مقاصد دینیہ اور معتقدات اسلامیہ پر جماعت قادیان و ربوہ میں اندھیرا چھا جانے کا کشف

یہ کشف واقعات میں سچا ثابت ہوا یا نہیں؟ آپ سوچیں اور غور کریں، آپ رحؒ کے عظیم الشان علمی و قلمی جہاد کا اعتراف ایک دنیا کرتی ہے۔ اور دنیا جہان یہ تسلیم کرتا ہے کہ دین اسلام کی علمی و قلمی خدمات کرنے والا حضرت مولینا محمد علی صاحب رحؒ سے بڑھ کر اس زمانہ میں کوئی نہیں ہوا۔ اس کشف میں حضرت اقدسؑ جس طرف جا رہے ہیں وہ راستہ کیا ہے؟ وہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون کا راستہ ہے۔ حضرت صاحبؑ اسلام کے فروغ اور حضرت نبی کریم صلعم کی رسالت کی اشاعت کے لئے مامور تھے، اور جہاد فی سبیل اللّٰہ کی منزل طے کر رہے تھے کہ جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہو گئی۔ یہ تاریکی کیا ہے یہ غالیانہ اعتقادات اور اختلافات جماعت کی تاریکی ہے۔ قادیان میں ایک گروہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی اسلامی مقاصد کی منزل کو تاریک کر دیا، حضرت مسیح موعودؑ کے روشن راستہ کو غلط عقائد کے گرد و غبار سے بھر دیا۔ ایک نئی نبوت کا بت کھڑا کیا گیا۔ تکفیر بین المسلمین کا ایک دوسرا شاخسانہ کھڑا کر لیا۔ اور دنیا جہان کے مسلمانوں کو کافر ٹھہرا دیا، اس طرح حضرت اقدسؑ کے مقاصد پر اندھیرا چھا گیا، کشف مذکورہ میں یہی تاریکی ہے۔ کشف کے مطابق چند قدم چل کر روشنی ہو گئی۔ یہ روشنی کس نے کی؟ یہ حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کے قلم نے کی۔ حضرت امیر مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح اعتقادات و نظریات کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ پھر کشف میں عورتوں اور لڑکوں کا ذکر ہے۔ عورتیں جذباتی صفت ...... اور کمزور طبع ہوتی ہیں، اور بچوں میں علم کی پختگی اور استقلال نہیں ہوتا وہ مصائب برداشت نہیں کر سکتے

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ بہ حیثیت مفسر قرآن

اس زمانہ میں جاھدھم بہ جہاداً کبیراً کے صحیح مظہر معروف مفسر قرآن اور ہماری جماعت کے لیڈر حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے

تقریر از مکرم مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے، بر موقعہ برسی حضرت امیر قومؒ

ولقد صرّفنٰہ بینھم لیذّکروا - فابیٰ اکثر النّاس الّا کفوراً - ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیراً فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جہاداً کبیراً (الفرقان)

میں نے سورۃ الفرقان کی تین آیات آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں - ان میں اللہ تعالےٰ نے اپنی اس مشیت کا ذکر فرمایا ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے وابستہ تھی، قرآن کریم نے مختلف مقامات پر کئی رنگوں میں بار بار یہ ذکر کیا ہے کہ لوگ ہدایت پا جاویں - مگر ایسا نہیں ہوا - لوگوں کی اکثریت نے ناشکری کے سوا اور کسی بات کو نہیں مانا - فرمایا اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں اور قریہ قریہ میں نبی اور رسول مبعوث کر دیتے مگر اللہ تعالےٰ کی مشیت یہ تھی کہ ساری دنیا کو ایک کیا جائے، اور اس غرض کے لئے ایک ایسا رسول بھیجا جائے جو ایک بستی یا ایک شہر یا ایک ملک کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے ہو - چنانچہ اس مشیت الٰہی کے تحت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے - بہت لوگ رہتے حضرت نبی کریم صلعم کو بھی نہیں مانا - پس اس موقعہ پر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فلا تطع الکٰفرین اب تم کافروں کے پیچھے نہ لگ جانا - وجاھدھم بہ جہاداً کبیراً بلکہ دین کی مدافعت اور غلبہ کے لئے قرآن کریم کے ساتھ ان سے جہاد کرو - قرآن کریم کے ساتھ جہاد کرنے کو اللہ تعالےٰ نے جہادِ کبیر قرار دیا ہے - اور یہ جہاد ملک و قوم کی حفاظت و مدافعت کے لئے جہاد کرنے سے اکبر و افضل ہے۔

اس ارشاد الٰہی پر آج تک بزرگانِ دین کا عمل رہا ہے وہ حتی المقدور قرآن کریم کے ذریعہ جہاد کرتے رہے اور قرآن کریم سے مختلف طریق پر انہوں نے اظہارِ عشق کیا ہے - متقدمین مفسرین قرآن کی خدمات بڑی بے نظیر ہیں - بڑی بڑی ضخیم کتب تفسیر کی انہوں نے لکھی ہیں - تیس تیس جلدوں میں تفسیریں ملتی ہیں کسی نے قرآن کریم کی خدمت دیدہ زیب کتابت کرکے کی ہے، اس پر طلائی حاشیئے بنائے ہیں - اور کسی نے نہایت خوبصورت الفاظ میں قرآن کریم کو لکھا ہے اور اس طرح اپنے عشقِ قرآن کا اظہار کیا ہے۔

اکبر کے زمانہ میں فیضی نے بلانقطہ تفسیر (سواطع الالہام) رقم کی - یعنے اس میں ایسے الفاظ استعمال کئے جن پر نقطے نہیں ہیں - یہ بڑا مشکل کام تھا لیکن فیضی نے سمجھا کہ قرآن کریم سے عشق و عقیدت کے اظہار کا یہ بھی طریق ہے ایسا ہی ہر دور میں عشاقِ قرآن پیدا ہوتے رہے جن کے عشقِ قرآن کی داستانیں محفوظ ہیں - لیکن جاھدھم بہ جہاداً کبیراً کے صحیح مظہر اس زمانے میں معروف مفسر قرآن اور ہماری جماعت کے لیڈر حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے - آپ کی تفسیر نے عظیم الشان انقلاب پیدا کر کے دکھلایا ہے - حضرت مولانا نے دو عظیم الشان تفاسیر ــــ انگریزی اور اردو میں تالیف فرمائیں - میں اس وقت انہی کا ذکر کروں گا -

حضرت امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی تفسیر قرآن سے پہلے انگریزی زبان میں تین مشہور ترجمے شائع ہو چکے تھے۔

...... لیکن یہ عیسائی پادریوں کی طرف سے شائع ہوئے تھے ان میں نہایت ہی خطرناک اور زہر آلود مواد جمع کیا گیا تھا اور اسلام کی بالکل غلط تصویر پیش کی گئی تھی، ان میں پہلا ترجمہ جارج سیل کا ہے - یہ ترجمہ ۱۷۳۴ء میں شائع ہوا ...... اس کے شروع میں ایک مفصل دیباچہ ہے جس کے اندر اسلام کے خلاف بہت زہر اگلا گیا ہے -

دوسرا ترجمہ راڈویل کا ہے یہ ۱۸۶۱ء میں شائع ہوا - ڈاکٹر مارگولیتھ نے اس کا دیباچہ لکھا ہے - اس کی ترتیب نزول وحی کی ترتیب کے مطابق ہے -

تیسرا ترجمہ پامر کا ہے جو Sacred Books of the East. کی سیریز میں شامل ہے یہ ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا - ان تین ترجموں کے علاوہ دو ترجمے مسلمانوں کے بھی شائع شدہ موجود تھے - ان میں سے ایک ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا تھا جو پہلے سلسلہ احمدیہ میں شامل تھے - یہ ترجمہ ۱۹۰۵ء میں منظرِ عام پر آیا - ڈاکٹر عبدالحکیم کو حضرت مسیح موعودؑ نے اس لئے اپنی جماعت سے خارج کر دیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی تخفیف کرتا تھا - اس کو اپنی تفسیر پر بھی بڑا ناز تھا - وہ لا الٰہ الا اللہ کا تو قائل تھا لیکن محمد رسول اللہ کا قائل نہ تھا - جب حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے اس تفسیر کا ذکر ہوا - تو اس کو حضرت صاحبؑ نے مردود قرار دیا -

دوسرے مسلمان مترجم مرزا ابوالفضل تھے جو الٰہ آباد کے رہنے والے تھے - یہ ترجمہ سنہ ۱۹۱۲ء میں شائع کیا گیا اور دو جلدوں میں ہے - یہ پہلا ترجمہ تھا جو متن کے ساتھ شائع ہوا۔

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۱۹۰۹ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کا کام شروع کیا، تفسیر قرآن کا یہ کام آپ اپنے باقی کاموں کے علاوہ کیا کرتے تھے - یعنے انجمن کی سیکرٹری شپ اور ریویو کی ایڈیٹری اور دیگر مصروفیات بھی اس کے ساتھ تھیں - یہ ترجمہ کن حالات میں پایہ تکمیل کو پہنچا، آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے - میں جب قادیان گیا تو اس کمرے کو جس میں حضرت مولانا بیٹھ کر ترجمہ کا کام کیا کرتے تھے، دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا - میں نے وہ کمرہ دیکھا ہے وہ ایک چھوٹی سی کوٹھری ہے - آج کل کوٹھیوں کے ساتھ باتھ روم ہوتے ہیں یہ ان سے بھی چھوٹا ہے - اس وقت قادیان میں بجلی نہ تھی نہ پنکھا نہ روشنی کا کوئی معقول انتظام دیا اور نہ موم بتی یا لالٹین کی روشنی میں حضرت مولانا رات کے وقت اس کام میں منہمک رہتے تھے - یہ ترجمہ سات سال میں مکمل ہوا - اور نومبر سنہ ۱۹۱۷ء میں یہ طبع ہو کر آیا - اس کی طباعت کی تمام تفصیلات حضرت امیر قوم ابھی ابھی آپ کو بتا چکے ہیں - جب یہ ترجمہ یہاں پہنچا تو اس کی ظاہری، معنوی اور باطنی خوبیوں کو دیکھ کر ایک دنیا دنگ رہ گئی

[illegible] اللہ تعالےٰ نے اس ترجمہ کو [illegible] کے مطابق بہت مقبول فرمایا اور اس کی بہت شہرت ہوئی - جس طرح جارج سیل نے اپنے مفصل دیباچہ میں اسلام کے خلاف زہر افشانی کی تھی، حضرت امیر مرحوم نے ایک مفصل دیباچہ اپنی تفسیر کے شروع میں انگریزی زبان میں رقم فرمایا - جس میں اسلام کی تعلیمات کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے - یہ دیباچہ اسلام کی تبلیغ کے لئے مؤثر چیز ہے - اسی لئے اسے الگ بھی شائع کیا گیا تھا - صرف اس دیباچہ کو پڑھ کر ہی بہت سے لوگ مسلمان ہوئے ہیں -

حضرت امیر مرحوم کے ترجمہ کے بعد انگریزی میں کچھ اور بھی ترجمے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے قابل ذکر ترجمے تین ہیں:

(۱) ترجمہ از حافظ غلام سرور صاحب - یہ لاہور کے رہنے والے ہیں اور سنگاپور میں جج کے عہدہ پر فائز تھے - یہ گورنمنٹ کالج لاہور میں حضرت مولاناؒ کے ہم جماعت بھی تھے - اور جب کبھی وہ لاہور آتے تو حضرت امیر مرحوم سے ضرور ملاقات کرتے -

دوسرا ترجمہ عبداللہ یوسف علی کا اور تیسرا ترجمہ مارماڈیوک پکتھال کا ہے ان تینوں صاحبان نے حضرت امیر مرحوم سے بہت اکتساب کیا ہے اور اپنے ترجمہ میں اس امر کا اعتراف بھی کیا ہے - لیکن ان ترجموں میں افضلیت حضرت امیر مرحوم کے ترجمہ کو ہی حاصل ہے - مشہور پادری ڈاکٹر زویمر نے ان ترجموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اصحاب اکثر مولینا محمد علیؒ کے ترجمہ کا ہی اتباع کرتے ہیں - اور صرف معمولی الفاظ کا فرق رہ جاتا ہے - اور یہ کہ اس ترجمے سے دونوں اصحاب نے کثیر استفادہ کیا ہے - اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مولینا کا ترجمہ ایک نہایت وسیع مطالعہ اور دقیق ریسرچ پر مبنی ہے اور اس رنگ میں باقی کے تراجم original work نہیں کہلا سکتے - انگریزی ترجمۃ القرآن کو بڑی

قبولیت حاصل ہوئی۔ اب تک اس کی ۴۵ ہزار کاپیاں شائع ہو چکی ہیں۔ چوتھے ایڈیشن پر مکمل نظر ثانی حضرت امیر مرحوم نے فرمائی تھی۔ اور نہایت ہی سخت علالت کے زمانہ میں یہ کام مکمل کیا۔ حضرت امیر بستر علالت پر لیٹے لیٹے ذرا سر اونچا کر کے سینہ پر پلیٹ رکھے ہوئے درست کیا کرتے تھے اور جب یہ کام ختم ہوا تو اللہ تعالےٰ کے حضور سے انہیں بلاوا آ گیا۔ (اللہ تعالےٰ کی بے شمار رحمتیں ان کی رُوح پر نازل ہوں)

اُردو تفسیر بیان القرآن کا جہاں تک تعلق ہے اس پر امیر مرحوم و مغفور نے پانچ سال محنت کی۔ یہ ۱۹۱۸ء سے شروع ہو کر ۱۹۲۳ء میں مکمل ہوئی۔ دراصل اس کی ابتداء قادیان میں ہی ہو چکی تھی۔ حضرت حکیم الاُمت مولانا نورالدین صاحبؒ کے زمانہ میں ایک اُردو ترجمہ کی تحریک ہوئی۔ میر ناصر نواب صاحب نے یہ تحریک کی تھی لیکن حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ اُردو ترجمہ و تفسیر کا کام بھی مولوی محمد علی صاحب ہی کریں گے۔ چنانچہ حضرت امیر مرحوم نے حضرت مولانا نورالدین صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق اُردو میں بھی چند پاروں کا ترجمہ کر کے انہیں دکھایا تھا۔ لیکن چونکہ انگریزی ترجمہ و تفسیر میں مصروفیت زیادہ تھی اس لئے یہ کام ملتوی رہا۔

اُردو ترجمہ و تفسیر کی چند خصوصیات ہیں جو دیگر تفسیروں میں نظر نہیں آتیں۔ حضرت مولاناؒ کا اپروچ بڑا نرالا ہے۔ آپ نے کوزہ میں دریا بند کیا ہے اور یہ تفسیر متقدمین کی بڑی بڑی تفسیروں کا نچوڑ ہے۔ آپ نے ابن جریرؒ، ابن کثیرؒ اور زمخشریؒ سے بہت استفادہ کیا ہے اور امام راغب کی مفردات سے لغوی حوالے کثرت سے دیئے ہیں۔

حضرت مولاناؒ نے ترجمہ و تفسیر کرتے وقت لغت عربی کا خاص خیال رکھا ہے اور جابجا اس کا حوالہ دیا ہے۔ علاوہ ازیں جن احادیث میں تفسیر قرآن ملتی ہے، ان کو بھی درج کیا ہے۔ نیز آئمہ کی رائے لکھی ہے اور آخر میں اپنی رائے دی ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا ہے اور بظاہر متصادم بیانات میں تطبیق پیدا کی ہے الغرض بیان القرآن ...... ایک لاجواب تفسیر ہے، جس کے اندر جملہ تفاسیر کا نچوڑ ہے اس تفسیر کا اثر بہت ہوا اور اس نے ہزاروں قلوب کو فتح کیا۔ بڑے بڑے مخالفین سلسلہ درس دیتے وقت بیان القرآن کو ہی سامنے رکھتے ہیں۔ بعض مولوی صاحبان بیان القرآن کا سرورق پھاڑ کر اس تفسیر کو اپنے کام میں لاتے ہیں۔ گویا اللہ تعالےٰ نے اس اُردو تفسیر کو بھی بڑی قبولیت عطا فرمائی۔

حضرت امیر مرحوم نے بڑا عظیم الشان کام کیا۔ لیکن اس کا کریڈٹ .... ہمیشہ جماعت کو ہی دیا۔ کہ یہ جماعت کا کام ہے یہ آپ کا انکسار ہے۔ اور آپ کی انکساری میں آپ کی عظمت پوشیدہ تھی۔

آج ہم **یوم محمد علی** منا رہے ہیں۔ اور اس احترام و عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں یہ اچھی بات ہے۔ اور قوموں کی زندگی کی علامت ہے۔ میں اس موقعہ پر اپنے نوجوان دوستوں سے کہوں گا کہ آپ کے پاس ایک انمول خزانہ ہے ہمیں اس خزانہ سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ یہ بڑی قابل قدر چیز ہے۔ عشقِ قرآن آپ کے سلسلہ کا طغرۂ امتیاز ہے۔ یہاں پر نمائش میں ایک حمائل شریف رکھی ہے جسے حضرت مسیح موعودؑ دن رات پڑھا کرتے تھے۔ جب کوئی مضمون لکھنا ہوتا تو آپؑ اوّل سے آخر تک قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے۔ اور اسی حمائل کو پڑھا کرتے تھے جو بعد میں حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کو آپ نے عنایت فرمائی۔

حضرت امیر مرحوم کے بہت سے قلمی مسودات بھی یہاں پڑے ہیں۔ ان کو دیکھ کر حضرت امیر مرحوم کی محنت، امانت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ آپ کی قوم کی روایات ہیں۔ ان روایات کو زندہ رکھنا آپ کا کام ہے۔ اگر آپ نے ان روایات کو زندہ نہ رکھا تو آنے والی نسلیں آپ پر نفرین کریں گی۔

بقیہ تقریر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

کے اندر تمام مذاہب کی طرف سے عائد کردہ اعتراضات کا کافی و شافی جواب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم بیان القرآن پڑھیں بار بار پڑھیں، اسکے حاشیے اور تفسیر کا ...... بار بار مطالعہ کریں اور اس کو دنیا کے سامنے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر مرحوم کو علم دیا اور قلم کی طاقت بخشی، دین کی خدمت کا موقعہ دیا اور پھر اس خدمت کو شرف قبولیت بخشا اس کا ایک دنیا نے اعتراف کیا۔ اور اس سے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(مولانا محمد علی صاحبؒ کا بینظیر و عظیم کارنامہ) بسلسلہ صفحہ [illegible]

چنانچہ ان صفات کے حامل لوگوں نے ہی قادیان میں نبوت کا شاخسانہ کھڑا کیا [illegible] نے جذبات سے کام لیا بلکہ اس سے بڑھ کر ربوائی جماعت نے سیاست [illegible] جس کا نتیجہ ۱۹۵۲ء کی شدید مخالفتِ سلسلہ ہوئی۔ حضرت اقدسؑ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تمام تر بدنامی کا موجب یہی دو امور ہوئے ہیں (۱) غالیانہ و غیر اسلامی معتقدات اجرائے نبوت و تکفیرِ کلمہ گویاں۔ (۲) خدماتِ دینیہ کے مقصد کی بجائے سیاسی و دنیاوی اغراض۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کو کشف میں اپنی منزلِ مقصود کی طرف جاتے ہوئے جو تاریکی چھا گئی وہ یہی غالیانہ معتقدات اور دنیاوی اغراض کی تاریکی ہے اور اگر حضرت اقدسؑ کے اسلامی معتقدات اور دینی اغراض پر کوئی روشنی پڑی تو وہ حضرت مولاناؒ کے قلم سے ہی پڑی فالحمد للہ علی ذالک۔

حضرت امیر مرحوم نے قادیانی غلط عقائد کی تردید میں ایک شاندار کتاب "النبوت فی الاسلام" لکھی ہے یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے جو اسی موضوع پر لکھی گئی۔ اس میں اس مسئلہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے، اور اس کتاب کا اپنا ایک مقام ہے، اس سے غیر احمدی علماء و مناظر بھی اکتساب کرتے ہیں، یہ ضخیم کتاب حضرت امیر مرحوم نے صرف چند دنوں میں لکھی تھی، حضرت مولانا کا قلم ایسی مضبوطی سے چلا تھا کہ تمام قلعوں کو توڑ ڈالا۔ یہ خدا تعالےٰ کی عطا کردہ قلم تھی جس نے سیف اللہ کا کام کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے تلوار سے جہاد کیا تو حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے یہ فریضہ قلم کے ذریعہ سرانجام دیا۔

یہی ہے وہ عظیم الشان انسان جس کی برسی ہم آج منا رہے ہیں۔ ہمیں سال کے سال جمع ہو کر صرف اس عظیم انسان کے فضائل و سیرت بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنے آپ کو ان امور کی سرانجام دہی کے لئے تیار کرنا چاہیئے جو امور حضرت امیر مرحوم انجام دیتے رہے۔ حضرت امیر مرحوم کی زندگی کا لمحہ لمحہ ہمارے لئے لائق تقلید ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے۔

اپیل برائے جلسہ فنڈ

جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے۔ احباب کرام سے التماس ہے کہ گرانی کے مدنظر جلسہ فنڈ میں زیادہ سے زیادہ رقوم ارسال فرمائیں۔

انچارج تحصیل
دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت عبرانی مبلغ و مناظر اسلام

حضرت امیر مرحوم کا علم و عرفان

تقریر فرمودہ بر موقعہ یوم محمد علی بمقام لاہور

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم ــــــ (۲:۲۵۶)

ترجمہ: دین (اسلام) میں کوئی جبر نہیں ہدایت کی راہ گمراہی سے کھول کر بتا دی گئی پس جو شخص شیطان کا انکار کرتا ہے اور اللہ پر ایمان لاتا ہے اس نے ایک رسّہ کو مضبوط پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت میں دین اسلام (کیونکہ دین کے ساتھ ال تخصیص کا ہے خاص دین یعنی اسلام) کے متعلق ایک بہت بڑی خوبی کا اظہار کیا گیا ہے جو دو باتوں پر مشتمل ہے اسلام کے اندر جبر نہیں نہ اس میں کوئی ایسا حکم ہے جس کا بوجھ انسان اٹھا نہ سکے اور نہ کوئی ایسا حکم ہے جو انسانی طبیعت پر گراں گذرے اگر غور کیا جائے تو دین اسلام آسانی کا مذہب نہیں پانچ وقت کی نماز صدقات و زکوٰۃ کا حکم مہینہ بھر کے روزے۔ وطن اور گھر بار چھوڑ کر حج کرنا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دین کی خاطر جان دینے کا حکم۔ پس اسلام کا قبول کرنا آسان سی بات نہیں بلکہ جان و مال خوشی سے دے دینے کے لئے تیار رہنے کا نام اسلام ہے پھر قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ دین میں جبر نہیں کیوں نہیں جبر تو ہے مگر اسی کتاب حکیم کی دلیل بھی سن لیجئے قد تبین الرشد من الغی ہدایت کی راہ گمراہی سے الگ کر کے دلائل کے ساتھ ظاہر کر دی گئی ہے وہ کام یا حکم جس کے ماننے میں ہماری زندگی کی حفاظت اور بقا ہو اس کے ماننے میں انسان دل اور جان کی بازی لگا دیتا ہے جان کی حفاظت کے بالمقابل نہ روپیہ کی پرواہ کرتا ہے نہ اپنے جسم کا عزیز حصہ کٹوانے میں دریغ کرتا ہے۔ جب اسلام کے احکامات ایسے ہیں کہ ان کے ماننے میں انسان کی اپنی روح اور قومی روح کی حفاظت اور ترقی و ارتقائی منازل کا حصول مضمر ہے تو ان احکامات کی تعمیل میں جبر نہ رہا۔

یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم جس میں قوم صداقت کی بقاء کا راز مضمر ہے، افسوس ہے بہت سے مفسرین اور علمائے اسلام کے نزدیک منسوخ ہے یہی آیت نہیں بلکہ ان مولویوں کے نزدیک ۵۰۰ آیات یا ۳۰۰ آیات منسوخ ہیں، بہت سی آیات منسوخ التلاوت ہیں اور بہت سی منسوخ العمل ہیں اور بہت سی ایسی ہیں جو بھلا دی گئی ہیں اور قرآن میں درج ہی نہیں ہوئیں۔

وہ قرآن جس کے پہنچانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی گالیاں کھائیں اینٹ اور پتھروں کے زخم کھائے۔ مولویوں نے بیک جنبش قلم اسے منسوخ کر کے رکھ دیا۔ ایک مولوی صاحب یہاں تک محتاط تھے کہ آیت کے جز لاتقولوا راعنا پر انگلی رکھ دیتے تھے کہ یہ نہیں کہنا یا یہ نہیں پڑھنا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ ناسخ منسوخ کا جھگڑا اس لئے پیدا ہوا کہ قرآن کریم پر کما حقہٗ غور نہیں کیا گیا۔ یہ صرف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا احسان ہے امت مسلمہ پر کہ انہوں نے ناسخ و منسوخ کے مسئلہ کو علم و عرفان کے رنگ میں حل کر کے رکھ دیا انہوں نے بتلایا کہ قرآن کریم میں نہ کوئی آیت ناسخ ہے اور نہ کوئی منسوخ ہے۔ اس کے نہ کوئی شعشہ اور نہ کوئی زیر زبر میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ یہ غیر مبدل و غیر محرف کتاب ہے۔ نہ کوئی آیت منسوخ التلاوت ہے اور نہ کوئی منسوخ العمل۔ جہاں زیر ہے وہیں زیر رہے گی، جہاں زبر ہے وہاں زبر رہے گی اور جہاں پیش ہے وہاں پیش ہی رہے گا۔ قرآن کریم میں فرمایا ہے لا ریب فیہ اس کی جگہ لا ریب فیہ نہیں آئے گا۔ قرآن کریم میں حرکات و سکنات کے اندر بھی بڑی بڑی حکمتیں اور عرفان کی باتیں ہیں تو حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ قرآن کریم کے متعلق ناسخ منسوخ کے مسئلہ کو سلجھایا اور فرمایا کہ قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔ بلکہ تمام کے تمام اوامر و نواہی اپنے اپنے موقعہ پر درست اور لائق عمل ہیں۔ اور الحمد للہ سے والناس تک واجب العمل اور لائق تلاوت ہے۔

اور یہ امر کہ قرآن کریم میں حق و حکمت اور علم و عرفان کی باتیں ہیں یہ حقیقت حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اردو تفسیر بیان القرآن کے مطالعہ سے میرے سامنے آئی۔ میری زندگی کا ایک بڑا حصہ غیر مذاہب کے علماء فضلاء کے ساتھ بحث و مباحثہ اور مناظرہ و مجادلہ میں گذرا ہے اگر مجھے ان کے مقابلہ میں ظفر و کامرانی حاصل ہوئی ہے تو اس کے کریڈٹ میں میرے استاذی المکرم حضرت مولینا محمد علی رحؒ اور آپ کی تصانیف کے مطالعہ کا حصہ ہے۔ میں نے جو کچھ پایا اور سیکھا اور پھر اس سے کام لے کر غیروں کے مقابلہ میں فتح پائی تو اس میں میری ذاتی خوبی نہیں بلکہ اس عظیم الشان لٹریچر کا صدقہ ہے۔ میں اس وقت چند واقعات کا ذکر کرتا ہوں اگرچہ ان میں کچھ باتیں میری اپنی ذات سے متعلق ہیں لیکن اس سے خود ستائشی مراد نہیں بلکہ احوال واقعی کا تذکرہ مقصود ہے۔

ایک دفعہ دہلی میں مناظرہ ہوا۔ جمعیت العلماء کے مولوی صاحب پنڈت رام چندر کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتے تھے۔ مجھے بلایا گیا۔ میں وہاں گیا اور مناظرہ جیتا۔ مولوی سعید احمد صاحب ناظم جمعیت العلماء تھے۔ انہوں نے کہا کہ کاش مولوی عبدالحق صاحب کا دماغ مجھے مل جائے اور میری زبان انہیں مل جائے۔ حافظ احمد سعید صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی اور میری تعریف کرتے رہے۔ اس کے بعد جمعیت العلماء کی ایک مجلس منعقد ہوئی، اور انہوں نے ایک قرارداد پاس کر کے حضرت امیر مرحوم کے پاس بھیجی کہ دو سال کے لئے مولوی عبدالحق کی خدمات ہمارے سپرد کر دی جائیں، وہ اس عرصہ میں ہمیں مناظرہ کی نیکی تربیت دیں گے اور ان کے لئے دو سو روپے تنخواہ اور رہائش کا معقول بندوبست ہوگا اس دوران مولوی صاحب اپنے اجلاس اور دوسری تحریکات اور پروگراموں میں بھی شریک ہوتے رہیں۔ جب یہ درخواست انجمن میں پہنچی تو حضرت امیر مرحوم نے جواباً لکھ بھیجا کہ ہمارے پاس بھی مولوی عبدالحق ایک ہی ہے اگر دو ہوتے تو ایک آپکو بھجا دیتے۔

تو یہ CREDIT میرے استاد حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ کہ انہوں نے ایسی تفسیر لکھی کہ جس کے اندر تمام تر ممکن اعتراضات کا مدلل و معقول اور کافی شافی جواب ملتا ہے۔

مجھے عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آدیوں کے مقابلہ میں جانے کا موقعہ ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولوی عبدالحق صاحب جو بات آپ آرام سے کہہ جاتے ہیں وہی بات اگر ہم کہیں تو کبھی کی ہتھکڑیاں لگی ہوتیں۔ مولوی ابراھیم صاحب سیالکوٹی میری تقریر سن کر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔

غرضیکہ حضرت مولاناؒ کی یہ تفسیر بڑی عظیم الشان ہے۔ غیر احمدی علماء اگرچہ برملا اس کا اظہار نہیں کرتے اور کریں یا نہ کریں لیکن ان کے دل مانتے ہیں۔ وہ تمام اعتراضات جو آریہ اور عیسائی کرتے ہیں ان کا جواب بیان القرآن میں موجود ہے یہ حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا عالم اسلام پر بہت بڑا احسان ہے۔

پاکستان میں ایک ترک خاتون آئیں وہ پڑھی لکھی تھیں اس نے کہا میری ماں مجھے قرآن کریم پڑھنے کو کہا کرتی تھی مگر یہ مجھے اکثر جگہ بند نظر آتا تھا میں نے مولانا محمد علی کا ترجمہ قرآن پڑھا وہ سب مقامات مجھ پر کھل گئے۔ وہ بہت متاثر تھیں اور حضرت مولاناؒ کی ملاقات کی خواہش کرتے ہوئے اس خاتون نے کہا

غلام نبی مسلم ایم اے

بیادِ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

شبِ تاریکِ ملت کو فروزاں کر دیا تو نے ✤ خزاں دیدہ چمن کو گل بداماں کر دیا تو نے

ترے سوزِ دروں نے قلب کو نورِ یقیں بخشا ✤ شعاعِ نورِ عرفاں سے چراغاں کر دیا تو نے

میرے افکار کی دنیا میں ایک طوفان ہے برپا ✤ مرے خلوت کدہ کو حشر ساماں کر دیا تو نے

ترے زورِ قلم کا ہے زمانہ معترف اب تک ✤ صریرِ خامہ سے باطل کو لرزاں کر دیا تو نے

ترے حق میں مسیحِ وقتؑ نے جو جو دعائیں کیں ✤ ترے حسنِ عمل، سب کو نمایاں کر دیا تو نے

تمنائے امامِ وقتؑ ہے تفسیرِ انگریزی ✤ زمانے بھر میں رخشاں نورِ فرقاں کر دیا تو نے

ترا نورِ بصیرت نورِ دیں کے عشق کا پرتو ✤ چمن کے ذرّے ذرّے کو درخشاں کر دیا تو نے

صفِ ماتم بچھا دی عالمِ تثلیث میں تو نے ✤ ادھر تکفیر بازوں کو پریشاں کر دیا تو نے

صدائے وحدتِ آدم، نوائے خدمتِ انساں ✤ جہاں میں اتحادِ اہلِ ایماں کر دیا تو نے

ترے وابستگانِ عہد ہیں مردانِ حق، جن کو ✤ شہیدِ جلوۂ تسلیم و رضواں کر دیا تو نے

تری شب خیزیاں، پُر درد نالے یاد ہیں جن سے ✤ تلاطم خیز بحرِ لطفِ رحماں کر دیا تو نے

دعا کر حضرتِ حق میں، امامِ وقتؑ کے صدقے ✤ میرا ہر ذرہ دیں کے عشق سے معمور ہو جائے

میں لڑ جاؤں زمانے کے حوادث کی چٹانوں سے ✤ مئے توحیدِ حق سے جاں مری مخمور ہو جائے

خدا کر دے مری تخلیق کے مقصود کو پورا ✤ یہ عاصی حق کی خاطر پیرِ منصور ہو جائے

میں دیکھوں موت سے پہلے جہاں میں دین کا غلبہ ✤ مری ضربوں سے فرقِ کفر و باطل چور ہو جائے

جوانوں کی امنگوں میں عمل کی بجلیاں بھر دے ✤ ہر اک مژگاں کی جنبش رشکِ برقِ طور ہو جائے

مکینِ گنبدِ خضرا کا گونجے نام عالم میں
علم توحید کا لہرائے پھر اقوامِ عالم میں

"مجھے فطرت نوا پر دم بدم مجبور کرتی ہے ✤ کہ اس محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی"

کہ میں ان کے ہاتھوں کو بوسہ دوں گی۔

حضرت امیر مرحوم کی علمی اور قلمی خدمات کی ہر طرف سے تعریف کی گئی ہے، دوستوں اور دشمنوں نے اعتراف کیا ہے، مولوی عبدالماجد دریابادی صاحب کا اعتراف آپ کے سامنے ہے کہ وہ دہریت کے مبلغ تھے اور رسالہ الناظر میں مذہب کے خلاف لکھا کرتے تھے۔ حضرت مولانا کے ترجمہ و تفسیر قرآن سے ان کے شکوک دور ہو گئے، ان کو اسی سے علم و عرفان حاصل ہوا۔ کہاں تو یہ حالت تھی کہ وہ خدا کا ہی انکار کرتے تھے کہاں یہ کہ حضرت مولانا کے قرآن پاک سے انہیں ایمان نصیب ہوا۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر مرحوم کو خدمتِ دین کی وافر توفیق عطا فرمائی۔ اب تک تو میں نے حضرت امیر مرحوم کی علمی خدمات کا ہی کچھ ذکر کیا ہے، اب میں آپ کے اخلاق کا بھی کچھ حصہ بیان کرنا چاہتا ہوں، شیخ عبدالعزیز صاحب شملہ میں مجھ سے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے حضرت مولانا نے ہمارے درس کو سن لیا تو فرمانے لگے کہ مولوی صاحب تو بہت اچھا قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اسی طرح میرے جیسے انسان کی حوصلہ افزائی کرتے اور ہمت بڑھاتے تھے، اور تھوڑے سے کام کی بھی قدر فرمایا کرتے تھے۔

ڈلہوزی میں قیام تھا۔ میں بھی ان کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ میں نچلے حصہ میں رہتا تھا اور آپ بالائی منزل میں قیام پذیر تھے، جب کبھی میری ڈاک آتی، تو سیڑھیاں اتر کر خود میرے کمرے میں تشریف لاتے اور میری ڈاک میرے سپرد کرتے، یہ نہیں کہ اپنے شاگرد کو آواز دے کر کہا ہو کہ یہاں آؤ اور اپنی ڈاک لے جاؤ، نہیں بلکہ اپنے شاگردوں سے وہ بہت محبت و مروت کا سلوک روا رکھتے اور ان کی عزت و احترام کیا کرتے تھے انہی چیزوں سے جماعتیں بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہیں اور وہ ہمیشہ اپنی جماعت کے احباب کی قدر و منزلت کرتے اور ان کے لئے غائبانہ دعائیں کیا کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ احباب کے کام میں ہاتھ بٹاتے اور ان کی حاجت براری کے لئے ہر ممکن سعی فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انکی روح پر فتوح پر ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل کرے۔

آج ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں حضرت امیر مرحوم کی عظیم الشان تصانیف کی کثرت کے ساتھ اشاعت کرنا چاہیئے یہ علم الکلام دنیا میں کامیاب ہونیوالا ہے۔ اس

حضرت مولینا محمد علی رح صاحب کے ایمان افروز کارناموں کی چند جھلکیاں

لائلپور میں یوم محمد علی پر مرزا مظفر بیگ ساطع آنریری مسلم مشنری لائل پور کا لیکچر

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (۱۰۳: ۱تا۳)

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے ÷ جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا ÷ سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

حضرات! آج ہم اس صدی کے عظیم انسان مجاہد کبیر حضرت علامہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی برسی ..... منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

احمدیہ لٹریچر نے یورپ کا نقشہ بدل دیا (سالک)

جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک ایڈیٹر و مالک روزنامہ انقلاب نے پیغام صلح اخبار کے ایک خاص نمبر میں ایک مضمون لکھا تھا کہ:-

"ایک وہ وقت تھا کہ یورپ کے بدزبان پادری اسلام اور بانیٔ اسلام پر گند اُچھالتے تھے اور یہ ایک طوفان تھا جو تھمنے میں نہ آتا تھا مگر آج احمدی جماعت کے لٹریچر اور مبلغین نے یورپ کا نقشہ ہی بدل دیا ہے اور اب یورپ کے کسی کونے سے کوئی بدبخت پادری اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف بولنے کی ہمت نہیں رکھتا۔"

اگر قرآن انگریزی میں نازل ہوتا...... (سالک)

جب حضرت امیر مرحوم و مغفور مولانا محمد علی رح کی تفسیر القرآن انگریزی زبان میں شائع ہوئی تو ان ایام میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات دوران سیر مولانا عبدالمجید سالک مرحوم سے ہو گئی۔ حضرت مولانا صاحب نے سالک صاحب سے دریافت فرمایا:

سالک صاحب! ہم نے اپنی انگریزی تفسیر القرآن کا ایک نسخہ آپ کو بھی بھجوایا تھا مگر ابھی تک آپ نے اس سے متعلق اپنی رائے کا اظہار نہیں فرمایا۔

اس پر سالک صاحب نے فرمایا:-

"میری رائے آپ کی تفسیر اور انگریزی ترجمۃ القرآن سے متعلق یہ ہے کہ اگر قرآن عربی زبان میں نہ اُترتا اور انگریزی زبان میں اُترتا تو انہی الفاظ میں اترتا جو آپ نے اپنے ترجمۃ القرآن میں استعمال کئے ہیں۔"

ایک نو مسلم نے انگریزی ترجمہ قرآن حفظ کرلیا۔

پاکستان بننے سے بہت پہلے ایک روز دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے دفتر میں ایک صاحب تشریف لائے میں بھی موجود تھا۔ فرمانے لگے میں ریلوے کا ملازم اور انجن ڈرائیور ہوں میں نے حضرت مولینا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا پورے غور اور پورے اہتمام سے مطالعہ کیا اور اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو گیا۔ میں پہلے عیسائی تھا۔ مجھے انگریزی ترجمۃ القرآن سے اتنا عشق پیدا ہو گیا کہ میں نے اس کو حفظ کرنا شروع کر دیا۔ ریل کا انجن بھی چلاتا اور انگریزی ترجمہ قرآن کو حفظ بھی کرتا رہتا تھا۔ آج میں انگریزی ترجمہ کا پورا حافظ ہوں۔ عربی قرآن کے تو کروڑوں حافظ گذرے اور کروڑوں گذریں گے لیکن انگریزی ترجمہ کا حافظ میں اور صرف میں ہوں۔ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کا نادیدہ عاشق ہوں۔ آج میری ان سے ملاقات کرا دیں۔

شاہزادہ کا دین

میرے یہاں آنے کی دوسری غرض یہ ہے کہ مجھے عیسائی بہت تنگ کرتے ہیں کہ تم نے خداوند یسوع مسیح کو چھوڑ کر نعوذ باللہ ایک لونڈی زادہ کے دین کو قبول کیا ہے۔ میرے دل کی اس خلش کو بھی صاف کیجئے۔

اس پر میں نے ان کو جواب دیا کہ:-

"عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں ایک حضرت سارہ اور دوسری حضرت ہاجرہ جو لونڈی تھیں۔ حضرت سارہ سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے اور حضرت ہاجرہ لونڈی سے حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے جو لونڈی زادے تھے اور انہیں کی نسل سے حضرت محمدؐ پیدا ہوئے اور اس طرح وہ بھی لونڈی زادے تھے۔

حضرت سارہ ہوں یا حضرت ہاجرہ ہوں دونوں ہماری قابل تعظیم مائیں ہیں۔ احمدیہ جماعت نے بفضل خدا تاریخی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ہاجرہ بادشاہِ مصر کی بیٹی تھیں اور یوں شاہزادی تھیں لونڈی نہ تھیں، بائیبل میں لکھا ہے کہ ہاجرہ کی نسل سے بارہ شاہزادے پیدا ہوں گے اگر ہاجرہ لونڈی تھیں تو پھر ان کی نسل سے شہزادے پیدا نہ ہوتے بارہ لونڈی زادے پیدا ہوتے۔ بائیبل کی اس پیشگوئی سے حضرت ہاجرہ شاہزادی ثابت ہوتی ہیں ان کی نسل میں پیدا ہونے والے شاہزادوں میں سے ایک شاہزادہ حضرت محمد مصطفےٰ بھی ہیں جن کو خدا نے عرب کی شاہی بخشی مگر یسوع بادشاہ نہ تھے۔

حاضرین نے دیکھا کہ اس نو مسلم کا چہرہ مارے خوشی کے چمک اُٹھا اور میرے جواب سے ان کے دل کو اطمینان ہو گیا۔ میں نے اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا:-

"بائیبل سے تو حضرت ہاجرہ شاہزادی ثابت ہوتی ہیں مگر حضرت سارہ کے بارے میں بائیبل نے جو بیان دیا ہے اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لونڈی تھیں ان سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے اور جناب یسوع مسیح اور ان کی ماں حضرت مریم کا اسی خاندان سے تعلق تھا۔

بائیبل میں لکھا ہے کہ چونکہ سارہ کے پیٹ میں اسحاق نامی ایک نبی ہے اس لئے اس کو آئندہ سری نہ کہا کرو سارہ کہا کرو۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی لونڈی و خادمہ تھیں جن کو حقارت سے سری سری کہا جاتا تھا۔ میں نے پہلے کہا ہے کہ حضرت ہاجرہ و حضرت سارہ ہماری دونوں مائیں ہیں میں نے جو کچھ نتیجہ نکالا ہے خود بائیبل کے بیان کی وجہ سے نکالا۔"

نو مسلم نے سورۃ ہود کا حفظ کردہ انگریزی ترجمہ سُنایا۔

اس کے بعد انہیں حضرت امیر مولانا محمد علی صاحبؒ کی خدمت میں لے جایا گیا۔ حضرت کو یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ انگریزی ترجمۃ القرآن کے حافظ ہیں۔ حضرت مولانا عزیز بخش صاحبؒ بھی تشریف رکھتے تھے سورۃ ہود سنانے کی فرمائش کی گئی۔ حافظ صاحب نے انگریزی میں سورۃ ہود سُنا دی، حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

اس چیز کو دیکھ کر مولانا سالک صاحب کی بات ایک حقیقت نظر آتی ہے کہ اگر قرآن عربی زبان کی جگہ انگریزی زبان میں نازل ہوتا تو انہیں الفاظ میں نازل ہوتا جو الفاظ مولانا محمد علی رح نے اپنے ترجمہ میں استعمال کئے ہیں ورنہ بائیبل بھی انگریزی زبان میں ہے اس کا حافظ آج تک کوئی کیوں نہ پیدا ہوا؟

محمد علی کلے کا انگریزی ترجمہ سے قبولِ اسلام

آپ حضرات شہرہ آفاق مکہ باز محمد علی کلے کو تو جانتے ہیں۔ کلے صاحب پہلے عیسائی تھے۔ حضرت مولانا محمد علی رح کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے مطالعہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضرت مولانا صاحب کی محبت میں بھی انہوں نے اپنا نام بھی محمد علی رکھ لیا۔ محمد علی ایک پرانا نام ہے یورپ و امریکہ میں اسے کیا اہمیت حاصل ہو سکتی ہے مگر مسٹر کلے نے اپنے محسن محمد علیؒ کے نام پر اپنا نام محمد علی رکھا۔

جماعت احمدیہ لاہور کا قابلِ فخر لٹریچر۔

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی تفسیر القرآن اور ان کے قلم سے نکلے ہوئے دوسرے لٹریچر نے ساری دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ جناب سید عبدالقادر صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے لکھا:-

"حضرت مرزا غلام احمد کے زمانے میں قادیان خطۂ یونان بن گیا تھا جہاں سے علم و حکمت کی نہریں بہہ نکلی تھیں جو سارے جہان کو سیراب کرنے لگیں مگر افسوس حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد وہ سوتا خشک ہو گیا۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کے لگائے ہوئے چند پودے اب بھی لاہور میں ہیں ان کا لکھا ہوا لٹریچر

ہم بڑے فخر کے ساتھ غیروں کو پیش کر سکتے ہیں"۔

احمدیوں کا مضبوط قلعہ

مولانا عبدالمجید صاحب قرشی ایڈیٹر رسالہ "ایمان" پٹی ضلع لاہور احمدی لٹریچر اور انکی تبلیغی خدمات سے بے حد متاثر تھے۔ میں جب جزائر فیجی گیا، میری وہاں کی خدمات اور فتوحات کا اخبارات میں چرچا ہوا تو مولانا صاحب نے میرا ذکر کرتے ہوئے اپنے رسالہ میں لکھا:۔

"احمدی لٹریچر اور احمدی مبلغین دنیا میں جو کام کر رہے ہیں مجلس احرار کے پاس کیا جواب ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ احراریوں کے پاس صرف الفاظ ہیں اور احمدیوں کے پاس اعمال ہیں پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ الفاظ اعمال کا مقابلہ کر سکیں۔ اسی طرح احراریوں کے پاس صرف ہاتھوں کی تالیاں اور منہ کی پھونکیں ہیں اور احمدیوں کے پاس ایک مضبوط قلعہ ہے تالیاں اور پھونکیں قلعہ کا کیا بگاڑ سکتی ہیں۔ اگر احراری حضرات احمدیوں کو شکست دینا چاہتے ہیں تو پھر احمدیوں سے بڑھ کر خدمتِ اسلام کا کام کر دکھائیں"۔

ترجمۃ القرآن کے انگریزی فقرات ایک وکیل صاحب کی زبان پر

پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے بہت پہلے مجھے تبلیغی دورے پر ملتان جانا پڑا۔ حضرت عبدالعزیز خاں صاحب مرحوم مالک عزیز ہوٹل کے ہاں قیام ہوا۔ خانصاحب ممدوح مجھے ایک مقامی وکیل صاحب سے ملاقات کے لئے لے گئے۔ ان کا نام تھا محمد عبداللہ۔ وکیل صاحب نے فرمایا کہ:۔

"حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ترجمۃ القرآن انگریزی کو میں نے خریدا اور روزانہ پڑھنا شروع کیا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ میں نے اپنے خدا کے حضور یہ عہد کیا ہے کہ میں اس ترجمہ کو ایک سو بار پڑھوں گا ابھی تک میں چھ بار پڑھ چکا ہوں۔ اب میری حالت یہ ہے کہ بڑے بڑے مقدمات میں بحث کرتا ہوں تو بے ساختہ حضرت مولانا صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن میں لکھے ہوئے فقرات پر فقرات میری زبان سے نکلتے رہتے ہیں"۔

مولانا محمد علیؒ کی تفسیر سے جید علمائے اسلام کا استفادہ

میں جب جزائر فیجی میں آریوں، پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے دنگل لڑ رہا تھا اسی زمانہ میں جناب شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن آف دیوبند کی تفسیر القرآن بھی شائع ہوئی۔ مولانا صاحب بہت بڑے آدمی تھے انگریزوں کے خلاف ہندوستان بھر میں تلخ و تیز تقریریں کرتے پھرتے تھے آخر انگریزوں نے انہیں گرفتار کر کے اٹلی کے قریب جزیرہ مالٹا میں نظر بند کر دیا اور بہت عرصہ کے بعد ان کی رہائی ہوئی۔ وہ قرآن پاک کے چھبیس پاروں کی تفسیر لکھ چکے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ باقی چھ پاروں کی تفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے لکھی۔ ہم نے یہ تفسیر فیجی میں منگوائی اور اس کا بغور مطالعہ کیا حضرت علامہ مولانا محمد علی صاحبؒ کی تفسیر سے بہت سے مقامات سے استفادہ کیا گیا تھا۔ سورۃ النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے شیشوں کے محل اور شیشے کے فرش کے نیچے پانی کا ہونا۔ اس قصہ پر دیگر مفسرین نے ایک گندا قصہ گھڑا ہے اس کو صاف کرتے ہوئے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا کہ ملکہ بلقیس سورج کو پوجتی تھی ایک تصویری رنگ میں اس سورج پرستی کی تردید کی گئی ملکہ بلقیس نے شیشے کے فرش کے نیچے پانی کو فرش سمجھا اور گھبرائی حضرت سلیمان نے اسے اس رنگ میں تبلیغ کی کہ جس طرح اپنے سامنے شیشے کے فرش کو تم نے پانی سمجھا اسی طرح سورج کو خدا سمجھ رہی ہو نہ یہ شیشہ پانی ہے نہ اوپر کا شیشہ خدا ہے جس طرح اس زمینی شیشے کے نیچے پانی بہہ رہا ہے اسی طرح اس آسمانی شیشے (سورج) کے پیچھے بھی کوئی دوسری قوت کام کر رہی ہے اور اس قوت کا نام خدا ہے جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کی تفسیر میں سورہ النمل کے اس مقام کو دیکھیں آپ نے دیگر مفسرین کا گندہ قصہ نہیں دہرایا بلکہ تفسیر بیان القرآن کی توجیہہ کو پسند فرما کر اس کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

اب ذرا جناب شیخ الحدیث مولانا شبیر احمد عثمانی کا قصہ سنئے بنگال سے دو نوجوان آفتاب الدین احمد بی۔اے اور عبدالرشید نامی دارالعلوم دیوبند میں آ کر تحصیل علوم کے لئے داخل ہوئے جناب مولانا عثمانی قرآن کی تفسیر موجودہ زمانہ کے علوم کو سامنے رکھ کر ایسے خوبصورت رنگ میں کرتے کہ یہ دونوں نوجوان جھوم جاتے اور دل میں خیال کرتے کہ ایک پرانی ٹائپ کا ملا اور اتنا اعلیٰ درجے کا بیان، یہ بات کیا ہے؟ آفتاب الدین بی۔اے دارالعلوم کی تاریں یا انگریزی اخباروں کیلئے کوئی مضمون لکھا کرتے تھے اساتذہ سے بے تکلفی تھی۔ ایک روز یہ دونوں نوجوان جناب مولانا عثمانی صاحب کی ملاقات کے لئے ان کی قیام گاہ پر گئے۔ مولانا عثمانی صاحب ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے ان دونوں کو دیکھ کر زیر مطالعہ کتاب کو جلدی سے بند کر کے دوسری کتابوں کے نیچے رکھ دیا بے تکلفی تو تھی ہی آفتاب الدین بی اے نے اس کتاب کو نکال کر دیکھا تو وہ تفسیر بیان القرآن تھی اس پر یہ راز کھلا کہ مولانا عثمانی صاحب کا سارا کمال اسی تفسیر بیان القرآن کی بدولت تھا۔

مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم دیوبند سے احمدیت میں آ گئے

یہ دونوں نوجوان دیوبند کو چھوڑ کر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آ گئے۔ جس بلڈنگس میں آجکل ہیلے ہوسٹل ہے اس بلڈنگ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا اشاعت اسلام کالج تھا حضرت مولانا عبدالستار جیسے جید علماء پروفیسر تھے ایک ہندو پنڈت سنسکرت پڑھاتا تھا میں نے بھی اس کالج میں تعلیم حاصل کی اور دیوبند سے آنے والے دونوں نوجوان بھی میرے کلاس فیلو تھے ان دو نوجوانوں میں سے ایک بعد میں ووکنگ مشن کے امام بنے آفتاب الدین احمد سے کون واقف نہیں۔ عبدالرشید صاحب آجکل بنگال میں ایک مقبول سجادہ نشین ہیں۔

مولانا محمد علیؒ کی تصنیفات دیکھ کر حسن رہتاسی کی ندامت

میں لائل پور میں اپنے مکان کی بیٹھک میں بیٹھا تھا کہ ایک عمر رسیدہ نحیف و نزار بزرگ تشریف لائے اور میرے قدموں پر گرنے کی کوشش کی میں نے سنبھالا دیکر انہیں دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور کرسی پر بٹھایا یہ بزرگ ربوہ کی جماعت کے مشہور قادر الکلام شاعر جناب حسن رہتاسی تھے فرمانے لگے کہ:۔

مرزا صاحب! میں نے ساری عمر حضرت مولانا محمد علی کے خلاف لکھا اور اشعار موزوں کئے مگر ان کی طویل خدمات اور بے نظیر تصنیفات جو اس بڑھاپے میں نظر آ جاتی ہیں تو سخت ندامت ہوتی ہے میں آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھتا ہوں میں نحیف ہوں۔ آپ لاہور جا کر حضرت مولانا صاحب کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ یہ حسن رہتاسی کے ہاتھ ہیں خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں۔ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔

فرصت نکال کر میں لاہور گیا اور حضرت مولانا کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا "یہ حسن رہتاسی کے ہاتھ ہیں انہیں ان کی گستاخیوں کی معافی دیں۔ حضرت مولانا نے مسکرا فرمایا۔ مرزا صاحب مجھے تو معلوم بھی نہیں کہ انہوں نے میرے خلاف کیا لکھا۔ میں نے معاف کیا خدا انہیں معاف فرمائے"

حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کا سب سے بڑا کارنامہ

ختم نبوت کے بعد نہ نیا نبی نہ پرانا

حضرت علامہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح عقائد کو ان کے اصل رنگ میں پیش کیا اور ختم نبوت کے مسئلہ کو ایک زندگی بخش دی۔ آج دنیا کے بہتر کروڑ مسلمانوں میں صرف اور صرف لاہوری احمدی جماعت ہی ایسی جماعت ہے جو ختم نبوت کو خالص رنگ میں مانتی ہے جس طرح خالص توحید صرف مسلمانوں کے پاس ہے اسی طرح خالص ختم نبوت صرف لاہوری احمدیوں کے پاس ہے۔ دوسرے مسلمان حضور سرور کائنات صلعم کے بعد ایک پرانے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارتے ہیں اسی طرح ربوہ کی جماعت والے ایک نئے نبی کو قادیان سے لاتے ہیں ختم نبوت کے دونوں مخالف ہیں ایک پرانا نبی لاتا ہے تو دوسرا نیا نبی لاتا ہے۔ بفضل خدا لاہوری احمدی ہی ہیں جو نہ آسمان سے کسی نبی کے آنے کے قائل ہیں نہ قادیان سے نئے نبی کو آنے دیتے ہیں۔ خود حضرت مرزا غلام احمد

علیہ السلام نے فرمایا ؎

من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب
نہ میں رسول ہوں نہ میں کوئی کتاب لایا ہوں

اور پھر فرمایا :—

"نبوت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت محمد مصطفٰے پر ختم ہو گئی۔"

قرآن سے فتح دنیا

حضرات پانچھی جانے سے پہلے میں نے ایک نظم لکھی تھی جو حضرت امیر مرحوم اور حضرت بشارت احمد مرحوم ۔ ہر دو بزرگوں کو بہت پسند آئی تھی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ساطع صاحب! آپ کے دیگر اشعار اور کلام بھی اخبار پیغام صلح میں شائع ہوتا رہتا ہے مگر یہ نظم آپ کا شاہکار ہے اور ماسٹر پیس نظم ہے میں اکثر صبح کی نماز اور تلاوت قرآن کریم کے بعد اس نظم کو گنگناتا رہتا ہوں اس نظم کا عنوان تھا:

"قرآن سے فتح دنیا"

اس نظم میں قرآن کریم کی سورتوں کو بطور جنگی سامان پیش کیا گیا ہے بہت عرصہ گذرا استورا کے ایک اجتماع میں حضرت امیر مرحوم و مغفور کی ایک صاحبزادی نے اس نظم کو سنا کر داد حاصل کی تھی نظم درج ذیل ہے :—

میں قرآں سے فتح دنیا کروں گا
میں کام اپنے سب ایک قرآں سے لونگا
علم لیکے النجم اور القمر کا
دلائل کی فوجوں کو حرکت میں دونگا
نہ ہوں گا میں منت کش تار برقی
میں حالات سب النبا سے سنونگا
میرے تیر قرآں کی سطریں ہوں گی
میں گولوں کا کام اسکے نقطوں سے لونگا
مجھے کافی راشن ہے المائدہ کا
ضرورت پہ کوثر سے پانی پیوں گا
کہ ڈر بھاگیں گے مجھ سے دشمن خدا کے
میں الفیل سے سب کے سب روند دونگا
میں الرعد کی توپ داغوں گا پیہم
میں زلزال سے زلزلے ڈال دونگا
میں اعدا پہ چھوڑوں گا گیس الدخان کی
میں خود نور کی روشنی میں رہوں گا
قیامت بپا القیامۃ سے ہوگی
میں الحشر سے حشر برپا کرونگا
کرونگا میں سر قلعہ الفاتحہ سے
میں الفتح سے فتح کرتا چلوں گا
نرالی طرح کی لڑائی یہ ہوگی
انوکھی طرح کا میں فاتح ہونگا

میں قرآن سے فتح دنیا کروں گا
عجب شان سے الغرض میں لڑونگا

میں جس زمانے میں جزائر فیجی میں آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے گھمسان کی لڑائی لڑ رہا تھا تو حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظم کو دوبارہ پیغام صلح میں شائع کرایا تھا لیکچر کے خاتمہ پر سامعین نے خوش خوش مصافحہ کیا جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری نے فرمایا :

"مرزا صاحب! مجھے وہ وقت یاد ہے جب حضرت امیر مرحوم نے اپیل کی تھی کہ مربعوں والے ایک مربعہ دیں اور کارخانوں والے ایک کارخانہ خدا کی راہ میں دیں تو سارے مجمع پر ایک سکوت چھا گیا تھا۔ آخر آپ نے اُٹھ کر اس سکوت کو توڑا اور اعلان کیا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہاں میرا پراویڈنٹ فنڈ میں جس قدر روپیہ ہے وہ میں سب کا سب راہِ خدا میں دیتا ہوں"

میں نے جواب دیا: "ڈاکٹر صاحب اگر اس وقت میرے پاس مربعے اور کارخانے بھی ہوتے تو میں دینے میں دریغ نہ کرتا۔"

قلم بطور سیف

جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا :— "قرآن سے فتح دنیا" آپ کی نظم بہت خوب ہے جہاں آپ نے اور سورتوں کو بطور جنگی سامان پیش کیا ہے وہاں سورۃ القلم کا بھی ذکر کریں۔

جناب ڈاکٹر صاحب کی فرمائش پر میں ایک اور شعر موزوں کرتا ہوں اور وہ یہ ہے

قلم ہوں گے سر سورۃ القلم سے
میں اس سیف سے سر سوئے کرونگا

احباب اس شعر کو میری نظم کے دو آخری شعروں سے پہلے لکھ لیں۔

ماسٹر پیس نظم

جلسہ سے واپسی پر کار میں جناب شیخ محمد امین صاحب نے فرمایا۔ مرزا صاحب! میں آج تک آپ کی اس عجیب و غریب نظم سے سنے خبر رہا یہ نظم واقعی آپ کا شاہکار اور ماسٹر پیس ہے۔

پیغام صلح خود پڑھیں اور دوسرے احباب تک پہنچائیں

لاہور میں حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی برسی منائی گئی

آپکی تصانیف اور قلمی مسودوں اور خطوط کی نمائش

۱۷ اکتوبر اتوار کو ۹½ بجے صبح احمدیہ ہال، احمدیہ بلڈنگس میں حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی برسی پوری عقیدت و احترام کے ساتھ منائی گئی۔ اس موقعہ پر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام ایک عام اجلاس منعقد ہوا جس میں اکابرین سلسلہ اور خواتین و احباب لاہور، لائل پور، سرگودھا، گجرات اور سیالکوٹ کے علاوہ ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کے اراکین نے بھی شرکت کی۔ اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی منعقد ہوا۔

حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ تعالٰے نے حضرت امیر مرحوم کے ساتھ اپنے تعلقات اخوت و محبت کے متعلق بصیرت افروز تقریر فرمائی جو دوسری جگہ درج ہے۔ جناب محمد اعظم علوی اور جناب غلام نبی مسلم ۔۔۔۔ نے منظوم کلام میں حضرت امیر مرحوم کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ نیز جناب غلام نبی صاحب مسلم، جناب مرزا مسعود بیگ صاحب، الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات اور صاحب صدر نے حضرت امیر مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور حضرت ممدوح کی علمی، دینی اور ملی خدمات کا تذکرہ کیا۔ اور حضرت کی روح پر فتوح کی بلندی درجات کے لئے دعائیں کی گئیں۔

جلسہ کے بعد حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ اس اجلاس کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ جلسہ گاہ کی ایک طرف حضرت امیر مرحوم کی تصانیف اور آپ کے قلمی مسودے اور تحریرات وغیرہ نمائش کے لئے رکھی گئی تھیں ۔۔۔۔ ان میں حضرت مسیح موعودؑ کے چند خطوط بھی شامل تھے جو حضرت مولینا مرحوم کو آپ وقتاً فوقتاً لکھتے رہے اور وہ قرآن کریم بھی موجود تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے زیر تلاوت رہتا تھا جو حضرت امیر مرحوم کو عطا ہوا۔ حاضرین نے اس نمائش میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

ایک سعید نوجوان کی سلسلہ میں شمولیت

یہ خبر احباب جماعت کے لئے موجب مسرت ہوگی کہ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۷۱ء کو ایک نوجوان میاں محمد شریف صاحب ایم اے سکنہ ضلع لائل پور نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت کا اعلان کیا ہے آپ ضلع لائل پور کے معزز اور صاحب حیثیت زمیندار خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ذہین و فطین ہونے کے علاوہ اچھی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ آپ کے ارادے نیک اور عزائم بلند ہیں۔ آپ کے پاک جذبہ کی ایک ادنٰی مثال یہ ہے کہ ماہ رمضان میں اپنے گھر کے آرام و آسائش کو چھوڑ کر محض حضرت امیر ایدہ اللہ کے زندگی بخش درس قرآن سے مستفید ہونے اور پنجوقتہ نماز با جماعت اور تراویح پر مشتمل روح پرور ماحول میں تسکین قلب کا سامان حاصل کرنے کے لئے صدر انجمن میں آکر مہمان خانہ میں قیام فرمایا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے بیعت لے کر آپ کی استقامت اور دینوی و اُخروی کامیابیوں کے لئے دعا فرمائی۔

خاکسار۔ ایس عبداللطیف (پرائیوٹ سیکرٹری)

غلام نبی مسلم

مسلمانانِ ہند کے اہم مسائل میں مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت

حضرت مرزا غلام احمدؒ مجدد صد چہاردہم اسلام کے غلبے اور ملتِ اسلامیہ کے درد دل کا مداوا کرنے تشریف لائے تھے،

اے دل تو نیز خاطرِ اینان نگاہدار
کآخر کنند دعویٰ حُبِ پیمبرم

آپؑ نے مسلمانوں کو اتحاد اور کتاب و سنت کا پیغام دیا اور بدقسمت مولویوں کے معاندانہ پروپاگنڈے کے باوجود دشمنانِ اسلام کے گمراہ کن اعتراضات کے مقابل سینہ سپر ہو کر نہ صرف عامۃ المسلمین کے ایمانوں کو محفوظ رکھا، بلکہ اپنے دلائل و تعلیمات سے مسلح کر کے مسلمانوں کے ایک عظیم گروہ کو دشمن کے خلاف صف آرا کر دیا۔

جانم فدا شود براہِ دینِ مصطفیٰ
این است کام دل اگر آید میسرم

آپؑ نے اپنے جاں نثاروں سے بھی مسلمانوں کی خیر خواہی کی بیعت لی۔ چنانچہ چوتھی شرط یہ ہے :۔

" عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے"۔

آپ کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ نے بھی مسلمانوں کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھا۔ اور آپ کی ذات مسلمانان ہند کا مرجع بن گئی۔ آپ کی وفات پر جب ایک گروہ نے میاں محمود احمد صاحب کی قیادت میں بہ یک جنبش زبان ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے کی مہم چلائی تو حضرت مرزا صاحبؒ اور حضرت حکیم الامتؒ کے مزاج شناس مخلص جانشین مولانا محمد علی رحؒ نے تکفیر المسلمین کے خطرناک عقیدے کے خلاف آواز بلند کی، اور تاحیات اتحاد المسلمین، ختم نبوت اور استحکام امت کے لئے جہاد میں مصروف رہے۔

آپ کی زندگی میں مسلمانانِ ہند کو جن مصائب سے گذرنا پڑا ان میں سے چند ایک واقعات خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ اور آپ نے اور آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ لاہور نے جو نمایاں حصہ لیا وہ ہندوستان کی مسلمان جماعتوں اور دینی گروہوں میں ممتاز ترین اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن ہماری جماعت کا المیہ یہ ہے کہ ہم خود ان بے نظیر کارناموں سے بے خبر ہیں۔ جو ہماری تحریک کا طرۂ امتیاز ہیں۔ پھر جو لوگ ان کارناموں سے باخبر ہیں وہ مصلحت کا شکار ہیں۔ اور ماحول کے خوف سے حق گوئی کی جرأت نہیں کرتے ہیں اور یہ حق پوشی قوموں کی پستی اور موت کی علامت ہے۔ اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ دورِ حاضر کی تاریخ کا طالب علم ہمارے رسالہ جات اور کتب میں پوشیدہ حقائق کی تلاش نہیں کرتا غالباً اس خیال سے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نامۂ اعمال میں بہ مصداق "چند تصویرِ بتاں چند حسینوں کے خطوط" چند مذہبی کتب کی تصنیف اور اشاعت کے سوا کچھ نہیں۔ پھر ہماری طرف سے لائبریری کی صورت میں ایسی آسانی مہیا نہیں جہاں تمام مواد موجود ہو اور وہاں اہل علم آکر اس سے استفادہ کر سکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور واحد اسلامی جماعت ہے جس نے بہ حیثیت جماعت مسلمانوں کی ہر مشکل میں بھرپور حصہ لیا۔ اور مسلمانوں کے دوسرے گروہوں نے تنگ نظری اور جہالت سے ملی مفاد پر گروہی مفاد کو ترجیح دی مگر اس جماعت نے گروہی مفاد کو نظر انداز کر کے اپنی تمام قوتیں اس میں جھونک دیں، جس کا اپنوں اور بیگانوں نے اعتراف کیا۔ اس پر ہم بجا طور پر نازاں ہیں۔ اور ہمارے نوجوانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ جن روایات کے حامل ہیں وہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے کے قابل ہیں۔ اور ان کو بیان کرتے ہوئے ان کی گردنیں بلند رہیں گی، اور ہماری مساعی کا اسی قدر اثر نہیں۔ بلکہ دینی اور قومی مسائل میں جن لوگوں کو قیادت نصیب ہوئی ان کی غالب اکثریت ان اکابر پر مشتمل تھی جو ہمارے لٹریچر، ملی خدمات اور کردار سے متاثر تھے۔ ذیل میں چند امور کی نشاندہی ہمارے دعوے کی تائید کے لئے کافی ہو گی۔ ان میں صرف حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اگر کسی مردِ حق نے اپنی تاریخ کو نئے سرے سے مرتب کرنے کی ہمت کی، تو دورِ حاضر کی ایک بہت بڑی کوتاہی بلکہ ناانصافی کی تلافی ہو گی۔

۱۔ حادثۂ کانپور

جون ۱۹۱۳ء میں کانپور میں ایک سڑک زیر تعمیر تھی۔ راستے میں ایک مسجد پڑتی تھی حکومت نے مسجد کی حرمت اور مسلمانوں کے جذبات پر سڑک کو ترجیح دی اور سڑک کو سیدھا کرنے کے لئے مسجد کا ایک حصہ مسمار کر دیا۔ مسلمانوں نے طبعاً احتجاج کیا۔ اس کے مقابل ہندوؤں کے احتجاج پر حکومت نے ایک مندر کو گرانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں پر گولی چلا دی گئی۔ بیسیوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا اور سینکڑوں کو قید کر کے جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ ہندوستان بھر میں کہرام مچ گیا۔ حضرت مولانا اس وقت "ریویو آف ریلیجنز" کے ایڈیٹر تھے آپ نے مسلمانوں کے مذہب میں اس صریح مداخلت اور بے گناہ مسلمانوں کا خون ناحق بہانے پر ایک زوردار مقالہ "مساجد کا انہدام" لکھا جس میں آپ نے حکومت کے رویے پر کڑی تنقید کی، اس میں آپ نے درد بھرے انداز سے یہ بھی لکھا :۔

" ...... کانپور کی مسجد کے ایک حصہ کے انہدام سے جو جو مصائب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہ بجائے خود ایک علیحدہ مضمون میں تفصیل کے محتاج ہیں۔ مگر ایک امر جسے غالباً ہر مسلمان نے نوٹ کیا ہو گا۔ ایسا حیرت انگیز ظاہر ہوا ہے۔ کہ جس کا آج تک مسلمانوں کو وہم بھی نہ تھا۔ اور وہ یہ امر ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کے ذمہ دار عہدیدار باوجود اس مذہبی آزادی کے جو گورنمنٹ کی طرف سے رعایا کے ہر فرقہ کو حاصل ہے مساجد کے گرانے میں ادنےٰ تامل بھی کام نہیں لیتے۔ معمولی عمارتوں کے بنانے کے لئے معمولی راستوں کے نکالنے کے لئے یا اور نہایت معمولی ضروریات کے لئے مساجد کا انہدام نہایت معمولی طریق پر تجویز کر دیا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ بلحاظ عبادت گاہ ہونے کے کسی خاص رعایت کا استحقاق نہیں رکھتیں جو دوسری عبادت گاہوں کو حاصل ہے۔ ......

آخر گورنمنٹ کو بھی تو اپنا فرض شناخت کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ گورنمنٹ کے حکام اندھا دھند جو چاہیں کئے جائیں۔ اور مسلمان خاموش بیٹھے رہیں۔"

(پیغام صلح ۱۷ اگست ۱۹۱۳ء)

دوسرا مضمون

اس پر اودھ کے گورنر سر جیمز میسٹن نے مسجد کے گرانے کے حق میں کہا کہ اول تو ہم نے پہلے بھی مساجد گرائی ہیں۔ اور مسلمانوں نے اعتراض نہیں کیا۔ دوسرے اگر حکومت رعایا کی بات مان لے تو اس کا رعب و داب ختم ہو جاتا ہے۔ یہ جواب اتنا نامعقول تھا کہ مولانا کو جواباً قلم اٹھانا پڑا اور آپ نے انگریز حاکم کی فرعونیت کو نظر انداز کر کے منہ توڑ جواب لکھا۔ اس میں آپ نے گورنمنٹ کے رعب کی مذمت کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

" فرض کرو کہ کسی پولیس مین کا انگوٹھا زخمی ہو گیا۔ تو کیا ایسے ایک ایک زخم کے عوض پانچ پانچ چھ چھ مسلمان سپردِ خاک نہیں ہوئے، اور بہت سے ہسپتال میں پڑے نہیں چلا رہے۔ گورنمنٹ کے رعب میں کیا فرق آنا تھا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ گورنمنٹ کے عمال اپنی اس طاقت پر کہ وہ منٹوں میں کارتوسوں سے رعایا کو اڑا سکتے ہیں۔ فخر کر رہے ہیں۔ کیا کارتوسوں کے چھکڑے کے پرامن جلوس میں لے جانے اور لیڈروں کو اٹھا دینے کی دھمکی دینے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کا رعب اب کم ہو گیا ہے؟ بلکہ اس واقعہ نے تو گورنمنٹ کے کارتوسوں کو میدان میں نکال کر ان بے چارے لوگوں کو جنہیں بندوقوں اور کارتوسوں کی شکل

۔۔۔ دیکھی نصیب نہیں اور کبھی مرعوب کر دیا ہے۔ اگر کارتوسوں کے چلانے سے ہی سلطنت کی شوکت و سطوت قائم ہوتی ہے۔ تو اب تو خوب رعب بیٹھ چکا ہے .... یہ بات اب تک سمجھ میں نہیں آتی کہ کیوں سارا زور غریب مسلمانوں پر ہی دکھایا جاتا ہے۔ افسوس کہ جن واقعات کو مسلمان دیگر ممالک میں دیکھ حیران تھے، کہ ہر ظلم و ستم کا تختہ یہ غریب قوم ہی کیوں بنتی ہے۔ آج انکا تختہ سر جیمز میسٹن ایک پرامن گورنمنٹ کے زیر سایہ بھی قائم کرنا چاہتے ہیں ہز آنر نے تو آگرہ میں فرمایا تھا۔ کہ مسٹر ٹائلر نے بھی چھ سو کارتوس چلائے۔ اور نیزہ و شمشیر سے حملہ کرنے کے بعد کوئی کینہ دل میں نہیں رکھا، مگر ہز آنر کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اپنا دل ابھی اس غبار سے صاف نہیں۔"

(ایضاً ۳۱۔ اگست ۱۹۱۳ء)

۳۔ خلافت عثمانیہ

ترکی کی خلافتِ عثمانیہ حرمین کی محافظ تھی، عالمِ اسلام کو اس سے انتہائی عقیدت تھی۔ پہلی عالمی جنگ میں انگریز اور دیگر اتحادی ترکوں کے خلاف تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں خلافت اسلامیہ کے لئے ایک خاص تڑپ تھی۔ ایک سچے مسلمان کی طرح حضرت مولانا رح کا دل بھی نئی صورت حالات پر مضطرب ہوا، اور آپ نے ایک پرمغز، معلومات افزا مضمون "خلافت اسلامیہ" کے عنوان سے لکھ کر بہ کثرت شائع کیا۔ اس مضمون کے آخر میں آپ نے خلافت اسلامیہ کی نوعیت پر انگریزوں کے مواعید کی روشنی میں تحریر فرمایا:۔

"اگر جیسا کہ ذمہ دار ارکین سلطنت کی طرف سے ایک زیادہ دفعہ یقین دلایا جا چکا ہے۔ مسئلہ خلافت کا تعلق صرف اہلِ اسلام سے ہے اور وہ (یعنی مسلمان) ٹرکی کے سوائے کسی اور کو خلافت کا جائز مالک تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ تو پھر سلطنت عثمانیہ کا آزادانہ اور طاقتور قیام اور حرب کے لئے اسی سلطنت کا جزو ہونا بھی ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ اور ٹرکی کا کسی سلطنت کے زیر اقتدار دکھا جانا یا اس کا عرب یعنی خلافت کے جزو مترد دت سے محروم کر دینا یا اس کا خارجی پابندیوں میں جکڑ کر اس کی قوت مدافعت کو زائل کر دینا ہر سچے مسلمان کے لئے اس درد ناک احساس کا موجب ہوگا کہ عیسائی سلطنتوں نے خود مذہب اسلام پر حملہ کیا ہے۔"

ان سطور سے مولانا کی تدرت نگاہی، خلافت کی اہمیت اور اس وقت کے عالم اسلام کا اضطراب جھلکتا ہے۔ مولانا کے بین السطور خطرات سچے ثابت ہوئے۔ اتحادیوں نے مسلمانانِ عالم سے اپنے مواعید کو فراموش کر کے ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ بقول آپ کے مکہ کے غدار شریف حسین کو عرب کی حکومت سونپ دی، اُردن کا علاقہ اس کے فرزند عبداللہ اور عراق دوسرے فرزند فیصل کو سونپ دیا۔ فلسطین، اُردن اور عراق کو انگریز کے انتداب میں دے دیا، شام اور لبنان فرانس کی تولیت میں دے دیئے۔ اناطولیہ اور تھریس یونانی درندوں کے سپرد کر دیئے اور سلطان کو برائے نام خلیفہ بنا کر قسطنطنیہ میں انگریزی نگرانی میں دے دیا اور اس کا اقتدار اس سے زیادہ نہ تھا۔ جتنا کہ آخری ایام میں بہادر شاہ ظفر کا تھا۔

مسلمانوں کی موجودہ مشکلات اور ان کا حل۔

خلافت اسلامیہ کا یہ حشر دیکھ کر مولانا بے قرار ہو گئے۔ اور آپ نے ۲ر جنوری ۱۹۲۱ء کے پیغام صلح میں محولہ بالا عنوان سے ایک درد انگیز مقالہ لکھا۔ خون کے یہ آنسو آپ کے قلم سے ٹپکے۔ اور ان انقلابی تجاویز کے سانچے میں ڈھل گئے جو آپ نے اسلامی خلافت کی بحالی کے لئے پیش کیں۔ ترکی سلطنت کے حصے بخرے کرنے پر غیر تمند ترکوں میں پھر جذبۂ جہاد ابھرا اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں انگریزوں، فرانسیسیوں اور یونانیوں کو مار مار کر ملک سے باہر کیا اور ترکوں کی آزاد حکومت قائم کر لی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:۔

"غیور مسلمانوں کے ایک گروہ نے آزاد سلطنت قائم کر لی، کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ خلیفہ کے نام سے عیسائی حکومتیں وہاں بھی اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتی ہیں۔ اور یوں جسے آج مسلمانوں کا خلیفہ کہا جاتا ہے اس کی آزادانہ حکومت اپنے محل تک بھی نہیں۔ ان مصائب اسلام پر اور یورپ کے اسلام کے ساتھ اس سلوک پر چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے ایک بھی نہیں جس کی آنکھیں خون کے آنسو نہ بہاتی ہوں۔"

حصولِ خلافت کے ذرائع

خلافتِ اسلامیہ کے المیہ کے بعد مولانا کی شدید خواہش تھی کہ خلافت اسلامیہ کا احیاء ہو اور مسلمان پھر ایک سیاسی اور دینی مرکز پر پھر متحد ہو کر غلبۂ اسلام لا سکیں۔ اس غرض کے پیش نظر آپ نے ایک مبسوط مضمون بعنوان "مسلمانوں کی مشکلات اور ان کا حل" پیغام صلح میں شائع کیا۔ اس جہاد میں کامیابی کے لئے آپ نے داخلی اصلاح اور دشمن سے مقابلہ کی تجویز پیش کی، داخلی اصلاح کے لئے آپ نے یہ مشورہ دیا کہ مسلمان حصول مقصد کے لئے جہاد کریں، اس کے لئے متحد ہوں، نسلی، دینی اور علاقائی اختلافات کو ترک کریں مسلمان کے جان، مال اور آبرو کا احترام کریں، شریعت اسلام کی پابندی کریں، اور مالی مسائل کے لئے بیت المال قائم کریں اور ان امور کی جزئیات تجویز فرمائیں۔ انگریز اور دیگر خارجی دشمنوں کے مقابلے کیلئے آپ نے ترک موالات یا عدم تعاون کی تحریک کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں بتایا کہ مسلمان خطابات واپس کر دیں، دیوانی مقدمات سرکاری عدالتوں میں نہ لے جائیں، غیر ملکی اشیاء کا استعمال ترک کر دیں، اور خود صنعتوں پر زور دیں۔ پھر آپ نے تدریجاً سرکاری تعلیمی اداروں کے بائیکاٹ کی تجویز بتائی۔ تاکہ تعلیم کا حرج بھی نہ ہو اور مسلمان بچے انگریزی سکولوں کے بداثرات سے بھی محفوظ ہو جائیں پھر آپ نے مشاورت اور کثرت رائے کی پابندی کی تلقین کی۔

ایک قیمتی مشورہ

حضرت مولانا نے اس مضمون میں ایک نہایت ہی قیمتی مشورہ دیا ہے۔ جو قوموں کی زندگی اور بقاء کا ضامن ہے، اور جس کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے پاکستان کے توحید پرست بھارت کے مشرکین کی سازشوں کا شکار بن گئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ جس قدر باتیں اوپر لکھی گئیں ہیں۔ ان سب کا اثر زیادہ سے زیادہ اس قدر ہے کہ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی شوکت واپس مل جائے۔ خلافت کا استحکام ہو جائے۔ جہاں جہاں مسلمان موجود ہیں۔ وہ اپنے حقوق کو پالیں، لیکن اگر ہم اپنی نظر کو اس حد تک محدود کر لیں تو گویا قرآن حکیم کے ارشاد کی اور خدائی وعدوں کی ہم نے کوئی قدر نہ کی، کیونکہ ہمارے لئے تو یہ وعدہ ہے۔ کہ یہ دین کل ادیان پر غالب آئے گا آیا اس کے لئے بھی کوئی کوشش مسلمانوں کو کرنی چاہیئے یا نہیں۔ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ یہ سب طریق اپنی قوم کو دوسروں کے حملوں سے بچانے کے ہیں۔ آیا کوئی طریق ان پر حملہ کرنے کا بھی ہے یا نہیں۔ جو فوج صرف اس بات پر اتر آتی ہے کہ اپنی ہی حفاظت کرتی رہے۔ اور دشمن پر حملہ کرنے کی کوئی فکر نہیں کرتی۔ اس کی ہمت اور طاقت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں آپ نے جو ہتھیار دیا اور جس سے پاکستان اور مسلمان آج بھی دشمنوں پر غالب آسکتے ہیں اور وہ ہتھیار اسلام کا عالمگیر پیغام حریت، اخوت اور مساوات ہے جس کی وجہ سے دشمن کے گھر میں پسے ہوئے مقہور و مظلوم لوگ اسلام کی آغوش میں پناہ لیں گے، اور مسلمانوں کے لئے قوت کا موجب ہوں گے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"اگر اسلام صلح کے مرادف ہے اگر اسلام قومیت اور ملک کی قیدوں اور رنگوں کو دور کر کے نسلِ انسانی میں مساوات پیدا کرتا ہے تو کیا یہ دنیا کے لئے عظیم الشان رحمت نہیں تو کیا ضروری نہیں کہ اسلام کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کی کوشش کی جائے تا جس طرح ہم ایک ملک کے اندر اور ایک قوم کے افراد بھائی بھائی بن کر رہ سکتے ہیں، اور ایک دوسرے کے فوائد میں معاون ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کل نسل انسانی بھائی بھائی بن جائے .... نسلِ انسانی کی فرداً فرداً بہتری اسلام کے اصولِ توحید میں ہے اور بہ حیثیت مجموعی اس کی بہتری مساوات نسل انسانی میں ہے اور یہی اسلام کے دو اصل الاصول ہیں۔"

۴۔ ملکانہ راجپوتوں کی شدھی

۱۹۲۳ء میں آریہ سماج نے آگرہ اور

دہلی کے درمیان مسلمان ملکانہ راجپوتوں کو شدھ بنانا شروع کیا۔ اس پر مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا، لیکن جس جماعت نے فرقہ داری سے بلند ہو کر ان لوگوں کو اسلام میں واپس لانے کی کامیاب کوشش کی وہ جماعت احمدیہ لاہور ہی تھی چنانچہ اس جماعت نے لٹریچر اور مبلغین کے ذریعے ان لوگوں کو نہ صرف راہ ہدایت دکھائی، بلکہ ان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کی سعی کی، اور اس جماعت کے افراد چھٹیاں لے کر اس علاقے میں قریہ بہ قریہ اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے اور جہاں دوسرے مسلمان میدان سے ہٹ گئے وہاں یہ جماعت اہل دل کے کے ساتھ تعاون کرتی رہی جس کی تعریف جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ کے صدر سید غلام بھیک نیرنگ، خواجہ حسن نظامی، اخبار زمیندار اور دیگر اکابر نے کی، سیّد صاحب موصوف لکھتے ہیں:—

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات مشہور اور مسلم ہیں۔ اشاعت اسلام کی ضرورت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، لیکن اسلام پر جو وقت آج پڑا ہے۔ اس سے بدتر وقت غالباً آج تک نہیں پڑا۔ جو افراد یا جماعتیں ایسے وقت میں ہمہ تن عمل ہو کر خدمت اشاعت اسلام انجام دیں وہ نہایت مبارک ہیں۔ ایسے وقت میں قوم کو میرا پیغام یہی ہے کہ اشاعت اسلام کو دوسرے تمام کاموں پر مقدم سمجھو"

۵۔ راجپال کا قتل

۱۹۲۷ء میں ایک آریہ مہاشہ راجپال نے ایک کتاب "رنگیلا رسول" شائع کی جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ اس پر مسلمان بے چین ہو گئے اور ایک پرجوش مسلم نوجوان علم الدین نے بدبخت راجپال کو قتل کر دیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ جماعت احمدیہ لاہور کا تو قیام ہی ناموس رسول (صلعم) کی حفاظت کے لئے ہے۔ چنانچہ مولانا نے اپنی تحریروں سے ثابت کیا کہ یہ سب آریوں کا قصور ہے، جو دوسروں کے بزرگوں کی ہتک اپنا دھرم سمجھتے ہیں۔ پھر اس جماعت نے مقدمات پر روپیہ صرف کیا۔ اور اسی سلسلہ میں ایک مضمون کی پاداش میں ہفت روزہ "لائٹ" کے ایڈیٹر جیل میں ڈال دیئے گئے۔

مسلمانوں کی سیاسی کشمکش

۱۹۲۷ء میں سائمن کمشن کی آمد کے ساتھ مسلمانوں کی سیاسی زندگی میں ہلچل پیدا ہوئی، اور مستقبل میں غفلت کے خطرات کو حضرت قائد اعظم نے بھانپ لیا۔ چنانچہ انہوں نے آئین جدید میں مسلمانوں کے تحفظات شامل کرنے پر زور دیا۔ گو مسلمانوں کا ایک گروہ جمعیت العلمائے ہند اور مولانا ابو الکلام آزاد کی سرکردگی میں کانگریس کی کلیت پسندی کا ہم نوا تھا، تاہم قائد اعظم، علامہ اقبال، علی برادران، سر محمد شفیع اور ڈاکٹر حقیقت پسند اور حقیقت شناس بہی خواہان ملت نے آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے تحفظ کے لئے سر توڑ کوشش شروع کر دی اور جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی تحریروں کے ذریعے اس پودے کی آبیاری اپنا مسلک قرار دیا۔

آئین جدید

۱۹۳۵ء میں حکومت نے آئین جدید نافذ کیا۔ جس کے ماتحت صوبوں کو بہت سے اختیارات تفویض کئے گئے، جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی وہاں کانگریس نے حکومتیں قائم کیں اور وہاں وہی کچھ ہوا جس کا مسلمان اکابر کو خطرہ تھا۔ وہاں مسلمانوں کے حقوق پامال کئے گئے، مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں دخل دیا جانے لگا، مسلمانوں کی عزت اور جان خطرے میں پڑ گئی، اور تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کے طول و عرض میں کانگریسی حکومتوں کے خلاف مسلمانوں نے مظاہرے شروع کر دیئے اور جہاں کانگریس اور مسلمانوں کی واحد تنظیم مسلم لیگ کے خد و خال نمایاں ہوتے گئے وہاں مسلمانوں کے دو گروہ کھل کر سامنے آ گئے ان میں سے اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ تھی، لیکن جمعیت علمائے ہند کے نام سے دیوبندی علماء کا ایک گروہ مجلس احرار اور میاں محمود احمد صاحب کی قیادت میں قادیانی جماعت کانگریس سے وابستہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء میں پنڈت جواہر لال کی آمد پر چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کی قیادت میں جماعت قادیان کے زیر اہتمام لاڈو رانی دتی کی صدارت میں ایک مباحثہ ہوا جس میں کثرت رائے سے فیصلہ ہوا کہ جماعت قادیان کو کانگریس میں شامل ہونا چاہیئے اور یہ موقف قیام پاکستان تک قائم رہا۔

جماعت احمدیہ لاہور

ملت اسلامیہ کا فعال اور لاینفک عنصر ہونے کی حیثیت سے جماعت احمدیہ لاہور کے اراکین حالات سے الگ نہیں رہ سکتے تھے اور گو یہ ابتداء ہی سے مسلم لیگ اور ملت اسلامیہ کے ہم نوا اور ہندو غلبے کے مخالف تھے۔ تاہم ۱۹۳۶ء میں انہوں نے مسلم لیگ سے تعاون اختیار کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مولینا محمد علی رح کو احباب قادیان کی جدید روش جماعت کے مسلک اور ملت مسلمہ کے خلاف نظر آئی تو آپ نے اس کے خلاف قلم اٹھایا۔

ظفر علی خاں آف زمیندار

۱۹۲۷ء میں مرکزی اسمبلی میں سر کے ایل گابا کی سیٹ خالی ہوئی تو کانگریس نے میاں عبد العزیز مالواڈہ کی مدد کی اور علامۃ المسلمین نے مولوی ظفر علی خان کو امیدوار نامزد کیا۔ ظفر علی خاں جماعت احمدیہ کے منہ پھٹ دشمن تھے لیکن سوال کسی تعصب کا نہ تھا بلکہ مسلمانان ہند کی قسمت کا تھا۔ چنانچہ "پیغام صلح" نے ۳ر جون ۱۹۲۷ء کے ایک طویل اداریہ میں کانگرسی ہندوؤں کی زیادتیوں اور مسلمانوں کے لئے آئندہ خطرات کا جائزہ لے کر ظفر علی خاں کی تائید کا فیصلہ کیا اور آخر میں لکھا:—

"اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی خودداری کا ثبوت دیں اور کانگرس پر واضح کر دیں کہ جب تک وہ ہمارے مطالبات کو تسلیم نہیں کرتی ہم اس کے ساتھ ہرگز تعاون نہیں کر سکتے۔ میاں عبد العزیز اور ظفر علی خاں کا مقابلہ دراصل مسلمان کی موت و زندگی کا پہلو آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ اس بات کو دماغوں سے نکال دو کہ یہ دونوں اشخاص کون ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ ایک تو اس بات کے لئے کھڑا ہے کہ مسلمانوں کی رائے کو ہندو مہاسبھا کے مفاد کی قربان گاہ پر چڑھا دے اور دوسرا اس لئے کہ مسلمان کے حقوق کا انگریز اور ہندو سے مطالبہ کرے، اس الیکشن میں اگر ایک طرف ووٹ کانگرس کو دینا ہے جس کا لازمی نتیجہ قوم کی حیثیت کو گرانا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد کانگرس مسلمانوں کی طرف سے بے نیاز ہو جائے گی۔ تو دوسری طرف دے کر مسلمان کی ہستی کو کامیاب کرنا ہے جو بظاہر معمولی بات ہے۔ مگر اس نے ہی فیصلہ کرنا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان زندہ رہنے کے قابل ہے کہ نہیں ...... یاد رہے کہ اس موقعہ پر ذرہ بھر غفلت اس قدر زبردست نقصان پہنچائے گی جس کی تلافی شاید ہی ہو سکے۔"

حضرت مولانا کا واضح اعلان

اسی سال "پیغام صلح" مطبوعہ ۱۲ر نومبر ۱۹۳۷ء میں حضرت مولانا نے ایک طویل وضاحتی بیان "مسلم لیگ اور کانگریس" کے عنوان سے واشگاف الفاظ میں جماعتی پالیسی کا اعلان کیا۔ اس میں آپ نے لکھا:—

"مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے ...... ان حالات کو جان لینے کے بعد یہ سوال نہایت آسان ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس میں ملنا چاہیئے یا مسلم لیگ میں اگر مسلمانوں کو یہ ضرورت ہے کہ اسلامی تہذیب ہندوستان میں باقی رہے۔ اگر ان کو یہ ضرورت ہے کہ ان کے حقوق محفوظ رہیں تو سوائے اپنے آپ کو منظم کرنے کے وہ یہ کام نہیں کر سکتے۔ اگر آج وہ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کانگریس کے ساتھ ملتے گئے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ ہندوستان میں وہی سلوک ہو گا جو اس سے پیشتر بہت سے عیسائی ممالک میں ہو چکا ہے۔ جہاں ان کی اقلیت کی وجہ سے ان کی تہذیب ہی نہیں مٹ چکی بلکہ اسلام کا نام بھی مٹ چکا ہے تو آج ہر ایک مسلمان کے سامنے سب سے پہلا سوال اسلام کے بقاء کا اور اسلام کی تہذیب کے بقاء کا ہے اور اگر کوئی مسلمان بھی جو ٹھنڈے دل سے ان حالات پر غور کرے گا۔ اسے کوئی چارہ کار نظر نہ آئے گا سوائے اس کے کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ ملے۔"

"جماعت قادیان اور کانگریس

اس کے ساتھ ہی میں چند الفاظ جماعت قادیان سے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ جس کا قدم اس وقت سیاسیات کے بارے میں ڈگمگا رہا ہے اور وہ آج تک باوجود دعوے سیاست دانی صحیح راہ پر گامزن نہیں ہو سکی۔ بیس سال تک جماعت قادیان نے کانگریس کی اس قدر مخالفت کی کہ اس کو گرانے اور

مٹانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور خود اپنے اعتراف کے مطابق لاکھوں روپے اس پر صرف کئے لیکن اب جب احرار سے مقابلہ ہوا۔ اور حکومت سے جو توقعات تھیں وہ پوری نہ ہوئیں تو کانگریس کی طرف جھکنا شروع کر دیا قادیانی پالیسی اخبار کا موجودہ اعلان ہو شاید جناب میاں صاحب کے نئے سفر یا دورے کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے ساتھ خط و کتابت کی جائے کہ دونوں میں سے ہمارے لئے کونسی جماعت بہتر شرائط پیش کرتی ہے۔

یہ بنیوں کے سودوں میں سے بھی گیا گذرا سودا ہے۔ سوال قومی یا ملکی مفاد کا ہے اور قادیان میں غور ہو رہا ہے کہ قادیانی جماعت کو جو دھر کہاں ملتی ہے۔ وہیں یہ جماعت مل جائے گی یہ سخت قابل افسوس ذہنیت کا اظہار ہے مگر یہی نہیں۔ جماعت قادیان کا کانگریس کی طرف رحجان اسی وقت سے چل رہا ہے۔ جب سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ حکومت احرار کے مقابلہ میں قادیانی جماعت کی مدد نہیں کرتی۔ ایک سال پیشتر کانگرس کے صدر (پنڈت جواہر لال نہرو) کے لاہور اسٹیشن پر استقبال کے لئے اور سلامی اتارنے کے لئے قادیانی والنٹیر چار پانچ سو کی تعداد میں مختلف مقامات سے جمع کر کے اپنی سیاسی قوت کی نمائش کی گئی ہے۔ اب بھی ایک جلسہ کا انتظام لاہور میں کر کے قادیانی والنٹیروں کا ایک جلوس نکالا گیا۔ کچھ ایسا دیا کہ ہندو اخبارات نے یہ نتیجہ نکالا کہ قادیانی جماعت کانگریس سے مل گئی ہے قادیان میں مناظرہ ہوا کہ کانگریس یا مسلم لیگ میں سے کس کے ساتھ ملنا چاہیئے۔ تو فیصلہ کانگریس کے ساتھ ملنے کے حق میں ہوا۔ اور اب بجنور میں کانگریس کی شاندار کامیابی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں اور یہ لکھا جا رہا ہے کہ مسلم لیگ تو ایک مردہ چیز ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ملنے سے کیا حاصل“

”یہ تمام آثار بتاتے ہیں کہ قادیانی جماعت کا قدم شیعہ جماعت کے نا عاقبت اندیش گروہ کے پیچھے اُٹھ رہا ہے مگر یاد رکھیں کہ اسلام سے یہ غداری ہے کہ صرف فائدے کو مدِ نظر رکھ کر اسلامی حقوق کو پامال کیا جائے“

خُطبہ جمعہ مطبوعہ پیغامِ صلح مؤرخہ ۹ر دسمبر ۱۹۳۷ء

”کانگرسی مسلمان کو لو۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمان مُردہ قوم ہے۔ ان میں کیوں رہیں۔ ہندو زندہ قوم ہے۔ ہم تو اس کی پیروی کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ گروہ ہے جو انگریز کی پیروی کرتا ہے۔ شب و روز اس کی چوکھٹ پر گرا رہتا ہے اور جو اٹھتا ہے، قدرے ہمت دکھاتا ہے، وہ کانگریس کا غلام بن جاتا ہے مسلمان کی ذہنیت گر چکی ہے وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح کوئی سہارا ملے۔“

”الفضل نے ہمارے متعلق لکھا ہے کہ تم کہتے ہو کہ مسلم لیگ کے ساتھ مل جاؤ۔ کیا وہ تمہیں مسلمان سمجھتی ہے اور تمہیں لینے کو تیار بھی ہے۔ مان لو کہ مسلم لیگ ہمیں لینے کو تیار نہیں۔ تو کیا اس صورت میں ہم دوسری قوم کے غلام بن جائیں؟ نہیں۔ اگر ان لوگوں کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور وہ کلمہ گوؤں کو اپنے میں سے نکالنے پر مصر ہوں۔ تو ہم اپنی جگہ پر کھڑے رہیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے، کہ ہمیں ہمارے خدا نے پیٹھ ردکا مقام دیا ہے۔ ہم غلام نہیں بنیں گے۔“

حضرت مولانا رحؒ کی ان تصریحات کی روشنی میں جماعت احمدیہ لاہور کی سمت متعین ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس کے اخبارات اور اراکین نے پاکستان کے حق میں کھلے بندوں کام کیا۔ اور ایک دینی فریضہ سمجھ کر سرگرم عمل رہے۔ اس ضمن میں ہمارے انگریزی ہفت روزہ ”لائٹ“ کا ذکر حیاتِ قائد اعظم کا جزو بن چکا تحریک پاکستان کے دوران وائسرائے نے قائد اعظم سے ”جمہوریت ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے“ کے اعلان سے متعلق سوال کیا، تو آپ نے اخبار ”لائٹ“ کا اداریہ وائسرائے کے سامنے رکھ دیا۔ ”لائٹ“ کی خدمات کا ذکر روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور کے ڈائری نویس مشہور صحافی اور لیگی جناب م۔ش نے حال ہی میں بایں الفاظ کیا ہے:۔

”انگریزی ہفتگی ”لائٹ“ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کا ایک ذمہ دار جریدہ ہے .... اس اخبار کو یہ غیر فانی شہرت حاصل ہے کہ اس کے کالموں میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید کے دور آغاز میں ہی یونی نسٹ پارٹی کے مقابلے پر مسلم لیگ کی بھرپور حمایت ہوتی رہی ہے۔“

(نوائے وقت ۱۱ر اگست ۱۹۸۱ء)

مارچ ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر صدر محترم قائد اعظم محمد علی جناح اور معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے ہفت روزہ پیغامِ صلح نے ۱۱ر مارچ کے شمارہ میں لکھا:۔

”مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس کا جھٹلانا آسان نہیں۔ برادرانِ وطن کا ایک کثیر طبقہ اور ان کے زیر اثر بعض مسلمان بھی سب کچھ دیکھتے اور سمجھنے کے باوجود اس حقیقت کے اعتراف میں تامل کرتے کرتے ہیں لیکن ان کی زبانیں جو کچھ کہتی ہیں۔ ان کے دلوں میں اور ضمیروں کی آواز یقیناً اس کے برعکس ہے۔“

۲۳ر مارچ کو مسلم لیگ نے تاریخی قرارداد لاہور پاس کی جس کی رُو سے مسلمانوں کا نصب العین ہندوستان میں آزاد مسلم وطن **پاکستان** کا قیام قرار پایا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ”پیغامِ صلح“ نے ۳ر اپریل کے اداریہ میں اس قرارداد کو خوش آمدید کہتے ہوئے لکھا:۔

”آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت کامیاب رہا۔ اس میں اسلامی ہند کے سیاسی اکابر اور نمائندے جمع ہوئے۔ موجودہ سیاسی صورتِ حالات پر انہوں نے احتیاط و تدبر سے غور کیا، مسٹر جناح کا خطبہ صدارت نہایت جامع مدلل اور فکرِ صحیح کا عمدہ نمونہ تھا۔ ـــــ لیگ کے اس سالانہ اجلاس نے زیادہ صفائی و وضاحت کے ساتھ دنیا پر ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی جماعت صرف مسلم لیگ ہے۔ اور مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو چکی ہے۔ اس کے جمود و بےعملی کا دور ختم ہو چکا ہے اور اب اس نے عزم بلند کے ساتھ ایک زبردست سیاسی جدوجہد کے میدان میں قدم رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ارادوں اور ہمت میں برکت دے اور اسے مسلمانانِ ہند کی صحیح قیادت کی توفیق عطا فرمائے۔“

....

”مسلم لیگ کی اس قرارداد کو نہ صرف اسلامی ہند کی متفقہ تائید بلکہ حق و انصاف اور تدبر و معقولیت کی زبردست و کامل حمایت بھی حاصل ہے۔ سیاسی میدان میں کام کرنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کی پوری کوشش کریں گے۔ یہ کام قربانی اور جدوجہد چاہتا ہے بیشک یہ بہت مشکل کام ہے۔ لیکن مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا تحفظ بھی اسی پر ہے۔ اگر مسلمان عزم و ہمت سے کام لیں تو انشاء اللہ یہ قرارداد ضرور عملی شکل اختیار کر کے رہے گی۔“

۱۹۴۵ء کے اواخر میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے بعد صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات قریب آئے تو حضرت مولانا محمد علی رحؒ امیر جماعت احمدیہ لاہور نے جماعت کو مخاطب کر کے لکھا:۔

”مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلہ میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی نے اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ کہ مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے، اور مسلمانوں کے سیاسی اتحاد کا اب دوسرا کوئی مرکز نہیں ہو سکتا۔ اس وقت جو مسلمان جماعتیں مسلم لیگ سے علیحدگی کر کے یا ان کے مقابل پر علیحدہ سیاسی مرکز بنانا چاہتی ہیں وہ اپنی قوت کو ہی بیکار نہیں کر رہی بلکہ مسلمان قوم اور اس کے ساتھ خود اسلام کو نقصان پہنچا رہی ہیں.......

اس وقت جبکہ صوبہ وار اسمبلیوں کے انتخابات ہمارے سامنے ہیں میں اپنے احباب کو بالخصوص اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارا فرض صرف اسی قدر نہیں کہ اپنی ذاتی رائے سے مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ بلکہ اس وقت ہم کو اپنی ساری قوت اس کام کے لئے خرچ کرنا چاہئے ہماری جماعت کے آدمی سارے ہندوستان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں اس لئے اگر ہم میں سے ہر شخص اپنی جگہ یہ کوشش کرے تو یہ کوشش بہت موثر ہو سکتی ہے۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے یہ قوت موجود ہے کہ وہ خدا کی رضا کے سامنے دنیوی مفاد

کو قربان کر دیتی ہے اس لئے ہم میں سے کسی شخص کو یہ کمزوری نہ دکھانی چاہیئے کہ وہ کسی دنیوی لالچ یا دنیوی مفاد کے خیال سے اسلام کے اتحاد کو نقصان پہنچائے۔ ہم نے ایک بڑی جماعت سے صرف اسی لئے علیحدگی اختیار کی ہے کہ ہمارے نزدیک ان کے عقائد سے اتحادِ اسلامی کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لئے ہمیں اب بھی کسی دنیوی مفاد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو کچھ ہو سکے اتحادِ اسلام کو کامیاب بنانے کے لئے کرنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارا مسلک یہی ہے کہ ہم سیاسیات سے الگ رہ کر تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا کام کریں۔ مگر اتحادِ اسلام کا سوال ایک بنیادی سوال ہے اور اس وقت مسلم لیگ ہندوستان میں اتحادِ اسلام کی نمائندہ ہے جس کے لئے کوئی دوسری صورت ہی نظر نہیں آتی اس لئے اس وقت ہمیں اتحادِ اسلام کے اہم سوال کو مدِنظر رکھتے ہوئے مسلم لیگ کی امداد میں ساعی ہونا چاہیئے اور جو کچھ ہماری طاقت میں ہو اس کی کامیابی کے لئے کرنا چاہیئے۔"

(پیغام صلح مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۴۶ء)

۱۹۴۵ء کے اختتام پر مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی ہوئی تو جماعت نے حضرت مولانا مرحوم کی قیادت میں درج ذیل قرارداد منظور کی:-

"یوم مسرت پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی قرارداد۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی سو فیصدی کامیابی پر بارگاہ الٰہی میں سجدہ شکر بجالاتا ہے اور مسلمانانِ ہند اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے، یہ اجتماع تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ صوبائی انتخابات میں بھی اسی طرح مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب بنا کر اپنی یک جہتی اور وحدت ملی کا ثبوت دیں اور مخالفین پر ثابت کر دیں کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور اسی کی قوت میں مسلمانوں کی قوت اور برتری کا راز مضمر ہے۔ واللہ المستعان

(۱۷ر جنوری ۱۹۴۶ء)

"مسلم لیگ پر کامل اعتماد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایک اجلاس مورخہ ۶ر جولائی ۱۹۴۵ء نماز جمعہ کے بعد مسجد احمدیہ لاہور میں منعقد ہوا اور حسب ذیل قراردادیں منظور ہوئیں:-

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع تمام سیاسی اولو میں آل انڈیا مسلم لیگ کو ہی تمام مسلمانانِ ہند کی نمائندہ جماعت قرار دیتا ہے۔ اور قائدِ اعظم محمد علی جناح پر کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔

اس اجلاس کی رائے میں مسلم لیگ ہی اس بات کا حق رکھتی ہے کہ وہ وائسرائے کی مجوزہ ایگزیکٹو کونسل کے ممبران کو نامزد کرے اور کوئی دیگر جماعت نہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اور نہ ان کا اعتماد رکھتی ہے"۔

(پیغام صلح ۱۱ر جولائی ۱۹۴۵ء صـ ۶ کالم ۱)

حضرت مولانا رح اپنے مسلک پر بدستور قائم رہے۔ ۲۸ر مارچ ۱۹۴۷ء کو خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا:۔

"گاندھی جی کے حامیوں کو اس بات سے صدمہ ہوا ہے کہ کہیں بی بی سی پر یہ کہہ دیا گیا کہ گاندھی جی کو وائیسرائے نے ہندوؤں کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے بلایا ہے۔ ان کو صدمہ اس بات سے ہوا ہے کہ گاندھی جی کو ہندوؤں کا نمائندہ کیوں کہہ دیا گیا۔ وہ ان کے نزدیک سارے ہندوستان کا نمائندہ ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں، حالانکہ مسلمان انہیں اپنا نمائندہ ماننے کے لئے تیار نہیں"۔.........

...... دوسرا گروہ ہم مسلمانوں کا ہے جس کو مسلم لیگ کا گروہ کہنا چاہیئے۔ ان کا مطالبہ محض اس قدر ہے کہ جن علاقوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔ لیکن جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کے ہاتھ میں حکومت ہونی چاہیئے۔ بڑا سیدھا سادا سوال ہے۔ اس میں کوئی فریب نہیں۔ دھوکہ بازی نہیں، اکثریت کا سوال ہے جس طرح اپنی اکثریت کے علاقوں میں اپنی حکومت مسلمان چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کی کثرت کے صوبوں میں ہندوؤں کی حکومت تسلیم کرتے ہیں"۔

(پیغام صلح اپریل ۱۹۴۷ء)

۵ ہزار کا عطیہ

حضرت مولانا کا آخری بیان پیش کرنے سے قبل اسی شمارے کی ایک خبر پڑھ لیجئے جس سے اندازہ ہو گا کہ اس جماعت نے قلم اور زبان سے ہی نہیں بلکہ سرمائے سے بھی اعانت کی ہے:۔

"پنجاب مسلم لیگ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا عطیہ۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے پانچ ہزار روپیہ پنجاب مسلم لیگ فنڈ میں بطور عطیہ پیش کیا ہے۔ یہ رقم ان مصیبت زدگان کی امداد پر صرف ہو گی، جنہیں حالیہ فسادات میں نقصان پہنچا ہے۔ اس سے قبل بہار ریلیف فنڈ کے لئے انجمن اور اس کے مقتدر ممبران نے قریباً ۱۵ ہزار روپیہ مسلم لیگ کی معرفت بہار ریلیف فنڈ میں دیا تھا۔ مسعود بیگ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور"۔

۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء

کو پاکستان معرضِ وجود میں آچکا تھا۔ اس دن "پیغام صلح" نے ایک خاص نمبر شائع کیا جس کے سرورق پر حضرت قائد اعظم رح کی تصویر شائع کی، اس پرچہ میں اکابر جماعت کے بلند پایہ مضامین شائع ہوئے۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے "ہدیہ تبریک بہ تقریب سعید قیام پاکستان" پیش کیا جس کے قیمتی الفاظ کے ساتھ اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے جس سے عالمِ اسلام کے اس عظیم دینی رہنما کی عظمت کا اندازہ ہو سکے گا:-

۱- میں سب سے پہلے قائدِ اعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جن کے خدا پر بھروسہ اور دن رات کی ان تھک کوششوں سے، جن کے عزم و استقلال سے، جن کی دُور بینی سے، جن کی بے نفسی سے، جن کی زبردست قوتِ مقابلہ سے، جن کی وسعت قلبی سے آج مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان نعمت سے متمتع کیا ہے، کہ انہیں ہندوستان کے ایک حصہ پر حکومت عطا فرمائی

اے خدا تو اس مردِ مجاہد کی عمر اور صحت میں برکت دے اور اسے اور ہم سب کو توفیق عطا فرما کہ ہم تیری اس نعمت کو لئے ہوئے تیرے شکر گذار بندے بنیں اور ہمارے سر عاجزی سے اسکے در پر جھکے رہیں۔ مسلمان دوسروں پر حکومت کریں تو خدا کے عاجز بندے بن کر حکومت کریں۔

۲- میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان سب مسلمانوں کی خدمت میں، ان کے عوام اور رؤسا کی خدمت میں جن کی قربانیوں سے پاکستان بنا بالخصوص اُن عوام کی خدمت میں جن کی قربانیوں میں کسی قسم کی لوثِ غرضِ نفسانی کی ملاوٹ نہ تھی جو قربانیاں کرنے میں آگے آگے تھے اور ان سے فائدہ اُٹھانے میں پیچھے ہوں گے۔ ان میں سب سے بڑی قربانی وہ ہے جس نے مسلمان قوم کے اندر اتحاد پیدا کیا اور ان سب سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اتحاد کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھے اور اس میں اور ترقی دے ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا۔ ہمارے دلوں میں کلمہ گوؤں کے ساتھ کسی قسم کا حسد اور کینہ باقی نہ رہے۔ اور ان مسلمان بھائیوں کو بھی جو ابھی تک اتحاد میں شامل نہیں ہوئے یہ سمجھ عطا فرما کہ ان کی قوت کا راز اتحاد میں ہے اور ٹکڑے ٹکڑے بن کر ان میں سے آج کسی کو عزت مل جائے تو کل کو وہ سب ذلیل ہوں گے۔ خود وہ بھی ذلیل ہو گا۔

۳- میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اُن غیر معلوم انسانوں کی خدمت میں جن کی آہ کی دعائیں اور بارگاہِ الٰہی میں گریہ و زاری اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور نصرت کو لانے کا ذریعہ بنی ہے اور جن کی کوششوں سے خدا کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔

۴- بالآخر میں دعائے مغفرت و ترقی درجات کرتا ہوں ان بزرگوں کے لئے جنہوں نے اس ملک میں تبلیغ اسلام کا وہ بیج بویا جس کا پھل آج ہم پاکستان کے رنگ میں کھا رہے ہیں۔ اگر ان بزرگوں نے یہ بنیاد نہ رکھی ہوتی تو آج نہ صرف پاکستان ہی ہمارے وہم میں نہ آسکتا تھا، بلکہ ہم میں سے کروڑ ہا انسان

(باقی بر صـ ۲ کالم ۳)

عبادت الٰہی کا حکم انسان کے اندر حسن کردار پیدا کرنے کی غرض سے دیا گیا ہے

والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مساکین اور مسافر کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

خدا کے عطا کردہ مال و دولت میں بخل سے کام لینا ناشکرا پن اور ذلت و رسوائی کا موجب ہے

خطبہ جمعہ
مؤرخہ ۵ نومبر ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احسانا ــــــ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضٰعفھا ویؤت من لدنہ اجراً عظیماً۔
(النساء: ۳۷ تا ۴۰)

فرمایا اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو، اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے قیام اور تمہاری پرورش کے لئے ساری کی ساری کائنات پیدا کی۔ غرض خدا تعالےٰ جو تمہارا خالق و محسن ہے اس کی عبادت کرو اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ ولا تشرکوا بہ شیئاً اس کے مقابل پر کسی انسان، کسی حیوان اور سورج و قمر کو شریک نہ ٹھہراؤ، اس کے سوائے نہ کوئی خالق ہے اور نہ ہی محسن ہے جس کی پرستش کی جائے۔

توحید کامل قائم کرنے کی غرض سے محبوبِ خدا نے فرمایا لا اقول لکم عندی خزائن اللہ میں تمہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں اور میں تمہیں مالامال کر دوں گا میں اعلان کرتا ہوں کہ میرے پاس خزانے نہیں ہیں۔ اور نہ میں خدا تعالےٰ کے خزانوں کا چابی بردار ہوں۔ اس لئے وہ لوگ جو اپنی مرادیں مانگنے کے لئے میرے پاس آئیں میں ان کو کہہ دیتا ہوں کہ میرے پاس خزانے نہیں ہیں ولا اعلم الغیب میں غیب کی باتیں بھی نہیں جانتا کہ تمہاری قسمت میں یہ لکھا ہے وہ لکھا ہے اور تم کو سلطنت عطا کی جائے گی وغیرہ ولا اقول انی ملک میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں . . . .

. . . .

میں تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ میرے پاس خدا کا پیغام آتا ہے۔ اس کی میں پیروی کرتا ہوں، پس عبادت کے لائق وہی خالق و مالک خدا ہے، اس کے مقابل پر کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا حکم یہ دیا۔ وبالوالدین احسانا ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ ان کا ادب کرو۔ ان کی خدمت کرو، اور ان سے احسان سے پیش آؤ۔ اس حکم کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے یہ بہت بڑے کلچر کی بات ہے۔ جن لوگوں کے گھروں میں ادب آداب اور کلچر نہیں ہے وہ کیا ادب آداب سکھائیں گے

علاوہ ازیں فرمایا وبذی القربیٰ کوئی خالہ ہے کوئی پھوپھی ہے، کوئی چچی اور چچا یا ماموں ہے، ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ رشتہ داروں کے بغیر خاندان کی عزت و وقار نہیں ہوتی، جن کے گھروں میں تفرقہ ہو، ان کی عزت ختم ہو جاتی ہے۔ اچھے اچھے خاندان جب تفرقہ کا شکار ہو جاتے ہیں تو ان کی عزت برباد ہو جاتی ہے۔ جس طرح ایک خاندان کی عزت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح ایک قوم کی عزت تفرقے کے باعث باقی نہیں رہتی اس لئے خاندانوں اور قوموں میں اتفاق و اتحاد اور ادب و آداب کے قیام کی بڑی ضرورت ہے۔

اس کے بعد قوم کے کمزور اور محتاج حصے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا والیتٰمیٰ یتیم قوم کا ایک حصہ ہے۔ ان کی مناسب تعلیم و تربیت کرنا ضروری ہے یتیم خانے کھول دینا اور بچوں کو گلی محلوں میں بھیک مانگنے کے لئے بھیج دینا اور ان کی بھیک کو ذریعہ آمدنی ٹھہرانا نہایت مذموم طریق ہے۔ اسلام حکم دیتا ہے کہ یتیم کی تکریم کی جائے اور اس کی مناسب پرورش اور تربیت کی جائے۔ قوم کے اس حصہ کو آج بری طرح برباد کیا جا رہا ہے۔

پھر مساکین اور محتاج بھی قوم میں ہوتے ہیں۔ فرمایا ان کی خبر گیری کرو۔ مگر ان پر روپیہ خرچ کر کے احسان مت جتلاؤ۔ احسان جتلانے سے محتاج کے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ ایسا کرنے سے احسان برباد ہو جاتا ہے۔ فرمایا والجار ذی القربیٰ والجار الجنب۔ قریبی پڑوسی یا اجنبی پڑوسی ہو اس سے ہر رنگ میں اچھا برتاؤ کرو۔ غیر مسلم ہمسایہ کو یقین ہونا چاہیئے کہ ہمارا مسلمان ہمسایہ ہمارے لئے امن و اطمینان کا موجب ہے۔ اس کو یقین ہو کہ اسلام قبول کر کے انسان نیک اور صالح بن جاتا ہے اور بنی نوع کا خیر خواہ ہو جاتا ہے والصاحب بالجنب پاس بیٹھنے والے ساتھی کا بھی خیال رکھا جائے۔ سفر میں کوئی ساتھی ہو جاتا ہے۔ افریقن ہو یا عرب مسلم ہو یا غیر مسلم ہو، سب کے ساتھ اچھا سلوک کرو مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے ساتھی سے اچھا برتاؤ کرے اور کوئی ایسی حرکت اس سے سرزد نہ ہو جو ساتھ سفر کرنے والے یا ساتھ کام کرنے والے کی رنجش کا موجب ہو وابن السبیل مسافر کو بھی تکلیفیں پیش آتی ہیں، ان سے بھی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ وما ملکت ایمانکم اور جو تمہارے ماتحت یا ملازم وغیرہ ہوں ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو۔

غرض تمام مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا سیکھو۔ المخلوق عیال اللہ۔ تمام کے تمام بنی نوع انسان اللہ تعالےٰ کا کنبہ ہیں۔ ان سب سے محبت و مودت سے پیش آؤ۔ ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً۔ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مختال وہ ہے جو اپنے مال و دولت کو جتلاتا رہتا ہے۔ اپنی ذہانت اور کاروبار پر تکبر و فخر کرتا ہے اور اپنی چالاکیوں کا ذکر کر کے کہتا ہے کہ ہم فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہونے دیتے کہ کیا کر رہے ہیں کبھی آباؤ اجداد کا بڑے فخر سے ذکر کرتا ہے اور اپنے خاندان کی بڑائی کی شیخی مارتا ہے۔

مزید فرمایا الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ایسے بھی لوگ ہیں جو لاکھوں کروڑوں روپے کے مالک ہوتے ہیں لیکن وہ بخل سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کی تلقین کرتے ہیں کہ روپیہ بچانا چاہیئے اور جائز اور ضروری جگہ پر بھی خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں ویکتمون ما اتٰھم اللہ من فضلہ وہ اپنے مال و دولت کو جو اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے، اس کو چھپاتے ہیں۔ میں نے ایک لکھ پتی آدمی کو دیکھا ہے وہ ایک دندان ساز کی دکان پر معمولی ادنےٰ قسم کے کپڑوں میں گیا تا کہ دندان ساز اس کو امیر شخص سمجھ کر زیادہ فیس نہ طلب کرے۔

اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ یہ مال و دولت ہمارے فضل کی وجہ سے ہے اور وہ اس کے

(باقی بر صفحہ ۷ کالم ۱)

تحقیقی مقالے کا ایک ورق

بشیر احمد سوز، ایم۔ اے

حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قرآن کریم

(بشیر احمد سوز نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کی منظوری سے ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ـــــ حضرت مولانا محمد علیؒ لاہوری بحیثیت مفسرِ قرآن ـــــ لکھا۔ یہ مضمون اس مقالے کا ایک حصہ ہے۔)

حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کی زندگی کا سب سے نمایاں اور تابناک پہلو قرآن کریم سے تعلق ہے۔ آپ نے قرآنی گھرانے میں آنکھ کھولی اور قرآنی فضا میں پرورش پائی۔ آپ کے والد بزرگوار قرآن کریم کے حافظ اور فارسی زبان کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہیں قرآن کریم سے بہت عشق تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے۔ انہوں نے اپنے مکان کے ساتھ ایک مسجد بنوا رکھی تھی جس میں خود امامت کرتے اور گاؤں کے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے تھے اور رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھاتے تھے۔

حضرت مولینا صاحبؒ جب کپور تھلہ کے ہائی سکول میں زیرِ تعلیم تھے۔ تو آپ کے والد بزرگوار کا معمول تھا کہ اپنے گاؤں سے ہر ہفتہ کی شام گھوڑے پر کپور تھلہ جاتے جو وہاں سے دس کوس کے فاصلہ پر تھا وہاں سے وہ اپنے دونوں بچوں (حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ اور حضرت مولینا عزیز بخش صاحبؒ) کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا کر گھر لے آتے۔ پھر اتوار کی شام کو کپور تھلہ چھوڑ آتے۔

حافظ صاحب راستہ بھر قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے بچوں کے کانوں میں رس گھولتے رہتے۔ ان پر دم درود کرتے اور ان کی حفاظت اول و آخر کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ـــــ حافظ صاحب کی نیکی دینداری اور قرآن کریم کی بکثرت تلاوت اور دل سے نکلی ہوئی پیار بھری دعاؤں کا اثر تھا کہ قرآن کریم سے عشق و محبت اور اس کی خدمت و اشاعت کا جذبہ و عشق اپنی تمام ترقوتوں اور رعنائیوں کے ساتھ حضرت مولینا محمد علی صاحبؒ کے دل میں... جلوہ گر ہوا۔

چنانچہ حافظ فتح الدین صاحب نے عشقِ قرآن کی جو چنگاری اپنے لختِ جگر میں لگائی وہ شعلہ بن کر بھڑکی۔ اب نہ معلوم نہ جانے کتنے تاریک دل اس سے منور ہو گئے اور آئندہ نہ جانے کتنی مضطرب روحیں اس سے سکون و سرور حاصل کریں گی۔

حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عشقِ قرآن کی جو دولت اپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں پائی اس سے اپنے بچپن اور لڑکپن کی دنیا کو بہرہ مند کرتے رہے۔ زمانہ طالب علمی میں مسجد میں پابندی کے ساتھ پانچوں وقت نمازوں کی ادائیگی عشقِ قرآن کریم کو دو آتشہ کر رہی تھی۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ دنیاوی علم حاصل کرنے کے بعد حضرت مولینا صاحبؒ نے قادیان میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں اسلام اور مذاہب عالم کی تعلیم و تحقیق جاری تھی۔ برکاتِ تعلیمِ اسلام کے پھیلانے کے انتظامات کئے جا رہے تھے۔ وہاں دن رات قرآن و حدیث کا چرچا اور اس پر عمل کی تحریک جاری تھی۔ اس وقت قادیان برصغیر ہند و پاک کی امتِ مسلمہ کی روشن امیدوں کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کا اظہار و اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگر تم نے اس زمانہ میں ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ اس فرقہ کی شکل میں ملے گا جو قادیان میں پیدا ہوا ہے۔"

(حرف اقبال، ص ۱۲۲)

یہ تھا ماحول جس میں حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن مجید جاننے اور سمجھنے کا موقعہ ملا۔ حضرت مولانا صاحب کو بانی تحریکؑ کا قرب حاصل تھا۔ جن کے متعلق علامہ اقبال نے لکھا تھا:-

"موجودہ ہندی مسلمانوں میں مرزا غلام احمد قادیانی سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔" (رسالہ انڈین اینٹی کویری ستمبر ۱۹۰۰ء)

اور حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:-

"ایک مرتبہ مجھے ایک بہت بڑے شخص یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبال رحؒ نے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کرنے والے بہت لوگ نظر آتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ عشق کرنے والے حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔"

(شہادت حقہ ص ۱۱)

شمس العلماء مولینا ممتاز علی صاحب لکھتے ہیں:-

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں منصباً تو مسیح موعود نہیں مانتے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ہدایت و رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی کا کام کرتی تھی۔"

(شہادت حقہ ص ۱۸)

مدیر اخبار میونسپل گزٹ لاہور لکھتے ہیں:-

"مرزا صاحب علم و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے نہایت رنج ہوا۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اُٹھ گیا۔" (اخبار میونسپل گزٹ لاہور)

(شہادت حقہ ص ۲۲)

حضرت بانی تحریک علیہ السلام کے قرب کے علاوہ جن سے حضرت مولینا رحؒ نے اکتسابِ فیض علمِ قرآن کیا وہ حضرت حکیم مولینا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ مشہور و معروف عالم دین اور فاضل حدیث تھے۔ اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے ہر جگہ آپ کی شہرت پھیلی ہوئی تھی، آپ نہایت ہی لائق و قابل طبیب ہونے کے علاوہ علوم دینیہ کے عالم بے بدل اور فاضلِ اجل تھے۔ آپ کا ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس کی عظمت اور کتابوں کی شہرت مشہور تھی، مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی مسئلہ پوچھتا تو بیٹھے بیٹھائے فرما دیتے کہ فلاں عالم نے فلاں کتاب میں فلاں جگہ یہ لکھا ہے۔ قرآن کریم سے تو عشق تھا۔ جوانی میں دہلی، لکھنؤ، رامپور اور بھوپال وغیرہ تحصیل علم کے لئے گئے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی حاضر ہوئے۔ وہاں کچھ عرصہ شاہ عبدالعزیز کے حلقہ درس و ارادت میں شامل رہے اور علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ واپس لاہور آئے تو ریاست جموں میں شاہی طبیب ہو گئے۔ معقول مشاہرہ ملتا تھا۔ لیکن درس و تدریس کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا۔ آپ کے علم کا ایک دریا تھا جو بہہ رہا تھا۔ آپ کی زندگی کا نمایاں پہلو قرآن کریم سے عشق تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو قرآن کا علم بخشا تھا۔ اور آپ نے اسے دوسروں تک پہنچانے میں دن رات ایک کر دیا۔ جب تک زندہ رہے قرآن کریم کا درس و تدریس آپ کا روزانہ کا مشغلہ تھا۔ اور اس سے ہر شخص نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق فیض اُٹھایا۔

قرآن کریم کا جو علم حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو اصحاب سے حاصل کیا اور جن کے للہی قرب سے آپ نے دینِ اسلام کی اشاعت کا درد اور قرآن کا عشق اور اس کو دنیا میں پھیلانے کی تڑپ اپنے دل میں لی، اس کا اعتراف آپ نے مختلف موقعوں پر کئی رنگ میں کیا ہے۔ تفسیر بیان القرآن کے دیباچے میں رقمطراز ہیں:-

"گو قرآن شریف کی اس ناچیز خدمت میں میں نے سلف صالحین کی محنت سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے مگر میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ اور اس کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرم حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم ہیں۔ اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کوئی فائدہ پہنچے تو وہ جہاں میرے لئے دعا کرے ان بزرگوں کے لئے بھی دعا کرے میں محض مٹی ہوں۔ اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھونکی ہوئی روح ہے۔"

ایک موقعہ پر کہتے ہیں :

"یہ برکت (معرفت علوم قرآن) در حقیقت اسی وجود کی ہے جس کے قدموں میں بیٹھ کر یہ قرآن کا علم ہمیں حاصل ہوا۔ اس نے (بانی سلسلہ احمدیہؑ) ہمیں صحیح راستہ پر ڈالا۔"

(خطبہ جمعہ۔ اگست ۱۹۴۹ء)

ایک اور جگہ حضرت مولیناؒ لکھتے ہیں :۔

"آپ کے (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کے زبردست اندرونی جذبات کا کوئی حصہ کسی نے پایا ہو یا نہ، میرے مردہ دل کو آپ کا یہ جذبہ تبلیغ زندہ کر گیا۔ یہ وہی آپ کے انوار قلب کی کوئی کرن ہے جو میرے دل پر نشان ڈال گئی جس نے میرے اندر یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ میرے دل کی آرزو ہے۔ یہی میرا جنون ہے اور گو بعض لوگ میرے اس جنون سے تنگ آئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بزرگ تو یہاں تک تنگ آئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ میرے قریباً ہر خطبہ جمعہ پر جب تک ایک گالیوں کا خط نہ لکھ لیں ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ جنون ابھی کمزور ہے میں گو اپنے ہر خطبہ میں تبلیغ قرآن یا ترجمہ یا تعلیم قرآن یا قرآن پر عمل کی طرف توجہ دلاتا ہوں مگر میں خود ایک کمزور آدمی ہوں۔ اس لئے میری بات کا اثر بھی کم ہے۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ جس دن اس سب جماعت میں جنون پیدا ہو گیا اس دن ساری مسلمان قوم کے اندر ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ غم اشاعت قرآن جو مسیح موعود کے دل کو تڑپاتا تھا، ساری قوم میں سرایت کر جائے وہ دن اسلام کے غلبہ کا دن ہوگا۔"

(خطبہ جمعہ ۱۹ اگست ۱۹۴۶ء)

چنانچہ حضرت مولانا کی زندگی سراپا عشق قرآن تھی۔ آپ نے قرآنی ماحول میں ہی آنکھ کھولی اور قرآنی راہوں میں اپنا بڑھاپا لگا دیا۔ حضرت مولیناؒ جس طرح قرآنی نور کی ضیا پاشیوں سے خود متمتع ہو رہے تھے اسی طرح آپ چاہتے تھے کہ یہ نور سب کے ہی دلوں کو اجالا کر دے۔

مولینا صاحب کے نزدیک قرآن کریم سے گرانقدر اور عزیز ترین شئے اور کوئی چیز نہیں تھی۔ سن ۱۹۱۰ء میں حضرت مولینا صاحب کی دوسری شادی ہوئی۔ اس موقعہ پر آپ نے ایک خوبصورت ہفت رنگ قرآن مجید یعنی سب سے محبوب چیز اپنی اہلیہ کو تحفہ میں دی اور یکم مئی ۱۹۴۶ء کو اس پر یہ عبارت اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائی :۔

"تحفہ محبت، جو اپریل ۱۹۱۰ء کے آخری ایام میں (شادی) کے موقعہ پر میں نے زوجہ ام مہر النساء بیگم کو دیا۔ آج اس تعلق محبت کی چھتیسویں سالگرہ پر اس پر یہ یادداشت ثبت کی گئی۔ یہی عرصہ میری زندگی کا وہ کارنامہ ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے مجھ سے اپنے کلام پاک کی خدمت کا بہترین کام لیا اور زوجہ ام مہر النساء کی بے نفسی اور محبت کو اس کام کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔"

(خاکسار۔ محمد علی یکم مئی ۱۹۴۶ء)

حضرت مولانا رحؒ کی زندگی کو پرکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی خدمت و اشاعت ان کے سراپے پر کلیتہً مستولی ہو چکی تھی۔ آپ کے خیالات و جذبات اور احساسات و تصورات پر قرآن کریم ہی چھایا ہوا تھا۔ سوتے جاگتے آپ کو یہی فکر دامنگیر ہے۔ آپ خدمت قرآن کے کام سے تھکتے نہ تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر آپ فرماتے ہیں :۔

"ستر سال کی عمر کو پہنچ جانے اور طرح طرح کی بیماریوں کا شکار اور کمزور ہونے کے باوجود جب کبھی میں نے خدمت دین کے کسی کام پر ہاتھ ڈالا تو میرے اندر ایک نئی قوت پیدا ہو گئی ہے میں بہت ورزش کرنے والا بہت چلنے والا اور بہت تیز چلنے والا تھا، پچیس پچیس تیس تیس میل کبھی ایک دن میں چل لیتا تھا۔ مگر اب دو اڑھائی میل چل کر ہی تھک جاتا ہوں۔ جسم ناتواں ہو گیا ہے۔ لیکن قرآن کی خدمت کے کسی کام کو جب بھی ہاتھ ڈالتا ہوں تو میں تھکتا نہیں بلکہ جسم میں ایک نئی قوت آجاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۱۱ جولائی ۱۹۴۷ء)

قرآن کریم سے عشق و خدمت کا اظہار آپ نے جن طرق سے کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

— تلاوت قرآن کریم
— درس قرآن کریم
— تفسیر قرآن کریم
— اشاعت قرآن کریم

تلاوت قرآن کریم

قرآن کریم کی تلاوت حضرت مولیناؒ کی گھٹی میں پڑی تھی۔ بچپن اور لڑکپن میں حضرت والد صاحب کی پرسوز اور پر ترنم تلاوت قرآن کانوں سے گذر کر دل کو روحانی سرور سے معمور کرتی۔ سکول اور کالج کے زمانہ میں مساجد میں پانچوں وقت نمازوں میں تلاوت قرآن سنتے سناتے رہے۔ قادیان کی قرآنی فضاؤں میں مولینا سید الکریم صاحب سیالکوٹی کی تلاوت قرآن کریم میں رس گھولتی رہی۔

حضرت مولینا محمد علی صاحب باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے اور اس پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔ آپ کی تلاوت قرآن کریم میں ترنم، سوز اور عجیب گریہ و زاری کا رنگ غالب تھا۔ نہ صرف تلاوت قرآن کریم پر آپ کا خود عمل تھا بلکہ عزیز رشتہ داروں اور جماعت کو بھی اس کی تاکید و تلقین کرتے اور بار بار اس امر کی طرف توجہ دلاتے۔ قیام کوئٹہ کے دوران اپنے لڑکے حامد فاروق کو ولایت میں اعلیٰ تعلیم کے لئے روانہ کیا تو ایک بند لفافہ دیا اور تاکید کی کہ اس کو ولایت جا کر پڑھنا۔ منجملہ دیگر نصائح کے ایک نصیحت یہ بھی مرقوم تھی :۔

"نماز کی پابندی کرنا۔ روزانہ صبح اٹھ کر نماز ضرور پڑھنا اور دو چار آیات قرآن کی ضرور تلاوت کرنا۔ اس عادت پر ایسی پختگی سے قائم ہونا کہ اور کوئی کام رہ جائے مگر یہ نہ رہے۔"

آپ نے اپنے خطبات، تقاریر اور مراسلات و مضامین میں بار بار تلاوت قرآن کریم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا :۔

"میں احباب سے درخواست کروں گا کہ وہ قرآن کریم سے ایک دلی عشق اور محبت پیدا کریں اور اور اسے بار بار پڑھیں۔ ہر مرد اور عورت قرآن کریم کا کچھ حصہ بلا ناغہ روزانہ پڑھے اور اس کے لئے بہترین وقت فجر کا ہے۔ پھر دوسروں سے قرآن کریم پڑھوا کر سننا بھی سنت ہے۔ جو لوگ قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتے ان کو قرآن کریم پڑھایا جائے۔ اور قرآن کریم کا کوئی حصہ حفظ بھی کیا جائے۔"

(مورخہ ۱۱/۴)

ایک دوسرے موقعہ پر مولینا رحؒ فرماتے ہیں :۔

"قرآن پڑھو مگر اس طرح نہ پڑھو کہ اس کے لفظ تمہاری زبان پر تو ہوں مگر تمہارے دلوں میں نہ اتریں۔ قرآن کا اصل مقام انسانوں کی زبانیں نہیں انسانوں کے دل ہیں۔ قرآن کریم کو پڑھو مفہوم سمجھ کر پڑھو۔ مگر اس کا مقام اس سے بھی بلند تر ہے۔ اس کو اپنے قلوب پر وارد کرو۔ یہ قلب نبوی پر اترا ہے فانہ نزلہ علی قلبک۔ اور قلب ہی اس کا مقام ہے۔ اس کو اس طرح پڑھو گویا تمہارے قلب پر اترا رہا ہے۔ یقیناً یہ اللہ تعالےٰ کے الفاظ ہیں تم ان سے قوت اس وقت حاصل کر سکتے ہو جب یہ تمہارے قلب سے نکلیں"

(پیغام صلح ۱۲/۵ ۳)

حضرت مولانا رحؒ نے مزید فرمایا :۔

"قرآن کریم کے پڑھنے سے انسان کے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کا انحصار اس توجہ پر ہے جس سے انسان خدا کے اس کلام کو پڑھتا ہے۔ قرآن کریم کے بہا علوم کے خزانے قیامت تک جاری رہیں گے۔ یہ ایسا سمندر ہے جس کا دروازہ کسی انسان کے لئے بند نہیں۔ مگر اس کے اندر سے قیمتی اشیاء کو حاصل کرنے کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم کس قدر جد و جہد اس کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔

میں اپنے احباب کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا کی مشکلات کا حل قرآن کریم سے کرنے کی کوشش کریں ان مشکلات پر غور کرو، بطور اصول اس بات کو مد نظر رکھو کہ دنیا کی مشکلات کا حل خدا پر ایمان میں ہے اور خدا پر ایمان جس قدر قرآن سے پیدا ہوتا ہے اور کسی چیز سے پیدا نہیں ہوتا۔۔۔۔ آپ لوگ قرآن کو پڑھیں سوچ کر اور غور سے پڑھیں خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کسی کو وہ علم دیدے

جس سے مخلوق کو فائدہ پہنچے۔"

(خطبہ جمعہ اگست ۱۹۴۹ء)

ایک موقعہ حضرت مولینا بستر علالت سے اُٹھے ابھی کمزوری کی وجہ سے آپ کچھ لکھ نہ سکتے تھے۔ لیکن بستر پر سے ہی آپؒ نے لکھا کہ:۔

"قرآن کے وعدوں پر جب تک ہمارے دلوں میں کامل ایمان پیدا نہ ہو اس وقت تک دعا کے لئے سچی تڑپ پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کو بہت کثرت سے پڑھیں، اس کے الفاظ کی قوت و شوکت ان کے دلوں میں قوت پیدا کر دے گی، فرمایا اپنے گھروں کے اندر کسی کونے میں ایک چھوٹی سی غار بنا لو جہاں بیٹھ کر دنیا و مافیہا سے الگ ہو جاؤ اور جو وقت میسر آئے وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھو۔ اور پڑھتے ہوئے دعائیں مانگو۔"

(مجاہد کبیر ص ۳۲۷)

مزید لکھتے ہیں:۔

"کبھی تنہائی میں موقعہ مل جائے اور دل میں انشراح ہو تو ذکر الہٰی کو لمبا کر دیں .... صرف ایک بات مدِنظر رکھنی چاہیئے کہ یہ لفظ صرف زبان سے ادا نہ ہوں بلکہ دل کی گہرائیوں میں پہنچ جائیں۔ اس کے لئے ابتداء میں بڑی جد و جہد کی ضرورت ہوگی۔ یوں بھی قرآن کریم کو آہستگی سے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم ہے ——

ورتل القرآن ترتیلا

کیونکہ ٹھہر کر پڑھنے سے یہ لفظ زبان سے اُتر کر دل میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور جب انسان ٹھہر کر پڑھے اور اس کے مفہوم کو دل تک پہنچانے کی کوشش کرے تو آہستہ آہستہ وہ وقت بھی آن پڑ جاتا ہے کہ وہی لفظ پہلے دل سے نکلتے ہیں اور پھر زبان پر آتے ہیں اور یہی خدا کے قرب اور اس کی قبولیت کا مقام ہے۔ کہ انسان کے منہ سے وہ بات نکلے جو پہلے اس کے دل سے اُٹھے۔"

(خطاب $\frac{۱۲}{۵}$ ۸)

شیخ محمد یوسف گرنیتی مرحوم حضرت مولیناؒ کے سفر مانگروں کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

"رات کے وقت ہال کمرے کے ایک کونے میں ایک چھوٹے سے کمرے میں کچھ روشنی باہر نکلتی دکھائی دی۔ دروازے سے اندر جھانکا۔ تو دیکھا کہ حضرت مولاناؒ نماز کی نیت باندھے کھڑے ہیں۔ سامنے ایک اُونچی میز پر قرآن مجید کھلا ہے۔ حضرت کی پیٹھ میری طرف تھی اور آپ نماز کی نیت باندھے کھڑے قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے قرآن مجید کا ورق اُلٹا اور پڑھتے رہے اور کافی دیر کے بعد آپ نے ذرا پیچھے ہٹ کر رکوع و سجود کیا اور سجدے میں بہت دیر لگائی پھر کھڑے ہو کر میز کے قریب ہو گئے اور قرآن مجید پڑھنے لگے۔"

(مجاہد کبیر ص ۲۷۸)

تلاوت قرآن کریم کے بارے میں قدر تکرار اور تاکید و تلقین مولینا محمد علی صاحبؒ کے عشق قرآن کی ترجمان ہے۔ یہ امر ہر وقت آپ کے قلب پر مستولی تھا۔ یہاں تک کہ اس سے متعلق آپ کو کشف بھی ہوتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

۳ر مارچ ۱۹۵۱ء

۱۸ر ستمبر یا ۱۹ ستمبر کے بعد کی رات تھی اور میری حالت بہت خراب تھی میاں نصیر احمد صاحب میرے پاس بیٹھے ہوئے (اور کچھ عزیز بھی موجود تھے) سورۃ یٰسین مجھے سنا رہے ہیں۔ چونکہ وہ ٹارچ کی روشنی سے پڑھتے تھے بعض وقت غلطی بھی کر جاتے تو اصلاح کر دیتا۔ ایک آنی نظارہ اس حالت میں یہ دیکھا کہ میں ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر اکیلا کھڑا ہوں اور نہیں جانتا کہ اب کس طرح یہاں سے کسی امن کے مقام پر پہنچوں گا۔ کہ غیبی طاقت نے مجھے اُٹھایا اور مجھے لا کر ایسی جگہ رکھ دیا۔ جہاں میرے ارد گرد قرآن کریم کے پڑھنے کی آوازیں آ رہی ہیں اور سارے کا مجمع جس میں مجھے دکھا گیا قرآن کریم پڑھ رہا ہے۔ یہ حالت جاتی رہی تو میاں نصیر احمد ابھی سورۃ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ حضرت مولینا سفر میں ہمیشہ اپنے ساتھ قرآن کریم رکھتے تھے پڑھتے رہتے۔ غرضیکہ قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے سے تھکتے نہ تھے۔ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو دل کے درد کی وجہ سے ڈاکٹر نے مارفیا کا ٹیکہ لگا دیا مگر مارفیا کی بے ہوشی بھی اس تہجد گذار اور شب بیدار انسان کو سلا نہ سکی۔ اپنے لئے فاروقی صاحب کو طلب کر کے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ چنانچہ ٹارچ کی روشنی میں قرآن کریم سنایا گیا۔ پڑھنے میں کبھی غلطی ہو جائے تو

چند واقعات

(محترم الحاج حافظ چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب نے یوم محمد علیؒ کے موقعہ پر ایک تقریر فرمائی جس کے چیدہ چیدہ اقتباس درج ذیل ہیں)

——— ۱۹۲۱ء میں خواجہ کمال الدین صاحبؒ اور میں ہندوستان کے دورے پر تھے ہم قائداعظم کے پاس بھی گئے۔ ہم نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ انہوں نے غور اور دلچسپی سے بات سُنی۔ ہماری باتیں سُن کر چونکہ اُٹھے اور ہمیں اپنی لائبریری میں لے گئے، ان کی لائبریری کی شان بھی دیکھنے کی تھی اس لائبریری میں سب سے اُونچی جگہ جو کتاب رکھی تھی وہ انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن تھی جو حضرت مولینا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف تھی۔ یہ پہلا ایڈیشن تھا، انہوں نے فرمایا کہ یہ ترجمہ و تفسیر میرے مطالعہ میں رہتی ہے۔ انہوں نے حضرت امیر مرحوم کی علمی خدمات کو بڑا سراہا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں انگلستان میں گیا ہوں، ووکنگ مشن میں نے دیکھا ہے۔ میں وہاں کے امام صاحب سے ملا ہوں ۱۹۴۰ء میں انہوں نے ایک تقریر میں حضرت مولینا رحؒ کے بارے میں ذکر کیا۔ جو اگلے روز تمام اخبارات میں شائع ہوئی۔

——— مدراس میں سیٹھ عبداللہ الہ دین بہت بڑے سوداگر تھے، جب قادیانی جماعت سے اختلاف ہوا، ہم ان کے ہاں پہنچے، ہفتہ عشرہ وہاں گذارا، حضرت امیر مرحوم کا ذکر چلا، انہوں نے اعتراف کیا کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا انسان اور کوئی نہیں دیکھا۔

——— ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت امیر مرحوم تقریر فرما رہے تھے۔ احباب سلسلہ کے علاوہ غیر از جماعت اصحاب بھی کثرت سے جمع تھے، وہاں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی موجود تھے۔ دوران تقریر عیسائیت کا ذکر ہوا اور آپ نے ان میں تبلیغ کرنے کے بارے میں تحریک فرمائی تو مولوی ثناء اللہ صاحب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ ہو کر عیسائیوں کا مقابلہ کروں گا۔ یہ اثر تھا حضرت امیر مرحوم کے خطبات کا۔

——— مولینا ظفر علی صاحب نے تحریک احمدیت پر حملے کئے اور اخبار زمیندار میں بڑی مخالفت کی۔ حضرت امیر مرحوم نے مدلل جواب لکھا تو اس کے زیر اثر اخبار زمیندار میں مخالفت کی شدت میں کمی ہو گئی۔

——— ایک دفعہ مولینا محمد علی جوہر آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ یورپ کے دوروں میں لوگ مجھ سے تفسیر کے متعلق پوچھتے ہیں کہ تم نے کی ہے اس لئے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کہہ دوں کہ ہاں میں نے ہی کی ہے، اس پر حضرت امیرؒ کہنے لگے اس میں کیا شک ہے یہ تفسیر محمد علی نے ہی تو کی ہے۔

——— عطاء اللہ شاہ بخاری بڑے شعلہ بیان مقرر تھے۔ انہوں نے مخالفت سلسلہ میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، ایک دفعہ قادیانیوں کے خلاف ختم نبوت پر تقریر کی اور دلائل دیئے تقریر ختم ہوئی تو کسی نے ان کی بغل سے کتاب لی، دیکھا تو کتاب "النبوۃ فی الاسلام" تھی جو حضرت امیر مرحوم کی تالیف کردہ ہے۔ کسی نے کہا واہ مولوی صاحب ہم نے دیکھ لیا آپ کو، آج پتہ چلا کہ ختم نبوت کے سلسلہ میں جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ کہاں سے حاصل کرتے ہیں۔ شاہ صاحب حاضر جواب تو تھے فوراً بول اُٹھے، ہتھیار خواہ کسی کا بھی تیار کردہ ہو اسے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں وہ تلوار جو کافر کی تیار کردہ ہو اس سے جہاد میں کام لیا جا سکتا ہے۔

——— مولینا عبدالماجد صاحب دریا بادی مشہور عالم دین ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر مرحوم کے ترجمہ و تفسیر کی افادیت اور عظمت کا اعتراف برملا کیا ہے اور کہا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر نے مجھے دہریت سے نجات دلائی ہے۔ ایک مولوی صاحب ان کے پاس گئے کہ قادیانیوں کے خلاف فتویٰ کفر پر دستخط کر دیں۔ مولینا عبدالماجد نے صاف انکار کر دیا اور جواب دیا کہ میں بزدل نہیں ہوں مگر خدا سے ڈرتا ہوں میں مسلمان کو کافر قرار نہیں دے سکتا۔

——— ایک دفعہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قرآن کریم کا درس دے رہے تھے، حضرت مولینا رحؒ نے یہ درس سُنا تو فرمانے لگے کاش! بیان القرآن کے مترجم و مفسر میری بجائے ڈاکٹر صاحب ہوتے۔

کتنے پیارے تھے ہمارے حضرت امیر مرحوم کہ ہمیشہ کے لئے یاد رہیں گے۔ اللہ تعالےٰ ان پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

جناب محمد الرحمٰن صاحب پشاور

حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی صاحب کی خدماتِ اسلام

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ط —— (۸۲ - ۱۵۴) ——

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان پیدا ہوتے ہیں اور کچھ زندگی کا وقت پورا کر کے چل بستے ہیں۔ ان ہی انسانوں میں سے بعض ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جو خلیفۃ اللہ کا درجہ حاصل کرتی ہیں۔ بعض ہستیاں ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتی ہیں اور (LIFE IN DEATH) کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ ان کو ہم مُردہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ زندہ جاوید ہوتے ہیں۔ ان سے اس قسم کے کارنامے ہوتے ہیں جو ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتے ہیں۔ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ انہی نامور ہستیوں میں سے ہیں جو اپنے عظیم کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی حاصل کر چکے ہیں۔

آپ نے چھبیس ۲۶ سال کی عمر میں جب عین شباب کا زمانہ تھا حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے آپ کو خدا کی راہ میں فروخت کر دیا۔ غالباً یہ ۱۸۹۷ء کا زمانہ تھا اس وقت آپ ایم اے کرنے کے بعد ایک کالج میں بطور پروفیسر کام کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور اس کے بعد ای اے سی کے امتحان میں آپ کا نام درج ہو چکا تھا کہ مامورِ وقت کی پکار پر اپنا سب کچھ چھوڑ کر خدا کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

یہ ایثار یہ قربانی رائیگاں جانے والی نہ تھی جو خدا کے ہو جاتے ہیں خدا ان کا ہو جاتا ہے۔ آپ نے مامورِ وقت کو ایک خط لکھا جس کی نقل کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں اس سے اس مقدس ہستی کی عظمت کا اندازہ ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ خط انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی دلی تڑپ اور خواہش کو پورا کرتے ہوئے تحریر فرمایا تھا۔ یہ خط ۲۳ مارچ ۱۹۰۰ء کا ہے:—

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ سیدی و مولائی
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

حضور نے کل ظہر کے وقت جو ارشاد فرمایا تھا کہ اس عاجز کو بھی چاہیئے کہ مستقل طور پر یہاں ہی رہائش اختیار کرے۔ اس کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ جب پچھلی گذشتہ دنوں اس جگہ قیام کی اجازت لیکر خدمت اقدس ہوا تھا تو اس وقت میرے دل میں سوائے اس کے اور کوئی ارادہ نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔ کہ شاید اسی قیام کے اثنا میں کوئی ایسی سبیل نکل آئے کہ دنیا کے سب دھندوں سے الگ ہو کر ہر وقت حضور کے قدموں میں رہنا نصیب ہو جائے اور یہی سب سے بڑی آرزو دل میں موجود ہے۔ وطن میں جو ایک دو دفعہ جانے کا اتفاق ہوا ہے تو سوائے خوشنودی والدین اور کوئی امر مدنظر نہ تھا۔ اور یہ تو میرے دل میں وہم تک بھی نہیں گذرا کہ اب اس آبائی گھر میں جا کر کبھی رہائش اختیار کروں۔ آپ کے قدموں میں ہوں اور آپ کا غلام ہوں اور آپ سے ہی درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس وعدہ پر تادم زیست قائم رہنے کی توفیق دے اور اسی ایمان پر اٹھا دے جب اور جس طرح حضور حکم دیں میں رہنے اور کام کرنے کو تیار ہوں۔ اگرچہ اس دعویٰ کو پیش کرنے کے وقت بہت ڈرتا ہوں۔ کیونکہ سب ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مگر چونکہ حضور خود بھی یہ وعدہ بیعت کے وقت لیتے ہیں اس لئے میں نے بھی عرض کرنے کی جرأت کی ہے۔ یعنی ان الفاظ کے (میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا) یہی معنی ہیں۔ کہ بیعت کنندہ اپنے آپ کو مع اپنے تمام قویٰ کے مُرسل من اللہ کے حوالے کر دے۔

رہائش کے متعلق صرف یہ آرزو ہے کہ کوئی ایسا مکان ہو جس میں حضور کا قرب بھی حاصل ہو اور پردہ بھی رہے جیسے یہ جگہ ہے۔ جہاں حضور نے اب اس عاجز کو ٹھہرنے کی اجازت دی ہے۔ کام وکالت کرنے کی صورت میں مستقل ارادہ ہے کہ ہر ہفتہ حاضر خدمت ہوا کروں۔ اور اسی وجہ سے دور جانا بھی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بُعد سے دل پر بہت سے زنگ بیٹھ جاتے ہیں۔ اس لئے جہاں حضور حکم دیں مکان بنوا لوں۔ میں اس وقت گھر سے کچھ روپیہ اسی کام کے لئے منگوا لوں گا۔

خاکسار محمد علی
۲۳ مارچ ۱۹۰۰ء

حضرت مسیح موعودؑ نے اسی خط کے پشت پر یہ تحریر فرمایا۔

"محبی اخویم مولوی صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مجھ کو اس وقت آپ کے خط پانے سے بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ کہ اندازہ سے باہر ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو مرادات دارین تک پہنچائے۔ میں مکان کی تجویز میں ہر وقت لگا ہوا ہوں۔ امید ہے خاطر خواہ مکانات بہت قریب مل جائیں گے گو بالفعل آپ کے لئے یہ مکان کافی ہوگا اور میں نے محض آپ کی نیت سے اس مکان کو بنایا تھا۔ اور کوئی غرض نہ تھی۔ مگر چونکہ زنانہ مکان کے لئے کچھ وسعت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ تمام لوازم پورے ہو سکیں۔ دوسری اسی فکر میں ہوں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ تمام اذکار ہائے رفع کر کے مرادات تک پہنچا دے گا۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ
۲۳ مارچ ۱۹۰۰ء"

مندرجہ بالا خط سے حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کا جذبہ ایمان اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ارادہ ظاہر ہے۔ اس ارادہ کے مطابق آپ تمام دنیا کی خواہشات اور لذات کو چھوڑ کر حضرت صاحبؑ کے ارشاد کے مطابق ان کے قدموں میں جا بیٹھے اور اشاعت اسلام کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ اخبار الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء کے پرچہ میں آپ کے متعلق یہ نوٹ ہے:—

"حضرت مولینا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کی دینی خدمت قابل رشک ہے آپ تقریباً دو سال سے دارالامان میں بیٹھے ہیں۔ خدمت دین میں مصروف ہیں۔ دو تین سال کے اندر جس قدر انگریزی اخبارات اور کتابیں شائع ہوئی ہیں یہ سب مولوی صاحب موصوف کی للہی خدمت کا نتیجہ ہے۔"

حضرت مسیح موعودؑ عمیق نظر سے آپ کا مطالعہ کرتے رہے۔ اور آپ نے پھر یہ رائے ظاہر کی کہ:—

"ہماری جماعت میں اوّل درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی ہیں۔ جنہوں نے علاوہ اپنی لیاقتوں کے ابھی وکالت میں بھی امتحان پاس کیا ہے اور اپنا حرج کر کے چند ماہ سے ایک دینی کام کے انجام کے لئے یعنی بعض میری تصنیفات کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے میرے پاس قادیان میں مقیم ہیں ۔۔۔ اور میں اس مدت میں یعنی جب سے کہ وہ میرے پاس ہیں، ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا، اخلاق اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔ سو خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری میں اور شرافت کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ پایا ہے۔ غریب طبع۔ باحیا، نیک اندرون پرہیزگار آدمی ہے۔ اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے ۔۔۔۔۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہونہار لڑکے جو ہمہ صفت موصوف ہوں اور ہر طرح سے لائق اور معزز درجہ کے آدمی تلاش کرنے سے نہیں ملتے۔"

(مجموعہ اشتہارات ۹ اگست ۱۸۹۹ء جلد ہشتم صفحہ ۴)

اور اس کے بعد اکتوبر ۱۸۹۹ء میں ایک اور موقع پر تحریر فرمایا:—

"اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور نوجوان صالح خدا کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے۔ یعنی حبی فی اللہ مولوی محمد علی

صاحب ایم اے پلیڈر ہیں۔ میں ان کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں۔ اور وہ ایک مدت سے دنیاوی کاروبار کا حرج کرکے خدمتِ دین کے لئے قادیان میں مقیم ہیں۔ اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے حقائق و معارف قرآن شریف سُن رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقوےٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا۔ جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر آمین ثم آمین۔"

(مجموعہ اشتہارات ۴ر اکتوبر ۱۸۹۹ء جلد ہشتم صفحہ ۱)

یقیناً خدا کے مامورؑ کی فراست خطا نہیں گئی۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں حضرت امیر مرحوم نے ترقی کی اعلیٰ منازل طے کیں۔ آپ تقوےٰ اور محبت دین پر ایسے ثابت قدم رہے کہ دنیا کے ذہنوں میں ایک خوشگوار انقلاب لانے کا موجب ہوئے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی اشاعت اسلام میں صرف کی۔ اس قلیل عرصۂ حیات میں آپ نے اسلام پر کوئی ساٹھ کے قریب ضخیم کتابیں لکھیں اور نوّے کے قریب پمفلٹ اور ٹریکٹ لکھے۔ آپ نے جس مسئلہ پر بھی قلم اُٹھایا اس پر سیر حاصل بحث کی۔ اور معترضین کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہو کر رہ گئے۔ آپ نے جہاں حضرت صاحبؑ کے مضامین کا انگریزی ترجمہ کیا وہاں ساتھ ہی حضرت صاحبؑ کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے تفسیر قرآن بزبان انگریزی لکھ کر دنیائے انسانیت پر ایک احسانِ عظیم کیا۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ نے اپنی اس آرزو کا اظہار "ازالہ اوہام" میں بدیں الفاظ کیا ہے:۔

"سو میری صلاح ہے کہ بجائے ان وعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں اور اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا جیسا کہ مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۳)

پھر حضرت صاحبؑ لکھتے ہیں:۔

"میں چاہتا ہوں کہ ایک کتاب "تعلیم اسلام" کی لکھوں اور مولوی محمد علی صاحب ترجمہ کریں۔ اس کتاب کے تین حصے ہوں گے ایک یہ کہ اللہ کے سامنے ہمارے کیا فرائض ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے ہم پر کیا حقوق ہیں۔ تیسرے یہ کہ بنی نوع انسان کے ہم پر کیا حقوق ہیں۔"

اسی طرح اخبار "بدر" ۲ر فروری ۱۹۰۷ء میں یہ درج ہے:۔

"۱۴ر فروری ۱۹۰۷ء کو مولوی محمد علی صاحب کو حضرت اقدسؑ نے بلوا کر فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنے کے لئے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جائے۔ اور یہ کام آپ کا ہے آجکل جو ان ملکوں میں اسلام نہیں پھیلتا اس کا سبب یہی ہے۔ کہ وہ اسلام کی حقیقتوں سے باخبر نہیں ہیں .... ان لوگوں کا حق ہے کہ ان کو حقیقی اسلام دکھایا جائے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے اور وہ امتیازی باتیں جو خدا تعالیٰ نے اس سلسلے میں رکھی ہیں وہ ان پر ظاہر کرنا چاہیئے .... ان سب باتوں کو جمع کیا جائے جن کے ساتھ اسلام کی عزت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔"

اسی ضمن میں حضرت صاحبؑ نے ایک کشف دیکھا جس کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتایا گیا کہ تفسیر قرآن ہے۔ جس کو علی نے تالیف کیا اور علی اب تجھ کو دیتا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۳)

حضرت صاحبؑ نے خود تفسیر لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ مگر مصلحت الٰہی یہی تھی کہ مندرجہ بالا کشف پورا ہو۔ کہ علی ایک تفسیر لکھے اور آپ کو پیش کرے۔ چنانچہ امیر مرحوم تفسیر انگریزی کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"اس تفسیر کی بہترین باتیں اس زمانہ کے سب سے بڑے مذہبی رہنما حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قلب سے میرے قلب میں آئی ہیں میں نے سیر ہو کر علم کے اس چشمے سے پانی پیا ہے جو اس مصلح عظیم مہدی و مجدّد صد چہاردہم بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بہایا ہے۔"

قلمی جہاد کے لئے حضرت مولینا محمد علی صاحب مرحوم کا منتخب کیا جانا حضرت صاحبؑ کو ایک رؤیا میں بتایا گیا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"پھر میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب آ رہے ہیں اور ان کے ساتھ میں نے مصافحہ کیا۔ اور السلام علیکم کہا مولوی صاحب نے ایک چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی۔ کہا کہ بشپ پادریوں کا جو افسر ہے وہ بھی اس سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اس طرح سے ہے جیسے خرگوش ہوتا ہے۔ بادامی رنگ۔ اس کے آگے ایک بڑی نلی لگی ہوئی ہے۔ اور نالی سے آگے ایک قلم لگا ہوا ہے۔ جس سے وہ قلم بڑی آسانی سے چلتا ہے۔ میں نے کہا۔ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا، میں نے کہا میں مولوی صاحب کو دیدوں گا۔"

حضرت صاحبؑ نے قلم سے یہ تعبیر لی ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد علیؒ صاحب کے دل میں ایسی طاقت پیدا کر دے گا۔ کہ وہ مخالفین کے رد میں اعلیٰ مضامین لکھیں۔

واقعی اللہ تعالیٰ نے امیر مرحوم کو وہ طاقت بخشی کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی عطا کردہ قلم کے ذریعے ہزاروں، سینکڑوں بلکہ لاکھوں انسانوں کی رستگاری کا اور ان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا ذریعہ بنے۔ جب تک دنیا ہے اس وقت تک اس قلم سے جو کچھ صفحہ قرطاس پر آیا۔ وہ انسانوں کی روحانی لذات کا موجب ہوگا:۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اور رؤیا میں آپ کو "مجدّد السلام" کا خطاب عطا کیا ہے۔ یقیناً آپ اپنے قلم کے زور سے ہاں اس قلم سے جو موعود حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو دی تھی۔ مجدد السلام ثابت ہوئے۔ بعض غیر احمدی احباب جو پڑھے لکھے تھے۔ جب ان سے حضرت صاحبؑ کے دعاوی پر بحث ہوتی تو کہہ دیتے کہ اگر مولوی محمد علی صاحب مجدّد ہونے کا دعوےٰ کرتے تو ہم مان لیتے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی تھی۔ کہ حضرت مولینا مرحوم نے جو کام کیا ہے۔ وہ اس قدر ہے کہ مجدّد کے رتبہ تک پہنچ سکتے ہیں مگر میں ان کو جواب دیتا کہ حضرت مولینا صاحب فرماتے ہیں ؎

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

آپ کو منصور کا خطاب بھی ملا۔ آپ نے پانچ ہزار فوج کے ذریعہ دنیا کے قلوب کو فتح کرنے کا عہد کیا۔ آج ساری جماعت نہایت قلیل تعداد میں ہی کوئی پانچ ہزار کے قریب ہوگی۔ مگر دنیا کے قلوب کو مسخر کرنے والی۔ دنیا کے رہنے والوں کو راہ ہدایت دکھانے والی۔ یہ اسی منصور اعظم کی قلم اور خدائی قلم کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔

حضرت امیر مرحوم کی اس تفسیر کے مطالعہ سے کئی سعید روحیں راہ ہدایت پا گئی ہیں میں یہاں پر صرف ایک دو اشخاص کی آراء نقل کروں گا۔ جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق شیخ محمد اکرام ایم اے اپنی کتاب رود کوثر کے صفحہ ۱۸۱ پر لکھتے ہیں:۔

"لاہوری جماعت احمدیہ کا نظم و نسق انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں ہے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی جنہوں نے اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مذہب کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اس جماعت کے صدر رہے ....

ایک اہم کام جو یہ جماعت کر رہی ہے قرآن مجید کی اشاعت ہے بالخصوص انگریزی دان مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ کا ترجمہ و تفسیر قرآن انگریزی زبان میں پہلا ترجمہ تھا جو کسی مسلمان کے ہاتھوں انجام پایا۔ ترجمے کے علاوہ آپ نے کلام مجید کی مختلف سورتوں کی تقسیم و ترتیب کرکے ان کے مضامین کے خلاصہ میں مطالب قرآنی کو واضح کیا ہے۔ اور کوشش کی ہے کہ صرف الفاظ پر ہی ترجمہ نہ رہے بلکہ کلام مجید کے ارشادات اور خیالات بھی صاف

ذہن نشین ہو جائیں۔"

"آج کل کلام مجید کے متعدد انگریزی ترجمے شائع ہو رہے ہیں لیکن شرف اولیت مولوی محمد علی صاحب کے ترجمے ہی کو حاصل ہے اور گذشتہ ربع صدی میں انگریزی خواں طبقے کو قرآن سے جو زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی ہے، اس کا ایک بڑا سبب مولوی محمد علی صاحب کا ترجمۃ القرآن ہے۔"

مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب لکھتے ہیں :۔

"مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو مہتم بالشان خدمت سرانجام دی ہے، اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف کئی ہزار غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی۔ بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آگئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسرت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے جب میں ظلمتوں اور دہریت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا۔ میرے لئے شمع ہدایت بن کر آئیں اور مجھے اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا۔"

اخبار ریاست دہلی لکھتا ہے :۔

"نسلِ انسانی نے جو اب تک تصنیف و تالیف کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں ان میں مولینا محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمۃ القرآن ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔" (مجاہد کبیر ص ۱۵۰)

اخبار ایڈووکیٹ لکھنؤ لکھتا ہے :۔

"ہم مولینا محمد علی صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں کہ ان کا یہ ترجمہ سب تراجم سے بڑھ چڑھ کر ہے۔"

(مجاہد کبیر ص ۱۵۰)

الحاج حافظ غلام سرور صاحب جنہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ خود بھی کیا تھا، لکھتے ہیں:

"پچھلے تینتیس ۳۳ سال سے مولینا محمد علی صاحب نے اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ان کا انگریزی ترجمۃ القرآن صرف ایک ہی کتاب نہیں ہے جو انہوں نے لکھی ہو اس کی وجہ سے ان کا نام قرآن کی خدمت کرنے والوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ۱۹۱۷ء سے جب یہ ترجمہ چھپا ہے اس کی قدر و قیمت بڑھتی جا رہی ہے۔ انگریزی زبان میں کوئی اور ترجمہ یا تفسیر قرآن ایسی نہیں جو مولینا محمد علی صاحب کی اس معرکۃ الآراء تصنیف کا مقابلہ کر سکے۔"

اسی طرح مولانا محمد علی جوہر مدیر "کامریڈ" نے بھی حضرت مولینا محمد علی صاحب کے ترجمے کی بہت تعریف کی ہے لکھا ہے :۔

"قریباً یہی وہ وقت تھا جبکہ ایک مشفق دوست نے ایک ایسا تحفہ ہمیں پیش کیا جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی یہ قرآن کریم کا نسخہ تھا جو نہایت اعلیٰ درجہ پر چھپوایا گیا ہے اور اس کے ساتھ انگریزی زبان میں نہایت صحیح ترجمہ اور معلومات سے بھرے ہوئے نوٹ درج ہیں جو قرآن کریم کی تفاسیر اور صحف یہود و نصاریٰ کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہیں۔ یہ میرے فاضل ہمنام مولینا محمد علی صاحب لاہوری کا کارنامہ ہے جو ایک بہت بڑی جماعت کے لیڈر ہیں۔

یہ ترجمہ اور اس کے حواشی اس ذہر کا نہایت ضروری تریاق ہیں جو سیل۔ راڈویل اور پامر جیسے انگریزی مترجمین کے نٹ نوٹوں میں پایا جاتا ہے"

یہ صرف چند آرا حضرت امیر مرحوم کے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کے متعلق درج ہیں جو سینکڑوں ہزاروں لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کا سبب بنی ہے۔

آپ نے اپنے قلیل عرصہ حیات میں اسلام کے خوبصورت چہرہ کو دنیا کے سامنے بے نقاب کر دیا۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ قرآن کریم اور سیرت نبوی ہر ایک پڑھے لکھے غیر مسلم کے ہاتھ میں دی جائے۔ چنانچہ اپنی وفات سے پہلے آپ نے سات کتابوں کا ایک سیٹ تیار کر کے خواہش ظاہر کی کہ دنیا کی ہر لائبریری میں ان کو پہنچا دیا جائے اور یہ کام آپ نے اپنی زندگی میں شروع کر دیا مگر زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام ہمارے ذمہ رہ گیا۔ اللہ تعالےٰ آپکی روح پُرفتوح پر ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

ہمیں اپنے بزرگوں کی سیرت و خدماتِ دینیہ کو سُننے سنانے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ انکے نقش قدم پر چل کر اعلےٰ اخلاق و اعمال کی نظائر قائم کرنا چاہیئیں

خطبات حضرت امیر مرحوم کو کتابی صورت دینے کا پروگرام

لائل پور میں "یوم محمد علی" کے موقعہ پر علماء سلسلہ کی تقاریر

(بشیر احمد سوز)

۱۳ اکتوبر بروز بدھ بعد از نماز مغرب جماعت احمدیہ لائل پور میں حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی برسی منائی گئی۔ اس موقعہ پر علماء سلسلہ نے امیر مرحوم کی سوانح حیات و سیرت اور آپ کی عظیم الشان خدمات دینیہ پر ایمان افروز روشنی ڈالتے ہوئے اس مجاہد کبیر خادم اسلام بزرگ شخصیت کو خراج عقیدت پیش کیا اور مرحوم کی روح پُرفتوح کی بلندی درجات کے لئے دعائیں کیں۔

یہ تقریب صدر جماعت احمدیہ لائلپور جناب محترم میاں رشید احمد صاحب مسرت کی صدارت میں منعقد ہوئی محترم حافظ عبدالرؤف صاحب اور دو عزیز بچوں نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔

محترم شیخ اشفاق صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام —

اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے

ترنم سے پڑھا سیکرٹری جماعت جناب ملک نذر حسین صاحب نے ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے۔ بعد ازاں جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، جناب مولینا محمد یحییٰ بٹ صاحب، محترم علی محمد ماچی صاحب اور مکرم مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب نے تقاریر کیں جن میں حضرت امیر مرحوم کی حیات و خدمات دینیہ پر بھرپور روشنی ڈالی اور اسلام کے اس فرزندِ رشید کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔

مقررین نے کہا کہ ہمیں اپنے ان بزرگوں کی سیرت اور ان کی عظیم الشان خدماتِ اسلامیہ کے سننے سنانے پر ہی مکتفی نہ ہونا چاہیئے بلکہ ان کو مشعل راہ بنا کر اپنی زندگیوں کو اسلام و سلسلہ کی ترقی و ترویج کے لئے وقف کر دینا چاہیئے۔ اپنے بزرگوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا یہی ایک مناسب طریق ہے۔ اس طرح سے ہی ہم دین و ملت اور بنی نوع انسان کی حقیقی خدمت و رہنمائی کر سکتے ہیں۔

آخر میں صدر جلسہ جناب میاں رشید احمد مسرت نے اپنی صدارتی تقریر میں حضرت امیر مرحوم کی خدمات کو سراہا اور مقررین حضرات کی تقاریر کو سبق آموز اور ایمان افروز قرار دیا۔ اور کہا کہ ہمیں حضرت امیر مرحوم کی زندگی پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، خصوصاً اس دور میں جبکہ اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے نوجوانوں کو اس شمع سے اپنی زندگی کی راہوں کو روشن کرنا چاہیئے اور حضرت امیر مرحوم کی انتھک علمی و تبلیغی خدمات کو سامنے رکھ کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ویسا ہی جذب و عشق پیدا کرنا چاہیئے۔

محترم صدر جلسہ نے فرمایا کہ جماعت کے نوجوان طبقہ کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور قوم کو اپنے نوجوانوں کے لئے تعلیم و تربیت کے ایسے مواقع پیدا کرنے کی فکر کرنا چاہیئے جہاں وہ علم و عمل سے مسلح ہو کر اسلام اور جماعت کے لئے مفید ثابت ہوں اور اعلیٰ خدمات بجا لائیں قرآنی علوم سے بہرہ ور ہو کر نسل انسانی کو اس سے فیض یاب کریں۔ آخر میں آپ نے مقررین حضرات، مہمان حضرات اور حاضرین کرام کا شکریہ ادا کیا اور دعا کے بعد یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

صدر جماعت جناب میاں رشید احمد مسرت ... نے مہمان حضرات کی پرتکلف ضیافت کی۔ رات کو اپنے ہاں قیام کا بندوبست کیا اور نمازِ فجر کے بعد علی الصبح ناشتہ کے بعد مہمانوں کو الوداع کہا۔

اس روز شام کو مہمان حضرات کو شام کی چائے کی دعوت پہ سیکرٹری

(باقی بر صفحہ ۷ کالم ۲)

خطبہ جمعہ

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

فضل کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔ اس لئے فرمایا واعتدنا للکفرین عذابًا مھینًا۔ ایسا کرنے سے اجتناب کرو ورنہ ہم نے ایسے ناشکر گذار لوگوں کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہاں ناشکرے کے ہیں جس کے پاس صحت ہے، علم ہے، دولت ہے، موٹریں اور کوٹھیاں ہیں لیکن ناشکرا ہے ہمیشہ بخل سے کام لیتا اور خدا کے دیئے ہوئے میں سے خدا کی مخلوق کو فائدہ نہیں پہنچاتا اور یہی ظاہر کرتا ہے کہ میں غریب ہوں۔ فرمایا ایسا شخص ایسے عذاب میں گرفتار ہو جائے گا جو اس کے لئے ذلت اور رسوائی کا موجب ہوگا۔

والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس اور وہ لوگ جو اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں، کبھی اپنے مکان کے سامنے دیگ چڑھا دیتے ہیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ہم غریب غرباء کے لئے کھانے پینے کا سامان کرتے ہیں یا اس خیال سے قومی کاموں میں چندہ وغیرہ دیتے ہیں کہ گورنر صاحب خوش ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر۔ انہیں خدا اور یوم آخر پر یقین نہیں ہوتا۔ ان کو یہ ایمان نہیں کہ خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اس وقت اپنی اس نمود و نمائش کی جوابدہی کرنی ہوگی ومن یکن الشیطان لہ قرینًا فساء قرینًا جن کا شیطان ساتھی بن جائے وہ بہت برا ساتھی ہے۔ وما ذا علیھم لو امنوا باللہ والیوم الاخر وانفقوا مما رزقھم اللہ ان کا کیا بگڑ جاتا اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے اور جو کچھ اللہ نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے۔ وکان اللہ بھم علیما انہوں نے جس رنگ میں خدا کا دیا ہوا مال صرف کیا اچھا یا برا اس کا خدا تعالےٰ کو خوب علم ہے ان کو اسی رنگ کا بدلہ میسر آئے گا۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ اللہ تعالےٰ کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا تم خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہو۔ وان تک حسنۃ یضٰعفھا ویؤت من لدنہ اجرًا عظیما اگر کوئی نیکی ہو تو اللہ تعالےٰ اس کو کئی گنا بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا اجر عطا کرتا ہے اس لئے ایسا طریق اختیار کرنا چاہیئے کہ نیکیاں ضائع نہ ہو جائیں۔

یہ برکت کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں بڑے چھوٹے کو نیکی کی طرف توجہ ہے کسی کی عبادت کا اللہ تعالےٰ کو کوئی فائدہ نہیں، اگر سارا جہان خدا تعالےٰ کی عبادت کرتا رہے تو اس کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور اگر سارا جہان اس کا منکر ہو جائے تو اس کا کچھ کمی نہیں کرتا۔ یہ احکام جو اللہ تعالےٰ نے دیئے ہیں یہ ہمارے اندر کردار پیدا کرنے کے لئے ہیں ضروری ہے کہ تم مخلوق خدا کے محسن و مربی بن جاؤ۔ روزے اور نماز کے احکام کردار و سیرت پیدا کرنے کی غرض سے دیئے گئے ہیں۔ آیئے ہم مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہماری مغفرت فرمائے۔ ہماری غفلتوں کو دور کرے۔ ہمیں اپنی رضا کی راہوں چلنے کی توفیق دے کہ اخلاص سے ہم حضور نبی کریم صلعم کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اور اپنے اعمال سے ظاہر کریں کہ اسلام نفع بخش اور زندگی بخش ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمدٍ والہ واصحابہ اجمعین۔

لائل پور میں یوم محمد علیؒ

(بسلسلہ صفحہ ۲۶)

جماعت احمدیہ لائل پور جناب ملک نذیر حسین صاحب نے تبلایا کہ مقامی جماعت نے حضرت امیر مرحوم کے خطبات کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے اور یہ بالاقساط چند جلدوں میں طبع کئے جائیں گے۔ اس کے لئے ابتدائی انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

اس طرح حضرت امیر مرحوم کے بلند پایہ علمی ارشادات جو سلسلہ کے کتب و رسائل میں بکھرے پڑے ہیں وہ ایک جگہ جمع ہو کر قارئین کرام کے لئے بیحد مفید ثابت ہوں گے۔ یہ جماعت کا ایک علمی سرمایہ ہے جس سے قوم کما حقہٗ استفادہ کر سکے گی انشاء اللہ۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

اہم مسائل

(بسلسلہ صفحہ ۱۹)

شرک اور بت پرستی کی ظلمت میں مبتلا ہوتے، اور درخواست کرتا ہوں کہ مسلمان بھائی یہ دعا کریں کہ خدا ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے جن کے سینوں میں یہ تڑاپ تھی کہ وہ اس زمین کو خدا کے نور سے روشن کریں۔ اور خدا کا آخری پیغام قرآن تمام لوگوں تک پہنچا دیں، تاکہ ہم آنے والی نسلوں کے لئے وہی ورثہ چھوڑیں، جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا۔ جس طرح آج ان کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم پاکستان بنا رہے ہیں۔ ہماری محنت اور قربانیوں کی بنیاد پر وہ سارے ہندوستان کو ہی نہیں، ساری دنیا کو ایسا پاکستان بنا دیں جس میں بندوں کا تعلق خدا سے قائم ہو، اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر رحم ہو مسلمان پر بھی اور غیر مسلم پر بھی اور ظلم و فساد دنیا سے مٹ کر ساری نسلِ انسانی ایک کنبہ کی طرح رہے۔

۵۔ اور بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو نے اگر ہمیں حکومت دی ہے تو خلقِ خدا کی خدمت کی تڑاپ بھی عطا فرما اور ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، جنہوں نے بادشاہ ہو کر فقیرانہ زندگیاں بسر کیں اور اپنے آپ کو رعایا کا حاکم نہیں ان کا خادم سمجھا، اور ان کی خدمت کے لئے ادنےٰ سے ادنےٰ کام میں اپنی عزت سمجھی، تو اس اسلامی حکومت کو ایک ایسا نمونہ بنا جس سے دنیا کی دوسری حکومتیں عدل و انصاف کا رواداری کا، دیانت کا اور امانت کا، مخلوقِ خدا کی خدمت کا سبق سیکھیں تو اس کے اعمال کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے کو یہ توفیق عطا فرما کہ ان کے سر تیرے احکام پر جھکے رہیں اور ان کے دل مخلوقِ خدا پر رحم سے بھرے رہیں۔

محمد علی

امیر جماعت احمدیہ لاہور ۱۲ر رمضان المبارک

ایک فتح

مؤرخہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ریڈیو پاکستان لاہور نے ایک بین المدارس مقابلہ ذہانت کروایا۔ اس مقابلہ میں ہمارے سکول کے چار طلباء پر مشتمل ٹیم کا مقابلہ گورنمنٹ سنٹرل ماڈل ہائی سکول سمن آباد کی ٹیم سے ہوا۔

پیشتر ازیں سمن آباد کی ٹیم نو مقابلوں میں مختلف سکولوں کو شکست دے چکی تھی لیکن اس موقع پر ہماری ٹیم نے سمن آباد کی ٹیم پر فوقیت حاصل کر کے مقابلہ جیت لیا۔ مقابلہ کے زیادہ تر سوالات جن کے جوابات مطلوب تھے۔ اسلامیات کے متعلق تھے۔ ہماری ٹیم میں شامل طلباء کے نام حسب ذیل ہیں:-

۱- محمد اسد اللہ
۲- اقتدار احمد
۳- محمد فیاض
۴- آفتاب احمد

برکت علی انچارج رسالہ المسلم
مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح ۔ ۱۰ر دسمبر/نومبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۳۸ شمارہ نمبر ۴۴-۴۵

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

اپیل

برائے

جلسہ فنڈ

جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے۔ احباب کرام سے التماس ہے کہ گرانی کے مدِنظر جلسہ فنڈ میں زیادہ سے زیادہ رقوم ارسال فرمائیں۔

انچارج تحصیل
دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بحرِ حکمت کے موتی

اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے خوش ہوتا ہے

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ افرح بتوبۃ عبدہٖ من احدکم سقط علیٰ بعیرہٖ وقد اضلہٗ فی ارض فلاۃ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو تم میں سے کوئی ہو کہ جسے اپنا اونٹ مل جائے اور وہ اسے بیابان زمین میں گم کر چکا تھا۔

سوتے وقت اور سو کر اُٹھنے کی دُعا

عن حذیفۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اوی الیٰ فراشہٖ قال باسمک اموت واحیا واذا قام قال الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بچھونے کی طرف جاتے تو کہتے تیرے نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں اور جب اُٹھتے تو کہتے اس اللہ کی تعریف ہے جس نے ہم کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف جی اُٹھنا ہے۔ نوٹ: اس میں نیند کو ایک موت اور بیداری کو ایک احیاء قرار دیا ہے۔ (تفہیم البخاری)

انسان کبھی صالح نہیں کہلا سکتا جب تک وہ عقائد ردیہ اور فاسدہ سے خالی نہ ہو

ارشاداتِ عالیہ حضرت مجددِ زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ

سورۃ والعصر میں دو سلسلوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک ابرار و اخیار کا سلسلہ ہے اور دوسرا فجار کا۔ کفار اور فجار کے سلسلہ کا ذکر یوں فرمایا۔ انّ الانسان لفی خسر اور دوسرے سلسلہ کو اس طرح پر الگ کیا۔ الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت یعنے ایک وہ ہیں جو خسران میں ہیں۔ مگر خسران میں مؤمن اور عمل صالح کرنے والے نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خسران میں وہ ہیں جو مؤمن اور عمل صالح کرنے والے نہیں ہیں۔ یاد رکھو کہ صلاح کا لفظ وہاں آتا ہے۔ جہاں فساد کا نام ونشان نہ رہے۔ انسان کبھی صالح نہیں کہلا سکتا جب تک وہ عقائد ردیہ اور فاسدہ سے خالی نہ ہو۔ اور پھر اعمال بھی فساد سے خالی ہو جائیں۔ متقی کا لفظ باب افتعال سے آتا ہے۔ اور یہ باب تصنع کے لئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ متقی کو بڑا مجاہدہ اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اور اس حالت میں وہ نفسِ لوامہ کے نیچے ہوتا ہے۔ اور جب حیوانی زندگی بسر کرتا ہے اس وقت امّارہ کے نیچے ہوتا ہے اور مجاہدہ کی حالت سے نکل کر جب غالب آجاتا ہے تو مطمئنہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ متقی نفس امارہ کی حالت سے نکل کر آتا ہے اور لوامہ کے نیچے ہوتا ہے۔ اسی لئے متقی کی شان میں آیا ہے کہ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں۔ گویا اس میں بھی ایک قسم کی لڑائی ہی کی حالت ہوتی ہے۔ وساوس اور اوہام آآ کر حیران کرتے ہیں۔ مگر وہ گھبراتا نہیں۔ اور یہ وساوس اس کو درماندہ نہیں کر سکتے۔ وہ بار بار خدا تعالےٰ کی استعانت چاہتا ہے۔ اور خدا کے حضور چلاتا اور روتا ہے۔ یہاں تک کہ غالب آجاتا ہے۔ ایسا ہی مال کے خرچ کرنے میں شیطان اسکو روکتا ہے

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۳)

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

الوصیّۃ۔ حضرت مسیح موعودؑ

اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے علم و قدرت اور احسانات کو مدّنظر رکھ کر تقویٰ اختیار کرو۔ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عدل و انصاف اور قانون پر چلنے والی اعلیٰ درجہ کی متقی قوم پیدا کی۔

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ ۱۱/۷۱ فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام جامع احمدیہ ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتنّ الا وانتم مسلمون الخ فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (سورۃ آل عمران ۔ ۱۰۱-۱۰۲)

اللہ تبارک و تعالےٰ نے مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا اتقوا اللہ خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرو ۔ حقّ تقاتہ تم کبھی پولیس سے کبھی ڈپٹی کمشنر سے اور کبھی گورنر سے ڈرتے ہو، ہر ایک کا مقام علیحدہ علیحدہ ہے ہر کسی کے مقام اور مرتبہ اور منصب کے لحاظ سے دلوں میں اس کی عظمت پیدا ہوتی ہے ۔ اس قاعدے کے پیشِ نظر فرمایا اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سامنے رکھا کرو ۔ للہ مافی السمٰوات وما فی الارض ۔ اس کی سلطنت زمین و آسمان تک پھیلی ہوئی ہے ۔ یعنے خدا تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق و مالک اور بادشاہ ہے وہ حکم دیتا ہے اتقوا اللہ خدا سے ڈر کر زندگی بسر کرو اور فرمایا وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ایسا وہ بادشاہ ہے جس کی نگاہ تمہارے دلوں پر ہے ۔ تم اپنے کسی خیال، ارادے اور منصوبے کو ظاہر کرو یا چھپاؤ خدا اس سے واقف ہے ۔ خدا کا یہ محیط اور جامع علم اپنے سامنے رکھو ۔ اس کی قدرت اور حکمت اور عظمت کو سامنے رکھو اور یہ یاد رکھو کہ یحاسبکم بہ اللہ خدا تمہارا محاسبہ کرے گا ۔ بزرگوں کا قول ہے حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا تم اپنا محاسبہ خود کرو قبل اس کے کہ کوئی دوسرا تمہارا محاسبہ کرے ۔

یہ سورۃ بقرہ کا آخری رکوع ہے اس سورۃ میں بے شمار احکام اللہ تعالےٰ نے دیئے ہیں خاص طور پر عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بار بار حکم ہے نکاح و طلاق کے بارہ میں تفصیلی ہدایات ہیں، حلال و حرام اغذیہ اور شراب و سود کی حرمت کا ذکر ہے عہد و پیمان کو پورا کرنے کا حکم ہے اور ایسے بہت سے احکام ہیں جو انسانی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اس کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تم کو دیکھتا ہے آیا تم احکام الٰہی کی پابندی کرتے ہو یا ان سے گریز کرتے ہو، اگر اس محاسبہ الٰہی کے اندر تم نے اپنے خدا کو راضی کر لیا تو تم نے سب کچھ پا لیا اور اگر محاسبہ میں تم پورے نہ اترے اور وہ تم سے ناراض ہو گیا تو خواہ تم کتنی بھی کوشش کرو، تمہارا کچھ باقی نہیں رہتا۔

اس طرح جہاں الوہیت کے کمال کا ذکر فرمایا وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ... کی کمال عبودیت کو اس طرح بیان فرمایا اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربّہ ۔ چنانچہ حضورؐ نے اعتراف کیا انا اوّل المسلمین جو تلقین میں قوم کو کرتا ہوں اس پر پہلے خود عمل کرتا ہوں ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ رسول کریم صلعم کی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے ۔ حضور صلعم نے اپنے نمونہ اور فرمودہ سے ایک قوم پیدا کی ۔ اس قوم کا ایمان بھی اپنے رسولؐ کے ایمان جیسا ہے جس کا ذکر اٰمن الرسول الخ والمؤمنون کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ۔ والمؤمنون میں جماعت کا ذکر ہے کیونکہ جماعت کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا ۔ قوم قوم کی حیثیت سے زندہ رہے تو استحکام حاصل ہوتا ہے اور بہت اہم کام سرانجام پاتے ہیں ۔ فرمایا رسولؐ بھی اس پر ایمان لایا جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپؐ پر نازل ہوا اور آپؐ کے ساتھی بھی ایمان لائے کلّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ پر

(باقی بر صفحہ ۔ کالم ۱)

روزہ کا بڑا مقصد حرص و ہوا پر قابو پانا اور بلند کردار پیدا کرنا ہے

عید کے دن اچھا لباس پہننے، اچھا کھانا کھانے کے ساتھ غرباء اور مساکین کی بھی مدد کی جائے

خطبہ عید الفطر مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۷۱ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام جامع احمدیہ ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایّہا الرسل کلوا من الطیّبات واعملوا صالحاً ۔ (المؤمنون رکوع ۴)

اس مجمع عید میں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم چند کلمات قوم کی بہتری کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے، حضورؐ اچھا لباس زیب تن فرماتے، خوشبو لگاتے اور قوم کو وعظ فرماتے ۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالےٰ نے قوم کی بہتری کے لئے تلقین فرمائی ہے کہ کلوا من الطیّبات حلال طیب کمائی کی روٹی کھایا کرو تمہارے اعمال کو خدا دیکھتا ہے، تمہارے دلوں پر اس کی نگاہ ہے ۔ وہ تمہاری نیّات سے واقف ہے ۔ رمضان شریف کے اختتام پر یہ خطبہ اس لئے دیا ہے کہ روزہ کی ایک ماہ کی تربیت کے بعد جب خواہشات پر قابو پانا سیکھ لیا جائے تو بعد ازاں خدا کو فراموش نہ کیا جائے اور اس کی مخلوق کی فلاح کا خیال رکھو، حکم ہے کہ عید کے دن اچھا لباس زیب تن کیا جائے، اچھا کھانا کھایا جائے لیکن احکام الٰہی کے خلاف زندگی بسر نہ کریں ۔ خوراک کے علاوہ لباس کا بھی ذکر کیا ہے وہ یہ ہے یٰبنی اٰدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواٰتکم وریشاً ۔ ہم نے تمہارے لئے بطور انعام لباس اتارا ہے، اس کا ایک مقصد بدن کو ڈھانپنا ہے اور دوسرا یہ کہ لباس زینت کا موجب ہوتا ہے ۔ زینت دو طرح ۔ مجالس میں جانا چاہیئے تاکہ انسان معزز نظر آئے علاوہ ازیں ایک اور لباس ہے جو اس لباس سے بہتر ہے وہ ہے ولباس التقوٰی ذالک خیر ۔ زندگی کے امور میں تقوےٰ کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے جو احکام جاری کئے ہیں وہ ہماری بہتری کے لئے ہیں ۔ ضروری ہے کہ ان پر ہم عمل کریں اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے، ان کے کرنے سے پرہیز کریں ۔ اچھا کھاؤ پیو اور اچھا لباس پہنو، لیکن خدا کو یاد رکھو اور اس کے شکرگزار بنو ۔ اچھا کھانے اور اچھا پہننے کے یہ معنی نہیں کہ تم حدود اللہ سے باہر نکل جاؤ ۔

عید کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غرباء کو یاد رکھا ہے ۔ فرمایا کہ قوم کا ایک حصہ غرباء اور مساکین کا ہے، اس لئے عید کی نماز ادا کرنے سے پیشتر کچھ رقم غرباء اور مساکین کے لئے دیا کرو جس کو فطرانہ کہتے ہیں ۔ حضور صلعم سے پوچھا گیا: ما الاسلام یا رسول اللہ ۔ اے اللہ کے رسولؐ اسلام کیا ہے؟ فرمایا التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ احکام الٰہی کی عظمت دلوں میں بٹھائی جائے اور مخلوق خدا سے خیرخواہی اور ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے ۔

روزہ رکھنے کا بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حرص و ہوا پر قابو پایا جائے ایسا کرنے سے کردار میں بلندی پیدا ہوتی ہے ۔ وہ لوگ جو اپنی خواہشات پر قابو نہیں پاتے، وہ حرص و ہوا کے بندے ہوتے ہیں ۔ اس حرص و ہوا کی وجہ سے آج دنیا میں فساد ہے ۔

دوسرا حصہ یہ ہے قولوا للناس حسنا اپنے کلام کے اندر حسن پیدا کرو اور بدزبانی سے کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ ۔ فرمایا لقد کرمنا بنی اٰدم جس شخص پر بنی آدم کا لفظ بولا جاتا ہے وہ قابل عزت و تکریم ہے اگر ان سنہری اصولوں سے ساری قوم آراستہ ہو جائے اور اس کے اندر یکجہتی اور اتفاق و اتحاد پیدا ہو تو وہ اعلےٰ درجہ کی قوم بن سکتی ہے

اس مختصر سے بیان کے بعد میں تمام خواتین کو اور تمام حضرات کو عید مبارک کہتا ہوں اب آپ قوم کے لئے دعا کریں، غرباء اور بیماروں

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۷۱ء

پاکستان کی عید

امسال عید الفطر کا تہوار پاکستان میں جہاں حسب دستور خوشی و انبساط کے ساتھ منایا گیا، وہاں بھارت کی معاندانہ سرگرمیوں اور جنگی تیاریوں بالخصوص مشرقی پاکستان میں بھارتی مداخلت کاروں کی مسلح تباہ کاریوں نے جو صورتِ حال پیدا کر رکھی ہے اس پر تشویش کا اظہار کیا گیا، اور تمام مساجد میں نمازِ عید کے بعد اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں دعائیں کی گئیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس ملک کو جو محض اس کے دین کی حفاظت کے لئے علیحدہ کیا گیا تھا دشمن کی تباہ کاریوں سے بچائے رکھے، اس تشویش کا یہ مطلب نہیں کہ پاکستانی عوام خدانخواستہ بھارتی جنگ بازوں سے ترساں و لرزاں ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس ملک کا ہر فرد بہت بلند حوصلہ واقع ہوا ہے، اور وہ میدانِ جنگ کو غازی یا شہید کی آماجگاہ سمجھتے ہوئے نہایت دلیری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہی حوصلہ مندی اور متفقہ طریق کار گذشتہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی دیکھنے میں آیا، جب پاکستانی افواج نے بھارت کی پانچ گنا زیادہ افواج کو شکست فاش دے کر اس ملک کی عزت و ناموس کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ آج بھی اگرچہ بھارتی افواج کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور وہ بے شمار خطرناک اسلحہ سے لیس ہے، اور اس کے ساتھ روس کا دفاعی معاہدہ ہو چکا ہے تاہم پاکستانی عوام کا حوصلہ یہاں تک بلند ہے کہ اگر بھارت کی طرف سے جنگ کی ابتداء ہوئی، تو پاکستان کا ہر فرد اپنے ملک کے دفاع کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے، اور ہماری افواج جو پاکستان کی سرحدوں پر چوکس کھڑی ہیں ان کی ہمت و شجاعت اور دلیرانہ خیالات کا کوئی ٹھکانہ نہیں،

ان سب چیزوں کے ساتھ یہ بھی مسلّم بات ہے کہ جنگ آخر جنگ ہے، اس کا اثر ملکی معیشت اور اقتصادیات پر پڑنا لازمی ہے، ہمارے حالات اب بھی چنداں خوشگوار نہیں، جنگ کی خبروں ہی نے لوگوں کے کاروبار پر ناگوار اثر پیدا کر دیا ہے اور جنگ برپا ہونے پر اس سے بڑھ کر تکلیف دہ حالات پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے فوجی جوانوں کی زندگیاں جو ملک و ملت کی نذر ہوں گی، وہ بھی بہت بڑا نقصان کا موجب ہوگا۔ اس لئے دعا ہی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ دشمن کو جنگ برپا کرنے سے باز رکھے۔

صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ خان نے ہر چند کوشش کی کہ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی جنگ کے بجائے باہمی گفت و شنید سے معاملات طے کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ دوسرے ممالک نے بھی اس کی آمادگی جنگ سے بیزاری کا اظہار کیا اور اسے اس ناگوار طریق سے روکنے کی کوشش کی لیکن عورت کی تریاہٹ مشہور ہے، وہ کسی کی بھی بات سننے کے لئے تیار نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس پر کوئی ایسی آفت نازل ہو، جو اس کی شر انگیزیوں سے حفاظت کی موجب ہو۔

بہرحال جہاں تک ہماری عید کا تعلق ہے، خدا کے فضل سے وہ ان حالات میں بھی نہایت خوشی و انبساط کے ساتھ منائی گئی، یہاں تک کہ ہمارے فوجی جوان جو اپنے اہل و عیال سے الگ پاکستانی سرحدات پر متعین ہیں، انہوں نے وہیں نمازِ عید پڑھی، اور لاہور کے عوام جو تحفے تحائف لے کر ان کے پاس پہنچے انہوں نے انہیں ہر طرح خوش و خرم پایا، اللہ تعالےٰ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے اور دشمن کی جارحانہ کاروائیوں کو تہس نہس کرنے کی توفیق بخشے، پاکستان پائندہ باد ؁

درخواست دُعا

چاٹگام سے جناب مرغوب عالم صاحب اپنے گمشدہ بیٹے کے متعلق رقمطراز ہیں:-

"ڈپٹی خلیل الرحمٰن صاحب نے اپنے ذرائع سے معلوم کیا ہے کہ ایک پنجابی جوان بنام فاروق عالم ہندوستان میں کسی کیمپ میں قید ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے وہ کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی کوششوں کو بار آور کرے۔ اور عزیز فاروق عالم کی بازیابی کے لئے سازگار حالات پیدا کر دے۔ جماعت سے دُعا کے لئے اپیل کریں اور سب بزرگوں اور دوستوں کی خدمت میں میرا اسلام عرض کریں۔"

عید ملن پارٹی

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے اتوار ۱۴ر نومبر کو تین بجے بعد دوپہر احمدیہ ہال احمدیہ بلڈنگس لاہور ...... میں ایک پُر تکلف عید ملن پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ پہلے یہ تقریب جناب میاں فضل احمد صاحب کی کوٹھی واقع گلبرگ میں منعقد ہونا تھی لیکن احباب کی سہولت کے پیش نظر فوری طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ تقریب احمدیہ ہال میں منعقد ہو، چنانچہ ٹیلیفون اور دیگر ذرائع سے یہ کوشش کی گئی کہ احباب کو اس تبدیلی کی اطلاع دی جائے اور محترم میاں صاحب کی کوٹھی پر یہ انتظام کیا گیا تھا کہ اگر کسی صاحب کو تبدیلی کی بروقت اطلاع نہ مل سکے تو انہیں احمدیہ بلڈنگس لاہور پہنچایا جائے۔

عید ملن پارٹی میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ۔ جناب مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔ جناب ڈاکٹر اصغر حمید صاحب۔ جناب مرزا مسعود بیگ صاحب اور دیگر اراکین انجمن کے علاوہ کثیر تعداد میں خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ ایک دوسرے سے باہمی دلچسپی کی گفتگو ہوئی۔ ملاقاتیں اور تعارف ہوا۔ کافی مدّت کے بعد لاہور کے احباب نے باہم مل کر عید کے موقع پر ایسی محبت کیش مجلس کا لطف اٹھایا۔ احباب کی تواضع نہایت عمدہ اور پُر تکلف چائے سے کی گئی۔ شام تک یہ گہما گہمی رہی اور غروب آفتاب کے وقت احباب اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔

اس پارٹی کے تمام تر اخراجات .. جناب میاں فضل احمد صاحب نے برداشت کئے۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی انتظامیہ اس امر کے لئے جناب میاں صاحب کی بے حد ممنون ہے اس کے علاوہ ڈاکٹر مبارک احمد صاحب نائب صدر مقامی جماعت بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے جملہ انتظامات نہایت عمدگی سے سرانجام دیئے۔

ناصر احمد۔ سیکرٹری۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

خواہران محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ سب جانتی ہیں۔ مقامی جماعت احمدیہ لاہور انجمن خواتین احمدیہ کی تقویت اور تنظیم کے لئے نہایت اعلےٰ پروگرام کے تحت کام کر رہی ہے۔ بسلسلہ تنظیم ...... خواتین احمدیہ مقامی جماعت لاہور۔ حلقہ گلبرگ۔ ماڈل ٹاؤن، مسلم ٹاؤن و احمد پارک کی ایک میٹنگ بروز جمعرات ۲۸ر۔ اکتوبر بوقت ۴ بجے شام برمکان ڈاکٹر وحید احمد صاحب خلف الرشید ڈاکٹر غلام محمد مرحوم ہوئی۔ میٹنگ میں بفضل تعالےٰ بڑی تعداد میں خواتین نے شرکت کی سب سے پہلے مقامی جماعت احمدیہ خواتین کے عہدیداروں کا انتخاب ہوا جس کے نتیجہ کے طور پر مندرجہ ذیل خواتین منتخب ہوئیں:-

صدر: بیگم صاحبہ ڈاکٹر وحید احمد۔
سیکرٹری: بیگم صاحبہ میاں فضل احمد۔
جائنٹ سیکرٹری: بیگم صاحبہ چوہدری منصور احمد

اور یہ تجویز منظور ہوئی کہ ہر مہینہ کے آخری بدھ کو خواتین جماعت احمدیہ لاہور کا جلسہ کسی ایک حلقہ میں ہوگا۔ اس میں سہولت کی خاطر لاہور کو بارہ حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا اجلاس حلقہ احمد پارک میں ہونا قرار پایا ہے۔ یہ جلسہ برمکان چوہدری فضل حق صاحب۔ احمد پارک میں منعقد ہوگا۔ دوسرا اجلاس دسمبر کے دوسرے بدھ کو برمکان بیگم صاحبہ میاں فضل احمد ہوگا۔

خاکسار۔ رضیہ علی
- سیکرٹری شعبۂ خواتین۔ جماعت احمدیہ لاہور

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار (حضرت مسیح موعودؑ)

جلسہ سالانہ کے متعلق ممبرانِ مجلس معتمدین کی ذمّہ داری

ذیل کا مکتوب مہتمم صاحب جلسہ سالانہ کی طرف سے ممبرانِ مجلس معتمدین کی خدمت میں بھیجا گیا ہے:

مکرمی - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ حسب دستور سابق اس سال جلسہ سالانہ ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۷۱ء منعقد ہو رہا ہے احباب پر جلسہ میں شمولیت کی اہمیت واضح ہے تاہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ارشاد پیش کرتے ہوئے استدعا ہے کہ آپ پر بحیثیت ممبر مجلس معتمدین زیادہ ذمّہ داری عائد ہوتی ہے لہذا آپ احباب کو زیادہ سے زیادہ جلسہ میں شمولیت کی تحریک کریں اور ہمراہ لانے کی کوشش فرمائیں۔ اُمید ہے کہ جلسہ سالانہ کی انتظامیہ کمیٹی سے اس بارہ میں آپ...... مکمّل تعاون فرمائیں گے۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں...... اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرّر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے...... بالآخر میں دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دُور فرما دے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوّت اور طاقت تجھ ہی کو حاصل ہے

اٰمِیْن ثُمَّ اٰمِیْن۔"

حضورؑ کی مندرجہ بالا دُعاؤں میں اپنے آپ کو شامل کرنے کے لئے خود بھی اس مبارک اجتماع میں شامل ہوں اور احباب کو اپنے ہمراہ لاکر ان دُعاؤں کا مورد بنائیں۔ بہت مناسب ہوگا کہ صاحب استطاعت دوست اپنے بھائیوں کو اپنے خرچ پر لانے کی کوشش کریں۔ والسّلام

(کرنل) بشیر حسین سیّد۔ مہتمم جلسہ سالانہ

پتہ: معرفت پوسٹ بکس ۸۲ لاہور

اخبار احمدیہ

جماعت راولپنڈی کی خبریں

—— راولپنڈی سے میاں بشیر احمد منٹو صاحب لکھتے ہیں:-

۸ نومبر کو عصر کے وقت میں نے جناب اقبال احمد شیخ صاحب کی دختر راحت اقبال صاحبہ اور ڈاکٹر مبارک احمد صاحب، فرزند جناب شیخ عبدالحی صاحب، ایڈووکیٹ، مظفر آباد۔ آزاد کشمیر کا خطبۂ نکاح پڑھا، مہر دس ہزار روپے مقرر ہوا۔ روزہ افطار کرنے کے بعد نماز مغرب پڑھی گئی اور پھر کھانا تناول کیا گیا۔

اقبال احمد شیخ صاحب نے ڈیڑھ سو روپے دولہا نے ڈیڑھ سو روپیہ اور دُلہن نے پچاس روپے تبلیغ دین کے لئے مرحمت فرمائے۔ اللہ تعالےٰ دولہا اور دلہن پر اپنی برکات نازل فرمائے اور یہ رشتہ ان کے عزیزوں اور دوستوں کے لئے مبارک اور خوشی و مسرّت کا باعث ہو۔

—— ۹ نومبر کو میاں عبدالرّحیم صاحب نے اپنے مکان پر ایک جلسہ کیا جس میں ان کے صرف وہی اعزا شامل ہوئے جو ہماری جماعت سے تعلق رکھتے تھے، میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، تحریک احمدیت کے متعلق بھی چند باتیں کہیں، افطار روزہ کے بعد سب نے مل کر مغرب کی نماز پڑھی۔

—— ۲ نومبر کو میں اُردن کے سفیر ہز ایکسیلنسی کامل الشریف صاحب سے ملا اور چند کتابیں ان کی خدمت میں پیش کیں، حضرت مسیح موعود...... علیہ السّلام کی عربی کتاب "الاستفتاء" اور انگریزی کتاب "حضرت مرزا غلام احمد، ہز لائف اینڈ مشن" بھی ان میں شامل تھیں۔ گفتگو بڑی طویل تھی، .... خدا کرے کہ اس کے نتائج بھی مفید برآمد ہوں۔

—— راولپنڈی میں تراویح کی نمازیں باقاعدگی سے ہوتی رہیں۔ مولوی عبدالرّحمٰن صاحب امام جامع احمدیہ مری ہماری دعوت پر تشریف لائے اور ان ہی کی اقتداء میں یہ نمازیں پڑھی جاتی رہیں۔ ۱۶ نومبر کی شب کو ختم قرآن ہوا اور بدستور سابق میاں فاروق احمد شیخ صاحب نے روزہ افطار کرایا اور کھانا بھی کھلایا۔

—— عید کی نماز مولانا یحییٰ بٹ صاحب نے پڑھائی۔ اور ان ہی کے اعزاز میں میاں مسعود احمد شیخ صاحب کی طرف سے سب احباب جماعت کو جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے دعوت طعام دی گئی۔ میاں فاروق احمد اور میاں مسعود صاحبان پر اللہ تعالےٰ کی برکات نازل ہوں، وہ ہر نیک کام میں شریک ہونے پر مستعد رہتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کا یہ جذبہ دین قائم رکھے اور اس میں ترقی دے۔

دوبئی سے محمد داؤد الرحمٰن صاحب کا خط

محترمی و معظمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والدہ صاحبہ (ام داؤد- بنارس بھارت) ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا ساتھ ہی مقدمہ بازیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ اکثر و بیشتر بذریعہ جناب رزاق صاحب بمبئی جماعت میں دُعا کی تحریک کی گئی ہے جس کے لئے ممنون ہوں۔ آپ پھر والدہ صاحبہ کی صحت کے لئے دعا کی ... درخواست پیش کرتا ہوں۔ میں خود یہاں ہوں وہاں بنارس میں کوئی بالغ مرد موجود نہیں بچے یا لڑکیاں ہیں۔ شاید آپ کو علم ہو کہ پچھلی ستمبر ۱۹۷۰ء میں ضلع جونپور جہاں ہماری کھیتی ہے وہیں مکان پر والد صاحب کو شہید کر دیا گیا تھا۔ خدا اُن کو اپنی جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اس سلسلہ میں بھی (مکان کے مقدمہ کے علاوہ) جونپور میں قاتلوں پر مقدمہ چل رہا ہے۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۷۱ء کو کچہری جونپور میں برآمد شدہ ان کی گھڑی پر جو جرح تھی لڑکیاں حاضر عدالت ہوئیں جرح کے بعد مقدمہ سیشن سپرد ہو گیا ہے۔ دُعا کی تحریک ہے کہ خدا ہم کو سرخرو کرے۔ خصوصیت سے لڑکیوں کا عزت و آبرو کے ساتھ بنارس سے جونپور تاریخوں پر آنا جانا خون کے مقدمہ میں ایک مرحلہ ہے۔ خدا ان کا محافظ ہو۔ والدہ صاحبہ کو بیماری کے سبب سے ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق ابھی تک ہم لوگوں نے قتل کے سلسلہ کی بات نہیں بتائی ہے صرف وفات بتائی ہے۔ ۲۵ تاریخ کو جونپور میں تاریخ تھی، ۲۵ ہی کی صبح کو والدہ صاحبہ نے خواب دیکھا کہ والد صاحب مرحوم و مغفور کا کارڈ والدہ کے نام آیا ہے لکھا ہے مکان خالی کر دو۔ نوٹس جیسا کارڈ ہے اور لال روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ اس خواب کی تعبیر بھی گذارش ہے اگر ممکن ہو تو مطلع فرمائیں۔ غرض اس خط (خواب) کے بعد سے وہاں بنارس میں سب لوگ

(باقی کالم اول کے نیچے)

(بقیہ از کالم ۴) زیادہ ہی پریشان ہیں مجھے چھوٹی ہمشیرہ نے بنارس سے اطلاع دی ہے ادھر میں بھی فکر مند ہوں اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ احباب کرام والدہ صاحبہ اور لڑکیوں اور میرے لئے دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں فرمائیں۔ ہم کافی عرصہ سے سخت پریشانیوں اور مصیبتوں سے دوچار ہیں۔

والدہ صاحبہ کی صحت کی دُعا اور مقدمات میں کامیابی کی دعاؤں کی بھی درخواست ہے۔

والسّلام

محتاج دعا۔ محمد داؤد الرحمٰن

عزت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو صرف بلند کردار انسانوں کو ملتی ہے

نظریات کی صحت اور اعتقاد و عمل کی درستی رفع درجات کا موجب ہوتی ہے

جو کوئی مجھے زبان کی بدکلامی سے بچنے اور عفت و عصمت کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دونگا

(فرمان رسول صلعم)

اہل مغرب کا دماغ روشن ہے، اور وہ اسلام کی تعلیمات کو پسند کرتے ہیں۔

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعا الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ والذین یمکرون السیئات لھم عذاب شدید ومکر اولئک ھو یبور

(سورۃ فاطر رکوع ۲)

فرمایا من کان یرید العزۃ ۔ ہر کوئی عزت کا طلبگار ہے۔ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جو عزت حاصل کرنا چاہتا ہو۔ اگر ایک بادشاہ عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو ایک زمیندار بھی عزت کا خواہاں ہے۔ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ جو شخص بھی عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو عزت تو تمام کی تمام خدا تعالےٰ کے تصرف میں ہے۔ احکام الٰہی کی فرمانبرداری کرنے کی وجہ سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ ٹریفک کے قانون کی خلاف ورزی کرنے کے باعث اگر ایک سپاہی گرفت کرتا ہے تو کبھی آپ کہتے ہیں کہ میں فلاں بڑا آدمی ہوں۔ فلاں افسر کا عزیز ہوں یا سپاہی کو پانچ روپے دے کر اپنا پیچھا چھوڑانا چاہتے ہو۔ لیکن سپاہی اگر کسی طرح بھی پیچھا نہ چھوڑے تو سبکی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ عزت قائم رکھنے کے لئے احکام خداوندی کی فرمانبرداری کرنا لازمی امر ہے۔ فرمایا جس کا کردار بلند ہو اس کی عزت ہوتی ہے۔ جس کا کردار بلند نہ ہو اس کی عزت نہیں ہوتی۔ ایک غریب آدمی کا اگر کردار بلند ہے تو اس کی عزت ہوتی ہے لیکن اگر ایک امیر کبیر شخص کا کردار اچھا نہیں تو اس کی عزت دلوں میں نہیں ہوتی۔ اسی لاہور میں ہندو دولت والے تھے وہ اچھا کردار رکھتے تھے اس لئے ان کی عزت کی جاتی تھی۔ یہ صرف مسلمان کے لئے خاص نہیں۔ اگر کوئی یہودی یا نصرانی کسی قانون کو نہیں توڑتا تو وہ بھی قابل عزت سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں وہ ہر ایک کے حالات اور کردار کو خوب جانتا ہے چنانچہ فرمایا یعلم السرّ واخفیٰ اللہ تعالیٰ تمہارے ارادوں اور نیاتوں سے واقف ہے اور جو کچھ تمہارے سب کا نفس میں ہے اس کو بھی جانتا ہے اس لئے بغیر طہارت قلبی کے تعلق الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ طہارت قلبی اور پاکیزگی نفس کے لئے ایمان کا دل میں بٹھانا ضروری ہے کہ جہاں کہیں بھی میں ہوں خدا مجھے دیکھتا ہے یؤمنون بالغیب۔ انسان کو چاہیئے کہ غیب کی حالت میں یقین کرے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے جس کسی کو یہ مقام حاصل ہو گیا وہ عزت پا گیا۔

ایمان سے دلوں کے اندر نور پیدا ہوتا ہے۔ ایک ایماندار آدمی گالی سن لیتا ہے لیکن گالی نہیں دیتا۔ مار کھا لیتا ہے لیکن مارتا نہیں۔ جب دل ایمان سے منور ہو جاتا ہے تو اعضاء کے اندر صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مجھے دو چیزوں ــــ زبان اور عفت کی ضمانت دے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ یہ دونوں عضو نہایت خطرناک ہیں۔ زبان میں ہڈی نہیں لیکن اس کا زخم مندمل نہیں ہوتا۔ تلوار کا زخم بھر جاتا ہے۔ اسی طرح بے حیائی و بداعمالی کی وجہ سے قتل مقاتلہ ہوتا ہے، خاندان برباد ہو جاتے ہیں انتقام در انتقام کا سلسلہ چلتا ہے۔ گھروں کے گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے نماز اور روزہ کی تلقین اس لئے فرمائی ہے کہ نماز سے اعلیٰ کردار پیدا ہوتا ہے۔ روزہ سے خواہشات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے۔ نماز اس لئے ہے کہ انسان کا اندرونہ پاک ہو جائے اور روزہ اس لئے ہے کہ اس کا دل حرص و ہوا سے پاک ہو جائے۔

ابھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام نبوت پر سرفراز نہیں ہوئے تھے کہ آپ غار میں جا کر عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ حضور اکرم رمضان کے مہینہ کے روزوں کی پابندی کے علاوہ بعض مہینوں میں دس روزے رکھتے تھے۔ غار حرا میں جب پہلی وحی آپ پر نازل ہوئی کہ اقرأ۔ آپ نے کہا ما انا بقاریٔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے پھر کہا کہ پڑھیئے۔ لیکن آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تین بار فرشتہ نے کہا اور تینوں بار حضور صلعم نے یہی جواب دیا۔ صفائی قلب اس کو کہتے ہیں کہ صاف طور پر اصل حقیقت کا اظہار کر دیا جس کے بعد فرشتہ نے سورۃ العلق آپ کو پڑھائی تو حضور صلعم کو نبوت سے پہلے ہی عبادت گذاری کی عادت تھی۔ اور آپ آخری وقت تک بادشاہت کی حالت میں بھی عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے الیہ یصعد الکلم الطیب۔ یاد رکھو اعلیٰ درجہ کے نظریات اور درست اعتقادات ہی قابل قبول ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کی ہی قدر ہے والعمل الصالح یرفعہ اعلےٰ درجہ کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ صرف حضرت عیسیٰ ہی کا رفع نہیں ہوا بلکہ مسلمان کے نیک اعمال بھی ان کے رفع کا موجب بنتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم دعا فرمایا کرتے تھے اللّٰھم ارفعنا اے اللہ ہمارے درجات بلند کر۔ پس رفع درجات کی بلندی کو کہتے ہیں نہ کہ کسی اونچی جگہ پر جا بیٹھنے کو۔ نظریات کی صحت اور اعتقادات کی درستی انسان کو بلند درجات عطا کرتی ہے۔

اولیاء اللہ اور مجددین حضرات نے قرب الٰہی کی بلند منازل حاصل کیں۔ مجدد اولیاء میں سے ہوتا ہے اور نبی کریم صلعم کی پیشگوئی ہے کہ قیامت تک مجدد آتے رہیں گے۔ جن کے نیک نمونہ سے لوگ اسلام پر کاربند ہوں گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات زندہ ہیں۔ بلند مقام کے حصول سے متعلق فرمایا نیۃ المومن خیر من عملہ۔ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ نیت میں فساد ہو۔ چالاکی اور ریاکاری ہو تو اس کے اعمال میں صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ نیت کی صفائی اور پاکیزگی سے اعمال قابل قدر ٹھہرتے ہیں۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہ وید میں ہے نہ توراۃ و انجیل میں۔ صرف قرآن کریم ہی وہ روشن کتاب ہے جس کی تعلیمات بڑی بلند اور قابل قبول ہیں۔

اس جماعت کا تجربہ ہے کہ اہل مغرب کا دماغ روشن ہے اس لئے وہ اسلام کی تعلیمات کو پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ انگلستان اور جرمنی میں بڑے بڑے پائے

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۴)

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۱۹ نومبر ۱۹۷۱ء

(بسلسلہ صفحہ ۲)

جو وہ لے کر آئے اور تمام رسولوں پر ایمان لے آئے۔ یہ ترتیب کیسی منطقی ہے۔ جہاں اس کے اندر ایمانیات کا ذکر ہے وہاں عمل کا بھی ذکر ہے۔ اسی لئے فرمایا اتقوا اللہ۔ خوف الٰہی اختیار کرو۔ اگر تمہاری زندگی میں خدا خوفی ہے تو یہ تمہاری بہت بڑی کامیابی ہے۔ اگر تمہارے ظاہر کے ساتھ اندرونہ بھی پاک ہو جائے تو یہی صحیح پاکیزگی اور طہارت ہے۔ فرمایا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون جو کچھ چالاکیاں تم کرتے ہو خدا تعالےٰ ان کو ظاہر کر دے گا۔ تمہاری رشوت خوری اور بدکرداری تمہیں اس دنیا میں ہی ذلیل و خوار کر کے رکھ دیتی ہے۔ قوم کو بلند کرنے کے لئے صحیح راہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت اور اس کے علم و قدرت کو مدنظر رکھ کر تقویٰ اختیار کرو۔ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اور جب تک تم زندہ رہو تمہارے اندر یہی رنگ نظر آنا چاہیئے۔

اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ۔ مسلمان کو چاہیئے کہ خدا کا رنگ اختیار کرے۔ دوسری جگہ فرمایا صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ... اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کا رنگ سب سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو بہت بلند مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی صفات کا رنگ اپنے اندر پیدا کرو۔ اس کی عظمت کو سامنے رکھو، اس کے علم و احسان کو سامنے رکھو۔ ایک اور جگہ فرمایا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ تم سب کے سب کامل فرمانبرداری اختیار کرو۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا اور سب کے سب اللہ تعالےٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ حبل اللہ سے مراد قرآن کریم ہے القرآن حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض۔ قرآن کریم وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی ہے۔ یقین رکھو کہ قرآن کریم کو جو مضبوطی سے پنجہ مارے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔ پس چاہیئے کہ تم اپنے تمام کاروبار میں خدا کو اپنے سامنے رکھو۔

عام طور پر لوگوں نے ڈاڑھی بڑھانے پاجامہ ٹخنہ سے اونچا رکھنے اور امیون بانجھر کو ہی اسلام سمجھ لیا ہے۔ اسلام اس سے کہیں بلند تعلیم دیتا ہے۔ اسلام حسن کردار، دیانت و امانت، کاروبار میں صحیح طریق اختیار کرنے کا نام ہے بسا اوقات ایک انجینئر بددیانتی سے قوم اور ملک کو تباہ کر دیتا ہے۔ ایک ٹھیکیدار لوہا اور سیمنٹ کم لگا کر ناقص پل یا عمارت بناتا ہے جو تباہی کا موجب ہوتا ہے، کسی تاجر کا غلہ بھیگ جائے تو وہ اس کے اوپر تھوڑا سا خشک غلہ بچھا کر اسے دھوکہ سے پوری قیمت پر فروخت کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک ڈاکٹر جس کے پاس ساری دوائیاں نہیں ہیں وہ ناقص دوائیوں سے نسخہ تیار کر کے دے دیتا ہے۔ تاجر ہو یا ڈاکٹر ... ٹھیکیدار ہو یا دکاندار ان سب کو دیانت و امانت کی زندگی گزارنی چاہیئے اور ساری قوم کا ایک ہی رنگ ہونا چاہیئے۔ سب کے سب ایک ہی خدا کے سامنے سرنگوں رہیں اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر زندگی گذاریں۔ اس طرح جماعتی رنگ میں دین پر عمل کیا جائے۔

جہاں متحد ہو کر کام کرنے کی تلقین فرمائی وہاں اس کے مقابل فرمایا ولا تفرقوا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زندگی نہ گذاری جائے اتحاد کی اس برکت کو اس طرح بیان فرمایا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم۔ فرمایا اے عرب کے لوگو! تم قبیلوں میں بٹے ہوئے اور ایک دوسرے کے دشمن تھے صحرا کی ریت کے ذرّوں کی طرح پراگندہ حال تھے، ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے، تمہاری قوم پر خدا نے فضل کیا اور تم بھائی بھائی ہو گئے، وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ تم آگ اور تباہی کے گڑھے میں گرنے والے تھے اس نے اپنے خاص فضل سے تمہیں بچایا۔ تمہارے اندر خدا نے اخوت پیدا کی، تم طاقتور بن گئے۔ تمہاری سلطنت قائم ہو گئی، جہاں عدل و انصاف اور قانون کی حکمرانی تھی، آئین کی پابندی تھی، جو سرتابی کرتا اسے سزا دی جاتی تھی اس طرح رسول کریم صلعم نے اعلےٰ درجہ کی قوم پیدا کی۔ آپ کی حکومت میں کوئی مجرم کر کے سزا سے نہ بچ سکا، کسی کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے، کسی کو دوسرے جرائم کی سزا دی گئی، سزا اور ڈسپلن کے بغیر قوم نہیں بنتی۔ جو لوگ جرم کر کے کہتے ہیں کہ خدا الغفور الرّحیم ہے، بے شک خدا الغفور الرّحیم، وہ بے شک خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ لیکن ... مجرمانہ حرکات کے لئے کوئی معافی نہیں۔ جو قوم ڈسپلن اختیار کرتی ہے وہ کامیابی کا منہ دیکھتی ہے۔ غرض متحد ہو کر کام کرنے سے برکات الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اور قوم کا وہ فرد جو مجرمانہ زندگی بسر کرتا ہے اس کو سزا دینے سے قومی صحت برقرار رہتی ہے۔

ملفوظات

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

اور اسراف اور انفاق فی سبیل اللہ کو یکساں دکھاتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسراف کرنے والا اپنے مال کو ضائع کرتا ہے۔ مگر فی سبیل اللہ خرچ کرنے والا اس کو پھر پاتا ہے۔ اور خرچ سے زائد پاتا ہے اس لئے ہی ومما رزقنٰہم ینفقون فرمایا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

مرکزی مسجد احمدیہ میں نمازِ تراویح اور درسِ قرآن

رمضان المبارک کا مہینہ بہت سی برکات اپنے ساتھ لے کر آتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ تمام مساجد میں نماز تراویح پڑھی جاتی اور اس میں قرآن کریم سنایا جاتا ہے۔ مرکزی مسجد احمدیہ لاہور میں بھی ہمیشہ نماز تراویح پڑھائی جاتی ہے جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور ساکنین احمدیہ بلڈنگس بکثرت ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، امسال بھی حافظ محمد بوستان خان صاحب نے نماز تراویح پڑھائی، اور نماز فجر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ درس قرآن دیتے رہے، ستائیسویں رمضان المبارک مؤرخہ ۱۶ نومبر ۱۹۷۱ء کو ختم قرآن کی تقریب عمل میں آئی اور حاضرین کی تواضع مٹھائی سے کی گئی۔

خطبہ جمعہ

(مؤرخہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء)

(بسلسلہ صفحہ ۵)

کے لوگ .... لارڈ ہیڈلے، بیرن مصنّف اور ادیب مسلمان ہوئے یہ اس وقت تھا جب ووکنگ مسجد سے اسلام کا نام بلند کیا جاتا تھا۔

اب میں جنوبی امریکہ کے سفر کے دوران جب ووکنگ گیا تو وہاں ویرانی ہی ویرانی تھی۔ اب صرف برلن میں آپ کا مشن ہے جو باوجود روپے کے میسر نہ آنے کے بارآور ہو رہا ہے۔ جرمنی بہت بڑا ملک ہے وہاں کے لوگ اسلام کے پیاسے ہیں۔ اس ملک کے لوگ انگریزوں سے زیادہ روشن خیال ہیں ان کو اسلام پہنچانے کے لئے جرمنی میں چاروں طرف مختلف مقامات پر ہمارے مشن ہونے چاہئیں۔

اسلام فطرت کا دین ہے اور انسانی فطرت کو اپیل کرتا ہے۔ ہر پڑھا لکھا اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے چند دن ہوئے ایک جرمن سیاح میرے ہاں تشریف لائے۔ وہ دراز قد، خوبصورت تعلیم یافتہ تھے۔ ان کے ساتھ تعلیمات اسلامیہ پر جب گفتگو کی گئی تو وہ بول اٹھے اگر اسلام کی تعلیمات یہ ہیں تو I am also a muslim (یعنی میں بھی مسلم ہوں) وہ تین دفعہ میری ملاقات کے لئے آئے۔ چونکہ وہ پڑھا لکھا شخص ہے، دماغ روشن ہے۔ اس نے فوراً کہا یہ تعلیمات برحق ہیں۔ آج علم کا چرچا ہے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دینا چاہیئے اور اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ لوگ اسلامی تعلیمات کو ضرور قبول کریں گے۔

تقریب ختم قرآن

خدا کے فضل سے گذشتہ سال کی طرح اس دفعہ بھی مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے مسجد مسلم ٹاؤن میں نماز تراویح کا اہتمام کیا۔ ہمارے نوجوان بھائی حافظ خدا بخش صاحب نہایت باقاعدگی سے قرآن شریف سناتے رہے۔ ستائیسویں رمضان یعنی ۱۶ نومبر کو ختم قرآن کی تقریب ہوئی۔ نماز تراویح کے بعد ... جناب مرزا مسعود بیگ صاحب نے مقامی جماعت لاہور کا نماز تراویح کے اہتمام کے لئے شکریہ ادا کیا اور اس دن کی اہمیت کے متعلق مختصر الفاظ میں تقریر فرمائی اور اس بات پر زور دیا کہ ہم نہ صرف قرآن کو سنیں بلکہ اسے روزمرہ زندگی میں جگہ دیں۔ تقریب کے ...

(باقی کالم ۳ کے نیچے)

مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

فیصلہ جیمس آباد
شائع کردہ مؤلف ابوشہزاد بی۔ اے
پر ایک نظر
(۳)

کیا حضرت مسیح ناصری کی آمد سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی؟ مؤلف صاحب کا انوکھا اعتقاد

مؤلف صاحب صـ۳۳ پر لکھتے ہیں:-

"حضرت عیسٰی کی آمد سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ سابق نبی ہیں اور وہ مسلمانوں کی طرف مبعوث نہیں ہوں گے بلکہ عیسائیوں کے غالیانہ عقائد کا ردّ کریں گے وہ نہ تو کوئی نئی شریعت لائیں گے اور نہ ہی ایمان اور کفر کی نئی کشمکش پیدا کریں گے"۔

مؤلف صاحب نے اپنی مندرجہ بالا تحریر میں اپنا یہ انوکھا اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری مسلمانوں کی طرف مبعوث نہیں ہونگے (قارئین کرام پر واضح ہو کہ مؤلف صاحب اسرائیلی نبی حضرت مسیح ناصری کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ دو ہزار برس سے آسمان پر مع جسم عنصری بیٹھے ہوئے ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے ناقل۔) لیکن انہوں نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ کس قوم کی طرف مبعوث ہوں گے صرف ان کے اس کام کے ذکر پر اکتفا کیا ہے کہ وہ آکر عیسائیوں کے غالیانہ عقائد کا رد کریں گے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اُمت کا کوئی فرد اس اہم فریضہ کو ادا کرنے کا اہل نہیں ہوگا۔ مؤلف صاحب نے حضرت مسیح ناصری کا جو خاص کام بتلایا ہے دوسرے لفظوں میں انہوں نے یہ اعتراف کرلیا ہے کہ عیسائی مذہب کے غالیانہ عقائد کا لوگوں پر اس قدر شدید اثر ہوگا کہ اس کے ازالہ کے لئے ایک نبی کو مبعوث کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور چونکہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کا امکان نہیں اس لئے مؤلف صاحب اور ان کے دیگر ہم نوا علماء کے خیال کے مطابق اللہ تعالےٰ نے دو ہزار برس سے ایک سابق نبی کو مع جسم عنصری زندہ آسمان پر بٹھایا ہوا ہے تا جس وقت عیسائیوں کے غالیانہ عقائد اس قدر شدت اختیار کر جائیں کہ لوگوں پر پوری قوت کے ساتھ اثر انداز ہونا شروع کر دیں تو اس کو دوبارہ زمین پر بھیج کر اس سے ان غالیانہ عقائد کا ازالہ کرایا جائے، احادیث میں دجّالی فتنہ کے متعلق بھی یہی آتا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ روئے زمین پر نمودار نہیں ہوا اور یہ فتنہ بھی مؤلف صاحب اور ان کے ہم نوا دیگر علماء کے نزدیک اسی نبی کے ذریعہ فرو ہوگا چنانچہ بعض مفسرین نے یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کو آسمان پر زندہ بٹھلائے رکھنے میں حکمت اور مصلحت یہی ہے کہ دجّال کے فتنہ جیسے عظیم الشان فتنہ کا بغیر نبی کے فرو ہونا ناممکن تھا۔

ایک سوال

ظاہر ہے کہ جس قدر کوئی مذہبی فتنہ بڑا ہوگا اس کو دور کرنے والے شخص کے اندر اس کی عظمت اور بڑائی کے مناسب حال ہی قوتِ قدسیہ اور روحانی طاقت اور تاثیری اہلیت ودیعت کی جائے گی جب یہ مسلّم ہے کہ دجالی فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے تو حضرت مسیح ناصری کو جنہیں اس فتنہ کو فرو کرنے پر مامور کیا جائے گا قوتِ قدسیہ اور روحانی قوت اور تاثیری اہلیت بھی سب نبیوں سے زیادہ دی جائے گی۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان علماء کے اس خیال کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت مسیح ناصری... کے اندر ہی دنیا کے سب سے بڑے فتنہ کو فرو کرنے کی قوت رکھی گئی ہے تو کیا اس کے منطقی نتیجہ کی رو سے یہ نہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت مسیح ناصری کی قوتِ قدسیہ اور روحانی تاثیر بھی حضرت نبی کریم صلعم کی قوتِ قدسیہ اور روحانی تاثیر سے بڑھ کر تھی۔ لیکن ادھر تمام مسلمانوں کے ہاں یہ مسلّم ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم تمام نبیوں کی مجموعی قوتِ قدسیہ سے بھی بڑھ کر قوتِ قدسیہ کے مالک تھے اور بڑی سے بڑی برائی کو دور کرنے کے لئے سب سے زیادہ روحانی طاقت رکھتے تھے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی بجائے آنحضور صلعم کو اللہ تعالےٰ نے مع جسم عنصری زندہ آسمان پر کیوں نہ اٹھا لیا تھا تا اس عظیم الشان فتنہ کے ظہور کے وقت جبکہ عیسائیوں کے عقائد کا غالیانہ یا بالفاظِ دیگر دجالی فتنہ ہے آنحضور صلعم کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جاتا تا آنحضور صلعم اس قوتِ قدسیہ کے ذریعہ جو آنحضور صلعم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کی گئی تھی اس فتنہ کو آسانی سے فرو کر دیں۔ واقعات کی شہادت تو یہی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی قوت قدسیہ نے دنیا سے برائیوں کو دور کرنے اور نیکیوں کو قائم کرنے میں جس قدر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ کوئی نبی بھی سرانجام نہیں دے سکا اور جو کتاب آنحضور صلعم کو دی گئی اس میں تمام باطل عقائد کو رد کرنے کا واقعی سامان موجود ہے جیسا کہ فرمایا قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ونـنزل من القران ما ھو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين الا خسارا (بنی اسرائیل ع۹) یعنی اعلان کر دو کہ حق اب آگیا ہے اور اس کے مقابلہ میں باطل بھاگ گیا ہے اور یقیناً باطل بھاگنے والا ہی ہے اور اس باطل کو بھگانے پر مجبور کرنے کے لئے ہم اسی قرآن میں سے ہی ثم ان علینا بیانه کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے وہ شافی علاج اتاریں گے جو دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفاء ثابت ہوگا اور اس پر ایمان لانے والوں کے لئے یہ کتاب رحمت کی بارش برسانے کا موجب ہوگی اور ان ظالموں کو جو از راہ ظلم اس کا انکار کر رہے ہوں گے خسارہ میں ہی مبتلا رکھے گی جتنے وہ دلائل کی رو سے کبھی بھی مومنوں کے مقابلہ میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوں گے سورۃ حٰم السجدۃ ع۵ میں فرمایا ان الذین کفروا بالذکر لما جاءھم وانه لکتاب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید وہ لوگ جو اس ذکر کا انکار کر رہے ہیں جبکہ وہ ان کے پاس آگیا یعنی جب اس نے اپنی سچائی ان پر واضح کر دی، آنے کے یہاں یہی معنی ہیں وہ یاد رکھیں کہ یقیناً یقیناً یہ ایسی کتاب ہے جو تمام کتابوں پر غالب آئیگی اور کوئی کتاب اس پر غالب نہیں آسکے گی کوئی باطل بھی خواہ وہ کسی طاقت کا مالک کیوں نہ ہو۔ اس کے نہ آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے یعنی کسی طرف سے بھی کامیابی کے ساتھ حملہ آور نہیں ہو سکے گا کیونکہ یہ کتاب اس خدا کی طرف سے نازل کردہ ہے جس کے ہر کام میں حکمت بھری ہوئی ہوتی ہے اور جس کا ہر کام قابل تعریف ہوتا ہے اس لئے اس کی یہ کتاب بھی حکمت اور قابل تعریف تعلیموں سے لبریز ہے اس لئے باطل اس کے سامنے کس طرح ٹھہر سکتا ہے پھر سورۃ الفرقان ع۳ میں فرمایا ولا یاتونك بمثل الا جئناك بالحق واحسن تفسیرا کوئی اعلےٰ سے اعلےٰ بات اس کے مخالفین پیش نہیں کر سکتے جس کے مقابلہ میں اس سے ہم بہتر حق پیش نہ کر سکیں یا اس حقیقت کی بہتر تفسیر ہم ان کے سامنے نہ دکھلا سکیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں عیسائیوں کے غالیانہ عقائد کا ردّ ایسے زبردست دلائل سے پیش کیا گیا ہے کہ جن کے سامنے یہ عقائد ھباءً منثوراً ہو جاتے ہیں حضرت مسیح ناصری آکر کس طرح وہ دلائل پیش کر سکیں گے جبکہ نہ انہوں نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا ہوگا اور نہ وہ عربی زبان سے ... واقف ہوں گے اگر کہو کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم کے حقائق پر ان کو بذریعہ وحی مطلع کر دے گا تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ وہ نبی ہیں ان پر جو وحی نازل ہو گی وہ وحی نبوت ہوگی اور بعد آنحضرت صلعم وحی نبوت کا نزول ممتنع ہے کیونکہ یہ بالصراحت ختم نبوت کے منافی ہے، اگر حضرت مسیح ناصری کے متعلق یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ مسلوب النبوۃ ہو کر تشریف لائیں گے تو اس کے قائل کو کافر قرار دیا گیا ہے چنانچہ حجج الکرامہ صـ۴۳۱ میں مذکور ہے ومن قال بسلب نبوته کفر حقا کما صرح به السیوطی

فانه نبی لایذهب عنه صفة النبوة فی حیاته ولا بعد موته

یعنی جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے نزول کے وقت نبوت سلب کر لی جائے گی حق یہی ہے کہ وہ مرتکب کفر ہے جیسا کہ سیوطی نے اس کی صراحت کی ہے کیونکہ وہ نبی ہے وصف نبوت ان سے الگ نہیں ہو سکتی نہ ان کی زندگی میں اور نہ بعد وفات۔ اس کے بعد کھلے لفظوں میں اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ ان پر وحی کا نزول ہوگا جب ایک طرف ان کی نبوت کو بعد نزول بھی برقرار رکھا گیا ہے اور دوسری طرف ان پر نزول وحی کا اعتراف بھی موجود ہے تو اس کا منطقی نتیجہ واضح ہے کہ ان پر وحی نبوت کا ہی نزول ہوگا اور یہ بات سراسر ختم نبوت کے منافی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد ایک نبی آ گیا خواہ وہ سابق انبیاءؑ میں سے ہی ہو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اصلاح کا جو کام بھی وہ کرے گا وہ اپنی نبوت کی پاک تاثیروں کے طفیل ہی کرے گا حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کی تاثیر کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ مستقل نبی ہے اور ہر نبی روشنی کا مینار ہوتا ہے اس کی روشنی کی کرنیں اس سے جدا نہیں ہو سکتیں اس کی ذاتی روشنی ہی دنیا کو منور کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے پس جب وہ نبی کی حیثیت میں نزول فرمائیں گے تو لامحالہ اپنی نبوت کی ذاتی روشنی کو ساتھ لائیں گے اور وہی روشنی دنیا کو منور کرنے کا ذریعہ ثابت ہو گی جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہوں گے کہ نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کی روشنی کو ختم تسلیم کرنا پڑے گا۔ پس یہ کہنا کہ حضرت مسیح ناصری کے آنے سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی بالکل غلط خیال ہے جب حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت اپنا کام ہی نہیں کر رہی ہوگی تو آنحضورؐ صلعم کی ختم نبوت تو ٹوٹ گئی۔ ختم نبوت ٹوٹنے کے اس کے سوا اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ اس نے اپنا کام کرنا بند کر دیا اور اس کی جگہ ایک دوسرے نبی کی نبوت نے کام کرنا شروع کر دیا۔ اگر یہ مانا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کام نہیں کرے گی تو دوسرے لفظوں میں گویا ہم نے تسلیم کر لیا کہ وہ مسلوب النبوت ہو کر آئیں گے اور اس سے جو قباحت پیدا ہوتی ہے اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کوئی محقق بھی اس کا قائل نظر نہیں آتا بلکہ اس کے قائل کو محققین امت کافر قرار دیتے ہیں۔

اس تمام تقریر کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنے سے ختم نبوت ٹوٹ جاتی ہے اس لئے اُن کا آنا محال ہے۔

خاتم النبیین کا مفہوم

حضرت نبی کریم صلعم نے خاتم النبیین کا مفہوم اپنے مندرجہ ذیل اقوال میں واضح کیا ہے ان میں سے ایک تفسیر تو اس عظیم الشان لقب کی الفاظ ختم بی النبوۃ کے ذریعہ فرمائی ہے یعنے میرے آنے سے یا میرے ذریعہ سے تمام نبیوںؑ کو ختم کر دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ نبیوں کے ختم کرنے کے بجز اس کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے کہ ان کی نبوت کی تاثیروں کو ختم کر دیا گیا ہے یعنے نبیوںؑ کا جو کام ربانی لوگ یا بالفاظ دیگر اولیاء اور محدثین پیدا کرنا بتلایا گیا ہے یہ کام اب تمام سابق انبیاءؑ سر انجام نہیں دے سکیں گے یہ کام اب صرف میرے ذریعہ سے ہی سر انجام پائے گا اس مفہوم کی طرف اصول القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے ماتحت مندرجہ ذیل آیات اشارہ بھی کر رہی ہیں۔

پہلی آیت: یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نوراً تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم لئلا یعلم اھل الکتاب الا یقدرون علی شیء من فضل اللہ وان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ (الحدید ع ۴)

ترجمہ: اے مومنو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے دے گا (ایک اس رسولؐ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں اور ایک اس کی ہدایت پر دیگر تمام انبیاءؑ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں) اور تمہارے لئے تمہارے دلوں میں ایسا نور پیدا کر دے گا جس کو ساتھ لئے ہوئے تم تمام قوموں کے درمیان چل پھر سکو گے (مؤلف صاحب غور کریں کہ یہ نور اس امت کے ہی خاص افراد کو ملنا ہے) اور تمہاری حفاظت اور بخشش کا سامان بھی اسی رسولؐ کی اتباع کے نتیجہ میں ہی کرے گا۔ (نہ کہ کسی سابق نبی کی اتباع کے نتیجہ میں) اور اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والا اور بخشش کرنے والا اور نیک اعمال کی نیک جزا دینے والا ہے تاکہ تمام اہل کتاب (جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہوں گے کہ تمام پہلے نبیوں کو ماننے والے اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر عمل کرنے والے) جان لیں کہ اب وہ اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی پیروی سے اور ان کی کتابوں پر عمل کرنے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل نہیں کر سکیں گے یعنی اب وہ اس ذریعہ سے خدا رسیدہ نہیں بن سکیں گے یعنے اب وہ ربانی اور اولیاء و محدثین وغیرہ نہیں بن سکیں گے اور اب یہ فضل اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ میں ہے اور اس فضل کو اب اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دے رہا ہے اور دیتا رہے گا اور آیت کے اوپر کے حصہ میں بتا دیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو وہ اپنے فضل کا مورد بنانا چاہتا ہے یعنی وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے والے ہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اب مؤلف صاحب اور ان کے ہم خیال تمام مسلمان غور کریں کہ جب حضرت نبی کریم صلعم کی آمد سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تاثیروں کو ختم کر دیا گیا ہے اور انہی سابق انبیاءؑ میں حضرت مسیح ناصریؑ بھی ہیں تو لامحالہ ان کی نبوت کی تاثیریں بھی ختم ہو گئی ہیں تو وہ آ کر کیا کریں گے ان کی پیروی سے تو کوئی خدا رسیدہ بن نہیں سکے گا اور انبیاء آتے ہی خدا رسیدہ بنانے کے لئے ہیں تو وہ آ کر کیا کریں گے کیا اس صورت میں ان کا آنا عبث نہیں ہوگا اب تو صرف حضرت نبی کریم صلعم کی حقیقی اور کامل پیروی ہی انسان کو اس منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے اور انسانیت کے معراج کو حاصل کروا سکتی ہے اس کی طرف سورۃ الجمعۃ کی مندرجہ ذیل آیت بھی اشارہ کر رہی ہے فرمایا

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم

آیت کے الفاظ واخرین منھم سے کیا واضح نہیں ہوتا کہ حضرت نبی کریم صلعم صرف اپنے زمانہ کے لوگوں کا ہی تزکیہ نہیں فرمائیں گے بلکہ اپنی روحانی قوت کی مدد سے آنے والے لوگوں کا تزکیہ بھی آنحضور صلعم ہی فرماتے رہیں گے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھلانے کا کام بھی آنحضور صلعم ہی سر انجام دیتے رہیں گے۔

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضور صلعم کی روحانیت دائمی طور پر اپنا کام کرتی رہے گی۔ تزکیہ قلوب کا ذریعہ بھی آنجناب صلعم کی روحانیت ہی ہو گی اور کتاب اور حکمت سکھلانے کا کام بھی آنحضور صلعم کی روحانیت ہی سر انجام دیتی رہے گی اور کتاب اور اس کی حکمت کا درس دینے کا کام جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضور صلعم کے ہی سپرد ہے تو عیسائیوں کے غالیانہ عقائد کے رد میں جو دلائل قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں اور جس طریق سے ان کا قلع قمع کرنا موثر ہو سکتا ہے وہ صرف قرآن کریم ہی پیش کر رہا ہے اور قرآن کریم کو سکھلانا حضرت نبی کریم صلعم کا ہی کام ہے تو حضرت مسیح ناصریؑ کس طرح اس کام کو سر انجام دے سکتے ہیں یہ آیت گویا نص ہے اس بات پر کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف صرف حضرت نبی کریم صلعم کے کامل امتی اور کامل متبع پر ہی کھلیں گے اور وہی اس قابل ہوگا کہ عیسائیوں کے غالیانہ عقائد کا رد خوبی کے ساتھ کر سکے پس اگر ایک طرف اس آیت سے یہ امر بالبداہت ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی روحانیت ہی قیامت تک اپنا کام کرتی رہے گی تو دوسری طرف اس سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اب دنیا میں باطل کو مٹانے اور حق کو قائم رکھنے کا کام بھی حضرت نبی کریم صلعم کی امت کے کاملین ہی حضرت نبی کریم صلعم کے فیض سے مستفیض ہو کر سر انجام دیتے رہیں گے باہر سے کوئی اس کام کو کرنے کے لئے نہیں آئے گا اگر آئیگا تو اس کا کام حضرت نبی کریم صلعم کی طرف منسوب نہیں ہو سکے گا لیکن آنحضور صلعم کے کسی غلام کا کام لامحالہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف ہی منسوب ہوگا کیونکہ اس نے اس کام کو سر انجام دینے کیلئے جو روشنی حاصل کی ہوگی وہ حضرت نبی کریم صلعم کی روحانیت کے سورج کی کرنوں سے ہی حاصل کی ہوگی جیسا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں بظاہر حضرت نبی کریم صلعم کے ہاتھ میں نہیں آئیں حالانکہ پیشگوئی آنحضور صلعم کے ہاتھ میں آنے کی تھی بلکہ وہ چابیاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آئیں اور ان کے ہاتھ حضرت نبی کریم صلعم کے ہاتھ ہی سمجھے گئے کیونکہ تابع کا ہر کام متبوع کی طرف ہی منسوب ہوتا ہے اسی طرح اگر امت کا کوئی فرد حضرت نبی کریم صلعم کی محبت اور اطاعت میں غرق ہو کر جمالی قلعہ یا بالفاظ دیگر عیسائیوں کے غالیانہ عقائد

کو ادا کرنے کی قوت حضرت نبی کریم صلعم کی روحانی قوت سے حاصل کرتا ہے تو اس کا یہ کام حضرت نبی کریم صلعم کا ہی کام کہلائے گا اور یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے اس کام کو بخوبی سرانجام دیا۔ کسرِ صلیب کی تو ایسی کی کہ عیسائی اب قیامت تک اس کو جوڑ نہیں سکتے اور دلائل قویہ سے یہ ثابت کر کے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرے ہی نہیں صلیبی مذہب کا قلع قمع کر دیا اور ان کی قبر کشمیر میں ثابت کر کے صلیبی مذہب کے باطل ہونے پر مہر لگا دی اب عیسائی اس مردہ مذہب کی لاش کو اُٹھائے پھریں تو اُٹھائے پھریں ورنہ اس میں اب جان تا قیامت نہیں ڈال سکتے۔

اور پھر اس بات کا بھی صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ یہ سب برکت حضرت نبی کریم صلعم کی ہے۔ آنحضرت صلعم کے نور کا پرتو ہی میرے صافی دل پر پڑ رہا ہے۔ چنانچہ ان کے یہ دو الہام اس پر واضح دلیل ہیں کل برکة من محمد صلعم اور تبارک من علم و تعلم اس حقیقت کو حضورؑ نے اپنے مندرجہ ذیل شعروں میں بھی بیان کیا ہے:۔

(۱) دیگر استاد را نامے ندانم
که خواندم در دبستانِ محمد (صلعم)

(۲) اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

(۳) بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(۴) آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

(۵) جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبرؐ سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

(۶) دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطین کو جلایا ہم نے

— دیکھیں حضرت نبی کریم صلعم کے نور کا وارث ہو کر ہی شیطانی فوجوں پر غلبہ حاصل کرنے کا اعتراف کر رہے ہیں۔

(۷) ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

— دیکھیں کہ کیا آیت ویجعل لکم نوراً تمشون به کے مضمون کا ہی بیان نہیں ہو رہا۔

(۸) وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

. . . .

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

کیا مندرجہ بالا بیان سے واضح نہیں ہوتا کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے جو کارہائے نمایاں اس سلسلہ میں سرانجام دیئے ہیں وہ سب درحقیقت حضرت نبی کریم صلعم ہی کے کارہائے نمایاں ہیں اگر ان کاموں کو حضرت مسیحؑ ناصری کی طرف منسوب کیا جائے تو حضرت نبی کریم صلعم کی قطعاً کوئی شان اس سے ہویدا نہیں ہوگی کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت کا نہ اس میں دخل ہوگا اور نہ اس میں آنحضرت صلعم کی نبوت کی کوئی تاثیر ہوگی یہ سب کرشمہ خود حضرت مسیح ناصریؑ کی اپنی نبوت کی تاثیروں کا کرشمہ ہوگا۔ اور اس سے یقیناً بلا ریب حضرت مسیح ناصریؑ کی حضرت نبی کریم صلعم پر فضیلت تسلیم کرنی پڑے گی اور نہ غلط اور باطل عقیدہ عیسائی مذہب کو تقویت پہنچانے اور اسے پھیلنے میں مدد دینے والا ثابت ہوگا۔

دوسری تفسیر

خاتم النبیین کی دوسری تفسیر آنحضور صلعم نے الفاظ لانبی بعدی سے فرمائی یعنے اب میرے بعد کوئی شخص ایسا دنیا میں نمودار نہیں ہو سکتا جس کی اتباع کے نتیجہ میں اولیاء و محدثین وغیرہ پیدا ہو سکیں ایسے وجودوں کا پیدا ہونا اب صرف میری اتباع کے نتیجہ میں ہی ہو سکتا ہے۔

تیسری تفسیر

خاتم النبیین کی تیسری تفسیر ان الفاظ میں فرمائی لم یبق من النبوۃ الا المبشرات الا وھی الرؤیا الصالحۃ یراھا المؤمن او تری له اس تفسیر میں گویا اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ نبوت تو اب میرے آنے کے بعد تو کوئی رہی نہیں کہ اس کے ذریعہ مبشرات کی نعمت کسی کو مل سکے یہ نعمت تو اب صرف مجھ پر ایمان لانے والوں کو ہی میسر آئے گی یہ نعمت دو قسم کے مؤمنوں کو ملے گی ایک وہ جو خود اپنی کامل اطاعت کے نتیجہ میں اس نعمت کو حاصل کریں گے اور دوسرے وہ جو ان کے وجود میں اس نعمت کو مشاہدہ کر کے اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کریں گے ان کا ذکر لفظ تری له میں کیا گیا ہے اس کے جو عام معنی مشہور ہیں ان سے مجھے انکار نہیں اسی کی طرف آیت قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله اشارہ کر رہی ہے ...۔ یعنے خدا کے محبوب بننے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ذریعہ یہ ہے کہ میری اتباع کرو۔

دیگر تائیدی آیات

اس امر کی تائید کہ صرف حضرت نبی کریم صلعم کی اتباع سے ہی روحانی مدارج حاصل ہو سکتے ہیں، کسی اور نبی کا اس میں ذرّہ دخل نہیں مندرجہ ذیل آیات بھی کر رہی ہیں: —

پہلی آیت

واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به و لتنصرنه اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں نے جو تم کو کتاب اور حکمت کا ایک حصہ دیا ہے اس کے بعد جب تمہارے پاس ایسا رسول آئے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کی جو تمہارے پاس ہے تو تم نے ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور بالضرور اس کی نصرت کرنی ہوگی گویا اس آیت میں تمام سابق نبیوں کے ذریعہ ان کی اُمتوں سے حضرت نبی کریم صلعم پر ایمان لانے اور آنحضور صلعم کی اور آنجناب صلعم کے دین کی نصرت کرنے کا پختہ عہد لیا گیا ہے اور واقعات سے ثابت ہے کہ وہ رسول صرف حضرت نبی کریم صلعم ہی ہیں کیونکہ آنحضور صلعم ہی ہیں جنہوں نے تمام سابق انبیاء کی رسالت کی تصدیق کی ہے آنجناب صلعم کے سوا ایسا کوئی رسول نہیں ہوا جس نے دنیا کے کل نبیوں کی تصدیق کی ہو آنجناب صلعم کے سوا کوئی ایسا رسول نہیں ہوا جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے پہلے کل انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں پر واجب قرار دی ہے نہ کہ حضرت نبی کریم صلعم کی اُمت پر پہلے کسی نبی کی اطاعت واجب ہے حضرت مسیح ناصریؑ کا دوبارہ آنا اگر تسلیم کر لیا جائے تو اُمتِ محمدیہ پر حضرت نبی کریم صلعم کے بعد ان کی اطاعت واجب ہو جائیگی۔

دوسری آیت

وکذالک جعلناکم اُمة وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیداً۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے افراد ہی دنیا کے تمام لوگوں کے لئے شہداء کا کام دیں گے ... اور یہ افراد حضرت نبی کریم صلعم کا فیض حاصل کرنے والے ہوں گے کسی اور نبی کے فیض کا ان کی تربیت روحانی میں دخل نہیں ہوگا۔ یہ آیت بھی اس امر پر واضح دلیل ہے کہ کسی اور اُمت کا آدمی باہر سے آ کر اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ یہ شہداء آیت استخلاف کی رُو سے حضرت نبی کریم صلعم کے ہی خلفاء ہوں گے۔

اُمت میں آنے والے مسیح کا مسلمانوں کی طرف مبعوث ہونا

اُمت میں آنے والے مسیح کو حدیث نبویؐ میں وامامکم منکم و اُمتکم منکم کے وضاحت سے بتلا دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کا ہی امام ہوگا اور مسلمانوں میں سے ہی ہوگا اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کی راہنمائی کرے گا اور مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ اس کی اطاعت کریں اور اس کے ساتھ ہو کر دین کی خدمت بجا لائیں۔ پس مؤلف صاحب کا یہ کہنا کہ اُمت میں آنے والا مسیح مسلمانوں کی طرف مبعوث نہیں ہوگا حدیث کے بھی بالکل خلاف ہے اور قرآن کی آیت استخلاف کے بھی خلاف ہے چنانچہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ مسلمان ہی تھے اور مسلمانوں کی طرف ہی مبعوث ہوئے اور مسلمانوں کی ہی انہوں نے امامت فرمائی اور کفار کے ساتھ روحانی جنگ میں ان کی راہنمائی بھی فرمائی اور جیسا کہ مؤلف صاحب نے لکھا ہے آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے اور نہ ہی ایمان و کفر کی کوئی نئی کشمکش پیدا کی یہ کشمکش مخالف علماء کی طرف سے وجود میں آئی نہ کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف سے جیسا کہ دوسری قسط میں واضح کیا جا چکا ہے + والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

تقریری مقابلہ

ایک تقریری مقابلہ ۲۴ر دسمبر کو ۶½ بجے شام احمد ہال میں منعقد ہو رہا ہے

موضوعات

(۱) سکول کے طلباء کے لئے:
"رسولِ مقبول صلعم بحیثیت سپہ سالار"

(۲) کالج کے طلباء کے لئے:
۱- امنِ عالم اور اقوامِ متحدہ کا کردار
۲- قیامِ پاکستان اور نوجوان
۳- اسبابِ زوالِ اُمت

پریس سیکرٹری
ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور

مراسلات

معراج — جسمانی یا روحانی؟

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار جنگ میں مولینا احتشام الحق تھانوی کا معراج شریف کے متعلق ایک مضمون چھپا تھا جو مَیں نے پڑھا تو چند تشریح طلب امور کے متعلق مولینا ممدوح کو ایک عریضہ لکھا تھا جو غالباً ان کو مل گیا ہو گا مگر جواب سے تا ہنوز سرفراز نہیں فرمایا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ کہ آپ نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ:۔

حضرت نبی اکرم صلعم کو بیداری میں جسمانی معراج کا شرف ملا۔ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شیئ قدیر ہے اس کے لئے کوئی بات انہونی نہیں لیکن بعض باتیں انسانی عقل کی رسائی سے بالاتر ہوتی ہیں یا آسانی سے سمجھ نہیں آسکتیں اپنے مضمون میں جناب نے لکھا ہے۔ دورانِ سفر۔ چند حضرات کی ایک جماعت ملی تھی...... وہ حضرات ابراہیم۔ موسےٰ اور عیسٰی علیہم السلام تھے۔ اور حضور اکرم صلعم کے ...... استقبال کے لئے حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جمع فرمایا تھا...... آپؐ نے امام بن کر سب کو نماز پڑھائی...... جبریل امین نے کہا جتنے نبی حق تعالےٰ نے مبعوث فرمائے ہیں ان سب نے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔" اب بیشتر مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ سب انبیاء کرامؑ فوت ہو چکے ہیں سوائے حضرت عیسےٰؑ کے جو بجسد عنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں اور معراج کی رات کو وہ آنحضرتؐ کے استقبال کے لئے مسجد اقصٰی میں پہنچے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کیا وہ جسد عنصری کے ساتھ اترنے تھے؟ کیونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام اور فرشتے تو غالباً روحانی جسم میں آئے ہوں گے۔ اگر یہ صحیح ہے تو کیا کہیں قرآن پاک میں ہے کہ معراج کی رات کو نماز کے بعد مسجد اقصٰی سے انہیں جسم خاکی کے ساتھ پھر آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔ کیونکہ پہلی بار تو صلیب سے بچانے کے لئے آپ کے نزدیک الفاظ رافعک الیّ اور بل رفعہ اللّٰہ الیہ کے معنے کے رُو سے انہیں مع رُوح اور جسم آسمان پر اٹھایا گیا تھا جس پر ایک صاحب نے معترض ہو کر ایک سوال اخبار جنگ میں شائع کر کے آپ سے وضاحت چاہی تھی کہ "کیا خدا آسمان میں رہتا ہے"۔ چنانچہ بڑی دیر تک اس پر اخبار جنگ میں بحث چلتی رہی اور شاید چلتی رہتی اگر مشرقی پاکستان میں بغاوت کے حالات پیدا نہ ہو جاتے اور کاغذ کی قلت نہ ہو جاتی جس کے بعد اختلافی مسائل پر بوجہ عدم گنجائش یا قرین مصلحت نہ تھا کہ بحث جاری رہتی البتہ جناب بالکل خاموش رہے حالانکہ بحیثیت مفسر آپ کا فرض تھا کہ اس مسئلہ پر ایک مدلل اور جامع جواب چھاپ کر معترضین اور مؤیدین کا اطمینان کرا دیتے اور یہ بھی واضح کر دیتے کہ روحانی کی بجائے حضرت مسیحؑ کا رفع جسمانی ماننے میں کیا فائدہ ہے اور نہ ماننے میں کیا نقصان ہے۔ کیونکہ اسی سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۰ میں اسے رؤیاء کہا ہے (وما جعلنا الرؤیاء التی ارینٰک۔ ہم نے یہ رؤیا تمہیں دکھایا) اور آیت ۹۳ میں حضور نبی اکرمؐ نے کفار کے مطالبہ "او ترقیٰ فی السماء" کے جواب میں خود اللہ تعالےٰ کے حکم "قل" کے تحت یہ جواب دیا تھا سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولا (میرا رب پاک ہے میں تو ایک بشر رسول ہوں) آسمان پر کیسے جا سکتا ہوں۔ ان حوالوں سے ثابت ہے کہ کسی بشر کا آسمان پر جانا ممکن نہیں تو معراج کی رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بجسد عنصری آسمانوں پر جانا کیسے ممکن ہو گیا۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلعم کو مختلف آسمانوں میں ملے تھے۔ کیا وہ ٹھوس آسمان تھے۔ اور کیا خدا بھی ٹھوس آسمان میں رہتا ہے؟ جہاں معراج کی رات کو آنحضرت صلعم کو لیجایا گیا تھا۔

تعجب ہے کہ ایک سیدھے سادے معاملہ میں انسانوں کے اذہان کو اُلجھن میں ڈال دیا ہے جو شرط ایمان بھی نہیں ہے کہ جسمانی معراج کا انکار کرنے سے کوئی شخص خارج از اسلام ہو جائے۔ بلکہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جسمانی معراج ہونے کا دعوےٰ کیا ہوتا تو کفار ضرور اس وقت یہ اعتراض کرتے کہ جب ہمارے مطالبہ "او ترقیٰ فی السماء" کا جواب تو دیا گیا تھا "ھل کنت الّا بشراً رسولا" یعنے بوجہ بشریت آسمان پر جانا ممکن قرار دیا تھا تو معراج کی رات کو آنحضرت صلعم کیونکر مع جسد مبارک سارے آسمانوں پر چڑھ گئے۔ اور پھر جس امر (یعنی او ترقیٰ فی السماء) کو خود حضرت احدیت نے اپنے حکم قل سے شریعت کی بنا پر آنحضرت صلعم کے ...... لئے آسمان پر جانا ناممکن قرار دیا ہے وہ بات حضرت مسیحؑ کے حق میں ممکن بلکہ صحیح یقین کی جاتی ہے۔ لیکن تعجب انگیز بات یہ ہے کہ آسمان سے اتارتے وقت انہیں رسالت جیسے منصب اعلیٰ اور عطیہ عظمیٰ سے بلا قصور معزول کر کے بطور اُمتی اتارا جاتا ہے اور اس طرح دانستہ یا لاشعوری طور پر ان کا درجہ بڑھانے کی بجائے گھٹایا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں تو اللہ تعالےٰ نے انہیں رسولاً الیٰ بنی اسرائیل قرار دیا ہے۔ کیا حضرت مسیحؑ کے دوبارہ نزول پر یہ آیت رہے گی یا منسوخ ہو جائے گی؟ اگر رہے گی تو قرآن کریم تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے انہیں مستقل رسول قرار دیتا رہے گا اور ان کے دوبارہ نزول کے بعد مسلمان انہیں امتی کہیں گے

فاعتبروا یا اولی الابصار والالباب

مگر ہم تو فرمانِ الٰہی کے ماتحت آنحضرت صلعم کے معراج کو روحانی اور حضرت مسیحؑ کو سچا نبی اور بشر رسول یقین کرتے ہیں جو صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا تھا جو صلیب سے زندہ بچ گیا تھا اور اپنا فرض انجام دے کر تمام انبیاء عالم کی طرح اپنے خالق اور مالک سے واصل ہو چکا ہے جو نہ دوبارہ آسکے گا اور نہ نبوت و رسالت کے منصب اعلیٰ سے معزول ہو گا۔ کیونکہ اگر ایسا ہو جائے تو یہودی اس تنزل پر عید منائیں گے جنہوں نے ان کی تکذیب کر کے انہیں صلیب پر چڑھایا تھا۔ آخر میں علماء کرام اور عوام سے ہماری عاجزانہ التدعا ہے کہ وہ ان امور کی روشنی میں صبر و تحمل سے معراج کے روحانی یا جسمانی ہونے کا فیصلہ کریں۔ راقم ملک الٰہی بخش

۱۶ سی سٹیلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی

اسلام نسلی اور لسانی تعصبات سے مبرا ہے

مسلم ہائی سکول میں بین المدارس تقریری مقابلہ

۱۹ اکتوبر۔ مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور کے فارغ التحصیل۔۔۔ کیپٹن خالد فاروق مرحوم کی یاد میں بین المدارس تقریری مقابلے کا انعقاد کیا گیا۔ لاہور کے چوٹی کے ۱۳ سکولوں کے متعلمین نے "اسلام میں قومیت کے تصور" پر تقاریر کیں۔ ان سکولوں میں گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول، مسلم ماڈل ہائی سکول، این ڈی اسلامیہ ہائی سکول اچھرہ، سینٹ فرانسس ہائی سکول اور مسلم ہائی سکول نمبر ۱ قابلِ ذکر ہیں۔

مقررین نے مذکورہ موضوع پر بڑی مدلل اور جامع تقاریر کیں۔ تقریباً ہر مقرر نے اسلام میں قوم پرستی کی نفی کی اور ایمان و ایقان کو اسلام کی اصل قرار دیا۔ جغرافیائی حدود اور لسانی تعصبات کو یکسر فراموش کرنے پر زور دیا۔ زہد و تقوےٰ کو اسلام کی بنیاد قرار دیا۔

نو عمر مقررین نے جس خوش اسلوبی سے اس دقیق اور اہم موضوع کو اپنے زمزموں سے شگفتہ بنایا۔ حاضرین اس سے بڑے متاثر ہوئے۔ اس اجلاس کی صدارت لاہور ڈویژن کے انسپکٹر آف سکولز خان نور محمد خان کر رہے تھے۔ صاحب موصوف طلباء کی معیاری تقاریر سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا "مَیں اس اجلاس کی صدارت کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں، اس موضوع کو جس دل نشین انداز میں نوخیز مقررین نے نبھایا ہے وہ یقیناً قابل قدر ہے اسلام میں قومیت کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

صاحب صدر نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"آپ اس اجلاس میں کی جانے والی تقاریر سے کما حقہٗ استفادہ کر سکتے ہیں اپنی تقاریر میں ننھے مقررین نے علم و حکمت کے خزانے بہا دیئے ہیں"۔

اس سے پیشتر سید مسعود حسین صاحب ہیڈ ماسٹر نے صاحب صدر کے اعزاز میں سپاسنامہ پیش کرتے...... ہوئے فرمایا:۔

......

"کیپٹن خالد فاروق مرحوم ہمارے سکول کے ایک ہونہار طالب علم تھے اپنی خداداد صلاحیتوں سے انہوں نے ترقی کے مدارج بڑی سرعت سے طے کئے۔ معرکہ رن کچھ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ دوران جنگ انہیں گردوں کا عارضہ لاحق ہو گیا اور وہ عنفوان شباب میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے سکول ہذا کی طرف سے اس جوانمرگ سپوت

باقی بر صلا کالم ۳)

"سُورج مغرب سے طلوع ہوگا"

سے مراد مغرب میں اشاعتِ قرآن اور تبلیغ اسلام ہے
یہ نیا علم اور معرفت، چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی رہینِ منت ہے

محترم میاں فاروق احمد صاحب کا جماعتِ احمدیہ لائل پور کے ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجلاس میں ایمان افروز خطاب

(ملک نذر حسین صاحب)

مؤرخہ ۵/ نومبر بعد از نماز جمعہ جماعت احمدیہ لائل پور کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجلاس زیر صدارت محترم میاں رشید احمد مسرت صاحب منعقد ہوا۔ خطبہ جمعہ چوہدری علی محمد ماحی صاحب نے دیا اور نماز پڑھائی۔

اس کے بعد اجلاس کی کارروائی کا آغاز.... تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام چوہدری عبدالرزاق صاحب اور مرزا مسیح الزمان صاحب نے سنایا۔ خاکسار نے حضرت امام زمانؑ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔

پہلی تقریر مقامی مبلغ چوہدری علی محمد ماحی صاحب نے کی۔ انہوں نے مامورین کا معیارِ صداقت پیش کر کے حضرت مجددؒ زمان کا دعوے اور دلائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ تجدید دین اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک کسی مردِ خدا کے ذریعہ اسلام کے صحیح عقائد اور کتاب و سنّت کی صحیح اور جامع تفسیر جو دَورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو بیان نہ کی جاتی۔ اللہ تعالےٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے یہ عظیم کام حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام سے لیا۔ قوم کو اس کی قدر کرنا چاہیئے۔

ان کے بعد محترم و مکرم میاں فاروق احمد صاحب نے بڑی خوبصورتی سے یہ بیان کیا کہ ہم نے مرزا غلام احمد صاحبؑ کے دعوے کو بلا دلیل اور ثبوت نہیں مان لیا۔ ہمارے سامنے علاوہ دیگر دلائل و براہین کے بعض واقعات اور حقائق و شواہد ایسے ہیں جنہیں کوئی بھی صحیح الفطرت انسان جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ احادیث کی کتب میں پیشگوئی کے رنگ میں جو یہ لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں "سُورج مغرب سے طلوع کرے گا" اس کا مطلب تمام مسلمان یہی سمجھتے رہے کہ ظاہری طور پر سُورج کے طلوع ہونے کی سمت بدل جائے گی۔ حالانکہ قانونِ قدرت اور سنت اللہ کے مطابق یہ امر محال ہے۔ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمدؑ نے آ کر دنیا کو یہ نیا علم کلام اور معرفت بخشی کہ اس سے مراد مغرب میں اشاعتِ قرآن اور تبلیغ اسلام ہے جس کی بدولت مغربی اقوام داخلِ اسلام ہوں گی اور اس طرح اسلام کا سُورج مغرب میں بھی چمکنے والا ہے۔ جیسا کہ خود حضرتؑ فرما گئے ہیں کہ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

آپ نے مزید فرمایا کہ حضرت مجدد وقتؑ نے صرف زبانی کلامی ہی اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عملاً کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے قرآن کی حقانیت اور اسلام کی سچائی اور مذاہب عالم پر اسکی برتری ثابت کرنے کے دلائل قاطعہ اور براہین صادقہ پر مشتمل لٹریچر اور مبلغین اسلام کا جال بچھا دینے کی بنیاد بھی اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے مبلغین کے ذریعہ جہاں اسلام کی سچائی اور برتری بلادِ غیر میں اپنا اثر دکھا رہی ہے وہاں حضرتؑ کا اپنا الہام کہ "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" پورا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ مکرم میاں ۲۴

۲۴ فاروق احمد صاحب کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اظہار خیال فرمایا اور آخر میں صاحب صدر میاں رشید احمد مسرت نے حاضرین اور میاں فاروق احمد صاحب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنے بیرونی ممالک کے دَورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے احباب جماعت کے ایمان و یقین کو تازگی بخشی۔

آمد "کسرِ صلیب" فنڈ

از $\frac{9}{71}$-۲۷ تا $\frac{10}{71}$-۱۳

نام	روپے
چوہدری فیض بخش صاحب سرگودھا	20/-
معلوم الاسم -- --	50/-
عبدالباری صاحب عظیم کلرسیدیدیتوں	100/-
محمد نامل رمضان صاحب فاروقیہ	200/-
خالد عتیق صاحب کراچی ----	50/-
ڈاکٹر غلام مجتبےٰ صاحب کراچی	50/-
اصغر علی صدیقی صاحب کراچی	5/-
ہدایت اللہ صدیقی صاحب 〃	10/-
صاحبزادہ عبدالقدوس عبدالرب صاحب جانیوں	59/-
عبدالکریم صاحب -----	20/-
سیٹھ عبدالمالک صاحب جہلم ----	5/-
شیخ عبدالعزیز صاحب 〃 ---	5/-
ملک فضل الٰہی صاحب 〃	2/-
ندیم عالم صاحب چناگانگ	10/-
بیگم صاحبہ شیخ ممتاز احمد صاحب وزیر آباد	10/-
والدہ صاحبہ ارشد صاحب 〃	10/-
بیگم صاحبہ ایس عبداللہ صاحب 〃	5/-
بیگم صاحبہ بابو شیخ عزیز احمد صاحب 〃	5/-
شیخ عزیز الرحمٰن صاحب 〃	15/-
شیخ عبدالحق صاحب ایبٹ آباد	5/-
ماسٹر اصغر علی صاحب ایبٹ آباد	5/-
بیگم 〃 〃 〃	3/-
انوار احمد پسر ماسٹر اصغر علی صاحب 〃	1/-
افتخار احمد 〃 〃 〃	1/-
اعجاز احمد 〃 〃 〃	1/-
اقبال احمد 〃 〃 〃	1/-
ابرار احمد 〃 〃 〃	1/-
ریاض احمد ملازم 〃 〃	1/-
جاوید عمر 〃 〃 〃	1/-
ماسٹر محمد انور صاحب ایبٹ آباد	1/-
خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب 〃	25/-
نصیر احمد صاحب داتہ	10/-
غلام محبوب خانصاحب پشاور	20/-
سردار علی خانصاحب 〃	10/-
عبدالغنی صاحب حیدر آباد	50/-
شیخ محمد حسین صاحب ملتان ...	8/=

دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مراسلات

(بسلسلہ صفحہ ۱)

کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ہر سال بین المدارس تقریری مباحثوں کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں لاہور کے چوٹی کے سکول بڑی سرگرمی سے حصّہ لیتے ہیں۔ اس طرح ہم تربیت اطفال کے فریضے سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ نونہالوں کی قوت گفتار کو جلا بخشنے کے لئے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں۔ الحمدللہ ہماری مخلصانہ کاوشیں بار آور ثابت ہو رہی ہیں۔ ہم مقدور بھر ہر بچے پر انفرادی توجہ دینے کی پوری پوری...... کوشش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں پیش آنے والی مالی مشکلات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

• آپ نے فرمایا ہمارا اسکول احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی زیر سرپرستی چل رہا ہے انجمن مذکورہ ایک خالصتاً دینی اور تبلیغی ادارہ ہے جس کے پیش نظر مالی منفعت کا حصول نہیں ہے۔ انجمن نے دین اسلام کی سربلندی اور نشر و اشاعت کے لئے اپنے تمام وسائل اندرون و بیرون ملک وقف کر رکھے ہیں تاہم مالی وسائل کے محدود ہونے کے باوجود انجمن نے ہماری مالی اعانت سے کبھی بھی تساہل سے کام نہیں لیا اور اپنے زیر کفالت سکولوں پر بڑی فراخدلی سے خرچ کر رہی ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے بہت سے مسائل صاحب صدر کی نظر کرم سے حل ہو سکتے ہیں ہمیں آپکی علم دوستی سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ ہمارے زیر غور منصوبوں کی تکمیل کے لئے سرکاری امداد سے مستفید فرمائیں گے۔

جناب انسپکٹر آف سکولز نے اس کے جواب میں ہیڈ ماسٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "سکولوں کی گرانٹس کے فیصلے کرنے کا وقت قریب آ رہا ہے جناب شاہ صاحب! آپکا سکول کارکردگی کے اعتبار سے چوٹی کے سکولوں کے ہم پلہ ہونیکی جد و جہد میں مصروف ہے میں حتی المقدور آپکی مالی امداد سے گریز نہیں کروں گا اور انشاءاللہ آپ کو مایوس نہیں کروں گا"۔ اس پر ہیڈ ماسٹر سید منور حسین شاہ صاحب نے معزز مہمان کا شکریہ ادا کیا اور اس طرح یہ رنگا رنگ تقریب بڑے دلنشین انداز سے اختتام پذیر ہوئی۔ تقریری مقابلے کے نتائج حسب ذیل رہے: کیپٹن خالد فاروق میموریل شیلڈ گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول لاہور۔ اوّل منصور احمد سا

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا۔

احمدیہ کانفرنس

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بروز ہفتہ مؤرخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۱ء بعد از نمازِ فجر احمدیہ کانفرنس منعقد ہوگی۔ احباب جماعت اس کانفرنس میں جو تجاویز جماعت کی توسیع و ترقی اور استحکام کے لئے نیز اشاعت اسلام کی نئی راہیں سوچنے کے لئے پیش کرنا چاہیں وہ ۱۵ دسمبر تک مرکزی دفتر میں بھجوا دیں۔ انجمن کی مجلس منتظمہ ان میں سے مفید اور قابل عمل تجاویز کا انتخاب کر کے کانفرنس میں برائے غور و فیصلہ پیش کرے گی۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش
آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اپیل
برائے
جلسہ فنڈ

جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے
احباب کرام سے التماس ہے کہ گرانی کے مدِنظر جلسہ فنڈ میں زیادہ سے زیادہ رقوم ارسال فرمائیں۔

انچارج تحصیل
دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بحرِ حکمت کے موتی

بستر پر جانے سے پہلے

عن ابی ھریرۃ رض قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اوی احدکم الی فراشہ فلینفض فراشہ بداخلۃ ازارہ فانہ لا یدری ما خلفہ علیہ ثم یقول باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ ان امسکت نفسی فارحمھا وان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ بہ الصالحین

ترجمہ:—

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بچھونے کی طرف آئے تو اپنے بچھونے کو اپنے تہبند کے اندر کی طرف سے جھاڑ دے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے اس پر کونسی چیز آئی پھر کہے اے میرے رب تیرے نام پر میں نے اپنا کروٹ رکھا اور تیری مدد سے اسے اٹھاؤں گا اگر تو نے میری جان روک لی تو اس پر رحم کر اور اگر تو نے اسے بھیج دیا تو اس کی حفاظت فرما اس طریق سے جس سے تو صالحین کی حفاظت فرماتا ہے۔

نوٹ: از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کس طرح جسمانی اور روحانی فوائد کو اکٹھا کیا ہے بستر کو جھاڑ دے ممکن ہے کوئی موذی جانور ہو۔ اور پھر دعا کیسی پاک ہے گویا ہر وقت انسان اللہ کے سامنے

قرآن شریف ایک ایسی ہدایت ہے کہ اس پر عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل کر لیتا ہے۔

ارشادات حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن کریم میں علمی اور عملی تکمیل کی ہدایت ہے۔ چنانچہ اھدنا الصراط میں تکمیل علمی کی طرف اشارہ ہے اور تکمیل عملی کا بیان صراط الذین انعمت علیھم میں فرمایا۔ کہ جو نتائج اکمل اور اتم ہیں وہ حاصل ہو جائیں۔ جیسے ایک پودا جو لگایا گیا ہے، جب تک پورا نشوونما حاصل نہ کرے۔ اس کو پھل پھول نہیں لگ سکتے۔ اسی طرح اگر کسی ہدایت کے اعلیٰ اور اکمل نتائج موجود نہیں ہیں۔ وہ ہدایت مردہ ہدایت ہے جس کے اندر کوئی نشوونما کی قوت اور طاقت نہیں ہے۔ جیسے اگر کسی کو وید کی ہدایت پر پورا عمل کرنے سے کبھی یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمیشہ کی مکتی یا نجات حاصل کر لے گا۔ اور کیڑے مکوڑے کی حالت سے نکل کر دائمی سرور پا لے گا۔ تو اس ہدایت سے کیا حاصل۔ مگر قرآن شریف ایک ایسی ہدایت ہے کہ اس پر عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل کر لیتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ سے اس کا ایک سچا تعلق پیدا ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اعمال صالحہ جو قرآنی ہدایتوں کے موافق کئے جاتے ہیں۔ وہ ایک شجر طیب کی مثال پر جو قرآن شریف میں دی گئی ہے۔ بڑھتے ہیں۔ اور پھل پھول لاتے ہیں۔ ایک خاص قسم کی حلاوت اور ذائقہ ان میں پیدا ہوتا ہے۔

پس اگر کوئی شخص اپنے ایمان میں نشوونما کا مادہ نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔"

الوصیۃ۔ حضرت مسیح موعود

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ——— مورخہ یکم دسمبر ۱۹۷۱ء

رویت ہلال ——— بصری یا وجدانی

معاصر "نوائے وقت" (۲۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء) نے رمضان المبارک اور عید کی تقریبات تمام دنیا میں ایک ہی دن منائے جانے کے لئے ایک تجویز پیش کی ہے لکھا ہے :-

"ہم روزے کے بارے میں سورج سے حساب کے قائل نہیں ہمارا انحصار چاند ہی کے حساب پر ہے لیکن اس کی رویت کا مسئلہ اتنا اُلجھا ہوا ہے کہ مختلف ملکوں میں روزہ بھی آگے پیچھے رکھا جاتا ہے اور عید بھی آگے پیچھے منائی جاتی ہے حالانکہ پوری دنیا کے وقت میں مشرق سے مغرب تک کم و بیش چھ گھنٹے کا فرق ہے، اس چھ گھنٹے کے فرق کو اگر علمی سطح پر دُور کیا جا سکے تو اقصائے عالم کے تمام اسلامی ملکوں میں روزہ بھی ایک ہی دن رکھا جا سکتا ہے اور عید بھی اکٹھی منائی جا سکتی ہے، اس طرح وحدتِ انسانی کا وہ مشترکہ مظاہرہ بھی ممکن ہے جو مقصد و تقاضائے اسلام ہے۔"

یہ چھ گھنٹے کا فرق کیسے دُور کیا جائے، آگے چل کر معاصر موصوف لکھتا ہے :-

"ہم نے رویت ہلال کے بارے میں رویت بصری اور رویت وجدانی کے فرق پر کبھی غور نہیں کیا کبھی سوچا نہیں، چاند جب طلوع و غروب کی ظاہری حرکات سے بے نیاز اور طلوع و غروب محض فریب نظر ہے تو رویت وجدانی پر انحصار کر کے ایسی تقویم کیوں نہ مرتب کر لی جائے جس سے چھ گھنٹے کا ظاہری فرق بھی مخل نہ ہو اور ساری دنیا کے مسلمان ایک ہی دن روزہ رکھیں۔"

ایسی تقویم مرتب کرنے کا طریقہ معاصر موصوف نے یہ بتایا ہے کہ :-

"قمری مہینوں کو شمسی تقویم سے اس طرح مطابقت دی جائے کہ سال کے بعض ایام کو (لیپ کے سال کی طرح) کم و بیش کر کے یکساں کر لیا جائے تو قومی تقریبات کے شمسی تقویم کے مطابق بھی ایام و اوقات مقرر کئے جا سکتے ہیں .... لیکن اگر اس میں الجھن ہو .... تو کم از کم اتنا تو کر لیا جائے کہ قمری تقویم اس طرح تیار کی جائے کہ رویت ہلال بصری کی جگہ اس تقویم کی رویت وجدانی پر انحصار کر کے تمام دنیا کے مسلمان روزہ بھی ایک دن رکھیں اور عید بھی ایک دن منائیں۔"

معاصر موصوف کے اس سارے بیان سے ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک چاند کو ظاہر طور پر دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کی جو پابندی چلی آتی ہے اس کو چھوڑ کر ایسا حساب بنا لیا جائے جس کی رو سے تمام دنیا میں ایک ہی دن طلوع ہلال یقین کر لیا جائے۔ خواہ وہ ظاہری آنکھوں سے دکھائی نہ بھی دے یا اس کی رویت کا وقت نہ بھی ہو، اس کا نام معاصر ممدوح نے رویت وجدانی رکھا ہے اور اس کی تائید میں قرآن کریم کی آیت الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ باوجودیکہ اصحاب فیل کا واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے کا ہے تاہم اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے ربّ نے اصحاب فیل کے ساتھ کیا کیا۔ معاصر موصوف لکھتا ہے کہ :-

"یہاں دیکھنے سے مراد ظاہر ہے رویت بصری مراد نہیں بلکہ رویت وجدانی و یقینی ہے۔"

ہمیں افسوس ہے کہ معاصر موصوف کی پیش کردہ مثال رویت ہلال کے مسئلہ سے مطابقت نہیں رکھتی، الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل الخ میں نہ رویت بصری کا ذکر ہے نہ وجدانی کا بلکہ ایک تاریخی واقعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، یہ بتانے کے لئے کہ جو اصحاب فیل کا حال ہوا وہی حال دشمنانِ اسلام کا ہوگا، یہاں الم تر کے معنے یہ ہوں گے "کیا تو نے غور نہیں کیا"۔ ظاہر ہے اس کا تعلق رویت بصری یا وجدانی سے نہیں۔ اس کے علاوہ رویت ہلال کو بصری کے بجائے وجدانی بنانے کا جو طریق معاصر موصوف نے بتایا ہے قطع نظر اس کے کہ شرعاً وہ جائز ہو سکتا ہے یا نہیں، اس کو قمری تقویم نہیں بلکہ شمسی تقویم ہی کہنا چاہیئے، جیسا کہ معاصر موصوف کے ان الفاظ سے ظاہر ہے :-

"قمری مہینوں کو شمسی تقویم سے اس طرح مطابقت دی جائے کہ سال کے بعض ایام (لیپ کے سال کی طرح) کم و بیش کر کے یکساں کر لیا جائے تو قومی تقریبات کے شمسی تقویم کے مطابق بھی ایام و اوقات مقرر کئے جا سکتے ہیں"

سوال یہ ہے کہ اگر شمسی تقویم کے مطابق ہی کرنا ہے، تو اتنے تکلّف کی کیا ضرورت ہے، یہ کیوں نہ کہدیا کہ چاند کے مہینوں کو شمسی مہینوں کے مطابق کر لیا جائے، پھر یہ رمضان ہی سے مختص نہیں ہوگا تمام قمری مہینوں کو شمسی حساب کے مطابق کرنا ہوگا اور اسطرح حج بھی قمری حساب سے ہر سال بدلتے ہوئے دنوں میں نہیں بلکہ ہمیشہ خاص مقررہ ایام میں ہی کرنا ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے ؟ اور کیا رویت ہلال کو بصری کے بجائے وجدانی قرار دے کر شمسی تقویم کے مطابق کرنا شرعاً و عرفاً جائز ہوگا ؟ کہنے کو یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں ایک ہی دن روزہ رکھنے اور ایک ہی دن عید منانے سے اسلام کے تقاضائے وحدت انسانی کا مظاہرہ ہوگا۔ لیکن اس مظاہرہ کو کیا کیا جائے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور عمل سے انحراف کر کے پیدا کیا جائے حضرت نبی کریم صلعم کے عمل سے یہی نظر آتا ہے کہ آپ کے نزدیک رویت ہلال کا مفہوم رویت بصری ہے نہ کہ وجدانی، حضور صلعم کا ارشاد اور عمل شریعت کی حیثیت رکھتا ہے جس سے انحراف کر کے محض وحدت انسانی کا مظاہرہ پیدا کرنے کے لئے رویت وجدانی کے نام سے نئی اختراع کرنا جائز نہیں، بالخصوص جبکہ اس طریق سے تمام قمری مہینوں کو بدل کر شمسی تقویم کے مطابق کرنا اور اس طریق سے حج اور دیگر اسلامی تقریبات کے ایام میں بھی ردّ و بدل کرنا پڑے۔

وحدتِ نسل انسانی اسلام کا اصول بے شک ہے، لیکن اس اصول کی صداقت روزہ ایک ہی دن رکھنے یا عید ایک ہی دن منانے سے ثابت نہیں ہو سکتی، جہاں تک جسمانی رنگ میں وحدت انسانی کا تعلق ہے روزانہ پانچ نمازوں میں اس کا مظاہرہ ہر شہر اور ہر قریہ میں ہوتا رہتا ہے، جن میں امیر اور فقیر، شاہ و گدا، ہر ذات اور ہر رنگ کے انسان ایک ہی صف میں خدائے واحد کے حضور شانہ بشانہ کھڑے ہو کر عبادت الٰہی بجالاتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی امیر یا بادشاہ نماز کھڑی ہونے کے بعد آئے تو اسے پیچھے ہی کھڑا ہونا پڑتا ہے، عیدین کی نمازوں میں بھی یہی نظارہ سب جگہ دیکھنے میں آتا ہے، خواہ کسی جگہ دوسرے ممالک سے ایک دن پہلے عید ہو یا ایک دن بعد، اور سب سے بڑھ کر وحدتِ نسلِ انسانی کا مظاہرہ مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر دیکھنے میں آتا ہے، جہاں دنیا بھر کے مسلمان بلا اختلاف ذات و رنگ ایک ہی جگہ جمع ہو کر لبیک اللّٰھم لبیک کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور جہاں یورپ کے سفید آدمی کے ساتھ کالا حبشی کھڑا ہو کر وحدتِ نسلِ انسانی کا ثبوت دیتا ہے۔ لیکن اس جسمانی وحدت کے نظارہ کے علاوہ اسلام جس وحدتِ انسانی کو پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ مسجد اور نمازوں سے ہی نہیں بلکہ دِلوں کے اِتحاد سے تعلق رکھتی ہے، اگر مسلمانوں کے دل ایک نہیں جیسا کہ آج کل نظر آتا ہے کہ صوبائی، جغرافیائی اور قبائلی تقسیم سے اسلامی معاشرہ تتر بتر ہو رہا ہے، بنگالی مسلمان غیر بنگالی مسلمان کو مارنے کے درپے ہے اور سندھی پنجابی کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا نہ پنجابی اور پٹھان سندھی کو پسند کرتا ہے۔ پھر سیاسی و مذہبی مسائل کے اختلافات پر ایک دوسرے کی تکفیر سے اسلام کی پیدا کردہ وحدت کو جو نقصان پہنچ رہا ہے وہ بہت زیادہ خطرناک ہے، ضرورت ہے کہ یہ قلبی و روحانی وحدت مسلمانوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ جسمانی وحدت کا نظارہ تو روزانہ نمازوں اور عیدین میں (ایک آدھ دن کے اختلاف کے باوجود) اور سب سے بڑھ کر حج میں نظر آ ہی جاتا ہے۔ قلبی و روحانی وحدت پیدا کرنے کی ہے کہ یہی اسلام کا حقیقی منشاء ہے اور اسی سے اسلام اور مسلمان کی عزت و شان وابستہ ہے ؛

دشمن نے ہمیں للکارا ہے اور ہماری سلامتی کو چیلنج کیا ہے

اضطرار بھری دعائیں کرنا اور اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کر کے دشمن کی جارحیت کو کچل ڈالنا چاہیئے

فرمودہ
مکرم مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری دامت برکاتہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

الم تر کیف فعل ربّك باصحاب الفیل، الم یجعل کیدھم فی تضلیل، و ارسل علیھم طیراً ابابیل۔ ترمیھم بحجارۃ من سجیلٍ۔ فجعلھم کعصفٍ ماکول (الفیل)
وقال اللہ تعالیٰ :-
قل اعوذ برب الفلق۔ من شرّ ماخلق۔ ومن شرّ غاسق اذا وقب۔ ومن شر النفّٰثٰت فی العقد۔ ومن شرّ حاسد اذا حسد (سورۃ فلق)

یہ دو سورتیں جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ یہ اس امر کی طرف توجہ دلانے کیلئے پڑھی ہیں کہ آج ہمارا ملک اور قوم بہت ہی سنگین اور نازک دور سے گذر رہے ہیں۔ ابتلاء اور آزمائش اور مصائب و آفات سے بچنے اور ان سے محفوظ و مصئون رہنے کے لئے ان میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں گر بتائے ہیں۔ پہلی سورۃ میں ایک ایسی قوم کا ذکر ہے۔ جو بہت بڑی طاقت کی مالک تھی، اس کا منشاء یہ تھا کہ مکہ مکرمہ کی عظمت کو ختم کر دیا جائے۔ شاہ حبشہ کی طرف سے ابرہہ نامی شخص یمن کا گورنر تھا، وہ یہ دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتا رہتا تھا کہ عرب کے لوگ مکہ میں بیت اللہ کی عظمت اور احترام کرتے ہیں، اور اس کے اظہار کے لئے اطراف و اکناف سے آتے رہتے ہیں طواف کرتے ہیں اور حج ادا کرتے ہیں۔ اس کو دیکھ کر وہ جلتا اور کڑھتا رہتا تھا۔ اور سوچتا تھا کہ میں گورنر ہوں میری وجاہت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان لوگوں کو بجائے مکہ میں جانے کے یمن آنا چاہیئے۔

چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے صنعا میں ایک ٹمپل بنایا۔ یہ بہت عالیشان اور خوبصورت بنایا گیا اس پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا تاکہ اس عالی شان عمارت کی عظمت اور خوبصورتی کو دیکھ کر لوگ مکہ میں بیت اللہ کی زیارت کی بجائے میرے اس ٹمپل کی زیارت کے لئے یمن آنے کے عادی ہو جائیں اور اس طرح لوگوں کا مکہ میں آنا جانا خود بخود بند ہو جائے گا۔ لیکن عربوں نے اس ٹمپل کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ بلکہ اس کی بے حرمتی کر دی۔ بیت اللہ سے جو لوگوں کے دلوں کو وابستگی تھی اسے ٹمپل کی خوبصورتی اور گورنر کا رُعب و حاکمیت قطعاً نکال نہ سکی کیونکہ یہ گھر تو اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے ماتحت تعمیر کیا گیا تھا اور اللہ تعالےٰ کا یہ منشاء تھا کہ اس کی عظمت اور اس کی برکات کو قیامت تک قائم رکھے اس لئے اس نے بحیثیت مصرف القلوب ہونے کے عربوں کے دلوں کو اپنے تصرف خاص سے اپنے بیت کی طرف ہی مائل رکھا۔

جب ابرہہ نے دیکھا کہ اسکی تدبیر ناکام ہو چکی ہے تو اس نے بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا فیصلہ کیا۔ اسے ایک طرف مکہ والوں کی کمزوری کا بھی مکمل احساس تھا اور دوسری طرف اُسے اپنی مادی طاقت پر بھی گھمنڈ تھا، ان دونوں احساسوں کی بناء پر اسے یقین کامل تھا کہ ادھر اس نے حملہ کیا اور اُدھر مکہ فتح ہوا جس کے فتح ہونے کے ساتھ ہی اسے بیت اللہ کو مسمار کرنے کا موقعہ ہاتھ آجائے گا اور اس سے اس کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ یعنی عرب کے لوگ مکہ معظمہ کو چھوڑ کر یمن کی طرف اپنا رُخ کر لیں گے۔

مگر وہ یہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ گھر اللہ تعالےٰ کے منشاء کے تحت بنا ہے۔ اور اس غرض کے لئے بنا ہے کہ دنیا جہان کے انسانوں کی عبادت کا قیامت تک مرکز بنا رہے۔ لیکن ابرہہ اپنی طاقت اور اپنے مسلح لشکر جرار کے گھمنڈ میں مکہ پر چڑھ آیا۔ اس کے لشکر میں ہاتھی بھی تھے، جو عربوں نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے، اس لئے ابرہہ کے اس لشکر کا نام اصحاب الفیل (ہاتھیوں والے) رکھا گیا وہ سمجھتا تھا کہ میں اپنے لشکر جرار کی بالادستی سے عربوں کو مجبور و محکوم کر دوں گا اور مکہ کی عظمت کو ختم کر ڈالوں گا۔ اور بالآخر عرب یمن کی طرف رجوع کرنے کے لئے مجبور ہو جائیں گے۔

چنانچہ وہ ہاتھیوں کا ایک لشکر لے کر مکہ کے جوار میں پہنچا۔ اہل مکہ نے ان مہیب جانوروں کو دیکھا تو مرعوب ہو گئے، اور مقابلہ کی تاب نہ لا کر مکہ خالی کر کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ مکہ میں عبدالمطلب کا ایک خاص مقام تھا۔ ان کو شہرت حاصل تھی۔ رئیس تھے اور دانا و بینا شخص تھے۔ ابرہہ کے آدمیوں نے ان کے اونٹ پکڑ لئے۔ عبدالمطلب ابرہہ سے ملاقی ہوئے۔ بات چیت ہوئی اور وہ عبدالمطلب کی دانائی سے متاثر بھی ہوا۔ ابرہہ نے کہا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ عبدالمطلب نے کہا کہ آپ کی فوج کے آدمیوں نے میرے اونٹ پکڑ لئے ہیں۔ وہ مجھے واپس کر دیئے جائیں۔ ابرہہ حیران ہوا کہ میں تو اسے بڑا عقلمند سمجھتا تھا۔ اس نے یہ کیا مطالبہ کیا ہے۔ اس نے عالم حیرانی میں عبدالمطلب سے کہا کہ میں تو تمہارے بیت اللہ کو گرانے کے لئے آیا ہوں ..... بجائے اسکے کہ اس کی حفاظت و سلامتی کا تقاضا کرتے آپ کو اپنے اونٹوں کی فکر لاحق ہے۔ اس پر عبدالمطلب نے بڑا لطیف جواب دیا کہ میں تو اونٹوں کا مالک ہوں۔ مجھے ان کی فکر ہے۔ اور بیت اللہ کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کی فکر کرے گا۔ میں تو اس گھر کی حفاظت کرنے سے عاجز ہوں۔ خدا کے لشکر بے شمار ہیں وہ دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو نیست و نابود کر سکتا ہے۔ وہ جانے اور اس کا گھر جانے۔ چنانچہ انجام کار یہی ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان سے لشکر بھیج دیا۔ للہ جنود السمٰوٰت والارض۔ خدا کے لشکر آسمانوں اور زمین میں پھیلے ہوئے ہیں وما یعلم جنود ربّك الا ھو۔ یعنی خدا کے لشکروں کی تعداد اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ فی الحقیقت بے انتہا ہیں چنانچہ اس نے غول در غول پرندے بھیجدیئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی چونچوں

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے نہایت محترم اور مخلص ممبر لفٹیننٹ کمانڈر مرغوب عالم صاحب چٹاگانگ میں بحری جہاز سے پاؤں پھسل جانے کی وجہ سے سمندر میں گر کر فوت ہو گئے۔ ان کی لاش کراچی پہنچا دی گئی ہے جہاں ۲/ دسمبر کو بعد جنازہ انہیں سپرد خاک کیا جائیگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (مفصل آئندہ)

میں کنکریاں تھیں۔ وہ ابرہہ کے لشکر پر گریں جن سے ان میں وبا پھوٹ پڑی اور وہ سارا کا سارا لشکر وبا کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔

اس کے بعد ابرہہ کو بھی ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ یمن پہنچ کر وہ بھی موت کا شکار ہو گیا اللہ تعالیٰ اس سورہ شریفہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم کو تسلی کے لہجہ میں فرماتا ہے کہ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اصحاب فیل جب مکہ پر چڑھائی کے لئے آئے تو خدا نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کیا انسانی طاقت میں تھا کہ اس کے لشکر جرار کو شکست دے کر اس کے حملہ کو پسپا کیا جاتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کو ان کے لئے موت کا سامان بنا دیا۔ اور ابرہہ کی تدبیر مکہ کی عظمت کو گرانے کی ناکام ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ اس سورہ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر جرار کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ اور اسے تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا اسی طرح اے میرے حبیب! تمہیں ناکام بنانے کا ارادہ کرنے والا لشکر کفار بھی ناکامی اور نامرادی سے ہی ہمکنار ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کفار کو مخاطب کر کے فرماتا ہے امّن هٰذا الذی هو جند لکم ینصرکم من دون الرحمٰن ان الکٰفرون الا فی غرور۔ اے صنادید قریش کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا یہ لشکر جس پر تمہیں گھمنڈ ہے خدا کے لشکر کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے گا کافروں کو سخت دھوکا لگا ہوا ہے ان کو ابرہہ کے لشکر کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے کیا وہ خدا جس نے اس گھر کی حفاظت کے لئے تم کو تباہ کر دیا کیا وہ اس رسول کی حفاظت کے لئے کسی کا لحاظ کرے گا جس کی خاطر اس نے اس بیت کو تعمیر کروایا۔ پس یاد رکھو کہ جس چیز کی حفاظت خود خدا کرتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ظاہر ہے کہ حضور صلعم کے زمانہ میں مسلمان نہایت کمزوری و ناتوانی کی حالت میں تھے۔ اس موقعہ پر حضور صلعم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ کے دشمن جو آپ کو اور اسلام کو مٹانا چاہتے اور آپ کی قوم کو مٹانا چاہتے ہیں وہ خود مٹ جائیں گے اور تمہارا کوئی نقصان نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اس الٰہی وعدے کو پورا ہوتے ہوئے ہر شخص نے دیکھا۔ بدر، حنین اور دیگر جنگیں اس الٰہی وعدے کے تحت مسلمانوں کے لئے ظفرمندی کا پیغام لائیں۔

بدر کی جنگ میں ۳۱۲ آدمی تھے ان کے پاس جنگی سامان بھی نہیں تھا۔ وہ حرب و ضرب کے آزمودہ کار بھی نہ تھے، ان کی حالت نہایت کمزور تھی۔ ان کے مقابلہ میں دشمن کی طاقت تین گنا تھی۔ وہ ہتھیاروں سے مسلح تھے اور جنگ کے دھنی تھے۔ دشمن کو اور دیکھنے والوں کو وہم و خیال میں بھی نہیں تھا کہ اس کارزار میں مشرکین شکست کھا جائیں گے باوجود اس کے کہ خدائی وعدہ موجود تھا سیهزم الجمع ویولون الدبر ان اللہ علیٰ نصرهم لقدیر پھر بھی جنگ بدر کے موقعہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے الحاح اور گریہ و زاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعائیں کیں جو بارگاہ الٰہی سے مشرف و مقبول ہوئیں چنانچہ اگر پہلے اللہ تعالیٰ نے پرندے بھیج کر اصحاب الفیل کو تہس نہس کر دیا تو بدر کی جنگ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آندھی اور بارش بھیجدی۔ جس نے میدانِ جنگ کا پانسہ ہی پلٹ دیا۔ مسلمان جہاں پر صف آرا تھے جنگی نقطہ نگاہ سے وہ جگہ نہایت کمزور تھی۔ ریتلی تھی اور دشمن پکی زمین پر تھا۔

بارش ہوئی تو ریتلی زمین پختہ ہو گئی اور مسلمانوں کی طرف کی زمین ان کی نقل و حرکت کے لئے سازگار ہو گئی جبکہ دشمن کی طرف پھسلن ہو گئی۔ بارش سے پہلے سخت آندھی آئی جس کا رُخ کفار کی طرف تھا اور اس وجہ سے ریت اُڑ اُڑ کر دشمن کی آنکھوں میں پڑنے لگی جس کی وجہ سے ان میں کھلبلی مچ گئی۔ اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا، اور یہ امر دشمن کے لئے شکست کا موجب بن گیا۔ ان کے ۷۰ آدمی مارے گئے اور ۷۰ قیدی بنا لئے گئے۔ مارے جانے والوں میں بڑے بڑے کار آزمودہ اہل حرب بھی تھے۔ سو اس میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل والا ہی معاملہ کیا۔

آج پاکستان کے مسلمانوں پر بھی ایسی ہی نازک حالت طاری ہے۔ دشمن بڑی طاقت کا مالک ہے۔ بڑی حکومتیں اس کی پیٹھ ٹھونک رہی ہیں۔ روس نے سامانِ حرب سے اس کو لیس کر دیا ہے۔ آئے دن اس کے جہاز سامانِ حرب سے لدے ہوئے بھارت پہنچ رہے ہیں وہ سامان ایسا تباہ کن ہے جو جنگ میں نہایت موثر ثابت ہو سکتا ہے دوسری حکومتیں بھی اگرچہ اپنا عندیہ ظاہر نہیں کرتیں لیکن بھارت کی ہمنوا اور حامی ہیں پھر بھارت خود اپنے ملک میں بھی دن رات ساز و سامان تیار کر رہا ہے۔ اور ان کی فیکٹریاں دن رات اسلحہ اور توپ ٹینک بنانے میں مصروف ہیں۔ اسی وجہ سے بھارت اپنی من مانی کارروائی کر رہا ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کہتا ہے۔ کوئی اسے پوچھنے والا نہیں تمام بڑی حکومتیں محض تماشائی کا پارٹ ادا کر رہی ہیں نہ اقوام متحدہ ٹس سے مس نہیں ہوتی ... اور نہ سلامتی کونسل ہی اس سنگین صورت حالات کا خاتمہ کرانے کے لئے کوئی قدم اُٹھانے کے لئے تیار نظر آتی ہے۔ بھارت نے اس وقت مشرقی پاکستان کو گھیرے میں لے رکھا ہے، اور کہتا ہے کہ جب تک "بنگلہ دیش" کا فیصلہ اس کی مرضی کے مطابق نہیں ہو گا اس وقت تک وہ اپنی فوجیں سرحد سے نہیں اُٹھائیگا اس سے کوئی یہ پوچھے کہ بھلا تم پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل دینے والے کون ہو؟

وہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں، وہ پاکستان کو کمزور سمجھتا ہے اس لئے وہ گھمنڈ میں ہے اور طاقت کا نشہ اسے جارحیت کے جرم کے ارتکاب کی طرف لئے جا رہا ہے۔ بھارت کی طرح اسرائیل بھی عربوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ بظاہر مسلمانوں کی حالت کمزور نظر آتی ہے۔ لیکن مایوسی اور پریشانی کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنے حوصلے بلند رکھنے چاہئیں اور ایسے اضطراب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا چاہیئے اور اس سے رحم و کرم اور حفاظت طلب کرنا چاہیئے۔ ایسی حالت میں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کون ہمیں مدد دے سکتا ہے مسلمان خدا کی طرف متوجہ ہوں اور اس کی مدد کے طلبگار ہوں۔ تمام مسلمانوں کو یہ حقیقت مدِنظر رکھنی چاہیئے کہ حضرت نبی کریم صلعم کے ساتھ براہ راست خدا کی نصرت کے وعدے تھے لیکن باوجود ان وعدوں کے حضور نبی کریم صلعم نے خدائی نصرت کو حاصل کرنے کے لئے نہایت ہی الحاح کے ساتھ دعائیں کیں۔ خدا کی مدد کو کھینچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ خدا کی بارگاہ میں گر جائیں۔ آج اگر ہم پاکستان کو بچانا چاہتے ہیں اور دشمن کو عبرتناک شکست دینا چاہتے ہیں، تو خدا کی مدد دعاؤں کے ذریعہ طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم۔ اگر تم خدا کو نہ پکارو تو خدا تمہاری کب پرواہ کرتا ہے۔ شروع قرآن میں ہی دعا کی تحریک کرتے ہوئے ہماری زبان سے یہ کہلوایا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں جس کا مطلب واضح ہے کہ خدا کی مدد اسی وقت شامل حال ہو گی جب ہم کامل عبودیت کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ پس ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد یونہی حاصل نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے لئے بہت گریہ و زاری کرنا پڑتی ہے۔ تو آج ہم پر دشمن نے اضطراب کی حالت طاری کر دی ہے۔ ہمیں حوصلہ مند رہ کر خدا کے حضور گر جانا چاہیئے اس سے بڑے الحاح سے دعائیں کرنی چاہئیں اور دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کو اپنے کئے کی سزا دینے کے لئے اپنے آپ کو دعا کے کامیاب ہتھیار سے مسلح کرنا چاہیئے اور خدا سے طلبگار ہو کر اپنی الحاح کو عرش تک پہنچا دیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی اور ملائکہ کی امداد بھی ہمیں میسر آئے گی اور وہ اسی طرح ہماری مدد کریں گے جس طرح بدر اور احد کی جنگ میں انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی۔

پس ہمیں چاہیئے کہ بڑے اخلاص و یقین محکم اور عزم راسخ کے ساتھ دعاؤں میں لگے رہیں کہ خدا کی نصرت ہمارے شامل حال ہو۔ اس وقت قوم میں جہاد کا جذبہ پیدا ہو چکا ہے اور یہ جہاد کا وقت ہے۔ دشمن نے ہمیں للکارا ہے

اور ہماری سلامتی کو چیلنج کیا ہے۔ اس لئے ہم پر جہاد فرض ہو گیا ہے۔ اس وقت ہمیں تمام تر ذرائع و وسائل سے کام لے کر اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔ حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے مال اور جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔ تو یہ پاکستان ہمارا گھر، وطن اور ملک ہے، اس کے اندر ہماری عزت جان اور مال محفوظ ہے۔ اگر یہ ملک امن اور سلامتی میں ہے تو ہماری عزت اور جان و مال بھی سلامتی میں ہے۔ اس کے بغیر ہم کہیں کے بھی نہیں۔ خدانخواستہ اگر دشمن ہم پر غالب آجائے تو ہماری جان و عزت اور مال سب کچھ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ ہماری سب سے عزیز چیز ہمارا دین بھی خطرہ میں پڑ جائے گا۔ ہم غلامی اور محکومی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے بلکہ ہم ہندو یا شودر بنا لئے جائیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس وقت ہر لحاظ سے اپنے پیارے اور عزیز گھر پاکستان کی حفاظت و سلامتی کے لئے جو کچھ ہم کر سکتے ہیں ہمیں کرنا چاہیئے۔ ہم سب میدان جنگ میں جا کر لڑ تو نہیں سکتے لیکن ہم دعا کے اسلحہ سے کام لے کر دشمن کی تباہی کا سامان تو کر سکتے ہیں اور یہ کام گھر بیٹھے بھی ہو سکتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم۔ یعنی اگر تم اللہ کی یعنی اس کے دین اسلام کی مدد و حفاظت کے لئے نکل کھڑے ہو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ بھارت میں جو کچھ تبلیغی فرقہ۔ مسلمان ـــ کے ساتھ آج کل ہو رہا ہے اور ہوتا آیا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ۔ ۔ ہندو قوم کی ذہنیت بہت بری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے، انگریز ہم پر حاکم تھا لیکن وہ ہمارے دین و مذہب میں دخل نہ دیتا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ہندو ہمارے مذہب کا بھی دشمن ہے وہ مسلمان کے وجود کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ وہ ہمیں اپنے دین و مذہب سے الگ کرنا چاہتا ہے۔ ہندو کی اس اسلام دشمنی کو سامنے رکھ کر ہمیں اس دشمن کی چالوں کو ہمیشہ کے لئے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اٹھ کھڑا ہونا چاہیئے اور اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ طریق دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی مدد اور نصرت کو کھینچنا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ نے میدانِ بدر میں خدا سے التجا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے خدا اگر آج یہ تھوڑے سے تیرے نام لیوا دنیا سے جاتے رہیں تو پھر تیرا نام لینے والا بھی دنیا میں کوئی نہ ہو گا۔ بالکل یہی حالت آج ہماری ہے۔ اگر بھارت خدانخواستہ ہم پر غالب آگیا تو اس برصغیر میں خدا اور رسولؐ کا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ بے شک ہم گنہ گار ہیں لیکن آخر خدا کے رسولؐ کے نام لیوا تو ہیں۔ اے خدا اپنے پاک رسول محمد مصطفےٰ صلعم کے صدقے ہم پر رحم فرما اور ہمیں دشمن پر غالب کر دے ربنا لا تسلط علینا من لا یرحمنا۔ یہ درست ہے کہ دین اسلام خدا کا پسندیدہ دین ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرنے والا ہے اور قیامت تک اس کا حامی و ناصر رہے گا۔ اور خدا کا دین غالب آکر ہی رہے گا اور وہ کبھی مغلوب نہیں ہو گا۔ تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے معتوب و مغلوب ہو جائیں۔ اس لئے ہمیں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو خدائی نصرت حاصل کرنے کا اہل بنانا چاہیئے۔ پس آج دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ جب ہم اس کے حضور دعائیں کریں گے تو وہ بھی اپنی مغفرت اور نصرت کا دامن ہم پر دراز کر دے گا۔ اس زمانہ میں اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعودؑ نے دعا کی افادیت ہم پر واضح کر دی ہوئی ہے۔ ہم نے دعاؤں کی قبولیت کی نظائر اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ جو دوسری قوموں اور فرقوں کے اندر دیکھنے میں نہیں آئیں ہم چونکہ دعاؤں کی افادیت سے کما حقہ واقف ہیں اس لئے ہماری جماعت پر خصوصیت سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور جھک جائیں اور الحاح سے دعائیں کریں کہ اے ارحم الراحمین جس طرح تو نے ابرہہ کو تباہ و برباد کیا تھا اسی طرح بھارت کے لشکر کو تباہ کر کے اس کے ارادوں کو خائب و خاسر فرما۔ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگذر فرما۔ اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کے ہم متحمل نہ ہو سکتے ہوں۔ ہماری مدد فرما ہماری مغفرت کر۔ ہم پر رحم کر اور دشمنوں پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔ اے خدا ہم اس وقت کمزوری کی حالت میں ہیں۔ دشمن کو اپنی طاقت اسلحہ اور لاؤ لشکر پر گھمنڈ ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود ہم تیرے اور تیرے رسولؐ کے نام لیوا ہیں۔ ہمیں اپنی مغفرت میں لے لے اور تو اپنے فضل و کرم سے دشمن کے دلوں میں ہمارا رعب ڈال دے۔ ان کے حوصلوں کو پست کر دے۔ اور تو پاکستان کی قوم کو ہمت و حوصلہ اور تسلی و سکینت عطا فرما اور پاکستان کی جیالی اور بہادر سپاہ کو قوت و شوکت عطا فرما اور اپنے ملائک کو ہمارا حامی و ناصر بنا۔ ہمیں موجودہ بحران کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا ہوا ہے وہ ہمارے سامنے ہے اس کو تصور میں لا کر بھی روح کانپتی ہے اگر قوم کامیاب ہو جائے تو ہمارا بھی وہ حشر ہو گا جو بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ پس اس انجام سے پناہ مانگنی چاہیئے کہ خدا اس سے ہمیں بچائے۔

دوسری سورۃ جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں لوگوں کے شر سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ تو اس وقت بھارت کا شر نہایت ہی خطرناک طریق سے جاری ہے۔ اس شر سے خدا ہم کو محفوظ و مصئون رکھے۔ اس وقت اس خطرناک شر کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا رہا ہے۔ بھارت چاہتا ہے کہ ہمیں بے دست و پا کر دے اور ہمارا اقتصادی اور انتظامی پہلو کمزور کر دے۔ بھارت حسد کی آگ میں جل رہا ہے۔ اے خدا ہمیں اس کے حسد سے بچا۔ میں پھر دردِ دل سے جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیں اس وقت دعاؤں کی طرف خصوصیت سے توجہ دینی چاہیئے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم درد دل سے دعاؤں میں لگ جائیں۔ انبیاء کرامؑ بھی دعاؤں سے مستغنی نہ تھے۔ حضور نبی کریم ختم المرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعاؤں سے مستغنی نہ تھے تو ہم کس طرح مستغنی ہو سکتے ہیں۔ آیئے ہم آج دعاؤں کے ذریعہ خدا کے فضل اور مدد کو کھینچیں۔ کامیابی و کامرانی کا یہی واحد ذریعہ ہے جس کی بناء پر ہم اپنے مکار اور عیار دشمن بھارت پر غالب آ سکتے ہیں۔

۱۹۶۵ء میں خدا کی نصرت و تائید ہمارے شامل حال ہوئی۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل و کرم تھا۔ آج دشمن نے ہمیں ہر طرح سے کمزور کرنے کے لئے اقدامات کر رکھے ہیں۔ ہمارے وطن عزیز کے ایک حصہ کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے وہاں پر مداخلت کا دروازہ کھول رکھا ہے ہیں اور سرحدوں پر اپنی فوجیں بھیجی ہیں راستے بند کر دیئے ہیں ناکہ بندی کر دی ہے۔ اس کو یقین ہے کہ اگر چین اور امریکہ بھی پاکستان کی امداد کے لئے آجائے تو ہم ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ روس بھی بھارت کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ پس جس خدا نے ۱۹۶۵ء میں ہماری مدد کی تھی وہ آج بھی ہماری مدد فرمائے گا۔ اگر اس کی مدد ہمارے شامل ہو گئی تو روس کیا ساری دنیا بھی اگر بھارت کی مدد کے لئے کھڑی ہو جائے تو ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ہمیں اس طاقتور کی طاقت کا سہارا لینا چاہیئے جس کے ہاتھ میں تمام قسم کی طاقتیں ہیں۔ سو ہمیں اپنے خالق و مالک اور قادر خدا کی امداد کی ضرورت ہے اگر خدا کی نصرت اور مدد ہمیں حاصل ہو جائے خدا اگر چاہے گا تو کسی حکومت کے دل میں ہماری مدد کا عزم ڈال دے گا جو ہماری تائید کے لئے کھڑی ہو جائے گی۔ سو آپ اسی کے حضور اپنی قوم اور ملک کی سلامتی اور پاکستان کی فوج کی سلامتی کے لئے دردِ دل سے دعائیں کریں خدا ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گوپال صاحب کی والدہ کا انتقال۔

محترم شیخ غلام محمد گوپال قریشی رفضل بلڈنگ مکان ۴۸/۱ دل محمد روڈ لاہور کی والدہ صاحبہ ۱۱/۱۲، ۷۱ کو بقضاء الٰہی وفات پا گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ تہجد گذار اور تقوٰی شعار خاتون تھیں اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ میں دعائے مغفرت کرنے کی درخواست ہے۔

جناب شیخ رشید احمد صاحب صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مامورِ زمانہ اور جماعتِ احمدیہ کا کردار

حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ تم سب سے اچھی اُمّت ہو جو لوگوں کی بھلائی [illegible] لئے پھر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالےٰ نے تمہیں ایک اعلےٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیش رَو بنو اور رسولِ خدا تمہارا پیشرو ہو۔

اسی ارشادِ گرامی کے پیشِ نظر مامورِ زمانہ حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دعوےٰ ہے کہ دینِ اسلام آخری زمانہ میں غالب آئے گا یہ خدا تعالےٰ کا ایسا وعدہ ہے جو اٹل ہے اور ضرور پورا ہو گا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ کا نام اور دینِ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور بلندی اختیار کرے گا۔ مامورِ زمانؑ کی قائم کردہ جماعت نے اسلام کو دُنیا کے کناروں تک پھیلانے کا عہد کر رکھا ہے گویا جماعتِ احمدیہ ہی وہ اعلےٰ درجہ کا گروہ ہے جسے حضرت اقدسؑ مجددّ صدی چہاردہم نے انتخاب کیا اور یہ بلند کام جماعت کے سپرد کیا۔ اور اپنی جماعت کو یہ وصیّت کی کہ

”انجمن خُدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اِس لئے انجمن کو دُنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک و صاف رہنا ہو گا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔“

یہ وصیّت کیوں کی گئی اور اس کی منشاء کیا تھی؟ اس کی منشاء صرف دین کے اس سلسلۂ عظیم کو چلانا تھا جس کی تڑپ حضرتؑ کے دل میں تھی۔ انجمن کی بنیاد محض خدمتِ دین کے لئے رکھی گئی [illegible]

اور اس فرض کا تقاضہ ہے کہ ہم میں سے ہر احمدی میدانِ عمل میں نکلے اور بلا خوف و خطر جماعت اور اپنی قوم کی خدمت میں لگ جائے۔ بہتری کے کاموں میں شامل ہو جائے اور حقیقت میں احمدی کہلانے کا حقدار بن جاوے۔

حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہونے چاہئیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دیا ہوا ورثہ سنبھال سکیں اور آپؑ کے سپرد کردہ فریضہ کو پُورا کر سکیں۔ یہ خیال حضرت امیر مرحوم کو گھُن کی طرح کھا رہا تھا کہ اگر جماعت احمدیہ میں ایسے انسان پیدا نہ ہوئے تو احمدی دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیونکر پُورا کر سکیں گے۔ اسی مقصد کے تحت حضرت مولانا مرحوم جماعت کے نوجوانوں سے خطاب فرماتے اور ان میں سے بہتر لوگ پیدا ہونے کی خواہش کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ گویا نوجوان طبقہ سے حضرت امیر مرحوم کی بہت سی توقعات تھیں اور وہ چاہتے تھے کہ جماعت کے نوجوان آگے بڑھیں اور اس بوجھ کو اُٹھا لیویں۔

اس زمانہ میں نوجوان دین اور مذہب سے دُور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت سائنس اور علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ کام جماعت احمدیہ کا ہے کہ اعلےٰ علمی رنگ میں اسلام کی برتری اور اسلام کی فوقیت نوجوانوں پر آشکار اکریں تاکہ قوم کا یہ قیمتی سرمایہ اسلام کا فدائی ہو جائے۔ ہم چند بزرگوں پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں جن میں سے کثیر تعداد ہم سے جُدا ہو چکی ہے۔ اب اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ جماعت کے نوجوانوں پر مکمل اعتماد قائم کیا جائے اور ان کو انجمن کے کاروبار اور انتظامیہ میں شامل کیا جاوے۔

احمدیت کا اصل کردار ہم میں پھر سے پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ترقی کے منازل ہم طے کرنے کے لئے تیار [illegible] ہوتا جب تک اس کی مکمل جستجو نہ کی جاوے۔ علم اور عملِ پیہم ہی ایک ایسا نسخہ ہے جس سے یہ جستجو پوری کی جا سکتی ہے۔ فراخ دلی اور قومی فلاح و بہبود ہمارا مطمح نظر ہونا چاہیئے۔ شخصیت کی پُوجا گناہ ہے اور دین کے میدان میں ذاتی لحاظ و ملاحظہ اس سے بدتر گناہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک احمدی اپنی جماعت کا ایک اہم جزو ہے اور انہی اجزاء پر جماعتِ احمدیہ کی زندگی کا انحصار ہے۔ اس لئے ہر احمدی پر یہ لازم ہے کہ انجمن کے مفاد کو دیگر امور پر مقدم رکھے ہم اپنے اپنے مقام پر جماعت کی خدمت میں لگ جاویں۔ جذبات سے کام نہیں نکالے جا سکتے۔ تمام امور عمل سے حل ہوتے ہیں۔ عملی زندگی ہی کامیابی کا موجب ہو سکتی ہے۔

قرآن حکیم کی یہ آیت لاتحزن ان اللہ معنا ہمارے لئے کافی سبق آموز ہے۔ جب مشکلات کے وقت مخالفین اسلام کو ضرر نہ پہنچا سکے تو اب جب کہ اسلام جگہ جگہ پھیل چکا ہے اور اپنی برکات ظاہر کر چکا ہے تو کسی کی مخالفت کیا نقصان پہنچا سکے گی۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کی طرف مامورِ زمانہؑ کا اشارہ ہے کہ اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ غلبۂ اسلام کا شرف جماعتِ احمدیہ کو نصیب ہوتا ہے۔ ہر احمدی بزرگ اور نوجوان کو اب تیار رہنا اور اپنے عہد کو یاد رکھنا چاہیئے جو مامورِ زمانہؑ سے کیا تھا تا کہ غلبۂ اسلام کی سعادت اسے نصیب ہو اور دینِ اسلام کا پرچم بلند سے بلند تر ہوتا چلا جاوے۔ آمین

خواتین مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا ماہوار جلسہ

مؤرخہ ۲۵ نومبر بروز بدھ کو بیگم صاحبہ چوہدری فضل حق (احمدیہ پارک) کے ہاں خواتین مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی ایک میٹنگ زیرِ صدارت بیگم صاحبہ ڈاکٹر [illegible] پروگرام کی ابتداء کلام پاک کے ساتھ ہوئی۔ تلاوت قرآن بیگم صاحبہ چوہدری فضل حق نے کی۔ اس کے بعد ثمرہ بتول نے نعت پڑھی۔ پھر بیگم صاحبہ فضل احمد سیکرٹری نے گذشتہ اجلاس کی رُوئداد پڑھی جو بالاتفاق پاس ہو گئی۔ رپورٹ کے بعد بیگم صاحبہ ظہور احمد نے ایک مقالہ پڑھا جس میں پاکستان کے موجودہ حالات کے علاوہ اسلامی قدروں کے زوال پر روشنی ڈالی۔ مزید آپ نے اس بات پر زور دیا کہ خواتین کو اب مَردوں کے شانہ بشانہ پاکستان کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر خواتین موجودہ نسل کو اسلامی رنگ میں رنگین کر دیں تو فلاح کی کئی نئی راہیں سامنے کھُل جائیں گی۔ مزید فرمایا کہ جو بھی کام اللہ تعالےٰ پر توکل رکھ کر اور اللہ کی رضامندی کے مطابق کیا جائے ضرور پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔

اگر ہماری جماعت خلوص نیّت سے کسی اچھے کام کا ارادہ کر چکی ہے تو وہ کام ضرور مکمل ہو گا۔

بیگم صاحبہ چوہدری ظہور احمد کے بعد آنسہ فریدہ چوہدری نے ایک نظم بعنوان ”موجودہ مذہبی لیڈر“ پڑھی جس کے چند آخری اشعار یہ ہیں ؎

بہت کچھ یہ کر چکے ہیں
اور دیکھئے کیا ہوتا ہے
وہ ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں
یا اُن کا تیر خطا ہوتا ہے
ہم اِک دیوار بنتے ہیں
یا دِل بدستور بڑا ہوتا ہے
ٹھوکروں سے کچھ سیکھ لیتے ہیں
یا عام رنگ خفا ہوتا ہے
دامن سے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں
یا حق گلشن ادا ہوتا ہے

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

مولانا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری

فیصلہ جہلم سیس آباد شائع کردہ ابو شہزاد صاحب بی اے کے ریمارکس پر ایک نظر

اُمّت میں آنے والے مسیح اور مہدی کا مقام

(۴)

ایک اعتراض کی بناء محض حضورؑ کے اصل مقام کو نہ سمجھنے پر۔

گذشتہ قسط میں اس امر کو واضح کیا گیا تھا کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بعض بزرگوں پر اپنی فضیلت کا اظہار کیا ہے اس اعتراض کی بنیاد محض ان کے اصل مقام کو نہ سمجھنے پر ہے معترضین محض ان کی شخصیت بطور مرزا غلام احمد کو سامنے رکھتے ہوئے اور ان کے اصل مقام مسیح و مہدی کو نظر انداز کرتے ہوئے بلکہ اسے پس پشت ڈالتے ہوئے کرتے ہیں جس کے آپؑ درحقیقت حامل تھے۔

شریعت کی رُو سے حضورؑ کا مقام

ان کے وجود کو اگر بطور مسیح اور مہدی دیکھا جائے اور اسی کو مدِ نظر بھی رکھا جائے تو ان کا دعویٰ فضیلت بر بعض بزرگان دین محل اعتراض بن سکتا ہی نہیں کیونکہ خود شریعت غرّاء نے انکو بحیثیت مسیح اور مہدی ہونے کے یہ فضیلت عطا کی ہوئی ہے اُمت میں کوئی بزرگ بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکا جس مقام پر شریعت نے مسیح اور مہدی کو کھڑا کیا ہے پس اگر ان کے مسیح اور مہدی ہونے کے دعویٰ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس دعویٰ کی صحت کو تسلیم کرنے کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی ہوگا کہ ان کو بزرگانِ سلف سے افضل یقین کیا جائے۔

دعویٰ فضیلت ہتک کو مستلزم نہیں

علاوہ ازیں یہ امر بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ کسی پر فضیلت کے دعویٰ سے اس شخص کی ہتک مقصود نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے اس کی ہتک لازم آتی ہے جس پر فضیلت کا دعویٰ کیا گیا ہو ہر بزرگ کی بزرگی اپنی اپنی جگہ مسلّم ہے کیا تمام مسلمان حضرت نبی کریم صلعم کو افضل الانبیا تسلیم نہیں کرتے تو کیا اس سے باقی تمام انبیاء کرامؑ کی ہتک کا وہم بھی کسی مسلمان کے دماغ میں آ سکتا ہے یا کبھی آیا ہے۔ سب مسلمان قرآنی ہدایت لا نفرّق بین احد من رسلہ کے ماتحت بحیثیت رسول ہونے کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے لیکن آیت تلک الرسل فضّلنا بعضھم علےٰ بعض کی بناء پر بعض دیگر خصوصیات کی وجہ سے بعض کی بعض پر فضیلت کے بھی قائل ہیں اور ایسی ہی اہم خصوصیات کی وجہ سے حضرت نبی کریم صلعم کی فضیلت برجمیع انبیاء علیہم السلام کے ہم تمام مسلمان قائل ہیں لیکن جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے اس سے کسی سابق نبی کی نہ تو ہتک مقصود ہوتی ہے اور نہ کسی سابق نبیؑ کی ہتک اس سے لازم آتی ہے ہم تمام مسلمان ہر سابق نبی کی عزت کرتے اور ان کی نبوّت پر ایمان لاتے ہیں

مسیح اور مہدی ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں

اس مختصر سی تمہید کے بعد ذیل میں اس مقام پر روشنی ڈالی جاتی ہے جو شریعت میں آنے والے مسیح اور مہدی کا بتلایا گیا ہے لیکن اس مقام کی نشاندہی کرنے سے قبل یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ مسیح اور مہدی دو الگ الگ شخصیتوں کے نام نہیں بلکہ شریعت میں ایک ہی شخص کو دو مختلف حیثیتوں سے یہ دو لقب عطا کئے گئے ہیں تمام قوموں کے فتنہ کو فرو کرنے کی بنا پر عموماً اور عیسائی قوم کے فتنہ کو فرو کرنے کی بناء پر خصوصاً حدیث میں اُسے مسیح کے لقب سے پکارا گیا ہے اور مسلمانوں میں رائج شدہ غلط عقائد کو صحیح عقائد میں تبدیل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اعمال میں زندگی کی رُوح پھونکنے کی وجہ سے اسے مہدی کے لقب سے پکارا گیا ہے اس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر خدا ترس مسلمان کو اس مقام کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو مسیح اور مہدی کو قرآن اور احادیث میں عطا کیا گیا ہے۔

مسیح کا مقام

بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کی جاتی ہے اس میں اُمت میں آنے والے مسیح کے متعلق ذیل کے الفاظ مسلمان بھائیوں کے غور کے لئے پیش کئے جاتے ہیں :-

"کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم یعنے اے مسلمانو! تم اس وقت کیسے حالات میں سے گذر رہے ہو گے جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور یاد رکھو ابن مریم سے مراد اسرائیلی نبی عیسےٰ بن مریم نہیں بلکہ اس سے مراد اُمّت کا ہی ایک فرد ہوگا جو تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہی ہوگا۔"

ان الفاظ کو تاویل کے چرخ پر چڑھانے کی مختلف کوششیں کی گئی ہیں لیکن مسلم کی حدیث کے الفاظ فامّکم منکم نے ان تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے اور صاف الفاظ میں آنے والے ابنِ مریم کو اُمّت کا ہی ایک فرد قرار دیا ہے۔

ابن مریم کہنے کی وجہ

اور اسے ...... عیسٰی بن مریم سے شدید مشابہت کی وجہ سے ابنِ مریم کہا گیا ہے جیسے بہادری میں رستم سے مشابہت رکھنے والے کو رستم کہہ دیا جاتا ہے اور سخاوت میں حاتم طائی سے مشابہت رکھنے والے کو حاتم کہہ دیا جاتا ہے اور یہ زبان کا عام محاورہ ہے کہ شدید مشابہت کی وجہ سے ایک کا نام دوسرے کو دے دیا جاتا ہے جیسے شیر جیسی بہادری رکھنے والے شخص کو شیر کہہ دیا جاتا ہے یہ استعمال عام ہے کہ مشابہت تامہ کی بناء پر مانند کا لفظ اڑا دیا جاتا ہے۔ یعنی رستم، حاتم اور شیر کی مانند کہنے کی بجائے رستم۔ حاتم اور شیر کہہ دیتے ہیں۔ اسی بناء پر مائیں اپنے بچوں کو چاند کہہ کر پکارتی ہیں جس سے ان کا مقصود اس امر کو ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ ان کے بچہ میں چاند والی ملاحت پائی جاتی ہے اور اسی ملاحت میں اُسے چاند سے شدید مشابہت ہے جس کی وجہ سے اسے چاند کی مانند نہیں بلکہ خالی چاند کہہ کر ہی پکارا جاتا ہے۔

کیف انتم کی تشریح

اب امامکم منکم اور امّکم کی مزید تشریح کرنے اور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ ان الفاظ سے مراد اُمّت کا ہی ایک کامل فرد ہے دلائل دینے سے قبل حدیث کے الفاظ "کیف انتم" میں مسلمانوں کی عام طور پر جو بُری حالت کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اس پر قارئین کرام کو مطلع کیا جائے تا وہ علیٰ وجہ البصیرت اس بات سے آگاہ ہو جائیں کہ سیدنا حضرت مرزا صاحب (المسیح الموعودؑ) نے آکر خدمت اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح اور انکو خطرناک بھنور سے نکالنے کا کس قدر عظیم الشان فریضہ سرانجام دیا ہے۔

پہلی حدیث اور مسلمانوں پر کفار کی یلغار۔

اس سلسلہ کی پہلی حدیث کے الفاظ نبویؐ یہ ہیں عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ الی قصعتھا فقال قائل ومن قلۃ نحن یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المھابۃ منکم ولیقذفن اللہ فی قلوبکم الوھن فقال قائل یا رسول اللہ ما الوھن قال حب الدنیا وکراھیۃ الموت۔ ابو داؤد کتاب الملاحم باب تداعی الامم علی الاسلام۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا وقت آتا ہے کہ دیگر امم تم پر اے مسلمانو! اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کہ کھانے والے کھانے سے بھرے ہوئے ٹب پر کھانے

کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم کیا یہ اس لئے ہوگا کہ ہم اس دن تعداد میں کم ہوں گے

سیلاب بہائے لئے جاتا ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہارا رُعب نکال لے گا اور تمہارے دلوں میں اللہ تعالےٰ وھن ڈال دے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وھن کیا چیز ہے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔

تیرھویں صدی کے عظیم الشان فتنے

حدیث میں آتا ہے الآیات بعد المائتین اس حدیث کے معنی حدیث کے شارحین نے یہی کئے ہیں کہ تیرھویں صدی ہجری میں آیات کبریٰ شروع ہو جائیں گی۔ چنانچہ تیرھویں صدی کے فتنوں سے ہر شخص پناہ مانگتا رہا ہے حجج الکرامہ ص ۳۹۵ اور چودھویں صدی میں مسیح اور مہدی کا ظہور ہوگا۔ پس اگر ہم اس صدی پر نظر غائر ڈالیں اور سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوے مسیحیت سے قبل مسلمانوں کی حالت کا نقشہ اپنے تصور کی آنکھ کے سامنے لائیں تو حدیث مذکورہ بالا کے لفظ لفظ کی تصدیق ہمیں مل جاتی ہے۔

حدیث میں دو باتوں کی وضاحت

حدیث میں دو باتیں واضح طور پر بیان کی گئی ہیں ایک تو یہ کہ مسلمانوں کی دینی حالت اس قدر کمزور ہوگی کہ دشمنانِ اسلام کے دلوں سے مسلمانوں کا رُعب اٹھ جائے گا اور وہ یقین کر لیں گے کہ اُن پر حملہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے اور یہ اس قدر کمزور ہیں کہ ہمارے حملہ کی تاب قطعاً نہیں لا سکتے اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا انکار قطعاً نہیں کیا جا سکتا

دشمنانِ اسلام کے حملہ کی شدت اور اس کا اثر

مسلمانوں نے بالعموم اسلامی تعلیم میں ایسے غلط عقائد داخل کر دیئے تھے ..... جن کی بناء پر دشمنانِ اسلام ملّتِ اسلامیہ کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنائے چلے جاتے تھے اور مسلمان ان کے دفاع

سے بالکل عاجز تھے عیسائیوں کے اعتراضات اس قدر شدت اختیار کر گئے تھے کہ ان کے جواب سے علماء کے عجز کو دیکھ کر

سماج والوں نے بھی دھڑا دھڑ اسلام پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے جیسا کہ کنز العمال جلد سابع کے صفحہ ۱۷۵ پر حدیث درج ہے۔

فقاہت کا فقدان اور علم کا اُٹھ جانا

سیأتی علی اُمتی زمان یکثر فیہ القراء و یقل فیہ الفقہاء و یقبض العلم و یکثر الھرج ثم یأتی من بعد ذالک زمان یقرأ القرآن رجال من اُمتی لا یجاوز تراقیھم ثم یأتی من بعد ذالک زمان یجادل المشرک باللہ المؤمن فی مثل ما یقول۔ یعنی میری اُمّت پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا جس میں قرّاء تو بکثرت ہوں گے لیکن دین کی حقیقی سمجھ رکھنے والے اور اس کی رُوح اور اس کے مغز سے واقفیت رکھنے والے بہت کم ہوں گے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ علم کی جگہ جہل نے لے لی ہوگی اور وہ پھیل رہا ہوگا اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دین کا حقیقی علم دُنیا سے اُٹھ چکا ہوگا اور اس کی وجہ سے مسلمان آپس میں لڑائی اور جھگڑوں میں مصروف ہوں گے ایسے زمانہ میں میری امت کے لوگ قرآن تو پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوں کے نیچے نہیں اُترے گا اس کے نتیجہ میں یہ حالت ہوگی کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والی قومیں بھی مسلمان کہلانے والوں کے ساتھ ان دینی امور میں جو مسلمان بیان کر رہے ہوں گے مجادلہ کے میدان میں اُتر آئیں گے۔

غلط عقائد کا پھیلنا

حدیث کے الفاظ "فی مثل ما یقول" اس بات پر صاف دلالت کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے عقائد اس وقت صریح طور پر خلاف شریعت غرّاء ہوں گے اور وہی غلط عقائد دشمنانِ اسلام حتیٰ کہ مشرکین کو بھی اسلام پر حملہ آور ہونے کی جرأت دلا رہے ہوں گے گو عیسائی بھی حقیقت کے لحاظ سے مشرک ہی

مسلمانوں کا محاصرہ

ان دونوں قوموں نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعوےٰ سے قبل مسلمانوں کا جس شدت سے محاصرہ کیا ہوا تھا وہ اظہر من الشمس ہے اور اس محاصرہ سے نکلنے کا کوئی راستہ مسلمانوں کو نظر نہیں آتا تھا اس محاصرہ سے مسلمانوں کو اگر کسی نے نکالا تو سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے آکر نکالا۔ اس محاصرہ کا ذکر ذیل کی حدیث میں پایا جاتا ہے حجج الکرامہ صفحہ ۴۱۴ پر درج ہے کہ دجّال مسلمانوں کا محاصرہ کر لے گا اور یہ حصار ان کا شدت اختیار کر جائے گا اور مسلمانوں کو اس حصار سے سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہوگا۔ اور مسلمانوں کی کمزوری کی یہ حالت ہوگی کہ وہ جبل دخان کی طرف بھاگ رہے ہوں گے یعنی اس پناہ گاہ کی طرف جسے وہ پہاڑ سمجھ رہے ہوں گے لیکن وہ دھوئیں کا پہاڑ ثابت ہوگا جو دجّالی حملہ سے دھواں بن کر اُڑ جائے گا۔ یاد رہے کہ دجّال سے مراد ایک طرف تو پادریوں کا ہی گروہ تھا جو مسلمانوں میں مروجہ عقائد پر حملہ آور ہونے کے ذریعہ اور ساتھ ہی دلوں میں وسوسہ اندازی کو آلہ بنا کر مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آ رہا تھا ... اور دوسری طرف ان کے فلاسفر اپنے فلسفہ کے زور سے مسلمانوں کے دلوں کو اسلام کی محبت سے خالی کر رہے تھے چنانچہ سیدنا حضرت مرزا صاحب (المسیح الموعودؑ) کی وفات پر جو آراء ان مفکرین اسلام کی طرف سے شائع ہوئی ہیں جو جماعتِ احمدیہ میں داخل نہ تھے ان سے مندرجہ بالا امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان میں سے مولینا ابو الکلام آزاد کی رائے قارئین کرام کے لئے پڑھنے کے قابل ہے یہ رائے مذکورہ بالا احادیث کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان احادیث کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے اس کو بھی درست بتلا رہی ہے :—

مولینا ابو الکلام آزاد کی رائے

وہ رائے یہ ہے :—

"مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا، اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفانِ حقیقی کو سرِ راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں

کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور شدت سے بڑے مذاہب موجود ہیں اور باہمی کش مکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہے اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی مرزا صاحب کا دعوےٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم عدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلےٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کردے۔"

اللہ اللہ کہنے والا قتل کیا جائیگا

مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ حضرت علیؓ کی مندرجہ ذیل روایت میں پیش کیا گیا ہے ان سے جب مہدی کے ظہور کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا ظہور ایسے زمانہ میں ہوگا کہ اللہ اللہ کہنے والا شخص قتل کر دیا جائے گا حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۲ چنانچہ ظاہری طور پر تو یہ حدیث سکھوں کی حکومت کے زمانہ میں پوری ہوئی اذان کہنے والے مسلمان کی سزا موت تھی اور معنوی طور پر اس طرح پوری ہوئی کہ اس زمانہ میں اللہ کا نام لینے والے دقیانوسی قرار دیئے جاتے تھے اس لئے سوسائٹی میں ان کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی بلکہ نفرت کی وجہ سے ان سے میل جول رکھنا ناپسند کیا جاتا تھا اور ان سے اجتناب کو ہی ترجیح دی جاتی تھی جن لوگوں سے بے اعتنائی برتی جائے اور ان کو اپنی بے توجہگی کا مرکز بنایا جائے ان سے اس قسم کا معاملہ کرنے کو بھی عربی میں قتل کے لفظ سے بھی ادا کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے متعلق کہا تھا "اقتلوا سعداً" یعنی سعد سے بے التفاتی اور بے توجہگی سے پیش آؤ اس کی بات کو در خورِ اعتنا نہ سمجھو چنانچہ اکبر الہ آبادی نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے :۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

آثار کی تصدیق

آثار بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ دجال کے اعتراضات اور اس کی وسوسہ اندازی کا اثر دلوں پر دینی علوم کی رُوح سے ناواقفیت کی وجہ سے ہی ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں :۔

" اے مسلمانو! اگر دجال تمہارے زمانہ میں ظاہر ہو تو اس کو اس زمانہ کے بچے بھی سنگریزوں سے ہلاک کر دیں لیکن وہ ایسے زمانہ میں ظاہر ہوگا جب کہ دین کے علم میں کمی آگئی ہوگی اور دین کو لوگ بالکل خفیف سمجھ رہے ہوں گے۔"

(حجج الکرامہ ص ۴۰۵)

اس اثر کو نقل کر کے نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :۔

"کہ اس زمانہ میں علم دین کی کمی اور دین کی خفت اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہے کہ گو مسلمان بکثرت ہیں لیکن کسی کو تم اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے فکرمند نہ پاؤ گے۔"

تلوار کی جنگ نہیں بلکہ دلائل کی جنگ ہوگی۔

بعض مسلمانوں کو جو یہ خیال دامنگیر ہے کہ دجال کے ساتھ مسیح موعودؑ کی جنگ تلوار کی جنگ ہوگی یہ خیال بالکل غلط اور صریح حدیث کے خلاف ہے حدیث میں صاف آتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ ایسی قوم پیدا کر دے گا جس کے ساتھ قتال کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہوگی مسیح کو خدا یہی وحی کرے گا کہ میرے بندوں کو طور کی پناہ میں لے جا یعنی ان کو دعاؤں پر زور دینے کی تلقین کر۔ اور دوسری حدیث میں مسیح کی شان میں یضع الحرب کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یعنی وہ ظاہری جنگ نہیں کرے گا بلکہ کیا کرے گا اس کا ذکر حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۱۳ پر بدیں الفاظ مذکور ہے :۔

" رسالہ حشریہ میں مذکور ہے کہ ایک بزرگ جو اپنی جوانی میں کمال تک پہنچا ہوا ہوگا وہ دجال کے ساتھ مناظرہ کے میدان میں نکلے گا"

سو دیکھ لو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آکر دجال کو میدانِ مناظرہ میں ہی پچھاڑا ہے اور قرآنی آیت لیھلک من ھلک عن بینۃ کے ماتحت دلائل سے ہی اسے ہلاک کیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ مسیح دجال کو باب لُد پر ہلاک کرے گا اور لُد عربی زبان میں جھگڑے کرنے والے کو کہتے ہیں اور عیسائیوں کے متعلق قرآن کریم میں بھی قوم لُد کا ہی لفظ استعمال ہوا ہے چنانچہ سیدنا حضرت مرزا صاحب (المسیح الموعودؑ) نے اس جھگڑالو قوم کو میدانِ مناظرہ میں ہی شکست دے کر حدیث کے الفاظ کو کہ مسیح دجال کو باب لُد پر ہلاک کرے گا سچا ثابت کر دیا۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ ع ۲۵ میں اللہ تعالےٰ دنیا سے محبت کرنے والے کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کرتا ہے ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوٰۃ الدنیا ویشھد اللہ علٰی ما فی قلبہ وھو الد الخصام یعنی بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا دنیوی زندگی کے بارے میں قول سننے والوں کو بہت پسند آتا ہے اور وہ جو کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے اس کو درست بتلانے میں خدا کو بھی گواہ ٹھہراتے ہیں اور سورۃ الکہف کے آخری رکوع میں عیسائی قوم کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا یعنے اس قوم کی ساری کوشش دنیوی زندگی کو خوشگوار بنانے میں ہی صرف ہو رہی ہے اور در حقیقت بھی یہی ہے کہ یہی قوم اس زمانہ میں دنیوی زندگی کو نہایت خوبصورت شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں پیش پیش ہے اور اسی نے لوگوں کو دنیا کی طرف مائل کرنے میں بہت بڑا پارٹ ادا کیا ہے اور دنیا کی محبت میں لوگوں کو غرق کر دیا ہے حدیث زیر بحث میں حضرت نبی کریم صلعم نے مسلمانوں کے ادبار کا باعث دنیا کی محبت میں غرق ہونا ہی بتلایا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو دنیا کی محبت میں محو کرنے والی قوم یہ عیسائی قوم ہی ہے جس کے متعلق یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعجبک قولہ فی الحیوٰۃ الدنیا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

انتقال پُرملال

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائیگی کہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب مرحوم کی صاحبزادی و کرنل بشیر حسین صاحب کی ہمشیرہ (محترمہ) صفیہ بیگم مورخہ ۲۷، ۲۸ نومبر کی درمیانی شب کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئیں، مرحومہ بہت بڑی خوبیوں کی مالک تھیں، اپنے خاندان اور تمام ملنے جلنے والوں میں نہایت عزت و احترام سے دیکھی جاتی تھیں، بڑی مخیر اور سلسلہ احمدیہ سے گہری وابستگی اور دلی اخلاص رکھتی تھیں، عید کی نماز مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ادا کی اس کے بعد بھی پانچ چھ دن تندرست و توانا دیکھی جاتی تھیں، ۲۷ نومبر کی شب کو اچانک دل کا دورہ پڑا، اسی وقت ڈاکٹر بلائے گئے جنہوں نے ان کی جان بچانے کی پوری کوشش کی لیکن ایام زیست ختم ہو چکے تھے، اڑھائی بجے شب راہی عالم بقا ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کے جنازہ میں احباب جماعت لاہور کے علاوہ بہت سے دیگر معززین شامل تھے، حضرت امیر ایدہ اللہ نے جنازہ پڑھایا اور شاہ جمال کے قبرستان میں مرحومہ کو سپرد خاک کیا گیا ہمیں اس حادثہ میں کرنل بشیر حسین صاحب اور مرحومہ کے دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے، تمام بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

ایک اور وفات

جماعت احمدیہ چک ۸۱ جنوبی سرگودھا کے مخلص و متعدد رکن جناب الحاج چوہدری احمد خان صاحب حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ۲۳/۱۱ کو وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ پڑھنے کی استدعا ہے۔

شیخ نثار احمد صاحب سیالکوٹ

مردانِ حق جنہوں نے اپنی زندگیاں حضرت مجدد وقت کی پیدا کردہ تحریک اسلام کے لئے وقف کر دیں۔

جہاد کبیر اور جہاد بالسیف — حضرت مجدد زمان نے بوقت ضرورت جہاد بالسیف سے منع نہیں فرمایا۔

کسرِ صلیب فنڈ میں جماعت سیالکوٹ کا حصہ

مورخہ ۱۱/۱۱/۷۱ بروز اتوار سیالکوٹ میں مولینا محمد یحییٰ صاحب بٹ کے اعزاز میں ایک اجتماع ہوا جس میں شہر اور چھاؤنی کے احباب نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر کسرِ صلیب فنڈ کے سلسلہ میں جناب بشیر احمد صاحب منٹو اور خواجہ نصیر اللہ صاحب کو بھی راولپنڈی سے مدعو کیا گیا۔ تقریب کی کارروائی حسب ذیل ہے:-

چوہدری برکت اللہ صاحب راٹھور صدر جماعت سیالکوٹ شہر نے اپنی صدارتی تقریر میں اس اجتماع کی خصوصیت کو بیان فرماتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ جماعت کے رابطۂ اخوت کو اور بڑھانا چاہیئے جماعتی ترقی کا یہی راز ہے اور تحریکِ احمدیت کی غرض بھی توحید پر کاربند ہو کر باہمی اخوت اور مروت کو ترقی دینا ہے اور اشاعت اسلام کے لئے ہمیں اپنے آپ کو وقف کر دینا چاہیئے کہ یہی ہمارا مقصد اوّلین ہے۔

اس کے بعد راقم الحروف نے ان مردانِ حق کو خراجِ تحسین پیش کیا جنہوں نے اس تحریک کے لئے زندگیاں وقف کیں اور چار دانگ عالم میں اس مشن کو چار چاند لگائے۔ اس ضمن میں حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا نمونہ پیش کیا گیا کہ جب وہ حضرت مجددِ زمان علیہ السلام کی ملاقات کے لئے گئے تو حضرت کے فرمان پر وہیں کے ہو کر رہ گئے اور گھر واپس آنے کا خیال تک بھی ان کو نہ آیا اور وہیں اہل وعیال کو بلا لیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے متعلق فرمایا ہے:-

"میرے کلام کے سننے کے لئے ان پر وطن کی جدائی آسان ہے اور میرے مقام کی محبت کے لئے وہ اپنے اصل وطن کو چھوڑ دیتا ہے اور میرے ہر ایک امر میں میرا اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔ اور میں اس کو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں۔ جب اس سے کوئی سوال کیا جاتا ہے تو وہ بلا توقف پورا کرتا ہے اور جب کسی کام کی طرف مدعو کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں سے ہوتا ہے، اس کا دل سلیم ہے اور خلق عظیم اور کرم ابر کثیر کی طرح ہے۔ اس کی صحبت بدحالوں کے دلوں کو سنوارتی ہے اور اس کا حملہ دین کے دشمنوں پر شیر ببر کی طرح ہے۔"

یہ ہے ہمارے بزرگوں کا نمونہ، یہ ہے بیعت کی حقیقت اور یہ ہے جذبہ جو حضرت مسیح موعودؑ اپنے پیروؤں میں دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ فرمایا:

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے

تقریر کو جاری رکھتے ہوئے میں نے کسرِ صلیب فنڈ کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ جناب منٹو صاحب اس بارہ میں آپ سے مفصل ذکر کریں گے۔ لیکن یہ یقیناً ہمارے ایمانوں کو بڑھانے والی بات ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے متعلق جن امور کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت مدت پہلے کیا تھا، آج ان کی تائید ہو رہی ہے، اور یورپ کے فاضل لوگ انہی واقعات کی تائید پر کتابیں لکھ رہے ہیں۔ اور یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اپنے مذہب پر ہی زد پڑتی ہے۔ ان کی حق پرستی قابل قدر ہے۔

سب سے پہلے اس خیال اور ثبوت کو کہ حضرت عیسےٰ صلیب پر فوت نہیں ہوئے پیش کرنے والے کی سعی کس قدر قابلِ قدر ہے اور اسلام کی کتنی بڑی خدمت ہے کہ ...... سب سے بڑے معاند مذہب عیسائیت کا اس تحقیق سے خاتمہ ہو جاتا ہے۔

میرے بعد جناب محمد یحییٰ صاحب بٹ نے اپنی تقریر میں الیوم اکملت لکم دینکم پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا قرآن کریم میں مسلمانوں کو امۃً وسطاً قرار دیا گیا ہے اس لئے ان پر بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اس خطاب کے اہل بنیں کیونکہ جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شاہد ہیں وہاں یہ امت کل لوگوں پر شاہد ہے اور ان کے لئے نمونہ قائم کرنا ان کا فرض ہے۔ آپ نے اتحاد کی عظیم تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے اس پر زور دیا اور فرمایا کہ قائد اعظمؒ کی قیادت میں پاکستان اتحاد کی برکت سے ہی وجود میں آیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے جہاد کی اہمیت کو بھی بیان کیا اور فرمایا جہاد کو صرف بالسیف کے محدود معنوں میں ہی نہیں لینا چاہیئے۔ جہاد کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ غلط وساوس کے مقابلہ میں اپنے نفس کے خلاف جہاد۔ گناہ اور نا انصافی کے خلاف جہاد۔ حق کی پیروی میں جہاد قرآن کے ساتھ جہاد جو جہادِ کبیر ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے جاھدھم بہ جھاداً کبیراً۔

قوم ... بنانے کے لئے افراد سے ابتدا ہوتی ہے۔ اگر افراد میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو قوم مجاہد بن گئی۔ ... اسلام کا زرین دور جس کی ہم مثالیں دیتے ہیں اسی جذبہ کا مرہون منت ہے ان لوگوں نے اس جذبہ کو اپنا لیا اور ان کے عمل نے لوگوں کے دل موہ لئے۔ اور فتح پر فتح نصیب ہوتی گئی۔ چنانچہ مسلمانوں سے زیادہ عرصہ تک دوسری کسی قوم نے حکومت نہیں کی۔

اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحبؑ نے اس جہاد کی بنیاد رکھی اور سب سے بڑھ کر اس جہاد میں حصہ لیا اور اسلام کی عظیم الشان خدمت کر کے دکھا دی۔ اور یہ عظیم انسان مخالفت اور کفر کے فتووں کے باوجود اس جہاد میں ترقی کرتا گیا۔ اید جہاد بالسیف کا وقت زمانہ کے امامؑ نے ضرورت پڑنے پر جہاد بالسیف سے منع نہیں فرمایا بلکہ انہوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر ایسی ضرورت ہو تو میں خود سب سے پہلے میدانِ کارزار میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپؑ کا عمل قرآن کریم کے ہر حکم پر تھا جس مشن کو آپؑ لے کر آئے تھے اور جس ضرورت کے ماتحت آئے آپؑ نے اس کو خوب نبھایا۔ اور آپؑ نے اس جہادِ کبیر کے لئے ایک جماعت بنائی۔

جناب یحییٰ صاحب نے اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ اسلام کا جو بے نظیر لٹریچر ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ اس جہاد کے لئے بڑا مؤثر ہتھیار ثابت ہوا ہے۔ بالخصوص حضرت امیر مرحوم کی تفسیر قرآن (انگریزی) اور ریلیجن آف اسلام اور حضرت مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ کی جرمن تفسیر قرآن ایسا بیش بہا خزانہ ہے کہ ہم نے اس سے بہت کام لیا ہے اور جرمنی کے فاضل لوگوں پر ان کا بڑا اثر ہے اور اسلام کی صحیح تصویر ان کے سامنے آ جاتی ہے چنانچہ بہت سے وہ لوگ جو حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں وہ اسی جہاد کا نتیجہ ہے۔

آخر میں جناب بشیر احمد صاحب منٹو نے اپنی تقریر میں فرمایا قرآن میں عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوا عشق دیوانگی کے معنے لئے ہوئے ہے ہاں حُب کا لفظ آیا ہے اور حُب کے

الٰہی وہ ذات ہے جس کے احسانات ان گنت ہیں اور جو نقائص سے پاک ہے۔ اور قرآن کریم میں صراط مستقیم کی تعلیم ہے اور یہی سب انبیاءؑ کی تعلیم تھی۔ جب دنیا کی تمام چیزیں انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیں پس چاہیئے کہ انسان بھی ان نعمتوں کا شکر کرے۔ آپ نے فرمایا کہ تمام انبیاء ایک ہی مذہب اصولی طور پر پیش کرتے رہے ہیں کہ خدا کی رضا حاصل کرو اور وہ طریق اختیار کرو جو خدا کی رضا کا موجب ہو، مگر حق کی بات لوگ کم ہی سنتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ آنحضرت صلعم کی زندگی پر ہی غور فرمائیں کوئی بھی آپؐ کے ساتھ نہ تھا۔ اصول اعلیٰ درجہ کے ہیں لیکن کوئی خوشنما نظر نہیں آتا رشتہ دار بھی ساتھ نہیں بلکہ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتے ہیں۔ جن لوگوں نے آپؐ کا ساتھ دیا ان کے لئے کیا کشش تھی؟ آنحضرت صلعم کے پاس دولت اور اقتدار نہیں۔ پھر کس چیز نے ان کو کھینچا؟ دولت کی ہوس تو پوری نہیں ہوتی اور اس پاک نبیؐ نے صاف فرما دیا میرے پاس خزانے نہیں ہیں۔ ہر کشش کی چیز جو کفار نے آپؐ کے سامنے پیش کی آپؐ نے اسے ٹھکرا دیا۔

جس کو خدا عزت دے اس کو سب کچھ مل گیا۔ آپؐ پر گندگیاں پھینکی جاتی ہیں۔ گستاخیاں کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ عظیم نبیؐ اپنے مشن سے نہیں ہٹتا۔ متقی وہ ہے جو دنیا سے تو کنارہ کرتا ہے لیکن اپنے خدا سے کنارہ نہیں کرتا۔ وہ تو خدا کی طرف ہی رجوع کرتا ہے۔ دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں تو دل کی تڑپ ہے تو یہ کہ تیرے حکم کے سامنے دنیادار دل کے طریق اور حکم کیا چیز ہیں۔ یہ پیغام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور وقت گذرنے کے ساتھ آپؐ کو ایسے جاں نثار بھی مل گئے جنہوں نے اس پیغام کو پلّے باندھا اور اس کے لئے ہر چیز کو قربان کر دیا اور باطل کے آگے سر نہ جھکایا۔

میدانِ جہاد میں اسلامی تاریخ کے روشن باب پڑھیئے۔ نزع کا وقت ہے لوگ مجاہد کے ارد گرد جمع ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کوئی آخری خواہش ہو تو بتائیں رشتہ دار بھی ہیں۔ ذمہ داریاں بھی ہیں لیکن وہ راہی ملک بقا ہوتے ہوئے کہتا ہے تو یہ کہ میری قوم کو پیغام دے دو کہ اپنے رسولؐ پر جانیں قربان کر دیں۔ اور ایک مجاہد جو جام شہادت نوش کر رہا تھا اس کو پیغمبر صلعم نے پوچھا کوئی آخری آرزو ہو تو بیان کرو۔ اس نے کہا میری آخری آرزو یہی ہے کہ آپؐ کے قدموں میں میری روح پرواز کر جائے۔

مصیبت کو مصیبت سمجھنے والے بھی ہیں لیکن ایسے بھی ہیں جو راہ حق میں موت کو اختیار کرتے ہیں۔ کوئی آگ میں کود جاتا ہے تو کوئی تختہ دار پر خوشی سے چڑھ جاتا ہے۔ یہ جذبہ تھا ہمارے ان قابل قدر بزرگوں کا جنہوں نے راہ حق میں جہاد کیا۔

اس زمانہ میں بھی خدا کے مامور نے لوگوں کو خدمت اسلام کے لئے بلایا۔ آپ نے عظیم خادم اسلام کی سادہ زندگی کا ایک نمونہ پیش کیا۔ گاؤں میں بیٹھ کر علم و عرفان کے دریا بہا دیئے .... مرید

سودا ہے تو مرشد زمین پر
اہلِ حق نے انہیں قبول کر لیا۔

اور ان میں خدمت اسلام کا بے مثال جذبہ پیدا ہو گیا۔ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے وکالت کے لئے کوٹھی بھی لے لی تھی پنشنی بھی رکھ دیا تھا لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے حکم پر ان سب چیزوں کو ترک کر دیا اور ان کی خدمت میں جا بیٹھے۔ پھر کیا تھا توفیق خدمت اسلام کی آپ کو ملی۔ بڑے بڑے لوگوں نے بھی امامِ زمانہؑ کا دامن تھام لیا تھا۔ صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؒ جو بادشاہ کو تاج پہناتے تھے اتنے گرویدہ ہوگئے کہ اسی راہ میں اپنی جان دے دی۔

اس کے بعد مقرر موصوف نے کسر صلیب فنڈ کے لئے اپیل کی اور اسی وقت ایک ہزار روپے کی رقم جمع ہوگئی۔ جن احباب نے اس میں حصہ لیا ان کے نام درج ذیل ہیں۔ ہماری شہری جماعت کے سرگرم رکن جناب رحمت اللہ صاحب بٹ باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر ان کو علم ہوا تو انہوں نے از خود ۱۰/- روپے اس تحریک میں دیدیئے جس سے ان کے خلوص کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

کسرِ صلیب فنڈ

رقوم وصول شدہ از جماعت سیالکوٹ

نام	روپے
۱۔ شیخ نثار احمد صاحب۔	100.00
۲۔ شیخ برکت اللہ صاحب۔	100.00
۳۔ چوہدری محمد سعید صاحب کھوکھر	10.00
۴۔ شیخ سلیم احمد صاحب۔	50.00
۵۔ شیخ عبدالحمید صاحب و برادران۔	220.00
۶۔ مولینا محمد یحییٰ صاحب۔	101.25
۷۔ شیخ انعام اللہ صاحب۔	10.00
۸۔ طاہر وسیم صاحب۔	5.00
۹۔ سلطان سکندر صاحب۔	5.00
۱۰۔ خالد بابر " "	5.00
۱۱۔ فرح سلیمان صاحبہ	10.00
۱۲۔ محمد لطیف علوی صاحب۔	25.00
۱۳۔ شیخ نعیم اختر صاحب۔	5.00
۱۴۔ شیخ وسیم صاحب۔	5.00
۱۵۔ شیخ ندیم اختر صاحب۔	5.00
۱۶۔ شیخ کلیم اختر صاحب	5.00
۱۷۔ شیخ سہیل انعام اللہ صاحب۔	10.00
۱۸۔ شیخ عبداللہ صاحب۔	5.00
۱۹۔ چوہدری محمد عبداللہ صاحب	10.00
۲۰۔ زاہد صاحب۔	1.00
۲۱۔ راشکور صاحب۔	10.00
۲۲۔ حمید اللہ صاحب۔	10.00
۲۳۔ شیخ حفیظ اللہ صاحب۔	20.00
۲۴۔ ہارون رشید صاحب۔	10.00
۲۵۔ وقار صاحب۔	1.00
۲۶۔ انجم صاحب۔	2.00
۲۷ عشرت صاحبہ	1.00
۲۸۔ شاہد صاحب	1.00
۲۹۔ برائے عارف شہید بذریعہ شیخ عبدالرشید صاحب	500.00
۳۰۔ ناصر صاحب۔	10.00
۳۱۔ مرزا منظور بیگ صاحب	10.00
۳۲۔ بیگم مرزا منظور بیگ صاحب۔	5.00
۳۳۔ اسما منصور بنت مرزا منظور صاحب	5.00
۳۴۔ خنسا	3.00
۳۵۔ خولہ	2.00
۳۶۔ مرزا خالد منصور	5.00
۳۷۔ بیگم مرزا وحید اختر صاحب	5.00
۳۸۔ مسز راجہ انور صاحبہ	10.00
۳۹۔ مسز انعام اللہ	10.00
۴۰۔ مسز رشید	5.00
۴۱۔ مسز حفیظ	10.00
۴۲۔ مسز عطاء الرحمٰن مرحوم	5.00
۴۳۔ مسز عبداللہ	5.00
۴۴۔ مسز ڈاکٹر عطاء اللہ	5.00
۴۵۔ مسز حمید اللہ	2.00
۴۶۔ مسز عبید اللہ	2.00
۴۷۔ مسز عبدالحمید	5.00
۴۸۔ حمید صاحب کی بچیاں	5.00
۴۹۔ رشیدہ ظفر	5.00
۵۰۔ مسز یوسف احمد	5.00
۵۱۔ شمیلہ	5.00
۵۲۔ مسز شفیق	5.00
۵۳۔ مسز اختر سلیم	50.00
۵۴۔ صبیحہ سلیم	5.00
۵۵۔ سمیرہ سلیم	5.00
۵۶۔ رحمت اللہ بٹ	10.00
۵۷۔ رخسانہ	5.00
۵۸۔ شیخ انعام اللہ صاحب مزید	2.00
معلوم الاسم	11.00
	1010.00

اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے اور ان کے کاموں میں برکت ڈالے
آمین

مَلفُوظات

بسلسلہ صفحہ اوّل

ایمان مردہ ہے، تو اس پر اعمال صالحہ کے طیب اشجار کے بارور ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے سورۃ فاتحہ میں صراط الذین انعمت علیہم کہکر ایک قید لگا دی ہے۔ یعنی یہ راہ کوئی بے ثمر اور حیران اور سرگردان کرنے والی نہیں ہے۔ بلکہ اس پر چل کر انسان بامراد اور کامیاب ہوتا ہے۔ اور عبادت کے لئے تکمیل عملی ضروری شئے ہے۔ ورنہ وہ محض ایک کھیل ہوگا۔ کیونکہ درخت اگر پھل نہ دے۔ خواہ وہ کتنا ہی اونچا

خواتین مقامی جماعت کا جلسہ

(بسلسلہ صفحہ ۶)

کوئی تو کتاب مقدس تھام لو آج
کب مومن راہِ حق سے جُدا ہوتا ہے
دلوں کے پردے نوچ بھی چکو
یا یونہی شور محشر بپا ہوتا ہے

ڈھونڈنے والے ڈھونڈ لیتے ہیں
ہر دور میں اِک خضر جواں ہوتا ہے

آنسہ فریدہ چوہدری کے بعد مس غزالہ چوہدری نے سوال و جواب کا سلسلہ شروع کیا۔ سوالات آنحضرت صلعم۔ خلافت راشدہؓ۔ مجددینؒ اور حضرت امیر مرحوم کے متعلق تھے۔ حاضرین مجلس نے نہایت گرمجوشی سے اس مقابلے میں حصّہ لیا اور لطف اُٹھایا۔ اوّل دوم اور سوم آنیوالی طالبات کو کتب بطور انعام دی گئیں۔ اسکے بعد بیگم صاحبہ چوہدری فضل حق نے دعا کروائی اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ مجلس کے خاتمہ پر مختلف اسلامی کتب خواتین میں تقسیم کی گئیں۔ پھر سب لوگ لان میں چائے نوشی کیلئے تشریف لے گئے اور چائے کے بعد اس بابرکت محفل کا اختتام ہوا۔ (خصوصی نامہ نگار)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ یکم دسمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۷ شمارہ ۴۸

ایورگرین پریس بیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل ۸۳۶ — تار کا پتہ: تبلیغ۔ لاہور

آمد خدا نور مہدی از مشرق رحمت برار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہم رہاں راچشم کن روشن زآیات مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

مدیر دوست محمد — مدیر معاون بشیر احمد سوز ایم اے

سالانہ چندہ آٹھ روپے — بیرونی ممالک سے ایک پونڈ — ایک سو روپے پیشگی آنے پر تازندگی جاری ہو سکتا ہے

فون نمبر: ۵۳۷۳۷

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۹ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۱ء | نمبر ۴۸

اس وقت اصحاب الفیل کی شکل میں اسلام پر حملہ کیا گیا ہے۔

جب کبھی اصحاب الفیل پیدا ہوں تب ہی اللہ تعالیٰ انکے تباہ کرنے کیلئے انکی کوششوں کو خاک میں ملا دینے کے سامان کر دیتا ہے

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں ایک سورۃ بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علو اور مرتبہ ظاہر کیا ہے اور وہ سورۃ یہ ہے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ۔ یہ سورۃ اس حالت کی ہے کہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مصائب اور دکھ اٹھا رہے تھے۔ اللہ تعالےٰ اس حالت میں آپ کو تسلی دیتا ہے کہ میں تیرا مؤید و ناصر ہوں۔ اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب الفیل کے ساتھ کیا کیا۔ یعنی ان کا مکر اُلٹا کر ان پر ہی مارا۔ اور چھوٹے چھوٹے جانور ان کے مارنے کے لئے بھیج دیئے۔ ان جانوروں کے ہاتھوں میں کوئی بندوقیں نہ تھیں بلکہ مٹی تھی سجیل بھیگی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں۔ اس سورۃ شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ قرار دیا ہے۔ اور اصحاب الفیل کے واقعہ کو پیش کرکے آپ کی کامیابی اور تائید اور نصرت کی پیشگوئی کی ہے۔

یعنی آپ کی ساری کارروائی کو برباد کرنے کے لئے جو سامان کرتے ہیں اور تدابیر عمل میں لاتے ہیں، ان کے تباہ کرنے کیلئے اللہ تعالےٰ نے ان کی ہی تدبیروں کو اور کوششوں کو اُلٹا کر دیا ہے کسی بڑے سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے ہاتھی والوں کو چڑیوں نے تباہ کر دیا۔ ایسا ہی یہ پیشگوئی قیامت تک جائیگی۔ جب کبھی کوئی اصحاب الفیل پیدا ہو تب ہی اللہ تعالیٰ انکے تباہ کرنے کیلئے ان کی کوششوں کو خاک میں ملا دینے کے سامان کر دیتا ہے۔ ۔۔۔۔۔۔ اس وقت اصحاب الفیل کی شکل میں اسلام پر حملہ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں بہت کمزوریاں ہیں۔ اسلام غریب ہے اور اصحاب الفیل زور میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ وہی نمونہ پھر دکھانا چاہتا ہے۔ چڑیوں سے وہی کام لیگا۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۷۲۔ ۱۷۳)

بحرِ حکمت کے موتی

مجاہدین کے درجات

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ اعدھا اللّٰہ للمجاھدین فی سبیل اللّٰہ ما بین الدرجتین کما بین السماء والارض فاذا سألتم اللّٰہ فاسألوہ الفردوس فانہ اوسط الجنۃ واعلی الجنۃ اُراہ فوقہ عرش الرحمٰن ومنہ تفجر انھار الجنۃ قال محمد بن فلیح عن ابیہ وفوقہ عرش الرحمٰن۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے سو جب تم اللہ سے مانگو تو اس سے فردوس مانگو وہ جنت میں سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچا مقام ہے (راوی کہتا ہے) میں سمجھتا ہوں اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔

فضل الباری

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے

جلسہ سالانہ کا التوا

جنگ کے ہنگامی حالات کے پیشِ نظر انجمن نے اپنے کل کے اجلاس میں جلسہ سالانہ کو ملتوی کرنیکا فیصلہ کیا ہے۔ اگر حالات زیادہ خراب نہ ہوئے تو مجلس معتمدین کا اجلاس دسمبر کے آخر میں بلا لیا جائیگا۔

ڈاکٹر اللہ بخش۔ آنریری جنرل سکریٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ـــــــ مؤرخہ ۸ر دسمبر ۱۹۷۱ء

جہاد کا وقت

اندرا گاندھی کی ترپاہٹ نے آخر کار برصغیر ہند و پاک کو جنگ کے شعلوں میں لپیٹ کر اپنی تباہی کا سامان کر دیا ہے، اس سے پہلے اس کے وزیر جنگ اور وزیر خارجہ ملک ملک پھر کر نام نہاد بنگلہ دیش کی حمایت کے لئے بڑی طاقتوں کو اکسانے کی کوشش کرتے رہے، جب انہیں ناکامی ہوئی تو خود اندرا گاندھی نے تمام ممالک کا دورہ کیا کہ کسی طرح نام نہاد بنگلہ دیش کی حمایت حاصل کی جا سکے لیکن کسی نے اس کی ایک نہ سنی، اور اس نے واپس آکر بصد یاسی اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ خواہ کچھ ہو وہ بنگلہ دیش کو قائم کر کے رہے گی، اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کو جنگ کی دھمکی دے کر مشرقی اور مغربی پاکستان کی سرحدوں پر فوجیں کھڑی کر دیں، اور روس نے بھی اپنے خاص مفاد کے پیش نظر اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے بھارت سے دفاعی معاہدہ کر کے اسے اسلحہ اور ہر قسم کا سامان حرب بھیجنا شروع کر دیا - یہ معاہدہ بھی آخر کار بھارت ہی کے لئے کئی ایک مشکلات پیدا کرنے کا موجب ہوگا، لیکن فی الحال اس سے شہ پا کر بھارت نے پہلے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا اور پھر ۳ر دسمبر کو مغربی پاکستان پر حملہ آور ہو کر آتش جنگ کو وسیع پیمانہ پر بھڑکانے کا سامان کر دیا، اور اس جارحیت کو چھپانے کے لئے دنیا کی آنکھوں میں یہ کہہ کر دھول ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ حملہ پاکستان نے کیا ہے - بھارت تو صرف اپنا دفاع کر رہا ہے، لیکن دنیا جانتی ہے کہ کون جنگ کی دھمکیاں دیتا رہا اور کس نے جنگ کی آگ بھڑکائی ۔ صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ خان نے اس آگ سے برصغیر کو بچانے کے لئے بھارت کی تمام اشتعال انگیزیوں کے مقابلہ میں نہایت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ جنگ کے ذریعہ سے مسائل طے نہیں ہوا کرتے لیکن اندرا گاندھی نے ایک نہ سنی اور اپنی ترپاہٹ سے کام لیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ تمام دنیا بھی مخالفت کرے تو وہ اپنی ہٹ سے باز نہیں آئے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور اس نے جنگ کی آگ مشتعل کر کے خود اپنی ہی تباہی کا سامان کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اسے اپنی عددی قوت، اپنے سامان حرب اور روس کی امداد پر ناز ہے، لیکن اسے معلوم نہیں کہ مسلمان کے نزدیک یہ تمام چیزیں ہیچ ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ تھوڑے ہو کر بہتوں پر فتح پائی ہے، جس کا تجربہ خود بھارت کو ۱۹۶۵ء میں ہو چکا ہے، جب بھارت کی پانچ گنا افواج کو جو بے شمار اسلحہ سے مسلح تھیں پاکستانی جانبازوں نے وہ شکست فاش دی جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی، اور اب تو ایک ہی دن میں بھارتی حملہ کو روکتے ہوئے پاکستانی جانباز بھارت کی سرزمین تک پہنچ گئے ہیں اور اس کے وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے نہ صرف یہی بلکہ پاک فضائیہ نے بھارت کے ۴۷ طیارے بھی تباہ کر دیئے - پانچ ہوا باز گرفتار اور بارہ ہوائی اڈے ناکارہ بنا دیئے، یہ تو ابتدا ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا، پاکستان کے جانباز تعداد میں تھوڑے ہیں، ان کے پاس اسلحہ بھی کم ہے لیکن ان کا ایمان اس خدا پر ہے، جس نے جنگ بدر میں ۳۱۳ مجاہدین کو کفار کے ایک ہزار کے لشکر پر فتح عظیم عطا کی اور جب تمام قبائل عرب اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو خدائی لشکروں نے آندھی کی صورت اختیار کر کے دشمنوں کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا، ہاں ہمارا بھروسہ اسی خدا پر ہے جس نے یورپ کی صلیبی جنگ میں صلاح الدین ایوبی کو تمام یورپی سلطنتوں کے مقابلہ میں غلبہ عظیم عطا کیا تھا، اسی خدا پر ایمان ہر پاکستانی کے دل میں موجود ہے جو اسے بھارت کے لشکر جرار پر یقیناً فتح عظیم عطا کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ، ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام قوم اللہ تعالیٰ سے دلی خلوص کے ساتھ اپنی خطاؤں کی معافی چاہتے ہوئے اس سے امداد کی طلبگار ہو، یہ ہماری آزمائش کا وقت ہے، اس وقت جہاں ہم حوصلہ مندی کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں سینہ سپر رہیں ... وہیں درگاہ خداوندی میں اپنے عجز کا اعتراف کرتے ... ہوئے اس کی امداد طلب کرنا بھی ضروری ہے اس آزمائش میں ... پورا اُترنا

دشمن نے ایک بار پھر ہماری غیرت کو للکارا ہے

اور ہم اس پر پہلے سے زیادہ کاری ضرب لگائیں گے

صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ خان کی نشری تقریر

صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ خان نے ۴ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستانی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے ریڈیو پاکستان پر ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس کا مکمل متن درج ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞

میرے عزیز ہم وطنو۔ السلام علیکم - ہمارے دشمن نے ایک بار پھر ہمیں للکارا ہے بھارت کی مسلح افواج نے کئی محاذوں پر پاکستان پر بھرپور حملہ کر دیا ہے پاکستان سے بھارت کی نفرت اور دشمنی دنیا میں مشہور ہے بھارت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ پاکستان کو کمزور کر کے تباہ کر دیا جائے - بھارت کی تازہ ترین اور سنگین جارحیت ہمارے خلاف سب سے بڑا اور آخری وار ہے۔ ہم نے بہت برداشت کیا لیکن اب وہ گھڑی آن پہنچی ہے کہ ہم دشمن کو منہ توڑ جواب دیں۔

پاکستان کے بارہ کروڑ مجاہدو! تمہیں اللہ کی تائید و نصرت حاصل ہے تمہارے دل رسول کریمؐ کی محبت سے سرشار ہیں۔ دشمن نے ایک بار پھر ہماری غیرت کو للکارا ہے۔ اپنی بقا و ناموس کے لئے یک جان ہو کر اٹھو اور دشمن کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔ تم حق و انصاف پر ہو۔ اپنے ایمانی جوش اور عزم یقین کے ساتھ دشمن پر قہر خدا بن کر ٹوٹ پڑو اور دشمن کو بتا دو کہ ہر پاکستانی اپنے وطن عزیز کی حفاظت کے لئے سر بکف ہے۔ ہماری افواج کے جانباز اور سرفروش جوانوں نے بے مثال بہادری اور جرأت سے دشمن کی پیشقدمی روک دی ہے وہ دشمن کی کثیر تعداد سے نڈر ہو کر اسلام کے مثالی غازیوں کی مانند ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جنگ میں فتح محض ساز و سامان کی کثرت پر نہیں بلکہ ایمانی قوت، اعلیٰ مقاصد اور نصرت خداوندی پر ہوتی ہے۔ ہماری افواج پختہ عزم کر چکی ہیں کہ وہ حملہ آور کو نہ صرف اپنی سرزمین سے مار بھگائیں گی بلکہ پیچھا کر کے دشمن کو اس کے علاقہ میں تہس نہس کر دیں گی انشاء اللہ۔ ہمارے جیالے دل جوان ۱۹۶۵ء میں بھارتی حملہ آوروں پر حملہ کر کے ان کے پرخچے اڑا چکے ہیں اور اس دفعہ انشاء اللہ ہم دشمن پر پہلے سے بھی زیادہ کاری ضرب لگائیں گے۔ ہم ایک مکار اور سفاک دشمن سے برسر جنگ ہیں ہم ہر قربانی اور ہر قیمت پر وطن کا دفاع کریں گے۔

ہمیں یقین ہے کہ اپنی آزادی وطن کی سالمیت کی اس جنگ میں ہمیں اپنے دوستوں اور ان قوموں کی پوری مدد اور ہمدردی حاصل ہوگی جو امن و انصاف کے حامی ہیں وہ بلاشبہ بھارتی جارحیت کی پرزور مذمت کریں گے اور امن و انصاف کی حمایت کریں گے۔

میرے عزیز ہم وطنو، میرے بری، بحری اور فضائی افواج کے پیارے مجاہدو! آزمائش کی ایسی گھڑیاں ہی ہیں جو قومیں اپنے مقدر کا ستارہ بن کر چمکتی ہیں اور جوش ایمانی سے اپنی تمام مشکلات پر قابو پا کر منزل کو پا لیتی ہیں۔ آپ بالکل پرسکون رہیں ہم میں سے ہر ایک کو ملک کے دفاع کے لئے کام کرنا ہے۔ قومی اتحاد برقرار رکھیئے اور اللہ کا وعدہ ... یاد رکھیئے کہ اگر ہم ثابت قدم رہے تو اللہ یقینی فتح ہمیں عطا کرے گا۔

آگے بڑھو۔ دشمن پر اللہ اکبر کی کاری ضرب لگاؤ۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے پاکستان پائندہ باد۔

کائنات کی تخلیق پر غور و فکر سے انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کامل علم اور بے پایاں احسانات سے متاثر ہو کر

بہت بڑے صدمے کی موجب ہیں

خطبہ جمعہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

وللہ ملک السمٰوٰت والارض، واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ انّ فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الّیل والنہار لاٰیٰت لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکّرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربّنا ما خلقت ھٰذا باطلاً سبحٰنک فقنا عذاب النّار ——— (اٰل عمران) ———

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے کمالات کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ وہ اس کائنات کا موجد و خالق ہے، اور اس کائنات اور اس میں کی تمام مخلوق کے قیام کا موجب ہے، اور یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت، اس کا علم اور اس کے احسانات لاانتہا ہیں۔ اس ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور دوسری آیت میں اس کے مقابل پر مؤمنوں کی حالت کا ذکر کیا ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا ذکر ہے، دوسری میں انسان کی عبودیت کا ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا للہ ملک السمٰوٰت والارض۔ اگر بادشاہوں کی قدر رعایا کے دلوں میں ہوتی ہے اور اس کے ملک کی حیثیت اور بڑائی کے لحاظ سے اس کی عظمت اور رعب ہوتا ہے تو خدا جو زمین کے کسی حصے ٹکڑے کا بادشاہ نہیں بلکہ کائنات کا بادشاہ ہے اور مالک ہے، وللہ ملک السمٰوٰت والارض اور وہ زمین و آسمان کی بادشاہت رکھتا ہے، اس بادشاہ کی قدر اور عظمت بے انتہا ہے۔ انسان کے مشاہدہ کی خاطر اس کے سامنے قدرت الٰہی کا صحیفہ ہے۔ ...... اس

نے آسمان اور زمین، آفتاب اور قمر اور دوسرے ستارے سیارے بنائے ہیں۔ یہ فضا میں چلتے بھی ہیں بغیر عمد ترونہا۔ اور یہ بھی نہیں کہ وہ نہیں نظر آنیوالے ستونوں پر کھڑے ہوں۔

سورج، قمر اور دوسرے سیارے ستارے سارے کے سارے فضا میں معلق ہیں اور یہ انسان کو علم و عرفان بخشنے کے لئے ہیں۔ فرمایا انّ فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنہار لاٰیٰت لاولی الالباب۔ دن اور رات اہل زمین کی معیشت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ دن بھر کے کاروبار سے جب انسان تھک جاتے ہیں تو رات آجاتی ہے۔ رات کو اسے سکون و آرام میسّر آتا ہے، اسے اپنے لئے، اپنے عزیز و اقارب کے لئے اور وطن و گھر کی حفاظت کے لئے جہاں اللہ تعالیٰ نے طاقتیں دے رکھی ہیں وہاں فرمایا ورزقکم فی السماء تمہارا رزق آسمان سے آتا ہے۔ تمام قسم کی ضروریات آسمانی بارش سے پوری ہوتی ہیں۔ آسمانی بارش سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ کھیتیاں لہراتی ہیں، باغات ثمردار ہو جاتے ہیں۔ آسمان

والا زمین والوں کی خدمت کر رہا ہے فرمایا فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ آسمان و زمین کا قابل پرستش بادشاہ ایک ہی خدا ہے وہ انسان کے سامنے اپنی لاانتہا قدرت کامل علم۔ اور احسانات کی کثرت کا مشاہدہ پیش کرتا ہے اس کا اثر اور نتیجہ یہ ہوتا ہے الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکّرون فی خلق السمٰوٰت والارض۔ انسان جب کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتا اور زمین و آسمان کی پیدائش پر غور کرتا ہے تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلتا ہے ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا۔ الٰہی تو نے یہ سب کچھ باطل نہیں بنایا، یہ تیرے عظیم احسانات ہیں۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ احسان کرنے والے کی قدرت اور علم کا اعتراف کرتا ہے اس کے سامنے جھکتا ہے۔ فرمایا ہمارے مؤمن بندے ہمارے احسانات سے متاثر ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور بستر پر ذکر الٰہی کرتے ہیں یعنی مؤمنوں کی ساری کی ساری زندگی ذکر الٰہی میں گزرتی ہے۔ انسان اپنے محسن کو بھولتا نہیں جتنا احسان کسی پر زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ گرویدہ ہو جاتا ہے، سری نگر میں مغلوں نے ایسے لاجواب باغات

بنوائے ہیں کہ دنیا کے کسی خطہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی، کئی کئی طبقوں اور تختوں پر مشتمل ہیں، ایک دفعہ مجھے ان بے نظیر باغات کے مالیوں سے بات کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے کہا یہ باغات بہت وسیع ہیں۔ ان باغات کی دیکھ بھال کے لئے بہت سے آدمی کام کر رہے ہیں تمہاری معیشت کا کیا انتظام ہے جواب ملا کہ مغل بادشاہوں نے ہماری روزی کے لئے ہمیں ہمیشہ کے لئے قطعات زمین عطا کر رکھے ہیں اس لئے ہم روزی اور روٹی کے معاملہ میں محتاج نہیں ہیں اس خاندان کے فرد فرد اور بچے بچے کی زبان پر مغل بادشاہوں کے احسانات کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان ہر چھوٹے بڑے محسن کو یاد رکھتا ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو خدا تعالیٰ جو محسنوں کا محسن ہے، جس کی سلطنت، قدرت، عظمت اور احسان اس قدر وسیع و عظیم ہیں کہ کوئی انتہا نہیں۔ انسان کو تو ابھی پوری زمین کی بھی خبر نہیں۔ کوہ ہمالیہ کی تمام چوٹیوں کا علم نہیں تو کائنات کا بھلا کیسے علم ہو سکتا ہے، جس قدر کسی کی وسیع مملکت ہو اسی قدر اس کا تصرف زیادہ ہوتا ہے حکومت چلانے کے لئے بڑی طاقت درکار ہے۔ فرمایا ہماری سلطنت وسیع و عریض ہے ...... اس کے مطالعہ و مشاہدہ کے بعد انسان کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت خدا کو یاد رکھے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم پیدا

کی، وہ بادشاہ، حاکم، جج، کمانڈر اور تاجر تاجور ہوگئے لیکن انہوں نے خدا کو نہیں بھلایا جہاں کہیں گئے لوگوں نے انہیں دیکھ کر یقین کیا کہ یہ غیر معمولی اخلاق سے متصف ہیں۔ انہوں نے اپنے عمل و نمونہ سے اور اخلاق و اخلاص سے لوگوں کو متاثر کیا ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا۔ جب وہ احسانات و کمالات الٰہیہ کا مشاہدہ کرتے تو اقرار کرتے کہ یہ سب کچھ آسمان سے آتا ہے ان کا قلب بھی معترف ہے کہ مولا! ہمارا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ کوئی چیز اس دنیا میں عبث نہیں ہے۔ یتفکرون قلب کا وظیفہ ہے۔ انسان کائنات کی تخلیق پر غور کرتا ہے تو جہاں اس کا قلب محو فکر ہے وہاں وہ خدا کی الوہیت اور اس کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کرتا دل بھی عبادت میں لگا ہوا ہے، زبان بھی اس کی عبادت میں مصروف ہے اور اعضاء پر بھی اس کا اثر ہے۔ اس کامل عبادت کا نقشہ اس قوم کا ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی۔ اس عرفان کا کتنا اثر ہے اس قوم پر حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم رات کو ذکر الٰہی میں اس قدر قیام فرماتے کہ کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جاتے، یہ بادشاہ وقت ہے، عام طور پر طاقت منصب عہدہ۔ اقتدار اور دولت انسان کو اپنے خالق و مالک حقیقی سے غافل کر دیتے ہیں لیکن یہ بادشاہ جس قدر طاقت حاصل کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالےٰ کے آگے جھکتا ہے پھر حضرت نبی کریم صلعم اپنے ساتھیوں کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔ ان کو بھی آپ نے اسی رنگ میں رنگ دیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ جو نبی کریمؐ کے اخلاق سے متاثر تھے۔ بادشاہ ہو کر کہتے ہیں لوگوں میں سے جو کوئی میرے ٹیڑھے پن سے مطلع کریگا میں اس کا احسان مند ہوگا، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضؓ کی سلطنت بہت وسیع تھی، لیکن وسیع سلطنت اور خطیر دولت ان کو اپنے خالق و مالک حقیقی سے غافل نہ کر سکی۔ منصب اور دولت اور حکومت غفلت پیدا کر دیتے ہیں۔ جو شخص منصب اور دولت حاصل کر کے بھی غفلت کا شکار نہیں ہوتا وہ یقیناً بلند مقام پر کھڑا ہے۔

ان آیات کی ترتیب ملاحظہ ہو پہلے الوہیت کا ذکر ہے اور پھر عبودیت کا ایسا منطق اور فصاحت و بلاغت بھرا کلام کسی دوسری کتاب میں نظر آتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی حضور نبی کریم صلعم کے نقش قدم پر چلنے والا ایک عظیم الشان امام ہم نے دیکھا، جس کے انفاس قدسیہ سے ایسی قوم پیدا ہوئی جسکو خدا اور رسول صلعم کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔ یہ تعلیمات اسلامیہ پر عمل درآمد کرنے کا اثر تھا، کہ حضرت مسیح موعود اسلام کی چلتی پھرتی تصویر نظر آتے تھے، ان کی کلام سے بڑھ کر عمل سے اسلام کی زندگی کا نقشہ سامنے آتا تھا۔ اگر خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو عظیم الشان علم کلام عطا فرمایا تو لاجواب صبر بھی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے عطا فرمایا وہ رنگ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے اندر پیدا کیا اس کا کوئی شمہ اور کوئی حصہ ہم نے حضرت امام زمانؑ کی زندگی میں دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے عظیم الشان لٹریچر پیدا کیا اور مذاہب باطلہ کا ابطال دلائل اور براہین سے کیا، پادریوں آریوں، سکھوں اور سناتنیوں کا استقلال اور فتحمندی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور اس جہاد میں طرح طرح کی مصائب و مشکلات کا مقابلہ کر کے دکھایا۔ حضرت امام زمانؑ کو یقین تھا کہ خدا اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ خدا کے پیغمبروں کو آزمائش کی گھڑیوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پیغمبروں سے بڑھ کر مصائب برداشت کرنا پڑے، اولیاء امت کو بھی مصائب سے گذرنا پڑتا ہے، اس سے ان کے کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔

یاد رکھو ہماری جماعت پر دوہری ذمہ داری ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی حدیثوں میں ہمارے پاس ہے۔ کسی انسان کی پوری زندگی اس طرح محفوظ اور مرقوم نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسےٰؑ۔ اور حضرت عیسیٰؑ بیشک اللہ تعالےٰ کے نبی اور رسول تھے ان پر خدا کی سلامتی ہو لیکن ان کے پورے حالات زندگی محفوظ نہیں رہے ابن سعدؒ نے طبقات ابن سعد ۱۲ جلدوں میں رقم کی ہے اس میں حضور نبی کریم صلعم کے حالات زندگی اور حضورؐ کے اصحابؓ کے حالات قلمبند ہیں۔ اور جو کتاب آپؐ پر نازل ہوئی وہ بھی آخری کتاب ہے، وہ بھی محفوظ ہے۔ دشمنوں کو بھی اس کا اعتراف ہے ہم لوگوں کے لئے غیرت کا مقام ہے۔ اگر ہماری زندگی کے اندر یہ نمونہ نہ ہو تو ہم لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں آہ ایسا کرنے سے لوگ اسلام کو بدنام کرتے ہیں، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرتے اور اس کے مامور حضرت مسیح موعودؑ کو بدنام کرتے ہیں، ان کے لئے تم غیرت کی زندگی گذارو۔ دعا کریں کہ ہم ان تعلیمات پر کاربند ہوں۔

میں غمزدہ ہوں

میں کچھ دنوں سے غمزدہ ہوں، خبر ملی ہے ۸۱ چک جنوبی سرگودھا کے، دوست الحاج احمد خان صاحب جو نہایت مخلص تھے وفات پا گئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ایک دفعہ مجھے اس چک میں جانے کا موقع ملا۔ وہاں چودھری احمد دین صاحب لاجواب طاقت اور رعب اور اخلاص کے مالک تھے، تمام کا تمام گاؤں ان کی عزت کرتا تھا۔ احمد خان صاحب مرحوم بھی یہاں آیا کرتے تھے، بڑے مخلص شخص تھے۔ ان کی وفات کی خبر سن کر بہت صدمہ ہوا۔ لفٹنٹ کمانڈر مرغوب عالم کی وفات بھی میرے لئے موجب صدمہ ہوئی ہے وہ نیوی میں لفٹنٹ کمانڈر تھے، وہ میرے سامنے سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا حکیم شمس الدین صاحب حضرت مسیح موعود کے ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے ان کا بڑا رعب تھا۔ ان کے بیٹے کا نام خورشید عالم تھا، مرغوب عالم ان کے صاحبزادہ تھے، یہ بڑا ذہین شخص تھا۔ اردو اور انگریزی لکھنا جانتا تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق کا مالک تھا۔ ایسے آدمی بہت کم ملتے ہیں۔ وہ خاندانی لحاظ سے اونچے مرتبہ رکھتے اور اپنی ذہانت اور خوبیوں کے لحاظ سے بھی بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ایسے آدمی کہاں پیدا ہوتے ہیں مجھے تار آیا کہ وہ بحری جہاز سے پاؤں پھسلنے کی وجہ سے غرق آب ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس کے علاوہ اس ہفتہ ایک اور خاتون ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی صاحبزادی صفیہ بیگم کی وفات ہوئی ہے اس کی خبر سن کر میں رو دیا، میں بار بار رویا جس پر میرے گھر والوں نے کہا کہ آپ کو کیا ہو گیا۔ پھر ان کے مکان پر پہنچا اور صفیہ بیگم کے بازو پر سر رکھ کر رو دیا۔ یہ بچی میرے سامنے پیدا ہوئی۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب چوک نواب صاحب کے قریب ایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے ایک دفعہ میں اور حضرت مولٰنا عبدالکریم صاحب بطور مہمان ڈاکٹر صاحب کے ہاں ٹھہرے گرمی کے دن، اوپر کی چھت پر جب ہمارے سامنے ناشتہ آیا تو یہ بچی بھی جو اس وقت چھوٹی سی تھی ہمارے پاس آگئی وہ برف کا بنا ہوا کھلونا دکھائی دیتی تھی۔ یہ خاندان اونچے اخلاق سے متصف ہے۔ اس خاندان نے جماعت کی بڑی خدمت کی ہے، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے یہ مکان جس میں میں رہتا ہوں انجمن کو عطا کر دیا۔ یہ مسجد اکیلے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے تعمیر کی تھی اسے بھی انجمن کے حوالہ کر دیا۔ یہ محل (احمدیہ مارکیٹ) جس سے سوا لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی آتی ہے اس کا آدھا حصہ انہوں نے انجمن کو دے دیا اور باقی نصف حصہ میں نے ان کے فرزند ارجمند کرنل بشیر حسین سے تھوڑے داموں سے خرید لیا۔ یہ تمام مکانات شاہ صاحب کی یادگار ہیں۔ وہ بہت بلند پایہ انسان تھے۔ ان کا اخلاص اور فیاضی قابل ستائش ہے۔

ایک دفعہ بمبئی میں ایک کالج کے پرنسپل احمید کار کو دین اسلام کی طرف رغبت ہوئی۔ میری قوم نے اس کو تبلیغ کرنے کے لئے مجھے بمبئی بھیجا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کی رکاب پکڑ کر ساتھ جاؤں گا۔ وہ میرے ہم سفر ہو گئے نواب سعادت علی صاحب کے عزیزوں کا ایک مکان سمندر کے کنارے پر بڑا خوبصورت تھا۔ وہاں پر ہمارا قیام طعام کا انتظام کیا گیا۔ وہاں پر ڈاکٹر احمید کار صاحب کو بلایا گیا۔ میں نے اسلام کے کمالات بیان کئے۔ وہ بہت متاثر ہوئے، شاہ صاحب بہت خوش ہوئے مجھے کہنے لگے وہ تو آپ کے سامنے مرا ہوا چوہا نظر آتا تھا یہ ان کی اخوت و محبت کا اظہار تھا

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۲)

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

[illegible] عالم [illegible]

سیاسی قائدین نے "فی الدنیا حسنۃ" کو غبار آلود کر دیا

آسمانی سکیمیں اصولوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ خدا کے ہاں نہ جنبہ داری ہے نہ دھڑے بازی۔ جب پاکستان مستحکم ہو کر اقوام عالم میں ایک مقتدر مقام حاصل کر گیا تو قائد اعظمؒ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ ان کے چلے جانے سے مسلمان قوم کے اندر سے رُوحِ اسلام بھی مفقود ہو گئی۔ سیاسی لیڈر اقتدار کی لڑائیاں لڑنے لگ گئے۔ حکومتیں روز بروز بدلنے لگیں۔ افسر شاہی کا غلبہ ہو گیا۔ اور رشوت ستانی، اقربا نوازی ہمارے افسروں کا معمول بن گیا۔ جو ملک قائد اعظمؒ نے اخلاص اور فراست سے حاصل کیا تھا اور اس کے بن جانے کے معاً بعد مسلمانوں نے لاکھوں قربانیاں پیش کی تھیں ڈگمگانے لگا۔ اور قریب تھا کہ اس کا خاتمہ ہو جاتے کہ ایک بار پھر پردہ اُٹھا اور آسمانی سکیم کی ایک دلآویز تصویر دنیا کے سامنے آگئی۔

۱۹۶۵ء کی جنگ

۱۹۶۵ء کا زمانہ مسلمانوں کے لئے ایک آزمائش کا وقت تھا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو کمزور سمجھتے ہوئے بلا اطلاع اور بلا اعلانِ جنگ بین الاقوامی سرحدوں کو عبور کر کے پاکستان پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا اچانک اور اتنا شدید تھا کہ بظاہر مسلمانوں کو اس کی تاب مقاومت اور طاقت مدافعت حاصل نہ تھی۔ مگر جذبہ کے اخلاص اور ایمان کی پختگی نے سامان حرب و ضرب کی کمی کو اس طرح پورا کر دیا کہ مسلمان قوم سیسہ پلائی دیوار کی طرح ہندوؤں کے مقابلہ میں آکھڑی ہوئی۔ اور ہندو اس سے متصادم ہو کر پاش پاش ہو گئے۔ اور فن جنگ کے ماہرین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسلمانوں نے سترہ دن ہندوؤں سے نبرد آزما ہو کر ان کی اپنے سے چند گنا زیادہ فوج جس کے پاس دس گنا سامانِ حرب زیادہ تھا کیونکہ شکست فاش دے دی۔ یہ دوسرا معجزہ تھا جو الٰہی سکیم نے اس کرۂ ارض پر ظاہر کیا۔ ایک دفعہ اور مسلمان مسلمان بن کر سامنے آگئے اور اس دفعہ بھی وہ بھول گئے کہ وہ بنگالی تھے کہ پنجابی، پٹھان تھے کہ سندھی۔ ایک دفعہ پھر وہ مسلمان تھے۔ ۱۹۶۵ء کی یہ جنگ تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ ایک معمہ بنی رہے گی۔ یورپ کے ماہرین جنگ مسلمانوں کی اس فتح کی کوئی توجیہہ نہیں کر سکے۔ خود مسلمان حیرت میں ہیں کہ ہم کیا تھے اور ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء سے ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء کے دوران کیا بن گئے۔ اس موقعہ پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان کو اپنی فوج کے جمِ غفیر اور کثرت سامانِ جنگ پر اس قدر ناز تھا کہ انہوں نے دنیا کو قبل از وقوع جو بعد میں عدم وقوع ثابت ہوئی یہ خبر دے دی کہ لاہور فتح ہو گیا۔ اور انگریزوں کی منافق قوم نے اپنے بی بی سی کے ذریعہ نشر و اشاعت سے یہ خبر دنیا میں پھیلا دی کہ واقعی لاہور فتح ہو گیا ہے۔ لاہور تو کیا فتح ہونا تھا ہندوؤں کو امرتسر کے لالے پڑ گئے۔ اور یہ شہر خالی ہونا شروع ہو گیا۔ پاکستان کے اہلِ حل و عقد نے اپنی فوجوں کو مزید جارحیت سے روک لیا اور یونائیٹڈ نیشنز کی وساطت سے دونوں قوموں نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔

علیحدگی پسندوں کی شرانگیزیاں اور مسلم آزاریاں

حال ہی میں الٰہی سکیم کا ایک اور رُخ دنیا کے سامنے آچکا ہے۔ گو اس کے بعض پہلوؤں کے خدوخال ابھی پوری طرح ظاہر نہیں ہوئے۔ سن ۱۹۷۰ء کے آخر میں آغا محمد یحییٰ خان کی حکومت نے پاکستان میں پہلی دفعہ بالغ رائے دہندگی بناء پر "ایک شخص ایک ووٹ" کے اصول کو مدنظر رکھ کر نہایت آزادانہ اور نہایت غیر جانبدارانہ ماحول میں انتخابات کرائے۔ ان انتخابات کے نتائج بالکل غیر متوقع ظاہر ہوئے۔ یہ قیاس تو کیا جا سکتا تھا کہ فلاں فلاں پارٹیاں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ووٹ لیں گی۔ مگر کسی کو بھی گمان نہ تھا کہ یہ پارٹیاں دوسری تمام سیاسی پارٹیوں کو چاروں شانے چت گرا دیں گی۔ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے خلاف توقع اپنے حریفوں کو شکست دی۔ تاہم یہ دنیا میں سیاسی تھی۔ اس سے پہلے پیپلز پارٹی سیاسی میدان میں تھی۔ اس سے کارکن ہی کے فعال تھے۔ اس کی قیادت بھی بڑی لائق اور تجربہ کار تھی۔ انتخابات میں بھی انہوں نے بڑی سخت جدوجہد کی تھی۔ ان کے چوٹی کے رہنما کو یہ یقین تھا کہ اس کی جماعت کامیابی کے پھریرے اُڑاتی میدانِ انتخاب سے نکلے گی۔ مگر ہوا یہ کہ اس جماعت کو بہت کم ووٹ ملے۔ اتنے کم کہ ان کا ذکر بھی اب بے سود ہے۔ یعنی ان کے کامیاب امیدوار انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ علماء کی باقی جماعتوں کا حال ذرا اس سے بہتر رہا۔

تینوں مسلم لیگیں تو پرانے سیاسی کارکنوں پر مشتمل تھیں۔ عوام میں جانی پہچانی تھیں۔ پاکستان تحریک کا ہراول دستہ تھیں۔ اور اس مقدس سرزمین کے حاصل کرنے میں صرف وہ اکیلی ذمہ دار تھیں۔ لیکن اس الیکشن نے ان کے کارکنوں پر واضح کر دیا کہ عوام میں اب ان کا اثر و رسوخ ختم ہو چکا ہے۔ وہ اب صرف بند کمروں کی سیاست کی علمبردار بن کر رہ گئی ہیں۔ ان کے بڑے بڑے گھاگ قائد اس میں بُری طرح پٹ گئے۔ خواجہ صفدر اور چوہدری محمد حسین چٹھہ جیسے مقتدر اور بے لوث لیڈر بھی اپنے دوسرے رفقائے کار کی شامتِ اعمال کی وجہ سے اس جنگ میں ہار گئے۔ حالانکہ اس قسم کے مخلص اور دیانت دار کارکن ایسی شکست کے مستحق نہ تھے۔ مغربی پاکستان کی یہ سیاسی کیفیت کسی حد تک فہم میں آ سکتی تھی۔ مگر مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا وہ اعلیٰ درجہ کے سیاسی مدبرین کی فہم و فراست سے بھی بالاتر ہے۔ وہاں شیخ مجیب الرحمٰن ایسا جادوگر لوگوں کے قلوب و اذہان پر صور پھونکتا ہوا منظر عام پر آگیا۔ اس نے سارے ملک کے باشندگان کو اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔ وہاں کی کل سیاسی پارٹیاں اپنی موت آپ مر گئیں۔ سات کروڑ انسانوں کی اس آبادی میں صرف ایک ضعیف العمر اور کہنہ مشق سیاست دان کی عزت محفوظ رہی اور وہ بابائے مشرقی پاکستان مسٹر نور الامین تھے۔ باقی سب سیاستدان کَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ ہو گئے۔

مجیب الرحمٰن

اس وقت انتخاب کے نتائج پر تو ضرور لوگوں کو حیرت ہوئی مگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کے اندر آدم کا ازلی حریف یعنی شیطان حلول کر چکا ہے۔ کامیاب ہوتے ہی مجیب کے اندر حلول کئے ہوئے اس شیطان نے اپنے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ چند دنوں کے اندر ہی اس سیاہ دل انسان کے بطن میں شیطانوں کے بے شمار لشکر تیار ہو گئے اور مغربی پاکستان کے محب وطن عوام کے خلاف تعصب، عناد اور نفرت کی ایک خطرناک مہم چلائی جانے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قومی نظریہ جو پاکستان کی بنیاد تھا "ھباءً منثوراً" ہو گیا۔ اب مشرقی پاکستان کے لوگوں کے دلوں سے مغربی پاکستانیوں کا احترام بالکل جاتا رہا۔ اول الذکر آخر الذکر کو اپنا جانی دشمن خیال کرنے لگے۔

مشرقی پاکستان میں ایک کروڑ کے قریب ہندو آباد ہیں۔ یہ ہندو اچانک مسلمانوں کی خیر خواہی کا دم بھرنے لگے۔ اب یہ بنگالی مسلمانوں کے دوست تھے اور ہم قوم و ہم وطن تھے۔ یہ غیر مسلم اب مسلمانوں کی قیادت کرنے لگے۔ اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے لگے۔ اس صوبہ کی تمام تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں تعلیمی محاذ پر بھی ان کو فوقیت حاصل ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ نسل کو وہ تعلیم کے ذریعہ اسلام کے خلاف زہر [illegible] پلاتے رہے اور یہ ظاہر کرتے رہے کہ ہندو بنگالی اور مسلمان بنگالی ایک نسل کے ہیں اور

ایک ہی قسم کے معاشرہ کے اجزاء ہیں۔ ان کی زبان بھی ایک ہے معیشت بھی ایک ہے، عادات بھی ایک ہیں۔ ان کی زبان کا رسم الخط بھی ایک ہے۔ ان کی زبان سنسکرت ہی کی ایک شاخ ہے اور ہندو کلچر کا ایک حصہ۔ یہ پراپیگنڈا اس زور اور شدت سے جاری کیا گیا کہ عوام کے اندر نہ صرف پاکستان کے خلاف بغاوت کے جذبات ابھرے بلکہ بے شعور لوگ خود اسلام ہی سے منقطع ہو گئے۔ ہمارے حکمران اور مغربی پاکستان کے رہنما اس دوران مجیب الرحمان کی ناز برداری میں لگے رہے۔ مغربی پاکستان کی اکثر جماعتیں تو اس امر پر متفق ہو گئیں کہ مجیب الرحمٰن کے مطالبات منظور کر لئے جائیں اور اسے کل پاکستان حکومت کا سربراہ بنا دیا جائے۔ مگر خود مجیب الرحمان کے منصوبے کچھ اور تھے۔ اسے اپنی ذات کی سربراہی پر قناعت نہ تھی۔ وہ مشرقی پاکستان کو مملکت پاکستان سے بالکل منقطع کر کے ہندو بنگال کے ساتھ منسلک کر دینا چاہتا تھا۔ اس نے اس غرض کے لئے بھارت کی حکومت سے سازباز شروع کر دی۔ وہاں سے روپیہ بھی آنے لگا اور اسلحہ بھی۔ بلکہ ہندوستان کے فوجی لوگ بھی بھیس بدل کر اس بغاوت کی آگ کو بھڑکانے کے لئے مشرقی پاکستان میں دھڑا دھڑ داخل ہونے لگے۔ صدر مملکت مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن سے گفت و شنید کے لئے خود ڈھاکہ پہنچے کیونکہ مجیب الرحمٰن نے صدر کی دعوت پر اسلام آباد آنے سے انکار کر دیا تھا۔ عین اس وقت جب کہ خود صدر مملکت مع اپنے چند رفقاء کے ڈھاکہ میں موجود تھے اس حصہ ملک میں غیر بنگالی مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔

درندگی۔ بہیمیت۔ سنگ دلی اور شیطنت کے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جانے لگے کہ اسلامی تاریخ تو کیا ساری انسانی تاریخ شرم سے سر چھپانے لگی۔ وحشت بربریت۔ خواتین کی بے حرمتی۔ بچوں بوڑھوں۔ جوانوں اور شریف مسلم شہریوں کا قتل عام شروع ہو گیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں باغی عناصر نے وہ کچھ کرایا جس کے افسانے صدیوں تک شرفاء کو خون کے آنسو رلاتے رہیں گے

اور ایسا منصوبہ تیار کیا گیا کہ صدر مملکت کی اپنی جان خطرے میں پڑ گئی اور پاکستان پر جان کنی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب حکومت کو ان خطرناک منصوبوں کی بھنک پڑی تو افواج قاہرہ پاکستان کو طلب کرایا گیا۔ فاصلہ بہت تھا۔ وقت کم تھا۔ اور ہندوستان نے بڑی مکاری اور عیاری سے اپنا ایک جہاز اپنے ہی آدمیوں سے اغوا کرا کے پاکستان بھیج دیا اور خود اسے آگ لگوا کر تباہ کرا دیا اور یوں اپنے علاقہ کے اوپر پاکستانی جہازوں کی پرواز کو بند کرنے کا بہانہ تلاش کر لیا۔ ان حالات میں پاک افواج کا مشرقی پاکستان میں بر وقت پہنچنا بظاہر محال نظر آتا تھا۔ ادھر مشرقی پاکستان میں مقیم بنگالی فوجیں اور تمام صوبہ کی پولیس اجتماعی طور پر مجیب الرحمٰن کو اپنا سربراہ بنا چکی تھی۔ مشرقی پاکستان کی یہ فوج اور پولیس ماڈرن اسلحہ سے لیس تھی اور مغربی پاکستان کی افواج کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار۔ مغربی پاکستان سے کسی نہ کسی طرح فوجیں پہنچ گئیں۔ اور مقابل پر اپنے ہی ملک کی فوجوں کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئیں۔ مشرقی پاکستانی باغیوں نے مغربی جانباز فوج کے سپاہی قتل کرنے شروع کر دیئے۔ بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔ مغربی پاکستان اور بہار کے مسلمان دھڑا دھڑ شہید کئے جانے لگے۔ اس قتل و غارت سے پاک فوج کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس کی غیرت جوش میں آ گئی۔ حب الوطنی کے جذبات بھڑک اٹھے۔ موت سے بے نیاز ہو کر ہمارے بہادر جوان میدان جنگ میں کود پڑے۔ اور ان کی دلیرانہ اور جرأت مندانہ یلغار سے باغیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کے ہندو قائدین نے راہ فرار اختیار کر لی۔ باغیوں نے چند دنوں ہی میں یہ محسوس کر لیا کہ اسلامی فوج کے سامنے وہ کھڑے نہیں رہ سکتے مجاہدین کے نعروں سے ان کے دل دہل گئے۔ اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر پاکستان کی سرحدات عبور کر کے بھارت کی گود میں جا بیٹھے۔ کلکتہ کے اردگرد پہلے ہی بے روزگار لوگوں کا اژدہام رہتا ہے یہ لوگ بھی ان میں شامل ہو گئے اور بھارت کی حکومت نے ان نو واردوں کو اپنے لوگوں میں شامل کر کے سب کو مہاجرین کا نام دے دیا اور دنیا کے تمام ممالک اور دور دراز علاقوں میں یہ مشہور کر دیا کہ پاکستان نے کئی لاکھ آدمی مار ڈالے اور پچاس ساٹھ لاکھ افراد کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ عیسائی دنیا میں بھارت کا پروپیگنڈا بڑا مؤثر ثابت ہوا۔ پہلے تو یہ مشہور کیا جاتا رہا کہ پاکستان کے سات کروڑ باشندگان نے بڑی منظم اور مسلح بغاوت کر دی ہے اور اب صرف چند لوگ پاکستان کے وفادار رہ گئے ہیں۔ مشرقی پاکستان کا گورنر سرل ٹکا خان قتل کر دیا گیا ہے اور مجیب الرحمان "بنگلہ دیش" کا سربراہ بنا لیا گیا ہے۔ غیر ملکی خبر رساں ایجنسیوں نے خوشی سے بغلیں بجائیں اور پاکستان کے خاتمہ کی خبریں تمام دنیا میں پھیلا دیں۔ جب کچھ دنوں کے بعد مطلع صاف ہوا اور پتہ چلا کہ بغاوت کچل دی گئی ہے۔ اور علیحدگی پسند عناصر ناکام ہو چکے ہیں تو پراپیگنڈہ کا رخ بدل دیا گیا اور یہ مشہور کیا جانے لگا کہ پاک افواج نے "بنگلہ دیش" کے علمبرداروں کو تہس نہس کر دیا ہے اور "بنگلہ دیش" کے باشندگان پر بے پناہ مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ عیسائی دنیا بھارت کی دی ہوئی خبروں سے تلملا اٹھی اور اس نے نشر و اشاعت کے تمام ذرائع کو پاکستان کو بدنام کرنے پر لگا دیئے۔

مشرقی پاکستان میں تو پاک فوج نے امن و امان قائم کر دیا۔ مگر بھارت یہی شور مچاتا رہا کہ وہاں سے لوگ قتل کئے جا رہے ہیں۔ حکومت پاکستان نے ممالک غیر کی تمام حکومتوں کو لکھا کہ بھارت کی خبروں پر یقین نہ کریں اور اپنے ہاں سے مشرقی پاکستان میں وفود بھیج کر اصل حالات ملاحظہ کریں۔ چنانچہ کچھ وفود آئے بھی اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشرقی پاکستان میں مکمل سکون دیکھ لیا اور اپنے دوران قیام یہ بیان بھی دے دیئے کہ یہاں "بنگلہ دیش" کا نام و نشان نہیں۔ اور حالات بالکل پرسکون ہیں۔ مگر اپنے ملکوں میں واپس جا کر اپنی حکومتوں کے زیر اثر ان میں سے بعض نے پاکستان کے خلاف بیان دیئے اور ان میں سے بعض سچائی پر اڑے رہے اور جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا اسی کو بیان کرتے رہے۔

پہلے تو بعض حکومتوں نے "بنگلہ دیش" کے معاملہ کو پاکستان کا اندرونی معاملہ قرار نہ دیا اور چاہا کہ بڑی طاقتیں اس میں مداخلت کریں اور پاکستان کے باغیوں کی امداد کر کے بنگلہ دیش قائم کرا دیں مگر حالات نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ ادھر حکومت پاکستان اپنے موقف پر ڈٹ گئی۔ بڑی طاقتوں نے پاکستان کو کہا کہ تمہاری اقتصادی اور حربی امداد صرف اس شرط پر جاری رہ سکتی ہے کہ تم بنگلہ دیش کے مسئلہ کو باغیوں اور بھارت کے حکمرانوں کی مرضی کے مطابق حل کر دو۔ مگر آغا یحییٰ خان نے اس قسم کی امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا ہم مر مٹیں گے مگر ملک کی عزت و ناموس کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔ عزت کی قیمت پر ہمیں کسی سے امداد لینی منظور نہیں۔ اس جرأت مندانہ اعلان نے مخالفوں کے حوصلوں کو پست کر دیا۔

مشرقی پاکستان کا یہ ہنگامہ کسی طرح بھی ۱۹۶۵ء سے کم نہ تھا بلکہ بعض اندازوں کے مطابق پاکستان کے لئے ۱۹۷۱ء کی یہ آزمائش ۱۹۶۵ء کی آزمائش سے بہت زیادہ کڑی ہے۔ پاکستان کے عوام حکومت کے بالکل ہمنوا رہے۔ قوم پھر سد سکندری بن کر کھڑی ہو گئی۔ حکومت کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ باشندگان پاکستان ذرہ بھر بھی دہشت زدہ نہیں ہوئے۔ تمام دنیا کے ظالموں کے بالمقابل انہوں نے اپنے ملک کی حفاظت کا تہیہ کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اضطراب اور انتشار کے بادل چھٹنے لگے۔ اور اکثر حکومتوں نے یہ اعلان کر دیا کہ موجودہ بحران پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے کسی دوسرے ملک کو اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ مگر ترقی یافتہ ممالک کا پریس متواتر آتش کے شعلے برساتا رہا اور اس نے پاکستان کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ (باقی۔ باقی)

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ صفحہ ۲)

صفیہ بیگم انہی کی صاحبزادی تھیں اور باپ کی طرح بڑی مخیر اور اعلےٰ اخلاق کی مالک تھیں۔ ان کی وفات سے ان کے والد محترم اور ان کی والدہ محترمہ کی یاد بھی میرے سامنے آ گئی۔ وہ میرے ساتھ خونی رشتہ سے بڑھ کر تعلق رکھتے تھے۔ ان کی جدائی میں سخت غمزدہ ہوں۔ آیئے ان تمام مرحومین کے لئے نماز جنازہ غائبانہ میں دعائے مغفرت کریں۔

(جنازہ غائبانہ پڑھا گیا)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

الحاج ممتاز احمد فاروقی صاحب راولپنڈی

عیسائی مذہب کی اصلیت

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی عظیم الشان اور وسیع یہودی سلطنت زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ حضرت سلیمان کے بعد ان کا بیٹا رحبعام بہت نااہل ثابت ہوا۔ اور اس کے جانشین ہوتے کے کچھ مدت بعد یربعام (یربعام) کی انگیخت پر بنی اسرائیل نے کچھ مطالبات پیش کئے۔ اس وقت حضرت سلیمان کے پرانے مشیروں نے رحبعام کو یہ مشورہ دیا کہ وہ قوم کو تنگ نہ کرے اور ان کے مطالبات قبول کر لے۔ مگر اس نے اس کی بجائے اپنے نوجوان مصاحبوں کے کہنے پر بنی اسرائیل کے مطالبات رد کر دیئے اور ان پر سختی شروع کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ یہودی قومی شاخوں میں سے دس قومیں باغی ہو گئیں۔ اور انہوں نے یربعام کے ماتحت "اسرائیل" نامی ایک الگ حکومت قائم کر لی اور اس کا دارالخلافہ سماریا بنایا۔ اور رحبعام کی سلطنت صرف دو قوموں پر باقی رہ گئی جو کہ جوڈیا کا علاقہ کہلاتا تھا اور اس کا دارالخلافہ "یروشلم" تھا۔ بہرحال حضرت سلیمان کی عظیم سلطنت برباد ہو گئی اور کئی ایک غیر قومیں جو کہ اب تک بنی اسرائیل کے ماتحت تھیں، وہ آزاد ہو گئیں۔

اس کے بعد اگرچہ بنی اسرائیل میں پیغمبروں کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر ان دو الگ الگ یہودی حکومتوں میں خانہ جنگی جاری رہی۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسیریا (ASSYRIA) کی مضبوط اور غیر اسرائیلی حکومت نے دو دفعہ ۷۴۰ قبل مسیح اور ۷۲۲ قبل مسیح میں "اسرائیل" کی سلطنت پر چڑھائی کی اور سماریا کو فتح کر لیا اور دس یہودی قوموں کے تمام افراد کو قیدی بنا کر لے گئے۔ اس کے بعد ۶۸۷ قبل مسیح میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے دوسری یہودی حکومت جوڈیا پر چڑھائی کی۔ اور یہودیوں کی باقی ماندہ دو قوموں میں سے بہت سے قیدی بنا کر لے گیا۔ انہی میں حضرت دانیال نبی بھی شامل تھے۔ اس کے بعد بخت نصر نے ۵۹۹ قبل مسیح میں جوڈیا پر دوسرا حملہ کیا۔ اور بہت سے قیدی پھر پکڑ کر لے گیا۔ اس کے بعد ۵۸۸ قبل مسیح میں بخت نصر نے دوسری یہودی حکومت جوڈیا کے دارالخلافہ یروشلم پر چڑھائی کی اور یہودیوں کے بڑے ہیکل (عبادت خانہ) اور یہودیوں کے بادشاہ اور امراء کے محلات کو جلا ڈالا۔ اور بہت خزانہ اور دولت مع قیدیوں کے ساتھ لے گیا۔

مگر ۵۳۹ قبل مسیح میں سائرس (CYRUS) بادشاہ ایران نے بابل کو جب فتح کیا تو اس نے جوڈیا سے گرفتار شدہ دو یہودی قوموں کو اجازت دے دی کہ وہ پھر جا کر یروشلم اور اپنے ہیکل کو آباد کریں۔

اس کے بعد دارا شاہ ایران نے جس کی حکومت شمالی ہندوستان، افغانستان سے لے کر یونان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے "اسرائیل" کی دس قوموں کو ایران۔ افغانستان اور کشمیر جا کر آباد کر دیا۔ اور وہ لوگ پھر فلسطین کو کبھی واپس نہ ہوئے اور یہی لوگ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑیں کہلائے۔ فلسطین میں یہودیوں کی اصلاح کے لئے تو نبی آتے رہے۔ مگر ان گمشدہ بھیڑوں یا دور افتادہ اسرائیلی قوموں کی اصلاح کے لئے بھی جناب الٰہی نے ایک نبی یا رسول مبعوث کیا جو کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام تھے۔ جو کہ اگرچہ پیدا فلسطین میں ہوئے اور ان کو نبوت بھی یہاں ہی عطا کی گئی۔ مگر حکم الٰہی کے ماتحت صلیب کے واقعہ کے بعد وہ بالآخر ہجرت کر کے ایران۔ افغانستان اور کشمیر میں آباد شدہ یہودی لوگوں میں تبلیغ دین اور ان کی اصلاح کے لئے تشریف لے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ متی کی انجیل باب نمبر ۱۵۔ آیت نمبر ۲۴ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے نے کہا:-

> "میں صرف اسرائیل کی
> کھوئی ہوئی بھیڑوں۔۔
> (کی ہدایت) کے لئے بھیجا
> گیا ہوں"

حضرت عیسٰے نے ۱۲۰ برس کی عمر پائی اور وفات کے بعد کشمیر میں ہی محلہ خانیار سری نگر میں دفن ہوئے جہاں ان کا مزار اب تک موجود ہے۔

(۲) حضرت عیسٰے کی الہامی کتاب [illegible] ہدایات یا احکامات دیئے گئے ان [illegible] سے تورات کی الہامی کتاب [illegible] حضرت موسٰے کو دی گئی) کے دیئے ہوئے احکامات اور ہدایات میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل کیا گیا۔ مگر حضرت عیسٰے کے پیروؤں کے لئے دونوں کتابیں واجب الاطاعت رہیں۔ حضرت عیسٰے کی مادری زبان آرمی (ARAMIC) تھی۔ اسی میں وہ تقریر کرتے اور لکھتے تھے۔ مگر ان کی اصل کتاب انجیل کا کوئی وجود قائم نہ رہا۔ بلکہ ان کی دی ہوئی تعلیم، ہدایات اور فرمودات جو ان کے شاگردوں نے سنی تھیں اور یاد رکھی تھیں وہی کئی سالوں کے بعد قلمبند کی گئیں۔ مگر زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ ان میں کافی تغیر اور تبدل ہوتا رہا۔ اور بالآخر "عیسائی گرجا" نے بحث و تمحیص کے بعد اس انجیل کو تشکیل دی اور اپنایا جو کہ فی زمانہ موجود ہے۔

(۳) لیکن اگر ہم موجودہ "انجیل" اور "عیسائی گرجا" کے عقائد کی چھان بین اور تجزیہ کریں تو جلد ہی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ عیسائیت کی بنیاد اور ماخذ کے متعلق جو "عیسائی گرجا" کا خیال اور عقیدہ ہے وہ محض ایک مذہبی ڈھکوسلہ ہے اور تاریخ سے وہ ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً

(۱) ہمیں حضرت عیسٰے کی زندگی کی کوئی باقاعدہ تحریر شدہ سرگذشت حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ چیدہ چیدہ حالات اور مختلف لوگوں اور زمانوں میں بعض راویوں سے اخذ کی ہوئی کہانیاں ہیں۔

(۲) Peake's Commentary on the Bible میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰے کے متعلق ریکارڈ مثبت اور حقیقی باتوں پر مشتمل نہیں معلوم دیتا۔ بلکہ چاروں انجیلوں میں بھی کئی ایک واقعات کے بیان میں اختلاف ہے۔ اور ایک بات ایک نے کہی ہے اور دوسرے نے نہیں کہی۔ یا اسے کسی اور رنگ میں پیش کیا ہے۔ مثلاً یوحنا کی انجیل بہت سی باتوں میں باقی تین انجیلوں سے اختلاف رکھتی ہے۔

(۳) "عیسائی گرجا" کی بنیاد کے حالات صاف نہیں بلکہ ان میں کافی گڑبڑ ہے۔ اور جو کچھ تاریخی ثبوت مہیا کئے گئے ہیں ان کی صداقت مشکوک ہے اور خود بیانات بھی مبہم ہیں۔ اس کا کوئی یقینی ثبوت نہیں ہے کہ خود حضرت عیسٰے کو اس "عیسائی گرجا" اور اس کے عقائد سے اتفاق تھا جس کو آج کل فی زمانہ پیش کیا جاتا ہے۔ سب سے پرانی تحریر جو عیسائیت کے عقائد کے متعلق ہمیں مل سکی ہے۔ وہ چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہے۔ سو جو زبانی عقائد پہلے رائج تھے۔ یا بعض جو تحریر کئے گئے ہوں۔ ان میں کتر بیونت کرنے کے بہت سے مواقع عیسائیت کے وقتی مذہبی رہنماؤں کو مل گئے۔ اور انہوں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور حسب مرضی خود ساختہ عقائد بیچ میں داخل کر دیئے۔

(۴) آج کل حضرت عیسٰے کو "عیسائی گرجا" نجات دہندہ مانتا ہے۔ مگر یہ یہودیوں کا نقطۂ نظر نہیں تھا۔ اور نہ ہی شروع کے مسیح کے شاگردوں کا تھا جنہوں نے فلسطین کا پہلا عیسائی گرجا قائم کیا۔ اور جس کا سربراہ یا بڑا پادری خود حضرت عیسٰے کا بھائی تھا جس کو [illegible] کہتے تھے جو نقطۂ نظر پرانے یہودیوں اور حضرت عیسٰے کے پہلے شاگردوں اور پیروؤں کا فلسطین میں تھا۔ وہ یہ تھا کہ جو "مسیح" آنے والا ہے وہ خدا کا پیغمبر اور رسول تو ضرور ہو گا مگر اس کا بیٹا نہیں ہو گا۔ اور نجات اس کی روحانی تعلیمات پر عمل کرنے سے حاصل ہو گی۔ اور مسیح کے "خون" سے گناہوں کا کفارہ ہرگز نہ ہو گا۔ پہلے عیسائیوں کو مسیح کے ذریعہ سے "اخروی نجات" کی ہی صرف امید نہ تھی بلکہ وہ خیال کرتے تھے کہ "مسیح" اس دنیا میں بھی ایک روحانی حکومت قائم کرے گا۔ آخرت کی نجات تو بعد میں آئے گی۔

(۵) جب سینٹ پال یا پولوس کے ذریعہ سے عیسائیت کا پرچار بحیرہ روم کے ارد گرد کے ممالک میں شروع ہوا تو اس وقت حضرت

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

مسیحیت کے قدم اسلام کی طرف

حضرت مسیحؑ شادی شدہ تھے

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۱ء

(۲)

بات یہاں تک پہنچی تھی کہ ایک جرائم پیشہ امریکن پادری کے پاس پہنچا اور اپنے خوفناک جرائم کا اقرار کر کے کہا کہ اگر میں ایک ہزار ڈالر آپ کو دے دوں تو کیا میرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ پادری نے جواب دیا ہزار ڈالر مجھے دے کر تجربہ کر لو مگر خوفناک جرائم کے بدلے پادری کو رشوت دینے کی ضرورت نہیں آسمانی بادشاہت میں داخلہ کے لئے خنثیٰ یا ہیجڑہ ہونا شرط ہے (متی ۱۹: ۱۲) ہیجڑہ ہونا لفظی طور پر یا معنوی اعتبار سے۔ رہا یہ امر کہ پیدائشی طور پر ہیجڑا ہو یا لوگوں کا خصی بنایا ہوا یا خود خنثیٰ بنا ہو یہ سب تکلفات ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جسے خدا نے خوجہ پیدا کیا ہے اسے باقی دو پر فوقیت حاصل ہے کہ خدا کا بنایا مخنث ہے رہا لوگوں کا بنایا ہیجڑہ۔ بہرحال خوجہ تو وہ بھی۔۔ سولہ آنے درست ہے اس کا حق بھی فائق ہے البتہ خود بنا خوجہ یا ہیجڑہ اس کی ہمت اور جرأت قابل داد ہے یہی وہ مخنث ہے جو جناب مسیحؑ کا بنایا بتایا خوجہ ہے اور اسے آپ نے آسمانی بادشاہت میں داخلہ کا سرٹیفکیٹ دیا۔

۲۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کا ہیجڑا کیوں آسمانی بادشاہت میں داخلہ کا حقدار نہیں جبکہ خدا کا بنایا بتایا ہیجڑا تو آسمانی بادشاہت میں داخل ہو سکے پر باپ خدا کا بنایا ہیجڑا نہ ہو یہ بات سمجھ سے دور ہے۔ لوگوں کا بنایا ہیجڑا اگرچہ خود ہیجڑا نہیں بنا پر ہے تو ہیجڑا اس کا آسمانی بادشاہت میں داخلہ کا حق مارنے والا کون؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہیئے کہ اسے اپنے خوجہ ہونے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔

۳۔ مسیحی الٰہیات کا علامہ جو تیسری صدی مسیحی میں ہوا اس کا نام اوریجن (ORIGEN) ایک سچا مسیحی کہلا سکتا ہے جس نے جناب مسیحؑ کی لفظاً اور معناً دو طرح تعمیل کی یعنی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی ایچ پیچ اور تاویل اس صریح حکم کی نہیں کی باقی مسیحی دنیا تاویل کی مرتکب ہے۔ چونکہ یہاں تین قسم کے خوجوں کا ذکر ہے خدا کے بنائے خوجے۔ اور لوگوں کے بنائے خوجے۔ ان دونوں اقسام کے خوجوں میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ساری دنیا جانتی پہچانتی ہے کہ ان سے مراد کون سے خوجے ہیں۔ تیسری قسم کا خوجہ جو خود خوجہ بنا ہے وہ وہی خوجہ ہوگا جیسا اوریجن بنا تھا اگر کوئی ویسا خوجہ نہیں بنتا تو وہ جناب مسیحؑ کا بنایا بتایا خوجہ نہیں چاہے کوئی شادی نہ کرے اور عمر بھر شادی نہ کرے مگر اس کے پاس خوجہ ہونے کا ثبوت نہیں ہے اسے تاویل کی مشین پر چڑھا کر خوجہ کہنا جناب مسیحؑ کے حکم کی نافرمانی ہے اگر جناب مسیح نے شادی نہیں کی تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثبوت ضروری ہوگا کہ انہوں نے اپنے قول پر خود عمل کیا ہے یا نہیں اچھا اُستاد اور ریفارمر وہی ہو سکتا ہے جو دوسروں کو حکم دے تو اس پر خود عمل کر کے دکھائے۔ اصلی خوجہ بننے اور بناوٹی خوجہ کہلانے میں فرق ہونا ضروری ہے۔

۴۔ رہا اس ارشاد کا آخری جملہ "جو قبول کر سکتا ہے وہ اسے قبول کرے" یعنی جناب مسیح نے اختیار دیا ہے کہ چاہے خوجے ہو یا نہ ہو۔ خوجہ بننے کا انعام آسمانی بادشاہت میں داخلہ ہے اتنا بڑا انعام اگر خوجہ بننے اور نہ بننے دونوں طرح مل سکتا ہے تو ساری تمثیل کی خوبی اور مطلب غت ربود ہو گیا اس تمثیل کا حسن اور خوبی صرف اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ اس فقرہ کا مطلب درست سمجھا جائے اور وہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کامیابی یا جنت کی راہ خوجے بننا ہے اگر بنو تو آسمانی بادشاہت میں داخل ہو گے اگر نہ بنو تو جاؤ جہنم میں۔ وہ لوگ جو شادی نہیں کرتے اور خوجہ بنتے ہیں یہ ان کا عمر بھر کا مجاہدہ ہے یہ جہاد عظیم کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں برابر ہوں اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں۔

۵۔ یہ ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔

"ٹھوکر کھلانے والی چیزوں کے سبب دنیا پر افسوس ہے پر ٹھوکر کھلانے والی چیزوں کا آنا ضرور ہے پر افسوس اس شخص پر جس کے سبب ٹھوکر لگے اگر تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلا دے اسے کاٹ ڈال اور اسے اپنے پاس سے پھینک دے کہ ٹنڈا یا لنگڑا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ دو ہاتھ۔ یا دو پاؤں ہوتے ہمیشہ کی آگ میں ڈالا جائے اور اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے اسے نکال ڈال اور پھینک دے کیونکہ کانا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تیری دو آنکھیں ہوں اور تو جہنم کی آگ میں ڈالا جائے۔ (متی ۱۸: ۷-۹ و ۵: ۲۹، ۳۰ مرقس ۹: ۴۳)"

یہ تو ہوا ٹھوکر کھانے کے بعد ہاتھ اور پاؤں اور آنکھ کا کاٹ ڈالنا اور ٹھوکر کھانے سے خوجہ بننا حفظ ماتقدم ہے۔

۶۔ اب بات یہاں تک پہنچ چکی ہے تو جناب مسیح کے متعلق فیصلہ کرنا کہ جو قبول کر سکتا ہے وہ اسے قبول کرے کوئی مشکل امر نہیں رہا اگر اوریجن (ORIGEN) اسے قبول کر سکتا ہے تو اُستاد کیوں نہیں کر سکتا؟

۷۔ امریکہ کی بعض اقوام اور کیتھولک لوگ پادریوں کو شادی کی اجازت نہیں دیتے اور ان عورتوں کو زندہ جلا دیتی ہیں جو شادی نہ کرنے کا اقرار کر کے اسے توڑ دیتی ہیں۔ دریائے ہڈسن (HUDSON) امریکہ کے اردگرد رہنے والی اقوام ان عورتوں کے ہاتھ کا پکایا کھانا نہیں کھاتیں جو شادی کر لیتی ہیں۔ رایونیگرو۔۔۔ (RIO NEGRO) کی قوم ڈاکٹروں کو شادی کی اجازت نہیں دیتیں ان کے خیال میں شادی شدہ ڈاکٹر کی دی ہوئی دوائی اثر نہیں کرتی دی انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس مضمون تجرد یا (CELIBACY) ریفارمر یا مصلح اور پادری بھی روحانی ڈاکٹر ہوتا ہے اس لئے اسے بھی شادی نہ کرنی چاہیئے۔ یہ جدا بات ہے کہ جناب مسیحؑ کی باتوں اور تمثیلوں کا اثر لوگوں پر کم ہوتا تھا (اناجیل میں ایسا ہی لکھا ہے) عوام تو الگ رہے خود آپ کے چنے ہوئے شاگرد بھی خلوت میں آ کر ان سے دوبارہ ان تمثیلوں کا مطلب پوچھتے تھے جو وہ پبلک تقریروں میں کرتے تھے۔

۸۔ آپ شاید حیران ہوں گے کہ میرا موضوع تو ہے جناب مسیحؑ شادی شدہ تھے لیکن جو کچھ میں اب لکھ رہا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خوجہ بننے کی تاکید کی ہے بات دراصل یہ ہے کہ شادی کرنی چاہیئے یا نہیں کرنی چاہیئے عیسائیوں کے مختلف الخیال فرقے دو متضاد حکم اناجیل کی تمثیل سے نکالتے ہیں اس پر ایک لطیفہ سنیئے:۔

آخری شہنشاہ روس کے پاس ایک فوجی کمانڈر نے کسی امر کے متعلق اظہار خیال کیا زار روس نے جواب دیا میں آپ سے متفق ہوں آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے کمانڈر نے آ کر اس کے خلاف خیال ظاہر کیا، شہنشاہ نے اسے بھی جواب دیا میں آپ سے بالکل متفق ہوں آپ کا خیال درست ہے جب وہ رخصت ہوا تو شہنشاہ کو ان کی ملکہ نے کہا آپ بھی عجیب انسان ہیں دونوں کمانڈر ایک دوسرے کے خلاف کہتے تھے آپ نے دونوں کو کہہ دیا کہ میں آپ سے متفق ہوں بادشاہ نے تھوڑے سے سکوت کے بعد فرمایا آپ بھی سچ فرماتی ہیں میں آپ سے بھی متفق ہوں۔ بعینہٖ یہی حال اناجیل کا ہے کہ شادی کرنی چاہیئے یا نہیں چاہیئے عیسائیوں کے فرقے دونوں سے متفق ہیں اور انہی اناجیل سے استنباط کرتے ہیں۔

۹۔ شاید کسی کو شبہ گزرے کہ ہم اعتراض کے طور پر ایسا لکھتے ہیں نہیں اور ہرگز نہیں ہمارے اناجیل کے استادوں کی یہی تحقیق ہے امریکہ کو تو اصل مسیحیت سے بیر ہو گیا ہے برطانیہ البتہ مسیحیت کا علمبردار ہے اس لئے اس کی سند پیش کی جاتی ہے ہمارے ملک میں اس وقت انجیل کا آکسفورڈ اور کیمبرج

ایڈیشن ہے جو سکولوں اور کالجوں کے لئے لکھا گیا ہے لکھنے والے ریورنڈ ایف مارشل ایم اے ہیں لوقا کی انجیل کی شرح یا مختصر تفسیر ہے صفحہ ا پر لکھا ہے :۔

پہلی تین اناجیل سنا پٹک کہلاتی ہیں کیونکہ ان کے مضامین آپس میں کچھ ملتے جلتے ہیں چوتھی انجیل (یوحنا) ان سنا پٹک ہے اس کی ترتیب اور مضامین میں اختلاف ہے ان کے اختلافات یہ ہیں :۔

نام انجیل	اختلافات	اتفاقات
مرقس	۷	۹۳
متی	۴۲	۵۸
لوقا	۵۹	۴۱
یوحنا	۹۲	۸

لیکن ہر انجیل اپنے اختلافات بھی رکھتی ہے کہ ایک جگہ وہ کچھ کہتی ہے دوسری جگہ کچھ۔ ہر انجیل نویس اپنی اپنی روایات سناتا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف سناتا ہے۔

۱۰۔ اُوپر جو بحث تھی وہ شادی کے خلاف متی کا حوالہ تھا دوسرے کسی انجیل نویس نے اس خوجہ نواز روایت کو نہیں لیا۔ ہیجڑوں کی فضیلت اور قدوسیت کا سہرا صرف متی نے باندھا ہے اب شادی کی فضیلت اور فرضیت کے حوالے سنیئے :۔

" کیا تم نے نہیں سنا کہ خالق نے شروع ہی سے انہیں ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی اور فرمایا کہ اس لئے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور اپنی جورو سے ملا رہے گا اور وے دونوں ایک تن ہونگے اس لئے اب وہ دو نہیں بلکہ ایک تن ہیں پس جسے خدا نے جوڑا ہے اسے انسان نہ توڑے (متی ۱۹: ۴-۷۔ مرقس ۱۰: ۷ و ۸ اور افیسون ۵: ۳۱ پیدائش ۱: ۲۷ و ۵: ۲ اور ۲: ۲۴)

یہ نئے عہدنامہ اور پرانے عہدنامہ کا متفقہ حوالہ ہے کہ ساری نسل انسانی ایک مرد اور عورت سے پیدا ہوئی اور ابتداء میں خدا نے ایک مرد اور ایک عورت بنایا یہ جوڑا ہے جو خدا نے خود جوڑا ہے۔ اگر شادی نہ کرنے میں فضیلت ہوتی تو انسانوں کو ان کیڑوں کی مانند بناتا جو ایک سے دو دو سے چار ہوتے چلے جاتے ہیں یعنی جراثیم۔

ایک کو مرد اور ایک کو عورت بنانا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ شادی کا سہرا آدم کو اللہ میاں نے خود باندھا ہے اور اس پر یہ تاکید کہ جسے خدا نے جوڑا ہے اسے انسان نہ توڑے۔ مرد اور عورت دونوں مل کر دو نہیں رہتے بلکہ یکتن ہو جاتے ہیں، شادی نہ کرنا اس خدا کے قانون کو توڑنا ہے، توڑ کر دیکھ لو دنیا میں نہ کوئی مرد رہے گا نہ عورت نسلِ آدم کا فاتحہ پڑھنا پڑے گا مگر فاتحہ پڑھنے والا بھی کوئی نہ ہوگا سوائے خدا کے۔

۱۰۔ جو لوگ شادی نہیں کرتے انہیں عورتوں سے نفرت ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فعل اور سنّت سے نفرت کرنا دہریت کی رگ ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اعلیٰ اور عورت کو ادنےٰ قرار دیتے ہیں اور دنیا کے تمام انبیاء رشیوں اور رسولوں سے اپنے آپ کو برتر قرار دیتے ہیں۔ خدا نے آدم کو پہلے بنایا اور اس کے اندر وہ طاقت اور قوٰی پیدا کئے جن کا تقاضا شادی کے سوائے پورا نہیں ہوتا اور نہ انسان دنیا میں باقی رہ سکتا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو خداوند عالم کی حکمت اور برکت کو لعنت بتاتے ہیں اور مرد اور عورت میں نفرت کا بیج بوتے ہیں جسے خدا نے مرد بنایا اور وہ جان بوجھ کر ہیجڑا بنتا ہے وہ خداوند کے خلاف جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔

۱۲۔ عورت صرف اپنی ہی جنس کو نہیں بلکہ مرد کی جنس کو بھی انتہائی دُکھ اٹھا کر پیدا کرتی ہے اور دو سال تک دودھ پلاتی ہے اور اپنی نسبت اسکی حفاظت زیادہ کرتی ہے۔ جاہل اور ظالم قوموں نے لڑکیوں کو زندہ دفن کیا ہے۔ مگر عورتوں نے کسی ملک اور کسی زمانہ میں بھی لڑکے کو غیر جنس کہہ کر اور اپنا دشمن سمجھ کر زندہ در گور نہیں کیا بلکہ لڑکی سے زیادہ پیار کے ساتھ اس کی پرورش کی ہے۔ ہندو قوم میں عورت مرد کی خاطر اپنے آپ کو زندہ جلا دیتی تھی لیکن کسی مرد کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ بھی اپنی بیوی کی چتا پر جل مرتا۔

۱۳۔ ویدوں میں دس دس بیٹے ملنے کی دُعا سکھائی گئی ہے مگر کسی جگہ ایک بیٹی ملنے کی دُعا نہیں۔ عیسائی مذہب نے انسان کے ہبوط اور دکھوں کی ذمہ دار عورت کو ٹھہرایا ہے اور مرد کو اس سے بری ٹھہرایا ہے :۔

" آدم نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کر گناہ میں پھنسی لیکن وہ بچہ جننے کی سزا بھگت کر بچ جائے گی"
(تمطاؤس اول ۲: ۱۴)

" پر میں ڈرتا ہوں ایسا نہ ہو وے کہ جیسے سانپ نے اپنی دغابازی سے حوا کو ٹھگا"
۲ قرنتیون ۱۱: ۳

" حوا کے گناہ کی سزا میں نہ صرف اسے بچہ جننے کا جانکاہ دکھ ملا بلکہ قیامت تک عورتوں کو مردوں کا محکوم بنا دیا گیا۔ (پیدائش ۳: ۱۶)

" اے عورتو اپنے شوہروں کی ایسی فرمانبردار رہو جیسے خداوند کی"
(افیسون ۵: ۲۲)

" پر میں چاہتا ہوں کہ تم جانو کہ ہر مرد کا سر مسیح ہے اور عورت کا سر مرد"
(اقرنتیون ۱۱: ۳)

" اسی طرح اے عورتو تم اپنے شوہروں کی تابع ہو"
(ا پطرس ۳: ۱)

اے عورتو جیسا کہ خداوند میں مناسب ہے اپنے اپنے خصم کی فرمانبرداری کرو" (اقلیسون ۳: ۱۸)

۱۴۔ ہر مرد خواہ کتنا بڑا نبی ہو اپنی پیدائش کے لئے کسی مرد کا ہو یا نہ ہو جیسا کہ مسیحی خیال ہے پر عورت کا ضرور محتاج ہے یہاں تک کہ مسیح خدا کا بیٹا کہلا کر بھی اپنی پیدائش کے لئے عورت کا محتاج بنا چنانچہ لکھا ہے :۔

" اس فرشتہ نے اندر آکر کہا کہ اے پسندیدہ سلام خداوند تیرے ساتھ تو عورتوں میں مبارک ہے .....
...... اے مریم نہ ڈر کہ تو نے خدا کے حضور فضل پایا اور دیکھ تو حاملہ ہوگی بیٹا جنے گی "
(لوقا ۱: ۲۸-۳۱)

" ایک عورت نے بھیڑ میں سے پکار کر اسے کہا مبارک ہے وہ رحم جس میں تو رہا اور وہ پستان جو تو نے چوسے۔"
(لوقا ۱۱: ۲۷)

" الیسبات رُوح القدس سے بھر گئی اور زور سے پکار کر کہا کہ تو عورتوں میں مبارک ہے اور تیرے رحم کا پھل مبارک ہے۔"
(لوقا ۱: ۴۲)

" اب سے ہر زمانہ کے لوگ مجھے مبارک کہا کہیں گے" (لوقا ۱: ۴۸)

مسیحی تاریخ میں شادی نہ کرنے والے اور بیاہ نہ رچانے والیاں ہمیشہ موجود رہے ہیں، شادی نہ کرنے والیاں اپنے آپ کو مسیح کی دُلہنیں سمجھتی ہیں جیسا کہ دس کنواریوں کی تمثیل سے ظاہر ہے مگر عقدہ یہ حل طلب ہے کہ دولہا میاں ان کنواری دُلہنوں کے فرائض کب ادا کرے گا؟

۱۵۔ کتاب پیدائش ۲: ۲۴ میں لکھا ہے :۔

" انسان اپنے ماں باپ کو چھوڑیگا اور بیوی سے ملا رہے گا"

اس کی تائید متی ۱۹: ۴ مرقس ۱۰: ۷، ۸ اور نامۂ افیسون ۵: ۳۱ سے ہوتی ہے گویا یہ حوالہ پرانے عہدنامہ اور نئے عہدنامہ دونوں کا متفقہ حوالہ ہے اگر مسیح نے شادی نہیں کی اور باوجود مرد ہونے کے نہیں کی تو اس تاکیدی حکم پر آپ نے آدھا عمل کیا۔ ماں باپ کو تو بے شک چھوڑا (انجیل کی بناء پر) پر باقی حکم کہ بیوی سے ملا رہے گا پر عمل نہیں کیا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے شادی کی تو خدا باپ کے حکم کی پوری فرمانبرداری کرنے کی عزت ان کو حاصل ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ اب سنئے دس کنواریوں کی تمثیل۔ فرمایا آپ نے :۔

" اس وقت آسمان کی بادشاہت دس کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کے لئے نکلیں ان میں پانچ ہوشیار اور پانچ نادان تھیں جو بے وقوف تھیں۔ انہوں نے ... اپنی مشعلیں تو لیں مگر تیل ساتھ نہ لیا جب دولہا نے دیر کی۔ سب اونگھنے لگیں اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دولہا آتا ہے اس کے استقبال کے لئے نکلو تب ان سب کنواریوں نے اُٹھ کر مشعلیں درست کیں اور نادانوں نے ہوشیاروں سے کہا اپنے تیل میں سے ہمیں بھی دو کہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں پر ہوشیاروں نے جواب میں کہا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے اور تمہارے واسطے کفایت نہ کرے بہتر ہے بیچنے والوں کے پاس جاؤ اور اپنے واسطے مول لو جب وہ خریدنے گئیں دولہا آپہنچا اور وے جو تیار تھیں اس کے ساتھ شادی کے گھر میں گئیں

اور دروازہ بند ہوا۔ پیچھے دسے کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند ہمارے لئے دروازہ کھول تب اس نے جواب میں کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہیں نہیں پہچانتا اس لئے جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کون سے دن اور کونسی گھڑی ابن آدم آئے گا۔"

(متی ۲۵: ۱ — ۱۳)

(لوقا ۱۲: ۳۵-۳۶ میں اس گیت کی سُر الگ ہے)

متی کی تمثیل میں عقل اور معرفت کے بہت سے نکتے ہیں:—

. . . .

ا۔ دولہا ایک ہے جو شادی کرنے آتا ہے کنواریاں دس ہیں جو دلہنیں بننے کی مشتاق اور تیار ہیں۔ کنواریوں سے مراد یا تو واقعی کنواریاں ہیں یا بے گناہ لوگ مگر بے گناہ لوگ اس لئے مراد نہیں کہ ان میں سے پانچ ہوشیار ہیں اور پانچ بے وقوف۔ بے گناہ لوگوں کی ہتک ہے کہ انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جائے جو نیک پاک لوگ ہوتے ہیں وہ واجب الاحترام اور قدوسی لوگ ہوتے ہیں ان کو بیوقوف کوئی بے وقوف ہی کہہ سکتا ہے اس لئے یہ جناب مسیح کا قول نہیں۔

. . . .

ب۔ دولہا کا انتظار شعلیں جلا کر رات کو جاگ کر کرنے والی اپنی نیند حرام کرنے والی بیوقوف نہیں ہو سکتیں

ج۔ "دولہا نے دیر کی" کا جملہ بتاتا ہے کہ دولہا وقت کا پابند نہیں نہ اس نے اپنے آنے کا وقت بتایا بے چاریوں کو خواہ مخواہ انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی۔

د۔ دولہا کے انتظار کا خمیازہ بے گناہ کنواریاں بھگتیں یہ تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے نہ صرف ایک رات لوقا کہتا ہے کہ تمہاری کمر بندھی رہے اور تمہارا دیا جلتا رہے،[1] یہ دو ہزار سال کی مصیبت دولہا کے انتظار میں کیتھولک پادری تھکتے ہیں کمر باندھتے پھرتے ہیں اور آدھی رات کو گرجے کا کونہ کونہ تلاش

[1] لوقا ۱۲: ۳۵

کرتے ہیں کہ کہیں دولہا آ تو نہیں گیا۔

ھ۔ دانا کنواریوں نے سمجھا کہ دولہا وقت کی قدر نہیں جانتا اس لئے وقت کا پابند نہیں نہیں معلوم کب آئے۔ فالتو تیل لے لو۔ جن کو بے وقوف کنواریاں کہا گیا ہے انہوں نے سمجھا نہیں وہ وقت کا پابند ہے۔ ضرور وقت پر آئیگا۔ تو جن کنواریوں کو انجیل لکھنے والوں نے بیوقوف لکھا یا جناب مسیح نے ان کو دانا اور جن کو ہوشیار کنواریاں کہا ان کو بے وقوف کیونکہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ دولہا ایشیائی ہے نہ اپنے وقت کی قدر جانتا ہے نہ دوسروں کے ضیاع وقت کی اسے پرواہ اور امر واقع میں ہوا بھی ایسا ہی کہ ان کا فالتو تیل کام آ گیا کیونکہ دولہا نے واقعی آنے میں دیر کی،

و۔ سچ لو مان لو دوسری پانچ نے حسن ظنی سے کام لیا کہ انہوں نے تیل پورا لیا فالتو نہ لیا۔ تھیں تو وہ بھی کنواریاں پاک دامن اور دولہا کی عاشق اور اس کی دلہنیں بننے کی متمنی، وہ بھاگتی ہوئی بازار گئیں اور تیل لے آئیں مگر ان کی بھاگ دوڑ اور انتہائی کوششیں نیز مشعلیں روشن کرنے کی قدر نہ ہوئی کیونکہ دولہا میاں نے ۵ کنواریوں کو ہی ترجیح دی اور دروازہ بند کر دیا۔ پیچھے وسے کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوندا اے خداوند ہمارے لئے دروازہ کھول۔ اوّل تو تیل بھی قیمتی زیتون کا تھا پھر دروازہ دولہا نے بند کیا تھا۔ اس لئے ان کنواریوں نے دولہا سے اپنی انتہائی ارادت اور لجاجت سے التجا کی کہ اے خداوند ہمارے لئے دروازہ کھول۔ مگر دولہا میاں نے نہایت روکھا جواب دیا جو ان کنواریوں کی تمنا یعنی دلہنیں بننے کی آرزو کو ٹھیس لگانے والا تھا۔ آخر شمعیں تو ان کی بھی زیتون کے تیل سے روشن تھیں۔ اگر دولہا نے آنے میں دیر کی تھی تو کنواریوں کی تھوڑی سی دیر بھی قابل معافی تھی۔ اتنا بھی کیا روکھا پن کہ اپنی غلطی کی سزا دوسروں کو دی جائے۔

ز۔ دولہا میاں کا کنواریوں کو جواب "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا" پہلی پانچ کنواریوں کو کیسے پہچان لیا کہ وہ اس کی دلہنیں ہیں۔ دوسری پانچ نہ پہچاننے کی بھی خوب کہی۔ دولہا اور دلہن کا تعلق آقا اور غلام کا نہیں ہوتا مگر کنواریوں کا دولہا کو اے خداوند اے خداوند کہنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ شادی بال شادی . . . .

. . . . تھی یعنی بیوی خاوند کی غلام ہوتی ہے اوّل تو دولہا ایک اور دلہنیں دس یہ قانون کے خلاف ہے . . . .

Bigamy marriage is no marriage دوسری شادی ہے ہی ناجائز۔ بات کتنی صاف اور واضح ہے کہ اول تو دولہا میاں ایشیائی دولہوں کی طرح دن کو نہیں آیا اور نہ پھر دولہے بہاں باجے گاجے کے ساتھ آتے ہیں مگر وہ آدھی رات کو بغیر اطلاع دیئے چپکے سے آیا اور اندھیرے میں آیا کہ کنواریوں کو پتہ نہ چلے۔ یہ چند کنواریوں کی قسمت ہے کہ انہوں نے پہچان لیا آخر اس خفیہ آمد میں حکمت کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی اسے پہچان نہ لے۔

ح۔ مسیح کی دوبارہ آمد کی اس قدر تشکوک مگر حیران کن ہے کہ کیتھولک . . . ۷ سال سے گرجے میں بتیاں جلا کر ہر رات کو آ کر گرجے کا کونہ کونہ دیکھتے ہیں کہ آ تو نہیں گیا اور یہ انتہائی تکلیف دہ خبر کب پوری ہوگی کہتے ہیں مسیح پادریوں کی دعائیں قبول کرتا ہے جاہلوں کو عیسائی بنانے کیلئے قبولیت دعا کا ایک نیا ڈھونگ ہے۔ اگر وہ ان کی دعا سنتا ہے تو کیوں نہیں پادریوں کو بتا دیتے کہ ہم فلاں سن مہینہ فلاں دن اتنے بجے اتنے منٹ پر تشریف لائیں گے۔ ابھی تلاش کرنا چھوڑ دو خدا کے دائیں ہاتھ چپکے بیٹھے ہیں یہ نہیں کہ آ کر لوگوں کو تسلی دیں کہ ہم فلاں سنہ ماہ اور دن تشریف لائیں گے۔

بات جناب مسیح کی شادی کی ہو رہی تھی دس کنواریوں کی تمثیل سے صرف یہ استنباط ہو سکتا ہے کہ انہیں دولہا بننے سے انکار نہ تھا بلکہ فی الوقعی شادی ہونے[2]

عیسائی مذہب کی اصلیت

(بسلسلہ صہ ۷)

عیسٰیؑ کے خدا کے بیٹا ہونے کی حیثیت سے انسان کا نجات دہندہ ہونے کا تصور پیدا ہوا۔ یہ عقیدہ ملک مصر کی دیوی متھراس (MITHRAS) کے متعلق عقیدہ سے ملتا جلتا ہے یہاں تک کہ متھراس کی پیدائش کا دن ۲۵ دسمبر مقرر تھا (جبکہ سورج موسم سرما کی انتہاء کو پہنچ کر پھر موسم بہار کی طرف آنا شروع ہو جاتا ہے) سینٹ پال نے حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش کا بھی وہی دن مقرر کیا۔ اسی طرح متھراس کے ماننے والوں میں بھی یہ عقیدہ رائج تھا کہ انکے دیوی دیوتاؤں میں ایک کنواری ماں ایسا خدائی بیٹا جنے گی جو کہ بالآخر اپنی موت سے اپنے ماننے والوں کو نجات دلائے گا۔ اسی طرح اس مذہب متھراس کے بہت سے عقیدے اور مذہبی تہوار اور طور طریقے سینٹ پال نے (جو کہ حضرت عیسٰیؑ کے حواریوں میں سے بھی نہیں تھا۔ بلکہ اس نے حضرت عیسٰیؑ کو جسمانی طور پر دیکھا بھی نہ تھا) اپنی خود ساختہ عیسائیت کے لئے اپنا لئے تاکہ وہ اس عیسائیت کو ان ممالک کے لوگوں میں مقبول بنا سکے۔ اسی طرح بجائے یہودیوں کے سبت کے مذہبی دن کے جو سنیچر کو ہوتا تھا پولوس نے ان متھراس والوں کے مقدس دن اتوار کو مذہبی عبادت کا دن بنا لیا۔

(۶) اس عیسائی گرجا نے جس کی بنیاد سینٹ پال یا پولوس نے رکھی بالآخر حضرت عیسٰیؑ مسیح کو نجات دہندہ خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اس کو ۳۲۵ء میں عیسائی پادریوں کی مذہبی کونسل آف نیسیا (COUNCIL OF NICEA) میں کثرت رائے سے عیسائی مذہب کا بنیادی عقیدہ بنایا گیا۔ حالانکہ حضرت عیسٰیؑ جو کہ اپنی تقریروں میں استعارے اور تمثیلیں بیان کرتے تھے۔ اپنے مشہور The Parable of the Prodigal Son

[2] یا ان کی بیوی کا نام اور پتہ بتانے کا سوال اس کے لئے آپ کو آئندہ اشاعت کا انتظار کرنا پڑے گا۔

جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے حکومت کے ساتھ

موجودہ ہنگامی حالات میں دلی تعاون کا اظہار

ابتدائی طبی امداد کی تربیت کا انتظام، رضاکاروں کے لئے مکان کی فراہمی اور مجاہدین کے لئے تحائف بھیجنے کی اپیل

اس اقدام میں جو بھارت کے جارحانہ حملہ کے مقابلہ میں ملکی دفاع کے سلسلہ میں اٹھایا گیا ہے۔ اپنی مکمل حمایت اور دلی تعاون کا اظہار کرتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اس ملک کو دشمن کی جارحانہ دستبرد سے محفوظ و مامون رکھے اور بھارت کو اس کی معاندانہ سرگرمیوں میں ناکام و نامراد فرمائے۔

اسی سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے مدرسہ مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں ابتدائی طبی امداد (فسٹ ایڈ) کی تربیت کا مرکز قائم کیا گیا ہے، جہاں ڈاکٹر مبارک احمد صاحب ہر روز ایک بجے سے دو بجے تک مردوں اور خواتین کو تربیتی لیکچر دیتے ہیں۔ گزشتہ دنوں چند نوجوانوں کو تربیت دی جا چکی ہے، اور ۴ر دسمبر سے خواتین کی تربیت کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ ملکی دفاع کا جذبہ رکھنے والی خواتین و حضرات اس کلاس میں شامل ہو کر تربیت حاصل کریں گے تاکہ ضرورت پیش آنے پر وہ اپنے ملک کی ضروری خدمت بجا لا سکیں۔

اس کے علاوہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے رام گلی کے قریب اپنے ایک مکان میں شہری دفاع سنٹر کے لئے سول ڈیفنس والوں کو جگہ دی ہے جس میں کئی نوجوان بھرتی ہو کر سول ڈیفنس کی خدمات بجا لا رہے ہیں، اس سنٹر میں جو صاحب چاہیں اپنی خدمات پیش کر سکتے ہیں نیز فوجی نوجوانوں کے لئے جو مختلف محاذوں پر دن رات ملک کی حفاظت کر رہے ہیں مندرجہ ذیل اشیاء کے پیکٹ ڈاکٹر مبارک احمد صاحب کو بھیجیں تاکہ وہ جماعت کی طرف سے متعلقہ حکام کے ذریعہ فوجیوں کو بطور تحفہ دے سکیں، یہ ایک قومی فریضہ ہے جس میں تمام مردوں اور خواتین کو جوش و خروش کے ساتھ حصہ لینا چاہیئے۔ ان اشیاء میں کپڑے، کتابیں، رومال، سویٹر، صابن، تولئے، ٹوتھ پیسٹ، پھل، بسکٹ اور دیگر اشیائے خوردنی شامل ہیں۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

درخواست دُعا

— جماعت کے بزرگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے چھوٹے بھائی مرزا غلام احمد صاحب دل کے عارضہ سے دو ماہ سے بیمار چلے آتے ہیں اور تکلیف میں مبتلا ہیں . . . . نماز کے بعد ان کے لئے دردِ دل سے کامل صحت کے لئے دعا کریں۔ مشکور رہوں گا۔

خیر خواہ میرزا فضل احمد۔ حاجی پورہ سیالکوٹ

شکرانہ

— چوہدری محمد اختر ملھی پسر چوہدری غفور احمد صاحب کارکن انجمن نے تمام اہل و عیال کے بھارتی فضائیہ کے سری رام پورہ ریلوے اسٹیشن کے قریب گاڑی پر فضائی حملہ سے معجزانہ طور پر بچ جانے پر مبلغ -/۵ روپے بطور شکرانہ اشاعت اسلام کے لئے مرحمت فرمائے ہیں۔ جزاکم اللہ۔ خدا تعالیٰ انکو اور دیگر احباب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی سرگرمیاں

۱۔ حلقہ کراچی

اس حلقہ میں خطبات جمعہ اور درس قرآن کریم کا سلسلہ جاری ہے ساتھ ہی حدیث شریف اور ملفوظات حضرت اقدس بھی پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ جمعہ کے اجتماعات میں حاضری بڑھنے لگی ہے، حلقہ کے احباب قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی ہے مستورات میں بھی درس قرآن کریم کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ اس ماہ اکثر احباب کو انفرادی طور پر پیغامِ حق پہنچایا گیا اور یہ دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ مسجد میں آنے والے احباب سے ملاقاتیں کی گئیں اور ان کو لٹریچر دیا گیا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رح کے بھائی خواجہ عبدالغنی صاحب مرحوم کی بیٹی کا جنازہ لنڈن سے آیا۔ نماز جنازہ مبلغ حلقہ نے پڑھائی اور اجتماع تعزیت کے موقعہ پر حاضرین کو جماعت احمدیہ لاہور کا تعارف کروایا گیا۔ معززین شہر سے میل ملاقات کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے اور ان میں احمدیہ تحریک اور حضرت بانی سلسلہ کا تعارف . . . . اور اس سلسلہ کی خدمات عقائد اور مسائل کو بیان کیا جاتا ہے۔ مبلغ حلقہ کی رپورٹ کے مطابق تبلیغ کا کام وسیع ہو گیا ہے، اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ نوجوان دوستوں کو سلسلہ کے قریب تر لایا جائے تاکہ وہ اپنے بزرگوں کا ہاتھ بٹائیں اور جماعتی امور میں دلچسپی لیں اس غرض سے نوجوانوں سے بالخصوص رابطہ رکھا جا رہا ہے۔ محترم کمانڈر مرغوب عالم صاحب کراچی سے تشریف لائے تو جماعت نے عصرانہ دیا اس موقعہ پر مبلغ حلقہ نے اخوت اسلامی کی برکات پر روشنی ڈالی حکومت کویت کے ایک تجارتی نمائندے جناب نظر المہدی سے ملاقات ہوئی ان کو سلسلہ احمدیہ کی تاریخ اور جماعت احمدیہ لاہور کے معتقدات سے متعارف کروایا ایک لبنانی طالب علم خلیل العباس صاحب سے ملاقات کے موقعہ پر "التبلیغ" بغرض مطالعہ دی گئی۔

. . . .

۲۔ حلقہ دہاڑی

حلقہ دہاڑی میں مبلغ صاحب حلقہ نے احباب سلسلہ سے رابطہ جاری رکھا، اور جمعہ کے اجتماعات جاری رہے حلقہ کے مختلف مقامات دچکوک میں دَورے حسب سابق جاری رہے۔ مسئلہ وحی والہام، مسئلہ ناسخ و منسوخ، تکفیر بین المسلمین، ختم نبوت، ضرورت مجدد۔ پیغام احمدیت، شناخت مامور، حضرت امامِ زمانؑ کے دعوے و مقام اور آپ کی صداقت وغیرہ مسائل پر گفتگو ہوئی۔ اور آپ کی خدمات دینیہ پر روشنی ڈالی گئی احباب کو چندہ کی باقاعدگی کے سلسلہ میں تحریک کی۔ جماعتی اخوت و مودت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور حسب ضرورت سلسلہ کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

۳۔ حلقہ مُلتان

مبلغ صاحب کا احباب حلقہ سے رابطہ جاری ہے اور ان میں تازہ لٹریچر تقسیم کیا گیا، احباب سلسلہ کے رشتہ ناطہ کے سلسلہ میں مختلف مقامات پر جانا ہوا، بعض احمدی احباب کے لئے روزگار تلاش کرنے کے سلسلہ میں کوشش کی گئی اور انہیں روزگار مہیا کیا گیا اور جماعت کے غریب طالب علم کے نام ماہوار وظیفہ حاصل کرنے میں کامیاب کوشش کی گئی۔ جمعہ کے اجتماعات جاری رہے اور احباب سے چندہ فراہم کیا گیا، مرکز سے آمدہ ڈاک متعلقہ احباب میں تقسیم کی گئی اور ان سے مختلف فنڈز و چندہ جات وصول کئے۔ جلسہ سالانہ میں شرکت کی تحریک کی گئی۔ "کسرِ صلیب فنڈ" وفد سے میل ملاقات کی گئی اور ان کے ساتھ ان کے مقاصد کے حصول میں بھرپور تعاون کیا گیا۔

باقی ــــ باقی

جن احباب کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے وہ اپنا چندہ ارسال دفتر فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔
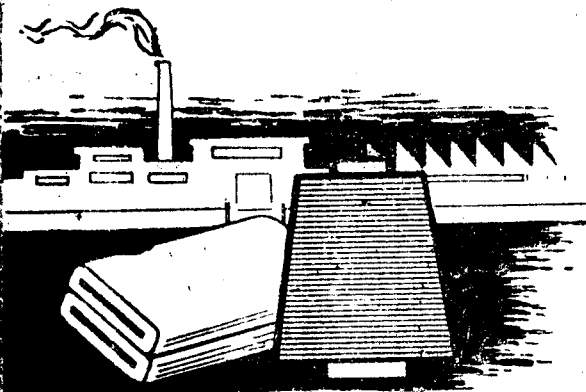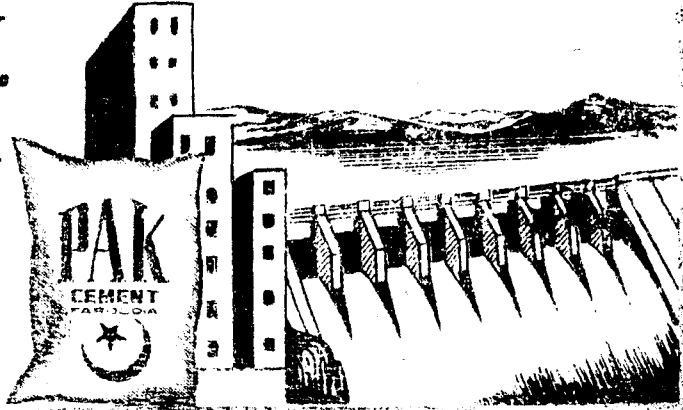
مسیحیت کے قدم - بسلسلہ نمبر ۱

ہیں جو کہ لوقا کی انجیل (باب ۱۵ آیات ۱۱ سے ۳۲ تک) میں مذکور ہے اس میں ظاہر کرتے ہیں۔ کہ عفو اور درگذر کرنے کے لئے دوسرے سے قربانی۔ اور معافی اور فدیہ لینا ضروری نہیں بلکہ یہ عفو اور درگذر کرنا خدائی صفات کا مظہر ہے اور اس کا عطا کردہ ہے۔ وہ جوان کی سچی توبہ کو دُور سے ہی پہچان لیتا ہے اس کا عفو اور مغفرت اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اس طرح حضرت عیسٰےؑ کی (بقول پولوس ان کے خون کے ذریعہ سے۔) نجات دہندگی کی ضرورت نہیں رہتی۔

حقیقتاً حضرت عیسٰےؑ کا پیغام وہی تھا جو دیگر انبیاءؑ کا تھا یعنی ایک خدا کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت سے نجات حاصل کرنا ہے۔

~~~~~~

پیغام صلح کا حلقہ تعارف وسیع کیجئے

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۴۸

ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔
~~~~~~

رجسٹرڈ ایل ۸۳۰

تار کا پتہ: تبلیغ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

مدیر دوست محمد
مدیر معاون بشیر احمد سوز ایم اے

سالانہ چندہ آٹھ روپے
بیرونی ممالک ایک پونڈ
ایک سو روپے پیشگی آنے پر تازندگی جاری ہوسکتا ہے

فون نمبر: ۵۳۷۳۷

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۶ر شوال المکرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۵ر دسمبر ۱۹۷۱ء | نمبر ۴۹

صدر پاکستان کے دفاعی فنڈ میں احمدیہ انجمن اور کارکنانِ دفاتر کے عطیہ جات

صدر مملکت پاکستان نے جو دفاعی فنڈ قائم کیا ہے انجمن نے اس میں پانچ ہزار روپے پہلی قسط کے طور پر ادا کر دیئے ہیں، اس کے علاوہ کارکنان مزید رقوم اس فنڈ میں جمع کر رہے ہیں تاکہ دوسری قسط بھی جلد از جلد بھیجی جائے۔

احباب جماعت مطلع رہیں کہ وہ صدر پاکستان کے دفاعی فنڈ میں اپنے طور پر الگ الگ رقوم بھیجنے کی بجائے مرکز میں اپنی رقوم بھیجدیں تاکہ یکجائی طور پر یہ رقم دفاعی فنڈ میں جمع کر دی جائے

(ڈاکٹر) اللہ بخش۔ آنریری جنرل سیکرٹری

بحرِ حکمت کے موتی

شہادت کی فضیلت اور شہید کی خواہش

عن انس بن مالکؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من عبدٍ یموت لہ عند اللہ خیر یسرّہٗ ان یرجع الی الدنیا وانّ لہ الدنیا وما فیہا الّا الشہید لما یریٰ من فضل الشہادۃ فانّہٗ یسرّہٗ ان یرجع الی الدنیا فیقتل مرّۃً اُخریٰ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ کوئی نہیں مرتا جس کی کوئی نیکی اللہ کے حضور ہو اور وہ اس بات پر خوش ہو کہ وہ واپس دنیا میں آئے اور اسے دنیا وما فیہا مل جائے سوائے شہید کے جو شہادت کی فضیلت کو دیکھ لیتا ہے اس لئے اسے اس سے خوشی ہوتی ہے کہ دنیا میں واپس آئے اور دوبارہ اللہ کی راہ میں مارا جائے۔

نوٹ۔ از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ۔

متعدد احادیث میں شہید کی اس خواہش کا ذکر ہے کہ وہ پھر دنیا میں واپس آجائے اور پھر خدا کی راہ میں شہید ہو اور آنحضرت صلعم خود اپنی بھی یہی آرزو ایک حدیث میں ظاہر فرماتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ مجھے اس بات سے محبت ہے کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ ہوں

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

جب کفار کے ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدافعت کے لئے تلوار اٹھائی

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی جماعت پر مخالفوں کے ظلم و ستم انتہا تک پہنچ گئے اور آپ کے مخلص خدام میں سے مردوں اور عورتوں کو شہید کر دیا گیا اور پھر مدینہ تک آپ کا تعاقب کیا گیا اس وقت مقابلہ کا حکم ملا۔ آپ نے تلوار نہیں اُٹھائی بلکہ دشمنوں نے تلوار اُٹھائی۔ بعض اوقات آپ کو ظالم کفار نے سر سے پاؤں تک خون آلود کر دیا مگر آپ نے مقابلہ نہیں کیا۔ . . . . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے حد سے گذرے ہوئے ظلم و ستم پر تلوار اُٹھائی اور وہ حفاظت خود اختیاری تھی جو ہر مہذب گورنمنٹ کے قانون میں بھی جرم نہیں۔ تعزیرات ہند میں بھی حفاظت خود اختیاری کو جائز رکھا ہے۔ اگر ایک چور گھر میں گھس آوے اور وہ حملہ کر کے مار ڈالنا چاہے، اس وقت اس چور کو بچاؤ کے لئے مار ڈالنا جرم نہیں۔

پس جب حالت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار خدام شہید کر دیئے گئے اور مسلمان ضعیف عورتوں تک کو نہایت سنگدلی اور بے حیائی کے ساتھ شہید کیا گیا تو کیا حق نہ تھا کہ ان کو سزا دی جاتی۔ اس وقت اگر اللہ تعالےٰ کا یہ منشاء ہوتا کہ اسلام کا نام ونشان نہ رہے تو البتہ یہ ہوسکتا تھا کہ تلوار کا نام نہ آتا۔ مگر وہ چاہتا تھا کہ اسلام دنیا میں پھیلے اور دنیا کی نجات کا ذریعہ ہو۔ اس لئے اس وقت محض مدافعت کے لئے تلوار اُٹھائی گئی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اسلام کا اس وقت تلوار اُٹھانا کسی قانون، مذہب اور اخلاق کی رُو سے قابلِ اعتراض نہیں ٹھہرتا۔ وہ لوگ جو ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کی تعلیم دیتے ہیں وہ بھی صبر نہیں کر سکتے۔ اور جن کے ہاں کیڑے مارنا بھی گناہ سمجھا جاتا ہے، وہ بھی نہیں کر سکتے۔ پھر اسلام پر اعتراض کیوں کیا جاتا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ہشتم صفحہ ۲۳۸۔ ۲۳۹)

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

فیصلہ جیمس آباد

مرتب کردہ ابو شہزاد صاحب رضا بی-اے پر ایک نظر

(۵)

سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوی مسیحیت کے وقت مسلمانوں کی دینی حالت کا نقشہ۔

گذشتہ قسط میں حدیث نبویؐ کی بناء پر بتلایا گیا تھا کہ مسلمانوں پر ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ غیروں تک کو ان کے دین پر حملہ کرنے کی جرأت ہو جائے گی اور اس کی وجہ ایک تو یہ ہوگی کہ مسلمانوں کے دلوں پر دین کی محبت کی بجائے دنیا کی محبت غالب ہوگی اور دوسرے غلطی سے مسلمانوں نے اپنے دین میں بعض ایسے غلط عقائد داخل کر دیئے ہوں گے جو آسانی سے محل اعتراض بن جائیں گے اور چونکہ وہ عقائد خود ان کے مسلمہ عقائد ہوں گے اس لئے وہ ان پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب دینے سے عاجز آ جائیں گے یہ مسلمانوں پر معنوی حصار کا حدیث کی رُو سے وہ شدید وقت ہوگا کہ مسلمانوں میں اس حصار سے نکلنے کی طاقت بالکل مفقود ہوگی، پس ایسے ہی وقت میں احادیث میں مسیح اور مہدی کے ظہور کی پیشگوئی کی گئی ہے چنانچہ جیسا کہ مفکرین ملت کی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے دعوی مسیحیت و مہدویت کر کے مسلمانوں کو اس حصار شدید سے نکالتے ہوئے ان کی مغلوبیت کو غلبہ میں تبدیل کر دیا اور دین میں داخل کردہ غلط عقائد کو صحیح عقائد میں تبدیل کر کے اسلام کا درخشاں اور چمکتا دمکتا چہرہ دنیا کو دکھلا دیا آج مسلمانوں کے دل جو اسلام کی محبت سے سرشار ہیں یہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی ان مساعی کا ہی نتیجہ ہے جو دین اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب کرنے کے سلسلہ میں آپؑ سے وجود میں آئیں۔

مسلمانوں کی دین سے غفلت اور بے پرواہی کی مزید مثالیں۔

سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوے سے قبل مسلمانوں کی دین سے غفلت اور بے پرواہی کی چند مثالیں گذشتہ قسط میں درج کی جا چکی ہیں ذیل میں چند مزید مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

کنز العمال جلد سابع صفحہ ۱۷۰ پر یہ حدیث درج ہے تنقض عری الاسلام عروۃ عروۃ یعنی مذہبی لحاظ سے اس ادبار کے زمانہ میں اسلام کے تمام مضبوط وسائل ایک ایک کر کے ٹوٹ چکے ہوں گے یعنی مسلمانوں کی عملی حالت اس قدر کمزور ہوگی کہ حیات کے کسی شعبہ میں بھی اسلامی تعلیم پر عمل نہیں ہو رہا ہوگا جو ان کے عروۃ کا کام دے رہی ہوگی۔

دوسری حدیث

پھر صفحہ ۱۷۲ پر یہ حدیث درج ہے لاتقوم الساعۃ حتیٰ تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتیٰ تعبد الاوثان۔ یعنے حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ زوال اور ادبار کی گھڑی مسلمانوں پر اس وقت آئے گی جب میری امت کے بعض قبائل مشرکوں سے جا ملیں گے اور جب کہ بتوں کی پرستش شروع ہو جائے گی اب تاریخ سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ سے قبل ہزاروں مسلمانوں نے عیسائیت اختیار کر لی تھی اور بعض نے ہندو مذہب بھی اختیار کر لیا تھا اور عیسیٰؑ اور مریمؑ کی پرستش کے علاوہ قبروں کی پرستش کا رواج بھی مسلمانوں میں عروج پر تھا۔

تیسری حدیث

اسی صفحہ پر تیسری حدیث ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:-

ان من اشراط الساعۃ ان یلتمس العلم عند الاضاعۃ مسلمانوں کے ادبار کی گھڑی کی ایک نشانی یہ ہے کہ دینی علم کو ضائع کر کے دیگر علوم کی طرف لوگ راغب ہوں گے اور انہی کی جستجو میں منہمک ہو جائیں گے۔ اسی کی تائید میں صفحہ ۱۲۹ پر یہ حدیث مذکور ہے یسری علی کتاب اللّٰہ لیل فیصبح الناس لیس فیہ ایۃ ولاحرف فی جوف مسلم الا نسخت یعنی کتاب اللہ پر ایک ایسی تاریک رات آئے گی کہ لوگ صبح ایسی حالت میں کریں گے کہ اس کی نہ کوئی آیت ہوگی اور اس کا نہ کوئی حرف ہوگا مسلمان کے سینے میں مگر وہ اپنے اصلی مقصد سے ہٹا ہوا ہوگا یہ حدیث تشریح کر رہی ہے اسی حدیث کی کہ مسلمان اسلامی عقائد کو بگاڑ دیں گے۔

چوتھی حدیث

اسی کی تائید میں صفحہ ۱۲۹ پر یہ حدیث درج ہے:-

اتلی فلا یعمل بی فنعنی ذالک یرفع القران۔ یعنی قرآن کہتا ہے کہ میں پڑھا تو جاؤں گا لیکن مجھ پر عمل نہیں ہو رہا ہوگا یہی معنی ہیں قرآن کریم کے دنیا سے اُٹھ جانے کے۔

پانچویں حدیث

پھر صفحہ ۱۸۱ پر اس مضمون کی تائید میں مندرجہ ذیل حدیث درج کی گئی ہے:-

یقرا فی القوم المثناۃ لیس فیہ احد ینکرھا قیل وما المثناۃ قال ما کتب سوی کتاب اللّٰہ۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا مسلمان قوم میں مثناۃ پڑھی جائیں گی اور کوئی اُسے بُرا نہیں منائے گا۔ عرض کیا گیا کہ مثناۃ کیا چیز ہے فرمایا وہ کتابیں جو اللہ کی کتاب کے سوا لکھی جائیں گی اب ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ قرآن کریم کی بجائے مسلمانوں کی توجہ ناولوں اور یورپ کے فلاسفروں کی کتابوں کی طرف کس کثرت سے مائل ہوئی ہوئی تھی سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی کوشش سے قرآن کریم کی طرف مسلمانوں کی توجہ آہستہ آہستہ ہونی شروع ہو گئی ہے۔

چھٹی حدیث

پھر اسی صفحہ پر مندرجہ ذیل حدیث اسی مضمون کی تائید کر رہی ہے فرمایا:-

لاتذھب الایام واللیالی حتی یخلق القران فی صدور اقوام من ھذہ الامۃ کما تخلق الثیاب ویکون ما سواہ اعجب لھم۔ یعنی ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میری امت کے سینوں میں قرآن اس طرح بوسیدہ ہو جائے گا جس طرح کپڑے بوسیدہ ہو جاتے ہیں اور قرآن کریم کے ماسوا جو کتابیں ہوں گی وہ ان کے لئے زیادہ پسندیدہ ہوں گی صفحہ ۱۸۲ میں مندرجہ حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ لوگوں کو نہ روزہ کی حقیقت سے واقفیت ہوگی اور نہ نماز کی روح سے باخبر ہوں گے اور نہ انہیں قربانی کے فلسفہ کا علم ہوگا بعض بوڑھے ایسے ملیں گے جو کہیں گے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ کہتے سنا ہے اس لئے ہم بھی کہتے ہیں۔ ملکانوں میں اکثر لوگ یہی کہتے تھے۔

ساتویں حدیث

اسی صفحہ پر یہ حدیث بھی درج ہے:-

تکون بین یدی الساعۃ فتن کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل فیھا مومنا ویمسی کافرا ویمسی مومنا ویصبح کافرا ویبیع اقوام دینھم بعرض من الدنیا۔ مسلمانوں پر مذہبی ادبار کی گھڑی آنے سے قبل اس قدر خطرناک فتنے نمودار ہوں گے جس طرح تاریک رات کے ٹکڑے ہوتے ہیں ان فتنوں کا مسلمانوں پر یہ اثر ہوگا کہ بعض مسلمان صبح مومن ہونے کی حالت میں کریں گے، تو شام کافر ہونے کی حالت میں کریں گے یا شام مومن ہونے کی حالت میں کریں گے تو صبح کافر ہونے کی حالت میں کریں گے یعنی جلد جلد ترک اسلام کے مرتکب ہوتے جائیں گے۔ اس مضمون کی احادیث تو بہت ہیں

جس طرح خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے اصحابِ فیل کو چڑیوں نے تباہ کیا

اسی طرح پاکستان پر حملہ کرنے والے دشمنِ اسلام کو بھی اللہ تعالےٰ اپنے خاص فضل و کرم سے تباہ کرے گا۔

یہ بجائے خود بہت بڑا معجزہ ہے کہ پاکستان جیسا چھوٹا سا ملک بہت بڑے ملک کے مقابلہ میں سینہ سپر ہے اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے دشمن پر غلبہ حاصل کر رہا ہے۔

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

الم تر کیف فعل ربّک باصحاب الفیل الخ فجعلھم کعصف ماکول۔ (سورۃ الفیل)

اللہ تعالےٰ نے یہ سورۃ شریفہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے نازل فرمائی۔ آپ کے پاس دولت نہ تھی، اور فوج مفقود تھی، اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ آپ کا رسالہ صرف دو گھوڑوں پر مشتمل تھا۔ اس کے مقابلہ میں دشمن کی تعداد زیادہ تھی، اسلحہ تھا، لاؤ لشکر تھا۔ اور دشمنی کی آگ دلوں میں بھڑک رہی تھی۔ سارا عرب حضور صلعم اور آپؐ کی قوم کو تباہ کرنا چاہتا تھا، یہ حالات انسان کو ضرور غمگین کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کمزوری اور خطرے کی حالت میں اللہ تعالیٰ آپؐ کو تسلی دیتا ہے الم تر کیف فعل ربّک باصحاب الفیل۔ کیا آپؐ نے دیکھا نہیں، وہ کونسی چیز ہے جس کے بارے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیا آپؐ دیکھتے نہیں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا وائسرائے ابرہہ عرب کے علاقہ یمن میں رہتا تھا جس طرح سے آج عیسائی اقوام مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتی ہیں اور جس طرح سے لارڈ کچنر نے بڑے زور کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ میں خانہ کعبہ کو اصطبل بنا کر چھوڑوں گا۔ اس کے بھائی ابرہہ کا بھی یہی عزم تھا۔

سب سے پہلے تو اس نے خانہ کعبہ کی رونق کو ختم کرنے کے لئے صنعا میں سنہری، روپہلی سنگِ مرمر کا ایک عظیم الشان خوبصورت گرجا بنایا۔ اس کے مقابلہ میں خانہ کعبہ کچا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ گرجا کی شان اور خوبصورتی کو دیکھ کر خانہ کعبہ کو چھوڑ کر لوگ ضرور صنعا میں اس گرجے کی طرف رجوع کریں گے اور عرب کی تجارت اس کے ہاتھ میں آجائے گی، اس طرح خانہ کعبہ ویران ہو جائیگا۔ مکہ عبادت کے علاوہ تجارت کا بھی مرکز تھا، اور وہ چاہتا تھا کہ اس مرکز کو تباہ کر کے وہاں کی تجارت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ چنانچہ صنعا میں گرجا بنایا گیا۔ خدا کی شان کہ اس گرجے کو آگ لگ گئی اور وہ زمین بوس ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ جو خالق و موجد ہے، اس کا تصرف کائنات پر ہے، آگ بھی اس کے تصرف میں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آگ کے ذریعہ ابرہہ کے اس خطرناک منصوبے کو تباہ کر دیا۔ اس سے ابرہہ کے سینے کو بھی آگ لگ گئی۔ اس نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کا ناپاک ارادہ کر لیا۔ اس کی طرف اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلعم کو توجہ دلائی۔ یہ مشاہدہ اور تاریخ کی بات ہے اسی لئے فرمایا الم تر کیا یہ واقعہ آپؐ کے سامنے نہیں؟

یہاں اس سورۃ شریفہ میں لفظ "ربّک" استعمال ہوا ہے فعل الرب یا فعل اللہ کے الفاظ کیوں نہیں استعمال فرمائے ربّک کے لفظ میں یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ خدا جس نے تجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ جو تیرے ذریعہ سے لوگوں کی ربوبیت کرنا چاہتا ہے اور بنی نوع انسان کو ایک قوم کی صورت میں متحد و متفق کرنا چاہتا ہے اور انہیں باخدا بنانا چاہتا ہے۔ تیرے اس ربّ نے کعبۃ اللہ کی حفاظت فرمائی جب کہ دشمن کو یقین تھا کہ وہ اس عبادت گاہ کو برباد کر کے چھوڑے گا۔ کیف فعل ربّک کے الفاظ میں ایک کیفیت کا ذکر ہے جو اصحاب فیل کے ساتھ بیتی۔ خانہ کعبہ کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدیً للعالمین۔ اس گھر کو اس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے، کہ اس کی برکات سے لوگ متمتع ہوں اور وہ دنیا کی ہدایت کا موجب ہو۔ لفظ ربّک کے استعمال سے اس تعلق کا اظہار کیا گیا ہے جو اللہ تعالےٰ کو اپنے رسولؐ کے ساتھ ہے اور اس غیرت کا بھی جو اللہ تعالےٰ کو اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔

ابرہہ ۹ ہاتھی لے کر مکہ پر چڑھ آیا تھا۔ اُن میں سے ایک ہاتھی بڑا قوی اور جسیم تھا جس کی ایک ہی ٹکر سے دیوار گر سکتی تھی۔ ابرہہ نے سوچا تھا کہ ۹ ہاتھیوں کے سامنے یہ کوٹھا کیا حقیقت رکھتا ہے چنانچہ مکہ کے لوگ ہاتھیوں کی ہیبت ناک شکلیں دیکھ کر سہم گئے، انہوں نے اس سے پہلے ہاتھی نہیں دیکھے تھے، اس لئے وہ شہر چھوڑ کر پہاڑیوں پر پناہ گزین ہو گئے۔ ابرہہ نے ظلم اور تعدی بھی شروع کر دی، جو کچھ اس کے ہاتھ آتا چھین جھپٹ لیتا۔ اس نے عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی پکڑ لئے۔ عبدالمطلب حضور نبی کریم صلعم کے دادا اور اپنی قوم کے سردار تھے، وہ عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کان رجلاً جسیما وسیما یعنی وہ شکل و صورت کے اعتبار سے بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ خود ابرہہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہمارے اونٹ واپس کر دیئے جائیں۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا آپ بڑی عظمت و شان کے مالک نظر آتے ہیں مگر آپ کے اس مطالبہ پر میری نگاہ میں آپ کی عزت اور عظمت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ میں تو خانہ کعبہ کو ملیا میٹ کرنے آیا ہوں جو تیرا اور تیرے آباء و اجداد کا دین ہے تمہیں اس کی تو فکر نہیں ہوئی اور اونٹوں کے لئے آ گئے ہو۔ اس پر عبدالمطلب نے جواباً کہا انا ربّ الابل، بھئی میں تو اونٹوں کا مالک ہوں وللبیت ربٌّ الخ خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے سیمنعہ عنہ وہ خود اپنے گھر کی حفاظت کریگا

. . . .

عبدالمطلب یہ کہکر واپس آ گئے اور خانہ کعبہ کی کنڈی پکڑ کر اللہ تعالےٰ کے حضور یہ فریاد کی لاھمّ کچھ غم کی باعث نہیں ان المرء یمنع رحلہ۔ آدم زاد بھی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو تو خالق و مالک بادشاہ ہے ضرور تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔ پھر یہ بھی دعا کی فامنع رحالک آپ بھی اپنے گھر کی حفاظت فرمائیں اور بڑی الحاح کے ساتھ دعا کرتے ہوئے جناب الٰہی میں عرض کی وانصر

علیٰ آل الصلیب وعابدیہ الیوم السلک ۔کہ ہم تیری قوم ہیں ۔صلیب کے ال اور صلیب پرستوں پر ہماری نصرت و امداد فرما۔ مزید دعا کی اللٰخلبن صلیبھم ومحا لھم محالک ۔تیرے دین پر صلیب والوں کا غلبہ نہ ہو۔

یہ دُعا اسی وقت قبول ہوئی، غول درغول چڑیاں آگئیں ۔ طیوراً نکرہ کا صیغہ ہے، ہاتھیوں کے مقابلہ پر حقیر چڑیاں اللہ تعالےٰ نے بھیج دیں۔ ایک طرف ہاتھی ہیں اور دوسری طرف ننھی چڑیاں، ان کی چونچوں میں کنکریاں تھیں، جن میں خدا جانے کیا زہریلہ مادہ تھا۔ وہ کنکریاں چڑیوں نے اس لشکر پر پھینکیں جس سے سارے کا سارا لشکر ہلاک ہو گیا۔ ابرہہ کو بھی ناسور ہو گیا اور وہ صنعاء جا کر مر گیا۔

آج اصحاب فیل سے بڑھ کر ٹینکوں اور طیاروں سے مسلح افواج ہمیں تباہ کرنے کے لئے آگئی ہیں، ہم کمزور ہیں، دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان کے پاس اسلحہ بھی بہت ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہماری ارض مقدس سرزمین کی حفاظت فرمائے۔ بے شک ہم کمزور ہیں اور ہمارا دشمن بہت طاقتور ہے اس کی افواج زیادہ ہیں۔ اس کے پاس اسلحہ زیادہ ہے، اس کے دل میں ہمارے خلاف دشمنی کی آگ بھڑک رہی ہے، ہم اس کے مقابلہ میں کمزور و ناتوان ہیں، اگر خدا کا فضل و کرم ہو تو دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دشمن کے عزائم خطرناک ہیں، خدا کو تکبر پسند نہیں ۔ ہم جناب الٰہی میں نہایت عجز کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی تو ہماری نصرت فرما اور دشمن کو نیچا دکھلا۔ ہم خطا کار ہیں ہماری خطاؤں کو معاف کر۔ اور ہماری مشکلات ہم پر آسان کر دے۔ اور اس چھوٹے سے ملک کو جسے دشمن تباہ کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے اپنی حفاظت میں رکھ

یہ بجائے خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے کہ ایک چھوٹا سا ملک بہت بڑے ملک کے مقابلہ میں سینہ سپر ہے اور خدا کے فضل سے دشمن پر غالب آرہا ہے ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپ کے پاس خزانہ نہیں تھا، نہ کوئی رسالہ اور فوج تھی صرف دو گھوڑے آپ کا رسالہ ہے کسی کی کمان ٹوٹی ہوئی ہے کسی کے پاس تیر نہیں خدا تعالےٰ نے وہاں بھی معجزہ دکھلایا کہ کمزوروں کو طاقت بخشی اور وہ دشمن پر غالب آگئے صرف ۳۱۳ آدمی ہزار ڈیڑھ ہزار پر غالب آگئے اور جب نام قبائل چڑھ کر آئے تو اس وقت بھی اللہ تعالےٰ نے معجزہ دکھایا اور اپنے کمزور پرستاروں کو غلبہ اور طاقت بخشی اور وہ عرب کے بادشاہ بن گئے۔ پھر افریقہ کا شمالی حصہ مصر، الجزائر کو، سپین وغیرہ کو انہوں نے فتح کیا اور بالآخر گھوڑے دریا میں ڈال دیئے کہ اگر اور بھی کوئی علاقہ ہے تو اس پر بھی اسلام کا جھنڈا لہرائیں۔

ہم اس نبی صلعم کے نام لیوا ہیں۔ اے خدا تو اس رسول کی لاج رکھ اور ہمیں غلبہ عطا فرما۔ اس ملک اور قوم پر اپنی برکات نازل فرما۔ اور ہماری افواج کو تائید و نصرت عطا فرما۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ہمیں حکم دیا ہے کہ خدا کی ذات پر پورا یقین رکھو، وہیں آپؐ نے اسباب سے بھی کام لینے کا حکم دیا ہے تو آیئے ہم خدا کی جناب میں دعائیں کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ مالی قربانی بھی کریں اور اپنی شیردل بہادر افواج کی امداد کے لئے حکومت کو کچھ نقد رقوم پیش کریں، اس غرض سے انجمن کی طرف سے دفاعی فنڈ میں پانچ ہزار روپیہ دیا جائے گا، کارکنان انجمن نے بھی دو ہزار روپیہ تنخواہوں سے وضع کر کے دینے کا وعدہ کیا ہے دوسرے اصحاب بھی جو کچھ اس فنڈ میں دینا چاہیں وہ لکھوا دیں تاکہ اجتماعی طور پر انجمن کی طرف سے پیش کیا جائے۔

نوٹ: حضرت امیر قوم کے اس ارشاد پر بعض احباب نے دفاعی فنڈ میں کچھ رقوم جمع کروائیں اور اس کے علاوہ مجاہدین کے لئے تحائف پیش کرنے کے لئے بھی پروگرام بنایا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس خطبہ کے دوران یہ اطلاع ملی کہ راولپنڈی کے ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب انتقال کر گئے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون ۔جمعہ کے بعد انکا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

اخبار احمدیہ

درخواستہائے دُعا

— جھنگ کے جناب ملک غلام قادر صاحب بیمار ہیں ۔

— باغ (آزاد کشمیر) کے خواجہ غلام احمد صاحب وکیل صاحب فراش ہیں ۔

— مرزا ظہیر بیگ صاحب منڈی بہاؤالدین کی اہلیہ سخت بیمار ہیں۔ ہسپتال میں زیر علاج رہنے پر بھی تکلیف میں کوئی افاقہ نہیں ہے ۔

— جہانگیرہ روڈ (پشاور) کے منشی عطا محمد خان صاحب چغتائی عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں ۔

احباب سلسلہ درددل سے ان کے لئے دُعا فرمائیں ۔

وفات

— یہ افسوسناک خبر احباب سلسلہ کے لئے موجب غم و رنج ہو گی کہ راولپنڈی کے ڈاکٹر محترم عبدالرحمان صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اناللہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالےٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، گذشتہ جمعہ کو بعد نماز جمعہ مرحوم کی مغفرت کے لئے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی ۔احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شکریہ تعزیت

— محترم کرنل بشیر حسین صاحب ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ان کی ہمشیرہ مرحومہ صفیہ بیگم کی وفات پر انہیں تعزیت کے خطوط لکھے یا زبانی ان سے اظہار ہمدردی کیا، چونکہ سب دوستوں کو فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے اس لئے اخبار کے ذریعہ مجموعی طور پر سب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے ۔

ضرورت کتاب

— ایک صاحب کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ کی تصنیف "اُم الالسنہ" کی اشد ضرورت ہے، کوئی صاحب فروخت کرنا چاہیں تو پتہ ذیل پر رابطہ قائم کریں۔

محمد سلطان نظامی منیجر ووکنگ مسلم مشن ۔
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور ۷

اعلانات مقامی جماعت احمدیہ لاہور

فسٹ ایڈ پوسٹ

— مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے مسلم ہائی سکول ۲ لاہور میں قائم کردہ فسٹ ایڈ کے مرکز کو مبلغ پانچ صد روپے کی امداد دی ہے ۔ یہ فسٹ ایڈ پوسٹ محترم ڈاکٹر وحید احمد اور محترم ڈاکٹر مبارک احمد صاحبان کی نگرانی میں دن رات کام کرے گی۔ فی الحال دس بستروں کا انتظام کیا گیا ہے۔

تحائف برائے پاک فوج

— پاک فوج کے شیر دل اور جیالے جانباز نوجوانوں کے لئے جو مکار و عیار دشمن کو اس کی عیارانہ گستاخی کا مزہ چکھا رہے اور سرزمین پاکستان کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا رہے ہیں مقامی جماعت احمدیہ لاہور نے ان کو پیکٹوں کی صورت میں تحائف ارسال کرنے کا انتظام کیا ہے، ایک پیکٹ مالیتی دس روپے میں تولیہ، صابن، سگریٹ، بال پوائنٹ پین، پوسٹ کارڈ، ٹوتھ پیسٹ، ڈرائی فروٹ، اور کتب و رسائل وغیرہ اشیاء شامل ہوں گی ۔ احباب سے التماس ہے کہ اس فنڈ میں دل کھول کر امداد دیں اور جتنے پیکٹ بھجوانا چاہیں دس روپے فی پیکٹ کے حساب سے مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے محصل کو ادا کر کے شکریہ کا موقعہ دیں۔

خاکسار ناصر احمد
سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ
احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷

قرارداد تعزیت

— اساتذہ مسلم ہائی سکول ۲ لاہور کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا ۔جس میں اتفاق رائے سے حسب ذیل ریزولیشن منظور کیا گیا۔

آج اساتذہ مسلم ہائی سکول ۲ لاہور کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے غم اور رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ مرحومہ بہت نیک اور متقی خاتون تھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور کرنل صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ سید منور حسین ہیڈ ماسٹر

دینِ اسلام قرآن کریم اور اُسوۂ نبی صلعم پر بنا اور دائمی محفوظ موجود ہے

خدا تعالےٰ نے تعلیماتِ حقہ و حیاتِ طیبہ صلعم کے احیاء و تجدید کا ذمہ خود لیا ہے

مسلمان اقوام اور اوطان کا احیاء قرآن و اُسوۂ نبی صلعم کی معقولی معرفت، ان سے سچی محبت اور اتباع میں مضمر ہے

تقریر مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بر موقعہ "بین المدارس تقریری مقابلہ" بمقام مسلم ہائی سکول ۲ لاہور

انّ الدین عند اللہ الاسلام

قرآن کریم کی اس آیت میں ارشاد الٰہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہترین اور سچا دین اسلام ہی ہے، یہ ہمارا دین ہے۔ اور ہم سب مسلمان کہلاتے ہیں، اس دین کی بناء کن چیزوں پر ہے، یہ دین ہم کہاں سے اخذ کرتے ہیں، اس کے بنیادی ماخذ و ذرائع دو ہیں

(۱) قرآن کریم کی تعلیمات،

(۲) اُسوۂ حسنہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے، اس کے اندر رشد و ہدایات کی تمامتر تعلیمات جمع کر دی گئی ہیں۔ کوئی سچائی اور کوئی صداقت اس کتاب سے باہر نہیں ہے، یہ ایک خصوصیت قرآن کریم کی ہے، ایک اور خصوصیت قرآن کریم کی یہ ہے کہ جب سے یہ کتاب نازل ہوئی ہے، اس وقت سے یہ محفوظ اور موجود ہے اور بلاتحریف صحیح سلامت چلی آ رہی ہے، اگر آپ آج کے نسخے اور آج سے چودہ سو سال پہلے کے قرآنی نسخہ کا مقابلہ کریں تو آپ ان دونوں کے اندر کسی قسم کا لفظی فرق نہیں پائیں گے۔ آج ایک نسخہ پاکستان میں چھپے ہوئے قرآن کریم کا لے لیں، دوسرا چین کا اور تیسرا روس و امریکہ میں چھپے ہوئے قرآن کریم کا لے لیں، ان کے متن میں قطعاً کسی قسم کا کوئی فرق نہیں پایا جائے گا۔ چنانچہ نہ صرف قرآن پاک کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ یہ کتاب جملہ صداقتوں کا مجموعہ ہے بلکہ لفظی تحریف و ترمیم سے بھی بکلی محفوظ ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم دوسری الہامی کتابوں میں ایک منفرد خصوصیت یہ بھی رکھتا ہے کہ یہ کتاب اکنافِ عالم میں ہر روز، صبح شام اور شب و روز پڑھی جاتی ہے، دن رات کا کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ اس وقت کہیں نہ کہیں اس کی تلاوت اور اس کا ذکر نہ ہو رہا ہو۔ دوسری کسی کتاب کو اس قدر نہیں پڑھا جاتا۔ قرآن کریم کو مسلمان حفظ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ آٹھ دس برس کے بچے بسم اللہ کی ابتداء سے والناس تک یاد کر لیتے ہیں۔ یہ اس کتاب پاک کی عجیب خصوصیات ہیں۔

تو عزیز بچو! ہمارے دین اسلام کا پہلا منبع و ماخذ قرآن کریم ہے اور دوسرا ماخذ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا نمونہ ہے جو آپ نے پیش کیا۔ حضورؐ کیسے اعلیٰ ترین اخلاقِ عالیہ اور صفات محمودہ کے پیکر تھے۔ ایسا ہمہ صفت موصوف انسان نہ حضرت نبی کریم صلعم سے پہلے پیدا ہوا نہ قیامت تک پیدا ہو سکتا ہے۔ آپ نمازوں میں اور دوسرے اوقات میں درود شریف پڑھتے ہیں۔ اور حضور صلعم پر صلوٰۃ کرتے ہیں۔ یہ کوئی بے معنی غیر حقیقی اور بے اثر چیز نہیں ہے، بلکہ تاریخ کی ایک سنہری حقیقت ہے کہ ایک ایسی ہستی ہو گذری ہے کہ ہر شخص آپؐ کی ذاتِ گرامی سے رشد و ہدایت پا سکتا ہے، اگر آپ طالب علم ہیں تو بھی حضور صلعم کی زندگی آپ کے لئے نمونہ ہے اور اگر آپ ایک اُستاد کا کردار ادا کر رہے ہیں تو بھی آپ کے لئے حضور صلعم رشد و ہدایت کا موجب ہیں، اگر آپ ہیڈ ماسٹر ہیں یا کسی دوسرے ادارے کے حاکم و منتظم ہیں۔ تاجر ہیں، سپاہی ہیں، جرنیل ہیں، جج ہیں، حکمران ہیں، غرضیکہ زندگی کے کسی بھی شعبہ سے آپ کا تعلق ہے، آپ کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ و اُسوۂ حسنہ میں رشد و ہدایت کے نمونے موجود ہیں۔

دینِ اسلام کے اصل ماخذ و منبع۔ قرآن کریم اور اُسوہ و سُنتہ رسول صلعم

یہ ماخذ ہمارے دینِ اسلام کی بنیاد ہیں۔ ہمارا دینِ اسلام ان دو بنیادوں یعنی اصولِ قرآن کریم اور سُنت نبوی صلعم سے ترتیب پاتا ہے۔ ہم ان ہر دو ماخذوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں مانتے۔ اگر ان ماخذوں کے خلاف کسی قسم کی کوئی تعلیم یا اصول پیش کرے تو ہم اس کو رد کر دیں گے اور ماننے سے انکار کر دیں گے۔ خواہ وہ شخص مولوی ہو، خلیفہ، پیر، یا گدی نشین و سجادہ نشین ہو، یا کوئی اور سیاسی و مذہبی لیڈر ہو، اگر وہ قرآن و سنت سے باہر کوئی امر بیان کرتا ہے، تو ہمیں چاہیئے کہ ہم کہیں کہ یہ اسلام نہیں ہے، یہ بناوٹ اور افترا ہے۔

عزیز طلباء۔ میں نے آپ کو جیسا کہ سنایا کہ قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو وقت نزول سے لیکر اب تک بالکل محفوظ ہے۔ دنیا کی کوئی دوسری الہامی کتاب کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔ باقی تمام کتب مقدسہ میں تحریف و تبدیلی کر دی گئی ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ بالکل محفوظ ہے۔ دنیا کا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں ہے جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس طرح تواتر صحت کے ساتھ محفوظ ہو جس طرح حضور صلعم کی حیاتِ اقدس کا ہر کردار اور ہر ادا، زندگی محفوظ موجود ہے ہمارا نبیؐ ہمیشہ کے لئے زندہ نبی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ کی حیات مبارکہ صرف اسی حد تک محفوظ نہیں ہے کہ آپؐ کے کارنامے اور خُلقِ عظیم کے نمونے تاریخ کے اوراق میں محفوظ موجود ہیں، بلکہ حضور اکرم صلعم کی حیات مبارکہ اس لئے بھی محفوظ ہے کہ آپؐ کے خادم و غُلام آپؐ کی کامل اتباع و اطاعت کے ذریعہ آپؐ کے اخلاقِ عالیہ سے حصہ لیتے رہتے ہیں۔ گویا نہ صرف آپؐ کا اپنا نمونہ تاریخ میں موجود ہے بلکہ آپؐ کے اخلاق بھی زندگی بخش ہیں اور روحانی و اخلاقی زندگی دیتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ ہے آپ کا دین! بتلایئے! کیا اس دین کا کوئی اور مذہب مقابلہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس دین کا مقابلہ کوئی دوسرا مذہب قیامت تک نہیں کر سکتا۔ یہ الٰہی اور آسمانی دین ہے یہ اللہ تعالےٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت و سلامتی کے سامان خود اپنی جانب سے کر دیئے ہیں۔ آج آپ جس دین کے حامل ہیں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے یہ وہی دین ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے حضور نبی کریم صلعم پر ملک عرب میں مکہ و مدینہ کے شہروں میں نازل ہوا۔ اس میں نہ تو کوئی نئی بات داخل کی جا سکتی ہے اور نہ داخل ہوگی۔ نہ ایسا خدا کو منظور ہے کہ اس دین میں کوئی فتنہ پیدا ہو جس کا خدا سدِ باب نہ کرے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ یعنی ہم نے ہی دین اسلام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں تو جس دین کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تعالےٰ نے کیا ہو وہ دین کیسے بگڑ سکتا ہے؟

مسلمانوں کی بے راہ روی اور تجدید و احیاءِ دین کا عالی مقصد

البتہ یہ بات صحیح ہے کہ ہم اپنی کجروی سے، اپنی جہالت و کوتاہی سے اور اپنی بدعملی سے دین اسلام کو غلط طور پر پیش کر دیتے ہیں یہ ہماری اپنی کمزوریاں ہیں، اس سے ہم اسلام کو

مدنام کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ ان کمزوریوں، کوتاہیوں، سستیوں اور غفلتوں کو دُور کرنے کے لئے فرمایا کہ میں دین اسلام کا محافظ ہوں اس کی حفاظت و تجدید کے سلسلہ میں حضرت نبی کریمؐ کے غلام اور خادم پیدا کرتا رہوں گا۔ جو دین کو اصلی اور حقیقی رنگ میں پیش کیا کریں گے، اس کام کو تجدید دین کا نام دیا گیا ہے کہ دین کو صاف ستھرا کرنا اور اس پر سے گرد و غبار دُور کرنا۔ ایسا غلام محمد اور خادم رسول صلعم شخص اپنی طرف سے کوئی نیا دین ہرگز پیش نہیں کرے گا۔ نہ نئی ہدایت اور شریعت کی تلقین کریگا اور نہ کسی نئی نبوت و رسالت کا اعلان کریگا۔ بلکہ دین اسلام کو اس کے حقیقی اور اصلی رنگ میں پیش کرے گا۔ اس کو کہتے ہیں تجدید دین۔ تجدید کے معنی یہ نہیں کہ وہ کوئی نیا دین لے آئے گا بلکہ صرف یہ ہے کہ وہ مامور و مجدّد اسلام کو نیا کرکے یا اسکے اصلی رنگ و رُوپ میں پیش کرنے والا ہوتا ہے۔

اس کی ضرورت یہ ہے کہ اسلام کے سوا باقی دین اور مذہب مرمٹے گئے ہیں اور وہ مردود و متروک ہو چکے ہیں اس لئے کہ زندگی کے طریق ان مذاہب میں نہیں پائے جاتے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ صفت صرف اسلام کو ہی بخشی ہے کہ قیامت تک اس کے دین کی خدمت کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس کی زندگی اور تازگی کی حفاظت کرنے کے سامان برابر کئے جا رہے ہیں اس لئے یہ دین کامل ہے ہمہ گیرا ور عالمگیر ہے اور قیامت تک کے لئے ہے۔

سائنسی زمانہ کے دینی تقاضے اصولِ دین کو معقولیت اور معرفت سے پیش کیا جائے۔

عزیز طالب علمو! آج یہ زمانہ پہلے زمانہ سے بہت بدل چکا ہے اور یہ دَور علمی، فنی اور سائنسی ترقی کا زمانہ ہے۔ یہ سائنس کا زمانہ ہے۔ سائنس کی ترقی و ترویج جس قدر اس زمانے میں ہوئی ہے، ماضی میں کبھی نہیں ہوئی۔ پہلے زمانوں خصوصاً قبل از اسلام دنیا میں بڑی بڑی جہالتیں چھائی ہوئی تھیں۔ نہ علم و سائنس کا رواج تھا اور نہ پڑھنے لکھنے کا رواج تھا۔ آج علم ترقی پا گیا ہے، دلیل اور مشاہدہ سے بات مانی جاتی ہے۔ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ ہم تو صرف وہی بات مانیں گے جو علم و سائنس کے مطابق ہوگی۔ ہم توہم پرستی اور جہالت کی باتیں نہیں مانیں گے۔ چنانچہ آپ غور کریں کہ کیا آپ اس دَور میں اپنے اس دین کو معقول اور مدلل طور پر پیش کر سکتے ہیں؟ کیا آپ علم و مشاہدہ اور تجربہ و سائنس کی دنیا میں اپنے دین کو زندہ دین ثابت کر سکتے ہیں؟ مجھے افسوس ہے اور بصد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بچے کالجوں میں جانے سے پہلے دین اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اور دُنیا کے موجودہ مادی رجحان کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ دین دین کچھ نہیں ہے۔ اس کے اندر کوئی معقولیت نہیں ہے۔ اس زمانہ میں دین کلی کوئی ساتھ نہیں دیتا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں محض اس لئے نہیں کہی جاتیں کہ قرآن کریم اور اسوۂ نبوی صلعم میں دلائل اور معقولیت موجود نہیں ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ طبقۂ علماء اور دینِ اسلام کے نام نہاد دعویداروں نے اسلام کو صحیح رنگ میں پیش نہیں کیا۔ اور دین کی اقدار کو عقلی اور علمی طور پر نہیں بلکہ بہ جبر اور تقلیداً منوانا چاہا ہے حالانکہ قرآن کریم میں ارشادِ الٰہی ہے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّين۔ دین میں کوئی جبر و جور نہیں۔ اسے بالجبر منوانا غلط ہے۔ کیوں؟ یہاں دین میں جبر کے رَوا رکھنے کے نہ صرف برخلاف ارشاد فرمایا بلکہ اس موقف پر عقلی دلیل بھی دے دی یعنی اس لئے کہ قد تبیّن الرشد من الغی۔ کہ جب رشد ہدایت کا راستہ اور گمراہی و ضلالت کا راستہ واضح ہو چکا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے جبر کا دین میں کیا دخل ہے؟

جہالت و آمریت کی بجائے معقولیت معرفت اور جمہوریت کا صحیح طریق کار۔

قرآن کریم اپنی تعلیمات کو جبر سے نہیں منواتا بلکہ معقولی دلائل سے منواتا ہے۔ اور عقل، علم اور تجربہ کی بات پیش کرتا ہے۔ اس لئے اگر ہم مسلمان بھی اسلام کی تعلیمات کو دلیل اور تجربہ و مشاہدہ سے پیش کریں تو اس عقل اور سائنس کے زمانہ میں اسلام یقیناً قبول کر لیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن کریم کی تعلیمات حکمت پر مبنی ہیں۔ تو دین وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے نازل ہوا ہے۔ اس کو علم و سائنس کے حلقوں میں پیش کریں۔ اگر ہم محض ڈنڈے اور طاقت اور حکومت و اقتدار کے بل بوتے پر اسلام کو منوانا چاہیں تو کوئی شخص دل سے اس دین کو آج ماننے اور تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ ہم فیل ہو جائیں گے۔ اگر ہم بظاہر آج دینِ اسلام کی ناکامی دیکھ رہے ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارا طرز تبلیغ اسلامی تقاضوں کے مطابق نہیں ہے۔

وقت کی اشد ترین ضرورت تو یہ ہے کہ اسلام کو علم و حکمت اور عمل کے پیمانوں پر پیش کیا جائے اور اس کی تبلیغ کی جائے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ مَیں نے کہا کہ زمانہ آزادی اور جمہوریت کا زمانہ ہے، اس دَور میں پرانے طرزِ تبلیغ کو استعمال کرنا درست نہیں بلکہ زمانہ کے تقاضوں کے پیشِ نظر قرآنی تعلیمات، سیرتِ رسول صلعم اور دینِ اسلام کو اپنی صحیح صورتوں میں معقولیت اور دلائل و براہین کے ذریعہ تبلیغ کرنے کی ضرورت ہے۔

مُسلمان اقوام کی نئی نسلوں کی بہتری و بہبودی کتاب اللہ اور رسول کامل صلعم سے حقیقی محبت اور اتباع میں ہے۔

عزیز طالب علمو! پہلے تو ہم نے قرآن کریم کے بارے میں خود سیکھنا ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ قرآن کریم ناظرے پڑھ رہے ہوں گے۔ قرآن کریم صرف ناظرہ پڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ اس کا ترجمہ جاننا بھی ضروری ہے۔ پھر اس ترجمہ کے کیا مطالب و مفہوم ہیں اور بالآخر یہ معلوم کرنا بھی آج ضروریات دین میں سے ہے کہ اس کے اندر کیا حکمت اور علم ہے۔ اگر اسکول میں یہ موقع میسّر نہیں تو کم از کم کالج میں جا کر ایسا کریں۔ اور یہ اصول ہمیشہ سامنے رکھیں کہ اسلام کی جو بھی تعلیم، عقیدہ اور نظریہ آپ پڑھیں اور سیکھیں اس کو علم و حکمت اور سائنس و تجربہ اور مشاہدہ پر جانچیں محض جبر، تقلید اور رسم و رواج کے طور پر ماننے پر اکتفا نہ کریں، کیونکہ یہی رواجی اور تقلیدی اور سوہی طریقوں سے دین کو قبول کرنا یا اُسے دنیا میں پیش کرنا دینِ اسلامی کی بدنامی کا موجب بلکہ نعوذ باللہ اس کی ناکامی کا باعث ہے۔

میں نے اس وقت دو نہایت عظیم الشان اصول آپ کو بتلائے ہیں۔ آپ ان کو یاد رکھیں۔ اگر آپ ان کو مدِنظر رکھیں گے تو نہ صرف آپ علیٰ وجہ البصیرت دینِ اسلام پر قائم رہیں گے بلکہ بڑے سے بڑے مخالف اسلام کو مدلل و مسکت جواب دے سکیں گے اور دنیا میں آج جو اسلام کا دوبارہ عروج ہو رہا ہے اس عروج کو قریب لانے میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔ تو یہ کیسی عظیم برکت ہے جو آپ حاصل کر رہے ہیں۔ میں آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ میری ان باتوں کو دل میں جگہ دیں گے۔ کیونکہ ان میں نہ صرف انفرادی بھلائی ہے بلکہ اجتماعی بہتری بھی انہی سے وابستہ ہے ملکی اور ملّی فلاح و بہبود بھی اسی میں ہے۔ اور ہمارا ملک جو دین اسلام کے نظریہ پر قائم ہوا ہے اس کی بقا سلامتی اور استحکام بھی انہی سے وابستہ رہنے پر منحصر ہے کیونکہ یہ ملت اور قوم جو مسلمان کہلاتی ہے اس کی بنا خود اسلام پر ہی ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم میں سے دین اسلام کی محبت جاتی رہی تو پاکستان کی بنیادیں ہل جائیں گی اور ہم جاہلانہ اور غلامانہ دَور میں واپس چلے جائیں گے۔ اور یہ بھی ڈر ہے کہ ہماری مسلمان قوم یہاں سے مٹ جائے۔ تو پاکستان اور قوم کی سلامتی اور استحکام کے لئے ہمیں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری عزیز ملت اور ہمارے عزیز ملک کی بنا دین اسلام پر ہی قائم اور اسکی دینی فروغ اور ترقی پر ہی ہے۔ اگر یہ عزیز دین ہمیں عزیز نہ رہے تو یقیناً ملک و ملت خطرہ میں پڑ جائیں گے لہٰذا آپ اپنے آپ کو علم اور حکمت قرآنی سے مزیّن کریں، نہ صرف آپ کی بلکہ آئندہ [illegible]

امریکہ میں تبلیغی سرگرمیاں

جناب محمد عبداللہ صاحب مبلغ اسلام کا مکتوب

مکرمی ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

یہاں ماہ رمضان ۲۱ر اکتوبر سے شروع ہوا۔ اور بروز جمعہ ۱۹ر نومبر کو عید الفطر منائی گئی ۔ خاکسار کی طرف سے آپ کو اور سلسلہ کے تمام بزرگان اور احباب کو عید مبارک ہو۔

گیانا کے نیگرو مسلمان

گیانا کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولینا صلاح الدین ناڈر اور مسٹر والس محمد آف چکاگو، امریکہ کا تبلیغی سفر نہایت کامیاب ثابت ہوا تھا۔ ایک سو کے قریب گیانا کے نیگرو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ انکے سوالات کے جوابات دیئے گئے اور اس قوم کی شکایات پر بھی سنجیدہ طور پر غور کیا گیا۔ اگر گیانا کے مسلمان نومسلمین سے برادرانہ سلوک کریں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں کہ نیگرو مسلمان اور ہندوستانی مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ تو وہاں اسلام بڑی سرعت سے پھیل سکتا ہے۔ اور اسلام کی ترقی مسلمانوں کی قومی اور سیاسی بہبودی کی باعث ہو سکتی ہے۔

علیجا محمد کا ہیڈ کوارٹر اور اخبار

آبادی کے لحاظ سے چکاگو امریکہ کے شہروں میں دوسرے درجہ پر ہے اور مشرقی ساحل کا مشہور تجارتی شہر ہے تجارتی حصہ کی عمارتیں بلندی کے لحاظ سے آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ مسٹر والس محمد کے والد مسٹر علیجا محمد کا ہیڈ کوارٹر بھی اسی شہر میں ہے۔ ان کا مطبع شہر کے اعلےٰ مطبعوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ یہاں سے ہی انکا ہفتہ وار اخبار اڑھائی لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ جو اخبار کے سائز کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اخبار کے دفتر میں کئی ایک آرٹسٹ، کارٹونسٹ کالم نویس۔ ایڈیٹرز، ٹائپسٹ سیکرٹری اپنے اپنے مفوضہ فرائض میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ان کے کام اور نظم کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ یہ سب کاروبار اس سات منزلہ عمارت میں ہوتا ہے جس کی لمبائی ۱۲۰ فٹ کے قریب ہے۔ اس عمارت کی دو منزلوں میں گوشت کا کاروبار ہے۔ جو وہ تھوک فروشوں کو سپلائی کرتے ہیں۔

چکاگو میں شادی کی تقریب

مسٹر والس محمد نے ۸ر اکتوبر کو خاکسار کو ٹیلی فون کے ذریعہ دعوت دی کہ میں ان کے بھتیجے کا نکاح ۹ر اکتوبر کی شام کو چکاگو میں پڑھاؤں ۔ اگرچہ وقت تنگ تھا۔ اور منزل دور۔ میں نے اس مہربان مخلص دوست کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اور فوراً رخت سفر باندھ کر آدھی رات کو پلین پر سوار ہو کر اگلے روز علی الصبح چکاگو پہنچ گیا۔ میں نے خیال کیا کہ جب نکاح خواں کو سان فرانسسکو سے بلا کر دو ہزار روپیہ خرچ ہو رہا ہے تو شادی کے دیگر اخراجات کا کوئی اندازہ نہ ہوگا۔ تمام دن گذر گیا لیکن میں نے شادی کی تقریب کے لئے کوئی جدوجہد نہیں دیکھی دل میں خیال گذرا کہ شاید کسی بڑے ہال میں بندوبست ہو رہا ہوگا اور کھانے کے لئے ریسٹورنٹ میں سپیشل آرڈر کر دیئے ہونگے آخر شام کے چھ بج گئے۔ دیکھا کہ سب انتظام مسٹر والس محمد کے مکان پر ہی ہو رہا ہے۔ مہمانوں کی تواضع کے لئے مستورات سینڈوچ بنا رہی ہیں۔ اور کچھ پیسٹری منگوا لی گئی ہے۔ پچاس کے قریب مہمان پہنچ گئے جن میں زیادہ تر تعداد قریبی رشتہ داروں کی تھی۔ خاکسار نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اور ایجاب قبول دولہا دلہن سے کرایا۔ چاروں طرف سے جہاں دولہا دلہن کو مبارک باد ہو رہی تھی، وہاں خاکسار کے اسلامی طریق نکاح خوانی پر بھی خراج تحسین ادا ہو رہا تھا۔ ایک غیر مسلم اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے برملا کہا کہ "جب میری شادی ہوگی تو میں نکاح خوانی کے لئے آپ کو ہی دعوت دوں گا۔"

ٹرینیڈاڈ۔ گیانا کی تبلیغی سرگرمیاں

مسٹر والس محمد نے مجھے مجبور کر کے ایک ہفتہ کے لئے اپنے ہاں ٹھہرا لیا۔ روزمرہ ٹرینیڈاڈ اور گیانا کی کنونشن۔ اور تبلیغی دوروں کے حالات ازدیاد ایمان کے باعث ہوتے تھے۔ مسٹر والس محمد جناب شیخ فاروق احمد۔ مسٹر عزیز احمد پریذیڈنٹ مسٹر محمد اسمٰعیل اور مسٹر محمد لیٰسین صدر گیانا کے اخلاص کے مداح ہیں۔ یہ ان بزرگان کے خلوص اور جوش اسلامی کا اثر تھا کہ مسٹر والس محمد نے ان کی دعوت پر گیانا میں دوبارہ جانا منظور کیا۔ اور مولینا صلاح الدین ناڈر آف گھانا۔ افریقہ کی معیت میں گیانا کے مختلف اضلاع میں تبلیغی دورہ کیا۔

مسٹر علیجا محمد کا خواب

مسٹر والس محمد کی زبانی ان کے والد بزرگوار مسٹر علیجا محمد کے خواب سننے کا اتفاق ہوا۔ مسٹر علیجا محمد نے کہیں خواب میں دیکھا کہ انہیں کتاب دی گئی ہے اور تو وہ کتاب میں کچھ نہ پڑھ سکے۔ البتہ ایک بڑی "لام" دیکھنے میں آئی جس سے وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان کی موت سے پیشتر خدا ان پر کتاب نازل کرے گا۔ اور وہ یہ کتاب اپنے مریدوں کی رہنمائی کے لئے چھوڑ جائیں گے۔ میں نے مسٹر والس محمد کو کہا کہ ہر ایک خواب تعبیر طلب ہوتا ہے۔ خواب کو ظاہری الفاظ یا ظاہری شکل کے مطابق خیال کرنا غلطی ہے۔ یہی غلطی عیسائیوں کو لگی۔ کہ انہوں نے سینٹ پال کے خواب کو کہ "ان کو کھانے کے لئے مختلف قسم کے گوشت پیش کئے گئے۔ جن میں خنزیر کا گوشت بھی تھا۔ جس کو سینٹ پال نے کھایا" ظاہر پر تسلیم کر لیا اور عیسائیوں نے خنزیر کا گوشت کھانا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس کی تعبیر یہ تھی کہ سینٹ پال حضرت مسیح کی تعلیمات کو بگاڑ دے گا۔ اور عیسائیوں کے لئے بائبل کے قانون پر چلنا ضروری قرار نہیں دے گا۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ کے باپ کی خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اگر وہ کسی الہامی کتاب بعد از قرآن کریم آنے کی توقع میں ہیں تو ان کی توقع لایعنی اور فضول ہے۔ "لام" سے مراد "لا" ہے۔ یعنی ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ آپ کے والد صاحب کو ماسٹر فرد محمد جن کے متعلق ان کا ایمان ہے کہ خدا ان کے روپ میں امریکہ کی کالی اقوام کی رہنمائی میں آیا، ایک جلد انگریزی ترجمۃ القرآن دے گئے تھے۔

جناب ماسٹر محمد عبداللہ

اور وہ حضرت مولینا محمد علی مرحوم کا ترجمہ تھا۔ جس کو وہ تمام تراجم پر فوقیت دیتے تھے۔ اور ایک جلد عربی قرآن مجید کی دے گئے تھے۔ جس کو انہوں نے کئی سال تک گھر کی دیوار پر غلاف میں باندھ کر لٹکایا ہوا تھا۔ یہی وہ کتاب ہے جس کا دعوےٰ مکمل اور آخری الہامی کتاب ہونے کا ہے۔ آپ کے والد صاحب کو اسی پر عمل کرنے کی ہدایت کرنی چاہیئے۔ اور اسی کے قانون پر عمل کرنا چاہیئے۔

ربوہ مشن کے مولوی سے ملاقات

ربوی جماعت کے مشنری مولوی شکر الٰہی حسین سے خاکسار کی پہلی ملاقات ۱۹۵۶ء میں ہوئی تھی۔ جبکہ آپ لاس انگلز LOS ANGLES میں مشن کا کام کر رہے تھے آپ نے لاس انگلز کے مرکز کو بند کر دیا۔ اور واشنگٹن ڈی سی کی احمدیہ مسجد میں بطور امام مقرر ہوئے۔ وہاں سے ان کی تبدیلی ٹرینیڈاڈ۔ ویسٹ انڈیز میں ہوگئی۔ وہاں کے حالات سے مایوس ہو کر آپ امریکہ میں واپس آگئے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ چکاگو میں تعینات ہیں۔ تو ان کی ملاقات کے لئے ان کے دفتر میں گیا۔ نہایت تپاک سے بغلگیر ہوئے ان کے دفتر میں جگہ کی کمی ۔ اور دیگر کمزوریوں کو دیکھ کر سخت افسوس ہوا۔ یہی حالت اس مسجد کی ہے جو حضرت مفتی محمد صادق مرحوم کی یادگار ہے۔ ورنہ مولوی شکر الٰہی صاحب کی ذاتی قربانیاں قابل تحسین ہیں۔ انہوں نے کتاب ٹیچنگز آف اسلام کی طباعت میں اچھی محنت اور دانشمندی سے کام کیا ہے۔ کثیر تعداد میں چھپوا کر معمولی قیمت پر مختلف کتب فروشوں کے ذریعہ اس کی اشاعت کا بندوبست کیا ہے۔ امریکہ میں یا تو مشنری اپنا معیار زندگی گرا کر ہپیوں کی طرح ہو جاویں۔ جیسے ہری کرشن مشن والے امریکہ میں کام کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ اس طبقہ کے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل

کرسکیں گے۔ یا وہ اپنی شخصیت کو دیگر امریکن مشنریوں کی طرح قائم کریں تاکہ وہ متوسط امریکنوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاویں اور وہ اس طبقہ کے لوگوں پر اپنا اثر پیدا کرسکیں۔

اسلامی لٹریچر کا معیار طباعت

اسی طرح اسلامی لٹریچر کا معیار طباعت ہے۔ کتاب کے مضامین خواہ کس قدر دلکش اور پُر مغز کیوں نہ ہوں۔ امریکن اور دیگر مغربی اقوام کے تعلیم یافتہ لوگ اس کتاب کو خرید کر پڑھنا گوارا نہیں کریں گے جس کی چھپائی، جلد بندی ان کے معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ جنگ عظیم دوم سے پیشتر ہمارے لٹریچر کی چھپائی کا معیار نہایت اعلیٰ تھا۔ ان کی جلد بندی دیدہ زیب تھی، قرآن کریم مترجم انگریزی تو چھپائی اور جلد بندی کے لحاظ سے بائبل کا مقابلہ کرتا تھا۔ لیکن لڑائی کے بعد ہمارا معیار گر گیا۔ اس سے اشاعت کی رفتار مدھم پڑ گئی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری خاص مطبوعات مثلاً ترجمۃ القرآن انگریزی اور جرمن محمد دی پرافٹ۔ ریلیجن آف اسلام۔ آئیڈیل پرافٹ۔ مینوئل آف حدیث پرافٹ آف اسلام مطبوعات حضرت خواجہ کمال الدین محمدان وولڈ سکر یچر وغیرہم کو اُسی معیار طباعت پر لانے کی کوشش کی جاوے جو لڑائی سے پیشتر تھا۔

امریکہ میں قبولیت اسلام

ہماری بے سروسامانی کے باوجود اسلام لوگوں کے دلوں پر اپنا قبضہ کر رہا ہے اور کئی ایک سعید روحیں اپنی خوشی اور اپنی رضامندی کے ساتھ امریکہ کی مختلف ریاستوں میں اسلام قبول کر رہی ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے میں چند ایسی ہستیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، جنہوں نے گذشتہ چند ہفتوں کے درمیان خاکسار کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا:-

(۱) Mr. Cheryl Lee Narrows.

(۲) Miss Beverly Ann Wagner

(۳) Miss Charlene Elizabeth Zerlang.

(۴) Mr. Paul M. Scrle (ان کی پیدائش انڈونیشیا میں ہوئی تھی۔ آپ کے والد ڈاکٹر کی حیثیت سے انڈونیشیا گئے تھے۔

(۵) Miss Marilyn Davis.

(۶) مسٹر اور مسز HARRIS ہیرس کی شادی کو چند سال ہوئے ہو چکی تھی ان دونوں نے اسلام کو اپنی روحانی ترقی کے لئے موزوں مذہب خیال کیا اور اس کے اعلان کے لئے ۸ر اکتوبر کی تاریخ مقرر کر دی۔ HILL VALLEY کے ایک نومسلم مسٹر ہارون کے مکان پر دعوت کا بندوبست کیا گیا جس کے لئے انہوں نے چند دوستوں کو دعوت دے رکھی تھی۔ خاکسار نے اسلام کے اصولوں پر مختصر طور پر روشنی ڈالی۔ مسٹر اور مسز ہیرس HARRIS نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اس کے بعد ان کی درخواست پر اسلامی نکاح پڑھایا گیا۔ کھانے کا معقول بندوبست کیا گیا تھا۔

ایک پرانے واقف کار کا قبولِ اسلام۔

آج مسٹر ELLIS GOODE ایلس گڈ دو ایرانیوں کی معیت میں خاکسار کے مکان پر پہنچے اور قبولیت اسلام کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور اس رسم کی ادائیگی کے لوازمات معلوم کرنے کی درخواست کی میں نے انہیں بتایا کہ اس کے لئے کسی خاص رسم کی ادائیگی کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے انسان اپنے دلی ارادہ ہی سے مسلمان ہو جاتا ہے لیکن سوسائٹی کی برادری میں داخل ہونے کے لئے اعلان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو شخص اپنے دل سے خدا کو ایک مانتا ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی قبول کرتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ اس کے بعد دیگر اسلامی اصولوں کا اقرار اور ارکانِ اسلام کی پابندی اس کو خالص مومن بنا دیتی ہے۔ مسٹر ایلس گوڈ نے کلمہ شہادت پڑھا۔ ان کی سول شادی ایک ایرانی خاتون سے ہو چکی ہے۔ لیکن اسلامی نکاح ۸ر دسمبر کو ہوا جس کے لئے انہوں نے خاکسار ہی کو دعوت دی۔

مسٹر گوڈ یونانی نسل سے ہیں، ۴۰ سال کی عمر ہیں بارہ سال پیشتر جبکہ میں فیجی میں تھا فیجی کے ایک طالب علم کی معیت میں وہاں آئے تھے۔ میں نے اس طالب علم کی معیت میں مسٹر گوڈ کو فیجی کے چند شہروں کی سیر کرائی تھی۔ بارہ سال کی غیر حاضری کے بعد جب انہوں نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا اور میری مہمان نوازی کا تذکرہ شروع کر دیا۔

انجمن کا سالانہ جلسہ

ہمارا انجمن کا سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے۔ اُمید ہے اس کے لئے تیاریاں ابھی سے شروع ہو گئی ہوں گی۔ یہاں کے لوگ اپنی مذہبی یا پولیٹیکل کنونشن میں شمولیت کے لئے کثیر رقم خرچ کرتے ہیں۔ ماہ ستمبر میں Subud گروپ کی کنونشن انڈونیشیا میں تھی۔ جہاں ان کے لیڈر مسٹر محمد سبوح رہتے ہیں۔ آپ یہ معلوم کر کے حیرت زدہ ہوں گے کہ اس سوسائٹی کے آٹھ سو (۸۰۰) ممبر اس سال کی کنونشن میں شمولیت کے لئے سپیشل پلین چارٹر کر کے پہنچے۔ اور کئی ایک افراد براہ راست انڈونیشیا پہنچے۔ ان کا قیام دو ہفتے کا تھا۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کنونشن میں شامل ہونے کے لئے کس قدر اخراجات کا ان کو تحمل ہونا پڑا ہوگا۔

پاکستان کے سرحدی علاقہ میں کئی ایک غریب احمدی رہتے تھے ان کو انجمن کا سالانہ جلسہ دیکھنے کا از حد شوق تھا۔ ان کی آرزو یہی ہوتی تھی کہ وہ نہ صرف جلسہ میں شامل ہوں بلکہ دیگر ممبران کی طرح سالانہ اپیل میں بھی حصہ لیں۔ اس کے لئے وہ شروع سال سے بھیڑ کا ایک بچہ پالنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب جلسہ کے دن قریب آتے وہ اس کو فروخت کر دیتے اور لاہور جانے کے لئے رختِ سفر باندھ لیتے تھے۔ یہ ان کی بڑی قربانی تھی جس کی تقلید ہم سب کو کرنی چاہیئے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے سالانہ جلسہ میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ والسلام

بحرِ حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں۔ پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں۔ پھر قتل کیا جاؤں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے دل میں کیا تڑپ تھی۔ اور آپؐ اپنے صحابہؓ کے دلوں میں کیا تڑپ دیکھنا چاہتے تھے۔ جان کی قربانی پر اس قدر زور کسی نبی کی تعلیم میں نہیں پایا جاتا۔ عیسائی ایک حضرت مسیح کی قربانی پر فخر کرتے ہیں۔ یہاں ایک ایک صحابیؓ کے دل میں تڑپ پائی جاتی ہے۔

سالانہ رپورٹ آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک فری دار الشفاء

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک فری دار الشفاء کی انتیسویں سالانہ رپورٹ (نومبر ۱۹۷۰ء تا اکتوبر ۱۹۷۱ء) مشتمل بر ۱۲ صفحات انتظامیہ کمیٹی دار الشفاء ہذا نے حال ہی میں شائع کی ہے، اس کے مندرجات میں دار الشفاء کا پس منظر اور پیش منظر، اعتراف از حضرت امیر قوم ایدہ اللہ اور جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، زبان خلق (مریضوں کی طرف سے آمدہ خطوط) کارکردگی اور فہرست معاونین شامل ہیں۔ اس کی کارکردگی کے مطابق سال بھر میں مریضوں کی تعداد ۳۴۳۸۲۵ رہی۔

لاہور سے باہر مختلف شہروں اور قصبات سے (اندرون پاکستان) ۱۱۸۵ بلاد غیر سے ۵ اور ماہ نامہ نور کے ذریعہ بھی مشورے حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزار رہی تھی۔ علاوہ ازیں دار الشفاء ہذا کے ذریعہ اسلامی لٹریچر ۶۰۰ کی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔ معاونین کی مالی امداد ۵۲۴۲۰ روپے ہے۔ گوشوارہ کے مطابق سال بھر کی آمد 7354/74 روپے اور خرچ 7354/74 روپے ہے۔

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

اسلام کا پیغام مسلمانانِ عالم کے نام

گذشتہ سے پیوستہ

اُمید کی ایک کرن

اتنے میں امریکہ کے صدر کا مشیرِ خاص کیسنگر دنیا کا دورہ کرتے ہوئے پاکستان پہنچ گیا۔ اور اس نے پاکستان کے حکمرانوں سے تبادلۂ خیالات بھی کیا، پھر اچانک یہ اعلان کر دیا گیا کہ نتھیا گلی پہنچ کر امریکہ کے اس مشیرِ خاص کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے اور اس نے اپنی تمام سیاسی مصروفیتیں معطل کر دی ہیں۔ اور وہ دو دن نتھیا گلی میں آرام کرے گا۔ مگر اس دو دن میں حکومت پاکستان کی اعانت سے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دے دیا جسے دنیا کی تاریخ کا ایک نیا موڑ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان دو دنوں میں کیسنگر صاحب خفیہ طور پر ہمارے صدر آغا یحیٰ خان کو اپنا ہم راز بناتے ہوئے پیکنگ جا پہنچے۔ اور پیکنگ کو بھی یہ درخواست کر دی کہ وہ اس راز کو پردۂ اخفا میں رکھے۔ چنانچہ ان تینوں حکومتوں نے یعنی پاکستان امریکہ اور چین نے اس راز کی اتنی حفاظت کی کہ کسی کو اس کی اس وقت تک خبر نہ ہوئی جب تک صدر نکسن نے یہ اعلان نہ کر دیا کہ وہ مئی ۱۹۷۲ء سے پہلے پہلے چین کے دَورہ پر بذاتِ خود جائیں گے۔ ناولوں میں تو اس قسم کے رازوں کا اکثر ذکر ہوتا رہتا ہے۔ مگر واقعات کی دنیا میں اس قسم کے رازوں کا اخفاء بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ صدر نکسن کا یہ اعلان کرنا تھا کہ بھارت کے عزائم پر اوس پڑ گئی۔ اور فارموسا کے جزیرے میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں اور باقی دُنیا نے اس خبر پر شادیانے بجائے اور صدر نکسن کے اس اعلان کو خوش آمدید کہا۔ پاکستانیوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور دنیا میں اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ بڑی بڑی حکومتیں بھی یہ سوچنے لگ گئیں کہ شاید وہ پاکستان سے اس کے موجودہ بحران میں بے انصافیاں کرتے رہے ہیں۔

اس کے بعد امریکہ اور بعض دوسری حکومتوں کی سعی سے چین کو یو۔ این۔ او کا ممبر بنا لیا گیا۔ اسی اثناء میں بھارت نے "بنگلہ دیش" کا شوشہ چھوڑ کر مشرقی پاکستان میں کشت و خون اور جنگ و جدل کی آگ مشتعل کر دی، اور ابھی یہ آگ بجھ نہیں سکی، نہ بنگلہ دیش قائم ہو سکا کہ مغربی پاکستان پر بھی اس نے حملہ کر کے جنگ و جدل میں توسیع کر دی، اس کا یہ فعل اسے بہت ہی مہنگا پڑ رہا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے پاکستانی جانباز بھارتی فوجوں کو روندتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھ رہے ہیں۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستان کی مٹھی بھر افواج نے ہندوستان کے عسکری جمِ غفیر کو جو شکست دی وہ اس کے باشندگان کے اتحاد و اتفاق کا نتیجہ تھا۔ اَب بھی وہی اتفاق و اتحاد کام کر رہا ہے جو آخر کار پاکستان کی فتح عظیم کا موجب ہوگا۔

مشرقی پاکستان کے واقعہ سے قدرت نے یہ بھی دکھا دیا کہ اگر پاکستان کے بیرونی دشمن پاکستان کو نہیں مٹا سکے تو اس کے اندرونی دشمن بیرونی دشمنوں سے مل کر بھی اس کی سالمیت کو نہیں مٹا سکتے۔

علیحدگی پسند عناصر کی حمایت کرنے والے اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں کئی دفعہ بعض ممالک میں علیحدگی پسند تحریکیں اُٹھیں اور انہیں زورِ بازو سے کچل دیا گیا۔ امریکہ نے جب انگریزوں کے تسلّط سے آزادی حاصل کر لی اور خود مختاری کا اعلان کر دیا تو اس کی جنوبی ریاستوں نے شمالی امریکہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس پر وہاں ایک لمبے عرصہ کے لئے خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اور اس دوران وہاں اس قدر قتل و غارت ہوا کہ دنیا کی کسی جنگ میں اس قدر تلافِ جان و مال نہیں ہوا۔ امریکہ کا صدر ابراہیم لنکن ایسا شریف انسان جسے ریاستہائے متحدہ امریکہ کا چوٹی کا لیڈر کہنا چاہیئے یہ برداشت نہ کر سکا کہ اس کی سلطنت میں سے کوئی حصہ علیحدہ ہو جائے۔ چنانچہ اپنی تمام شرافت، نجابت اخلاق اور کسرِ نفسی کے باوجود ملک کو جنگ کی بھٹی میں لے گیا اور کئی سالوں تک بھڑکی آگ میں باشندگانِ امریکہ کو جلا کر آخر میں کندن بنا کر نکال لے گیا۔ اور بالآخر امریکہ متحد و متفق ہو کر دنیا کے جغرافیہ میں سب سے زیادہ طاقتور ملک بن کر نمودار ہوا۔ اس جنگ کی وجہ سے اب تک ہر دور کے اکابر نے ابراہیم لنکن کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور اس نے دنیا کے عظیم ترین انسانوں کی صف میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔ اُمید ہے جوں جوں زمانہ گذرتا جائے گا پاکستان کے اکابر کو بھی اسی طرح خراجِ تحسین پیش کیا جاتا رہے گا۔ اور صدر پاکستان آغا محمد یحیٰی خان کو بھی دنیا کی بلند ترین شخصیتوں میں شمار کیا جانے لگے گا۔ اس عرصہ میں یہ بھی ہوا کہ مشرقی پاکستان سے جو لوگ بھاگ کر بھارت کی پناہ میں چلے گئے تھے صدر پاکستان نے ان کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہوئے انہیں واپس اپنے گھروں میں چلے آنے کی اجازت دے دی اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے یہ تجویز پیش کی کہ ان کی واپسی کو آسان بنانے کے لئے ... حد بندی لائن کے دونوں طرف مبصرین مقرر کر دیئے جائیں تاکہ ان کی واپسی میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ پاکستان نے اس تجویز کو منظور کر لیا مگر بھارت نے اسے نہایت حقارت اور تکبر سے مسترد کر دیا۔ پاکستان نے اقوام متحدہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ پاکستان اور بھارت کی موجودہ پیش کش کو ختم کرنے کے لئے اقوامِ عالم کو ایک کمیٹی مقرر کر دینی چاہیئے جو تمام اسباب اختلاف کا کھوج لگائے اور دونوں ملکوں میں مصالحت کرانے کی کوشش کرے۔ بھارت نے اس تجویز کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور سرحدوں پر کشیدگی کو ہر آن ہوا دینے کی مہم کو تیز تر کر دیا۔ بھارت کے تربیت یافتہ فوجی اور غیر فوجی، بنگالی اور بھارتی شر انگیز اور فتنہ پرداز ہم جو بدمعاش برابر مشرقی پاکستان پر حملے کر رہے ہیں اور عوام کو پریشان کر رہے ہیں اور حکومت پاکستان کو دق کرنے میں مصروف ہیں۔

پاکستان کے جانباز فوجی جوان اور جیالے شہری مشرقی اور مغربی دونوں حصوں میں بڑے استقلال۔ ہمت۔ جرأت اور عزم سے تمام مشکلات کا مقابلہ کر رہے ہیں اور حملہ آوروں کا قلع قمع کرنے میں دن رات مصروف ہیں اسلام دشمن دنیا کا پریس بھی پاکستان دشمنی کے تقاضوں کو برابر پورا کرتا چلا جا رہا ہے۔

اے خدا! ہم عاجز پاکستان کے باشندے تجھ ہی سے فریاد کرتے ہیں۔ تو نے ہی اب تک اس ملک کی سلامتی کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ آئندہ بھی اے ہمارے رحیم و کریم خدا ہماری دستگیری فرما۔۔ اور اس ملک کو دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ و مامون فرما۔۔ آمین ثم آمین۔

پاکستان نعماءِ الٰہی میں سے ہے اس کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے

الٰہی سکیم کے اس رُخ نے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ پاکستان محض خدا کے فضل و کرم سے معرض وجود میں آیا ہے۔ اس کے سب سے پہلے قائد کا انتخاب بھی آسمان ہی کے تدبیر کا مرہونِ منت تھا۔ اس کی تشکیل بھی الٰہی مصلحت سے ہوئی ہے استحکام بھی اسی سرچشمہ سے ملا۔ اس ملک کے گھٹیا درجہ کے قائدین کی نالائقیوں سے بھی یہ نہ مٹ سکا۔ بیرونی دشمنوں کی شورش اور تمام غیر مسلم طاقتوں کی سازشوں سے بھی یہ ختم نہ کیا جا سکا۔ اور جب اندرونی منافقوں نے بیرونی دشمنوں سے ساز باز کر کے اسے فنا کرنے کی کوشش کی تو بھی قادرِ مطلق نے اسے محفوظ و مامون رکھا۔ اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرآن حکیم نے اپنے مقدس اوراق میں یہ فرمایا ہے کہ بالآخر اسلام ہی دنیا کا غالب ترین مذہب ہوگا۔ باقی تمام ادیان اور غیر اسلامی نظریات انسانوں کے تمدن کو متاثر کرنے سے روک دیئے جائیں گے اس تمام عمل کے لئے ایک پروگرام تجویز کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم ... لکھ آئے ہیں کہ مسلمانوں کی دعا ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النّار کو آہستہ آہستہ شرف قبولیت بخشا جا رہا ہے۔ کرۂ ارض پر ایک

مخصوص علاقہ اسلامی نظریات کے نفوذ اور اشاعت کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے اور اسے دائمی طور پر قائم رکھنے کا منصوبہ بنا لیا گیا ہے۔ اسی خطہ کا نام پاکستان ہے اور یہ مٹنے کے لئے نہیں بلکہ باطل کو مٹانے کے لئے معرض وجود میں آیا ہے۔ اس لئے یہاں کے لوگوں کو بڑی آزمائشوں سے گذارا جا رہا ہے۔ ان سے بڑی عظیم قربانیاں بھی لی جا رہی ہیں۔ اور جب ان کی بدکرداریاں حد اعتدال سے گزر جاتی ہیں اور وہ فنا کی گھاٹ پر آ کر موت سے ہم کنار ہونے کو ہوتے ہیں تو اچانک اس قوم کی اجتماعی توجہ اصلاح احوال کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور استغفار کا وظیفہ ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے اور ان کی شخصیتیں عرق انفعال میں ڈوبنے لگتی ہیں تو توبہ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ساری قوم کے افراد متحد و متفق ہو کر صحیح معنوں میں پاک فوج کے پاک سپاہیوں کی قوم بن جاتی ہے۔ دشمن بڑے زور سے حملہ آور ہوتا ہے مگر یہ قوم قوت ایمان اور طاقت ایقان سے نہ صرف یہ کہ اس کے حملوں کی کامیابی سے مدافعت کر دیتی ہے بلکہ ان کو پسپا کر کے ایسی شکست دیتی ہے کہ وہ مدتوں اپنے زخموں کو چاٹتے رہتے ہیں۔ وقت آ رہا ہے جب اس مقدس سرزمین کا معاشرہ خالص اسلامی ہوگا۔ یہاں کے باشندے سطح زمین پر چلتے پھرتے فرشتے نظر آئیں گے، انصاف کا دور دورہ ہوگا۔ برائیوں کا قلع قمع ہو جائے گا اور نیکیوں کی نورانی فضا سب کو روحانی غذا مہیا کرنے لگ جائے گی کسی چیز کی یہاں کمی نہ ہوگی، دنگا و فساد کے واقعات شاذ و نادر ہوا کریں گے۔ اور حقیقتاً یہاں شہد کی نہریں اور دودھ کے دریا بہتے نظر آئیں گے۔ یہاں سے پھر اللہ تعالےٰ کے پیغام کو قرآن شریف کی شکل میں لے کر یہاں کے تربیت یافتہ مبلغین دنیا کے دور دراز مقامات پر پہنچیں گے اور اس کی تعلیم پر کما حقہٗ عمل پیرا ہونے والے مرد کامل کی سیرت بھی دنیا کے سامنے رکھ دیں گے۔ ان دو حقیقتوں کے بالمقابل دنیا کی کسی قوم کے پاس نہ کوئی معقول الہامی کتاب ہے نہ اس پر عمل پیرا ہونے والے کی شخصیت کا

۲۵

اخبار بدر قادیان کی غلط فہمی کا ازالہ

یو-پی کی قادیانی جماعتوں کی سالانہ کانفرنس امسال امروہہ میں منعقد ہوئی۔ امروہہ کے معزز ترین بزرگ حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی مرحوم تھے، شاید ان کے نام سے فائدہ اٹھانے کے لئے قادیانی حضرات نے امروہہ میں کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ مولنا سید محمد احسن مرحوم نہایت مشہور احمدی تھے اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور سے آخری وقت تک ان کا گہرا اور مضبوط تعلق رہا۔ اس کے باوجود میاں بشیر احمد صاحب نے اپنی ایک کتاب میں مولانا مرحوم کو قادیانی بنانے کی کوشش کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ:

"یہ بزرگ شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت میں داخل ہوئے مگر بعد میں منکرین خلافت کے بہکانے سے بعض امور میں خلاف ہو گئے مگر وفات کے قریب پھر مائل ہو گئے تھے"۔

کانفرنس کی روداد شائع کرتے ہوئے قادیانی اخبار "بدر" نے اپنی ۱۲؍اکتوبر کی اشاعت میں میاں بشیر احمد صاحب کی کتاب کا مذکورہ مقولہ نقل کیا ہے ہمارے پاس اس مقولہ کے غلط بے بنیاد اور گمراہ کن ہونے کے متعدد ثبوت ہیں فی الحال مرحوم مولانا محمد احسن صاحب کے صاحبزادہ سید محمد یعقوب احسن صاحب کا وہ خط ذیل میں شائع کر رہے ہیں جو اتفاق سے عین موقعہ پر ہمیں موصول ہوا ہے۔

کراچی سے سید محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں:-

جناب مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم فاضل امروہوی کے صرف چار لڑکے تھے۔ سب سے بڑے سید محمد اسمٰعیل صاحب تھے ان کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کی اولاد یہاں کراچی میں موجود ہے۔ دوسرا یہ خاکسار سید محمد یعقوب جو ۱۹۰۱ء سے ان کی وفات ۱۹۲۶ء تک برابر مسلسل ان کی خدمت میں رہا۔ تمام تحریری کام ان کا میرے ہی سپرد رہا۔

تیسرے ان کے فرزند سید محمد یوسف احسن سکھر پاکستان میں رہتے ہیں۔ اب ریٹائر ہو گئے ہیں۔

چوتھے فرزند سید محمد یحییٰ احسن یہاں کراچی میں ہی ملازم ہیں اس کے علاوہ اور کوئی لڑکا قیصر یا کوثر ان کا نہیں تھا۔ ہم اس نام سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اکثر افراد کی نسبت میں نے سنا ہے کہ ان کے نام سے غلط طریقے سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ بہرحال میں کوشش کر کے پتہ چلاؤں گا کہ یہ حضرت کون ہیں۔ جناب والد صاحب مرحوم اعلان فتح اسلام سے آخر وقت وفات تک ایک ہی عقیدہ پر قائم رہے۔ مرض الموت میں جناب مولوی صدر الدین صاحب جو آج کل امیر جماعت ہیں تشریف لائے تھے، وہ بوجہ مصروفیات دینی واپس چلے گئے لیکن مولوی عصمت اللہ صاحب مرحوم کو اپنی جگہ امروہہ میں چھوڑ گئے۔ ۳ یا ۴ دن کے بعد والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ خود مولوی عصمت اللہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

یہ تمام کارروائی اخبار "پیغام صلح" ۳۶؍۲ صفحہ ۲۱ پر جولائی ۱۹۲۶ء میں شائع ہو گئی ہے۔ عنوان یہ ہے:-

"سلسلہ احمدیہ کے ایک فرشتہ سید بزرگ کا انتقال"

جس میں حضرت مولوی صدر الدین صاحب سے ملاقات کا تذکرہ بھی ہے۔ میری نسبت بھی اس میں کچھ تحریر ہے۔ ۔ میاں محمود احمد صاحب ۔ ۔ ۔ کو جب خبر وفات معلوم ہوئی تو انہوں نے بھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی اور اپنی جماعت کو بھی تاکید کی کہ وہ بھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ مسیح کا نزول دو فرشتوں کے کاندھوں کے ذریعہ ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اسکے دو مددگار ہونگے جو کہ اس کی دعاؤں کی تصدیق کریں گے اور ہر طریقہ سے اس کے ممد و معاون ہوں گے۔ والد صاحب مرحوم نے اپنی متعدد تصانیف میں اس کا ذکر کیا کہ ان دو فرشتوں میں ایک حضرت مولینا نور الدین صاحب مرحوم ہیں اور دوسرا یہ خاکسار سید محمد احسن ہے۔ مولانا مرحوم نے بھی حضرت صاحب کی وفات کے بعد انتقال کیا اور دوسرا ۔ ۔ فرشتہ ۔ ۔ بھی ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت مسیح موعودؑ کے انتقال کے بعد اللہ تعالےٰ کو پیارا ہوا۔

پس یہ کذب صریح ہے کہ والد صاحب نے صداقت سے انحراف کیا۔ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

ہم بھی بفضلہ تعالیٰ ان ہی عقائد پر قائم ہیں جن پر والد صاحب مرحوم تھے۔ میں ان کی سیرت پر لکھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ بعد طبع خدمت عالی میں روانہ کروں گا جناب والد صاحب ابتداء تصنیف براہین احمدیہ حصہ اوّل حضرت مسیح موعود سے متعلق رہے مجھ کو بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کو کسی غلط فہمی کی بنا پر کچھ شکوک ہو گئے تھے وہ آپ نے رفع کر لئے۔ والسلام

سید محمد یعقوب احسن

اس خط کو پڑھ کر قارئین کرام خود ہی فیصلہ کریں کہ مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم جماعت احمدیہ قادیان سے تعلق رکھتے تھے یا انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے ممبر تھے۔

ہم اس سلسلہ میں اخبار بدر سے یہ سوال کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ مولانا مرحوم کو بہکانے کا ہم پر جو الزام لگایا گیا ہے۔ اس کے صحیح ہونے کی کیا دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ انہیں قادیانیوں نے بہکا دیا تھا تو کیا یہ کہنا درست ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ دلیل قطعی بوگس اور بے بنیاد ہے تو پھر مولینا مرحوم کو بہکانے کا الزام کیسے درست ہو سکتا ہے پھر مولینا مرحوم کوئی ان پڑھ اور نوجوان تو تھے نہیں کہ کسی کے بہکانے میں آ جائیں وہ تو بفضلہ تعالیٰ مولانا اور مولوی اور فاضل تھے اور پختہ عمر کے سلیم العقل رہنما تھے انہیں بہکانے کی جرأت یا صلاحیت کسے ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ اخبار بدر اپنی اس غلطی پر نادم ہوگا اور مذکورہ ثبوت کی روشنی میں اپنی غلط فہمی کو دور کر لیگا۔ (پندرہ روزہ)

نمونہ - پس اسلام ایک ایسی مضبوط چٹان ہے جب کوئی اس سے ٹکرائیگا تو کچلا جائے گا اور جس پر یہ گریگا اسے پاش پاش کر دے گا۔
(باقی دارد)

بسلسلہ صفحہ ۲

لیکن حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ چند احادیث ہی کافی ہیں اب اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے تشریف لا کر ہزاروں مسلمانوں کے دل نور ایمان سے منور کر دیئے جو اسلامی روح سے کما حقہ واقف ہو کر دین اسلام کے نور کو دنیا میں پھیلانے میں سر توڑ کوشش کر رہے ہیں اور یہی اُمّت کے مسیح اور مہدی کا کام تھا جسے سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے نہایت عمدگی سے سر انجام دیا ہے۔ (باقی آئندہ)

ملک کی سلامتی و بقا کے لئے نیم شبی دعاؤں کے زبردست ہتھیار کو کام میں لائیے۔

پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۹

ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔

ایسے صانع کے وجود کا کیونکر انکار ہو سکتا ہے
جس کے ہزارہا عجائبات سے زمین و آسمان پُر ہیں

ارشادات عالیہ حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

میں اپنے دوستوں کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ خوب یاد رکھو اور دل سے سُنو اور دل میں جگہ دو۔ کہ اللہ تعالےٰ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اپنے وجود اور توحید کو پُر زور اور آسان دلائل سے ثابت کیا ہے ایک برتر ہستی اور قوی ہے۔ وہ لوگ جو اس زبردست ہستی کی قدرتوں اور عجائبات کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے وجود میں شکوک ظاہر کرتے اور شبہ کرتے ہیں ہم سچ جانو بڑے ہی بدقسمت ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی زبردست ہستی اور مقتدر وجود کے اثبات کے متعلق یہی فرمایا ہے افی اللہ شکٌ فاطر السمٰوٰت والارض۔ کیا اللہ کے وجود میں بھی شک ہو سکتا ہے۔ جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ دیکھو یہ تو بڑی سیدھی اور صاف بات ہے کہ ایک مصنوع کو دیکھ کر صانع کو ماننا پڑتا ہے۔ ایک عمدہ جُوتے یا صندوق کو دیکھ کر اس کے بنانے والے کی ضرورت کا معاً اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ پھر تعجب پر تعجب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی میں کیونکر انکار ہو سکتا ہے جس کے ہزارہا عجائبات سے زمین و آسمان پُر ہیں۔ پس یقیناً سمجھ لو کہ قدرت کے ان عجائبات اور صنعتوں کو دیکھ کر بھی جن میں انسانی ہاتھ۔ انسانی عقل و دماغ کا کام نہیں۔ اگر کوئی بیوقوف خدا کی ہستی اور وجود میں شک لائے تو وہ بدقسمت انسان شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے اور اس کو استغفار کرنا چاہیئے۔ خدا کی ہستی کا انکار دلیل اور روئیت کی بناء پر نہیں۔ بلکہ اللہ جلشانہٗ کی ہستی کا انکار کرنا باوجود مشاہدہ کرنے اس کی قدرتوں، اور عجائبات مخلوقات اور مصنوعات کے جو زمین و آسمان میں بھرے پڑے ہیں۔ بڑی ہی نابینائی ہے۔ نابینائی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک آنکھوں کی نابینائی ہے اور دوسری دل کی آنکھوں کی نابینائی کا اثر ایمان پر کچھ نہیں پڑتا ہے لیکن دل کی نابینائی کا اثر ایمان پر پڑتا ہے اس لئے یہ ضروری اور بہت ضروری ہے۔ کہ ہر ایک شخص اللہ تعالےٰ سے پورے تذلل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

بحر حکمت کے موتی

الحرب سجال
لڑائی ڈول ہے

باب قول اللہ تعالےٰ هل تربّصون بنا الاّ احدی الحسنیین الحرب سجالٌ۔

ترجمہ

اللہ تعالےٰ کا قول هل تربّصون الخ کیا تم ہمارے متعلق دو بھلائیوں میں سے ہی ایک کا انتظار کرتے ہو اور لڑائی ڈول ہے۔

نوٹ۔ از حضرت مولینا محمد علی صاحب مرحوم:۔

وہ دو بھلائیاں شہادت اور فتح ہیں کہ دونوں میں سے ایک تو ملے گی۔ لڑائی کے ڈول ہونے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح ڈول کبھی اُوپر آتا ہے اور کبھی نیچے جاتا ہے اسی طرح لڑائی میں کبھی غالب بھی ہوتا ہے کبھی مغلوب بھی ہوتا ہے۔

مجاہد کا سامان تیار کرنیوالا اور اس کے گھر کی نگرانی کرنیوالا

عن زید بن خالدٍ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من جھّز غازیًا فی سبیل اللہ..... فقد غزا ومن خلف غازیًا فی سبیل اللہ

(باقی بر صہ ۱۲ اشتہار کے نیچے)

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دُوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مُسلمانیم از فضلِ خُدا
مُصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا

قوموں اور افراد پر مصائب کا آنا قانونِ الٰہی ہے

پیش آمدہ مصائب پر صبر و استقامت کا بیش قیمت سبق

اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کا شاندار اجر

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء

فرمودہ

حضرت امیر قوم مولینا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

بمقام

جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

یا یھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ - ان اللہ مع الصابرین ——— فان اللہ شاکر علیم ——— (البقرۃ : ۱۵۳ — ۱۵۸)

فرمایا کہ اے مومنو! صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ سے سہارا پکڑو صبر کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ کی معیت حاصل ہوگی۔ پھر فرمایا ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا حضور صلعم بے شک اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالےٰ کے محبوب ہیں مگر اس دنیا میں قاعدہ ہے کہ حق و باطل کی لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ حضور صلعم کے بارے میں قوم جانتی ہے کہ آپؐ قوم کے خیر خواہ ہیں۔ قوم کو خدا تعالےٰ سے روشناس کرانا چاہتے ہیں، باوجود اس کے حضور صلعم اور آپؐ کی قوم کے مقابلہ میں لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور آپؐ کو اور آپؐ کے دین کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر فرشتے آسمان سے اتر کر ان لوگوں کو قتل نہیں کر دیتے۔ یہاں آیات میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور صلعم کے لئے ابتلاء آنے والا ہے، فرمایا ولنبلونکم بشیء من الخوف یہ یقینی بات ہے کہ ہم تمہیں آزمائش میں ڈالیں گے کبھی خوف کا عالم طاری ہوگا۔ کبھی دشمن کے ہتھیار زیادہ ہوں گے والجوع کبھی ایسا ہوگا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں کمی ہو جائے گی والاموال لوگوں کی تجارتیں اور کاروبار خراب ہو جائیں گے جانور، حیوانات اور مکانات تباہ ہو جائیں گے والانفس اور جانوں پر تباہی بھی آئے گی تم پر، تمہارے عزیز و اقارب پر تباہی آئے گی۔ والثمرات ملک کی پیداوار بھی کم ہو جائے گی یہ ہمارا قانون ہے۔ حضور صلعم اور آپؐ کی قوم پر ابتلاء کے یہ حالات طاری ہوئے فرمایا وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ لوگ جو ایسے حالات میں صبر سے کام لیتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے، تو وہ پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو خدا کے لئے ہیں۔ ہمارے جان و مال اور سب چیزیں اس کی ہیں۔ اگر ہم مارے بھی جائیں تو ہم نے اپنے خالق و مالک کے پاس جانا ہے انہیں خوشخبری دیجئے کہ اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات اور رحمتیں نازل ہوں گی اور وہی صحیح رستہ پر چلنے والے ہیں مصیبت کے وقت ایسا ایمان استقلال اور صبر دکھانے والوں کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے رحم و کرم اور بخشش و مغفرت کی خوشخبری دی گئی ہے اور فرمایا کہ ایسے لوگ صحیح راستہ پر چلنے والے ہیں۔

اس ضمن میں ایک تاریخی واقعہ بیان فرمایا جو ازدیاد ایمان کا باعث ہے۔ فرمایا: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ایک عورت نے صبر کر کے دکھایا۔ یہ حضرت ہاجرہؑ کی طرف اشارہ ہے ان کا بیٹا حضرت اسمٰعیلؑ چھوٹا سا تھا۔ ماں نے جب دیکھا کہ بچہ کے لئے پانی ختم ہو چکا ہے۔ بچہ بلبلاتا ہے۔ ماں کا کلیجہ بچے کے لئے رحمت سے بھرا ہوتا ہے، بچہ ہو یا جوان اور خواہ بوڑھا ہو، ماں کا کلیجہ بیٹے کے لئے رحمت و شفقت کا خزینہ ہوتا ہے۔ ہاجرہؑ تڑپنے لگیں کہ اب کیا ہوگا۔ پہلی مصیبت یہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی اور بچے کو ویرانے میں چھوڑ کر خود چلے گئے۔ جب وہ جانے لگے تو حضرت ہاجرہؑ گھبرا گئیں۔ انہوں نے جب حضرت ابراہیمؑ کو رختِ سفر باندھتے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا الی من تکلنا۔ آپ ہمیں کس کے سپرد کر کے چلے ہیں قال الی اللہ اکلکم۔ میں تمہیں خدا کے سپرد کر کے چلا ہوں۔ پوچھا اللہ امرک بھذا کیا یہ خدا کا حکم ہے، فرمایا ہاں۔ تو حضرت ہاجرہؑ نے کہا اذا لا یضیعنا۔ تو اللہ تعالےٰ ہمیں ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ ایک عورت کا ایسا ایمان ہے کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ لکھا ہے کہ جب بچہ بلبلانے لگا تو پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہؑ صفا کی طرف دوڑیں یہ دیکھنے کے لئے صفا پر چڑھیں کہ کہیں پانی نظر آئے۔ کہیں کوئی پرندہ اڑتا ہوا نظر آئے۔ جس سے کہیں پانی کی موجودگی کا پتہ چلے لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ پھر مروہ کی پہاڑی پر جا چڑھیں کہ پانی کا کوئی آثار نظر آئے لیکن کوئی صورت نظر نہ آئی۔ یہ تھکتی نہیں استقلال کا نمونہ ہیں، عورت زاد ہیں، - - - - ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کی طرف دوڑیں۔ - - - اس طرح سات مرتبہ دونوں پہاڑیوں کی طرف دوڑتی اور پھر ان پہاڑیوں پر چڑھتی لیکن مایوس نہیں ہوتیں۔ اس خاتون کے اندر استقلال اور صبر کی انتہا ہے۔ اسی صبر و استقلال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ نازل ہوتا ہے اور جس جگہ وہ بیٹھتا ہے وہاں پانی کا ایک چشمہ ابلتا ہے۔ جس سے انہیں اور ان کے بچہ کو تسکین حاصل ہوتی ہے یہ ہے صبر کا نتیجہ۔ فرمایا وبشر الصابرین۔ صبر مشکل چیز ہے، لیکن اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے، صبر اور مصبر کڑوی چیز کو کہتے ہیں۔ اسی سے صبر کا لفظ نکلا ہے گویا یہ بہت مشکل اور نہایت تلخ چیز ہے لیکن اس کے درجات بہت بلند ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی صبر کا بہت بڑا نمونہ دکھایا ہے کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنے پیارے فرزند کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے اسی لئے خانہ کعبہ کے نزدیک ایک طرف مقام ابراہیم ہے اور دوسری طرف حضرت ہاجرہؑ کی یاد میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑنا ہے جس کو حج کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے سب سے پہلے حاجی حضرت نبی کریم صلعم ہیں وہ خدا کے محبوب ہیں، آپؐ بھی صفا اور مروہ پر اس عورت کے قدموں پر چل کر سعی بین الصفا والمروۃ کر رہے ہیں۔ یہ شعائر اللہ میں سے ہے جو ہاجرہؑ کی یادگار ہے، یہ کتنا بڑا مقام ہے ایک صابر و شاکر عورت کا۔ تمام کے تمام مسلمان حج کرنے جاتے ہیں تو حضرت ہاجرہؑ کی سعی کی یاد میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں اور مقام ابراہیمؑ کی بھی زیارت کرتے ہیں غرض قوموں اور افراد پر مصیبت کا آنا بھی قانونِ الٰہی ہے۔ مصیبت کو کم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی ہے مصائب آتے ہیں ان کی وجہ سے انسان کے جوہر کھلتے ہیں قرآن کریم کی یہ تعلیم ہم کو قیمتی سبق سکھاتی ہے اگر ہم خدا کے ہو جائیں تو خدا ہمارا ہو جائے گا

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۷۱ء

یہ فتح مندی ہے یا ڈاکہ زنی؟

۱۷ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو یہ رُوح فرسا خبر تمام پاکستان میں نہایت رنج و اندوہ کے ساتھ سنی گئی کہ مشرقی پاکستان میں ہماری شیر دل افواج کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا گیا، یہ کس طرح ہوا؟ اس کی تہ میں کیا راز پوشیدہ ہے؟ وہ شیر دل جانباز جو نہایت بہادری کے ساتھ دشمن کے بھاری لشکروں کو تباہ کرتے چلے جا رہے تھے، اور ان کے کارناموں کو دیکھ کر غیر ملکی صحافیوں کو علی الاعلان کہنا پڑا تھا کہ یہ لوگ انسان نہیں جن ہیں اور جنرل نیازی جیسا نامور کمانڈر جن کی قیادت کر رہا تھا، یہ کیسے ہوا کہ یکلخت وہ دشمن کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے؟ یہ راز ابھی تک پوشیدہ ہے، اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے افشاء ہونے پر کیا کچھ حیرت انگیز امور سامنے آئیں اور کن لوگوں کا دامن وطن فروشی کی اس خونریز سازش سے ملوث ثابت ہو، یہ سب کچھ کسی آئندہ وقت دنیا کو معلوم ہو جائیگا اور پتہ لگ جائے گا کہ پاکستان کی تاریخ میں ملک و ملت کے لئے جانبازی کے شاندار کارناموں کے ساتھ وطن فروشی کے سیاہ داغ کا موجود ہونا کہاں تک ثابت ہے؟

فی الحال اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ امر واقع ہے کہ ملک کا ایک بازو ہم سے کٹ گیا جو خون کے آنسو رُلانے کا موجب ہے۔ دشمن آج خوشیاں منا رہا ہے کہ نام نہاد بنگلہ دیش جس کی وہ ایک مدت سے رٹ لگا رہا تھا اور جس کے لئے مشرقی اور مغربی پاکستان میں جنگ و جدل برپا کر کے ہزاروں انسانوں کی زندگیاں تباہ کیں، آخر کار اسے مل گیا، کس طرح ملا؟ ایسے ہی جیسے کوئی ڈاکو کسی شریف آدمی کے گھر میں گھس آئے اور چاقو، خنجر یا پستول دکھا کر زبردستی قبضہ حاصل کر لے۔ بھارت کا مشرقی پاکستان پر قابض ہو جانا خطرناک ڈاکہ زنی سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں رکھتا، یہ ہم ہی نہیں کہتے تمام بیرونی ممالک اس کے اس قبضہ کو ڈاکہ زنی سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں دیتے، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں دنیا کے ۱۰۴ ممالک نے اس کی جارحیت کی مذمت کی اور اس بات پر زور دیا کہ دونوں ممالک جنگ بند کر کے اپنی افواج کو اپنی اپنی سرحدوں میں واپس لے آئیں، پاکستان نے اس کو مان لیا، لیکن بھارت نے اپنے سچھو رُوس کی مدد سے اس قرارداد پر خط تنسیخ کھینچ کر ثابت کر دیا کہ وہ حق و انصاف کا دشمن ہے، یہ کس قدر رسوائی ہے جو ان دو تو ممالک نے خریدی، لیکن شرم بے حیا کے لئے آنی جانی چیز ہے، اسے اپنے مقصد سے غرض ہے، خواہ وہ کتنا بھی ناجائز ہو، مسز اندرا گاندھی نے اس بے شرمی میں یہ کہکر اور اضافہ کر دیا ہے کہ پاکستان اور بھارت میں جنگ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال پر افریشیائی ملکوں کے درمیان مشورہ ہونا چاہیئے۔ اس تجویز کے جواب میں لیبیا کے صدر کرنل قذافی نے یہ سچی بات کہکر اس کے منہ پر زبردست طمانچہ مارا ہے کہ بھارت روس کے ساتھ فوجی معاہدہ کرنے کے بعد نہ تو غیر جانبدار رہا ہے اور نہ ہی آزاد، اس لئے یہ مشورے بامقصد اور مفید نہیں ہو سکتے۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کے پیش نظر پاکستان کے نامزد وزیر اعظم اور وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی صاحب بھٹو کا یہ کہنا حق بجانب ہے کہ پاکستان کو بھارت پر اخلاقی فتح حاصل ہوئی ہے، یہ بالکل صحیح ہے، لیکن مشرقی پاکستان پر بھارت کے قبضہ سے جو دھچکا پاکستان کو لگا ہے وہ اس قدر زبردست ہے کہ اخلاقی فتح اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ آج اس سانحہ عظیم کی وجہ سے تمام ملک سوگوار ہے۔ ملک کا بچہ بچہ، بوڑھے اور جوان، مرد اور عورتیں نوحہ کناں ہیں کہ ہمارے ملک کا ایک ٹکڑا ہم سے جدا ہو گیا۔ عوام اور خواص اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے جلوس بھارت کی اس ڈاکہ زنی کے خلاف سخت احتجاج کر رہے ہیں۔ اور ہرگز اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

دوسری طرف مشرقی پاکستان میں بھارت کے فوجی قبضہ کے بعد اس کی نام نہاد مکتی باہنی امن پسند شہریوں پر گولیاں برسا کر جس درندگی کا مظاہرہ کر رہی ہے وہ بھارت کے وحشیانہ پن کا ایک اور کھلا ثبوت ہے، اس کے ساتھ ہی بھارت کے قبضہ کو تسلیم نہ کرنے والے ہزاروں وطن پرست لوگوں کی مزاحمت اس حقیقت کا روشن ثبوت ہے کہ مشرقی پاکستان میں نام نہاد بنگلہ دیش کی آواز بلند کرنے والی بھارتی حکومت ہے یا اس کے چند بنگالی پٹھو، ورنہ وہاں کی عام آبادی ابھی تک نہ بھارتی قبضہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے نہ مکتی باہنی کے نام نہاد بنگلہ دیش کو، ایسا ہی چین اور امریکہ اور دوسرے بہت سے ممالک بھی ابھی تک نام نہاد بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرتے اور بھارت کو وہاں سے اپنی فوجیں نکالنے کا بار بار مشورہ دے رہے ہیں، گویا نہ اندرونِ ملک بنگلہ دیش کی کوئی حقیقت ہے نہ بیرونی دنیا میں اسے تسلیم کیا جاتا ہے۔

ان حالات میں مشرقی پاکستان پر بھارت کا قبضہ یقیناً عارضی ہوگا، اور عنقریب وہ دن آئے گا جب روس کے ساتھ اس کا گٹھ جوڑ خود اس کے لئے بہت بڑی مصیبت کا باعث بن جائے گا، اور پاکستان کے ایک حصہ پر قبضہ کرنے کی جو ناپاک مثال اس نے قائم کی ہے ہو سکتا ہے کہ بقول کرنل قذافی (صدر لیبیا) یہی مثال خود اس پر بھی دہرائی جائے۔

بہر حال اہل ایان پاکستان کے لئے یہ حالات نہایت تکلیف دہ ہیں، دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہماری تقصیروں اور غلطیوں کو معاف فرمائے اور کوئی ایسی صورت پیدا ہو کہ یہ مشکل حالات مبدل بہ مسرت و شادمانی ہو جائیں۔

پاکستان کی صدارت جناب بھٹو کے سپرد کر دی گئی

۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھال لیا اور سابق صدر آغا محمد یحییٰ خان اور فوج کے چند جرنیلوں کو ریٹائر کر دیا گیا، جنرل گل حسن کمانڈر انچیف بنا دیئے گئے، جناب بھٹو نے صدارت کا حلف اُٹھانے کے بعد رات کے دس بجے ریڈیو پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے طویل نشری تقریر کی جس کا ضروری اقتباس درج ذیل ہے:-

میں آج عوام کے نمائندے کی حیثیت سے بول رہا ہوں اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جلد از جلد ملک میں جمہوریت بحال کروں گا۔ مارشل لاء ضرورت سے زائد ایک دن بھی بلکہ ایک گھنٹہ اور ایک سیکنڈ بھی جاری نہیں رکھا جائے گا۔ میں اس گھٹن کو ختم کرنا چاہتا ہوں جو آمریت کے نتیجہ میں یہاں مسلط کر دی گئی ہے آمرانہ دَور میں یہاں جمہوریت کے تمام ادارے تباہ کر دیئے گئے ہیں۔ ان سب جمہوری اداروں کو بحال کرنا ہے عوام کے اعتماد کو بحال کرنا ہے ایسا معاشرہ تعمیر کرنا ہے جس میں ایک عام پاکستانی اور ہر غریب شہری خود کو آزاد محسوس کر سکے، وہ مجھ سے بھی جواب طلب کر سکے اور اگر میں غلطی کروں تو کہہ سکے تم جہنم میں جاؤ ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔ میں ایسی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں جس میں عوام حکومت سے جواب طلب کر سکیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں بہت جلد آئین بناؤں گا لیکن وہ پچھلے لوگوں کی طرح میرا آئین نہیں ہوگا وہ عوام کا آئین ہوگا لیکن اس کے لئے مجھے کچھ وقت چاہیئے۔ ہم نے عوام سے جو وعدے کئے ہیں ہم انہیں ضرور پورا کریں گے۔ جمہوریت کی بحالی ہمارا وعدہ ہے، لیکن اس کے لئے میرے پاس کوئی "سکیم" نہیں سکیمیں اس سے پہلے بہت پیش کی جا چکی ہیں اور وہ سب سکیمیں ناکام ہوئیں ہیں، ہر چار ماہ کے بعد ریڈیو ٹیلی ویژن پر آپ کے سامنے آکر کوئی نئی سکیم پیش نہیں کروں گا۔ ہاں صرف اس وقت آپ سے خطاب کروں گا جب مجھے کوئی فیصلہ کرنا ہوگا اس کے لئے میں آپ کی منظوری حاصل کروں گا۔

میرا دل مشرقی پاکستان کے بھائیوں کے ساتھ ہے۔ مشرقی پاکستان ہمارے وطن کا ناقابل تقسیم حصہ ہے میں اپنے مشرقی پاکستانی بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہمیں بھلا نہ دیں اگر انہیں ہم سے کوئی ناراضگی ہے، ہم پر کوئی غصہ ہے تو ہمیں معاف کر دیں۔ میں مسلح افواج کے ان شیر دل اور جانباز افسروں اور جوانوں سے بھی جو مشرقی پاکستان میں محصور اور قید ہو گئے ہیں یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ حوصلے نہ ہاریں۔ انہوں نے بڑی بہادری سے اپنے وطن کا دفاع کیا ہے۔ ہماری نظروں میں وہ آج بھی پہلے کی طرح بہادر ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ وقتی مشکلات کو جرأت و ہمت سے برداشت کریں ہم اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھیں گے جب تک انہیں آزاد نہ کرا لیا جائے، ان کی جو توہین ہوئی ہے اسے ختم نہ کر دیا جائے ان کی عزت بحال نہ کرا دی جائے آپ کے رشتہ دار یہاں موجود ہیں وہ بھی اور آپ بھی عزیز ہیں خدا کے لئے کبھی یہ نہ سوچیئے

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲)

مراسلات

جنوبی امریکہ

گذشتہ ہفتہ ہمارے وطن سرینام جنوبی امریکہ میں جناب مولانا صلاح الدین تایو صاحب مبلغ افریقہ تشریف لائے تھے۔ آنجناب کو گذشتہ سال کی احمدیہ کنونشن میں شمولیت کے لئے دعوت دی گئی تھی۔ مگر معلوم ہوا کہ بعض گروہ کی سازش سے نہ پہنچ سکے ... بہرحال اللہ تعالے کے فضل سے اس سال موقع مل ہی گیا۔ سرینام کی احمدی جماعت نے مولانا تایو کا استقبال بڑی خوشی سے کیا جب وہ ہوائی اڈے سے پچاس کیلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے انجمن کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچے تو وہاں بھی جماعت کے تمام افراد نے خوش آمدید کہا۔ مولانا موصوف نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا۔ دوسرے دن جمعہ کو نہایت شاندار خطبہ دیا اور نماز بھی پڑھائی۔ شام کے وقت ایک بڑی مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا موصوف نے ایک پرجوش تقریر کی۔ چونکہ آنجناب عربی اور انگریزی زبان میں تقریر کرتے ہیں اس لئے خاکسار اس تقریر کا اردو میں ترجمہ کرتا رہا۔ لوگ دلچسپی سے سنتے رہے جس کا اچھا اثر سامعین پر ہوا۔ دوسرے دن ٹیلیویژن پر مولانا تایو اور ڈاکٹر کرامت علی صاحب کے مابین انٹرویو ہوا جس کا ملک کے مسلم اور غیر مسلم طبقہ پر اچھا اثر پڑا۔ ....

چوتھے دن ہیڈ کوارٹر میں مولانا کا لیکچر ہوا۔ جو نہایت علمی تحقیقات کا نتیجہ تھا۔ چونکہ مولانا صاحب کو جزیرہ ٹرینیڈاڈ میں بھی پبلک لیکچر دینا تھا۔ اس لئے انہیں رخصت کرنے سے پہلے تمام علاقہ کا دورہ کرایا گیا۔ جہاں جہاں ہماری جماعت کی مسجدیں ہیں۔ وہاں احمدی جماعت کے لوگوں سے ملاقات کرائی گئی۔

مولانا صلاح الدین تایو صاحب بائبل سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں انہوں نے کسی وقت نائیجیریا کے عیسائی پادریوں کو ایک چیلنج بھی کیا تھا۔ مگر کوئی مقابلہ میں نہ آیا۔ ہمارے یہاں بھی عیسائی لوگوں نے خاموشی اختیار کی۔ مولانا صاحب فی الحال جزیرہ ٹرینیڈاڈ کی احمدی جماعت کے مہمان ہیں اور میٹنگ کے لئے وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ والسلام

مخلص۔ الحاج عبدالرحیم جگو
مبلغ ساؤتھ امریکہ

ایک بھائی کے نام

حدیث مجدد ان اللہ یبعث الخ ...... ترجمہ۔ اللہ تعالے ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد ضرور مبعوث فرمائیگا۔ اب صدی کا اختتام آپہنچا اور مجدد نے صدی کے ابتداء میں آنا تھا۔ تیرہ صدیوں کے جلیل القدر مجددوں کی آمد اس پر مہر تصدیق ثبت کر چکی۔ آج پوری صدی میں صرف اور صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی ایک مدعی موجود ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کے نزدیک حضرت مرزا صاحب اس کے مصداق نہیں تو بار ثبوت اس منکر کی گردن پر ہے اور اس کا فرض ہے کہ کسی دوسرے مدعی کو پیش کرے جس نے الہام الٰہی کی بناء پر دعوے کیا ہو مفصل حالات منسلکہ ۸ صفحات ٹریکٹ میں درج ہیں۔ آپ غور و فکر اور نظر عمیق سے مطالعہ کریں۔ بیعت فارم بھی لف ہے تاکہ آپ کو روز روشن کی طرح معلوم ہو کہ ہماری بیعت دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔

محترم بھائی! چند ٹریکٹ بعنوان ذیل برائے مطالعہ پیش کرتا ہوں تاکہ آپ پر روشن ہو جائے کہ احمدیہ جماعت لاہور اور جماعت ربوہ کے اعتقادات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

(۱) کون سے معتقدات صحیح ہیں؟

(۲) حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت مسیح موعودؑ کے صداقت کے یکساں دلائل۔

(۳) جاہلانہ خیال ..... کس کا؟

امید واثق ہے کہ آپ ان کا مطالعہ سطحی نظر سے نہیں ..... بلکہ عمیق نظر سے کریں گے۔

برادرم! ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لے جانے کے لئے ان نشانات کی صداقت پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ عافیت کی راہ کونسی ہے اور امن کا راستہ کونسا ہے۔

برادرم! طالب حق کی طرح اس ایک تنہا اور منفرد مدعی کے دعوے پر غور و خوض کریں۔ اس صداقت کی اس دلیل پر دلی انصاف سے نظر ڈالیں اور وہ بات منہ پر لادیں جو عقل، خدا ترسی اور انصاف کی مقتضی ہے۔

میرے دل کی گہرائی سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالے آپ پر اپنے افضال نازل فرمائے اور اپنے احسان و کرم سے اس صداقت کو قبول کرنے کے لئے آپ کا دل کھول دے۔ خاکسار

فضل داد پنشنر۔ گجرات

چند واقعات

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۱۰ و ۱۷ ر نومبر کے پیغام صلح کے کالم ۲ پر چند واقعات کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں چند واقعات کی صحت ضروری ہے وہ یہ کہ ''۱۹۲۱ء میں خواجہ کمال الدین صاحبؒ نہیں بلکہ ان کے چھوٹے بھائی خواجہ عبدالغنی صاحبؒ میرے ساتھ ہندوستان کے دورے پر تھے۔ مدراس میں ہمیں سیٹھ احمد بادشاہ جو کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے، ملے تھے۔ میں نے حضرت امیر مرحوم اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو تار دے کر مدراس بلایا تھا۔ جس پر وہ دونوں صاحبان تشریف لے آئے اور ہم چند دن سیٹھ احمد بادشاہ کے ہاں ٹھہرے۔ اس دوران سیٹھ احمد بادشاہ نے جو حضرت مولینا مرحوم کی شخصیت کا مطالعہ کیا تو انہوں نے متاثر ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا انسان کوئی نہیں دیکھا۔''

محمد حسن چیمہ۔ ایڈووکیٹ راولپنڈی

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کا اجلاس

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے حلقہ نمبر ۲ (احمدیہ بلڈنگس۔ سمن آباد۔ مصری شاہ، محمد نگر، بھاٹی گیٹ، ریلوے کالونی اور اندرون لاہور) کی خواتین کا ایک خصوصی اجلاس ۱۲ر نومبر کو احمدیہ ہال احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوا۔ حلقہ متعلقہ کی خواتین کے علاوہ بیگم رضیہ ایم علی، بیگم صاحبہ ڈاکٹر وحید احمد، بیگم صاحبہ کرنل سعید احمد اور بیگم سید غلام مصطفےٰ شاہ مرحوم بھی شریک ہوئیں۔ بیگم صاحبہ سید غلام مصطفےٰ شاہ کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ محترمہ رضیہ ایم علی صاحبہ نے تمام خواتین کو گذشتہ اجلاس کی کارروائی سے آگاہ کیا اور انہیں مقامی جماعت کے مجوزہ پروگرام کی تفصیلات بتائیں، مقامی جماعت کے فلاحی اور تعمیری پروگراموں سے روشناس کرایا، ہر بہن سے اپیل کی کہ وہ نہ صرف خود ان پروگراموں کی تکمیل کی خاطر ہر قسم کا تعاون کریں بلکہ اپنی اولادوں کو بھی اس طرف متوجہ کریں۔ اس طرح جماعتی استحکام کی موجب بنیں اور دنیوی کاموں کے ساتھ ساتھ دینی امور کی طرف بھی توجہ دیں۔ ساتھ ہی انہوں نے تمام خواتین میں ایک فارم تقسیم کیا جس پر مقامی جماعت کے مختلف شعبہ جات کے فلاحی پروگراموں کے لئے عطیہ جات اور دستکاری نمائش کے لئے اشیاء کی فہرست درج تھی، ان کی اس اپیل پر بیالیس خواتین نے مختلف قسم کی دستکاری کی اشیاء کا عطیہ دینے کا اعلان کیا۔

آخر میں بیگم رضیہ ایم علی نے سب حاضرین بالخصوص ڈاکٹر مبارک احمد صاحب اور ڈاکٹر وحید احمد صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

اجلاس ہذا میں حلقہ نمبر ۲ سے درج ذیل خواتین کو نائب صدر اور ممبران مجلس انتظامیہ منتخب کیا گیا۔ خازن کا انتخاب نہیں کیا گیا۔ تنظیم خواتین نے فیصلہ کیا کہ یہ کام مقامی جماعت کا دفتر ہی سرانجام دے۔

بیگم سلمہ ناصر احمد۔ نائب صدر
ممبران مجلس انتظامیہ۔ بیگم رشیدہ خواجہ یوسف۔
(۲) بیگم عابدہ اصغر علی شیخ
(۳) بیگم خانزادہ میجر ڈاکٹر بشیر احمد

بقیہ: اجلاس کے اختتام پر والدہ صاحبہ ڈاکٹر مبارک احمد کی جانب سے پرتکلف افطاری کرائی گئی۔ (باقی بر صفحہ کالم نمبر ۳)

غلام نبی مُسلم

یاجوج ماجوج کا دیش رُوس ـــ دجّالیّت کا مظہر اتم

فرنگی لشکرِ دجّال ہے　یاجوج ہیں رُوسی (ظفر علیخاں)

روس یعنی یاجوج ماجوج نے ایک دفعہ پھر اپنی دجالیّت کا مظاہرہ کیا ہے اور اس کے دہریہ خدا دشمن لیڈروں نے اپنی مکارانہ چالوں سے اسلامی پاکستان کو ختم کرنے کے لئے بھارتی راکھشسوں اور درندوں کی پُشت پناہی کی ہے۔ اس بزدل، وحشی اور مکار قوم کی تمام تاریخ انسان دشمن اعمال سے عبارت ہے۔ اور پاکستان کے خلاف اس کے موجودہ معاندانہ اقدامات کا جائزہ لینے سے قبل اس کی گزشتہ تاریخ کا مختصر تجزیہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

روس صدیوں سے وحشی قبائل کا مسکن چلا آیا ہے۔ جس کو مذہب، تہذیب اور انسانی اقدار سے چنداں واسطہ نہیں رہا، تاریخ میں وحشی روسیوں کا ذکر سب سے پہلے سائرس اعظم (کیخسرو) شاہِ ایران کے زمانے میں ملتا ہے جس نے آج سے اڑھائی ہزار سال قبل ایرانی شہنشاہیت کی بناء ڈالی۔ قرآن حکیم میں اس نیک دل بادشاہ کو ذوالقرنین کے نام سے پکارا گیا ہے اس کی سلطنت شمال میں کاکیشیا (کوہ قاف) تک وسیع تھی۔ اپنی سلطنت کے انصرام کے سلسلے میں یہ شہنشاہ شمالی سرحد پر گیا تو وہاں کے لوگوں نے روس کے وحشی قبائل کی شکایت کی اور ان سے حفاظت کے لئے استمداد کی، جیسا قرآن کریم میں مذکور ہے:۔

"جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا، تو ان سے ورے ایک قوم کو پایا۔ جو قریب نہ تھا کہ بات سمجھیں، انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس ملک میں فساد کرنے والے ہیں۔ تو کیا ہم تیرے لئے کچھ مہیا کریں۔ تاکہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک روک بنا دے۔ اس نے کہا جو میرے رب نے مجھے طاقت دی ہے وہ بہتر ہے سو تم مجھے اپنی قوت سے مدد دو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دوں گا۔ میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لے آؤ۔ پھر جب اس نے پہاڑ کی دونوں طرف کے درمیان دیوار کو برابر کر دیا۔ کہا۔ دھونکو، یہاں تک کہ جب اسے آگ کی طرح کر دیا، کہا مجھے پگھلا ہوا تانبا لا دو تاکہ اس کے اوپر ڈالوں۔ سو نہ تو وہ اس قابل تھے کہ اس کے اوپر چڑھ سکیں اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے، کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ پس جب میرے ربّ کا وعدہ آ جائے تو اسے ہموار زمین کر دے گا۔ اور میرے ربّ کا وعدہ سچا ہے اور ہم انہیں

اس دن ایک دوسرے پر موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونکا جائیگا۔ پس ہم ان کو اکٹھا کر دیں گے اور اس دن ہم دوزخ کو کافروں کے سامنے لے آئیں گے، وہ جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں اور وہ سُن بھی نہ سکتے تھے۔" (۱۸: ۹۲-۱۰۱)

بائبل میں روس کو صاف لفظوں میں یاجوج اور ماجوج کا مسکن قرار دیا گیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے اس زمانے میں بھی یہ خدا، دین اور تہذیب کے دشمن تھے، چنانچہ ذوالقرنین کے زمانہ سے تھوڑا عرصہ پہلے اسرائیلی نبی حزقی ایل فرماتے ہیں:۔

"خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد جوج کی طرف جو یاجوج کی سرزمین کا ہے، اور روش اور مسک اور توبال کا فرمانروا ہے، متوجہ ہو۔ اور اس کے خلاف نبوّت کر کہہ کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے یاجوج روش اور مسک اور توبال کے فرمانروا میں تیرا مخالف ہوں۔"

(حزقی ایل کتاب ۳۶: ۱-۲)

مسک اور توبال روس کے دریا ہیں۔ روس کا موجودہ دارالسلطنت ماسکو دریائے مسک (ماسکوا) کے کنارے پر آباد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حزقی ایل کے زمانے میں بھی روسی یاجوج دین حق کے مخالف، وحشی اور انسانیت سے عاری تھے۔ اور ذوالقرنین اعظم نے جہاں بنی اسرائیل کو اہل بابل سے نجات دلا کر فلسطین میں دوبارہ آباد کیا وہاں شمال کے پرامن شہریوں کو وحشی روسی لٹیروں سے نجات دلانے کے لئے لوہا پلائی ہوئی دیوار کھڑی کر دی۔

ذوالقرنین مادی اور روحانی ہر دو اقدار کا حامل تھا۔ اس لئے اس نے جہاں یاجوج ماجوج کا مقابلہ کرنے کے لئے مادی قوت استعمال کی وہاں لوگوں میں نظریاتی روحانی اور اخلاقی قدروں کو زندہ کیا) اور اس طرح روس کی دجّالی یلغاروں کو آئندہ کئی صدیوں تک ختم کر دیا۔ اور تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ روس کے جنوب اور مغرب کے اہل ایمان اور خدا پرست بندے ہمیشہ ان دہریہ منش تہذیب سے عاری اور روحانیت دشمن درندوں پر غالب رہے اور ان بزدلوں کو صدیوں تک ان کی حدود سے باہر نہ نکلنے دیا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرون اوسط تک یاجوج ماجوج کے یہ جانشین چھوٹے چھوٹے گروہوں اور ریاستوں میں ذلّت و پستی کا شکار رہیں۔ اور اگر مغرب سے ان کو پولستانیوں اور جرمنوں نے دبائے رکھا تو تیرھویں چودھویں اور پندرھویں صدی میں مغلوں اور تیموریوں نے اپنا غلام بنائے رکھا، اور تاتاریوں کے بوٹ چاٹتے رہے۔ اس کے بعد عثمانی ترکوں کی اسلامی فوجوں نے انکے وسیع علاقے کو روند ڈالا اور ان کی کچلیاں توڑ دیں، سولھویں، سترھویں اور اٹھارہویں صدی میں ان کو حلقہ بگوش بنائے رکھا۔

اور چونکہ یہ لوگ دجالیّت کے مظہر تھے اس لئے اہل ایمان کی سنانوں کے مقابل سرنگوں رہے۔ اٹھارہویں صدی میں فریڈرک اعظم کے عساکر نے ان کو روندا۔ اُنیسویں صدی کی ابتداء میں نپولین بوناپارٹ نے تمام روس کو لتاڑ ڈالا اور ان کی قوت کو پراگندہ کر دیا۔

عصر حاضر کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ روسی یاجوجوں نے اپنے دجل کے باوجود ہر میدان میں شکست کھائی اور صرف اس وقت ہوش سنبھالا جب کہ یورپ کی کوئی قوم ان کی پشت پناہ ہوئی یا اس کے ہمسایہ ممالک باہم دست و گریباں ہوتے تھے۔ ورنہ میدان جنگ میں روسی ہمیشہ پیٹھ دکھا کر فرار ہوتے رہے ہیں۔ اور محض ملک کے جغرافیائی محل وقوع اور عناصر قدرت برف، سردی اور گھنے جنگلات ان کی ذلت ختم کرتے رہے۔ ۱۸۵۴ء میں ترکوں نے یاجوجی لشکر کو ناکوں چنے چبوائے ۱۹۰۵ء میں کوریا کی جنگ میں ایشائی قوت جاپان نے روسیوں کو ذلت آمیز شکست دی، اور کوریا پر قبضہ کر لیا۔

۱۹۱۴ء کی پہلی جنگ عظیم میں زارِ روس کو جرمنوں نے پے در پے شکستیں دیں۔ اگر اتحادی اور بالخصوص امریکہ مدد کو نہ آتا تو روس کا نقشہ بدل چکا ہوتا۔ اسی طرح ۱۹۳۹ء کی دوسری عالمی جنگ میں جرمن عساکر نے یاجوج ماجوج کے دجّالی لشکر کو روند ڈالا اور روس کے سوشلسٹ استعمار پرست نیم مردہ ہو کر دبکے بیٹھے رہے حتیٰ کہ امریکہ کی جنگی امداد نے ان بزدلوں کو بچایا۔ پس اس قوم کی طویل تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس بزدل و بیدین قوم میں جرأت و دلیری مفقود ہے۔ یہ صرف دوسروں کی مدد، اقوام عالم کی باہمی آویزش اور اپنی دجالانہ عیاریوں سے زندہ ہے۔ اور اس قابل نہیں کہ میدان جنگ میں ڈٹ کر اپنی حفاظت کر سکے، چہ جائیکہ کسی کی مدد کر سکے،

اخلاقی اقدار سے عاری

دنیا کی یہ واحد قوم ہے جس پر شیطان کی مضبوط گرفت ہے۔ یہ اخلاقی اور دینی اقدار سے عاری چلی آئی ہے۔ اور

جنگل کے درندوں کی طرح مادی زندگی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے جیساکہ حزقیل اور ذوالقرنین کے واقعات سے عیاں ہے۔ قرون وسطےٰ میں اس نے عیسائی مذہب کا لیبل لگا لیا، لیکن دین مسیحی نے بھی اس کا کچھ نہ سنوارا، اسنے اس نے غیر مسیحی مخالفوں کے خلاف اپنی حفاظت کے لئے استعمال کیا، اور جب بیسویں صدی میں ضرورت محسوس ہوئی تو عیسائیت کا لبادہ اتار کر دجالیت اور روس ملک گیری کی خاطر سوشلسٹ امپیریلزم کا مہربانہ مسلک اپنا لیا، اور دنیا کا یہ واحد ملک ہے جس نے مذہبی اقدار کو خیرباد کہدیا ہے۔ ورنہ دوسرے سوشلسٹ ملک اب بھی اپنی قدیم اخلاقی اقدار سے چمٹے ہوئے ہیں۔

روسی یاجوجوں کے لئے سوشلزم نظریہ حیات نہیں، بلکہ روسی امپیریلزم کی تکمیل کا دجالی ہتھیار ہے جس کی آڑ میں انہوں نے دنیا بھر کے مظلوم انسانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی اور اپنے ہمسایہ ملکوں کو ہوس اقتدار کے پنجے میں جکڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے زارانِ روس کے نقش قدم پر چل کر دوسری جنگ عظیم میں فنلینڈ، لٹویا، لتھونیا، استھونیا، پولینڈ چیکوسلاویکیا، مشرقی جرمنی، بلغاریہ رومانیا کی کمزور ہمسایہ سلطنتوں پر حملہ کر کے لاکھوں انسانوں کو قتل کیا، اور ان کو غلامی کی زنجیروں میں کس دیا۔ یہ ممالک آج بھی روسی یاجوج کے آہنی پنجہ خونیں میں کراہ رہے ہیں۔

دوسری عالمی جنگ میں ان دجالوں کو سوشلزم بھول گئی۔ اور روسی مادر وطن کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس سے اہل نظر کو معلوم ہو گیا کہ روس کی سوشلسٹ سلطنت زار کی استعماریت کا دوسرا نام ہے اور آج چین کی عظیم سوشلسٹ حکومت نے دنیا کو بتا دیا ہے کہ روس میں بدترین امپیریلزم قائم ہے۔ جس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے چیکوسلاویکیہ ہنگری اور پولینڈ کے کمیونسٹ ملکوں کو کچلا اور چین کی بربادی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کی۔

یاجوج اور عالم اسلام

روس کے یاجوجوں کو انسانیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ خدا کے دین اسلام کے کینہ ترین دشمن ہیں اور اسلام کو اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں سنگ گراں سمجھتے ہیں، وہ گذشتہ تین سو سال سے بحیرہ اسود سے نکل کر بحیرہ روم میں داخل ہونے کے خواب دیکھتے چلے آئے ہیں تاکہ وہ مشرق اوسط میں تسلط جما کر ایشیا، افریقہ اور یورپ کو اپنا دست نگر بنا لیں اور اسلام کی شوکت کو ختم کر دیں مسلمان اور بالخصوص ترک اس کے ارادوں کی تکمیل کی راہ میں زبردست رکاوٹ چلے آئے ہیں۔ انہوں نے دو صدیوں سے خلافت عثمانیہ اور ترکی جمہوریہ کو کچلنے کی سعی جاری رکھی ہے مگر آج تک ناکام و نامراد رہے ہیں اور ان کے سلاطین اور سوشلسٹ استعمار پرست لیڈر یہی حسرت سینوں میں دبائے جہنم رسید ہو چکے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایمانی قوت کا انحصار اسلام اور پیغمبر اسلام سے محبت پر ہے، چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے سینوں سے اس جذبے کو ختم کرنے کے لئے اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف پرزور دجالانہ پروپیگنڈا کیا۔ وسط ایشیا کی مسلمان ریاستوں کی آزادی صلب کر کے اسلام کی تعلیم پر پابندیاں لگائیں۔ دینی مدارس بند کر دیئے اور کفر و الحاد کی تعلیم ہر مسلمان کیلئے لازمی ٹھہرائی۔ اور دیگر اسلامی ممالک میں گمراہی کے جال پھیلائے۔

عرب دشمنی

پھر شمالی افریقہ، مشرق اوسط اور دیگر مسلمان ممالک کے مضبوط بلاک کو توڑنے اور کمزور کرنے کے لئے اس نے دجالانہ ہتھکنڈے اختیار کئے اس مقصد کے لئے مسلمان ممالک میں نسلی اختلافات کو ہوا دی، ترکوں، ایرانیوں اور عربوں کے درمیان باہمی نفرت کو ابھارا، عربوں کے درمیان اسرائیل کی سلطنت قائم کرنے میں مدد دی اور اسے یو این او کا رکن بنایا۔ روس سے یہودیوں کو لاکر فلسطین میں آباد کیا اور اس استبداد کو مادی تقویت دی۔ پاکستان کو ختم کرنے کے لئے بھارت کی بدترین نسل پرست مملکت کی بھرپور مدد کی اور کشمیر کو برہمنی استعماریت کے نیچے رکھنے کے لئے سلامتی کونسل میں کشمیریوں کی ہر تحریک کو ویٹو کیا۔ ان تمام مساعی کا مقصد بحیرہ روم میں رسائی کے لئے میدان ہموار کرنا تھا اور اس کی واحد صورت یہی تھی کہ مشرق اوسط میں بنی اسرائیل کو مضبوط و برقرار رکھا جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ گرد و نواح کی عرب ریاستوں کو کمزوری کا احساس اور امداد کا وعدہ دلاکر اپنا محتاج بنایا جائے اور اس طرح خیر خواہی ظاہر کر کے اپنا اثر ان چھوٹے چھوٹے کمزور ملکوں میں قائم کیا جائے نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۷ء میں روس اور امریکہ کی اکساہٹ پر اسرائیل نے عربوں کے علاقوں کو ہتھیا لیا، لیکن روس نے مگرمچھ کے آنسو بہانے کے سوا کچھ نہ کیا، اور عرب اب تک اس کے دجالانہ اثر سے بے خبر ہیں۔

پاکستان دشمنی

پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی روس نے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ جوں جوں پاکستان مضبوط ہوتا گیا روس کی مخالفت شدت اختیار کرتی گئی۔ روس نے بھارت کی بھرپور مدد کی، اور کشمیر کے معاملے میں روس نے یو این او کے فیصلوں کے خلاف استصواب رائے کو روکنے کے لئے بھارت کی ہمنوائی کی اور جس ملک نے دوسری جنگ کے بعد عالمی امن و انصاف کی خاطر بڑوں کے ساتھ مل کر عالمی تنظیم قائم کی تھی خود ہی اسے ناکام بنانے کے درپے ہو گیا۔ پاکستان اخوت اسلامیہ کا علمبردار رہا۔ اس نے طبعاً اسرائیل کے خلاف عربوں کا ساتھ دیا۔ عرب ملکوں کی عسکری اور معاشی بحالی میں اپنی خدمات پیش کیں۔ پاکستان کا یہ رسوخ اور سالوں پر پھیلی ہوئی عرب دوستی اثر ڈالنے لگی تو روس نے پاکستان کو نابود کرنے کے لئے پرزور کوشش شروع کی۔ اور اس مقصد کے لئے بھارت کے راکٹ سول کو پاکستان کے خلاف اکسایا۔

دوغلاپن

بھارت اور روس ہر دو نے اسرائیل کو تسلیم کر رکھا ہے اور ان سے تجارتی تعلقات بھی قائم ہیں اور دوسری طرف عربوں کو دھوکا دیتے چلے آتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، یہی وجہ ہے کہ روس نے آج تک عربوں کی اس قدر بھی مدد نہیں کی کہ وہ اسرائیل سے اپنے علاقے واپس لے سکیں، بلکہ بھارت اسرائیل کو عرب ملکوں کے حالات سے باخبر رکھکر عربوں کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اور آج یہ حقیقت عربوں پر واضح ہو چکی ہے۔ اور ان دونوں ملکوں کی منافقانہ روش کے خلاف عربوں میں شدید رد عمل پیدا ہو رہا ہے۔

بدقسمتی سے پاکستان نے روس کی پاکستان دشمنی کی گہرائی کا غلط اندازہ لگایا اور روسیوں سے گہرے مراسم قائم کرنے کے لئے ترکوں، ایرانیوں اور روسیوں کے مابین بہتر تعلقات استوار کرنے کے لئے سرگرم عمل رہا جس کے نتیجے میں روسی بیڑا آبنائے باسفورس کے راستے بحیرہ اسود سے بحیرہ روم میں داخل ہو گیا اور عرب دوستی کی آڑ میں پاکستان کی سعی سے روس کا تین صد سالہ خواب پورا ہوا۔ لیکن ۱۹۶۵ء کے بعد عربوں کو پاکستان سے ہمدردی پیدا ہوئی انہوں نے اپنی عسکری تیاریوں کیلئے پاکستان سے استمداد کی اور پاکستان نے عرب ملکوں کی عسکری تیاریوں میں ہاتھ بٹایا تو روس کو اپنے رسوخ اور بالادستی کو خطرہ نظر آیا۔ پس اس دجالی ملک نے پاکستان کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس مقصد کے لئے بھارت کی پاکستان دشمنی کو ابھارا، پاکستان کے خاتمے کے سلسلے میں بھارت اور روس کا ایک مشترکہ مقصد چین کے گرد گھیرا ڈالنا اسے کمزور کرنا اور اس کے دوستوں کو کم کرنا تھا۔ اور یہ مقصد اسی طرح پورا ہوتا نظر آتا تھا۔ کہ چین کے مخلص دوست پاکستان کو کاری ضرب لگائی جائے۔ اور اس مذموم مقصد کے لئے پنج شیلا کا حامی بھارت اور چین کا اشتراکی بھائی روس کمینگی کی انتہائی پستیوں میں اتر گئے۔ اس طرح بدترین برہمنی نسلی سامراج اور یاجوجی اشتراکی استعمار دنیا کے دو امن پسند ممالک چین اور پاکستان کے خلاف متحد ہو گئے۔ ہمارے قائدین کی سادگی کی بدولت ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد روس نے معاہدہ تاشقند کی آڑ میں بھارت کو بچایا اور بعد میں پاکستان کو ختم کرنے کے لئے اس کی تیاریوں میں بھرپور مدد کی اور پاکستان کی طرف بظاہر دوستی کا ہاتھ بڑھائے رکھا۔ اس پس منظر میں عیاں ہے کہ

(باقی برصفحہ کالم ۳)

قرآن کریم کا سول یا کرمنل لاء

۱۹۲۴ء کی بات ہے کسی صاحب نے حضرت امیر مرحوم مولینا محمد علی صاحب کی خدمت میں قرآن کریم کے بیان کردہ سول یا کرمنل لاء سے متعلق بعض سوالات لکھ کر بھیجے جن کا جواب آپ نے نہایت وضاحت سے دیا، جو یکم نومبر ۱۹۲۴ء کے پیغام صلح میں درج ہے، قارئین کرام کے استفادہ کے لئے اس کے سوال و جواب ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں :

سوال ۱ موجودہ زمانہ کی حالت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اگر آزاد مسلمان ممالک میں واضع قوانین مجالس قائم ہو جائیں جیسے ٹرکی اور ایران میں قائم ہو گئی ہیں تو شرعی نقطہ خیال سے ان کے اختیارات وضع قانون کے متعلق کیا ہوں گے ؛ مثال سے اصل مقصد کو واضح کرتا ہوں۔

مثلاً کسی مجلس اسلامی میں یہ بل پیش ہوتا ہے کہ حصص میراث جو قرآن شریف میں مقرر ہیں کم و بیش کرائے جائیں کہ یہ کہ مدت شیر خوارگی میں کمی بیشی ہو جائے۔ کیا مجلس ایسا قانون وضع کر سکتی ہے؟ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر کسی قانونی آیت کی نئی تعبیر کی رُو سے ایسا ہو سکتا ہے تو اس میں شاید اعتراض کی بات نہ ہو۔ (گو اس میں بھی دقت ہے) مگر میری مراد ان قانونی آیات کے تغیر و تبدل سے ہے جن میں نئی تعبیر کی کوئی گنجائش نہیں مثلاً یہ آیت کہ بیٹے کا حصہ بیٹی سے دُگنا ہو یا مُدت شیر خوارگی پورے دو سال ہوگی یا یہ کہ چور کی سزا قطع ید ہے۔

۲۔ جن اسلامی ممالک میں اس وقت چور کو قرآنی سزا نہیں دی جاتی ان کا رویہ شرعی نقطہ نگاہ سے قابل اعتراض ہے؟ یہ سزا رفتہ رفتہ خود معدوم ہو گئی ہے اور علماء نے اس پر کہیں زور نہیں دیا کہ قرآنی احکام پر عمل کیا جائے۔ کیا یہ اجماع سکوتی کے تحت میں آئے گی؟

اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو آیات سول لاء یا کرمنل لاء کے متعلق ہیں ان کی سپرٹ پر عمل کیا جائے یا ان کے لیٹر کی پابندی بھی ضروری ہے۔ یہ امر ہے جو اس بحث کی جان ہے۔ اور اس میں آپ سے رائے طلب کرتا ہوں۔ ان سوالات کو پوچھتے ہوئے میں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ احادیث نبوی (جن کا تعلق سول لاء یا کرمنل لاء سے ہے) تاریخی اعتبار سے مشتبہ ہیں اس واسطے ان کی طرف ان مشکلات میں رجوع نہیں ہو سکتا۔

علمائے اہل سنت بالخصوص حنفاء نے قیاس کا کثرت سے استعمال کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی شرعی حکم کی علت معلوم ہو جائے تو مقدمات کے فیصلہ کرنے میں قیاس بہت کام دے سکتا ہے۔ یعنے کہ علت کے معلوم ہو جانے پر ہم حکم قرآنی کی توسیع کر سکتے ہیں۔ مگر اس سے تو یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہم اس کو بھی بدل سکتے ہیں۔ اگر ایسی تبدیلی ضروری ہو مثلاً مدت شیر خوارگی کے متعلق جو حکم ہے اس کی اصل علت بچہ کی پرورش ہے۔ اس کی مُدت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس مدت کو کم و بیش بھی کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ حالات (تمدنی و اقتصادی وغیرہ) ایسی تبدیلی کے مقتضی ہوں۔ غرض اپنی رائے سے آپ آگاہ فرمائیں۔ اور اگر اسلاف میں سے کسی نے اس مسئلہ پر لکھا ہو تو اس کا حوالہ بھی دیں۔

اس خط کا جو کچھ جواب حضرت امیر ایدہ اللہ نے لکھا وہ . . . . درج ذیل ہے :—

ڈلہوزی ۲۲ اگست ۱۹۲۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی و مکرمی !

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا نوازش نامہ یہاں ڈلہوزی میں ملا۔ اسلاف میں سے اگر کسی نے اس کے متعلق کچھ لکھ دیا ہو تو اس حالت میں اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ کتابیں میرے پاس نہیں۔ اپنی رائے عرض کرتا ہوں :—

آپ کا وسیع سوال یوں ہے کہ قرآن کریم میں جو آیات سول یا کرمنل لاء کے متعلق ہیں ان کی سپرٹ پر عمل کیا جائے یا ان کے لیٹر کی پابندی بھی ضروری ہے۔ اور اسی کے ماتحت یہ سوال بھی آتا ہے کہ آیا کوئی اسلامی مجلس واضع قوانین قرآن کریم کے کسی صریح حکم کے خلاف قانون بنا سکتی ہے جس کی بناء کوئی اجتہاد نہ ہو یا آیت کی کوئی تاویل نہ ہو بلکہ بناء یہ ہو کہ قرآن کریم کی غرض جو اس حکم کے دینے سے تھی وہ یوں پوری ہو جاتی ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے چور کے قطع ید کا حکم دیا تو آیا ایک شخص کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ غرض تو صرف چوری روکنا تھی سو وہ اس قسم کی سزا سے بھی پوری ہو سکتی ہے یا مثلاً قرآن کریم نے طلاق کی اجازت دی تو آیا ایک شخص کو یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ غرض اس کی صرف یہ تھی کہ میاں بیوی اچھی زندگی بسر کر سکیں اور وہ طلاق کے روک دینے سے بھی پوری ہو سکتی ہے۔ یا مثلاً قرآن کریم ورثاء کے بعض حصص مقرر کرتا ہے تو آیا ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ غرض صرف یہ تھی کہ چند قریبی رشتہ داروں کو کچھ مل جاوے۔ اور وہ کسی اور رنگ کے حصص سے بھی پوری ہو سکتی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس دروازہ کو کھول کر قرآن کریم کا کوئی حکم بھی قابل عمل باقی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ اس کی عبادات اور اس کے عقائد پر بھی اس دروازے سے حملہ ہو سکتا ہے اور ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ نماز پڑھنے سے غرض صرف یہ ہے کہ انسان میں قربانی کا مادہ پیدا ہو انکساری کے اخلاق پیدا ہوں اور وہ بغیر نماز کے بھی پوری ہو سکتی ہے۔ روزہ رکھنے سے غرض صرف یہ ہے کہ انسان بھوک پیاس کی شدت برداشت کر سکے یا بعض خواہشات پر حکمرانی کرنا سیکھے۔ اور وہ دوسری طرح بھی پُوری ہو سکتی ہے۔ ایک خدا پر ایمان لانے کی غرض یہ ہے کہ انسان اپنی ہر خواہش کو اپنے فرض کی تعمیل کے سامنے قربان کر سکے یہ اور طرح بھی ہو سکتا ہے۔ کم از کم نماز کے متعلق تو یہ کہا بھی گیا ہے۔ میرے نزدیک یہ رائے صحیح نہیں اور اس سے قرآن کریم کی کوئی تعلیم بھی قابل عمل باقی نہیں رہ سکتی۔

اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ علمائے احناف نے قیاس کا استعمال بکثرت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر کسی حکم کی علت معلوم ہو جائے تو اس کی توسیع بھی ہو سکتی ہے تو یہ صحیح ہے۔ لیکن توسیع سے ان کا مطلب صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ حکم بھی قائم رہتا ہے۔ اور بعض اور باتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اصل حکم کا وہ خلاف نہیں کریں گے۔ مثلاً اگر یہ معلوم ہو جائے کہ طلاق کی ایک علت قرآن کریم نے بیان کی ہے۔ یا تعدد ازدواج کی ایک صورت بیان کی ہے تو وہ توسیع کر کے یوں کہہ دیں گے کہ فلاں صورت بھی چونکہ ان سے ملتی جلتی ہے اس لئے اس پر بھی تعدد ازدواج یا طلاق کی اجازت ہو سکتی ہے۔ یا مثلاً رمضان کی جگہ اور دنوں میں بھی روزے رکھے جا سکتے ہیں بشرطیکہ بیمار یا مسافر ہو تو چونکہ اس کی علت یہ ہو گی کہ امر انکی طاقت سے بالاتر ہے اس لئے اگر کسی جگہ پر دن ایسے لمبے اور سخت گرم ہوں کہ روزہ وہاں نہیں رکھا جا سکتا تو عدۃ من ایام اخر کے حکم میں توسیع ہو سکتی ہے (یہ مثالیں خود میں نے دی ہیں کیونکہ کوئی کتاب اس وقت میرے سامنے نہیں) غرض قیاس سے توسیع جائز ہے اور یہی اصل اجتہاد ہے۔ لیکن اجتہاد یا قیاس کو اس حد تک نہیں لے جا سکتے کہ اصل حکم کے خلاف دوسرا حکم جاری کر دیا جائے۔

قرآن کریم کو خدا کا کلام اور پھر آخری کلام ماننے کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ قانون سول یا کرمنل لاء رنگ میں اس نے قائم کر دیا ہے اس کے خلاف ہمیں نہیں کرنا چاہیئے۔ رہا یہ امر کہ بعض امور مندرجہ قرآن متروک ہو گئے ہیں۔ یا امت کے بعض افراد یا کل افراد کی غلطی ہو سکتی ہے مثلاً سزائے قطع ید متروک ہے۔ یعنی آج کل اسلامی سلطنتیں اس پر عمل نہیں کرتیں۔ اور ان کی تعزیرات میں یہ سزا نہیں رکھی گئی تو اسے بہرحال ایک غلطی ایک خلاف ورزی کہا جائے گا۔ سوائے اس کے کہ قطع ید کے کوئی شخص یہ معنی کر لے کہ اس سے مراد صرف روک دینا ہے۔ جیسا کہ قطع لسان کے معنے زبان روک دینا ہیں۔ حدیث میں آیا ہے اقطعوا عنی لسانہ جہاں مراد خاموش کرانا ہے اور قطع سبیل قرآن کریم میں بھی راستہ روکنے کے معنی میں آتا ہے تو یہ تاویل ہے۔ صحیح ہو یا غلط یہ علیحدہ امر ہے۔ لیکن اگر ایک شخص نیک نیتی سے یہ معنی درست سمجھے اور قرآن کریم کے الفاظ میں یہ توسیع سمجھے تو یہ حق پہنچ سکتا ہے لیکن یہ قرآن کے الفاظ اور حکم کا انکار نہیں بلکہ اس کے دوسرے معنی کرنا ہے۔ اور جہاں تک میں سنے

غور کیا ہے۔ اس زمانہ میں ہماری ضرورت قرآن کریم کو از سرِ نو پڑھنے اور اس پر تدبر کرنے کی ہے۔ اس قطع ید کی سزا کے معاملے میں جس نتیجہ پر میں پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ چور کی سزا بیان کرنے سے پہلے قرآن کریم نے ڈاکو کی سزا بیان کی ہے، اور وہ چار سزائیں ہیں، جن میں سے ایک سزا قید بھی ہے مگر انتہائی سزا قتل یا صلیب ہے۔ اور ان چار سزاؤں کے ذکر کی غرض صرف یہی ہے جیسے حالات ہوں ان کے مطابق زیادہ یا کم سزا دی جائے۔ اب جب ڈاکہ کی کمتر سزا قید بھی ہو سکتی ہے تو چور کی کمتر سزا قید ہونا خود قیاس کے طور پر یہ کہا جائیگا کہ جس طرح ڈاکہ کی انتہائی سزا قتل یا صلیب ہے اسی طرح ید یا ہاتھ کاٹنا بھی چور کی انتہائی سزا ہے اور اس سے کمتر سزا قید بھی اسے دی جا سکتی ہے۔ اگر حالات کا تقاضا ایسا ہو۔ اس سے تعامل کا انکار بھی لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ جن حالات میں جو سزا مناسب سمجھی گئی وہ اختیار کی گئی۔ مگر چوری کے خاص حالات میں یا عادی چور کے لئے قطع ید کی سزا رہے گی۔ ہاں اس میں جیسے چاہیں توسیع ہو سکتی ہے۔

شیر خوارگی کی میعاد کے متعلق جو آپ نے ذکر کیا ہے۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے شیر خوارگی کی کوئی میعاد قرآن کریم نے لازمی نہیں ٹھہرائی۔ صرف اس قدر الفاظ ہیں اور وہ بھی طلاق کے مسائل کے ذکر میں کہ مائیں پورے دو سال تک اپنی اولاد کو دودھ پلائیں لمن اراد ان یتم الرضاعة اس شخص کے لئے جو دودھ پلانے کی میعاد کو پورا کرنا چاہتا ہے تو اس میں خود اختیار دیا ہے اس لئے اگر اس میعاد میں کوئی کمی بیشی قانوناً کی جائے تو گویا اس اختیار کو برتا ہے۔ گو مجھے یہ سمجھ نہیں آیا کہ قانونی طور پر کوئی میعاد شیر خوارگی مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ صرف رضاعت سے جو رشتے حرام ہوتے ہیں ان پر قانون دینی حاوی رہے گا کہ دو سال کی پوری میعاد کے اندر جو رضاعت ہو اس سے رشتہ حرام ہوگا۔

ایک سوال وراثت کا ہے۔ جس کا ذکر آپ نے بھی کیا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں وراثت کا قانون جو قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اسلام کی جمہوریت کو مدنظر رکھتے ہوئے بہترین قانون ہے لیکن اس میں اگر کوئی قوم یہ راستہ اختیار کرتی ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں من بعد وصیة کو لے کر جو تقسیم حصص کے ساتھ آئے ہیں یہ قیاس کرلے کہ اگر کوئی وصیت ہو تو اس کا نفاذ پہلے ہوگا۔ تو اس طرح وصیت کے ذریعہ سے مطلوبہ غرض حاصل ہو سکتی ہے۔ اور قانون کا نفاذ اس صورت میں ہوگا جب وصیت نہ ہو۔ ایسا ہی ہر وارث کے لئے بھی وصیت کرنے کو قرآن کریم نے ناجائز نہیں ٹھہرایا۔ گو یا حدیث میں آیا ہے لا وصیة لوارث تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ وارث کے لئے بھی وصیت ہو سکتی ہے (میں اس کا قائل نہیں) ایسا کہنے میں وہ تاویل کو استعمال کرتا ہے۔

غرض میری یہ ہے کہ قرآن کریم کے خلاف ہم نہیں کر سکتے ہاں قرآن کریم کے الفاظ کے کسی مشہور معنی کو ترک کر کے دوسرے معنی ہم اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ اجتہاد ہے۔ ہمیں جس چیز نے نقصان پہنچایا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک امام یا مفسر کی رائے کو بھی قرآن کریم کی طرح سمجھ لیا گیا ہے ورنہ آج دلائل کے رنگ میں یا علم کے رنگ میں جن باتوں کی ضرورت ہے۔ وہ سب قرآن کریم کے آگے سر جھکاتے ہوئے بھی حاصل ہو سکتی ہیں ہر زمانہ میں لوگوں نے اس زمانہ کی ضروریات کے متعلق اجتہاد کیا۔ لیکن آج اجتہاد کا دروازہ بند کیا جاتا ہے۔ یہ اصل غلطی ہے جو دور کرنے کے قابل ہے۔

مثلاً آج ترکی میں یہ قانون بنایا جاتا ہے کہ دوسرے نکاح کے لئے (یعنے تعدد ازدواج کی صورت میں) ضرورت کو ظاہر کر کے قاضی سے منظوری حاصل کر لی جائے۔ اور وہ یہ بھی اطمینان کرے کہ عدل کیا جائے گا۔ اب اس کو ہم خلاف قرآن نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے تعدد ازدواج کی اجازت صرف استثناء کے رنگ میں ضرورت کے لئے دی ہے۔ اگر کوئی قوم اجازت کی بداستعمالی سے تنگ آکر ایک قومی قانون بنالیتی ہے کہ بغیر ضرورت کا اطمینان کرانے کے کسی دوسرے کو نکاح کی اجازت نہ ہوگی تو یہ قرآن کریم کے حکم کا انکار نہیں۔ یہ صرف قانون یا بداستعمالی کو روکنے کا راستہ ہے قرآن کریم کا کرمنل لاء فی اصل میں قتل زنا۔ چوری۔ صرف تین امور میں بالتصریح سزا کا ذکر کرتا ہے۔ باقی تمام سزاؤں کو جزاء سیئة سیئة مثلها کے عام قانون کے نیچے لاتا ہے۔ اور اس لئے قانون سازوں کو پورا اختیار ہے کہ اس عام اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جو قانون چاہیں تجویز کریں۔ سول لاء میں بہت سے امور ایسے ہیں جن کی طرف خود دنیا کو مجبوراً قدم اٹھانا پڑا مثلاً اس کا طلاق کا قانون ایسا ہے کہ عیسائیوں کو خود بخود مجبور ہو کر اپنی مذہبی کتاب کے خلاف قانون بنانے پڑے اور بعض اور امور جن پر آج اعتراض پیدا ہوتا ہے وہ بھی کل کو اگر مجبوراً اختیار کرنے پڑیں تو کچھ بعید نہیں۔ دولت کی تقسیم میں مساوات پیدا کرنے کے لئے اسلامی قانونِ وراثت ایک بھاری علاج ہے اور بھی کچھ علاج ہیں۔ اور آج سارا یورپ تقسیم دولت میں مساوات نہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہا ہے۔ اسلام کے اندر اس کا علاج موجود ہے۔ غالباً ایک دو اور انقلاب اس علاج کی طرف کبھی دنیا کو متوجہ کر دیں گے۔

یاجوج ماجوج کا دیش

(بسلسلہ صفحہ ۱۶)

بھارت اور روس دونوں اپنی اپنی استعماری ڈش پر چل رہے ہیں دونوں کا مقصد مخصوص علاقوں میں اپنی توسیع پسندی کو کامیاب کرنا ہے لیکن دونوں اس مقصد کے لئے چین، پاکستان عالم اسلام اور کمزور ایشیائی ممالک کو اپنی گرفت میں لے کر انہیں اپنی ہوس اقتدار کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں اور اس غرض کے لئے ان ممالک کی نظروں میں بڑی سے بڑی انسانی ہلاکت، خونریزی اور بربادی چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔

لیکن کیا وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں گے؟ اس کا جواب تو مستقبل دے گا، لیکن ابتداء میں مندرج قرآنی آیات کی روشنی میں ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ فرعون کے پیروکار بھارتی گوسالہ پرست اور روس کے یاجوج ہرگز اپنے ناپاک ارادوں اور مکارانہ چالوں میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان کی ناکامی مقدر ہے وہ زیادہ عرصے تک عالم اسلام کو فریب نہیں دے سکتے اور جونہی دوسرے ممالک پر ان کا دجل آشکارا ہوگا ان کی شہ رگ — تجارت — کٹ جائے گی اور یہی ان کی موت کا پیش خیمہ ہوگا۔ لیکن ضروری

بقیہ تقریر بھٹو صاحب از صفحہ ۳

کہ ہم آپ کو بھلا دیں گے آپ ہمارے بھائی ہیں ہم بھی آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے ہم ایک ساتھ جئیں گے ایک ساتھ مریں گے ایک ساتھ تیریں گے اور ایک ساتھ ڈوبیں گے۔ آپ کی واپسی کے لئے ہم سے جو کچھ ہو سکا کریں گے۔ اس مقصد کے لئے میرے ذہن میں کچھ فوری اقدامات ہیں اور میں ان پر جلد عمل کروں گا لیکن ان کی تفصیلات اس لئے بیان نہیں کرنا چاہتا کہ اس طرح دشمنوں کو بھی اس کا علم ہو جائے گا۔ میں آپ سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کیجیے۔ مشرقی پاکستان کے عوام سے بھی میری یہی اپیل ہے کہ آپ بھارت کے عارضی تسلط سے مایوس نہ ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ بھارت کو شکست ہوگی۔ مسلم بنگال پاکستان کا حصہ ہے اور پاکستان کا حصہ رہے گا۔ آپ میں سے جو نظریہ پاکستان اور متحدہ پاکستان کے حامی ہیں۔ وہ بھی ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کریں انشاء اللہ آپ کی نجات اور ہماری کامیابی ہوگی۔

صدر بھٹو نے ۵۵ منٹ تک تقریر کی اور پاکستان زندہ باد کے الفاظ پر اپنی تقریر کو ختم کیا۔

صدر بھٹو کا انتباہ

ایک ریڈیو رپورٹ کے مطابق جناب بھٹو نے اعلان کیا ہے کہ وہ اولین فرصت میں ملک کے نظم و نسق اور معاشرتی نظام کو سماجی انصاف اور اسلامی سوشلزم کی بنیادوں پر منظم کرنے کیلئے اقتصادی، زرعی، تعلیمی اور انتظامی اصلاحات نافذ کریں گے لیکن فی الحال کسی طبقہ گروہ یا فرد کو خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، کارخانوں میں پیداوار معمول کے مطابق جاری رہنی چاہیئے۔ صنعتی اداروں کے مالکان اس سلسلہ میں کوئی خطرہ محسوس نہ

ہے کہ نظریاتی سطح پر ان کے دجل کی قلعی کھولی جائے۔ کروڑوں اچھوتوں اور محکوم قبائل کو ان کی غلامی سے نجات کا پیغام دیا جائے۔ اسلام کا عالمگیر پیغام ان تک پہنچایا جائے۔ ان کا اقتصادی اور نظریاتی سطح پر بائیکاٹ کیا جائے اور اس مقصد کے لئے دنیا کی کمزور اقوام بالخصوص عالم اسلام کو بیدار کیا جائے۔ انہیں اسلامی معاشی اور نظریاتی نظام میں جکڑا جائے، روس اور بھارت سے متنفر کر کے ان دونوں وحشی ملکوں کی کمر توڑی جائے۔

مولینا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

فیصلہ جیمس آباد مرتب کردہ ابوشہزاد صاحب بی۔اے پر ایک نظر

امامکم منکم کا مفہوم

— (۶) —

امامکم منکم سے غلط استدلال اور اس کی تصحیح۔

اُمت کے مسیح کے ظہور کے وقت مسلمانوں کے ادبار کی حالت کا جو نقشہ اجمالی طور پر حدیث کے الفاظ کیف انتم میں لبطور پیشگوئی پیش کیا گیا ہے اس کی تفصیل دیگر احادیث کی روشنی میں بیان کی جاچکی ہے اب حدیث کے الفاظ امامکم منکم کی کسی قدر تشریح کی جاتی ہے ان الفاظ سے بعض لوگوں نے ایک الگ امام کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جسے وہ مہدی کے نام سے پکارتے ہیں حالانکہ صحیح بخاری میں جس کے یہ الفاظ ہیں کسی الگ مہدی کا ذکر تک نہیں حدیث میں اُمت میں آنے والے مسیح کے لئے ہی جن کے نزول کا ذکر ہے امام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس پر صحیح مسلم کا لفظ ”امکم“ صراحت سے دلالت کر رہا ہے لفظ ”امامکم منکم“ یہی دلیل ہے اس حقیقت پر کہ امت میں آنے والا مسیح ہی مسلمانوں کا امام ہوگا اس کے ساتھ اور کوئی امام نہیں ہوگا اسی حقیقت کی طرف حدیث لا مھدی الا عیسٰے اشارہ کر رہی ہے۔ بخاری کی صحیح حدیث میں آنے والے مسیح کے لئے لفظ ”منکم“ اس حقیقت کی بھی وضاحت کر رہا ہے کہ اُمت میں آنے والا مسیح وہ مسیح نہیں جو بنی اسرائیل میں بطور نبی تشریف لائے تھے بلکہ وہ مسلمان قوم کا ہی ایک فرد ہوگا اور حضرت نبی کریم صلعم کے امتی ہونے کی حیثیت سے آنحضور صلعم کے فیض روحانی سے ہی مستفیض ہو کر مسلمانوں کے لئے امامت کے عہدہ پر سرفراز کیا جائے گا۔

لفظ امام کس طرف توجہ دلاتا ہے۔

اور لفظ امام مسلمانوں کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرا رہا ہے کہ جب یہ امام ظاہر ہو تو اس کی اطاعت کرنا اور دینی خدمت کی جس راہ پر وہ تمہیں لگائے اس پر گامزن ہو جانا۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ اور پھر خصوصیت سے مسیح کے نام پر آنے والے امام اور مجدد کے متعلق فرمایا کہ جو تم میں سے اس امام کو پائے اسے میرا سلام پہنچائے اُمت میں آنے والے اس امام یعنی مسیح موعود کے متعلق مندرجہ ذیل احادیث و اقوال بھی قابلِ غور ہیں جو اس بات پر صراحت سے دلالت کر رہے ہیں کہ امت میں آنے والا مسیح امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ہی فرد ہوگا نہ کہ نبی اسرائیلی۔

پہلی حدیث :—

کیف تھلک امۃ انا اولھا وعیسٰی بن مریم اٰخرھا

دوسری حدیث :—

وفی حدیث جبیر بن نضیر بلفظ لیدرکن الدجال قوم مثلکم او خیر منکم ولن یخزی اللہ امۃ انا اولھا وعیسٰی بن مریم اٰخرھا اخرجہ الحاکم فی المستدرک

تیسری حدیث :—

وفی حدیث عروۃ بن ادیم عند ابی نعیم فی الحلیۃ خیر ھٰذہ الامۃ اوّلھا واٰخرھا اولھا فیھم رسول اللہ صلعم واٰخرھا فیھم عیسٰی بن مریم وبین ذالک نبج اعوج لیسوا منی ولست منھم۔

مندرجہ بالا تینوں احادیث صاف صاف بیان فرما رہی ہیں کہ اُمت میں آنے والے مسیح کو جو عیسٰے بن مریم کہا گیا ہے جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں ورنہ احادیث میں الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ امت میں آنے والا مسیح امت کا ہی ایک فرد ہوگا کیونکہ ان احادیث میں صریح لفظوں میں اُمت کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ یہ اُمت یعنی اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہلاکت سے اس لئے محفوظ رہے گی کہ اس کے اول میں میں خود ہوں اور آخر میں عیسٰی ہوگا۔ اگر عیسٰی سے مراد اسرائیلی نبی ہو تو اُمت محمدیہ کو اس سے کیا تعلق۔ کیا حضرت نبی صلعم کی امت اسرائیلی نبی کے فیض روحانی سے مستفیض ہو کر ہلاکت سے محفوظ ہوگی کیا اسرائیلی نبی کی قوت قدسیہ اور اس کی روحانی تاثیریں امت کو روحانی ادبار سے محفوظ رکھ سکیں گی حالانکہ قرآن کریم تو کھلے الفاظ میں فرما رہا ہے، واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنی اس اُمت کے آخری حصہ کی روحانی تربیت بھی حضرت نبی کریم صلعم ہی فرمائیں گے یعنی آیات بھی آنحضور صلعم ہی ان پر پڑھیں گے اور تزکیہ بھی ان کا آنحضور صلعم کی قوت قدسیہ ہی کرے گی اور کتاب اور حکمت بھی آنحضور صلعم ہی ان کو سکھلائیں گے۔ اور اگر کسی دوسری قوم کا نبی اپنی نبوت کی تاثیروں سے یہ کام کرے تو آیت قرآنی باطل ٹھہرتی ہے، اور حضرت نبی کریم صلعم کا خاتم النبیین ہونا بھی نعوذ باللہ باطل ہو جاتا ہے لیکن اگر حضرت نبی کریم صلعم کا کوئی اُمتی .... آنحضور صلعم کی روحانی تربیت سے تیار ہو کر اس کام کو سرانجام دے اور اُمت کو ہلاکت کی راہ سے نکال لائے تو وہ تو حضرت نبی کریم صلعم کا ہی کام کہلائیگا جیسے سورۃ الجمعہ کی آیت میں حضرت نبی کریم صلعم کی بیان کردہ شان درست ثابت ہوگی ورنہ کسی دوسرے نبی کی تربیت سے اگر امت ہلاکت کی راہ سے نکلے تو وہ تو پھر اس نبی کی امت ہوگی ہمارے مسلمان بھائی اس نکتہ پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔

قرآنی آیت تو حضرت نبی کریم صلعم کی تربیت کو اسکا صاف ذریعہ ٹھہراتی ہے

حضرت مرزا صاحب کی اصلاح

چنانچہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے بحیثیت مسیح موعود ہونے کے مسلمانوں کے متعدد غلط عقائد کی اصلاح کی اور آج خدا کے فضل سے مسلمان حضورؑ کے بیان کردہ صحیح عقائد کو اپناتے جا رہے ہیں۔

چوتھی حدیث :—

یھلک اللہ فی زمنہ الملل کلھا الا الاسلام۔ شراح حدیث نے اس حدیث کی تشریح میں یہی لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام ادیان کی ہلاکت دلائل کی رُو سے ہوگی قرآن کریم بھی یہی فرماتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ قریباً تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کا تمام ادیان پر غلبہ مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہی ظاہر ہوگا چنانچہ جلسہ مذاہب اعظم کے موقعہ پر سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھلا دیا اور اس طرح اپنا مسیح موعود ہونا بھی ثابت کر دیا اور یہ امر بھی پہلی تین حدیثوں کے اس مضمون کی کہ آخری زمانہ میں آنے والے مسیح کے ذریعہ امت ہلاکت سے بچے گی مؤید ہے اور اس کے مفہوم کی صحیح تشریح کر رہا ہے۔

پانچویں حدیث :

اسی لئے ایک حدیث میں آنے والے مسیح کے متعلق فرمایا یقاتل الناس علی الاسلام یعنی اسلام کی حمایت میں تمام لوگوں سے اس کی علمی جنگ رہے گی چنانچہ اس حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے کہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ (المسیح الموعود) ساری عمر تمام مذاہب کے لیڈروں سے برسرپیکار رہے اور ان کو شکست پر شکست دیتے رہے جس کا اقرار اکثر مفکرین اسلام نے حضورؑ کی وفات پر کیا اور یہ مفکرین وہ لوگ تھے جو حضورؑ کی بیعت میں داخل نہ تھے بلکہ بعض تو ان میں ایسے بھی تھے جو حضورؑ کی زندگی میں حضورؑ کی مخالفت کرتے رہے۔

محققین کے اقوال

احادیث کے علاوہ محققین اسلام نے جو کچھ شریعت سے اس بارے میں اخذ کر کے بیان کیا ہے وہ ان کے مندرجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہے۔ چنانچہ امت میں آنے والے مسیح کی خصوصیت کے

بارے میں قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور زرقانی نے اس کی شرح میں جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ آنے والا مسیح کوئی فیصلہ نہیں دے گا مگر وہی جو حضرت نبی کریم صلعم نے امت کے لئے مشروع کیا ہوا ہے کیا یہ الفاظ صاف دلالت نہیں کر رہے کہ ان علماء کے نزدیک آنے والا مسیح حضرت نبی کریم صلعم کا ہی امتی ہوگا نبی ہرگز نہ ہوگا چنانچہ خود انہوں نے اس کی یہی وجہ لکھی ہے کہ اس امر پر اتفاق ہے کہ عیسٰی نزول کے وقت اسی امت کا فرد ہوگا۔ باقی

ان کی توجیہہ معقولیت سے بعید ہے

ان کا یہ کہنا کہ عیسٰی اسرائیلی نبی امتی بن جائیگا معقولیت سے بعید بات ہے کیونکہ نبی امتی بن سکتا ہی نہیں کیونکہ امتی کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ وہ اپنے متبوع نبی کے فیض سے ہی ہر قسم کی ضلالت اور تاریکی سے نکلتا ہے اور کسی نبی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ حضرت نبی کریم صلعم سے فیض حاصل کرنے سے قبل تاریکی میں تھے کفر کے مترادف ہے۔

مسیح کا قرآن سے استنباط کرنا

پھر یہاں تک کہا گیا ہے کہ آنے والا مسیح قرآن کریم میں غور کرے گا اور اس سے تمام احکام مستنبط کرے گا اس کو احادیث کی طرف مراجعت کی حاجت نہیں ہوگی کیونکہ قرآن کریم تمام احکام شریعت پر مشتمل ہے اس لئے حضرت نبی کریم سے انہی اخذ کر کے امت کے لئے احکام بیان کر دیئے اسی طرح آنے والے مسیح سے بھی بعید نہیں کہ وہ بھی قرآن پر ہی غور کر کے ضروری مسائل کی استنباط کرے چنانچہ یہ واقع ہے کہ جلسہ مذاہب اعظم میں یہ شرط تھی کہ مقررہ سوالوں کے جواب میں جو کچھ کہا جائے وہ اپنی الہامی کتاب سے ہی کہا جائے اور حضورؑ نے اس کی پوری پابندی کی اور تمام سوالوں کا جواب قرآن کریم سے ہی دیا

حضورؑ کا الہام وقول

باقی رہا ۔۔۔ حضرت نبی کریم صلعم سے ہی سیکھنا سو اس کے متعلق حضورؑ کے الہام میں بالصراحت فرمایا گیا ہے کل برکۃ من محمد صلعم تبارک من علم و تعلم اور پھر حضورؑ نے خود بھی فرمایا ہے ۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دیگر استاد را نامے نہ دانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ

بعض علماء کا قول

بعض دیگر علماء نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنے والا مسیح براہ راست حضور نبی کریم صلعم سے ہی علم حاصل کریگا (جیسا کہ سورۃ الجمعہ کی آیت میں بیان کیا گیا ہے)

چنانچہ سبکی نے کہا ہے کہ آنے والا مسیح حضرت نبی کریم صلعم کی شریعت یعنی قرآن اور سنت کے موافق فیصلے دے گا اور یہ بھی صریح دلیل ہے اس امر پر کہ وہ امت کا ہی فرد ہوگا۔ یہ تمام احادیث و اقوال حجج الکرامۃ کے از ص۴۲۲ تا ص۴۲۶ سے لئے گئے ہیں۔

امامکم منکم کے معنی علماء کے نزدیک

بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنے والے مسیح کے متعلق جو لفظ امامکم منکم آئے ہیں علماء نے خود جو اس کے معنی کئے ہیں وہ بھی صاف اس امر پر دلالت کر رہے کہ ان کے نزدیک بھی حدیث کے یہ الفاظ آنے والے مسیح کے متعلق ہی ہیں نہ کہ کسی الگ امام یعنی مہدی کے متعلق چنانچہ حجج الکرامۃ کے ص۴۲۶ پر ان الفاظ کے مفہوم کے متعلق لکھا ہے وقیل و معنی و امامکم منکم انہ یحکم بالقرآن لا بالانجیل کما فی روایۃ لمسلم و امامکم منکم قال ابن ابی ذئب معناہ امکم بکتاب ربکم یعنی امامکم منکم کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمہارے رب کی کتاب یعنی قرآن کریم کے موافق تمہاری امامت کرے گا چنانچہ حضرت مرزا صاحب (المسیح الموعودؑ) نے ایسا ہی کیا پھر ص۴۲۷ پر آنے والے مسیح کے متعلق یہ الفاظ بھی موجود ہیں "وی در وقت نزول مجدد اسلام باشد" یہ الفاظ بھی صریح طور پر دلالت کر رہے کہ وہ اُمت کا ہی ایک فرد ہوگا۔ ورنہ کسی دوسری قوم کا نبی کس طرح اسلامی امور کی تجدید کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے انشاء اللہ اگلی قسط میں آنے والے مسیح اور مہدی کے مقام کے متعلق مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

مراسلات

(بقیہ از صفحہ ۴)

جماعت احمدیہ پشاور کے انتخابات

احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مؤرخہ ۵/۱۱ بعد از نماز جمعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ پشاور کا اجلاس زیر صدارت جناب ڈاکٹر ایم اے رحمٰن صاحب منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن بالاتفاق منظور ہوئے

(۱) سابق صدر جناب ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اور سابق سیکرٹری جناب محمود الرحمٰن صاحب نے گذشتہ جمعہ کے روز جماعت احمدیہ پشاور کے سامنے اس کے سابقہ ریزولیشن مؤرخہ ۲۰/۸ کا احترام کرتے ہوئے اپنے مستعفی ہونے کا اعلان کیا اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

۲۔ سابق صدر صاحب اور سیکرٹری صاحب مذکور کے مستعفی ہو جانے کے بعد جماعت احمدیہ پشاور عہدہ صدارت اور سیکرٹری کے لئے علی الترتیب جناب ڈاکٹر ایم اے رحمٰن صاحب اور صوبیدار میجر عبدالحکیم خان کے تقرر کو جو کہ سابقہ ریزولیوشن میں کیا گیا تھا کی تصدیق کرتی ہے جس کی اطلاع جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھیجی جاتی ہے۔

۳۔ لائبریرین کے مقامی عہدہ کے لئے جناب عبدالرحمٰن صاحب خلف الرشید جناب ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم کو منتخب کیا جاتا ہے جن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ تمام کتب موجودہ کی فہرستیں تیار کریں مزید کتب کی وصولی کی تدابیر کریں اور کتب کی اشاعت ممبران جماعت و بیرون از جماعت میں کریں۔ نقول مندرجہ ذیل اصحاب کی خدمت میں بھیجی جاتی ہیں۔

۱۔ جناب قبلہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

۲۔ جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۳۔ ایڈیٹر صاحب قومی جریدہ پیغام صلح

فقط والسلام

خاکسار۔ صوبیدار میجر عبدالحکیم خان
سیکرٹری جماعت احمدیہ پشاور

نوٹ: خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی قرارداد ہائے تعزیت

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ اور ممبران، محترم کرنل بشیر حسین صاحب کی ہمشیرہ محترمہ بی بی سیدہ صفیہ بیگم کی وفات حسرت آیات پر گہرے اور دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں مرحومہ ایک غریب پرور، خداترس خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے خاندان اور احمدیت کی عظیم روایات کو جس احسن طریق پر قائم رکھا وہ انہی کا حصہ تھا۔ وضعداری اور مہمان نوازی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ہر ایک سے شفقت اور خوش خلقی ان کا معمول تھا۔ ایسی خواتین اب خال خال ہی نظر آتی ہیں۔ محترم کرنل صاحب کو ایک شفیق اور غمگسار ہمشیرہ کی جدائی کا جو صدمہ ہوا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے ہم سب کی دلی دعا ہے کہ خدا مرحومہ پر اپنی رحمتیں نچھاور کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔

اسی طرح جماعت کے ایک نہایت ہی مخلص اور پیارے بھائی جناب محبوب عالم صاحب آف چٹاگانگ کی اچانک اور تکلیف دہ موت سے ہم سب سخت رنجیدہ خاطر اور جذبات کی شدت سے پُرنم ہیں۔ ایسے صفت موصوف بھائی کی بے وقت موت خاندان اور پوری جماعت کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ صبر و تحمل کا پیکر، دینی کاموں میں مستعد اور مخلص اور زندہ خدا پر زندہ ایمان ان کے کردار کے چند جیتے جاگتے نشانات ہیں جو جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کے لئے مشعل راہ کا کام دیں گے۔ مقامی جماعت کے تمام ممبران مرحوم کی بیگم اور بچوں سے ان کے اس صبر آزما سانحہ پر اظہار تعزیت کرتے ہیں اور خداوند قدوس کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں

درخواست دعا

گوجرانوالہ سے شیخ مظہر مسعود لکھتے ہیں:
گوجرانوالہ میں تمام احباب بخیریت ہیں اور محفوظ ہیں۔ منظور قریشی صاحب بیمار ہیں۔ ان کے لئے جماعت دعا کرے دیگر مقامات پر بھی جو دوست بیمار یا پریشان ہیں ان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی سرگرمیاں

(۲)

حلقہ راولپنڈی

احباب جماعت سے رابطہ قائم ہے اطفال احمدیہ کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں تین بچیوں کو قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے صاحب فراش احباب کی عیادت اور مزاج پرسی کی جاتی ہے۔

غیر از جماعت دوستوں سے تبادلہ خیال کا سلسلہ بھی جاری ہے جمعہ کے اجتماعات ہوتے ہیں۔ احباب شوق سے شرکت فرماتے ہیں۔ کسر صلیب فنڈ اور مسجد فنڈ کے حصول کے لئے مساعی جاری ہیں اور دوست حسب توفیق چندہ دے رہے ہیں جماعتی امور کی انجام دہی کے لئے بیرون راولپنڈی جانا ہوا۔ احباب میں تقسیم رسائل و لٹریچر کا سلسلہ جاری ہے اور مختلف لائبریریوں میں لٹریچر رکھا جاتا ہے عرصہ زیر رپورٹ میں مقامی جماعت کی منتظمہ و احباب کے مختلف اجلاس ہوئے۔ جمعہ کے اجتماعات باقاعدگی سے ہوتے ہیں بعض لوگوں کی مالی امداد کی گئی اور کپڑا تقسیم کیا گیا۔

حلقہ ضلع ہزارہ

مقامی مبلغ صاحب کی رپورٹ کے مطابق نماز باجماعت اور درس و تدریس کا سلسلہ حسب سابق جاری ہے بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے اور جماعتی کتب بھی پڑھائی جاتی ہے رسائل و لٹریچر تقسیم کی غرض سے ہفتہ میں ایک دن بازار میں سٹال لگایا جاتا ہے، اور ضرورت مند احباب کو رسائل و کتب مطالعہ کے لئے دی جاتی ہیں۔

حلقہ لائل پور

اجتماعات جمعہ اور درس کا سلسلہ جاری ہے، بعض احباب کے گھروں پر جا کر قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے۔ جماعت کے ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ ایک جلسہ میں مولانا محمد یحیٰی بٹ صاحب مبلغ جرمنی کو بھی مدعو کیا گیا۔ احباب جماعت کو مل کر نماز جمعہ اور جماعت کی دوسری تقریبات میں شمولیت کی تحریک کی جا رہی ہے۔ مختلف غیر از جماعت اصحاب سے جماعت کے عقائد اور دوسری سرگرمیوں پر تبادلہ خیالات کے ذریعہ اُن کی بعض غلط فہمیاں دور کرنے کی سعی بھی ساتھ ساتھ کی جا رہی ہے۔

حلقہ مظفر گڑھ

ڈیرہ غازی خان۔

احمدیہ لائبریری باقاعدہ کھلتی رہی اور دوست احباب بغرض مطالعہ آتے جاتے رہے، جمعہ کے اجتماعات جاری ہیں، ملاقاتیوں کو جماعت کا تازہ لٹریچر دیا گیا اور مسائل سلسلہ پر گفتگو جاری رہی مختلف اعتراضات کے شافی جوابات دیئے گئے، لائبریری کی دو کانوں اور مسجد کا تعمیری کام جاری ہے، اس کام میں معاونت اور نگرانی کی گئی۔

۵۔ حلقہ سیالکوٹ

احباب سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ شہر و چھاؤنی سیالکوٹ میں جمعہ کے اجتماعات میں شرکت کی، تازہ لٹریچر تقسیم کیا گیا اور چندہ جات فراہم کئے گئے توسیع مسجد کے لئے مجلس مشاورت ہوئی، کسر صلیب فنڈ کے دن کی ....

.... آمد و رخصت پران سے ہر طرح کا تعاون کیا گیا اور فنڈ مذکور کی فراہمی کے لئے ہر طرح کی کوشش کی گئی۔ احباب نے دل کھول کر چندہ دیا۔ چھاؤنی میں ایک الوداعی پارٹی بہ اعزاز مولانا محمد یحیٰی بٹ صاحب دی گئی جس میں بشمول احباب و خواتین نے شرکت کی اور محترم شیخ نثار احمد صاحب نے تقریر کی۔

۶۔ حلقہ بدوملہی و نارووال

پنجوقتہ نمازیں باجماعت جاری ہیں درس قرآن کریم کا سلسلہ بھی پابندی سے قائم ہے قرآن کلاس لگتی ہے جس میں بچوں اور نوجوانوں کو ناظرہ قرآن پڑھایا جاتا ہے اور بچوں کو درثمین سے نظمیں یاد کرائی جاتی ہیں۔

جمعہ کے اجتماعات حسب سابق بارونق ہیں۔ خطبات جمعہ میں تعلیم مسائل اسلام و سلسلہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور حالیہ ملکی حالات کے پیش نظر نظریہ پاکستان پر روشنی ڈالی جاتی اور اس کی سلامتی اور بقا کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں۔ احباب میں تازہ لٹریچر تقسیم کیا گیا رمضان شریف میں نماز تراویح کا سلسلہ جاری رہا۔ تنظیم خواتین کے لئے کوششیں جاری ہیں۔

عرصہ زیر رپورٹ میں ایک جلسہ زیر صدارت مکرم چوہدری محمد شفیع صاحب بدوملہی منعقد ہوا جس میں خواتین احباب نے بہ ذوق و شوق شرکت کی۔ مہمان خصوصی محترم مرزا احمد سلیم صاحب نے حصول قرب الٰہی کے موضوع پر تقریر کی، دوسرے روز مرزا صاحب موصوف نے تنظیم جماعت کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ نارووال اور رمانک کا دورہ کیا گیا اور وہاں کے احباب سے ملاقات کی گئی سیکرٹری صاحب مقامی جماعت جناب شیخ اللہ بخش صاحب معہ مقامی مبلغ بجاہ بسے والا تشریف لے گئے، احباب کے اجتماع میں مقامی مبلغ نے صداقت مسیح موعودؑ پر تقریر کی، مولینا محمد یحیٰی بٹ صاحب کے اعزاز میں ایک تقریب کا انتظام کیا گیا۔ مرکز سے بھی احباب تشریف لائے، جن میں محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب آنریری جنرل سیکرٹری انجمن اور محترم مرزا مسعود بیگ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس موقعہ پر تین اجلاس ہوئے۔ ان کی مفصل روداد اخبار پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے احباب جماعتی سرگرمیوں میں گرمجوشی سے حصہ لے رہے ہیں۔ الحمدللہ۔

۷۔ حلقہ لاہور صدر

حسب سابق جمعہ کے اجتماعات ہو رہے ہیں اور نمازیں بھی اجتماعی طور پر پڑھی جا رہی ہیں، احباب سے میل ملاپ کا سلسلہ جاری ہے، سیکرٹری صاحب جماعت صدر کے مطابق اس حلقہ میں قرآن کلاس کامیابی سے جاری ہے۔ اس میں ۴۲ بچے زیر تعلیم ہیں، ان بچوں کو عربی قاعدہ یسرنا القرآن اور قرآن کریم پڑھایا جا رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کروائی جا رہی ہیں، ہیئت نماز کی مشق کروائی جاتی اور نماز معنوں کے ساتھ یاد کروائی جاتی ہے۔

حلقہ لاہور شہر

اس حلقہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے، ملاقاتیوں سے مسائل سلسلہ پر گفت و شنید کی جاتی اور ضروری لٹریچر مہیا کیا جاتا ہے ... احباب سے ان کے ٹھکانوں پر جا کر ملاقات کی جاتی ہے۔

الاستفتاء کا ترجمہ جاری ہے حضرت مسیح موعودؑ کی بعض کتب کا انڈکس زیر ترتیب ہے، حمامۃ البشریٰ کے ترجمہ پر نظر ثانی کی گئی ہے حلقہ کے احباب سے برابر رابطہ قائم ہے۔ اور نوجوانوں کو سلسلہ کے قریب تر کرنے کے لئے ان سے ملاقات کی جاتی اور سلسلہ کی تعلیمات و عقائد پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

حلقہ گجرات، گوجرانوالہ سیالکوٹ سرگودھا۔ آزاد کشمیر۔

حلقہ کے مختلف مقامات گوجرانوالہ چک درکان، جہلم، بدوملہی، جلالپور جٹاں وزیر آباد سرگودھا، ڈنگہ۔ کے دورے جاری ہیں۔ حالات حاضرہ اور مسائل اسلام و سلسلہ پر حسب حال تقریر اور گفت و شنید جاری ہے۔ تنظیم جماعت اور چندوں کی باقاعدگی کے لئے تحریک کی جا رہی ہے جماعت ربوہ اور غیر از جماعت اصحاب کے مختلف اعتراضات کے جوابات بھی دیئے جاتے - اور ان کو موزوں حال لٹریچر دیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں خط و کتابت بھی مختلف لوگوں سے کی جاتی ہے۔ مبلغ حلقہ جمعہ کے اجتماعات - - - - - - میں بھی مختلف مقامات پر شریک ہوتے رہے ہیں۔ درس قرآن دیتے ہیں۔ احباب سے میل ملاقات کر کے حالات سے متعارف ہوتے ہیں اور معاملات کو مناسب حال بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مبلغ صاحب حلقہ کی رپورٹ کے مطابق وہ مطالعہ اور تحریر کا کام بھی ساتھ ہی ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

حلقہ جہلم

درس قرآن و حدیث کا سلسلہ جاری ہے، احباب سے رابطہ قائم ہے۔ بعض متاثر احباب کو سلسلہ کا لٹریچر وقتاً فوقتاً دیا جاتا ہے، اور ان سے مختلف مسائل پر گفتگو رہتی ہے۔

بحر حکمت کے موتی

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

بخیر فقد غزا۔

ترجمہ:۔

حضرت زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں مجاہد کا سامان تیار کرے تو اس نے جہاد کیا اور جو مجاہد فی سبیل اللہ کے پیچھے اس کے (اس کے گھر بار کی) حفاظت اور اچھی طرح خبر گیری کرے تو اس نے جہاد کیا۔

نوٹ از حضرت مولینا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ یعنے یہ کام بھی عند اللہ قابل قدر ہیں مگر اسی صورت میں کہ جب کسی کی ضرورت جہاد میں نہ ہو یا کسی عذر سے پیچھے رہا ہو۔

فضل الباری کتاب الجہاد

پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۵۰

الیور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔

جلد ۵۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ ذیقعد ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۷۱ء | نمبر ۵۱

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔
لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔
میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا
گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے
نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔"

(الہامات حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ ہی آئندہ منسوخ ہوگی۔
۳۔ سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابلِ احترام ہیں۔
۴۔ سب مجددوںؒ کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۶۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

بحرِ حکمت کے موتی

جہاد میں عورتوں کا حصہ

عن انسؓ قال لما کان یوم احد انھزم الناس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ولقد رایت عائشۃ بنت ابی بکر وام سلیم وانھما لمشمرتان اری خدم سوقھما تنقزان القرب وقال غیرہ تنقلان القرب علی متونھما ثم تفرغانہ فی افواہ القوم ثم ترجعان فتملآنھا ثم تجیئان فتفرغانھا فی افواہ القوم۔

ترجمہ:-

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ جب اُحد کی لڑائی ہوئی تو لوگ (تتر بتر ہو جانے کی وجہ سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ گئے۔ اور کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضؓ بنت ابوبکرؓ اور ام سلیمؓ کو دیکھا دونوں نے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا ہوا تھا میں انکی پنڈلیوں کی پازیبوں کو دیکھتا تھا۔ جلدی جلدی پانی کی مشکیں لاتی تھیں اور دوں نے کہا دونوں اپنی پیٹھوں پر پانی کی مشکیں لاتی تھیں اور پھر پانی لوگوں کے مونہوں میں ڈالتی تھیں پھر واپس جاتیں اور ان کو بھرتی تھیں پھر آتیں اور لوگوں کے مونہوں میں پانی ڈالتیں۔

نوٹ:- از حضرت مولنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ:-

جو کام جہاد میں نبی کریم صلعم کی ازواج مطہراتؓ اور دیگر بزرگ صحابیاتؓ نے کیا۔ کیا آج مسلمان عورتوں میں اس کام کے کرنے کی قابلیت بھی باقی رہ گئی ہے۔ موجودہ پردہ کی سختی نے انہیں کسی کام کا نہیں رہنے دیا۔ ننگی پنڈلیاں کئے ہوئے بھاگ بھاگ کر پیٹھ پر مشکیں اٹھا کر لانے والی اور اپنے ہاتھ سے زخمیوں کے مونہوں میں پانی ڈالنے والی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ اس سے

(باقی بر صفحہ ۱۲ اشتہار سے پیچھے)

مشکلات کے وقت دُعا کیلئے پورا جوش دل میں پیدا ہوتا ہے تب خارق عادات امور ظاہر ہوتے ہیں

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جیسا اثر دُعا میں ہے ویسا کسی اور شئے میں نہیں ہے مگر دُعا کے واسطے پورا جوش معمولی باتوں میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ معمولی باتوں میں تو بعض دفعہ دعا کرنا گستاخی معلوم ہوتی ہے اور طبیعت سیر کی طرف راغب رہتی ہے، ہاں مشکلات کے وقت دُعا کے واسطے پورا جوش دل میں پیدا ہوتا ہے تب کوئی خارق عادت امر ظاہر ہوتا ہے۔

کہتے ہیں دہلی میں ایک بزرگ تھا۔ بادشاہ وقت اس پر سخت ناراض ہو گیا۔ اس وقت بادشاہ کہیں باہر جاتا تھا حکم دیا کہ واپس آ کر میں تم کو ضرور پھانسی دوں گا۔ اور اپنے اس حکم پر قسم کھائی۔ جب اس کی واپسی کا وقت قریب آیا تو اس بزرگ کے دوستوں اور مریدوں نے غمگین ہو کر عرض کی کہ بادشاہ کی واپسی کا وقت اب قریب آ گیا ہے۔ اس نے جواب دیا ہنوز دلی دُور است۔ جب بادشاہ ایک دو منزل پر آ گیا تو انہوں نے پھر عرض کی۔ مگر اس نے یہی جواب دیا کہ ہنوز دلی دُور است۔ یہاں تک کہ بادشاہ عین شہر کے پاس آ گیا اور شہر کے اندر داخل ہونے لگا۔ تب لوگوں نے اس بزرگ کی خدمت میں عرض کی کہ اب تو بادشاہ شہر میں داخل ہونے لگا ہے یا داخل ہو گیا ہے۔ مگر پھر بھی اس بزرگ نے یہی جواب دیا کہ ہنوز دلی دُور است۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ جب بادشاہ دروازہ شہر کے نیچے پہنچا تو اوپر سے دروازہ گرا اور بادشاہ ہلاک ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ کو پہلے منجانب اللہ معلوم ہو چکا تھا .... یہ تصرفات الٰہی ہیں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ جب وقت آ جاتا ہے تو کوئی نہ کوئی تقریب پیدا ہو جاتی ہے۔ سب دل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے اذن کے بغیر تو کوئی جان بھی نہیں نکل سکتی خواہ کیسے ہی شدید عوارض ہوں۔ ناامید ہونے والا بت پرست سے بھی زیادہ کافر ہے:-

(ملفوظات احمدیہ جلد ہشتم صفحہ ۲۷ تا ۲۸)

ممتاز احمد از فاروقیہ

پاکستان کی بقا

آج تمام پاکستانی عوام کے دل زخم خوردہ ہیں۔ ساری قوم میں مایوسی کی لہر کے ساتھ ساتھ غم و غصہ کے جذبات نظر آتے ہیں۔ ہر ایک شخص اس قدر غمگین اور پژمردہ ہے کہ خود بخود زبانِ حال کی تصویر نظر آتا ہے۔ آخر ہم پر کیا گذری کہ ہماری قوم کو یہ دن دیکھنا پڑا؟ اگرچہ اس سوال کا جواب ایک لمبی داستان ہے جسے دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں مگر پاکستان کے عوام نے پچھلے دو سالوں میں جن واقعات و حالات کو دیکھا ہے اس پر نگاہ رکھتے ہوئے کئی ایک سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں! مثلاً پہلا یہ کہ اب پاکستان رہے گا کہ نہیں، دوسرا یہ کہ اگر پاکستان رہے گا تو کس حال میں رہے گا، تیسرا یہ کہ ہمارے ان بھائیوں کا کیا بنے گا جو ملک کے دوسرے حصہ میں جسے اب بھارت "بنگلہ دیش" کے نام سے اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے محصور ہو گئے ہیں۔

قوموں پر ابتلاء کے ادوار آتے ہیں۔ جو قومیں اپنے نصب العین کو کسی رکاوٹ یا کسی مشکل کے پیش نظر بھول جاتی ہیں وہ اپنی بقا کو قائم نہیں رکھ سکتیں۔ اور وہ قومیں جو ابتلاء کے ادوار کو حوصلہ مندی اور جرأت سے برداشت کرتی ہیں اور اپنی لگاتار اور انتھک محنت سے ان آزمائشوں کا مقابلہ کرتی ہیں جو ان پر وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہیں وہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہتی ہیں۔ نصب العین کا شعور اور حوصلہ مندی و جرأت کے جذبات صرف فتوحات کے ساتھ ہی وابستہ نہیں بلکہ ان کا تعلق لگاتار اور ان تھک محنت سے ہے۔ اگر ہمارے ذہن صرف وقتی ہار جیت کے خیالات میں الجھے رہے تو عین ممکن ہے کہ ہماری قوم بے شمار مشکلات میں پھنس جائے اور پھر واقعتاً مسلمان کسی ایسی مصیبت کا شکار ہو کر رہ جائیں جو ان کی اور اسلام کی بدنامی کی موجب ہو۔

ہم نے حالیہ جنگ بھارت کے ساتھ کیوں لڑی؟ اس سوال کا جواب ہمارے ذہنوں میں اس امر کو واضح کر دے گا کہ ہم نے اگر کوئی نقصان اٹھایا ہے تو اس کی اصل وجہ کیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آج ہماری قوم اسی لئے پریشان اور رنجیدہ ہے کہ وہ اپنی وقتی ہار کو اسلام کی ہار سمجھتی ہے بہت ممکن ہے کہ ہمارے دل آج اس لئے زخم خوردہ ہیں کہ ہم ڈھاکہ پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کو اپنے لئے ناقابلِ برداشت سمجھتے ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ ہم اس ساری لڑائی کے نتیجہ پر برہم ہو کر اسے اپنے یقین اور ایمان کی ہار سمجھنے لگیں۔ مگر کیا یہ سب کچھ سچ ہے؟ میں بآوازِ بلند اپنے ہموطنوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ہرگز صحیح نہیں ہے، نہ تو یہ مسلمانوں کی ہار ہے۔ نہ یہ ہمارے یقین اور ایمان کی شکست ہے۔ نہ یہ اسلام پر کسی قسم کی چوٹ ہے اور نہ ہی یہ ہمارے وطن کی ہار ہے۔ ہماری قوم پر یہ ابتلاء کا وقت ہے۔ ہمیں اپنے اس نقصان کو ان چوبیس سالوں کے سامنے رکھنا ہے جو ہم نے ۱۹۴۷ء کے بعد آج تک گذارے ہیں۔ ہم نے یہ وقت کس طرح گذارا۔ ہم پر کیا کیا آفت اور مصیبت آئی۔ پاکستان کے عوام نے اپنی آزادی کے بعد کونسا دکھ ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا۔ ہم پر ایسی ایسی حکومتیں مسلط رہیں جنہوں نے ملک اور قوم کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ہمارے عوام نے قتل و غارت کا مقابلہ کیا ہے ہمارے عوام نے غیر ملکوں کی سازشوں کا مقابلہ کیا ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ آج ہماری طاقت اور ہمت جواب دینے لگی ہے ہمارے لئے تو خدا تعالیٰ نے آخری موقع مہیا کیا ہے کہ ہم پھر سے اپنے راستے متعین کریں۔ ہمیں اپنے مستقبل کی خاطر بہت سے اقدامات کرنے ہیں۔ اور سب سے پہلے ہمیں اپنے ارد گرد کو سنوارنا ہے۔ ہمیں اسلام کی نگاہ سے اپنا جائزہ لینا ہے۔ ہمیں سارے عوام کے جذبات کے پیش نظر یہ غور کرنا ہے کہ ہم پر ایسا وقت کیوں آیا! اگر ہمیں اپنے اندر کوئی خامی نظر آتی ہے تو مل جل کر اسے دور کرنے کا یہ بہتر موقع ہے اگر ہمارے اندر رہنے والے چند لوگوں میں غلطیاں نظر آتی ہیں تو اس کے محاسبے کا یہ سب سے بہترین وقت ہے۔

آنے والی نئی حکومت سے بھی ہمیں چند گذارشات کرنی ہیں۔ اس مضمون کے کوئی سیاسی مقاصد نہیں مگر ہمیں صرف اس ملک کے عوام کے ساتھ مل کر نئی حکومت کو یہ بتانا ہے کہ ہم نے بہت کٹھن وقت دیکھ لئے۔ جو قوم کسی بھی وقت حکومت کی آواز پر اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لئے لبیک کہتی رہی ہے اسے پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ جائز امن اور ملکی خوشحالی کا وقت دیکھے۔ موت سے بڑھ کر اور کیا قربانی ہو سکتی ہے۔ اس قوم نے بلا خوف و خطر موت کو بھی گلے لگایا ہے۔ اب حکومت پر پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسی قربانی کا جائز حق ادا کرتے ہوئے قوم کو مشکل وقت سے نکالے اور صرف چند لوگوں کے سیاسی مقاصد کی خاطر اسے داؤ پر لگانے سے گریز کرے۔

ہمارے دل پژمردہ ہونے کے ساتھ ساتھ پر امید بھی ہیں۔ ہمارے سادہ دل عوام کو ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ ہمارا ملک قومی اعتبار سے عظیم بن جائے گا ہمیں اس خیال کو حقیقت کی شکل دینے کے لئے حقیقت پسندی کا دامن پکڑنا ہوگا حقیقت پسندانہ رویے کی ضرورت جتنی ہمیں آج ہے اتنی کبھی نہیں تھی۔ ہمیں اپنے حالات کو پوری ایمانداری سے پرکھنے کی ضرورت ہے۔ اپنے ملک کی بقاء کے لئے اگر کسی غلطی کا اعتراف آج ہمیں ایک نئے راستے اور نئے جذبے سے روشناس کراتا ہے تو ہم سب کو اس امر میں شریک ہو جانا چاہیئے۔ اس وقت پاکستان کی بقا کا سوال ہے۔ ہم نے اگر آج بھی حقیقت پسندی کے رویہ کو اختیار کرنے سے گریز کیا تو پھر سخت ترین حالات کے ساتھ سخت ترین نتائج کا رونما ہونا بالکل لازمی امر ہے۔ تاریخ کو بدلا نہیں جا سکتا اور نہ ہی ہماری قوم کی تاریخ دوسری قوموں سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔ فطرت کا قانون ہے کہ جب بھی قومیں ابتلاء کے وقت میں حقیقت کو نظر انداز کر کے سوچتی ہیں تو پھر بہت کم وقت تک زندہ رہتی ہیں اور آج ہماری قوم اسی قسم کے حالات سے دوچار ہے۔ ہم جہاں اپنے ملک کی خاطر خون بہا سکتے ہیں وہاں حقیقت پسندی کا رویہ کیوں اختیار نہیں کر سکتے؟ بھارت کی حکومت کا آج یہ زبردست پراپیگنڈا ہے کہ پاکستان کے عوام کو دھوکے میں رکھا جاتا ہے اور پاکستان کے عوام کو کبھی بھی صحیح حالات سے آگاہ نہیں کیا جاتا۔ ہمارے اوپر چونکہ یہ نازک وقت آیا ہے اس لئے ہمارے خلاف تمام عناصر اس کا پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ مگر ہمیں اب گمراہی کے راستے کو ہرگز نہیں اپنانا چاہیئے۔ ہمیں یہ سوچنے کی ہر طرح سے ضرورت ہے کہ کون پاکستان کے خلاف ہے اور کون پاکستان کے حق میں ہے۔ کون پاکستان کے عوام کی فلاح کا خواہشمند ہے اور کون پاکستان کے عوام کو ایک دوسرے سے لڑانا چاہتا ہے۔ ہمارے سامنے اب صرف دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے دل کی آواز پر لبیک کہکر اپنے وطن کی سرحدوں کا تعین کریں اور دوسرا یہ کہ حالات کے پیش نظر اپنے عوام کی خاطر اپنے ملک کی بقا کا راستہ تلاش کریں۔

ڈھاکہ پر قبضہ کر کے بھارت یہ سمجھنے لگا ہے کہ پاکستان ٹوٹ گیا ہے اور یہ کہ نام نہاد "بنگلہ دیش" کے قیام سے اس نے پاکستان کے مسلمانوں کو آپس میں لڑا دینے کی بنیاد رکھ کر بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ مگر ہمیں یہ سوچ لینا چاہیئے کہ نتیجے کا فیصلہ مسلمانوں نے، ملک کے عوام نے کرنا ہے، حکومتوں نے نہیں کرنا۔ اس وقت ایک دوسرے کو نہ جھٹلانے کا وقت ہے اور نہ ہی ایک دوسرے کے ساتھ بحث و مباحثہ کا۔ اس وقت صرف کام کرنے کا وقت ہے۔ اپنے بکھرے ہوئے ذرائع کو اکٹھا کرنے کا وقت ہے اب ہمیں . . . نہ صرف اس مصیبت کا سامنا کرنا ہے بلکہ آنے والی نئی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی تیاری کی ضرورت ہے۔ آج ہمیں سوچ لینا چاہیئے کہ ہمیں کونسا راستہ اختیار کرنا ہے۔ پاکستان کی بربادی کا راستہ یا پاکستانی عوام کی خوشحالی اور آزادی کا راستہ؟ کٹھن وقت کا مقابلہ سخت محنت اور کوشش کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور ہماری قوم کے واسطے یہ بات اب ناگزیر ہے کہ لگن سے کام میں مصروف ہو جائے۔ جو کچھ ہم نے واپس لینا ہے اور جو کچھ ہم نے اپنے نصب العین کے تحت حاصل کرنا ہے، اس کے لئے اب صرف کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے

(باقی بر ص ۵ کالم ۱)

ہفت روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مورخہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۱ء

بانئ پاکستان کی سالگرہ

امسال بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی ۹۵ ویں سالگرہ جن حالات میں منائی گئی، وہ ملک وملت کے لئے ازحد تکلیف دہ اور باعثِ ندامت ہیں، وہ عظیم شخصیت جس نے آل انڈیا نیشنل کانگریس کے بڑے بڑے جغادری ہندو لیڈروں کے مقابلہ میں جن کی پشت پر انگریز کی ناقابل مقاومت طاقت کام کر رہی تھی، یکہ و تنہا کھڑے ہو کر متحدہ قومیت کے طلسم کو دلائل و براہین کی قوت سے پاش پاش کر کے رکھ دیا اور مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم ثابت کر کے ان کے لئے الگ وطن کی بنیاد رکھ دی، اس کی سالگرہ آج ایسے موقع پر منائی گئی جب وطن عزیز کا ایک حصہ ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے نکل کر دشمن کے قبضہ میں جا چکا ہے، آج قائد اعظم کا وہ فرمان پڑھ کر ہماری آنکھیں ندامت کے ساتھ جھک جاتی ہیں جس میں انہوں نے اپنے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ

"خدا کی قسم جب تک ہمارے دشمن ہمیں اٹھا کر بحیرہ عرب میں نہ پھینک دیں ہم ہار نہیں مانیں گے پاکستان کی حفاظت کے لئے میں تنہا لڑوں گا جب تک میرے ہاتھوں میں سکت اور میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے"

اور قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :-

"مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر کبھی ایسا وقت آ جائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لئے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں بھی ہتھیار نہ ڈالیں، پہاڑوں، جنگلوں میدانوں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں"

لیکن آہ آج اسی قوم کے اندر ایسے ناخلف پیدا ہو گئے، جنہوں نے قائد اعظم کی اس تلقین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان بہادر جانبازوں کو جو پاکستان کی حفاظت کے لئے پہاڑوں جنگلوں میدانوں اور دریاؤں میں جنگ کرتے ہوئے دشمن کو ناک چنے چبوا رہے تھے، زبردستی ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا گیا۔

قائد اعظم وہ عظیم شخصیت تھی جس کے متعلق ہندوستان کے مشہور صحافی ایف ڈی کراکا کو علی الاعلان یہ کہنا پڑا تھا کہ "کانگریس کے پاس بڑے بڑے سیاستدان، بڑے بڑے ماہرین اقتصادیات، بڑے بڑے فوجی افسر اور بڑے بڑے ماہرین تعلیم تھے اور دوسری طرف مسلم لیگ میں مسٹر جناح خود ہی اپنے تعلیمی، فوجی اور اقتصادی مشیر تھے، انہوں نے ہر محاذ پر کانگریس کے تمام دماغوں کا تنہا مقابلہ کیا اور کبھی ناکام نہیں ہوئے" لیکن آج ہماری یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے فوجی، اقتصادی اور تعلیمی مشیر ہمارے اندر موجود ہوتے ہوئے ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے، کیا یہ ہماری بدقسمتی اور نااہلیت کا کھلا ثبوت نہیں ؟ کیا ہمارا یہ کردار قائد اعظم کی سالگرہ کے موقعہ پر فخریہ پیش کیا جا سکتا ہے ؟ قائد اعظم کی اکیلی ذات تمام ہندوستانی لیڈروں پر کس قدر بھاری تھی اس بارہ میں مشہور کانگریسی لیڈر مسز وجے لکشمی کا یہ بیان قابلِ غور ہے :-

"اگر مسلم لیگ میں ایک سو گاندھی جی، اور دو سو مولانا آزاد ہوتے اور ان کے مقابلے میں کانگریس میں صرف ایک جناح ہوتے تو ملک کبھی تقسیم نہ ہوتا"

یہ کتنی خوش قسمتی کی بات تھی کہ مسلم لیگ کو اللہ تعالےٰ نے وہ شخصیت عطا کی جس نے تن تنہا گاندھی اور مولینا آزاد ہی کا نہیں بلکہ کئی سو ہندو سنگھٹنیوں اور برطانوی حکمرانوں کا مقابلہ کر کے مسلمانوں کو ہندو اور کانگریس کی غلامی سے نجات دلائی، لیکن آج ہماری نااہلیت نے وہ دن دکھایا کہ جس قوم سے ہمیں نجات دلائی گئی تھی اسی کے آگے ہم ہتھیار پھینک کر سرنگوں ہو چکے ہیں۔

قائد اعظم نے ایسے حالات سے ہمیں خبردار کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ :-

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان قائم ہو چکا ہے اب اسے دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی، بشرطیکہ آپ خود باہمی جھگڑوں اور نفاق انگیزی سے اسے کمزور اور برباد کرنے پر نہ تل جائیں، آپ ان کالی بھیڑوں کو اپنی صفوں سے نکال دیں جو دشمن کے اشارے پر آپ کی صفوں میں کجی پیدا کرنے اور نئے نئے فتنے اٹھا کر انتشار پھیلانے کی ناپاک مساعی کرتی ہیں اگر آپ کو کسی پر شبہ ہو کہ وہ پاکستان سے غداری کر رہا ہے اور پاکستان کی آزادی، اتحاد، یکجہتی اور مفاد ملی کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے تو آپ اسے قطعاً معاف نہ کریں۔"

کتنے دکھ کی بات ہے کہ قائد اعظم کے اس انتباہ کے ہوتے ہوئے ہم نے ان کالی بھیڑوں کو اپنی صفوں میں داخل کر لیا جنہوں نے نہ صرف ہمارے اتحاد، یکجہتی اور مفاد ملی کو نقصان پہنچایا بلکہ دشمن کے اشارے پر پاکستان سے غداری کرتے ہوئے ہماری آزادی کو ضرر پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، یقیناً ایسے لوگ قطعاً اس قابل نہیں کہ انہیں معاف کیا جائے۔

مقام مسرت ہے کہ ہمارے موجودہ صدر جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کے عام مطالبہ پر مشرقی پاکستان کے سقوط اور جنگ بندی کے اسباب معلوم کرنے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کرنے کا حکم دیا ہے جس کے سربراہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس حمود الرحمان ہوں گے، خدا کرے یہ کمیشن صحیح حالات معلوم کر کے اور اصل مجرموں کا پتہ لگا کر انہیں قرار واقعی سزا دلا سکے تاکہ آئندہ ایسے غداروں سے پاکستان محفوظ ہو جائے۔

اخبار احمدیہ

تعزیتی ریزولیوشن

مورخہ ۱۰/۱۲ کو جامع احمدیہ راولپنڈی میں بعد از نماز جمعہ جناب علی محمد اجمیری صاحب کی زیر صدارت ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل تعزیتی ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

یہ اجلاس ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب ایم بی بی ایس ریٹائرڈ کی ناگہانی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ ہمارے مرحوم بھائی کو اپنی جوار رحمت میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے اور ان پر رحمتوں کی بارش کرے۔ اور انکے اعزہ واقارب کو یہ نقصانِ عظیم برداشت کرنے اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

یہ اجلاس ان کی بیگم صاحبہ، صاحبزادے اور صاحبزادیوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے لئے دست بدعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کو ڈاکٹر صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور ہماری جماعت کی طرف سے مجلس معتمدین کے سرگرم ممبر تھے۔ اور جماعتی کاموں میں انتہائی خلوص و عقیدت کے ساتھ حصہ لینے والے تھے ان کی وفات جماعت راولپنڈی کے لئے ایسا نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر مشکل نظر آتی ہے لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

قرار پایا کہ اس کی نقول :-

(۱) ڈاکٹر صاحب مرحوم کے صاحبزادے مسٹر سجاد احمد صاحب 70/B-6 سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی کو اور (۲) ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کو برائے اشاعت لاہور بھیجی جائیں۔

خاکسار خواجہ محمد نصیر اللہ - آنریری سیکرٹری جماعت راولپنڈی

عارف شہید کی یاد میں

ہمارے نہایت ہی محترم بھائی شیخ ممتاز احمد صاحب (وزیر آباد) کے فرزند اکبر اور حضرت شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم و مغفور کے پوتے لفٹیننٹ عارف ممتاز نے وطن عزیز کا دفاع کرتے ہوئے ۲۹ر مئی ۱۹۷۱ء کو فرید پور (مشرقی پاکستان) میں جام شہادت نوش کیا، ان کے والد محترم نے اپنے لخت جگر کی یاد میں انجمن کے لاہور میں دونوں سکولوں یعنی مسلم ہائی سکول نمبر ۱ اور مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے چار لائق اور مستحق طلباء کے لئے پچاس روپے (-/50 روپے) ماہوار کے وظائف مرحمت فرمائے ہیں جزاک اللہ۔

ہم خداوند قدوس سے دست بدعا ہیں کہ وہ شہید کو جنت فردوس میں اعلیٰ سے اعلےٰ مقام عطا فرمائے۔ والسلام

ناصر احمد - سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

ہفت روزہ پیغام صلح خود مطالعہ کرنے کے بعد دیگر احباب تک پہنچائیں۔

اخبار و افکار

ریڈیو پر مشرکانہ ترانے

بھارت اور پاکستان کی جنگ کے دوران پاکستان ریڈیو پر پاک فوج کی ہمت افزائی کے لئے رزمیہ ترانے گائے جاتے رہے ان میں ایسے بھی ترانے تھے جن میں شرک کی آمیزش پائی جاتی تھی، مثلاً ایک ترانہ میں "علی کا نام لو" کی تلقین بار بار ہوتی رہی حالانکہ ایسے وقت میں ذات الٰہی کے سوا کسی کو پکارنا کھلا شرک ہے جو اللہ تعالےٰ کو ہرگز پسند نہیں، فرمان الٰہی ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔ اللہ تعالےٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے سوائے دوسرے گناہوں کے لئے جسے چاہے بخش دے گا۔

اس کھلے ارشاد الٰہی کے ہوتے ہوئے ایسے نازک وقت میں "یا علی" کا نعرہ بلند کرنا یا "علی کا نام" لینے کی تلقین کرنا غیرت الٰہی کو چیلنج کرنا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ شاید یہی چیلنج پاکستان کی حالیہ شکست کا موجب ہوا ہو، اللہ تعالےٰ معاف کرے۔ ریڈیو پاکستان اور دوسرے ارباب اختیار کو اس بارہ میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئیے اور ایسے مشرکانہ نعروں سے اجتناب کرتے ہوئے صرف ذات الٰہی کو ہی حقیقی مددگار و معاون سمجھنا اور اسی سے مدد حاصل کرنا چاہئیے۔

"بنگلہ دیش" اور اسلام

نئی دہلی کی خبر ہے کہ وہاں مشرقی پاکستان پر بھارتی فوج کے حملے اور اس کے غاصبانہ قبضے کی خوشی میں جشن منایا گیا اور ایک بہت بڑی ریلی ہوئی۔ جس میں نام نہاد "بنگلہ دیش" میں اسلام کو کچل دیا جائے گا اور مذہب کا زہر ختم کر دیا جائے گا کسی سے اس بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے یا ہندو یا کسی دوسرے فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔

کاش، اس دشمن اسلام کو معلوم ہوتا کہ اسلام کچل دیا جانے والا مذہب نہیں، وہ فطرت انسانی کا مذہب ہے اور فطرت کو دبانا یا کچلنا کبھی انسان کے بس کی بات نہیں وہ انسان خود کچلا جاتا ہے جو اسلام جیسے فطری مذہب کے خلاف آواز اٹھائے

مسٹر ہارون الرشید چودھری کا یہ بیان کہ نام نہاد بنگلہ دیش میں کسی سے امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے یا ہندو یا کسی دوسرے فرقہ سے تعلق رکھتا ہے"۔ یہی تو اسلام ہے جس کا چودہ سو برس پہلے کا اعلان ہے لا اکراہ فی الدین مذہب کے بارہ میں کسی پر جبر نہیں کیا جا سکتا پس جب جبر نہیں تو ہر شخص اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کے لئے آزاد ہوگا اور وہ اسلام بھی قائم و برقرار رہے گا۔

حیرت ہے کہ ابھی تو "بنگلہ دیش" کی نیو بھی نہیں رکھی گئی، اسلام کو کچلنے کا ارادہ پہلے ہی کر لیا گیا، اسلام کے متعلق اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے انا لہ لحافظون، اس کی حفاظت ہم کریں گے، پس ایسی مملکت کہاں بن سکتی ہے جس میں اس وعدہ الٰہی کی مخالفت ہونے والی ہو۔

"بنگلہ دیش" بھارت کا غلام

کلکتہ سے ایجنسی فرانس پریس کی اطلاع ہے کہ آج سے صرف پانچ روز پہلے نام نہاد بنگلہ دیش میں جو کٹھ پتلی حکومت قائم کی گئی تھی اس میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ قائم مقام صدر اور وزیر اعظم تاج الدین احمد کے مابین حصول اقتدار کے لئے شدید کشمکش جاری ہے۔ علاوہ ازیں نام نہاد مکتی باہنی کو بھی اب احساس ہونے لگا ہے کہ مشرقی پاکستان جس کا نام انہوں نے بنگلہ دیش رکھا ہے بھارت کا غلام بن جائے گا اور انہوں نے جو جد و جہد کی تھی اس کا فائدہ بھارتی حکومت اٹھائے گی اور ان کی اپنی حیثیت ختم ہو جائے گی۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اب بھی وقت ہے کہ نام نہاد مکتی باہنی کے افراد اس اندیشہ کے پیش نظر بھارت سے قطع تعلق کر کے پاکستان سے مفاہمت کر لیں کہ اسی میں ان کی بھلائی ہے اور ان کی حیثیت بھی قائم رہ سکتی ہے، یہی خیال بی بی سی کے ایک نامہ نگار نے ایک مراسلے میں کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اگر بنگالی عوام اس علاقہ کو بھارتی کنٹرول سے الگ رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں ایک ایسا راستہ اختیار کرنا ہوگا جو انہیں بھارت سے دور لے جائے اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو انہیں پہلے سے زیادہ پاکستان کی ضرورت ہوگی۔

صدر بھٹو کے ساتھ مودودی صاحب کا تعاون

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ملک جن نازک حالات سے دوچار ہے ان میں تمام جماعتوں کو حکومت سے تعاون کرنا چاہئیے اور حکومت کو بھی تمام جماعتوں کا تعاون حاصل کرنا چاہئیے انہوں نے کہا کہ صدر بھٹو کی حکومت اس لحاظ سے جمہوریت کا آغاز ہے کہ اس میں اس پارٹی کے لیڈر کو اقتدار حاصل ہوا ہے جس نے ملک کے مغربی حصہ میں انتخابات میں اکثریت حاصل کی ہے۔

بجا فرمایا یہ وہی صدر بھٹو ہیں، جن پر آپ نے ۲۱۲ مولویوں کے ساتھ مل کر کفر کا فتوےٰ لگایا تھا، کیا آج وہ فتوےٰ زائل ہو چکا ہے یا واقعات زمانہ نے مسٹر بھٹو کو مسلمان ثابت کر کے اسی فتوےٰ کو الٹا آپ کے منہ پر مار دیا ہے؟

جنگی قیدیوں کے متعلق

مشرقی پاکستان میں جن پاکستانیوں کو جنگی قیدیوں کے طور پر گرفتار کیا گیا ہے ان کے متعلق بھارت کے وزیر دفاع جگجیون رام نے یہ اعلان کیا ہے کہ بنگلہ دیش کی نام نہاد حکومت کی مرضی کے بغیر انہیں واپس نہیں کیا جائے گا، ان کا بیان ہے کہ نام نہاد بنگلہ دیش کے لیڈر پاکستانی فوجیوں پر بنگالیوں کے قتل عام کے الزام میں مقدمہ چلانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مبصرین کی یہ رائے ہے کہ بھارتی حکومت پاکستانی فوجیوں کو یرغمال کے طور پر استعمال کر کے پاکستان پر اپنی مرضی کا سیاسی سمجھوتہ ٹھونپنا اور بلیک میل کرنا چاہتی ہے۔

بھارتی وزیر دفاع کا یہ اعلان اور مبصرین کی رائے حکومت پاکستان کی خاص توجہ کے قابل ہے، اس سے قبل بین الاقوامی ریڈ کراس سوسائٹی جنگی قیدیوں اور دیگر پاکستانی محصورین کو وہاں سے نکالنے کے لئے اپنی کوششوں کا آغاز کر چکی ہے لیکن اگر بھارت نے بقول مبصرین جنگی قیدیوں کو بطور یرغمال استعمال کر کے حکومت پاکستان پر اپنی مرضی کا سمجھوتہ ٹھونپنا چاہا تو وہ اس کی دراز دستیوں کی ایک اور گھناؤنی مثال ہوگی جو کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہو سکتی، اور ہمیں امید ہے کہ حکومت پاکستان ایسے سمجھوتہ کو ہرگز قبول نہیں کرے گی اور پاکستان کے جنگی قیدیوں کی رہائی اور دیگر محصورین کو بھارت کے ظلم و ستم سے بچانے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گی۔

کائنات کے وجود میں ہستی باریتعالیٰ کا ثبوت

اس زمانہ کے بعض کوتاہ نظر مسلمان ہستی باری تعالےٰ کے بارہ میں طرح طرح کے شکوک و شبہات کا اظہار کر کے اپنی کم عقلی کا ثبوت دیتے ہیں، اگر وہ غور کریں تو بڑے بڑے مشہور سائنسدانوں کے نزدیک بھی کائنات کے مطالعہ سے ہستی باریتعالیٰ کا اعتراف کرنا پڑا ہے مشہور سائنس دان نیوٹن سے کسی نے پوچھا تھا کہ خدا کہاں ہے اس نے کہا میں نے خدا نہیں دیکھا لیکن اگر میں ساری کائنات اور اس کی بوقلمونیوں کو چھوڑ کر اپنے ہاتھ کے صرف ایک انگوٹھے کی طرف دیکھوں تو خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے یہی کافی ہے، ایسا ہی آئن سٹائن اگرچہ یہودی تھا لیکن منکر خدا تھا، وہ نظریہ اضافت اور ایٹم بم کا موجد تھا، اس نے کہا خدا کو تو میں نہیں مانتا، لیکن اس کا جواب تو میرے پاس بھی نہیں ہے کہ اتنی منظم اور حیرت انگیز کائنات وجود میں کیسے آگئی؟!

غور کیجئے یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے کائنات کا مطالعہ کیا ہے، اس سے بڑھ کر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر کے اس سے انا الموجود کی آواز اپنے کانوں سے سنی، حضرت مسیح موعودؑ نے اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کائنات کا مطالعہ کرنے والوں کے خیالات تو اسی حد تک پہنچتے ہیں کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہونا چاہیئے، لیکن یہ امر کہ فی الواقع خدا ہے انہی لوگوں سے معلوم ہو سکتا ہے جو اس سے رابطہ رکھتے اور اس سے انا الموجود کی آواز اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

اسلامی معاشرہ کی پاکیزگی کے لئے احکامِ الٰہی

شرک سے اجتناب، والدین سے حسنِ سلوک، فواحش کے قریب نہ جانے، یتیم کے مال کی حفاظت، ماپ تول میں انصاف اور عہد و پیمان کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے زوردار وصیت

پاکستان کی سلامتی اور تحفظ کے لئے ہر نوجوان کو فوجی تربیت حاصل کرنی چاہیئے

خطبہ جمعہ
مؤرخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۱ء
فرمودہ
حضرت امیرِ قوم مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ
بمقام
جامع احمدیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئًا و بالوالدین احسانًا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاہم ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذالکم وصٰکم بہ لعلکم تعقلون ـــــ الیٰ وان ہٰذا صراطی مستقیمًا فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصٰکم بہ لعلکم تتقون ـــــ (الانعام ۱۵۲ تا ۱۵۴) ـــــ

قرآن کریم کی یہ تین آیات اپنے اندر بڑے قیمتی سبق رکھتی ہیں۔ اور ان کو ذہن نشین کرنے کے لئے ایک لفظ یہاں استعمال ہوا ہے وہ ہے تعالوا۔ اس کے لفظی معنے نیچی جگہ سے اونچی جگہ پر بلانے کے ہوتے ہیں اور محاورہ میں اس کا مطلب ہے کہ توجہ سے سنو۔ اللہ تعالیٰ جو عرشِ بریں پر متمکن ہے۔ وہ مسلمانوں کو اس عزت کے لفظ سے یاد کرتا ہے کہ اونچی جگہ پر آؤ۔ اس اونچی جگہ پر جانے کے لئے ضروری ہے کہ خدا کی مخلوق کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا جائے۔ عدل و انصاف سے کام لیا جائے۔ ایک دوسرے کا مال حرامخوری سے نہ کھایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا **قل تعالوا** لوگوں سے کہہ دیں کہ آئیے توجہ سے سنیں۔ میں تمہیں خدا تعالیٰ کا پیغام سنانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ خدا جو زمین و آسمان کا مالک ہے ساری کائنات کا موجد اور اس کے قیام کا باعث ہے، اس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان قوم کو توحید کا سبق دیا ہے۔ کوئی چیز جو زمین و آسمان کے اندر ہے سورج ہو یا قمر، انسان ہو یا کوئی پتھر یا درخت، ہوا ہو یا پانی ہو، ان میں سے کسی کو بھی خدائی کا رتبہ حاصل نہیں ہے۔

ہندو اپنے رشیوں کو دیوتاؤں کا مرتبہ دیتے ہیں، عیسائیوں نے ایک انسان اور خدا کے مرسل کو خدا بنا لیا۔ مسلمانوں نے بھی عملاً ایسا ہی کیا، وہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر جاتے اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔ بعض بڑے آدمی بھی لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اور ان میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے بزرگوں کی قبروں پر جاتے ہیں، دلّی میں اولیاء اللہ کی قبریں ہیں۔ پشاور، سندھ، پنجاب اور لاہور میں بزرگوں کے مزار ہیں۔ ان بزرگوں کے مقابر پر حاضری دینا مسلمان فخر خیال کرتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم نہیں ہے وہ تو شرک سے بیزار ہیں، وہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں **لا املک لکم من اللہ شیئًا**۔ میں تمہارے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا **لا اقول لکم عندی خزائن اللہ**۔ میرے پاس تمہیں دینے کے لئے خزانے نہیں ہیں۔ نہ میں کسی کو دولت دے سکتا ہوں، نہ اولاد عطا کر سکتا ہوں۔

پھر فرمایا **لا اعلم الغیب** میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا **ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ**۔ میں تو خدا کی وحی کا متبع ہوں۔ فرمایا لا تشرکوا بہ شیئًا۔ اے لوگو سنو کوئی مخلوق قابلِ پرستش نہیں ہے۔ مخلوق کو خدائی کا رتبہ نہ دو۔ کسی پیر اور بزرگ کے کلام کو خدا کے کلام کا درجہ و رتبہ نہ دو۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا **وبالوالدین احسانًا**۔ توحید الٰہی کے ساتھ ملا کر والدین سے حسن سلوک کی تعلیم دی ہے جس سے اس تلقین کی اہمیت ظاہر ہے۔ والدین کے متعلق دوسری جگہ فرمایا **فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریما**۔ ماں باپ کو اُف تک نہ کہو نہ انہیں کسی قسم کی ملامت کرو۔ نہایت افسوس کی بات ہے اس زمانہ کی اولاد ماں باپ کی عزت نہیں کرتی، اس زمانہ کی اولاد مادر پدر آزاد ہے وہ والدین کا ادب نہیں کرتی والدین کے علاوہ چچا، ماموں، خالو، پھوپھا یہ سب عزت کے قابل ہیں۔ جو لوگ گھر کے اندر تہذیب سے کام نہیں لیتے وہ اولاد کے سامنے اچھا نمونہ پیش نہیں کرتے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے جہاں ماں باپ کا ادب و احترام کرنے کی تلقین کی وہاں والدین کو بھی اپنی اولاد کی تکریم کا حکم دیا۔ فرمایا اکرموا اولادکم۔ اولاد کا اور قوم کے نوجوانوں کا اکرام کرنا نہایت مفید ہے۔

اس کے علاوہ تزکیہ و طہارت قلبی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے اس سے امن و امان کی زندگی نصیب ہوتی ہے اور اس سے فسادات مٹتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا **لا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن** یہ نہیں فرمایا کہ فواحش منع ہیں بلکہ فرمایا کہ فواحش کے قریب تک بھی مت جاؤ۔ برائی علانیہ کی جائے یا چھپ کر نقصان دہ ہے۔ باطنی برائی یہ بھی ہے کہ حسد، بغض اور جھوٹ و مکاری سے کام لیا جائے، یہ باطنی گناہ ہیں ان سے بچنا چاہیئے۔

پھر فساد مٹانے کے لئے فرمایا **لا تقتلوا النفس التی حرم اللہ** کہ انسان کی جان مت لو، ہر انسان خواہ وہ چوہڑا ہو یا چمار، ہندو ہو یا عیسائی، اس کی زندگی مقدس ہے **الا بالحق** البتہ سزا کے طور پر کسی کی گردن ماری جائے تو یہ درست اور جائز ہے اس سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے ورنہ کسی کی یونہی جان لینا حرام ہے اور فتنہ و فساد کا موجب ہے ایسا کرنے سے بچنا چاہیئے۔

فرمایا **ذالکم وصٰکم بہ لعلکم تعقلون** یہ احکام ہم بطور وصیت تمہیں تلقین کرتے ہیں، وصیت کے لفظ میں ان احکام کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

پھر فرمایا **ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن حتیٰ یبلغ اشدہ** یتیم کے مال کو نہ کھاؤ۔ کوئی شخص چھوٹی اولاد چھوڑ جائے تو اس کے رشتہ داروں میں سے چچا، ماموں وغیرہ ان کے اموال کو تلف نہ کریں اور ناجائز طریق سے ان کا مال نہ کھائیں، ان کے روپیہ پیسہ کی اس وقت تک حفاظت کی جائے جب تک وہ سنِ بلوغ کو پہنچ جائیں۔

اس کے بعد فرمایا **واوفوا الکیل**

والمیزان بالقسط۔ ناپ تول میں عدل و انصاف کو روا رکھو، ایسے لوگ بھی ہیں جو کم تولتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو چیزوں میں ملاوٹ کرتے ہیں گھی تیل کے اندر ملاوٹ ہے۔ آٹے اور نمک مرچ کے اندر ملاوٹ ہے، یہ بھی جائز نہیں کہ پیسے پورے لئے جائیں اور چیز کم دی جائے۔ اس کو عدل نہیں کہتے آٹا پیسنے والی ایسی بھی مشینیں ہیں جو چھ ہزار من روزانہ گندم کی پسائی کرتی ہیں۔ اگر ایک من کے اندر ایک ایک یا دو دو سیر ناقص اجناس کی ملاوٹ کی جائے تو چھ ہزار من میں کس قدر ملاوٹ ہو جائے گی اور کس قدر ناجائز منافع حاصل ہوگا۔ مشین کا مالک گندم کی خرید کے وقت بھی کماتا اور آٹے کی فروخت کے وقت بھی کماتا ہے اور پھر ملاوٹ کے وقت بھی کماتا ہے، یہ شخص قوم کو دغا دیتا ہے اور انکی صحت کو نقصان بھی پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جن کے ہاتھ میں کاروبار ہے یہ تلقین کرتا ہے کہ عدل و انصاف کو مدنظر رکھ کر ناپ تول کریں۔

فرمایا لا نکلف نفسا الا وسعھا ہم کسی انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتے اور نہ اس کی استعداد سے بڑھ کر کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

پھر فرمایا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ۔ جب تم بات کرو کسی کے متعلق فیصلہ دو تو عدل و انصاف سے کام لو۔ اور جس کے خلاف فیصلہ انصافاً دینا پڑے خواہ وہ تمہارا قریبی ہی ہو، یہ بیماری عام ہے، افسر اپنے دفاتر میں اپنے آدمیوں کو ہر طرح کی ناجائز ترجیح دیتے ہیں، اس افسر کی کیا قیمت ہے جس کے ماتحت لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس دفتر کا مالک اپنے رشتہ دار کی رعایت کر رہا ہے اس کے لئے قواعد کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ ان کے دل میں ایسے افسر کا کوئی ادب لحاظ اور احترام باقی نہیں رہتا۔ اس امتحان میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ پورے اترے۔ حضرت عمرؓ نے اپنوں کو قریب نہیں آنے دیا بلکہ موقع پیدا ہوا تو ان کو سزا دی۔

ان احکام کے علاوہ فرمایا وبعھد اللہ اوفوا خدا کے ساتھ جو تم نے عہد کیا ہے۔ اس کو پورا کرو۔ ایک عہد تو خدا اور اس کے رسول صلعم کے ساتھ ہے دوسرا ہم نے اس زمانہ کے امام کے ساتھ عہد کیا ہے علاوہ ازیں آپس میں جو عہد و پیمان ہوں ان پر پورا پورا عمل کیا جائے۔

فرمایا ذالکم وصٰکم بہ لعلکم تذکرون۔ یہ باتیں ہم وصیت کے طور پر کہتے ہیں ان پر عمل کرو۔ ان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ یہ خدا کا بتایا ہوا راستہ ہے، یہ راستہ سیدھا ہے اس پر تم نے سیدھا چلنا ہے اور اس صحیح راستہ سے ادھر ادھر نہیں ہونا۔ اس پر چلو اور خدا اور رسول کے احکامات کے علاوہ جو دوسرے راستے ہیں ان پر مت چلو۔ ایسا کرو گے تو تم گمراہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اور خدا اور رسول صلعم کے راستہ سے منحرف ہو جاؤ گے۔ تم خدا اور رسول صلعم کے راستہ پر چلنے کی بجائے پیر اور مولوی کے راستہ پر چلو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ فرمایا ذالکم وصٰکم بہ لعلکم تتقون ہم ان باتوں کی تمہیں وصیت کرتے ہیں تاکہ تم متقی بن جاؤ، متقی کون ہے وہی جو احکام الٰہی کی متابعت کرے۔ تقوے سے مراد احکام الٰہی کی پابندی ہے کسی نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا ما التقویٰ یا رسول اللہ حضور تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ فرمایا التقویٰ ان تزین نفسک للخالق کما تزین ظاھرک للمخلوق۔ تقوے یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو خدا کے لئے اسی طرح مزین کرو جس طرح تم اپنے ظاہر کو لوگوں کے لئے زیب و زینت دیتے ہو۔

یہ تعلیم جو ان آیات میں دی گئی ہے آج پاکستان کے باشندوں کو اس پر عمل کرنے کی انتہائی ضرورت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تلقین ہی نہیں فرمائی بلکہ خود اس پر عمل کر کے بھی دکھلایا چنانچہ فرمایا انا اول المسلمین یعنے وہ احکامات الٰہیہ جنکی میں تمہیں تلقین کرتا ہوں سب سے پہلے میں ان پر کاربند ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک بیڑھی اور متکبر قوم حضور صلعم پر عاشق و شیدا نہ ہو سکتی تھی حضرت نبی کریم صلعم نے شہادت کا جذبہ اپنے نمونہ سے قوم کے اندر پیدا کیا۔ خود زخمی ہوئے دانت مبارک ٹوٹ گیا۔ حضرت علیؓ کو زخم آئے لیکن خدا کی راہ میں آپ نے بولفروی کا نمونہ دکھایا۔

آج پاکستان کی سلامتی اور بقا اور تحفظ کے لئے جہاد کی ضرورت ہے۔ دشمن ہماری پاک زمین کو ہم سے چھین لینا چاہتا ہے۔ اس لئے اس وقت جہاد کرنا فریضہ ہے، فرد فرد کو جہاد کے لئے اپنی جان اور مال پیش کرنا چاہیئے اور شہری دفاع کی تربیت حاصل کرنا چاہیئے۔ ہر نوجوان کو فوجی تربیت لینا ازبس ضروری ہے حضور نبی کریم صلعم خود اور تمام صحابہ کرامؓ جہاد کے لئے نکلتے تھے۔ آج پاکستان کے ہر جوان کا فریضہ یہ ہے کہ فوجی تربیت حاصل کرے۔ اگر قوم نے من حیث القوم جہاد میں حصہ نہ لیا اپنی جان اور مال کو پیش نہ کیا تو خدانخواستہ ہمارے دشمن کو ہماری پاک زمین پر قدم رکھنے کا موقعہ مل جائیگا۔

کرنل بشیر حسین صاحب کے ایک عزیز کی شہادت

کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب کے ایک عزیز چھمب سیکٹر میں شہید ہو گئے ہیں ان کی نعش آج یہاں پہنچی ہے۔ بعد از نماز جمعہ جو احباب مسلم ٹاؤن نماز جنازہ میں شریک ہو سکیں، تو وہ ضرور جاکر ان کی تدفین میں شریک ہوں۔ خدا تعالیٰ اس شہید کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عنایت فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس شہید نے اپنے خاندان کا رتبہ بلند کر دیا ہے۔

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

تک مرزا صاحب ننگی تلوار بنے رہے۔

جماعت قادیان نے اسی پر بس نہ کی بلکہ شریعت میں دخل اندازی کی مذموم کوشش کرتے ہوئے نبوت کی کئی قسمیں بنا ڈالیں۔ تشریعی۔ غیر تشریعی وغیرہ اور صوفیاء کے اقوال کو مسخ کر کے اپنی تائید میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ صوفیاء نے صاف لکھا ہے نبی غیر تشریعی ولی ہوتا ہے اس نبوت کو صوفیا کی کتب میں نبوت عامہ یا نبوت مطلقہ بھی کہا گیا ہے، اور اس مرتبہ کے حامل افراد کو انبیاء الاولیا کا نام دیا گیا ہے[۷]

مسطور بالا سے یہ امر عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ہرگز نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ محض ظلی نبی۔ بغیر شریعت کے نبی وغیرہ الفاظ کے استعمال سے ان کو دعویٰ نبوت کا الزام نہیں دیا جا سکتا جبکہ یہی الفاظ دیگر صوفیا نے بھی انہی معنوں میں استعمال کئے ہیں، میں حیران ہوں کہ صرف حضرت مرزا صاحب ہی ان الفاظ کے استعمال پر گردن زدنی کیوں ہیں؟ درآنحالیکہ آپ نے عامی ذہنوں کو مدنظر رکھ کر یہاں تک فرمایا ہے کہ چونکہ عوام اصطلاح اور لغت کا فرق نہیں سمجھتے، اس لئے میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ لفظ نبی کو (لغوی معنوں میں بھی) عام محاورہ اور روزمرہ بول چال میں استعمال کیا جائے۔ پس حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا خود ایک زندہ ثبوت ہیں نہ کہ آپ کی نبوت میں رخنہ ڈالنے والے۔ ؎

سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جا است

اگر آپ اس سلسلہ میں مزید وضاحت طلب فرمادیں تو خاکسار حاضر ہے۔

[۶] انوار الاسلام صفحہ ۲۴
[۷] بحر العلوم دفتر ششم فتوحات مکیہ جلد دوم صفحہ ۳۷

(بسلسلہ صفحہ ۱)

حلقہ لاہور

کتب سلسلہ کے ترجمہ و ترتیب فہرست کا کام جاری ہے۔ ملاقاتیوں کو لٹریچر دیا گیا۔ ننکانہ میں حضرت بابا نانک کی برسی کے موقعہ پر کتب و لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ غیراز جماعت احباب اور دیوائی دوستوں کو پیغام حق پہنچایا گیا اور ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن کی سرگرمیوں میں حصہ لیا گیا۔ مختلف عیسائی حلقوں میں عیسائی معتقدات پر گفتگو ہوئی اور ربوہ و لاہوری جماعت کا فرق ملاقاتیوں پر اچھی طرح واضح کیا۔ تعصب ختم ہو رہا ہے۔ دو اصحاب سلسلہ میں داخل ہوئے۔ عیسائی حلقوں میں کثرت سے لٹریچر تقسیم کیا گیا ہے۔

حلقہ لائل پور

قرآن و حدیث اور سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کیا گیا۔ علاقہ چک جھمرہ کا دورہ کیا گیا۔ ایک نئے احمدی صاحب سے ملاقات کی گئی۔ جمعہ کی نمازیں پڑھائی گئیں۔ جماعت کے ماہانہ اجلاس میں تقریر کی گئی۔ جماعتی ترقی و تنظیم کے سلسلہ میں مختلف تجاویز پر غور کیا گیا۔ سیکرٹری صاحب جماعت نے

جناب غلام نبی مسلم

موجودہ حالات اور سیرت نبوی کا ایک ورق

آج پاکستان جس سیاسی، معاشی اور ذہنی انتشار اور بحران سے دوچار ہے اس سے نکلنے کے لئے بڑے عزم، فراست، ایثار، تدبر، بے لوثی اور قربانی درکار ہے اور موت و حیات کے اس چوراہے میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ایک زندگی بخش سبق ملتا ہے اور ملت اور اس کے قائدین کو چاہیئے کہ تعمیر نو میں اس کو ملحوظ رکھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے آخری ایام میں ایسا نازک دور آیا کہ اسلام اور مسلمان کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ قریش مکہ کی ستم رانی اس حد تک بڑھی کہ کچھ مسلمان گھر بار، مال و دولت، حتیٰ کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر حبش میں پناہ گزین ہوئے اور دوسرے ہر قسم کی قربانی دے کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے، حتیٰ کہ خود سردار دو عالم بھی کفار کی تلواروں کے سامنے ترک وطن پر مجبور ہوئے۔

لیکن ان مشکلات کی غرض موت سے فرار نہ تھا بلکہ اسلام اور اس کے نام لیواؤں کی حفاظت تھا۔ ایک عظیم مدبر اور قائد کی طرح آنحضرت صلعم نے کبھی دشمن سے بچاؤ اور غلبۂ دین کیلئے انقلابی اقدامات کئے، اور ان کو حکمت، استقامت اور ثابت قدمی سے اس طرح عملی جامہ پہنایا کہ نت نئی مشکلات پر بتدریج غلبہ حاصل کرتے ہوئے مٹھی بھر منتشر مسلمانوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا کر باطل سے ٹکرایا اور چند سالوں کے بعد کفار عرب کی متحدہ قوت کو ختم کر کے فاتحانہ مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے۔

تمام قوتوں کی فراہمی

آپؐ نے سب سے پہلے یہ حکم دے دیا کہ تمام مسلمان ہر قیمت پر مدینہ میں اکٹھے ہو جائیں۔ آپ نے ہر مسلمان پر ہجرت لازم قرار دی اور جن لوگوں نے ہجرت نہ کی انہیں اسلامی معاشرے کی "دوستی" کے حقوق سے محروم کر دیا۔ والذین آمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیئٍ حتیٰ یھاجروا۔

ترجمہ:- اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تم پر ان کی دوستی کا کوئی حق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ آپؐ کے مدبرانہ حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف مکہ معظمہ بلکہ عرب کے ہر علاقہ، قبیلہ اور خاندان سے کلمہ گو مدینہ میں آپ کے جھنڈے تلے یکجا ہو گئے۔ ان میں اہل علم، مدبر، شجاع، با رسوخ، سپہ سالار، تاجر، صناع، زراعت پیشہ، شاعر، خطیب، اہل ثروت اور فاقہ مست ہر سطح اور دائرہ عمل کے فدائیان اسلام موجود تھے، آپؐ نے ان تمام لوگوں کی صلاحیتوں سے کماحقہٗ استفادہ کیا۔ اور اپنے حسن سلوک، تدبر اور حکمت سے سب کے قلوب مٹھی میں لے لئے۔

خطرے کا انسداد

نبی اکرم صلعم قریش مکہ کے عزائم سے بے خبر نہ تھے اور آپؐ نے ان کے روزمرہ کے افکار و حرکات سے باخبر رہنے کے لئے معلومات حاصل کرنے کا مکمل انتظام کر رکھا تھا، چنانچہ آپؐ نے جو کامیابیاں حاصل کیں ان میں اس حقیقت کا بہت دخل تھا کہ آپؐ نے خبر رسانی کا بہت اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا۔ اور آپؐ کو نہ صرف قریش مکہ بلکہ قبائل عرب میں ان کی ریشہ دوانیوں کا بھی کماحقہٗ علم ہوتا رہتا تھا۔ اور آپؐ حالات کے مطابق ان کا انسداد فرما لیتے تھے۔ اس کے علاوہ آپؐ اپنے جنگی اور سیاسی ارادوں کو ہمیشہ خفیہ رکھتے تھے ان میں کامل رازداری سے کام لیتے تھے، اور کسی مہم کا رُخ اس وقت ظاہر کرتے جب کہ ہر قسم کی تیاری کر کے مدینہ سے باہر کوچ کر جاتے۔ چنانچہ مکہ پر حملہ کرنے کے لئے آپؐ نے چھ ماہ تک تیاری کی اور رازداری کا یہ حال تھا کہ دشمن کو اس وقت تک علم نہ ہوا جب تک آپ اچانک مکہ کے قریب نہ پہنچ گئے اور دشمن کو اطاعت کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔

آپؐ کو قریش مکہ کے معاندانہ ارادوں کا علم ہوا تو آپؐ نے خود مدینہ میں داخلی انتشار اور دشمنی کی فضا کے امکان کو ختم کرنے کی ٹھانی، مدینہ میں یہودیوں کے چند قبائل موجود تھے۔ جن کے انصار مدینہ سے حلیفانہ تعلقات تھے، آپؐ نے انصار کی وساطت سے یہودیوں سے عہدنامے کئے کہ مدینہ پر بیرونی حملہ کی صورت میں مل کر مدافعت کریں گے۔ اسی طرح آپؐ نے مدینہ کے گرد و نواح میں بسنے والے قبائل سے دفاعی عہدنامے کئے اور قوم کے گرد و نواح میں ایک حلقہ اثر قائم کر لیا۔ اور اس طرح قریش کی ریشہ دوانیوں کا اثر کم کر دیا۔ نوازشات کی بارش کی حتیٰ کہ بعض قبائل سے شادیوں کے ذریعہ مؤانست کو تقویت دی۔

اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ مسلمانوں کا دینی کردار کچھ کم جاذب نہ تھا کہ تبلیغی مساعی نے اس کو تیز تر کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ اور گرد و نواح کے قبائل میں کئی لوگ مسلمان ہو گئے، ان قبائل میں اسلام کے ہمدرد پیدا ہو گئے اور اس طرح جو لوگ مسلمان نہ تھے وہ مسلمانوں کے حسن سلوک، بلند کردار اور ذاتی مجلسی تعلقات کی بنا پر ان کے ہم نوا و ہم سفر رہے۔

دماغی صلاحیتوں کا اجتماع

مشکل حالات میں، جہاں مادی وسائل کی ضرورت پڑتی ہے، وہاں سب سے زیادہ فکری و نظری محاذ پر مستحکم کام درکار ہوتا ہے۔ قرآن کی تعلیم نے جہاں مسلمانوں کے ذہنوں کو جلا بخشی تھی اور وہ بلند حقائق کے علمبردار بن چکے تھے، وہاں انہیں نبی کریم صلعم کی حکیمانہ اور دانشمندانہ رہنمائی حاصل تھی، خود اسلام کے دشمن آپؐ کی حکمت کے قائل اور قیادت کے معترف تھے، زمانہ قبل از نبوت ہی میں آپؐ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی، جس نے مسلمانوں کے لئے خیر سگالی کے جذبات پیدا کر رکھے تھے، پھر آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر رضؓ اور دیگر صاحب فراست موجود تھے، جن کو قریش اور قبائل کی سیاسی، مجلسی اور اخلاقی زندگی میں بلند مقام حاصل تھا۔ اور ان کی بدولت بھی قبائل میں مسلمانوں سے ہمدردی پائی جاتی تھی۔ پھر ان میں شعراء اور خطیب بھی تھے جنہوں نے اپنے بلیغ و فصیح کلام کے ذریعے عربوں پر اسلام کی عظمت و حکمت ظاہر کر کے انہیں مرعوب کیا اور اہل اسلام کے حوصلوں کو توانائی بخشی، اس کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلعم نے ان جنگی حالات میں بھی قوم کی تعلیم پر زیادہ سے زیادہ زور دیا۔ چنانچہ جنگ بدر کے قیدی دشمنوں کو محض اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ کم از کم چار چار مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ اور اس طرح مختصر سی مدت میں مدینہ میں لکھنے پڑھنے والوں کی خاصی تعداد پیدا ہو گئی اور یہی لوگ کچھ عرصہ بعد قرآن و سنت کے شارح و مفسر بن گئے۔ دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانے کا وسیلہ بن گئے اور مختلف قبائل میں اسلام کا پیغام پہنچا کر ذہنی انقلاب لے آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن پر عمل کر کے مختلف قبائل کے ذہین لوگوں کو قرآن کی تعلیم دی اور وہ اپنے اپنے قبائل میں نشر و اشاعت دین کا موجب بن گئے۔ دنیا نے آج ذہنی انقلاب کی انقلابی قوت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور یہ جان کر کہ پروپاگنڈے سے توپ و تفنگ کے بغیر فتح حاصل کی جا سکتی ہے منظم پروپیگنڈے کو جنگی جوڑ توڑ کا اولین حصہ قرار دے رکھا ہے۔ مگر آنحضرت صلعم کے پروپاگنڈے میں نہ فریب کارفرما تھا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو غلام بنا کر ان کو لوٹنا، بلکہ آپؐ نے توحید کا درس دے کر لوگوں کو ذہنی غلامی کی زنجیروں سے آزاد کیا۔ عدل و انصاف اور مساوات کو قائم کیا، پسے ہوئے انسانوں کے احترام و وقار کو بحال کیا، مظلوموں، مفہوروں، غلاموں، بیواؤں، یتامیٰ اور بے دسیوں کو آزادی بخشی نسلی، لسانی، لونی اور مادی برتری کی تفریق کو کچل ڈالا، جس نے آپؐ کی صفوں کو قوت بخشی، اور انتشار کی قوتیں روز بروز کمزور ہو کر مٹتی چلی گئیں اور اگر آج بھی مسلمان اندرونی طور پر ایسے ہی حالات پیدا کر لیں۔ تمام قوم محض مسلمان بن کر رہے نسلی، علاقائی، فرقہ دارانہ اور جاہ و مرتبے

کے امتیازات کو موجب فخر بنانے کی بجائے جوہر قابل کو آگے بڑھائیں گے اور دوسری طرف دنیا کی مظلوم مقہور قوموں کو ان کی عظمت کا احساس دلائیں ۔ اور ان کو اٹھانے کے لئے اقدامات کریں تو ایک طرف خود مسلمان قوم لوگوں کی نگاہوں میں عزت و احترام کا مقام حاصل کرلے گی اور دوسری طرف امتیازات کی چکی میں پسے ہوئے ممالک کے اکثر لوگوں میں ہمارے لئے ہمدردی اور احترام کا جذبہ پیدا ہوگا ۔

سماجی مرکز

دشمنوں نے مدینہ کو مٹانے کے لئے عزم کر رکھا تھا ، اور یہی امر وہاں کی آبادی اور اہمیت کا موجب بن گیا ۔ مسلمان سمٹ سمٹا کر اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ یہاں جمع ہو گئے ۔ تجارت کو ترقی ہوئی مختلف قسم کے سامان یہاں جمع نہیں ہوئے تجارت پیشہ لوگ بھی آگئے ۔ مکہ کے مہاجر مسلمان تجارت کے ماہر تھے اور انہوں نے یہود کے مقابل مسلمانوں کی تجارت کو فروغ دیا ۔ باہر کے تاجر بھی اس نئی منڈی میں مال لانے لے جانے لگے ، اور گرد کے قبائل بھی ضروریات کے لئے مدینہ کا رخ کرنے لگے ۔ آنحضرت صلعم نے مدینہ کو امن عطا کرکے اسے کشش کا موجب بنا دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ جنگوں کے باوجود اہل مدینہ کی دولت میں اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضرت صلعم نے مالی امداد کی دعوت دی تو حضرت عثمان اور بعض دیگر مسلمان تاجروں نے خطیر رقوم پیش کیں ۔ حالانکہ انہوں نے یہ کاروبار مدینہ آنے کے بعد غیر معمولی حالات میں شروع کیا ، اس امر کا کفار مکہ پر برا اثر پڑا ، ایک تو جنگوں میں الجھنے کی وجہ سے ان کی دولت ضائع ہوئی ۔ دوسرے ان کے کاروبار پر اثر پڑا اور ان کے قافلے باہر جانے کم ہو گئے تیسرے مدنی منڈی نے لوگوں کو مکہ سے ہٹا کر اپنی طرف کھینچا جس سے قریش مکہ کی معاشی زندگی ہی متاثر نہ ہوئی بلکہ ان کی طرف لوگوں کا رجحان بھی کم ہوگیا ، اور یہی وجہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال جب مسلمان عمرہ کے ارادے سے مکہ کے لئے عازم ہوئے تو قریش کی اکڑی ہوئی گردن جھک گئی وہ صلح پر مجبور ہو گئے ۔ ان کے فہمیدہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو دو سال بعد مسلمان مظفر و منصور مکہ میں داخل ہوگئے ۔

تاریخ میں بلند پایہ قیادت کی اس سے بلند مثال کہیں نہیں ملتی اور وہ بھی کم از کم نقصان کے ساتھ ۔ چنانچہ فتح مکہ کے ساتھ ہی تمام مخالف قریش اور اکثر قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ، مکہ کی عظمت زیادہ شوکت کے ساتھ عود کر آئی ، ذہنی سیاسی ، معاشی اور تہذیبی غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں ۔ عدل و انصاف کا دور دورہ شروع ہو گیا ۔ مظلوم و مقہور انسانوں کو فطری احترام نصیب ہوا ، اور کسی کو سوائے خدائے واحد کے کسی دوسرے کا خوف نہ رہا ، ان مٹھی بھر انسانوں نے عالمی سیاست کا رخ پلٹ دیا ۔ بوسیدہ اور رجعت پسند سلطنتوں کا خاتمہ کر دیا انسانی ذہنوں کو نئی روشنی اور جلا بخشی اور علم اخوت مساوات انصاف ، انسانیت اور تہذیب ثقافت کے ہزار سالہ دور کی بنیاد رکھ دی ۔

قیادت

بلاشبہ اس بے نظیر انقلاب کا سہرا دنیا کے کامیاب ترین اور عظیم الشان انقلابی رہنما حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر تھا ۔ آنحضرت کا مشن بہت بلند مگر انتہائی مشکل تھا ۔ آپ نے لوگوں کے عقائد نسلی امتیازات کے تصورات قریش کا دینی فخر و غرور ، غیر عربوں پر فضیلت کا احساس ، غلاموں اور مستورات کی پستی کو بدلنا چاہا اور نسل انسانی کو ایک خدا کے جھنڈے تلے اخوت و مساوات کی لڑی میں پرونا مقصد قرار دیا جس پر تمام شیطانی قوتیں آپ کے خلاف ڈٹ گئیں ۔ لیکن آپ کو اپنے مشن کی صداقت پر گہرا ایمان تھا ۔ اور یہی ایمان آپ نے اپنے تمام پیروؤں کے قلوب میں پیدا کیا ۔ آپ نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے انتہائی خلوص ، بے حد ایثار ، استقامت اور بلند نظری کا ثبوت دیا اور گو آپ کو اپنے احباب جان سے زیادہ عزیز تھے لیکن اپنے اصول ، عدل و انصاف ، اور مقصد کی کامیابی ان سے بھی زیادہ عزیز تھی ، آپ نے خود اپنی ذات کو بھی سب سے زیادہ اپنی تعلیمات کا پابند بنایا ۔ اور اس کے لئے اپنے عزیز ترین رشتہ داروں ، دوستوں اور جاں نثاروں کی مطلق پرواہ نہ کی تھی کہ جب انہیں فدائی ازواج کو اپنے مشن کی راہ میں رکاوٹ سمجھا تو ان سب کو رخصت کی اجازت دے دی ، آپ نے قوم سے ان کی صلاحیتیں طلب کریں ، آپ کی محبت ، ایثار اور بے لوثی نے قوم کے قلوب میں ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ اپنے مال ، جان ، اور قوتیں ہر لمحہ آپ کے اشارے پر قربان کرنے کو تیار رہتے تھے انہوں نے دس سال کی مدت میں آپ کے اشارے پر ستر کے قریب جنگوں میں شرکت کی ، اپنے بھائیوں پر مال و آرام قربان کیا ، اور دنیا کی کسی شئے کی آرزو کی اور محض اللہ تعالےٰ کی رضا کو قبلۂ مقصود بنایا ۔ اور جب حالات سازگار ہوئے تو آپ نے دنیوی نعمتوں کے خزانے سب پر کھول دیئے ۔ لیکن اپنی ذات کو علائق دنیا سے اس حد تک پاک و بلند رکھا کہ جب دنیا سے رخصت کا وقت آیا تو گھر میں جو چند سکے موجود تھے وہ بھی قوم پر نچھاور کر دیئے اور قوم پروری ایثار اور بے لوثی کا ایسا نمونہ چھوڑا کر دنیا ابد تک حیرت کی نظر سے دیکھتی رہے گی ۔

اسی قیادت نے صدیق اکبر رضی، عمر فاروق رضی ، عثمان غنی رضی علی مرتضےٰ رضی ایسے درویش ، ایثار پیشہ حق پرور اور منصف و عادل جانشین پیدا کئے ، جو آپ کی عظمت پر شاہد ہیں ۔ اور اگر آج بھی ہم پاکستان میں عظیم انقلاب لانا چاہتے ہیں ۔ اور فی الواقع دور حاضر کی اگلی صفوں میں قدم رکھنا چاہتے ہیں ۔ تو ایسی ہی قیادت ، ایثار ، عزم استقامت اور دلسوزی درکار ہے ۔

(باقی آئندہ)

پاکستان کی بقا

(بسلسلہ صفحہ ۲)

عظیم دوست چین کے عوام نے مختصر سے عرصے میں خاموشی کے ساتھ جو ترقی کی ہے وہ ہمارے سامنے ہے ۔ ہمیں مسلمانوں کی روایات کو یاد رکھتے ہوئے اپنے آپ کو پھر سے تیار کرنا ہے اور اپنے وسائل اور روحانی طاقت کو اکٹھا کر کے اپنے نصب العین کی تکمیل کرنا ہے ۔ بھارت نے ایک لمبی مدت تک ہمارے خلاف کام کیا ہے اور اپنے وسائل کو پوری طرح طاقت سے جمع کر کے بعد مسلمانوں کے خلاف اپنی پرانی نفرت کا بدلہ لینے کی بھرپور کوشش کی ہے ۔ ہم اس دوران غافل رہے ہیں اور ہمارا دشمن اپنی تیاری میں مصروف رہا ہے ۔ آج اس نے ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر کامیابی حاصل کر لی ہے ۔ مگر اس میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہم اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو دوبارہ حاصل کریں اور یہ طاقت ہے مسلمانوں کا اتحاد ۔ جن قوموں کے اختلافات نظریات کی بنیاد پر ہوتے ہیں ان قوموں کو ہمیشہ اپنے آپ کو تیار رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ نفرت رکھنے والا دشمن وقت سے فائدہ نہ اٹھالے ۔ ہمارا اختلاف ہندو قوم سے اسلام کے نظریئے کی بنیاد پر قائم ہے اور جونہی ہم نے اپنی اندرونی طاقتوں کو کمزور کیا ، ہم نے اس کا نتیجہ دیکھ لیا مگر اب بھی کچھ نہیں گیا اگر ہم اپنے احساسات کو عمل میں ڈھال لیں تو ڈھاکہ بھی واپس لیا جا سکتا ہے اور کشمیر بھی حاصل کیا جا سکتا ہے

ہماری مسلح افواج کے سپاہیوں اور افسروں نے بے پناہ بہادری کا مظاہرہ کیا ہے اور ان کو کسی محاذ پر شکست نہیں ہوئی ۔ ہم اپنی مسلح افواج کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ، اور ان کی قربانیوں سے سبق سیکھتے ہوئے ہمیں اس بات کا عہد کرنا ہے کہ اپنے تمام اندرونی تنازعات کو دور کر کے اس چیلنج کا مقابلہ کیا جائے جو بھارت نے ڈھاکہ پر قبضہ کر کے ہمیں دیا ہے ہم آج لاکھ غمزدہ سہی مگر ہمارے دل اپنے جانباز اور بہادر سپاہیوں اور افسران کے ساتھ ہیں جنہیں بھارت کی افواج نے جارحانہ حملہ کر کے مشرقی پاکستان میں محصور کر دیا ہے ۔

آخر میں یہ دیکھنا موجب مسرت ہے کہ پاکستان کے نئے صدر جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس ملک کے عوام کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے . . . .

. . . . . . اپنے لائحہ عمل کا اعلان کیا ہے جو اس ملک کے لئے اور اس کے عوام کے لئے خوشحالی کا موجب ہو سکتا ہے ۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے انہوں نے کبھی بھی قربانیوں سے گریز نہیں کیا اور جان اور مال سے ملک کی حفاظت کے لئے حکومت کا ہر بار ساتھ دیا ہے ۔

اب حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عوام کی تکالیف کو دور کرے اور اس کے لئے خوشحالی کا راستہ تلاش کرے ان ماؤں اور بیویوں کی قربانی کا بھی معاوضہ ادا کرے جن کے بیٹے اور جن کے خاوند اپنی زندگیاں ملک و قوم کیلئے نثار کر چکے ہیں ۔

پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی سرگرمیاں ماہ نومبر ۱۹۷۱ء

حلقہ مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان

اجتماعات جمعہ جاری ہیں۔ دارالمطالعہ احمدیہ میں قارئین کرام اخبار، رسائل و لٹریچر پڑھنے کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں بعض احباب کے سوالات اور اعتراضات کے حسب موقعہ جواب دیئے جاتے ہیں، حال ہی میں ایک تبلیغی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، جس کے صدر جناب عبدالرحیم چانڈیہ ہیں۔

ضلع ہزارہ

مسجد احمدیہ ایبٹ آباد میں جملہ امور باقاعدگی سے سرانجام دیئے جارہے ہیں بچوں کو قرآن کریم، عربی کتب اور کتب سلسلہ پڑھائی جاتی ہے۔ رمضان شریف میں نماز تراویح پڑھائی گئی۔ حسب سابق بازار میں کتب لٹریچر کا سٹال لگایا جاتا ہے۔ اور خواہش مند حضرات کو پڑھنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ کالج کے طلباء اور احباب سے ملاقات کرکے سلسلہ کے بارے ان کو معلومات فراہم کی جاتیں اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ دیب گراں میں عیدالفطر کی نماز پڑھائی گئی۔ چندہ فراہم کرکے مرکز میں ارسال کیا گیا۔

حلقہ وہاڑی

احباب حلقہ سے ملاقات کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ان سے مسائل و تعلیمات احمدیہ پر گفتگو جاری رہتی ہے۔ مبلغ حلقہ خانیوال کے چوہدری محمد لطیف صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ حلقہ میں حسب موقعہ جمعہ کے اجتماع میں مبلغ صاحب شرکت کرتے ہیں۔ اور مختلف موضوعات پر تقاریر کرتے اور لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔

حلقہ سرگودھا

احباب حلقہ سے ملاقات کا سلسلہ جاری ہے۔ جماعتی تنظیم کی طرف خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔ مبلغ صاحب حلقہ نے ماہ رواں کے پہلے جمعہ کو چک ۸۱ جنوبی میں جمعہ پڑھایا۔ اور احباب سے ملاقات کی گئی۔ ربوائی دوستوں سے مسائل متعلقہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ سرگودھا میں مختلف مقامات پر نمازوں کا سلسلہ قائم کرنے کے لئے پروگرام بنایا جارہا ہے۔ جوہرآباد کا دورہ کیا گیا اور وہاں احباب جماعت سے ملاقات کی گئی انہیں جماعتی پروگراموں میں پابندی سے حصہ لینے کی تحریک کی گئی۔ تازہ لٹریچر حسب موقعہ ملنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ دوسرے ہفتہ جمعہ کی نماز ممتاز احمد صاحب کے کارخانہ میں ادا کی گئی۔ نماز جمعہ میں باقاعدہ شرکت کے لئے دوستوں کو تحریک کی جارہی ہے تیسرے ہفتہ بھی جمعہ کی نماز سرگودھا میں پڑھائی گئی۔ دوستوں نے حوصلہ افزا تعداد میں شرکت کی۔ مبلغ صاحب چوہدری احمد خان صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت کے لئے چک ۸۱ جنوبی تشریف لے گئے انہیں تبلیغی سلسلہ میں احمدنگر اور ربوہ جانے کا بھی موقع ملا۔

حلقہ مری

مبلغ حلقہ اکال گڑھ، بستی دھمیال گئے اور ہم سفر حضرات کو امر بالمعروف کی تلقین کی۔ جمعہ کے اجتماعات جاری ہیں۔ درجن بھر احباب زیر تبلیغ ہیں۔ روزانہ دو تین گھنٹے مسائل سلسلہ پر ان سے گفتگو ہوتی ہے۔ موضع کجھی میں نماز عیدالفطر پڑھائی گئی۔ ٹاہلی جانے کا موقعہ ملا۔ اور دوستوں سے ملاقات ہوئی۔

حلقہ راولپنڈی

مبلغ حلقہ نے بعض بیمار دوستوں اور بھائیوں کی عیادت کی۔ زیر تعمیر مسجد کے بارے متعلقہ احباب سے موقعہ پر گفتگو ہوئی تعمیر کا کام دیکھنے کیلئے گاہے گاہے جانا ہوتا ہے آنیوالے احباب سے ملاقات کی گئی۔ جمعہ کے اجتماعات میں خطبات دیئے گئے۔ مختلف لائبریریوں میں رسائل و لٹریچر سلسلہ پہنچایا گیا سفیر اردن سے ملاقات کے وقت چند کتب ان کو پیش کی گئیں۔ بعض احباب کے ٹھکانوں پر جاکر ان سے ملاقات کی گئی۔ بعض دوستوں سے مل کر جماعتی مرکز سرگرمیوں میں حصہ لینے کی تحریک کی گئی۔ ایک نکاح کی تقریب میں شرکت کی اور خطبہ نکاح پڑھایا۔ رمضان شریف میں مختلف احباب کے ہاں افطاری کے موقعہ پر اجتماعات ہوتے رہے۔ بعض احباب جماعت کی مالی امداد کی گئی اور کچھ کپڑا تقسیم کیا گیا۔ ختم قرآن کی تقریب منعقد کی گئی۔ نماز عید مولانا محمد یحیٰی بٹ صاحب نے پڑھائی۔ مسجد فنڈ میں 2600/- روپے نقد اور قریباً دس ہزار روپے کے وعدے ہوئے۔

حلقہ چک ۸۱ جنوبی (سرگودھا)

ماہ رمضان میں پنجوقتہ نمازوں کے ساتھ ساتھ نماز تراویح کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہا اور جمعہ کے اجتماعات بارونق رہے۔ یہ مہینہ فرمان الٰہی کے مطابق گذارنے کے لئے سعی کی گئی۔ اور خضوع و خشوع کے ساتھ عبادات کا سلسلہ جاری رہا۔

حلقہ جھنگ صدر

احباب سے قریبی رابطہ جاری ہے غیر از جماعت دوستوں سے مسائل سلسلہ پر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ نماز عید کا اجتماع خدا کے فضل سے بڑا بارونق تھا۔ الحمدللہ۔

حلقہ جہلم

احباب سے ملاقات جاری ہے تازہ لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔ مسائل ضروریہ اسلامیہ کے بارے احباب کو مطلع کیا گیا۔ جمعہ کے اجتماعات میں احباب شوق سے شریک ہوتے رہیں، قرآن و حدیث اور ملفوظات اور دیگر مضامین حسب موقعہ پڑھے جاتے رہے

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۲)

نائیجیریا میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی سرگرمیاں

نائیجیریا میں ہمارے مبلغ مولوی عبدالرحمان صاحب ڈیموئی جس سرگرمی سے تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اس کا مختصر حال درج ہے:-

ہر ہفتہ کی شام کو عام لیکچروں کا سلسلہ جاری ہے جس میں احباب کثرت سے شرکت کرتے ہیں۔ صدر مقامی جماعت جناب اے اے ڈیسو کی رہائش گاہ پر ہر اتوار کی شام احباب جماعت کا اجتماع ہوتا اور تقاریر ہوتی ہیں۔ ان اجتماعات کا مقصد اراکین جماعت کی تربیت ہے، مبلغ جماعت کے تجویز کردہ عنوانات پر احباب تقاریر کرتے ہیں۔ ہر رکن اس تقریری سلسلہ میں حصہ لیتا ہے۔ ماہ رمضان میں ۹ بجے صبح سے ۱۱ بجے تک ہر روز لیکچروں کا سلسلہ جاری رہا۔ مقامی جماعت اور عیسائیوں کے درمیان مباحثہ و مناظرہ کا سلسلہ جاری ہے۔ عیسائیوں کے مقابلہ میں ہمارے معقول اور عالمانہ دلائل و براہین کو سن کر بہت سے گم کردہ راہ لوگوں کو صراط مستقیم کا پتہ چل گیا ہے۔ اور وہ دین اسلام پر پختہ ہو گئے ہیں۔ گاہے گاہے مبلغ جماعت کو ٹیلی ویژن کے قومی پروگراموں بعنوان "برائے مسلم" میں بھی شرکت کی دعوت ملتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ابلاغ عامہ کے ذرائع ہماری جماعت کو دین اسلام کی نشر و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کی ترجمان خیال کرتے ہیں۔

ایک ہفت روزہ مقامی اخبار ILANA YORUBA میں ہر سوموار کو مبلغ جماعت کا ایک مضمون تواتر کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ یہ ہفت روزہ یوروبا زبان بولنے والے تمام علاقوں میں بکثرت پڑھا جاتا ہے۔ گھانا اور داہومی کوسٹ سے مبلغ صاحب کو سوالات اور تعریف و تحسین کے خطوط بھی آرہے ہیں۔ سوالات کے جوابات بھی اس ہفت روزہ میں شائع کئے جاتے ہیں۔ مساجد میں خصوصاً اس مسجد میں جہاں مبلغ صاحب اکثر و بیشتر نماز ادا کرتے ہیں لیکچروں کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہا ہے۔

ان سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ مبلغ صاحب موصوف نے مسلم پریئر بک مؤلفہ حضرت امیر مرحوم کا علاقہ کی عام زبان یوروبا میں ترجمہ مکمل کر لیا ہے۔ ہسٹری آف پرافٹ کا ترجمہ جاری ہے۔ چند اسلامی کتابچے اور اشتہارات مسٹر ایم ایڈیمی نے چھپوا کر ماہ رمضان میں وسیع پیمانہ پر تقسیم کئے ہیں۔ جزاہ اللہ۔ اشوڈی کے مقام پر ایک قطعہ زمین حاصل کرنے کی کوشش جاری ہے۔ جہاں بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم اور عربی زبان سکھانے کا اہتمام کیا جائیگا۔

اسلام اور علوم و فنون

یورپ نے مسلمانوں سے کیا سیکھا

یوں تو دنیا کی تاریخ کے متعدد شواہد اس امر کا قطعی ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں کہ یورپ جو آج تمدن کی انتہائی منازل طے کر چکا ہے اور اقوام عالم کو تہذیب اور مدنیت کے لحاظ سے اپنے مقابلہ میں تہی دست اور مفلس خیال کرتا ہے، ایک زمانے میں خود نادار و قلاش تھا اور اس کی موجودہ علمی و عملی برتری کا حقیقی سرچشمہ اسلام اور واحد اسلام ہے۔ قرونِ اُخرہ کے علمی کارناموں کا استقرا ہمیں بتاتا ہے کہ بعض ناحق شناس یورپین مؤلفوں نے کئی ایک نامور فلاسفۂ اسلام کی دماغی کاوشوں پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے۔ لیکن جہاں اس قسم کی متعدد ہستیاں گذر چکی ہیں، وہاں ان نفوسِ صادقہ کی بھی کمی نہیں، جو اپنے معلمین کے حقوق سے کسی حالت میں بھی اغماض روا نہیں رکھتے، نہایت صاف و صریح الفاظ میں اپنے اساتذہ کا ذکر خیر اپنی تصنیفات و مؤلفات میں نمایاں ترین الفاظ میں کرتے ہیں اور اس حقیقت پسندانہ اعتراف میں قطعاً کسی قسم کا ننگ و عار محسوس نہیں کرتے، چنانچہ جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن" میں لکھتا ہے:۔

"ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ جن لوگوں نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو ازمنہ ماضیہ و حال کے مابین بطور ایک سلسلے کے بیان کئے گئے ہیں۔ وہ بلاشبہ ایشیا اور اندلس کے مسلمان تھے جو خلفائے عباسیہ اور بنی امیہ کے عہد میں توطن پذیر تھے، وہ علم جو ایشیا سے یورپ میں پہنچا، اس کی وہاں دوبارہ ترویج مذہب اسلام کی دانش پناہی سے ہوئی۔ یہ امر کسی دلیل و برہان کا محتاج نہیں کہ اہل عرب میں چھ سو برس کے قریب علوم و فنون کی گرم بازاری تھی۔ جبکہ یورپ کے طول و عرض میں سراسر وحشت اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ اور ہر قسم کے علوم و فنون تقریباً نیست و نابود ہو چکے ہوئے تھے۔

علاوہ ازیں راستبازی اور انصاف اس بات کے تسلیم کرنے پر بھی مجبور کرتا ہے کہ تمام انواع علوم مثلاً طبیعات، ہیئت، فلسفہ ریاضی، جو دوسری صدی میں یورپ کے اندر جاری ہوئے ابتداً علمائے عرب ہی سے حاصل کئے گئے تھے۔ اندلس کے مسلمان فلسفۂ مغرب کے موجد اور معلم تسلیم کئے جاتے ہیں۔"

یہی انصاف دوست مصنف آگے چل کر رقمطراز ہے:۔

"اہلِ یورپ کو یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کے جو زمانہ قدیم اور زمانہ حال کے درمیان بطور سلسلے کے ذریعۂ ارتباط ہیں، اس لحاظ سے بھی رہین منت ہیں کہ مغربی تاریکی کے طویل زمانے میں انہیں کی علم پرور اور معارف نواز کوششوں سے علمائے یونان کی بہت سی کتابیں اشاعت پذیر ہوئیں۔"

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا کے اوراق میں مذہب اسلام کے متعلق ہمیں ایک محققانہ مقالہ ملتا ہے۔ جس میں حقیقت اندیش مقالہ نگار لکھتا ہے:۔

"ہم اس بات پر کما ینبغی غور نہیں کر سکتے کہ اسلام نے تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے کیا کیا۔ لیکن اگر راست گوئی سے کام لیا جائے، تو یورپ کے اندر علوم و فنون کی ترقی میں اس کا بہت بڑا حصہ تھا۔ مسلمان بالعموم نویں صدی سے تیرھویں صدی تک یورپ کی تیرہ قسمت آدھی آبادی کے لئے روشن ضمیر رہنما قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ خاندان عباسیہ کے علم دوست خلفاء کے تابناک دور کو یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کے چمن زار کی از سر نو سرسبزی کے لحاظ سے موسم بہار کہا جا سکتا ہے، قدیم علم ادب بغیر کسی قسم کے آثار کے ہمیشہ کے لئے مفقود ہو جاتا، اگر مسلمان اسے اپنے مدارس و مکاتب کی شفیق آغوش میں پناہ نہ دیتے۔ فلسفہ، قدرتی چیزوں کی تحقیق، تاریخ، جغرافیہ، علم الآثار، صرف، نحو، علم کلام اور فن شعر وغیرہ بہت سی چیزوں کا وجود مسلمانوں کا شرمندۂ احسان ہے، جن میں سے اکثر اس وقت تک متداول و متعارف رہیں گی جب تک انسانی نسلیں ذوق درس و تدریس سے بہرہ مند ہیں۔"

فرانس کے مشہور فلاسفر موسیو لی بان کے حوالہ سے علامہ سید علی بلگرامی "تمدن عرب" میں لکھتے ہیں:۔

"نامور محققین کی تحقیقات اس امر کا قطعی طور پر فیصلہ دیتی ہیں کہ وہ مسلمان ہی تھے جن کی بدولت دنیا نے اپنا قدم جہالت کی اس عمیق غار سے باہر نکالا۔ مسلمانوں ہی نے علوم کا وہ چراغ جلایا جس کو پیشوایان نصرانیت گُل کر چکے تھے۔ مسلمانوں ہی کے فیض سے علوم جدیدہ کے ستارے آج اپنے پورے اوج پر درخشاں نظر آ رہے ہیں"۔

اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں کہ تحصیل علوم کی دو ہی صورتیں ہیں:۔

۱۔ درسگاہوں اور مکتبوں میں باقاعدہ طور پر زانوئے ادب تہ کرنا۔

۲۔ صحیفہ فطرت کے مطالعہ سے پورا استفادہ کرنا۔

کتب بینی معلومات میں اضافہ کرنے کا بہترین اور سہل ترین ذریعہ ہے کیونکہ اس کے وسیلے سے انسان کو ہزارہا سال پہلے کے واقعات، حالات اور تجارب بلا محنت و تکلیف حاصل ہو جاتے ہیں، یہی ذریعہ تھا جس نے علمائے اسلام کے علمی فیوض سے بہرہ اندوز کیا

آہ کبھی وہ زمانہ تھا کہ مسلمان علوم و فنون کے بہترین معلم تھے۔ لیکن آج وہ وقت ہے کہ اگر عالم میں کوئی جاہل ترین قوم دیکھنی ہو تو مسلمانوں کو دیکھ لو صدق اللہ تعالیٰ جل شانہ۔ تلک الایام نداولہا بین الناس

وہی یورپ جو تقریباً دو صدیاں پہلے قرون مظلمہ میں سخت وحشی اور جاہل تھا آج علم اور تمدن کے مقام بلند پر متمکن ہے اور مسلمان جو کبھی علوم و فنون کے فلک الافلاک پر آفتاب و مہتاب کی طرح چمک رہے تھے آج جہالت اور نادانی کے اسفل السافلین میں گرے ہوئے ہیں۔

تبلیغی سرگرمیاں ماہ نومبر ۱۹۷۱ء

(بسلسلہ صفحہ ۹)

حلقہ کراچی

خطبات جمعہ کا سلسلہ حسب سابق جاری ہے۔ ہر ہفتہ کو مسجد احمدیہ میں درس قرآن کریم ہوتا ہے۔ ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں مختلف احباب کے گھروں میں درس قرآن دیا جاتا ہے اور انفرادی طور پر گھروں میں قرآن مجید کا ہفتہ وار پروگرام بھی پابندی سے جاری ہے۔ پیر کے روز مستورات میں درس دیا جاتا ہے ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں درس قرآن کا خصوصی انتظام کیا گیا۔ علاوہ ازیں کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کو بھی قرآن مجید کا درس دیا جاتا ہے انکے سوالوں کے جوابات دیئے جاتے اور حملہ اعتراضات پر روشنی ڈال کر حقیقت حال واضح کی جاتی ہے۔ جماعتی سطح پر ایک ماہانہ مجلس مذاکرہ منعقد کرنے کا پروگرام زیر غور ہے۔ عید الفطر کے موقعہ پر احباب سلسلہ نے کثرت کے ساتھ نماز عید میں شرکت کی غیر از جماعت احباب اور دیوبائی دوست بھی ہمارے پروگرام میں شرکت کر رہے ہیں ہمہ انفرادی طور پر بھی تبلیغ جاری ہے۔

حلقہ گجرات، گوجرانوالہ سیالکوٹ، جہلم و آزاد کشمیر

غیر از جماعت احباب اور دیوبائی دوستوں سے مسائل متعلقہ پر گفتگو ہوتی رہی، حقیقت حال ان پر واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جمعہ کے اجتماعات میں شرکت کی جا رہی ہے اور مختلف موضوعات پر حالات حاضرہ کی روشنی میں خطبات دیئے جا رہے ہیں حلقہ کے مقامات کا دورہ جاری ہے۔

شہر و چھاؤنی سیالکوٹ

احباب حلقہ سے ملاقات کی جاتی شہر و چھاؤنی میں باری باری خطبہ جمعہ دیا جاتا ہے۔ عید الفطر کی نماز پڑھائی گئی اور تازہ لٹریچر حسب طلب دیا گیا۔

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۴)

چہ بد افتادنی یا تند چنیں ناگاہ افتادن
ز اوج ماہ گردوں در حضیض چاہ افتادن

از محمد شفیق انور امجد بلڈنگس لاہور

مُلا واحدی کے نام ایک خط

مکرمی و محترمی جناب واحدی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج جولائی ۱۹۷۰ء کا ہمدرد ڈائجسٹ پڑھ رہا تھا کہ آپ کے رقم فرمودہ "تاثرات" میں درج ایک واقعہ نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی یہ واقعہ مذکورہ شمارے کے صفحہ ۱۲ پر درج ہے جس میں آپ نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی اپنے عقائد سے وابستگی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اگر بات یہیں پر ختم ہو جاتی تو شاید میں آپ سے مراسلت کا شرف حاصل نہ کر سکتا، جس فقرہ نے مجھے یہ خط لکھنے پر مجبور کیا وہ آپ کا یہ تبصرہ ہے کہ:

"حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئی ختم نبوت کی تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس سے تصدیق ہو رہی تھی اتنا طویل زمانہ بلکہ اس کا نصف اور ثلث زمانہ پہلے کبھی دو نبیوں کے درمیان نہیں گذرا ہمارے رسول کی صداقت ثابت کرنے کے واسطے تیرہ سو سال کا بغیر نبی کے گذر جانا ہی کافی تھا مرزا غلام احمد صاحب نے اس ثبوت میں رخنہ سا ڈال دیا ہے۔"

میں آپ کے اس فاضلانہ تبصرے سے پوری طرح متفق ہوں مجھے صرف آخری فقرہ سے اختلاف ہے اسی کی وضاحت کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کر رہا ہوں۔

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مجھے حضرت مرزا صاحب کی کتب کے تفصیلی مطالعہ کا موقعہ ہے۔ میں دیانت داری سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلامی اصطلاح میں ہرگز ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپ کا دعوےٰ حدیث نبویؐ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء کے تحت مجدد ہونے کا ہے۔ آپ نے بے شک نبوت لفظ اپنی کتب میں کئی مرتبہ استعمال فرمایا لیکن ساتھ ہی ہر مرتبہ اسکی تشریح کی۔ اس سے نبوت حقیقی مراد نہیں بلکہ یہ لفظ مجازی طور پر محض لغوی معنوں (المبشرات، اظہار علی الغیب، کثرت مکالمہ مخاطبہ) میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ بھی محض اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ظلی طور پر مجھے حاصل ہوا ہے[1] اور صوفیا میں یہ امر مسلم ہے کہ ولایت ظل نبوت ہے۔

حضرت اسمٰعیل شہید فرماتے ہیں:-

ولایت ظل رسالت است

حضرت مرزا صاحب بھی یہی کہتے ہیں:-

الولایۃ ظل للنبوۃ[2]

نیز اولیاء و محدثین کے بارہ میں لکھتے ہیں:-

ھؤلاء یصبغون بصبغ الانبیاء ولیسوا بالنبیین فی الحقیقۃ[3]

یعنی یہ لوگ نبیوں کے رنگ میں رنگین کئے جاتے ہیں لیکن حقیقت میں نبی نہیں ہوتے۔ پھر فلسفہ ختم نبوت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"انبیاء اس دنیا سے دار آخرت میں تب ہی منتقل ہوتے ہیں جب وہ تبلیغ رسالت کی تکمیل کر لیتے ہیں اور زمانے کے ہر حصہ کو کسی نبی کے وجود سے مناسبت ہوتی ہے سو ہر نبی اسی مناسبت کی رعایت سے بھیجا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں اسی طرف اشارہ ہے پس اگر ہمارے رسول صلعم اور کتاب اللہ قرآن کو آنے والے تمام زمانوں اور ان کے باشندوں کے علاج سے مناسبت نہ ہوتی تو یہ عظیم نبی قیامت تک کے لئے ان کی اصلاح اور علاج کے لئے نہ بھیجا جاتا پس ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں کیونکہ آپ کی برکات نے تمام زمانوں کا احاطہ کر لیا ہے اور آپ کے فیوض اولیاء و اقطاب اور محدثین کے دلوں پر بلکہ تمام مخلوق پر وارد ہوتے ہیں"[4]

۱ اربعین ۲ صفحہ ۱۷
۲، ۳ لجۃ النور صفحہ ۳۷-۳۸ + الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶ حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷
۴ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۹

اب آپ غور فرمائیں کہ جو شخص ختم نبوت کا یہ فلسفہ بیان کرتے ہوئے محمد رسول اللہ کی نبوت کو قیامت تک کے لئے فیض رساں تسلیم کرتا ہو جو کہتا ہو کہ ہم محمد رسول اللہ کے خاتم النبیین ہونے پر اس دن ایمان لے آئے تھے جس دن آیت خاتم النبیین نازل ہوئی تھی[5] جو کہتا ہو کہ اگر جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک فقرہ وحی نبوت کا لے کر اُترے تو تختہ اسلام کا اُلٹ جاتا ہے[1]

جو حیات مسیح ناصری اور ان کے اصالتاً نزول کی محض اس وجہ سے مخالفت کرتا ہو کہ ایسا ہونا ختم نبوت کے خلاف ہے اور کہتا ہو کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی قدیم یا جدید نبی کا آنا ممکن نہیں[2]۔ کیا وہ خود نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

حضرت مرزا صاحب نے بغیر شریعت کے نبی امتی اور نبی ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ظلی نبی وغیرہ الفاظ (اپنی کتب میں) استعمال کئے ہیں لیکن صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ ان الفاظ سے مراد صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہے جسے دوسرے لفظوں میں محدثیت کہتے ہیں۔"[3]

اور یہ کوئی نئی چیز نہیں حضرت مجدد الف ثانی اس سے پیشتر فرما چکے ہیں کہ

ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھاً وذالک الافراد من الانبیاء وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیھم و اذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم یسمی محدثاً[5]

قادیانیوں نے انہی الفاظ سے ٹھوکر کھائی اور حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوٰے نبوت منسوب کر دیا حالانکہ وہ خود ساری عمر مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے رہے[6] اور اپنے آپ کو اس اتہام سے بری قرار دیتے رہے لیکن ان دوست نما دشمنوں نے حضرت مرزا صاحب کی ایک نہ سنی اور ان کے مسلمات و عقائد کو کلیتہً نظرانداز کر کے ان کی طرف وہ بات منسوب کر دی جس کے خلاف ۲۸ سال

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۳)

۱ توضیح مرام صفحہ ۱۰
۲ ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷
۳ انجام آتھم صفحہ ۲۷
۴ توضیح مرام صفحہ ۱۹
۵ مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب بنام محمد صدیق۔

بحر حکمت کے موتی - از صفحہ اوّل

علاوہ عورتیں اپنے ہاتھوں سے زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی تھیں۔ یہ سچ ہے کہ جنگ اُحد کا واقعہ پردہ سے پہلے کا ہے مگر پردہ کے حکم کے بعد بھی عورتیں یہ سب کام کرتی تھیں، یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت عائشہؓ جنگ احد سے صرف ایک سال پیشتر نبی کریم صلعم کے گھر میں آئیں تو عام روایت کے مطابق ان کی عمر اس وقت صرف دس سال ہو گی جو یقیناً اس کام کے لئے جو انہوں نے اس موقعہ پر کیا موزوں نہ تھی۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت اس قدر تھوڑی نہ تھی۔ اس حدیث میں گو خواتین کی جہاد میں شرکت کا تو ذکر ہے لیکن ان کے فی الواقع جنگ کرنے کا ذکر نہیں لیکن ان کی ایسے نازک موقعہ پر شرکت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اگر مردوں کے ہم پہلو لڑنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ یہ بھی کر دکھاتیں۔ اور صحابہؓ کے زمانے کی لڑائیوں میں عورتوں نے ایسا کر کے بھی دکھایا اور حنین کی جنگ میں اُمِ سلیمؓ نے خنجر ہاتھ میں لیکر کہا کہ اگر کوئی مشرک ادھر آئے گا تو میں اسے قتل کر دوں گی۔ (فضل الباری)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۲۸ شمارہ نمبر ۵۱

گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باہتمام احسان الٰہی صاحب پرنٹر چھپا اور مولوی دوست محمد صاحب پبلشر نے دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور نمبر ۷ سے شائع کیا۔